Regd No L 1872



تصانیف فخرِ نسوانِ ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

محترمہ خاتون اکرم صاحبہ تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشاپرداز تھیں جن کی مضمون نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بج چکا ہے جن کے فلسفیانہ خیالات نے جن کے درد و اثر میں ڈوبے ہوئے طرزِ تحریر نے بڑے بڑے قابل مردوں سے خراجِ تحسین وصول کیا تھا۔ مشہور انگریزی روزنامہ بمبئی کرانیکل کی رائے ہے مرحومہ خاتون اکرم نہایت اعلیٰ درجہ کا ادبی مذاق رکھتی تھیں اور اپنے خیالات و جذبات کو نہایت سادہ مگر پُر زور انداز اور مختصر الفاظ میں ادا کرنے کی قدرت رکھتی تھیں علی گڈھ میگزین لکھتا ہے ان کا طرزِ بیان پُر اثر اور دلنشین ہوتا ہے۔ رسالہ نورجہاں نے لکھا تھا مرحومہ چھوٹی سی عمر میں نہایت دانشمندانہ اور وسیع تجربہ رکھنے والی خاتون تھیں اپنی پر زور تحریر میں انسانی جذبات کی تصویر نہایت خوش اسلوبی سے کھینچتی تھیں

گلستانِ خاتون (۱)

محترمہ خاتون اکرم ملک کے بہترین افسانہ نگار مردوں میں بھی نہایت ممتاز درجہ رکھتی تھیں گلستانِ خاتون متفقہ طور پر اردو کے بہترین افسانوں کا مجموعہ تسلیم کی گئی ہے۔ شبیہ ظلم۔ آرزوؤں پر قربانی۔ انقلاب زمانہ۔ تربیت اولاد۔ طرزِ زندگی۔ تیج کی فتح۔ دوسری شادی وغیرہ۔ وہ سبق آموز موثر اور دردانگیز افسانے ہیں جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اس سے پہلے کسی ہندوستانی خاتون کے ایسے بلند پایہ افسانوں کا مجموعہ نہیں چھپا۔ پیسہ اخبار لکھتا ہے "یہ وہ دلچسپ افسانے ہیں جنہیں کوئی افسانہ خلاف قیاس نہیں بلکہ عین مشاہدہ اور فطرت کے مطابق ہے انکی دلچسپی خاتمہ کتاب پر خود بخود واں کرتی ہے" اخبار ریاست کی رائے ہے نہ صرف خواتین بلکہ مردوں کو بھی ان سبق آموز اخلاقی افسانوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے" رہنما لکھتا ہے ہر افسانہ اس قدر دلکش ہے کہ بغیر پورا کئے جی چھوڑنے کو نہیں چاہتا۔ سارے ہمارے موجودہ تمدن و معاشرت کی خرابیوں کی اصلاح کرنے والے ہیں" ذوالقرنین لکھتا ہے ان افسانوں میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ جس کا کیرکٹر بیان کیا ہے اسیں موقع و حیثیت کے لحاظ سے زبان و لہجہ استعمال کیا گیا ہے۔ ملک کے تمام مشہور اخبار و رسائل نے نہایت شاندار ریویو کئے ہیں کتاب کا دیباچہ مولوی راشد الخیری ایڈیٹر عصمت نے لکھا ہے تمام کتاب نفیس کاغذ پر رنگین چھپی ہے اردو میں ایسی خوبصورت کتابیں بہت ہی کم نکلیں گی ٹائیٹل خوبصورت عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ مجلد [illegible]

پیکرِ وفا (۲)

ایک دلاویز نتیجہ خیز افسانہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کیلئے کیسی کیسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں رہ جائے۔ رسالہ ہمایوں کی رائے ہے یہ ایک کامیاب دلچسپ افسانہ ہے جس میں عورتوں کے اس فطرتی جذبہ کو واضح کیا گیا ہے۔ تعلیم اسلام نے بھی پسند کیا ہے طرزِ بیان دلکش عبارت سادہ و شگفتہ اخبار کشمیری کی رائے ہے طرزِ بیان دلکش ہے اخبار صداقت کی رائے پلاٹ اور برگزیدہ لوگوں کے لحاظ سے یہ عمدہ افسانہ ہے بار سوم قیمت آٹھ آنے

بچھڑی بیٹی (۳)

ایک دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کئی زنانہ رسالوں میں شائع ہو کر بے انتہا پسند کیا جا چکا ہے۔ ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے اصل جدائی میں ماں باپ کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ صرف کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے برسوں کے بعد وہی لڑکی اس طرح ملتی ہے کہ جنت مکانی کی بے مثل افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے بیحد دلچسپ قصہ ہے یہ بھی نفیس کاغذ پر چھپا ہے قیمت [illegible]

جمالِ ہمنشیں (۴)

جنت مکانی کے بے مثل ادبی مضامین کا نہایت حسین شاندار مجموعہ

اصل، عالمِ نزع، پھول، رمضان، وعدہ وفائی، خدا کی مصلحت، تعزیت نامہ، فانی زندگی، تغیراتِ زندگی، نیرنگی زمانہ، عبرت گاہ دنیا، موسم بہار، غم، ساون، عید، زندوں کی زندگی، دوستی، کسی کی یاد، ہنسی مذاق، زرتشی کا دن وغیرہ وغیرہ یہ وہ دلاویز مضامین ہیں جنکی عصمت، تہذیب، استانی، شباب، اردو وغیرہ میں شائع ہو کر دھوم مچ چکی ہے۔ جمالِ ہمنشیں کے متعلق اخبار ہمدرد لکھتا ہے ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کی گئی ہے انڈین ڈیلی میل کی رائے ہے ان مضامین کی اردو صاف رواں ہے رسالہ حرم کی رائے ہے یہ مضامین بلحاظ زبان و خیال نہایت بلند ہیں اور ان کی اشاعت اردو زبان پر بڑا احسان ہے" رسالہ اردو لکھتا ہے ان مضامین کی عبارت بہت فصیح دلکش ہے" اخبار وکیل جمالِ ہمنشیں بلاشبہ نسوانی دنیا کیلئے سبق آموز کتاب ہے اخبار مدینہ کی رائے مضامین بہت بلند پایہ ہیں روزنامہ انگریزی بمبئی کرانیکل لکھتا ہے ان مضامین کی زبان نہایت آسان اور سادہ ہے یہ بھی آرٹ کاغذ پر بہترین چھپی ہے قیمت [illegible]

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ

ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ لندن

مشیرِ نسواں (۱) یا زہرہ

ایک دلچسپ اخلاقی ناول جسمیں لڑکیوں کو بہت سی بیش بہا اخلاقی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قصہ دلچسپ و نتیجہ خیز ہے۔ طرزِ بیان بیحد آسان اکابرین قوم نے جسے پڑھ کر حسب ذیل ریویو کئے تھے

علامہ شبلی نے اسے پڑھ کر فرمایا تھا یہ کتاب محاسن سے مملو اور معائب سے بالکل پاک ہے۔ اخبار مشیر دکن کے ریویو کا خلاصہ کیا بلحاظ مضامین کیا بلحاظ زبان بڑی دلچسپ اور دلاویز کتاب ہے۔ مخبر دکن کا ریویو عورتوں کیلئے نہایت دلچسپ اخلاقی ناول ہے۔ شوکت اسلام کا ریویو بے نظیر ناول ہے جس میں عورتوں کی ہر حالت اور ہر عمر کے متعلق نصائح اور معلومات کے ذخیرے دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں۔ اخبار تہذیب نسواں کا ریویو اس قصہ کو مصنفہ نے نہایت دلچسپ اور پر لطف طریقہ سے بیان کیا ہے مصنفہ کو اس تصنیف پر تمغہ طلائی دیا گیا تھا بار سوم قیمت [illegible]

سرگذشتِ ہاجرہ (۲)

دلچسپ اور سبق آموز قصوں کے پیرایہ میں اخلاقی و اصلاحی جواہرات کا بیش بہا ذخیرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں جو مشکلیں پیدا ہو جاتی ہیں عورت انہیں کس طرح دور کر سکتی ہے چار سہیلیاں یکجا جمع ہو کر آپ بیتی سناتی ہیں ان میں ہاجرہ کی سرگذشت سب سے زیادہ دلچسپ اور مفید ہے اور بتایا گیا ہے کہ بیویاں بگڑے ہوئے گھر کس طرح سنوارتی اور ہاتھ سے نکلے ہوئے شوہروں کو کیونکر اپنا کر لیتی ہیں علامہ محمد اقبال کی رائے ہے کہ سرگذشت ہاجرہ مستورات کیلئے نہایت مفید کتاب ہے طرزِ بیان بھی سادہ موثر اور دلکش ہے بیگم صاحبہ سرعبد القادر صاحب مرحوم کی رائے ہے یہ نہایت اچھی اور دلچسپ کتاب ہے اس میں مستورات کی بڑی خوبی سے قصہ کے پیرایہ میں اصلاح کی ہے۔ بار دوم قیمت دس آنہ

موہنی (۳)

ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک شہزادی شوہر کے انتقال پر گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں ماری ماری پھرتی ہے یہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقے سے شوہر سے ملاقات ہوتی ہے۔ ایران کی معاشرت، مہمانداری، ادب خانہ، شادی بیاہ، رسم و رواج پر ایسی مفید معلومات کسی کتاب میں نہیں ملیں گی قیمت

تحریر النساء (۴)

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے جدید طرز پر حسن کتابت کی بے نظیر کتاب، اخلاقی و معاشرتی مذہبی سبقوں کا لاجواب مجموعہ جس میں گھر کا رآمد اور مفید بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں یہ کتاب انشائی اور نتیجہ خیز سبق آموز مضامین کا مجموعہ بھی ہے پڑھنے کے بعد نہ صرف ہر موضوع پر اچھے اچھے خطوط ہی لکھ سکتی ہیں بلکہ انکی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

معزز خواتین کی لکھی ہوئی نہایت دلچسپ اور مفید کتابیں

محصول ڈاک بذمہ خریدار

نوری بیگم	۱۲	عقل کی باتیں	۸	خانہ داری کے تجربے	۱۲	تنہ بستی ہزار نعمت	۳
غیرت کی پتلی	۶	ہنسی کی باتیں	۸	شمع خاموش (نظمیں)	۶		
چار رُخ	۴	تاریخی لطیفے	۸	آئینہ جمال (نظمیں)	۱۲		
دولت پر قربانیاں	۸	خواتینِ اندلس	۸	شبیہ وفا (افسانے)	۸		
				نغماتِ مسرت (مضامین)	۶		

پردہ و تعلیم	۲
بچوں کی تربیت	۲
بچوں کی دنیا	۵
مختصر دنیا	۵
آئینہ موزہ	!

دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

سے یہ سب کتابیں شائع ہوئی ہیں



ٹنس چمپین مس آر۔ لمنزو جنھوں نے
چھ برا ٹورنامنٹ میں اول نمبر پر کامیابی
حاصل کی ہے



ربمتی سی۔ او۔ پونامہ بی۔ اے۔ بی۔ ایل۔ وائس
پریذیڈنٹ ٹراونکور لیبر ایسوسی ایشن جنہیں
ٹراونکور اسمبلی کا ممبر نامزد کیا گیا ہے



مس ایم ۔ جی ڈاٹ　　　　مس بی ۔ جی ڈاٹ

کراچی کی دو لڑکیاں جو شمالی ہند کی ٹینس چیمپین شپ میں شریک ہوئی ہیں

رسالہ عصمت دہلی

تیسواں سال | بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۷ء عیسوی | جلد ۵۹ نمبر ۶

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ للعہ ممالک غیر سے دس شلنگ

قسم خاص (آرٹ کاغذ کا ایڈیشن) دس روپے۔ رؤسا سے پچیس روپے، والیان ریاست سے سو روپے۔ ممالک غیر سے ایک پونڈ۔

فی پرچہ ایک روپیہ۔

رسالہ عصمت۔ ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ ویلر کے بک اسٹال پر بھی ۵ر میں ملتا ہے۔

باہتمام ابوالیمن مولوی محمد امان الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

بہو بیٹیوں اور بہنوں کے حُسن و ملائمت کے لئے نعمت لازوال

خوشخبری عید الفطر کی خوشی کے سبب سب ادویات ۱۵ دسمبر تک نصف لاگت پر دی جائیں گی عصمتی بہنوں کو عصمت کا حوالہ ضرور دیں۔

جبوب حسن ملائمت یہ جبوب نعمت لازوال ہیں صالح خون پیدا کرتی ہیں اور رنگت کو نکھار کر مثل گلاب بنا دیتی ہیں اور بہت سے فوائد ہیں۔ جو بعد استعمال محسوس کر سکتی ہو۔ ان کو ہر موسم ہر حالت اور ملک کے ہر حصہ میں استعمال کر سکتے ہیں ان جبوب کا نسخہ کئی مرتبہ زنانہ رسالوں میں اور اخباروں میں شائع کرا چکی ہوں۔ کم از کم تین ماہ ضرور استعمال کرنی چاہئیں۔ لاگت ہیں جبوب تین روپے ایک ماہ کے لئے۔

سفید بالوں کو سیاہ کرنے کا بے ضرر تیل یہ تیل سفید بالوں کو سیاہ کر دیتا ہے خصوصاً وہ جو قبل از وقت سفید ہو گئے ہوں یا ہو رہے ہوں۔ اس کے استعمال سے سفید بال سیاہ ہو رہے ہیں اور پھر سیاہ ہی نکلتے ہیں۔ بڑے تجربوں و جانفشانی کے بعد بڑے بڑے قیمتی اجزا سے تیار ہوتا ہے۔ کم از کم ایک ماہ ضرور استعمال کرنا چاہیئے۔ لاگت فی بوتل ۸ اونس آٹھ روپے سات آنے۔ ایک ماہ کے لئے کافی ہے۔

سر دھونے کا سفوف سکائی یہ سفوف بھی نہایت اعلیٰ چیز ہے۔ اس سے سر دھونا چاہیئے تاکہ بال مضبوط گھنے لمبے اور چمکدار ہو جائیں۔ بال گرتے ہوں تو وہ فوراً بند ہو جائیں گے۔ لاگت پانچ روپے گیارہ آنے۔ ایک ماہ کے لئے یہ دونوں یعنی تیل اور سفوف ایک ماہ ضرور استعمال کرنے چاہئیں۔ مرد بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

عنبری لوشن یہ نہایت معطر اور نو افزا مفید لوشن ہے۔ چہرے کے بدنما داغوں۔ کیلوں۔ تلوں۔ مہاسوں۔ روئیں اور چہرے کی سیاہی دور کر کے چہرے کو صاف ملائم اور خوبصورت کرتا ہے۔ لاگت فی شیشی ساڑھے تین روپے۔

بواسیر خونی و بادی یہ ایک نہایت بڑا موذی اور تکلیف دہ مرض ہے۔ اس کی بیخ کنی کرنے کے لئے مجرب زود اثر بے ضرر ادویات تیار کر کے دیتی ہوں۔ جو بلا کسی پرہیز کے باسانی استعمال ہوتی ہیں۔ لاگت ادویات پانچ روپے چودہ آنے۔

ہسٹریا یہ بھی ایک سخت مہلک اور تباہ کن مرض ہے اس کو دفع کرنے کے لئے مجرب ادویات دیتی ہوں۔ لاگت ادویات پونے سات روپے ۶/۱۲/-۔

اکسیر زچگی یہ اکسیر زچگی کی تمام خرابیوں کو دور کر کے زچہ و بچہ کو تندرست اور بیحد تقویت دیتی ہے۔ لاگت ادویات سوا دس روپے۔

غازہ خنائی یہ غازہ چہرے اور جسم کی تمام جلد کو نکھار کر صاف ملائم اور معطر بنا دیتا ہے خشکی بالکل ہونے نہیں دیتا غسل کے لئے نہایت مفید معطر اور عجیب چیز ہے لاگت سوا دو روپے فی پونڈ

موٹاپا یہ ایک نہایت بڑا موذی اور سخت تکلیف دہ مرض ہے اس کو دور کرنے کے لئے مجرب زود اثر اور بے ضرر ادویات تیار کر کے دیتی ہوں۔ جو بلا کسی پرہیز کے باسانی استعمال ہوتی ہیں۔ لاگت ادویات بارہ روپے ۔ پائیریا کی مجرب و بے ضرر دوا۔ لاگت ساڑھے چار روپے۔

اکسیر النسا تمام اندرونی نقائص۔ درد۔ سوزش۔ درد کمر۔ درد ورم۔ پیڑو۔ پنڈلیوں کا درد چہرے کی زردی چلنے پھرنے سے سانس کا پھولنا۔ طبیعت کی سستی وغیرہ۔ غرضیکہ سب کو دور کر کے بامراد کرتی ہے۔ لاگت فی سیٹ سولہ روپے (سیٹ میں اکسیر النسا، قیروطی و یاقوتی ضماد وغیرہ ہوں گی)

نوٹ:- یہ تمام امراض ہسٹریا، بے قاعدگی، پائیریا، دمہ، درد کمر، درد سر اور حالت زچگی میں پیٹ کا بڑھنا، بانجھ پن کی مجرب، زود اثر بے ضرر اور قیمتی اجزا سے تیار شدہ ہیں۔ اور تیار کر کے بھیجتی ہوں اور محض لاگت ادویات ہی منگواتی ہوں، جن بہنوں کو ضرورت ہو منگوا سکتی ہیں اور مشورے لے سکتی ہیں۔ جواب طلب امور کے لئے ایک آنہ کا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

(۱) حکیم حافظ ایم۔ اے حلیم خاں صاحب کامل طب و جراحت خانپور سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے چند مرتبہ جبوب حسن و ملائمت و عنبری لوشن آپ سے منگوا کر مریضوں کو استعمال کرایا جو بیحد مفید ثابت ہوا۔ چہرے سے مہاسے چھیپ اور بدنما داغ وغیرہ بالکل صاف ہو کر چہرے پر ملائمت اور چمک پیدا ہو گئی، اس لئے ایک کورس یعنی تین ماہ کی جبوب حسن و ملائمت اور عنبری لوشن ارسال فرمائیں (۲) حکیم فدا حسین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ واقعی آپ کی دوا لیکوریا کے لئے تیر بہدف ثابت ہوتی رہی ہیں۔ اس کی جس قدر بھی قدر کی جائے کم ہے۔ لہٰذا مہربانی فرما کر تین مریضوں کے لئے ایک ماہ کی دوا بھیج کر مشکور فرمائیں۔ (۳) ایک محترمہ بیگم صاحبہ انبالہ سے تحریر فرماتی ہیں کہ مجھے موٹاپے اور دوسری تکالیف کو آپ کی ادویات سے بہت آرام ہے میں آپ کی بیحد مشکور ہوں (۴) ایک بیگم صاحبہ تحریر فرماتی ہیں کہ میرے بال قبل از وقت سفید ہو رہے تھے اور گر رہے تھے۔ آپ کے تیل اور سفوف کے ایک ماہ کے استعمال سے بال سیاہ اور لمبے ہو گئے اور پائیریا کو بالکل آرام ہو۔ تا زیست آپ کی مشکور رہوں گی۔ اسی قسم کے سینکڑوں خطوط آ سکتے ہیں۔

المشتہر:- ایس۔ بی۔ بیگم صاحبہ کھرڑ ضلع انبالہ

عید کی خوشی

از حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ

دُکھ۔ سُکھ شادی۔ غمی۔ مرنا۔ جینا۔ ہنسنا۔ رونا۔ مختصر یہ کہ جہاں جیتی جان کے ساتھ دُنیا کے بکھیڑے اور زندگی کے مخمصے لازمی ہیں وہاں خوشیوں کی بہار اور اطمینان کا لُطف بھی انسان کے واسطے ضروری ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو چند ہی روز میں لوگ دُنیا سے اُکتا جاتے۔ کوئی سنکھیا کھاتا۔ کوئی کنوئیں میں گرتا۔ یہاں تک کہ مرنے کی تمنا موت کو نعمت بنا دیتی۔ اب یہ قدرت کا انتظام تھا کہ بیماری کے ساتھ صحت۔ نقصان کے ساتھ نفع۔ رنج کے ساتھ خوشی دُکھ کے ساتھ ہنسی۔ غرض یہ کہ ہر تکلیف کے ساتھ راحت یا راحت کی اُمید بھی ایسی لگا دی کہ اس آس پر کٹھن گھڑیاں اور سخت دن سب ٹیر ہو جاتے ہیں۔ بڑی سے بڑی مشکل درپیش بدتر سے بدتر مصیبت سامنے مگر دل ہے کہ اندر سے یہی کہہ رہا ہے۔ شاید اب دن سنور جائیں۔ یہ بلا ٹل جائے مگر کیوں؟ اس لئے کہ رات دن آنکھیں یہ تماشا دیکھ رہی ہیں مریض بستر مرگ پر پڑا ہے۔ حکیم جواب دے چکے۔ اوپر والے جینے سے مایوس ہیں۔ عزیز سانس گن رہے ہیں اور بیمار سنبھل بیٹھا، دوکان میں آگ لگی۔ مال متاع جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا عمر بھر کی کمائی نوٹوں کا صندوقچہ تھا اس کے جلنے نے بالکل بٹھا دیا۔ الماری کھول کر دیکھتے ہیں تو صندوقچہ جوں کا توں امانت کا سلامت، یہ ہیں وہ واقعات جو دوزخ دُنیا کو بہشت اور درد بھری زندگی کو نعمت بنا رہے ہیں۔ اور یہ ہیں وہ خوشیاں جو سخت سے سخت مصیبت اور بڑی سے بڑی آفت میں بھی آدمی کے پاؤں نہیں ڈگمگانے دیتیں کیسی ہی پریشانی اور کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو چھٹکارے کی آس سانس کے ساتھ لگی ہوئی اور جس طرح غم کی تہ خوشی میں چھپی ہوئی ہے اسی طرح اگر ہر رنج میں نہیں تو ہر رنج کے بعد کوئی نہ کوئی خوشی کسی نہ کسی قسم کا اطمینان کبھی نہ کبھی انسان کو ضرور میسر ہوتا ہے۔

یوں تو نہ غم کی قسمیں مقرر ہیں نہ خوشی کی نئی نئی خوشیاں نئے نئے غم۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا میں اس خوشی سے بڑی خوشی کوئی نہیں جو انسان کو اپنا فرض پورا کرنے کے بعد میسر ہو۔ بیٹے کا بیاہ۔ تجارت کا نفع، ملازمت کو ترقی مقاصد کی کامیابی۔ یہ تمام وہ خوشیاں ہیں جو ایک خاص وقت تک ہیں اور پھر اثر زائل ہوتے ہوتے وہ خوشی اور اُس کا خیال دونوں ختم۔ لیکن فرض کے ادا کرنے کی خوشی وہ خوشی ہے کہ گو دوسری خوشیوں کی طرح اس وقت اس کا اثر بھی زائل ہو جائے مگر جب کبھی خیال آئے گا خوشی حاصل ہوگی اور دل اندر سے مرحبا کہے گا۔ فرض پورا کرنے کی خوشی وہ سچی خوشی ہے جس کے پھول ہمیشہ لہلہاتے رہیں گے۔ عید الفطر اسی سچی خوشی کا ایک نمونہ اسلام نے پیش کیا ہے۔ تاکہ تمام مسلمان مرد اور عورتیں اپنے فرض کو پورا کرنے کے بعد خوشی منائیں اور یہ خوشی ان کے باقی فرائض کے پورا

کروانے میں ایک مثال ہو۔ کون ایسا مسلمان ہوگا جو عید کے منانے کی تیاریاں نہ کرتا ہو۔ بڑے سے چھوٹے تک اور امیر سے غریب تک ہر ملک اور ہر شہر میں اس کا انتظار ہوتا ہے یہاں تک کہ بچے بھی اس خوشی میں ماں باپوں سے زیادہ شریک ہوتے ہیں لڑکیاں دنوں پہلے چوڑی مہندی کپڑے لتے تیار کرتی ہیں اور اپنی حیثیت کے موافق پہن اوڑھ کر عید کی خوشی مناتی ہیں مگر اس خوشی کے منانے کا اصلی حق اُن ہی کو حاصل ہے جنہوں نے خدا کے حکم کی تعمیل کی۔ بھوک کی مصیبت پیاس کی تکلیف گوارا کی اور فرض کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کی تکلیف کو راحت اور مصیبت کو نعمت سمجھا۔ مہینہ بھر تک بھوکے پیاسے رہ کر یہ دکھا دیا کہ دنیا کی کوئی چیز ہمارے فرض ادا کرنے میں رخنہ نہیں ڈال سکتی۔

عید کا چاند ایک مشہور مثل ہے جو بڑی مشکل سے دکھائی دیتا ہے اس کا مثل کا حال ان ہی خدا کے بندوں کے دل جان سکتے ہیں جنہوں نے ایک دو نہیں پورے اُنتیس دن اور دن بھی گرمی کے پہاڑ سے اس طرح گذار دیے کہ دانہ تک اُڑ کر نہیں گیا۔ جانور تک ہانپتے پھر رہے ہیں مگر ان پاک نفسوں کے ہونٹ پانی کے قطرے سے آشنا نہیں۔ اس طرح پورا ایک مہینہ گذار کر انتیس کی شام کو اُن کے مُنہ آسمان کی طرف اُٹھ گئے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کیا کہ شاید چاند نظر آجائے۔ اس مثل کے معنی کچھ سمجھ سکتے ہیں تو یہ ہی لوگ کس مشکل سے ان کی آنکھیں آسمان پر چاند کو ڈھونڈتی ہیں اور دکھائی دیئے جانے کے بعد فرض کے ادا کرنے کی خوشی اُن کے دلوں پر کیا اثر کرتی ہے۔

غالباً حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہے عید کے روز لوگوں کو دیکھا کہ چاروں طرف خوشی کے مارے اچھلتے کودتے پھر رہے ہیں۔ خاموش کھڑے ہو گئے ایک شخص نے دریافت کیا کہ آج مسلمانوں کی عید ہے آپ اس طرح کیوں چپکے کھڑے ہیں یہ سنتے ہی آنکھ سے آنسو نکل آئے اور فرمانے لگے کہ میں ایک میدان دیکھ رہا ہوں جس کی منزل مقصود آج کا روز یعنی عید ہے۔ مسلمان اس میدان میں دوڑے کہ اس منزل پر پہنچیں اب نہیں معلوم کہ کون منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ کون بھٹک گیا۔ اور کس نے منزل تک پہنچنے کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ بخدا ان میں سے جن کو یہ معلوم ہو جائے کہ منزل تک پہنچ گئے اگر ان کو خبر ہو جائے تو چیختے چیختے بیہوش ہو جائیں بیں ان سب کی حالت پر تعجب کر رہا ہوں اور اپنی حالت پر رو رہا ہوں نہ معلوم میں میدان میں کیسا دوڑا اور منزل مقصود تک پہنچا یا دور رہ گیا۔

اسی طرح ایک اور بزرگ کا ذکر ہے جب عید کے روز لوگوں نے انہیں روتا ہوا دیکھا اور سبب دریافت کیا تو فرمانے لگے کہ یہ کیوں کر معلوم کر لوں کہ فرض والے کا فرض پورا ہو گیا۔

عید کی خوشی مسلمانوں میں عالمگیر خوشی ہے دنیا کا کوئی حصّہ کوئی ملک کوئی شہر گاؤں کوئی قصبہ دیہات ایسا نہ ہوگا جہاں یہ خوشی نہ منائی جاتی ہو مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس خوشی کی اصلی وجہ کیا ہے اور اس دن کو کیوں مقرر کیا۔

صرف اس لئے کہ مسلمان اُس پاک ذات کے حکم کی تعمیل سے فارغ ہو گئے جس کو وحدہٗ لاشریک یقین کر رہے ہیں اور عید کی خوشی ان کو بتا دے کہ فرض کے پورا کرنے کی کتنی خوشی ہوتی ہے اور وہ اپنے فرض کے ادا کرنے میں ہمیشہ مستعد ہیں۔

ممکن ہے کہ اور مذہبوں نے بھی ایسی تعلیم دی ہو لیکن اسلام کی اس تعلیم کا بڑا منشا یہ تھا کہ مسلمان اپنے فرائض کے ادا کرنے میں توجہ کریں۔ مگر افسوس جہاں ہم نے اور بہت سی اچھی اچھی باتوں کی اصلی خوبیاں غارت کر دیں وہاں عید کی جو اصلی وجہ تھی اس سے بالکل غافل ہو گئے اور سیکڑوں مسلمان مرد اور عورتیں ایسے نکلیں گے جنہوں نے شاید روزہ تو ایک نہ رکھا ہو مگر عید کا لباس اللہ جانے محلہ بھر میں سب سے بڑھیا نکلے گا۔

ہم دیکھتے آئے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان مرد بھی اور عورتیں بھی لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی ایک معقول رقم عید کی نذر کر دیتے ہیں بہت سے اللہ کے بندے تو قرض تک کی پروا نہیں کرتے ہیچھے چاہے تقاضا ہو تو اور تکلیف ہو تو مگر عید کے روز چھیلا اور دولہن بننا فرض جو کچھ خدا نے دیا ہے وہ شوق سے کھاؤ، پہنو، اوڑھو، پہنو، شکوہ نہ شکایت کہنا نہ سننا۔ مگر اس کے کیا معنی کہ پلے میں نہیں ادھی گرہ میں نہیں کوڑی۔ قرض لو چاہے کوئی چیز بیچو۔ مگر عید کے دن کسی سے پیچھے نہ رہو اسلام کی غرض صرف اتنی ہے کہ پاک صاف کپڑے پہن کر خدا کا شکریہ ادا کرو کہ اس نے اس فرض کے پورا کرنے کی توفیق دی یہ نہیں کہ بغیر پچاس روپے کے جوڑے کے عید ہی نہیں ہو سکتی۔ منجملہ اور بہت سی خوبیوں کے روزے کے فرض کرنے سے ایک منشاء اسلام کا یہ بھی ہے اور ضرور ہے کہ جو پیٹ بھر کر کھا سکتے ہیں وہ بھوکوں کی تکلیف کا اندازہ کر سکیں تاکہ ان کی مدد کے وقت اپنی بھوک کو یاد کریں اور بچوں والیاں جس وقت عید کے روز اپنے بچوں کو نہلا کر دھلا کر کپڑے پہنائیں کلیجہ سے لگائیں دیکھ دیکھ کر باغ باغ اور نہال نہال ہوں اُس وقت اس معصوم کا بھی خیال رکھیں۔ جس نے دیوار بیچ رات کا بڑا حصہ اپنے ماں باپ کی یاد میں گذار دیا۔ اور آج کوئی اتنا نہیں کہ عید گاہ لے جانا تو درکنار اس کے میلے کپڑوں کو اُجلا پرانوں کو نیا۔ اور ٹوٹی جوتی کو ثابت کر دے ماں میں جس وقت اپنی پیاری بچیوں کے ہاتھ میں عید کی مہندی لگائیں اُس وقت آنکھ اُٹھا کر یہ بھی دیکھ لیں کہ ایک یتیم بچی بھی مٹر مٹران کا منہ تک رہی ہے اور اُس کا حسرت بھرا دل اپنے ماں باپ کو یاد کر کے رو رہا ہے۔ گھر والیاں جب عید کے حصے اور عید گاہ کے کھلونے تقسیم کریں اُس وقت اتنا خیال رکھیں کہ ان کچوریوں مٹھائیوں اور کھلونے میں ان عزیزوں اور پڑوسیوں کا بھی حق ہے جن کے سر پر وارث نہیں رہے اور جن کی آنکھیں شوہروں کی یاد میں ندیاں بہا رہی ہیں۔

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ مسلمان ان ضرورتوں پر مطلق توجہ نہ کریں اور بجائے اس کے کہ اسلام کا یہ منشاء پورا کرتے اور اُلٹی چال چلنے لگے۔ دوسروں کی مدد تو درکنار عید کے طفیل وہ اس قابل ہونا چاہتے ہیں کہ خود بھی دوسروں کی مدد کے محتاج ہو جائیں۔

عید کا سب سے بڑا اور سب سے ضروری راز فرض کے ادا کرنے کی خوشی کا بتانا ہے جس وقت ایک شخص یہ سمجھ لے کہ فرض کے ادا کرنے کی خوشی کتنی وقعت رکھتی ہے۔ اس وقت ضرور ہے کہ وہ اپنے فرائض کے ادا کرنے میں پوری پوری مستعدی ظاہر کرے گا اور وہ شخص جو اپنے فرض ادا کر رہا ہے خواہ وہ دین کے ہوں یا دُنیا کے تو اُس شخص سے بہتر انسان کہلائے

جانے کا مستحق کوئی نہیں ہو سکتا۔ جب سے ہوش سنبھالا اس وقت سے اور اس وقت تک اگر سیکڑوں اور بیسیوں نہیں تو کتنی ہی عیدیں آئیں اور گئیں اور خدا کا شکر ہے سب ہی منائیں۔ مگر آج تک یہ خیال کبھی نہ آیا کہ عید گئی تو بھی مگر کیا سبق دے گئی۔

عید کی رات اور دن چوبیس گھنٹے کا ہر لمحہ چیخ چیخ کہہ رہا ہے کہ اے اسلام کا دعوے کرنے والے مسلمان دیکھ فرض کے ادا کرنے کی یہ کچھ خوشی ہوتی ہے کہ ہیں نے تمام دنیا کو آج ہشاش بشاش بنا دیا۔

اُمید ہے کہ اِس مضمون کی پڑھنے والی بہنیں اور بھاوجیں۔ مائیں اور بیٹیاں ساسیں اور بہوئیں بیویاں اور گھروالیاں اس مبارک دن کی خوشی مناتے وقت اپنے فرائض پر غور کریں گی خدا ان کو توفیق دے کہ وہ اسی طرح اپنے تمام فرائض ادا کر کے خوشیاں منائیں۔ اور مذہب کی اس ایک عید کے بعد اللہ ان کو ادائے گی فرض کی دن رات عیدیں منانی نصیب کرے +

عِصمتی دستر خوان کا دوسرا حصّہ

مشرقی مغربی کھانے

اب تک کھانے پکانے کے موضوع پر جس قدر کتابیں ہندوستان میں شائع ہوئی ہیں عصمتی دستر خوان اُن سب پر فوقیت رکھتا ہے کیونکہ اُن کی تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں۔ اس لئے ترکیبیں صحیح ہیں اور وزن درست اور ہندوستان بھر کی۔ عصمتی بہنوں نے اپنے اپنے صوبوں کے کھانے لکھے ہیں عصمتی دستر خوان کا دوسرا حصّہ ہے "مشرقی مغربی کھانے" جو بعض اعتبار سے یہ عصمتی دستر خوان جیسی مفید کتاب پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔

عِصمتی دستر خوان کی طرح اس کتاب کی ترکیبیں بھی تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں بلکہ جن کھانوں کی ترکیبیں عصمتی دسترخوان میں آگئی ہیں وہ اس کتاب میں نہیں ہیں ہاں البتہ چند ترکیبوں کے عنوانات وہی ہیں مگر ترکیبیں نئی ہیں اور ایک چیز کی کئی ترکیبیں ہیں۔

"مشرقی مغربی کھانے" کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کھانے پکانے کے سلسلے میں تقریباً سو صفحوں کے نہایت ہی کار آمد مضامین ہیں جو بڑی کوشش اور محنت سے حاصل کئے گئے ہیں چند عنوانات یہ ہیں۔

علم غذا کے متعلق ایک یورپین خاتون کا مفصل مضمون۔ ہماری خوراک پر ایک سائنٹفک مضمون۔

کھانے کے اصول۔ پکانے کے اصول۔ کھانے کی حفاظت۔ جرمنی باورچی خانہ۔ جاپانی باورچی خانہ۔ کون کون شے ایک ساتھ کھانے سے نقصان ہوتا ہے۔ کون کون سی غذائیں کتنی دیر میں ہضم ہوتی ہیں۔ باورچی خانہ کیسا ہو۔ باورچی خانہ کی ضروریات اناج کا صندوق کچی سبزی ترکاریوں کے خواص۔ ترکاریوں کی حفاظت کھانے کا کمرہ۔ بوتل خانہ نعمت خانہ۔ پھلوں کے فائدے۔ ایرانی دعوت۔ جاپانی باورچی خانہ وغیرہ وغیرہ۔

یہ گراں بہا مضامین ہیں جن کا ہر خاتون کی نظر سے گذرنا اشد ضروری ہے۔ کھانے پکانے کے متعلق ایسے ایسے کار آمد بیش قیمت مضامین کھانے پکانے کی کسی کتاب میں آج تک شائع نہیں ہوئے۔ بار دوم قیمت مجلد ع۳ غیر مجلد ۲ روپے۔

ملنے کا پتہ:۔ مینیجر دفتر عصمت دہلی

اپنی عید

ہوائیں پھر چلیں ہر سمت کیف و فرحت کی
صدائیں آتی ہیں پھر آج سازِ بہجت کی

پھر عید آئی پیامِ انبساط کا آیا
مسرتوں سے فروزاں سوادِ دہر ہوا

چمک کے سب کو ہنسایا ہلالِ عید نے پھر
دکھایا دور سے جلوہ جمالِ عید نے پھر

خوشی منانے میں پھر محو ہوگئی دنیا
سرورِ عیش و مسرت میں کھوگئی دنیا

نہ یہ خبر کہ مسلماں ہیں کیوں ملال نصیب
نہ یہ خیال کہ ہم کیوں ہوئے زوال نصیب

بلا سے ان کی، کسی پر اگر مصیبت ہے
نہیں خیال جو دنیا اسیرِ کلفت ہے

کبھی تو اپنی غلامی کا کچھ خیال آئے
کبھی حریمِ مسرت میں یہ ملال آئے

پڑا ہے کب سے شبستانِ حُریت خالی
ہے مدتوں سے گلستانِ حریت خالی

کبھی تو قوم کی حالت پہ کچھ تفکُّر ہو
کبھی تو کلفت و عسرت پہ کچھ تفکّر ہو

کبھی تو رنج وطن میں ہوں غرقِ سوز و گداز
رہیں گے ہم یونہیں کب تک رہینِ خوابِ دراز

ہمیں مٹایا ہے جس نے، یہ بے حسی ہی تو ہے
جو غور کیجئے، یہ اپنی بے خودی ہی تو ہے

اسی نے قعرِ مذلت میں ڈال رکھا ہے
حضیضِ پستی و نکبت میں ڈال رکھا ہے

ہمیں بھی اوج ہو حاصل تو عید ہو اپنی
طلوع، دہر میں صبحِ جدید ہو اپنی

خورشید اقبال حیاؔ میرٹھی

اے قوم مُسلم! عید آ رہی ہے

عید آ رہی ہے۔ عید آ رہی ہے۔ اے قوم مسلم! عید آ رہی ہے

ہے جام دنیا
معمورِ عشرت
خوش کام دنیا
مخمورِ عشرت
ایسی شرابیں چھلکا رہی ہے

عید آ رہی ہے۔ عید آ رہی ہے اے قوم مسلم! عید آ رہی ہے

عید آ رہی ہے۔ عید آ رہی ہے۔ لیلیٰ شب زا یوں گا رہی ہے

ہیں دھندلے دھندلے
جلوے اُفق پر۔
ہیں دھیمے دھیمے
نغمے اُفق پر
وہ لے ہواؤں میں آ رہی ہے

عید آ رہی ہے۔ عید آ رہی ہے۔ لیلیٰ شب زا یوں گا رہی ہے

عید آ رہی ہے۔ عید آ رہی ہے ہر سمت خوشیاں برسا رہی ہے

آنچل اُفق کا
چمکا ہوا ہے
وہ چاند کیسا
نکھرا ہوا ہے
کرنوں میں عشرت لہرا رہی ہے

عید آ رہی ہے۔ عید آ رہی ہے۔ ہر سمت خوشیاں برسا رہی ہے

عید آ رہی ہے۔ عید آ رہی ہے اور غمزدوں کو ترسا رہی ہے

کچھ کم نصیبی
پر غمزدہ ہیں
حالِ یتیمی
پر غمزدہ ہیں
یہ آتشِ غم بھڑکا رہی ہے

عید آ رہی ہے۔ عید آ رہی ہے۔ اور غمزدوں کو ترسا رہی ہے

عید آ رہی ہے۔ عید آ رہی ہے۔ جامِ رسم کو چھلکا رہی ہے

دُکھے دلوں پر
ہر موجِ مہ کی
آتی ہے بن کر
یکسر تباہی
یعنی نوید غم لا رہی ہے

عید آ رہی ہے۔ عید آ رہی ہے۔ جامِ رسم کو چھلکا رہی ہے

کچھ حالِ ملت
پر غور کر لے
جب اس کی حالت
بھی کچھ سنور لے
پھر یہ سمجھ تو عید آ رہی ہے

عید آ رہی ہے۔ عید آ رہی ہے۔ ناکہ دُنیا پہ چھا رہی ہے

گوہر اقبال سحر میرٹھی

چین میں تحریکِ نسواں

از محترمہ سکینہ چراغ الدین صاحبہ بی اے آنرس

ان دنوں چین و جاپان لوگوں کی توجہ کے مرکز بن رہے ہیں۔ جاپان اپنی بڑھتی ہوئی طاقت کے لئے۔ اور چین اس طاقت کا قدرتی شکار ہونے کی وجہ سے۔ چین و جاپان کے موجودہ جھگڑے کا نتیجہ چین کی سیاسیات پر کچھ بھی ہو۔ یہ یقینی امر ہے کہ وہاں آزادیٔ نسواں کی تحریک نہ صرف جاری رہے گی۔ بلکہ چینی قوم کا بکھرا ہوا شیرازہ اس تحریک کو پہلے سے زیادہ مضبوط بنا دے گا۔

چین میں یہ تحریک تیس سال قبل شروع ہوئی۔ ان تیس سال کی کوششوں کا نتیجہ اور موجودہ چین کا سب سے بڑا کارنامہ خواتین کی آزادی ہے۔ اس عرصہ میں چین نے وہ تمام رسم و رواج توڑ ڈالے جنہوں نے چینی خاتون کو صدیوں بے کسی و غلامی کی حالت میں رکھا۔ اور عورت کو پبلک زندگی کے کسی شعبہ میں حصّہ نہ لینے دیا۔

گذشتہ تیس سال نے جو چینی عورت کی تاریخ میں سنہری ورق ہیں دنیا کے سامنے تین ایسی عورتیں پیش کیں جو چینی تحریکِ نسواں کی روحِ رواں ہیں یعنی ڈاکٹر میری چیانگ جو بلاشبہ چین کی "فلارنس نائٹ انگیل" ہیں۔ ماڈام سن یاٹ سن ڈاکٹر سن یاٹ سن کی بیوہ۔ اور ماڈام چیانگ کے شک جو جمہوریت کی پہلی خاتون ہیں۔ اور مشرق کی تاریخ میں بھی پہلی خاتون ہیں جنہیں اپنے ملک کی جنگی کونسل کی ممبر بننے کا رتبہ حاصل ہوا ہے۔ آپ ریڈیو اور خیراتی کاموں کے ذریعہ ملک کے لئے ہمدردی و مدد حاصل کر رہی ہیں۔

موجودہ چین کی تخلیق میں عورت نے بہت زیادہ حصّہ لیا ہے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ عورت ہی نے موجودہ چین بنایا ہے چین کی تمدنی۔ اخلاقی اور جسمانی ترقی اسی تحریک کے مختلف پہلو ہیں۔

آج سے تیس سال قبل چینی عورت ایک عضوِ معطّل تھی۔ چھوٹے چھوٹے موٹے بھدّے پاؤں خاندانی شرافت و امارت کا نشان تھے۔ اس کا کام گھر اور بچوں کو سنبھالنا تھا۔ یا رسلائی۔ بازار میں کم درجہ کی بازاری عورتیں پائی جاتی تھیں۔ اس تصویر کا اگر موجودہ حالت سے مقابلہ کیا جائے تو تغیر واقعی حیرت انگیز ہے۔

آج گھر میں بیٹھنے والی مجبور و معذور عورت کی بجائے چست و چالاک چینی عورت نظر آتی ہے۔ جو دکان۔ دفتر۔ کارخانوں اور بنکوں میں کام کرتی ہیں۔ جو بیرسٹر۔ ڈاکٹر۔ اخبار نویس ہے۔ وہ اپنی موٹر خود چلاتی ہے۔ تقریریں کرتی ہے۔ اور خیراتی کاموں اور کھیل میں مشرقی مرد سے بھی زیادہ جوش دکھاتی ہے۔ اور حال ہی میں چین نے ایک عورت کو سفارتِ انگلینڈ میں ایک ذمہ دار عہدہ پر مقرر کیا ہے۔

اس تحریک کو شروع کرنے میں غیر ملکی مشنریوں نے بہت حصہ لیا۔ انہوں نے چین میں عورتوں کی آزادی کا پروپیگنڈا شروع

کیا۔ لیکن اس بیج کو جسے اجنبیوں نے بویا۔ خود چینیوں نے سینچا۔ آج یہ پودا اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اس نے قومی حیثیت حاصل کر لی ہے اور خواتین کی وہ مجلسیں جن کی بنیاد غیر ملکی مشنریوں نے ڈالی تھی انتظام اور ممبر افراد کے لحاظ سے خالص چینی ہیں۔ آزاد خیال چینیوں نے بہت جلد معلوم کر لیا۔ کہ یہ تحریک تعلیم نسواں کے بغیر شروع نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے انہوں نے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے سکول کھول دئے۔ پہلے لڑکیوں کو گھر کے فرائض۔ والدین اور خاوند کی خدمت کے علاوہ اور کچھ سکھانا غیر ضروری سمجھا جاتا تھا لیکن آج نسوانی مجلسوں کے مقاصد ہیں۔ عورت کے لئے قانونی و سماجی مساوات حاصل کرنا۔ شادی میں آزادی۔ ترکہ میں برابر حقوق۔ عام عورتوں کی تعلیم۔ اور مزدور عورتوں کی بہتری۔

۱۹۳۱ء میں چینی جمہوریت کے قانون سے اس تحریک کو بہت ترقی ہوئی۔ اس قانون نے چینی مرد و عورتوں کے حقوق برابر قرار دئے۔ اور ووٹ کا حق دیا۔

آج قانوناً چینی عورتوں نے آزادی حاصل کر لی ہے۔ اور اب یہ تحریک اس قدر سیاسی نہیں جس قدر سوشل اور تعلیمی ہے۔ ہندوستانی عورت کو بہت کچھ حاصل کرنا ہے۔ اور چین میں اس تحریک کی کارروائیوں کی کافی تاریخ بن چکی ہے۔ ایک امر جو بہت حد تک چینی تحریک نسواں کی کامیابی کا ذریعہ ہے یہ ہے کہ یہ تحریک مرد کے خلاف نہیں بلکہ عام عورتوں کی بہتری کے لئے ہے۔ چینی حکومت اور مردوں نے اس کامیابی کے حصول میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی۔ بلکہ ان سے ہمیشہ عورتوں کو ہمدردی اور مدد ہی ملی ہے۔ چینی عورتوں نے مردوں کے حقوق کے خلاف اپنی تنظیم نہیں کی بلکہ نئے چین کی تخلیق میں انہوں نے صرف وہ کام کئے ہیں۔ جو صرف عورت ہی کر سکتی ہے۔

بیسویں صدی کے شروع میں لڑکیوں کو بھی کھیلوں میں حصہ لینے کے لئے مجبور کرنا پڑتا تھا۔ کیونکہ والدین کہتے تھے کہ ورزش سے جسم کو نقصان پہنچے گا لیکن آج یہ خیالات بدل چکے ہیں۔ عورتیں کالجوں۔ سکولوں میں سواری۔ والی بال ٹینس اور تیرنا وغیرہ سیکھتی ہیں۔ وہ اپنے کرتب دنیا کو دکھا چکی ہیں۔ اور یہ تغیر بھی اس تحریک کا ایک پہلو ہے۔

غیر ملکی مشنریوں نے عورت کے دل میں آزادی کا خیال پیدا کیا۔ اور اس نے ان خیالات کے خلاف جنگ شروع کی جنہوں نے اس کے پیدائشی حقوق سے محروم کر دیا تھا۔ اس جنگ کا نتیجہ یہ ہے کہ چینی عورت کا رتبہ عقل و بہادری کے لحاظ سے مشرق کی باقی ترقی یافتہ خواتین سے بلند ہے۔ چین و جاپان کی گذشتہ جنگ اور ۱۹۱۱ء کے انقلاب نے چینی عورت کی بہادری کے بہت سے نمونے پیش کئے ہیں۔ ایک دفعہ صرف عورتوں کا دستہ جاپانیوں کا مقابلہ کر رہا تھا۔ نیلی وردی میں ملبوس عورتیں پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئیں۔ لیکن انہوں نے دوبارہ اس ہمت سے حملہ کیا کہ جاپانی بہادر رائفلیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جاں بازی کا یہ جذبہ چینی تحریک نسواں کی زندگی ہے۔

اگر کسی ماہ کا رسالہ وقت پر نہ ملے تو ۱۵ تاریخ کے بعد گیارہ تاریخ تک دفتر کو مطلع کر دیجئے ورنہ پھر ممکن ہے قیمتاً بھی پرچہ نہ مل سکے۔ منیجر

شاما کا گیت

(۱)

سرمست ہیں فضائیں نغمہ بدوش کیسی!
اور میرے دل کی دنیا محروم ہوش کیسی!
"برکھا کی ہیں بہاریں"
"سبزہ کی گود میں کچھ"
"موتی بکھر گئے ہیں"
اور شاخ گل پہ شاما آ کر چہک رہی ہے
یہ روح مضطرب بھی اس دم بہک رہی ہے
شاما کی سیٹیاں ہیں فردوس گوش کیسی

(۲)

اک درد بے نہایت کویل کی ہے نوا میں!!
سوز و گداز بیحد پی پی کی ہر صدا میں!!
"شیریں اثر یہ نغمے"
"کچھ اور ہی ہیں لیکن"
مبہوت ہو رہی ہوں
چھیڑا وہ راگ اپنا مہندی کی ٹٹیوں میں
پھر اڑ گئی چہک کر آموں کی ٹہنیوں میں
شاما کی سیٹیاں ہیں فردوس گوش کیسی

(۳)

جوئے رواں کی لہریں۔ گاتی تھیں کچھ ترانے"
ماضی کے جن سے تازہ پھر ہو گئے فسانے"
"شام اودھ کی رنگیں"
خاموشیوں میں تنہا"
میں تھی کنار دریا"
اس خواب محویت سے مجھکو جگا دیا ہے
گیت اپنا پھر کسی نے آ کر سنا دیا ہے
شاما کی سیٹیاں ہیں فردوس گوش کیسی

(۴)

گرمی کی دوپہر ہے چھایا سکوت ہر سُو!!
پھیلی ہوئی ہوا میں ہے مست مست خوشبو
چمپا کے زیر سایہ"
مایوسیوں کی دل میں"
دنیا لئے کھڑی ہوں
یکدم کہیں سے آ کر کنج چمن میں گا کر
ننھی سی مطربہ یہ سب لے گئی بھلا کر
شاما کی سیٹیاں ہیں فردوس گوش کیسی

نوشابہ مسولی

عورتوں کے ساتھ مردوں کا برتاؤ

ایک دن مجھ سے ایک یورپین خاتون نے کہا "ہندوستانی مرد جو کبھی یورپ نہیں گئے وہ اخلاق و آداب سے بے بہرہ ہوتے ہیں" میں نے دریافت کیا "اس سے آپ کا واقعی کیا مطلب ہے؟"

انہوں نے کہا "میرا مطلب یہ ہے کہ ہندوستانی مرد یہ نہیں جانتے کہ عورتوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ جب کوئی خاتون کسی کمرے میں داخل ہوتی ہے تو وہ کھڑے نہیں ہوتے۔ یا اس کے لئے دروازہ نہیں کھولتے"

میں نے جواب دیا "لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ یورپین مرد بھی اب ان باتوں کا خیال نہیں کرتے۔ حال میں جب سے عورتوں نے مردوں سے ہمسری اور مساوات کا مطالبہ شروع کیا ہے اس وقت سے مرد عورتوں کا کم لحاظ کرتے ہیں۔ مثلاً جب میں انگلستان میں تھی تو مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مرد اُن کو بہت مشکل سے اپنی جگہہ دینے کے لئے تیار ہوتے۔ وہ عورتوں کو ادھر اُدھر بھٹکتے دیکھتے تھے اور اپنی آرام وہ جگہ پر بیٹھے رہتے تھے۔ آپ کیوں صرف ہندوستانی مردوں کو موردِ الزام ٹھیراتی ہیں اور یورپ کے لوگوں کے خلاف کچھ کہنا پسند نہیں کرتیں"۔

انہوں نے کہا "یہ تو بالکل ہی دوسری بات ہے۔ ہمارے مرد اس وجہ سے بے اعتنائی برتتے ہیں کہ ہماری خواتین اب مردوں سے کسی قسم کی رعایت کی خواہشمند نہیں ہیں۔ ہندوستان میں مرد اس وجہ سے عورتوں سے بے اعتنائی نہیں کرتے کہ عورتیں مردوں کے برابر ہونا چاہتی ہیں۔ بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ مرد عورتوں کا لحاظ کرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ ان کے دل میں عورتوں کی اتنی عظمت نہیں ہے کہ وہ ان کو کسی قسم کی رعایت یا حمایت کی مستحق خیال کریں"

میں نے کہا "یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ مرد عورتوں کی کافی تعظیم کرتے ہیں۔ اگر وہ اس معاملے میں مغربی دستور کی پابندی نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ عورتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ وہ اپنے طریقے پر عورتوں سے خلق اور شرافت سے پیش آتے ہیں"

"تب وہ ٹہلتے وقت کیوں عورتوں سے میلوں آگے بڑھ جاتے ہیں اور جب سفر کرتے ہیں تو کیوں سارا بوجھ عورتوں پر لاد دیتے ہیں اور خود نوابوں کی طرح آگے آگے چلتے ہیں؟"

"کیونکہ یہی رواج سالہا سال سے چلا آرہا ہے۔ اور عورتوں نے کبھی اس کے خلاف صدائے احتجاج نہیں بلند کی۔ عورتیں خصوصاً کٹر مذہبی عورتیں مردوں کی محکوم ہونا پسند کرتی ہیں۔ یہ نسائی خصوصیات کا ایک اہم جز ہے کہ وہ ایک چھوٹے دیوتا کی طرح مردوں کی تعظیم کریں۔ اور مذہب بھی ان کو یہی تعلیم دیتا ہے وہ مردوں کی مطیع و فرماں بردار رہیں۔ ایک سچی ہندوستانی بیوی اپنے شوہر کے انتظار میں دیر تک جاگتی رہتی ہے۔ اس وقت تک نہیں کھاتی جب تک گھر کے سارے مرد نہیں کھا لیتے۔ اور اپنے شوہر کے

بیٹھنے سے پہلے کبھی نہیں بیٹھتی۔ اور اسی طرح چلتے وقت بھی مرد کے پیچھے رہتی ہے۔ لہذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہندوستانی مرد آداب واخلاق سے بے بہرہ ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ انگریزی اطوار اور طریقوں سے نابلد ہوں لیکن وہ ہندوستانی آداب واخلاق کے سختی سے پابند ہیں"۔

میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ انگریز ہندوستانی طور طریقوں کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اس لئے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں اگر ہمارے حرکات وسکنات ان کی نظروں میں نازیبا اور ناپسندیدہ معلوم ہوں جس طرح ہم کسی مجمع عام میں یورپین مرد اور عورتوں کی باہمی بے تکلفی کو مستحسن نہیں سمجھتے۔ ویسے ہی اہل مغرب کو بھی یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ ہندوستانی مرد عورتوں کا احترام نہیں کرتے ان کو یہ نہیں معلوم کہ یہ بے پروائی کچھ تو شرم اور حیا کی وجہ سے ہے اور کچھ اس کا باعث یہ ہے کہ وہ عوام کے سامنے خود نمائی کو اچھا نہیں سمجھتے یہی سبب ہے کہ عموماً ایک ہندوستانی مرد کبھی کسی غیر شخص کے سامنے اپنی بیوی کو "پیاری" کہہ کر نہ پکارے گا۔ چونکہ یورپین بہنیں عام طور سے ہندوستانی طرز معاشرت سے بے خبر ہوتی ہیں اس لئے وہ اس خلوص اور تپاک سے ناواقف ہیں جس سے ہندوستانی مرد عورتوں کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

ایک ہندوستانی خاتون کی نظروں جسے ہندوستان کے باہر جانے کا موقع ملا ہو یا جسے انگریزی سوسائٹی میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو اسے بعض ہندوستانی بہنوں کے عادات واطوار کسی قدر ناشائستہ اور نامعقول معلوم ہوں گے۔ اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہندوستانی مرد اپنے رویہ کو بدلتے جاتے ہیں کیونکہ خواتین اس تبدیلی کی خواہاں نظر آتی ہیں۔ اب کٹر سے کٹر ہندو کے بھی وہ اعتقادات نہیں رہے جن کا ذکر کہیں کہیں مہابھارت وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔

"ہر سہ عالم میں کوئی عورت ایسی نہیں مل سکتی جس کے بارے میں یہ کہا جائے کہ اسے اپنی ذات پر پورا بھروسا ہے۔ کنوار پنے میں باپ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ عالم شباب میں شوہر اس کی نگرانی کرتا ہے۔ بڑھاپے تک بیٹا اس کی خبر گیری کرتا ہے۔ عورتیں جب تک زندہ ہیں کبھی مطلق العنان نہیں ہو سکتیں"۔

ممکن ہے کہ آج سے پچاس برس قبل تک یہ مقولہ عورتوں پر صادق آتا رہا ہو لیکن اب جب کہ جوق در جوق عورتیں ڈاکٹری تعلیم اور وکالت وغیرہ پیشوں کو اختیار کر کے اپنے پیروں پر کھڑی ہونے کے قابل ہو رہی ہیں تو یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اگر عورت مطلق العنان ہونا چاہئے تو بھی نہیں ہو سکتی۔ اب عورت کی حیثیت بدرجہا بڑھ گئی ہے مرد اب یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ عورت بجائے ایک گمنام نازک ہستی ہونے کے دولت جمع کرنے کے میدان میں مرد کی معاون اور مد مقابل ہے۔

اس کے علاوہ اب مغربی عادات واطوار لوگوں میں راسخ ہوتے جا رہے ہیں۔ اور بہت جلد ہر مرد ایسے خصائل حمیدہ کا حامل بن جائے گا کہ مغربی عورتوں کو آئندہ ان کی شکایت کا موقع نہ ملے گا۔ بہر صورت یہ امر غور طلب ہے کہ آیا یہ ارتقاء ہندوستان کے حق میں مفید بھی ہے یا نہیں۔

(ترجمہ از "روشنی")

مسز سید احمد مچھلی شہری

کھدر پوش

افسانہ

رگھبیر پرشاد کا پورا خاندان کھدر پوش تھا بالخصوص ان کی شریک حیات کھدر پوشی میں اپنے خاندان میں سب سے بڑھی ہوئی تھیں لیکن رگھبیر پرشاد کی نشست گاہ میں ایک نوجوان کی تصویر لٹکی ہوئی تھی جو ولایتی لباس میں از سرتا پا ملبوس تھا ایک دن اُن کے ایک دوست نے یہ تصویر دیکھ کر دریافت کیا "یہ کس کی تصویر ہے؟"

رگھبیر پرشاد نے جواب دیا "یہ میری اُس زمانے کی تصویر ہے جب میرے دماغ میں صاحب بننے کا خبط تھا"

"پھر صاحب سے کھدر پوش کس طرح بن گئے؟"

"یہ ایک دلچسپ قصہ ہے غور سے سنو پرماتما کی مہربانی سے میرے بھائی بند سب تھے لیکن میں بچپن میں دیکھتا تھا کہ والدین مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں اور مری ہر خواہش پوری کی جاتی ہے چونکہ میں سب سے چھوٹا تھا شاید اس سبب مجھ سے زیادہ محبت کی جاتی تھی یا یہ وجہ ہو کہ میرے جنم لیتے ہی والد کی ترقی ہوئی تھی اور یہی نیک قدم سمجھا جاتا تھا۔

سنتا ہوں کہ والد ابتدا میں ایک سرکاری دفتر میں کلرک تھے اور اپنے کام میں بہت ہوشیار سمجھے جاتے تھے افسر اُن کے کام سے بہت خوش تھے اور گاہے گاہے ان کو ترقی بھی دیتے تھے لیکن میری پیدائش کے پہلے تک وہ کلرک ہی رہے اول ترقی کے لئے امتحان ہوا کرتا تھا اور وہ امتحان بھی پاس کر چکے تھے لیکن کوئی جگہ خالی نہ تھی کلرکوں میں یوں آپ ایک دوسرے پر ترجیح دے سکتے ہیں لیکن افسروں کی نظروں میں یہ امتیاز نہیں ہوتا۔

چونکہ اُس زمانے میں افسر سب انگریز ہوا کرتے تھے اس لئے اُس وقت کی کانگریس سبھا اپنی درخواستوں اور ولولے انگیز تقریروں سے یہ صدا بلند کر رہی تھی کہ ہر محکمے میں ہندوستانی افسر ہونے چاہئیں کانگریس کی رات دن کی چیخ و پکار کا نتیجہ ہوا گورنمنٹ میں بھی اس مسئلے پر غور کرنے لگی کہ ہر محکمے میں ایک آدھ ہندوستانی افسر مقرر کر کے کانگریس کا منہ بند کر دے اور اُس کو اپنا غلام بنائے لیکن گورنمنٹ کو یہ پتہ نہ تھا کہ کانگریس کن ہاتھوں میں جانے والی ہے۔

میری مذکورہ بالا رائے ایک مدت کے غور و خوض و تجربے کا نتیجہ ہے لیکن لڑکپن میں میرا خیال کچھ اور تھا میں نے ماتا جی کی زبانی کئی دفعہ سنا تھا کہ میں بڑا خوش نصیب ہوں اور میری خوش نصیبی کی وجہ یہ بتائی جاتی تھی کہ مرے جنم لیتے ہی والد اُسی دفتر میں افسر بنا دئے گئے جس دفتر میں وہ کلرک تھے میں خود بھی ان کا یہ اعزاز اور مرتبہ اپنی وجہ سے سمجھتا تھا۔

انگریز افسر کا عہدہ پاتے ہی والد نے کچھ تو دوستوں کے سمجھانے اور کچھ اس خیال سے کہ ایک افسر کا کم از کم انگریزی لباس میں رہنا ضروری ہے اپنے اور ہمارے لئے انگریزی کپڑے سلوا ڈالے اور ہم سب انگریزی کپڑوں میں مدرسہ جانے لگے ایک افسر کے لڑکے انگریزی مدرسے کے سوا اور کہاں جا سکتے ہیں؟ چنانچہ ہم ایک ایسے مدرسے میں جانے لگے جہاں اینگلو انڈین اور یوروپین لڑکے تعلیم پاتے تھے ہم نے ان ہی لڑکوں کے طور طریقے سیکھے اور اپنے ہندوستانی غریب بھائیوں کو نیٹو بدھو کہنے لگے حسن اتفاق سے ہم رنگ روپ کے اعتبار سے ان لڑکوں سے مل گئے بالفرض اگر رنگ نہ ہوتا تو کیا مضائقہ تھا انگریزی کپڑے تو تھے۔

گھر میں نئی روشنی ابھی بالکل نہیں آئی تھی ماتا جی کی اٹھان بالکل قدیم طرز پر ہوئی تھی اس وجہ سے گھر میں دیوی دیوتاؤں کے علاوہ نہ معلوم کس کس کی پرستش ہوتی منتیں مرادیں مانی جاتیں صدقے دیئے جاتے ہم سب بھائی بہن ان باتوں کا خوب مذاق اُڑاتے اگر ہمارا اختیار چلتا

تو تمام باتیں یکقلم موقوف کر دی جاتیں لیکن پرمیشور گنجے کو کب ناخن دیتا ہے!

انگریزی مدرسے کی تعلیم سینئر کیمبرج تک ہے اور سینئر کیمبرج کا پاس شدہ طالب علم علمی لیاقت میں بی اے کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ میں سینئر کیمبرج تک پہونچ گیا اب کیا تھا بازی جیت لی ابھی امتحان بھی نہیں ہوا تھا کہ دماغ مختلف خیالات کا مرکز بن گیا کہ میں امتحان پاس کرتے ہی کسی بڑے عہدہ پر مقرر کر دیا جاؤں گا اور اپنے ہندوستانی بھائیوں پر حکومت کروں گا مجھے اس کا خواب و خیال تک نہ تھا کہ میں چاہے سینئر کیمبرج یا اس سے بھی بڑا کوئی امتحان پاس کر لوں لیکن آخر ہندوستانی ہوں۔

والد صاحب کے دوستوں کی زبانی اکثر سنا کرتا تھا کہ کانگریس جوشیلے جوانوں کو ورغلا رہی ہے اور وہ نہ معلوم کیا بگاڑ کی صورت پیدا کر دیں میں تو بچپن سے کانگریس کا دشمن تھا ہمیں روزانہ سکول میں سکھایا جاتا تھا کہ کانگریس ہماری گورنمنٹ کے خلاف کام کر رہی ہے میرا خیال ہی نہیں بلکہ یقین تھا کہ گورنمنٹ جو کچھ بھی کرے وہ ٹھیک ہے کانگریس کا اجلاس جب ناگپور میں ہوا تو کالج اور سکول کے لڑکے والنٹیر بنے لیکن میں یا میرا کوئی بھائی کانگریس پنڈال تک پھٹکا نہیں ایک میں خود ہی کانگریس کا دشمن تھا دوسرے پتا جی کہا کرتے تھے کہ یہ کانگریس والے لڑکوں کو بھڑکا کر پڑھنا لکھنا چھڑا دیں گے پھر یہی لڑکے بڑے ہو کر اپنی قسمت کو روئیں گے۔

ابھی گاندھی جی کی تحریک شروع نہ ہوئی تھی اور نہ طلبہ میں سکول و کالج چھوڑنے کی وبا پھیلی تھی پتا جی اور ان کے دوستوں نے کانگریس پر یہ بات ظاہر کر دی تھی کہ اُس کا رویہ طلبہ کے حق میں زہر قاتل سے کچھ کم نہیں لیکن کانگریس کب کسی کی مانتی ہے اس کا خیال تھا یہ تعلیم یافتہ جو بیکار بیٹھے ہیں وہ محض کام نہ ملنے کی وجہ سے ورنہ اتنی بیکاری نہ ہو جب کبھی کوئی کانگریس سے سوال کرتا کہ یہ جو ہر سال دس ہزار گریجویٹ نکلتے ہیں وہ کہاں کھپائے جائیں تو وہ محکموں کے نام گناتے اور کہتے کہ ہر محکموں میں آدمیوں کی ضرورت ہے جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں میں نے اپنا کیرکٹر کبھی بگڑنے نہیں دیا اس لئے میں اچھے نمبروں میں سینئر کیمبرج پاس ہو گیا۔ پتا جی نے اس خوشی میں مجھے بطور تحفہ ایک قیمتی سوٹ سلوا دیا اور کہا مراحظ اسٹر جان کے پاس لے جاؤ وہ تمہیں کوئی بڑے عہدے پر سرفراز کر دیں گے وہ میرے بڑے گہرے دوست ہیں امتحان کی تیاری کے لئے میں نے سخت دماغی اور جسمانی تکلیف اُٹھائی تھی اس لئے میں نے والد سے کچھ مدت آرام لینے کی خواہش ظاہر کی جو منظور ہو گئی لیکن نہ اُنہیں اس بات کا خیال آیا اور نہ مجھے سوجھی کہ اُن کے پنشن لیتے ہی ہمیں کوئی ٹکے کو بھی نہ پوچھے گا اور ساری دوستی دھری رہ جائے گی۔

(۲)

پتا جی کی تنخواہ نو سو روپیہ ماہوار تھی میرا خیال تھا پتا جی بہت امیر آدمی ہیں لیکن اس کا سان و گمان بھی نہ تھا کہ وہ ہر لڑکی کی شادی میں کافی روپیہ خرچ کر چکے ہیں حتیٰ کہ پچھلی شادی میں کچھ قرض بھی لینا پڑا تھا بڑے آدمیوں کی لڑکیوں کی شادی کم پیسے میں کیسے ہو سکتی ہے؟ اب میں صاحب اولاد ہوں اُس وقت میری عقل میں اتنی پختگی نہ تھی۔

میرا صرف یہی کام تھا سوٹ بوٹ پہنا ہیٹ لگائی اور سکول چلا گیا شام کو جب سکول سے واپس ہوا تو منہ ہاتھ دھویا ناشتہ کیا قیمتی نکٹائی لگائی کسی کاشمیرے کا سوٹ پہنا اور چھڑی ہاتھ میں لی اور چہل قدمی کے لئے سیول لائن کی طرف نکل گیا راستے میں اگر کوئی جان پہچان ہندوستانی لباس میں مل گیا تو نظریں بچا کر دوسری طرف چل دئے یا گھر لوٹ آئے۔ جہاں تک ہو سکا اس بات سے بچنے کی کوشش کی کہ کوئی انگریز کسی ہندوستانی کے ہمراہ نہ دیکھ لے بالفرض اگر کسی انگریز نے دیکھ لیا تو دل میں یہ کھچڑی پکتی کہ اُس کو کیا جواب دونگا۔

ایک دفعہ ہمارا خاندان ریل پر سفر کر رہا تھا اتفاق سے اسٹیشن پر ایک انگریز لڑکے سے ملاقات ہو گئی وہ بھی سکول چھوڑ چکا تھا اور اسے ابھی ابھی ریل میں ملازمت مل گئی تھی اور میں محض بیکار تھا مختلف موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی کہ ماتا جی نے کھڑکی سے آدھا دھڑ نکال کر کہا "چلو بیٹا" بس کچھ نہ پوچھئے میں شرم سے پانی پانی ہو گیا میں نے جواب دیا "ابھی" اور پھر اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا تو دریافت [illegible]

مجھ سے پوچھ بیٹھا کہ یہ بوڑھیا کون ہے میں کہا یہ میرے چھوٹے بھائی کی آیا ہے؟

میں اب اُس عمر کو پہونچ گیا تھا جس میں انسان جوان سمجھا جاتا ہے مجھے شبہ تھا کہ اب والد کے پاس ایک کوڑی نہیں ہماری عاقبت بگاڑدی گئیں تھیں ہمارے اخراجات حد سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے سینئر کیمرج کے بعد میں نے بھی سکول چھوڑ دیا میرے ساتھی جو سکول چھوڑ چکے تھے کہیں نہ کہیں ملازم ہو گئے تھے میں نے بھی سوچا کہیں ملازمت کر لینی چاہیئے لیکن یہ گمان بھی نہ تھا کہ ملازمت کا ملنا ایک مشکل سوال ہے۔ والد کا دوست جان اب بھی موجود تھا اس عرصے میں والد نے پنشن لے لی ایک دن انہوں نے مجھ سے کہا تم شملہ چلے جاؤ اور اپنے ملاقاتیوں کے نام مجھے دو چار خط لکھ دیئے میں نے انہیں بہت احتیاط سے رکھا اور سفر کی تیاری کرنے لگا چونکہ میں نے ایک انگریزی مدرسے میں انگریز لڑکوں کے ساتھ تعلیم پائی تھی اس لئے ضرور تھا کہ میرا سفر بھی انگریزوں جیسا ہو چنانچہ دو چار عمدہ سوٹ ایک لاتی چمڑے کے سوٹ کیس میں رکھے اور سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ لے کر عازم شملہ ہوا۔

میں آپ ٹو ڈیٹ جنٹلمین بنا بڑی شان سے سیکنڈ کلاس میں سفر کر رہا تھا لیکن میری جان کے ساتھ ایک آفت تھی یعنی ایک انگریز میرا ہم سفر تھا میں سخت پریشان تھا کہیں مجھ سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جس سے وہ مجھے ہندوستانی سمجھنے لگے اگرچہ رنگ روپ رفتار و گفتار میں امتیاز کرنا مشکل تھا تاہم یہ خدشہ مری دکھتی ہوئی رگ سے کچھ کم نہ تھا کھانا کھانے کا وقت تھا اور میرا بھوک سے حال خراب ہو رہا تھا ماں کی دی مٹھائی پوری کیسے کھا سکتا تھا؟ کیونکہ تمام صاحب جب ریل پر سفر کرتے ہیں تو ریفرشمینٹ روم میں کھانا کھاتے ہیں اس پابندی کو نبھانا ضروری ہے چاہے بھوک سے روح پرواز کیوں نہ ہو جائے ایک اسٹیشن پہ ریل ٹھیری خانساماں مجھ سے مخاطب ہوا تو میں نے بھی اثبات میں جواب دیا خانساماں چلا گیا۔

گھر میں ہندوستانی طریقے سے دال روٹی کھاتے عمر گذری تھی ابھی تک چھری کانٹے سے کھانے کا اتفاق نہ ہوا تھا جان بڑی مشکل میں تھی اسٹیشن آیا گاڑی ٹھیری ہم منہ ہاتھ دھو کر ریفرشمینٹ روم میں داخل ہوئے اُس وقت کھانا کھانے میں ہم صرف چار آدمی تھے میں ایک میرا ساتھی اور دو کمبخت میمیں نہ معلوم کہاں سے آ گئی تھیں میں نے سوچ رکھا تھا کہ کھانا کھانے میں اُن کی پوری نقل کروں گا۔ پہلی پلیٹ سب نے کھائی دوسری پلیٹ میموں اور میرے ہم سفر صاحب نے واپس کی میں نے بھی ان کی پیروی کی تیسری پلیٹ منظور کر لی گئی چوتھی پلیٹ نا پسند کی پانچویں پلیٹ چاول اور شوربے کی تھی لیکن بدقسمتی ساتھ تھی ریل نے سیٹی دی لہذا بھوکے ہی اُٹھ جانا پڑا۔

شام کے کھانے میں پھر وہی مشکل آ پڑی کیونکہ کھانے میں ایک ایسی چیز تھی جو میں نے کبھی کھائی نہ تھی سب نے وہ پلیٹ رکھ لی مجبوراً مجھے بھی رکھنا پڑا اب مجھے کیا معلوم تھا کہ چوس کر پھینک دی جاتی ہے میں چبا کر نگل گیا جو بڑی تکلیف سے نگلی گئی حلق میں پھنسی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ شاید قریب بیٹھے ہوئے انگریزوں نے بھی میری کیفیت دیکھی ہو کیونکہ وہ مسکرا رہے تھے حالانکہ اُس وقت کچھ ایسی گرمی نہ تھی اور بجلی کے پنکھے چل رہے تھے تاہم میں شرم سے عرق عرق ہوا جا رہا تھا بڑی مشکل سے رات کٹی دن نکلا اور سفر ختم ہوا وہ لوگ اپنی راہ گئے اور میری جان میں جان آئی

(۳)

صاحب نے پورا نام دریافت کیا میرے کارڈ پر لکھا تھا آر۔ پی۔ کھرے۔ بتاتے ہوئے شرم تو بہت معلوم ہوئی لیکن بتانا ضروری تھا بہرحال نظریں نیچی کر کے میں نے اپنا نام بتایا صاحب نے پتاجی اور میرے بھائی بہن کی خیریت دریافت کی میں سمجھا کہ بس اب نوکری گئی صاحب بہت اچھا آدمی ہے اس کو میرا اور والد صاحب کا بہت خیال ہے جب ہی تو اتنی دیر تک مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔ قصہ مختصر وہاں سے پتاجی کے نام چٹھی لے کر واپس ہوا پھر وہی سفر درپیش تھا میری خواہش تھی اس دفعہ میرے کمپارٹمنٹ میں کوئی انگریز نہ آیا تو سفر آرام اور اطمینان سے طے ہوگا ہندوستانی پر تو میں غالب آ جاؤں گا۔

مٹھائی پوری اب تک ساتھ تھی میرا کمپارٹمنٹ اس وقت بالکل خالی تھا اور مجھے اطمینان تھا خانسامانے وقت پر چار لاکر دی جو میں نے پی لی میں بار بار التجا کر رہا تھا کہ دوپہر کے کھانے تک کوئی میرے کمپارٹمنٹ میں نہ آیا تو میں پوری اور مٹھائی اطمینان سے کھا سکوں گا لیکن آپ جانتے ہیں انسان سوچتا کچھ اور ہوتا کچھ ہے اسٹیشن پر میرا کمپارٹمنٹ تمام انگریزوں سے بھر گیا اور میری شامت اعمال ان میں سے کوئی بھی دوپہر کے کھانے تک نہ اترا ریفرشمنٹ روم میں ایک مرتبہ بے وقوف بن چکا تھا اب وہاں قدم دھرنے کی ہمت نہ تھی بڑے سوچ وبچار کے بعد ایک بات ذہن میں آئی کہ ریل کے ٹھیرتے ہی کچھ پوریاں اور مٹھائی کاغذ میں لپیٹ کر جیب میں ٹھونس لی اور پلیٹ فارم کے ایسے حصے میں چلا گیا جہاں مسافروں کی آمد رفت کم تھی اور لگا جلدی جلدی حلق سے اُتارنے ابھی بمشکل دو چار ہی ٹکڑے حلق سے نیچے اُترے تھے کہ ریل نے سیٹی دی منہ پونچھ کر بھاگتا ہوا آیا اور اپنی نشست پر بیٹھ گیا سوچنے لگا کہ بچی ہوئی پوری اور مٹھائی کا کس طرح صفایا کیا جائے ضرورت وقت پر انسان کو سب کچھ سوجھا دیتی ہے سیکنڈ کلاس میں لویٹری ہوتی ہے بس میں نے اُسی کو ڈائننگ روم بنانا مناسب سمجھا چنانچہ اُس میں گھس کر اندر سے دروازہ بند کر لیا اور اُس وقت تک باہر نہ نکلا تا وقتیکہ خوب سیر شکم نہ ہو گیا پھر ریل کے ٹھیرتے ہی سوڈا واٹر اور برف منگوا کر پیا انگریزوں کے سامنے پانی کیسے پی سکتا تھا؟ میرے ساتھیوں نے ڈبل روٹی اور کوٹا ہوا گوشت جو وہ اپنے ساتھ ڈبوں میں لائے تھے کھایا ایک نے مجھ سے دریافت کیا تم کچھ نہ کھاؤ گے میں نے جواب دیا اس وقت کچھ بھوک نہیں ہے، بہرحال یہ سفر بہ عزت اور بہ اطمینان کیا۔

(۴)

گھر پہونچتے ہی سب پوچھنے لگے کیا ہوا میں نے کہا "صاحب بہت اچھا آدمی ہے آدھ گھنٹے تک مجھے بیٹھائے رکھا اور ہنس ہنس کر خوب باتیں کیں چلتے وقت کہا کہ میں بہت جلد تم کو کوئی اچھی اسامی دلادوں گا۔

پتاجی نے چھٹی پڑھی لکھا تھا آپ اطمینان رکھیے میں کوشش کروں گا ہم سب بے فکر ہو کر بیٹھ گئے اور ادھر میرا یہ حال کہ میں ملازمت پر جانے کے لئے ضروری سامان مہیا کرنے لگا نہ معلوم کس دن حکم آجائے مثل مشہور ہے "کانی کے بیاہ میں سو کھٹکے" وہی کیفیت ملازمت ملنے سے پہلے ہر ملازمت خواہاں کی ہوتی ہے ہفتوں سے مہینے بیت گئے مگر کسی کی کوئی اطلاع نہ آئی جان صاحب کو خط لکھے گئے لیکن ایک کا بھی جواب نہ آیا پتاجی کی تندرستی اب کچھ ابھی نہ رہتی تھی وہ تو کہیں آجا نہیں سکتے تھے مجھ سے کہا ایک دفعہ تم پھر جاؤ بڑے آدمی ہیں ممکن ہے یاد نہ رہی ہو اور اُنہوں نے جو خط لکھا وہ پڑھ کر مجھے اپنے مستقبل کا پتہ چل گیا جی میں آئی کہ یہ ماجی ٹھاٹھ چھوڑ کر گاندھی جی کی تحریک میں شامل ہو جاؤں۔ کانگریس کی ابتدا تھی لوگ خوشی خوشی جیل جا رہے تھے پتاجی میرے خیالات سے کچھ رنجیدہ سے ہو گئے مجھے اُن کی نازک حالت کا بخوبی علم تھا اس لئے میں کچھ زیادہ کہہ بھی نہ سکا کیونکہ ہمیں پتہ چل گیا تھا کہ اب یہ چند روز کے مہمان ہیں اخری وقت میں اُنہیں کیا رنج پہونچایا جائے۔

اس دفعہ دلی کا سفر تھا اور نہ صاحبی کی دماغ میں بو باس تھی ہندوستانی لباس میں چل کھڑا ہوا اب کے نہ کھانے پینے کی تکلیف ہوئی اور نہ روپیہ ہی زیادہ خرچ ہوا دلی میں اپنے ایک دوست کے ہاں ٹھیرا دوسرے دن صاحب سے ملنے گیا جان صاحب جو چھٹی پر جا چکے تھے ان کے قائم مقام مسٹر رام تھے اُنہیں وہ چٹھی دی اول تو صاحب نے چٹھی الٹ پلٹ کر دیکھی پھر ناک بھوں چڑھا کر کہا تم نے کوئی ڈگری حاصل نہیں کی یہ سنتے ہی حیران رہ گیا اور اپنا سرٹیفکٹ پیش کیا اور کہا "میرے بہت سے ہم جماعت ملازم ہو چکے ہیں"

صاحب نے گردن کو جنبش دے کر کہا ہاں ۔ ہاں میں جانتا ہوں وہ انگریز ہیں اور انگریزوں کے لئے کوئی قید نہیں ہندوستان کے لئے بی اے کی قید ہے یہ سنتے ہی میرا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور چلنے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا صاحب نے ہاتھ ملایا اور کہا تم اپنے والد کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ انہوں نے ہی مجھے کام سکھلایا ہے یہ سنکر میرے غصہ کا ٹھکانہ نہ رہا میں وہاں سے سیدھا ناگپور آیا اور پتاجی سے کہدیا "میں نوکری نہ کروں گا"

رگھبیر پرشاد کا دوست جو پنشکدر پرشاد بھائی کی داستان سن رہا تھا اس نے رنجیدہ دلی سے دریافت کیا "کھادی سستا کپڑا ہے؟"

رگھبیر پرشاد نے جواب دیا قیمت کے لحاظ سے تو کوئی سستا کپڑا نہیں ہے تاہم سستا پڑتا ہے کیونکہ کم کپڑوں کا چلن ہو جاتا ہے اور مضبوط ہوتا ہے۔ (ضمیمہ آتی ہے)

بچے کو تندرست رکھنے والی دوائیں

ڈاکٹر سید ممتاز حسین۔ایم۔بی۔بی۔ایس۔لاہور۔

عصمت کی اکثر ناظرات نے وقتاً فوقتاً ہم سے دریافت کیا ہے کہ بچے کو تندرست اور فربہ رکھنے کے لئے جو دوائیں بازار میں بکتی ہیں ان میں سے بہترین کونسی ہے پیٹنٹ دواؤں کی فراوانی اور ان کے بیچنے والے تاجروں کے طویل اشتہاروں کے پیش نظر قریباً ہر ماں کے سامنے یہ سوال آتا ہے۔خوش حال اور متمول گھرانوں کے بچوں کو دواؤں کی کمی نہیں لیکن متوسط اور غریب لوگوں کو جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دواؤں کی مدد کے بغیر ان کے بچوں کی صحت کی بحالی اور نشو ونما ممکن نہیں تو ان کے معاملہ میں یہ سوال کافی پیچیدہ ہو جاتا ہے کیونکہ دوائیں اکثر و بیشتر گراں ہوتی ہیں۔اور ہر کس و ناکس کی یہ توفیق نہیں کہ اپنے بچوں کو علی التواتر دوائیں دیتے رہیں۔

بچے کی صحت کا انحصار ان چیزوں پر ہوتا ہے۔

۱۔ ماں باپ کی اپنی صحت۔اگر ماں باپ دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں صحت کے اعتبار سے بہت کمزور ہوں تو اکثر ان کے بچوں کو ورثہ میں یہ کمزوری ملے گی جسم کی ساخت کے علاوہ بعض بیماریاں بھی ایسی ہیں جو والدین سے بچے کو پہنچتی ہیں۔

۲۔ ماں کی صحت۔اگر ماں اپنے بچے کو اپنا دودھ پلاتی ہے تو اس کا تندرست ہونا نہایت ضروری ہے۔کمزور یا بیمار ماں کا دودھ یقیناً کمزور اور ناقص ہوگا۔

۳۔ ماں کی غذا۔دودھ غذا ہی سے بنتا ہے اور اگر ماں کی غذا میں کوئی کمی یا زیادتی ہو تو اس کے دودھ میں بھی اس کا اثر پہنچتا ہے اگر غذا اپنی غذائیت کے اعتبار سے ناقص اور نامکمل ہو تو دودھ میں بھی وہی نقص رہیں گے اور بچے کی صحت پر اثر انداز ہونگے۔ چنانچہ وہ مائیں جو لاعلمی یا غفلت کے سبب سے غذا میں تازہ سبزیاں اور پھل نہیں کھاتیں ان کے دودھ میں وٹامن کم ہوں گے۔ جو مائیں ثقیل اور مرغن غذا کی عادی ہیں ان کے دودھ میں مکھن زیادہ ہوگا اور اس سے بچے کے ہاضمہ کو ضعف پہنچے گا۔

۴۔ بچے کی غذا۔اگر ماں کا دودھ بچے کی غذا ہو تو جیسا کہ اوپر بیان ہوا اس دودھ کی عمدگی کا دارومدار ماں کی غذا اور صحت پر ہے یہی نہیں بلکہ باقاعدہ اور بروقت دودھ ملنے اور بے قاعدہ اور بے وقت دودھ ملنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔اگر دودھ عمدہ ہے لیکن وقت پر نہیں ملتا۔بار بار ملتا ہے۔یا ضرورت سے زیادہ ملتا ہے تو بدہضمی اور اس کے نتائج ضرور پیدا ہوں گے۔

جن بچوں کو ماں کا دودھ نہیں ملتا یا نہیں مل سکتا اور اس کی بجائے گائے بکری کا یا ڈبے کا دودھ ملتا ہے ان کا ہاضمہ بھی شاذو نادر درست رہتا ہے۔کیونکہ جو ان کے دودھ میں غذائی اجزا کا تناسب وہ نہیں جو ماں کے دودھ میں ہے اس لئے وہ بچے کی تمام ضروریات کا کفیل نہیں ہو سکتا ہر ماں اپنے بچے کو خود دودھ پلائے۔اور جہاں یہ ناممکن ہو دودھ پلانے والی انّا رکھی جائے یہ بھی ناممکن ہو تو مصنوعی دودھ کی طرف رجوع جائز ہے۔اس کی تیاری اس طرح ہو کہ وہ ماں کے دودھ کے قریب ہو جائے

تو وہ ٹھیک ورنہ غلط ہے۔

۵۔ دودھ کے علاوہ اور غذا۔ ایک سال تک بچے کو دودھ کے علاوہ دوسری غذا کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جہاں دوسری غذا بالخصوص آٹا۔ میدہ۔ مٹھائی وغیرہ دی گئی۔ بچہ کا ہاضمہ خراب ہوا۔ ایک سال کے بعد دوسری غذا کا شمول ضروری ہوتا ہے۔ لیکن مناسب انتخاب اشد ضروری ہے۔ اس کے بغیر نہ ہاضمہ درست رہتا ہے نہ عام صحت جسمانی ٹھیک رہتی ہے اور نہ نشو و نما اپنے صحیح انداز پر ہو سکتی ہے۔

۶۔ لباس۔ تنگ چُست۔ ناکافی۔ یا ضرورت سے زیادہ لباس بچے کی صحت پر بہت اثر ڈالتا ہے۔ پنجاب میں سردی کے خوف سے بچوں کو کئی کئی قمیص۔ بنیان اور سوئیٹر پہنائے جاتے ہیں۔ اور ضرورت سے زیادہ گرم رکھا جاتا ہے۔ ہر وقت گرم رکھنے کی کوشش سے بچہ امراض تنفس یعنی زکام۔ کھانسی وغیرہ میں مبتلا رہتا ہے۔ لباس ڈھیلا۔ وزن میں ہلکا اور مکمل ہو تو یہ نقص واقع نہیں ہوتے۔

۷۔ ماحول۔ ماں کا ہر وقت بچے کو گود میں رکھنا اور رات کو اپنے ساتھ سلانا بچے کے لئے مضر ہے۔

آب و ہوا۔ ظاہر ہے کہ بچے کو تنگ و تاریک کمروں میں رکھنا اور رات کو بند کمروں میں سلانا بیماری اور کمزوری کو دعوت دینا ہے اس کے برعکس کھلی ہوا اور دھوپ کا بچہ کی صحت پر جادو کا سا اثر ہوتا ہے۔

غرض یہ ہیں وہ امور جن کا اثر بچے کی صحت پر پڑتا ہے۔ اور ان سب کی طرف نگہداشت رکھنا ہی اس امر کا کفیل ہے کہ بچے کی صحت درست رہے۔ اور نشو و نما صحیح رفتار پر جاری رہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک امر غلط یا ناموافق ہو تو بچے کی صحت بگڑ جائے گی۔

دوائیں۔ بچے کو تندرست رکھنے کے لئے دوائیں قطعی غیر ضروری اور اکثر و بیشتر مضر ہوتی ہیں۔ طاقت دوا سے نہیں غذا سے حاصل ہوتی ہے۔ غربا اور متوسط حالت کے لوگوں کے لئے دواؤں کے کئی نقصان ہیں۔ ایک ان کا بے فائدہ ہونا۔ دوسرے ان کے استعمال کے باوجود جب بچے کی صحت درست نہ ہو تو والدین کا پریشانی کے عالم میں ایک کے بعد دوسری دوا بدلنا۔ اور تیسرے روپیہ کا ضائع ہونا۔

اسباب ظفرمندی

معززین سے پوچھا ہرقل نے کہ بھلا
شکست اہل عرب نے جو دی سبب کیا

دمشق و حمص میں تم کس لئے ٹھہر نہ سکے
جو تم سے کم تھے انہیں کا دفاع کر نہ سکے

نہ زور ہے سر و سامان ہے نہ جمعیت
مگر انہیں کو ملی فتح اور تمہیں ذلت

سبھوں نے فرط ندامت سے سر کیا نیچا
سنی یہ بات تو اک پیر کہنہ بول اٹھا

کہ ہم سے اہل عرب کے بلند ہیں اخلاق
بہادری و مساوات ہے بجائے نفاق

وہ شب کو عابد شب زندہ دار رہتے ہیں
صف وغا میں بھی وہ رند و قلندر رہتے ہیں

ہمارا حال جو پوچھو تو شر انگیز ہیں ہم
وہ اہل زہد و ورع ہیں سیاہ کار ہیں ہم

ہمارے وعدہ و اقرار کو قرار نہیں
ہمارے قول کا خود ہم کو اعتبار نہیں

ستم شعار ہیں ہم ظلم سے نفور ہیں وہ
دہل پیشہ ہیں ہم اور ذی شعور ہیں وہ

سنا یہ حال تو قیصر بھی بے قرار ہوا
وہ شام چھوڑ کے خود اتنا سوگوار ہوا

مگر لکھی تھی مقدر میں جنگ خوں آشام
لہو کے پردہ میں پنہاں تھی نصرت اسلام

بیان قصہ یہ مولک کہ سناتا تھا
ہمیں تو فتح و ظفر کا سبب بتاتا تھا

عبدالرب صوفی

سفرنامۂ عراق

نجف اشرف

۱۹ مارچ ۳۶ء کو ہم لوگ نجف اشرف جانے کے لئے تیار ہوئے نجف اشرف کربلائے معلیٰ سے ۳۶۔ ۴۰ میل ہے وہاں جانے کے لئے لاری کار ہر وقت ملتی ہیں عموماً ۱ یا ۲ فی سواری لیتے ہیں لیکن یہ کرایہ لاری والے لیتے ہیں اور کار والے ۲ دینار فی کس کرایہ لیتے ہیں زمانہ مخصوصی میں دوگنا چوگنا کرایہ ہوجاتا ہے غرباء کے لئے جانے کو ایک راستہ اور ہے کربلائے معلیٰ کے پاس ایک مقام طویریج ہے یہ کربلائے معلیٰ سے ۱۴۔ ۱۳ میل ہے اور ۲۰ فی کس عربانہ میں وہاں پہنچ جاتے ہیں اور وہاں سے کشتی کے ذریعے سے ۴ فی کس میں کوفہ پہنچ جاتے ہیں اور کوفہ کی زیارات سے مشرف ہوتے ہوئے نجف اشرف بذریعہ ٹریموے ۳ فی کس میں آجاتے ہیں اس راستہ میں بہت وقت صرف ہوتا ہے اور اس راستہ کے لئے ہم سفر نہیں ملتے ۔ نجف اشرف بغداد سے تخمیناً ۱۰۰ میل اور کوفہ سے ۶ میل کے فاصلہ پر ہے شہر کے گرد قلعہ نما فصیل کھچی ہوئی ہے جس کی تعمیر ۱۲۲۵ھ میں ہوئی ہے آبادی تخمیناً ۴۰۔ ۵۰ ہزار ہے اور آبادی کا رقبہ تین میل مربع ہے۔ عراق میں گرمی سخت پڑتی ہے خصوصاً نجف اشرف تو تمام مقامات سے زیادہ گرم ہے یہاں حرارت ۱۲۵ درجے تک بڑھ جاتی ہے یہاں کے ہر مکان میں سرداب (یعنی تہ خانہ) ہے یہاں کے سرداب خوب کشادہ اکثر دو دو تین تین منزل گہرے ہوتے ہیں اور اس طریقے پر بنائے جاتے ہیں کہ ہوا اور روشنی کا گذر ہوجائے آبادی عربوں اور ایرانیوں کی ہے عموماً تاجر عالم اور طالب علم ایرانی ہیں یہاں کشمیری اور ہندوستانیوں کی بھی کچھ آبادی ہے نجف اشرف میں شفاخانہ ڈاک خانہ اور پولیس انسپکٹر کا مقام ہے اور ایک ڈپٹی کمشنر (قائم مقام) رہتا ہے یوں کہیے کہ ایک سب ڈویژن ہے یہاں محکمہ صفائی بھی ہے جسے بلدیہ کہتے ہیں تمام شہر میں بجلی لگی ہوئی ہے بازار پختہ اور اوپر سے پٹے ہوئے ہیں یہاں ابتدائی پرائمری اور سیکنڈری اسکول بھی ہیں عربی میں تمام مضامین پڑھائے جاتے ہیں اور انگریزی بھی پڑھائی جاتی ہے ایک یہ خاص بات ہے کہ سکنڈری اسکول کے طالب علم کو کوٹ اور پتلون اور صدارہ (ایک قسم کی ٹوپی) مدرسہ کی یونی فارم مقرر کی گئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عام طور پر ایسی پوشاک کا رواج ہوتا جاتا ہے اگر یہی لیل و نہار رہے تو عربی لباس وہاں بالکل مفقود ہوجائے گا۔

۱۷ ربیع الاول روز ولادت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۲۷ رجب یوم بعثت جناب رسول خدا ۲۱ رمضان روز شہادت امیر المومنین علیہ السلام ۱۸ ذی الحجہ یوم عید غدیر ان تاریخوں میں زائرین ہندوستان حجاز شام ومصر ایران آتے ہیں جن کی تعداد بعض دفعہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ متجاوز ہوجاتی ہے ہندوستان کے بوہروں نے اپنی خاص عمارتیں کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف میں بنوائی ہیں یہ عمارات اچھے موقع پر بازاروں میں لب سڑک بنی ہیں نیچے دوکانات بھی ہیں جن سے آمدنی بھی ہوتی رہتی ہے ان مکانات میں تمام بوہرے آکر قیام کرتے ہیں عرب زوار صحن رواق اور حرم کے کمروں میں قیام کرتے ہیں خادموں میں علاقے تقسیم ہیں ہندوستانی زوار کو نہ خاندان کے خادموں کے یہاں اور ہوٹلوں میں قیام کرتے ہیں یہ حضرات زوار کی بہت خدمت کرتے ہیں درمیان کربلائے معلیٰ و نجف اشرف دو مقام پر لاری ٹھیرتی ہے ایک نخیلہ ہے یہ وہ مقام ہے جہاں خروج زید پر امام حسین علیہ السلام نے روز عاشورہ حملہ کیا تھا یہ مقام کربلا سے ۱۲ میل ہے دوسرا ایک مقام سرائے ہے جو نخیلہ سے [illegible] مقامات پر قہوہ خانے ہیں جہاں قہوہ انڈا چار اور دہی مل جاتا ہے اور عمدہ قسم روٹیاں بھی فروخت کرنے کے لئے آتی ہیں یہاں [illegible] فاصلہ سے گنبد طلائی روضۂ مبارک نظر آنے لگتا ہے اس وقت دل میں خود بخود ایک جوش سا پیدا

ہوتا ہے اور دل مسرور بھی بہت ہوتا ہے نجف اشرف ایک اونچے مقام پر ہے۔ نجف اشرف جب تین میل رہ جاتا ہے تو ایک عظیم الشان قبرستان نظر آتا ہے جو نجفِ اشرف کے تین سمت پھیلا ہوا ہے جس میں بے شمار گنبد ہیں یہ وادی السلام کہلاتا ہو۔ نجف اشرف کی آبادی کے پھاٹک پر پہنچتے ہیں تفقدام آجاتے ہیں جہاں قیام کرنا ہو وہیں چلی جائیے سامان اُن کے آدمی خود جائے قیام پر پہنچا دیتے ہیں ہم لوگ سید سعید صاحب کے یہاں ٹھیرے تھے جو بڑے خلیق اور بڑے نیک آدمی ہیں حمام یہاں بھی بکثرت ہیں غسل کرکے اور پاکیزہ پوشاک پہنکر زیارت سے مشرف ہونا چاہیئے ہم لوگ کربلائے معلیٰ سے شام کو ۵ بجے کار سے چلے تھے ڈرائیور نے وعدہ کیا تھا کہ دو ڈھائی گھنٹے میں پہنچا دے گا لیکن ہم کو چلتے چلتے ۹ بج گئے راستے میں سوائے چٹیل زمین کے کچھ نظر نہیں آتا تھا عربوں کی ڈرائیونگ کرنے کی تو میں مداح ہوں اس قدر تیزی سے چلاتے ہیں کہ انہیں یہ مطلق احساس نہیں ہوتا کہ آدمی گریں گے یا ہم گریں گے ایک دم جیسے جاتے ہیں تو اُس مسافر کو پھر جائے قیام ہی پر جا کر اتارتے ہیں راستہ اس قدر خراب کہ درخت کا نام نہیں کوسوں پانی نہیں ملتا ایک ایک دو دو ہاتھ گہرے گڑھے اس میں اس قدر تیزی سے چلاتے ہیں کہ کار ہوا سے باتیں کرتی ہے ہم لوگ تنہا جا رہے تھے ہمارے ساتھی پیچھے سے لاری میں آرہے تھے جس کار میں ہم لوگ بیٹھے تھے خوش نصیبی سے اُس کا ڈرائیور بھی اپنے فن میں یکتا تھا گہرے گہرے گڑھے تھے اور وہ اُسی تیزی سے جیسا کہ میں اوپر لکھ آئی ہوں چلا رہا تھا ابا صاحب قبلہ اُس کو برابر منع کر رہے تھے کہ اس قدر تیزی سے مت چلاؤ لیکن وہ کچھ نہیں سمجھ رہا تھا یکایک جو زور سے موٹر چلائی میں تکان کی وجہ سے بے سہارے ہو کر ذرا بیٹھ گئی تھی کیونکہ کار کی کمانوں کو پکڑے پکڑے ہاتھ دُکھ گئے تھے ایک دم کار ایک خوب گہرے گڑھے میں جا کر گری اُس میں سے اُس نے زور سے جو نکالا تو کار ایک دم اُچھلی چھت پر لوہے کی کمانیں لگی تھیں اس سے میرا سر جا کر ٹکرایا اور ایک دم مجھے سخت چکر آیا اور ناک میں سے خون جاری ہو گیا خون یہاں تک بہا کہ کار کے پیوں تک بہتا ہوا چلا گیا کوئی دس منٹ یہ کیفیت رہی نہ راستے میں کہیں پانی تھا نہ ہمارے ساتھ تھا اماں جان نے مجھے اپنے زانو پر لٹا لیا اور خون فوراً بغیر کسی دوا یا پانی کے بند ہو گیا اتنے عرصے میں ۹ بج گئے ڈرائیور اسی رفتار سے موٹر چلاتا رہا ۱۰ بجے رات کو نجف اشرف پہنچے سید نوری صاحب نے خادم نجف اشرف کو پہلے ہی سے اطلاع دے دی کہ ہمارے زائرین آرہے ہیں لہذا انہوں نے اپنا خادم ہمارے لینے کو بھیج دیا تھا رات کو پہنچ کر نماز وغیرہ سے فارغ ہوئے کھانا آیا اور ہم سب کھا کر سو رہے صبح ہوئی تو زیارت سے مشرف ہونے کی غرض سے سید سعید صاحب کے ہمراہ طرف روضۂ مقدس روانہ ہو گئے صحن میں داخل ہو کر اذن دخول پڑھا صحن بہت کشادہ ہے گرد احاطہ پختہ اور بلند ہے ہر طرف حجرہائے منقش و رنگین بنے ہوئے ہیں اور ان کے ہر طرف متعدد کفش بردار مقرر ہیں اذن دخول پڑھ کر داخل اور اق ہوئے پھر اذن سوئم پڑھ کر داخل روضہ امیر المومنین ہوئے زیارتیں پڑھیں نماز پڑھی کہا جاتا ہے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ بھی یہیں مدفون ہیں۔ روضۂ انور کا گنبد طلائی ہے اور مینار بھی طلائی ہے ایوان طلائی زیر گنبد مینا کار جابجا رنگ برنگ کا شانی منقش ہیں چھت کا پرنالہ بھی طلائی ہے روضہ میں طلائی اور نقرئی قندیلیں آویزاں ہیں باہر کے دروازے پر زنجیر طلائی نادری لٹک رہی تھی ضریح اقدس اندر فولادی ہے باہر نقرئی ہے اُس کے اوپر نقرئی چھت ہے۔ صندوق قبر انور بلند ہے قیمتی شال اوپر بچھی ہوئی ہے تاج شمشیر زرہ امن پر رکھی ہیں ایک سونے کا مجوز وہاں رکھا ہے جو شاہ حسین کی بیٹی نے نذر کیا تھا ایک طلائی تاج مرصع روضہ اقدس کی ضریح کی چھت پر ایک قندیل کے اندر رکھا ہے کہتے ہیں کہ یہ تاج محمد شاہ شہنشاہ ہند کا نادر شاہ نے ہندوستان سے لاکر رکھا ہے۔ نادر شاہ نے ایک خالص سونے کی قندیل بھی نذر کی ہے جو قندیل نادری کے نام سے موسوم ہے۔ اور پائیں مبارک پر لٹک رہی ہے ایک تاج زینت فتح علی شاہ قاچار شہنشاہ ایران کا ہے جو ضریح اقدس کے قبلہ رو صندوق مبارک سے لگا ہوا رکھا ہے ضریح اقدس میں سر مطہر کے نزدیک دو سوراخ ہیں اُن سوراخوں کے نزدیک بیش بہا جواہر آویزاں ہیں کہا جاتا ہے کہ اندرونِ حرم و رواق میں بیش قیمت قالین بچھے رہتے ہیں لیکن ہم لوگ ۱۰ ذوالحجہ کو پہنچے تھے اور وہ زمانہ مخصوص تھا لاکھوں آدمیوں کا مجمع تھا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس زمانہ میں قالین اٹھا لئے جاتے ہیں حرم مبارک کے گرد سنگ مرمر کا فرش ہے رواق میں جابجا لوگ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے ہیں۔

روضہ خوان عرب و ایران فضائل و مصائب بیان کرتے رہتے ہیں۔ زائرین کا ہجوم ہر وقت رہتا ہے روضۂ اقدس اور صحن میں بجلی کی روشنی ہے جس سے تمام روضۂ اور صحن بقعۂ نور بنا رہتا ہے حرم محترم کے چار دروازے یہاں بھی ہیں۔ روضۂ مبارک کے خاص صدر دروازہ کے ایک جانب مشرق میں علامہ حلی علیہ الرحمۃ کی قبر ہے اور دوسری جانب مغرب کی طرف علامہ اردبیلی کی قبر ہے نجف اشرف میں روزانہ لاشیں دفن ہونے کے لئے آتی ہیں جتنی لاشیں یہاں آتی ہیں اور کسی مقام پر نہیں آتیں لاشوں کو ضریح مبارک کا طواف کروا کر وادی السلام میں دفن کر دیا جاتا ہے وادی السلام ایک بہت بڑا قبرستان ہے۔ جو میلوں کے درمیان میں ہے اور نجف اشرف کے تین سمت پھیلا ہوا ہے وادی السلام میں ایک گنبد دار روضہ ہے جس میں تین پیغمبر حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت ذی الکفل مدفون ہیں نجف اشرف سے تھوڑے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو مسجد حنانہ کے نام سے موسوم ہے مشرق کی جانب کوفہ کے راستے کے کنارہ پر واقع ہے ایک روایت ہے کہ سر مبارک یہاں دفن ہے جواہر الکلام میں تحریر ہے کہ سر مبارک امام حسین علیہ السلام یا اجزاء سر مبارک یہاں مدفون ہیں روضہ کمیل ابن زیاد علیہ الرحمۃ سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر مسجد سہلہ ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہاں حضرت ادریس کا مکان تھا وہ یہاں درزی کا کام کیا کرتے تھے اسی مقام سے حضرت ابراہیم یمن تشریف لے گئے اور اسی جگہ سے داؤد بھی جالوت کی جنگ کو تشریف لے گئے غرض خدا نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا جس نے وہاں نماز نہ پڑھی ہو اس مسجد میں نو مقامات ہیں جہاں دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے پڑھانے والا موجود رہتا ہے دروازے پر حوض ہیں اور بچے پانی لئے کھڑے رہتے ہیں ان سے پانی لے کر وضو کیا جا سکتا ہے مسجد سہلہ کے گوشۂ شمال و مغرب میں صعصعہ ابن صوحان اور گوشۂ جنوب و مغرب میں زید بن صوحان کے گھر ہیں یہ دونوں حضرات جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان ہوئے اور دوسری لڑائیوں میں جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ لڑے مسجد سہلہ سے تقریباً ۱½ میل کے فاصلہ پر مسجد کوفہ ہے اگر براہ راست نجف اشرف سے آئیں تو ساڑھے تین میل کے فاصلہ پر ہے یہاں نجف اشرف سے گھوڑا گاڑی، کار، چھکڑا، بجلہ بھی آتے ہیں ہم لوگ نجف اشرف کی ۱۰ ذی الحجہ کی مخصوصی کرنے کے بعد مسجد سہلہ ہوتے ہوئے کوفہ پہنچے اور تمام دن وہاں قیام کیا مسجد کوفہ کے وسط میں ایک گول مقام ہے نیچے اترنے کی اس میں سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں کہا جاتا ہے کہ طوفان نوح یہاں سے شروع ہوا تھا۔ اور اول اول پانی اسی مقام سے ابلنا شروع ہوا تھا مقام نوح کے مغرب کی جانب ایک دروازہ کا نشان ہے اس دروازہ سے مسجد میں جناب امیر المومنین تشریف لایا کرتے تھے یہ مختار ثقفی کا قید خانہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی قبر بھی یہیں ہے مختار نے قاتلان حسین کو چن چن کر قتل کیا ہے مسجد کے شرقی دروازہ سے باہر جائیں تو قبلہ اور حضرت مسلم ابن عقیل ایلچی حسین کا روضہ ہے اور اس کے سامنے حضرت ہانی ابن عروہ کا مزار ہے صاحبزادی جناب مسلم یعنی جناب رقیہ بھی یہیں مدفون ہیں مسجد کوفہ کے باہر باب الفیل سے نکل کر پٹا ہوا بازار ہے جہاں بالائی، دہی چاء ہر چیز ملتی ہے بازار سے آگے سیدھی جانب حضرت خدیجہ بنت علی ہمشیرہ حضرت عباس کا روضہ ہے گوشہ جانب جنوب و مغرب بیت الامیر ہے ایک حصہ میں جائے نشست حضرت زینب و کلثوم سلام اللہ علیہا ایک طرف جائے نشست حسنین علیہ السلام ہے ایک حصہ میں زیر گنبد جناب امیر المومنین کے غسل کی جگہ اور کوٹھری میں کفن پہنانے کی جگہ یادگار ہے اسی مقام کے قریب ابن زیاد کا قصر بتلایا جاتا ہے کہ بنا ہوا تھا اب ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے پہلے کوفہ یہیں آباد تھا اب یہ سب برباد ہو گیا جدید کوفہ یہاں سے تقریباً ایک میل پر ہے پرانے کوفہ کی بنیاد ۱۷ھ میں رکھی گئی اور اس قدر ترقی ہوئی کہ ۳۶ھ میں دار الخلافت ہو گیا ۶۱ھ میں دار الخلافہ سے تنزل ہو کر ایک صوبہ رہا ۱۶۲ھ میں جب بغداد کی بنیاد ڈالی تو روز بروز رو بہ تنزل ہو گیا حتی کہ اصل مقام سے آبادی بھی ہٹ گئی اور پرانا شہر بالکل نیست و نابود ہو گیا اب صرف ایک تحصیلدار نئے کوفہ میں رہتا ہے اس شہر کے کھنڈرات اب تک وسیع قطعۂ زمین پر پھیلے ہوئے ہیں اور حلہ سے نجف کو جاتے ہوئے راستہ میں زائرین نظر آتے ہیں جدید کوفہ کے بھی تھوڑے حالات عرض کرنا ضروری ہیں جدید کوفہ مسجد کوفہ سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ہے ٹریموے نجف اشرف سے وہاں تک جاتی ہے دیہات و دریا کھجور کے باغات ہیں اور نہر بھی ہے پٹا ہوا بازار ہے نجف اشرف کے خدام کے باغات ہیں جدید کوفہ اب لب فرات واقع ہے۔

لب فرات خوبصورت قہوہ خانے اور برف کی فیکٹری ہے یہیں سے برف کوفہ جاتی ہے۔ پہلے کربلائے معلیٰ سے نجف اشرف کا یہیں سے راستہ تھا۔ بذریعہ کشتی کوفہ آتے تھے اور کوفہ سے نجف اشرف جاتے تھے اور اب بھی غلہ وغیرہ کربلائے معلیٰ سے کشتی کے ذریعہ آتا ہے تو ریج سے ایک آدمی ہمرہ یہیں یہاں آجاتا ہے لب فرات حضرت یونس کا مزار ہے قبر پر ایک معمولی سا گنبد ہے خادم بھی یہاں رہتا ہے دیوار پر ایک مچھلی کی تصویر بنی ہوئی ہے جو حضرت یونس کو نگل رہی ہے جدید کوفہ دیکھ کر شام کو واپس نجف اشرف ہوئے نجف اشرف خوبصورت شہر ہے جناب امیر کی شہادت ۴۰ھ مطابق ۶۶۱ء میں واقع ہوئی جناب امیرالمومنین کے مدفن کے متعلق مدتوں تک اختلاف رہا اور اس اختلاف کی وجہ بنی امیہ اور خوارج کی قوت تھی اندیشہ تھا کہ قبر کا صحیح نشان پاکر اپنی طبعی اور خلقی عداوت سے لاشِ مطہر کے ساتھ بے ادبی نہ کریں اسی وجہ سے اس مقدس مزار کا بہت عرصہ تک صحیح نشان معلوم نہ ہوا عام مسلمانوں میں بغداد کوفہ وغیرہ میں دفن ہونا خیال کیا جاتا تھا نجف اشرف کے صحیح مزار کو اس وقت تک خاص لوگوں کے سوائے کوئی اور نہیں جانتا تھا مگر بنی اُمیہ اور اُن کے تابعین کی مخالفت اس زمانہ میں کچھ ایسی تھی اور اُن کے کچھ ایسے ہی مظالم تھے کہ آدمیوں کو اندیشہ تھا کہ قبر کا صحیح پتہ معلوم ہونے پر کیا ظلم نہ کیا جائے گا دور امیہ تک یہی حالت رہی جب عباسیوں کا زمانہ شروع ہوا اور ابوالعباس النعاح عراق میں آئے اور وہ بنی ہاشم ہونے کی وجہ سے نشان قبر کی صحت سے واقف تھے اُنہوں نے قبر مطہر کے صحیح نشان کو بتایا النعاح نے صرف نشان کے لئے پتھر نصب کرایا النعاح کے وقت میں صرف اتنا ہی رہا ہارون رشید اپنے عہد میں یہاں آیا اور قبیلۂ بنی اسد سے معلوم ہوا کہ یہاں قبر مطہر امیرالمومنین ہے اُسی وقت سے اُس کی عظمت و وقعت عام اہل اسلام کے دل میں ہوگئی ۳۳۶ھ میں معزالدولہ نے پہلے اس عمارت کی بنیاد ڈالی عضدالدولہ نے چوتھی صدی میں تجدید عمارت روضۂ جناب امیرالمومنین کی فرمائی جیسا کہ مجالس المومنین میں تحریر ہے امیر تیمور نے بھی اپنے وقت میں کچھ اضافہ کیا نادرشاہ افشار نے اُس کی تعمیر از سرنو کی اور پایۂ تکمیل تک پہنچائی اور اپنی خوش عقیدگی سے وہاں روپیہ لگایا ۱۲۱۶ھ میں عبدالوہاب نجدی کی فوج نے مثل مزارات مدینۂ منورہ و کربلائے معلیٰ و نجف اشرف میں بھی لوٹ مار کی اور روضۂ اقدس کو نقصان پہنچایا لیکن سلطان محمود خاں نے جو مزارات نجدیوں کی غارت گری سے خراب اور ویران ہوگئے تھے از سرنو بہت عمدہ طور پر تعمیر کروایا نجف اشرف کی آبادی ساتویں صدی قبل کربلائے معلیٰ معلوم ہوتی ہے جیسا کہ صاحب مجالس المومنین تحریر فرماتے ہیں کہ جب ہلاکو خاں بغداد میں ۶۵۶ھ مطابق ۱۲۵۹ء پہنچا تو شیخ صدرالدین و سید ابن طاؤس اور چند دیگر اکابر افاضل مشہد مقدس نجف اشرف کوفہ و حلہ نے ہلاکو خاں سے امان طلب کی اور ہلاکو خاں نے خطِ امان اہل نجف اشرف کوفہ و حلہ کو عنایت فرمایا اور روضۂ مبارک صحیح و سالم رہا غرضیکہ نجف اشرف میں دس روز قیام کرنے کے بعد واپسی کربلا کا قصد کیا کیونکہ ماہ محرم قریب آگیا تھا اور محرم کربلائے معلیٰ کا کرنا مقصود تھا لہذا ۲۵ مارچ ۱۹۳۶ء صبح بذریعہ کار واپس کربلائے معلیٰ ہوئے　　(باقی آئندہ)

ا۔ب۔آ گرہ

بچے کی تربیت اور ماں

بچہ کی تربیت ماں سے زیادہ متعلق ہے اور باپ سے کم۔ یوں تو قدرت نے ماں اور باپ دونوں کا اولاد پر حق رکھا ہے اور باپ بھی بچہ کی وہ تربیت کر سکتا ہے جو ایک سمجھدار ماں کر سکتی ہے یا کرتی ہے لیکن جس اولاد کے سر پر خدا کے فضل سے ماں کا سایہ موجود ہو وہ ماں ہی سے تربیت پانے کی محتاج ہوتی ہے۔ یہ اختیار سب کا سب ماں کو ہے کہ وہ بچہ کو جیسا چاہے اٹھائے۔ خواہ اپنا فرماں بردار کرے خواہ اپنا مقابلہ کرانے کا سامان مہیا کرے۔ ہر ماں کا فطری جذبہ ہوتا ہے کہ مری اولاد کو سب اچھی نگاہ سے دیکھیں۔ لیکن یہ تمنا ہر ایک کی پوری نہیں ہوتی۔ اگر اولاد اچھی ہو گی تو ماں اور باپ دونوں کا نام روشن ہو گا۔ اگر نالائق نافرمان ہو گی تو کم از کم ۵۰ فی صدی یہ الزام ماں پر عائد ہو سکتا ہے کہ کیوں تربیت نہ کی یہی کہا جائے گا کہ ماں نے کھو دیا۔ تربیت اچھی نہیں کی یہ الفاظ باپ کے واسطے کم کیا نکلتے ہی نہیں۔ لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کی تربیت ماں کے ذمہ ہے۔ یہ نہیں کہ لڑکے کی تربیت باپ کے ذمہ اور لڑکی کی ماں کے ذمہ۔ اگر خدانخواستہ ماں نہ ہو تو باپ کو مجبوراً اولاد کی تربیت کرنی پڑتی ہے مگر وہ اپنے کم سن بچوں کی وہ تربیت نہیں کر سکتا جو ماں کر سکتی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ عورت کے اختیار میں سب کچھ ہونے کے باوجود وہ اپنے کم سن بچوں کی ایسی تربیت کرتی ہے کہ دیکھ کر بجائے خوشی کے افسوس ہوتا ہے ہماری ہندوستانی بہنیں شاید یہ سمجھتی ہیں کہ ان کی اولاد خدا کے یہاں سے تربیت یافتہ آئی ہے میری سمجھ سے یہ چیز بالا ہے کہ جب اولاد بڑی ہو کر والدین کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو تو کیوں یہ لفظ زبان پر آتے ہیں کہ خدا اولاد دے تو ڈھنگ اور طور طریقہ کی دے ورنہ بے اولاد ہی بھلے۔ ذرا ٹھنڈے دل سے اس پر بھی تو غور کریں کہ یہ اولاد جو آج والدین کے مقابلہ کو تیار ہے وہ کل ایسی تھی کہ اپنے ارادہ سے حرکت نہ کر سکتی تھی ہر بات میں ماں کی محتاج تھی تم نے اس کو جیسا اٹھایا وہ ویسی ہی ہوئی کہ تعلیم سے پہلے تربیت مقدم تھی اس کا خیال رکھا جاتا۔ تم نے جیسا کیا ویسا پایا اولاد پر الزام ہے کہ ہم نے تمہیں تعلیم دلائی روپیہ پانی کی طرح بہایا اس کا ثمرہ ہمیں یہ ملا کہ آج تم ہمارے مقابلہ کو تیار ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ روپیہ خرچ کیا مگر جب وہ کم سن تھے ان کی تربیت کے شروع ہی میں اپنا مطیع نہ کیا وہ تعلیم ہی کیا کہ جس کو تربیت نے نہ چھوا ہو جب بچے بولنا سیکھتے ہیں تو کسی کو گالی دیں یا زبان سے کوئی برا لفظ نکالیں۔ ماں بڑے فخر سے بیان کرتی ہے کہ میرے بچے فلاں گالی دی بہت چلتی زبان ہے۔ کیا کہنے اس چلتی زبان کے۔ پھر فرط محبت میں کئی مرتبہ اسی گالی یا لفظ کو دوہرانے کو کہتی ہیں جب اس طرح بچوں کی تربیت کی جائے تو بڑے ہو کر جو کچھ کریں کم ہے اور ماں کو کسی قسم کی شکایت کرنے کا حق نہیں رہتا۔

طاہرہ بیگم



[illegible] سرحدی گاندھی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]



ان کی ملساوی چہرہ پیڑے کا بط کے پروؤں کی طرح واٹرپروف سا دکھتی ہے



شنگھائی کی بستی لاوہ کی بستی میں جاپانی فوج کے سپاہیوں کی مورچہ بندی



... کے سپاہی سڑکوں پر بیٹھے ہوئے ...
... ہوائی حملہ آوروں کی نگاہوں
سے بچتے ہیں

تاجپوشی کا جلوس

جارج ششم کا کارونیشن بلاشبہ ۱۹۳۷ء کا سب سے اہم واقعہ تھا۔ علاوہ اس کے کہ یہ دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کے بادشاہ کی تاجپوشی تھی چند اور باتیں بھی ایسی تھیں جن کی وجہ سے ایک خاص اہمیت حاصل ہوگئی تھی۔ ایک تو یہ کہ جنگ عظیم کے بعد یورپ کے کئی ملکوں کی بادشاہت بدل گئی۔ برطانیہ کی بادشاہت کا قائم رہ جانا۔ دوسرے جارج پنجم کی حکومت کی غیر معمولی ہردلعزیزی جس کی وجہ سے شاہی خاندان سے لوگوں کو ایک خاص انس اور دلی لگاؤ پیدا ہوگیا تھا۔ تیسرے یہ کہ دسمبر میں ایڈورڈ ہشتم کی تخت سے دستبرداری نے اس تاجپوشی کو ایک طرح کا رومانی رنگ دے دیا تھا۔ ان وجوہ سے کارونیشن کو بہت ہی اہمیت حاصل ہوگئی تھی۔ مہینوں پہلے سے اخباروں اور رسالوں میں اس کا چرچہ تھا۔ جوں جوں کارونیشن کے دن قریب آتے جاتے تھے اس کے تذکروں سے اخباروں کے صفحے بھرنے لگے اور لندن میں زور وشور سے اس کے لئے تیاریاں ہونے لگیں۔ میں جب ۵ مئی کو لندن پہنچی تو دیکھا کہ سارا شہر دلہن بنا ہوا ہے۔ وکٹوریہ اسٹیشن سے نکلتے ہی جس راستے جس دکان پر نظر پڑتی تھی وہ جھنڈیوں۔ سُرخ نیلے اور سفید کاغذوں سے سجی ہوئی تھی یہ تین رنگ اس زمانے میں لندن کے ہر گلی کوچے میں نظر آتے تھے ہر چیز اور ہر جگہ ان کو استعمال کیا گیا تھا۔ جھنڈیاں لگائی گئی تھیں کاغذ کے پھولوں کے بڑے بڑے گلدستے لگائے گئے تھے لوگوں نے اپنی اپنی کھڑکیوں پر ان تین رنگوں کے بجلی کے بلب لگائے تھے کاغذ کے لہریئے کاٹ کاٹ کر لٹکائے گئے تھے دیواروں پر ان ہی تین رنگوں کے کپڑوں کی پٹیاں لگائی گئی تھیں غرض ہر ممکن طرح سے ان کو استعمال کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کئی باتیں تھیں جو اسی بات کو ظاہر کر رہی تھیں کہ یہ شہر کسی خاص جشن کی تیاری کر رہا ہے۔ بادشاہ اور ملکہ کی تصویروں سے ہر در و دیوار مزین تھی۔ شاہی خاندان کے دوسرے افراد کی تصویریں بھی جگہ جگہ نظر آتی تھیں کہیں دونوں شہزادیوں کے چھوٹے چھوٹے چہرے کہیں پرنسس رائل کی شادی کا گروپ کہیں بادشاہ اپنے چاروں بھائیوں کے ساتھ کہیں ملکہ الزبتھ کی بچپن کی تصویر غرض جدھر آنکھ اُٹھتی تھی شاہی خاندان کے لوگوں کی تصویریں نظر آتی تھیں۔ کارونیشن سوورنیئرز Coronatum souvernicars یعنی کارونیشن کی یادگاری چیزوں سے ہر دکان بھری پڑی تھی۔ بادشاہ اور ملکہ کے مجسمے ہر سایز کے کارونیشن کی گاڑی کے چھوٹے چھوٹے ماڈلز ویسٹ منسٹر ایبی ماڈلز، بکنگھم پیلس کے ماڈلز۔ اس کے علاوہ روزمرہ کی چیزیں اس طرح بنائی گئی تھیں کہ یاد رہے کہ یہ ۱۹۳۷ء میں بنی یا خریدی گئی ہیں۔ چاء کی پیالیوں پر تاج بنے ہوئے۔ پلنگ الماریوں اور میزوں پر نہایت خوبصورتی سے نیلے سُرخ اور سفید دھاریاں پڑی ہوئی یا نہایت نفاست سے تاج بنا ہوا پھولدان، ہینڈ بیگ اور جگوں پر بادشاہ اور ملکہ کی تصویر چاکلٹ اور کیک کے ڈبوں پر بادشاہ ملکہ کی تصویر۔ یہاں تک کہ کسی دکان سے کوئی بھی چیز خریدی گئی۔ اس کے پارسل بنا کر جس دھاگے سے باندھے گئے وہ دھاگا بھی سرخ، سفید، اور نیلا تھا ہر اس مکان اور دکان میں جو کہ اس راستے میں جدھر سے کارونیشن کا جلوس نکلنے والا تھا نشست کا انتظام کیا گیا تھا۔ لکڑی کی کرسیاں وہی سُرخ، نیلی، اور سفید کپڑوں سے ڈھکی ہوئی یا ان ہی رنگوں میں رنگی ہوئی ہر جگہ نظر آتی تھیں۔ کھلی جگہوں میں اسٹینڈ بنا کر ہزاروں کرسیاں لگائی گئی تھیں لوگوں نے اپنے اپنے گھروں کے ان کمروں میں جو راستے میں تھے کرسیاں لگا کر کرایہ پر دینے کا انتظام کر رکھا تھا۔ کرسیوں کی قیمت بہت زیادہ رکھی گئی تھی جن موقعوں پر سے جتنا اچھی طرح سے جلوس نظر آسکتا تھا ان جگہوں کی سیٹیں اتنی زیادہ مہنگی تھیں۔ جس جگہ سے آتے اور جاتے دونوں دفعہ کا جلوس دیکھا جا سکتا تھا اس کی سیٹیں ۱۵-۲۵ پونڈ میں بکیں۔ کارونیشن کے دن جوں جوں قریب آتے جاتے تھے سیٹ کا ملنا دشوار اور مہنگا ہوتا جاتا تھا۔

مگر جس طرح لندن نے دل کھول کر کارونیشن کی تیاری کی تھی اسی طرح ہی دنیا کے ہر حصے سے لوگوں نے جمع ہو کر اس کی داد بھی دی۔ لندن کے راستوں میں ہجوم کا یہ عالم تھا کہ بلا مبالغہ وہ مثل صادق آتی تھی کہ تھالی پھینکو تو سروں ہی پر رہ جائے۔ یہاں کے راستے بہت فراخ اور چوڑے ہیں لیکن پھر بھی چلنے کو جگہ نہ تھی۔ کوئی چاہے کہ تیز چل کر چلا جائے تو ممکن نہ تھا اور قدم بھی نہ بڑھایا جاتا تھا۔ اوپر سے دیکھو تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آدمیوں کا ایک دریا ہے جو کہ آہستہ آہستہ لہریں مار رہا ہے۔ دنیا کے ہر حصہ سے لوگ آئے تھے۔ یورپ کے ہر ملک نے اپنے اپنے نمائندے بھیجے تھے۔ یورپ کے جن دو چار ملکوں میں بادشاہت باقی ہے ان ملکوں کے شاہی خاندان کا کوئی نہ کوئی ممبر ضرور آیا ہوا تھا۔ جیسے رونیا کا ولی عہد۔ سویڈن کے ولی عہد اور ان کی ملکہ۔ ہالینڈ کی شہزادی جولیانا۔ ہر ایک ڈومینین نے اپنا اپنا وزیر اعظم بھیجا تھا۔ دوسرے ملکوں نے بھی اپنا اپنا نمائندہ بھیجا تھا۔ جاپان کے بادشاہ کے بھائی۔ عدن کے سلطان کے لڑکے۔ اور بہت سے مشہور و معزز لوگوں کے علاوہ سیر دیکھنے کو ہر ملک سے ہزاروں آدمی آئے ہوئے تھے۔ ہوٹلوں۔ بورڈنگ ہاؤسوں میں جگہ ملنی ناممکن تھی۔ ایک کی جگہ دس دو تب بھی کمرے نہ ملتے تھے۔ مکان اور فلیٹس کا بھی یہی حال تھا۔

ان دنوں لندن کا جو بھی اخبار یا رسالہ تھا اس میں کارونیشن ہی کی خبریں اور کارونیشن سے متعلق مضامین ہوا کرتے تھے جیسے کہ آج بادشاہ سلامت ویسٹ منسٹر ایبی ریہرسل کے لئے تشریف لے گئے۔ یا ڈیوک آف نارفک نے آج اپنی ارل مارشی کی ان رسوم کی مشق کی جو کہ ان کو کارونیشن کے دن ادا کرنی پڑیں گی۔ رسالے بادشاہ کی زندگی کے حالات ان کے محبوب مشاغل ننھی شہزادیوں کی باتیں۔ ملکہ کے بچپن کے قصے ان کی تعلیم و تربیت کے حالات کے متعلق مضامین چھاپتے تھے۔ کارونیشن کے دن سے کئی روز پہلے سے اس رسم کی تفصیلی حالت۔ تاج۔ ادب۔ سپر۔ اور دوسری چیزیں جو اس رسم میں کام میں لائی گئی تھیں اُن کی تصویریں اور ہر ایک کے استعمال کا مقصد ان چیزوں کا بیان ہر ایک اخبار میں تھا۔ غرض اس زمانے میں لندن میں رہ کر اگر کوئی یہ چاہتا کہ اس کو کارونیشن کے متعلق کچھ علم نہ ہو تو یہ غیر ممکن بلکہ محال تھا۔

آخر خدا خدا کر کے وہ دن آیا جس کے لئے اس شد و مد اور زور و شور سے تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ۱۱۔ مئی کی رات سے ہی لوگوں نے ان موقعوں پر جمع ہونا شروع کیا جہاں سے جلوس دیکھ سکنے کی امید تھی کیونکہ جنہوں نے سیٹس خریدی تھیں ان کو تو ایسی جگہ کے ملنے کا یقین تھا جہاں سے اچھی طرح سے جلوس نظر آسکے لیکن جن بے چاروں کو سیٹس خریدنے کی استطاعت نہ تھی وہ اچھی جگہ اسی وقت حاصل کر سکتے تھے کہ پہلے سے قبل جا کر کھڑے ہو جائیں۔ اس لئے ۱۱ مئی کی رات سے ہی بھیڑ لگنی شروع ہوئی اور ۱۲۔ کی صبح تک تو جلوس کے راستے دونوں طرف وہ مجمع تھا کہ کچھ نہ پوچھئے۔ سیٹ والوں کو ہدایت دی گئی تھی کہ اپنی اپنی جگہوں میں ۹ بجے صبح تک آجاؤ۔ ورنہ راستے بند ہو جائیں گے ہم صبح ۸ بجے گھر سے چلے اور ساڑھے ۸ بجے تک اپنی سیٹوں پر پہنچ گئے اگرچہ لوگوں کا بے انتہا ہجوم تھا لیکن پولیس کا اتنا اچھا انتظام تھا کہ سیٹوں تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ ۹ بجتے بجتے تمام سیٹیں بھر گئیں اور مقابل کے میدان میں کوئی پچاس فٹ کے قریب چوڑی لائن لوگوں کی تھی۔ ریڈیو پھر گراموفون کے ریکارڈ بج رہے تھے دن بہت اچھا نہ تھا تاہم بارش نہیں تھی۔ یہاں کے لئے یہ بھی غنیمت تھا۔ لوگ نہایت خوش خوش تھے اگرچہ کوئی کسی کو جانتا نہ تھا مگر آپس میں ہنسی مذاق بات چیت کر رہے تھے۔ اس قسم کی سپرٹ تھی جیسی کرسمس کے زمانے میں ہوتی ہے۔ ۱۰ بجے کے بعد سے جلوس کی خبریں بتدریج ملنے لگیں مثلاً اب ملکہ میری اپنے محل سے ویسٹ منسٹر ایبی کو روانہ ہوئیں اب وزیر اعظم روانہ ہوئے اب شاہی خاندان کے دوسرے ممبر چلے ہیں اور اب ملک معظم خود محل سے روانہ ہو چکے ہیں اس خبر کے ملنے پر لوگوں نے خوب چیرز دئے۔ پھر ویسٹ منسٹر ایبی پہنچنا وہاں ڈیوک آف نارفک کا استقبال وغیرہ سنایا گیا۔ اس کے بعد کارونیشن کی رسم کی براڈکاسٹ شروع ہوئی اب سارے مجمع میں سناٹا تھا اگرچہ لوگ اس جگہ سے میلوں دور تھے جہاں پر یہ رسم ادا کی جا رہی تھی۔ لیکن

جس توجہ اور خاموشی کے ساتھ لوگ ریڈیو کے بیان کو سن رہے تھے اس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رسم وہیں ان کی آنکھوں کے سامنے ادا کی جا رہی ہے اور واقعی ریڈیو کا بیان بھی نہایت مفصل تھا ہر رسم کو نہ صرف بیان کیا جا رہا تھا بلکہ اس کے ساتھ ہی ساتھ خود اس رسم کے ادا کرنے والے کے الفاظ بھی براڈکاسٹ کئے جا رہے تھے جیسے آرچ بشپ نے اب بادشاہ سلامت کے سر پر تاج رکھ کر یہ کہا اس کے بعد خود آرچ بشپ کی آواز دعا کرتی ہوئی سنائی دی. بادشاہ نے یہ جواب دیا. اس کے بعد بادشاہ کی آواز جواب دیتی ہوئی سنائی دی. غرض ۱۱ سے ۱۲ تک کارونیشن ویسٹ منسٹر ایبی کے گرجے میں ہوتا رہا اور اس کا بیان ریڈیو پر لوگ سنتے رہے. ۲ بجے کارونیشن ختم ہوا اور خبر دی گئی کہ گھنٹہ بھر بعد جلوس ویسٹ منسٹر ایبی سے روانہ ہوگا. یہ عرصہ لوگوں نے لنچ کھانے میں صرف کیا. اکثر لوگ سنڈ ویچز چاء وغیرہ ساتھ لائے تھے. لیکن وہاں تو سٹینڈ کے نیچے دکان لگی ہوئی تھی کھانے پینے کی ہر چیز مل سکتی تھی. ۳ بجے اعلان ہوا کہ جلوس ویسٹ منسٹر ایبی سے چل پڑا لوگ اب نہایت بے تابی سے جلوس کا انتظار کرنے لگے خبریں آتی رہیں اب اس جگہ ہے اب اُس جگہ. اور ساتھ ہی ساتھ لوگوں کے چیرز کی آوازیں تک براڈکاسٹ ہو رہی تھیں اب آیا اب آیا کرتے کرتے آخر جلوس نظر آنے ہی لگا پھر کیا تھا سب کھڑے ہو گئے. ماؤں نے بچوں کو گود میں اور باپوں نے کندھوں پر چڑھا لیا. میدان والوں سے بعض ایسے شوقین نکلے کہ درختوں پر چڑھ گئے. ابھی تک بادشاہ کی سواری نظر نہ آتی تھی صرف فوجوں کے جتھے اور بینڈس وغیرہ نظر آ رہے تھے جلوس بہت ہی لمبا تھا قریب قریب ہر ایک رجمنٹ کے سولجرز جلوس میں اپنے اپنے جھنڈے لئے موجود تھے اس کے علاوہ جہاں جہاں برطانوی حکومت ہے وہاں کے سولجرز کی ایک قطار موجود تھی ہندوستانی سپاہی بھی موجود تھے جو نہایت شان کے ساتھ مارچ کرتے ہوئے نکلے ان کو خوب چیرز ملے. کوئی پندرہ منٹ تک تو صرف سولجر ہی سولجر آتے گئے اس کے بعد گاڑیاں آنی شروع ہوئیں. پہلے جتنے ڈومینیز کے وزیر تھے ان کی گاڑیاں تھیں. ہندوستان کی طرف سے محمد ظفر اللہ نمایندگی کر رہے تھے آپ بھی ایک گاڑی میں تھے. اس کے بعد شاہی خاندان کے افراد کی گاڑیاں آنے لگیں. دونو چھوٹی چھوٹی شہزادیوں ڈچس آف کینٹ ڈچس آف گلاسٹر پرنس رائل بادشاہ کی بہن اپنے چھوٹے لڑکے اور پھوپی ملکہ ناروے کے ساتھ ملکہ میری پرنس رائل کے بڑے لڑکے اور دونو چھوٹی چھوٹی شہزادیوں کے ساتھ. ان کے چھوٹے تاج آئینہ کی کھڑکی سے جھلکتے ہوئے نہایت اچھے معلوم ہوتے تھے اور سب کے بعد بادشاہ کی سنہری گاڑی نظر آئی مگر خدا بھلا کرے انگریزی موسم کا عین اسی وقت بارش ہونی شروع ہوئی مگر لوگوں کی دلچسپی بارش کی چند بوندوں سے تھوڑی کم ہونے والی تھی کسی نے پروا تک نہ کی نہ برساتی پہننے کا کسی کو ہوش تھا نہ چھتری لگانے کا، بادشاہ کی گاڑی کا نظر آنا تھا کہ وہ چیرز شروع ہوئے وہ چیرز شروع ہوئے کہ کان پھٹ جائیں. لوگوں نے رومال دوہی سرخ سفید اور نیلے رنگ کے) اور جھنڈیاں ہلا ہلا کر خوب ہی ہپ ہپ ہرے کیا بادشاہ اور ملکہ تاج پہنے اور سپٹر یعنی عصا ہاتھ میں لئے بیٹھے ہوئے ایسے معلوم ہوتے تھے گویا تصویریں ہیں چشم زدن میں گاڑی نظروں سے اوجھل ہو گئی. فوج کی قطار گاڑی کے پیچھے بہت بڑی تھی جب تک وہ نظر آتی رہی بلکہ اس کے بعد تک بھی لوگ چیرز کرتے رہے. اب پانی کافی زور سے برسنے لگا تھا اور آدمیوں کا مجمع بکھرنا شروع ہوا ہم لوگ بھیگتے بھاگتے گھر پہنچے. اس روز جلوس کے راستے آس پاس موٹروں اور ٹیکسیوں کو جانے کی اجازت نہ تھی کیونکہ لوگوں کا اژدہام بہت زیادہ تھا اور حادثات کا اندیشہ تھا.

اس روز رات کو بادشاہ کی تقریر براڈکاسٹ ہوئی جس کو سننے کے لئے لوگ جہاں جہاں براڈکاسٹنگ ہو رہا تھا جمع ہوئے. ساری دکانات اور پبلک عمارات کو Flood-light کیا گیا. اس رات کو لندن کے تمام بڑے بڑے ہوٹلوں میں ناچ اور کھانے کا انتظام تھا. یہاں بھی قیمتیں چوگنی رکھی گئیں تھیں. لندن کے مشہور ترین ہوٹل رٹزر نے اس رات کو فی آدمی سولہ پونڈ کھانے کی قیمت رکھی تھی. شوقین لوگوں نے یہ تمام رات ناچ گانے میں صرف کی.

کارونیشن کے بعد بھی ہفتوں تک لندن میں ایک جشن کی سی فضا موجود تھی۔ ۱۵ رمئی کو بادشاہ نے بکھنگم پیلس میں State Ball دیا۔ اس میں دو ہزار سے زیادہ لوگ مدعو تھے۔ میں بھی گئی تھی۔ نہایت ہی شاندار جلسہ تھا لیکن لوگ اتنے زیادہ تھے کہ اتنا بڑا محل کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور ہلنے کو جگہ نہ تھی۔ جب سب لوگ آ گئے تو بادشاہ اور ملکہ ایک چھوٹے سے جلوس کے ساتھ آئے جلوس میں شاہی خاندان کے دوسرے لوگ اور یورپ کے بادشاہوں کے جو نمائندے اور رشتہ دار تھے وہ شریک تھے۔ نیپال کے وزیر اور حیدرآباد کے شہزادہ اعظم جاہ و شہزادی دُرِّ شہوار بھی ان میں موجود تھیں۔ بادشاہ اور ملکہ آکر بیچ ہال میں ڈائس پر جو کرسیاں تھیں ان پر بیٹھے اور آس پاس کی کرسیوں پر جلوس میں جو لوگ شامل تھے وہ بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد بادشاہ نے اٹھ کر دو ایک دفعہ ڈانس کیا۔ پھر کھانے کے کمرے میں تشریف لے گئے۔ اب سب اٹھ کر ادھر جانے لگے کھانے کا وہی انتظام تھا جو کہ ہندوستان میں وائسرائے کی پارٹیوں میں ہوتا ہے یعنی بڑے بڑے کمروں میں دو طرفہ میزیں لگی ہوتی ہیں جن پر ہر طرح کے کھانے پینے کی چیزیں رکھی ہوتی ہیں مہمان جو دل چاہے خود لے کر کھا پی لیتے ہیں میز کے پاس بہت سے نوکر کھڑے ہوتے ہیں تاکہ کوئی فرمایش کرو تو اس کی تعمیل کریں۔ لوگ تھوڑی دیر تک کھاتے پیتے ملتے ملاتے رہے۔ اس کے بعد جب بادشاہ ویسا ہی جلوس بنا کر جیسے کہ آئے تھے چلے گئے تو لوگوں نے بھی جانا شروع کیا۔ جاتے جاتے بھی گھنٹہ بھر اور لگ گیا کیونکہ ایک تو اتنے بڑے محل میں چلتے چلتے دروازے تک پہنچنا پھر اپنی اپنی موٹروں کا انتظار کرنا۔ غرض ۲۔۳۰ بجے رات تک لوگ اپنے اپنے گھر پہنچے۔ اس روز بھی خاص خاص جگہوں میں ٹرافک کنٹرول تھا یعنی موٹروں کو جانے کی اجازت نہ تھی صرف وہ موٹر جن پر کہ B. P. یعنی بکھنگم پیلیس کا لیبل لگا تھا جا سکتے تھے یہ لیبل دعوتی کارڈوں کے ساتھ ہر ایک کو بھیجا گیا تھا کہ اپنی موٹروں پر لگا دو اس رات کو جن لوگوں کے پاس اپنی موٹر نہ تھی ان سے ٹیکسی والوں نے پانچ پانچ پونڈ کرایہ کے لئے۔

کارونیشن کے بعد قریب ایک مہینے تک برابر پارٹیاں ڈنرز ایٹ ہومز جلسے ہوتے رہے جتنے بڑے امرا و رؤسا انگلستان کے ہیں سب نے گارڈن پارٹیز ایٹ ہومز دیئے۔ اکثر شہر جیسے کہ لاڈ میئر آرچ بشپ دوسرے ملکوں کے کونسلز وغیرہ نے بھی ڈنرز و پارٹیز دیں۔ اور اس خیال سے کہ دو شخصوں کی پارٹی ایک ہی دن نہ ہو جائے کیونکہ ایسا ہونے سے آدھے لوگ ایک میں اور آدھے دوسرے میں چلے جائیں گے۔ یہ انتظام کیا گیا تھا کہ ایک کمیٹی بنائی گئی جس کے ذریعہ سے لوگوں کو دعوت دی جاتی تھی اور کمیٹی نے پارٹیوں کا اس طرح سے انتظام کیا تھا کہ دو ایک دن یا ایک وقت پر نہ ہوں۔ اس کمیٹی کے ذمہ دوسرے انتظامات بھی تھے جیسے مہمانوں کی گاڑیوں کا انتظام وغیرہ کیونکہ اکثر رئیسوں کے محلات لندن سے دو دو تین تین گھنٹے پر ہیں اور دعوتیں ان لوگوں نے اپنے محلوں میں دی تھیں اور مہمان لندن میں تھے اس لئے یہ انتظام تھا کہ دعوتی کارڈ کے ساتھ ایک پرچہ ہوتا تھا آپ نے اگر دعوت قبول کی تو یہ پرچہ واپس بھیج دیجئے مع گاڑی کے کرائے کے اور واپسی ڈاک سے آپ کو ٹکٹ مل جائے گا جس میں ساری ہدایت ہوتی تھی کہ کہاں اور کس جگہ پر بس ملے گی۔ وہاں وقت مقررہ پر پہنچ جائیے پھر وہ بس آپ کو محل کے دروازوں تک لے جاتی اور پھر پارٹی کے بعد آپ کو واپس لندن لے آتی۔ یہ انتظام خاص غیر ملکیوں کے آرام کے لئے کیا گیا تھا جنہیں یہ معلوم نہیں تھا اور جن کو یہ معلوم کرنے میں بہت دقت ہوتی کہ کونسی بس یا ریل کس وقت فلاں فلاں گاؤں جاتی ہے۔ ایک مہینے تک یہ چہل پہل رہی بادشاہ کی گارڈن پارٹی تک جو شروع جون میں دی گئی تھی۔ اور جسے کارونیشن کا آخری جلسہ سمجھئے۔ اگرچہ دکانوں میں اب بھی کارونیشن سوو ینئر نظر آ جاتے ہیں اور اخباروں میں اب تک کارونیشن کے متعلق مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

شائستہ سہروردی بی اے آنرس از لندن

دوزخ

شمسہ۔ اے ہے بعض مرد کیسا غضب ڈھاتے ہیں۔

فاطمہ۔ کیا ہوا؟

شمسہ۔ ارے ہوا کیا حسن دوسری شادی کے بعد سے آنے کی تو قسم ہی کھائے ہوئے تھے اب خرچ بھیجنا بھی بند کر دیا۔

شریفہ۔ ایک مرتبہ تو سنا تھا کہ آئے ہیں۔

فاطمہ۔ ہاں دو دن کے لئے آئے تھے تیسرے روز تشریف لے گئے اور جب سے گویا ادھر کا راستہ ہی بھول گئے ہیں۔

شمسہ۔ بیوی تو بیوی ان کو اپنی بچیوں پر بھی ترس نہیں آتا جو باپ کے ہوتے اس کی شفقت کی قدر جاننا تو الگ رہا اُسے ایک نظر دیکھنے کو بھی ترستی ہیں۔

فاطمہ۔ بڑی لڑکی جب ناسمجھ تھی تو ماں سے پوچھتی کہ آپا عابد بھائی تو خالو کو ابا کہتے ہیں ہم کس کو کہیں۔

شمسہ۔ آہ! آپا کے دل پر چھری چل جاتی ہو گی۔

فاطمہ۔ اس غریب کے دل کا کیا پوچھنا اسی لڑکی کی روزہ کشائی میں جب لڑکیاں چوک کے کپڑے پہن چکیں اور رفیقہ پہنائی جانے لگی تو اس نے حسن کے جوڑے کو جو سامنے رکھا ہوا تھا اپنی نگاہوں سے بحسرت دیکھا ہی تھا کہ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امنڈ آیا اور ایسی روئی کہ دیکھنے والیاں تڑپ گئیں خوشی کی تقریب تھی بیبیوں نے رونا بدشگونی سمجھ کر ضبط کرنا چاہا لیکن آنسو کسی کے روکے نہ رُک سکے۔

شریفہ۔ اس سے تو اچھا تھا کہ حسن نے رفیقہ سے شادی ہی نہ کی ہوتی۔

رضیہ۔ نہ کیا کی ہوتی۔ ہم لوگوں میں جن کی شادیاں ہوتی ہیں ان کا دخل ہی کہاں ہوتا ہے۔

فاطمہ۔ لیکن حسن کی رائے سے کر ان کی خوشی اور پسند کے مطابق رفیقہ ان کو بیاہی گئی۔

شمسہ۔ پھر ان مردوں کے ظلم و ستم بے عنوانی اور بے وفائی کا علاج کیا ہے جنہیں عورتوں کے ساتھ کسی طرح کی بدسلوکی اور ان کے حقوق کے پامالی میں ذرا باک نہیں۔

فاطمہ۔ یہی علاج ہے کہ عورتیں خود عورتوں پر ظلم کرنے خود غرضی اور سنگدلی برتنے سے باز رہیں۔

شمسہ۔ یہ جو مرد شوہر بن کر بیویوں کو ستاتے بلا وجہ دوسری شادیاں کر کے انہیں خون کے آنسو رُلاتے پھر ان کی طرف سے کانوں میں تیل ڈال کر بیٹھ رہتے ہیں اس کا عورتوں پر خود عورتوں کے ظلم سے کیا تعلق؟

فاطمہ۔ وہ سراسر عورتوں پر عورتوں کے ظلم سے متعلق ہے اور کبھی کبھی تو مرد صرف ذریعہ ہوتے ہیں کسی عورت پر دوسری عورت کے جبر و زیادتی کا مردوں کو بیویوں پر بے باکانہ جور و جفا اور بے تمرد و سختی و بے وفائی کی جسارت ہمیشہ عورت ہی کی تائید اور مدد کی امید اور مضبوطی سے ہوتی ہے اگر یہ امید اور مضبوطی انہیں حاصل نہ ہو تو مرد اس میدان میں چوکڑی بھول جائیں۔

رضیہ۔ مرد جب عورت سے دوسری شادی کرتے ہیں اسی کی خاطر

پہلی بیوی کی حق تلفی اور اس کے ساتھ ناانصافی کرتے ہیں۔

فاطمہ۔ ہاں اب یہی دیکھو رفیقہ پر جو مصیبت آئی کیا اس کی ذمہ داری عریشہ بیگم پر نہیں ہے؟

شمسہ۔ ان پر کیا ہے حسن ان سے شادی نہ کرتے۔

فاطمہ۔ یہی نہ کرتیں۔

شمسہ۔ اے ہے بے زبان لڑکیاں کہیں بول سکتی ہیں ماں باپ نے جھونک دیا ہوگا۔

فاطمہ۔ جی نہیں ماں باپ نے نہیں جھونکا کان گنہگار ہیں میں نے تو سنا ہے کہ وہ لوگ مخالف تھے نہ یہ کنواری لڑکی تھیں کہ بے زبانی کا پھندا گلے میں ہوتا بلکہ ایک آٹھ سالہ لڑکی کی اماں تھیں۔

شریفہ۔ ایں تو اس لڑکی کے ابا کیا ہوئے تھے۔

فاطمہ۔ نااتفاقی کے سبب سے علیحدہ ہو گئے یا کر دئے گئے خدا جانے۔

شریفہ۔ تو آپ سے آپ ہو گئی یہ شادی۔

فاطمہ۔ آپ سے آپ کیوں ہوتی میاں بیوی کے کرنے سے ہوئی۔

رضیہ۔ کیا عریشہ بیگم حسن سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔

فاطمہ۔ نہیں انہیں سے تو پڑھتی تھیں۔

شریفہ۔ یہاں کے لوگوں میں کسی نے عریشہ بیگم کو دیکھا ہے۔

فاطمہ۔ اکثر لوگوں نے اور خود رفیقہ نے دیکھا ہے۔

شمسہ۔ رفیقہ نے کیسے دیکھا اور کہاں دیکھا۔

فاطمہ۔ ارے حسن ملازمت کے بعد رفیقہ کو اپنے ہمراہ لے نہیں گئے تھے لے اپنے گھر بھر دیکھا حسن نے بحیثیت ایک علم کی شائق اندر گریجوائٹ ایک شریف خاتون اور اپنی ایک لائق و فائق شاگرد کے تعارف کرایا اور بھولی بھالی رفیقہ اُن سے نہایت کشادہ دلی سے ملتی اور مل کر خوش ہوتی رہی۔

شریفہ۔ تو بیگم صاحبہ کو معلوم تھا کہ حسن کی بیوی موجود ہے۔

فاطمہ۔ خوب اچھی طرح۔

رضیہ۔ نیک بخت کو یہ بھی خوف نہ آیا کہ آج مجھ سے دوسری شادی کر رہے ہیں کل کسی اور سے تیسری نہ رچائیں۔

شریفہ۔ اور شادی کب کی؟

فاطمہ۔ ایک سال ساتھ رکھنے کے بعد حسن رفیقہ کو وطن پہونچا گئے اور خود واپس جا کر وہاں شادی کر لی۔

رضیہ۔ رفیقہ کا ذرا بھی لحاظ نہ کیا۔

شمسہ۔ جب حسن ہی نے نہ کیا تو عریشہ سے کیا شکایت وہ ان کی کون؟

فاطمہ۔ کوئی نہ سہی لیکن عورت ہیں اور ان سے رفیقہ آنا ضرور کہہ سکتی ہیں کہ تم اپنی تھیں تمہیں زیبا نہ تھا ناآشنا ہونا۔

شریفہ۔ صورت شکل کی کیسی ہیں اور عمر کیا ہے کچھ سنا ہے؟

فاطمہ۔ صورت خدا کی بنائی چیز ہے لیکن اتنا سمجھ لو کہ رفیقہ سے اچھی نہیں اور عمر حسن سے بھی کچھ زیادہ ہے۔

شریفہ۔ پڑھی لکھی تو رفیقہ بھی ہیں!

شمسہ۔ ہاں میٹرک تک اور شوق بھی تھا اگر حسن چاہتے تو بی اے کر لیتیں۔

رضیہ۔ میاں بیوی میں کبھی کھٹ پٹ بھی نہیں سنی گئی۔

شمسہ۔ کبھی نہیں۔ رفیقہ تو بے انتہا نیک ہیں حسن بھی لطف و محبت سے پیش آتے تھے اس منحوس نکاح ثانی سے پہلے تک۔

شریفہ۔ پھر آخر حسن کو سوجھی کیا اور یہ شادی ہوئی کیسے زیادہ خوبصورت ہوتیں تو سمجھا جاتا کہ اسی وجہ سے فریفتہ ہو گئے۔

فاطمہ۔ فریفتگی کا سبب خوبصورتی کی بجائے اکثر خودنمائی ہوتی ہے اور یہ نہ کہو کہ شادی کیسے ہوئی اول تو وقت ناوقت کا ساتھ بُرا۔ پڑھتے پڑھاتے تکلف برطرف ہونے کے بعد عریشہ بیگم کی زبانی ان کی بےبسی اور مظلومیت کی کہانی کچھ ذاتی حالات کچھ خیریت خیر صلاح کے دریافت کے سلسلے سن سن کر حسن صاحب اپنے تمام دیگر فرائض سے آنکھیں بند کر کے بزعم خود ایک ہم جنس یعنی عریشہ بیگم کے ساتھ پہلے شوہر کے مظالم کی تلافی کرنے کے لئے ایک مجبور عورت کی حمایت اور لیاقت و قابلیت کی قدردانی پر آمادہ ہو گئے۔

شمسہ۔ خیر وہ جو کچھ ہوا سو ہوا لیکن کبھی حسن یہ تو سوچتے کہ انہوں نے بصورت نکاح رفیقہ سے تمام عمر کے نباہ کا عہد کیا اور کچھ بھی نہ نباہا، جبکہ وہ ان سے وابستہ اور ان کی ذات اس کی ساری آرزوں اور خوشیوں کا مرکز ہے اور وہ ہر طرح ہماری محبت والتفات کی مستحق ہے ایسی بے اعتنائی کیونکر جائز ہو سکتی ہو آخر اپنے عہد کا پاس خدا کا خوف دنیا کی شرم بھی کوئی چیز ہے۔

فاطمہ۔ بشیطان۔ یہ سوچنے کب دیتا ہے۔

شریفہ۔ عرشیہ بیگم بھی ذرا انہیں خیال کرتیں۔

شمسہ۔ وہ کیوں کریں اپنے بیوی بچوں کا خیال اور ان کی خبر گیری یہ فرض حسن کا ہے یا عرشیہ بیگم کا۔

رضیہ۔ بے شک حسن کا فرض ہے لیکن ان کی بیوی ہونے کے لحاظ سے عرشیہ کا بھی ہے۔

فاطمہ۔ جو خود خیال کرنا تو در کنار اس کی بھی روادار نہیں کہ حسن کبھی بھولے بسرے بال بچوں کی خبر لے لیں۔

شمسہ۔ انہیں پر کیا کون عورت میاں کا سوت کی طرف مائل ہونا اور اس کی کمائی کا سوت اور سوتیلے بچوں کے مصرف میں آنا گوارا کرے گی۔

فاطمہ۔ جس نے اس وقت جبکہ سوت سوت نہ تھی اس کے میاں کو اپنی طرف مائل کر کے اسے سوت بنانا اور خود خواہ مخواہ سوت بن کر اس کی زندگی تلخ کر رکھی ہو اور جو اپنے اور اس کے مشترکہ میاں اور سوتیلے بچوں کے باپ کی ساری کمائی ہاتھ میں لیتی اور صرف کرنے کا اختیار رکھتی اس کو لازماً گوارا کرنا چاہیے۔

رضیہ۔ آخر ان سب کا بھی حق ہے اور مقدم ہے۔

شمسہ۔ ہوا کرے مقدم۔ کوئی عورت ایسا کر سکتی ہو؟

فاطمہ۔ کیوں نہیں لیکن وہی جس کے دل میں خدا کا خوف ہو اور دوسروں کے درد اور تکلیف کا احساس۔

شریفہ۔ ایک انوری کی سوت ہیں جو ان کے حق میں رحمت بن گئیں۔

شمسہ۔ کیوں کیا انہوں نے میاں کو انوری کے حوالہ کر دیا۔

رضیہ۔ میاں کو نہیں حوالہ کر دیا لیکن وہ کیا جو آپ کے خیال میں کوئی عورت نہیں کر سکتی۔

فاطمہ۔ ہاں بی شمسہ۔ حالانکہ بقول تمہارے وہ بیچاری ماں باپ کے ہاتھوں جھونکی گئی شادی میں اس کی رائے یا مرضی شامل نہ تھی نہ شادی سے قبل میاں سے واقفیت تھی نہ میل ملاقات کا شرف حاصل تھا آنکھ زبان بند کئے ہوئے میکے سے سسرال آئی۔

رضیہ۔ پھوپھی جب اُس کو پتہ چلا کہ ان کی پہلی بیوی میکے میں ہیں اور انہوں نے خفا ہو کر ان کی کفالت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے تو سخت گھبرائی میاں کی تند مزاجی اور لاابالی پن سے ڈرتی بھی تھی آخر ایک روز انجان بن کر پوچھا یہ انوری آپا کب تک میکے میں رہیں گی میاں نے کہا ہمیشہ کہنے لگی میکہ آنے جانے کے لئے ہوتا ہے یا ہمیشہ رہنے کے لئے اب بلا لیجئے انہوں نے جھڑک کر کہا دیوانی ہوا نہیں بلانا ہوتا تو تمہیں کیوں لاتا پھر انوری کی بہت سی برائیاں شکایتاً بیان کیں اور کہا میں ان کی نامناسب بلند نظری اور بدزبانی کی برداشت نہیں رکھتا اور ان کے ضد کے جواب میں مجھے بھی ضد ہو گئی ہے اس نیک دل نے کہا خیر لیکن وہ جیسی بھی ہیں آپ کی عزت ہیں اور بڑا حق رکھتی ہیں آپ کو ناراض کر کے انہوں نے اپنا ہی کچھ کھویا اتنے دنوں سے جو تکلیف اٹھا رہی ہیں اسی کو کافی سمجھئے اور جب آپ برابر ان سے نیک سلوک رکھیں گے تو وہ کہاں تک اپنا فرض نہ پہچانیں گی مجھے تو یہ شرم آتی ہے کہ چار غیر تو آپ کے یہاں کھائیں اور وہ جو سب سے زیادہ مستحق ہیں پھٹے حالوں کوڑی کوڑی کو محتاج میکے کی روٹیاں توڑیں غرضکہ میاں کو جو غصہ انوری سے تھا اس کو رفتہ رفتہ ٹھنڈا کیا ان کی ضد کو مٹا کر انہیں بے راہ روی سے بچایا راہ راست پہ لائی اور انوری کو عمر بھر کی بے اطمینانی اور پریشانی سے نجات دلائی۔ اور جس قدر ہو سکتا ہے اب تک اُن کی دلجوئی خود بھی کرتی رہتی ہے۔

شمسہ۔ ہزار آفریں اس بی بی کو اور صد رحمت اس کی عالی ظرفی پہ۔

بنی فاطمہ نقویہ

مرکزی مجالس کے اختیارات قانون سازی

از قاری محمد عباس حسین صاحب جرنلسٹ

گذشتہ اشاعتوں میں آپ پڑھ چکی ہیں کہ وفاق کے تین اجزا ہوں گے۔ ایک صوبہ۔ دوسری ریاستیں، اور تیسرا مرکز۔ آج ہم تفصیل کے ساتھ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرکزی مجالس قانون ساز کو کن کن امور میں قانون سازی کے اختیارات حاصل ہیں۔ فیڈریشن (وفاق) کے اختیارات کی وضاحت اور اس کی تقسیم کے علاوہ اس قانون میں اور ہے ہی کیا۔ اختیارات کے سلسلہ میں صاف اور سیدھی سی بات یہ ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ایک گورکھ دھندا برطانوی تدبر اور سیاست کا مرقع ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ملک معظم کے نمایندے کو مختتم طور پر مکمل اختیارات شاہی حاصل ہیں۔ جو اختیارات اس وقت صوبوں کو یا فیڈرل ایوانوں کو دئے گئے ہیں وہ سب کے سب گورنر جنرل منسوخ کر سکتے ہیں اگر انہیں محسوس ہو کہ جنگ یا اندرونی بدامنی سے ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ ملک پر عام آئین کے ماتحت حکومت نہیں کی جا سکتی تو دستور معطل ہو سکتا ہے اور گورنر جنرل اپنی رائے سے جس طرح چاہیں ملک کی حکومت چلا سکتے ہیں

بہرحال جو شخص جدید دستور کو سمجھنا چاہتا ہے۔ اس کو اختیارات کی تقسیم اور پھر ان کی واپسی کی تمام منازل کو بتدریج سمجھنا چاہیئے۔ اس لئے کہ دور حاضرہ کی سیاست کے سمجھنے کے لئے دماغی اور ذہنی تربیت کا ایک اہم ذریعہ ہمارا موجودہ قانون ہند بھی ہے۔ آپ کسی گذشتہ پرچہ میں پڑھ چکی ہیں کہ وفاق کی مجالس آئین ساز کو قانون سازی کے اختیارات حاصل ہوں گے۔ آج ہم آپ کو بتانا چاہتے ہیں کہ وفاق کی مجالس آئین ساز کا قانون سازی کے سلسلہ میں دائرہ اثر کس حد تک وسیع ہو گا۔ پہلے ہم نے بتایا تھا کہ گورنر جنرل اور وفاقی مجالس آئین ساز کے قانون سازی کے سلسلہ میں اختیارات کیا ہوں گے۔ آج کے مضمون میں قانون سازی کے اختیارات کی تقسیم کی نوعیت جداگانہ ہے اس وقت بتانا یہ مقصود ہے کہ کن کن امور کے متعلق وفاق کی مجالس آئین ساز قانون بنا سکیں گی۔ اس کا سیدھا سا تو جواب یہ ہے کہ وفاق کی مجالس آئین ساز یا بعض حالات میں گورنر جنرل ان امور کے سلسلہ میں قوانین بنائیں گے جس کا اثر تمام ہندوستان پر ہو گا اور صوبوں کی مجالس آئین ساز صوبوں کے لئے قوانین بنائیں گی۔ لیکن یہ سیدھا سا جواب کافی نہیں ہے۔ قانون سازی کے اختیارات کی اس تقسیم کے لئے آپ کو ایک طویل فہرست پڑھنی پڑے گی جس میں یہ بتایا جائے گا کہ کون کون سے امور میں قانون سازی کے اختیارات مرکز کو ملیں اور کون کون سی مدات میں قانون سازی کے اختیارات صوبوں کی مجالس آئین ساز کو لیکن قبل اس کے کہ آپ اس طویل فہرست پر نظر ڈالیں، اسے سمجھنے کے لئے آپ کو جو کچھ سمجھنے کی ضرورت ہے وہ سمجھ لیجئے۔ جدید دستور میں قانون سازی کے اختیارات کی تقسیم کی تمہید تو یہ ہے۔ بجز ان تصریحات کے جو اس قانون میں کی گئی ہیں وفاق کی مجالس آئین ساز تمام ہندوستان یا برطانوی ملک کے کسی حصہ یا کسی ایسی ریاست کے متعلق قانون بنا سکتی ہے جو فیڈریشن میں شریک ہو اور صوبوں کی مجالس آئین صوبہ یا اسی کے کسی حصہ کے

متعلق قانون بنا سکتی ہے۔ کس قدر صاف اور سادی تصریح اور تمہید ہے لیکن اس کے بعد آپ جو کچھ پڑھیں گی اس سے معلوم ہوجائیگا کہ یہ اتنا سیدھا اور آسان سلسلہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس دفعہ کے دوسرے حصہ میں یہ درج ہے کہ باوصف ان اختیارات کے جو (صوبوں کو) مندرجہ بالا دفع میں دیئے گئے ہیں مرکزی مجالس آئین ساز کا کوئی قانون اس بنا پر نا قابل نفاذ تصور نہ ہوگا۔ کہ وہ اپنے دائرۂ اثر سے بڑھ گیا ہے بشرطیکہ وہ ان برطانوی باشندوں یا ملازمان سرکار کے متعلق ہو جو ملک کے کسی حصہ میں ہوں یا ملک کے کسی حصہ میں آباد ہو گئے ہوں۔ یا کسی ایسے بحری جہاز پر ہو یا ہوائی جہاز میں ہوں جس کی رجسٹری برطانوی ہند یا کسی ایسی ریاست میں ہوئی ہو جو فیڈریشن میں شامل ہو" یا مرکزی مجالس آئین ساز کا پاس کیا ہوا کوئی قانون ان امور کے متعلق ہو جس کو کسی ریاست نے اپنے شرائط شرکت میں مرکز کے سپرد کر دیا ہے یا اس بحری بری ہوائی فوج میں نظام و ضابطہ قائم کرنے سے متعلق ہو جو برطانوی ہند میں مرتب کی گئی ہو چاہے وہ ملک کے کسی حصہ میں ہو۔ تفصیلات میں جاکر زیادہ الجھن میں پڑے بغیر اس کا مطلب یہ ہوا کہ برطانوی ہند کے باشندوں اور سرکاری ملازموں کے متعلق مرکزی مجالس آئین ساز کے قانون کا نفاذ ہوگا چاہے وہ ملک کے کسی حصہ میں ہوں۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہوئے کہ برطانوی ہند کا ایک باشندہ اگر کسی ریاست میں رہتا ہے اور کسی معاملہ میں برطانوی ہند کے قانون اور ریاست کے قانون میں فرق ہے تو اس کے معاملہ میں برطانوی ہند کا قانون قابل عمل ہوگا اور اس کے متعلق برطانوی ہند کے قانون کے ماتحت عمل درآمد ہوگا۔ اس کے علاوہ حسب ذیل امور کے متعلق مرکزی مجالس آئین ساز کو قانون سازی کے اختیارات حاصل ہوں گے اور صوبوں کی مجالس آئین ساز کو قانون سازی کے اختیارات نہ ہوں گے

(۱) ملک معظم کی بحری بری یا ہوائی فوج کے متعلق ضوابط۔ (۲) بحری بری یا ہوائی فوج کے متعلق جملہ امور مثلاً ان کی رہائش قیام سفر وغیرہ کے قواعد و ضوابط و انصرام (۳) امورات خارجہ۔ (۴) امورات مذہبی بشمول انگریزوں کے قبرستان۔ (۵) نوٹ سکہ وغیرہ (۶) وفاق کا قرضہ (۷) ڈاک تار۔ ٹیلیفون۔ ریڈیو وغیرہ۔ (۸) وفاق کے ملازمتیں اور وفاق کے ملازمین رکھنے کا ادارہ (۹) وفاق کی طرف سے دی جانے والی پنشنیں۔ (۱۰) اراضی۔ عمارات اور جملہ کام جو فیڈریشن کی ملکیت ہیں یا اس کے اپنے انتظام میں چاہے وہ کسی صوبہ میں ہوں یا کسی ریاست میں۔ (۱۱) امپیریل لائبریری۔ انڈین میوزیم۔ امپیریل وار میوزیم وکٹوریہ میموریل۔ یا اس قسم کے دیگر ادارے جن کو وفاق سے مالی امداد ملتی ہے یا جو اس کے زیر انتظام ہیں۔ (۱۲) فنی علمی تحقیقاتی ادارے۔ (۱۳) بنارس ہندو یونیورسٹی اور علیگڈھ مسلم یونیورسٹی (۱۴) سررشتہ پیمائش ہند۔ (۱۵) آثار قدیمہ (۱۶) مردم شماری۔ (۱۷) غیر ملکیوں کی ہندوستان میں آمد کی نگرانی۔ ہندوستان سے باہر مذہبی مقامات کی زیارت کے لئے سفر۔ (۱۸) بندرگاہوں پر قرنطینیہ وغیرہ (۱۹) درآمد برآمد پر سرحدی محصول (۲۰) وفاقی ریلیں (۲۱) جہاز رانی۔ (۲۲) بڑی بندرگاہوں کا انتظام و انصرام (۲۳) ساحلی سمندروں سے آگے ماہی گیری (۲۴) ہوائی جہاز رانی اور ہوائی مستقر۔ (۲۵) سمندروں میں روشنی کے منارے اور روشنی کے جہاز یا جہازوں کی حفاظت کے دوسرے طریقے۔ (۲۶) مال اور مسافروں کا بحری جہازوں اور ہوائی جہازوں میں لے جانا۔ (۲۷) ایجادات کی رجسٹری۔ کاپی رائٹ۔ تجارتی نشان وغیرہ۔ (۲۸) چک ہنڈی وغیرہ (۲۹) اسلحہ اور گولی بارود وغیرہ (۳۰) بھک سے اڑجانے والا مادہ (۳۱) افیون (جس حد تک کہ اس کی کاشت تیاری اور

برآمد کا تعلق ہے۔ (۳۲) پٹرول اور دوسری اسی قسم کی چیزیں جو خطرناک تصور کی جائیں۔ (۳۳) کمپنیوں کے جاری ہونے اور بند ہونے کے قواعد وضوابط (۳۴) ایسے مقامات میں حرفتوں کی ترقی جہاں مفاد عامہ کی غرض سے یہ کام فیڈرل قانون کے ذریعہ مرکز کو تفویض کیا گیا ہو۔ (۳۵) کانوں اور تیل کے چشموں میں شرائط ملازمت وحفاظت۔ (۳۶) ان علاقوں میں کانوں اور تیل کے چشموں کا انتظام جہاں مفاد عامہ کی خاطر یہ کام فیڈرل قانون کے ذریعہ وفاق کے سپرد کیا گیا ہے (۳۷) بیمہ کمپنیوں کا قانون بجز اس صورت کے کہ کوئی ایسی ریاست .... جو وفاق میں شریک ہو اس سے مستثنیٰ کی گئی ہو۔ (۳۸) لین دین کا کاروبار۔ بینکنگ سوائے اس صورت کے کہ کوئی ریاست صرف اپنی ریاست کی حد تک اسے انجام دے رہی ہو۔ (۳۹) کسی ایک صوبہ کی پولس کے اختیارات کو کسی دوسرے صوبہ تک وسیع کرنا۔ (۴۰) وفاق کی مجالس آئین ساز کا انتخاب (۴۱) وفاق کے وزیروں اور دیگر عہدہ داروں کی تنخواہیں ممبروں کے حقوق وغیرہ وغیرہ۔ (۴۲) کسی جرم متعلقہ قانون مندرجہ فہرست کی خلاف ورزی کی سزا۔ (۴۳) تحقیقات اور اعداد وشمار متعلقہ فہرست ہذا کی فراہمی۔ (۴۴) ڈیوٹی کسٹم۔ اور محصول برآمد۔ (۴۵) تمباکو اور دیگر چیزوں پر جو ہندوستان میں تیار ہوتی ہیں محصول درآمد۔ سوائے حسب ذیل اشیا کے (الف) منشی رقیق چیزیں (ب) افیون، چرس، گانجا وغیرہ۔ (ج) دوا یا آرائش کی چیزیں جن میں منشی اشیاء مندرجہ بالا استعمال ہوتی ہوں۔ (۴۶) کارپوریشن ٹیکس (۴۷) نمک (۴۸) سرکاری لائبریریاں (۴۹) کسی غیر ملکی کو ہندوستانی شہریت کے حقوق دینا۔ (۵۰) کسی ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ میں جاکر مستقل رہائش اختیار کرنا (۵۱) تقرر اوزان (۵۲) رانچی کا دیوانوں کا اسپتال۔ (۵۳) سوائے فیڈرل عدالت کے باقی تمام عدالتوں کے اختیارات اور دائرہ اثر کا تقرر۔ (۵۴) زرعی آمدنی کے علاوہ دیگر آمدنی پر ٹیکس (۵۵) زرعی سرمایہ کے علاوہ انفرادی اور کمپنیوں کے سرمایہ اور زائد آمدنی پر ٹیکس (۵۶) زرعی زمینوں کے علاوہ دوسری جائداد کے وراثتاً حاصل کرنے کے متعلق ڈیوٹی۔ (۵۷) ہنڈیوں وغیرہ پر اسٹامپ ڈیوٹی۔ (۵۸) مال اسباب اور مسافروں پر جو ریل کے ذریعہ یا ہوائی جہاز کے ذریعہ ادھر ادھر جائیں ٹیکس نیز ریلوے کے کرایہ پر ٹیکس (۵۹) جو امور فہرست مندرجہ ہیں ان کے سلسلہ میں فیس لیکن کوئی ایسی فیس نہیں جو عدالتوں میں لی جاتی ہے جس وقت تک اس فہرست کی مزید وضاحت نہ کی جائے اس وقت تک پورے طور پر یہ سمجھ میں آنا مشکل ہے کہ وفاق کو آئین سازی کے اختیارات کس حد تک حاصل ہیں۔ ایک تو اس فہرست کی مزید وضاحت کی ضرورت ہے اس کے علاوہ ایک اور فہرست بھی پیش کرنی ہے۔ وہ فہرست ان امور سے متعلق ہے جن میں وفاق کو بھی قانون سازی کے اختیارات ہیں اور صوبوں کو بھی۔ انشاء اللہ آیندہ اشاعت میں ہم اس فہرست کو پیش کریں گے اور اس سلسلہ میں یہ بتانے کی ضرورت ہوگی کہ اس فہرست کے سلسلہ میں ہمیں وفاق کے قانون اور صوبوں کے قانون کا تصادم نہ ہونے کی کیا صورت رکھی گئی ہے۔

ان دونوں فہرستوں کے سامنے آنے اور پورے طور پر سمجھ میں آجانے کے بعد اس کا اندازہ ہو سکے گا کہ وفاق کے اختیارات قانون سازی کیا ہیں۔ قانون ہند کے معمہ کو ہم جس طرح حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اسی طرح ہم اس کی کوشش کریں گے کہ اختیارات قانون سازی کے سلسلہ میں عصمتی بہنیں صحیح نتیجہ پر پہنچ جائیں۔ اور اگر کہیں قانون ہند پر گفتگو ہو تو وہ نہ صرف سمجھ سکیں بلکہ گفتگو میں حصہ لے سکیں۔ وفاق ہند کے متعلق مضامین کا سلسلہ اس غرض سے شروع کیا گیا ہے اور اس کا تجزیہ اس لئے کیا جا رہا ہے کہ رفتہ رفتہ ایک ایک عصمتی بہنوں کے ذہن نشین ہو جائے۔

ام سلمہ زوجہ سفاح

ام سلمہ یعقوب بن ولید بن عبد بن ولید بن مغیرہ مخزومی کی بیٹی تھیں اور اس قبیلہ سے تھیں جس کی ایک یادگار خالد بن ولید تھے یہ خوبصورتی کے علاوہ نہایت باتمیز باسلیقہ اور مہذب بی بی تھیں اور خدا نے بہت دولت و ثروت دے رکھی تھی پہلے ان کی شادی عبد العزیز بن عبد الملک بن مروان سے ہوئی تھی اس کے بعد ایک دولت مند اور معزز عرب ہاشم سے عقد ہوا اس کے بعد ایک روز انھوں نے اپنے مکان کی کھڑکی سے ایک خوبصورت اور وجیہہ نوجوان کو گذرتے دیکھا تو اپنی سہیلیوں سے پوچھا یہ شخص کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ ابو العباس بن سفاح ہیں ان دنوں بنی امیہ کی سلطنت تھی اور سارے بنی ہاشم چاہے وہ عباسی ہوں یا فاطمی نہایت غربت کی زندگی بسر کر رہے تھے نہ تو ارکین سلطنت ان کی عزت کرتے تھے نہ سوسائٹی جب یہ حال تھا تو پھر کوئی دولت مند عورت ان کی طرف کیسے توجہ کرتی؟ مگر ام سلمہ نے کسی بات کی پرواہ نہ کی اور اپنی لونڈی کو ان کے پاس بھیج کر خود ہی پیغام نکاح دیا اور ساتھ ہی اس کے سات سو اشرفیاں بھیجیں کہ یہ آپ کی نذر ہیں جس وقت لونڈی نے آکر پیغام دیا تو سفاح اپنی خوش قسمتی پر بہت متعجب ہوئے اور لونڈی سے کہا کہ میں تمہاری بیوی سے عقد کیونکر کر سکتا ہوں میں تو نہایت غریب ہوں جب انہوں نے اپنی غربت بیان کی تو کنیز نے وہ سات سو اشرفیاں ان کے آگے رکھ دیں کہ میری بیوی اسی خیال سے یہ اشرفیاں آپ کی نذر کی ہیں۔ اب تو سفاح اپنے تئیں دنیا میں سب سے زیادہ خوش قسمت سمجھنے لگے اس وقت تو سیدھے اپنے گھر چلے گئے دوسرے روز ام سلمہ کے بھائی کے پاس جا کر شادی کا پیغام دیا انھوں نے بھی منظور کر لیا اور دو چار روز میں نکاح ہو گیا پانچ سو اشرفیاں مہر رکھا گیا۔ دونوں میاں بیوی میں بیحد محبت ہو گئی۔ ابو العباس کی تو یہ حالت تھی کہ بغیر بیوی کے مشورہ کے کوئی کام نہ کرتے تھے۔ دونوں کی ازدواجی زندگی نہایت مسرت سے بسر ہو رہی تھی دولت و ثروت کی طرف سے سفاح کو اطمینان تھا ہر راحت و چین میسر تھا۔ بیوی کی امارت نے انہیں بھی امیر بنا دیا تھا اور ان کا شمار بھی امراء و رؤسا میں ہونے لگا اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ وہ رئیس اعظم مانے جانے لگے۔ سفاح کو خدا نے اولاد بھی دی اور دولت بھی۔ کچھ عرصہ کے بعد زمانے نے پلٹا کھایا اور بنی امیہ کا عروج زوال سے بدل گیا اور ابو العباس کا نیر اقبال چمکا خلافت کا تاج سفاح کے سر پر رکھا گیا اور دنیا کا سب سے بڑا شہنشاہ وہ شخص مانا گیا جو اپنی غربت کی وجہ سے بیوی سے اس طرح ڈرتا تھا جیسے غلام اپنے آقا سے لیکن مالک تخت و تاج ہونے کے بعد بھی جوہر ذاتی اور شرافت ہاشمی نے اس کی وضع میں فرق نہ آنے دیا اور اس کے تعلقات اپنی عزیز بیوی سے ویسے ہی رہے جس طرح پہلے تھے۔ اور اس وقت بھی اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرتا تھا۔ اب چونکہ سلطنت اور حکومت کا معاملہ تھا امراء و رؤساء اور ارکین سلطنت سب ہی دربار میں آنے جانے لگے ان ہی میں چند ایسے لوگ بھی پہنچ گئے جو بڑے خوشامدی تھے اور امیروں کو برا راستہ دکھانے والے۔ ان کا اسی میں فائدہ ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک مصاحب خالد بن صفوان نے جو بڑا خوشامدی اور داستان تھا۔ ایک روز موقعہ پا کر تنہائی میں کہا کہ امیر المومنین میری سمجھ میں نہیں آتا کہ باوجود

اس سے کہ خدا نے آپ کو ایسا ذی اقتدار حاکم بنایا ہے کہ جو طبیعت چاہے کر سکتے ہیں ہر بڑی سے بڑی خواہش اشارے میں پوری کر سکتے ہیں اور کسی کی طاقت نہیں کہ آپ کے حکم کے خلاف کر سکے۔ مگر جائے افسوس ہے کہ حضور خود ایک خاتون کے تابع فرمان ہیں وہ جس کل چاہے بٹھائے اور جس کل چاہے اُٹھائے ان کی خوشی حضور کی خوشی ان کی ناراضی حضور کی ناراضی ان کی ایک لمحہ کی جدائی حضور کو ناگوار ہے صرف ایک خاتون کی وجہ سے حضور نے دنیا کی ساری خوشیاں اور تمام لذتیں ترک کر رکھی ہیں۔ حد ہے کہ حضور کو یہ بھی نہیں معلوم کہ دنیا میں خدا نے کیسی کیسی صورتیں پیدا کی ہیں اور انسان کے لئے کیا کیا مسرتیں ہیں؟ خالد بن صفوان اسی طرح اور شادیاں کرنے کی ترغیب دیتا رہا اور اس وقت تک خاموش نہ ہوا جب تک کہ سفاح کا دل نہ ڈگمگا یا۔ کچھ دیر تو سفاح سوچتا رہا کہ یہ تو ٹھیک کہہ رہا ہے اس نے جو کچھ بھی کہا وہ میری ہی ہمدردی ہے واقعی یہ میری بے وقوفی ہے خدا نے مجھ کو اتنا دے رکھا ہے مگر اس سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اُٹھاتا اور جب خالد کو یقین ہو گیا کہ بادشاہ دام میں پھنس گیا تو اُس نے گھر کا راستہ لیا۔ سفاح جہاں تھا وہیں بیٹھا سوچتا رہا کہ واقعی اس نے جو کچھ کہا بالکل درست ہے۔ جو ہوا وہ ہوا لیکن اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ یہ اسی فکر میں تھا کہ ام سلمہ وہاں آگئیں اور شوہر کو اس طرح محزون و خاموش دیکھ کر پوچھنے لگیں کہ آج آپ کس فکر میں ہیں؟ مگر سفاح نے کوئی جواب نہ دیا تو ام سلمہ کو اور بھی پریشانی ہوئی کہ آخر کیا بات ہے اب ام سلمہ نے اصرار کرنا شروع کیا اور تشفی دینے لگیں کہ جو کچھ فکر و تردد ہو مجھ سے بیان کیجئے میں کوشش کروں گی کہ یہ فکر آپ سے دور ہو جائے۔ سفاح نے کہا کہ تم سے کیا کہوں سلمہ بولیں مجھ سے نہ کہئے گا تو پھر کس سے کہئے گا آپ کو کہنا ہی پڑے گا اگر نہ کہیں گے تو پھر مجھ پر دانہ پانی حرام ہو جائے گا آخر سفاح مجبور ہوئے اور خالد بن صفوان نے جو کچھ کہا تھا من وعن بیان کر دیا۔ جسے سُن کر سلمہ مارے غصہ کے آگ ہو گئیں اور بولیں تو تم نے کوئی جواب اس نمک حرام کو نہ دیا؟ سفاح بولے جواب کیا دیتا اُس نے تو یہ سمجھ کر کہا تھا کہ میرا فائدہ ہی ہے اس غریب نے تو بری نیت سے کہا نہیں تھا۔ اور تم اس کو بُرا کہہ رہی ہو۔ ام سلمہ غیظ و غضب سے بھری ہوئی محل میں چلی گئیں اور وہیں بارہ چوبداروں کو بلا کر کہا کہ خالد بن صفوان کے گھر اسی وقت جاؤ اور اس کو اس قدر پیٹو کہ جسم کا کوئی حصّہ ثابت نہ رہے۔ خالد اپنے گھر میں اس امید پر تھے کہ اب کیا ہے آج میں نے وہ بات خلیفہ کو سمجھائی ہے کہ اُس کی آنکھیں کُھل گئی ہوں گی اگر وہ اس پر عمل کرے تو پھر میرے پانچوں گھی میں ہیں عجب کیا ہے کہ خلیفہ میرے لئے جواہرات و نقد اور خلعت فاخرہ انعام میں بھیجے۔ کہ اتنے میں چوبداروں نے آواز دی کیا یہی خالد بن صفوان کا مکان ہے؟ اپنا نام سُن کر خالد سمجھ گیا کہ آخر خلیفہ نے میرے خیال کے مطابق انعام بھجوا ہی دیا۔ باہر نکل کر کہا ہاں میں ہی خالد ہوں کہو کیا ہے انہوں نے جواب دیا لو یہ شاہی انعام لائے ہیں اور لگے مارنے اب تو ان کے اوسان خطا ہو گئے کہ یہ کیا اُلٹی گنگا بہہ گئی ابھی اچھی طرح پٹنے نہ پایا تھا کہ موقعہ پاکر کوٹھری میں گھس کر اندر سے کنڈی لگا دی۔ بے دانہ پانی خالد کوٹھری میں بند پڑا رہا مگر لوگ بھی موقعہ کے منتظر رہے دوسرے روز خالد نے کہا لاؤ ذرا نکل کر دیکھوں غالباً اب وہ لوگ چلے گئے ہوں گے جیسے ہی وہ نکلا چوبداروں نے گرفتار کر لیا اور کہا چلو دربار میں تمہاری طلبی ہے خالد کی یہ کیفیت مارے خوف کے ہوئی کہ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ اُسے اپنی زندگی سے پوری نا اُمیدی ہو گئی۔ قہر درویش

برجانِ درویش ان کے ساتھ چلا دل میں پشیمان تھا کہ میں نے بیٹھے بٹھائے کیا کیا؟ جس وقت دربار میں پہونچا تو دیکھا کہ بادشاہ تنہا بیٹھے ہیں اور پیچھے کی کھڑکی پر باریک پردہ پڑا تھا اس میں کچھ حرکت سی ہو رہی تھی یہ سمجھ گیا کہ اس کھڑکی کے قریب ہی بیگم ہیں اور شاید میری زبانی میرا جرم سننا چاہتی ہیں۔ سفاح نے پہلا سوال جو کیا وہ یہ تھا کہ تم نے یکایک دربار کی حاضری کیوں بند کردی۔ آج تیسرا روز ہے کہ میرے نوکر تمہارے پاس جا رہے ہیں اور تمہارا پتہ نہیں خالد نے دست بستہ عرض کیا۔ حضور یہ حقیر بخار میں مبتلا تھا اس وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔ خلیفہ نے کہا خالد اس روز تم نے ایسی ایسی خوبصورت عورتوں کی تعریف کی۔ کہ میں نے اس سے قبل کبھی سنی بھی نہ تھی مجھے وہ باتیں بیحد بھلی معلوم ہوتیں تھیں آج میں پھر سننا چاہتا ہوں ذرا بیان تو کرو۔ خالد نے کہا بہت بہتر میں نے اس روز عرض کیا تھا کہ انسان کو لازم ہے کہ اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری عورت کو خواہ وہ کیسی حسین ہو نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھے ورنہ وہ گھاٹے میں رہے گا سفاح نے غصہ سے کہا واہ یہ تم نے نہیں کہا تھا خالد بولا قسم اس خدا کی جس نے مجھے پیدا کیا یہی کہا تھا اور یہ بھی تو کہا تھا کہ تین بیبیاں جس گھر میں ہوں اُسے ایک ایسی پتیلی سمجھ لیجئے جس میں دودھ ہو اور وہ مسلسل ابلتی رہے۔ یہ سن کر تو سفاح آگ بگولا ہو گئے اور قسم کھا کر کہا کہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں تو نے یہ کبھی نہیں کہا تھا خالد نے جواب دیا سرکار آپ کیا فرما رہے ہیں میں نے تو یہاں تک کہا تھا کہ جس شخص کی چار بیبیاں ہوں اس کے لئے تو زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔ ابوالعباس بولے ارے تو نے یہ باتیں ہرگز نہیں کہیں۔ خالد بولا اب حضور کو یاد نہ ہو تو دوسری بات ہے ورنہ غلام نے تو یہی عرض کیا تھا۔ ابوالعباس نے کہا ناشدنی تو مجھے جھوٹا بناتا ہے؟ اس روز دنیا بھر کی باتیں کہیں اور اس وقت صریح مکرتا ہے؟ خالد چیخ کر اچھا اب معلوم ہوا کہ حضور کو یہ بہتان رکھ کر میری جان لینا منظور ہے ابوالعباس بدبخت اب تو نے یہ چال چلی؟ اچھا تو نے اس روز یہ نہیں کہا تھا کہ ایسی ایسی پری جمال عورتیں ہیں اس پر خالد جھٹ بات کاٹ کر بولا جی حضور میں تو خود ہی اقرار کر رہا ہوں کہ میں نے یہ ضرور کہا تھا کہ یہ محل کی کنیزیں کچھ ایسی دیو ہیں کہ ان کو عورت کہنا بے جا ہے یہ تو مرد سے بھی قد و قامت میں بڑی ہوتی ہیں اور اس جملے پر سلمہ برداشت نہ کر سکیں اور بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس پڑیں۔ مگر خالد نے بغیر اعتنا کئے ہوئے اپنے سلسلہ کلام کو جاری رکھا اور بولا خداوند غلام نے یہ نہیں عرض کیا تھا کہ حضور باوجود اس کے کہ آپکے پاس بنی مخزوم قریش کا وہ پھول جو اس خاندان کے سارے پھولوں میں چیدہ معطر و شاداب موجود ہے آپ پرائی بہو بیٹیوں اور لونڈیوں پر نظر ڈالتے ہیں؟ جیسے ہی خالد کا یہ فقرہ ختم ہوا کھڑکی سے آواز آئی بیشک تم نے امیرالمومنین سے یہی کہا ہوگا اور انہوں نے اُلٹا الزام تم پر لگایا یہ نہیں کہتے کہ خود میرا دل چاہتا ہے۔ سفاح کی حالت مارے غصہ کے بُری تھی اور خالد کو برا بھلا کہہ رہا تھا اور سلمہ پس پردہ بیٹھی ہنس رہی تھیں سفاح کو غصہ پر غصہ آ رہا تھا کم بخت خدا تیرا منہ کالا کرے تجھ پر خدا کا غضب نازل ہو خالد نے جب دیکھا کہ سفاح کا غصہ بڑھ رہا ہے تو وہاں سے اُٹھ کر بھاگا جس وقت وہ سفاح کے حضور میں گیا تھا تو سمجھا تھا کہ اب موت سے مفر نہیں مگر جس وقت واپس لوٹا تو سلمہ کی مہربانی سے زندگی کی امید ہو گئی تھی جس وقت وہ گھر گیا تو دیکھتا کیا ہے کہ سلمہ کے وہ چوبدار جو پہلے اُسے پیٹنے آئے تھے وہ آئے اور ملکہ کی مہربانی کی امید دلائی اور دس ہزار درہم اور خلعت فاخرہ کے خوان اور بہت عمدہ گھوڑا اور ایک غلام بیگم کی طرف سے اُسے پیش کیا اور واپس گئے مگر اس کے بعد سے خالد نے توبہ کی اور پھر کبھی خلیفہ کے ورغلانے کی اسے ہمت نہ ہوئی اور نہ کبھی سفاح کو کسی دوسری عورت کا خیال آیا اور دونوں میاں بیوی نے ہنسی خوشی بقیہ عمر گذاری۔ ایس۔ کے صغرا سبزواری

ہندوستانی مسلم عورت سے خطاب

مجبور اور بے کس اے دلفگار عورت
ہوش و حواس کھوئے بیٹھی اداس ہے کیوں

تو دہر کے چمن کی ہے اک بہار عورت
غمگین کیوں ہے ایسی چہرہ پر یاس ہے کیوں

تو کس کے غم میں ایسی رنجور ہو گئی ہے
تیری حسین صورت بے نور ہو گئی ہے

اے محو ناز عورت اے نازنین عورت
کچھ بھی تجھے خبر ہے دنیا کدھر گئی ہے

میں پوچھتا ہوں تجھ سے یہ اے حسین عورت
تیری بھی کیا وہاں تک برق نظر گئی ہے

بننے سنورنے ہی سے فرصت نہیں ہے تجھکو
فکر مآل تجھ کو پھر کس طرح بھلا ہو

کب تک رہے گی آخر تو محو خواب غفلت ؟
دُنیا میں اور بھی کچھ کرنا ہے کام تجھکو

کب تک رہے گی آخر یوں مبتلائے ذلت
ہندوستان میں پیدا کرنا ہے نام تجھکو

تیری رگوں میں غافل خون عرب رواں ہے
جس کی بہادری کا افسانہ خواں جہاں ہے

تحصیل علم و فن کا اب کب ہے شوق تجھکو
تو آہ چھوڑ بیٹھی ہے صنعت اور حرفت

آرائشوں کا اپنی ہر دم ہے ذوق تجھکو!
برباد کر رہی ہے زینت میں اپنی دولت

تو اور عیش و عشرت میں اپنے دن گذارے
غفلت پہ تیری روتے ہیں آسماں پہ تارے

اے محو نکبت آخر اس کی بھی کچھ خبر ہے
دنیا کی اور قومیں بیدار ہو گئی ہیں

اپنی تباہ حالت پر بھی تری نظر ہے
تیری پڑوسی بہنیں ہوشیار ہو گئی ہیں

اُٹھ! زیور ہنر سے تیار تو بھی ہو جا
غیرت کو کام میں لا بیدار تو بھی ہو جا

ایران سے سبق لے ترکی کی پیروی کر
ہیں عورتیں وہاں کی علم و ہنر میں یکتا

جاپان و روس کو دیکھ، اٹلی کی پیروی کر
پھر محفل جہاں میں کر تو بھی نام پیدا

پھر کامیاب ہو جا میدان مدعا میں
کب تک پھنسی رہے گی اس خوشنما بلا میں

بچوں کی تو معلم تو اُن کی رہنما ہے
ہاں روح پھونک دے پھر تو اُن میں حریت کی

قابل کی مسلم عورت یہ تجھ سے التجا ہے
تعلیم دے انھیں تو ہر وقت قومیت کی

آزادیوں کے گائیں ہر وقت وہ ترانے
اُن کی بہادری کے زندہ رہیں فسانے

سید عبدالباسط قابل از مدراس

مرد عورت

دنیا کا سارا کارخانہ خدا پاک نے جن دو ہستیوں کی ذات پر مقدم رکھا ہے وہ مرد اور عورت ہیں ان میں سے ایک نہ ہو تو پھر دنیا کے تمام کارخانے بند ہو جائیں۔ دونوں کا تعلق ایک دوسرے سے ایسا ہے کہ بغیر ایک کے دوسرا کامیاب زندگی بسر نہیں کرسکتا مرد خواہ کتنا ہی دولت مند ہو تعلیم یافتہ ہو لیکن جب تک کوئی عورت اس کی رفیق زندگی نہ ہو اس کا آراستہ گھر، گھوڑا گاڑی موٹر نوکر چاکر ساز و سامان سب کچھ اپنی اپنی جگہ پر خاموش زیر لب زندگی کا نوحہ پڑھتے دکھائی دیں گے اور اس کو زندگی خالی از لطف معلوم ہوگی۔ یہی حال عورت کا بھی ہے۔ کنواری رہ کر خواہ وہ کتنی ہی متمول و خوش حال کیوں نہ ہو اطمینان و خوشی کے ساتھ زندگی گذار نہیں سکتی۔ کنواری عورت کی زندگی بالکل ایسی ہوگی جیسی ایک کشتی دریا میں بغیر ملاح کے بہی جا رہی ہے۔ بغیر ناخدا کے کشتی اپنے ٹھکانہ پر نہیں پہونچ سکتی وہ یا تو سمندر میں غرق ہو جائے گی یا کسی چٹان سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ مرد اگر عورت کے سفینۂ حیات کا ناخدا ہے تو عورت بھی مرد کی زندگی کے لئے قطب نما سے کم نہیں جس طرح قطب نما ملاحوں کو سیدھا راستہ بتاتا اور بہک جانے سے باز رکھتا ہے بالکل اسی طرح عورت مرد کو نیک راستہ بتاتی اور گمراہی سے بچاتی ہے۔

عورت کی زندگی کا مقصد، شوہر سے محبت اس کی اطاعت اولاد کی پرورش گھر کی دیکھ بھال، بچوں کی تربیت ہو اسی طرح مرد کی زندگی کا مدعا گھر والی کی محبت بچوں کی بہتری و تعلیم و ترقی کا خیال ہے۔ میاں بیوی جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کریں زندگی میں اطمینان و خوشی میسر ہونی ناممکن ہے میاں بیوی کی آپس کی محبت دنیا کی بہت ساری تکالیف کو ہلکا کرنے میں اکسیر ثابت ہو چکی ہے۔

مرد عورت کی زندگی کی گاڑی اس وقت تک منزل مقصود کو نہیں پہونچ سکتی جب تک کہ اس کو کھینچنے والے یعنی میاں بیوی دونوں ایک ہی چال نہ چلیں، مرد محبت میں ناکام ہو کر بھی ہمت و استقلال کے ساتھ زندگی کی مشکلات و ناکامیوں کا مقابلہ کرسکتا ہے لیکن عورت کے پہلو میں ایسا دل نہیں ہوتا برخلاف مرد کے ناکامی محبت اس کی زندگی کو بالکل تیرہ و تار کر دیتی ہے کھانا پینا، پہننا اوڑھنا غرض زندگی کے سب ضروریات برائے نام مجبوری انجام دیتی ہے۔ ناکام محبت عورت کے لئے دنیا کے کسی گوشے میں چین نہیں مل سکتا عورت و مرد کی کامیاب زندگی کے لئے سب سے پہلے محبت پھر صحت لازمی چیزیں ہیں دولت ضروری نہیں۔ البتہ اولاد کا ہونا ایک بڑی حد تک زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے ضروری ہے۔ میاں بیوی میں ہمیشہ ناچاقی رہے تو اس کا برا اثر ان کی اولاد پر بھی ہوتا ہے بچپن کی دیکھی اور سنی باتیں بچوں کے دل پر بہت گہرا اثر چھوڑتی ہیں اور بچے بڑے ہو کر وہی کرتے ہیں جو اپنے ماں باپ سے سیکھتے ہیں۔ چنانچہ اس کی ناچاقی کا اثر نہ صرف اپنی زندگی کو بدمزہ و بے لطف بنا دیتا ہے بلکہ اپنی عزیز اولاد کی زندگی کے لطف کو بھی کرکرا کر دیتا ہے۔ زندگی خوشگوار اسی وقت ہو سکتی ہے

جب کہ میاں بیوی دونوں اپنے اپنے فرائض کو بخوبی نہ صرف سمجھ لیں بلکہ اس پر کاربند رہیں۔ جب تک دونوں میں یک دلی پیدا نہ ہو زندگی کا اصل مقصد یوں سمجھئے کہ ابھی پورا نہ ہوا اور ابھی منزل مقصود بہت دور ہے۔ مرد دن بھر پسینہ بہا کر کماتا ہے۔ بڑے عہدہ بڑی تنخواہ کا متمنی ہوتا ہے کچھ تو عزت و وغربت کے خیال سے لیکن زیادہ تر بیوی بچوں کے آرام وآسائش کے خیال سے ورنہ اس کی ایک اکیلی جان کے لئے تو ایک قلیل رقم بہت کافی ہے۔ عورت دن بھر گھر میں کام کاج کرتی ہے میاں کے آرام وآسائش کا خیال رکھتی ہے۔ ماں باپ بہن بھائی کی جدائی محض شوہر کی خاطر برداشت کرتی ہے تو کیوں؟ اسی لئے نا کہ اس کا خاوند اس سے خوش رہے اور اور وہ اس کے دل میں محبت پیدا کر سکے۔

بیگم عبدالرحمٰن خاں از بمبئی

شادی کا ایک مرہٹی گیت

پربھو۔! یہ جوڑی سلامت رہے
یہ شادی مبارک ہو۔ !!

ماں اپنی بچی کا بار بار منہ چومتی ہے اور اس کے ٹکڑے کی بلائیں لے کر تہہ دل سے دعا کرتی ہے۔

پربھو۔! یہ جوڑی سلامت رہے
یہ شادی مبارک ۔ ہو

آج جتنی سہیلیاں ہیں وہ پریم پہیلی کہہ کہہ کر آپس میں چہل کرتی ہیں اور پریم بدھائی گاتی ہیں۔

پربھو۔! یہ جوڑی سلامت رہے
یہ شادی مبارک ہو

باپ نے خزانہ کھول کر لوگوں کو منہ مانگی رقمیں دیں
شہر میں اس شادی کی دھوم مچی ہے
اور زن و مرد خوش ہو ہو کر گاتے ہیں

پربھو۔! یہ جوڑی سلامت رہے
یہ شادی مبارک ۔ ہو

جب تک ہمالیہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا جب تک گنگا اور جمنا کی پرستش ہندوستان میں ہوتی ہے
جب تک پیاری نربدا ہمارے کھیتوں کو شاداب کرتی ہو

پربھو۔! یہ جوڑی سلامت رہے
یہ شادی مبارک ۔ ہو

(ترجمہ) سید محمد عباس

تارہ

چپراسن نے کمرے میں داخل ہوکر کہا "مس صاحب آپ سے ایک عورت ملنا چاہتی ہے" میں نے اشارے سے اسے بلانے کو کہا اور پھر رجسٹر کی دیکھ بھال شروع کر دی۔ چند منٹ کے بعد ایک عورت میلے کپڑے پہنے بال بکھیرے کمرے میں داخل ہوئی اور ایک طرف کھڑی ہوگئی۔ کام ختم کرکے میں نے اسے اپنے پاس بلایا، صورت کچھ جانی بوجھی معلوم ہوئی۔ اب غور سے دیکھتی ہوں تو میرے منہ سے حیرت کی چیخ نکل گئی "ہائیں تارہ"

تارہ ہمارے اسکول کی سب سے زیادہ شوخ، خوش مزاج، خوش پوشاک اور ذہین اور آزاد خیال لڑکی تھی۔ چھ سال ہوئے اس نے ہمارے ہاں سے میٹرک اول نمبر پر پاس کیا تھا۔ اور اسی سال اس کی شادی ہوگئی تھی۔ اس کی شادی میں اسکول بھر کی اُستانیاں بلائی گئی تھیں۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر میرا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ "جی ہاں مس صاحب! تارہ! بدنصیب بدبخت تارہ!! آپ کے پاس یہ التجا لیکر آئی ہے کہ اُسے سر چھپانے کو جگہ اور کھانے کو ٹکڑا مل جائے۔ اس کے بدلے جو کام آپ سپرد کریں گی، خواہ وہ کام کتنا ہی ذلیل ہو۔ میں کرنے کو تیار ہوں"

"مگر تارہ کچھ کہو تو یہ تمہاری کیا حالت ہے؟"

"مس صاحب آپ کی بہت ہی مہربانی ہوگی اگر آپ مجھ بدنصیب کا حال نہ پوچھیں" اس کے لہجے میں اتنا درد اور ایسی التجا تھی کہ مجھے پھر کوئی سوال کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس نے مجھ سے منت کہا کہ آپ کسی پر میرا نام یا میرا حال نہ ظاہر کریں۔ میں نے عذرا کے نام سے اسے اسکول میں تیسری چوتھی جماعت کو انگریزی اور حساب سکھانے پر تیس روپے مہینے پر رکھ لیا

دو ڈھائی سال اسی طرح گذر گئے۔ عذرا بہت محنت سے اپنے فرائض انجام دیتی رہی۔ مگر بالکل خاموش اور رنجیدہ رہتی۔ اس عرصہ میں کسی نے اسے مسکراتے تک نہ دیکھا۔ اسکول میں جلسے، پارٹیاں اور ڈرامے ہوتے مگر وہ کسی میں بھی شرکت نہ کرتی اسکول میں کام کرنے کے وقت کے علاوہ تمام وقت اپنے کمرے کا دروازہ بند کئے اس میں پڑی رہتی تھی۔ اس کی طبیعت اتنی بدلی ہوئی تھی کہ مدت کی پرانی اُستانیاں جنھوں نے اسے بچپن سے پڑھایا تھا، تارہ کو نہ پہچان سکیں۔ ہاں یہ خیال سب کا تھا کہ عذرا کی صورت میں تارہ کی جھلک ہے۔

عرصے سے میں دیکھ رہی تھی کہ تارہ روز بروز دبلی اور سفید پڑتی جاتی ہے۔ میں نے کئی بار اس سے اصرار بھی کیا کہ چلو کسی ڈاکٹر کو دکھلا لاؤں مگر اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ میری صحت میں کوئی خاص خرابی نہیں۔ اس تمام عرصے میں نہ اس کے پاس نہ کوئی ملنے والا آیا نہ کوئی خط آیا۔ میں سخت حیران تھی کہ کیا بات ہے۔ مگر تارہ کے حالات مجھے کسی طرح معلوم نہ ہو سکے

کئی دن سے تارہ نظر نہیں آئی تھی پہلے تو میں نے کچھ خیال نہ کیا مگر جب کئی دن ہوگئے تو مجھے فکر پیدا ہوا۔ ایک لڑکی نے کہا کہ اُستانی عذرا تو پندرہ دن سے مدرسے نہیں آئیں۔ ان کی طبیعت خراب ہے

کام سے فارغ ہوکر میں تارہ کے کمرے میں گئی۔ بورڈنگ ہاؤس ہی کے ایک کونے میں تارہ کو ایک کمرہ اور غسل خانہ دیدیا گیا تھا۔

کمرے میں جاکر ایسا حسرت ناک منظر دیکھا کہ میرے آنسو نکل پڑے۔ تارہ ایک میلے سے بستر پر بال کھولے پڑی تھی کمرے

میں کسی قسم کا آرائش یا آرام کا سامان نہ تھا۔ ایک طرف ایک پرانا ٹرنک رکھا تھا۔ ایک کونے میں چند کتابیں بے ترتیبی سے پڑی تھیں، پلنگ کے پائیں ایک کموڈ رکھا تھا اور تارہ ایک تصویر پر جو اس کے ہاتھ میں تھی، نظر جمائے پڑی تھی۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔

"میں نے جا کر اس کا ہاتھ جو آگ کی طرح جل رہا تھا، اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اس کے چہرے اور ہاتھ پاؤں پر ورم تھا اور جسم بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا۔ تارہ نے مجھے دیکھ کر اُٹھنے کی کوشش کی مگر میں نے اسے سہارا دے کر لٹا دیا اور باوجود اسکے منع کرنے کے ڈاکٹر کو پرچہ لکھ کر بھیجا۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر روز آ گئیں۔ انھوں نے خوب اچھی طرح دیکھا بھالا۔ جب وہ معائنہ کر چکی تو تارہ نے ہنس کر پوچھا "ڈاکٹر کتنے دن میں میری مصیبت ختم ہو جائے گی؟" ڈاکٹر اس قدر متاثر تھی کہ کچھ جواب نہ دے سکی میرا ہاتھ پکڑ کر باہر لائی اور کہا "اس لیڈی کا اب علاج کرنا بالکل فضول ہے۔ دو ڈھائی سال سے یہ دق میں مبتلا ہیں اور اب تو مرض اپنی انتہائی حد تک پہنچ چکا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے مرض کی طرف بالکل توجہ نہیں کی۔ اس کے قویٰ بہت مضبوط ہیں جو یہ اتنے عرصے تک بے علاج کے بھی زندہ رہیں اور کوئی اس بیماری کو اتنے دن برداشت نہیں کر سکتا تھا مگر اب کوئی کوشش کارگر نہیں ہو سکتی۔"

مجھے اب بھی کچھ امید تھی میں نے سول سرجن کو بلا کر دکھایا مگر اس نے بھی وہی کہا جو ڈاکٹر روز نے کہا تھا۔

ایسے مریض کو بورڈنگ ہاوس میں رکھنا قاعدے کے خلاف تھا میں تارہ کو اپنی کوٹھی میں لے آئی ایک عورت اس کا کام کاج کرنے کو رکھی اس کو دوا غذا سب اپنے ہاتھ سے دیتی تھی اور اسکول کے کام سے جو وقت بچتا وہ سب تارہ کی تیمارداری میں صرف کرتی تھی مگر اسے کوئی افاقہ نہ معلوم ہوتا تھا حالت روز بروز گرتی ہی جاتی تھی مجھے اس دکھیا پر اتنا رحم آتا تھا، اس کی تکلیف پر اتنا دل دُکھتا تھا گویا وہ میری بہن یا بیٹی ہے۔ وہ میری محبت سے بہت متاثر ہوتی تھی۔ اکثر میرا ہاتھ لے کر اپنی آنکھوں سے لگا لیتی اور اسے گرم گرم آنسوؤں سے تر کر دیتی۔ "مس صاحب اس بدنصیب پر اتنی شفقت؟" اس کے اس فقرے میں تشکر کی ایک دنیا پنہاں ہوتی تھی۔

ایک دن اس نے ایک پرچہ میرے ہاتھ میں دیا۔ جس پر کسی شخص کا بمبئی کا پتہ لکھا تھا۔ اس پتہ پر یہ پرچہ بھیج دیجئے، پرچہ پر صرف یہ شعر لکھا تھا۔

اک وہم سی رہی ہے اپنی نمود تن میں
آتے ہو اب تو آؤ، پھر ہم میں کیا رہے گا۔

میں نے وہ خط ڈاک میں ڈلوا دیا۔

کئی دن گزر گئے۔ تارہ ایک روز مجھ سے کہنے لگی کہ مس صاحب آپ کہیں تو آپ کو اپنا قصہ سناؤں۔ میں تو خدا سے چاہتی تھی مگر اس کی کمزوری سے ڈر لگتا تھا۔ میں نے کہا تارہ ایسا نہ ہو کہ پرانی باتوں کو دہرانے سے تمہاری صحت پر برا اثر پڑے۔ عجیب حسرت ناک ہنسی ہنس کر بولی "پرانی باتیں تو ہر وقت دماغ میں رہتی ہیں۔ شاید آپ کو سُنا کر مجھے کچھ سکون ہو،" میں اس کے اصرار سے مجبور ہو گئی۔

یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ میرے والدین اچھی حیثیت کے آزاد خیال لوگوں میں تھے۔ میں انکی اکلوتی لڑکی تھی بچپن سے انھوں نے مجھے انتہائی ناز و نعم میں پرورش کیا اور مجھ میں خود رائی اور غرور بڑھتا رہا۔

اسکول میں داخل ہونے کے بعد میں اور بھی زیادہ آزاد ہو گئی۔ عمدہ سے عمدہ لباس پہنتی۔ حد سے زیادہ سنگار

آرائش کرتی رہی۔ رفتہ رفتہ پردہ بھی چھوڑ دیا۔ اکیلی خرید و فروخت کرتی۔ پارٹیوں جلسوں میں جاتی۔ تھیٹر اور سینما دیکھتی۔ اگر کبھی اماں جان اس پر اعتراض کرتیں تو ابا جان ان کو ڈانٹ دیتے۔ "اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ لڑکیاں پنجروں میں قید رکھی جائیں تارہ تمہاری طرح جاہل نہیں ہے۔ میں اس کی سیر و تفریح یا سنگھار میں کوئی عیب نہیں سمجھتا"

اگر ہماری کوئی رشتہ دار یا ملنے والی اماں جان سے کہتیں۔ "بہن لڑکی کو گھر کے کام کاج میں بھی تو لگاؤ۔ آخر صرف اسکول ہی کی تعلیم ہی تو کام نہیں آئے گی، کچھ گھر داری بھی تو سیکھنی ضروری ہے" اماں جان ناک بھوں چڑھا کر کہتی، "بہن اسے اسکول کا کام ہی کیا کم ہے رات کو بارہ بارہ بجے تک تو پڑھتی ہی رہتی ہے۔ گانا الگ سیکھتی ہے اکثر کھیل کی ٹیموں کے ساتھ شہر کے باہر بھی جانا پڑتا ہے، پھر جلسے پارٹیاں ہوتی ہیں۔ تقریریں کرتی ہے۔ اس بچاری کو تو سر کھجانے کی فرصت نہیں ملتی۔ رہی گھر داری تو بہن جب پڑے گا تو سب کچھ آجائے گا۔ ساری عمر گھر داری ہی کی مصیبت بھرنی ہے کیا ضرور ہے کہ ابھی سے اُسے اس جھگڑے میں جوت دوں اور ویسے تو اسکول میں ہر قسم کے مضمون وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں ان میں گھر داری کے متعلق باتیں بھی بتائی جاتی ہیں"

مس صاحب آپ سمجھ سکتی ہیں کہ ان باتوں کا مجھ پر کیا اثر پڑتا ہوگا۔ میں روز بروز زیادہ آزاد اور گھر سے زیادہ سے زیادہ لاپرواہ ہوتی گئی۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں تھی کہ میرے شاہانہ اخراجات نے ابا کو کس قدر مقروض کر رکھا ہے۔ مجھے اس کا خیال نہ تھا کہ میری بوڑھی ماں کس مشکل سے گھر کا کام کاج انجام دیتی ہے مجھے تو صرف اپنے بناؤ سنگار اور سیر و تفریح سے مطلب تھا۔ اسکول میں سب سے ہوشیار ہونے نے اور میرے دماغ کو خراب کر دیا تھا کہ میں جو کچھ بھی کرتی ہوں ٹھیک ہے کیونکہ میں اپنے آپ کو بہت عقلمند سمجھتی تھی۔

جس سال میں دسویں میں پڑھ رہی تھی ایک پارٹی میں میری ملاقات ایک نوجوان لطیفی سے ہوئی رفتہ رفتہ ہمارے تعلقات بڑھتے گئے۔ ایک روز اس نے مجھ سے شادی کی درخواست کی جو میں نے فوراً قبول کر لی۔

جب میں نے اس بات کا ذکر گھر میں کیا تو عمر بھر میں پہلی مرتبہ ابا کو مجھ پر غصہ آیا مگر اماں نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کر دیا کہ آپ نے اسے جو آزادی دی تھی اس کا یہی نتیجہ ہونا تھا۔ یہی شکر کیجئے کہ اس سے بدتر نتیجہ نہیں نکلا۔ بہتر یہ ہے کہ فوراً شادی کر دیجئے۔

چنانچہ میٹرک پاس کرنے کے بعد ہماری شادی ہوگئی اور اسی دن ہم ہنی مون منانے مسوری روانہ ہوگئے۔ اس کے بعد لطیفی مجھے بمبئی میں لے آیا جہاں دو سو روپیہ ماہوار پر نوکر تھا اور اس پر بمبئی جیسے شہر کا خرچ۔ میں حیران تھی کہ میرے اخراجات کیسے پورے ہوں گے مگر چپ تھی کیونکہ سب کیا دھرا اپنا ہی تھا یہ بھی نہ کر سکتی تھی کہ ماں باپ پر الزام دے کر دل ٹھنڈا کر لوں۔ خیر وہاں جا کر لطیفی نے ایک لڑکا نوکر رکھا اور پچیس روپے مہینے پر ایک بہت چھوٹا سا مکان کرایہ پر لیا۔ میں شروع میں تو بیحد گھبراتی رہی مگر لطیفی کی محبت میں سب برداشت کرنا پڑا۔ وہ دفتر سے آکر لڑکے کی مدد سے کچھ پکا لیتا اور بازار سے ڈبل روٹیاں لے آتا اور ہم لوگ ہنسی خوشی کھا لیتے۔ مجھے ذرا بھی اس کا احساس نہ ہوتا کہ تمام دن دفتر میں محنت کرنے کے بعد لطیفی کو گھر کا کام کاج کرنے سے کتنی کوفت ہوتی ہوگی۔

ایک روز ملازم لڑکا بیمار ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔ لطیفی دفتر سے واپس آئے تو سب کام جوں کا توں پڑا تھا۔ اس نے کہا آؤ تارہ ہم تم چل کر برتن دھو لیں۔ آج ملازم نہیں آیا۔ میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ لطیفی تم جانتے ہو مجھے برتن

ورتن دھونے نہیں آتے۔ سچ کہتی ہوں میں نے تو کبھی یہ کام کئے ہی نہیں۔ اس نے ایک عجیب سی نگاہ مجھ پر ڈالی اور باورچی خانے میں جا کر خود برتن دھوئے۔ آلو پکائے بازار جا کر ڈبل روٹیاں لائے اور مجھے کھانے کو بلایا۔ میں نے اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور خوب ہنسی خوشی کھانا کھایا۔

ایک دن لطیفی نے مجھ سے ذرا سختی سے کہا۔ تارہ اب ہمیں چاہئے کہ رومان کی دنیا سے حقیقت کی دنیا میں آئیں۔ آخر اس طرح کب تک گزارہ ہوگا؟ میں دن بھر دفتر میں سر کھپاؤں اور پھر گھر آ کر کھانا پکاؤں، صفائی ستھرائی کروں۔ تم کچھ کام تو کرو محض کھیل اور تفریح ہی کے لئے انسان پیدا نہیں ہوا۔ اس کے کچھ فرائض بھی تو ہوتے ہیں۔

چھ مہینے کی مدت میں پہلی دفعہ لطیفی نے مجھ سے یہ ایسی گفتگو کی تھی جو مجھے بہت بُری معلوم ہوئی۔ میں سمجھتی تھی کہ میں محض اس کی وجہ سے اس ناداری کی حالت میں زندگی بسر کر رہی ہوں۔ نہ عمدہ لباس کے لئے ضد کرتی ہوں نہ اچھا کھانا مانگتی ہوں نہ نئے نئے زیور پہننے کی خواہش کرتی ہوں۔ جو مل جائے صبر و شکر کر کے کھا لیتی ہوں۔ پھر بھی لطیفی میرا شکر گزار نہیں بلکہ چاہتا ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے وہ سب کام کروں جو ذلیل عورتیں کرتی ہیں۔ اسے میری موجودہ حالت کا بھی خیال نہیں یہ سوچتے سوچتے بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ لطیفی نے مجھے روتے دیکھا تو بے چین ہو گیا۔ بولا میری تارہ تم خفا ہو میں تمہیں رنج پہنچانا نہیں چاہتا۔ میرا مطلب تو یہ تھا کہ تم گھر کی طرف بھی تھوڑی بہت توجہ کیا کرو۔

میں یہ سن کر اور بھی ہچکیاں لینے لگی۔ تمہیں میری حالت کا ذرا احساس نہیں کہ میں کس مصیبت میں گرفتار ہوں۔ کام کاج کیا خاک کروں مجھے تو چلنا پھرنا تک دشوار ہے کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ تمہیں گھر کی فکر ہے میری نہیں۔

اس نے چند منٹ میرا مطلب سمجھنے کی کوشش کی اور جب وہ سمجھ گیا کہ میں کچھ عرصے بعد ماں بننے والی ہوں تو بیحد خوش ہوا طرح طرح سے میرا دل بہلانے لگا اور مجھ سے اپنے پچھلے الفاظ کے لئے معافی مانگی۔

اس کے بعد تو میں نے بالکل ہی کام کرنا چھوڑ دیا۔ خوب سیر کرتی۔ دوستوں کے ہاں جاتی۔ لطیفی بھی اکثر میرے ساتھ ہوتا۔ اور میری ہر خواہش پوری کرتا۔

اس واقعہ کے چار مہینے کے بعد میرے ایک خوبصورت و تندرست لڑکا پیدا ہوا۔ میری ماں اور خالہ میرے پاس آ گئیں وہ بہت سے کپڑے میرے اور میرے بچے کے لئے اور قسم قسم کے کھلونے اور تحفے لائیں تھیں۔ میرے اور لطیفی کے دوستوں نے بھی بہت سی خوبصورت چیزیں بچے کے لئے بھیجیں۔ میرے دوست میرے لئے روز پھول بھیجا کرتے۔ اماں ہر وقت منہ ہی دیکھتی رہتیں۔ احباب مزاج پرسی کو آتے اور لطیفی کی محبت پہلے سے زیادہ ہو گئی۔ ان سب باتوں سے میں نے خیال کیا کہ بچہ واقعی خدا کی رحمت ہے۔

مگر یہ خوش گوار زمانہ جلد ہی ختم ہو گیا۔ اماں واپس چلی گئیں لوگ اس نئے واقعہ کو بھول بھال گئے اور اب مجھ پر بچے کی پرورش کی نئی مصیبت نازل ہو گئی۔ ملازم لڑکا نکل گیا تھا اس کی جگہ ایک عورت نوکر رکھی گئی تھی۔ جو صبح شام آ کر جھاڑو بہارو دیدیتی برتن دھو جاتی اور روٹی پکا دیتی تھی۔ سالن ترکاری یا تو لطیفی دفتر سے آ کر خود پکا لیتا یا کبھی کبھار میں پکا لیتی مگر وہ اتنا بدمزہ ہوتا تھا۔ کہ خود مجھ سے بھی نہ کھایا جاتا پھر بھی میں یہی سمجھتی کہ میں نے لطیفی پر بڑا احسان کیا ہے۔

دو سال بعد میرے ایک اور لڑکا پیدا ہوا۔ گویا مجھ پر ایک اور مصیبت آ پڑی اتنی حیثیت نہ تھی کہ صرف بچوں کے لئے نوکر رکھیں اور مجھ سے کام ہوتا نہ تھا اور جو کام سخت مجبوری کی حالت میں کرنے پڑتے وہ رو رو کر کرتی تھی اور ہر وقت اپنی

قسمت کو کوستی تھی۔ اس زمانے میں لطیفی بہت پریشان رہنے لگا تھا۔ اکثر مجھ سے اُلجھتا کہ تم بہت فضول خرچ ہو۔ کپڑے درزی سے کیوں سلواتی ہو؟ خود سینے کیا ہاتھ گھستے ہیں؟ اگر کبھی میں بازار سے کھانا منگا لیتی تو اس پر بگڑتا۔ اس کی یہ باتیں تیر کی طرح میرے دل پر لگتیں۔ ہنی مون کے رومانی دن یاد آجاتے اور میں زار و قطار رونے لگتی۔ مگر لطیفی میرے آنسو نہ دیکھ سکتا تھا وہ فوراً مجھے منا لیتا۔

میرا اس پنجرے سے گھر میں بڑا دل گھبراتا تھا۔ جب دل پریشان ہوتا تو میں بچوں کو کمرے میں بٹھا کر ان کے آگے کھیل کھلونے ڈال دیتی اور آگے سے قفل لگا کر اپنے کسی دوست سے ملنے یا کچھ خرید و فروخت کرنے نکل جاتی اس پر بھی لطیفی مجھ سے لڑتا تھا کہ تمہیں بچوں کی ذرا محبت اور پرواہ نہیں کیسی ماں ہو کہ اتنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو تنہا چھوڑ کر چلی جاتی ہو میں نے ایسی ماں ہی نہیں دیکھی۔

مجھے اس کی ناانصافی پر غصہ آجاتا۔ آخر میں چوبیس گھنٹے تو اس دڑبے میں بند نہیں رہ سکتی۔ اور جانی بھی کسی ضرورت ہی سے ہوں۔ بچوں کے لئے یا اپنے لئے کوئی چیز کوئی کھیل یا کوئی کھانے کی چیز منگانی ہو تو کسے بلاؤں؟

لطیفی کہتا تارہ میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔ اتنے چھوٹے بچوں کو تنہا چھوڑنا خطرناک ہے تمہیں ایک دن پچھتانا پڑیگا میں اس کی یہ باتیں سُن کر منہ پھلا لیتی، کھانا نہ کھاتی مگر اس کی نصیحت کا اثر نہ لیتی تھی۔ میں سمجھتی تھی کہ لطیفی محض مجھے پریشان کرنے کو ایسی باتیں کرتا ہے بات یہ تھی کہ میں نے بچپن سے اب تک کسی کا کہنا ماننا سیکھا ہی نہ تھا اسی طرح مجھ میں اور لطیفی میں کشیدگی بڑھتی رہی وہ اکثر مجھے سمجھاتا مگر نہ جانے میری سمجھ پر کیسے پردے پڑے ہوئے تھے کہ میں اُلٹی اس سے لڑنے لگتی تھی۔

ایک دن میری دوست نے مجھے سینما جانے کی دعوت دی۔ فلم بہت اچھا تھا۔ اور میں کئی مرتبہ لطیفی سے اصرار کر چکی تھی کہ مجھے یہ فلم دکھلاؤ مگر اس نے ٹال دیا کہ میں بہت مقروض ہوں میرے پاس سینما دیکھنے کے لئے پیسے نہیں ہیں۔ اب ایسے اچھے موقع کو میں کیسے چھوڑ دیتی۔ اگرچہ کئی گھنٹے بچوں کو اکیلا چھوڑنے کے خیال سے میں کچھ پریشان بھی ہوئی مگر آخر کار فلم کا شوق غالب آیا۔ میں نے دونوں بچوں کو دودھ پلایا اور چلنے لگی۔ بڑا لڑکا جواب پانچ سال کا تھا ساتھ چلنے کی ضد کرنے لگا۔ پہلے تو میں نے اسے سمجھایا کہ چھوٹا بھائی اکیلا رہے گا مگر جب وہ نہ مانا تو میں نے اسے ڈانٹا اور قفل لگا کر روانہ ہوگئی۔ مگر سینما جا کر مجھے بالکل لطف نہ آیا بچوں کا خیال پریشان کر رہا تھا آخر ادھورا تماشہ چھوڑ کر باہر آئی بازار سے بچوں کے لئے کچھ کھلونے لئے اور جلد جلد گھر کو چلی۔

گھر کے قریب پہنچی تو شور و غل کی آوازوں نے مجھے پریشان کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ میرے گھر کے سامنے کھڑے ہیں اور اندر سے چیخوں کی آوازیں آرہی ہیں۔ اسی وقت لطیفی بھی گھبرایا ہوا آیا اور بولا ہیں؟ کہاں تھیں تم! بچے اندر بند ہیں؟ کب سے بند ہیں؟ ہائے مرے بچے دجانے انھیں کیا ہوگیا۔ جو منظر میں نے دیکھا خدا کسی ماں کو نہ دکھائے میرا چھوٹا بچہ جھلسا ہوا مردے کی طرح زمین پر پڑا تھا اور بڑے کے کپڑوں سے شعلے نکل رہے تھے اور وہ بھیانک آواز سے چیخ رہا تھا میں پاگلوں کی طرح اس کی طرف بڑھی مگر پھر لڑکھڑائے اور پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔

جب ہوش آیا تو میں ہوٹل کے ایک کمرے میں پڑی تھی گھنٹوں میرے حواس درست نہ ہوئے مگر رفتہ رفتہ واقعات یاد آنے لگے میں نے بال نوچ ڈالے اور گریبان پھاڑ کر پاگلوں کی طرح چیخنے لگی۔ کئی آدمی اندر آئے جنھوں نے مجھے

سمجھایا اور شاید کوئی دوا بھی پلائی جب میں کچھ سنبھلی اور اُن سے پوچھا کہ میں یہاں کیسے آئی تو مالک ہوٹل نے میرے ہاتھ میں ایک پرچہ دیکر کہا ایک شخص آپ کو یہاں لایا تھا اس نے ہفتہ بھر کا ہوٹل کا بل ادا کر دیا ہے اور یہ پرچہ آپ کو دینے کو کہا تھا، پرچہ میں لکھا تھا۔

تارہ - اب مجھ میں برداشت کی طاقت نہیں۔ تمہارے پھوہڑپن اور فضول خرچی نے مجھے اتنا قرضدار کر دیا ہے کہ بہت ممکن ہے جیل کی ہوا کھانی پڑے فکر اور محنت نے میری صحت برباد کر دی مگر تم نے اس کی بھی پرواہ نہ کی اور آخر میں تمہاری حماقت اور بے پرواہی نے میرے بچوں کی جان لی میں ایسی ڈائن کو اپنے گھر میں جگہ نہیں دے سکتا

میرے والدین کا انتقال ہو چکا تھا - وہ بھی میری فضول خرچیوں کی بدولت سب جائداد برباد کر چکے تھے - اب میرا دنیا میں کہیں ٹھکانا نہ تھا ہر وقت روتی اور سوچتی مگر کچھ سمجھ میں نہ آتا - ایک دن ہوٹل والے نے نکال دیا - میں گرتی پڑتی اسٹیشن پر پہنچی اور وہاں سے کسی نہ کسی طرح آپ کے پاس آئی -

میں صاحب خودکشی حرام نہ ہوتی تو میں اپنا خاتمہ کر لیتی کون اندازہ کر سکتا ہے کہ اس ڈھائی سال کے عرصے میں میں نے کس قدر کرب اُٹھایا کیسی تکلیف دہ زندگی بسر کی - میرے بچوں کی صورتیں ہر وقت میری آنکھوں میں رہتی - سوتی ہوں تو خواب میں بچے کہتے ہیں ماں تو نے ہماری جان لی - تو ماں نہیں ڈائن ہے -

میں نے اپنی زندگی برباد کی "لطیفی" کی زندگی خراب کی، بچوں کی جان لی، اور یہ سب میرے ماں باپ کی بدولت ہوا آہ .... میرے بچے ..... آہ ..... آہ .....''

اس دُکھیا نے اپنی کہانی ختم کر کے آنکھیں بند کر لیں میں نے جُھک کر دیکھا تو بے ہوش تھی بڑی کوششوں سے میں اسے ہوش میں لائی۔ تھوڑی دیر وہ خاموش پڑی رہی یکایک اس نے دروازے کی طرف دیکھا - اس کی آنکھیں پوری پوری کھل گئیں۔ چہرے پر تازگی آ گئی میں نے حیرت سے مڑ کر دیکھا تو ایک تیس پینتیس سالہ شخص ایک آٹھ سال کے بچے کا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا۔ تارہ نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور دو لفظ اس کے منہ سے نکلے " میرا بچہ .... میرا لطیفی" اور تکیئے پر گر پڑی۔ ہم تینوں ایک ساتھ اس کی طرف دوڑے مگر اس بدنصیب کی شمع حیات گل ہو چکی تھی چراغ میں تیل پہلے ہی ختم ہو چکا تھا اب ہوا کے ایک تیز جھونکے نے اسے بالکل بجھا دیا - تارہ کے مُردہ چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

مسز صالحہ عابد حسین دہلی

مسلمان اور قومیت

دنیا میں جب کبھی اور جہاں کہیں انسان نے ترقی کی قوم بنکر ہی کی مثل مشہور ہے کہ اکیلا نہ روتا بھلا نہ ہنستا۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں　　موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

جو افراد جس قدر زیادہ آپس میں مربوط اور مخلص ہونگے اسیقدر زیادہ وہ قوم مضبوط اور مستحکم اور اعلیٰ ہوگی جو ایسے افراد سے بنے گی۔ دُنیا میں جتنی قومیں ہو گذریں یا اس وقت موجود ہیں انکی حیات کا دارومدار اسی ربط افراد پر ہے۔ خواہ وہ ربط مذہب نے پیدا کیا ہو یا انسانی دماغ کے مجوزہ تہذیب و تمدن اور قوانین نے پیدا کر دیا ہو۔ ربط باہمی کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ اس کی بنا درستیٔ اخلاق پر ہو اور یہ صحیح راستہ اور تعمیری ہے۔ دوم وہ کہ جس کی بنا مخالفت اور خوف پر ہو اور یہ غلط راستہ اور تخریبی ہے آج دنیا میں قومیت کی بنا عام طور پر قسم دوم پر ہے۔ ہنود نے مسلمانوں کو ہوّا بنا کر سنگٹھن قائم کیا۔ انگریزوں جرمنوں اطالیوں۔ فرانسیسیوں وغیرہ کی قومیت کا دارومدار آپس کی رقابت پر ہے۔

اسلام کے تحت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قوم بنائی اور جس کے شرکا، یا ممبروں یا افراد کا نام کانگرسی۔ اتحادی احراری۔ لیگی۔ حنفی۔ شافعی۔ حنبلی۔ مالکی۔ شیعہ سُنی اہلحدیث نہیں بلکہ مُسلم رکھا اس کی بنا قسم اول پر تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس قوم مسلم نے تیئس ۲۳ برس کی قلیل مدت میں وہ ترقی کی کہ دنیا محو حیرت ہوگئی اور باوجود جملہ سامان عیش و مسرت کے جو اس زمانہ میں تھے ان کو ان فاقہ مستوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ انکا اخلاق انکا ربط باہمی محرک ہمت و استقلال تھا اولوالعزمی انکی امتیازی علامت تھی۔ ہمدردی اور خیر خواہی اور خدمت حقیقی سے وہ دلوں کو مسخر کر لیتے تھے۔ انکی جدوجہد کافروں اور مشرکوں کے خلاف نہ تھی بلکہ کفر و شرک کے خلاف تھی۔ کالے اور گورے سب یکساں تھے۔ انکے دماغ عداوتوں اور مخالفتوں کی تدابیر میں اپنی قوتوں کو ضائع نہ کرتے تھے ان کو اپنی قوم کی قوت استحکام کی فکر تھی اور تبلیغ اس کا ذریعہ وہ قومی مفاد پر سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے انھوں نے اپنی زبان اپنا لباس اپنا تمدن اپنی تہذیب اپنے کلچر کی تبلیغ کی اور حدود جغرافیائی سے آزاد (یونیورسل برادرہڈ) انوۃ دنیا کی ایسی بنیاد قائم کی کہ جس پہلو سے دیکھو (خواہ دینی ہو۔ اخلاقی ہو۔ تمدنی ہو۔ تہذیبی ہو۔ اقتصادی ہو۔ اجتماعی ہو۔ سیاسی ہو۔ انفرادی ہو۔ معاشرتی ہو) وہ مسلم تھے۔ ہر چیز میں یگانگت اور ہمرنگی تھی۔ جاؤ افریقہ میں مصر ٹیونس الجزائر اور مراقش کے دیہات میں دیکھو۔ فلسطین شام اور حجاز میں دیکھو عراق اور شرق اردن میں دیکھو عربی زبان (گو وہ اب بگڑ گئی ہے) اور عربی لباس کی ہم آہنگی اب بھی نظر آ رہی ہے ایران کے دیہاتی کے لباس پر نظر ڈالو تو دیکھو گے کہ ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے۔

قوموں میں امتیاز انہی باتوں سے ہوتا ہے ورنہ انسان ہوتے ہیں سب یکساں فرق تمدن و تہذیب و کلچر ہی سے پتہ

ظاہر ہوا کرتا ہے کہ اس کی قومیت کیا ہے۔

مسلمانان حاضرہ کے پاس نہ اسلامی زبان باقی رہی نہ وہ لباس نہ صورت نہ شکل نہ سیرت نہ دین نہ سیاست نہ اقتصاد نہ تمدن نہ تہذیب نہ کلچر نہ تعلیم نہ معاشرت نہ اخلاق کوئی ان باتوں پر یورپ کا دلدادہ بنکر کالا گورا بن رہا ہے۔ کسی کو شوق شانتی دیوی بننے کا ہے۔ مسلمانوں کے زنانہ مدرسہ میں امور خانہ داری یعنی معاشرت و کلچر کی تعلیم میم صاحب کے اختیار میں ہے۔ کمیٹی کے مدرسوں میں اس کا نصاب ہندوانی ہے۔

یہ وجہ ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعی خصوصیات دن بدن فنا ہو کر قومیت کا شیرازہ بکھرتا جارہا ہے کیونکہ کوئی امتیازی نشان ایسا باقی نہیں رہا کہ جس کو دیکھکر معلوم ہو سکے کہ یہ مسلمان ہیں جب تک اپنی زبان سے اس کا اظہار نہ ہو۔ ہماری ہمسایہ قوم جس نے علم نفسیات کا بغور مطالعہ کیا ہے اس نتیجہ پر پہنچ گئی ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت مساعد ہے کہ اپنی زبان و کلچر کو پھیلا کر رفتہ رفتہ مسلمانوں کو جذب کرلیا جائے۔

ہر انسان زبان، تمدن، تہذیب، وغیرہ کے لئے مجبور ہے اور جب وہ اپنا طریق ترک کرے گا تو کوئی نہ کوئی تو اس کو اختیار کرنا پڑے گا اور وہ ادھر جائے گا جدھر دل رغبت کرے۔ پس وہ اپنی قومی روایات سے جب تک متنفر نہ ہوگا دوسری قوم کی باتوں کو اختیار نہ کرے گا یہی تنفر اور یہی رغبت ایک قوم کی ہلاکت اور دوسری کی مدد اور استحکام کا سبب رہے۔ لیکن افسوس مسلمانوں میں اس نفسیاتی مسئلہ کو کوئی سمجھنے والا بھی نہیں۔

اسلام نے قوم کے استحکام کے لئے عقائد۔ عبادات اور اعمال خود مقرر کردیے تاکہ تنوع خیالات باعث انتشار نہ ہو اور قومیت میں رخنہ نہ پڑے مگر ہم نے ہر چیز میں اختلاف پیدا کرلیا ہے۔ قرآن کریم شریعت ہے قانون ہے جس پر ہمکو عمل کرنا ہے خواہ کوئی حکم ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آتے اور احادیث صحیح طریقت ہے جو ہمکو بتاتی ہے شریعت پر اس طرح سے عمل کرو یہی معنی تکمل کے ہیں کہ شریعت مع طریقت اسلام کو مکمل کر کے انسانی تخیل کی بلند پروازیوں سے بالا بنا کر سب کے اتحاد و اتفاق کی بنیاد قائم کرتی اور ایک مستحکم و مضبوط قوم بناتی ہے۔

مسلمان اس سبق کو بھول گئے۔ اور ان کی پستی وادبار تنزل اور بے بسی سب کچھ اسی بھول کا نتیجہ ہے محترم بہنو! اللہ تعالےٰ نے تمہارے پاؤں کے نیچے جنت رکھی ہے۔ تمکو قوم کا بنانے والا بنایا۔ تمہارا بطن قوم کا پہلا مدرسہ ہے تمہاری گود پہلی تربیت گاہ ہے۔ تمہارا گھر پہلی تعلیم گاہ ہے۔ اپنے فرض کو سمجھو۔ مسلم بنو۔ مسلم تمدن مسلم تہذیب مسلم معاشرت مسلم اعمال سے آراستہ ہو تاکہ تمہاری گودوں میں ایک مضبوط مخلص اور حقیقی مسلم قوم تیار ہو یہ تمہارے اختیار میں ہے کہ تم اسلام اور شعایر و روایات اسلامی کو زندہ کردو یا یورپ کی تہذیب اور ہندو کلچر میں محو کردو۔

محمد عبد الغفار الحیزی

ترکاریاں

لاکھ پیسے خرچ کئے جائیں لیکن جو بات تازہ ٹوٹی ہوئی ترکاریوں میں ہے وہ بھلا بازار میں رکھی ہوئی ترکاریوں میں کہاں ساگ بہت نازک چیز ہے لیکن دوکان دار پانی چھڑک چھڑک کر کئی کئی دن تک اس کو فروخت کرتے ہیں۔ اور ضرورت مند پیسے کے دو پیسے دے کر خریدتے ہیں۔ اگر اپنے مکان میں زمین نکل سکتی ہے تو کئی چیزیں ہم خود مہیا کر سکتے ہیں۔ زمین کا ایک قطعہ علیحدہ کر کے تین تین گز لمبی دو دو گز چوکی کیاریاں بنوالیں۔ زمین کو ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ کھدوا کر کنکر اور اینٹیں نکال دیں۔ کھدی ہوئی مٹی میں فی کیاری ایک ایک ٹوکری کے حساب سے کھاد ملا دیں۔ اب جو چیزیں بونی مقصود ہوں اُن کے بیج کم مقدار میں پوری کیاری میں چھڑک کر اوپر سے تھوڑی کھاد اور مٹی ڈلوا دیں۔ پانی ہلکا ہلکا چھڑک دیں۔ زیادہ پانی ڈالنے سے بیج اوپر تیر کر آجائیں گے ترئی۔ لوکی۔ لوبھئے وغیرہ کی بیلیں ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کو ایک طرف بو کر بانسوں کا کٹھل بنوا دیا جائے۔ بھنڈی ٹماٹر۔ مٹر کی پھلیوں۔ گوبھی کے پیڑ ہوتے ہیں۔ (گوبھی میں کھاد زیادہ ڈالی جاتی ہے) اروباں۔ ادرک۔ آلو۔ یہ چیزیں زمین میں ہی پھیلتی ہیں۔ ادرک تو خوب بڑھتی ہے۔ اس کے چھتے کے چھتے زمین کے اندر ہی اندر ہو جاتے ہیں۔ اردیوں کے پتوں کے کباب خوب بنتے ہیں۔ تلنے میں بھی اچھے رہتے ہیں۔ ہر قسم کے ساگوں کے بیج ڈال دیئے جائیں تو ہر وقت تازہ ساگ مل سکتا ہے۔ لال مرچوں کے بیج بو دیتے جائیں تو کلے پھوٹ کر خاصے بڑے پیڑ ہو جاتے ہیں۔ جس وقت ہری مرچوں کی ضرورت ہو توڑ سکتے ہیں۔ پودینہ برسات میں بہت زیادتی سے ہوتا ہے۔ پودینہ کی ایک ٹہنی اگا دی جائے تو تو اس کی جڑیں جب تک زمین میں رہیں گی اپنے موسم میں ہری ہو جائیں گی۔ ثابت دھنیوں کو ل کر دو دو ٹکڑے کر لیں اور ایک کیاری میں اس کو بھی چھڑک دیں۔ تیسرے دن ہرے دھنیئے کے کلے پھوٹ آئیں گے۔

بہت سے سالنوں میں اور خاص کر آلوؤں کو ہرا دھنیا خوش مزہ کر دیتا ہے۔ ایک پیسے کے دھنیئے میں ایک بڑی ہری بھری لہلہاتی ہوئی کیاری مل سکتی ہے۔ لیکن دھنیئے کی احتیاط کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ جب اس کے کلے پھوٹتے ہیں تو چڑیاں ان پر بری طرح گرتی ہیں۔ بڑی سے بڑی کیاری کو ایک ڈیڑھ گھنٹہ میں صاف کر جاتی ہیں۔ اس لئے ہرے دھنیئے کی کیاری پر جال لگوا دینا چاہئے۔ تاکہ چڑیاں اندر نہ جا سکیں۔

بہرحال اپنے گھر کی ترکاریاں جس قدر لذیذ اور خوش مزہ اور سستی ہو سکتی ہیں بازار میں زیادہ پیسے خرچ کرنے پر بھی نہیں مل سکتیں۔

آمنہ نازلی

ننھے بچّہ کی موت پر

ننھے بچّے اپنی ماں اور باپ سے منھ موڑ کر — جا رہا ہے آج کیوں اُلفت کے رشتے توڑ کر

گھر کو ویراں کر کے تُربت کس لئے آباد کی — راہ کیوں تجھ کو پسند آئی عدم آباد کی

یاد کیا جنّت کی دُنیا میں ستاتی تھی تجھے — یا وہاں اک حور ننھی سی بلاتی تھی تجھے؟

چھوڑ کر آغوشِ مادر چل دیا سوئے جناں — رو رہے ہیں یاد کر کے تجھ کو تیرے باپ ماں

غنچۂ معصوم آخر کس لئے کُمھلا گیا؟ — پھول سا چہرہ شگفتہ ہو کے کیوں مُرجھا گیا!

ماں کی جانب کیوں ٹُھمک کر دوڑ کر آتا نہیں — مُسکرا کر آج منھ سے پھول برساتا نہیں

امّاں امّاں کہہ کے تو ماں سے چمٹتا کیوں نہیں — ننھی باہیں ڈال کر گردن میں ہنستا کیوں نہیں

جاگ اُٹھ ننھے مسافر ماں تری بیتاب ہے — کھول آنکھیں کس لئے تو آج محوِ خواب ہے!

اس پسر مردہ کی حالت سخت عبرت خیز ہے — بات جو منھ سے نکلتی ہے الم انگیز ہے

ہے کبھی گریاں کبھی نالاں کبھی بے ہوش ہے — لال کی اپنے صدا ننھے ہمہ تن گوش ہے

اشک برساتی ہے پیہم آہ بھرتی ہے کبھی — ہاتھ رکھ کر دل پہ یوں فریاد کرتی ہے کبھی

دل کی بستی آج کچھ ویران آتی ہے نظر — اے خدا کیوں مجھ سے چھینا تو نے وہ لختِ جگر

لال دے میرا مجھے یارب! کہ دل صد چاک ہے — میں سراپا درد ہوں اور وہ میانِ خاک ہے

کاش اے ڈائن قضا کچھ رحم آجاتا تجھے — غنچۂ نوخیز تھا یہ کون سمجھاتا تجھے؟

تو نے دولت چھین لی میری مگر میں کیا کہوں — غم مجھے ایسا دیا ہے عمر بھر رویا کروں

سیدہ ثریا قدیر اکبر آبادی

نجاتِ ابدی

گفتگو میں سیدہ کا سرورِ کونین سے — آ گیا اک دن جو ذکرِ پرسشِ یوم النشور

یوں ہوئے گوہر فشاں لب ہائے محبوبِ خدا — "بھول کر کرنا نہ اے بیٹی کبھی اس پر غرور

ہوں رسول اللہ کی میں دخترِ عالی نسب — اس لئے ہو گی مری بخشش سرِ محشر ضرور"

فائدہ دے گی کسی صورت نہ یہ نسبت تجھے — کام آئیں گے ترے اعمال خالق کے حضور

ابو الاعجاز ازل از ایبٹ آباد

نزلہ زکام اور میرا تجربہ

محترمہ رفیعہ نازلی صاحبہ نے بزم عصمت ماہ نومبر ۱۹۳۶ء میں زکام کی شکایت بیان کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر ایک مختصر اور جامع مضمون جو عملی طور پر بہت کار آمد ہو لکھ کر ناظرین و ناظرات عصمت کی نذر کروں تو یہ موسم کے لحاظ سے بھی موزوں رہیگا اور اس سے بہتر ہوگا کہ بزم عصمت میں ایک دو سطری جواب لکھ دوں۔

نزلہ زکام اس قدر مشہور مرض ہے کہ دنیا کا ہر فرد بشر اس سے واقف ہے۔ بعض لوگ آئے دن اس میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں اور بعض دائم المریض ہوتے ہیں۔ یہ ایک تکلیف دہ مرض ہے۔ اور اگر بگڑ جاتے تو خدا جانے کیا کیا آفتیں برپا کرے۔ ناک کے علاوہ یہ مرض دوسرے اعضا میں بھی پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً آنکھ کان۔ دماغ۔ حلق۔ سینہ۔ معدہ۔ آنتیں۔ مثانہ وغیرہ۔ طبی کتابوں میں اس کے بہت سے اقسام معہ علامات و علاج درج ہیں۔ لیکن اس سے ایک طبیب ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ عصمت کے صفحوں کو طبی بھول بھلیاں بناؤں۔ بلکہ اس بات کا خیال رکھوں گی کہ عام ناظرین آسانی کے ساتھ اس کو ذہن نشین کرلیں اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ میں امید کرتی ہوں کہ اگر ان تدابیر پر جو میں اپنے تجربہ کی بنا پر لکھ رہی ہوں مریضوں نے عمل کیا تو خاطر خواہ نتائج حاصل ہوں گے۔ میں نے بہت غور و خوض کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے اور یہ تجربہ کیا ہے کہ عموماً نزلہ زکام چار طرح کا ہوتا ہے سب سے زیادہ کثیر الوقوع نزلہ جراثیمی قسم کا ہوتا ہے۔ نزلہ کے جراثیم منھ کے اندر حلق میں تالو میں اور ناک کے پچھلے حصہ میں پائے جاتے ہیں۔ ان کو بڑھنے دیا جائے تو بڑھتے بڑھتے حلق یا ناک کی اندرونی جھلی میں خراش پیدا کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے خون کی مائی رطوبت مترشح ہونے لگتی ہے۔ اسی کا نام نزلہ زکام ہے۔ جب یہ رطوبت باہر خارج ہونے لگتی ہے تو تکلیف کچھ کم ہوتی ہے۔ اور اگر اندر حلق میں گرتی رہے تو بہت تکلیف دیتی ہے۔ نزلہ کی یہ قسم مناسب تدابیر سے جلد صاف ہو جاتی ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو حلق ناک اور دماغی جھلیوں کی کمزوری سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ ہوا کے سرد جھونکے سے یا سخت سردی میں باہر نکلنے سے۔ یا سخت گرمی سے نزلہ کی شکایت ہو جایا کرتی ہے اس کا علاج مقوی حریرہ پینا ہے۔ تیسری قسم وہ ہے جو ضعف ہضم سے پیدا ہوتی ہے ایسی صورت میں جیسا کہ میں مختلف اعضا کے نزلوں میں اوپر بیان کر چکی ہوں معدہ میں پہلے ہی سے نزلی کیفیت ہوتی ہے اس کا اثر دماغ اور ناک اور حلق کی جھلیوں پر بھی پڑتا ہے۔ اس میں دونوں طرح کا علاج درکار ہے یعنی ضعف ہضم کے ساتھ ساتھ نزلہ کا علاج بھی ہونا چاہئے۔ لیکن چونکہ نزلہ کی دوائیں اکثر لعابی ہوتی ہیں اور لعاب دار چیز ہاضمہ کو کمزور کرتی ہے اس لئے ایسی حالت میں لعابی دوا کی اصلاح کے لئے ان میں دارچینی، سونف، لونگ وغیرہ شامل کر دیتے ہیں۔ چوتھی قسم بڑی سخت ہوتی ہے اور جو مریض ہمیشہ نزلہ میں کم و بیش مبتلا رہتے ہیں وہ اکثر اسی قسم کے نزلہ سے تکلیف اٹھاتے رہتے ہیں۔ دراصل یہ اصلی نزلہ نہیں ہوتا ہے بلکہ کسی دوسرے موروثی سخت امراض کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اگرچہ اس میں بھی نزلہ کے علاج سے کم و بیش فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن فرصت کبھی نہیں ہوتی۔ البتہ اصل مرض

کا پتہ لگایا جائے اور اُس کے علاج کو مقدم رکھا جائے تو اچھا فائدہ ہو سکتا ہے

پہلی قسم میں اگر ناک۔ منھ اور حلق کو روزانہ صاف کیا جائے تو اکثر نزلے سے نجات مل جاتی ہے اس کا طریقہ یہ ہے جو میرے تجربہ میں آیا ہے کہ دو سیر پانی کو جوش دیا جائے اس میں ایک تولہ نمک طعام ملا لیا جائے۔ نیم گرم رہنے پر اس سے اول ہاتھ کو صابن سے دھو کر انگلیوں کے ذریعہ حلق اور تالو کو خوب صاف کرتے جائیں یہ صفائی بار بار اس حد تک کریں کہ اُبکائی آنے لگے۔ اس کے بعد پھر ہاتھ کو صابن سے دھو کر پانی کو ناک میں چڑھائیں اور اُنگلی سے ناک صاف کریں پھر ناک میں پانی ڈالیں۔ غرض اسی طرح ایک وقت میں کئی بار کریں بہتر ہے کہ یہ عمل صبح و شام کھانا کھانے کے بعد کر لیا کریں۔ کیونکہ ویسے بھی تو ان دونوں اوقات میں منھ صاف کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس عمل کی خاطر دس پانچ منٹ اور سہی۔ مسواک سے دانتوں کی صفائی بھی کر لیا کریں تو زیادہ فائدہ ہوگا۔ منھ، حلق اور ناک کی صفائی سے نزلہ کے جراثیم کو وہاں پرورش پا کر بڑھنے اور خراش و زکام پیدا کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا اس لئے نزلہ زکام سے امن رہتا ہے۔ یہ عمل نہایت مجرب اور آزمودہ ہے۔ پہلے ہی دن سے فائدہ ظاہر ہوتا ہے اور کم و بیش نزلہ کی ہر قسم میں مفید ہو۔ دوسری قسم کا علاج اوپر تحریر کر دیا گیا ہے۔ تیسری قسم میں صبح و شام نزلہ کا جوشاندہ یا خیساندہ جسے دنیا جانتی ہے سرد موسم میں نیم گرم پینا چاہیے اور مرجان سوختہ ایک رتی جوارش جالینوس چھ ماشہ میں ملا کر روزانہ دونوں وقت کھانا کھانے کے بعد کھا لیا کریں اور اطریفل زمانی رات کو سوتے وقت شروع میں روزانہ اور بعد کو تیسرے چوتھے روز کچھ عرصہ کھاتے رہیں چوتھی قسم میں کسی ہوشیار طبیب سے رجوع کرنا بہتر ہے۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں۔ جاورہ

(صفحہ ۴۸۵ کا بقیہ) کو مڑوڑ کر توڑا جانے سے پانی کے زور سے بہنے کی آواز دبی ہوئی ہوا کو چھوڑنے سے مکان کے گرنے کی آواز آلۂ نشر الصوت کے سامنے دو تین اینٹیں گرانے سے توپوں کے سر ہونے کی آلہ کے سامنے پٹاخے چھوڑنے سے پیدا کی جاتی ہے۔ سامعین یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ اصل رنگ میں ہو رہا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔
اسی طرح بہت سی قسم کی آوازیں پیدا کی جا سکتی ہیں اور کوئی یہ تمیز نہیں کر سکتا کہ آیا یہ اصلی ہیں یا نقلی۔

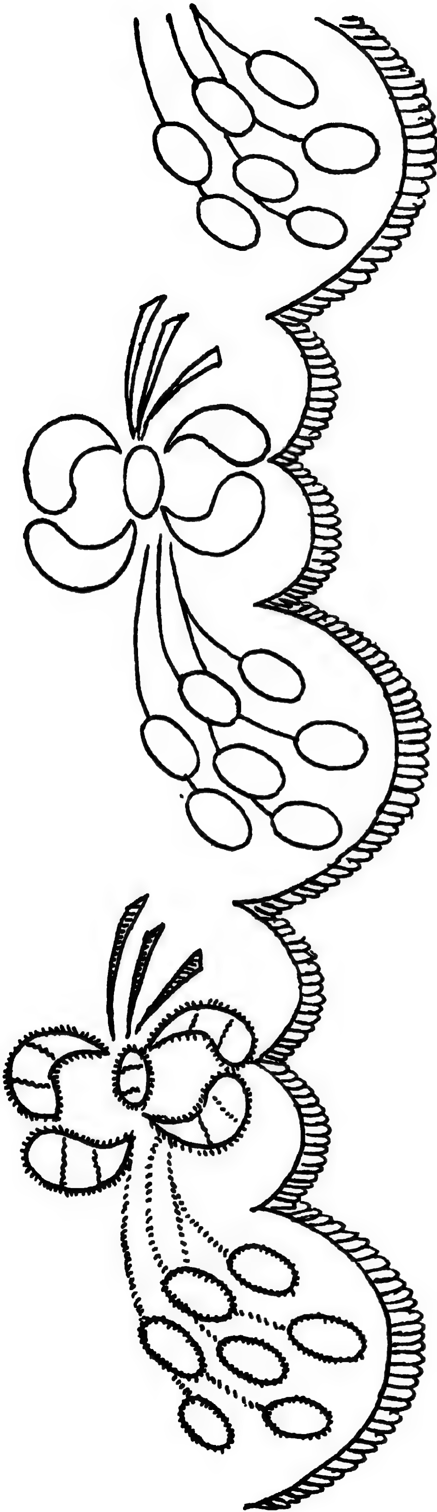
(ماخوذ)

ا۔ف بیگم

نشرگاہ

ریڈیو کے سامعین خیال کرتے ہیں کہ نشرگاہ سے پروگرام کی اشاعت کچھ مشکل نہیں۔ آلہ نشرالصوت سامنے رکھ لیا اور گانا بجانا شروع کر دیا۔ یہ نہیں ہوتا بلکہ نشرگاہ کے اندر دو یا تین بڑے کمرے اور آٹھ یا نو چھوٹے کمرے ہوتے ہیں بڑے کمرے موسیقی وغیرہ کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں اور چھوٹے تقاریر وغیرہ کے لئے بڑے کمروں کی دیواروں اور چھتوں پر ایک خاص قسم کا کاغذ جسے انگریزی میں ( ) کہتے ہیں چسپاں ہوتا ہے۔ یہ کاغذ آواز کو جذب کر لیتا ہے۔ اور گونج نہیں پیدا ہونے دیتا۔ عارضی نشرگاہ میں یہ کام پردوں سے بھی لیا جا سکتا ہے۔ تاہم پردے اس قدر اچھے نہیں ہوتے۔ جتنے کہ کاغذ کے پٹھے فرش پر چلنے کی آواز کو مدہم کرنے کے لئے موٹے موٹے قالیچے بچھا دیئے جاتے ہیں۔ ہر ایک کمرے میں ضرورت کے مطابق دو ایک آلات نشرالصوت نصب ہوتے ہیں۔ ان سب کا تعلق کنٹرول روم سے ہوتا ہے جہاں ایک آدمی کانوں پر فون لگائے گانا یا تقریر (جو کہ آلات نشرالصوت سے نشر کی جاتی ہے) سنتا رہتا ہے۔ جس کمرے میں دو ایک آلات نشرالصوت نصب ہوتے ہیں وہاں ساز کی آواز بلند سنائی دیتی ہے اور کبھی ہلکی کنٹرولر جس کے پاس آلات نشرالصوت کا بٹن ہوتا ہے اس کو گھما کر ٹھیک کر دیتا ہے۔ اس کے بعد آواز نہایت صاف سنائی دیتی ہے پروگرام کے معلن کے اور ہر کمرے میں ایک بجلی کا لیمپ ہوتا ہے جسے سگنل لائٹ کہتے ہیں۔ ان کا تعلق بھی کنٹرول روم سے ہوتا ہے۔ کنٹرولر کسی لیمپ کو بجھا اور جلا سکتا ہے۔ جبکہ کسی کمرے کا لیمپ جلتا ہے تو اس بات کا اشارہ ہوتا ہے کہ اس کمرے والا اپنا پروگرام شروع کر دے۔ لیمپ کے جلتے ہی اس کمرے کے آلۂ نشرالصوت کا تعلق لائن سے ہو جاتا ہے اور پہلے کمرے کے آلہ کا تعلق جس میں کہ پروگرام ہو رہا تھا منقطع کر دیا جاتا ہے۔ جب کسی کمرے کا پروگرام پایۂ اختتام کو پہنچتا ہے تو کنٹرولر اس کمرے کی سگنل لائٹ کو گل کر دیتا ہے اور پروگرام کے معلن کے کمرے کی روشنی جلا دیتا ہے معلن جب پروگرام کا اعلان کر چکتا ہے تو کنٹرولر اس کے کمرے کی روشنی بجھا کر جس کمرے سے پروگرام شروع ہونا ہوتا ہے جلا دیتا ہے۔ اگر کسی ایسے مقام سے کسی شے کا نشر کرنا مقصود ہو جو کہ نشرگاہ سے فاصلہ پر واقع ہو تو ایسے موقعوں پر ایک آلہ نشرالصوت اور ایک آلۂ انتقال الصوت اس مقام پر رکھے جاتے ہیں اور آلہ کو ٹیلیفون کے تاروں کے ذریعہ نشرگاہ کو ملا دیتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا بھی کیا جاتا ہے کہ اس مقام پر ایک چھوٹا کم طاقت آلہ انتقال الصوت لے جاتے ہیں اور وہاں سے پروگرام کو منتقل کر دیتے ہیں یہ آواز بڑے انتقال الصوت تک پہنچتی ہے جو اُسے زیادہ طاقت سے دوبارہ منتقل کر دیتا ہے۔ ڈرامے کی اشاعت اصلی رنگ میں کرنے کے لئے مصنوعی آوازوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ریڈیو کا ڈرامہ جو کہ دیکھا نہیں جا سکتا۔ فقط کان سے سن سکتے ہیں۔ اس لئے ریڈیو کا ڈرامہ جب ہی کامیاب ہو سکتا ہے جب کہ اس کی اصلی آواز میں تمیز نہ کر سکے۔ مثال کے طور پر ہوائی جہاز کی آواز ایک خاص بھربھراہٹ سے۔ گولی کی سنسناہٹ کی آواز ستار کے تار سے۔ آگ جلنے کی آواز بید کے بنڈل

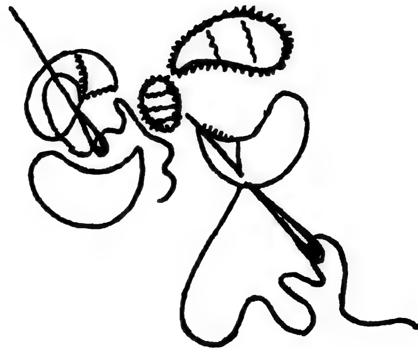
کٹاؤ کا کام



یہ کام نہایت عمدہ ہوتا ہے ۔ اور بہ نسبت بازاری لیسوں کے بہت پائدار ثابت ہوتا ہے ۔ بشرطیکہ کپڑا مضبوط اور مناسب "تاگا" استعمال کیا جائے ۔

خاکہ کپڑے پر اتار لیجیے ۔ انگور قطع کر کے جس طرح کاج بناتے ہیں یعنی بٹن ہول اسٹچ کے ذریعہ کنارے بھر لیجیے ۔ ڈنڈیاں کاڑھ لیجیے ۔ بو بنانے کا طریقہ مندرجہ ذیل نقشہ سے عیاں ہے ۔ کنگورے تراش کر کاج اسٹچ کے ذریعہ بنا لیجیے ۔ یا کنگورے بنا چکنے کے بعد نیچے کا بے کار کپڑا تراش لیجیے ۔ لیکن کنگورے تراش کر بنائیں ۔ جائیں تو زیادہ پائدار ہوں گے ۔

سیدہ اشرف



خانہ داری

جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے

اچھے بال صحت پر جسم کے ہر حصہ کی خوبصورتی کا انحصار ہے۔ اگر صحت ٹھیک ہے بال بھی اچھے ہوں گے۔ بال جب ہی گرتے ہیں یا روکھے روکھے رہتے ہیں جب جسم میں خون کم ہوجائے۔ اور اس کمی کا علاج دوا نہیں صحت ہے۔ دانت صاف رکھے جائیں اور غذا آہستہ اور خوب چبا کے کھائی جائے۔ خون خوب پیدا ہوگا۔ بہت رات گئے سونا چھوڑ دو کیونکہ ایسی حالت میں آدمی صبح کو اُٹھتے وقت خمار آلود ہوتا ہے۔ آنکھیں کھولنے کو جی نہیں چاہتا۔ پانی کافی پینا چاہیئے۔ ہر وقت گھر میں ہی بند نہیں رہنا چاہیئے۔ سیر یا تفریح کو گھر سے نکلنا چاہیئے گاؤں اور بڑے شہروں کے محلوں میں اب تک دوپہر اور رات کو پہلے زمانہ کی عورتیں چادریں یا برقعے اوڑھ کے دوسری عورتوں سے ملنے اور کچھ دیر باتیں کرنے جایا کرتی تھیں۔ چا بہت پینے کی عادت ترک کر دینی چاہیئے۔ قبض کا علاج بھی غذا ہی سے ہوسکتا ہے۔ دوائیں مضر ثابت ہوا کرتی ہیں۔ ان باتوں پر عمل کرنے سے بال خود بخود اچھے ہوجائیں گے۔

بال گرنے لگیں۔ دن میں دو مرتبہ سر میں کنگھی یا برش کریں۔ اس کا مطلق غم نہ کریں۔ کہ اس سے بال اور گریں گے۔ وہ تو ویسے بھی گریں گے اور کمزور بال جس قدر سر میں سے نکل جائیں اتنا ہی اچھا۔ ہفتہ میں دو مرتبہ کھلی سے خوب بال دھوئے جائیں۔ اور آخر میں پانی سے فنا ور کھلی نکال دی جائے۔ یا نرم صابن اور ریکٹی فائڈ سپرٹ مساوی مقدار میں ملائیں اور اس سے سر دھوئیں۔ صابن پانی کے ذریعہ بالوں میں سے بالکل نکال دینا چاہیئے۔ آخر میں چندیا میں یہ روغن لگائیں۔ پریسی پی ٹے ٹڈ سلفر precipitated sulphur دس گرین اور سیلی سی لک ایسڈ Salicylic acid دس گرین۔ ویزلین ایک اونس میں ملا کے مرہم سا بنالیں۔

بالوں میں جھاگ اُٹھا اُٹھا کے نہانے کا ایک مصالحہ اس طرح کا بنایا جاسکتا ہے۔ چار چھٹانک کی بوتل لے کے اس میں چھٹانک بھر نرم صابن۔ چار چمچہ سالیوشن آف امونیہ Solution of amonia دو اونس ریکٹی فائڈ سپرٹ ڈال کے اس میں یوڈی کولون can-de-cologne بھر دیں۔ استعمال کرتے وقت اس مرکب کے دو چمچے ڈیڑھ پاؤ نیم گرم میں ملا کے سر دھوئیں۔

چندیا کا علاج دیر طلب ہے۔ برابر اس طرح سے دھونے سے کہیں جا کے یہ قابو میں آتی ہے۔ ممکن ہو تو ہفتہ میں تین دفعہ دھوئیں۔ اس عمل میں بال اگر زیادہ اُتریں پروا نہ کریں۔ کمزور بال گر جاتے ہیں۔ ان کی جڑیں قائم رہتی ہیں۔ وہ مضبوط بال بن جائیں گی۔ صبر سے کام لینا چاہیئے کیونکہ ایک بال کے اُگنے میں ہفتے لگ جاتے ہیں۔

خانگی نزاع کے اسباب و علاج شادی کے بعد محبت و توجہ کی چاندنی چند ہی روز رہتی ہے۔ یہی ایام ہوتے ہیں جن میں زندگی بگڑتی اور سنورتی ہے۔ بعد میں بھی عموماً ناتفاقیاں کلفتیں بن کے زندگیاں برباد کر دیتی ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ کوئی بڑی ہی بات ہوگی کہ میاں بیوی اس قدر بگڑے کہ علیحدگی یا طلاق تک نوبت پہنچ گئی لیکن جنہوں نے نظر غائر سے مبتلا نہ زندگی کے نشیب و فراز کا مطالعہ کیا ہے جانتے ہیں کہ زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتیں رائی کا پربت بن جاتی ہیں۔ ادنیٰ و معمولی بات سمجھ کے فریقین ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے مگر ان کے نتائج نہایت عمیق ہوتے ہیں۔ وہ باتیں ایسی ہوتی ہیں گویا ان کا تعلق انسانی جذبات حساسی مقدس انفعال و احساس سے ہے ہی نہیں جس قدر طلاقیں ہوتی ہیں ان میں آدھی سے زیادہ بالکل غیر ضروری ہوتی ہیں۔ طلاق کا خیال ہی ذلت انگیز ہے۔ اسلام میں اس کی کراہیت سے اجازت دی گئی ہے۔ طلاق اس بات کا اعتراف ہے کہ شادی ناکام ثابت ہوئی۔ طلاق کے نتیجے

حالات پوچھو، چھوٹی چھوٹی پست باتوں اور ذلیل اور اوچھے خیالوں کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ لیکن ایسے بھی لوگ ہیں جو غور سے دیکھے جائیں ہر طرح نیک اور سلیم العقل معلوم ہوں گے اور طلاق کی وجوہ معقول اور زوردار ہوں گی۔

طلاق تو شادی کی زنجیریں توڑ ہی دیتی ہے لیکن آدمی خود اپنے ہاتھوں سے اپنی حسرت برباد کر دیتا ہے اور حالات کو سوہانِ روح بنا دیتا ہے۔ مرد بڑا ہرجائی ہے اور یہ عیب اُس میں اس لئے پیدا ہو گیا ہے کہ عورت کی زبان کو تالا لگا ہوا ہے اور وہ خود قفس میں بند ہے۔ مرد عورت کو اپنی تفریح کا مشغلہ سمجھتا ہے اور آج کل کے مسلمان شوہر اپنی دماغی کجی کی بدولت قرآنی آیات کے اپنے حسب مطلب توڑ مروڑ کے معنے کرتے ہیں کہ مرد عورت پر غالب ہے اور عورت اُس کے آرام کے لئے ہی پیدا کی گئی ہے۔ آرام کے معنے یہ نہیں کہ وہ اسے اپنی نفسانیت کا آلہ سمجھے اور خود جو چاہے کرتا پھرے۔ عورت بڑے پتہ اور دل گردے کی ہستی ہے۔ وہ اپنے شوہر کو آوارہ اور دوسری عورتوں سے تفریح میں مصروف دیکھتی ہے اور صرف اتنی سی بات پر اس کی اس بیہودگی کو منہ پر نہیں رکھتی کہ وہ اس سے تو محبت کرتا ہے۔ وہ اسی پر قانع ہے کہ وہ اس سے ہنس کے بول لیتا ہے۔ اُسے مرد پر بڑا اعتقاد ہے کہ اس میں عورت کی ذات اور محبت کے جذبہ میں تمیز کرنے کا مادہ ہے۔ اُسے یہ بھی معلوم ہے کہ مرد متلون ہوتا ہے اور اُس میں اپنی جسمانی حیا و عصمت کا اس قدر احساس نہیں جس قدر وہ اپنی عورت کے لئے ضرورت سمجھتا ہے لیکن یہ کس قدر ظالمانہ غیر مساوات ہے۔ خدا کرے وہ دن جلد آئیں کہ عورت مرد کا دماغ صحیح کر سکے وہ مرد منوا سکے کہ دونوں ایک دوسرے کا لباس ہیں اور دونوں کو ایک دوسرے پر مساوی حقوق و فرائض حاصل ہیں۔

شادی کی یکجہتی کے لئے مستقل وفاداری اسی کی ہی کافی نہیں۔ اس کے ساتھ نہایت زبردست باہمی پہچان اور مستقل باہمی سلوک و لحاظ نہایت ضروری ہیں۔ ان میں کمزوری آئی اور شادی کی عمارت میں کمزوری نمودار ہوئی۔ شادی کی زندگی میں تین عظیم ترین گناہ ہیں جن کے بیشمار شاخسانے ہیں۔

(۱) لحاظ و مروت کا فقدان (۲) بے حد بے تکلفی باعثِ نفرت (۳) شریکِ زندگی کو لابدی اور بدیہی چیز قرار دے لینا۔

یہ تینوں باتیں طلاق کے لئے معقول وجوہ ہیں۔ یہ تینوں باتیں جدھر نظر ڈالو موجود ملیں گی اور پھر مزا یہ ہے کہ ان کا وجود کوئی ضروری بات بھی نہیں ہے۔ میاں بیوی کو سامنے کھڑا کرو اور ان کا جائزہ لو۔ بعض بیویاں کچھ اس قماش کی ضرور نظر آئیں گی جو اپنی حرکات سے شوہر کو بدحواس کر کے آپے سے باہر کر دیتی ہیں۔ جو عورتیں تابعداری اور فرمانبرداری کو انتہا تک بھی پہنچا دیتی ہیں لیکن مرد عورت کو اپنا رفیق اور دوست دیکھنے کا آرزومند ہوتا ہے۔ اُسے تکلیف دہ طور سے قاعدہ قرینہ کی سخت پابند، سرد مہر، اپنے فرائض کی بے حس و بے جذبہ لونڈی اور ایک غیر انسانی کل دیکھنا پسند نہیں کرتا جو مرد کی طفلانہ چڑچڑے پن کی کسی وقت سدِ باب نہ بن سکے۔ برعکس ازیں ایسی بیویاں بھی ہیں جو نکتہ چینی، دخل در معقولات کرتی اور شہیدِ ان ناز کا سا برتاؤ کرتی ہیں۔ ایسی عورتیں مرد کی محبت اور احترام قائم نہیں رکھ سکتیں۔ بعض اس کی چھوٹی چھوٹی تفریحات میں حائل ہونے کی کوشش کرتی ہیں۔ لیکن اس میں نقائص ڈھونڈھتی اور نہ پا کے وفور یاس میں مضحکہ و تمسخر کی آڑ لیتی ہیں۔ ایسی کھلی اُڑانے والی بیوی کی اس کے شوہر کی نظروں میں کیسے وقعت رہ سکتی ہے۔ بعض بیویاں ہرکس و ناکس سے شوہر اور اپنے مبتذلانہ تعلقات کا تذکرہ کر کے اپنے شوہر کو ہم چشموں میں ذلیل اور اپنے آپ کو سبک کرتی ہیں۔ وہ یہ بات بالکل بھول جاتی ہیں کہ مرد کو اس پر رازداری کا حق حاصل ہے۔ ایک قابو یافتہ بیوی شوہر کو از سرتاپا اپنی ملکیت سمجھ کے اُسے ہر طرف سے روکتی ہے اس سے شوہر کے دل میں ناگواری پیدا ہوتی ہے۔ عورت بچاری جب ماں بن جاتی ہے بسا اوقات شوہر سے موانست میں کمی آ جاتی ہے اور اُس اُلفت کا بیشتر حصہ بچہ پر نچھاور ہوتا ہے۔ شوہر بیوی کی اس بے نیازی اور بے پروائی سے جل بھن کے خاک ہو جاتا ہے اور اجنبیت کی دیوار حائل ہونے لگتی ہے۔ مرد اپنے کاروبار میں دخل پسند نہیں کرتا۔ باہر سے آ کے اس کے دل و دماغ سے اس کا اثر دور ہو جاتا ہے۔ اگر بیوی اس میں حصہ دار بننا چاہے مرد اس بات کو عموماً پسند نہیں کرتے اور نہ اپنی مصروفیت میں اس کا دخل انداز ہونا گوارا کرتے ہیں۔ بعض بیویاں شوہر کو کسی بنک کی چک بک سمجھتی ہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ وہ جو کچھ مانگیں وہ شوہر کی

حیثیت سے مہیا کرنے پر مجبور ہے اور اس کا وہ اس پر اظہار بھی کرتی رہتی ہیں۔ اور پھر اس کا شکریہ ملے نہ قدر دانی۔ بس یہ ایک فرض ہے جو ادا ہونا ہی چاہیئے۔ بعض بیویاں اسقدر حاسد ہوتی ہیں کہ میاں کو کسی عورت سے خواہ وہ کاروبار کے سلسلہ میں ہی ہو بات کرتا دیکھنا گوارا نہیں کر سکتیں۔ اُنہیں شوہر پر اعتبار نہیں ہوتا۔ اور اس شبہ کی وجہ سے گھر میں عموماً ناخوشگوار مناظر رونما ہوتے رہتے ہیں۔

اب شوہر کو لیجئے۔ شادی غلامی نہیں۔ بیوی سے اس کی توقع کر سکتا ہے کہ وہ دن رات میاں کے آرام و آسائش میں لگی رہے اور میاں صاحب شکر یہ تو شکر یہ اس کی قدر بھی نہ کریں مسلسل فراموشی اور بے پرواہی عورت کا دل توڑ دیتی ہے۔ وہ ذرا سا احساس و یگانگت کی طالب ہو۔ ایک ذرا سی چیز سے خوش ہو جاتی ہے میٹھی بات سے ہی وہ سب کچھ بھول جاتی ہے۔ عورت ہرگز یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ جس محبت و توجہ کی وہ مستحق ہونے کے باوجود محروم ہے وہ کسی اور عورت پر نچھاور کی جائے۔ کتنی شادیاں سرد مہر اور بے بس یا فضول، ہل ہل، خود بیں، چھا جانے والے، دخل در معقولات کرنے والے شوہر سے جو بیوی کو اپنا عکس یعنی بالکل اپنا ہم خیال اہم آہنگ بنانے چاہتے ہیں تباہ و برباد ہو جایا کرتی ہیں۔

لوگ اگر اپنی اپنی جگہ ایماندار بن جائیں اور اپنی زندگی کی باقاعدہ صفائی اور پاکیزگی کرتے رہیں تو میاں بیوی کے جھگڑے ٹنٹے کہیں سننے میں نہ آئیں۔

خانگی ٹوٹکے

اکلپٹس چار ڈرام۔ سپرلٹس آف کیمفر دو اونس۔ صابن پانی میں اس طرح گھولیں کہ مرہم معلوم ہو اتنی مقدار میں کہ کل چیزیں چھ اونس ہو جائیں۔ اس کے لگانے سے پھوڑوں پھنسیوں کے کاٹنے کی جگہ پر آرام آجائے گا اور کوئی نشان نہ رہے گا معمولی دھونے کا سوڈا لگانے سے بھی سوزش جاتی رہتی ہے۔ لیموں کا رس سرکہ یا پتلی مائع ایمونیہ سے بھی یہی فائدہ ہوگا۔ آلو کو اُبالنے سے پہلے ذرا سا مکھن اُن پر چپڑ دیں۔ اُبلنے کے بعد وہ بھورے اور خستہ ہو جائیں گے۔ اور ان پر ایک خاص آب آجائے گی۔

محمد ظفر

(بقیہ صفحہ ۴۹۲) پلا دیں انشاء اللہ فوراً شکایت دور ہو جائے گی۔

ہچکی بعض اوقات ہچکی بڑی تکلیف دہ صورت اختیار کر لیتی ہے ایسے موقعہ پر تھوڑا سا شہد یا لیموں چٹائیں ہچکی دور ہو جائے گی۔ آواز بیٹھ گئی ہو تو تھوڑا سا سہاگہ منہ میں رکھ کر لعاب چوسیں آرام ہو گا۔

سہاگہ کے متعلق مجھے اس وقت ایک دلچسپ واقعہ یاد آگیا ہے۔ امید ہے کہ اس کا یہاں لکھنا ضرور مفید ہو گا۔ ایک دفعہ ہماری ایک بزرگ رشتہ دار کو کھانسی کی شکایت پیدا ہو گئی۔ دوائیوں سے انہیں نفرت تھی۔ بہتیرا عرض کیا کہ دوائی پیجئے ورنہ مرض بڑھنے کا خطرہ ہے مگر انہوں نے ایک نہ سنی۔ آخر کھانسی بڑھتے بڑھتے خطرناک صورت اختیار کر گئی۔ اپنے ساتھ انہوں نے ہماری بھی نیند حرام کر دی کھانستے کھانستے بے دم ہو جاتیں۔ اور تھوکتے تھوکتے بلغم کے ڈھیر لگا دیتیں۔ ہم سخت حیران ہوئے کہ کیا کریں سمجھ میں نہ آتا تھا آخر ایک روز والدہ صاحبہ نے ایک علاج سوچ ہی لیا۔ انہوں نے تھوڑا سا سہاگہ بریاں (یعنی پھول کیا ہوا سہاگہ) لے کر پیا مریضہ کی چائے کی پیالی میں ایک دو چٹکیاں بھر کر ڈال دیا۔ مریضہ کو پتہ بھی نہ چلا دوا پی گئیں دوسرے روز کھانسی آدھی رہ گئی اور چند مرتبہ کے استعمال سے دور ہو گئی۔

ر۔ س۔ امرتسر

چند کارآمد نسخے

اپریل اور مئی کے عصمت میں میرے نسخوں کے متعلق چند استفسارات ہوئے ہیں مگر افسوس کہ میں صحت کی خرابی اور چند اور مجبوریوں کی وجہ سے اس طرف جلد توجہ نہ کرسکی۔ میری اس تاخیر کی بہنیں براہ مہربانی معاف فرمائیں۔ اس تاخیر کی تلافی اور چند نسخے لکھ کر ارسال کرتی ہوں۔

استفسار بابت ماہ اپریل "ملیریا کا تیر بہدف علاج" کے متعلق عرض ہے کہ یہ نسخہ بخار کو روکنے اور پسینہ لانے کے لئے ہے۔ جونہی بخار کا علم ہو اس کی ایک پڑیا کھلا دیجئے۔ بخار کی تیزی رک جائے گی۔ اور پسینہ آکر بخار کم ہوجائے گا۔ جوں جوں دوا استعمال ہوگی بخار کم ہوتا جائے گا۔ جب بخار اتر جائے دوا کی کوئی ضرورت نہیں۔

نوٹ:۔ بچوں کو یا جن مریضوں کا گلا خراب ہو ان کو یہ دوا گھول کر پلانی زیادہ مفید ہے۔ ایک چمچہ میں ذرا سا پانی لے کر اس میں پڑیا ڈال کر گھول لیں۔ پھر پلا دیں۔

استفسارات بابت ماہ مئی "گیری" یہ ایک قسم کی مٹی ہوتی ہے۔ اس کے ٹکڑے ملتانی مٹی کی طرح ہوتے ہیں بس رنگ کا فرق ہے۔ ملتانی مٹی زرد رنگ کی ہوتی ہے اور گیری سرخ رنگ کی اس کے متعلق تردد کی ضرورت نہیں آپ "گیری" کہہ کر دوا فروش سے منگوا لیجئے آسانی سے مل جائے گی۔

منقیٰ خشک انگور کو کہتے ہیں۔ یہ کشمش کی قسم کی چیز ہے بس وہی رنگ وہی ذائقہ صرف سائز کا فرق ہے کشمش کا دانہ سوگی کے دانے کے برابر ہوتا ہے اور منقے کا دانہ بڑے انگور کے برابر۔ یہ بھی دوا فروش سے آسانی سے مل جائے گا۔ کھانسی کے نسخے میں ایک بہن صاحبہ دریافت فرماتی ہیں کہ دودھ کتنا ڈالا جائے۔ سو اس کے متعلق عرض ہے کہ آپ اندازاً تھوڑا سا دودھ ڈال دیجئے بس ڈیڑھ دو پیالی کافی ہوگا۔ دودھ تو کسی کام نہ آئے گا۔ استعمال کی چیز تو منقے اور چھوہارا ہے جو ہر روز نیا ابالا جائے گا۔

بچوں کو اس چھوہارے یا منقے کا آدھا یا چوتھائی حصہ اس کی عمر کے لحاظ سے استعمال کرائیے یہ کوئی کتابی نسخہ تو تھا نہیں جو باقاعدہ لکھا جاتا خاندانی ٹوٹکہ تھا جو عرض کر دیا۔

نسخہ پیچش سونف کا عرق خالص دو چھٹانک۔ بیدانہ دو تولہ۔ پہلے بیدانہ کو کپڑے سے پونچھ کر صاف کرلیں۔ اگر پانی میں دھو ڈالیں تو بہتر ہو پھر اسے سونف کے عرق میں دو گھنٹہ تک بھگوئے رکھیں۔ بعد ازاں صابون سے ہاتھ صاف کرکے بیدانہ کو مل کر خوب لعاب نکالیں۔ پھر ململ کا کپڑا لے کر اس لعاب کو چھان کر استعمال کرائیں۔ یہ ایک خوراک ہے ایسی تین خوراکیں دن میں تین مرتبہ (صبح۔ دوپہر۔ شام) استعمال کرائیں۔ انشاء اللہ تین روز میں افاقہ ہوگا۔

نسخہ بواسیر خونی و بادی نیم کی پکی ہوئی نبولیاں لے کر ان میں پانچ تولہ مغز نکال لیں۔ پھر اسے کوٹ چھان کر اس میں ۲½ تولہ پرانا گڑ ملائیں پھر ایک ایک ماشہ کی گولیاں بنالیں۔ صبح شام ایک گولی تازہ پانی کے ہمراہ استعمال کرائیں

نسخہ دیگر پرانے اناروں کے چھلکے لے کر کوٹ چھان لیں۔ صبح شام تھوڑا سا دہی لے کر اس کا رائتہ بنا کر ۳ ماشہ سفوف اس کے ہمراہ استعمال کریں۔ انشاء اللہ چند روز میں بواسیر خونی ہو یا بادی ہو دور ہو جائے گی۔

درد گردہ خار خسک یعنی بھکڑہ ۶ ماشہ۔ تخم خیارین ۶ ماشہ۔ تخم خربزہ ۶ ماشہ۔ تینوں چیزوں کو کوٹ چھان کر ۳ تولہ شربت بزوری ملا کر

(بقیہ صفحہ ۵۹۱ پر)

سیر بین

ریڈیم کی نایابی

ریڈیم ایک دھات ہے جو سیسہ سے بھی زیادہ وزنی ہے۔ یہ جواہرات سے بھی زیادہ قیمتی ہے لیکن اس کی مقدار دنیا میں بہت کم ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ ۱۴ ہزار من کی چٹان سے زیادہ سے زیادہ ۱½ ماشہ ریڈیم نکل سکتا ہے۔ یہ بھی خالص نہیں ہوتا اور اس کے صاف کرنے میں بڑی محنت اور خرچ لازم آتا ہے۔ ۱۴ ہزار من دوسرے کیمیائی اجزا چاہیئے۔ ۲۸ ہزار من پتھر کا کوئلہ دو لاکھ اسی ہزار من پانی کی ضرورت ہے اور مبصرین کی ایک جماعت پانچ ماہ تک اس پر کام کرے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ خالص ریڈیم ۵ تولہ سے بھی کم نکلے گا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ساری دنیا میں اس وقت تین چھٹانک سے زیادہ ریڈیم نہیں ہے۔ اب تک صرف دو ماشہ ریڈیم حاصل ہو سکا ہے۔ اس سے ایسا تیل بنایا جاتا ہے جسے جس چیز پر لگا دیا جائے اندھیرے میں اسے روشن کر دیتا ہے۔ یاقوت اس کے زیر اثر رکھدیا جائے تو بہت قیمتی زمرد بن جاتا ہے۔ سرطان طرح طرح کے ورم نقرس اعصابی درد عرق النسا ریڑھ کا درد۔ ذیابطیس خون کی کمی اور ہیضہ میں بے حد مفید پایا گیا ہے۔ معدہ کو درست کرتا بھوک بڑھاتا اور انسانی جسم کی کیمیائی تبدیلیوں میں مددگار ہوتا ہے۔ البتہ اس کا نقصان تدریجی ہے خون کے ذروں کو آہستہ آہستہ بگاڑ دیتا ہے۔ خون کا دباؤ ہلکا کر دیتا ہے۔

عجیب طلاق

ویانا (آسٹریا) کی ایک عدالت نے ایک نئی بنا پر عورت کو شوہر کی قید نکاح سے آزاد کیا ہے کہ اس کا شوہر جانوروں سے بے حد محبت کرتا ہے۔ عدالت میں عورت کی طرف سے بیان کیا گیا کہ اس کے شوہر نے گھر میں تین بڑے بڑے برف میں سے نکال لانے والے کتے۔ چھ بلیاں۔ چار سانپ۔ دو جنگلی چوہے ایک کچھوا۔ ایک طوطا۔ دو قبطی طوطے۔ بہت سے خرگوش جنوبی امریکہ کے موٹے موٹے چوہے مینڈک اور سنہری مچھلیاں پال رکھی ہیں اور سانپوں کے لئے بہت سی زندہ چوہیاں اور مینڈکوں کے لئے مکھیاں بھی ذخیرہ میں رکھی ہوئی ہیں۔ اچانک ان جانوروں میں لڑائی شروع ہو جاتی ہے جس میں رفتہ رفتہ سب شریک ہو جاتے ہیں اور ایک ہنگامہ رستخیز برپا ہو جاتا ہے جنگلی چوہے دریوں پر آکے گیند بن جاتے ہیں۔ بارہا ایسا ہوا کہ وہ سو کے اٹھی اور اچانک ان کانٹے دار گیندوں پر پاؤں پڑ گیا۔ طوطا قریب ترین انسانی سر پر آ بیٹھنے کا عادی ہے اور گھر کا مالک ہی اُسے وہاں سے اُتار سکتا ہے لیکن وہ اس کا اس قدر شائق ہے کہ اُس نے بیوی سے بارہا تقاضہ کیا کہ وہ طوطے کو کھانا کھانے کے اوقات میں بیٹھ جانے دے۔ اور پھر اس پر لطف یہ ہے کہ بیوی جب کھانا کھانے بیٹھتی ہے تو ہر لقمہ کو یہ مجمع بے ہنگام للچائی ہوئی نظروں سے تکتا رہتا ہے۔

عدالت نے طلاق کی ڈگری دیتے ہوئے قرار دیا کہ مدعیہ کو صفائی اور خانہ داری کی خاموش و پُر امن زندگی کا حق حاصل ہے اور ایک چڑیا خانہ میں اس کے رہنے کی توقع کرنا دماغی ایذا رسانی کے برابر ہے۔

ملکوں میں غذاؤں کا شوق

مندرجہ ذیل غذائیں ان کے بالمقابل لکھے ہوئے ملکوں میں سب سے زیادہ کھائی جاتی ہیں:-

گوشت ...... نیوزیلینڈ۔ (برطانیہ - چوتھا درجہ)

میوہ۔ برطانیہ

مکھن .... نیوزیلینڈ (برطانیہ پانچویں درجہ پر)

پنیر۔ سوئٹزرلینڈ (برطانیہ کا ساتواں درجہ)

مچھلی .... برطانیہ

انڈے کناڈا (برطانیہ چوتھا درجہ)

بورا یعنی میٹھا ... ڈنمارک (برطانیہ سوم)

گیہوں فرانس (برطانیہ سوم)

تیز شراب ...... فرانس (برطانیہ ہفتم)

فرانس ڈنمارک اور سوئیڈن انگلستان سے چوگنی شراب پیتے ہیں۔

عورتوں کی چوری کی وجہ

مغرب میں چونکہ عورتیں کاروبار میں معروف ہیں اس لئے انہیں چوری کرلینے کے موقع حاصل رہتے ہیں۔ امریکہ میں اس امر کی تحقیقات کی گئی کہ آخر عورتیں چوری کیوں کرتی ہیں؟ یہ عورتیں دیکھنے میں اچھی خاصی بھلی مانس متین و باعزت معلوم ہوتی ہیں اور پھر ان میں چوری کی عادت! اس تحقیقات میں چارسو عورتوں کو زیرِ غور رکھا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چور عورت کی اوسط عمر ۳۵ سال ہے یعنی اُس وقت اُس کی عمر ۳۵ ہوتی ہے اُس میں جرم کا مادہ نہیں ہوتا۔ وہ باعزت ماحول میں رہتی ہے کسی قسم کی بُری لت اُسے لگی ہوئی نہیں یعنی نہ شراب پیتی ہے نہ جوا کھیلتی ہے نہ سٹہ جیسی شرطیں لگاتی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ چراتی ہے؟ بات یہ ہے کہ وہ ناقابل شوہر کی آمدنی کی کمی کو پورا کرتی ہے۔ وہ اتنا نہیں کماتا جس سے گھر چل سکے یا اُس آرام و آسائش کا بندوبست کرسکے جس سے اُس کی بدقسمتی نے اُسے محروم کررکھا ہے۔

ایک عورت نے چارسو روپیہ محض اس لئے چرائے کہ اُس کے اپاہج شوہر کے بدن میں مصنوعی عضو لگایا جاسکے اور اُس کے لگتے ہی اُس نے اقبالِ جرم کرلیا۔

ایک تیس سالہ کنواری عورت تنہائی سے اس قدر گھبرائی کہ ایک خوبصورت اجنبی کے ملتے ہی جس نے پُرشوق نظروں سے اُسے دیکھنا شروع کیا اُس نے اپنی سنجیدگی اور عقل و عزت کو بالائے طاق رکھ کے ۳۳ لاکھ ہزار روپیہ اڑالیا تاکہ یہ رقم اُس اجنبی کو دے کے اُسے اس مصیبت سے نجات دلائے جس میں اُس نے اپنا مبتلا ہونا بتایا تھا۔ بعد میں نہ روپیہ ہی واپس ملا اور نہ اُس آدمی کا ہی پتہ ملا۔

عورتیں اُس چرائے ہوئے روپیہ سے خود لطف و مسرت کے جام نہیں لنڈھاتیں۔ ہر چوری کے قصہ کے پیچھے افلاس یا تنہائی کی داستانِ غم پوشیدہ ہوگی۔

سابق شاہ ایڈورڈ کا حال

دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اب وہ پہلے سے مضبوط اور خوب تندرست ہیں۔ پہلے ولیعہدی اور شاہنشاہی کے فرائض کے بارے میں پوری نیند بھی نصیب نہ ہوتی تھی۔ اب دل بھر کے سوتے ہیں نہ وہ شادی کے بعد ایک نئے ہی آدمی بن گئے ہیں۔ وہ اپنی بیوی سے بے حد خوش ہیں۔ اُنہیں اس کا ذرا بھی ملال نہیں کہ سب سے بڑی سلطنت کا تخت کیوں چھوڑ دیا۔ وہ پہلے واقعات کو بند کتاب کی صورت کہتے ہیں۔ وہ اس کا ذکر نہ خود کرتے ہیں اور نہ کسی سے سننا پسند کرتے ہیں۔ بے شمار خطوط جو روزانہ آتے ہیں وہ گالی گلوچ اور فضول نکتہ چینی کے خطوط جس حقارت سے دیکھتے ہیں اُسی نفرت سے اُن خطوط پر نظر ڈالتے ہیں جن میں ان کی بے حد تعریف ہوتی ہے اور پچھلے واقعات پر رائے زنی ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک معمولی انگریز ہوں اور ہر ایک کی طرح مجھے بھی آرام و سکون اور نجی کی خاموش زندگی کا حق حاصل ہے۔ وہ ایسے خطوط بڑے شوق سے پڑھتے ہیں جن میں انگلستان اور وہاں کے اُن کے دوستوں کے حالات درج ہوتے ہیں۔ وہ برطانوی اور غیر برطانوی اخبارات بھی شوق سے پڑھتے ہیں وہ اپنے بھائی بادشاہ کے وفادار ترین رعیت ہیں۔ اُنہیں گھر ضرور یاد رہا ہے اور ایک معمولی فرد کی طرح انگلستان واپس آنا چاہتے ہیں تاکہ وہ اپنی اقتصادی اور تجارتی معلومات سے اپنے ملک کو فائدہ پہنچائیں لیکن وہ حسرت سے اس بات کا اظہار کیا کرتے ہیں کہ ابھی واپسی ممکن نہیں۔ میری شاہی حیثیت مدتوں بعد ہی لوگوں کے دلوں سے فراموش ہوگی اور ایسی حالت میں کہ اب تک لوگوں کو اُن سے دلچسپی ہے ان کی ملک میں رونق افروزی ملکی مفاد کے خلاف ہے وہ وہ اس بات سے ضرور خوش ہوتے ہیں کہ لوگ اُنہیں بھولے نہیں۔ جیسے ان کا باپ خراب ہوا۔ انگلستان درستی کے لئے بھیج دیا جاتا ہے وہ درست ہو کے تیسرے دن انہیں بھیج دیا گیا۔ ایسی ایسی ذرا ذرا سی بات سے وہ بڑے متاثر ہوتے ہیں۔

عجیب نقدی

حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے ۷ صدی پیشتر مغربی ایشیا میں سونے چاندی اور کانسی کے چھلے اور کڑے وے دکھنیوں سے اوپر پہننے کے کڑے، نقدی کے طور پر رائج تھے۔ ان کے وزن اور خوبی کی ضمانت کے لئے اُن پر مہر ہوتی تھی۔ اس کے بعد ۶۲ سو برس پہلے لیڈیا کے بادشاہ گاٹے گاس نے ایشیائے کوچک میں منکوں کی شکل کے سکے رائج کئے تھے جن میں ۷۳ فی صدی چاندی اور ۲۷ فی صدی سونے کو ترکیب دی جاتی تھی۔ ان کے ایک طرف مہر اور دوسری طرف ہتھوڑے کا نشان ہوتا تھا۔ اس کے بعد یونان نے دہات کا سکہ جاری کیا اور اُسی کی تقلید اب تک دنیا میں جاری ہے۔

غیر مہذب لوگوں کی نقدیاں عجیب عجیب پائی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض کی بیش قیمت نقدیاں آسانی سے اُٹھائی نہیں جا سکتیں اور اس وجہ سے وہ چوروں کی دستبرد سے بھی محفوظ ہیں۔ جزیرہ یپ جو جزائر کیرولیں میں واقع ہے۔ وہاں والے چکی کے بھاری بھاری گول پاٹ نقدی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ان کا قطر آٹھ سے بارہ فٹ اور جسامت چھ سے بارہ انچ تک ہوتی ہے۔ یہ پتھر پلاؤ سے۔ ۵۰۲ میل کے فاصلہ سے کاٹ اور گھڑ کے لائے جاتے ہیں۔ بعض بعض کا وزن اکیس من ہوتا ہے۔ ٹکسال کا ٹھپہ دینے کے طور پر بیچ میں ایک سوراخ کر دیا جاتا ہے تاکہ اس میں بلّی پھنسا کے اُسے ہلایا جا سکے۔ یہ نقدی بجائے اُٹھائے اٹھائے پھرنے کے لڑھکائی جاتی ہے اور اس کے لئے دو آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کے مالک اپنے مکان کے گرد احاطہ کے طور پر انہیں جمع کر دیتا ہے اس کی دولت سب کو نظر آتی ہے اس کا اٹھا لے جانا بہت مشکل کام ہے۔ اس لئے مالک بیفکری سے اسے باہر پڑا رہنے دیتا ہے۔ یہ لوگ اس قدر وحشی ہیں کہ مغرب والے کسی طرح انہیں مہذب نہ بنا سکے۔

جزائر سلیمانی میں کتوں اور مچھلیوں کے دانت نقدی کے طور پر چلتے ہیں۔ یہ لوگ ان دانتوں کے پہچاننے میں اس قدر ماہر ہیں کہ فوراً بتا سکتے ہیں کہ یہ زندہ کے منہ میں سے اُکھاڑا ہوا ہے اور یہ مردہ کے منہ سے۔ ایک انگریز نے کانچ کے دانت بنوا کے ان کے اصلی دانتوں کے بدلہ میں لینا چاہا مگر دو چار دانت ہاتھ میں لیتے ہی کارخانہ دار تاڑ گیا اور منہ میں لے کے چبانے لگا۔ یہ انگریز یہ دیکھ کے کہ معاملہ بگڑ گیا وہاں سے کشتی کی طرف بھاگا مگر اس دیسی نے غضبناک ہوکے اس زور سے اس بھاگتے ہوئے کے برچھا مارا کہ اس کے کندھے میں پیوست ہوگیا۔ وہ ہمت کر کے اپنی کشتی میں پہنچ سمندر کی طرف روانہ ہوگیا۔ مگر وہ کندھا ساری عمر کے لئے بیکار ہوگیا گو وہ بچ ضرور گیا۔
بحرالکاہل کے دیگر جزائر میں بھی دانتوں کا سکہ جاری ہے۔ یہ دانت پتلے پتلے بانسوں میں پروئے جاتے ہیں۔ زیادہ دولت کا اندازہ بانسوں کی پیمائش سے کیا جاتا ہے۔ جزائر فجی میں وہیل مچھلی کے دانت قیمتی ہیں۔ اور یہ مکانات یا کشتیوں کی خرید و فروخت میں ہی استعمال ہوتے ہیں۔ نیوگنی اور پے پُوا کی ساحلی قوموں میں شارک کے دانتوں کے ذریعہ بیویاں خریدی جاتی ہیں شرط یہ ہے کہ وہ جبڑوں میں قائم ہوں دو تین یا زیادہ جبڑے ایک بیوی کی قیمت ٹھیرتے ہیں۔ بیچارا دولہا سمندر میں غوطے لگا لگا کے شارک کا شکار کرتا ہے اور بسا اوقات وہ اس خطرناک مچھلی کے شکار میں خود اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

عام نقدی جزائر سلیمان میں گھونگے کوڑیاں ہیں اور وہ سُرخ و سفید گھونگوں کو ڈوروں میں پرو لیتے ہیں اور خوراک و دیگر اشیاء کے بدلہ میں بیچ دیئے جاتے ہیں۔ سفید معمولی سکہ ہے مگر سرخ صرف سردار ہی کام میں لاتے ہیں اور خاص خاص سودوں کے وقت وہ دیگر جزائر والوں کے ساتھ لین دین میں استعمال کرتے ہیں۔

جزیرہ ٹانگا و مجمع الجزائر بسمارک اکھدے ہوئے گھونگے کی انگوٹھیاں مروج ہیں اور انہیں پرو کے کلائیوں اور بازوؤں میں باندھ لیتے ہیں اور ان کی کثرت سے پہننے والے کی دولت جانچی جاتی ہے۔ بحرالکاہل کے بعض جزائر میں بعض نایاب پرندوں کے پر بھی قیمتی چیز سمجھ کے بڑے سکے کے طور پر رائج ہیں۔ مالک انہیں انگیٹھی کی کارنس پر رکھ دیتا ہے تاکہ کیڑے مکوڑے اسے نہ کھا جائیں اور یہ خشک رہیں۔

یہ سب نقدیاں مرد بناتے ہیں اور وہی اپنے پاس رکھتے ہیں۔ عورتوں کو اس سے کچھ واسطہ نہیں۔ لڑکی کی قیمت باپ اپنے پاس رکھتا ہے اور جہیز یا بری کی نقدی شوہر کے پاس رہتی ہے۔ بعض جگہ کوئی سکہ نہیں مستعمل ہوتا۔ چیز کے بدلہ میں وہ دی جاتی ہے۔ ایک جزیرہ والے مچھلیاں سامنے رکھ دیتے ہیں گاہک اشیائے خوردنی یا ترکاری اس کے پاس رکھدیتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی چیز کو جانچ لیتے ہیں اور مطمئن ہونے کے بعد اٹھا اٹھا کے چل دیتے ہیں۔

پھلجھڑیاں برطانیہ میں موٹر چلانے میں مردانہ و زنانہ محققانہ مقابلہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ مرد بہتر موٹر چلانے والا ہے تیس فیصدی عورتیں مقابلہ میں ناکام رہیں اور ۲۲ فی صدی مرد ناکام ہوئے۔ امریکہ میں بھی بیس اور چالیس برس کی عمر والے مرد و عورتوں کا مقابلہ ہوا۔ اس سے پتہ چلا کہ مردوں کی نظر تیز اور سڑک پر بخوبی قائم رہتی ہے۔ آنے والی موٹر کی روشنی سے اُن کے ہاتھ پاؤں نہیں پھول جاتے۔ عورت مرد کے مقابلہ میں موٹر آہستہ چلاتی ہے۔

ایک شراب خانہ والے نے سوا چھ روپیہ کا لاٹری کا ٹکٹ لیا۔ اسے سوا دو لاکھ روپیہ انعام ملا۔ چار سال بعد وہ ۲۰۳ سال کی عمر میں اب مرا ہے اور صرف ۶۵۲۰ روپیہ چھوڑا ہے۔ سب شراب نوشی اور خیرات میں خرچ کر ڈالا۔ اتنی راحت مل جانے سے اُس کا سر پھر گیا تھا۔ اس کی نوجوان خوبصورت بیوہ روپیہ خرچ ہو جانے سے بہت خوش ہے۔

انگلستان میں دنیا کا سب سے چھوٹا بونا ہیرٹ پا ہیوٹ پچاس سال کی عمر میں مر گیا ہے۔ اس کا قد ۲۳ انچ اور وزن تقریباً ۱۲ سیر تھا۔ سرکسوں میں اس کی نمائش کی جاتی تھی۔ اس کے والدین کا قد معمولی آدمیوں کا سا تھا۔ وہ ساری عمر کبھی سخت بیماری میں مبتلا نہیں ہوا۔ وہ ہتھیلی میں اُٹھایا جا سکتا تھا۔ اور ایک بڑی انگریزی ٹوپی میں آرام سے بیٹھ سکتا تھا۔

نئی کتابیں

دودھ کی قیمت اور دوسرے افسانے

منشی پریم چند مرحوم کے افسانوں کا آخری مجموعہ - اس نام سے عصمت بکڈپو دہلی نے حال ہی میں شائع کیا ہے منشی جی مرحوم علامہ راشد الخیری رح کے معاصرین میں سب سے مشہور اور کامیاب مختصر افسانے نگار تھے اور ان کے جو افسانے اس مجموعے میں شامل کئے گئے ہیں وہ پلاٹ اور بیان کے لحاظ سے ان کے بہترین افسانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ نو افسانے ہیں جو منشی جی نے خاص طور پر "عصمت" کے لئے لکھے تھے اس لئے وہ دلچسپ ہیں اور ان میں کوئی چیز سطحی یا غیر ضروری نہیں لکھی گئی۔ یہ ضرور ہے کہ منشی جی کی زبان بعض اوقات شستہ اور رواں نہیں رہتی لیکن ان کا انداز بیان اس نقص کو بڑی حد تک چھپا لیتا ہے پیش نظر افسانوں میں سے دو افسانے "کسم" اور "دو بہنیں" (جو منشی جی کا آخری افسانہ ہے) بے حد پسند کئے گئے اور کئی رسالوں نے انہیں عصمت سے نقل کیا۔ ان افسانوں کو پڑھ کر منشی جی کے کمال افسانہ نگاری کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ باقی افسانے بھی کافی موثر اور پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ مجموعہ پریم چند مرحوم کے مشہور ڈرامے "روحانی شادی" کے سائز پر شائع ہوا ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، ضخامت ۱۶۰ صفحات قیمت صرف ایک روپیہ۔ دفتر "عصمت" سے منگائیے۔

پھول پھلواری

یہ کتاب بھی عصمت بکڈپو دہلی سے شائع ہوئی ہے اور اس کی مصنفہ محترمہ سرور جہاں رعنا ہیں۔ کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ آج کل باغیچوں کی تیاری اور پھولوں کی پرداخت کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اپنے پھولوں اور کیاریوں کی دیکھ بھال ایک طرف قیام گاہ کی دلکشی اور خوبصورتی میں اضافہ ہے اور دوسری طرف صحت و تندرستی کے لئے مفید۔ مزید براں خالی اوقات کے لئے گھر بیٹھے اچھا خاصہ مشغلہ میسر آجاتا ہے۔ اس قسم کی عمدہ کتابیں اردو میں کمیاب ہیں اس لئے ان خواتین کے لئے جنہیں پھول پھلواری سے شوق ہے محترمہ رعنا کی یہ تصنیف نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ دفتر عصمت سے آئے دن خواتین کے مطلب کی کار آمد اور بیش بہا کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ثبوت میں یہ کتاب ملاحظہ فرمائیے۔ عصمتی کتابوں کا عام سائز لکھائی چھپائی، کاغذ عمدہ۔ ضخامت قریباً سو صفحے۔ قیمت صرف آٹھ آنے۔ جو خوبیوں کے لحاظ سے کم ہے عصمت بکڈپو دہلی سے منگائیے۔

لیونارڈو گرٹروڈ

جرمنی کا شہرۂ آفاق مصلح تعلیم پستا لوزی ان چند ہستیوں میں سے تھا جن کی زندگی قوموں کی بہتری کے لئے وقف ہوتی ہے اس کی بدولت تعلیم اور طریقۂ تعلیم میں بے شمار نت نئے گل بوٹے کھلے اور آج جو تعلیم حیات پرور ثابت ہو رہی ہے اس میں بہت بڑا حصہ پستا لوزی کا ہے۔ منجملہ اور باتوں کے اس نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ قوم کا مستقبل بچوں سے وابستہ ہے۔ اور ان کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے۔ چنانچہ بچے کی تربیت کے لئے ماں کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں ماؤں کو اپنے فرائض کا احساس ہونا چاہیئے کیونکہ عورت کی انفرادی شخصیت میں قوم کی اجتماعی اصلاح و تعمیر مضمر ہے۔ بس اس چیز کو لے کر وہ آگے بڑھا اور اٹھارویں صدی کے آخر میں اس نے ایک دلچسپ تعلیمی ناول لکھا جو "لیونارڈو و جرٹروڈ" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس میں ناول کے پیرائے میں اس نے اپنے خیالات اور نظریوں کا اظہار کیا ہے جو تعلیم اور تربیت کے لئے بیش بہا ہیں۔ اب غلام حسن صاحب نے جو خود تعلیمات کے معلم ہیں اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ بعض مقامات پر ترجمے میں خامیاں ہیں اور اظہار خیال میں روانی اور شستگی قائم نہیں رہی۔ جا بجا عبارت میں غیر مانوس تراکیب بھی نظر آتی ہیں۔ مثلاً اکثر مصلحانِ تعلیم کے حالات ان کی اصلی تصانیف سے اخذ کئے جا کر مختصر التاریخ التعلیم میں پیش کئے گئے ہیں "ہسٹری آف ایجوکیشن کا ترجمہ" "تاریخ التعلیم" کیا گیا ہے جو مشکل ہے۔ آخر تاریخ تعلیم میں کیا ہرج ہے؟

تاہم بحیثیت مجموعی ان کا کام لائق تحسین ہے اور ہر پڑھی لکھی خاتون کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئیے۔ کاغذ، کتابت، طباعت بہت اچھی سائز "عصمت" کا نصف ضخامت دو سو صفحات قیمت اور پتہ درج ہیں۔ غالباً اس پتے سے مل سکے گی۔ غلام حسن صاحب بی ایس سی ٹیچرز ٹریننگ اسکول۔ گلبرگہ۔ حیدر آباد۔

نسخۂ کیمیا اس نام سے خان بہادر محمد یوسف خاں صاحب نے اخلاق و آداب سے متعلق قرآن مجید کی بہت سی آیات اور احادیث ترجمہ اور بعض مقامات پر مناسب اشعار کے ساتھ مرتب کی ہیں اور اچھے اچھے عنوانات اور تشریح دے کر انہیں ایک گلدستے کی طرح سجایا ہے۔ مختصراً یوں سمجھئے کہ اس کتاب میں روزمرہ کی ضروری اسلامی معلومات کافی موجود ہیں۔ لکھائی چھپائی وغیرہ عمدہ ۱۴۰ صفحات۔ سائز عصمت کا نصف اور مجلد۔ ایک روپیہ میں اس پتے سے مل سکتی ہے:- خان بہادر محمد یوسف خاں صاحب تاج فتح گنج آگرہ۔

طنزیات مانپوری اُردو کی ہمہ گیری اور وسعت دیکھتے ہوئے اس میں مزاح اور طنز نگاری کی کمی بری طرح محسوس ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے مزاح نگاری کا مطلب غلط سمجھ لیا گیا ہے۔ کوئی صاحب کسی ایک کیریکٹر کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ظرافت کی تمام دلچسپیاں صرف اسی میں سمٹ آئی ہیں۔ ایک دوسرے صاحب ظرافت کے معنی صرف رکیک سے رکیک باتوں کا اظہار سمجھتے ہیں اور ان لوگوں کا پست مذاق انہیں یہ بھی محسوس نہیں ہونے دیتا کہ سنجیدہ طبیعتوں پر یہ ہرزہ سرائی ناگوار گذرتی ہے اور ظرافت، اگر مناسب نہ ہو، تو بھونڈا مذاق بن کر رہ جاتی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا "مانپوری" کے نام سے ایک صاحب نے مزاح و طنز کے اچھے نمونے پیش کئے اور اب ان کے مضامین اور چند اشعار کا مجموعہ "طنزیات مانپوری" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ مصنف فطرتاً طنز نگار ہیں جو کہتا ہے محض مذاق ہی نہیں بلکہ ع "عیاں واہ واہ اور نہاں آہ آہ" ہے۔ کتاب "عصمت" کے نصف سائز اور ساڑھے تین سو صفحات پر عمدہ کتابت، طباعت وغیرہ کے ساتھ مجلد شائع ہوئی ہے۔ ڈیڑھ روپیہ میں منیجر ندیم گیا سے مل سکتی ہے۔

سٹینڈرڈ ہوم ڈکشنری یہ انگریزی اُردو کی لغت ایس ایم سید حسین صاحب تاجر کتب مچھلی۔ ناریتہ کنارہ) نے جیبی سائز کے قریب قریب ایک ہزار صفحات پر مجلد چھاپی ہے بحیثیت مجموعی لغت بُری نہیں۔ ہاں بعض الفاظ کی ہجے اور طباعت میں افسوسناک غلطیاں رہ گئی ہیں۔ مثلاً صفحہ ۶۲۸ پر اسی طرح کنشت چین کی انگریزی Padoga لکھی ہے حالانکہ یہ لفظ Pagoda ہے۔ امید ہے کہ دوسرے ایڈیشن میں اس طرف توجہ کی جائے گی۔ ناشر نے اس کی قیمت پونے دو روپے رکھی ہے جو کسی قدر زیادہ ہے۔

تذکرۂ حالی اُردو کے دیگر استادوں کی طرح، جدید اُردو شاعری کے مجدد خواجہ الطاف حسین حالی کے سوانح حیات سے بھی عوام اب تک ناواقف ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم میں اب بھی اپنے بزرگوں کی قدر کرنے کا احساس پیدا نہیں ہوا۔ آج جو اُردو نظم فحش اشعار اور ناپاک مثنویوں وغیرہ سے بچ کر ایک نیا اور عمدہ لٹریچر پیش کر رہی ہے اس انقلاب کا سہرا مولانا حالی مرحوم کے سر ہے۔ پھر بھی اس بے مثل شاعر کی مکمل سوانح عمری اب تک مرتب نہ ہو سکی۔ شکر ہے شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی نے مولانا کے خاص خاص حالات مختصر الفاظ میں "تذکرۂ حالی" کے نام سے جیبی سائز کی ایک چھوٹی سی کتاب میں جمع کر دیئے ہیں۔ مؤلف کی محنت قابل داد ہے اور امید ہے اس کتاب کو مقبولیت حاصل ہوگی۔ کتاب کے صفحات ڈھائی سو ہیں اور عالی بک ڈپو پانی پت نے شائع کی ہے۔ کاغذ چکنا، لکھائی چھپائی بہت عمدہ۔ دو روپے میں مذکورہ بالا پتے سے منگائیے۔

عربوں کی جہازرانی مولانا سید سلیمان ندوی نے بمبئی میں چار خطبے دیئے تھے جن کے متعلق وہ فرماتے ہیں "بڑی دلچسپی سے سنے گئے تھے اور ان کے اقتباسات بمبئی کے اخبارات میں چھپے تھے۔ اس وقت سے شائقین علم کا تقاضا تھا کہ یہ جلد چھپ کر منظر عام پر آئیں"۔ چنانچہ جب اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن بمبئی نے ان سے خواہش کی تو انہوں نے بے تامل یہ اوراق اس کے سپرد کر دیئے۔ اور اب اس ایسوسی ایشن نے چکنے کاغذ پر اچھی کتابت وغیرہ کے ساتھ ان خطبات کو مجلد شائع کیا ہے۔ مولانا نے اپنے خطبوں میں بعض باتیں بڑے کام کی کہی ہیں۔ امید ہے علمی حلقے میں یہ کتاب پسند کی جائے گی۔ یہ دو سو صفحے کی مجلد کتاب ایک روپیہ میں آنریری سیکرٹری ایسوسی ایشن نمبر ۳۴ چوپاٹی روڈ بمبئی ۷ سے مل سکتی ہے۔

بزم عصمت

بزم عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں جن میں نمبر خریداری کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جس میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارہ میں کوئی بات نہ ہو (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے بنا بنا کر لکھا ہو۔

ایڈیٹر

ایک عصمتی بہن کو بجواب استفسار بزم عصمت نومبر معلوم ہو کہ اگرچہ آپ کے بیان کے مطابق آپ کو نہ کوئی عارضہ ہے نہ کوئی شکایت لیکن یاد رکھئے کوئی تکلیف بغیر کسی سبب کے نہیں ہو سکتی یہ دوسری بات ہے کہ آپ کو اس کا علم یا احساس نہ ہو بہرحال دبلاپن پیدا ہوتا ہے خون کی کمی سے اور خون کی کمی پیدا ہوتی ہے پانچ بڑے اسباب سے۔

(۱) غذا میں فولادی اجزا کم ہونے سے (۲) ہضم کی مزمن خرابی سے خواہ وہ شدید نہ ہو (۳) معمولی یا شدید قبض دائمی سے جس میں تعفن امعاء بھی شریک ہے (۴) کسی نہ کسی قسم کی سمیت سے جو اکتسابی یا موروثی طور پر خون میں سرایت کر کے اس کو ناقص بنا دیتی ہے جس سے کافی پرورش نہیں ہو سکتی (۵) رنج و غم فکر و تردد سے۔ ناممکن ہے کہ ان اسباب میں سے کوئی سبب نہ ہو آپ چاہیں تو کسی عالم تجربہ کار طبیب سے رجوع کریں یا مجھے براہ راست لکھیں۔ اس مختصر سے زیادہ کی گنجائش بزم عصمت میں نہیں ہے۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں جاورہ

کسی بہن صاحبہ نے میرا پتہ دریافت کیا ہے میں اپنا پتہ لکھتی ہوں مسز عبدالحمید خان اے ڈی سی راجہ نانپارہ کلب کوٹھی شیش محل ریاست نانپارہ ضلع بہرائچ۔ کوئی بہن یا بھائی برائے مہربانی مجھکو کوئی مجرب چیز بتائیں جس سے وہ کپڑا جو پیرس و فرانس سے تاروں کا بنا ہوا آتا ہے وہ زیادہ تر چھوٹے تاروں کا ہوتا ہے رکھنے سے ماند پڑ جاتا ہے صاف ہو جائے پھر ویسی ہی چمک آ جائے میں انتہائی مشکور ہونگی

مسز حمید

بہن امتہ الحفیظ صاحبہ آپ نے گذشتہ اکتوبر کے عصمت کے پرچہ میں صنعت و حرفت کے مضمون میں جو کریم ثانی بنانے کی ترکیب درج کی ہے اسی ترکیب سے ہمنے تین چار مرتبہ بنائی مگر افسوس کچھ نہ کچھ نقص اس میں باقی ہی رہ جاتا ہے کھانڈ کو اگر زیادہ پگھلائی جاتی ہے تو سرخ ہو جاتی ہے آیا کیا بات کی کمی ہے مہربانی فرما کر آپ ضرور بضرور لکھیں یا ہمارے پتہ پر آپ جواب دیں تو ہیں خود آپ سے خط و کتابت کے ذریعہ ترکیب سمجھ لونگی۔ ہمارا پتہ ذیل میں درج ہے۔

سارہ بی بی بی ایس حکیم معلمہ مدرسہ نسوانیہ عارضیہ اندیر ضلع ...

رفیعہ نازلی صاحبہ کو چاہیئے کہ وہ یاقوتی اور حبوب معدہ منگوا کر استعمال کریں انشاء اللہ زکام اور معدہ کی تمام شکایات رفع ہو جائیں گی اور پھر کبھی نہ ہوں گی مجرب ہے۔

ایک عصمتی بہن نے دبلاپن دور ہونے کا مجرب نسخہ پوچھا ہے وہ اکسیر حلوا استعمال کریں۔ حلوا بنانے کی ترکیب اکسیر کے ہمراہ بھیجدی جائے گی۔ انشاء اللہ حسب دلخواہ توانا ہو جائنگی یہ موسم بھی بہت اچھا اس کے استعمال کا ہے۔

مندرجہ بالا ادویات محترمہ ایس جے بیگم صاحبہ کھرڑ ضلع انبالہ سے دستیاب ہونگی۔

ذاکرہ ایک ہمدرد عصمتی بہن

میری ایک سہیلی کے بال نہ بہت بڑے ہیں اور نہ بالکل چھوٹے ہیں متوسط درجہ کے ہیں بال بہت گھنے کافی تھا لیکن دو سال سے بہت گر رہے ہیں اب چوٹی بالکل پتلی ہو گئی ہے برائے مہربانی کوئی بہن نہایت سہل اور آزمودہ نسخہ بذریعہ عصمت مطلع کریں عین نوازش ہوگی اور بہن صاحبہ کو تمام عمر دعائیں دونگی۔

ایک ضرورتمند بہن

بہن مسز حمید صاحبہ لکھنؤ سے عرض ہے کہ جو آپ نے رسالہ عصمت ماہ ہمبر ۳۵ء کے بزم عصمت میں ...

عصمت بک ڈپو کی چند مشہور و مقبول کتابیں

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
زچہ خانہ	ہندوستان کی کسی زبان میں اس موضوع پر اس قدر مکمل و مفصل اور مدلل اور اس قدر کارآمد اور مفید اور عام فہم کتاب شائع نہیں ہوئی کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد میڈیکل افسر کا غیر فانی کارنامہ ہے۔ حاملہ اور زچہ دونوں حصوں میں زر کثیر صرف کرکے تصویریں دی گئی ہیں	۸ر
صنعت و حرفت	سینکڑوں قسم کی چیزیں گھر پر تیار کرکے مالی پریشانیاں دور کرنے کے بیش بہا صحیح نسخے مسٹر رحیم جیف کیمسٹ کی اہلیہ محترمہ نے تجربہ کے بعد لکھے ہیں	عار
مشرقی و مغربی کھانے	عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ مغربی اور ایشیائی کھانوں کی صحیح ترکیبیں جو تجربے کے بعد لکھی گئی ہیں سو کھانوں کے نہایت کارآمد مضامین بھی ہیں دوسرا ایڈیشن	عار
سنگھار خانہ	خوبصورتی اور تندرستی کی قابل قدر کتاب جسم کے ہر حصہ کو خوشنما بنانے جوانی قائم رکھنے کی ہدایتیں سنگھاری اشیاء کے استعمال کے صحیح طریقے اور نسخے	عار
خانہ داری کے تجربات	ذاتی تجربوں کی بنا پر خانہ داری کے متعلق بے بہا مضامین جو نامور مضمون نگار محترمہ دالقیس بیگم نے لکھے ہیں بیوہ لڑکیاں مطالعہ کرلیں تو سگھڑ بن جائیں	۱۲ر
مفید نسواں	خانہ داری کے تجربوں کا دوسرا حصہ "تندرستی، تیمارداری" کے متعلق ذاتی تجربوں کی بنا پر نہایت مفید اور کارآمد مضامین	۸ر
تندرستی ہزار نعمت	عصمت کی مشہور نامہ نگار محترمہ زہرہ فیضی کے یورپ امریکہ کے تجربات صحت قائم رکھنے کے متعلق قیمتی مشورے تندرستی کے اصل	۴ر
بچوں کی تربیت	سائنس اور حفظان صحت کے اصول پر بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت کس طرح کی جائے اپنے موضوع پر بے نظیر کتاب ہے	۱۰ر
خواتین اندلس	مسلمانوں کے زمانہ کے اسپین میں بڑی بڑی شاعرہ ادیب مصورہ بذلہ سنج لطیفہ گو مدبر خواتین گذری ہیں انکا تذکرہ ہے۔ تاریخ نہیں افسانہ کا لطف	۶ر
انوری بیگم	اردو کی بہت مشہور افسانہ نگار مسز نذر یوجنگ مرحومہ کا مقبول اور مشہور افسانہ جس میں تمدنی خرابیوں اور رسوم کی پابندیوں کے نقصانات دکھائے ہیں	عہ
دولت پر قربانیاں	دولت کے لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے اور ناموزوں لڑکے لڑکی کی شادی کر دینے کے دردناک نتائج پانچ عبرتناک سبق آموز افسانے	۸ر
غیرت کی پتلی	تین مختلف الخیال عورتوں کے حالات اولوالعزمی اور ہمت سے کس طرح بگڑا ہوا گھر بن سکتا ہے اس موضوع پر محترمہ فاطمہ بیگم منشی فاضل کی تصنیف	۶ر
چار تیغ	چار عورتوں کی آپ بیتی مغربی تمدن کی اندھا دھند تقلید عیسائی مشنریوں کی صحبت رواج کی پابندیوں کے دردانگیز نتیجے دکھائے گئے ہیں	۴ر
شہید وفا	امۃ الوحی صاحبہ مشہور افسانہ نگار ہیں یہ کتاب انہیں کے نتیجہ خیز دلاویز دلچسپ افسانوں کا مجموعہ ہے سب افسانے کامیاب اور بہت اچھے ہیں	عہ
تاریخی لطیفے	دنیا کی نامور شہزادیوں بادشاہوں، شاعروں، ادیبوں کے لطیفے جن میں تہذیب سے گرا لغویات خرافات سے ستھرا ہوا کوئی لطیفہ نہیں	۸ر
ہنسی کی باتیں	عامیانہ بازاری لطیفے نہیں عصمتی بہنوں کے لکھے ہوئے نئے نئے طبع زاد سنجیدہ لطیفے مہذب ظرافت کی دلپسند کتاب	۸ر
عقل کی باتیں	بڑے بڑے پیغمبروں بادشاہوں مصنفوں فلاسفروں کے وہ مقولے جو برسوں کے تجربوں پر مبنی ہیں۔ جنہیں زندگی کی مشکلات کا حل ہے	۸ر
پردہ و تعلیم	مسلمان عورتوں کا تمام مذہب کی عورتوں سے مقابلہ مسلمان عورتوں کے حقوق تعلیم کی طرف سے غفلت کے نتائج پردہ پر معقول بحث	۱۲ر
آئینۂ جمال	بلقیس جمال صاحبہ کی چالیس نظموں کا مجموعہ اسلام کے دور اولین کی سبق آموز تاریخی کہانیاں اور مناظر قدرت کی مصوری ہندوستان کی نامور شاعرہ کی نظمیں	۱۲ر
شمع خاتون	خواتین کی محبوب شاعرہ تہو بیگم لکھنوی کی دردانگیز نظمیں جو ہندوستانی عورتوں کی مظلومیت کا صحیح فوٹو ہیں۔ مع دیباچہ راشد الخیری	۴ر
نغمات موت	محترمہ حجاب اسمٰعیل کے دردانگیز مضامین جو انہوں نے اپنی والدہ مرحومہ کی یاد میں لکھے اور جو اردو رسالوں میں شائع ہوکر مقبول ہو چکے ہیں	۶ر
ادب زریں	محترمہ حجاب اسمٰعیل کے دردانگیز مضامین کا دلآویز مجموعہ مصنفہ کے بلند تخیل کی رنگینی جذبات کی ترجمانی اور شاعری کا بہترین نمونہ	۸ر
روحانی شادی	اخلاقی اور اصلاحی ڈراما جو پلاٹ مکالمہ کیریکٹر ہر اعتبار سے کامیاب ہے سبق آموز عبرتناک اور دلچسپ مزاحیہ بھی ہے از منشی پریم چند بی اے	۶ر
آئینۂ موٹر	انجن کے ہر پرزہ کے متعلق معلومات کتاب کے مطالعہ سے مالک موٹر خود گاڑی کا نقص دور کرسکتا ہے اردو میں اپنے موضوع پر بہترین کتاب	۱۲ر
جانباز	محترمہ نذر سجاد حیدر کا بہترین افسانہ جس کے پلاٹ کی دلچسپی کتاب کے ختم کرنے پر مجبور کرتی ہے۔	۱۲ر
فیروزہ	ایک دولت مند مگر یتیم لڑکی کا افسانہ۔ غم شرافت اور انسانیت کی دل دہلا دینے والی قربانیاں استقلال اور ہمت کی ناکامیوں پر فتح	۸ر
زنانہ بستہ	بچوں اور لڑکیوں کے لئے دس ننھی ننھی کتابوں کا نہایت مفید مجموعہ۔ چوتھا ایڈیشن حال میں چھپا ہے۔	عہ
افسانۂ حرم	لڑکیوں کے لئے ایک فاضل جرنلسٹ نے نہایت آسان زبان میں اخلاق آموز مفید دس کہانیاں لکھی ہیں۔	۷ر
مزیدار کہانیاں	چھوٹے بچوں کے لئے انہیں کی زبان میں نہایت دلچسپ کہانیاں۔ جن کی تصویریں بھی دیکھ کر بچے خوش ہونگے از سید ابو تمیم صاحب	۵ر
مختصر دنیا	ایک انگریز سیاح بالشتیوں کی دنیا میں چلا گیا بالشتئے اسے دیو سمجھتے تھے۔ سیاح درجنوں بالشتیوں کو جیب میں ڈال لیتا تھا قابل دید ہے	۵ر
بچوں کی دنیا	ملک روس کے سب سے بڑے مصنف ٹالسٹائی نے بچوں کے لئے جو کہانیاں لکھی تھیں ان کا انتخاب اور بہت آسان زبان میں ترجمہ	۷ر
جاپانی کہانیاں	جاپانی بچوں کی بہترین کہانیاں۔ نہایت آسان عام فہم اردو میں محترمہ مسز فضلی نے لکھی ہیں ہر کہانی کے ساتھ تصاویر بھی ہیں	عہ
دامن باغباں	مشہور افسانہ نگار ڈاکٹر سعید احمد بریلوی کے سبق آموز دلچسپ اخلاقی افسانوں کا دلآویز مجموعہ	عہ
دودھ کی قیمت	اور سات اور افسانے جو خاص طور پر خواتین کے لئے منشی پریم چند نے لکھے۔ منشی جی کے افسانوں کا آخری مجموعہ	عہ

دُوربین

جنگ چین وجاپان۔ جاپانیوں نے شنگھائی کی نوآبادی میں برطانوی علاقہ میں حملہ کرنے کے متعلق معافی مانگی اور تحقیقات اور معاوضہ کا دعویٰ کیا لیکن اس کے بعد پھر ایک جاپانی ہوائی جہاز نے اس علاقہ پر گولے پھینکے۔ انگریزوں نے بھی اس کی طرف گولے پھینکے۔ جاپانیوں نے اکہتر دن کے محاصرہ کے بعد چیپی پر قبضہ کرلیا۔ جاپان نے ہوائی جہازوں سے چین کی ۲۳ یونیورسٹیوں کو برباد کردیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چین کی تعلیم کا ذریعہ فنا ہوجائے۔

جاپان نے شانسی کا دارالسلطنت فتح کرلیا۔ یہ علاقہ اس قدر زرخیز ہے کہ ۴۱ صدیوں سے برابر زیر کاشت ہے اور جاپانی اپنی پیکنگ ہانکو ریلوے کو اس صوبہ کی ریلوے شاخ سے ملا دینا چاہتے تھے۔ اب اس فتح سے یہ ممکن ہوگیا ہے زرعی زرخیزی کے علاوہ اس علاقہ سے چین کے کل کوئلے کی پیداوار کا اکاؤن واں حصہ برآمد ہوتا ہے۔ روس سے جاپان اس وقت تک جنگ نہیں کرسکتا۔ جب تک اس علاقہ پر قابض نہ ہوجائے۔ اب اس میں اس علاقہ کے ہاتھ آجانے سے دم آگیا ہے۔

چینی فوجیں عمداً پیچھے ہٹ رہی ہیں اور جاپانی ان کے تعاقب میں ہیں۔ نانکن کی حالت مخدوش ہے۔ جاپان اب بھی کیاٹنگ اور میوتھو کے درمیانی چینی محاذ پر ضرب لگانا چاہتا ہے اور اس کے لئے جاپانی کمک بڑے پیمانہ پر وہاں بھیجی جارہی ہے۔ جاپانیوں نے سنگھائی اور سوچو پر قبضہ کرلیا۔ چینی دارالحکومت نانکن سے چونگ کیانگ لے گئے ہیں۔ وسط نومبر تک چینیوں کے ۵۵۴۰۰۰ آدمی اور جاپانیوں ۱۶۰۴۰۸ آدمی مارے گئے۔ چین نے آخر دم تک لڑنے بھڑنے کا عزم کرلیا ہے۔ جاپان کی روس سے بھی جنگ ہوجانے کا احتمال ہے۔

اسلامی ممالک میں بےچینی۔ مراکش میں سلطان برائے نام موجود ہے لیکن اصل حکومت فرانس و ہسپانیہ کی ہے فرانسیسی علاقہ میں عربوں کی انقلاب پسندی کا جواب فرانسیسیوں نے یہ دیا ہے کہ فیض میں جنگی قانون نافذ کردیا گیا ہے۔ فیض پایہ تخت ہے اور سلطان بےبس ہے۔ قوم پرست لیڈر گرفتار کرلئے گئے ہیں۔ متعدد شہروں میں گولیاں چلائی گئیں اور مسجدوں میں باجماعت نماز ادا کرنے پر پابندیاں عائد کردی گئی ہیں۔ شام میں بھی فرانس نے اسی قسم کی سختیاں کیں تھیں۔

برطانیہ نے اعلان کیا ہے کہ فلسطین میں وہ قوت کے ساتھ قائم رہے گا۔ سارے ملک میں فوجی عدالتیں قائم کردی گئیں ہیں ان کے فیصلوں کے خلاف اپیل نہ ہوسکے گا۔ ترکوں نے یہودیوں کو عام آزادی دے رکھی تھی اور تقریباً سو یہودی پروفیسروں اور ماہر فن کو جو جرمنی سے نکال دیئے گئے تھے ترکی میں اچھی اچھی جگہوں پر لگادیا تھا۔ اب فلسطین میں اُنکی چیرہ دستی سے متاثر ہوکے ایک قانون مجلس میں پیش ہوا ہے جس کی رو سے چند عالمگیر شہرت والے ماہرین کے علاوہ کسی یہود کو ترکی میں آنے کی اجازت نہ ہوگی

میسور میں تعلیم نسواں۔ تیس سال ہوئے میسور کے "مہارانی کالج" سے دو عورتیں بی۔ اے ہوئی تھیں۔ اس کے بعد سے وہاں زنانہ تعلیم روز افزوں ہے۔ اب ایک زنانہ کالج میسور میں اور ایک بنگلور میں ہے تعلیم لڑکے اور لڑکیوں کے لئے مڈل تک مفت ہے اور اشاعت تعلیم کے لئے وظائف بھی دیئے جاتے ہیں۔ مارچ ۳۷ء میں ۱۱۸ عورتیں مختلف امتحانات میں شریک ہوئیں۔ ۷۶ کامیاب ہوئیں۔ ایف۔ اے۔ بی۔ اے اور بی۔ ایس سی میں چھ لڑکیاں اول درجہ میں اور آٹھ درجہ دوم میں آئیں۔ طبابت میں ۳۱ میں سے ۲۱ عورتیں کامیاب ہوئیں۔ بارہ عورتیں بی۔ ایس سی اور ایم ایس سی میں بیٹھیں۔ دس کامیاب ہوئیں۔ بی ٹی میں ۹ میں سے ۸ کامیاب ہوئیں۔

اطالیہ سے ہراس جن یورپی سلطنتوں کے افریقہ میں مقبوضات ہیں حبشہ کے اطالیہ کے قبضہ میں چلے جانے سے اب اُن کی آنکھیں کھل گئے اُن پر خوف وہراس طاری ہوگیا ہے۔ ہرار کے صوبہ میں لوہا اور کوئلہ کافی مل گیا ہے وہاں لوہے کے کارخانے قائم کئے جائیں گے اور تین برس کے اندر وہاں ریلیں چار برس میں توپیں پانچ برس میں رائفلیں اور چھ برس کے اندر موٹریں بن سکیں گی۔ حبشہ میں ہر وہ چیز پیدا کی جائیگی جو اطالیہ سے نہیں بھیجی جا سکتی۔ وہاں ایک قومی بنک قائم کیا جانیوالا ہے ہرار میں ایک بے نظیر اسلامی یونیورسٹی قائم کی جا رہی ہے جس کے ساتھ ریڈیو اسٹیشن بھی ہوگا فرانسیسی افریقی مقبوضات کے طلبا جو طرابلس اور اطالیہ میں تعلیم پا رہے ہیں اُن پر اثر ڈالا جا رہا ہے کہ فرانس کا جوا اُتار پھینکنے میں اطالیہ اُنکی مدد کرے گا۔ حبشہ میں اس وقت پچاس سینما صرف ایسے ہیں جن میں فسطائی فلمیں دکھائی جا رہی ہیں اور اطالیہ کو اس طرح تلقین کے ذریعہ ہر دلعزیز بنایا جا رہا ہے تیس لاکھ افریقیوں کو فوجی تربیت دیجائے گی جن میں سے تین لاکھ مستقل طور سے مستعد فوج ہوگی۔ باقیوں پر گہری اطالوی نگرانی رہے گی۔ ہفتہ میں ایک دن انہیں فوجی قواعد کے لئے حاضر ہونا پڑا کریگا۔ باقی ایام میں کھیتی باڑی کا کام دیا جائے گا حبشہ میں معدنیات کی تلاش کے لئے ایک کمپنی بنائی گئی ہے جس میں ۵۱ فیصدی اطالوی اور ۴۹ فی صدی جرمن سرمایہ ہوگا۔ اس طرح اپنے افریقی مقبوضات میں اطالیہ ایک کروڑ پانچ لاکھ پونڈ خرچ کر رہا ہے۔ بہت جلد حبشہ اطالیہ کیلئے بیحد دولت کا ذریعہ بنجائیگا

تاروں کا جھرمٹ لاہور میں جناب وائسرائے ہند کا دربار ہوا۔ وائسرائے نے اپنی تقریر میں باہمی اتفاق پر زور دیا مسلمانوں کو کانگریسیوں کے گیت بندے ماترم پر اعتراض ہے مگر کانگریسی بھی ایسی کھوپڑی کے ہیں کہ وہ اسے چھوڑنا نہیں چاہتے۔ کانگریس کی کابینہ نے فیصلہ کیا ہے کہ اس گیت کے ابتدائی دو بند گائے جایا کریں اور جلسہ کرنے والوں کو اختیار ہے کہ اس کی بجائے اس کے ساتھ کوئی اور موزوں گیت گالیا کریں۔

مس جین بیٹن نے اسٹریلیا سے انگلستان تک کی پرواز پانچ دن ۱۸ گھنٹے ۱۶ منٹ میں طے کرکے ایک نیا کارنامہ قائم کیا ہے شہنشاہ انگلستان نے اپنی پارلمنٹ کی تقریر میں سیاحت ہند کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن سیاسی حلقوں میں یہ خیال آرائی ہے کہ سیاسی بین الاقوامی پیچیدگیوں کی وجہ سے ان مقبوضات کا دورہ نہ کرسکیں گے۔

آسٹریا کے چانسلر ڈلفس بینگ کے مار ڈالنے کی سازش کا راز طشت ازبام ہونے پر اطالیوں یا رومانوی نسل کے دو ادھیڑ آدمیوں پر مقدمہ چلے گا۔ ابھی وہ گرفتار نہیں کئے گئے ہیں۔

محمد عمر خاں افغانی شہزادہ جس نے افغانستان کے انقلاب کے زمانہ میں افغانی تخت کے لئے کوشش کی تھی نینی تال سے فرار ہو گیا ہے۔

ایک نائی بمبئی کے قریب ریل کے دروازہ میں کھڑا تھا۔ کہ ریل ایک جھٹکے کے ساتھ ٹھہری۔ اس کا سر زور سے دروازہ کے بازو سے لگا اور وہ نیچے گر کے سخت زخمی ہوا۔ شفاخانہ میں جا کے مرگیا۔ اس کا سر پھٹ گیا تھا۔

پانی پت میں ہولی گذشتہ کے موقع پر جو مسلمان پولیس کی گولیوں سے مارے گئے اس کے متعلق سرکاری تحقیقات کی رپورٹ شائع ہوگئی ہے اس میں قرار دیا گیا کہ پولیس نے جائز عذر سے گولیاں چلائیں۔

ضلع لاہور کے کسی گاؤں میں ایک سکھ اپنے کھیت کو پانی دے رہا تھا۔ اس کے مخالفوں نے اُسے روکا۔ چار آدمیوں نے اس پر حملہ کرکے اُس کی دونوں آنکھیں برچھی سے نکال ڈالیں۔ وہ کراہتا رہا۔ حملہ آور بھاگ گئے۔

بجنور سے حافظ محمد ابراہیم دوبارہ منتخب ہو گئے ہیں۔ اس انتخاب میں مسلم لیگ اور کانگریس کا مقابلہ تھا۔ حافظ صاحب

REGD. No L. 1872

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۸۷۲

ESTD. THE ISMAT, 1908. DELHI.

عصمت

شریف ہندوستانی بیبیوں کیلیے
پاکیزہ خیالات علمی و ادبی مضامین اور
مفید معلومات کا ماہوار ذخیرہ



نومبر
۱۹۳ ۔

چندہ سالانہ قسم خاص ۱۰ روپے

چندہ سالانہ چار روپے

SN871.33

تصانیف فخرِ نسوانِ ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

محترمہ خاتون اکرم مرحومہ تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشاپرداز تھیں جن کی مضمون نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بج چکا ہے جن کے فلسفیانہ خیالات نے جن کے وہ دوا تھیں وہ دبے ہوئے طرزِ فکر پر رہنے سے قابل مردوں سے خراجِ تحسین وصول کیا تھا۔ مشہور انگریزی روزنامہ بمبئی کرانیکل کی رائے ہے مرحومہ خاتون اکرم نہایت اعلیٰ درجہ کا ادبی مذاق رکھتی تھیں اور اپنے خیالات و جذبات کو نہایت سادہ مگر پُر زور انداز اور مختصر الفاظ میں ادا کرنے کی قدرت رکھتی تھیں علی گڈھ میگزین لکھتا ہے ان کا طرزِ بیان پُر اثر اور دل نشین ہوتا ہے۔ رسالہ نورجہاں نے لکھا تھا مرحومہ چھوٹی سی عمر میں نہایت دانشمند اور وسیع تجربہ رکھنے والی خاتون تھیں اپنی پر زور تحریر میں انسانی جذبات کی تصویر نہایت خوش اسلوبی سے کھینچتی تھیں

گلستانِ خاتون (۱)

محترمہ خاتون اکرم ملک کے بہترین افسانہ نگار مردوں میں بھی نہایت ممتاز درجہ رکھتی تھیں گلستانِ خاتون متفقہ طور پر اردو کے بہترین افسانوں کا مجموعہ تسلیم کی گئی ہے۔ شبیہ ظلم۔ ارزووں پر قربانی۔ انقلاب زمانہ۔ تربیت اولاد۔ طرزِ زندگی۔ پیچ کی فتح۔ دوسری شادی وغیرہ۔ وہ سبق آموز موثر اور درد انگیز افسانے ہیں جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اس سے پہلے کسی ہندوستانی خاتون کے ایسے بلند پایہ افسانوں کا مجموعہ نہیں چھپا جیسا اخبار لکھتا ہے "یہ وہ دلچسپ افسانے ہیں جنہیں کوئی افسانہ خلاف قیاس نہیں بلکہ عین مشاہدہ اور فطرت کے موافق ہے ان کی دلچسپی خاتمہ کتاب پر خود بخود وائل کرتی ہے" اخبار ریاست کی رائے ہے نہ صرف خواتین بلکہ مردوں کو بھی ان سبق آموز اخلاقی افسانوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔ رہنما لکھتا ہے ہر افسانہ اس قدر دلکش ہے کہ بغیر پورا کئے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ سارے ہمارے موجودہ تمدن و معاشرت کی خرابیوں کی اصلاح کرنے والے ہیں ذوالقرنین لکھتا ہے ان افسانوں میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ جس کا کیرکٹر بیان کیا ہے ہمیں موقع و حیثیت کے لحاظ سے زبان و لہجہ استعمال کیا گیا ہے۔ ملک کے تمام مشہور اخبارات نے نہایت شاندار ریو کئے ہیں کتاب کا دیباچہ مولوی راشد الخیری ایڈیٹر عصمت نے لکھا ہے تمام کتاب ... کاغذ پر نگین چھپی ہے اردو میں ایسی خوبصورت کتابیں بہت ہی کم نکلیں گی "ٹائیٹل خوبصورت عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔ عہ مجلد عہ

پیکرِ وفا (۲)

ایک دلاویز سبق آموز افسانہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کیلئے ایسی ایسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں رہ جائے۔ رسالہ ہمایوں لکھتا ہے یہ ایک کامیاب و مفید افسانہ ہے جس میں عورتوں کے احترام کو واضح کیا گیا ہے جن کی تعلیم اسلام نے ہمیں دی ہے انداز بیان دلآویز عبارت سادہ و شگفتہ ہے اخبار کشمیری کی رائے ہے ... اخبار صداقت کی رائے پلاٹ اور کیرکٹروں کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا افسانہ ہے۔ بار سوم قیمت آٹھ آنے

بچھڑی بیٹی (۳)

ایک دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کئی زنانہ رسالوں میں شائع ہو کر بے انتہا پسند کیا جا چکا ہے۔ ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے اس جدائی میں ماں باپ کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ صرف کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے برسوں کے بعد وہی لڑکی اس طرح ملتی ہے کہ جنت مکانی کی بے مثل افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے بے حد دلچسپ قصہ ہے یہ بھی آرٹ کاغذ پر چھپا ہے قیمت ۶ر

جمالِ ہمنشیں (۴)

جنت مکانی کے بے مثل ادبی مضامین کا نہایت حسین شاندار مجموعہ

اجل، عالم نزع، پھول، رمضان، وعدہ وفائی، خدا کی مصلحت، تعزیت نامہ، فانی زندگی، تغیرات زندگی، نیرنگئ زمانہ، عبرت گاہ دنیا، موسم بہار، غم، ساون، عید، زندوں کی زندہ ہستی، کسی کی یاد، ہنسی مذاق، زندگی کا دن وغیرہ وغیرہ یہ وہ دلاویز مضامین ہیں جو عصمت، تہذیب، استانی، شباب، وغیرہ میں شائع ہو کر بے حد پسند کئے جا چکے ہیں۔ جمال ہمنشیں کے متعلق اخبار ہمدرد لکھتا ہے ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کی گئی ہے انڈین ڈیلی میل کی رائے ہے ان مضامین کی اردو صاف رواں ہے۔ رسالہ حرم کی رائے یہ مضامین بلحاظ زبان و خیال نہایت بلند ہیں اور ان کی اشاعت اردو زبان پر بڑا احسان ہے" رسالہ اردو لکھتا ہے ان مضامین کی عبارت بہت فصیح و دلکش ہے" اخبار وکیل جمال ہمنشیں بلاشبہ نسوانی دنیا کیلئے سبق آموز کتاب ہے اخبار مدینہ کی رائے یہ مضامین بہت بلند پایہ ہیں روزنامہ انگریزی بمبئی کرانیکل لکھتا ہے ان مضامین کی زبان نہایت آسان اور سادہ ہے یہ بھی آرٹ کاغذ پر تیسری بار چھپی ہے قیمت ایک روپیہ

تصانیف محترمہ صغریٰ ہمایوں مرزا صاحبہ

ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ لندن

مشیرِ نسواں یا زہرہ (۱)

ایک دلچسپ اخلاقی ناول جس میں لڑکیوں کو بہت سی بیش بہا اخلاقی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قصہ دلچسپ و نتیجہ خیز ہے۔ طرزِ بیان بجیہ اسلاف اکابرین قوم نے جسے پڑھ کر حسب ذیل ریویو کئے تھے

علامہ شبلی نے اسے پڑھ کر فرمایا تھا یہ کتاب محاسن سے مملو اور معائب سے بالکل پاک ہے۔ اخبار مشیر دکن کے ریویو کا خلاصہ کیا بلحاظ مضامین کیا بلحاظ زبان بڑی دلچسپ اور دلآویز کتاب ہے۔ مخبر دکن کا ریویو عورتوں کیلئے نہایت دلچسپ اخلاقی ناول ہے شوکت اسلام کا ریویو بے نظیر ناول ہے جس میں عورتوں کی ہر حالت اور ہر عمر کے متعلق نصائح اور معلومات کے ذخیرے دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں: اخبار تہذیب نسواں کا ریویو اس قصہ کو مصنفہ نے نہایت دلچسپ اور پر لطف طریقہ سے بیان کیا ہے مصنفہ کو اس تصنیف پر تمغہ طلائی دیا گیا تھا بار سوم قیمت ...

سرگذشتِ ہاجرہ (۲)

دلچسپ اور سبق آموز قصوں سے پُر ہے جس میں اخلاقی و اصلاحی جواہرات بیش بہا وغیرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں جو دقتیں پیدا ہو جاتی ہے عورت انہیں کس طرح دور کر سکتی ہے چار سہیلیاں ایک جگہ جمع ہو کر آپ بیتی سناتی ہیں ان میں ہاجرہ کی سرگذشت سب سے زیادہ دلچسپ اور مفید ہے اور بتاتی ہے کہ بیویاں بگڑے ہوئے گھر کس طرح سنوارتی اور ہاتھ سے نکلے ہوئے شوہروں کو کیونکر اپنا کر لیتی ہیں۔ علامہ سر محمد اقبال کی رائے ہے کہ سرگذشت ہاجرہ مستورات کیلئے نہایت مفید کتاب ہے طرز بیان بھی موثر اور دلکش ہے بیگم صاحبہ سر عبدالقادر صاحب بیرسٹر ایٹ لا کی رائے ہے " یہ نہایت اچھی اور دلچسپ کتاب ہے اس میں ہر قسم کے نقائص بڑی خوبی سے قصہ کے پیرایہ میں اصلاح کی ہے۔ بار دوم قیمت دس آنے

موہنی (۳)

ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک شہزادی شوہر کے انتقال پر گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں ماری ماری پھرتی ہے یہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقے سے شوہر سے ملاقات ہوتی ہے۔ ایران کی معاشرت جہانداری، زچہ خانہ، شادی بیاہ، رسم و رواج پر ایسی مفید معلومات کسی کتاب میں نہ ملیں گی قیمت ...

تحریر النسا (۴)

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے جدید طرز پر کتابت کی بے نظیر کتاب۔ اخلاقی و معاشرتی مذہبی سبقوں کا لاجواب مجموعہ جس میں ... کو کارآمد اور مفید بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں یہ کتاب انشا کی اور نتیجہ خیز سبق آموز مضامین کا مجموعہ بھی ہے پڑھنے کے بعد نہ صرف ہر موضوع پر اچھے اچھے خطوط لکھ سکتی ہیں بلکہ ان کی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے

معزز خواتین کی لکھی ہوئی نہایت دلچسپ اور مفید کتابیں

محصول ڈاک بذمہ خریدار

انوری بیگم	عہ	عقل کی باتیں	۴ر
غیرت کی پتلی	۶ر	ہنسی کی باتیں	۴ر
چار رخ	۳ر	تاریخی لطیفے	۴ر
دولت پر قربانیاں	۸ر	خواتین اندلس	۴ر

خانہ داری کے تجربے	۱۲ر
ننھی بستی ہزار نعمت	۳ر

دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

سے یہ سب کتابیں شائع ہوئی ہیں

شمع خاموش	(نظمیں)	۶ر
آئینۂ جمال	(نظمیں)	۱۲ر
شبیہ وفا	(افسانے)	۸ر
نغمات موت	(مضامین)	۶ر

پردہ و تعلیم

بچوں کی تربیت

بچوں کی دنیا

تحفۂ دنیا

آئینہ موز

دہلی کا چاندنی چوک



زمانہ قدیم



زمانہ جدید



شنگھائی کی گلیوں میں جنگ اور خونریزی کا ہولناک نظارہ جاپانی سپاہی چینی محلوں کو بڑی بیدردی سے تباہ کررہے ہیں



مشرقی افریکہ کے باشندے بہت بڑے بیلوں کے سینگون
کے سنکھہ بنا کر بجاتے ہین



جزیرہ ماریشش مین پتھر کی جھونپڑی جسکی چھت اور دیوارین گھاس سے مزین کی جاتی ہین

رسالہ عصمت دہلی

تیسواں سال — بابت ماہ نومبر ۱۹۳۷ء عیسوی — جلد ۵۹ نمبر ۵

فہرست مضامین

تصاویر ۱۰

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ للعہ — ممالک غیر سے دس شلنگ

قسم خاص (آرٹ کاغذ کا ایڈیشن)، دس روپے۔ رؤسا سے پچیس روپے۔ والیان ریاست سے [illegible] روپے۔ ممالک غیر سے ایک پونڈ۔ فی پرچہ ایک روپیہ۔

رسالہ عصمت۔ ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر [illegible]

باہتمام [illegible]

روزہ

از حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ

روزہ کے حکم میں مرد و عورت دونوں برابر کے شریک ہیں اور اس کے رکھنے کی تعمیل دونوں پر فرض ہے کلام اللہ کی آیتیں اور حضور اکرمؐ کی حدیثیں اس بارہ میں بہت سی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا رکھنا کس قدر ثواب اور خواہ مخواہ نہ رکھنا گناہ ہے

روزہ کے متعلق جب ہم ظاہری حالتوں پر نظر ڈالتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ اس سے روزہ دار کو کیا فائدہ پہنچتا ہے تو ہم کو آسانی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سال میں ایک مہینہ کا روزہ یعنی معدہ کو خوراک سے بچانا صحت کے واسطے بے حد مفید ہے تاکہ جس قدر کثافت وغیرہ ہو وہ اندر ہی اندر جذب ہو جائے اور ہم بیماریوں سے محفوظ رہیں کیونکہ زیادہ تر بیماریاں معدہ ہی کی خرابی سے شروع ہوتی ہیں اور اس طرح بیماریوں کے جراثیم یعنی کیڑے بھی کمزور ہو جاتے ہیں۔

روزہ رکھنے میں اسلام نے ایک اور فائدہ بھی رکھا ہے اور وہ یہ کہ اسلام کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے کام آئیں اور جب کوئی مصیبت کا مارا سامنے آکر اپنا دکھ بیان کرے تو اس دکھ کا اندازہ ہو سکے۔

ایک شخص بھوک کا مارا جس وقت آکر سوال کرتا ہے اور اپنی تکلیف بیان کرتا ہے تو جو لوگ مغرور ہیں اور جن کو دوسرے کی تکلیف سے کوئی ہمدردی نہیں ہر اس کان سن کر اس کان اڑا دیتے ہیں اسلام نے روزہ میں یہ خوبی رکھی ہے کہ روزہ رکھنے سے مالدار آدمیوں کو یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ بھوک پیاس کی تکلیف کیسی ہوتی ہے وہ سائل کو نہ دھتکاریں اور سوال کی حقیقت کو پہچان سکیں۔

بزرجمہر کے حالات میں جو مشہور حکیم اور نوشیرواں کا وزیر تھا لکھا ہے کہ جب کسی بادشاہ نے اپنے لڑکے کو ولی عہد تجویز کیا اور یہ فیصلہ بزرجمہر کے سپرد کر دیا تو اس نے چند روز کے واسطے ولیعہد کو جیلخانہ بھیجدیا بادشاہ پریشان ہوا اور درباری بھی حیران ہوئے مگر بزرجمہر نے رائے نہ بدلی۔ قید کا زمانہ ختم ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ آپ شوق سے ولیعہد بنا دیجئے یہ کام میں نے اس لئے کیا ہے کہ شہزادے کو قید کی تکلیف کا اندازہ ہو سکے اور جب کسی کو سزا دے تو سمجھ لے کہ بے گناہ کو تکلیف نہ پہونچے۔ یہ فیصلہ اسی اصول کی جڑ ہے کہ مسلمان جو باہمی محبت اور ہمدردی اپنا فرض سمجھتے ہیں دوسرے کی بھوک سے واقف ہو سکیں اور سائل کو نہ جھڑکیں۔

اس وقت روزہ کے افطار کی جو تیاریاں ہوتی ہیں اور دسترخوان پر نہایت ثقیل چیزیں رکھی جاتی ہیں اور روزہ دار ضرورت سے زیادہ کھاتے ہیں یہ صحیح نہیں اس سے روزہ کا اصل مطلب غارت ہو جاتا ہے یہ چیزیں نقصان پہنچاتی ہیں روزہ کھولنے کے بعد بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے جو لوگ کسی خاص غذا وغیرہ کے عادی ہوں اُن کو بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہیئے۔

بعض دفعہ اس غلطی کا نتیجہ خراب دیکھا ہے۔ حقہ پینے والے گھنٹوں پہلے حقہ تیار کرتے ہیں اور اس زور سے دم لیتے ہیں کہ سر چکرا جاتا ہے اسی طرح زردہ کھانے والے پان ہی سے روزہ کھولتے ہیں اور زردہ اتنا زیادہ ڈالتے ہیں کہ سخت سے سخت تکلیف ہو جاتی ہے۔ ان لوگوں کو روزہ سے بجائے فائدہ کے نقصان پہنچتا ہے۔

لڑکیوں کو بہت احتیاط کرنی چاہیئے تاکہ ان کی طبیعت درست ہو نہ کہ اور خرابی پیدا ہو جائے۔ روزہ میں نماز نہ پڑھنا روزہ کی وقعت کم کر دیتا ہے اور روزہ محض فاقہ ہو جاتا ہے اگرچہ روزہ کا ثواب تو ملتا ہے مگر نماز اس زیور کو اور جلا دیتی ہے۔

بنات ۳۴ء

انگلستان میں نوکروں کی حالت

ہندوستان میں اکثر میموں کی زبانی سنا تھا کہ انگلستان میں نوکروں کی بڑی تکلیف ہوتی ہے اُس وقت میں نے اس بات کی طرف چنداں توجہ نہ کی تھی۔ لیکن اب جب کہ اتفاقی طور سے تین سال کے لئے لندن رہنے کو آئی ہوں تو یہ احساس ہو رہا ہے کہ واقعی یہاں نوکروں کا ملنا کتنا مشکل ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں نوکر رکھنے کا رواج بہت کم ہے ہندوستان میں متوسط درجہ کے لوگ بھی دو تین نوکر رکھتے ہیں اور جن کی پچاس روپیہ کی آمدنی ہے ان کے یہاں بھی کم سے کم ایک لڑکا تو نوکر ہوتا ہی ہے۔ لیکن یہاں جن کی سات آٹھ سو روپیہ ماہوار تنخواہ ہے وہ بھی ایک "کوک جنرل" کے سوا دوسرا نوکر نہیں رکھتے ہیں "کوک جنرل" یہاں اُس عورت کو کہتے ہیں جو صبح ۸ ساڑھے ۸ بجے آتی اور شام کو ۷ بجے کے قریب گھر چلی جاتی ہے بعض تو صرف دو بجے تک ہی رہتی ہیں۔ ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ گھر صاف کیا (یہاں جھاڑو تو ہے نہیں "بروم" یعنی ایک طرح کا برش ہوتا ہے جس سے کھڑے کھڑے جھاڑو دے سکتے ہیں اس سے فرش صاف کیا جاتا ہے اور جن کے یہاں کارپٹ ہے وہاں تو صرف Vacam cleaner چلا دینے سے فرش صاف ہوجاتا ہے) دن کا کھانا پکایا رات کے لئے ترکاریاں وغیرہ بنا کر رکھ دیں اور چلی گئیں۔ گھر کے تمام چھوٹے موٹے کام جو ہم ہندوستان میں نوکروں سے لیتے ہیں یہاں خود ہی کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ اول تو زیادہ نوکر رکھنے کا رواج نہیں دوسرے اگر دو تین ہوں بھی تو وہ اپنے مقررہ کاموں کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتے۔ ہمارے یہاں کے متوسط درجہ کی عورتیں واقعی یہاں کی عورتوں سے سبق لے سکتی ہیں۔ خصوصاً ہندوستانی افسروں کی بیویوں کو یہاں کی اسی درجہ کی عورتوں کی زندگی سے ضرور سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ ہندوستان میں جن شوہروں کی آمدنی ہزار ڈیڑھ ہزار روپیہ ہے وہ کرتی کیا ہیں سوائے باورچی اور آیا کو حکم دینے کے ہاتھ سے کوئی کام کرنا عار اور کسر شان خیال کرتی ہیں۔ یہاں اتنی ہی آمدنی والے شوہروں کی بیویاں اپنے کپڑے خود دھوتی ہیں۔ گملوں میں پانی اور باغ اگر ہو تو اُس کی دیکھ بھال خود کرتی ہیں۔ بستر بچھانا۔ جوتے صاف کرنا۔ چائے کے برتن دھونا۔ میز لگانا یہ سب کام خود کئے جاتے ہیں۔ بازار جانا اور ہر قسم کی خرید و فروخت گھر والی بی بی خود کرتی ہے۔

یہاں کی ایک ماما کی تنخواہ ہمارے یہاں کے کلرک سے زیادہ ہے یعنی ۲۵ شلنگ ہفتہ گویا ۷۵ روپیہ ماہوار۔ بچوں کی نرس کی ۳۰ شلنگ ہفتہ۔ پکانے والی کی تین شلنگ ہفتہ اور اگر واقعی اچھا پکانا آتا ہو تو دو پونڈ ہفتہ۔ مرد باورچی کی کم سے کم ۴ پونڈ اور خدمتگار بیرا وغیرہ کی تنخواہیں ہمارے یہاں کے تحصیلدار اور انسپکٹر اور اسکول ماسٹروں سے زیادہ ہوتی ہے یعنی تین سو سے پانچ سو ماہوار۔ یہی وجہ ہے کہ سوائے بہت زیادہ امیر لوگوں کے بیرا خدمتگار رکھنے کا

کوئی بھول کر بھی خیال نہیں کرتا ۔ اور نہ مرد باورچی رکھنے کا رواج ہے ۔ ہم لوگ گھر پر دھوبی مالی نوکر رکھتے ہیں یہاں
ایسا کرنا قریب قریب ناممکن ہے ۔ دھوبی تو شاید کوئی رکھتا ہی نہیں ہے ۔ شاید کوئی بہت پرانے فیشن کے امیر خاندان میں
لانڈری میڈ رکھی جاتی ہو ۔ یعنی ایک نوکرانی جو صرف کپڑے دھونے پر مقرر ہو ۔ یہی حال مالی کا ہے بہت ہی بڑے محل رکھنے والے
ڈیوکس ۔ اور لارڈ جن کے باغ بہت وسیع ہیں مالی نوکر رکھتے یا رکھ سکتے ہیں ۔ لیکن ہندوستان میں سوائے بہت غریب لوگوں
کے سب ہی دھوبی کو کپڑے دیتے ہیں مگر یہاں لوگ گھر پر دھو کر اور استری کر کے کپڑے پہنتے ہیں عورتوں کے "انڈر ویر" یعنی
پیٹی کوٹ بنیان وغیرہ تو کوئی دھوبی کے یہاں دیتا ہی نہیں ۔ ڈریسز اور بڑی بڑی چیزیں چادر پردے یہ دھوبی کے یہاں
دئے جاتے ہیں لیکن ان میں بھی بہت کفایت کی جاتی ہے ایک ڈریس کئی کئی دفعہ گھر پر استری کر کے پہنا جاتا ہے پھر دھوبی
کو دیا جاتا ہے ۔ بعض تو چادر غلاف بھی گھر ہی پر دھو لیتے ہیں ۔ اسی طرح جن کے یہاں چھوٹی سی انگنائی ہے ۔ اور یہاں
باغ کے ساتھ کے مکان روز بروز کم ہوتے جاتے ہیں ۔ وہ گملوں میں پانی اور پودوں کی دیکھ بھال خود کر لیتی ہیں ۔ یہاں کے مرد
بھی چھٹی کے دنوں میں خانہ داری میں عورتوں کا ہاتھ بٹاتے ہیں ۔ مثلاً باغ کی دیکھ بھال ہمیشہ شوہر کے ذمہ ہوتی ہے ۔

جیسا کہ میں اوپر لکھ آئی ہوں اکثر لوگوں کے یہاں بس ایک "کوک جنرل" ہوتی ہے اور یہ شام کو گھر چلی جاتی ہے ۔ شام کو
کھانا اکثر عورتیں خود پکاتی ہیں اور برتن خود دھوتی ہیں ۔ برتن دھونے میں شوہروں کو مدد دینا کوئی بری یا انوکھی بات نہیں
سمجھی جاتی ۔ ۱۲-۱۴ ابلکہ آٹھ دس برس کے بچے بھی اسکول سے آنے کے بعد گھر کے کاموں میں جیسے بچھونے بچھانا برتن
دھونا وغیرہ مدد دیتے ہیں ۔

یہاں مہتر یا بھنگی کے درجہ کا کوئی نوکر نہیں ہے ۔ اگرچہ یہاں کی "چار ومن" کو یہاں کی بھنگن کہہ سکتے ہیں ۔ یہ دس پنس کے
حساب سے دو چار گھروں میں کام کرتی ہے اس کے ذمہ یہ ہوتا ہے کہ گھر میں جھاڑو دیدے اور جتنے میلے کام ہیں وہ کردے
جیسے باورچی خانے کی زمین صاف کرنا ۔ ٹب اور غسل خانے دھو دینا ۔ گیس سٹو صاف کر دینا ۔ یعنی زیادہ محنت کے جو کام
ہیں وہ سب کرنا ۔ بعض لوگ دن میں صرف گھنٹہ بھر کے لئے ایک "چار" کو بلا لیتے ہیں اور ہفتہ میں ایک آدھ دفعہ پورے
دن کے لئے بلا کر گھر کی اچھی طرح سے صفائی کرا لیتے ہیں ۔ "چار" کے علاوہ بھی نوکر صرف دو چار گھنٹے دن کے لئے مل
سکتے ہیں جیسے بعض لوگ صبح سے دوپہر تک کی بجائے صرف شام کو دو گھنٹہ کے لئے ایک "کوک جنرل" کو بلا لیتے ہیں ۔ یہ اپنے
گھر کے معمول پر منحصر ہے ۔ کہ کس کو دن کے کس حصہ میں زیادہ کام کرنا پڑتا ہے ۔ ایکٹرز ۔ اخبار کے رپورٹرز جن کو رات کو کام
کرنا پڑتا ہے وہ صرف شام کو نوکر رکھتے ہیں ۔ دن کو نہیں ۔

یہاں اتنے کم نوکر رکھنے کا رواج اس لئے ہے کہ یہاں نوکروں کی تنخواہ بہت زیادہ ہے اس کے ساتھ ان کو کھانا
بھی دینا پڑتا ہے اور جو خود کھاؤ وہی دو ۔ سوائے "کوک جنرل" کے ان کو رہنے کے لئے الگ ایک کمرہ بھی چاہیئے ۔ ہمارے یہاں نوکروں
کو جیسی چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں دیدیتے ہیں وہ نہیں ۔ اب یہاں مکان بھی بہت مہنگے ہیں اور دو دو تین تین کمروں سے بڑا مکان کوئی

نہیں لیتا تو تین تین چار چار نوکریوں کو رکھیں ان کے لئے کمرے چاہئیں۔

یہاں نوکر رکھنے کا طریقہ یہ نہیں کہ جب جگہ خالی ہوئی دوسرے نوکروں کے ذریعہ سے یا ایسے ہی امیدوار آنے لگے ان میں سے ایک کو چن لیا۔ یہاں نوکر بہم پہنچانے کی مختلف ایجنسیاں ہیں آپ کو اگر نوکر کی ضرورت ہو تو وہاں جا کر پہلے تو پانچ شلنگ یا ہاف کراون فیس دیجئے تب وہ آپ کا نام اپنے رجسٹر میں رکھ لیں گی کہ آپ کو نوکر کی ضرورت ہے۔ پھر وہ آپ کو ایک فارم دیں گی جن کی خانہ پُری کرنی ہوگی۔ اس میں یہ لکھنا پڑتا ہے کہ آپ کو کس قسم کے نوکر کی ضرورت ہے کتنی تنخواہ دے سکتی ہیں کیا کیا کام کرنا پڑے گا اور کتنے نوکر آپ کے یہاں ہیں۔ یہ اقرار نامہ لکھ کر آپ اپنے گھر چلی آتی ہیں۔ اور ایجنسی دو ایک دن میں آپ کو تین چار ریفرنسز بھیجتے ہیں یعنی نرسوں کے نام عمر پتے اور ایک مختصر سا نوٹ ان کی پہلی مالکہ کی طرف سے یہ بتانے کے لئے کہ یہ کس قسم کی عورت ہے اور کیا کام کرتی ہے بعضوں کے دو دو تین تین ریفرنسز ہوتے ہیں بعض بجائے اس مالکہ کا ریفرنس دینے کے جس کے یہاں آخری ملازمت کی تھی بعض دفع کسی پہلی مالکہ کا ریفرنس دیتی ہیں اگر وہ بہ نسبت اس کے زیادہ اچھا ہو لیکن اس صورت میں یہ سمجھ جانا چاہیئے کہ آخری جگہ سے بخوشی نہیں علیحدہ کی گئی ہے اور بعض لوگ رکھنے سے ہچکچاتے ہیں کہ نہ معلوم کس وجہ سے علیحدہ کی گئی۔ اس لئے آخری مالکہ کا پتہ لازمی ہے کہ دل چاہے تو فون کرکے یا ملکر خود پوچھ لو کہ کس وجہ سے علیحدہ کی گئی ہے۔

بظاہر تو یہ قاعدہ بہت اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں کئی نقائص ہیں ایک تو یہ کہ یہاں نوکروں کی اتنی قلت ہے کہ ایجنسی جلدی ریفرنسز نہیں بھیج سکتی۔ دو دو تین تین مہینے پہلے سے رجسٹر کرنا چاہیئے۔ یعنی اگر آپ کے یہاں بچہ ہونے والا ہے تو کم سے کم چھ مہینے پہلے سے آپ ایجنسیوں کے یہاں رجسٹری کرا لیجئے تب کہیں حسب دلخواہ نرس آپ کو مل سکتی ہے۔ اور اگر کوئی نوکر خاطر خواہ کام نہیں کر رہا ہے تو آپ کو ہفتوں اس کی گستاخیاں برداشت کرنی پڑیں گی قبل اس کے کہ آپ اس کو علیحدہ کر سکیں۔ نہیں تو آپ کو تین چار ایجنسیوں میں جانا پڑے گا۔ اور ایسی صورت میں حسبِ دلخواہ آدمی کا ملنا مشکل ہے۔ ایجنسیوں نے آپ کو اگر چار ریفرنسز بھیجے تو وہی چار اس نے دس اور گھروں میں بھی بھیجے ہیں۔ اور یہ ہوتا ہے کہ جب تک کے آپ لکھ کر نوکر کو ملاقات کے لئے بلائیں کوئی اور بلا لیتی ہیں یا نوکر آپ سے مل کر جانے کے بعد لکھ بھیجتی ہیں کہ ان کو آپ کے یہاں سے بہتر نوکری مل گئی جیسے کہ میرے ماشاء اللہ دو بچے ہیں کئی نرسیں کہہ کر گئیں کہ آیندہ ہفتے آئیں گی اور پھر فون کر دیا کہ ہمیں صرف ایک بچے کی نوکری مل گئی۔ اس لئے ہم نہیں آتے۔ اور بعضوں نے تو جواب تک نہیں دیا یعنی میرے لکھنے سے پہلے کسی اور سے مقرر کر لیا ہوگا۔

ایک نقص اور ہے کہ ان ایجنسیوں کو رقم کافی دینی پڑتی ہے پہلے تو رجسٹری کے پانچ شلنگ پھر جب ان کے ذریعہ سے آپ کو نوکر مل جائے تو تیس شلنگ اور بڑی ایجنسی کو دوگنے یعنی بیاسی شلنگ دینے پڑتے ہیں۔ اب اگر یہ نوکر ایک مہینہ کے بعد چلا جائے تو آپ کو پھر تین شلنگ تو صرف ڈھونڈنے میں پھر خرچ کرنے پڑیں گے۔ اگر ایک مہینہ میں آپ علیحدہ کر دیں اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن کے اندر ایجنسی کو اطلاع دے دیں گے جو نوکر ان کے ذریعہ مقرر کیا تھا وہ قابل اطمینان نہیں اور اس وجہ

سے آپ اس نوکر کو علیحدہ کرنا چاہتی ہیں تو وہی ایجنسی آپ کو دوسرا نوکر بغیر کچھ اور فیس دئے ڈھونڈ دے گی یا کم سے کم ان کی ڈیوٹی ہے کہ ڈھونڈ دیں لیکن سارے لوگ یہ کہتے ہیں اور خود میرا اپنا یہ تجربہ ہے کہ وہ ایجنسی کبھی ڈھونڈ کر نہیں دیتی ہے کیونکہ اگر وہ کسی اور کو دے تو اس کو اور تین شلنگ کا منافع ہوتا ہے اور آپ کو دینے میں کسی قسم کا فائدہ نہیں ہوگا۔ دوسرے اگر آپ پندرہ دن کے اندر نوکر میں کوئی عیب نہ پائیں تو پھر برائے نام سی ڈیوٹی بھی ایجنسی کی جاتی رہتی ہے۔

غرض یہاں نوکر کا ملنا ایک امر محال ہے۔ عام طور پہ سب کو شکایت ہے کہ نوکر مغرور اور گستاخ ہوتے ہیں۔

شائستہ سہروردی ازلندن

(بقیہ صفحہ ۲۶۰)

دوسرا اور بڑا حصہ وہ ہے جو مجالس آئین ساز کے روبرو پیش تو ضرور ہوگا۔ اس پر بحث و مباحثہ اور تقریریں ضرور ہوسکیں گی مگر لیکن اس پر رائے نہ لی جائے گی۔

اب رہا تیسرا حصہ اس کے سلسلہ میں ایک طرف تو مجلس زیرین کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اس کے کسی جزو کو چاہے منظور کرے یا نامنظور کردے۔ لیکن اس کی نامنظوری کو بے اثر کرنے کی تین صورتیں رکھی گئی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اگر کسی مطالبہ کو ایوان زیریں نے نامنظور کردیا تو گورنر جنرل کی خاص ہدایات کے ماتحت وہ ایوان بالا میں پیش کیا جائے گا۔ اگر ایوان بالا نے اسے منظور کردیا تو گویا دونوں ایوانوں کی رائے میں اختلاف ہوگیا۔ اور گورنر جنرل دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس طلب کرکے اسے پیش کرانے کے مجاز ہیں۔ اگر دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں مطالبہ منظور ہوگیا تو بہت اچھا۔ ورنہ گورنر جنرل اس کے مجاز ہیں کہ اس مطالبہ کی رقم کو اس میں شامل کریں جو رائے شماری کے لئے مجالس آئین ساز میں پیش نہ ہوگی۔

اس سب کے معنی یہ ہیں کہ اگر مجالس آئین ساز میں سے کوئی ایک یا دونوں کسی مطالبہ کو نامنظور کردیں یا اس میں تخفیف کردیں۔ تو اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ بشرطیکہ گورنر جنرل اسے ضروری سمجھیں کہ جو اخراجات نامنظور کئے گئے ہیں وہ ہونے چاہئیں

فیڈریشن کے اخراجات کی منظوری

از جناب قاری محمد عباس صاحب جرنلسٹ دہلی

فیڈریشن (وفاق) کے مالیات. یعنی اس کی آمدنی اور خرچ کا مسئلہ غالباً سب سے زیادہ مشکل مسئلہ ہے اور ہر ایک مستقل باب کا محتاج ہے. جس وقت ہم اس موضوع پر آئیں گے اس وقت یہ بتانا پڑے گا کہ فیڈریشن (وفاق) کی آمدنی کن کن مدات سے ہوگی اور اس کے اخراجات کیا ہوں گے. بیزان اخراجات کی منظوری کے اختیارات کس کس کو ہوں گے. لیکن اس وقت ہم فیڈریشن (وفاق) کے میزانیہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں. اس لئے کہ وفاق کا میزانیہ ہوس آف اسمبلی میں پیش ہوا کرے گا. چونکہ میزانیہ (بجٹ) کے سلسلہ میں طریقہ کار وہ نہیں ہے جو مسودات قوانین وغیرہ کے سلسلہ میں تجویز کیا گیا ہے جس کا حال آپ ستمبر کے عصمت میں پڑھ چکی ہیں. اس لئے ضروری ہے کہ یہ بتایا جائے کہ جہاں تک ملک کے نمائندوں کا تعلق ہے انہیں مرکزی مجالس قانون ساز میں میزانیہ پر کسی طرح اور کسی حد تک ملک کے آمد و خرچ پر تبصرہ کرنے کا حق حاصل ہوگا.

مالی معاملات کے متعلق طریقہ کار یہ ہوگا کہ گورنر جنرل ہر سال کی آمد و خرچ کا ایک تخمینہ مرکزی مجالس آئین ساز کے دونوں ایوانوں میں پیش کرانے کے لئے تیار کرائیں گے.

اس تخمینہ میں اخراجات کی وہ تمام مدات شامل کی جائیں گی جو وفاق کی آمدنی سے مرکزی حکومت صرف کرے گی. مرکزی حکومت کی آمدنی میں سے جو اخراجات ہوں گے ان میں سے ایک جزو تو وہ ہوگا جو حکومت کو چلانے کے اخراجات کے لئے ضروری ہوگا. دوسری مد اُن اخراجات کی ہوگی جو گورنر جنرل اپنے خاص فرائض کی انجام دہی کے لئے الگ کرنا مناسب تصور کریں گے.

مرکزی حکومت کی آمدنی میں سے حسب ذیل اخراجات تو وہ ہیں جو گورنر جنرل کے اختیارات سے کئے جائیں گے. اور جن کے لئے مرکزی مجالس آئین ساز کی منظوری حاصل ہونی ضروری نہیں ہے (۱) گورنر جنرل کی تنخواہ اور ان کے عملہ کے اخراجات. (۲) ہندوستان پر جو قرض ہے وہ معہ سود اور دیگر اخراجات جو قرض حاصل کرنے اسے وصول کرنے یا لگے ہوئے سرمایہ کی کمی بیشی وغیرہ سے متعلق ہوں گے. (۳) وزرا. کانسلر ز مشیران، مالی مشیر، ایڈوکیٹ جنرل. چیف کمشنرز کی تنخواہیں اور الاونس اور مالی مشیر کے عملہ کے جملہ اخراجات (۴) عدالت اور ہائی کورٹوں کے ججوں کی تنخواہیں. الاونس اور پنشنیں (۵) دفاع امور مذہبی. اور اس حد تک امور خارجی کے وہ تمام اخراجات جو سرحدی علاقوں اور ان علاقہ جات کے انتظام سے متعلق ہوں گے جو براہ راست گورنر جنرل کے زیر انصرام رہنے قرار پائے ہوں. لیکن امور مذہبی کے اخراجات سوائے پنشنوں کے ۴۲ لاکھ روپیہ سالانہ سے نہ بڑھ سکیں گے (۶) وہ رقم جو موجودہ قانون کے ماتحت ملک معظم کو ان اخراجات کے سلسلہ میں دی جائے گی جو وہ ریاستوں کے سلسلہ میں تاج برطانیہ کے فرائض کی انجام دہی میں خرچ کریں گے (۷) صوبجات کے ان علاقوں کے انتظام کے تمام اخراجات جن کا انتظام براہ راست گورنر جنرل سے متعلق کیا گیا ہے

(۸) وہ تمام اخراجات جو کسی عدالت کی ڈگری یا کسی ثالث کے فیصلہ کی بنا پر قابل ادائیگی ہوں گے۔ (۹) کوئی ایسا خرچ جو گورنر جنرل اس دستور کی رو سے کرنے کے مجاز ہوں۔ ان تمام مدات کے اخراجات میزانیہ میں شامل کئے جائیں گے۔ اور مرکزی مجالس قانون ساز میں پیش تو ہوں گی مگر ان کے متعلق ممبروں کی رائے لی جائے گی۔ اسی سلسلہ میں یہ امر بھی ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ اس چیز کے منتہم فیصلہ کا اختیار گورنر جنرل کو ہوگا کہ وہ کون کون سے اخراجات کو اس مد میں رکھتے ہیں جس پر مجالس آئین ساز کی رائے نہ لی جائے گی۔

جس وقت بجٹ مجالس آئین ساز میں پیش ہوگا تو ان کے اراکین گورنر جنرل کی تنخواہ اور ملک معظم کو جو رقم دی جانی تجویز ہوگی ان دونوں امور کے متعلق تو بحث بھی نہ کر سکیں گے۔ باقی امور کے متعلق وہ گفتگو کرنے اور اپنے خیالات ظاہر کرنے کے مجاز ہوں گے۔

ان امور کے علاوہ باقی اخراجات جو حکومت چلانے کے لئے ضروری ہوں گے۔ الگ الگ صیغوں اخراجات کے لئے بطور مطالبات کے پہلے ہوس آف اسمبلی میں پیش کئے جائیں گے۔ اس کے بعد کونسل آف اسٹیٹ میں۔ دونوں ایوانوں کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے ان مطالبات کو منظور کریں۔ یا نامنظور کر دیں۔ یا ان میں تخفیف کر دیں۔ اگر ہوس آف اسمبلی کسی مطالبہ کو نامنظور کر دے گی تو وہ اس صورت میں کونسل آف اسٹیٹ میں پیش ہو سکے گا کہ گورنر جنرل اس کے پیش کئے جانے کی خاص طور پر ہدایت کریں۔ اگر ہوس آف اسمبلی (مرکزی مجلس آئین ساز زیرین) کسی مطالبہ میں تخفیف کر دی گئی تو تخفیف شدہ مطالبہ ہی کونسل آف اسٹیٹ (مرکزی مجلس آئین ساز بالائی) میں پیش ہوگا۔ اگر گورنر جنرل خاص طور پر ہدایت کریں گے تو جس رقم کی کسی خاص مد میں ہوس آف اسمبلی نے تخفیف کی ہے وہ کونسل آف اسٹیٹ میں منظوری کے لئے پیش کیا جا سکے گا۔

اگر بالائی اور زیریں ایوان میں کسی مطالبہ کے سلسلہ میں اختلاف پیدا ہو جائے گا تو گورنر جنرل دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس طلب کریں گے اس میں وہ مطالبہ پیش کیا جائے گا اس پر بحث ہوگی اور اکثریت سے فیصلہ کیا جائے گا۔

اگر اس مشترکہ اجلاس میں بھی وہ مطالبہ نامنظور ہو گیا اور گورنر جنرل کی رائے میں یہ ضروری ہوا کہ اس مد کے اخراجات ہونے چاہئیں تو گورنر جنرل نامنظور شدہ مطالبہ یا تخفیف کی رقم اس مد میں شامل کر لیں گے جس کی مجالس آئین ساز میں منظوری حاصل ہونی ضروری نہیں ہے۔

اگر کسی سال اس تخمینہ کے علاوہ جو ابتداءً مجالس آئین ساز میں پیش کیا گیا تھا مزید رقوم کی ضرورت محسوس کی جائے گی تو گورنر جنرل تخمینہ پیش کر دیں گے اس کے متعلق بھی اس طرح عمل درآمد ہوگا جس طرح ابتدائی تخمینہ کے متعلق ہوگا۔

کوئی مسودہ قانون یا کسی قانون میں ترمیم جس کا تعلق قرض لینے۔ یا وفاق کی طرف سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول کرنے۔ کوئی ٹیکس لگانے یا اس میں اضافہ کرنے۔ یا وفاق کے کسی مالی ذمہ داری قبول کرنے۔ یا وفاق کی آمدنی میں سے خاص اخراجات متعلقہ گورنر جنرل کے دئیے جانے کے متعلق ہوگا گورنر جنرل کی منظوری کے بغیر پیش نہ ہو سکے گا۔ اور کسی چیز متعلقہ بالا کے متعلق کوئی مسودہ قانون کونسل آف اسٹیٹ میں پیش نہ ہو سکے گا۔

مرکزی حکومت کی آمدنی میں سے جو اخراجات ہوں گے ان کے متعلق ایک اصول تو یہ ہے کہ کوئی مطالبہ جن کا اثر مالیات پر پڑے گا گورنر کی منظوری کے بغیر ایوان میں پیش نہ ہو سکے گا۔ نیز کوئی ایسا قانون جو ملک کے باشندوں پر جس میں ملازمین سرکار بھی شامل ہیں کسی قسم کی مالی ذمہ داری عاید کرنے جرمانہ کرنے۔ تاوان دینے وغیرہ کے متعلق ہوگا اس پر بھی اس وقت تک مجالس آئین ساز میں بحث نہ ہو سکے گی۔ جب تک گورنر جنرل اس کی منظوری نہ دیدیں دوسرا اصول یہ ہے کہ اگر ملک کی مجالس آئین ساز کسی مطالبہ کو نامنظور کر دے اور گورنر جنرل ان اخراجات کو ضروری سمجھے تو وہ اس کا مجاز ہے کہ رقم کی منظوری دے دے۔

جو کچھ آپ اوپر پڑھ چکی ہیں اس سے صاف طور پر یہ ظاہر ہے کہ گورنر جنرل جن اخراجات کو ضروری تصور کریں گے ان کے پیش نظر میزانیہ تیار کرائیں گے۔ اور وہ چاہیں گے کہ وہ میزانیہ جوں کا توں منظور ہو جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے طریقہ کار یہ ہے کہ اخراجات کا ایک حصہ ایسا رکھا گیا جو مجالس آئین ساز میں پیش تو کیا جائے گا لیکن اس پر نہ بحث ہو سکے گی نہ اس پر رائے شماری ہوگی۔ میزانیہ کا ایسا حصہ بہت کم ہے

درد و غم کیا چیز ہے؟

غم ایک فطری جذبہ اور طبعی خاصہ ہے جو کسی امید میں ناکام ہونے سے کسی کوشش میں ہزیمت اُٹھانے سے۔ کسی عزیز یا محبوب چیز کی مفارقت سے۔ کسی ناگہانی جھپٹ یا آفت میں مبتلا یا کسی مرض و حادثہ سے دوچار ہو جانے سے۔ یا اسی قسم کے اور اور واقعات سے قانون قدرت کے اصولوں کے مطابق پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ قدرت نے انسان تو کیا کسی جاندار مخلوق کی بھی سرشت ایسی نہیں بنائی جو خوشی وغم کا اثر قبول نہ کرتی ہو۔

مسرت و خوشی کے موقعہ پر خوش و بشاش۔ اور مصیبت وغم کے موقعہ پر غمگین و پریشان ہونا دونوں قسم کے احساسات طبعی ہیں۔ ان سے انسان۔ حیوان کوئی نہیں بچ سکتا۔ کسی پرندے کے گھونسلے سے اگر کوئی اس کے بچے پکڑ لے۔ تو ان بے زبانوں کی بے چینی اور درد وغم کا اندازہ ان کے زبان قال سے نہ سہی مگر زبان حال سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ کس طرح وہ اپنے گھونسلے کے اردگرد پریشان اور بے چین منڈلاتے پھرتے ہیں۔ کسی کوّے کے مر جانے پر کس قدر کوّے اکھٹے ہو کر کتنا شور وغل مچاتے ہیں۔ کوئی بھیڑ یا بکری یا گائے وغیرہ جانور اپنے گلے پر چھری پھیرتے وقت خوش و مطمئن نظر نہیں آتا۔ کسی جاندار کے گلے کو پھانس یا کوئی ضرب کاری لگنے پر کس درد و کرب کی چیخیں نکلنے لگتی ہیں۔ سنا ہے کہ بھینس کے جگر پر اتنے ہی داغ ہوتے ہیں جتنے اس کے بچے مرتے ہیں۔ غم کا جذبہ ایک کتے جیسی وفادار مخلوق کو اس کے مالک کے مرنے پر آنسوؤں رولاتا ہے۔ البتہ ان بے زبانوں کے طریق اظہار غم و اندوہ اور درد و یاس کی بولیوں سے ہم واقف نہیں لیکن کیا انسان کیا حیوان احساس غم و تکالیف ضرور رکھتے ہیں۔ انسان خواہ وہ بچہ ہو یا جوان و بڈھا بیوقوف ہو یا عقل مند فلاسفر۔ اس فطری جذبہ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور دعویٰ بھی نہیں کر سکتا کہ وہ خوشی وغم کے تاثرات سے اپنے دل و دماغ کو بالکل الگ رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ قدرت نے صدہا پوشیدہ طاقتیں انسان کے اندر ایسی رکھی ہیں۔ کہ وہ اپنے موقعہ محل پر ظاہر ہوئے بغیر رہ ہی نہیں سکتیں۔ ہاں یہ بات اور ہے کہ ایسی قابل ستایش ہستیاں بھی دنیا میں موجود ہیں۔ جو باوجود احساس خوشی وغم کے ایسے مستقل مزاج رہتے ہیں کہ طرح طرح کے مصائب و مشکلات پڑنے پر بھی ان کے ماتھے پر بل نہیں آتا۔ اور کیسی ہی خوشی کا موقع ہو وہ جامے سے باہر نہیں ہوتے۔ مگر اس حالت میں بھی کسی نہ کسی امید کا دامن ان کے ہاتھوں میں ضرور ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے اکثر ایسے بھی سنگدل افراد دنیا میں پائے جاتے ہیں جو اپنے ٹھوس جذبات و ہمدردی سے خالی دماغ کی وجہ خوشی وغم کے احساس کے باوجود وہ اس کی پرواہ ہی نہیں کرتے۔ اور ایسے گذار دیتے ہیں کہ یہ کیفیات ان پر اثر ہی نہیں کرتے۔ اور نہ وہ اپنے کو اس حالت گردش سے بدلنے کی کوشش ہی کرتے ہیں جس سے بعض حساس۔ رقیق القلب۔ کمزور و درد آشنا دل و دماغ ماؤف یا مریض ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر راہی ملک بقا۔ کہ ہر شخص کی حالت و طبیعت خدا نے یکساں نہیں بنائی۔ پس وہ اپنے ٹھوس احساسات کی بنا پر یہ جملے کہنے کو تیار ہو جاتے ہیں کہ "رنج وغم انسان کا خود ساختہ مرض ہے یا بلا" مگر

ان کا یہ کہنا نہایت بیدردی۔ بے حسی۔ ناتجربہ کاری۔ اور کسی ذاتی غرض و مفاد پر مبنی ہوتا ہے۔ اس سے روگردانی تو نہیں ہو سکتی کہ ہزاروں انسان آئے دن طرح طرح کے مصائب۔ مشکلات اور افکارات کا شکار ہوتے ہیں۔ طرح طرح کی مایوسیاں اور تکلیفیں انہیں ستاتی ہیں جس کا اثر دل و دماغ دونوں پر ہو کر رہتا ہے۔ کوئی امید اگر حوصلہ بڑھاتی ہے تو وہ پوری نہ ہونے پر کمر توڑ بھی جاتی ہے۔ اس سے پہلے کہ انسان غم و خوشی کے تاثرات سے بری ہو۔ اسے امیدوں سے ہی نا امید ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جب تک صیغۂ امید تخفیف میں نہ آئے گا۔ انسان بیم و رجا کے زبردست طلاطم میں غوطے لگاتا ہی رہے گا کہ دنیا بہ امیدوں کا ہی مرکز ہے۔ کسی نے کہا ہی کہ "دنیا بہ امید قائم"

پس امید و خوشی اور غم و یاس لازم و ملزوم خاصے ہیں۔ امید کی شعاع انسان کو ہمالیہ کی چوٹی تک پہنچا دینے کی طاقت پیدا کر دیتی ہے۔ امید کے بادبان ہی سمندروں کو عبور کرنے کا جوش دلاتے ہیں۔ اور اس کے مقابل ناامیدی و یاس کی بجلی ایک زبردست طاقتوں والے انسان کو آن کے آن میں خاکستر کر کے چھوڑ دیتی ہے جس کا نتیجہ غم و آلام کی صورت میں نمودار ہو کر تباہی و بربادی کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ پس اسی حالت پر اس مولائے رحیم نے ترس کھا کر اپنے مغموم و مظلوم بندوں کی ڈھارس کے لئے اپنے کلام پاک میں جا بجا ارشاد فرمایا۔ کہ

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ یعنی خدا کی رحمت سے نا امید نہ ہو

ذرا ہمدردی کے جذبہ کو پیش نظر رکھ کر واقعات پر غور کیا جائے کہ ایک نصیبوں کا مارا مریض مدتوں سے بیمار ہے۔ علاج معالجہ سے کوئی افاقہ نہیں۔ دنیا بھر کے طبیبوں کے سامنے صرف زندگی کی امید پر اور تکلیفوں سے چھٹکارے کی غرض تختۂ مشق بنا ہوا ہو۔ اور پھر بھی مایوسیاں نرغہ کئے ہوئے ہیں۔ تو ایسے وقت میں اس بیمار کی دلی کیفیت و حالت کیا ہونا چاہیئے۔

ایک بدنصیب باوجود ہر قسم کی کوشش۔ لیاقت۔ استعداد۔ نیک چلنی اور نیک نیتی کے بھی دنیا کے دھندوں۔ کاموں اور امیدوں میں مسلسل ناکام رہے۔ اور ہر طرف سے اسے مصائب کا ہی سامنا کرنا پڑے۔ اور اس حالت میں کوئی اس کا مددگار و معاون ڈھارس بندھانے والا نہ ہو۔ تو کیا اس کے دل و دماغ ہجوم تفکرات اور غم و یاس سے خالی رہ سکتے ہیں۔ صبر۔ ہمت اور حوصلہ سے کام لینا اور بات ہے۔ جو ضروری ہے۔ لیکن کیا کوئی اس بدقسمت و نامراد پر یہ الزام لگا کر ہمدردی سے سبکدوش ہو سکتا ہے کہ "یہ رنج و غم اس کا خود ساختہ مرض ہے" "اور وہی قصوروار ہے" "کیوں اُسے اپنی کوشش و جانفشانی میں ناکامی پر احساس۔ اور احساس سے غم پیدا ہوا"

کیا کوئی شخص ایسے موقع پر اپنے کو اس قسم کے احساسات سے بچا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اپنے منصوبوں میں ہزیمت اٹھانے پر ہر فرد پہلے اپنی حالت و کیفیت پر خود غور کرے۔ اور ان احساسات سے محفوظ رہ کر دکھائے۔ پھر کسی کو یہ الزام لگانا اور کہنا بجا ہوگا۔

اس سے یہ بحث نہیں کہ احساس غم سے انسان بچنے کی کوشش نہ کرے۔ یا کوئی باوجود مبتلائے مصائب ہونے کے خود کو مستقل مزاج نہیں رکھ سکتا۔ یا نہ رکھنا چاہیئے۔ بلکہ بحث ان فقروں کے کہنے والوں کے بے دردانہ اور سفاکانہ خیالات پر ہے۔ کہ ہر چند دنیا کے

مشاہدوں کے یہ جملے کیسے اور کس لئے کہے جاتے ہیں۔ کہ رنج و ابتلار کے موقعوں پر اس کا احساس قدرتی جذبہ نہیں بلکہ انسان کا خودساختہ مرض یا خود اس کی پیدا کی ہوئی بلا ہے" کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ دنیا کے قائم ہونے سے اس وقت تک کوئی فرد ان احساسات سے آزاد رہا ہے۔ ایسا ہوتا تو تمام مخلوق خداوندی سے برتر و افضل ہستیاں جیسے انبیاء علیہم السلام۔ مہاتما۔ رشی۔ ولی اس جذبہ سے کیوں متاثر ہوتے جو ایک قانون قدرت ہے۔ اگر غم و یاس فطری جذبہ نہ ہوتا تو قرآن پاک میں جا بجا "واستعینوا بالصبر والصلوۃ" وہ قادر مطلق ارشاد نہ فرماتا کہ صبر و نماز سے مدد حاصل کرو"۔ ان اللہ مع الصابرین" کے وعدے سے مظلوموں و مصیبت زدوں کی ڈھارس نہ بندھائی جاتی۔ غم و یاس کوئی چیز ہی نہ ہوتا تو پھر ان آیات کریمہ کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اس صانع عالم نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کر دیا۔ اس قانون کے ماتحت ایک طرف خوشی و مسرت ہے تو دوسری طرف غم و یاس کبھی درد و مصیبت کے وقت انسان کی گریہ وزاری وفور غم کا ہی نتیجہ ہے۔ اور اس کی آنکھوں سے خون کا پانی بن کر بہنے والے آنسو کبھی درد و سوز کے ہی جوش و تپش میں گرتے ہیں۔ جو گویا ازالہ غم ہیں۔ اطبار کا قول ہے کہ غم و اندوہ کے وقت نہ گریں اور آدمی روئے ہی نہیں تو اُس کے دل و دماغ پر کسی آفت کے نازل ہونے کا اندیشہ ضرور ہے۔

حضرت آدم و حوا علیہم السلام کے جنت سے نکلنے کا واقعہ سب جانتے ہیں کہ جنت سے نکلنے کی ندامت پر جناب باری میں توبہ و استغفار کی قبولیت تک دونوں میاں بیوی کی گریہ وزاری اور آہ و فغاں رحمت باری کو جوش میں لانے والے ثابت ہوئے۔ یہ انسان کا طبعی خاصہ ہے۔ جو روز ازل سے ہر جاندار مخلوق میں موجود ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کا قصہ قرآن مجید میں صاف بتا رہا ہے کہ محبوب چیز کی جدائی سے صبر و استقلال کے حکموں پر چلنے والے برگزیدہ افراد کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ اس واقعہ کے متعلق قرآن پاک میں ایک سورۃ ہی سورۂ یوسف کے نام سے موجود ہے یہاں صرف دو ایک آیتوں کا مطلب محض اس مضمون کی وضاحت کے لئے پیش کیا جاتا ہے"۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کے پاس سے اُٹھ کر الگ جا بیٹھے۔ اور یوسفؑ کو یاد کر کے کہنے لگے" ہائے یوسف" ہر چند ضبط کرتے تھے مگر مارے غم کے روتے روتے ان کی آنکھیں سفید پڑ گئی تھیں" آیت ۸۴۔ اسی سورۃ میں ایک یہ بھی آیت ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ "جو رنج و پریشانی مجھ کو ہے اس کی فریاد خدا سے ہی کرتا ہوں"۔ آیت ۸۶۔ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے گم ہو جانے سے آپ کے والد حضرت یعقوبؑ جیسے صابر پیغمبر کے بھی دل و دماغ پر کتنا سخت صدمہ ہوا کہ روتے روتے آنکھیں سفید ہو گئیں۔ اور غم کے سوز سے وہ بھی ہائے ہائے کرتے تھے۔ حالانکہ حضرت یوسفؑ کے سوا آپ کے کئی فرزند تھے۔ مگر ان سب میں حضرت یوسفؑ سب سے زیادہ عزیز تھے۔ اس لئے ان کی جدائی حضرت یعقوبؑ پر شاق تھی۔ رنج و غم ہی کے تاثرات نے ہمارے ہادی برحق پیغمبر آخر الزماں جیسے صابر مستقل مزاج۔ کوہ وقار ہستی کو آپ کی سب سے پہلی حرم محترم بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی یاد نے ہمیشہ چشم پُرآب رکھا۔ اور آپ کے صاحبزادے کی وفات حسرت آیات کے حزن و ملال سے بھی آپ بدیدہ ہوئے۔ ظالموں کے ظلم و ایذا رسانی کی تاب نہ لا کر تاجدار کون و مکان نے مدینہ ہجرت فرمائی۔ اور خداوند عالم نے اپنے محبوب نبیؐ کو ان الفاظ میں تسلی دلائی۔ کہ "تو ان باتوں سے آزردہ خاطر نہ ہو"۔ یہ آزردگی و ملال کیا چیز ہے۔ وہی نا غم۔ جسے بعض انسان "خود ساختہ مرض" کہتے ہیں۔ بس یہ قدرتی مادہ یا طبعی خاصہ مختلف رنگوں میں انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اور ٹھیس لگتے ہی جوش میں آ کر دل و دماغ۔ جگر و جسم کو پھونک کر تباہ کن نتائج پیدا کر دیتا ہے۔ پھر کوئی امتی ہو یا نبی۔ اسلام میں ہی کیا۔ ہر ایک مذہب و ملت کے بزرگوں کی ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ اور یہ رقیق القلبی انسان کو بہت سے نیک مفید کاموں پر آمادہ بھی کر دیتی ہے جب ایسی ہستیاں غم و یاس کی زد سے بچ نہ سکیں تو ہم جیسوں کا ذکر ہی کیا جن میں نہ پائداری ہے۔ نہ وہ صبر و استقلال۔ صرف زبانی ہی جمع خرچ۔ ہاں اس بات کے ہم معترف ہیں کہ خدائے قدیر نے جہاں غم و یاس کے احساسات دئے ہیں وہاں صبر و استقلال کی طاقت اور توکل کا مادہ و حوصلہ بھی دیا ہے۔ بس مصیبت و غم کے وقت "لا تقنطوا من رحمۃ اللہ" خدائی فرمان کو پیش رکھ کر اپنے مالک حقیقی کی رحمتوں پر نظر رکھنا چاہئے۔ تو باوجود سخت رنج و غم کے آخر صبر و حوصلہ آ ہی جاتا ہے۔ اور "ان اللہ مع الصابرین" کا فلسفہ ایسے وقتوں میں غمزدہ دلوں کی کچھ ڈھارس بندھاتا ہے۔ کہ یہ ربانی وعدہ ہے۔ جو اپنے مظلوم و مغموم بندوں کے لئے اس رحمن و رحیم نے اپنے کلام پاک میں جا بجا بیان فرمایا ہے۔ پس رنج و غم طبعی جذبہ یا فطری خاصہ ہونے سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ احساس غم اور چیز ہے۔ اور صبر۔ استقلال اور حوصلہ بہ حالت غم و یاس ایک اور کیفیت برداشت اور صبر ہے رفتہ رفتہ غم و ناامیدی کا بوجھ ہلکا پڑ جاتا ہے جس کے تلخ گھونٹ اور کٹھن مراحل بہت ہی ناقابل برداشت ہوتے ہیں۔ لیکن صبر کرنے والوں کے ساتھ خدا کی مدد ہوتی ہے۔ بسر دار محمدی بنت نواب آف وائی

خوشخطی

آج کل کیا لڑکے کیا لڑکیاں جسے دیکھئے کچھ اس طرح بدخطی کے مرض میں گرفتار ہوتے ہیں کہ کوئی اس سے بچا ہوا نظر نہیں آتا۔ حالانکہ انہیں گھروں میں ان سے ایک نسل پہلے کے خط قابل تعریف ہیں اور جب کبھی ہاتھ میں آجاتے ہیں جی چاہتا ہے کہ بس دیکھے جائیے اور یہ ایک افسوسناک بات ہے کہ آج کل کے خط دیکھ کر بلا مبالغہ منہ پھیر لینے کو جی چاہتا ہے۔ یہ مانا کہ آج کل مضامین کی زیادتی بچوں کے اوپر خود ایک بار ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ پہلے تعلیم حاصل کرنے کا وقت کتنا ہوتا تھا اور اب کتنا ہوتا ہے۔ پہلے چار برس کی عمر میں بسم اللہ کرکے جو پڑھانا شروع کرتے تھے تو سات برس کی عمر میں قرآن شریف ختم ہو جاتا تھا اردو لکھنا پڑھنا سیکھ کر فارسی شروع ہو جاتی تھی اور لڑکیوں کو اسی عمر سے کھانے پکانے اور ہر قسم کی سلائی و دستکاری خانہ داری وغیرہ کی اور لڑکوں کو علم ہندسہ ریاضی جبر و مقابلہ وغیرہ مختلف علوم اور آداب مجلس کی تعلیم شروع ہو کر گیارہ بارہ برس کی لڑکیاں اور پندرہ سولہ برس کے لڑکے فارغ التحصیل سمجھے جاتے تھے۔ عام طور پر ان کی تعلیم میں کوئی خامی محسوس نہیں کی جاتی تھی۔ شعر شاعری کے نکات خاصے سمجھتے تھے۔ اکثر خود شاعر ہوتے تھے۔ حکمت میں بھی کچھ دخل ہوتا اور علم قیافہ و نجوم ان دنوں عام دلچسپی کی چیزیں تھیں۔ پھر اسی کے ساتھ عزیزوں کے تعلقات گھربار کے فرائض سب سے بخوبی آگاہ ہوتے تھے۔ کنبے رشتے میل ملاپ کو اچھی طرح سمجھتے اور نباہتے تھے۔ اکثر انہیں عمروں میں شادیاں ہوتی تھیں اور خاصی اچھی خوش گزران زندگی گزارتے تھے۔ یہی حالت لڑکیوں کی تھی کہ بارہ برس کی لڑکی کی شادی ہو جانا معمولی بات تھی۔ اور پھر دنیا کا کون سا اہم کام تھا جس سے وہ بچ سکتی تھیں۔ سب ہی کچھ کرتی تھیں اور اکثر اپنے ہنر سلیقے میں مشہور ہو جاتی تھیں۔ اُس کے مقابلہ میں اب یہ حال ہے کہ تعلیم حاصل کرنے میں عمر کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہا ہے۔ ہر ایک کو آزادی ہے کہ جہاں تک اس کا دل چاہے اور مالی حالت ساتھ دے پڑھے لکھے علم حاصل کرے اور نام پیدا کرے۔ جو لوگ سرکاری ملازمت کو اپنا پیشہ قرار دے چکے ہیں وہ تو ضرور بیس بائیس برس کی عمر تک بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ وغیرہ کرکے اس فکر میں پڑ جاتے ہیں مگر جہاں آزادی ہے مثلاً وکالت ڈاکٹری وغیرہ میں تو آدھی بلکہ بعض اوقات آدھی سے بھی زیادہ عمر تحصیل علم کی نذر ہو جاتی ہے اور پھر اس طالب علمی کی حالت میں دنیوی فرائض تو رہے ایک طرف فرائض مذہبی کی طرف سے بہت بڑی حد تک آزادی رہتی ہے۔ روزے رکھنے سے کمزوری ہوتی ہے۔ نماز پڑھنے کا وقت نہیں ملتا۔ پھر خط و کتابت۔ شادی غمی میں شرکت اور کسی بات میں گھر والوں کا ہاتھ بٹانے کا کیا مذکور۔ غرض اس طرح دنیا تج کر پڑھائی ہوتی ہے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی اور جب دنیا میں قدم رکھتے ہیں تو اس کے ہر مرحلے میں ناتجربہ کار اور قابل معافی سمجھے جاتے ہیں۔ اسی طرح لڑکیاں بیسیوں قسم کی دستکاریاں سیکھتی ہیں اور بھی اکثر تفریحی مشاغل میں کمال حاصل کرتی ہیں۔ اور خانہ داری وغیرہ ضروری باتوں کی انہیں مہلت نہیں ملتی۔ ایسی حالتوں میں خط کی طرف سے بے توجہی بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ خاص کر یہ دیکھتے ہوئے کہ اسی کم فرصتی اور کام کی بھرمار کی حالت میں بچے انگریزی کی درجنوں خوش خطی کی کاپیاں بھرتے ہیں۔

اور اس پر استادوں کی پوری توجہ رہتی ہے بالکل ایسی ہی جیسی کہ حساب جغرافیے وغیرہ پر. پس آخر میں آکر وہی اردو غریب کی کس مپرسی ہی اس بدخطی کا اصلی سبب ثابت ہوتی ہے. میں نے اکثر لڑکے لڑکیوں کو سمجھ آنے کے بعد اس پر خود افسوس کرتے دیکھا ہے کہ فلاں فلاں کے خط ایسے اچھے ہیں ہمارا کیسا خراب ہے. اسے کیسے ٹھیک کریں. اب تو جو طرز پڑ گیا وہی رہے گا. اس کا بدلنا بڑی دشوار بات ہے. اور یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ بڑی عمر میں کسی عادت کا بدلنا بہت مشکل ہے. اس لئے یہ ضروری ہے کہ جتنی بچوں کی پڑھائی پر توجہ کی جاتی ہے اُس کی آدھی نہیں تو کم از کم چوتھائی تو لکھائی پر بھی کی جائے. میں نے جہاں تک دیکھا ہے اور جتنا میرا تجربہ ہے اس کی بنا پر میں بلا خوف تردید کہہ سکتی ہوں کہ اگر کسی بچے کو حروف لکھنا آجانے کے بعد سے خوش خطی کی مشق شروع کرادی جائے اور وہ ایک گھنٹہ روزانہ اس پر صرف کرے تو سال بھر میں اتنا ضرور ہو جائے گا کہ اس کا خط دیکھ کر کوئی ناپسندیدگی کا اظہار نہ کر سکے گا اور پھر اس کے آگے اپنے شوق اور فرصت پر منحصر ہے. خوش خطی کی مشق کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کاپیاں ایسے کاغذ کی بنائی جائیں. جس میں سے چھپائی کے حروف صاف نظر آسکیں. پھر خوش خطی کی کاپی سلپ کو اس کاپی کے ایک ورق کے نیچے رکھ کر جھلکتے ہوئے حروف پر ہاتھ پھروائیں اور بہت احتیاط اور کوشش سے ہر ایک حرف کو ٹھیک ٹھیک بنانے کی تاکید رکھیں. جب اس طرح ایک سطر پوری ہو جائے تو پھر کاپی سلپ کو ذرا نیچے سرکا کر دوسری اور اسی طرح تیسری سطر لکھوائیں. (چھ سات برس کے بچے اس طرح آدھ گھنٹے میں دو تین ہی سطریں لکھ سکتے ہیں اور اس سے زیادہ اُن کے اوپر زور ڈالنا بھی نہیں چاہیئے) چند روز کے بعد جب ہاتھ پر کچھ قابو حاصل ہو جائے تو پھر ایک سطر اس طرح عکس کریں اور باقی سامنے رکھ کر نقل کریں یونہیں آہستہ آہستہ ہاتھ کو عادت پڑتی جائے گی اور سب حرف باقاعدہ بننے لگیں گے. اس میں یہ باتیں بھی بچوں کے ذہن نشین کرتے جائیں کہ (ب) کی صورت (ج) سے ملتے وقت کیسی ہوتی ہے. اور (س) سے ملتے وقت اس میں کیا تبدیلی ہو جاتی ہے اسی طرح سب حروف کا فرق اچھی طرح بتانا چاہیئے ساتھ ہی یہ بھی سمجھانا چاہیئے کہ حروف کی لمبائی چوڑائی میں ایک دوسرے سے ملتے وقت کیا کیا فرق پڑتا ہے اور کونسا حرف اونچا رہتا ہے کونسا نیچا رہتا ہے اور کہاں سے موٹا رکھنا چاہیئے کہاں سے نہیں. اتنی زیادہ توجہ کرنے کی صرف تین چار مہینے ضرورت ہوگی اور پھر بچہ خود ان باتوں کو گہری نظر سے دیکھنے کا عادی ہو جائے گا اور اس کا دل بھی لگنے لگے گا. آگے چل کر اچھا دبیز کاغذ استعمال کرنا چاہیئے کہ اس پر لکھنے میں ایک اور ہی صفائی کی شان پیدا ہوتی ہے یہ بھی بہت ضروری بات ہے کہ جب تک اچھی طرح مشق نہ ہو جائے نب کے استعمال کی اجازت نہ دیں. یہ سب سے زیادہ خط کو خراب کرنے والی چیز ہے.

و۔ا

بیسوی صدی کی عورت

مسٹر ڈالسن ڈکورتھ نے اپنی ایک کتاب میں بیسویں صدی کی عورت کے زیرعنوان جو خیالات ظاہر کئے ہیں وہ عورتوں کے متعلق نہایت دلچسپ ہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ چند پرجوش لوگ دروازے کھول دیں گے اور عورت کو آزاد کردیں گے تاکہ وہ ایسا کام جو مرد کے دماغ اور جسم سے ہوسکتا ہے" کرسکے. میں اس کی سخت مخالفت کرتا ہوں اور میرے نزدیک عورت کو کبھی اس کام میں ہاتھ نہ ڈالنا چاہئے. جو اس کے لئے موزوں نہیں ہے. ترقی کے کیسے ہی مدارج کیوں نہ گذرجائیں لیکن ضرورت ہے کہ ہماری عورتیں عورتیں ہی بنی رہیں". اس کی ہم کو کیوں ضرورت ہے. ہمارا جواب یہ ہے کہ دنیا میں عورت کا کام عورت ہی کرسکتی ہے کوئی اور نہیں کرسکتا. ہم سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک تندرست عورت اپنے کام کو تھوڑے سے وقت میں پورا کرکے دوسرے کاموں میں مصروف ہوسکتی ہے. اس کا ہم صاف جواب یہ دیں گے کہ خوش قسمت ہے وہ عورت جس میں یہ قابلیت اور مادہ ہو خوش نصیب ہیں وہ ماں، بیٹیاں، بیویاں جو سرسری اور گھر کا کام انجام دیں اپنے بچوں کی ساتھی و رہنما بنیں اپنے خاوند کی مونس وغمگسار ہوں اور پھر اس پر مردوں کے مقابلہ میں دنیا کے امور میں برابر کا حصہ لیں زبان کی خدمت کریں صنعت وحرفت کے کام کریں اور نوع انسان کی بھلائی میں کوشش کریں میری رائے میں ترقی نسواں کا سب سے بڑا دشمن عورت کا ہر بات میں حصہ لینا ہے اور اس سے اندیشہ ہے کہ وہ اپنے حقیقی فرائض سے باہر نہ ہوجائے اس موقعہ پر میں اپنی یہ رائے بھی ظاہر کردینا چاہتا ہوں کہ عورت اپنے کام پرائیوٹ طور پر انجام دے نہ کہ پبلک طریقہ پر میں مرد وعورت دونوں کی مساوات کا قائل ہوں کوئی کسی سے کم نہیں لیکن ان میں جو فرق ہیں وہ مثل خدائی احکام کے غیر متزلزل ہیں اور جن کو کوئی نہیں بدل سکتا دنیا میں مرد کو بہت کام کرنے ہیں اور عورت کو بھی بہت کام کرنے ہیں لیکن مرد عورت کے کام نہیں کرسکتے اور نہ عورت مرد کے کام کرسکتی ہے زمانہ حال کا ایک اہل قلم لکھتا ہے کہ دنیا کے کاموں میں پلیٹ فارم پر شکار گاہوں میں، خانقاہوں، تفریح گاہوں میں عورتیں اعزاز کے لئے کوشاں ہیں. ہم پوچھتے ہیں کہ گھر کا کام کاج کون دیکھے گا. بچوں کو کون پالے گا اور تمام عورتوں کے کام کون کرے گا ایک وفادار بیوی ایک بہن اور ماں کی جگہ کون لے گا جو ان تمام ذمہ داریوں کو ایمانداری سے انجام دے جیسا کہ عورتوں کو چاہیئے. وہ کونسی عورت ہے جو ان تمام فرائض ادا کرنے کے بعد اتنا وقت بچالے گی کہ قومی پلیٹ فارموں اور شکارگاہوں میں چمک سکے. میں تو کبھی پسند نہیں کرتا کہ عورتیں پبلک میں تقریریں کریں. میری ذاتی رائے یہ ہے کہ عورتیں عورتوں ہی کے کام گھر میں بیٹھ کر انجام دیں اور میرے نزدیک پبلک لائف عورتوں کے لئے کسی طرح موزوں نہیں. زمانہ حال کی چند رایوں کے خلاف میری رائے ہے کہ بائیس برس کی عمر کے بعد عورت کا قدرتی فرض اس کی ازدواجی زندگی ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اور کوئی کام دنیا میں کرنا ہی نہیں چاہیئے ازدواجی سے پہلے اور اس کے بعد عورت کا خاص کام

گھرداری وغیرہ ہے۔ میں ان لوگوں سے اتفاق نہیں کرتا جن کی رائے یہ ہے کہ عورت کو ہر پیشہ سکھلانا چاہیئے۔ میں کسی پیشہ کو بھی عورت کے لئے موزوں نہیں سمجھتا ہوں چاہے وہ کسی قدر تندرست و توانا کیوں نہ ہوں۔ میں اپنے اصول میں صرف ایک استثنا ان عورتوں کے لئے کروں گا جو ہندوستان کی پردہ دار عورتوں کے لئے لیڈی ڈاکٹر بنتی ہیں امریکہ کی زندگی نے مجھے سکھا دیا ہے کہ کسی پیشہ ور عورت سے ملنا کس قدر ناگوار خاطر ہوتا ہے۔ مجھے اس میں شک نہیں کہ بعض عورتیں پیشے اختیار کرسکتی ہیں لیکن میری رائے میں مردوں کے مقابلہ میں آکر اصل دائرہ نسواں سے باہر ہوجاتی ہیں اگر عورتیں مردوں کے مقابلہ میں کھڑی ہوجائیں تو آگے چل کر اُن کو پست ہونا پڑے گا اور مردوں کی مصائب کی فہرست میں جو اول ہی سے زبردست ہیں اور اضافہ ہوجائے گا۔ قدرت نے انہیں جسمانی اور دماغی کاموں کے لئے مرد کی طرح نہیں بنایا ہے اور وہ لوگ اس بات سے بخوبی واقف ہیں جو عورت کو اچھی طرح پہچانتے ہیں اور اس جنس سے محبت رکھتے ہیں اُن کا فرض ہے کہ مناسب وقت پر خود اُس کو (عورت) ابھی آگاہ کردیں چند مثالیں اس اصول کے خلاف بھی ملیں گی لیکن وہ مستثنیات ہیں جو کلیہ کو ثابت کرتی ہیں علم سیکھو عقل حاصل کرو، زندہ اور مردہ زبانیں جانو تاریخ اور ریاضی پڑھو اگر تمھارے امکان میں ہے۔ مگر مرد تم کو صاف کہہ رہے ہیں کہ گھر کے کام کا عملی علم بھی تم کو ہونا ضروری ہے صرف تم کو کتابوں کا کیڑا ہوجانا موزوں نہیں ہے عموماً عورتیں ہی عورتوں کے کام کرتی ہیں مرد تو عورت کے کام بہت کم کرتے ہیں۔ بہتر ہے کہ کتابوں کو اس وقت تک نہ چھوؤ جب تک کہ یہ کام تکمیل کو نہ پہنچ جائے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ گھر میں کون رہے گا گھر کے کام کا ساتھی کون بنے گا مرد تو اپنے کام سے باہر جائے گا عورت کو گھر میں بیٹھنا چاہیئے میں کہتا ہوں کہ ذرا اتنا سوچے کہ مرد باہر کے کام سے واپس آتا ہے لیکن اس کی زندگی کی ساتھی اپنی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول ہے اور اپنی دنیا الگ بنا رکھی ہے۔ نہ گھر کے کام سے غرض نہ گھر والوں کے آرام کا خیال اگر تم کو کتابوں کے مطالعہ کا شوق ہے تو ہاتھ اور انگلیوں سے بھی کام لینا سیکھو میرا یہ مطلب نہیں کہ تم ہمیشہ موزے بنتی رہو یا زردوزی میں مصروف رہو۔ بلکہ تم ان کے بنانے اور مرمت کرنے کا ہنر بھی سیکھنا چاہیئے کیونکہ یہی عورت کا ہنر ہے اور تمھاری اعلیٰ تعلیم کے یہ معنی نہ ہونے چاہییں کہ فیشن سیکھو یا ایسا انوکھا لباس پہنو جیسا دوسری عورتیں نہ پہنتی ہوں اپنے ہنروں کو پوشیدہ رکھنے کا ہنر سیکھو اور خاموش مطالعہ پر قانع رہو اگر عورتیں مردوں کا کام انجام دیں اور ان کے مشاغل اختیار کرنے لگیں تو اُن سے جو نتائج نکلیں گے اُن سے مردوں کے لئے مجھے بہت خطرہ ہے۔ میرے نزدیک اعلیٰ تعلیم میں کتابی تعلیم کے علاوہ اور بھی کچھ شامل ہے۔ نسوانی اوصاف و محاسن میں کمال حاصل کرنا بھی اس کا ایک جزو ہے جو حالت عورتوں کے تمدنی کاموں میں حصہ لینے سے پیدا ہوگئی ہے اور اس سے جو خطرات رونما ہیں وہ بھی قابل غور ہیں آج کل نوجوان عورت پرانے طریقوں کو بدل رہی اور آزادانہ زندگی کے مسئلہ پر گفتگو کررہی ہے اور چاہتی ہے اپنی روزی بھی خود ہی حاصل کرے اور وہ اس خیال کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے کہ ازدواجی حالت عورت کی زندگی کا مقصد اور مدعا ہے مرد ہمیشہ سے کہتے آئے ہیں کہ عورت نادان ہے اُس کی تعلیم میں وقت ضائع نہ کیا جائے عورتوں نے اس خیال کو بغیر کسی مخالفت کے مان لیا۔ اور اپنے باپوں بھائیوں اور خاوندوں کو خوش رکھنے کے لئے نادان ہی بنی رہیں لیکن اب عورتوں نے ہتھیار اُٹھائے ہیں

اب سخت بغاوت شروع ہوگئی ہے لیکن اس سے گھر کے امن میں نقص واقع ہوتا ہے۔ میں بیسیوں ایسے خاندان بتا سکتا ہوں جہاں پر مصیبت برپا ہے ایک جوان عورت جو اپنی ذات کے اعتماد پر اپنی زندگی بسر کرنا چاہتی ہے اپنی بغاوت کا خمیازہ خود بھگت لیتی ہے اگر وہ گھر کے اور خصوصاً والدین کے تعلقات اور اثرات سے جدا ہوتی ہے تو مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتی ہے اس کا باپ سمجھاتا ہے۔ دھمکاتا ہے اور اس کی ماں سر پکڑ کر روتی ہے۔

ا۔ف بیگم (دنئی دہلی)

ناکامی

سید محمود حسن

کامیابی اور ناکامی ہیں دونوں ہم عناں
خار بھی ہوتے ہیں پیدا پھول کھلتے ہیں جہاں

گرچہ ناکامی ہے دنیا میں بہت تکلیف دہ
غور گر کیجئے تو اس میں بھی ہے اک لذت نہاں

وہ مسافر جو رواں ہو منزلِ دشوار پر
راہ میں حائل ہوں جس کے سینکڑوں سنگِ گراں

لق و دق صحرا میں چھا جائے سیاہی رات کی
چلتے چلتے بے سکت ہو جائے جسمِ ناتواں

پوچھئے اُس وقت اس سے کامیابی کا مزا
جب نظر آ جائے اس کو اپنی منزل کا نشاں

اس بلندی اور پستی میں ہے حُسنِ کائنات
ہیں تغیر ہی سے قائم زندگی کی شوخیاں

گر نہ ہو تکلیف پھر احساسِ راحت بھی نہ ہو
ہیچ ہے پھر کامیابی گر نہ ہوں ناکامیاں

ظلمتِ شب سے ہے قائم روزِ روشن کی چمک
فصلِ گل کو اس قدر دلکش بناتی ہے خزاں

سعیٔ پیہم کا اشارہ ہے شکستِ آرزو
جس سے ہرگز کم نہ ہونی چاہئیں سرگرمیاں

ٹھوکریں کھا کر سنبھلنا چاہیئے انسان کو
کامیابی کی ہیں ضامن مستقل جولانیاں

مطلعِ امید پر چمکے گا آخر آفتاب
دُور ہو جائیں گی جس سے یاس کی تاریکیاں

کچھ دن ہسپتال میں ——!

از محترمہ جہاں بانو بیگم بی۔اے۔ مصنفہ "رفتارِ خیال"

زندگی یوں بھی گذر ہی جاتی　　کیوں ترا راہگذر یاد آیا

انسان جب تک بیمار نہیں ہوتا "ایک تندرستی ہزار نعمت" کا مقولہ کبھی بھولے سے بھی اُس کے احاطۂ تصور میں نہیں آتا جس طرح کوئی امیر کیا جانے کہ غریب کس طرح زندگی بسر کرتے ہیں کس قدر خوش نصیب ہیں وہ ہستیاں جو صحت جیسی دولت سے مالامال ہیں ۔!! بیمار ہونے کے بعد ہی انسان اپنے بیماری کے حالات۔ گرد و پیش کے واقعات۔ اور اس مدت علالت میں اپنوں اور غیروں کا برتاؤ و سلوک اپنے ساتھ محسوس کرسکتا ہے۔ پہلے پہل جب یہاں کے دواخانہ عثمانیہ افضل گنج کی شاندار نظر فریب عمارت پر میری نظر گئی تو نہ معلوم وہ کونسی گھڑی تھی کہ بے اختیار زبان سے نکلا۔

"ایسی خوبصورت عمارت میں کچھ دن بسر کرنے کے لئے تو بیمار ہونے کو جی چاہتا ہے ۔!"

بات آئی گئی ہوگئی ۔ دن ۔ مہینے ۔ سال گذرتے گئے ۔ کہ یکا یک ایسی سخت بیمار ہوئی کہ جس نے واقعی رہینِ ہسپتال کر دیا ڈاکٹر نے گھر پر رہنے کی ممانعت کر دی۔ کہاں تو ہسپتال جانے بیمار ہونے کو جی چاہتا تھا۔ کہاں اس نادری حکم نے چھکے چھڑا دیئے۔ غرض میں بیمار ہو کر شفاخانہ میں داخل ہوگئی۔ بیماروں کی گاڑی میں زندہ بدست مردہ پڑے ہوئے چوطرف ایک عبرت و وحشت کے منظر کو سہمے ہوئے دل سے دیکھتے ہوئے مجھے بھی ایک وارڈ میں داخل کر دیا گیا۔ کمرۂ جراحت سے دواؤں کی بو قوت شامہ میں ایک ہیجان انگیز ہلچل ڈال رہی تھی۔ نرسیں باوجود نرسنگ کا ڈپلوما لینے کے لئے بوکھلائی نظر آتی تھیں ایک طرف اُبلتے ہوئے پانی میں چھریاں قینچیاں۔ چاقو اور مختلف قد و قامت کے ہتیار پڑے جوش مار رہے تھے۔ مریض کو میز پر ڈال دیا گیا تھا جس کی سراسیمہ گھبرائی ہوئی نظریں ایک ایک کا منہ حسرت و یاس سے تک رہی تھیں۔ اور غریب نہایت عاجزی سے کراہتا ہوا دریافت کر رہا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب! مجھے اس علاج سے کیا سچ مچ فائدہ ہوجائے گا؟ اف یہ اوزار کیوں اُبالے جاتے ہیں؟ یوں بھی سہ

کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کئے

یا اللہ کیا میرے ٹکڑے اڑانے کی ان لوگوں نے ٹھانی ہے؟ آخر ہے کیا ماجرا — ابھی یہ جملہ ادھورا ہی تھا کہ ڈاکٹر نے اس کے منہ پر ٹوپی ڈال دی۔ گویا اس کی باتوں کا یہی جواب تھا۔ ٹوپی نے دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دیا۔ اور مریض ایسا چپ ہوا کہ ایک چیخ بھی منہ سے نہ نکلی جسم تو بے حس اور مردہ جیسے ہوگیا۔ لیکن روح چیختی چلاتی اس کے ہڈیوں کے لرزاں ڈہانچہ میں مضطرب تھی جسمانی آزار اور تکلیف کا اثر روح پر ہو رہا تھا اور مریض کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ دواؤں اور کلوروفارم کی بو سے کمرہ

مہک اٹھا تھا۔ یہ تو اس کمرہ کی حالت تھی جہاں ؎

کشائش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا

اب جو نظر اٹھا کر دیکھوں تو مریضوں کا چوطرف انبار لگا تھا۔ اترے ہوئے چہرے، روتی بسورتی صورتوں کا ایک گروہ کثیر تھا۔ جس طرح اس عالم نیرنگ میں ہر مرض کی دوا مقرر ہے اسی طرح ہر مرض کا بیمار بھی دیکھا۔ دنیا انقلابات کی بستی ہے۔ یہاں آئے دن ایسی ایسی نیرنگیاں رُو پذیر ہوتی ہیں کہ عقل انسانی حیران و ششدر رہ جاتی ہے۔ مریضوں کو دیکھ کر قوت احساس مضمحل ہو جاتی تھی۔ روح پر ایک بوجھ سا معلوم ہوتا تھا۔ دنیا آنکھوں میں ایک عبرت کا مرقع تھی تخیل کی وادیوں میں خیالات کی آبادی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ کسی دوسرے تصور کو داخل ہونے کا راستہ نہ ملتا تھا۔ بیماروں کی کراہ، مریضوں اور مجروحوں کی دلدوز آوازیں دل کے پار ہوئی جاتی تھیں۔ ان کی بیکسی اور بےبسی کا عالم آنکھ دیکھنے، دل محسوس کرنے سے اجتناب کرتے تھے۔ یہ ہسپتال میں دن کا نقشہ تھا۔ راتیں تو ہر مریض کے لئے بلائیں بن کر نازل ہوتی ہیں جس کی تصویر غالب یوں کھینچتا ہے ؎

کیوں اندھیری ہے شب غم ہے بلاؤں کا نزول آج اُدھر ہی کو رہے گا دیدۂ اختر کھلا!

مجھ پر میرے وارڈ میں داخل ہونے سے پیشتر بھی بیہوشی طاری تھی۔ دس بجے جو اس عالم ہاؤ ہو سے کلوروفارم نے بے نیاز کردیا تھا تو تین بجے پھر ہوش نے ہوش کے ناخن لئے۔ وہ بیہوشی کتنی اچھی تھی۔ نہ اپنے درد کا علم و احساس تھا۔ نہ دوسرے کی تکلیف دیکھ کر درد دل میں اضافہ ہوتا تھا۔ ایک عالم بیخودی تھی اور ہم تھے۔ خیر۔ ہوش کیا آیا اپنے ساتھ درد و الم کا ایک سیلاب عظیم لایا۔ اس سے تو میں پہلے ہی اچھی تھی۔ یہ کیا مصیبت ہوگئی۔ غرض کچھ زہرمار کروایا متلی سے جان پر بنی تھی۔ درد نے زندگی سے بیزار کر دیا۔ اعضا میں ٹیس اور جلن سی تھی۔ سر بے قابو تھا۔ شام ہو چلی تھی۔ وہ پہاڑ سی رات جو آنے والی تھی اس کے صرف تصور سے کلیجہ کانپتا تھا۔ جوں توں وہ رات آئی اور درد میں اضافہ ہونے لگا۔ میں نے نرس سے التجا کی۔ نہایت عاجزی سے کہا کہ مجھے نیند کی دوا لا دے۔ نہ معلوم اس میں اس کا کیا جاتا تھا۔ ماتھے پر شکن لائی چیں بجبیں ہوتے ہوئے کہنے لگی "نیند کا خیال کرو نیند آ جائے گی"۔ کتنا سفاک جملہ تھا۔ میں نے کہا "یہاں درد کے خیال سے ہی فرصت نہیں نیند کا خیال کہاں سے لاؤں؟" اُس کو شاید رحم آگیا۔ وہ دوائی لائی جس کے حلق سے پار ہونے کے چند ہی لمحوں میں نیند کے دیوتا نے دل و دماغ کو تھپکا تھپکا کر سلا دیا۔ ایسی رات گذری کہ خبر بھی نہ ہوئی مشکل تھی یا آسان۔ انسان — باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے درد و آلام کی منزل میں کتنا نکما اور بزدل ہے!!

صبح ہوتے ہی درد نے پھر روح اور جسم میں بے پناہ آگ لگادی۔ جسم پسینہ کے سیلاب میں ٹھنڈا ہوا جاتا تھا۔ کسی کی بات اچھی نہ لگتی تھی۔ غذا جو ہسپتال والوں کے لئے مخصوص ہے اس کی بو سے گھن آتی تھی۔ اور دوسری کوئی چیز کھانے کی شدید ممانعت تھی۔ میں ایسی بیمار تھی کہ میرے لئے انگور بھی کھٹے تھے۔ غرض ۳-۴ دن کی جکڑبندیوں کے بعد کچھ افاقہ ہونے لگا پھل وغیرہ کھانے کی اجازت ملی۔ جب تک ممانعت تھی دل اُس طرف راغب تھا۔ اب جو اجازت ملی تو رغبت مفقود تھی۔ یہ شاید ایک بہت زبردست نظریہ ہے

انسانی فطرت کا۔! بقیہ راتیں عجیب گذریں۔ بیماروں کی آہ وزاریاں ہسپتال کی وسیع عمارت اور عظیم الشان چار دیواری میں گونجتی تھیں۔ بچوں کی چیخ وپکارارات کے سناٹے میں ایک ناخوشگوار خلل ڈالدیتی تھی۔ پلنگ پر پڑے پڑے دیواروں کو مسلسل گھورتے رہنے سے جی اُکتا گیا تھا۔ اپنے اطراف چند ایک مانوس صورتوں کو دیکھ کر روح پر کیف وسرور کا عالم طاری ہوجاتا تھا۔ اور دل بیمار سنبھال لیتا نظر آتا تھا۔ ان کی تسلی آمیز امید افزا گفتگو اور پر لطف چھیڑ چھاڑ سے زندگی کی یہ پرُمحن گھڑیاں از سر نو نکھر جاتی تھیں۔ عزیزوں کی محبت۔ دوستوں کا خلوص دیکھ کر زندگی میں زندہ رہنے کا احساس ہو چلا تھا۔ غرض یہ پندرہ بیس روز کی مدت۔ یہ طویل ایام علالت خدا خدا کر کے ختم ہوئے۔ اس راندۂ نشیمن نے پھر اپنے بازو تولے۔ اور گھر کی راہ لی۔ جہاں کا سا آرام وسکھ کہیں نہیں ملتا۔

گذشتہ سال تلوے جو کھجلائے تو انگلستان جانے کی سوجھی۔ وہاں ۳ ماہ خیر وخوبی سے گذرے۔ پھر جو بیماری نے آدبایا تو اپنی ہستی سے نفرت سی ہو چلی کہ میں بھی زندگی کا ایک مضحکہ انگیز قہقہہ ہوں۔ میرا وجود کس قدر غیر ضروری۔ دو بھر اور بے محل ہے! وہاں کی بیماری انسان کو تنگدست اور مقروض کر دیتی ہے۔ یوں بھی پردیس میں بیماری کیا غضب نہیں ہوتی۔ اور پھر ایسا پردیس سے

ہم جہاں تھے وہاں سے ہم کو بھی
آپ اپنی خبر نہیں آتی!!

جہاں کی فضا کی مکدر وملول کیفیت دل ودماغ کو دھندلا کر دیتی ہے۔ آسمان کا نیل اس سنسار میں کیسے نظر آئے۔ اس کو تو وہاں کے باشندوں کی آنکھوں میں فطرت نے گھول دیا ہے۔ ہم بالکل شمالی یورپ میں مقیم تھے۔ جہاں پر خورشید کی درخشانی نایاب ہے۔ آفتاب کی شعاعیں ڈھونڈنا جستجوئے گرد احمر سے کم نہیں ہے!!

عصمت دہلی

بھگوان کی ٹکسال

ایک تفریحی افسانہ

ایک غریب برہمن تھا۔ وہ اپنے گاؤں میں ایک شو مندر کا پجاری تھا۔ بڑی مشکل سے اس کو تھوڑے سے موٹے چاول نصیب ہوئے تھے ان ہی کو کھا کر وہ اپنے دن گزارتا تھا۔ اس کی بیوی نہایت شریف طبیعت عورت تھی وہ مصیبت کے دنوں میں بھی ہنسی خوشی دن گذارتی تھی۔ جب برہمن شو کی پوجا کرنے جایا کرتا تو برہمنی گھر کے کام سے فارغ ہو کر محلہ میں نکل جاتی اور گوالوں کے گھروں سے گوبر لے آتی پھر جب برہمن مندر سے واپس آتا تو اُسے کھانا کھلاتی اس کے بعد وہ جو گوبر لاتی اُس کے اُپلے تھاپ کر اپنے چھوٹے سے گھر کی دیواروں پر لگا دیتی پھر گھر کا کام کاج کر کے خود بھی تھوڑا سا کھانا کھاتی۔

برہمن اتنا غریب تھا پھر بھی اُس نے کبھی دولت کے واسطے دُعا نہیں مانگی وہ کہتا تھا کہ "دن تو کسی نہ کسی طرح کٹ ہی رہے ہیں پھر روپیہ پیسہ کی کیا ضرورت ہے؟ میں کافی شکم سے زندگی گزار رہا ہوں"۔ گاؤں کے سب لوگ برہمن کو "سری منی ٹھاکر" کہہ کر پکارتے تھے۔ اور اس کی بیوی کو "سری منی کی بہو" کہتے تھے۔ برہمن نے کسی گروکل یا کالج میں تعلیم نہیں پائی تھی بلکہ اس کے خاندان میں کوئی بہت بڑا گیانی گزرا تھا اسی وجہ سے گاؤں کے لوگوں نے اس کو "سری منی ٹھاکر" کا خطاب دے دیا تھا۔ حالانکہ وہ تعلیم یافتہ نہیں تھا۔ مگر پھر بھی لوگ بغیر کسی خیال کے اُسے اسی خطاب سے پکارتے تھے۔ کھانے کے بعد سری منی ٹھاکر خوب اچھی طرح سوتے پھر سہ پہر کو اٹھ کر برآمدے میں چٹائی بچھا کر بیٹھتے۔ جہاں راون سیتا کو لے گیا تھا اس جگہ سے رامائن خوب چلا چلا کر پڑھتے اُس وقت ان سے کچھ دور بیٹھے راما کسان، نیو گوالا، برانی جلاہا، وغیرہ جو بالکل جاہل تھے خوب دھیان دے کر سنتے تھے۔

سری منی ٹھاکر اُن کو سمجھاتے کہ "آج کل نہ وہ رام کا راج ہے نہ ویسا یگیہ نہ ویسا بھوجن ہوتا ہے وہ سب باتیں اب بالکل نہیں ہیں اور یہ بات بھی ہے کہ اب برہمنوں میں ویسا علم بھی نہیں ہے آج کل سب لوگ بغیر سوچے کام کرتے ہیں جہاں خرچ کی ضرورت ہے وہاں خرچ نہیں کرتے بلکہ فضول برباد کرتے ہیں"۔ "ٹھیک کہتے ہو ٹھاکر آج کل لوگ غریب ہیں کھانے ہی کو نہیں ملتا"۔ لوگ ٹھاکر کی باتوں کا اس قسم کا جواب دیتے شام کے وقت سری منی ٹھاکر شو کے مندر میں آرتی کرنے جاتے تھے اور لوٹتے وقت ایک پیالہ دودھ اور تھوڑے سے بتاشے لے کر گھر آتے تھے۔

ایک دن صبح کا ذکر ہے کہ سری منی ٹھاکر شو کی پوجا کر رہے تھے اس وقت شو کی بیوی درگا وتی مندر میں داخل ہوئیں سری منی جب تک پوجا کرتے رہے اتنی دیر تک درگا وتی مندر کے ایک کونے میں بیٹھی ان کو دیکھتی رہیں اس کے بعد برہمن نے پوجا ختم کر کے مندر کا دروازہ بند کیا اور آگے سے کنڈی لگا کر گھر چلا گیا۔

پجاری کے چلے جانے کے بعد درگا، شو کے پاس آئیں اور ان سے یوں مخاطب ہوئیں "مہاراج! لوگوں نے تمہارا نام "شو" رکھ کر

بہت ہی برا کیا شو کے معنی ہیں" اچھا" لیکن تمہیں اپنے نام کا کچھ بھی پاس نہیں"

رشو نے جواب دیا" درگا آج تمہیں کیا ہوگیا جو تم ایسی باتیں کر رہی ہو۔ میں نے ایسا کونسا کام کیا ہے جس سے میرے "شو" نام کی عزت چلی گئی۔

درگا۔ مہاراج! ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ یہی دیکھو۔ یہ غریب برہمن جو دونوں وقت تمہاری پوجا کرتا ہے اس کے برابر کوئی بھی غریب نہیں۔ جو تمہارا اس قدر معتقد ہے وہ اگر دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا بھی نہ کھا سکے تو تمہیں کس طرح 'شو' 'شو' کہہ کر پکارے گا؟

رشو۔ دیوی! اسی وجہ سے میرے نام 'شو' کی عزت چلی گئی؟ مگر اس میں میری کیا خطا۔ برہمن کی قسمت میں اتنے دنوں کی مصیبت تھی اسی وجہ سے اس کو موٹے چاول کھا کر دن گزارنے پڑتے تھے اب اس کی مصیبت کے دن ختم ہوگئے وہ عیش سے زندگی بسر کرے گا۔ یہ سن کر درگا نے ہنس کر کہا" ٹھیک ہے۔ بہت بڑا اس کا نصیب جو آج میں اس وقت آ گئی تو اس کی قسمت پھر گئی خیر جو بھی ہو اب دیر مت کیجئے کل ہی اس کو کچھ ملنا چاہیئے" رشو نے جواب دیا" اچھا ایسا ہی ہوگا۔ کل ہی اس کو سات ہزار روپے ملیں گے" مندر میں جس وقت شو اور درگا بات چیت کر رہے تھے اس وقت ایک راہ گیر ستانے کے لئے مندر کے چبوترہ پر آ بیٹھا تھا۔ شو اور درگا کے درمیان جو باتیں ہوئیں وہ سب اس نے سن لیں۔ وہ آدمی سری منی ٹھاکر سے واقف تھا۔ یہ سن کر کہ غریب برہمن کو اتنا روپیہ ملے گا اس کا جسم حسد سے جلنے لگا اور وہ فوراً ہی سری منی کے گھر کی طرف روانہ ہوگیا یہ راہ گیر ایک بڑا سود خوار مہاجن تھا اس کا نام کنگن داس تھا۔ کنگن سری منی ٹھاکر کے گھر جا کر کیا دیکھتا ہے کہ برہمن پوئے کی بیل کی ڈالیاں باندھ رہا ہے کنگن نے برہمن کو آواز دی سری منی ٹھاکر مہاجن کنگن کو اپنے چھوٹے سے گھر کے دروازہ پر دیکھ کر فوراً باہر آیا اور گھبرا کر بولا" بیٹے بابو کیا پوئے کے ساگ کی ضرورت ہے؟ بولئے کتنا درکار ہے؟"

کنگن نے ہنس کر جواب دیا" نہیں سری منی ٹھاکر ساگ کی ضرورت نہیں ہے میں آپ سے کچھ بات کرنے آیا ہوں۔"

سری منی ٹھاکر۔ تو کہئے نا جو بات ہے کہہ دیجئے۔ کیا کچھ پرشاد چاہیئے؟

کنگن۔ ہاں ٹھیک ہے بہت سا لیکن یہاں نہیں بتا سکتا۔ آپ کو چنڈی منڈپ میں چلنا ہوگا۔ سری منی ٹھاکر فوراً کنگن کے ساتھ چنڈی منڈپ کی طرف روانہ ہوگئے وہاں پہونچ کر کنگن نے کہا" ٹھاکر میں آج تم کو تین ہزار روپے دیتا ہوں اس کے بدلہ میں کل دن رات میں جو کچھ تم کو ملے گا وہ میرا ہوگا کیوں راضی ہو یا نہیں بولو؟

سری منی ٹھاکر کنگن کی باتیں سن کر اس کی طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا" کیا کہتے ہیں آپ بڑے بابو۔ کیا روپیہ کی گرمی سے آپ کا دماغ پھر گیا ہے؟ مجھے تین ہزار روپیہ دے کر کل دن کو آپ تین پاؤ چاول اور رات کو آدھ سیر دودھ اور تھوڑے سے بتاشے پائیں گے۔ اس کا لے کر آپ کیا کریں گے ان سب چیزوں کی قیمت آٹھ آنے بھی نہیں ہوگی۔ آپ نے بھی خوب تماشہ کیا۔ ایں نا؟"

کنگن مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے بولے" نہیں ٹھاکر تماشہ نہیں۔ میں سچ مچ تم سے یہی پرشاد چاہتا ہوں۔ یہ دیکھو روپیہ یہ

لے آیا ہوں اب کہا کہتے ہو راضی ہو؟ اگر ہو تو لو یہ تھیلی پکڑو اس میں پورے تین ہزار ہیں۔"

سری منی دو یار کندے ابھار کر اور سر ہلا کر بولے سمپو راضی اور بے راضی کیا؟ اس وقت اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو تھیلی دے دیجئے" گگن نے تین ہزار روپیہ کی تھیلی برہمن کے ہاتھ میں دے کر کہا: "اچھا میں کل خوب سویرے آؤں گا جب تک میں نہ آؤں تم گھر سے باہر نہ جانا۔ سمجھے؟"

سری منی ٹھاکر گردن ہلا کر بولے" ہاں خوب سمجھ گیا! آپ اگر نہ آئیں تو میں مندر بھی نہ جاؤں با با جان بچ گئی اب خوب اچھی طرح سے بھوجن ملے گا" یہ کہہ کر سری منی ٹھاکر گھر روانہ ہوئے اور گگن داس بھی سات ہزار روپیہ کا دھیان کرتا ہوا اپنے گھر چلا گیا۔

دوسرے دن خوب سویرے گگن مع اپنے دو ساتھیوں کے سری منی ٹھاکر کے گھر جا پہونچا۔ برہمن اس وقت بھی روپیہ کا خواب دیکھتے ہوئے سکھ کی نیند سو رہا تھا گگن کے پکارنے سے اس کی نیند ٹوٹی وہ فوراً آنکھیں ملتا ہوا باہر آکر بولا "یہ لو بڑے بابو آگئے! حقہ پیو گے؟" گگن بولا" نہیں نہیں حقہ کی ضرورت نہیں تم فوراً باہر چلے آؤ۔ سری منی ٹھاکر حسب معلوم جھاڑن پیالی لے کر درگا، سری ہری، کہتا ہوا گھر سے نکلا۔ اس کے بعد سب مندر کی طرف روانہ ہوئے مندر میں پہونچ کر برہمن شو کی پوجا کرنے بیٹھا۔ گگن اور اس کے دونوں ساتھی باہر دروازہ پر بیٹھ گئے تقریباً آدھ گھنٹہ میں پوجا ختم کر کے سری منی ٹھاکر نے پرشاد کی تھالی لا کر گگن کے سامنے رکھدی۔

گگن ۔ نے پوچھا "اس کا کیا ہوگا"؛

سری منی ٹھاکر ۔ آپ کا آج صبح کا پانا۔

گگن ۔ نہیں یہ نہیں۔ کل میں نے تمہیں تین ہزار روپیہ موٹے چاولوں کے لئے نہیں دئے تھے یہ تم ہی لے لو اس کے سوا جو کچھ ملے گا وہ میں چاہتا ہوں۔

سری منی ٹھاکر ۔ اس کے سوا آدھ سیر کچا دودھ اور آدھے پیسے کے بتاشے۔

گگن ۔ وہ بھی تمہارا اس کے سوا جو کچھ تم کو ملے گا وہ میرا ہوگا۔ سری منی ٹھاکر بولے اس کے سوا تھوڑی خاک۔ گگن نے ہنس کر جواب دیا" اچھا ہونے دو۔ جب تک میں تم سے جانے کو نہ کہوں تب تک تم یہیں بیٹھے رہو۔ سری منی ٹھاکر بیٹھ گیا۔ آہستہ آہستہ سورج سر پر آگیا چاروں طرف دھوپ پھیل گئی۔ برہمن کا گلا پیاس کی وجہ سے سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ وہ اور زیادہ خاموش نہیں بیٹھ سکا گگن سے کہنے لگا" بڑے بابو میں ابھی واپس آتا ہوں اس درمیان میں اگر کچھ آجائے تو آپ آدمی بھیج کر مجھے بلوا لیجئے گا میں زیادہ نہیں ٹھیر سکتا پیاس کی وجہ سے جان نکلی جاتی ہے" یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا جاتے وقت بولا" بڑے بابو آپ کیوں دھوپ میں جلتے ہیں؟ اب آپ بھی گھر جائیے جب دھوپ کچھ کم ہوگی تو پھر آجائیے گا" گگن نے گویا یہ بات سنی ہی نہیں اور پورب کی طرف رخ کر کے بیٹھ گیا وقت زیادہ ہو گیا یہاں تک کہ سورج پچھم کی طرف بڑھنے لگا۔ بھوک کی وجہ سے جسم کی طاقت کم ہونے لگی۔ پیاس کی شدت سے جان نکلنے لگی اور سر میں درد ہونے لگا مگر پھر بھی گگن نے اٹھنے کا نام نہ لیا آخر کار جب ضبط نہ کر سکا تو بیٹا جھوٹے دیوتا تم کو دیکھ لیا اچھا

ٹھیرو" کہہ کر مندر کے اندر گیا اور بہت زور سے شو کی مورت کے ایک تھپڑ لگایا اس کے بعد جب ایک اور لگانا چاہا تو دیکھا کہ ہاتھ شو کی مورتی میں چپک گیا ہے۔ کھینچا تانی کی کتنا زور لگایا کتنے جتن کئے مگر ہاتھ کسی طرح سے نہ چھوٹا اس کے ساتھیوں نے بھی بہت کوشش کی مگر کسی طرح گگن کو اس قید سے نہ چھڑا سکے۔ آخر کار جب ہاتھ نہ چھوٹا تو بھوں بھوں کر کے رونے لگا اور روتے روتے مندر ہی میں پڑ کر سو گیا۔ اِس مصیبت میں گرفتار ہو کر وہ کسی وقت سو گیا یہ معلوم نہیں گگن نے سوتے میں ایک خواب دیکھا کہ ایک بھیانک دیونی اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہے۔ پاس ہی بدن میں بھبوت ملے ہوئے ایک جٹا دھاری جوگی کھڑے ہیں۔ گگن اچھی طرح سمجھ گیا کہ یہ دیونی شو کی داسی نندی اور جوگی شو جی ہیں۔ وہ خواب ہی میں رو کر معافی مانگنے لگا مگر شو جی نے اس کی ایک بات نہ سنی اُنہوں نے کہا "دیکھ تیری طرح کا لالچی اور حاسد اس علاقہ میں کوئی نہیں۔ تیرے پاس جو دولت ہے وہ تیری سات پشتوں میں بھی ختم نہ ہوگی لیکن پھر بھی تیرا لالچ کم نہیں ہوتا کل دُرگا کے ساتھ جو میں نے بات کی تھی وہی سن کر تو نے فوراً برہمن کو تین ہزار روپے دئیے اور اس کو جو آج سات ہزار روپے ملیں گے یہی خیال کر کے تو یہاں آیا ہے۔ ابھی اُس کو پورے روپے نہیں ملے۔ اگر تو اِسی وقت برہمن کو چار ہزار روپے دیدے تو نندی تیرا ہاتھ چھوڑ دیگی ورنہ میں اس سے کہہ دوں گا کہ وہ تیرا ہاتھ تیرے جسم سے اُکھاڑ لے۔ گگن شو کی یہ بات سن کر کانپتے ہوئے بولا "دہائی ہے ٹھاکر۔ میں ابھی اس کو چار ہزار روپیہ دے دوں گا تم مجھ کو چھوڑ دو۔"

شو بولے "اچھا آج میں تجھ کو معاف کرتا ہوں لیکن چھوٹنے کے بعد اگر تو نے برہمن کو دھوکا دیا تو تو تین دن کے اندر مر جائے گا۔ اور دیکھ کل جو میں نے برہمن کو سات ہزار روپیہ دینے کو کہا تھا تو کیا میں وہ روپیہ اس کو اپنے گھر سے لا کر دیتا ہے بے وقوف کیا تو نے یہ سوچا تھا کہ میرے پاس ایک بہت بڑی ٹکسال ہے جہاں ڈھیر کا ڈھیر روپیہ رکھا ہے؟ ارے بے وقوف جو لوگ اپنی دولت سے اپنا گھر بھرتے ہیں وہی میری ٹکسال ہیں۔ دیکھ لالچ سے جو اندھے ہو کر ہائے روپیہ وائے روپیہ کر کے چاروں طرف ہاتھ پھیلاتے ہیں وہ ایسی ہی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں۔ آج سے جتنے غریب ہیں ان کی مصیبت دور کر جن لوگوں کو کھانے کو نہیں ملتا اور بھوک سے مرتے ہیں ان کو کھانا دے تاکہ ان کی جان بچے گگن فوراً راضی ہو گیا۔ فوراً اس کی آنکھ کھل گئی اس نے اُٹھ کر دیکھا کہ واقعی اس کا ہاتھ شو کی مورتی سے علیحدہ ہے تب اُس نے شو کو پرنام کیا اور فوراً ایک آدمی سری منی ٹھاکر کے بلانے کو بھیجا برہمن آگیا تو گگن اس کو اپنے خاص کمرے میں لے گیا اور سات ہزار کے باقی چار ہزار روپیہ اس کو گن کر دئیے اور مندر میں جو کچھ اُس پر بیتی تھی سب کہہ سنائی۔ برہمن تو حیران رہ گیا۔ کچھ دیر بعد آہستہ آہستہ کہا "بڑے بابو۔ تب تو تم بھگوان کی ٹکسال ہو۔ اب جس کسی کو جتنے روپیہ کی ضرورت ہوگی میں اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا کیسی کہی؟" گگن نے جواب "ہاں ٹھاکر ایسا ہی کرنا آج سے جو کچھ دولت میرے پاس ہے وہ سب دوسروں ہی کی ہے میں بھگوان کی ٹکسال ہوں۔"

اس دن سے سود خوار بخیل گگن داس نے نئی زندگی اختیار کی یہ حالت ہو گئی کہ بغیر غریبوں کے دئے پانی تک نہ پیتا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ سخی کے نام سے مشہور ہو گیا۔

ترجمہ از بنگالی　　　　مس مہرالنسا بیگم

صوبہ بہار میں تعلیم نسواں

موجودہ دور میں ہندوستان کا ہر صوبہ تعلیم نسواں میں روزافزوں ترقی کر رہا ہے اور خاص کر پنجاب اس مسئلہ میں اتنا پیش پیش ہے اور وہاں ڈگری یافتہ لڑکیوں کی تعداد اس قدر بڑھ رہی ہے کہ اس کا کچھ عرصہ بعد مہذب ملکوں کے ہم پلہ ہوجانا تعجب انگیز نہیں معلوم ہوتا لیکن بہار میں تعلیم نسواں کی پست حالت نہایت ہی افسوسناک ہے، اس صوبہ میں اس قدر جمود و غفلت طاری ہے، اور تعلیم نسواں کی باگ جن کے ہاتھوں میں ہے، وہ ایسے خواب خرگوش میں مبتلا ہیں، کہ کسی طرح جگائے نہیں جاگتے، حامیان نسواں کی آوازیں سنتے ہیں مگر اپنے قلب میں کچھ کوئی حرکت محسوس نہیں کرتے، اور یہ چیخ و پکار بغیر کسی نتیجہ کے فضا میں ایک ہلکا سا تموج پیدا کر کے بالآخر گم ہوجاتی ہے، ہماری مراد اسلامی سوسائٹی سے ہے، جس کی دختران آج بھی کم و بیش جہالت کی اسی منزل پر ہیں، جہاں بیس پچیس سال قبل تھیں، چوتھائی صدی کا زمانہ اک طویل زمانہ ہوتا ہے، اس مدت میں ہندوستان کا گوشہ گوشہ علم کی روشنی سے منور ہوچکا ہے، سوائے اس تاریک گوشہ کے جہاں کی چہار دیواریوں میں اب تک یہ روشنی نہ پہونچ سکی، صرف اک پہلو یعنی کلاسیکل تعلیم ہی پر نظر ڈالئے تو آپ کو یہ دیکھ کر حیرت ہوگی، کہ یہاں اب تک کوئی مسلم خاتون، بی اے، ایم اے کی ڈگری حاصل کر سکی اور نہ کسی مسلم لڑکی نے کم از کم میٹرک ہی پاس کیا ہے، ادیب فاضل و منشی فاضل کے امتحانات تو سرے سے موجود ہی نہیں ہیں، اس جہالت کی ذمہ داری گورنمنٹ پر بالکل عائد نہیں ہوتی، اس نے ضرورت سے کہیں زیادہ تقریباً ہر شہر میں زنانہ مدارس پرائمری سے لے کر ہائی تک جاری کر رکھے ہیں، اور اس مد میں کافی خرچ کر رہی ہے، لیکن ان سہولتوں سے فائدہ اٹھانا اسی قوم کے مقدر میں ہے، جو زمانہ شناس ہے اور اپنے جسم کے نصف حصہ کو مفلوج بنا کر اپنے پیر میں آپ کلہاڑی مارنا نہیں چاہتی؛ چنانچہ زنانہ مدارس کی حالت یہ ہے کہ ہر درجہ میں صرف ہندو یا خال خال کرسچن لڑکیاں دکھائی دیتی ہیں، اک آدھ مسلمان لڑکی نظر بھی آتی ہے تو صرف نیچے درجوں میں تعلیمی پستی کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی، کہ یہ نیچے درجوں میں پڑھنے والی لڑکیاں بھی طبقہ ادنیٰ سے تعلق رکھتی ہیں، صوبہ کے باہر والوں کو یہ بات سخت تعجب انگیز معلوم ہوگی، کہ طبقہ اعلیٰ و طبقہ متوسط نے (سوائے معدودے چند گھرانوں کے جن کا شمار انگلیوں پر ہو سکتا ہے) مجموعی طور پر ان اسکولوں کو بائیکاٹ کر رکھا ہے، اور یہاں کی تعلیم کو اپنی بچیوں کے حق میں شجر ممنوعہ سے کم نہیں سمجھتے، ان حضرات کی قدامت پسندی خاص اس مسئلہ میں انتہا کو پہونچی ہوئی ہے، سوسائٹی کے یہ مخصوص گھرانے بھی (جن کا اشارہ اوپر کر آئی ہوں) گو یونیورسٹی کی کوئی سند یافتہ خاتون نہ پیدا کر سکے تھے، تاہم یہ اک حقیقت ہے کہ کلاسیکل تعلیم ان ہی محدود گھرانوں میں رائج تھی، اور یہیں کی لڑکیاں میٹرک، بی اے، تو نہیں لیکن مڈل انگلش کی سندیں لے کر اسکولوں سے ضرور نکلتی تھیں چنانچہ صوبہ کے مرکز پٹنہ میں جو گنتی کی چند انگریزی داں مسلم بی بیاں نظر آ رہی ہیں، وہ ان ہی گھرانوں سے دور یا نزدیک کا تعلق رکھتی ہیں، اور صوبہ بھر کی مسلمان بہنوں کی عزت سنبھالنے کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں، میں صیغۂ ماضی اس لئے استعمال کر رہی ہوں

کہ اب قوم کے یہ روشن خیال افراد بھی بعض حوصلہ شکن حالات کی بنا پر جن کا ذکر آگے آئے گا، اپنے قدامت پسند و فرسودہ خیالات والے بھائیوں کے ہم نوا ہو چکے ہیں، اور اپنی چھوٹی بچیوں کے لئے اسکولوں کے دروازے بند کر رہے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان لڑکیوں کا فقدان دیکھ کر اب گورنمنٹ اکثر زنانہ مدرسوں سے مسلم شعبہ اٹھا رہی ہے، یہاں مظفرپور کی حالت یہ ہے کہ پرائمری سکولو میں تو خیر بُری بھلی اک دو مسلمان استانیاں موجود بھی رہتی ہیں۔ مگر گرلز ہائی انگلش اسکول میں مسلم اسٹاف سرے سے ندارد ہے، اور نہ پردے کا کوئی معقول انتظام ہے۔ بات یہ ہے کہ جس چیز کی طلب ہی قوم کو نہیں ہے، گورنمنٹ خواہ مخواہ اس میں کیوں روپیہ برباد کرے، گھریلو تعلیم کی حالت اس سے بھی بدتر ہے، چوتھائی صدی قبل تک معمولی نوشت و خواند کے ساتھ مذہبی تعلیم لڑکیوں کے کورس کا لازمی جزو سمجھی جاتی تھی، بلکہ لکھائی کو اتنی اہمیت حاصل نہ تھی، جتنی اخلاق و مذہب کی تعلیم کو۔ اس مقصد کے لئے ابتدائی فارسی سے بھی روشناس کرایا جاتا تھا، اس قسم کی تعلیم کا نتیجہ یہ تھا کہ لڑکیاں گو ادبی مضامین اور مخرب اخلاق افسانے لکھنے پر قادر نہ ہوتی تھیں، مگر اپنے عقیدہ دینی میں حد درجہ راسخ اور مذہبی مسائل سے کافی واقفیت رکھتی تھیں، اور ان ہی میں جن کا شوق تیز اور حوصلہ وسیع ہوتا تھا وہ اپنی محنت اور ذوق مطالعہ سے اک متوسط مولوی کا درجہ بھی حاصل کر لیتی تھیں۔ میں ایسی چند بی بیوں سے واقف ہوں جو اس زمانہ کی تعلیم کا مکمل نمونہ ہیں، اور لکھنا نہ جاننے کے باوجود لیاقت علمی میں اک اچھا پایہ رکھتی ہیں، سخت عبرت کی جگہ ہے کہ آج ان ہی ماؤں کی بچیاں نہ صرف تعلیم مغرب سے محروم ہیں، بلکہ اپنی خاندانی تعلیم سے بھی بے بہرہ ہو رہی ہیں، اس وقت سوسائٹی میں بیشتر تعداد ایسے گھرانوں کی ہے، جہاں لڑکیوں کو نہ مشرقی تعلیم دی جاتی ہے نہ مغربی اور رونا تو یہ ہے کہ اگرچہ تقریباً تمام مذہبی ذخیرہ اردو میں منتقل ہو چکا ہے، اور پہلے کی بہ نسبت تعلیم مذہبی میں حد درجہ سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ لیکن موجودہ نسل اس سرمایہ دینی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتی، اور نہ والدین اس کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ ان کی بچیوں کی تعلیم کا عام معیار بس یہی رہ گیا ہے کہ اُلٹا سیدھا قرآن شریف ناظرہ پڑھا کر اردو کی دو چار ابتدائی کتابیں ختم کرا دی گئیں، غلط سلط لکھنا سکھا دیا، اور اس اہم فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ لڑکیاں اس محدود تعلیم (جس کو صرف حرف شناسی کہنا چاہیئے) کے بعد آزاد ہیں کہ خواہ کتب مذہبی کا مطالعہ کریں (جو کبھی نہیں ہوتا) یا اس اردو لٹریچر کا جو آج کل برسات کے کیڑوں کی طرح پھیل پڑا ہے، اور گندگی میں ان ہی کیڑوں کے مشابہ ہے، صاحب فہم بیبیاں خود اندازہ لگا سکتی ہیں کہ ایسی ناقص تعلیم کیسے نتائج پیدا کر سکتی ہے، اور ہماری قومی آرزوؤں کو کہاں تک پورا کرنے والی ہے، چنانچہ موجودہ نسل جو تیار ہو رہی ہے اس کی حالت سخت افسوسناک اور مایوس کن ہے، یہ ایک غور طلب سوال ہے کہ یہاں کے والدین اپنی بچیوں کے حق میں کیوں ایسے لاپرواہ بنے ہوئے ہیں کہ ان کے لئے کسی قسم کی ٹھوس تعلیم کو لازمی نہیں قرار دیتے، میں خود یہاں کی رہنے والی ہوں، اور اپنے چشم دید مشاہدہ کی بنا پر کہہ سکتی ہوں کہ اس صورت حال کی بڑی وجہ تو وہی غفلت و جمود ہے، جو نہ صرف اسی مسئلہ میں بلکہ یہاں کی اجتماعی و انفرادی زندگی کے ہر شعبہ میں جاری و ساری ہے، چنانچہ ہمارا صوبہ اس عیب کے لئے کافی بدنام بھی ہو چکا ہے۔

دوسری وجہ جو تعلیم نسواں کے حق میں انتہائی سدِّراہ ثابت ہو رہی ہے وہ قوم کے نوجوانوں کی حرص و بے غیرتی ہے۔ یہ تعلیم یافتہ

نوجوان اپنی زبان سے تو تعلیم نسواں کے بڑے علمبردار بنتے ہیں اور اپنے بلند بانگ دعوؤں سے سوسائٹی کو مرعوب کئے دیتے ہیں، مگر خود ان کا عمل بالکل اس کے برعکس ہے۔ جب ان کی اپنی شادیوں کا وقت آتا اور انتخاب زوجہ کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے۔ تو شریک زندگی کے لئے سوائے مالدار ہونے کے کسی چیز کی ضرورت نہیں سمجھتے، خواہ یہ مال جائداد کی صورت میں ملے یا ملک کی رسم کے ذریعہ حاصل کی جائے۔ (اس کے متعلق عصمت سالگرہ نمبر میں شائع ہو چکا ہے) مال کی اس مجنونانہ طلب کے مقابلے میں لڑکی کی ساری خصوصیتیں نظر انداز کر دی جاتی ہیں۔ یہ تو آئے دن کا مشاہدہ ہے کہ اک اعلیٰ تعلیم یافتہ بی۔ اے۔ ایم اے پاس یا انگلینڈ ریٹرنڈ یا کسی معزز عہدہ دار لڑکے کی شادی نسبتاً جاہل غیر مہذب لڑکی سے ہو جاتی ہے، اور قوم کی وہ معدودے چند تعلیم یافتہ لڑکیاں، جن کو ان کے والدین نے ہر طرح کی قومی مخالفتوں کو برداشت کر کے اسکولی تعلیم دلوائی تھی بیٹھی رہ جاتی ہیں، ان حالات سے ثابت ہو جائے گا۔ کہ علاوہ عام پبلک کے گنتی کے وہ روشن خیال افراد بھی جن کا ذکر اوپر کر آئی ہوں کیوں اپنی بچیوں کو اسکولی تعلیم دلوانے سے دل برداشتہ ہو گئے ہیں، ان افراد کی یہ بیزاری اک حد تک فطرتی بھی ہے۔ اک باپ کی اپنی بچیوں کے حق میں انتہائی آرزو یہی ہوتی ہے، کہ انہیں حسب خواہ بر حاصل ہو سکیں، وہ ان کی تعلیم و تربیت بھی اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر کرتا ہے مگر جب نتیجہ ایسا حوصلہ شکن ثابت ہو اور ان کی ساری آرزوؤں کا خون ہو جائے تو بیچارے والدین لڑکیوں کی تعلیم پر روپیہ کیوں برباد کریں، بلکہ بجائے تعلیم کے اس رقم کو محفوظ رکھنے کی صورت میں انہیں زیادہ فوائد کی توقع ہے، وہ اس روپیہ کو تلک کے مطالبہ کی نذر کر کے اک موزوں داماد حاصل کر سکتے ہیں، اور میں بلا خوف تردید یہ کہنے پر آمادہ ہوں کہ سوسائٹی میں اسی اصول پر عمل بھی ہو رہا ہے، نوجوان طبقہ کی کن کن برائیوں کا رونا رویا جائے، غالباً دوسرے صوبوں میں ایسی خرابیوں کا وجود بھی نہ ہوگا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا میں قومی ترقی کے ہر کام جن میں تعلیم نسواں کا اہم مسئلہ بھی شامل ہے۔ نوجوانوں ہی کے قوت عمل سے انجام پاتے ہیں، ہمارے صوبہ کی بدقسمتی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ یہ طبقہ بجائے اس کے کہ تعلیم نسواں کی سست رفتار گاڑی کو آگے دھکیلنے کی کوشش کرتا، اپنے اس طرز عمل سے اس کے راستہ میں اڑ بھی روڑے اٹکا رہا ہے اور اس کو بالکل ہی معطل بنانے پر تُلا ہوا ہے، ممکن ہے کہ تعلیم نسواں کی رفتار کے متعلق میرا یہ بیان مبالغہ پر مبنی سمجھا جائے اور باہر کے لوگ چند برسر عروج اور اہل قلم بیبیوں کے نام رسالوں، اخباروں میں دیکھ کر اس صورت حال کا اندازہ نہ لگا سکیں جن میں یہ صوبہ مبتلا ہے، میں ان لوگوں کو یقین دلاتی ہوں کہ ان مستثنیٰ مثالوں کو چھوڑ کر تعلیم نسواں کی عام حالت اس سے بھی ناگفتہ بہ ہے۔ دراصل میرا بیان اس مسئلہ میں نامکمل اور تشنہ تفصیل ہے۔ میں تو سخت حیرت میں ہوں اور مایوسی کے دریا میں غوطے کھا رہی ہوں کہ جب قوم کے معمر و نوجوان دونوں طبقے اس اہم مسئلہ کو نذر لاپروائی کئے ہوئے ہیں، بلکہ آخر الذکر تو مزاحم بھی ہو رہے ہیں تو ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو جہالت کے گڑھے سے ہاتھ پکڑ کر نکالنے والا آخر کونسا غیبی ہاتھ ہو سکتا ہے، کیا کارساز قدرت کی مسبب الاسبابی پر بھروسہ رکھ کر ہمیں دنیاوی وسائل کا خیال چھوڑ دینا چاہیئے۔ کہ ع

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

بلقیس بانو مظفر پور

وائے بر حال ما

ہماری حالت پر اللہ رحم فرمائے۔ دل و دماغ کا کیا ذکر جانوں پر جانیں بھینٹ چڑھ رہی ہیں لیکن قوم ہے اور اس کی غفلت شعاری کہ الامان! بربادی کی اسے پرواہ نہیں تباہی کا اسے فکر نہیں۔ ترقی کا اسے ارمان نہیں۔ تنزل کا اُسے ڈر نہیں۔ یہ غفلت تو اک خواب ہے۔ اک نشہ ہے اک مدہوشی ہے جس سے کروٹ لینا۔ جسے اتارنا جس سے خلاصی پانا قوم کو گوارا نہیں۔ اللہ ہی ہے جو اسے بیدار اور ہوشیار کرے۔

پروفیسر ستار خیری صاحب کے مضامین تو میرے لئے وہ حیثیت رکھتے ہیں جو نمک زخموں کے لئے۔ ان کا ایک ایک فقرہ میرے دل کے ساتھ وہ کام کرتا ہے جو نشتر پھوڑے کے ساتھ۔ ایک ایک لفظ تیر بن کر کلیجے میں پیوست ہوتا ہے مگر خدا جانے ان تیروں کی خلش کیسی خلش ہے کہ اس میں تکلیف کے ساتھ مسرت کی بھی آمیزش ہے۔ ان کے مضامین پڑھ کر میں قوم کی حالت پر جلتی ہوں۔ کُڑھتی ہوں۔ سر دھنتی ہوں مگر ساتھ ہی اس بات پر خوش ہوتی ہوں کہ چلو پڑھنے والے بھائی بہنوں کے دلوں پر کچھ تو اثر ہوا ہوگا۔ شاید اس مضمون کو پڑھ کر وہ اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں۔ اور اپنی اصلاح پر مائل ہوں۔ اور اسی بہانے قوم کی کچھ خدمت کر جائیں کیونکہ سب سے بڑی قومی خدمت یہی ہے کہ ہر فرد اپنی اصلاح کرے۔

ہم اپنے قومی لیڈروں سے مایوس ہو چکے ہیں اور مقرروں سے تنگ آ چکے ہیں۔ ان کے پاس تو کہنے اور کرنے کی تفاوت کے سوا کچھ رکھا ہی نہیں۔ کاش ہمارے رہنما رہنمائی کرنے سے پہلے اپنے اخلاق کی اصلاح کرتے۔ کاش یہ جوشیلے مقرر لیکچر دینے سے پہلے جو کہتے ہیں اس پر خود عمل کرتے اور ہمارے لئے نمونہ بنتے تو ہم پر ان تقاریر کا گہرا اثر ہوتا اور اس لحاظ سے وہ صحیح معنوں میں قوم کے محسن ہوتے۔

پروفیسر صاحب محترم بالکل صحیح فرماتے ہیں کہ آج کل تربیت گویا ملتی ہی نہیں ملے کہاں سے اور کرے کون جبکہ نہ باپ کو فرصت نہ ماں کو۔ وہ اپنے کام دھندے اور سیر تفریح میں مشغول ادھر یہ اپنے سنگار اور جلسہ پارٹی میں معروف جس جگہ یہ بات نہیں اس جگہ میاں بیوی کے آپس کے تفرقے کچھ نہیں کرنے دیتے۔ بیوی زمین کی کہتی ہیں تو میاں آسمان کی سناتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس طرح کرنا چاہیئے۔ وہ کہتی ہیں کہ نہیں اس طرح ہونا چاہئے چنانچہ ہوتا ہوا تا کچھ بھی نہیں اور انہیں جھگڑوں میں بچوں کی پرورش ہوتی رہتی ہے۔

بعض جگہ ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ باپ نے بچے کو کچھ کرنے کو کہا لیکن ماں نے روک دیا کہ ایسا مت کرو۔ کبھی ماں کچھ کہتی ہے تو باپ روک دیتا ہے اب بچہ بیچارہ کیا کرے کس کا کہا مانے اور کس کا نہ مانے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ کے دل سے رفتہ رفتہ ماں باپ دونوں کی عزت رفع ہو جاتی ہے اور وہ نافرمانی شروع کر دیتا ہے۔

اگر سچ کہوں تو بچہ کی تربیت میں سب سے زیادہ خرابی کی ذمہ دار مرد کی ذات ہے میں یہ نہیں کہتی کہ ماں کا قصور بالکل نہیں۔ وہ تربیت میں کوتاہی کرے لاپرواہی کرے تو اس سے بڑھ کر مجرم کوئی نہیں۔ مگر جب وہ اپنی تمام تر توجہ اپنی پوری کوشش اپنی ساری عقل و دانش بچے کی تربیت پر صرف کر رہی ہو۔ اس پر بھی باپ اس کی تربیت میں نقص نکالے نکتہ چینی کرے بچوں کے سامنے اعتراض کرے اس کے اصولوں کے خلاف بہتے تو اب بتائیے بچوں کے دلوں میں ماں کی وقعت کیا خاک رہے گی۔ میں اس وقت بیسیوں مثالیں دے سکتی ہوں جہاں مائیں دن بھر بچوں کی دیکھ بھال میں مصروف رہتی ہیں۔ لیکن بچے پھر ان کی مرضی کے مطابق نہیں اُٹھتے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ فقط میاں بیوی کی طبیعتوں کا باہمی اختلاف۔ ماں محنت کرتی ہے باپ اس پر پانی پھیر دیتا ہے۔

عام طور پر بچوں کو بگاڑنے کا باعث مرد کی ذات ہوتی ہے۔ بگاڑ وہ خود لیتے ہیں الزام بیویوں کو دیتے ہیں کہ وہ تربیت ٹھیک نہیں کرتیں۔ حالانکہ میرا خیال ہے کہ اگر اپنی بیویوں کے شوہران کے ہم خیال ہوتے تو بچوں کو سدھارنا نہایت آسان تھا۔ اگر ایسی بیویوں میں سے اب بھی کسی بیوی کو شوہر کے اثر سے دُور رکھ کر بچوں کی تربیت کرنے دی جائے تو ناممکن ہے کہ بچہ بگڑے۔

ایک اور بہت بڑا نقص یہ ہے کہ تربیت کے معاملہ میں لڑکے لڑکی میں بہت زیادہ تفریق برتی جاتی ہے۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ ماں باپ کی تمام تر توجہ لڑکوں پر صرف ہوتی ہے اور لڑکیوں کا کوئی خیال ہی نہیں کرتا پھر جس گھر میں بہت سی لڑکیوں میں ایک لڑکا ہوتا ہے اس میں تو لڑکیوں کا خدا ہی حافظ ان کی وہ مٹی پلید ہوتی ہے کہ توبہ ہی بھلی۔ حالانکہ زیادہ تربیت کی ضرورت انہیں کو ہے کہ انہیں آنے والی نسل کو تربیت کرنی ہے۔ اگر وہ خود ہی محروم رہیں تو اپنے بچوں کو تربیت دیجئے۔ لڑکے ہی سدھر جائیں تو ہم کہیں چلو کوئی تو سنورا لیکن رونا تو یہ ہے کہ بیجا لاڈ پیار سے لڑکے بھی کام کے نہیں رہتے۔ ادھر لڑکے خراب ہوئے ادھر لڑکیاں برباد ہوئیں۔ اب بنے تو کیا بنے۔ اس سلسلے میں میں ماؤں سے عرض کروں گی، کہ وہ اس بات کا احساس کیوں نہیں کرتیں اور ان لڑکوں کو جو مستقبل میں شوہر بننے والے ہیں عورتوں کی عزت کرنی کیوں نہیں سکھاتیں بچپن میں انہیں بہنوں کی عزت کرنا سکھائیں جن لڑکیوں کے ساتھ وہ کھیلیں ان کے ساتھ بدسلوکی نہ کرنے دیں۔ مردوں کی مثالیں دے کر انہیں سمجھائیں۔ عورتوں سے جو بے انصافی ہوتی ہے وہ وہ ان کے ذہن نشین کروائیں۔ اور ان سے وعدہ لیں جو وہ بڑے ہو کر ان باتوں کی تلافی کریں گے اور ماں کی باتوں کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ آخر عورتیں اپنی ذلت کو نسل بہ نسل کیوں برداشت کرتی چلی آرہی ہیں۔ انہیں کیوں اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ وہ اگلی نسل کے لئے کچھ انتظام کریں۔ وہ اس کی مصداق کیوں بنی بیٹھی ہیں کہ ہم خود تو ڈوبے ہیں تمہیں بھی لے دوڑیں گے۔

یہ صحیح کہ عورت چار دیواری کی ملکہ ہے اور خاوند اس کا مشیر اور جو بادشاہ ہے تو عورت اس کی صلاح کار بھی آخر

کیا وجہ ہے کہ گھر کے اور بچوں کے معاملات میں وہ ایک دوسرے کی صلاح نہ مانیں. کم از کم بچوں کے معاملے میں تو انہیں اختلاف نہ کرنا چاہیئے بچوں کی زندگیاں سدھارنے کے لئے آیندہ نسل کی درستی کے لئے قوم کی تھوڑی سی خدمت کے لئے وہ اتنا بھی ایثار نہیں کر سکتے کہ آپس کے جھگڑے مٹا ڈالیں. بچوں کے ساتھ محبت کے بڑے بڑے دعوے باندھے جاتے ہیں. ماں باپ واری قربان ہوتے رہتے ہیں. مگر ان کی تربیت کی خاطر اتنی قربانی بھی گوارا نہیں کر سکتے کہ آپس میں اتفاق رکھیں. وائے برحال ما ●

ریس . امرتسر

(بقیہ صفحہ ۳۸۲) اور دیوناگری ٹائپ رائیٹر رائٹروں سے بہتر ہے. اس کی وجہ یہ ہے کہ انگریزی میں بڑے حروف لکھنے کا علیحدہ سسٹم ہے اور چھاپے کے الفاظ کئی قسم کے ہوتے ہیں اور دیوناگری میں ماکتراؤں کا جھنجھٹ لگا ہوا ہے اردو ٹائپ رائیٹر ان قیود سے آزاد ہے اس لئے بہت ہر دلعزیز ہوتا جاتا ہے. ٹائپ شدہ عبارت بہت درخشاں اور صاف ہوتی ہے. گویا موتی سے جڑ دیئے گئے ہوں. حیدر آباد میں بڑے پیمانہ پر پرنٹنگ پریس بھی نستعلیق چھاپے کے قائم کئے گئے ہیں جن میں عثمانیہ یونیورسٹی کی درسی کتابیں کثیر تعداد میں چھپ چکی ہیں. اور برابر چھپ رہی ہیں.

رہا لکھنے اور پڑھتے وقت ہجے کرنے کی دقت کا سوال جو مماثل الصوت حروف سے پیدا ہوتا ہے تو جہاں تک ہاتھ سے لکھنے کا تعلق ہے وہاں تک ان مشترک الفاظ کے ناپسندیدہ وجود سے نجات حاصل کر لی جائے اور ص. ث. اور س کی بجائے صرف س ہی رکھا جائے ورنہ پھر وہی

کو　　اور　　کو

ہی پڑھے جانے کا امتحان باقی رہے گا. کس قدر فخر کا مقام ہے. کہ ہماری لکھت جو ہم روزانہ اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں قریب قریب وہی ہوتی ہے جو چھاپے میں کام آتی ہے انگریزی میں بھی بیسیوں طرح لکھی اور پڑھی جاتی ہے. ہمارا خیال ہے کہ ایسے ہر دلعزیز اور مفید رسم الخط کو جو سرحد. کشمیر. پنجاب. سندھ. اور حیدر آباد دکن میں عام طور پر رائج ہے ہر ہندوستانی قائم رکھنے کی اجازت دے گا اور جس طرح پنڈت جواہر لال نہرو نے ڈنکے کی چوٹ یہ کہدیا ہے کہ اگر کانگریس کی حکومت ہوگئی تو ہندوستانی زبان دیوناگری اور فارسی دونوں رسم الخط میں پڑھائی جائے گی اسی طرح ہمارے سارے برادران وطن اس رسم الخط سے بے وجہ کا بیر نہ رکھیں گے. یہ رواداری اور محبت کے اصول کے خلاف ہے. سید ابن حسن

(بقیہ صفحہ ۳۸۴) اکثر غیر مفید کاموں کی نذر ہو جاتے ہیں. میں دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ آخر ویسے بھی تو ہر شخص کو دن بھر میں کم از کم تین چار مرتبہ کھانے پینے کے بعد منہ صاف کرنا ہی پڑتا ہے اگر معمولی صفائی کے ساتھ صرف پانچ منٹ اور خرچ کر دیئے جائیں اور مسواک سے دانتوں کو پاک وصاف کر لیا جائے تو اس میں کیا قباحت ہے اور کیا ہرج ہے. شروع شروع میں تو یہ ضرور ہے کہ ہر کام کی پابندی میں کچھ مشکل پیش آتی ہے مگر کچھ عرصہ بعد ایسی عادت پڑ جاتی ہے کہ جب تک مقررہ وقت پر وہ کام نہ کر لیا جائے طبیعت کو سکون نہیں ہوتا اور پھر وقت کی قلت کا عذر بھی باقی نہیں رہتا.

مسواک کے لئے نیم یا پیلو یا ببول کی لکڑی مناسب ہے. اگر تازہ مل جایا کرے تو خشک سے بہتر ہے ورنہ پھر خشک سے کام لیں. مسواک سے فارغ ہونے پر لکڑی کو خوب پاک وصاف کر رکھیں ورنہ اس میں عفونت پیدا ہو جائے گی. اور بجائے فائدہ کے نقصان کرے گی. لکڑی کی مسواک رائج الوقت برشوں وغیرہ سے بہت زیادہ مفید ہے اس میں نہ بالوں وغیرہ کے نقصانات ہیں اور نہ ٹوتھ پیسٹ کی ضرورت ہے ایک سیدھا سادہ طریقہ ہے جس پر ہر امیر وغریب بغیر کسی خرچ کے آسانی اور تمامتر فوائد کے ساتھ عمل کر سکتا ہے اور دینی و دنیوی برکات حاصل کر سکتا ہے ●

بیگم حکیم محمد عزیز خاں . جاورہ

ہمارا رسمِ تحریر

ہماری اُردو زبان اور فارسی رسمِ تحریر کے خلاف لوگ اس قدر کمربستہ ہو گئے ہیں کہ اس موضوع پر قلم اُٹھانا بھی ایک دشوار امر ہو گیا۔ اور اُردو رسم الخط کی حمایت کرتے ہوئے بھی خوف معلوم ہوتا ہے۔ مبادا اس سے لوگوں کے جذبات کو ٹھیس لگ جائے لیکن سچی بات صاف صاف اور بے لاگ کہہ دینے میں بھی ایک روحانی مسرت مضمر ہوتی ہے اس لئے ہم اظہارِ حق کے لئے اس پیچیدہ مسئلے پر بحث کرتے ہیں۔ آج کل اخبار اور رسائل میں یہ بحث بڑے شد و مد کے ساتھ گرم ہے کہ آیا ہندوستان کا بحیثیتِ قومی اُردو رسم الخط رہے یا ہندی یا دونوں متوازی طور پر جاری رہیں۔ جب تک علم الاصوات، علم اللسان، علم الاصنام اور علم الصّوَر کا گہرا مطالعہ نہ کیا جائے کوئی شخص رسم الخط کے مسئلہ پر کوئی معقول اور فیصلہ کن بات نہیں کہہ سکتا۔ بدقسمتی سے ہماری علمی فرومائیگی نے ہمیں زبانوں کی ایک بھول بھلیاں میں لاکر چھوڑ دیا ہے اور چونکہ ہماری معلومات بے بضاعت ہیں اس لئے ہمیں اس بھول بھلیاں سے باہر نکلنے کا راستہ بھی کوئی نہیں ملتا۔

قومی اور سیاسی نقطۂ نظر سے یہ بے شک از بس ضروری ہے کہ سارے ہندوستان کا ایک ہی رسم الخط اور ایک ہی زبان مشترک ہو لیکن یہ چیز اس قدر اہم اور ضروری ہے جس کے حصول کے لئے نیم پاگل ہو جائیں اور رواداری اور قومی یگانگت جیسی اعلیٰ و ارفع چیز اس پر قربان کر دیں۔ ہندوستان دراصل ایک براعظم کا نام ہے جو کم و بیش یورپ کے برابر ہے۔ اس کا ہر صوبہ یورپ کے ایک مُلک کے برابر ہے۔ جب یورپ میں متعدد زبانیں اور رسم الخط پھل پھول سکتے ہیں تو ہندوستان میں بھی کیوں نہیں پھل پھول سکتے۔ ہندوستان کی کثیر اللسانی کے متعلق لوگ مبالغہ بھی کرتے ہیں ورنہ انصاف سے دیکھا جائے تو اس عظیم الشان ملک میں کُل سات یا آٹھ بڑی بڑی زبانیں ہیں اور ان میں بھی بہت مشابہت اور مشارکت ہے۔ برعکس اس کے یورپ میں اسی قدر رقبہ میں کہیں زیادہ زبانیں پائی جاتی ہیں یہی حال رسم الخط کا ہے۔ ہندوستان کی زبان جس کا اصلی نام اُردو ہے ہندو اور مسلمان دونوں کی متحدہ کوششوں کا نتیجہ ہے اور یہ ناگری اور فارسی دونوں رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ آخر کیا ضروری ہے کہ فارسی رسم الخط صفحۂ ہستی سے مٹا ہی دیا جائے۔ یہ درست ہے کہ اس رسم تحریر میں خاطر خواہ اصلاح کی گنجائش ہے لیکن بہرحال چونکہ یہ طرزِ تحریر لاکھوں بلکہ کروڑوں ہندوستانیوں کو محبوب ہے۔ اس لئے اس کے استیصال کی کوشش کرنا کوئی مناسب فعل نہیں کہا جا سکتا۔ دنیا کی تاریخ مطالعہ کرنے والے کو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں تغیر ایام کے ساتھ لوگوں کے اظہار خیالات کا طریقہ بھی ادلتا بدلتا رہا ہے۔ جوں جوں انسان کے تہذیب و تمدن نے ترقی کی یہ طریقہ گفتگو جسے ریکارڈ میں رکھا گیا مختصر اور جامع ہوتا گیا۔ قدیم زمانہ میں لوگ تصویریں بنا کر اپنے دل کا حال ظاہر کرتے تھے اور ہر حرف گویا ایک چھوٹی سی تصویر ہوتا تھا۔ میکسیکو کی قدیم تصویر نما تحریر نیچے سے اوپر خطِ مستقیم کی طرح لکھی جاتی تھی اور اسے پڑھا بھی نیچے سے اوپر ہی کی طرف جاتا تھا برخلاف اس کے چین میں اوپر سے نیچے کی جانب عمودی طور پر عبارت تحریر کرنے کا دستور تھا اور اب بھی ہے وہاں ایک حرف کے نیچے دوسرا حرف لکھا جاتا ہے اور مضمون اوپر سے نیچے کی جانب پڑھا جاتا ہے۔ عبرانی اور عربی زبانیں مع اپنی شاخوں کے دائیں

ہاتھ سے بائیں ہاتھ لکھی جاتی ہیں اور یوں ہی پڑھی جاتی ہیں سنسکرت اور اس کی بہنیں بیٹیاں بائیں سے دائیں ہاتھ لکھی جاتی ہیں اور اسی طرح پڑھی جاتی ہیں لیکن سنسکرت بھی جب خاروشتی رسم الخط میں لکھی گئی تو دائیں سے بائیں جانب ہی لکھی گئی تھی جس کی پرانی پوتھیاں حال ہی میں دریافت کی گئی ہیں یونانیوں نے بھی سیمٹک زبانوں کی طرح اپنا طرز تحریر دائیں سے بائیں جانب ہی رکھا تھا لیکن پھر ایک عجیب و غریب طرز تحریر اختراع کیا گیا یعنی ایک سطر تو دائیں سے بائیں جانب لکھی جاتی اور جب سطر ختم ہو جاتی تو اس کے اختتام پر اسی کے نیچے دوسری سطر بائیں جانب لکھی جاتی اور پھر جب بائیں سے دائیں جانب والی سطر دائیں جانب ختم ہو چکتی تو اُس کے سرے کے نیچے پھر تیسری سطر دائیں سے بائیں چل پڑتی یہ طریقہ گویا کھیت میں ہل چلانے کی ایک نقل تھا جو مروج نہ ہو سکا اور بعد میں ترک کر دیا گیا۔ کلدانی۔ قدیم مصری اور چینی قوموں نے ہر آواز کے لئے ایک علامت مخصوص کر لی تھی اس لئے آسان طریقہ یہ ہوا کہ ان علامات یا حروف کو ایک لفظ بنانے کے لئے ایک جگہ جمع کر دیا جاتا تھا۔ اگرچہ ہر حرف علیحدہ علیحدہ لکھا جاتا تھا لیکن بہت پاس پاس تاکہ ایک لفظ علیحدہ معلوم ہو سکے۔ یہی طریقہ زمانہ مابعد میں رومیوں۔ یونانیوں اور ہندوؤں نے اختیار کر لیا۔

عربوں کا طرز تحریر ہمیشہ سے مندرجہ بالا طرز تحریر سے زیادہ بہتر تسلیم کیا گیا ہے کیونکہ ہر حرف کا علیحدہ بنانا یا دوسرے الفاظ میں ہر مختصر سی تصویر کا بنانا ایک نہایت ہی پرانی بات تھی جس میں کافی وقت لگتا تھا عربوں نے یہ طریقہ نکالا کہ جب مرکب لفظ میں کوئی حرف آتا تو اس حرف کو بجائے پورا بنانے کے اس میں کچھ کاٹ چھانٹ کر دیتے اور اسے بہت اختصار کے ساتھ جگہ دیتے اس طرح جب ہر حرف پر قطع برید کر دی گئی تو لفظ جو کئی حروف کا مجموعہ ہوتا ہے بہت ہی مختصر رہ گیا اور اس کے بنانے میں اس قدر دقت اٹھانی نہیں پڑتی تھی جس قدر ان لفظوں کو جن میں ہر حرف علیحدہ ہی لکھا جا سکتا ہو۔

عرب لوگ اپنے اس اعلیٰ رسم الخط پر بہت نازاں تھے اور فی الواقع بات بھی ناز کرنے کے قابل تھی آج سے صدیوں پہلے ایک قسم کی مختصر نویسی ایجاد کر لینا کوئی معمولی بات نہیں تھا۔ غالباً اسی وجہ سے عربی رسم الخط کی ہر دلعزیزی عالمگیر ہوتی گئی اور بڑھتے بڑھتے سارے براعظم افریقہ مغربی اور وسطی ایشیا اور ہندوستان کے ایک بڑے حصے میں سینکڑوں سال ہی رسم الخط رائج رہی ایران۔ ترکستان۔ عراق۔ مصر وغیرہ بلاد اسلامیہ کا تو ذکر ہی کیا۔ یہاں تو اس کا پہلے ہی رواج تھا۔ اس رسم الخط کی آسانی اور افادیت سے جاوا سماٹرا اور جزائر شرق الہند کے لوگ اس کے گرویدہ ہو گئے اور انہوں نے بھی یہی رسم الخط اختیار کر لیا۔ بدقسمتی سے وہ اعلیٰ وصف اور بہترین خصوصیت جو اس رسم الخط کو دنیا کے دیگر خطوں سے ممتاز کرتی تھی اور جس کے لوگ اتنے شیدائی تھے اب اس خط کی سب سے بڑی کمزوری ثابت ہو رہی ہے۔ حروف کو مختصر کر کے لفظوں میں ملا لینا اختصار کی بہترین صورت تھی جو لکھنے والے کو تضیع اوقات سے بچاتی تھی لیکن ٹائپ کے ایجاد ہو جانے کے بعد پیچیدہ مرکب الفاظ کی ساخت مشکل ہو گئی اور وہ زبانیں بڑے فائدے میں رہیں جن کے ہاں حروف کے علیحدہ علیحدہ لکھنے کا دستور تھا۔ ایک حرف کی عربی میں مختلف شکلیں ہیں جس کے لئے علیحدہ علیحدہ سانچے ڈھالنے کا کام دشوار ہو گیا۔ لیکن اندازہ لگانے والوں نے اندازہ لگا دیا ہے کہ کاتب کو نستعلیق کا ایک صفحہ لکھوانے کی اُجرت کمپوزیٹر کے ایک صفحہ کمپوز کرانے کی اُجرت سے کم ہی ہوتی ہے اور بعض حالات میں تو ہاتھ سے لکھنے اور ڈھلے ہوئے حروف کے مرتب کرنے میں یکساں وقت بھی لگتا ہے۔ اور اگر اب تک نستعلیق رسم تحریر پر اہل زبان اصرار نہ کرتے تو عربی چھاپہ جو سارے بلاد اسلامیہ میں مروج ہے ہندوستانی زبان کے لئے بھی آسانی سے استعمال ہو سکتا تھا۔

اس مضمون کے پڑھنے والوں کو یہ معلوم کر کے خوشی ہو گی کہ حضور نظام کے محکمہ دار الطبع نے ایک ایسا کامیاب نستعلیق ٹائپ ایجاد کر لیا ہے جو امید ہے کہ رفتہ رفتہ عام ہو جائے گا۔ اس مفید خط کا ٹائپ رائیٹر بھی ایجاد ہو کر مقبول عام ہو چکا ہے اور ممالک محروسہ دکن میں بالعموم مستعمل ہے۔ یہ ٹائپ رائیٹر انگریزی ... (ایڈیٹر)

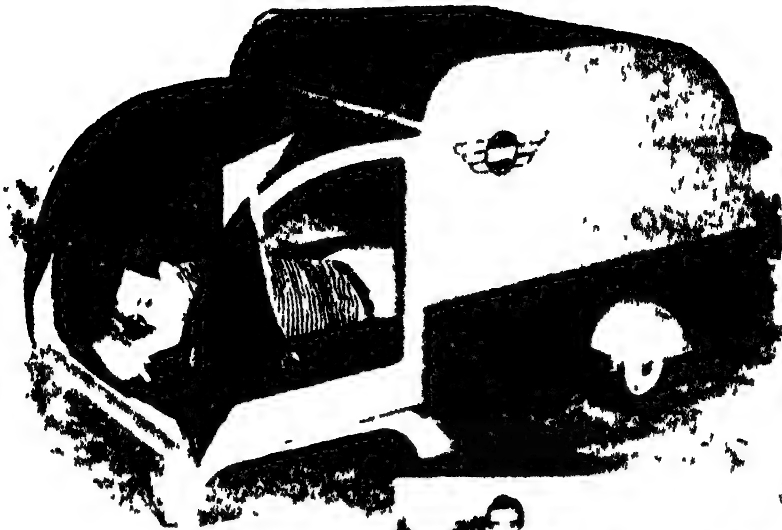
مسواک

صفائی کی ضرورت اور اہمیت مسلّم ہے۔ نیکی اور پرہیزگاری کے بعد اسی کا درجہ ہے۔ عیسائی ہو یا موسائی مومن ہو یا مشرک کافر ہو یا بے دین کسی کی آنکھ کو اس کا تاریک پہلو نظر نہیں آتا جس چیز میں سرتاپا روشنی ہو اس میں تاریکی کا کیا کام۔ مغربی ممالک کے باشندوں نے اس کی ضرورت کو خوب محسوس کیا ہے اور اس پر کاربند ہو گئے ہیں جس کی بدولت ان کے ارادے میں پختگی ان کے خیال میں روشنی و بلندی اور ان کے دل و دماغ میں حوصلہ پیدا ہو گیا ہے۔ بھلا ایک غلیظ جسم گندی روح اور سکڑے لباس سے بھی کسی معقول کام کی امید کی جا سکتی ہے۔ وہ تو اگر کسی کے ساتھ کچھ بھلائی بھی کرنا چاہے تو کوئی شریف اور صاف ستھرا شخص اس کو قبول بھی نہیں کرے گا۔

مجھے اس وقت خصوصیت کے ساتھ دانتوں کی صفائی کے چند فائدے بتانے ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ دانتوں کو خوبصورتی سے خاص تعلق ہے چہرے کی اور چیزیں اگر معمولی درجہ کی ہوں اور دانت موتی کی لڑی کی طرح ہوں تو چہرے کی خوبصورتی میں ایک خاص اضافہ ہو جاتا ہے لیکن اس وقت بھی ساری خوبصورتی صفائی ہی کے تحت میں آتی ہے اگر وہی موتی کی لڑی کی طرح کے دانت عدم صفائی کی وجہ سے پیلے گندے سیاہ اور میل بھرے ہوں تو باوجود اچھی ساخت کے کوئی ان کی طرف نظر بھر کے دیکھنا بھی گوارا نہ کرے گا خیر یہ تو ہوا سوسائٹی کا نقصان اب ذرا جسمانی نقصانات بھی ملاحظہ ہوں۔

دانت جراثیم کے مراکز مان لئے گئے ہیں یہاں جراثیم آسانی سے پرورش پاتے ہیں اور موقع پا کر نہایت خطرناک امراض پیدا کر دیتے ہیں دانتوں کا سب سے خراب مرض آج کل پایوریا کے نام سے مشہور ہو رہا ہے اس مرض میں مسوڑھوں میں پیپ پڑ جاتی ہے جو وقتاً فوقتاً غذا کے راستے سے معدے میں اتر سکتی ہے اور خون میں شامل ہو کر یا خون پر اثر انداز ہو کر ایسے امراض پیدا کر سکتی ہے جن کی طرف ایک معمولی معالج کا ذہن منتقل نہیں ہو سکتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عدم تشخیص کی وجہ سے گاہے مریض بیچارہ گھل گھل کر جان دے دیتا ہے اسی لئے تو آج کل کسی ڈاکٹر سے پایوریا کی شکایت بیان کی اور وہ زبردستی پہلی فرصت میں دانت کھینچ لینے کو تیار ہو گیا اس کی مصیبت یہیں ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ کثیر صرفہ کے بعد بھی ساری عمر کے لئے زندگی کا مزا بیکار ہو جاتا ہے آدمی نہ کھانے کا رہتا ہے نہ پینے کا کسی چیز کا مزا ہی نہیں آتا اور ہر وقت بتیسی کو صاف کرتے رہنا بھی ایک خاصا طول عمل ہے۔ ان تمام مصیبتوں کے مقابلہ میں اب ایک مسنون طریقہ کو ملاحظہ فرمایئے مسواک سے نہ صرف دانت صاف رہتے ہیں بلکہ بہت سے دشمن جان امراض مثلاً دانت کا درد گندہ دہنی نزلہ زکام خناق نمونیا دق سل بدہضمی فساد خون وغیرہ سے بڑی حد تک حفاظت ہو جاتی ہے اسی لئے آج کل دہن کو بالخصوص دانتوں کو صحت کی کھڑکی کہا جاتا ہے۔

ہمارے مذہبی احکام کی خوبی صداقت و ہمہ گیری اس قدر وسیع ہے کہ جدید علوم بھی اپنی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کو محسوس کرتے رہے ہیں اور ایک دن ایسا آ کے رہتا ہے کہ جدید علوم کے ماہرین آخر ان ہی احکام کی سفارش کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں لیکن ہم ہیں کہ ہم سے اپنے ہی جسمانی و روحانی فائدوں سے بھرے ہوئے معمولی سے معمولی کام بھی نہیں ہو سکتے۔ بعض لوگ یہ عذر کرتے ہیں کہ انہیں اتنا وقت نہیں ملتا میں کہتی ہوں کہ جو لوگ ایسا کہتے ہیں وہی اپنا وقت سب سے زیادہ ضائع کرتے ہیں ان کے اوقات کی جانچ کی جائے تو معلوم ہو گا کہ ان کے تمام اوقات جدید معاشرت کے





...سکل کے پیچھے ایک [illegible]
ھلکی سی گاڑی جو سیر و تفریح
[illegible] آرام گاہ کا بھی [illegible] دیتی
ہے [illegible] میں [illegible]
گئی ہے



حسن کا وہ حیرت انگیز پل جو
صرف ایک محراب پر [illegible] ہوا ہے

عورت کے فرائض

قدرت نے عورت کو نرم دل اور غمگسار طبیعت پیدا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مریض کی تیمارداری جو عورت کر سکتی ہے مرد ہرگز نہیں کر سکتا۔ مگر اب ہمارا یہ جوہر ہم سے چھن گیا۔ اور میں دیکھتی ہوں کہ اکثر گھروں میں جب بچہ بیمار ہوتا ہے تو ماں کے بجائے تیمارداری باپ کو انجام دینی پڑتی ہے۔ اور عورتیں خود اپنی صحت کی طرف توجہ نہیں کرتیں اور اس بے پروائی اور ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے معمولی اور ذرا ذرا سی شکایتیں بڑھ کر اکثر خطرناک مرض کی صورت اختیار کر لیتی ہیں اسی طرح خانہ داری کا اہم فرض بھی عورت ہی کے ذمہ ہے۔ مرد اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی لا کر عورتوں کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ اب عورتوں کا اختیار ہے کہ اس کو انتظام کے ساتھ خرچ کریں۔ یا بدانتظامی اور پھوہڑپنے سے ضائع کر دیں۔ ہر سلیقہ شعار بیوی کا فرض ہے کہ گھر میں خانہ داری کی تمام چیزیں ہر وقت موجود رکھے۔ ہر چیز کے لئے اس کی جگہ مقرر کر دے۔ اور فضول خرچی کے نقصان اور کفایت شعاری کے اصولوں سے واقفیت حاصل کرے۔ بہت سی آرام طلب بیبیاں تمام گھر نوکروں پر چھوڑ دیتی ہیں اور خود آنکھ اٹھا کر گھر کی طرف نہیں دیکھتیں۔ نوکروں کا دل جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتے ہیں اور گھر کی مالکہ کو اتنا بھی علم نہیں ہوتا کہ جنس کہاں رکھی ہے جنس کے برتن کھلے پڑے ہیں۔ چوہے کھا رہے ہیں۔ گودام میں آٹا۔ دال چاول وغیرہ گرے پڑے ہیں غرض کوئی چیز ٹھکانے سے نہیں۔ گندگی اور غلاظت کا یہ دور دورہ کہ دیکھ کر دل کو نفرت آتی ہے۔ مٹکے میلے کچیلے پانی میں کیڑے تیرتے ہوئے۔ وہی گلاس زمین میں رکھا ہے اور وہ ہی نوکروں نے گھڑوں میں ڈال دیا ہے۔ وہ ہی لوٹا باورچی خانہ کا اور وہ ہی پاخانہ کا۔ نماز اور وضو کی چوکی یا تخت پر بچے ننگے پاؤں رکھتے ہیں اور اسی پر پاخانے کے لوٹے رکھے جاتے ہیں۔ مگر کچھ پروا نہیں اگر کبھی کسی صفائی پسند بیوی نے اعتراض کر دیا تو سب الزام نوکروں کے ذمہ تھوپ دیا جاتا ہے۔ غرض کونے کونے سے عورت کی بدتمیزی کا اظہار ہوتا ہے اور اس پر فیشن پرستی کا یہ عالم ہے کہ تمام وقت اور توجہ اپنے بناؤ سنگار میں صرف ہوتا ہے مرد جو کمانے والا ہے اور باہر کا پھرنے والا ہے وہ تو ہفتہ میں صرف ایک یا دو مرتبہ لباس تبدیل کرتا ہے مگر بیوی صاحبہ گھر کی بیٹھنے والی روزانہ لباس تبدیل کرتی ہیں طرح طرح کے لونڈر پوڈر کریم کا ہر وقت استعمال کرتی ہیں۔ لباس کی وضع اور تراش میں نت نئی تبدیلی اور لیسوں اور فیتوں کی بلا ضرورت بھرمار۔ کیا مجال کہ دروازہ پر بزاز یا بساطی آکر خالی چلا جاوے۔ اگر کبھی دو چار بیبیوں کو ملکر ایک جگہ بیٹھنے کا اتفاق ہوگیا تو گفتگو کا موضوع یہی ہوگا کہ فلاں بہن کا نیکلس کیسا عمدہ ہے فلاں کی ساڑی کتنی اچھی ہے۔ فلاں نے کیسے خوبصورت بال بنائے ہیں۔ غرض اپنی ذات کے سوا دوسرا کوئی دھندا نہیں۔ نہ ملکی حالات سے دلچسپی اور نہ مذہب اور قوم کا درد اور نہ اپنی بہنوں کی بہبودگی کا کچھ احساس۔ پہلے زمانہ کی عورتیں موجودہ زمانہ کی طرح تعلیم یافتہ نہیں ہوتی تھیں مگر آج کل کے زمانہ کی طرح

کاہل و سست و فضول خرچ نہیں ہوتی تھیں۔ وہ اپنے گھر کا کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں نوکروں کی محتاج نہیں تھیں۔ ان کو ضرورت کے سوا بناؤ سنگار کا شغل نہیں تھا۔ وہ خانہ داری کے تمام اصولوں سے واقف ہوتی تھیں۔ وہ شوہر کی کمائی کو احتیاط کے ساتھ خرچ کرتیں اور بوقت بے وقت کے لئے تھوڑا بہت پس انداز بھی کرتی تھیں۔ مگر اس زمانہ کی عورتیں ان صفات سے بالکل محروم ہو گئی ہیں۔ عورت کا فرض ہے کہ مرد کی تنخواہ میں سے تمام اخراجات پورے کرے۔ رشوت اور بالائی آمدنی کے بھروسہ پر اخراجات کو بڑھا لینا سخت نادانی ہے۔ اول تو ناجائز آمدنی سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ دوسرے اس آمدنی کا بھروسہ نہیں ہوتا اگر نہ ہوئی تو خواہ مخواہ کی قرضداری بڑھ جاتی ہے۔ مسلمانوں کی تباہی کا اصلی سبب یہی ہے کہ وہ آمدنی سے زیادہ اخراجات رکھتے ہیں۔ اور ہر وقت پریشان خاطر رہتے ہیں۔ اور جائز و ناجائز طریقہ سے روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی خودداری فنا ہو گئی ہے اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر رہ گئے ہیں۔ نہ قومی کاموں میں حصہ لے سکتے ہیں اور نہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ اور دن بدن برادران وطن کی نظروں میں ذلیل و کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر ہم عورتیں فضول خرچی سے بچنے کی کوشش کریں اور کفایت شعاری کو مد نظر رکھیں تو مردوں کی بہت سی مشکلات میں کمی ہو سکتی ہے اور وہ تھوڑا بہت وقت اور روپیہ اپنی قوم کی بہتری کے لئے صرف کر سکتے ہیں۔ میرے خیال میں اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ لڑکیوں کے فرائض زندگی کا خیال کرتے ہوئے ان کا تعلیمی نصاب مقرر کیا جائے جو مردوں کے نصاب تعلیم سے بالکل علیحدہ ہو۔ حساب کتاب تاریخی معلومات اور مذہبی معلومات کے علاوہ حفظان صحت۔ تربیت اولاد اور خانہ داری کے اصول بھی نصاب میں ضرور شامل ہونے چاہئیں ورنہ اس تعلیم سے جو آج کل دی جا رہی ہے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔

امت الوحی از دہلی

زندگی

کیا سنائیں ہم نشیں ہم داستانِ زندگی
اب نہ وہ ہم ہیں نہ ہے اپنی وہ شانِ زندگی

آ گیا جس کی سمجھ میں نکتۂ موت و حیات
سہل ہے اُس کے لئے ہر امتحانِ زندگی

خاکساری میں ہے پنہاں رفعتِ دنیا و دیں
کہہ رہا تھا رات یہ اک رازدانِ زندگی

زندہ رہ کر کیا لیا اس کارزارِ دہر میں
ہم اگر سمجھے نہ کچھ نفع و زیانِ زندگی

عمر بھر سنتا رہے کوئی تو اُکتائے نہ دل
اس قدر دلکش ہے کچھ اپنا بیانِ زندگی

کیا موافق تھی ہمارے عہدِ ماضی کی ہوا
کیا پھلا پھولا تھا اپنا گلستانِ زندگی

بن گئے ہیں اب وہی دشمن ہماری جان کے
جانتے تھے ہم جنہیں روح و روانِ زندگی

زندۂ جاوید رہنے کے لئے زیرِ فلک
موت سے پہلے مٹا نام و نشانِ زندگی

جان سی پڑنے لگی ہے قوم مردہ میں ازلؔ
ہم پہ بھی ہونے لگا ہے پھر گمانِ زندگی

ابوالاعجاز ازل

ایک دلچسپ قومی خدمت

پڑھنے یا تعلیم کے متعلق کچھ لکھنا اب کوئی نیا موضوع نہیں۔ عرصہ دراز سے اس کی ضرورت محسوس ہو چکی ہے اور اس کا خاصہ چرچا ملک کے ہر حصہ میں ہے لیکن اس کے باوجود ہندوستان میں ایسے آدمیوں کی تعداد نسبتاً بہت زیادہ ہے جو جاہل یا اَن پڑھ ہیں۔ میرا مقصد یہ نہیں کہ ہر شخص ضرور اعلیٰ تعلیم حاصل کرے لیکن یہ ضرور ہے کہ ہر شخص کو کم از کم حرف شناس ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ ہمارے ملک کی سیاسی حالت بہت کچھ تبدیل ہو چکی ہے اور لوگوں کے خیالات دن بدن جمہوریت کی جانب مائل ہوتے جارہے ہیں لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ہر ایک ہندوستانی کو اس قابل ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی زبان میں خواہ وہ اردو ہو یا ہندی بنگالی یا گجراتی اخبار وغیرہ پڑھ سکے تاکہ اس کو معلوم ہو کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ ہندوستان ترقی کے کس درجہ پہ ہے اور اور ملکوں کے مقابلہ میں اس کی کیا حالت ہے۔ اس ملک کے لئے ایک حد تک پرائمری لازمی تعلیم مفید ہوگی۔ لیکن اس سے صرف ایک خاص عمر کے بچے ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور وہ بھی جب بڑے ہو کر کسی کام کاج میں لگ جاتے ہیں تو جو کچھ انہوں نے پڑھا ہے اُسے بھی بھول جاتے ہیں۔ ان ہی سب باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دوسرے مہذب ممالک میں نائٹ سکولز یعنی ایسے سکول کھول دئے گئے ہیں جہاں وہ بڑی عمر کے لوگ جو اپنے شوق کو دن میں روزی کمانے کے دھندے کے سبب سے پورا کرنے سے معذور ہیں۔ رات کو اپنے فرصت کے اوقات پڑھنے لکھنے میں گذار سکیں۔ ایسے سکول ہمارے ہاں بھی موجود ہیں۔ لیکن ان کی تعداد نسبتاً بہت کم ہے اور کام بھی کچھ زیادہ باقاعدہ نہیں ہوتا۔ رجسٹر اُٹھا کر دیکھو تو بہت سوں نام لکھے ہوئے ہوں گے لیکن جو لوگ وہاں باقاعدہ آتے ہیں ان کی تعداد بہت ہی کم ہوگی ان سکولوں کی باقاعدہ نگرانی اور آمد و خرچ کا حساب کتاب ہونا چاہیئے ورنہ یوں ہی دوسرے لوگ مغالطہ میں رہتے ہیں اور پبلک کا بہت سا روپیہ فضول ضائع ہوتا ہے ان سکولوں میں نہ صرف رات کو بلکہ دن کے وقت بھی جو کام پیشہ آدمیوں کی چھٹی کا وقت ہوتا ہے پڑھائی ہونی چاہیئے۔ اس طرح نہ صرف غربا کی عورتیں بلکہ وہ خوش حال ناخواندہ بیبیاں بھی جو پڑھنے کی شوقین ہوں گھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر وہاں جا کے سبق لے سکتی ہیں۔ لیکن عورتوں کے معاملہ میں ایک دشواری یہ بھی ہے کہ جن بیچاریوں کا بچوں کا ساتھ ہو وہ اپنے چھوٹے بچوں کو تنہا گھر پر بھی نہیں چھوڑ سکتیں اور ساتھ لے جائیں تو پڑھنے میں خلل پڑے۔ اس دشواری کو دور کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہماری ایسی بہنیں جو اصلاحی کاموں میں دلچسپی لیتی ہیں یہ کام اپنے ذمہ لے لیں۔ کہ وہ دو چار چار کی جماعت میں باری باری سے جایا کریں اور ان غریب عورتوں کے بچوں کی پڑھائی کے اوقات میں دیکھ بھال کریں

پہلے زمانے میں سنا ہے یہ ایک عام دستور تھا کہ شرفا کے گھروں میں پاس پڑوس کی غریب غربا کی لڑکیاں جمع رہتی تھیں اور گھر کی بیبیاں ان کو قرآن شریف کی تعلیم دیا کرتی تھیں۔ یہ چیز ایک بڑی حد تک مفید ثابت ہو سکتی ہے اس لئے

وہی حروف ہونے کی وجہ سے ذرا سے شوق اور محنت سے معمولی اُردو پڑھنی آجاتی کچھ بھی مشکل نہیں۔ ہندوؤں میں بھی مذہبًا بیسے روپے پیسے جائداد وغیرہ کا دان ہوتا ہے ایک وِدیا دان بھی کہلاتا ہے پس اگر یوں نہ سمجھیں تو کارِ ثواب سمجھ کے ہی اگر ہر ایک بہن یہ عہد کرلیں کہ وہ سال میں کم از کم چار آدمیوں کو معمولی لکھنے پڑھنے کے قابل بنادیں گی تو دین کا فائدہ بھی ہو اور دنیا کا۔ اور اَن پڑھ لوگوں کی تعداد میں خاطر خواہ کمی ہو جائے گی۔

بعض گھروں میں جہاں کم عمر بچے نوکر رکھے جاتے ہیں ان کا تو یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اُن بچوں کو فرصت کے وقت پڑھایا کریں۔ اور کم عمر بچوں پہ کیا منحصر ہے بعض بڑی عمر کے لوگ بھی پڑھنے کے بہت خواہشمند ہوتے ہیں۔ ہمارے خانساماں کی بیوی عمر میں چالیس سال سے کم نہ ہوگی لیکن غریب کو پڑھنے کا بے انتہا شوق تھا۔ اول اول تو وہ شوہر کی وجہ سے شوق کا اظہار نہ کرتی تھی لیکن جب ہم لوگوں کو خبر ہوئی اور ہم نے اس کی حوصلہ افزائی کی تو اُس نے نہایت شوق سے اور دل لگا کے باقاعدہ پڑھنا شروع کردیا۔ بس سب سے پہلے گھر کے نوکروں سے ہی شروع کردیں جس وقت اُن کو فرصت ہو اگر تھوڑا سا سبق ان کو دے دیا جائے تو کچھ دشوار نہیں۔ آپ کا فرصت کا وقت ایک اچھے کام میں بھی صرف ہوگا اور ملک کی ایک بڑی ضرورت بھی پوری ہوگی۔

اسما سعید دہلی

سیاہ زبان

بچوں کا نفسیاتی مطالعہ

راجر۔ ماما مجھے بھی ڈبہ میں —"

مسنز مینول۔ (بے صبری سے) ٹھیرو ٹھیرو ابھی اٹھاتی ہوں (قلی سے) دیکھو سامان وہاں رکھدو..... ٹھیک ہے اور دیکھو میرا سوٹ کیس یہاں سیٹ کے نیچے .....

قلی۔ بہتر ہے۔

مسنز مینول۔ راجر (آہستہ سے) وہ پیسے جو میں نے تم کو صبح دئے تھے قلی کو دے دو — قلی بکس ذرا سنبھال کے رکھو ہاں ہاں ٹھیک ہے بس — راجر (زور سے) کیا تم نے سنا نہیں میں نے ابھی کیا کہا تھا؟ پیسے قلی کو دے دو۔ (مصنوعی تبسم کے ساتھ) قلی ذرا ٹھیرو پیسے ابھی ملتے ہیں۔ (سختی کے ساتھ) راجر پیسے کیا ہوئے؟

راجر۔ (پریشانی کو چھپاتے ہوئے) ماما وہ تو گم ہو گئے۔

مسنز مینول۔ گم ہو گئے؟ سچ بتاؤ ورنہ میں اب تم کو کوئی کہانی نہ سناؤں گی۔

راجر۔ مگر ..... سچ ......

مسنز مینول۔ چپ شریر! جلد بتاؤ۔ پیسے کیا ہوئے تمہاری ماں کو ان پیسوں کی پروا نہیں ہے لیکن وہ اس کو برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کا لڑکا جھوٹا ہے۔

قلی۔ میڈم مجھے دیر ہو رہی ہے۔

مسنز مینول۔ ہاں ہاں میں سمجھتی ہوں بس ایک منٹ۔ راجر!

راجر۔ مگر ماما وہ تو میری جیب کے سوراخ سے گر گئے۔

مسنز مینول۔ جھوٹ۔ تمہاری جیب میں کوئی سوراخ نہیں ہے۔

راجر۔ (پریشان ہو کر) لیکن ماما بات یہ ہے کہ — میرا مطلب ہے کہ میں نے وہ پیسے ایک غریب لڑکے کو دے دئے اس نے کئی روز سے کچھ نہ کھایا تھا۔ ماما وہ پیسے لے کر بہت خوش ہوا۔

(ریل سیٹی دیتی ہے)

قلی۔ میڈم گاڑی چل رہی ہے۔ مجھے ....

مسنز مینول۔ ارے میں تو بھول گئی لو۔

قلی۔ شکریہ میڈم۔

راجر۔ (تالی بجاتے ہوئے) ارے ماما دیکھو ریل چل رہی... ہوہوہو ماما اسٹیشن بھاگا جا رہا (سنجیدگی سے) ماما یہ بجائے ہمارے اسٹیشن کیوں چل رہا ہے؟

مسنز مینول۔ دیکھو راجر تم اس طرح باتوں میں لگا کر اپنی چوری کو نہیں بھلا سکتے (درشت لہجہ میں) بتا پیسے کیا ہوئے۔

راجر۔ ماما میں نے سچ تو کہدیا۔

مسنز مینول۔ جھوٹ۔ اچھا یہ تمہاری جیب میں کیا ہے؟

راجر۔ (پریشان ہو کر) ایک بٹوا ہے۔

مسنز مینول۔ لاؤ مجھے دو تم نے ان پیسوں کا یہ بٹوا خریدا تھا اور پھر مجھ سے جھوٹ بول رہے تھے۔

راجر۔ (شرمندہ ہو کر) ماما یہ میں نے تمہارے لئے خریدا تھا۔

مسنز مینول۔ اچھا ذرا اپنی زبان دکھاؤ (راجر زبان نکالتا ہے) ٹھیک میں بھی یہی سمجھی تھی۔ دیکھو تمہاری تمام زبان

سیاہ ہو گئی ہے۔

راجر۔ (گھبرا کر) کیا زبان سیاہ ہو گئی؟

مسز مینول۔ ہاں جھوٹ بولنے والوں کی زبان سیاہ ہو جاتی ہے۔

(گھبرا کر) راجر کہاں جاتے ہو؟

راجر۔ (پریشانی کی حالت میں) میں ذرا آئینہ میں اپنی زبان دیکھتا ہوں۔

مسز مینول۔ بیٹھ جاؤ، جھوٹ بولنے والے کو خود اپنی زبان کی سیاہی نظر نہیں آتی البتہ دوسرے دیکھ سکتے ہیں اچھا اب چپ بیٹھو میں ذرا سوچ لوں کہ تمہارے جھوٹ کی کیا سزا ہونی چاہیئے .... (گنگناتی ہے)....

راجر۔ کیا بات ہے؟

راجر۔ ماما وہ وردی پوش آدمی کیا کر رہا ہے؟

مسز مینول۔ اوہ .... (گھبرا کر) وہ ٹکٹ کلکٹر ہے۔ اچھا آؤ میری گود میں بیٹھ جاؤ۔

راجر۔ واہ کوئی میں بچہ تو ہوں نہیں جو گود میں بیٹھ جاؤں (فخریہ انداز میں) میں تو پورے سات سال کا آدمی ہوں۔

مسز۔ (پریشان ہو کر) بکو مت جلدی آؤ۔ کیا سنا نہیں؟

راجر۔ مگر ماما نہیں میں...... (مسز مینول گھسیٹ کر گود میں بٹھا لیتی ہے)

راجر۔ (پیارسے) چپ چاپ سو جاؤ (ٹکٹ کلکٹر آتا ہے)

میڈم۔ ٹکٹ؟

مسز مینول۔ یہ لیجئے، مسٹر کیا گاڑی ٹھیک وقت پر چل رہی ہے یا لیٹ ہے؟

ٹکٹ کلکٹر۔ جی نہیں ٹھیک وقت پر چل رہی ہے۔ ہاں اس بچے کا ٹکٹ؟

مسز مینول۔ (مصنوعی حیرت کے ساتھ) بچے کا ٹکٹ؟

ٹکٹ کلکٹر۔ جی ہاں یہ تو کافی بڑا معلوم ہوتا ہے۔ کیا عمر ہو گی؟

مسز مینول۔ اوہ۔ وہ تو پچھلی سالگرہ پر پانچ سال کا ہوا ہے۔

ٹکٹ کلکٹر۔ خوب مگر عمر کے لحاظ سے اس کا قد بہت بڑا ہے۔

مسز مینول۔ بڑا ہے؟ ہاں ہے تو ٹھیک مگر یہ اس کا خاندانی وصف ہے اس کا باپ بھی بہت بڑے قد کا تھا ۶ فٹ اور ۱۳ انچ۔

ٹکٹ کلکٹر۔ تو پھر یہ بچہ بڑا ہو کر دیو نما انسان ثابت ہو گا۔ مگر یہ رو کیوں رہا ہے؟

مسز مینول۔ (پیارسے تھپکاتے ہوئے) اس کے سر میں بہت درد ہے۔

ٹکٹ کلکٹر۔ بڑا افسوس ہے۔ خدا کرے جلد اچھا ہو جائے مگر جلد جلد نہ بڑھے (چلا جاتا ہے)

راجر۔ (کمزور مگر پیار کے لہجہ میں) ماما اک بات پوچھوں بتاؤ گی۔

ماں۔ ہاں ہاں پیارے کیا؟

راجر۔ کیا اب بھی میری زبان سیاہ ہے؟

ماں۔ ہاں کیوں نہیں جھوٹ کا اثر تو بہت دیر تک رہتا ہے۔

راجر۔ (معصومیت کے انداز سے) تو ماما ذرا اپنی زبان مجھے دکھانا۔

ماں۔ (جھینپ کر) کیا؟ تم نے کیا کہا۔

راجر۔ (معصومانہ انداز میں) میں نے یہ کہا کہ ذرا اپنی زبان بھی مجھے دکھانا۔ میری طرح وہ بھی سیاہ ....

ماں۔ (غصہ کے لہجہ میں) چپ گستاخ۔

(ترجمہ) سلیم حامد رضوی بھوپال

بچہ پر ظلم

مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوتا تھا کہ بعض بچے اپنی ماں سے کیوں برہم رہتے ہیں. اگر بچہ گھر کے کسی دوسرے شخص سے برہمی ظاہر کرے تو یہ زیادہ تعجب کی بات نہیں لیکن ماں کے ساتھ برہمی حیرت انگیز ہے. کبھی تو میں یہ سوچتی تھی کہ الہٰی یہ بچہ ہے یا جن بھوت جو ماں سے ڈر کر غیروں سے لپٹتا ہے. ماں جیسی نعمت کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا ہے. بچپن کی کمزور عقل کبھی کبھی دھوکا کھا کر ناصح کو برا خیال کرنے لگتی ہے لیکن اس کا اثر نہ شدید ہوتا ہے اور نہ دیرپا. بچہ گھڑی بھر بعد بھول جاتا ہے یعنی اگر آپ بچہ کو کسی نقصان دہ چیز کے کھانے سے منع کریں تو وہ مچلے گا برا منہ بنائے گا لیکن فوراً ہی سمجھ لینے کے بعد خاموش ہو جائے گا اگر آپ چاہیں تو اس طرح کے واقعات صرف سمجھ سے رفع کر سکتی ہیں اس واقعہ کا ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا گو ایسی باتوں کو اہمیت نہ دینے والوں کے نزدیک یہ ایک معمولی واقعہ ہوگا لیکن ان ہی باتوں سے بچے ضدی ہوتے ہیں ایک دفعہ کھوپرے کے کٹے ہوئے چند ٹکڑے نعمت خانہ صاف کرتے وقت کاغذ پر گر پڑے ایک ننھی بچی اس پر جھپٹی ایسے موقعوں پر اکثر گھروں میں جس میں خود ماں بھی شریک ہو جایا کرتی ہے ناگوار شور مچ جاتا ہے کوئی کہتا ہے یہ کھانے کی چیز نہیں کوئی کہتا ہے آ کتے آ اس کو لے جا اور وہ چیز بچے کو بغیر دکھائے چھپا دی جاتی ہے. ایسا ہی شور و غل اس وقت بھی برپا ہو گیا اور بچی کھانے کے لئے ضد کر رہی تھی کہ میں ضرور کھاؤں گی لیکن وہ ماں ایک اچھی ماں تھی. فوراً ہی کہا نہیں نہیں تم لوگ ایسا مت کرو میری بچی کبھی اس قسم کی چیزیں نہیں کھاتی لاؤ اس ٹکڑے کو اسے دکھا دوں وہ خود ہی یہ دیکھ کر کہ یہ خراب چیز ہے فوراً پھینک دے گی اور بچی نے ایسا ہی کیا یہ عادت بچپن سے ڈالی گئی تھی بچہ کی عمر کا ایک حصہ غفلت میں گذر جانے کے بعد اگر کوئی ماں یہ طریقہ اختیار کرے تو ایسا نتیجہ نہیں نکلے گا اور بعض مائیں فوراً یہ کہہ دیں گی "بھلا بچہ بھی کہیں اس طرح مانتا ہے" "یا وہ ہوگا کوئی بوڑھی فطرت کا بچہ" اور "نہیں تو ہمارے بچے تو نہیں مانتے یہ ہمارے نصیب سے شیطان ہیں" وغیرہ وغیرہ بھلا کس طرح مانیں گے جبکہ ان کی تربیت ہی ایسی نہیں ہوئی ہے خیر یہ تو ایک علیحدہ بات تھی جو تذکرۃً آ گئی.

اب میں ماؤں کے وہ ظلم و تشدد بیان کروں گی جن کی وجہ سے بچہ برہم ہو کر بگڑنے کی کوشش کرتا ہے. اگر مائیں ہر وقت اور ہر کام کے لئے یہی چاہتی رہیں کہ جو کچھ میں چاہوں وہی ہو بچہ یا بچے کی خواہش کوئی چیز نہیں تو نہ وہ بچہ بچہ رہتا ہے اور نہ ماں ماں. اس طرح ناحق بچے پر ظلم اور بیجا سختی اور روک ٹوک کی جاتی ہے یاد رکھئے کہ بیجا پیار سے بچہ خراب ہو جاتا ہے جیسے ایک بچہ ہے جو باپ کو محبت ہی محبت میں خوب مارتا ہے اور ماں کو بھی نہیں چھوڑتا لاڈ میں آتا ہے تو دونوں کی خوب خبر لیتا ہے. ایک دفعہ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ماں کو تھپڑ رسید کیا کہ اس کو بھی غصہ آ گیا. وہ اگر کہیں جانا چاہتا ہے تو جا کر ہی رہتا ہے چاہے ماں لاکھ خفا ہو یہ سب بیجا لاڈ اور پیار کا نتیجہ ہے دوسرا افسوسناک پہلو اس سے زیادہ

سختی اور تشدد ہے کہ بچہ کسی معمولی بات پر جس میں آپ کا نقصان نہیں پھوٹ پھوٹ کر روئے عاجزی کرے تڑپے تلملائے
آخر روتا ہوا سو جائے یا دن بھر سست رہے لیکن آپ نہیں سے ہاں نہ کریں۔ ہر وقت کی سختی سے جب بچے کا دل کملا جاتا ہی
تو وہ دنیا میں کسی قسم کی ترقی کے قابل نہیں رہتا اور زندگی کی کوئی لہر بھی اس کو شاداب نہیں کر سکتی جب بچے میں فطرتی شادابی
باقی نہیں رہتی تو وہ ہر ہر قدم پر مایوس ہوجاتا ہے۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کا بچہ اچھا انسان بنے تو ہر وقت اُسے برا بھلا
نہ کہیے اس کو مارنے کے لئے ہر وقت تیار نہ رہیئے میں اس موقعہ پر سنگ دل استاد اور ایسے باپ کا بھی ذکر کروں گی جسے اولاد
سے ہمدردی نہیں ہوتی۔ ہندوستانی بچوں کے سامنے استاد کا نام لے کر اُنہیں خوف زدہ کر دیا جاتا ہے بعض ناتجربہ کار استاد
جو بچوں کی فطرت سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے انہیں ملکی یا قومی ہمدردی ذرہ برابر نہیں ہوتی وہ صرف اپنا پیٹ پالنے
یا یوں سمجھ لیجئے معصوم بچوں کی زندگی برباد کرنے کے لئے استاد بنا دیئے جاتے ہیں۔ صرف اچھا پڑھ لکھ کر کوئی شخص ہونہار
بچوں کا اچھا استاد ثابت نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ وہ چند اوصاف اپنے اندر نہ پیدا کرے استاد کا بیجا رحم دل ہونا بھی برا اور ظالم
ہونا بھی۔ اگر بدقسمتی سے بچہ عرصہ تک کسی ظالم اُستاد کے ہاتھ میں رہا تو بس اکثر صورت میں وہ بچہ تعلیم سے متنفر ہی ہوجاتا ہے
ہاں وہ بچے جو پہلے ہی بگڑے ہوتے ہیں یا ماں کے مظالم کے عادی ہوگئے ہیں۔ وہ کبھی کبھی ایسی سختی بھی برداشت کر لیتے
ہیں لیکن بہت کم اور اکثر ایسے بچے خود بھی سنگ دل ہی نکلتے ہیں۔ اور ایسے بچے جن کے اعصاب کمزور ہیں رفتہ رفتہ استاد
کے نام سے نفرت کرتے ہیں۔ کیا آپ کسی بچہ سے خوشی خوشی کوئی ایسا کام لے سکتی ہیں جس سے اسے نفرت ہو بعض استاد
صرف بڑی عمر کے بچوں کے لئے مفید ہوتے ہیں اگر آپ ان کے ذمہ چند ننھے بچوں کو ان کے سپرد کر دیں گے اور وہ معصوم
بچوں کے ساتھ بھی وہی سلوک روا رکھیں گے جو بڑے بچوں کے ساتھ کرتے ہیں تو اور ان کی یہ سختی چھوٹے بچوں کے حق میں مضر
ثابت ہوگی۔ ایک مکتب کے مولوی صاحب کا اوروں کے بچوں کے ساتھ جو سلوک تھا وہ تو ایک طرف خود ان کے بچے کا
مختصر حال سنئے اسے صرف پڑھنے کے لئے دھوپ میں باندھتے کبھی تو جلتے ہوئے توے پر بچے کا پیر رکھنے کی کوشش
کرتے کبھی تھیلے میں بند کر کے تھیلے کا منہ باندھ دیتے اور اکثر جھاڑ پر اُلٹا لٹکا کر مارتے غرض وہ سخت سے سخت سزا بچے کو
دیتے کہ کسی طرح چار حرف پڑھ لے خدا کا شکر ہے کہ ان کے پاس پڑھنے والے بچوں کو ان سے جلد رہائی مل گئی اور وہی
بچے جن کو وہ کند ذہن بدشوق کہا کرتے تھے اب شوقین بچے ہیں لیکن ان کے اپنے لڑکے نے ایک حرف بھی نہ پڑھا
اور وہ ظالم باپ اب تک وہی رٹ لگاتا ہے کہ میں نے ہر طرح کا ظلم کیا کہ وہ اچھا بنے لیکن اُس کی قسمت ہی میں نہ تھا۔

یاد رکھئے کہ جب بچہ آپ کا کہا مان لیتا ہے تو آپ کا بھی فرض ہے کہ کبھی کبھی اس کی بات بھی مان لیں باوجود اس کے کہ
اس میں آپ کا کوئی حرج بھی ہو جائے۔ چونکہ آپ ماں ہونے کی وجہ سے ایسی معمولی باتوں کو کوئی چیز نہیں خیال کریں گی لیکن
بچہ جس کا دل بہت ہی نازک اور چھوٹا ہوتا ہے اس کے لئے یہ بات بہت بڑی ہوتی ہے اس کو اگر کوئی غیر سخت سے سخت سزا
بھی دے تو وہ اس قدر برا نہ مانے گا بلکہ ماں کی محبت بھری نظریں اس کے دل سے سب کچھ بھلا دیں گی اور وہ ہر وقت

یہ ضرور کہے گا کہ میں اماں سے کہتا ہوں۔ برخلاف اس کے آپ کی ذراسی بات اس کا جی برا کردے گی کیونکہ جب وہ دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اپنی ساری آرزوئیں ماں کی بے لوث ہمدردی سے پوری کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ وہ عادی ہو کر اپنی خواہشات کا دائرہ وسیع کرتا ہے۔ میرا یہ منشا نہیں کہ آپ وہی کریں جو بچہ کرانا چاہتا ہے اگر ایسا ہوا تو وہی بے جا لاڈ ہو جائے گا۔ جو اس کا ناس کردے گا۔ ہمارے نزدیک یہ بات کوئی زیادہ اہمیت نہیں رکھتی کہ بچہ کہیں تفریح کی جگہ جانا چاہتا ہے جہاں جانے میں کسی قسم کا نقصان نہیں مگر والدہ صاحبہ صاف انکار ہی نہیں کرتیں بلکہ حاکمانہ لہجہ میں فرماتی ہیں نہیں کوئی ضرورت نہیں ایسا ہی ہے تو کسی اور دن جائیں گے یعنے جس وقت ماں کا دل چاہے گا۔ وہ بچہ عاجزی کرتا ہے۔ منت سے کہتا ہے جب ناکام ہوتا ہے تو رونے اور ضد کرنے لگتا ہے۔ بجائے اس کے کہ نہ جانے کی وجہ اچھی طرح سمجھائیں اُس کو اور بُرا بھلا کہا جاتا ہے کبھی کبھار تو مار پیٹ تک نوبت پہنچ جاتی ہے اگر مائیں اُس وقت نرمی سے کام لیں تو بہت ممکن ہے بچہ کو ناگوار نہ گذرے لیکن اکثر والدین اسی پہ کاربند ہوتے ہیں کہ تیری ضد سوا سیر کی تو میری ضد سوا من کی۔ دن گذر جاتا ہے اور آپ اس واقعہ کو یاد بھی نہیں رکھتیں۔ لیکن وہ ننھا دل اس کو برابر یاد رکھ کر اول اول تو خوب جی کو جلاتا ہے۔ رفتہ رفتہ ایک ضدی اور نافرمان بچہ بن کر پہلے سے بھی زیادہ پریشان کرتا ہے کسی وقت بچے کو سبق یاد نہیں ہوتا ماں گھنٹوں کتاب ہاتھ میں دے کر بٹھا دیتی ہے - جب تک سبق یاد نہ ہو جائے یہاں سے نہ ہلنا۔ کبھی اس کو سبق یاد کرنے کے لئے سخت سزا دی جاتی ہے۔

ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دن کا وہ حصہ بھی اس کو کاٹے کھائے گا جو اس کی تعلیم کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

بچہ روز روز کی سختیوں سے پژمردہ ہو جاتا ہے اُسی دن سے کتاب بھی اس کی نظروں میں خار بن کر کھٹکنے لگتی ہے اور ماں بھی ایسے وقت میں اچھی نہیں لگتی۔ اکثر نوجوان والدین کو یہ کہتے سنا ہے کہ خدا کی پناہ یہ بچہ پہلے ایسا تو نہیں تھا۔ اب نہ معلوم کیا ہو گیا اس قدر ضدی اور نافرمان ہو گیا ہے کہ بس کسی کی بات مانتا ہی نہیں جو کہا جاتا ہے اس کے خلاف کرتا ہے یا جب ایک بات کی رٹ لگاتا ہے تو گھر سر پہ اُٹھا لیتا ہے جب تک وہ نیک اور شریف بچہ تھا اس کی نیکی اور شرافت سے ماں باپ نے ناجائز فائدہ اٹھایا کہ اس کی مرضی یا خواہش کی کوئی پرواہی نہ کی اور ہمیشہ اس پر جبر کر کے اپنی خواہش کے مطابق اس سے کام لیا گیا۔ بس وہ بھی آپ کے چھوٹے چھوٹے مظالم سہتے سہتے ضدی شریر برا بچہ بن گیا۔ ایک دفعہ ایک ماں نے بھرے مجمع میں جہاں ان کی بچی کھیل رہی تھی اُس سے کہا آؤ چلیں۔ سرکش بچے جو ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ اور گھر کی جھڑکی کے عادی ہوتے ہیں ایسے نازک وقت میں سیدھے منہ جواب نہ دیں گے اور اس کان سُن کر اُس کان اڑا دیں گے۔ یا کم از کم اپنے چھوٹے خوبصورت منہ کو بگاڑ کر آنے سے انکار کر دیں گے اور جو زبردستی کوئی کرے تو چیخ پکار سے پریشان کر دیں گے۔ لیکن اس بچی نے عاجزی بھری نگاہوں سے اور نہایت نرمی کے ساتھ سر کو انکاری لہجہ میں حرکت دی۔ آخر مجھے اس کی ماں سے کہنا پڑا کہ اس وقت تو بچی کو مت بلائیے دیکھئے وہ کس شوق کے ساتھ کھیل دیکھنے میں مصروف ہے اگر اس وقت آپ بچہ ہوتیں تو کبھی یہاں سے اٹھنا پسند نہ کرتیں۔ کاش ہم بچوں کی فطرت کا غائر نظر سے مطالعہ کریں۔ بعض مائیں ضرورت بے ضرورت کا خیال کئے بغیر اپنے دل کا

غبار ان معصوموں پر نکالتی ہیں وہ گھر کے جھگڑوں سے تھک کر بچوں پر اُبل پڑتی ہیں۔ اُف رے نادانی کوئی کیونکر سمجھائے کہ اس میں سراسر نقصان آپ ہی کا ہے ایک نرالا پن ہم نے تو اور بھی دیکھا ہے جب کوئی عورت اپنی ساس نندوں کو جلانا چاہتی ہے تب بھی اپنے بچوں ہی کو زدوکوب کرتی ہے کہ ان کے بیٹے ہی کی اولاد ہے ان کا اس طرح جی جلے گا۔ کاش مائیں فضول جھگڑوں میں نہ پھنسیں اور بیکار غپ شپ نہ کریں اور نہ طبیعت کو اس قدر تھکائیں کہ مبادا بچے کی اچھی بات بھی بری لگے اور بچے کو سختی کے ساتھ ڈانٹ بتائیں بچہ ہر وقت کی ڈانٹ ڈپٹ کو اہمیت نہ دے گا اور بھالنے کی کوئی پروا نہ کرے گا اور خصوصاً جبکہ آپ اس کو اس کے ملنے والوں کے سامنے سزا دیں تو وہ اس وقت یقیناً آپ کو زہر کی نگاہ سے دیکھے گا۔ رفتہ رفتہ وہ بے حیا ہو جائے گا اس وقت بچے کی ہر بات ناقابل برداشت ہو جائے گی۔ آپ کو چاہیئے کہ ہر وقت کی کشمکش سے کمزور نہ ہونے دیں کہ وہ اس طرح ذرا ذرا سی بات سے برہم ہو کر ناخوشگوار نتائج پیدا کریں گے۔ اگر بچہ قوی ہے تو جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے وہ آپ کا بھی ناک میں دم کر دے گا۔ جو بچے فطرتاً کمزور ہوتے ہیں یا طبیعت کے نرم ان کا دُکھ نہ پوچھیئے۔ کبھی وہ دل ہی دل میں رنجیدہ ہو کر اکثر جگہ چھپ چھپ کر روتے ہیں۔ کبھی ننھے ہاتھ کو سرہانے رکھے روتے روتے سو جاتے ہیں۔ وہ باغ میں بھی خوشنما پھولوں سے اپنا دکھ سنا سنا کر تنہائی میں روتے ہیں کیا یہ جگہ ان کے رونے کے لائق ہے وہ ننھی سی معصوم جان کس قدر سہم سہم کر کہتا ہے نہیں اللہ۔ نہیں مجھے امی ماریں گی۔ ایسے بچوں کے حق میں یہ کس قدر ظلم ہے جبکہ آپ کھانے کے وقت ہی اس کو دو ایک زور کے تھپڑ لگائیں۔ بہترین تربیت تو وہی ہوتی ہے جس میں ملائمت ہو نرمی ہو۔ ٹھنڈی چھاؤں کا سا آرام اور شہد جیسی شیرینی ہو۔

مس سعیدہ ضمیر الدین حیدر آباد

"زندگی"

(۱)

رات کو جیسے اوس کے — قطرے اداس و مضطرب
شاخوں کی سبز گود میں — پتوں کے ہر فراز پر
پنکھڑیوں پہ پھول کی — رہتے ہیں کانپتے ہوئے
یعنی تڑپ تڑپ کے وہ
کرتے ہیں زندگی بسر
اور جب آسمان پہ — دور، اُفق سے سامنے
ایک صبیح نور سا — اُٹھتا ہے جھومتا ہوا
نیّرِ جلوہ ریز کی
پہلی کرن کے ساتھ ہی
ان کی حیات مختصر — مثلِ سرشکِ رنج و غم
ہوتی ہے جذب صبح کے — دامنِ جلوہ بار میں
اہل بساطِ دھر کی
اتنی ہی زندگی ہے بس!

(۲)

جیسے کہ سطحِ آب پہ — موجوں کے مدّ و جذر سے
اُٹھتے ہیں چند بُلبلے
جیسے سفید پھول ہوں — پانی میں تیرتے ہوئے
چرخ سے گر پڑے ہوں یا — چند ستارے ٹوٹ کر
تیز ہوا کی ایک لہر
چپکے سے آئے اور جب
موجوں میں تیرتی ہوئی — جائے اُنہیں وہ چھیڑ کر
اور پھر ایک آن میں — اِس کی ذرا سی چھیڑ سے
ٹوٹیں تمام تر حباب
ختم ہو ان کی زندگی
اہلِ بساطِ دہر کی
اتنی ہی زندگی ہے بس!

(۳)

جیسے کسی کی آنکھ سے — دامنِ خاکزار پہ
آنسو نکل کے گر پڑے — اور پھر ایک لمحے میں
ہلکی سی تھرتھری کے بعد
نذرِ فنا ہو دفعتاً
اہلِ بساطِ دہر کی
اتنی ہی زندگی ہے بس!

گوہر اقبال حسن میرٹھی

سفرنامۂ عراق

عراق و ایران کے بہت سے سفرنامے شائع ہو چکے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر انسان کے حالات جداگانہ ہوا کرتے ہیں اور اسی طرح مختلف قسم کے واقعات پیش آتے ہیں لہٰذا ہر ایک کو چاہیئے کہ وہ اپنے حالات سفر سے دوسروں کو مستفید ہونے کا موقع دے تاکہ دوسروں کی معلومات میں اضافہ ہو اور وہ بھی کبھی اُن سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

میں نے عراق سے لے کر واپسی ہندوستان تک کا روزنامچہ لکھا تھا اور اُس کے شائع کرانے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا لیکن افسوس ہے کہ پے در پے کچھ ایسے واقعات پیش آتے رہے جنھوں نے میرے ارادہ کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچنے دیا اب دو سال کے بعد اپنا سفرنامہ نذر ناظرات کر رہی ہوں۔

۳۔ فروری ۳۵ء بروز شنبہ میرے جد امجد جناب سید مظہر حسین صاحب مرحوم و مغفور مع میرے و میری جدہ ماجدہ کے اکولہ میرے عم محترم جناب سید مظفر حسین صاحب ڈی۔ ایس۔ پی کے پاس ملنے کی غرض سے تشریف لے گئے چونکہ آگرہ میں پاسپورٹ (پروانۂ راہداری) حاصل نہیں کیا جا سکا تھا لہٰذا اکولہ آکر مجسٹریٹ ضلع کو درخواست بھیجی۔ اپنے ضلع میں پاسپورٹ بلا کسی فیس وغیرہ کے ملتا ہے اور مجسٹریٹ ضلع کو یہ اطمینان دلانے پر کہ روپیہ ضروری مصارف کے لئے کافی ہے پاسپورٹ مل جاتا ہے مرد کو اپنا فوٹو بھی دینا پڑتا ہے جو پاسپورٹ پر چسپاں کر دیا جاتا ہے اور ہندوستان میں دو قسم کے پاسپورٹ ملتے ہیں ایک وہ جو صوبہ کی لوکل گورنمنٹ دیتی ہے۔ یہ پاسپورٹ کتابی شکل میں ہوتا ہے اور تقریباً تین روپے اس کی فیس ہے اس کے لئے بھی مجسٹریٹ ضلع ہی کو مع فوٹو درخواست دینا چاہیئے مجسٹریٹ لوکل گورنمنٹ کو تحریر کرتا ہے وہاں سے تیار ہو کر آجاتے ہیں اس میں چھ مہینے دو مہینے صرف ہو جاتے ہیں لیکن یہ پانچ سال تک کام آسکتا ہے خواہ ایک مرتبہ سفر کریں یا متعدد بار کریں پانچ سال کے بعد اس کی مدت ایک روپیہ سالانہ دینے سے بڑھ سکتی ہے دوسرا پاسپورٹ وہی ہے جو مجسٹریٹ ضلع سے حاصل کیا جاتا ہے یہ پلگرم پاسپورٹ کہلاتا ہے ایک پاسپورٹ میں میاں بیوی اور چھوٹے بچے جا سکتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا ہمراہ ہو تو اُس کا پاسپورٹ علیحدہ ہونا چاہیئے۔

چیچک کے ٹیکے بھی ہم لوگوں نے اکولہ میں ہی لگوا لئے تھے ہماری روانگی ۳۔ مارچ ۳۵ء کو قرار پائی۔ آگرہ سے خط گیا کہ تین بیبیاں اور ہمراہ جانے کے لئے آمادہ ہیں چنانچہ انہیں لکھ دیا گیا کہ وہ بھساول پر ہمیں مل جائیں الغرض اکولہ سے ہم تینوں ۵ بجے شام کی ٹرین سے بھساول آگئے شب کو ۲ بجے وہ تینوں بیبیاں بھساول پر ہمیں مل گئیں لہٰذا اسی ٹرین میں جس میں یہ لوگ آگرہ سے آئی تھیں ہم بھی بمبئی جانے کے لئے روانہ ہو گئے دن کو ۱۲ بجے ہم بمبئی پہنچ گئے ٹیکسی میں بیٹھ کر مسافر خانہ حاجی دیوجی حال میں پہنچے یہ مسافر خانہ اچھا ہے کمرے بھی کافی کشادہ ہیں حوض بھی ہے پانچ روز بمبئی میں قیام کرنے کے بعد ۸۔ مارچ ۳۵ء بروز پنجشنبہ کی صبح جہاز میں سوار ہونے کے لئے پوری بندر پہنچے ٹکٹ وغیرہ دکھلانے کے بعد جہاز پر سوار ہوئے جگہ بہت تنگ بچی تھی جہاز میں وہ کشمکش تھی کہ الاماں ہر مسافر کو یہی فکر تھی کہ جس قدر جگہ رُک سکے بلا ضرورت بھی روک لے ۔اس وقت قلیوں میں جنگ بھی آپس میں ہو رہی تھی وہ منظر واقعی قابل دید تھا ہر ایک کا سامان کہیں سے کہیں پہنچا دیا چاہتے یہ تھے جس قدر کرایہ مل سکے لے لیں اس کی کچھ فکر نہ تھی کہ جس کا سامان اٹھا کر لائے ہیں اُس کے مقام پر ہی پہنچائیں نہیں بلکہ جہاں دل چاہا ڈال کر چلتے ہوئے۔ غرض بڑی مشکل سے جہاز میں جگہ ملی ۱۲ بجے جہاز کا لنگر اٹھا اور آہستہ سے چل کر جس کا احساس ہم کو مطلق نہیں ہوا عمیق پانی میں جا کر کھڑا ہو گیا رات ہوئی ۸۔ ذی الحجہ کا منور چاند الگ ضو پاشی کر رہا تھا۔ سمندر کا نیلا پانی اُس پر چاندنی کی نظر فریب روشنی اس قدر دلربا منظر تھا کہ نظر اُٹھانے کو دل نہ چاہتا تھا سمندر کا پانی ایک آئینہ بنا ہوا تھا جس پر چاندنی کی دلکش روشنی کی شعاعیں طلائی ورق کا کام دے رہی تھیں۔ قدرت کی عجیب و غریب صناعیوں کو دیکھ کر دل بے اختیار اس کی حمد و ثنا میں مشغول ہو جاتا ہے اور سر بے اختیار اس قادر مطلق کے سجدہ کو جھک جاتا ہے

۱۲ بجے شب کو جہاز بصرہ جانے کے لئے روانہ ہوگیا اور وہ منظر چند لمحوں میں نظر سے غائب ہوگیا اب بس پانی جہاز ہم اور محافظت کو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک وقتِ روانگی مطلق احساس نہیں ہوا کہ کس سے وطن چھوٹا اور کس سے عزیز جدا ہوئے وہاں تو شوق آستان بوسی ائمہ الطاہرین السلام کا تھا الحمد للہ جہاز کی رفتار سے ہم پر کوئی اثر نہیں گھر سے احتیاطاً لیموں کا آچار اور سمندری بیماری کی گولیاں جو ہر مسافر کو اپنے ساتھ رکھنی چاہئیں، لے لی تھیں، ہم کو ان کی مطلق ضرورت نہیں ہوئی جہاز بڑے سکون اور تمکنت سے چل رہا ہے حتیٰ کہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ چل بھی رہا ہے یا نہیں طائر تک دکھائی نہیں دیتا سوائے سمندر کے پانی کے اور آسمان کے کچھ نظر نہیں آتا۔ ۱۱ر مارچ ۱۹۳۵ء روز یکشنبہ کو جہاز کراچی پہنچا سب مسافر اترے ٹیکسی پر بیٹھ کر اس مقام پر پہنچے جہاں مہر لگتی ہے۔ باہر مردوں کا معائنہ ڈاکٹر نے کیا اور عورتوں کا لیڈی ڈاکٹر نے کیا ہم سب کو ایک ہول میں بٹھا دیا گیا یورپین لیڈی ڈاکٹر آئی اس نے ہم سب کا معائنہ کیا اس کے چلے جانے کے بعد ایک ہندو عورت آئی اُس نے ہم سب کے کف دست پہ نیلے رنگ کی مہر لگا دی اس معائنہ کی غرض یہ ہے کہ کوئی عورت یا مرد مہلک مرض میں مبتلا ہے تو اُس کو نہیں جانے دیتے۔ معائنہ کرا چکنے کے بعد پھر جہاز میں آبیٹھے ۱۲ بجے شب کو جہاز پھر بصرہ جانے کے لئے روانہ ہوگیا دو تین روز تو اس طرح پر گذر گئے اس کے بعد میں اس اشتیاق کو بیان نہیں کرسکتی جو جہاز میں تھا بس یہی دل چاہتا تھا کہ کہیں جلد راستہ طے ہو۔ ۱۴ر مارچ ۱۹۳۵ء روز چہار شنبہ کی شام کو جہاز حدود بصرہ میں داخل ہوا نو بجے صبح عبادان ملا جو ملک ایران کا ایک حصہ ہے یہاں پٹرول ہوتا ہے اس سے آگے ۲ بجے سے دورویہ خرموں کی قطاریں ملنا شروع ہوئیں جو یہاں کی خاص چیز ہے ان کو دیکھ کر انتہائی مسرت ہوئی ۴ بجے جہاز ساحل بصرہ پر ٹھیرا ڈاکٹری معائنہ ہوا پاسپورٹ دیکھے گئے کچھ دیر بعد جناب نوری خادم روضۂ اطہر جناب امام حسین علیہ السلام مع اپنے فرزند رشید کے تشریف لائے اور ہم لوگوں کو اپنے ہمراہ ریلوے اسٹیشن پر لے گئے وہاں تمام اسباب کھلوایا گیا ایک ایک چیز علیحدہ کرکے دیکھی گئی اس کے بعد ایک ایرانی خاتون نے ہم لوگوں کی باری باری سے تلاشی لی اس غرض سے کہ کوئی چیز تو چھپا کر کوئی نہیں لئے جا رہا ہے اسباب کو دیکھنے کے بعد تولا گیا اور معقول محصول طلب کر لیا گیا بصرہ سے کربلائے معلیٰ کو ٹرین ۱۰ بجے شب کو روانہ ہوتی ہے اس میں صرف تین ڈبے ہوتے ہیں جن میں سوار ہو کر کربلائے معلیٰ پہنچتے ہیں باقی سب ہو رہے ریزرو کرا لیتے ہیں ایک ڈبہ خالی تھا اُس میں نوری صاحب نے ۸ ہی بجے ہم لوگوں کو بٹھا دیا کہ مبادا کہیں جگہ نہ رُک جائے اور ہم لوگوں کو تکلیف ہو لیکن ڈبے کم تھے اور مسافر زیادہ آخر کار سب ایک ہی درجے میں بیٹھے خدا کی پناہ ریل کا ڈبہ کیا تھا قفس تھا روشنی کا نام نہیں اور مسافروں کی کشمکش اُس پر سردی کی مار لطف یہ کہ بیٹھنا تو درکنار کھڑے ہونے کو بھی جگہ مشکل سے ملی حال تو سامان نیچے پلیٹ فارم پر رکھ کر نہ معلوم کہاں غائب ہوگئے ہم ہی لوگوں نے بدقت اپنا سامان رکھا ایک تو تکلیف دوسرے افسوس یہ کہ ۹ ذی الحجہ کی خصوصی ہوگی ہزاروں آدمیوں کا مجمع ہوگا دور دور سے لوگ آئے ہوں گے ہم ایسے بدقسمت کہ اتنے قریب ہو کر محروم رہے تمام رات بیٹھے ہوئے گذری ہمارے ہمراہ ایک مولانا تھے جو جمعہ تشریف لے جا رہے تھے ہمارے ہمراہیوں نے درخواست کی کہ رات کاٹنا یوں تو مشکل ہے آپ مجلس ہی پڑھ دیجئے لہذا آپ نے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ فضائل ائمہ معصومین علیہ السلام اور وفات جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کا بیان فرمایا۔ غرض تمام رات شب بیداری کی تمام دن چلتے رہے شام کو کاظمین اسٹیشن پر پہنچے دریائے دجلہ کے پل اس زمانہ میں ٹوٹا ہوا تھا لہذا سب ٹرین سے اترے ٹرین بھی تبدیل کرنا تھی اور وہ ٹرین جس میں ہم کو سوار ہونا تھا پل کے دوسرے پار کھڑی ہوئی تھی پل کے اوپر بڑے بڑے تختے بچھے تھے اسٹیشن پر حمال نہیں صرف دو حمال رہتے ہیں وہاں کے لوگ کہہ رہے تھے کہ اگر گاؤں سے لوگ آجاتے ہیں تو یہ مار کر بھگا دیتے ہیں سب مزدوری خود ہی وصول کرنا چاہتے ہیں ایک ڈیڑھ میل کا راستہ پل کا ہے ہم نے چھوٹی چھوٹی چیزیں اپنے ہاتھوں میں لیں بمشکل ایک آدمی ملا اس کے سر پر اسباب رکھوایا اور روانہ ہوئے وہاں بھی سخت قیامت کا سامنا تھا تمام مطلع ابر آلود تھا ہوا کے جھکڑ چل رہے تھے ہم لوگوں کے دونوں ہاتھوں میں چیزیں تھیں اور برقعہ اوڑھے ہوئے تھے بس کچھ نہ پوچھئے ہماری

کیا کیفیت تھی دریا کے پانی میں بڑی زور زور سے موجیں اٹھتی تھیں اور جب زور سے ہوا چلتی تھی تو پانی ایک ایک فٹ اونچا اچھلتا تھا ہلکی ہلکی پھوار بھی تھی چونکہ ہلکے تختے بچھے ہوئے تھے ہم لوگوں کے پاؤں اکھڑے جا رہے تھے اگر ذرا بھی پاؤں پھسل جاتا تو ہمیشہ کے لئے دریائے دجلہ کی نذر ہو جاتے جب وہ تختے ختم ہوئے تو جڑ پاؤ آ گیا جڑ پاؤ کے بالکل قریب دریائے دجلہ کا پانی بہہ رہا تھا دو ڈیڑھ میل کا چلنا وہ بھی اس کیفیت میں معمولی بات نہ تھی اُدھر سے انجن سیٹی پر سیٹی دے رہا تھا جس کو سن کر سب اور بھی پریشان ہو رہے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ٹرین روانہ ہو جائے اور پھر تمام رات پڑے رہے تو بڑی دقت کا سامنا ہوگا۔ غرض بڑی مشکل سے ٹرین میں بیٹھے مغرب کو ۱ بجے کربلائے معلیٰ کے اسٹیشن پر پہنچے۔ سید نوری صاحب نے ہمارا اسباب ٹیکسی میں رکھوایا اور ہمیں ایک بہت اچھے مکان میں اُتارا جہاں ہم لوگوں کو بالکل تکلیف نہیں ہوئی رات نہایت آرام سے گذری صبح ہم لوگ حمام گئے پناہ بخدا حمام کا کیا کہنا بس دوزخ کا نمونہ ہے اندر داخل ہوتے ہی ایک عجیب قسم کی خوشبو سے دماغ مُعطر ہو گیا۔ پھر حوض کے پانی کو دیکھا جو بہت ہی غلیظ تھا حوض دو ہیں دونوں میں دو طرح کا پانی ہے ایک میں گرم دوسرے میں نیم گرم ایک حوض میں ہاتھ ڈالا تو وہ بہت ہی گرم معلوم ہوا اور دوسرے میں ڈالا تو نیم گرم غرض ہم نے بدقت غسل کیا اب غوطہ لگانے کی باری آئی۔ میں سمجھتی ہوں کہ اگر کوئی ہندوستانی ایک دم چلا جائے تو ضرور غش کر جائے کیونکہ جنہیں عادت نہ ہو اور طبیعت کمزور ہو تو اُس میں ٹھیرنا ناممکن ہے ایک حوض کا پانی اس قدر گرم اور ایک کا نیم گرم اس میں اُترنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پہلے پاؤں ڈالے اور سہارا لے پھر اسی طرح تدریجی حیثیت سے داخل ہو اور ایک منٹ میں اس میں سے نکل آئے نیم گرم حوض غسل کے لئے بہتر ہے اب کمرے سے نکل کر آتے ہیں تو ایک دم سرد ہوا کا جھونکا آتا ہے اس سے احتیاط لازم ہے اس کے مقابل میں ایک نہر سی بنی ہوئی ہے جس میں پاؤں پاک کئے جاتے ہیں حمام کی کارکن اگر کسی سے نہلواتی ہے تو ۲ افلس (عراق کا سکہ جو ہمارے یہاں کے پیسے سے کچھ کم ہوتا ہے) لیتی ہے اگر خود نہاؤ تو ۱ افلس دینے پڑتے ہیں حمام سے نکل کر سیدھے حرم محترم گئے در سلطانیہ سے نکل کر کفش کنی میں پہنچے یہ وہ جگہ ہے جہاں زائرین جوتے اُتارتے ہیں یہاں ایک شخص حفاظت کے لئے موجود رہتا ہے اس کو روزانہ افلس دینا پڑتا ہے جوتے اتار کر اندر داخل ہوئے جناب نوری صاحب نے اذن دخول پڑھایا پانچ روز کربلائے معلیٰ میں قیام کرنے کے بعد نجف اشرف جانے کا ارادہ کیا کیونکہ وہاں اٹھارہ ذالحجہ کو مخصوص تھی اور نو روز بھی تھا۔ یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ مخصوص کیا ہے یہ کوئی خاص بات نہیں اس میں روضہ مبارک پر غیر معمولی اژدہام ہوتا ہے کیونکہ دور دور سے لوگ آتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور خوب خوشی مناتے ہیں بالکل عید کی سی خوشی مناتے ہیں اسی کو مخصوصی کہتے ہیں ہر امام کے روضہ مبارک پر مخصوصی ہوتی ہے لیکن نجف اشرف کی مخصوص ہے (باقی آئندہ)

ا۔ ب جعفری

صنعت وحرفت

ازمحترمہ امت الحفیظ صاحبہ مؤلفہ کتاب "صنعت وحرفت"

(۱) مکھی کا غذ۔ برسات کے موسم میں مکھیاں ہر گھر میں کثرت سے ہوتی اور بہت ستاتی ہیں۔ مکھی کو پکڑنے والا کاغذ اگر گھر میں دو تین جگہ رکھدو تو سب مکھیاں وہاں جمع ہوجاتی ہیں۔ اور مکینوں کو نہیں ستاتیں۔ انگریزی طریقہ پر بودوباش رکھنے والے گھرانوں میں اس کی بہت مانگ رہتی ہے اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے:-

روزن چار حصہ۔		السی کا تیل ایک حصہ۔		شہد۔ ایک حصہ

تیل اور روزن کو پگھلالو۔ پھر شہد ملا دو۔ اور موٹے کاغذوں پر برش سے چپڑ دو۔ دو دو کاغذوں کو ایک دوسرے سے منہ ملاکر رکھدو۔ یہ کاغذ اس قدر جم جاتے ہیں کہ مکھیوں کی ٹانگیں ایک دفعہ پھنس کر پھر نہیں نکلنے پاتیں۔

(۲) فینائل۔ میں نے اپنی کتاب صنعت وحرفت میں اس کے بنانے کا طریقہ لکھا تھا یہ طریقہ جو آج لکھتی ہیں مدت کے تجربوں سے ثابت ہوا ہے کہ اس سے بہت بڑھیا ہے۔ عام بازاری فینائیل اسی طریقہ پر تیار کئے جاتے ہیں۔ کاروباری حیثیت سے کرنے والی بہنیں اس سے بہت فائدہ حاصل کرسکتی ہیں۔

روزن دس حصہ۔ کسٹرائیل۔ یعنی ارنڈی کا تیل دس حصہ۔ کاسٹک سوڈا سولیوشن ۳۶ درجہ والا دس حصہ پانی۔ پچاس حصہ۔ ہلکا کروسٹ آئیل ۱۰ حصہ۔ مٹی کا تیل۔ تین حصہ۔

روزن کو آگ پر گرم کرکے پگھلاؤ۔ پگھل جانے پر سوڈا کا سولوشن ملا کر خوب ملاؤ۔ پھر ہلکی آگ پر سکہ کر پانی ملادو۔ بعد میں کروسٹ آئیل اور مٹی کا تیل ملادو اور ڈبوں میں بھر دو۔

(۳) اورنج سکویش:- یہ عام طور پر ولایت سے بن کر آتا ہے۔ گرمیوں میں ٹھنڈک پہنچانے والا اور دل کو تسکین بخشنے والا شربت ہے۔ خوشبودار اور مفید۔ اس کو عام اصطلاح میں سنگترہ کا عرق بھی کہتے ہیں:-

ٹنکچر اوف اورنج پیل۔ چار اونس۔ نارنگی کا تیل۔ نصف اونس۔ ریکٹیفائیڈ سپرٹ۔ دو اونس۔

تینوں اشیا کو ملا کر خوب ہلاؤ۔ کچھ دیر اسی طرح پڑا رہنے دو۔ پھر صاف نتھرا ہوا نکال کر علیحدہ کرلو۔ اور اس میں ایک اونس ٹارٹرک ایسڈ۔ اور ایک گیلن سادہ شربت شامل کردو۔ کوچنیل سے اس کو مناسب رنگ دے دو پھر بوتلوں میں بھر لو۔

(۴) پیسٹ:- Paste سفید رنگ کا شفاف پتلے کریم کی شکل کا گوند غیر ملکوں سے آکر لاکھوں روپیہ کا ہندوستان میں فروخت ہوتا ہے۔ چونکہ اب قدرے ہمارے ملک میں بھی بیداری کے اسباب پائے جاتے ہیں۔ اس لئے یہاں بھی اب بنایا جاتا ہے۔ باہر سے آنے والے مشہور پیسٹ Gloy کو بنانے کا نسخہ آپ کی نذر ہے۔

(۱) ببول کا گوند۔ دس پاؤنڈ چینی دو پونڈ ½ ان دونوں کو ایک گیلن پانی میں ملاؤ جب ایک جان ہوجائے تو اس میں پونے دو اونس شورہ کا تیزاب ملا دو اور گرم کرو جب سب ایک جان ہوجائے علیحدہ رکھو اور مندرجہ ذیل سلوشن تیار کرو۔

(۲) آلو کا نشاستہ دس پاؤنڈ لے کر ایک بڑے چینی کے برتن میں ڈالو۔ پھر اس میں پانچ بوتل پانی اور نصف پاؤنڈ تیزاب شورہ ملاکر ایک دن رات اسی طرح پڑا رہنے دو۔ اس دوران میں گاہے بگاہے اس کو چلاتی رہا کرو۔ پھر اس کو پکاؤ اس قدر کہ گاڑھا ہوجاوے اور بے رنگ کا ہوجاوے۔ اب نمبر ایک اور نمبر دو دونوں کو ملا دو۔ اور بوتلوں میں بھر رکھو۔ بہت اعلیٰ چیز ہے۔

(۵) روپہلی الومونیم پینٹ۔ آج کل روپہلی پینٹ کا رواج اس قدر بڑھ گیا ہے کہ جدھر دیکھو بڑے شہروں میں لوہے کے کھمبے، بتیسو کے ستون، ٹریم وے کی چھتیں۔ گھروں کے اندر سب جگہ اس کا رواج ہے۔ کیوں نہ ہو چیز بھی نہایت خوبصورت اور دیرپا ہے۔ اس کی تجارت سے مالامال ہو سکتے ہیں بشرطیکہ چیز اچھی ہو۔ اس کے بنانے کے دو نسخے درج کرتی ہوں۔

(نمبر ایک) سوڈا۔ آٹھ اونس۔ بورکس۔ آٹھ اونس۔ لاکھ کا گوند۔ دو پونڈ۔ پانی۔ ایک گیلن۔

سوڈا۔ بورکس اور پانی کو خوب اُبالو جب سب مل جاویں تو لاکھ کا گوند ملا دو۔ اگر زیادہ گاڑھا ہوجاوے تو پانی ملا دو۔ اب اس میں الومونیم پاؤڈر ملا دو۔ الومونیم پاؤڈر خوب باریک اور اعلیٰ قسم کا ہونا چاہیئے۔ اس کی مقدار صرف تجربہ ہی سے معلوم کرسکو گی تھوڑا تھوڑا ملا کر دیکھیں پھر برش سے کسی صاف شدہ لوہے یا لکڑی کی چیز پر روغن کرکے دیکھیں۔ یہ بیٹ۔ لکڑی۔ لوہا۔ کاغذ کپڑا سب کے لئے یکساں کارآمد ہے۔

Benzoin دس حصہ Amyl acetate دس حصہ Acetone نصف حصہ Proxylin دس حصہ

چاروں اشیا کو خوب ملاؤ اور الومونیم پاؤڈر ملا دو۔

(۶) لپ سٹک Lipstick کون نہیں جانتا کہ اس کا استعمال کس قدر ترقی کررہا ہے۔ بڑھیاں لڑکیاں سب اس کا استعمال کررہی ہیں مغربی سلطنتوں سے جہاں اور بہت سی فضول اشیا کا استعمال ہمارے ملک میں رواج بن رہا ہے ان میں ایک اس چیز کا رواج بھی ہو۔ فائدہ مند چیز ہے کہ نہیں مجھے اس سے بحث نہیں لیکن اس کی مانگ دن بدن ترقی پر ہے۔ اس لئے اس کا بہترین نسخہ لکھتی ہوں۔

کرمائین۔ ۱۰۰ حصہ۔ زنک اوکسائیڈ۔ ۵۰ حصہ۔ کریسائین موم۔ ۳۰۰ حصہ۔ بادام روغن۔ ۵۰ حصہ۔ نرم پیرافین۔ ۵۰۰ حصہ۔ ہیپر یونول۔ ایک حصہ۔ } واٹر باتھ پر رکھ کر موم اور تیل کو پگھلاؤ۔ پھر رنگ کو ایک کونڈے میں ڈال کر رگڑو۔ تھوڑا تھوڑا گرم شدہ موم بھی ملاتی جاؤ۔ سب کو خوب رگڑو جب سب ایک جان ہوجاوے تو گرم گرم سانچوں میں بھر دو۔

(۷) کسٹر آئیل کو صاف کرنا۔ ایک بوتل کسٹر آئیل۔ کولون سپرٹ تین اونس۔ ونٹر گرین آئیل۔ ۴ بوند۔ ساسافراس آئیل۔ ۲۰ بوند۔ الٹینازہ ۱۵ بوند سکرین ۵ گرین۔ ایک بوتل میں تیل ڈال کر اس قدر گرم پانی ملا دو۔ دس پندرہ منٹ تک خوب ہلاؤ۔ پھر اس کو ایک ایسے برتن میں جس کے پیندے میں ٹونٹی لگی ہوئی ہو بھر دو۔ اگلے دن نچلی ٹونٹی سے آہستہ آہستہ پانی کو کھینچ لو۔ کولون سپرٹ میں سیکرین اور خوشبودار تیل ملاکر اس صاف شدہ تیل میں ملا دو اور خوب ہلاکر رکھدو۔ دوسرے دن فلٹر کرلو۔ نہایت ہی اعلیٰ صاف اور بے ذائقہ تیل ہوجائے گا۔ یہ تیل جلاب کے لئے نہایت عمدہ چیز ہے۔

(۸) ملک پاؤڈر۔ سوڈا کاربونیٹ۔ ½ ڈرام۔ پانی ایک اونس۔ دونوں کو ملاکر اس میں ایک بوتل دودھ اور ایک پاؤنڈ سفید چینی ملا دو اور آگ پر چڑھا دو۔ اور خوب ہلاتی رہو۔ جب گاڑھا ہوجائے۔ طشتریوں میں پھیلا کر بھاپ پر خشک ہونے کو رکھدو۔

امۃ الحفیظ

سینما کا ٹکٹ

عنوان پیش نظر کہیں اس امر کا شاہد نہ ہو جائے کہ خدانخواستہ مجکو سینما سے شوق ہے یا شوق اس حد تک ہو چکا ہے جسے معقول انسان دیوانگی سے تشبیہ دیتے ہیں۔ بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ سینما بھی بعض اوقات جب تفکرات کے بوجھ سے انسان غم واندوہ کی دلدل میں دھنسا ہوا محسوس ہونے لگتا ہے۔ ایک خوشگوار ماحول پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ پھر یوں بھی ہوا ہے کہ بے فکریوں اور اطمینان کی ہنسی لے کر سینما داخل ہوئے اور خواب پریشان میں مبتلا ہو کر دلگیر واپس آئے۔

مجکو ہمیشہ سے بہترین فلم کا شوق رہا ہے۔ اور خصوصیت سے قدیم کلاسکس یا وکٹورین عہد کے افسانوں کی فلموں کو بنظر استحسان دیکھا کرتی ہوں۔ ہر آنے والے نئے فلم کو دیکھنا فرض نہیں سمجھا اور نہ گھریلو دشواریاں اتنی مہلت دے سکتی ہیں۔ پھر ہمسایوں رشتہ داروں اور دوستوں کا بھی کوئی حق ہم پر ہے یا نہیں؟ آخر نسائیات کے جوہر جن کے رکھ رکھاؤ میں ہمارے بزرگ بچھے جاتے تھے۔ کیا اس قدر جلد طاق نسیاں پر دھر دیئے جاتے؟

مگر خدا بھلا کرے بوا شگوفہ کو ہر قسم کی فلموں کا خبط تھا اور اس حد تک کہ جو فلم وہ دیکھ چکی ہوں وہ ان کے تمام رشتہ دار اور خصوصیت سے انیس وجلیس بھی دیکھیں۔ اس پر خیال آرائیاں کریں اور ان کے ہاں میں ہاں ملائیں۔

سیکڑوں بار زبردستی وہ تمام اخراجات کا بار اٹھا کر ہمیں سینما لے گئی ہیں۔ چونکہ ان کا مذاق بالکل مختلف ہی لہذا بیشتر فلموں کا خیر مقدم میں نے آنکھوں کو بند کر کے ہی کیا ہے۔ اور موقع ملنے پر کچھ ان کی ہاں میں ہاں بھی ملا دی۔ مگر ان کی طبیعت نہ بھری۔ انہیں تو اس بات کی ضد ہے کہ میں ہر بے ہودہ لغو فلم کا اپنی دل کی آنکھوں سے مشاہدہ کر کے صحیح اور ایمانداری کی تنقید کروں۔ کئی بار انہیں سمجھایا کہ بوا ادنیٰ لٹریچر اور واہیات فلمیں نہ دیکھا کرو۔ تمہارے ذوق طبع کی تضحیک ہوتی ہے۔ مگر ان کو تو تماشہ سے کام ہے۔ چاہے وہ نٹ بازیگر ہو یا ماہر جادوگر۔ اسی طرح مخرب اخلاق عشقیہ ناول پڑھنے۔ اور اعلیٰ لٹریچر سے لطف اندوز ہونے میں ان کی رائے میں چنداں فرق نہیں۔ وقت گزارنے کا یہ محبوب ترین مشغلہ ہے۔ مگر میں تو یہی کہوں گی کہ اول الذکر کتابیں وقت کو برباد اخلاق کو تباہ۔ اور دل کو ناپاک بناتی ہیں ان کی بجائے اخلاقی مفید تصانیف۔ سفرنامے۔ تاریخی واقعات۔ اور معاشرتی افسانے اگر زیر مطالعہ رہیں تو خیالات میں وسعت پختگی اور بلند نظری بڑھے گی۔ اور ایسے پند ونصائح اور معلومات سے پُر کتابوں کی خریداری سے ہمیں نفع ہی نفع پہونچے گا۔ اور ہماری قدردانی سے مصنفین کی حوصلہ افزائی بھی ہوگی۔ اس طرح قدر افزائی کے باعث اگر کتابیں جلد فروخت ہو گئیں تو وہ جلد اسی سرمایہ سے پھر کسی بہترین تصنیف کی اشاعت کا بندوبست کریں گے۔

یورپ میں ماہر مصنفین اسی قدردانی کی بدولت اس قدر جلد شہرت یافتہ ہو جاتے ہیں۔ اور زیادہ تر ایسی ہی مقبول عام تصانیف سینما کی رونق دوبالا کرنے میں کام آتی ہیں۔ مگر بی شگوفہ اس کو نہیں مانتیں۔

ابھی چند ہفتوں کی بات ہے۔ جون کا درمیانی حصہ تھا گرمیوں سے ہماری بُری حالت ہو رہی تھی۔ نہ بستر پہ بیٹھا جاتا تھا۔ اور نہ کوئی کتاب یا اخبار پڑھنے میں دل لگتا تھا۔ میں دوپہر کا ہلکا سا کھانا کھا کر اٹھی ہی تھی کہ ملازمہ نے پیاری سہیلی نگار کا ایک رقعہ لا کر دیا۔ اس میں لکھا تھا کہ آج کل گرمی سے پناہ ملنی یوں تو مشکل ہے۔ تم دو بجے تیار رہنا میں کار لے کر پہونچوں گی تمہارا محبوب فلم مرزا دلت آیا ہے۔ ٹکٹ میں نے خرید لیا ہے۔ صرف آج یہ تماشہ ہوگا۔ میں نے فوراً اپنی مستعدی کی خبر کر دی۔

بہت درست ہے اگر میوں میں پڑے کر وٹیں بدلنے سے تو یہ ہزار درجہ بہتر ہوگا کہ ائرکنڈیشنڈ سینما میں مزے سے ٹاکی پکچر سے مسرت اندوز ہوں۔ میں نے جلد منہ ہاتھ دھویا۔ اور ایک موٹی سلک کی ساڑھی باندھ لی۔ ساری تیاریاں ہو چکی تھیں مگر ابھی دو بجنے میں ۵ امنٹ کا وقفہ تھا کہ اتنے میں کار آ کر برساتی میں رُکنے کی آواز آئی۔ میں فرطِ مسرت سے اُچھل پڑی کہ لو نگار ۵ امنٹ پہلے ہی آگئیں۔ کچھ باتیں بھی ہو جائیں گی۔ مگر میری حسرت کی انتہا نہ رہی جبکہ شگوفہ کو اپنی طرف آتے دیکھا اُنہوں نے بجائے علیک سلیک کرنے کے مجھے دیکھتے ہی شرارت کی ہنسی ہنس کر کہا او ہوا خوب موقع پر آئی۔ معلوم ہوتا ہے آپ کو کسی کا انتظار تھا۔ میں نے جل کر کہا "نہیں میں تو سینما جا رہی ہوں نگار کے ہمراہ"۔

"ہوگا بھی اب تو میں اتنی دور سے تم سے ملنے آئی ہوں۔ اگر تم چلی گئیں تو اچھی مہمان نوازی ہوگی"۔

مگر میرا ٹکٹ . . . . . . "

"بھئی ٹکٹ کو چھوڑو بھی سینما میں ہزاروں خریدار مل جائیں گے۔ نگار فروخت کر دیں گی"۔ "نگار سے بھی وعدہ کر چکی ہوں وہ آتی ہی ہوں گی۔ یا کار بھیجیں گی" میں نے کہا "توج! ایسی بھی کونسی بے حمیتی ہے۔ میں آئی تمہارے پاس اور تم چلیں غیر کے پاس۔ نابوا میں تو آج تمہیں چھوڑوں گی نہیں"۔ شگوفہ جھلا کر بولیں۔ اب تو ایک طرف شوق کی پامالی اور دوسری طرف دوست کی دل شکنی کا خیال ستا رہا تھا۔ اس پر بی شگوفہ کا یہ اصرار مجھے زہر سا معلوم دے رہا تھا۔ یوں تو بارہا ان کے عامیانہ مذاق سے میں دل برداشتہ ہو جاتی تھی مگر اس وقت میں نے عہد کر لیا کہ اب ان سے راہ و رسم بالکل ترک ہی کر دوں گی عجیب لاابالی طبیعت کی لڑکی ہے۔

شگوفہ بار بار مجھے چھیڑتی جاتی تھیں کہ خیر جانا ہی ہے تو ہمیں کیوں محروم رکھا ساتھ لیتی چلو۔ مگر نگار کو اس کی ایک ادا نہ بھاتی تھی میں اس کو ساتھ لے جاتی تو کیسے۔ عجب گویم مشکل و گر نگویم مشکل کا معاملہ تھا۔ اگر یہ کہتی ہوں کہ شگوفہ آئی ہے میں سینما نہ جاؤں گی تو نگار کی دل شکنی کے علاوہ اس کے روپیہ کا بھی نقصان ہوگا۔ اور اگر جاتی ہوں تو اس پر بھی شگوفہ کی ہمراہی کی وجہ سے نگار کی خفگی کا ڈر تھا۔ کہ وہ کہیں مجھ سے نہ بیزار ہو جائیں۔ آخر کار میں نے عاجزی سے شگوفہ سے التجا کی کہ بُوا مجھے اکیلے ہی جانے دو اس کے عوض میں کل تمام تمہارے ہاں رہوں گی۔ بلکہ چاہو تو کسی سینما میں بھی لے جاؤں گی۔ مگر وہ بھلا ماننے والی کب تھی۔ اتنے میں نگار بھی آ پہنچیں۔ اور جلد چلنے کا تقاضہ شروع ہو گیا۔ مجکو بھلا کیا خبر تھی کہ بی شگوفہ مجھے زک دینے کا عہد کر کے نکلی ہیں۔ پانچ ہی منٹ بعد یکایک میری ممانی جان جو رشتہ میں شگوفہ کی خالہ بھی تھیں تشریف لائیں۔ میرا دل اندر سے بیٹھ گیا۔ "مرزا ابل" کی تصاویر پہنچنے کی صورت

میں میرے ارد گرد دکھائی دینے لگیں۔ آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ فانیین کی حسین ہیکر مجھے منہ چڑاتی دکھائی دینے لگی۔ میرے اللہ کیا یہ کوئی پُراسرار سازش تھی۔ یا قسمت کی ستم ظریفی کہوں۔

اب تو ممانی جان کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔ اُس پر طرّہ یہ کہ شگوفہ نے ہمارے سینما جانے کا تذکرہ بھی چھیڑ دیا۔ اب کیا تھا ہزاروں فقہ حدیث اس کی عدم جواز میں پیش ہوئیں۔ بیشمار بُرائیاں ہونے لگیں۔ نوج! ان کے بزرگ کیسے بے پروا ہیں۔ کہ لڑکیوں کو کھُلے بندوں سینما تھیٹر ناچ رنگ میں ۸ پہر مشغول رہنے دیتے ہیں۔ آج کو سینما دیکھیں گی۔ کل کو وہ خود پارٹ لینے لگ جائیں گی۔

اس پر نگار نے جی کڑا کر کے کہا ممانی جان بے ادبی معاف کیجئے۔ پرسوں جو آپ کے بھانجے کی سالگرہ تھی اس میں نگوڑی میراسنیں جن کی نہ زبان درست نہ لباس عمدہ نہ صورت ہی کچھ دیکھنے کے قابل اس پر اخلاقی حالت اس قدر رزدہ کہ سوائے گالیوں کے وہ منہ نہ کھولتی تھیں۔ اور گالیوں کے ساتھ ساتھ نہایت ذلیل اور بیہودہ اشارے کنائے بھی کرتی جا رہی تھیں۔ انہوں نے "لیلےٰ مجنوں" کا ڈرامہ جو کیا تھا کیا وہ دیکھنا اور سننا گناہ نہ تھا۔ وہ تو آپ لوگوں نے بڑے چاؤ سے دیکھا اور گالیوں کے عوض میں روپے پھاور دئے۔ اگر ہم ایک مہذب اخلاقی ڈرامہ کم سے کم خرچ میں دیکھ آئے تو کیا۔ ماسوا اس کے احادیث میں ہم نے بھی دیکھا ہے کہ میراسنوں کی قسم کی بازاری عورتوں سے مردوں کے برابر حجاب لازمی ہے۔ کیونکہ ان کی اخلاقی حالت نہایت بُری ہوتی ہے۔ ان کا کیرکٹر ہرگز اس کا مجاز نہیں کہ وہ شریف بہو بیٹیوں کے درمیان نشست و برخاست کریں یا پھر خرافات و اخلاق سوز باتیں سنائیں۔ نگار کی بات معقول تھی مگر ممانی جان تو ہٹ دھرمی سے برابر یہی کہے گئیں۔ کہ باوا آدم سے جو ہوتا آیا ہے سب جائز ہے۔

میں نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر قسم کھالی کہ اب ہمیشہ سے ٹکٹ سینما کا نہ لوں گی۔ کیونکہ یہ بلا کوئی نو بجے رات کوٹلی اور شگوفہ کے ساتھ ممانی بھی رخصت ہوئیں۔ معلوم ہوا کہ میری ملازمہ سے شگوفہ نے پروگرام سُن کر چپکے سے ممانی جان کو بلا لیا تھا در اصل یہ ایک خوفناک سازش مجھے روکنے کے لئے کی گئی تھی۔

جمیلہ بیگم کلکتہ

بیوی کی قبر پر

دہلتا ہے دل اندوہگیں اس عالم ہو سے
بلائیں ہیں کہ پستی جا رہی ہیں مجھکو ہر سو سے

یہ تاریکی یہ قبرستان کی پرہول سنسانی
ٹپکتی ہے بھیانک جھاڑیوں سے کتنی ویرانی

نظر آتے ہیں گویا ہر طرف لیٹے ہوئے مُردے
ٹھہر جائیں یہاں اک رات کس کے اتنے دل گُردے

نظر اُٹھتی نہیں دہشت کے مارے دل دہلتا ہے
خدا جانے کسیکا جی یہاں کیسے بہلتا ہے

یہ تم یہ کنج مرقد یہ بیاباں اُف یہ تنہائی
نہیں معلوم تم کو کوٹھری یہ کیوں پسند آئی

کہو وہ کیا ہوا سایہ سے ڈرنا وہم کے مارے
بھلا کچھ یاد ہے وہ رات وہ چھٹکے ہوئے تارے

کہ جب تم سے نکل کر صحن میں آیا نہ جاتا تھا
بھرے گھر میں نہ جانے کون تم کو یوں ڈراتا تھا

یہاں تو آدمی کوئی نہ آدم زاد بستا ہے
اندھیرے کی گھٹا ہے خوف ہر جانب برستا ہے

مگر تم ہو کہ گویا محو خواب ناز ہے کوئی
یہ خواب ناز کیسا بلکہ اس میں راز ہے کوئی

اُسے بھی نیند یوں آئے پڑا ہو دور جو گھر سے
بچھونا ہو زمین کا اور اوڑھے ہو کفن سر سے

یہ جنگل یہ گھٹائیں اور یہ ساون کی برساتیں
یہ ہر سو گھپ اندھیرا اور یہ بھیگی ہوئی راتیں

تمھارے لاڈلے روتے ہیں جھوے کے بہانے سے
غرض ہے آج کل ان کو فقط آنسو بہانے سے

نہیں آتا ابھی ان کم سنوں کو غم منانا بھی
بہانے کرکے روتے ہیں نہیں بنتا بہانا بھی

اگر رونا تو کھانے کے لئے روئے چلے جانا
تمھاری یاد میں رو رو کے یوں ہی جی کو بہلانا

مرا یہ حال ہے آنسو جو نکلے پونچھ لیتا ہوں
مشیت ہے کہ کشتی صبر کی خشکی میں کھیتا ہوں

جو آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں بچے گھیر لیتے ہیں
ہمیں اس طرح تکتے ہیں کہ ہم منہ پھیر لیتے ہیں

نہ یارا ہے تحمل کا نہ رونے کی اجازت ہے
ہمارے واسطے پیہم مصیبت پر مصیبت ہے

یہ بھولا پن ستم ہے ۔ صبر ہم ناچار کرتے ہیں
چلو ماں کے وہاں بچے یہی اصرار کرتے ہیں

لڑائی تم نے ان بچوں سے بھی کیا برمحل کی ہے
اگر ہم بھی کریں یہ ہی! کہ خود تم نے پہل کی ہے

پڑا ہے آج تک اُلجھا ہوا بستر مسہری پر
گزر جاتی ہے ساری رات ان بچوں کو سمجھا کر

تمھارے بعد اب ہم کو تمھاری قدر ہوتی ہے
لہو کے آنسوؤں پھوٹی ہوئی تقدیر روتی ہے

چلو اک بار پھر گھر کو کہ گھر آباد ہو جائے
جو تم چاہو تو پھر دل شاد یہ ناشاد ہو جائے

تمھارے نازنینوں سے کہو تو کیا کہا جائے
کہ ساری عمر صوفی کی طرح رو کر رہا جائے

سید عبدالرحمن لکھنوی

تجربہ کی باتیں

خانہ داری کے سلسلہ میں سلیقے اور معلومات کی بہت ضرورت ہے۔ بہت سی ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں کہ اگر سمجھ سے کام لیا جائے تو کسی پریشانی کا سبب نہیں ہوتیں مثلاً اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لیموں تراش کر نصف استعمال کیا اور باقی رکھ دیا اگر اسے تھوڑی دیر استعمال نہ کیا جائے تو وہ جلد خاص طور پر گرمی کے موسم میں خشک ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر سلیقہ سے کام لیا جائے تو لیموں کا کوئی حصہ بیکار نہیں جا سکتا۔ طریقہ یہ ہے کہ بقیہ لیموں کو چینی کی پلیٹ پر شیشہ کی گلاس سے ڈھانک دیا جائے اس طرح تراشا ہوا لیموں گرد و غبار سے محفوظ رہے گا اور چونکہ ہوا اس تک نہ پہونچ پائے گی اس لئے خشک نہ ہوگا۔

ریشمی فیتوں کو صاف کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے انہیں کسی اچھے صابن سے دھو ڈالیں اس کے بعد چائے کا ایک چمچہ ٹارٹرک ایسڈ Tartric acid ٹھنڈے پانی میں حل کر کے فیتے کو ڈبو دیں۔ ذرا دیر بعد خشک کر لیں۔ اور استری کر لیں۔ فیتہ بالکل نیا معلوم ہوگا

اگر ریشمین کپڑوں میں آگ کا داغ لگ جائے تو بہت بدنما معلوم ہوتا ہے۔ بظاہر تو داغ دور کرنا دشوار نظر آتا ہے لیکن تھوڑی سی محنت سے اسے بآسانی دور کیا جا سکتا ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ پیاز کا ٹکڑا کاٹ کر اس داغ پر ذرا دیر ملیں اس کے بعد سرد پانی ذرا سا ہائیڈروجن پر اکسائیڈ Hydrogen Peroxide ملا کر اس میں کپڑے کو دو تین منٹ تک بھیگنے دیں پھر اسے ہوا میں خشک کر کے ہلکا گرم لوہا پھیر دیں۔ داغ دور ہو جائے گا۔ اگر دری یا قالین پر چکنائی کا داغ لگ جائے تو جس قدر جلد ہو سکے اس پر بلاٹنگ پیپر رکھ کر گرم استری کر دیجئے۔ اگر ایک بلاٹنگ پیپر بہت سی چکنائی جذب کرے تو اسے پھینک کر اس کی بجائے دوسرا رکھ دیجئے۔ اگر پھر بھی داغ دور نہ ہو۔ تو فلالین کا ایک ٹکڑا اسپرٹ آف ٹرپنٹائن Spirit of Terpentine میں بھگو کر اس پر احتیاط سے ملئے۔

اگر فرش پر (جس پر پالش نہ کی گئی ہو) چربی وغیرہ گر جائے تو فوراً اس پر پانی ڈال دو۔ اس سے چربی جم جائے گی۔ اور فرش کے ریشوں میں نہیں گھسے گی۔ اس کے بعد بآسانی دور کیا جا سکتا ہے۔

سفید کپڑوں پر زنگ کے داغ لگ گئے ہوں تو کھٹے دودھ سے جاتے رہیں گے۔

انگریزی جوتے پر داغ پڑ گئے ہوں۔ تو ان پر تارپین کا تیل لگا کر کسی اخبار کے کاغذ سے صاف کر ڈالو۔

آتش دان کی چمنی میں جب دھوئیں سے کالک جم جاتی ہے۔ تو اسے صاف کرنے میں دشواری ہوتی ہے اور اس کام کے لئے مزدور لگانے پڑتے ہیں۔ حالانکہ چمنیوں کی کالک بہت آسانی سے صاف کی جا سکتی ہیں۔ جب چمنی کو صاف کرنا ہو تو آتش خانہ میں آگ سلگا دیں۔ جب اس کے شعلے بھڑکنے لگیں۔ تو اس پر تھوڑی سی گندھک ڈال دیں ساری جمی ہوئی کالک جھڑ کر نیچے آ جائے گی۔

مس صالحہ عبد الحکیم قادری۔ کلکتہ

ساس

بڑی مدت کے بعد رادہا کی مراد بر آئی۔ اس لئے نہیں کہ وہ اپنے بیٹے بہو کو دیکھ کر پھولی نہ سمائے گی۔ اُس جگل جوڑی پر قربان جائے گی بلکہ اس لئے کہ آج اُسے بھی ساس بننے کا موقعہ ملا۔ اپنی ساس کے کئے ہوئے مظالم کا بدلہ وہ نئی دلہن سے لے گی۔ وہ نوشگفتہ کلی جو ہانوں کی خاطرداری اور رشتہ داروں کی نازبرداری کے بعد ایک بڑی سلطنت کی باجگذار ریاست کی طرح اُس کے تحت میں ہو گی۔ وہ اُس پر اُن تمام سزاؤں کو دوہرائے گی جن کے لئے اُسے خود گھنٹوں آنسو بہانے پڑتے تھے۔ ایسی جگہ شادی کر دینے پر اپنے ماں باپ کو کوسنا پڑتا تھا وہ بھی ویسی ہی جاہل تھی جیسی اُس کی ساس تھی۔ فرق اتنا تھا کہ جب وہ بیاہی آئی تھی وہ نوعمر، شیریں دہن خوش گفتار تھی۔ اور اُس کی ساس ایک عمر رسیدہ تلخ مزاج، ترش رو، زبان دراز ضعیفہ۔ لیکن اُس کی شیریں زبانی کا زمانہ اُسی وقت تک رہا جب تک وہ حیا کی وجہ سے آنچل کا پلہ پیشانی سے ذرا نیچے کئے رہتی تھی۔ ساس کے پاؤں دباتی اور خدمت بجا لاتی تھی جس روز سے اُس کی ساس مری اُس کے دل میں بھی ساس بننے کا خیال جاگزیں ہوا۔ اُس روز سے وہ بھی ویسی ہی کرخت۔ ویسی ہی ترش رو۔ ویسی ہی زبان دراز بن گئی۔ وہ سنجیدگی کی پتلی بننے کی کوشش کرتی تھی۔ گھر میں سب پر حکم چلاتی تھی۔ لڑکے کی شادی پر سب مبارک باد دیتے۔ وہ مسکرا کر شکریہ ادا کر دیتی۔ اب اُس کا وقار بڑھ گیا تھا۔ اب وہ ساس تھی۔ بہو کے خاوند کی ماں تھی۔ اُس پرائے گھر کی لڑکی پر جسے اُس کا بیٹا پنچوں کے بیچ میں اپنی بنا کر لایا تھا۔ اُس کا سولہ آنے قبضہ تھا۔ اُس کا یہ اصول نہ رہا تھا کہ بہو کو بیٹی کی طرح رکھنا چاہیئے۔ اُس کا یہ بھی خیال ہو گیا تھا کہ بہو ادب کا مجسمہ اور زرخرید غلام سے بڑھ کر ہونی چاہیئے۔ چنانچہ لیلا بے زبان بھیڑ کی طرح رادھا جیسی ظالم ساس کے پالے پڑ گئی۔ لیلا پڑھی لکھی تمیزدار، سلیقہ شعار لڑکی تھی۔ اُس کی ماں نے پرائے گھر کا خوف دلا کر اُسے خانہ داری کے دھندوں میں ہوشیار کر دیا تھا۔ کھانا پکانا۔ سینا پرونا۔ صفائی۔ چیزوں کو رکھنے سنگوانے کا قرینہ۔ گانا بجانا۔ اور پڑھائی میں تو وہ مڈل کا امتحان پاس کر چکی تھی۔ لیکن رادہا کے وہ بالکل ناک تلے نہ آئی۔ رادہا اُس کے ہُنر کی طرف سے آنکھ بند کر کے اپنے ساس پن کی وجہ سے اُس میں ہمیشہ عیب جوئی کرنے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔

"اتنی دیر میں سو کے آئی ہیں نواب زادی۔ باپ کے گھر سے دو چار نوکر کیوں نہ لیتی آئیں۔ جو دھندا کر دیا کرتے۔ کچھ بڑے بزرگوں کا شرم لحاظ تو رکھا کرو۔ آج کل کی لڑکیوں نے حیا کا برقعہ بالکل اُتار کر ہی پھینک دیا ہے"

سالن ترکاری میں اگر کبھی گھی زیادہ پڑ گیا تو کہہ اُٹھتیں "بہو رانی کی آنکھیں پھول رہی ہیں گھی کے نال بہائے جا رہے ہیں۔ جیسے پانی کے مول آ رہا ہو۔ اس میں دام لگتے ہیں دام" اگر گھی کم پڑ جاتا تو کہنے لگتیں "نہ جانے کس کنگال گھر کی آئی ہے۔ ہر بات میں جان سوکھتی ہے۔ کھانا کرتی ہے کرم پھوڑتی ہے"

غرض نقص ہر کام میں نکالا جاتا تھا۔ رادھا کی تیوری کے بل رکھے تھے۔ اُسے گھمنڈ تھا کہ وہ ساس ہے۔ سب کچھ کہنے کی حق دار ہے۔ ایک بات جو اُسے سخت ناگوار تھی وہ لیلا کا پڑھنا لکھنا تھا۔ خواہ وہ کتنا ہی فرصت کا وقت نکال کر اخبار یا کتاب ہاتھ میں لیتی لیکن رادہا کو

برسنے کا موقعہ مل جاتا۔ آج بدھ کا دن ہے لڑکے کے کُرتے نہیں بیونتے۔ وہ تکیئے کے غلاف کچے ہوئے رکھے ہیں۔ اُن میں بخیہ لگاتے ہاتھ ٹوٹتے ہیں۔ نواب زادی کتاب پڑھ رہی ہیں۔ میاں نے یہ اچھا ہُنر سکھلا دیا ہے۔

برج ناتھ آخر نوجوان تھا۔ اس کے دل میں اُمنگیں تھیں۔ شادی کس رشتے کا نام ہے اِس بات کا اُسے احساس تھا۔ لیلا میں وہ کوئی کمی نہ پاتا تھا۔ وہ جملہ خوبیوں کا مُرقع تھی۔ لیکن رادہا اُس کی ماں تھی اور وہ بھی دل وجان سے چاہنے والی۔ وہ اُس کا اکلوتہ لڑکا تھا۔ اُس پر وہ اپنا پورا حق رکھتی تھی۔ مگر حکومت کا نہیں پیار کا اگر وہ لیلا کے لئے کوئی چیز لاتا تھا۔ تو اُسے شاق گذرتی تھی۔ اگر وہ لیلا سے زیادہ دیر تک بات چیت کرتا تو رادہا کے لئے ناقابل برداشت ہوجاتا۔ خودغرض رادہا اس بات کی متمنی تھی کہ برج ناتھ جو اُس کی گودیوں میں پل کر بڑا ہوا ہے۔ اپنی بیوی کی طرف اتنا ملتفت نہ ہو۔ لیکن یہ بات قطعی خلاف فطرت تھی۔ شادی کے بعد انسان کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم واقع ہوجاتا ہے۔ مادرانہ محبت کے ساتھ ساتھ بیوی بھی محبت میں شریک ہوجاتی ہے۔ اور ماں کی بے لوث محبت بیوی کی نئی اور پُرجذبات محبت کے سامنے کچھ ماند پڑجاتی ہے۔ رادہا یہ نہ جانتی تھی۔ یا جانتی تھی تو بھی بھلانے کی کوشش کرتی تھی۔ وہ ہمیشہ اس امر کی جستجو میں لگی رہتی تھی کہ خاوند بیوی میں وہ ربط قائم نہ ہونے پائے جس سے برج ناتھ اُس کی طرف سے لاپرواہ ہوجائے۔ اسی لئے وہ ہمیشہ برجناتھ کا دل لیلا کی طرف سے پھاڑنا چاہتی تھی۔ برج ناتھ ماں کا فرماں بردار اور سعادت مند بیٹا تھا۔ وہ ماں کی محبت کا احساس کرتا تھا۔ لیکن وہ اُس کے عندیہ کو نہ سمجھ سکا۔ رادہا کو جب کبھی موقعہ ملتا تھا وہ لیلا کے خلاف اُس کے سامنے شکایتوں کے دفتر کھول دیتی۔ یہ ایسی ہے یہ ویسی ہے اس نے یہ نہیں کیا وہ نہیں کیا۔ گلی محلے پاس پڑوس کی عورتیں جب جمع ہوتیں تو یہی تذکرہ۔ بہو بڑی خودسر ہے۔ خاک کام نہیں جانتی۔ ہر بات میں شیخی جتاتی ہے۔ دو حرف انگریزی کے کیا پڑھ گئی ہے ہر وقت ناک سے دیدے لگائے رہتی ہے آخر میکے والوں کا اثر تو آئے اور بھر آئے۔ شادی میں جہیز دیا ہے۔ نرے سڑے پوتڑے جنہیں ہمارے نوکر تک فقیروں کو دے دیں۔ کہلاتے ہیں رئیس زمیندار۔ خاک پڑے ایسی امیری پر"

عورت سب کچھ سہنے کے لئے تیار ہے لیکن اپنے میکے کی اپنے باپ بھائی کی برائی برداشت نہیں کرسکتی۔ اور سوائے رو کر آنسو پونچھ لینے کے اُس کے پاس کوئی سہارا بھی نہیں رہ جاتا۔ لیلا کے پاس بھی اُن تمام حملوں کے لئے محض آنسوؤں کی ڈھال تھی۔

ایک روز کچھ عورتیں گھر میں آئی تھیں۔ حکم ہوا کہ ایک گلاس پانی لائے۔ لیلا پانی لا رہی تھی۔ چوکھٹ سے ذرا ٹھوکر لگی اور پانی کچھ چھلک گیا۔ پاس بیٹھی ہوئی ایک پڑوسن پر دو چار چھینٹے جا پڑے۔ اب کیا تھا رادہا نے اپنے ساس پن کا پورا فائدہ اُٹھایا۔ اُس نے بہو کی دس پشتوں تک کو پُن ڈالا۔ کتنی بدتمیز ہے۔ بے شعور ہے۔ ذرا سا کام بھی سلیقے سے نہیں کرسکتی۔ میرے پر جو کے تو کرم پھوٹ گئے جو یہ کُلچھنی بیاہی آئی" لیلا اپنے کمرے میں جاکر دیر تک روتی رہی۔ اس تشہیر کا اثر یہ ہوا کہ پاس پڑوس کی عورتیں بھی سمجھنے لگیں کہ لیلا در اصل بدتمیز خودسر اور ناقابل قدر ہے۔ دو چار پڑوسیوں نے بھی برج ناتھ سے اس امر کا ذکر کیا کہ ہم نے سنا ہے تمہاری بیوی تمہاری والدہ کو بڑا پریشان کرتی ہے۔ گستاخی سے پیش آتی ہے۔ اُن کی حکم عدولی کرتی ہے۔ اس کا تو بھائی انتظام کرنا چاہیئے تمہاری ڈھیل ڈھال سے ہی شاید ایسا ہوتا ہوگا۔ کہ منہ لگائی ڈومنی گائے تال بے تال۔ ابھی سے ٹھیک نہ کروگے تو تمہیں بھی آنکھیں دکھانے لگے

لگے گی۔ گربہ کشتن روزِ اول۔

ان چہ میگوئیوں سے برج ناتھ کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ وہ بدتمیزی کو برداشت کرسکتا تھا لیکن ماں کی بے عزتی اُسے ہرگز گوارہ نہ تھی۔ اُس نے دو تین مرتبہ لیلا سے اس بات کا گلہ بھی کیا۔ لیکن لیلا کے پاس اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے کوئی ثبوت نہ تھا۔ وہ اپنے ماں باپ بھائی بہن کو چھوڑ کر اس گھر میں آئی تھی حالانکہ یہاں سب کو اس کا ہمدرد ہونا چاہیئے تھا۔ برعکس اِس کے سب اُس سے بدظن تھے۔ وہ خود بھی اپنی صفائی پیش کرنا نہ چاہتی تھی۔ اور جب کبھی برج ناتھ اُس سے شکایت کرتا وہ خاموش ہوکر تمام قصور اپنے سر لے لیتی۔ وہ ساس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرکے برجناتھ کی زندگی کو ناخوش گوار نہیں بنانا چاہتی تھی۔ رفتہ رفتہ واقعی برجناتھ کا دل اُس کی طرف سے پھٹ گیا۔ اب وہ دفتر سے آنے کے بعد دیر تک اپنی ماں سے اِدھر اُدھر کی گفتگو کرتا رہتا یا کہیں سیر سپاٹے کو چل دیتا۔ وہاں سے رات کو دس گیارہ بجے آکر سو رہتا۔ لیلا پر جب تک خاوند کی نظر التفات و کرم تھی وہ ہر قسم کے طعنے تشنیع بُرائی بھلائی سہتی رہی لیکن خاوند کی بے اعتنائی نے اُس کا شیشہ دل چُور چُور کردیا۔ چند روز بعد بچہ ہونے والا تھا۔ اُس پر بھی ظالم ساس اور بے وقوف خاوند نے اُس کا خیال نہ کیا۔ عورت اپنے مالک کی شکل کی طرف نہارا کرتی ہے۔ اگر اُس کے چہرے پر ذرا سی بھی افسردگی ہوتی ہے تو اُس کا دل بھی مُکدر ہوجاتا ہے۔ اور ہر ممکن طریقے سے اُس کے دل کو تسکین پہنچانا چاہتی ہے۔ لیکن وہ بدنصیب تھی۔ اُس کی ساس نے محض ساس بننے اور اپنا وقار قائم رکھنے کے لئے اُس کی اور برج ناتھ کی زندگی تلخ کردی تھی۔ لیلا نے شریف گھرانے میں پرورش پائی تھی۔ محبت پریم اور یکجہتی کا سبق سکھایا تھا۔ اُسے چھل فریب لگانے بجھانے سے سخت نفرت تھی۔ اگر وہ بھی خاوند کے کان بھرتی اور اُلٹی سیدھی لگاتی بات کا بتنگڑ بناتی تو شاید بڑھیا کا جینا بھی دُوبھر ہوجاتا۔ لیکن وہ اپنے فرض کو سمجھتی تھی۔ اِسی وجہ سے نقصان اُٹھا رہی تھی۔ وہ گھر کا کام دھندا کرتی تھی۔ لیکن اُس کی خوراک روز بروز کم ہوتی جاتی تھی۔ دن بدن اُس کی تندرستی اُسے جواب دے رہی تھی: بچہ ہونے والا تھا۔ لڑکا پیدا ہوا۔ کمزور نحیف۔ روئی کے گالوں میں رکھا گیا۔ لیلا کے جسم پر گوشت نہ تھا۔ وہ ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ تھی۔ دوسرے روز بخار ہوا۔ تین روز ایڑیاں رگڑ کر وہ عالم بقا کو سدھاری۔ بچہ پہلے ہی کمزور تھا آغوش مادری اُسے نصیب نہ ہوا تھا۔ وہ کتنے روز جیتا۔ رادھا نے جان توڑ کوشش کی کہ بچہ بچ جائے۔ لیکن غیب سے آواز آئی کہ ناوان جب تو نے ہیروں کی کان کی قدر نہ کی تو اُس کے ہیرے کی کیا حفاظت کرے گی۔ بیس روز زندہ رہکر بچہ بھی ماں کے پاس چلا گیا اور گھر ویران ہوگیا۔ رادھا برج ناتھ کی دوسری شادی کرنا چاہتی ہے۔ چیز کو کھو کر ہی اُس کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ وہ جلد سے جلد پھر ساس بننا چاہتی ہے لیکن لڑکی والے اپنی لڑکیوں کو رادھا جیسی ساس کے حوالے کرنے سے یہ بہتر سمجھتے ہیں کہ اپنی لڑکیوں کو بھاڑ میں جھونک دیں +

دلیش بھوشن بھٹناگر دہلوی

عورت اور مرد کی جنگ

اس زمانہ کی لڑکیاں اپنے فرائض کی ادائیگی میں جو غفلت کرتی ہیں اس کا احساس سب کو ہو رہا ہے یہ شکایت نہ صرف مشرق میں بلکہ مغرب میں بھی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ ستمبر کے پرچہ میں جمیلہ بیگم صاحبہ نے اداب ملاقات سے لڑکیوں کی ناواقفیت کے متعلق لکھا ہے۔ اس سے پہلے بھی کئی بہنیں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کر چکی ہیں۔ جو بہت حد تک حقیقت پر مبنی ہیں۔ بہت سی لڑکیاں جن میں اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی شامل ہیں معمولی سلائی دکھانا پکانا نہیں جانتیں۔ اگر ان سے وجہ دریافت کی جائے تو کہتی ہیں کہ ہمیں سکھایا ہی نہیں اور یہ درست بھی ہے۔ کئی تعلیم یافتہ لڑکیوں کی ماؤں کو فخریہ کہتے سُنا گیا ہے۔ کہ ہماری لڑکیوں کو روٹی پکانی نہیں آتی۔ کیونکہ کتابیں پڑھ کر ضرورت کے وقت پکالیں گی۔ تجربہ بتاتا ہے کہ یہ خیال غلط ہے۔ ڈکنس DICKENS کی مشہور کتاب "ڈیوڈ کاپر فیلڈ" میں ڈیوڈ کی کم عمر ناتجربہ کار بیوی کتاب کھول کر سامنے رکھ لیتی ہے اور گوشت پکانا شروع کرتی ہے۔ لیکن گوشت اس قدر سخت اور جلا ہوا ہوتا ہے کہ کُتا بھی نہیں کھا سکتا۔

ایک دفعہ کالج گرمیوں کی تعطیلات کے لئے بند ہو رہا تھا۔ آخری دن بجائے لکچر سننے کے لڑکیوں نے پروفیسر صاحبہ سے باتیں شروع کردیں باتوں باتوں میں انگریز پروفیسر صاحبہ نے سوال کیا۔ تم میں سے کون کون کھانا پکا سکتی ہے تیس لڑکیوں کی کلاس میں سے بمشکل دس بارہ نے اثبات میں جواب دیا۔ انھوں نے پھر کہا۔ میرا مطلب معمولی کھانے سے ہے۔ اگر میرے پاس ملازم نہ ہو تو میں اپنے لئے کھانا تیار کرسکتی ہوں۔ اس پر بھی تعداد زیادہ نہ ہوئی تو انھوں نے کہا ہمیں چاہئے کہ عورت رہ کر مردوں کے کام کریں نہ کہ مرد کی برابری کریں اپنی نسوانیت سے ہی ہاتھ دھو بیٹھیں، یہ خیالات تھے ایک ایسی خاتون کے جو ہماری نظروں میں موجودہ زمانہ کی آزاد نما عورت کا مکمل نمونہ تھی۔ عادات و لباس میں وہ بالکل مرد تھی لیکن اس کے خیالات کا مقابلہ نسوانیت کا دعویٰ کرنیوالی قوم کی لڑکیوں سے کریں تو معلوم ہوگا کون بہترین عورت ہے یہ نقص مرد و عورت کی جنگ کا شاخسانہ ہے جس میں آزادی کی خواہاں خواتین کا ایک فرقہ نقالی کا غلط طریقہ استعمال کر رہا ہے اور اپنے آپ کو پہلے سے بھی زیادہ مضبوط زنجیروں میں جکڑ رہا ہے۔ اور مرد کی نقالی میں اس فرقہ کی خواتین اپنی ہستی کو بھی گم کر رہی ہیں۔

دوسرے فرقہ کی خواتین مرد کو ہر بات کا قصوروار سمجھنا اپنا فرض خیال کرتی ہیں۔ اس جذبہ کو وہ مضامین و تقاریر کے ذریعہ پھیلاتی ہیں۔ اس قسم کا ایک مضمون مرد کے برتاؤ کے عنوان سے 'عصمت' کے کسی پرچہ میں شائع ہوا ہے اس کا جواب بھی ایک صاحب کی طرف سے شائع ہوچکا ہے بس ان کے دلائل دوہرانا نہیں چاہتی۔ لیکن یہ ضرور کہوں گی کہ اگر عورت نے خود کو غلام بنایا ہے تو اس کی ذمہ دار وہ خود ہے۔ عورت، ساس، بہو، سوتیلی ماں، نند، بھاوج کی صورت میں خود اپنی دشمن ہے۔ اگر مرد بیوی کو لونڈی سمجھتا ہے تو یہ گھر کی حکمران عورتوں کا قصور ہے۔

لڑکے اور لڑکیاں ایسے ماحول میں پرورش پاتے ہیں. جس میں لڑکی کو اپنی کمزوری اور محکومی کا اور لڑکے کو اپنی برتری حکومت کا احساس ہر وقت ہر لمحہ ہوتا ہے. یہ ماحول بھی عورتوں کا پیدا کردہ ہے. ایسی فضا اگر حاکم مرد اور غلام عورتیں پیدا نہ کرے تو یہ قانون قدرت کے خلاف ہوگا.

صدیوں سے مرد حکومت کا عادی ہے وہ محض مضامین و تقاریر سے عورت کو اس کے جائز حقوق واپس نہ کرے گا. بیشک پروپیگنڈا بہت ضروری ہے لیکن عمل اس سے بھی ضروری ہے. ماں بچے کے خیالات جس طرح چاہے بنا سکتی ہے. کیا وجہ ہے کہ وہ مرد کو عورت کا خیر خواہ نہ بنا سکے. اگر شروع سے ہر ماں اپنا اصول بنائے کہ وہ اپنے لڑکے اور لڑکیوں میں مساوات کا استعمال کرے گی. بھائیوں کے دل میں بہنوں کی عزت پیدا کرے گی اور لڑکیوں کو صحیح معنوں میں عورت غلام نہیں بلکہ آزاد عورت جیسے اپنے فرائض کا احساس ہو بنائیگی. اگر ہر خاتون عہد کرلے کہ وہ زندگی کے ہر شعبے میں اپنی صنف کی خودداری کو قائم رکھیگی. تو کھوئے ہوئے حقوق خود بخود مل جائیں گے. محکومی و غلامی کی جگہ برابری و عزت ہوگی. لیکن اس جنگ کے لئے نقالی اور اپنے فرائض سے بے اعتنائی نہیں. بلکہ عمل اور اپنے فرائض کا احساس لازمی ہے نسوانیت کو کھونے کی نہیں بلکہ اسے قائم رکھنے کی ضرورت ہے.

سکینہ چراغ الدین بی اے (آنرس)

ایک نیا تجربہ

یکایک میرے والدین کا انتقال صرف ہارٹ فیل ہونے سے چھ مہینہ کے اندر ہوگیا اور اس ناگہانی قیامت سے میرے دل کو جس قدر بھی صدمہ ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔ اختلاج قلب کی شکایت مجھکو پہلے بھی تھی لیکن بہت خفیف مگر اس واقعہ نے میرے دل و دماغ کو بالکل بے قابو کر دیا۔ دن رات کے چوبیس گھنٹے میں میرے دل کو ایک منٹ بھی سکون نہ تھا۔ نہ گذرنے والوں کے خیالات پیچھا چھوڑتے تھے نہ دل کی دھڑکن کم ہوتی تھی۔

ایک روز میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا کہ مجھکو نماز کے واسطے نصیحت فرما رہے ہیں۔ دوسرے روز میں نے پنجوقتہ نماز پابندی سے شروع کر دی۔ ہر نماز کے بعد اپنے والد کی مغفرت کی دعا کرتی تھی۔ ایک ہفتہ کے بعد مجھ کو کس قدر حیرت ہوئی کہ جو دل ہر وقت اور ہر لحہ پنکھے کی مانند ہلا کرتا تھا وہ اس قدر مضبوط توانا ہوگیا کہ وہ رنج اور وہ خیالات اب بھی میرے دل میں بدستور قائم تھے مگر میں ان کو برداشت کرنے کی قوت اپنے دل میں کافی پاتی تھی۔

تقریباً چھ مہینے تک میں نماز اور تلاوت قرآن کی پابند رہی لیکن پھر کچھ مصروفیت کچھ آنے جانے کے قصہ میں میری نماز کم ہوتے ہوتے بالکل چھوٹ گئی۔ اب والدین کے واقعہ کو ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوگیا تھا اس وجہ سے مرنے والوں کی وہ آگ تو نہیں رہی تھی۔ البتہ رنج و ملال بدستور باقی تھا اور ہر وقت خیال تھا اور رہے گا۔

دو سال کے بعد پھر مجھے اختلاج قلب کے دورے شروع ہوئے اور متواتر ہونے لگے اور دن رات کی بےچینی بڑھتی چلی گئی۔ میرے شوہر نے بہتیرے علاج کئے جس سے مرض میں کمی ضرور ہو جاتی تھی۔ لیکن بعض بعض وقت پھر وہی حالت ہو جاتی۔

ایک روز مجھکو اپنا خواب یاد آیا اور والد کی نصیحت میں چونک سی گئی۔ میں نے پھر پابندی سے نماز اور قرآن شریف درود تاج وغیرہ شروع کر دیا۔ اب کے واقعی مجھکو بیحد تعجب ہوا کہ رفتہ رفتہ پندرہ روز کے عرصہ میں بالکل تندرست ہوگئی اب میں نے عہد کر لیا ہے کہ کبھی نماز نہ چھوڑوں گی تاکہ اس موذی مرض کی پھر شکایت نہ پیدا ہو۔

ہم لوگ مسلمان ہیں اور دیندار ہیں اس وجہ سے نماز وغیرہ کو خدائی عطیہ اور ایک نصیحت تصور کرتے ہیں اور اسی اعتقاد سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ مگر غور کیا جائے تو معلوم ہو کہ خداوند کریم کے ہر فرمان میں بڑے بڑے فائدے ہیں۔ دن بھر میں پانچ وقت ایک قسم کی ورزش ہو جانے کی وجہ سے خون میں کافی دوران ہو جاتا ہے۔ بعض ڈاکٹروں کے خیال میں بھی نماز ایک اچھی ورزش ہے۔ دوسرے بار بار وضو کرنے کی وجہ سے ناخون اور دانت وغیرہ کا تمام میل صاف ہو جاتا ہے جو تندرستی کے واسطے ایک خاص چیز ہے۔ تیسرے نماز میں پاک رہنا بھی ضروری ہے۔ اس وجہ سے جسم اور کپڑے صاف رکھنا پڑتے ہیں اور صفائی پر صحت کا پورا پورا دار و مدار ہے۔ جو ہمکو صرف نماز سے ہی [illegible] کس قدر سکون کی نیند آتی ہو جب عشا کی نماز پڑھ کر اور اپنے تمام دن کے گناہوں سے توبہ کر کے سو گئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک بہت بڑے بوجھ سے ہلکے ہو گئے

علم

عقل و دانش کی ایک بات بھی جہاں سے مل سکے
حاصل کرنے میں دیر نہ کرو۔ لقمان کو عقل و حکمت دی گئی
سقراط نے علم کو تلاش کیا۔ اگر کوئی تلاش کرے۔ قدرت
کے وسیع مطالعے سے جتنا کسی کا علم وسیع ہوگا۔ اتنا ہی وہ
اعلیٰ ہوگا۔ بلند حوصلہ، صاحب ہمت، عالی طبیعت سنجیدہ
مزاج وہی ہوئے جنھوں نے قوت روحانی حاصل کرلی

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ
اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ

ترجمہ۔ بلند کرے گا۔ اللہ تم میں سے ان لوگوں کے
درجے جو ایمان والے ہیں۔ اور علم دیئے گئے ہیں

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

ترجمہ۔ ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں علم والے
ہیں۔ خشیت اس ڈر کو کہتے ہیں جو ادب و تعظیم اور برتری
سے پیدا ہو۔

بے علم اندھا ہے۔ علم کو نور سے تشبیہ دی گئی جسکے دل و دماغ
علم کی روشنی سے منور ہو گئے کشادہ ہو گئے اسکے سینے علم کی
روشنی سے یہ روشنی تدبر غور و عمل سے حاصل کی۔

عزت کے قابل وہی لوگ ہوئے۔ جو علم کی روشنی سے
راستہ پاتے گئے۔ اچھا وہ ہے۔ جو اپنے آپ کو مکمل بنانے کی
کوشش کرتا ہے۔ اور سب سے زیادہ خوش وہ ہے جو اپنے
آپ میں تکمیل محسوس کرتا ہے۔ علم بھی آئینہ ہے جس میں عیب و ہنر
کی صورت صاف نظر آتی ہے۔

ایس بی طاہرہ

سُرخ پھول

معصوم سُرخ پھول ایک جو شاخ میں کھلا ہے
تھا باغ میں اندھیرا۔ مشعل لئے کھڑا ہے

اس پر ہی برسے سارے برسات کے بھی چھالے
پانی میں عکس دیکھو لبریز ہیں جو تھالے

کالی گھٹا بھی جس پر رہ رہ کے جھومتی ہے
موج نسیم بھی تو۔ آ آ کے جھومتی ہے

بُلبل کے بھی ہیں کھٹکے گلچین کے بھی ہیں دھڑکے
ڈر ڈر کے ہے لرزتا۔ کوئی نہ توڑ پھینکے

اتنی اداسیوں پر چہرہ دمک رہا ہے
بیکس۔ غریب تنہا۔ کانٹوں میں گھر گیا ہے

کیوں کپکپی ہے تجھکو؟ کیوں ڈر سے کانپتا ہے۔
اسے بے گناہ ہستی۔ حافظ تیرا خدا ہے

بے حکم جسکے پیارے۔ پتا نہیں ہے ہلتا
کس کی مجال؟ تجھ تک۔ ہو جو گذر کسی کا؟

اس باغ میں ولیکن کسی کو کہیں خوشی ہے
ہے غمکدہ یہ دُنیا۔ دو دن کی زندگی ہے

خانہ داری

جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے۔

کیل مہاسے

جوانی میں جسم کا ہر عضو اپنی پوری طاقت سے کام کرتا ہے اور عموماً زیادہ کام کرتا ہے جب روغن پیدا کرنے والے غدود زیادہ کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں تو وہ کثیف رُکنے والا تیل خارج کرتے ہیں اور ان سے کیل مہاسے جھائیاں کالے اور نیلے نقطے چہرہ گردن وغیرہ پر نمودار ہو جاتے ہیں جو نہ صرف حسن کو خاک میں ملا دیتے ہیں بلکہ سخت روحانی وجسمانی تکلیف دیتے ہیں۔ دائمی قبض، نا واجب خوراک، ورزش کا فقدان اور صابن و پانی سے لڑکیوں کی طبعی نفرت ان کا سبب بن جاتے ہیں۔

چہرے کے پوڈر کریمیں لوشن بہت ہی کم استعمال کرنی چاہیئے۔ اول تو کی ہی نہ جائیں کیونکہ ان سے مسام بند ہو جاتے ہیں اور پھر اندر کا تیل خشک ہو جاتا ہے اور پھر کیل مہاسے جھائیاں وغیرہ نمودار ہو جاتے ہیں۔ قدرت ہماری طبیعت ہے۔ دھوپ تازہ ہوا اور ورزش ان تکالیف کو دور کرنے کی بہترین دوا ہیں۔

خوراک کا بھی خاص لحاظ رکھا جائے۔ چربی کی غذائیں، مٹھائیاں، نشاستے دار اشیا، مکھن، ملائی، یخنی، کیک، روغنی غذائیں چھوڑ دینی چاہئیں میووں کے شربت، شیرہ کی مٹھائیاں جیسے رس گلے وغیرہ۔ آئس کریم، بالکل بند کر دیئے جائیں قبض نہ ہونے دیا جائے، قبض رہنے سے مہاسوں سے چہرہ بھرا رہے گا۔ اگر پہلے سے چہرہ صاف ہے تو مہاسے وغیرہ نکلنے شروع ہو جائیں گے۔

گرم پانی، وچ ہیزل، بے رم، دوسری محرک سنگھاری چیزوں کے پاس خدا نہ پھٹکیں۔ اور اُن سب مقوی (ٹونک) چیزوں کا جن کی سفارش کوئی مشاطہ یا خوبصورت ملنے والی کرے دھیان بھی نہ کریں۔ ٹنکچر آف بنزوئن کھلے ہوئے مساموں کو سکیڑنے کے لئے مفید ہے بعض ایکنی پیٹرن [illegible] کچھ کامیابی کے ساتھ اس کے سلسلہ میں استعمال کر چکے ہیں۔ ایکس ریز اناڑیوں کے ہاتھ میں خطرناک شے ہے اس لئے اس سے پرہیز ہی کریں۔

بار بار رومال سے چہرہ پونچھنے کی وجہ سے کالے کالے نیلے نیلے دانے پیدا ہو جاتے ہیں۔ چہرہ بگاڑنے یا مہاسوں کو چھیلنا اور بھینچنے سے بھی سفید دانے نکل آتے ہیں۔ اس لئے منہ بنانے یا بگاڑنے سے سخت پرہیز کریں۔

مہاسے وغیرہ چکنے چہروں پر عموماً نمودار ہو جایا کرتے ہیں۔ اُنہیں بار بار رومال استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیئے اور ہمیشہ چہرہ گرم پانی اور کیسٹائل سوپ Castille Soap سے دھوئیں۔

کمر کی خوشنمائی

آدمی مجبور ہے کمر تک ہاتھ نہیں جاتا۔ عورتیں اس کی طرف متوجہ رہتی ہیں لیکن کمر کی خوبصورتی جسمانی خوشنمائی کے لئے ضروری ہے۔ روزانہ غسل جسم کے لئے نہایت مفید ہے غسل کے وقت کمر خوب ملنا دلنا چاہیئے اس کے لئے ایک مشہور کارخانہ ایک دستہ دار برش فروخت کرتا ہے۔ برش کے اوپر ہاتھ ڈالنے کے لئے چمڑہ کا چھوٹا تسمہ لگا ہوا ہے تاکہ اُس کے اندر ہاتھ ڈال کے قریب کے مقامات پہ برش رگڑا جا سکے۔ دستہ قدرے خمدار ہے اور آسانی سے کمر پر چاروں طرف پھیرا جا سکتا ہے۔ اس کے بال سفید اور نرم ہیں جو ملائم سے ملائم جلد پر خراش ڈالے بغیر مالش کا کام دیتے ہیں۔ ملائم ہونے کے باوجود وہ اس قدر مضبوط ہوتے ہیں کہ وہ آسانی سے میل کچیل وغیرہ دور کر دیتے ہیں۔

مالش کرتے وقت شیر گرم پانی استعمال کریں اگر پانی سخت ہے تو بادام کی نگدی یا نشاستہ یا کوئی اور نرم کرنے والی چیز ڈال کے پانی

ملائم کرلیا جائے۔ کوئی عمدہ سنگھاری صابن لیں اور اس سے کمر پر خوب جھاگ اُٹھائیں۔ برش سے پہلے ریڑھ کی ہڈی خوب ملیں۔ اس سے خون کو خوب گردش حاصل ہوتی ہے۔ گندی اور اس کی جڑیں رگڑنے سے بہت آرام آتا ہے۔ جب سب مل لی جائے تو پہلے لوٹے کی دھارسے اور پھر لوٹا اُلٹ کے خوب بدن دھوڈالیں۔

بھاری کپڑے پہننے سے کمر پر چوٹ اور رگڑ لگنے اور گرمی اور نمی کے یکجا اثر سے ننھے ننھے کالے دانے اُبھر آتے ہیں۔ سردیوں میں رانوں اور بازوؤں میں چھوٹے چھوٹے چبھنے والے کانٹے سے پیدا ہوجاتے ہیں۔ یہ مساموں کے بند ہوجانے سے ہوا کرتا ہے جس سے بدن کا روغن اور پسینہ نکلنا بند ہوجاتا ہے۔ سردیوں میں بدن سے باریک باریک چھلکے بھی گرتے رہتے ہیں۔ برش کے رگڑنے سے یہ سب دور ہو کے نئی جلد نمودار ہوجاتی ہے۔ غرضیکہ کمر کی مستقل مالش اُسے خوبصورت رکھے گی۔

سنگھاری چیزیں چہرہ کی دلکشی قائم رکھنے کے لئے اس کی سخت احتیاط کی جائے کہ گھٹیا کریم کبھی نہ لگائی جائے۔ تیز گرم پانی میں تھوڑی یُوڈی کولون ملا کے چہرہ صابن سے خوب دھوئیں۔ صابن کا ذرا سا اثر جلد پر باقی نہ رہنے دیا جائے۔ اس کے بعد کسی ملائم تولیہ سے چہرہ خشک کرلیا جائے۔ پھر یہ کولڈ کریم لگائیں۔ جو گھر پر بآسانی تیار کی جاسکتی ہے۔ نصف اونس سپرمے سٹی Spermacetti میں ایک اونس سفید موم آگ کے آگے ہلکے ہلکے پگھلا کے آہستہ آہستہ گھولیں۔ جب یہ خوب مل جائیں تو اس میں ۱½ اونس ٹوائلٹ پیرافین toilet Paraffin اور نصف اونس گلیسرین ملائیں۔ ٹھنڈا ہوجانے پر سنگترہ کے پھولوں کا پانی orange flower water یا آئل آف برگاموٹ oil of bergamot کے دو یا تین قطرے ملادیں۔

لاکھے کی قلم (لپ سٹک) بڑی احتیاط سے منتخب کی جائے۔ ہر رنگ پر موزوں بیٹھنے والی قلم ملتی ہے اور ان پر نمبر پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اپنے لئے موزوں قلم کے انتخاب میں کسی ماہر مشاطہ سے مشورہ کریں۔ کیونکہ غیر موزوں لاکھا لگانے سے خوبصورت سے خوبصورت عورت بھدی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اول تو یہ چیز ہم ہندوستانیوں کے لئے مطلق موزوں نہیں ہے۔ جن بیبیوں کو پان کھانے کا شوق ہوتا ہے اُن کے ہونٹ اس سستی چیز سے خوب لال ہوجاتے ہیں بلکہ لاکھے والے ہونٹ سے بہتر نظر آنے لگتے ہیں۔

خوشبو بھی نہایت غور و خوض سے پسند کی جائے۔ اب زمانہ عطروں کا نہیں رہا ہے گو عطروں میں بھی ایسی ہلکی خوشبوئیں ہیں۔ جو دماغ کو گراں نہیں گزرتیں۔ خوشبو لگانے کا منشا اول دماغ کی تفریح ہے نہ یہ کہ ناگوار معلوم ہو اور ہر ایک کو چھینکیں آنے لگیں یا سر میں درد ہوجائے۔ عطروں میں بعض روحیں اچھی ہیں وہ ہلکی ہلکی لگائی جائیں تاکہ ایک ہلکا اور اڑتا ہوا اثر پاس بیٹھنے والوں پر پڑے۔ یُوڈی کولون۔ لیونڈر۔ اور پارما وائلٹس Parma Violets سب اچھی خوشبوئیں ہیں۔

پوڈروں میں باریک سفوف ملائے جاتے ہیں۔ اور ان میں ایسی چیزوں کے بھی اجزا ہوتے ہیں جن کی مدد سے پوڈر جلد پر بیٹھ جاتا ہے اور خوشبو بھی جذب کی ہوئی ہوتی ہے۔ پوڈر بھی نہایت احتیاط اور جستجو کے بعد اختیار کرنا چاہئے۔ پوڈر ہمیشہ ملائم روئی کی گدی یا کسی اور ملائم چیز سے لگایا جائے اور وہی گدی یا چیز بار بار استعمال نہ کی جائے بلکہ ایک دفعہ استعمال کرکے اُسے پھینک دیا جائے۔

روز Rouge کی جگہ اب کارمائن کے سفوف Powdered Carmina نے لی ہے۔ یہ ٹکیوں کی صورت میں ملتی ہیں۔ اسے بڑی احتیاط سے اس طرح سے لگایا جائے کہ جلد میں جذب ہو کے ہم رنگ ہوجائے ورنہ صورت بڑی بھونڈی ہوجاتی ہے۔ رخسار اچھے ہوں اور سُرخی نہ ہو تو اس طریقہ سے مصنوعی سرخی پیدا کی جاسکتی ہے۔

پوشاک کی احتیاط آپ کپڑے کی احتیاط رکھیں گی کپڑا آپ کا احتیاط سے رکھے گا۔ کپڑوں کے پہننے اور رکھنے کے لئے سلیقہ کی ضرورت ہے

عموماً بیبیاں اپنے کپڑوں کو الگنیوں پر یا کھونٹیوں پر لٹکا دیتی ہیں اور پھر ہفتوں خبر نہیں لیتیں یا جب پھر کسی کے ہاں جانا ہوتا ہے پہن لیتی ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ احتیاط ہونی چاہیئے کہ وضع و ترکیب کا لحاظ کرکے وہ کپڑا پہنایا جائے جس سے آرام بھی میسر ہو کیونکہ کپڑے آرام و صحت کے لئے ہیں نہ کہ آپ ان کی غلامی کے لئے ہیں۔ کپڑا بدن کو کسا ہوا نہ رکھے۔ روئی کے کپڑے جلد جلد بدلنے اور دھوبی سے دھلواتے رہنے سے زیادہ دیر تک قائم رہتے ہیں ورنہ بے پروائی سے رکھنے یا دیر تک پہننے سے پسینہ اور گرد و غبار سے وہ گل جاتے ہیں۔

ایک پوشاک اور ایک جوتہ دو دن سے زیادہ نہ پہنا جائے۔ اُسے رکھ کے دوسرا پہنا جائے۔ اس سے طبیعت میں شوق پیدا ہوتا ہے اور جی بھی نہیں اُکتا جاتا۔ کپڑے اور جوتہ کی عمر بھی بڑھتی ہے۔

کپڑا اُتار کے اُسے جھاڑنا اور اُس پر برش ضرور کرنا چاہیئے۔ اُسے سکھا کے اسے تہ کرکے ٹرنک میں رکھ دیا جائے قمیص کو پشت کی طرف سے تہ کیا جائے۔ بانہیں اس طرح پاس پاس یا ایک دوسرے پر رکھی جائیں کہ سیدھی رہیں اور کوئی شکن نہ پڑے۔ جہاں تک ممکن ہو قمیص یا پاجامہ یا ساڑھی یا کوئی اور شے لمبائی میں ٹرنک میں رکھی جائے۔ اس سے کپڑے کو کئی تہیں دینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ البتہ یہ ضروری ہوگا کہ ٹرنک کئی رکھنے پڑیں گے۔ قمیصوں کے لئے الگ۔ دوپٹوں کے لئے علیحدہ۔ پاجاموں ساڑھیوں کے لئے جدا جدا۔ لٹکانے سے کپڑا تہ کرکے رکھ دینا اچھا ہے۔

باریک کپڑوں کی تہ کرتے وقت ہر تہ میں باریک سفید کاغذ جسے ٹشو پیپر tissue paper کہتے ہیں رکھ دیا جائے اس سے کپڑے کی حفاظت ہونے کے علاوہ اس کی خوبی اور خوشنمائی قائم رہتی ہے۔

خانگی ٹوٹکے

ڈیم پیتل کے برتن صاف کرنے کے لئے گھر پر یہ پالش بنایا جا سکتا ہے۔ دو دو گل (ایک گل ½ پاؤ کے برابر ہونا چاہیئے) تارپین اور میتھی لیٹڈ سپرٹ ½ ۱ گل میٹھا تیل (سویٹ آئل) اور ایک گل سرکہ ملائیں۔ کسی شیشی میں ڈاٹ خوب بند کرکے رکھیں۔ لگانے سے پہلے شیشی خوب ہلا لیں۔

چوہیوں کو تارپین کی بو نہایت ناپسند ہے چیتھڑے اس میں بھگو بھگو کے ان کے سوراخوں پر رکھ دیں۔ اُمید ہے وہ مکان چھوڑ کے بھاگ جائیں گی۔

کسی کپڑے کا کوئی حصہ زیادہ چمکدار ہو اسے میز پر پھیلا کے اس پر ایک خشک کپڑا پھیلائیں اور دوسرا کپڑا خوب گیلا کرکے نچوڑیں اور خشک کپڑے پر پھیلا کے ہلکے ہلکے گرم استری کر دیں۔ بعد میں کوئی سخت برش کر دیں۔

گوشت۔ پالک۔ شیرہ۔ انڈا۔ چنے کی روٹی۔ آلو۔ چنے کا آٹا۔ مٹر۔ مچھلی۔ کھجور۔ اور کچی ترکاریاں بالترتیب فولاد سے بھری ہوئی چیزیں ہیں۔ اپنے اپنے مذاق کے مطابق ان چیزوں کا استعمال ضرور جاری رکھنا چاہیئے۔ تاکہ خون ٹھیک ہے۔

نئے آلو کسی برتن میں تھوڑے سے پانی کے ساتھ ڈالیں۔ چند منٹ تک کسی مضبوط لکڑی سے خوب اِدھر اُدھر اُنہیں ہلائیں۔ پانی گرا کے اب دیکھیں گے کہ بہت سا چھلکا دور ہو گیا ہے اور تھوڑا بہت جو رہ گیا ہے وہ آسانی سے اُتر جائے گا۔ اس طریقہ سے آلو آسانی سے چھل جاتے ہیں۔

محمد ظفر

عصمت دہلی

ریڈیو کے ذریعہ امراض کی تشخیص اور علاج

شک اشتباہ اور گمان کی حد سے نکل کر علم طب اب ایسی منزل تک پہنچ گیا ہے جہاں اس قسم کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ ہر چیز کے لئے ایک ثبوت اور ہر اصول کے لئے ایک معین ضابطہ اور حقیقت موجود ہے۔ مثلاً ماورائے خورد برقی لہریں پہلے ایک گمان کی شکل میں تھیں مگر اب حقیقت بن چکی ہیں۔

اور انہیں انسان کے بہت سے امراض کے ازالہ کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس کا طریقہ بہت معمولی ہے۔ اس لہر سے انسان کے بہت سے امراض کا یا تو مکمل علاج کیا جا چکا ہے۔ یا انہیں بڑھنے سے روک دیا گیا ہے۔ مثلاً اعصابی امراض کمر کا درد۔ گھٹیا۔ اور سانس کے امراض کھانسی۔ وجع المفاصل۔ عرق النسا وغیرہ۔ یہ سب امراض ان برقی لہروں کے اثر کو قبول کر کے نہایت کامیابی کے ساتھ اچھے ہو جاتے ہیں۔ آج کل ریڈیو صرف تفریح طبع کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ مگر وہ وقت جلد قریب آ رہا ہے۔ جب ریڈیو سے علاج الامراض کا بھی کام لئے جانے لگے گا۔

بجائے اس کے کہ آپ کسی مشہور گویئے کا گانا بٹن دبا کر سننا شروع کر دیں۔ آپ اپنے عرق النسا کا بھی علاج کر سکتے ہیں۔ بس ضرورت اس کی ہو کہ ایک چھوٹا سا سیاہ بکس اپنے ریڈیو کے ساتھ لگائیں جسے "ابراہم بکس" کہا جاتا ہے۔ یہ چھوٹا سا کالا بکس معجزہ دکھاتا ہو۔ اسے آپ مریض کے جسم کے ساتھ لگا دیجئے اور اسے پھر اپنے ریڈیو میں مختلف لہروں کے ساتھ وابستہ و ملحق کر دیجئے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تھوڑی ہی دیر میں برقی جنبش انسان کے جسم میں پیر جائیں گی اور فوراً تشخیص کر کے بتائیں گی۔ کہ مرض کیا ہے؟ کس جگہ ہے اور پھر اُسے کیونکر صحت سے بدل سکتے ہیں۔ شروع شروع میں جب یہ بکس ایجاد ہوا تو ڈاکٹروں نے اسے صبر و احتیاط کے ساتھ دیکھا۔ خاموش رہے پھر دُھن کے پکے اس کے تجربات کرتے رہے غلطیاں کیں۔ بہت سی خامیاں دُور کیں۔ اور کافی تگ و دو کے بعد بہت سے قابل ذکر حقائق اس سلسلہ میں معلوم کر لئے۔

ایک ماورائے خورد برقی لہر پیدا کرنے والا ننھا سا transmitter یا برق پاشی بنایا گیا جس میں لہریں اُونچی ذات کی نکلتی ہیں اور عام طور پر وہ ۱ؕ۲ میٹر لمبائی کی ہوتی ہیں۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ انسانی امراض کے بعض جراثیم میں خاص صلاحیت پائی جاتی ہے کہ وہ ان لہروں کو آسانی سے جذب اور مرکوز کر لیں اگرچہ لمبائی پر تو یہ عمل نہیں ہو سکتا۔ مگر پیمائشی بعض تو ایسی ہیں کہ جن پر عمل کامیابی کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ مسلسل تجربہ کے بعد یہ چیز طے پا گئی ہے کہ ہر مرض کے جراثیم کے لئے علیحدہ علیحدہ برقی لہروں کی لمبائی ہے۔ اور اُنہیں اسی بنیاد پر علاج الامراض کے لئے استعمال کرنا چاہیئے۔

پھر ان لہروں کا تجربہ بعض ایسے آدمیوں پر کیا گیا جن کی صحت بالکل درست تھی۔ تنومند اور صحت والے تھے۔ ان میں ایک خاص قسم کی برقی لہر کی لمبائی جذب کرنے کی صلاحیت پائی جاتی تھی نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جب ان کے جسم میں جراثیم مرض بڑھ جاتے ہیں۔ تو ایک خاص قسم کی برقی لہر جو ان کے جسم میں ہوتی تھی۔ غائب ہو کر جراثیم کا غلبہ شروع ہو جاتا ہے اور اگر اس لہر کو زیادہ داخل کیا جائے۔ تو ماؤف جسم پھر کام دینے لگتا ہے۔ جب کوئی مرض مسابقت ہو جاتا ہے تو ڈاکٹر برقی سرعت کے ساتھ اس کے جراثیم کی لہری لمبائی معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ فوراً اُس کا تدارک کیا جا سکے۔ ماورائے خورد لہروں کے ساتھ اس آلہ کو وابستہ کر دینے سے بہترین نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

اور اس مشین کے ذریعہ تشخیص امراض میں ۹۰ سے ۲ نہایت کامیابی کے ساتھ مسرت بخش نتائج حاصل کئے جا چکے ہیں۔ اب ماہرین اس کوشش میں ہیں کہ اس مشین کو مکمل کر لیں۔ یہ مشین ایک عام ریڈیو کی مانند ہوگی جس میں مختلف بٹن ہوں گے گھڑیاں ہوں گی۔ اور جراثیم کی تشخیص کرنے والی میزانیں ڈائل کے ساتھ لگی ہوں گی۔ ڈاکٹر کو آپ سے سوال کرنے اور مرض کی کیفیت پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ "ریڈیو سٹ" چلایا۔ اور مرض کی کیفیت معلوم ہونی شروع ہو گئی۔ ابتدا میں تو کم از کم ڈاکٹر کو مریض سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ بس ڈاکٹر کا تو یہ کام

سیر بین

جنگ کے خدشے

اس وقت یورپ کی ساری سلطنتیں جنگ کے لئے خوب خوب تیاریاں کر رہی ہیں۔ جرمنی نے ۱۹۰۴ء سے ۱۹۱۴ء تک اپنی پہلی ہی پوری پوری تیاریوں سے زیادہ تیزی سے تیار ہونا شروع کر دیا تھا۔ اس وقت اُس نے پانچ کروڑ خرچ کیا تھا۔ یہ رقم اس کے سالانہ فوجی اخراجات سے علاوہ تھی اور اب اُس نے ہنتے پن کی حالت سے شروع کر کے تکمیل تک پہنچنے میں اس رقم سے پندرہ گنا زیادہ خرچ کر ڈالا ہے۔ اس وقت جرمنی ایک عجیب چال چل رہا ہے۔ وہ اُن علاقوں کے جنگ عظیم کے بعد نکل جانے سے ذرا بھی غمگین نہیں ہے جن میں غیر جرمن قوم آباد تھی۔ مثلاً اس کا صوبہ السیس لورین فرانس کو دیدیا گیا اُس نے کہا خس کم جہاں پاک، اس کا مشرقی علاقہ پولینڈ میں شامل کر دیا گیا۔ اُس نے جہاں رائن لینڈ وغیرہ میں اپنی فوجیں بڑھا کے اس علاقہ پر اپنا مکرر قبضہ جمایا کیونکہ وہ جرمن آبادی کے علاقے تھے وہاں اُس نے پولینڈ کے اس مقبوضہ علاقہ پر نظر بھی نہیں ڈالی بلکہ پولینڈ سے دوستانہ مراسم قائم کر لئے اس طرح روس کے مقابلہ میں یہ اتحاد اچھا پیدا ہو گیا۔ پولینڈ نے ڈینزگ جرمن کو واپس دیدیا اور خود اپنے لئے ساحل پر گڈی نیا نئی بندرگاہ قائم کر لی۔ چلئے قصہ ختم ہوا۔

فرانس نے اپنی مشرقی سرحد پر زمین دوز قلعوں کا ایسا زبردست سلسلہ قائم کیا ہے اور اس میں ایسی توپیں قائم کی ہیں کہ اب کوئی زبردست سے زبردست سلطنت بھی اس سرحد کو پار نہیں کر سکتا۔ یہ سلسلہ وسعت میں دیوارِ چین کا کچھ مقابلہ کر سکتی ہے۔

اطالیہ نے اپنے بچہ بچہ کو فوجی تربیت دیدی ہے۔ حبش پر قبضہ کر کے برطانیہ کے پہلو میں تیز ترین کانٹا بن گیا ہے۔ برطانیہ نے اب پونڈ جنگی طیاریوں کے پانچ سال میں مکمل کر دینے کے لئے منظور کیا ہے۔ اور رواب بھی خرچ ہو جائے گا تو اس سے دریغ نہ ہو گا۔

روس نے مشرقِ اقصیٰ میں دو لاکھ سے ڈھائی لاکھ سپاہی دو مستقروں چیتا اور روویہ میں تعینات کر رکھے ہیں۔ چیتا ماورائے سائبریا ریلوے اور چینی مشرقی ریلوں کے مقام اتصال پر سرحد منگولیا کے عین شمال میں واقع ہے۔ اسی جگہ پانچ سو ہلکے ٹینک میم صحرائی علاقہ میں شریک جنگ ہونے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ چار سو سے پانچ سو تک ہوائی جہاز اس علاقہ کے لئے مخصوص ہیں۔ باقی چھ ہزار جہاز اس کے اصلی ہوائی بیڑہ میں موجود ہیں۔ چار انجنوں والے، بھاری بمباز ہوائی جہاز دریائے آمر کے صوبوں میں اس طرح تیار کئے گئے ہیں کہ دور سے جاپان کے شہروں پر مار کی جا سکے۔ سرحد منگولیا پر ہلکے جہازوں کے دستے قائم کئے گئے ہیں۔ اس طریقہ سے روس جاپان کے ساتھ ایک نئی طرز سے جنگ کرے گا۔ جہازوں سے سینکڑوں چھتری والے ہلکی مشین گنوں سے مسلح دشمن کے عقب میں گرائے جائیں گے تاکہ وہ دشمن کو پیچھے سے سنبھال لیں۔ یہ ایک نئی ترکیب ہو گی جس میں بجلی کی سی سرعت ہو گی۔

جاپان کی طاقت گو نامعلوم ہے لیکن معمولی حالت یہ ہے کہ پچاس ہزار سپاہی تیار ہیں۔ ایک لاکھ دس ہزار چینی اور کوریائی سپاہی علیحدہ ہیں۔ مانچوکو میں جاپانی سپاہ بہت مضبوط ہے۔

ان طیاریوں کے باوجود جب جنگ شروع ہونے کا بہانہ آیا کوشش کر کے جنگ ٹلا دی گئی۔ جرمنی نے سار پر قبضہ کیا لہٰذا اپنے آپ کو مسلح کرنا شروع کیا۔ ہوائی دستہ تیار کیا۔ ہر دو دفعہ بجائے خود ابتدائے جنگ کے لئے کافی تھا مگر جان بچی لاکھوں پائے کی ترکیب میں سب نے اپنی خیر سمجھی۔

لیکن لاکھ بچیں جب وقت آئے گا خود منہ کے بل غارت گری کے غار میں اوندھے گر پڑیں گے۔ جرمنی کے جنوب آسٹریا میں اور زیکو سلویکیا کے صوبہ بوہیمیا میں جرمنی کی آبادی کی کثرت ہے۔ زیکو سلطنت نے بوہیمیہ والوں پر سختیاں شروع کیں۔ اُنھوں نے نازی

خیالات کی نشر شروع کردی اور وہاں والے ہٹلر سے ساز باز کرتے ہی جا رہے ہیں۔ ان کی تعداد تین لاکھ ہے۔ آن واحد میں یہ دونوں مرکز جنگ عظیم کا باعث بن سکتے ہیں۔ برطانیہ اور اطالیہ میں کسی جگہ آویزش ہو جانے کا کھٹکا ہے۔ سب سے زیادہ فلسطین دنیا کی عظیم ترین جنگ کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔

بہن سے ۳ ماہ بڑا بھائی لندن میں نہایت عجیب بہن بھائی رہتے ہیں۔ ایک ہی ماں باپ سے وہ پیدا ہوئے لیکن بھائی بہن سے صرف تین مہینے بڑا ہے۔ یہ بات بالکل ناممکن ہے لیکن واقعات یہ ہیں کہ ان کی ماں کے ادھورے بچے پیدا ہوا کرتے تھے۔ اس وقت تک ایسے دس بچے ہو چکے تھے۔ ۲۰ دسمبر ۳۷ء کو اپنے شوہر کے ساتھ موٹر میں سیر کر رہی تھی کہ گاڑی میں ہی ایک پورا پرورش یافتہ لڑکا ہوا۔ وہ تین سیر کا تھا۔ والدین اپنی اس خوش قسمتی سے بہت مسرور ہوئے کہ اب تقدیر نے پلٹا کھایا۔ پھر عرصہ بعد ہی ایک نیا فکر پیدا ہوگیا۔ ماں تندرست معلوم نہ ہوتی تھی۔ اس کی جسمانی حالت کسی سخت بیماری کا اندیشہ ظاہر کرتی تھی۔ وہ شفاخانہ گئی۔ جہاں اُسے بتایا گیا کہ اس کے بچہ ہونے والا ہے وہ خوب ہنسی لیکن ایکس ریز سے معلوم ہوا کہ وہ جو کچھ کہتے تھے صحیح ہے چنانچہ ۲۲ مارچ کو ایک لڑکی ہوئی جو اپنے بھائی سے چھ چھٹانک زیادہ وزن دار تھی۔ ماں اور بچے اچھے خاصے تندرست ہیں۔

سوال یہ ہے کہ بھائی کے بعد بھی وجود میں آئی یا اُسے تین مہینے تکمیل کے لئے مزید لینے پڑے۔ یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکا۔

انور پاشا کی جنگ آزادی جب جنگ عظیم ختم ہوگئی اور نوجوان ترکوں کے لیڈر انور پاشا جمال پاشا اور طلعت پاشا ملک چھوڑ کے چلے گئے تو ترکی نے روس سے استدعا کی کہ ان تینوں کو گرفتار کرکے اُس کے پاس بھیج دے۔ انور پاشا نے لنن سے کہا کہ مجھے ترکستان بھیج دیجئے تاکہ میں افغان اور ترکمان قبائل کو اپنے ساتھ ملا کے ہندوستان پر قبضہ کرنے کے لئے ایک لشکر عظیم مہیا کر سکوں۔ دل میں یہ تھا کہ ایسا لشکر فراہم ہو جانے کے بعد روس سے ٹکرا جاؤں گا۔ لنن سے معاہدہ کرکے وہ باکو چلے گئے جہاں ایک بڑے مجمع میں پُر جوش تقریر کی کہ مشرق عنقریب آزاد ہو جائے گا۔ وہاں والوں نے ان کا پر جوش استقبال کیا کیونکہ وہ ترکوں کے پرانے مسلّم رہنما اور خلیفۃ المسلمین کے داماد تھے۔ غازی مذکور نے اتحاد اسلامی کی دعوت دی تاکہ مغرب کے خلاف جہاد کی بنیاد رکھی جائے بالشویکوں کو اس حلیف سے خطرہ ہونا شروع ہوا کیونکہ اُنہوں نے اپنے گروہ کو خلافتی جماعت کی صورت دیدی تھی اور ہر جگہ وہ انہیں سے زیادہ ہر دلعزیز ہوتے جا رہے تھے۔ ترکوں کے سب بھاگے ہوئے افسر اُن سے مل گئے۔ ایک بڑے لشکر کے ساتھ یہ جانباز بخارا پر حملہ آور ہوا۔ روسی لشکر کو بہت سی شکستیں دیں اور ترکستان میں اسلامی فتحمندانہ جھنڈا گڑ گیا۔ روسیوں نے میدان جنگ میں منہ کی کھا کے مکر و فریب کا جال بچھایا۔ ایک جاسوس کے ذریعہ اُنہیں پتہ چلا کہ انور پاشا کے پاس بہت تھوڑی جماعت ہے۔ اور صرف سو آدمی ہیں۔ یہ معلوم کرکے وہ تین ہزار مسلح سواروں کو بخارا کی وردی پہنا کے ان کے ملک پر حملہ آور ہوئے۔ انور پاشا کے دستہ کو اس فوج کے آنے کی جب خبر ہوئی تو انہوں نے انور پاشاہ سے کہا کہ وہ اپنے فوجی افسروں کو لے کے افغانستان کی پہاڑیوں میں چلے جائیں جو وہاں سے ۵ کلو میٹر کے فاصلہ پر تھیں اور ہم ادھر اس سے سخت مقابلہ کرتے ہیں اور اسے اپنے ساتھ مشغول رکھتے ہیں لیکن وقت آگیا تھا۔ وہ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ روسی جرنیل نے اُن کی طرف ایک دستہ مشین گن دے کے روانہ کر دیا۔ چنانچہ اُس نے گولیوں کی بارش شروع کردی۔ غازی نے اپنی جیب سے پستول نکالا اور دوستوں سے مسکرا کر کہا۔ دوستو! آخری گھڑی آ پہنچی ہے۔ دشمن کا مقابلہ کرو اور لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤ مشین گن کی بارش میں یہ تیس مجاہد لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

دنیا کی بہترین خوش پوش عورتیں پیرس میں بہترین پوشاکیں تیار کرنے والی دوکانیں ہر سال دنیا کی دس بہترین خوش پوش عورتوں کا انتخاب کیا کرتی ہیں۔ اس میں ان دوکانوں کی کامیابی کا راز بھی پوشیدہ ہے۔

اندازہ کیا گیا ہے کہ ان دس عورتوں نے سال گذشتہ ۲۵ لاکھ روپیہ مجموعی طور سے خرچ کیا یعنی ہر ایک نے ۲۵ ہزار سے ۵ لاکھ ۴۴ ہزار روپیہ تک خرچ کیا اس رقم میں تمام پہننے کی چیزیں مثلاً پوستین، کرتی، بنیان، چھوٹے چھوٹے زیورات اور چہرہ اور بالوں کا سنگھار اور مالش کے اخراجات شامل ہیں۔ اس رقم کثیر کے علاوہ ذرا اُس تمام وقت کا بھی اندازہ کرلو جو بننے سنورنے دکانوں میں مشاطاؤں کے زیر مشق رہنے دکانوں پر سنگھاری چیزوں کے انتخاب میں صرف ہوا۔ کیا یہ تمام زحمت اس قابل ہے کہ اس انتخاب میں آنے کی آرزو کی جائے؟

اس سال کی دس عورتیں یہ ہیں۔ (۱) ڈچس آف ونڈسر۔ (۲) شہزادی کرم آف کپورتھلہ (۳) ڈچس آف کنٹ (۴) مسز ہیریس ولیمس (۵) مسز مارٹی نمز حومن (۶) بیگم آغا خان (۷) بیرونس ورن کریگر (۸) مسز گلبرٹ ملر (۹) شہزادی جین پینی او ٹوسکانی (۱۰) بیرونس یوجینی ڈی راتھمن چائلڈ۔

اول ڈچس آف ونڈسر وہی خاتون ہیں جن کے لئے ایڈورڈ ہشتم نے انگلستان کی عظیم الشان بادشاہت پر لات ماری۔ دوم شہزادی کرم ہیں۔ ان کے بال سیاہ ہیں۔ بوٹا سا قد، چھریرہ بدن، بڑی بڑی سیاہ آنکھیں۔ وہ جب یورپ میں ہوتی ہیں ساڑی کی جگہ یورپی لباس اختیار کرلیتی ہیں بیگم آغا خان فرانس کی بہترین خوش پوش بی بی سمجھی جاتی ہیں۔ اُن کے جواہرات دنیا میں نہایت مشہور ہیں۔

نمبر ۷ ہالینڈ کی نہایت خوبصورت خاتون ہے۔ نمبر ۸ نیویارک کے ایک تھیٹر والے کی بیوی ہے۔ ہمیشہ سیاہ سایہ پہنے رہتی ہے۔ نمبر ۹ ایک روسی امیر کی بیوی ہے مگر مکسیکو کی نسل ملی ہوئی ہے۔ نمبر ۱۰ ڈیوک آف ونڈسر کی میزبانہ ہے۔

ڈچس آف کنٹ ۱۹۳۶ء میں اول تھیں اب سوم آگئی ہیں۔ انگلستان میں نئے نئے فیشن کی رونق اُن کے ہی دم قدم سے ہے نمبر ۸ ۱۹۳۶ء کے علاوہ ۱۹۳۳ء اور ۱۹۳۴ء میں اول تھی۔ نیویارک کی مشہور میزبانہ ہے۔

انگلستان میں کثرت طلاق

انگلستان میں اب تک طلاق محض بدچلنی کی بنا پر لی جاتی تھی۔ یہاں بیوی طلاق حاصل کرنے کے لئے فرضی بدچلنی کی بنا قائم کرلیا کرتے ہیں۔ اس حالت میں سال گذشتہ برطانیہ میں چار ہزار طلاقیں ہوئیں اب نیا قانون بن گیا ہے جس کا نفاذ یکم جنوری ۱۹۳۸ء سے ہو جائے گا۔ اس کی رو سے بدچلنی کے علاوہ تین سال تک دونوں میں سے کسی کا دوسرے کا ساتھ چھوڑ دینا، بیرحمی، پانچ سال سے ناقابل علاج دیوانگی کی نموداری کی بنا پر طلاق لی جاسکے گی۔ اب طلاق کی درخواست شادی کے تین سال کے بعد ہی دی جاسکے گی۔ البتہ ہائی کورٹ کا جج خاص سختی تکلیف یا بداخلاقی کی بنا پر اس مدت کو کم بھی کرسکتا ہے۔

اندازہ ہے کہ پہلے ہی سال میں دس ہزار طلاق کی درخواستیں پیش ہو جائیں گی۔ پارلیمنٹ کو نیا قانون منظور کرکے تین نئے جج بڑھانے پڑیں گے۔ جج کو جو تین سال کی مدت کم کردینے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سے درخواستوں کی تعداد اور زیادہ ہو جائے گی۔

نئی تعلیم کے نئے خیالات

ماؤتھ پٹن (انگلستان) میں معلمات کے ایک جلسہ میں ایک انسپکٹرنی مس نے یہ ہدایات کیں کہ کسی لڑکی کو یہ کہنے سے ذرا بھی گریز نہ کرو کہ وہ خوبصورت ہے اُسے دلکش طریقہ سے لباس پہننا سکھاؤ اور اگر وہ لبوں پہ سرخی جمائے تو اُسے خودنمائی کا الزام نہ دو۔ اُسے بتاؤ کہ سستی جرابیں کہاں سے مل سکتی ہیں۔ اور بالوں کو کیسے خوشنما بنایا جاسکتا ہے۔ اُسے عورتوں کی وہ سب باتیں بتاؤ جنہیں معلوم کرنے کی وہ خواہاں ہو۔ یہ بھی تعلیم کا جزو ہے۔ اُسے اپنے آئندہ شوہر یا دوست لڑکے کی رفیق بننے میں مدد کرو۔ اُس سے عمدہ بولتی تصویروں کے متعلق گفتگو کرو بلکہ اُس کے ساتھ جاکے دیکھنے کی ہمت کرو۔ مدرسہ دستور العمل کے کھینچا تان کی جگہ نہ ہونی چاہیئے۔ یہ بالکل آزاد جگہ ہو جیسے ایک کلب ہوا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ ص

گر ہمیں مکتب است و ہمیں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد!

زنانہ قید خانے انگلستان میں جب سے زنانہ قید خانوں کی اصلاح ہوئی ہے قیدی عورتوں کی تعداد گھٹ گئی ہے۔ ان کی روزانہ اوسط چھ سو ہے۔ اُنہیں پہننے کے لئے وہی کپڑے دیئے جاتے ہیں جو باہر عورتیں پہنتی ہیں۔ ان کی محافظ عورتوں کے اب مکروہ جداگانہ کپڑے نہیں رہے۔ ان کا لباس بھی عام روزمرہ کا سا ہوتا ہے۔ ان قیدیوں کو علیحدہ علیحدہ ایک کمرہ دیا جاتا ہے۔ انہیں وہ کام سکھایا جاتا ہے جو رہا ہونے کے بعد اُن کے کام آئے۔ قید سے نکلنے کے بعد انہیں برسر روزگار ہونے تک میں مدد دی جاتی ہے۔ انہیں وہاں پڑھایا جاتا ہے۔ وہاں کتب خانے ہیں۔ شفا خانے ہیں۔ اور ماقبل زچگی اور مابعد کی نگہداشت بھی کی جاتی ہے۔ غرضیکہ حالت ایسی اچھی ہے کہ وہاں سے نکلنے کے بعد وہاں کے آرام کو وہ عورتیں یاد کیا کرتی ہیں۔

پھلجھڑیاں ترکی میں ایک نیا ہوائی مستقر قائم ہوا ہے۔ افتتاح کے موقعہ پر آٹھ ہوائی جہازوں نے مستقر کے اُوپر دو گھنٹے پرواز کی۔ ان میں ایک جہاز مشہور ترکی جہازراں آنسہ صبیحہ کا تھا۔ پرواز کے بعد خاتون موصوف نے ایک زبردست تقریر کی۔ اس وقت ۲۰ ترکی عورتیں ہوائی پرواز سیکھ رہی ہیں۔

جاپانی اس قسم کی بہادری دکھانے کے عادی ہیں۔ دو ہوائی جہاز رانوں نے اپنے جہاز میں آگ لگتے دیکھی تو اُنہوں نے جہاز کو فتنگھائی رقبہ کے چینی توپ خانہ کی طرف کرکے غوطہ لگایا۔ وہاں پہنچتے ہی یہ جہاز جس میں بم بھرے ہوئے تھے پھٹ گیا۔ خود تو جہازراں مرے ہی دشمن کے توپ خانہ کو بھی ساتھ لے بیٹھے۔ اسی طرح جب مانچوکو میں گڑبڑ مچ رہی تھی چند جاپانی سپاہی بموں کو سارے جسم پر لاد کے دشمنوں کی خندقوں میں جا پہنچے۔ وہاں فلیتہ میں آگ دکھادی اور خود تو اُڑے ہی چینیوں کے بھی پرخچے اُڑا دیئے۔ یہ جاپانیوں کی میدان جنگ کی ہری کاری (رسم خودکشی) ہے لیکن جنگی ماہر اس قسم کی بہادری کو فضول قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اصلی بہادری یہ ہے کہ خود مرے بغیر دشمن کو مارے اور جیت جائے۔

انگلستان میں ۵۹۰۱۰ رجسٹر شدہ ڈاکٹر ہیں۔ ان میں چھ ہزار عورتیں ہیں۔

آدمی جتنا بڈھا ہوتا جاتا ہے اپنی عمر کے مقابلہ میں اتنی ہی کم عمر کی بیوی کا خواہاں ہوتا ہے۔ اس کے برعکس عورت حتی الامکان اپنی عمر کے برابر برابر شوہر چاہتی ہے۔

مسز مرضیہ لیکو ایک ۲۶ سالہ روسی عورت سات سال میں اب ۲۹ ویں دفعہ بیاہی گئی ہے۔ سابقہ سب شادیوں کا انجام طلاق ہوا۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہر تین کنبوں میں دو کے پاس موٹر ہے۔ اور آدھی موٹریں ۱۲½ ہزار یا کم سالانہ آمدنی والوں کے پاس ہیں۔ ہر پانچ آدمیوں کے پاس ایک موٹر ہے۔ اور ساری دنیا کی اوسط پر ۵۵ آدمیوں کے پاس ایک موٹر بیٹھتی ہے۔

محمد ظفر

(بقیہ صفحہ ۴۲۰) ہوگا۔ کہ اس نے برقی آلہ کے بٹن کو دبا یا۔ اور جراثیم کی نوعیت معلوم کرلی جو اس مرض کی صحیح تشخیص میں مدد دے۔ اس لہری لمبائی سے مخصوص جراثیم کا وہ حلقہ معلوم ہو جاتا ہے جس کو ڈاکٹر آسانی سے علاج کی زد میں لا سکتے ہیں۔ بعض صورتیں ایسی پیش آتی ہیں۔ کہ برقی لہر کی لمبائی جراثیم کی بہت قریبی تشخیص بنا کر رہ جاتی ہیں۔ اور ایسی حالت میں ڈاکٹر شک میں رہتے ہیں۔ کہ کن جراثیم کے حلقہ کا مرض ہے مگر اس مشکل کو حل کرنے کے لئے بھی تدابیر سوچی گئی ہیں۔ اور حال ہی میں بازار میں ایسے برق پاشی آلات ہیں جو ان مصائب سے بڑی حد تک پاک ہیں۔

صرف تشخیص امراض کے لئے ہی نہیں بلکہ اور اہم و قیمتی مدد کے لئے بھی بے تار برقی کے آلہ کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(ماخوذ) گ۔ ن۔ بنٹ ڈاکٹر شیخ ابوالفضل ایڈوکیٹ کپورتھلہ

[illegible] قرآن مجید مترجم

خوشنما متوسط قرآن شریف مترجم ہر دو ترجمہ

ترجمہ اول شاہ رفیع الدین صاحب [illegible] مولانا اشرف علی صاحب [illegible] کامل تفسیر اردو۔ شروع میں تمام پیغمبروں کے حالات و عملیات وغیرہ [illegible] بہترین جلد نقرئی ہدیہ تین روپے۔ علاوہ محصول

خوشنما حمائل مترجم

زیر متن ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب حاشیہ پر کامل تفسیر اردو حضرت کے مقدمہ سوانح عمری وغیرہ۔

مجلد ہدیہ تین روپے۔ علاوہ محصول

خوشنما متوسط قرآن شریف دو ترجمہ

ترجمہ اول حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی ترجمہ ثانی مولانا حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم حاشیہ تفسیر واضح البیان اردو و حضرت مولوی عبدالماجد صاحب شروع میں مقدمۃ القرآن [illegible] کے جوابات۔ حضرت آدم سے تا حضرت [illegible] تک تمام پیغمبروں کی [illegible] فضائل سورۃ و آداب القرآن۔ اور وہ ضروری مضامین جن [illegible] ضروری ہیں وغیرہ وغیرہ کاغذ گیر سفید [illegible] جلد [illegible] علاوہ محصول

خوشنما قرآن مجید ایک ترجمہ

ترجمہ با محاورہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی حاشیہ پر تفسیر موضح القرآن اردو کے [illegible] ہیں شروع میں مقدمۃ القرآن ہے۔ آنحضرت کی سوانح عمری [illegible] اہم مضامین۔ کاغذ گلیز [illegible] سفید [illegible] جلد [illegible] علاوہ محصول

بیشمار خوبیوں والا قرآن مجید

بہت [illegible] قرآن شریف ہے [illegible] مولوی اشرف علی صاحب [illegible] حاشیہ پر [illegible] اللہ [illegible] مولوی عبدالحق صاحب [illegible] علاوہ [illegible]

[illegible]

[illegible] والا قرآن مجید

[illegible]

[illegible] قرآن مجید

قرآن مجید کے اردو میں [illegible] ترجمے ہوئے [illegible] ڈپٹی نذیر احمد مرحوم کا ترجمہ سب [illegible] سکے۔ زبان کی شیرینی [illegible] نذیر احمد کی زبان [illegible] تفسیر [illegible] علاوہ محصول [illegible]

اکیلا ہی خوبیوں والا قرآن مجید

مع تفسیر موضح القرآن دو ترجمے [illegible] شاہ رفیع الدین صاحب محدث دوم مولانا اشرف علی صاحب تھانوی [illegible] بیان القرآن [illegible] القرآن [illegible] القرآن [illegible] قرآن مجید [illegible]

[illegible] ہدیہ [illegible] محصول [illegible]

[illegible] قرآن مجید مترجم [illegible]

[illegible]

[illegible]

فوٹو بلاکس سے کئی کئی رنگ کی چھپی ہوئی نہایت خوبصورت مذہبی کتابیں

یازدہ سورہ شریف (مترجم) مع دعائے گنج العرش

یہ متبرک مترجم یازدہ سورہ شریف نہایت دیدہ زیب عکسی رنگین مطلا اور منقش صورت میں طبع ہوا ہے اور اسلامیان ہند نے اسے صحت و صفائی اور نفاست کے اعتبار سے سر آنکھوں پر جگہ دی۔

اس میں سورہ یٰسین۔ فتح۔ الرحمٰن۔ واقعہ۔ ملک۔ مزمل۔ نبا۔ فجر۔ اخلاص۔ فلق۔ الناس کے علاوہ درود شریف اور عہدنامہ بھی شامل ہے۔ عربی سورتوں کا بین السطور ترجمہ نہایت سلیس بامحاورہ اور عام فہم ہے۔ تقطیع $\frac{20 \times 30}{16}$ تعداد صفحات ۹۶۔

ہفت رنگہ عکسی بلاکوں کی چھپائی۔ حاشیہ کے نقش و نگار نرالے اور بے حد خوشنما۔ طلائی یا سنہری چھپائی خوب نمایاں اور سونے پر سہاگہ ہے۔ اس دیدہ زیب طبع کی مقبولیت عامہ کی کیفیت اوپر لکھ دی گئی ہے۔ کاغذ بڑھیا۔ چکنا ولایتی۔ جلد مضبوط کپڑے کی جس پر طلائی حروف میں نام منقوش ہے۔ مطبوعہ اوراق کے مابین ایک چکنا پتلا شفاف کاغذ لگایا گیا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ آٹھ آنے

دلائل الخیرات

اسلام کی اس مشہور و معروف مذہبی کتاب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور حضور پر صلوٰۃ بھیجنے کا مفصل و مدلل تذکرہ کیا گیا ہے۔ جو زبان عربی میں ہے۔ عکسی رنگین بلاکوں سے چھاپی گئی ہے۔ تقطیع بہت کارآمد یعنی جیبی ہے۔ تاکہ کتاب مذکور کا ورد یا وظیفہ کرنے والا سفر و حضر میں اس سے یکساں مستفید ہو سکے۔ اس کا حجم ۲۸۸ صفحات ہے۔ رنگین عکسی بلاکوں کی تیاری و تکمیل پر ہزاروں روپیہ خرچ ہوا ہے۔ دنیا بھر میں اتنی خوبصورت اور دیدہ زیب دلائل الخیرات اور کہیں نہیں چھپی۔ اس میں مکہ معظمہ میں اور مدینہ منورہ کے پورے صفحے کے فوٹو بھی لگے ہوئے ہیں۔ جن کے سہ رنگا عکسی بلاک بنوائے گئے ہیں۔ کاغذ بڑھیا چکنا ولایتی تقطیع $\frac{29 \times 22}{32}$ انچ ہے۔

حاشیہ کی بیل سبز رنگ میں چھاپی گئی ہے۔ جو خوب پُر بہار ہے۔ مکہ شریف و مدینہ منورہ کے سہ رنگی عکسی فوٹو اس میں بھی لگے ہوئے ہیں۔ جلد چرم نما مضبوط کپڑے کی۔ جس پر گہرے سیاہ حروف منقوش ہیں۔ ہدیہ۔ سوا روپیہ

نماز مترجم

یہ بھی کئی رنگ کے بلاکوں سے آرٹ کاغذ پر چھاپی گئی ہے۔ اس قدر خوبصورت چھپائی ہے کہ بے اختیار اسے پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ ہدیہ۔ صرف پانچ آنے۔

درود تاج۔ درود لکھی عہدنامہ (مترجم)

درود تاج اور درود لکھی مشہور عام ہوئے ہیں۔ جو اسلامی دنوں سے اکثر اور اسلامی زمانوں سے اکثر جاری ہیں اور چلتے ہیں۔ ان میں سیدنا و مولانا حضرت محمد صاحب تاج و معراج کے لئے جن اعلیٰ دعاؤں کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس سے دل خاتم النبیین و سید المرسلین کے حقیقی جذبۂ عشق و محبت سے معمور ہو جاتا ہے۔ جو محبّ رسول نہیں وہ مسلمان نہیں۔

درود تاج کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو سکتی ہے اور درود لکھی کے پڑھنے سے ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ نام اعداد پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

ان ہر دو درود کے ساتھ عہدنامہ مترجم بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ جس میں ایک بندے کی طرف سے فاطر السموات والارض کے حضور میں یہ عہد باندھا سکھایا گیا ہے۔ کہ میں تیری وحدت کا قائل اور آنحضرت کی رسالت پر شاہد ہوں۔ تو ہی اپنے فضل و کرم سے مجھے نیکی کے قریب لا اور بدی سے دور رکھ۔

یہ تینوں قابل قدر چیزیں ایک ہی جگہ جمع کر دی گئی ہیں جس سے $\frac{20 \times 30}{16}$ انچ کے ۱۶ صفحات کا ایک خوشنما۔ دلآویز اور روح پرور مجموعہ تیار ہو گیا ہے۔ کتابت و طباعت اعلیٰ۔ کاغذ بڑھیا چکنا ولایتی ہے۔ ہفت رنگہ عکسی چھپائی۔ طلائی رنگ خوب نمایاں۔ سرورق مضبوط۔ دبیز اور چمکیلے طلائی کا۔ جس پر سبز نقش و نگار عجب بہار دیتے ہیں۔ ہدیہ۔ پانچ آنے۔

دعائے گنج العرش (مترجم)

دعائے گنج العرش مسلمانوں کی عزیز و محبوب دعاؤں میں سے ہے جس کے پڑھنے سے دینی و دنیوی مطالب حاصل ہوتے ہیں۔ رزق میں وسعت و فراخی آتی ہے اور مشکلات و مہمات حل ہو جاتی ہیں۔ اس دعا کی تلاوت کثیرہ بے حد برکات کا بے نظیر ذخیرہ ہے۔ اس ایڈیشن میں سلیس۔ بامحاورہ عام فہم اردو ترجمہ عربی عبارت کے نیچے ہے۔ تاکہ عربی مفہوم بخوبی واضح ہو جائے۔ کتابت نہایت خوشنما اور ترتیب عبارت بے حد باسلیقہ ہے۔ تقطیع $\frac{20 \times 30}{16}$ تعداد صفحات ۱۶ پنج رنگہ عکسی بلاکوں سے اعلیٰ اہتمام کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ سرورق دبیز مضبوط اور نہایت چمکیلے طلائی کاغذ کا ہے۔ جس پر گہرے نیلے نقش و نگار بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ کاغذ بڑھیا چکنا ولایتی۔ ہدیہ پانچ آنے۔

مسدس حالی

مسدس حالی حضرت مولانا حالی کی وہ شہرۂ آفاق قومی نظم ہے۔ جس میں ملت و جذبۂ اسلامی کی صحیح مگر رقت انگیز و عبرت آموز تصویر کھینچی گئی ہے۔ قومی برائیاں چن چن کر ظاہر کی گئی ہیں۔ گویا زبان قلم سے تیغ دستاں کا کام لیا گیا ہے۔ مضمون انگیزی ہمت اور احساس بیداری پیدا کرنے میں یکتا ہے۔

رنگین عکسی بلاک بنوائے گئے ہیں۔ جن کی کتابت اور بنوائی پر ہزاروں روپیہ صرف ہوا ہے۔ لیکن چیز بھی ایسی دیدہ زیب تیار ہوئی ہے جس کی کوئی مثال بھی پیدا نہیں ہو سکتی۔ آخر میں ایک فرہنگ بھی لگا دیا گیا ہے جس میں مشکل

عصمت بک ڈپو کی چند مشہور و مقبول کتابیں

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
زچہ خانہ	ہندوستان کی کسی زبان میں اس موضوع پر اس قدر مکمل و مفصل اور مدلل اور اس قدر کارآمد اور مفید اور عام فہم کتاب شائع نہیں ہوئی۔ کپتان ڈاکٹر منیر الدین احمد میڈیکل افسر کا غیر فانی کارنامہ ہے۔ حاملہ اور زچہ دونوں حصوں میں زرکثیر صرف کرکے تصویریں دی گئی ہیں۔	۸؍
صنعت وحرفت	سیکڑوں قسم کی چیزیں گھر پر تیار کرکے مالی پریشانیاں دور کرنے کے بیش بہا نسخے مسٹر رحیم حبیب کیمسٹ کی اہلیہ محترمہ نے تجربہ کے بعد لکھے ہیں	۶؍
مشرقی و مغربی کھانے	عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ مغربی اور ایشیائی کھانوں کی صحیح ترکیبیں جو تجربے کے بعد لکھی گئی ہیں۔ سو صفحوں کے نہایت کارآمد مضامین بھی ہیں فی نسخہ	۶؍
سنگھار خانہ	خوبصورتی اور تندرستی کی قابل قدر کتاب جسم کے ہر حصہ کو خوشنما بنانے جوانی قائم رکھنے کی ہدایتیں سنگھاری اشیاء کے استعمال کے صحیح طریقے اور نسخے	۶؍
خانہ داری کے تجربات	ذاتی تجربوں کی بنا پر خانہ داری کے متعلق بے بہا مضامین جو نامور مضمون نگار محترمہ ر۔م بلقیس بیگم نے لکھے ہیں پھوہڑ لڑکیاں مطالعہ کرلیں تو سگھڑ بن جائیں	۱۲؍
مفید النسواں	خانہ داری کے تجربوں کا دوسرا حصہ۔ تندرستی، تیمارداری کے متعلق ذاتی تجربوں کی بنا پر نہایت مفید اور کارآمد مضامین۔	۸؍
تندرستی بڑی نعمت	عصمت کی مشہور نامہ نگار محترمہ زہرہ فیضی کے یورپ امریکہ کے تجربات صحت قائم رکھنے کے متعلق قیمتی مشورے، تندرستی کے اصول۔	۴؍
بچوں کی تربیت	سائنس اور حفظان صحت کے اصولوں پر بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت کس طرح کی جائے اپنے موضوع پر بے نظیر کتاب ہے۔	۱۰؍
خواتین اندلس	مسلمانوں کے زمانہ کے سپین میں بڑی بڑی شاعرہ ادیب مصورہ بذلہ سنج لطیفہ گو جو خواتین گذری ہیں انکا تذکرہ۔ تاریخ میں افسانہ کا لطف	۶؍
انوری بیگم	اردو کی بہت مشہور افسانہ نگار مسز خدیو جنگ مرحومہ کا مقبول اور مشہور افسانہ جس میں تمدنی خرابیوں اور رسوم کی پابندیوں کے نقصانات دکھائے ہیں۔	۹؍
دولت پر قربانیاں	دولت کے لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے اور ناموزوں لڑکے لڑکی کی شادی کر دینے کے دردناک نتائج۔ پانچ عبرتناک سبق آموز افسانے	۸؍
غیرت کی پتلی	تین مختلف خیال عورتوں کے حالات۔ اولوالعزمی اور ہمت سے کس طرح بگڑا ہوا گھر بن سکتا ہے۔ اس موضوع پر محترمہ فاطمہ بیگم منشی فاضل کی تصنیف	۶؍
چار رخ	چار عورتوں کی آپ بیتی مغربی تمدن کی اندھا دھند تقلید، عیسائی مشنریوں کی صحبت، رواج کی پابندیوں کے دردانگیز نتیجے دکھائے گئے ہیں۔	۴؍
شہید وفا	امۃ الوری صاحبہ مشہور افسانہ نگار ہیں یہ کتاب انھیں کے نتیجہ خیز دلآویز دلچسپ افسانوں کا مجموعہ ہے۔ سب افسانے کامیاب اور بہت اچھے ہیں۔	عہ؍
تاریخی لطیفے	دنیا کی نامور شہزادیوں، بادشاہوں، شاعروں، ادیبوں کے لطیفے جن میں تہذیب سے گرا لغویات خرافات سے لبریز ہوا کوئی لطیفہ نہیں۔	۸؍
ہنسی کی باتیں	عامیانہ بازاری لطیفے نہیں عصمتی بہنوں کے لکھے ہوئے نئے نئے طبع زاد مہذب لطیفے مہذب ظرافت کی دلپسند کتاب۔	۸؍
عقل کی باتیں	بڑے بڑے پیغمبروں بادشاہوں مصنفوں فلاسفروں کے وہ مقولے جو برسوں کے تجربوں پر مبنی ہیں جنمیں زندگی کی مشکلات کا حل ہے	۸؍
پردہ و تعلیم	مسلمان عورتوں کا تمام مذہب کی عورتوں سے مقابلہ۔ مسلمان عورتوں کے حقوق۔ تعلیم کی طرف سے غفلت کے نتائج پردہ پر معقول بحث	۱۲؍
آئینہ جمال	بلقیس جمال صاحبہ کی چالیس نظموں کا مجموعہ۔ اسلام کے دور اولین کی سبق آموز تاریخی کہانیاں اور مناظر قدرت کی مصوری۔ ہندوستان کی نامور شاعرہ کی تصنیف	۱۲؍
شمع خاموش	خواتین کی محبوب شاعرہ محترمہ بیگم لکھنوی کی درد انگیز نظمیں جو ہندوستانی عورتوں کی مظلومیت کا صحیح فوٹو ہیں۔ مع دیباچہ راشد الخیری۔	۶؍
نغمات موت	محترمہ حجاب اسمٰعیل کے درد انگیز مضامین جو انھوں نے اپنی والدہ مرحومہ کی یاد میں لکھے اور جو اردو رسالوں میں شائع ہوکر مقبول ہوچکے ہیں۔	۶؍
ادب زریں	محترمہ حجاب شمیم کے درد انگیز مضامین کا دلآویز مجموعہ۔ مصنفہ کے بلند تخیل کی، نازک جذبات کی ترجمانی اور شاعری کا بہترین نمونہ۔	۸؍
روحانی شادی	اخلاقی اور اصلاحی ڈراما جو پلاٹ مکالمہ کیرکٹر ہر اعتبار سے کامیاب ہے سبق آموز عبرتناک اور دلچسپ مزاحیہ بھی ہے از منشی پریم چند بی اے	۶؍
آئینہ موٹر	انجن کی مرمت کے متعلق معلومات۔ کتاب کے مطالعہ سے مالک موٹر خود گاڑی کا نقص دور کرسکتا ہے اردو میں اپنے موضوع پر بہترین کتاب	۹؍
جاں باز	محترمہ نند رانی دیوی کا بہترین افسانہ جس کے پلاٹ کی دلچسپی کتاب ختم کرنے پر مجبور کرتی ہے۔	۱۲؍
فیروزہ	ایک دولتمند مگر یتیم لڑکی کا افسانہ۔ شرافت اور انسانیت کی دل ہلا دینے والی قربانیاں استقلال اور ہمت کی ناکامیوں پر فتح۔	۸؍
زنانہ بستہ	بچوں اور لڑکیوں کے لئے دس نصابی کتابوں کا نہایت مفید مجموعہ۔ چوتھا ایڈیشن حال میں چھپا ہے۔	عہ؍
افسانہ حرم	لڑکیوں کیلئے ایک فاضل جرنلسٹ نے نہایت آسان زبان میں اخلاق آموز مفید دس کہانیاں لکھی ہیں۔	۷؍
مزیدار کہانیاں	چھوٹے بچوں کے لئے انھیں کی زبان میں نہایت دلچسپ کہانیاں جن کی تصویریں بھی دیکھ کر بچے خوش ہوں گے از سید ابو تمیم صاحب	۵؍
مختصر دنیا	ایک انگریز سیاح بالشتیوں کی دنیا میں چلا گیا۔ بالشتئے اسے دیو سمجھے تھے سیاح دو چار بالشتیوں کو جیب میں ڈال لیتا تھا قابل دید ہے۔	۵؍
بچوں کی دنیا	ملک روس کے سب سے بڑے مصنف ٹالسٹائی نے بچوں کے لئے جو کہانیاں لکھی تھیں ان کا انتخاب اور بہت آسان زبان میں ترجمہ۔	۷؍
جاپانی کہانیاں	جاپانی بچوں کی بہترین کہانیاں۔ نہایت آسان عام فہم اردو میں محترمہ مسز فضلی نے لکھی ہیں۔ ہر کہانی کے ساتھ تصاویر بھی ہیں۔	عہ؍
دامن باغباں	مشہور افسانہ نگار ڈاکٹر سعید احمد بریلوی کے سبق آموز دلچسپ اخلاقی افسانوں کا دلآویز مجموعہ۔	عہ؍
دودھ کی قیمت	اور سات اور افسانے جو خاص طور پر خواتین کے لئے منشی پریم چند نے لکھے تھے۔ منشی جی کے افسانوں کا آخری مجموعہ۔	عہ؍

بزم عصمت

بزم عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں جن میں نمبر خریداری کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جس میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارہ میں کوئی بات نہ ہو (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے بنا بنا کر لکھا ہوا ہو۔

ایڈیٹر

مجھے دو تین برس سے زکام کی شکایت رہتی ہے لیکن زکام بہتا نہیں جس سے اکثر سر میں درد رہتا ہے اور کبھی کبھی معدہ میں بھی درد ہو جاتا ہے جس سے طبیعت بہت مضمحل ہو جاتی ہے کافی علاج کرنے کے بعد اب عصمتی بہنوں سے درخواست کرتی ہوں اگر کسی بہن یا بھائی کو کوئی مجرب آزمودہ نسخہ معلوم ہو جس سے یہ شکایت دور ہو جائے تو بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں۔

رفیعہ نازلی

محترم بھائی محمد ظفر صاحب کی خدمت اقدس میں عرض ہے کہ میری ایک عزیزہ کے تمام جسم میں روئیں نکل آئے ہیں جو بہت بدنما معلوم ہوتے ہیں از راہ کرم کوئی زود اثر دوا یا کریم تحریر فرمائیں اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ کتنے دن میں فائدہ پہونچے گا نیز ان کے چہرے پر مہاسوں کے سیاہ داغ بھی پڑ گئے ہیں مہربانی فرما کر اس کے لئے کوئی جلد از جلد اثر کرنے والی کریم تحریر فرما کر خاکسار کو شکریہ ادا کرنے کا موقع مرحمت فرمائیں۔ نوٹ۔ کریم یا دوا سے چہرے و جسم کی کھال کو ضرر نہ پہونچے اور رنگ بھی کالا نہ ہو۔

خریدار نمبر ۶۹۴۷

رسالہ عصمت میں اکثر بہنوں نے موٹاپا دور کرنے کی ترکیبیں تحریر فرمائی تھیں لیکن کسی نے اب تک دبلاپن دور ہونے کی ترکیب نہیں بتائی مجھے اس کی اشد ضرورت ہے خدانخواستہ مجھے نہ کوئی عارضہ ہے اور نہ شکایت۔ لیکن نہ معلوم کیا باعث ہے کہ میں بہت دبلی ہو گئی ہوں یہ دبلاپن مجھے بالکل پسند نہیں ہے اس کے لئے کسی مجرب و آزمودہ نسخہ کی ضرورت ہے۔ پیاری عصمتی بہنوں اور بیگم حکیم عزیز خاں صاحب کی خدمت میں التماس ہے کہ براہ کرم کسی ایسے مفید اور آزمودہ نسخے سے بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں جس سے میں حسب دلخواہ موٹی ہو سکوں امید کہ اس طرف خاص توجہ فرما کر ہمیں شکریہ کا موقع دیں گی۔

راقمہ آپ کی ایک عصمتی بہن

میری ایک عزیز ترین سہیلی کے منہ پر ایسے روئیں نکل رہے ہیں کہ دور سے اچھی خاصی مونچھیں معلوم ہوتی ہیں۔ کوئی بہن یا بھائی بہت جلد آزمودہ نسخہ لکھ کر ممنون کریں۔

اے۔ آر۔ بیگم

مجھے فوٹوگرافی کا بید شوق ہے۔ کوئی بہن یا بھائی مجھے بذریعہ عصمت مطلع کر کے ممنون فرمائیں کہ سب سے اچھا اور سستا کیمرہ اس کے لئے کونسا موزوں ہوتا ہے اور کوئی ایسی صورت بھی ہو سکتی ہے کہ بلا کسی انسانی مدد کے فوٹو لینا آ جاوے؟

ایم۔ خاتون (اہلیہ سید ظہور عالم صاحب)

بہن صاحبہ ق۔ا کی خدمت میں التماس ہے کہ انھوں نے ترکیب استخارہ عصمت ستمبر میں لکھی ہے مجھے دعائے استخارہ پڑھنی ہے بزم عصمت میں لکھ کر ممنون فرمائیں کیونکہ قاعدہ بغدادی میں اور نماز کی کتاب میں مجھے نہیں ملی۔

محمودہ بیگم۔ نمبر خریداری ۶۱۰۹

عصمت کے سالگرہ نمبر ۱۹۳۶ء میں ڈھائی ماہ کی بچی کی جو تصویر شائع ہوئی ہے وہ میری عزیز از جان پیاری بھتیجی دیوان زادی مہر افروز جہان بیگم بنت دیوان محمد بخت علی خان نواب آف سیونی چھپارہ کی ہے۔ برادر موصوف کی ابھی صرف یہی بچی ہے خدا اس کی عمر دراز فرمائے اور قوم اور خاندان کے لئے باعث

فخر ثابت کرے آمین

(دیوان زادی نادر جہان بیگم طاہرہ سیونی)

عصمت اور جوہر نسواں کی مشہور مضمون نگار محترمہ مسز حمید صاحب لکھنؤ کا پتہ مجھے مطلوب ہے کیا بہن موصوفہ اپنے پتہ سے آگاہ فرمائیں گی انتہائی ممنون ہونگی میری چھوٹی پھوپی جان صاحبہ مسز ضیاالحسن ان سے شرف ملاقات کرنا چاہتی ہیں جو کہ عرصہ سے لکھنؤ میں مقیم ہیں۔

نفیسہ خاتون بنت ڈاکٹر خلیل صاحب طبیبہ افسر بریلی۔

خریداری نمبر ۴۲۹۴۔ پایوریا کے لئے آپ روزانہ دن میں چار مرتبہ پھٹکڑی ایک ماشہ۔ نیلا تھوتھا بریاں ایک رتی نمک طعام۔ ایک ماشہ سرکہ۔ ایک تولہ تازہ پانی ایک سیر میں حل کر کے کلیاں کیا کیجئے اور رات کو سوتے وقت سنون چوب چینی اور سنون پوست مغیلاں دونوں ہموزن باہم ملا کر مل کر سو رہا کیجئے۔ صبح معجون عشبہ ۶ ماشہ اور عصر کے وقت اطریفل شاہترہ چھ ماشہ تازہ پانی سے کھا لیا کیجئے سب دوائیں ہندوستانی دواخانہ سے مل سکتی ہیں۔ ایک ماہ برابر استعمال کرنا چاہیے۔

مسز ظفر اورنگ آباد۔ حلق میں دو غدود ہوتے ہیں جو لوزتین کہلاتے ہیں انگریزی میں ان کو ٹانسیل کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے وہ بڑھ گئے ہیں یا تو اپریشن کرا کے ان کو نکلوا دیجئے باہر آیوڈیکس مالش کیا کیجئے یا بیلاڈونا لگایا کیجئے اور اندر ٹنکچر آیوڈین ایک ماشہ نیم گرم پانی ایک سیر میں ملا کر غرارے کیا کیجئے۔ اختلاج قلب کے لئے خمیرہ گاؤزبان عنبری جواہر والا چار ماشہ روزانہ دوپہر کو کھا لیا کیجئے۔ قبض کا خیال رکھیے قبض نہ رہنے پائے اس کے لئے اطریفل زمانی کم و بیش سات ماشہ دوسرے تیسرے دن رات کو سوتے وقت کھا لیجئے۔ تیل اور گوشت کا استعمال مضر ہے ٹھنڈی سبز ترکاریاں زیادہ مفید ہیں

خریداری نمبر ۳۵۸۴۔ یہ خنازیری گلٹیاں معلوم ہوتی ہیں آپ ان پر اگر آیوڈیکس روزانہ بلاناغہ صبح و شام مالش کرینگی تو امید ہے کہ کچھ عرصہ میں بیٹھ جائیں گی۔

خریدار نمبر ۴۲۹۴۔ نوشادر ایک تولہ کافور ایک ماشہ پوست ریٹھا ۶ ماشہ نمک طعام تین ماشہ دانہ الائچی سفید ایک ماشہ کائفل تین ماشہ باریک پیس کر کپڑے میں چھان کر رکھ لیں اور صبح و شام اس کی نسوار لیں۔ رات کو سوتے وقت اطریفل زمانی ۹ ماشہ کھایا کریں۔ دوپہر کو جوارش جالینوس چھ ماشہ کھائیں۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں (مستند طبیہ کالج دہلی)، جاورہ

بحوالہ عصمت ماہ ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲۶۹ کالم دوم۔ پایوریا کا مجرب نسخہ یہ ہے بفضلہ تعالیٰ بہت مفید ثابت ہوگا آزمایا ہوا ہے نیلا تھوتھا تین ماشہ پھٹکڑی چھ ماشہ باریک پیس کر ایک بوتل پانی میں حل کر لیں صبح و شام ایک ایک کلی کریں۔ کلی ایک منٹ سے زائد منہ میں نہ رکھیں بفضلہ تعالیٰ شفاء و فائدہ ہونے پر راقمہ کو اطلاع دیں۔

(مس اقبال جہاں بیگم ٹونک راج)

آدھا سیسی۔ سیندھا نمک ۲ ماشہ باریک پیس کے پوٹلی بنائیں اور پانی میں تر کر کے جس طرف درد ہو اس طرف کے نتھنے میں دو چار بوند ڈالیں درد فوراً دور ہوگا۔

دیگر مغز تخم کھرنی پانی میں پیس کر چند قطرہ ناک میں ٹپکانے سے درد جاتا رہتا ہے۔

چہرہ کا رواں۔ ابھی تک کوئی دوا ایسی مجھے معلوم نہیں ہو سکی جس سے چہرہ کے بال بلا ضرر دور ہو جائیں بازار میں بہت دوائیں ملتی ہیں مگر سب میں یہی نقص ہے۔ ایک بجلی کا طریقہ ہے جس سے بال مستقل طور سے جاتے رہتے ہیں مگر ماہر ہی اس عمل کو کر سکتا ہے۔ ہیڈرائی روپیکائڈ میں ذرا سا امونیہ ملا کے کسی پھائے سے بالوں پر لگانے سے بال جاتے رہتے ہیں ہیڈروجن بالوں کو کمزور کر کے پھر پیدا ہونے کے ناقابل بنا دیتی ہے۔ مگر اس دوا کو پہلے کسی اور جگہ لگا کے دیکھیں۔ کیونکہ چہرہ کا معاملہ ہے اور جلدیں مختلف ہوتی ہیں۔ محمد ظفر

ناقابل اشاعت مضامین

جن مضمونوں کے عنوانات درج ذیل کئے جاتے ہیں افسوس ہے وہ عصمت میں شائع نہیں ہو سکتے جو مضمون نگار اپنا مضمون واپس منگانا چاہیں محصولڈاک کے لئے ٹکٹ بھیجکر ۱۵۔ نومبر تک منگالیں۔

مضمون نگار براہ کرم عصمت کی مضمون نگاری کے قواعد ملحوظ رکھکر مضامین روانہ فرمائیں تاکہ اُن کا وقت اور محنت ضائع نہ ہو۔

ساس بہو کے تعلقات، لڑکیوں کی تعلیم، برکھارت، فلسفہ صبر (نظم) صبح کے وقت میرے جذبات، پردہ، شیخ سعدی کی تصانیف۔ نغمۂ موت، خالد محمود کی یاد میں۔ تعلیم نسواں سیر بمبئی، موت، شاعر (نظمیں) مسئلہ جمع القرآن، الیکشن کے ہنگامے (دو نظمیں) کانگرس اور تعلیم نسواں آمد بہار (نظم) ولایت سے ایک خط، الیکشن کے موقع پر طبقہ ذکور سے خطاب، طبقہ اناث سے خطاب، طبیعت کی تحقیق، منگنی، اردو کی محبت بھرے بچوں کی تربیت، افسانۂ غم، عصمتی شاعرات، زندگی بے کار، خود غرضی، آپا کا خط۔ شب برات کی آتشبازی شب برات، نمائش بھوپال، غزل ریحانہ، ناکام محبت (بمبئی) رجز اسلام، تعلیم نسواں پر ایک گہری نظر، نرالی سالگرہ، جون آف آرک، ان کے علاوہ جو مضمون موصول ہوئے ہیں وہ زیر غور ہیں۔

ایڈیٹر

دُوربین

سیاسی اُفق جاپان ۸۰ برس پہلے اس حالت میں تھا کہ یورپ اور امریکہ والے اس کے حصے بخرے کر رہے تھے۔ آج وہ خود ان دونوں پر اس قدر حاوی ہو چلا ہے کہ وہ چین میں ہاتھ پاؤں پھیلا رہا ہے اور دونوں دم بخود ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے شمالی چین مع دولت اُس کے ہاتھ آجانے سے ایک طرف روس اور مرکزی حکومت کے درمیان جاپان کی ایک زبردست دیوار حائل ہو جائیگی، دوسرے مرکزی حکومت اس قدر دب جائے گی کہ آئندہ جاپان کی مرضی کے خلاف دم نہ مار سکے گی شمالی علاقہ میں وہ سب خام مسالے ہاتھ آجائیں گے۔ جن کی تجارتی فوقیت کے لئے اُسے سخت ضرورت ہے۔ کوئی وقت جاتا ہے کہ امریکہ اور برطانیہ اس کے خلاف کچھ بھی نہ کر سکیں گے حبش کی طرح چین بھی چند روز میں مفتوح ملکوں کی صف میں آجائے گا۔ بحرالکاہل میں برطانیہ اور امریکہ بمنزلہ صفر رہ جائیں گے۔ ہندوستان کو ہر وقت خطرہ رہے گا۔ شمال میں سارا سائبیریا کچھ عرصہ بعد ہی جاپانی تسلط میں ہوگا۔ کیا یہی قوم یاجوج ماجوج ہے؟ کیونکہ چین کے مفتوح ہونے کے بعد چینی اُس کی سپاہ میں ہونگے۔ یاجوجی ماجوجی اجتماع ہو ہی گیا۔

یورپ میں اٹلی اور جرمنی طاقت سے ابھرے چلے جاتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں روس فرانس اور برطانیہ ہیں برطانیہ کی غلطی سے اٹلی کو گمنامی میں طرابلس اور حبش کے پاس کا علاقہ صوبہ آریٹیریا مفت میں مل گیا حبش جیسی وسیع سلطنت ہاتھ آجانے سے مسولینی کو رومائے قدیم کے خواب آنے لگے۔ اُس نے اسلامی ممالک پر حریصانہ نگاہیں ڈالنی شروع کر دی ہیں تلقین و ارتباط سے وہ مسلمانوں میں اپنے متعلق اچھے خیالات پھیلا رہا ہے۔ اُدھر ہسپانیہ کی خانہ جنگی میں کود کر اس نے باغیوں کے پلہ کو بھاری کر دیا ہے ہسپانیہ کے مشرقی ساحل کے جزائر بلیارک پر قابض ہو گیا ہے۔ اب بحیرۂ روم کو وہ گھر کی جھیل کہنے لگا جس سے برطانیہ کو سخت فکر دامنگیر ہوگا۔ اب وہ در پردہ آزادانہ آبدوزوں سے اس کے جہازوں سے چھیڑ چھاڑ کرتا رہتا ہے۔ ہسپانیہ میں پاؤں جما کے وہ جبل الطارق کو برطانیہ کے لئے بیکار کر سکتا ہے اور وہاں سے بحر اوقیانوس کو بھی اس کی جہاز رانی کے لئے خطرناک بنا دے گا۔ اس طریقہ سے برطانوی مقبوضات سے اسکا رسل و رسائل مخدوش حالت میں کر دے گا۔

برطانیہ جرمنی کی ہوائی طاقت کی ہر وقت زد میں ہے۔ اگر برطانیہ اپنی سابقہ فراست سے مقابل ہو تو بحر روم میں جبل الطارق اور نہر سویز کے بند کر دینے سے اطالوی بیڑہ کو بیکار محض کر سکتا ہے اور خود اطالیہ کی زبردست ناکہ بندی کر کے اسے ناک چنے چبوا سکتا ہے۔ مگر برطانوی مدبر نرمی درشتی کا ہی پیرایہ اختیار کئے چلے جا رہے ہیں جس سے اس کے حریف ہر طرف ایڈتے اور اُمڈتے چلے جاتے ہیں۔

چین و جاپان بدستور بلا اعلان جنگ دست بگریبان ہیں۔ جاپان اندھا دھند ہوائی جہازوں سے گولہ باری کر کے ہزاروں چینی مردوں عورتوں کو موت کے گھاٹ اُتار رہا ہے۔ منگولیا کے مسلمانوں نے جب چین کے اسلامی صوبوں پر جاپانی سفاکانہ طاقت کی خبر سنی تو وہ بیتاب ہو کر ایک لاکھ کی تعداد میں روس کے سابق وزیر جنگ کے بیٹے جنرل علی فاعیت کی سپہ سالاروں میں روسی طیارہ شکن توپوں اور بمبار طیاروں سے مسلح ہو کر جاپان سے دو دو

ہاتھ کرنے کے لئے چین میں داخل ہو گئے ہیں۔ چین انہیں تنخواہ نہ دے گا۔ صرف سامان خورد و نوش دے گا۔

حبش میں برابر جنگ چھاپا دل جاری۔ اطالیہ طرابلس میں فوج پر فوج بھیج رہا ہے جس سے برطانیہ کو متوحش ہونا چاہئے۔ مصر اور بحیرۂ روم میں پیچیدگیاں زیادہ پیدا ہو جانے کا احتمال بڑھتا جا رہا ہے۔ اطالیہ اعلان کرتا ہے کہ ان فوجوں کے بھیجنے کا مقصد مصر کو دھمکی دینا نہیں۔ اطالیہ نے بھی ریڈیو تار برقی کا سامان دو ٹینک اور ہوائی جہاز گرانے والی چند توپیں دے کر دوستی کا نیا معاہدہ کر لیا ہے۔

روسی جرمنی طیاری

بحر قطب شمالی جو برف سے ڈھکا رہا کرتا ہے ایک نئی جنگ کا اکھاڑہ بنتا نظر آتا ہے۔ روس اور جرمنی دونوں وہاں فوقیت حاصل کرنے کے درپے ہیں۔ جرمنی کے کارخانوں کے لئے سارا لوہا سویڈن سے آ رہا ہے اس سے اسلحہ جات اور دیگر سامان جنگ طیار ہوتا ہے اور لوہے کے مقامات سویڈن کے شمالی حصہ میں واقع ہیں۔ ان کے قریب ہی روس کے ہوائی مستقر فن لینڈ اور کریلیا کی سرحد پر قائم ہیں۔ وہاں سے ان آہنی مقامات پر زد پڑتی ہے۔ علاوہ ازیں مرمنسک کی روسی بندرگاہ سے بھی ان مقامات کی ناکہ بندی ممکن ہے۔ اسکے یہ معنی ہیں کہ جرمنی صرف ان مقامات کی ناکہ بندی کر دینے سے بالکل بے دست و پا ہے۔ روس کی دو بندرگاہیں اس سمندر میں واقع ہیں۔ ایک الگزینڈرا وسک۔ دوسری مرمنسک۔ یہ دونوں بندرگاہیں ہر قسم کی دست و برد سے بالکل محفوظ ہیں۔ روس یہاں سے سمندری جد و جہد کے لئے آزاد ہے بحیرۂ بالٹک سے ایک نہر اس سمندر تک کھودی گئی ہے بوقت ضرورت بیڑہ بالٹک بحر قطب شمالی میں جا سکتا ہے۔ بحیرہ بالٹک اور بحیرہ اسود روس کے لئے محفوظ سمندر نہیں۔ دشمن روسی بیڑوں کو ان میں بند کر سکتا ہے۔ اس لئے روس اپنی قوت کو شمالی سمندر میں بڑھانا چاہتا ہے دونوں ملک فوقیت کیلئے وہاں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں جنگ کی صورت میں جو ملک پہلے ضرب لگائیگا کاری پڑے گی۔ ہماری رائے میں ابھی مستقبل قریب میں وہاں کسی جنگ کی توقع نہیں گو یورپ والوں کے لئے خیال آرائی کے لئے اچھا مضمون ہاتھ آگیا ہے۔

مسلم لیگ کا جلسہ

لکھنؤ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا جلسہ زیر صدارت مسٹر محمد علی جناح منعقد ہوا۔ اس میں انھوں نے زبردست تقریر کی اور بتایا کہ موجودہ حالات میں کانگریس والوں کو جو ذرا سا اقتدار ہو گیا تو انھوں نے اپنا اصلی رنگ دکھایا کہ اُن سب کو جو کانگریس سے اختلاف رکھتے ہوں اپنا دشمن قرار دیا ہے انھوں نے اوڑیسہ میں ایک بھی مسلمان وزیر مقرر نہیں کیا بعض صوبوں میں نسبتاً کم مسلمان وزیر رکھے۔ اور وہ بھی ایسے رکھے ہیں جو خود ان کے پٹھو ہیں۔ اور جن پر مسلمانوں کو ذرا بھی اعتبار نہیں۔ حکومت ہند باوجود وعدوں کے اس معاملہ میں اقلیت کے مفاد کی خود نگہداشت نہ کر سکی۔ اس لئے ضروری ہے کہ متحد و متفق ہو کے اپنی تنظیم کریں اور اپنے حقوق کی خود نگہداشت کریں۔ مسلم لیگ کا نصب العین کامل قومی جمہوری خود مختاری کا حصول ہے۔

ہر صوبہ میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم ہو رہی ہیں اور ممبر بھرتی ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ایک شخص نے اجلاس لکھنؤ نے چندہ دیکر اپنی جیب خالی کر لی۔ پھر اپنی ٹوپی پیش کی جسے راجہ صاحب محمود آباد نے پانچسو روپیہ میں خرید لیا اور پانچسو روپیہ مزید دیا ایک بارہ سالہ لڑکے نے دو روپیہ پیش کئے۔ اور ایک بڑھیا نے ایک پیسہ دیا۔ بڑا جوش پھیلا ہوا تھا۔ یہ چندہ یو۔ پی کے ضمنی انتخاب کے سلسلہ میں ہوا اور فوراً پانچ ہزار روپیہ جمع ہو گئے۔

تاروں کا جھرمٹ

صوبہ کرناٹک (بمبئی) کے ہندی حاکموں نے وزیر اعظم بمبئی سے مل کے کوشش کی ہے کہ انتظامی

اور مڈل بمعہ ہندی لازمی مضمون کردیا جائے۔ وزیر نے غور کرنے کا وعدہ کرلیا ہے۔ اور ہندی کی ترقی پر اظہار خوشنودی کیا

فلسطین میں انگریزوں نے وہاں کی مجلس اعلیٰ اور جملہ ماتحت مجلسوں کو مجمع ناجائز قرار دیدیا ہے۔ اور وہاں کے ممتاز عربوں کو گرفتار کرکے جلاوطن کردیا ہے۔ اخباروں کو سرکاری اطلاعوں کے چھاپنے کے سوا اور خبریں چھاپنے کا حکم نہیں۔ سرحدوں پر پہرے لگادیئے گئے ہیں۔ ایک عرب نے سنتری کو جواب نہ دیا اُسیوقت اُسے گولی سے ماردیا گیا اور سارے فلسطین پر دہشت اور غصہ طاری ہے۔ مفتی اعظم نے مسجد حضرت عمرؓ میں پناہ لی ہے۔ ترکوں کے زمانہ میں وہ ترکی لشکر میں افسر توپخانہ تھے۔ لیکن اُنھوں نے شریف مکہ کے رنگروٹ بھرتی کرکے انگریزوں کی مدد کی۔ اُن کے ہاتھ میں آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ مذہبی چندوں کے سلسلہ میں رہتا ہے۔ اور ملک کے طول وعرض میں زبردست ہنگامے ہورہے ہیں۔ اور پونے سات لاکھ روپیہ کے قریب یتامیٰ کی امداد میں ان کی نگرانی میں خرچ ہوتا ہے وہ بہت بارسوخ ہیں۔ بعد میں وہ فرار ہوگئے۔

لاہور کا واحد مسلم انگریزی روزانہ اخبار الیسٹرن ٹائمز مالی نقصان کی وجہ سے سات سال کے بعد ہفتہ وار ہوگیا۔ افسوس مسلمان ہندوستان بھر میں اپنا اکیلا روزانہ انگریزی اخبار بھی نہیں چلا سکتے۔ اس سے پہلے روزانہ مسلم آؤٹ لک سات سال بعد بالکل بند ہوگیا تھا۔

پنجاب کے لاٹ صاحب سر ایمرسن کی میعاد گورنری اپریل ۱۹۳۳ء میں ختم ہوجاتی مگر بادشاہ سلامت نے انکی ملازمت میں دو سال بڑھادیئے۔

ترکی کے محکمہ شریعت نے مسجدوں کے اماموں کے نام احکام جاری کئے ہیں جنکی روسے مسجدوں کی صفائی سے لاپرواہی کرنیوالا یا اُن میں مسافروں کو ٹھہرانے والا امام امامت سے برطرف کردیا جائے گا۔

خان بہادر سعد الدین احمد ممبر اسمبلی صوبجات متحدہ نے اپنا خطاب اور تمغہ وسند حکومت کو واپس کردی ہے اور خود کانگریس میں شامل ہوگئے ہیں۔ اسیطرح خان بہادر بشیر الدین آف کانپور نے کیا ہے۔

لاہور میں پنڈت جواہر لال نہرو نے تقریر کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ جو شخص گاندھی اور کانگریس کے خلاف کچھ کہنے کی جرأت کرے اُسے جھاڑو مار کے ہندوستان سے باہر نکال دو۔

مرکزی اسمبلی میں وزیر داخلہ نے کہا کہ جنگ وزیرستان کو شروع ہوئے ۴۴ ہفتے ہوگئے اور اس پر اس وقت ایک کروڑ چالیس لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہے اور ۱۲۲ ہلاک اور ۱۰۴ زخمی ہوئے۔

یونیورسٹی بورڈ ناگپور کے اجلاس میں فروری میں یہ قرارداد پیش ہوئی کہ یونیورسٹیوں سے استدعا کی جائے کہ وہ اردو کو ماضی مضمون کے طور پر لینے والوں کے لئے ہندی اور ہندی لینے والوں کے لئے اُردو لازمی قرار دیدیں تاکہ دونوں زبانوں کے خطوں سے ہر ایک کو واقفیت ہوجائے۔

شبرات کو علی الصباح زلزلہ کے دو جھٹکے محسوس ہوئے جالندھر اور شملہ میں اس کا زیادہ اثر محسوس ہوا اور گڑگڑاہٹ بھی ہوئی۔ لاہور میں تین جھٹکے آئے۔

لندن میں ایک عورت نے ½۱۹۶ میل ۱۰ گھنٹے ۴۴ منٹ ۲۵ سکنڈ میں بائیسکل پر طے کرکے عورتوں کے سابقہ کارنامہ پر پانی پھیر کے خود ایک نیا کارنامہ قائم کردیا۔

مین پوری میں ایک فقیر مرا جسے چندہ کے ذریعہ دفن کیا گیا۔ پولیس نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو اُس میں سے ڈاک خانہ کی پاس بک نکلی جس میں اس فقیر کا ایک ہزار روپیہ جمع تھا حکومت نے اس پر لاوارث مال ہونے کی وجہ سے قبضہ کرلیا۔

افسوس ہے لاہور کے مشہور طبیب شفاء الملک حکیم فقیر محمد صاحب کا انتقال ہوگیا۔

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان حصہ اول

جس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ ملے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست! ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تقریباً عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچیخانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات و مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کی نئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمایئے۔

پڈنگ کی ترکیبیں		کبابوں کی ترکیبیں		
پلم پڈنگ	انجیر پڈنگ	ران کے کباب	کباب بیضہ مرغ	تاشش کباب
کھوپرے کی پڈنگ	انڈے پڈنگ	آلو کے کباب	کچے قیمہ کی ٹکیاں	شامی کباب
نارنگی بھری پڈنگ	سیب پڈنگ	کچے آلو کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	آنتوں کے کباب
جنجر پڈنگ	جلیبیوں کی پڈنگ	ناریل کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب
روز پڈنگ	میوہ دار پڈنگ	مچھلی کے سیخ کباب	سیخ کے چٹ پٹے کباب	اروی کے کباب
اناناس پڈنگ	کشمش پڈنگ	سیخ کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور کئی کئی قسم کے
کمزور بیماروں کیلئے	بالائی پڈنگ	پسندے کے کباب	دہی کے کباب	کباب

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے

اس سے کتاب کا اندازہ کیجیے چاول سلونے اور میٹھے سویاں کھیر فیرنی۔ سادے اور ترکاری کے سالن مچھلی، مربہ جیلی۔ بسکٹ کیک۔ دالیں۔ شمامئیاں۔ حلوے۔ چٹنیاں۔ مربے۔ اچار۔ سموسے۔ بڑے پوری کچوریاں۔ پراٹھے۔ روٹی۔ غرض ہر قسم کے مشرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی درجن صحیح ترکیبیں! اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ و لذیذ کھانے پکانے لگی ہیں لڑکیوں کو یہ کتاب اشد ضروری سمجھ کر جہیز میں دی جاتی ہے سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مؤلفہ و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھانے کی اس قدر صحیح اور ایسی کارآمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آج تک نہیں چھپی۔ اس کی تیاری پر پانی کی طرح روپیہ بہایا گیا ہے۔ پہلے ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے اس کتاب پر اس قدر محنت کی گئی ہے پانچ روپے قیمت بھی ہوتی تو کم تھی لیکن اس لئے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے صرف دو روپیہ قیمت رکھی ہے مجلد کی قیمت صرف دو روپیہ چار آنے ہے۔ اعلیٰ درجہ زیادہ تر مجلد ہی منگائی جاتی ہے۔

پتہ: منیجر رسالہ عصمت دکرم پیلان دہلی

عصمتی کچن ہی مل

یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

جو ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

عصمتی ہنڈکلیا یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری لڑکی کو جو کچھ جاننا چاہیے اس طرح پر اس سے واقف ہو جائے۔ سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں کے مطلب کی درج کی گئی ہیں پھر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق بہت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جانتی چاہئیں۔ باتصویر ٹائٹل قیمت صرف ۸؍

ناشتہ دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چاء، کوکو، شربت، لسی، فالودہ، آئس کریم، بسکٹ، کیک، ٹوسٹ، کڑھائی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں جس وقت کا مہمان ہمارے ہاں آئے اسی کے مطلب کی چیز تیار کر کے پیش کر کے خوش کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۰؍

بچوں کے کھانے ننھے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہیے۔ کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر بے نظیر کتاب جس میں بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں۔ باتصویر قیمت صرف ۱۰؍

بیماروں کے کھانے بیماروں کے لئے جو کھانے مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں۔ اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں سے اس کی تیاری میں مدد لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور بعض کارآمد مضامین بھی ہے انتہا مفید و قابل قدر ہیں ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے باتصویر قیمت دس آنے ۱۰؍

مذاقیہ کھانے [illegible]

[illegible]

بہشتی کھانا [illegible]

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

جو اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جا چکی ہیں

(۱) عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ

یہ کتاب فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ انور علی بیگم صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر مرتب کی ہے۔ عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ [illegible] صاحبہ کی رائے ہے "یہ خوبصورت اور [illegible] باب کتاب بہت محنت سے مرتب کی گئی ہے"۔ محترمہ لطیف بیگم صاحبہ جن کے سلسلہ وار مضامین رسالہ عصمت میں خوب مقبول ہو چکے ہیں لکھتی ہیں "عصمتی کروشیا کے نقشے اس قدر صاف واضح اور آسان ہیں کہ سمجھنے میں بالکل دقت نہیں ہوتی"۔ محترمہ انیس بیگم صاحبہ [illegible] کروشیا کی لکھتی ہیں "جو ہدایات دی گئی ہیں ان سے نمونے بنانے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے"۔ [illegible] نہایت آب و تاب کے ساتھ چھپ کر شائع ہوا ہے۔ قیمت [illegible]

مختصر فہرست عصمتی کروشیا

بچہ نما گاڑی	فارم ہاؤس	گرجا گھر
ڈاک بنگلہ	مسجد کا گنبد	امام حسین
ٹوپی [illegible]	مرغ	شیر ببر
کربلا	تاج محل آگرہ	جامع مسجد
۵ نمبین [illegible]	۱۱ [illegible]	۶ خوبصورت کونے
خوش آمدید	عید مبارک	[illegible]
[illegible]	طرہ دان	پردہ [illegible]
گاؤ تکیہ	[illegible]	بچہ تیر و کمان
ایک خاتون [illegible]	[illegible]	گلدستہ و گلدان

(۲) عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں کشیدہ

کے نہایت اچھے اچھے نمونے دیے گئے ہیں [illegible] اس قدر آسان پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی بنا سکیں ہر نمونے کی مفصل تشریح کی گئی ہے یعنی یہ کہ کس کس چیز کے لئے نمونہ ہو سکتا ہے اور کس کس رنگ میں ہونا چاہیئے اور کیا کیا احتیاط ضروری ہے۔ پھر نمونے شروع ہوتے ہیں۔ میز پوش پلنگ پوش، رومال، کرسیوں کے گدے، تکیوں کے غلاف پلنگ کی چادریں۔ پردوں وغیرہ کے وسط اور کونوں کے لئے مختلف قسم کے پھولوں، بوٹوں، گلدستوں وغیرہ کے کئی خوبصورت نمونے ہیں ان کے بعد کسی وسعت کی دلآویز بیلیں پھر مختلف قسم کی کڑھت کے [illegible] نمونے۔ ایک چیز سے زیادہ اس [illegible] پرندوں اور مشہور عمارات کے خاکے نوعمر بچوں کیلئے یہ کتاب بہت کارآمد ہے [illegible] بناوٹ کی پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا [illegible] قیمت [illegible]

(۳) گلدستہ کشیدہ

عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ

کشیدہ کاری کی اس قدر خوبصورت اور اتنی کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی

اس کتاب کی تیاری میں [illegible] دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے اور کشیدہ کاری کی مشہور ماہر محترمہ علی فاطمہ بیگم صاحبہ نے نہایت [illegible] و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

باب	مضمون	
باب	خوبصورت درم شلڈ یا محمد تاج محل عید کا چاند [illegible]	۹ نمونے
باب	مختلف قسم کے پھولوں کونوں ڈالیوں کے	۹۲
باب	مختلف وضع کے بنے پھول	۲۲
باب	میز پوش چادروں وغیرہ کے کونے	۱۹
باب	غلاف تکیہ وغیرہ کے خوشنما کر	۱۹
باب	مختلف وضع کے گول پھول	۱۱
باب	بیل کلابتو پلنگ کی چادریں ساری وغیرہ کی بیلیں	۱۶
باب	[illegible] کی ٹوپیاں وغیرہ	۸
باب	قمیص کے کف	۳
باب	قمیص کرتہ بلاؤز کے گریبان	۴
باب	متفرق۔ شلاٹی لوری پچوں کے جب [illegible] پاندان کا غلاف بائیسکل کی گدی بٹوہ وغیرہ۔	۱۵

موتیوں کے کام کی طرح گلدستہ کشیدہ میں بھی پہلے نہایت کارآمد ہدایتیں ہیں پھر نمونوں کے متعلق کانٹے کی بعض ترکیبیں دی ہیں جو ہر چیز کار [illegible] ایک ایک پاؤ فٹ پر نمونے دیے گئے ہیں اور تمام نمونے نہایت صاف ہیں اکثر نمونے ایسے خوبصورت ہیں کہ آج تک کشیدہ کاری کی کسی کتاب میں نہ نکلے ہونگے اور ترکیبیں اس قدر آسان ہیں کہ معمولی عاقل بھی بنا سکتی ہیں۔ گلدستہ کشیدہ میں [illegible] نمونے عصمتی کشیدہ میں نہیں ہیں [illegible] عمدہ کاغذ اور عمدہ کی چھپائی ٹائٹل رنگین صفحات [illegible] قیمت [illegible]

(۵) موتیوں کا کام

موتیوں کے کام کا شوق لڑکیوں میں روز بروز ترقی کر رہا ہے مگر یہ کام ایسا ہے کہ جب تک بتانے والا نہ ہو سمجھ میں نہیں آتا اور جب اشارہ مل جائے تو آسانی کیا جا سکتا ہے یہ کام ہے بھی نہایت دلچسپ اور مفید۔ غریبوں کے لئے روزی کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو امیروں کے لئے دل بہلانے کا۔ ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھکر یہ مفید کتاب دستکاری کی ماہر ۲۷ عصمتی بہنوں نے تیار کی ہے اور دعوی کیا جا سکتا ہے کہ موتیوں کے کام کی ایسی مفید کتاب ہندوستان بھر میں نہیں چھپی۔ اس میں مندرجہ ذیل ۲۰۶ نمونے ہیں۔

۴۸ بیل بوٹے [illegible]	۲۰ قسم کی لیس	۳۶ جھالریں
۱۳ [illegible] فریم	۱۱ فنرشی توری وغیرہ	۲ جالیاں
۲۹ [illegible] کی بیلیں	۸ [illegible]	۸ خوان پوش
۹ حاشیہ کار [illegible]	۲ پنکھے	۳ [illegible] بیگ
۷ ہینڈ بیگ کے نمونے	۶ [illegible]	[illegible] پوش [illegible]
متفرق چیزیں [illegible]	[illegible]	لیمپ کے جھاڑ وغیرہ [illegible]

مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست پیش کی جاتی ہے

بیلیں		لیس	
۵ وزنی بیلیں	گلاب کی بیل	جگنو نما لیس	برگ نما وزنی
آسان بیل	مینک نما بیل	[illegible] لیس	[illegible] لیس
سادی بیل	لٹ دار [illegible]	[illegible] لیس	[illegible] لیس
دوپٹہ کی بیل	[illegible]	[illegible] لیس	[illegible] وزنی لیس
[illegible]	[illegible] کی تین کی	[illegible] لیس	دوپٹہ کی لیس
[illegible]	دامن کی بیل	[illegible]	[illegible] لیس
اور بھی	حاشیہ کی	[illegible]	سادہ لیس
[illegible]	نفیس بیل	[illegible]	[illegible]
		[illegible]	[illegible]

پہلے موتیوں کے کام کی ماہر بہنوں کے نہایت کارآمد مضامین و ہدایات دیئے ہیں پھر مفصل ترکیب اور ضروری ہدایات ہر نمونہ کی اس قدر آسان لکھی گئی ہیں کہ ناواقف بھی پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں چنانچہ بعض ترکیبیں ۲-۳ صفحوں میں ہیں جو کہ آسانی سمجھ میں آ جاتی ہیں۔ نمونے نہایت صاف اور خوبصورت ہیں کسی نمونے کے سمجھنے میں وقت نہیں ہوتی موتیوں کے کام کا شوق رکھنے اور یہ کام سیکھنے والی لڑکیوں اور عورتوں کے لئے اس سے بہتر ساتھی نہیں ملے گی۔ کاغذ خوب دبیز لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ ٹائٹل [illegible] کا تصویر خوبصورت۔ قیمت [illegible]

(۶) عصمتی دستکاری	ان کتابوں کا اشتہار [illegible]
(۷) سلمہ ستارے کا کام	[illegible]
(۸) [illegible] کتاب	

(۴) خواتین کی دستکاریاں

جو عورتیں مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہو وہ اگر ایک جلد منگا لیں تو گھر پر خودداری و عزت کیساتھ زندگی گذار سکتی ہیں کیونکہ اس کتاب میں نادار اور غریب عورتوں کو نہایت کارآمد پیشے بتائے گئے ہیں اور بہت سے کاموں کی اس قدر تفصیل بیان کر دی ہے کہ ہر شخص بغیر کسی کی مدد کے آسانی سے صرف اس کتاب کی مدد سے مالی پریشانیوں کو آسانی دور کر سکتی ہیں۔ خواتین کی دستکاریاں [illegible] قیمت [illegible]

ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت دہلی

Calcutta Art Press Delhi

Regd No L 1872

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۸۷۲

ESTD. THE ISMAT, 1908. DELHI.

عصمت

شریف ہندوستانی بیبیوں کیلئے
پاکیزہ خیالات علمی و ادبی مضامین اور
مفید معلومات کا ماہوار ذخیرہ



اکتوبر
۱۹۳۰

چندہ سالانہ قسم
خاص ۱۰ روپے

چندہ سالانہ
چار روپے

قسم خاص

معصوم عصر حضرت علامہ راشد الخیری کی مشہور و مقبول تصانیف

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
حیات صالحہ	یا صالحات۔ دلی کی ٹکسالی زبان میں بہترین اخلاقی و اصلاحی سبق آموز عمل ایک نیک لڑکی کے حالات مصنف مرحوم کی سب سے پہلی مگر نہایت مقبول تصنیف	[illegible]
صبح زندگی	نسیمہ بیگم کی پیدائش سے شادی تک کے حالات نہایت موثر پیرایہ میں لڑکیوں کی تربیت پر بے مثل کتاب ہے۔ بیس دفعہ شائع ہو چکی ہے	[illegible]
شام زندگی	نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے واقعات۔ یہی وہ تصنیف ہے جس نے مصنف مرحوم کو قوم سے مصور غم کا خطاب دلوایا تھا اٹھارہویں دفعہ چھپی ہے	[illegible]
شب زندگی	نسیمہ بیگم کی موت کے بعد کے حالات اصلاح النسواں کے سلسلہ میں ہندوستان بھر میں بہترین کتاب کہی جاتی ہے دو حصے ہیں ہر حصہ کی قیمت علیحدہ	[illegible]
طوفان حیات	تعلیم رسوم شرکت بدعت وغیرہ دور کرنے کے لئے بے مثل اصلاحی ناول ہے۔ بے انتہا دلچسپ واقعات اس قدر درد انگیز کہ ہچکی بندھ جاتی	[illegible]
جوہر قدامت	دو لڑکیوں کی مفصل زندگی جن میں ایک دستور قدیم کی پرستار ہے اور ایک [illegible] کی دلدادہ۔ یہ کتاب بتلائے گی کہ عالم نسواں [illegible]	[illegible]
منازل السائرہ	ایک لڑکی کی پیدائش سے موت تک تمام واقعات نہایت دلچسپ پیرایہ میں یہ کتاب یونیورسٹیوں کی بڑی جماعتوں کے کورس میں داخل ہو چکی	[illegible]
نوحہ زندگی	بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق مصور غم علیہ الرحمۃ کی معرکۃ الآرا تصنیف قصہ دلچسپ سبق آموز نہایت موثر ہے آٹھ دفعہ چھپی ہے	۱۲؍
[illegible] شیطانی	[illegible] کے آثار کثیر نہایت سبق آموز اور نتیجہ خیز ہیں بعض واقعات اس قدر درد انگیز کہ آنسو نکل پڑیں بعض کیرکٹر نہایت دلچسپ [illegible]	۱۴؍
[illegible]	ایک شیطان کی [illegible] سات روحیں پیش کی جاتی ہیں ہر روح کے حالات نتیجہ خیز ہیں آخری روح کے واقعات پڑھ کر سنگدل بھی آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتے	۸؍
بیلہ میں میلہ	[illegible] شہزادیاں [illegible] کی رہنے والیوں کی آپ بیتی دل ہلا دینے والی کہانیاں [illegible] آخری [illegible]	۱۲؍
ستونتی	اس افسانہ میں دکھایا ہے کہ مرد کے لئے شریف بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی واقعات دلچسپ اور درد انگیز ہی نہیں سبق آموز بھی ہیں	۷؍
[illegible]	معصوم و مظلوم لڑکی کا درد بھرا افسانہ جو صرف اس لئے [illegible] باپ اور بھائی کے ہاتھوں [illegible]	۸؍
[illegible]	[illegible] اس سے بہتر افسانہ شائع نہیں ہوا۔ کئی جگہ نہایت درد انگیز ہے۔ کئی موقعوں پر ظرافت اور ہنسی سے لبریز۔	۵؍
بنت الوقت	ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا مرقع۔ وقت کا اندھا دھند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا انجام	۸؍
سراب مغرب	غیر مسلم مدارس میں مسلم لڑکیوں کی تعلیم [illegible] اس بحث پر مشہور افسانہ۔ مغربی تقلید کے دردناک نتائج	۸؍
انگوٹھی کا راز	[illegible] لڑکیوں کا سبق آموز اور درد بھرا افسانہ۔	۶؍
فسانہ سعید	اس افسانہ میں جس قابلیت سے حضرت علامہ مغفور نے سعید جیسی بیوہ کے نکاح ثانی کو بے سود ثابت کیا ہے وہ بے انتہا سبق آموز ہے	[illegible]
[illegible]	ایک نہایت [illegible] سے تعلق رکھتے ہیں	۶؍
منازل ترقی	اس افسانہ میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دھن اور لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں غریب رشتہ داروں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے	۴؍
[illegible]	ایک بدنصیب ماں اپنے [illegible] کی بدولت [illegible] آنسو نکل آتے ہیں	۴؍
[illegible]	[illegible] انگریزی خاتون کی کہانی [illegible] مغربی معاشرت کا کامیاب مرقع [illegible] میاں بیوی کے تعلقات کا نقشہ۔	۴؍
[illegible]	[illegible] چند نسوانی کمزوریوں کا خاکہ کھینچا گیا ہے۔ پلاٹ نہایت دلچسپ۔	۴؍

مختصر افسانوں اور نظموں کے مجموعے

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible] افسانوں کا مجموعہ [illegible]	[illegible]

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
نانی عشو	ایک نہایت ہی پر لطف افسانہ جسے پڑھکر ہنسی ضبط کرنی ناممکن ہے۔ اس کے ساتھ ۳ اور افسانے جو مزاحیہ بھی ہیں اور دردناک بھی	۱۰ر
نسوانی زندگی	۴ افسانے ہیں جن میں دکھایا گیا ہے کہ ماں، بیوی، بیٹی، بہن ہر حیثیت میں عورت ایسی ایسی قربانیاں کرتی ہے کہ غور کرے تو مرد حیرت میں رہ جائے	۸ر
گلدستۂ عید	اگرچہ عید اور رمضان کے متعلق بارہ مضمونوں اور افسانوں کا مجموعہ ہے مگر اثر اور نتیجہ کے اعتبار سے ہر وقت پڑھنے کی چیز ہے۔	۸ر
روداد قفس	حضرت علامہ مغفور کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ان نظموں کا مجموعہ ہے جنہیں پڑھکر دل درد مند تڑپ اُٹھتے ہیں۔ چھٹی مرتبہ چھپا ہے	۱۰ر
گرفتار قفس	اس مجموعہ میں بھی بہت موثر نظمیں ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ حضرت مصور غم علیہ الرحمۃ کو جذبات نگاری میں کس درجہ کمال حاصل تھا	۴ر

تاریخ، سیرت ادب و انشا

آمنہ کا لال	اردو زبان میں مولود شریف کی بہترین کتاب جس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو خلاف عقل کہا جاسکے۔ اس میں علامہ مغفور کا بہترین لٹریچر ہے	عہ
سیدہ کا لال	اردو زبان میں مکمل تاریخ شہادت جس میں واقعہ کربلا سے پہلے اور بعد کے مفصل حالات ہیں نثر میں مصور غم نے جو مرثئے لکھدیئے صدیوں انکا جواب نہ ملیگا	۱۲ر
الزہرا	اردو زبان میں جگر گوشۂ رسولؐ خاتون جنت حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا کی بہترین سوانحعمری، آخر میں واقعہ کربلا کا مختصر بیان۔ نو دفعہ چھپی ہے	عہ
وداع خاتون	مشہور ادیبہ محترمہ خاتون اکرم کی جوانمرگی پر قدردان خسر کے خون کے آنسو۔ یہ کتاب بتائے گی کہ ہو کسے کہتے ہیں۔	۵ر
قلب حزین	ان چھوٹے چھوٹے لطیف ادبی مضامین کا مجموعہ جن میں علامہ مغفور نے شاعری کی تھی۔ طرز تحریر اتنا پیارا کہ بار بار پڑھئے۔	۸ر
وداع ظفر	یا نوبت پنجروزہ بہادر شاہ دہلی کے آخری پانچ جشن اسی سال پہلے کی دلی کی جھلک قلعہ کی بہار میں شاہی جھمگھٹے میلوں ٹھیلوں کے رنگ	۱۲ر
ابن کا دم واپسین	شہنشاہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ ابن الرشید کے دردناک قتل کے حالات اور پھر مصور غم کے قلم سے!	۴ر

تاریخی ناول

جو شادی شدہ خواتین مطالعہ کرسکتی ہیں مگر کنواری بچیاں نہ منگائیں

یاسمین شام	امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت کی اسلامی لڑائیاں یرموک انطاکیہ بیت المقدس وغیرہ کی لڑائیاں و تصویر جنہیں مسلمان اسطرح لڑے تھے کہ دشمنوں کو دانتوں تلے انگلی دبانی پڑی	۱۲ر
عروس کربلا	کربلا کا واقعہ یوں ہی کچھ کم دردانگیز نہیں اس پر مصور غم کے قلم نے قیامت ڈھائی ہے بلحاظ درد و اثر مصنف کے تاریخی ناولوں میں بہت ممتاز ہے	۱۲ر
محبوب خداوند	شمالی افریقہ کے مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت نے خلیفہ سوم کے زمانہ میں عیسائیوں کی ٹڈی دل فوج پر کس طرح فتح پائی صلیب ہلال کو موکہ اسلام دیکھی دنیا	۱۲ر
تیغ کمال	ترکوں اور اتحادیوں کی ہولناک اور خونریز لڑائیاں مصطفےٰ کمال پاشا کے حیرت انگیز کارنامے اور محبت کا لطیف افسانہ	عہ
شہاب مغرب	طرابلس مراکش مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں۔ ہندوستان میں شدھی اور ارتداد کا اثر	عہ
در شہوار	ایران ماژندران سیستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع۔ مندرجہ بالا دلاویز ناولوں کی طرح یہ بھی محبت کا دلکش افسانہ ہے	۸ر
منظر طرابلس	تسخیر طرابلس کے بے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیر بن عوام کی بیمثل شجاعت اور ایثار محبت کے آتشکدہ میں بے گناہ لڑکی کی قربانی	۵ر
سودائے نقد	یہ تاریخی نہیں مگر محبت کا افسانہ ہے جس سے معلوم ہوگا کہ جوان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی پر کیا اثر ڈالتا ہے حقیقی ماں کے ہاتھوں جوان بیٹے کا قتل	۵ر
شہنشاہ کا فیصلہ	عہد عباسی کے بغداد کا دلچسپ افسانہ۔ ایک شخص اپنی بیوی کا نکاح ایک اور شخص سے کرتا ہے ایک مصیبت زدہ ماں کا بیگناہ بچہ واجب القتل ٹھیرتا ہے	۴ر

ملنے کا پتہ۔ دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کے مضامین کے ۲ جدید مجموعے

احکام النسواں عورتوں کے متعلق احکام قرآن مجید اور اُن کی تفسیر۔ خواتین ہند کے محسن اعظم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ نے کئی سال تک رسالہ بنات میں یہ تفسیر لکھی تھی اور پہلے ہی پرچہ میں تحریر فرمایا تھا کہ یہ تفسیر ان تمام تفسیروں سے جو اس وقت ہمارے ہاں موجود ہیں بالکل علیحدہ عام فہم اور آسان ستھری زبان میں واضح طور پر ہوگی۔ تاکہ مسلمان عورتوں کے واسطے ان کی اپنی علیحدہ تفسیر ہو جائے اور ان کو مسائل کے دریافت کرنے میں جو دقت اس وقت محسوس ہو رہی ہے وہ رفع ہو۔ افسوس موت نے مہلت نہ دی کہ علامہ مغفور تفسیر کو مکمل فرما دیتے۔ تاہم تمام احکام جمع کر لئے گئے ہیں کتاب زنانہ لٹریچر میں نہایت اہمیت رکھتی ہے اور ہر مسلمان خاتون کے پاس رہنی چاہیے اس کی پوری قدر و قیمت مطالعہ کے بعد ہی معلوم ہو سکتی ہے قیمت ایک روپیہ (عہ)

محسن حقیقی مسلمانوں کے آقا و مولا سردار دو جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے چند متفرق واقعات مصنف آمنہ کے لال کے قلم سے اور اس قدر موثر پیرایہ میں کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑیں مجالس میلاد کے متعلق چند اصلاحی مضامین بھی اس کتاب میں ہیں قیمت ۶؍

دعائیں حضرت علامہ مغفور کی سب سے آخری تصنیف ہم اپنے مقاصد کی کامیابی کے لئے دعائیں تو مانگتے ہیں مگر نہ دعا مانگنی جانتے ہیں نہ دعا کو سمجھتے ہیں مصور غم نے اپنے مخصوص رنگ میں اردو زبان میں نظم و نثر کی یہ دعائیں لکھی تھیں جو اس قدر سوز و گداز اور زود اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ ایک ایک جملہ اور ایک ایک مصرعہ کلیجہ کے پار ہو جاتا ہے قرآن مجید کی دعائیں پیغمبروں کی دعائیں سرور کائنات اور آپ کے عزیزوں کی دعائیں بھی ہیں باعتبار ادب دعاؤں کی کوئی کتاب اس قدر بلند درجہ نہیں رکھتی قیمت صرف آٹھ آنہ (۸؍)

قرآنی قصے اُن نبیوں اور رسولوں کے مقدس حالات جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے حضرت علامہ راشد الخیریؒ نے یہ قصے مسلمان لڑکیوں کے لئے ان کی سمجھ کے مطابق انہیں کی زبان میں مگر اپنے خاص رنگ میں لکھے تھے عورتوں کے لئے نبیوں کے حالات میں بہترین کتاب ہے جس کا درجہ باعتبار ادب نہایت بلند ہے قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

گدڑی میں لعل لڑکیوں اور عورتوں کو سگھڑ، ہنرمند، کفایت شعار بننے اور کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے خانہ داری کے متعلق نہایت ہی مفید مشورے دلنشین پیرایہ میں یہ کتاب زنانہ لٹریچر میں بیش بہا اضافہ ہے یہی ہیں وہ مضامین جنھوں نے دس بیس سو پچاس نہیں ہزاروں عورتوں کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا اور وہ کامیاب گھر والی بنکر خوشگوار زندگی گذارنے لگیں قیمت ایک روپیہ چار آنہ (عہ؍)

چمنستان مغرب خانہ داری۔ تاریخ۔ معاشرت۔ ادب غرض ہر موضوع پر جو خواتین کے لئے مفید ہو سکتا ہے انگریزی زبان کے چند بہترین مضامین کے عام فہم ترجمے جن کی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت علامہ مغفور کا رنگ بھی ان میں جھلک رہا ہے جنھیں پڑھکر ترجمے کا گمان نہیں بلکہ طبعزاد کا دھوکا ہوتا ہے مشرق کے بے مثل ادیب نے مغربی لٹریچر کو اردو زبان میں منتقل کیا تو کس سلیقہ کے ساتھ کہ مشرقی بیبیاں ادبی دلچسپیوں کا لطف اُٹھانے کے علاوہ خانہ داری اور ازدواجی زندگی میں تجربہ کی باتوں سے بہت کچھ فائدہ اُٹھا سکیں قیمت ایک روپیہ

دلی کی آخری بہار ۴۰ برس پہلے دلی کیا تھی مرد عورتیں بوڑھے بچے کس طرح بے فکری اور سادگی کے ساتھ زندگی کا لطف اُٹھاتے تھے میلے ٹھیلے کس طرح منائے جاتے تھے اور سیر و تفریح کس طرح کی جاتی تھی۔ اس کا جواب اس کتاب میں ملیگا جو نصف صدی پہلے کی معاشرت محبت تعلقات اور وضعداری کی درد انگیز کہانیاں اور دلی کی بربادی کے جگر خراش افسانے ہیں جنہیں علامہ مغفور نے انشاء پردازی ہی کا کمال نہیں دکھایا قلعہ معلی کی کوثر سے دھلی ہوئی بیگماتی زبان ہی نہیں لکھی بلکہ فسانہ شب سنا کر دردمند دلوں کو تڑپا دیا ہے قیمت عہ

مسلی ہوئی پتیاں دلی کی بیگماتی زبان میں زنانہ خطوط انشاء کی معمولی کتاب نہیں حیات انسانی کے وہ راز ہیں جن کو پڑھکر بے ساختہ جی چاہتا ہے کہ الفاظ کو اٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیجئے۔ ایک دریا ہے لطافت ہے کہ بہ رہا ہے ایک معلم بے نظیر ہے کہ خواتین ہی کو نہیں مردوں کو بھی درس دے رہی ہے ایک نشتر ہے کہ کلیجہ میں گھس رہا ہے لکھنے کے ڈھنگ پہننے کے رنگ، رہنے کا طریقہ جینے کا طرز سب ہی کچھ اس میں موجود ہے حضرت مصور غم کا سب سے پہلا مضمون جو ۱۳ء کے مخزن میں شائع ہوا تھا وہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے قیمت ۶؍

داستان پارینہ مصور غم مرحوم جامع حیثیات مصنف تھے ان کی مورخانہ حیثیت کے آگے بڑے بڑے نقادوں کو گردن جھکانی پڑی اسلامی تاریخ کے ضخیم ناول دیکھ چکے اب تاریخی مضمونوں کا مجموعہ پڑھئے اور دیکھئے کہ تاریخ میں افسانے سے بڑھکر لطف پیدا کر دینا علامہ راشد الخیری جیسے بے مثل انشاء پرداز مورخ کا کام تھا واقعات سب تاریخی ہیں مگر پیرایہ بیان کی دلآویزی بار بار انکے مطالعہ پر مجبور کرتی ہے مسلم بیگمات اور حکمرانوں پر غیر مسلم متعصب مورخوں نے جو ناروا حملے کئے ہیں ان کے اس قدر مدلل اور دندان شکن جوابات بھی ہیں کہ بے اختیار مصور غم کی مورخانہ قابلیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کئی تصویریں بھی ہیں۔ قیمت بارہ آنے۔

عروسِ مشرق یورپ کی اندھا دھند نقالی اور مغربی تہذیب کے زہر آلود اثر سے محفوظ رکھنے کے لئے گذشتہ چوتھائی صدی میں حضرت مصورِ غم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مخصوص طرز میں جو مضامین میں تحریر فرماتے تھے ان کا مجموعہ ان مضامین میں ان مشرقی خوبیوں کو جو روز بروز مٹ رہی ہیں اور جن پر ہندوستان کے بسنے والے ناز کرتے تھے موثر پیرایہ میں بیان فرمایا ہے قیمت (۱۰/)

بزمِ رفتگان اردو ادب کے لافانی شہرہ مرثیے جو ملک کی مایہ ناز خواتین اور باکمال شعرا و ادبا کی یاد میں لکھے گئے تھے اور جو معدنِ ادب کے بیش بہا جواہر ریزے ہیں حضرت علامہ مغفور کا یوں تو ہر مضمون تاثیر سے لبریز ہوتا ہے مگر بزمِ رفتگان کا ایک ایک فقرہ ایک ایک جملہ درد و اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔ بالتصویر۔ قیمت دس آنہ (۱۰/)

نالۂ زار خواتینِ ہند کے محسنِ اعظم کے درد انگیز مضامین جنہیں عورت کی مختلف حیثیت پر بحث کی گئی ہے یہ وہ کرتہ الآرا مضامین جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں نالۂ زار میں عورتوں کی مظلومیت کا مرقع اور ان کے مصائب و آلام کی درد انگیز داستانیں ہیں جنھیں پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے اور سنگ دل سے سنگ دل انسان کی آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں۔ قیمت (۱۲/)

بے فکری کا آخری دن اور دوسرے مضامین کنواری بچیوں کے لئے جن کا مقصد یہ ہے کہ ان میں اچھی عادات و خصائل پیدا ہوں وہ اپنے فرائض کو سمجھنے لگیں۔ خوشگوار زندگی گذارنے کی تیاری کر سکیں۔ اپنے والدین کو نعمت جانیں اور کنوار پنے کی قدر کریں۔ قیمت (۴/)

بلبلِ بیمار لڑکیوں کی تعلیم و تربیت اور پردے کے مختلف پہلوؤں پر طبقۂ نسواں کے سب سے بڑے حامی نے چوتھائی صدی تک غور و فکر کے بعد جو بیش بہا مضامین تحریر فرمائے تھے یہ ان کا بے انتہا قیمتی مجموعہ خشک سے خشک موضوع کو نہایت دلآویز پیرایہ میں بیان فرمانے کی مصورِ غم خداداد قابلیت رکھتے تھے کسی مضمون کی چند سطریں پڑھنے کے بعد بہت ہی مشکل ہے کہ مضمون ختم نہ کیا جائے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ حل فرمایا ہے۔ قیمت دس آنے۔

سیاحتِ ہند ہندوستان کے مختلف شہروں اور قصبوں کا علامہ مغفور نے دورہ فرمایا تھا اور دورہ کے جو حالات عصمت و بنات میں تحریر فرمائے تھے وہ سب اس کتاب میں جمع کئے گئے ہیں جو ہندوستان کے مختلف مقامات کی تعلیم یافتہ دردمند خواتین و حضرات کا تذکرہ ہے جس سے مختلف صوبوں کی معاشرت تمدن سے واقفیت ہوتی ہے اور علامہ مرحوم کی طبیعت عادات و خصائل کا بھی پتہ چلتا ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

یادگارِ تمدن تمدن حقوقِ نسواں کی حمایت میں پہلا اور آخری مردانہ رسالہ تھا اس کے ایڈیٹر کی حیثیت سے علامہ مغفور نے جو مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا مجموعہ ہے طرزِ بیان اس قدر دلآویز اور موثر ہے کہ ایک ایک سطر بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے علامہ مغفور کی بے مثل انشا پردازی کا نمونہ کرشمہ ہے قیمت ۱۲/-

افسانوں کے جدید مجموعے

گردابِ حیات حضرت مصورِ غم نے عورتوں کی اصلاح و حمایت میں چھوٹے چھوٹے نتیجہ خیز اور موثر افسانے عام فہم پیرایہ میں عصمت میں لکھے تھے انہیں سے ۲۵ افسانوں کا مجموعہ مرتب کیا گیا ہے ان افسانوں نے بیسیوں عورتوں کو افسانہ نگار بنا دیا اور سینکڑوں عورتوں کی زندگی سنوار دی۔ قیمت عہ

بساطِ حیات چار مختصر افسانوں کا مجموعہ حیاتِ انسانی کے متعلق جانوروں کا مشاہدہ اور مطالعہ تمام افسانے دلآویز اور نتیجہ خیز ہیں یہ جانوروں کی زبانی معمولی انسانی کہانیاں نہیں قصہ کے پیرایہ میں درستی اخلاق اور اصلاحِ معاشرت کے بیش بہا سبق ہیں۔ قیمت

حور اور انسان اب سے ۲۵ سال قبل رسالہ تمدن میں علامہ مغفور نے حقوقِ نسواں کی حمایت میں چند نہایت موثر اور درد انگیز افسانے تحریر فرمائے تھے جنھوں نے تعلیم یافتہ مردوں میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ اس مجموعے میں چار پانچ افسانے تو وہ ہیں اور تین چار عصمت کے زرین دورِ اول کے ان افسانوں کے عنوانات یہ ہیں۔ حور اور انسان۔ پریوں کی محفل۔ ضمیرہ۔ شرع کا خون۔ انتہائے حمیت ایک روح کی سرگزشت سوکن کی نصیحت ہر افسانہ سبق آموز اور موثر ہے۔ قیمت صرف (۱۲/)

نشیب و فراز آٹھ عورتوں نے اپنی اپنی زندگی کا کوئی اہم واقعہ یا مشاہدہ بیان کیا ہے ہر افسانہ صرف حد درجہ دلچسپ ہے بلکہ نسوانی زندگی کے کسی پہلو پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ قیمت ۴/

دادا لال بجھکڑ پانچ نہایت ہی پرلطف مزاحیہ قصے جنھیں پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں۔ ولایتی نمی اور نانی عشو کے سلسلہ کی تفریحی لیکن نتیجہ خیز کتاب جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصورِ غم ظرافت نگاری میں انتہائی کمال رکھتے تھے قیمت ۸/

محصول ڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ دفتر عصمت دہلی

محصول ڈاک بذمہ خریدار

شامِ زندگی کا اٹھارواں ایڈیشن

اس کتاب سے زیادہ گذشتہ اٹھارہ سال میں اردو کی کوئی کتاب مقبول نہیں ہوئی۔ اٹھارہ دفعہ چھپ چکی ہے لیکن مانگ کا وہی حال ہے جو شروع میں تھا۔ جو مرد چاہتے ہیں کہ ان کی بیویاں ان کے مزاج کے موافق ہو جائیں شامِ زندگی کو انھیں پڑھواتے ہیں اور جو عورتیں آرزو رکھتی ہیں کہ ان کا گھر رشکِ جنت بن جائے وہ شامِ زندگی کو پڑھتی ہیں اور اس کی مدد سے اپنے خاوند کا دل موہ لیتی ہیں جنھیں اولاد کی تربیت کا خیال ہے ان کے نزدیک تو اس کام کے لئے شامِ زندگی سے بہتر اتالیق نہیں ہے شامِ زندگی میں قصہ کے طور پر ایک لڑکی کا حال لکھا ہے کہ اس نے شادی سے لیکر مرنے کے وقت تک کیونکر زندگی بسر کی زندگی کے کسی شعبہ اور حیات کے کسی مرحلہ کو جس سے ہو کر انسان گزرتا ہے نظرانداز نہیں کیا گیا۔ پھر پیرایہ اس قدر دلچسپ کہ چند صفحے دیکھ کر کتاب ہاتھ سے چھوڑ دیجئے تو ہم قیمت مع محصول واپس دینے کو تیار ہیں اور موثر اتنی کہ قوم نے اسی کی وجہ سے مصنف کو مصورِ غم کا خطاب دیا تھا ہر سطر آنکھوں کو پرنم کر دیتی ہے غرض شامِ زندگی بڑی ہی کامیاب کتاب ہے۔ کسی اعتبار سے کوئی عیب اس میں نہیں ملتا محاسن ہی محاسن ہیں۔ ایک جلد طلب فرمائیے آپ کے تمام خاندان اور احباب میں پہنچ جائے گی۔ عورت اور مرد سب اس پر شیدا ہو جاتے ہیں تمہارے دل دکھ کا علاج۔ تمہارے دل کا بہلاوا تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک شامِ زندگی اور صرف شامِ زندگی ہے۔

شامِ زندگی نے سینکڑوں جانوروں کو انسانیت سکھا دی۔ لامذہبوں میں مذہبیت پیدا کر دی اور گم گشتہ راہوں کو راہ پر لگا دیا جو شخص شامِ زندگی سے محروم رہے اور شامِ زندگی سے فائدہ حاصل نہ کرے اس کی تقدیر ہے ورنہ شامِ زندگی نے دین و دنیا کی درستی کا سامان پیش کر دیا ہے۔

ضخامت ۸ جزو سے اوپر۔ بہترین قسم کا چکنا ولایتی کاغذ اعلیٰ درجہ کی لکھائی چھپائی قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

صبحِ زندگی

یہ شامِ زندگی کا پہلا حصہ ہے شامِ زندگی میں نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے حالات پڑھنے سے پہلے ذرا ان کا کنوارپنا بھی دیکھ لو اس سے تمہیں پتہ لگے گا کہ ایک لڑکی کی پیدائش سے شادی تک کیونکر تعلیم و تربیت کرنی چاہئے حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ اس قسم کے مضامین کو دلچسپ اور پُرتاثیر بنا دینے میں جو ملکہ رکھتے تھے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں صبحِ زندگی لڑکیوں کی اتالیق بیویوں کی مشیر اور مردوں کے لئے لٹریچر کا بیش بہا خزانہ ہے قصہ اس قدر دلچسپ کہ شروع کر کے ختم کئے بغیر نہ رہا جائے زبان اتنی شیریں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہے صبحِ زندگی میں درد و بیان، کیفیت بیانی اور زندگی کا سامان سب کچھ موجود ہے بیس مرتبہ چھپ چکی ہے۔

قیمت صرف ایک روپیہ ۲ آنے۔

شبِ زندگی

صبحِ زندگی میں نسیمہ کے بچپن اور جوانی کو دکھایا گیا ہے شامِ زندگی میں اسے آخری منزل تک پہنچایا ہے شبِ زندگی میں موت کے بعد کے حالات پڑھو جن سے معلوم ہوگا کہ نسیمہ نے دنیا میں وہ کون سے کام کئے تھے کہ حوریں اس کا استقبال کرتی ہیں اور وہ کونسی دو عورتیں ہیں جن میں ایک دوزخ میں بھی خوش اور دوسری جنت میں بھی مقید ہے نسیمہ کی بہو نسیم دلہن کی جگر خراش داستان اور اس کی سوکن زینت کے مفصل بیان سے ممکن ہی نہیں کہ دل پر کچھ اثر ہو۔

صبحِ زندگی اور شامِ زندگی جیسی موثر اور درد انگیز کتابوں کے بعد شبِ زندگی جو تم نے دھائے کہ ہے شبِ زندگی خود پڑھو اور اپنے بیوی بچوں کے سامنے نسیمہ کا پاک نمونہ پیش کر کے انہیں اس جیسا بناؤ تاکہ وہ کامیاب زندگی گذاریں دنیا کے ساتھ دین بھی حاصل کریں یہاں بھی اچھے بیج بوئیں اور وہاں بھی اچھے پھل کھائیں اس کے چودہ ایڈیشن نکل چکے ہیں ضخامت ۸ جزو۔ ولایتی چکنا کاغذ قیمت ایک روپیہ

شبِ زندگی حصہ دوم

بتائے گی کہ دنیا کی بدترین مخلوق وسیم دلہن کس طرح ایک خدا ترس اور نیک بی بی بنجاتی ہے اور اسکے بچھڑے ہوئے لعل کس طرح اسے ملتے ہیں کتاب کی ہیروئن فاطمہ ساس اور شوہر کے تمام مظالم سہتی اور کیسی کیسی قربانیاں کرتی ہے کہ آپ دنگ رہ جائیں گے اتنا دلکش پلاٹ ہے کہ ہمارے علم میں اردو کی کسی کتاب میں ملنا مشکل ہے یہی وہ بے مثل کتاب ہے جو علامہ مرحوم نے اپنی بہو محترمہ خاتون اکرم کے دنیا میں دی تھی کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ اس کے بھی کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں قیمت ایک روپیہ شبِ زندگی مکمل دونوں حصے ۶/ دو روپے۔

عصمت بک ڈپو کی چند مشہور و مقبول کتابیں

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
زچہ خانہ	ہندوستان کی کسی زبان میں اس موضوع پر اس قدر مکمل و مفصل اور مدلل اور اس قدر کار آمد اور مفید اور عام فہم کتاب شائع نہیں ہوئی کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد سیڈیکل افسر کا غیر فانی کارنامہ ہے حاملہ اور زچہ دونوں حصوں میں زر کثیر صرف کرکے تصویریں دی گئی ہیں۔	۲؍۸
صنعت و حرفت	سینکڑوں قسم کی چیزیں گھر پر تیار کرکے مالی پریشانیاں دور کرنے کے بیش بہا صحیح نسخے۔ مسز رحیم چیف کیمسٹ کی اہلیہ محترمہ نے تجربے کے بعد لکھے ہیں	عـہ
مشرقی و مغربی کھانے	عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ مغربی اور ایشیائی کھانوں کی صحیح ترکیبیں جو تجربے کے بعد لکھی گئی ہیں سو صفحوں کے نہایت کار آمد مضامین بھی پیش ہیں	عـہ
سنگھار خانہ	خوبصورتی اور تندرستی کی قابل قدر کتاب جسم کے ہر حصہ کو خوشنما بنانے جوانی قایم رکھنے کی ہدایتیں سنگھاری اشیاء کے استعمال کے صحیح طریقے اور بعد روشنی	عـہ
خانہ داری کے تجربے	ذاتی تجربوں کی بنا پر خانہ داری کے متعلق بیش بہا مضامین جو نامور مضمون نگار محترمہ ر۔ البلقیس بیگم نے لکھے ہیں پھوہڑ لڑکیاں مطالعہ کریں تو سگھڑ بن جائیں	۱۲ر
مفید نسواں	خانہ داری کے تجربوں کا دوسرا حصہ۔ تندرستی، تیمارداری کے متعلق ذاتی تجربوں کی بنا پر نہایت مفید اور کار آمد مضامین۔	۸ر
تندرستی ہزار نعمت	عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ زہرہ فیضی کے یورپ امریکہ کے تجربات صحت قایم رکھنے کے متعلق قیمتی مشورے، تندرستی کے اصول۔	۴ر
بچوں کی تربیت	سائنس اور حفظان صحت کے اصولوں پر بچوں کی پرورش، اور اخلاق و مذہب کے اصولوں پر ان کی تربیت کس طرح کی جائے اپنے موضوع پر بہترین کتاب	۱۰ر
خواتین اندلس	مسلمانوں کے زمانے کے اسپین میں بڑی بڑی شاعرہ ادیب مصورہ بذلہ سنج لطیفہ گو مدبر خواتین گذری ہیں۔ ان کا تذکرہ جو تاریخ میں افسانہ کا لطف	۶ر
انوری بیگم	اردو کی بہت مشہور افسانہ نگار مسز خدیو جنگ مرحومہ کا مقبول و مشہور افسانہ جس میں تمدنی خرابیوں اور رسوم کی پابندیوں کے نقصانات دکھائے	عـہ
دولت پر قربانیاں	دولت کے لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے اور ناموزوں لڑکے لڑکی کی شادی کردینے کے دردناک نتائج۔ پانچ عبرت ناک سبق آموز افسانے	۸ر
غیرت کی پتلی	تین مختلف الخیال عورتوں کے حالات اولوالعزمی اور ہمت سے کس طرح بگڑا ہوا گھر بن سکتا ہے اس موضوع پر محترمہ فاطمہ بیگم منشی فاضل کی تصنیف	۶ر
چار رخ۔	چار عورتوں کی آپ بیتی مغربی تمدن کی اندھا دھند تقلید، عیسائی مشنریوں کی صحبت رواج کی پابندیوں کے دردانگیز نتیجے دکھائے گئے ہیں۔	۴ر
شہید وفا	امۃ الوحی صاحبہ مشہور افسانہ نگار ہیں یہ کتاب انہیں کے نتیجہ خیز و دلاویز دلچسپ افسانوں کا مجموعہ ہے سب افسانے کامیاب اور بہت اچھے ہیں	عـہ
تاریخی لطیفے	دنیا کی نامور شہزادیوں، بادشاہوں، شاعروں، ادیبوں کے لطیفے جن میں تہذیب سے گرا ہوا لغویات خرافات سے لتھڑا ہوا کوئی لطیفہ نہیں۔	۸ر
ہنسی کی باتیں	عامیانہ بازاری لطیفے نہیں عصمتی بہنوں کے لکھے ہوئے نئے طبع زاد سنجیدہ لطیفے مہذب ظرافت کی دل پسند کتاب۔	۸ر
عقل کی باتیں	بڑے بڑے پیغمبروں بادشاہوں، مصنفوں، فلاسفروں کے وہ مقولے جو برسوں کے تجربوں پر مبنی ہیں جن میں زندگی کی مشکلات کا حل ہے	۸ر
پردہ و تعلیم	مسلمان عورت کا تمام مذہب کی عورتوں سے مقابلہ، مسلمانوں عورت کے حقوق تعلیم کی طرف سے غفلت کے نتائج پردہ پر معقول نتیجہ خیز و دلچسپ بحث	۱۲ر
آئینہ جمال۔	بلقیس جمال صاحبہ کی بہ نظموں کا مجموعہ اسلام کے دور اولین کی سبق آموز تاریخی کہانیاں اور مناظر قدرت کی مصوری ہندوستان کی نامور شاعرہ کی بہترین نظمیں	۱۲ر
شمع خاموش	خواتین کی محبوب شاعرہ منجھو بیگم لکھنوی کی دردانگیز نظمیں جو ہندوستانی مسلمان عورتوں کی مظلومیت کا صحیح فوٹو ہیں۔ مع دیباچہ راشد الخیری	۶ر
نغمات موت	محترمہ حجاب اسمٰعیل کے دردانگیز مضامین جو انہوں نے اپنی والدہ مرحومہ کی یاد میں لکھے اور جو اردو رسالوں میں شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں	۶ر
ادب زریں	محترمہ حجاب اسمعیل کے دردانگیز مضامین کا دلاویز مجموعہ مصنفہ کے بلند تخیل عبارت کی رنگینی جذبات کی ترجمانی اور شاعری کا بہترین نمونہ	۸ر
روحانی شادی	اخلاقی اور اصلاحی ڈرامہ جو پلاٹ مکالمہ کیرکٹر ہر اعتبار سے کامیاب ہے سبق آموز عبرت ناک اور دلچسپ مزاحیہ بھی ہے۔ از منشی پریم چند بی اے۔	۶ر
آئینۂ موٹر	انجن کے ہر پرزہ کے متعلق معلومات، کتاب کے مطالعہ سے مالک موٹر خود گاڑی کا نقص دور کر سکتا ہے۔ اردو میں اپنے موضوع پر بہترین کتاب	عـہ
جانباز	محترمہ نذر سجاد حیدر کا بہترین افسانہ جس کے پلاٹ کی دلچسپی کتاب ختم کرنے پر مجبور کرتی ہے۔	۱۲ر
فیروزہ۔	ایک دولت مند مگر یتیم لڑکی کا افسانہ عزم شرافت اور انسانیت کی دل ہلا دینے والی قربانیاں استقلال اور ہمت کی ناکامیوں پر فتح	۸ر
زنانہ بستہ	بچوں اور لڑکیوں کے لئے دس ننھی ننھی کتابوں کا نہایت مفید مجموعہ، چوتھا ایڈیشن حال میں چھپا ہے۔	عـہ
افسانہ حرم	لڑکیوں کے لئے ایک فاضل جرنلسٹ نے نہایت آسان زبان میں اخلاق آموز مفید دس کہانیاں لکھی ہیں۔	۷ر
مزیدار کہانیاں	چھوٹے بچوں کے لئے انہیں کی زبان میں نہایت دلچسپ کہانیاں جن کی تصویریں بھی دیکھ کر بچے خوش ہوں گے از سید ابو تمیم صاحب	۵ر
مختصر دنیا	ایک انگریز سیاح بالشتیوں کی دنیا میں چلا گیا بالشتئے اسے دیو سمجھتے تھے سیاح درجنوں بالشتیوں کو جیب میں ڈال لیتا تھا قابل دید ہے	۵ر
بچوں کی دنیا	ملک روس کے سب سے بڑے مصنف ٹالسٹائی نے بچوں کے لئے جو کہانیاں لکھی تھیں ان کا انتخاب اور بہت آسان زبان میں ترجمہ	۷ر
جاپانی کہانیاں	جاپانی بچوں کی بہترین کہانیاں نہایت آسان عام فہم اردو میں محترمہ مسز فضلی نے لکھی ہیں ہر کہانی کے ساتھ تصاویر بھی ہیں۔	عـہ
دامن باغبان	مشہور افسانہ نگار ڈاکٹر سعید احمد بریلوی کے سبق آموز دلچسپ اخلاقی افسانوں کا دلاویز مجموعہ	عـہ
	دودھ کی قیمت اور سات اور افسانے جو خاص طور پر خواتین کے لئے منشی پریم چند نے لکھے تھے منشی جی کے افسانوں کا آخری مجموعہ۔	عـہ

لڑکیوں اور عورتوں کیلئے دلچسپ اور مفید منتخب کتابیں

نام کتاب	مختصر فہرست	قیمت
ثروت دلہن	اصلاح معاشرت پر دلی کے مشہور مصنف قاری سرفراز حسین صاحب مرحوم کا دلپسند ناول شرفا کے گھروں کا خاکہ۔ تعلقات میں صحیح روش اختیار کرنیکا ہدایت نامہ۔ عورت کی زندگی میں مختلف حیثیتوں سے جو خیالات پیدا ہوتی ہیں انکا دلنشین حل سبق آموز نتیجہ خیز عورتوں ہی کیلئے عورتوں ہی کی زبان میں لکھا گیا ہے۔ پلاٹ نہایت دلچسپ زبان ٹھیٹ دلی کی۔ ثروت دلہن شریف بیگمات کے مطلب کے بہترین اصلاحی اخلاقی ناولوں میں سے ہے	[illegible]
انجام زندگی	حضرت علامہ راشد الخیری کے رنگ میں دلی کی انشاپرداز خاتون کی کامیاب تصنیف تین مختلف الخیال لڑکیوں کے حالات جو سبق آموز بھی ہیں اور دلچسپ بھی۔ واقعات دردانگیز۔ طرز بیان دلاویز اخبارات نے شاندار ریویو پہلے ایڈیشن پر کئے تھے۔ اب دوبارہ چھپی ہے۔	۷ر
اتالیق نسواں	بہو بیٹیوں کو گھرداری سلیقہ شعار بنانے اور انھیں عملی کام بتانے اور انتظام خانہ داری کے سکھانے کی مشہور نہایت مفید کتاب جس میں لڑکیوں کی تعلیم اور تربیت اور صحت اور دستکاری اور خانہ داری وغیرہ وغیرہ کے متعلق دس حصوں میں نہایت کارآمد باتیں بتائی گئی۔ ۲۰۰ شکلیں ۱۲۰۰ صفحے ہیں۔ مقبولیت کا اندازہ اس سے کر لیجئے کہ تین ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اکابرین قوم نے بہت پسند کیا ہے۔	[illegible]
تعلیم خانہ داری	گھرداری کے انتظامات کے سلسلہ میں مفید معلومات کی وہ کتاب جس میں ۸۴ عنوانات پر لڑکیوں اور عورتوں کو نہایت ہی کارآمد باتیں قصے کے دلچسپ پیرایہ میں بتائی گئی ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مستورات کفایت شعار منتظم گھر والی اور دستکار بن سکتی ہے۔ بہت محنت سے لکھی گئی ہے اور عورتوں کی قریباً تمام ضروریات پر حاوی ہے خانہ داری کے متعلق جو باتیں اس کتاب میں لکھی گئی ہیں ہر لڑکی اور ہر عورت کو معلوم ہونی چاہئیں	[illegible]
بچی کی استانی	مسلمان بچیوں کی تعلیم و تربیت پر یہ بھی قصہ کے پیرایہ میں مفید کتاب ہے اور باتوں ہی باتوں میں کام کی باتیں بتائی گئی ہیں۔	۸ر
گھر والی کی تربیت	وہ دلچسپ قصہ ہے جس کے مطالعہ کے بعد مستورات مختلف حیثیتوں سے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے اپنے فرائض خوش اسلوبی کیساتھ انجام دے سکتی ہے	۸ر
گلبدن بیگم یا تصویر	ہمایوں نامہ کی مصنف شہنشاہ بابر کی بیٹی کا نام کس پڑھی لکھی عورت نے نہ سنا ہوگا۔ شہزادی کے مفصل حالات زندگی بہت محنت سے جمع کئے گئے ہیں	۸ر
قوس قزح	آئینہ جمال کے بعد مشہور شاعرہ محترمہ بلقیس جمال صاحبہ کی نظموں کا دوسرا مجموعہ جس میں بہترین اخلاقی تاریخی فطری نظمیں ہیں۔	۸ر
شمیم	دلچسپ معاشرتی اخلاقی ناول جس کو صحیح افسانہ نگاری کے اصولوں پر لکھا گیا ہے سبق آموز اور رقت انگیز ہے۔ دو ضخیم جلد میں دوبارہ چھپی ہے	[illegible]
سیرۃ عائشہ صدیقہ	رسول اکرم کی چہیتی بیوی مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ کے مفصل دلکش سوانح حیات مسلمان عورتوں کے لئے بہترین رہبر ہے۔	[illegible]
اسلامی دسترخوان	مختلف قسم کی کھانے پکانے کی ترکیبیں۔ بڑوں اور بچوں سب کے لئے مفید کتاب ہے۔ قیمت صرف ۸ ر پہلا حصہ دلی کا دسترخوان۔	۸ر
صحابیات	رسول اکرم کی بیویوں بیٹیوں اور اس زمانہ کی ان مشہور مسلمان عورتوں کے حالات جنھوں نے اسلام کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں	[illegible]
فطرت نسوانی	مرد عورت کی عادات و اخلاق کا موازنہ اصلی کتاب فرانسیسی میں لکھی گئی ہے اردو میں عربی سے ترجمہ کی گئی ہے۔	[illegible]
گہوارۂ تمدن	مولانا نیاز فتحپوری کی تالیف جس میں دکھایا گیا ہے کہ دنیا کی تہذیب اور شائستگی عورت کی کس درجہ ممنون ہے۔	[illegible]
مشاہیر نسواں	یا سیر الطیبات۔ اسلامی دنیا کی مشہور عورتوں کے سبق آموز حالات جو مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کو ضرور معلوم ہونے چاہئیں	[illegible]
حلیمہ	ایک پھوہڑ لڑکی کے حالات جس نے بگڑے گھر کو بنا ڈالا۔ قصہ بہت دلچسپ ہے از مولوی عبد الغفار صاحب لکھری	۴ر
عالم خیال	مولانا شوق قدوائی کی مقبول نظمیں۔ عالم خیال کے چار رخ۔ میاں پردیس میں ہے بیوی کے جذبات کا تمثیل نقشہ کھینچا ہے باتصویر مع تصویر	۸ر
دختران شمشیر	تمام زمانوں اور تمام قوموں کی بہادر اور جانباز حوصلہ مند خواتین کے حالات جنھوں نے میدان جنگ میں تلوار کے جوہر دکھائے۔	[illegible]
انشائے نسواں	لڑکیوں کو خط و کتابت سکھانے کی مفید کتاب جو باعتبار مضمون بھی دلچسپ ہے۔ تصویر بھی ہے۔	۸ر
پردہ	شرعی پردہ کی نسبت مولانا عبد الحلیم شرر کی مشہور کتاب قرآن مجید و احادیث سے بحث کی گئی ہے حقوق نسواں کی حمایت میں ہے۔	[illegible]
بیگمات عالم	یا محسنات۔ دنیا کی نامور شہزادیوں۔ عالمہ۔ فاضلہ بہادر خواتین کا تذکرہ از مولانا شرر مرحوم	[illegible]
[illegible]	زہرہ فیضی صاحبہ کے مضامین۔ خانہ داری۔ حفظان صحت۔ تربیت اطفال صنعت و حرفت کے متعلق نیز بعض ریاستوں اور شہروں کے حالات	۱۲ر
زمانۂ تحصیل	مغربی تمدن اور یورپین خواتین کے متعلق محترمہ عطیہ فیضی کے اس سفرنامہ سے معلومات میں اچھا اضافہ ہوگا۔	۸ر
ہدیہ نسواں	امۃ الرؤف بیگم صاحبہ کے افسانوں اور مضامین کا مجموعہ صحت کے متعلق کارآمد باتیں ہیں۔ آخر میں خطوط بھی ہیں۔	[illegible]
تحفۂ آفرینش	مصر کی ایک مشہور خاتون ملک حفنی ناصف کے چند نسوانی اصلاحی مقالات۔ ہندوستانی عورتوں کے لئے جن کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔	۱۰ر
[illegible]	یورپ اور امریکہ کی چند بہادر اور جانباز فاضلہ خواتین کے نتیجہ خیز حالات از سیدہ بیگم مرحومہ	۱۰ر
فغان اشرف	دلی کی ایک شریف گھرانے کی مصیبت زدہ اور عذاب زندگی کے دل ہلا دینے والا سچا موثر واقعہ اشرف جہاں بیگم صاحبہ دمشر بلاس کی تصنیف	[illegible]
جہاں آرا بیگم	شہنشاہ ہندوستان شاہجہاں کی چہیتی بیٹی جہاں آرا بیگم کی سوانح عمری۔ از مسٹر ضیاء الدین برنی۔ بی۔ اے۔	۴ر
اسلام اور عورت	قرآن مجید کی آیتوں اور مختلف حیثیتوں سے بتایا گیا ہے کہ مسلمان عورت کا کیا رتبہ اور حقوق ہیں دوسرے مذاہب کی عورتوں سے مقابلہ بھی ہے۔	۱۰ر
[illegible]	ماں بچے کی صحت قائم رکھنے اور ان تمام خرابیوں کو جو مضر صحت ہیں دور کرنے کے موضوع پر نہایت کامیابی سے لکھی گئی ہے از مولوی محمد ظفر ایم اے۔	۶ر
[illegible]	بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق دلاویز سچا پر تاثیر قصہ جو پچاس سال قبل شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد مرحوم نے لکھا تھا۔	۸ر



روس میں جسمانی تندرستی کی تحریک جس میں روس کے
ہر صوبہ کی لڑکیاں شریک تھیں



درگاہ اوقاف [illegible]



کلکتہ کے [illegible] کا ایک بندر انسانوں جیسی [illegible]
ٹرائیسکل چلارہا ہے

رسالہ عصمت دہلی

تیسواں سال | بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۷ سنہ عیسوی | جلد ۵۹ نمبر ۴

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ ۴ | ممالک غیر سے دس شلنگ

قسم خاص۔ آرٹ کاغذ کا ایڈیشن دس روپے۔ رؤسا سے پچیس روپے۔ والیان ریاست سو روپے۔ ممالک غیر سے ایک پونڈ۔ فی پرچہ ایک روپیہ۔

رسالہ عصمت۔ ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ وھیلر کے بک اسٹال پر بھی دستیاب ملتا ہے۔

باہتمام ابو امین مولوی محمد امان الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

سینکڑوں روپیہ کی بچت   ہزاروں روپیہ کا منافع

اب ہر عورت خوش حال ہوسکتی ہے

[illegible] خوشحال رہنا چاہیئے مولوی عبدالرحیم صاحب [illegible] جناب امۃ الحفیظ صاحبہ [illegible] کرنے کے لئے اپنے شوہر کی مدد سے بار بار تجربہ کرنے میں [illegible] روپیہ خرچ کرکے تین سال [illegible] مختلف قسم کی چیزیں بنانے کے صحیح نسخے تو فراہم کتاب

صنعت و حرفت

تیار کردی [illegible] کتاب جس کے بعض مضامین [illegible] عصمت میں شائع ہوئے [illegible] ان مضامین کی شہرت [illegible] کے سینکڑوں خطوط [illegible] خواتین نے [illegible] بالکل صحیح [illegible] مصنفہ کی محنت [illegible] نے ایک ایک چیز کا تجربہ کرکے ضخیم کتاب تیار کردی ہے جس میں خواتین ہندوستان [illegible] ایک معقول [illegible] مختلف قسم کی [illegible] نہایت احتیاط سے درج کئے گئے ہیں مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست دی جاتی ہے۔

صابن		مختلف قسم کی سیاہیاں بنانے کے نسخے			[illegible]
صابن [illegible] آسان [illegible]	جنتی صابن	مختلف [illegible]	[illegible]	[illegible] روشنائی [illegible]	[illegible]
دیسی صابن بنانا	کاربالک [illegible] سوپ	سیاہ روشنائی	[illegible]	[illegible] روشنائی [illegible]	[illegible]
نہانے کا صابن	[illegible] کا صابن	کاجل	نقش [illegible] سیاہی	[illegible] سیاہی	مختلف [illegible]
شفاف [illegible] سوپ	ڈاڑھی مونڈنے کا صابن	سیاہی کا عمدہ نسخہ	نیلی سیاہی کی ٹکیہ	[illegible] کرنے والی سیاہی	[illegible]
	سفوف	دیسی سیاہی	[illegible] روشنائی	الفاظ [illegible] لے والی سیاہی	[illegible]

[illegible] وغیرہ [illegible] خوشبودار [illegible] کتاب [illegible] آتش بازی بنانا وغیرہ وغیرہ [illegible] مختلف قسم کے [illegible] کتابوں کی طرح [illegible] اس کتاب [illegible] ہندوستان [illegible] اس موضوع پر اس قدر صحیح اور مستند اور اتنی مفید اور [illegible] کتاب آج تک نہیں چھپی۔ کتاب صنعت و حرفت نادار [illegible] خودداری [illegible] کی خوشحالی [illegible] صنعت و حرفت کی موجودگی [illegible] ایک معقول [illegible] بیواؤں [illegible] یہ کتاب تقسیم [illegible] مقابلہ میں [illegible] بہت [illegible] قیمت [illegible] رکھی جاتی تو کم تھی۔ مگر [illegible] صرف **دو روپیہ** قیمت رکھی [illegible] محصول ڈاک [illegible]

ذیل میں چند خواتین کے خطوط درج کئے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہوسکے گا کہ یہ کتاب کس قدر [illegible]

۱۔ بنت حاجی عبداللہ صاحب [illegible] لکھتی ہیں: میں نے صنعت و حرفت [illegible] کتاب صنعت و حرفت [illegible] آسان کتاب [illegible] نسخے کی کتاب [illegible] تعریف [illegible]

۲۔ اہلیہ مولوی محمد [illegible] الدین صاحب [illegible] العصمت [illegible] لکھتی ہیں [illegible] عصمت [illegible] نسخے [illegible] کتاب صنعت و حرفت منگائی [illegible] صنعت و حرفت کی [illegible] ہونی چاہیئے اس سے [illegible] ہوسکتی ہے۔

۳۔ زینت الصدیقی صاحبہ منشی فاضل ہمشیرہ مولوی محمد [illegible] اللہ صاحب بی اے [illegible] لکھتی ہیں: کتاب صنعت و حرفت نے [illegible] میں نے کئی چیزیں بنائیں جو بالکل حسب منشا [illegible]

۴۔ مس میمونہ بیگم بنت شاہ منیر عالم غازی پور لکھتی ہیں: کتاب صنعت و حرفت میں نے اور میری بہنوں نے منگوائی [illegible] دھونے کا صابن بنایا جو بازاروں کی نسبت بہت اچھا ثابت ہوا۔

ملنے کا پتہ:۔ دفتر عصمت دہلی

عصمتی بہنیں

اگر آپ ان قواعد کی پابندی کریں تو آپ کو کبھی ہم سے شکایت کا موقعہ نہ ملے

(۱) عصمت ہمیشہ نہایت پابندی وقت سے ۱۳ تاریخ کو شائع ہو کر تیسری چوتھی تاریخ تک ہندوستان کی تمام خریداروں کو پہنچ جاتا ہے اشاعت میں [illegible] فضل سے کبھی دیر نہیں ہوتی۔ لیکن اگر ڈاکخانہ کی غلطی سے وقت پر پرچہ نہ ملے تو دس تاریخ کے بعد [illegible] تاریخ تک [illegible] ڈاکخانہ [illegible] کے حوالے سے دوبارہ پرچہ منگا لیں اس کے بعد قیمت [illegible] (۲) اگر ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبادلہ ہو جائے تو جلد خریداری نمبر کے حوالہ سے فوراً دفتر کو تبدیلی پتہ کی اطلاع دیدی جائے [illegible] بعد پتہ بدلوانے [illegible] عصمت نہیں پہنچتا ہے کیونکہ صحیح پتہ نہ ہونے کی وجہ سے پرچہ تلف ہو جاتا ہے [illegible] شکایت [illegible] کہ وقت نہیں بھیجا [illegible] خریداروں کو [illegible] تاریخ [illegible] بھیجا جاتا ہے [illegible]

جب پتہ تبدیل ہو تو فوراً دفتر کو اطلاع دیدیں۔

(۳) جب ہمیں خط لکھیں جدید خریداری نمبر ضرور لکھیں ورنہ تعمیل میں [illegible] جب تک آپ [illegible] خریداری نمبر [illegible] [illegible] دفتر معلوم [illegible] خریداری نمبر [illegible] آپ [illegible] خط [illegible] ہوتی

(۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ بھیجئے [illegible] خریداری نمبر اور پتہ [illegible]

(۵) خریداروں کو چاہئے [illegible] ختم سال کی [illegible] [illegible] آئندہ خریدار رہنا نہیں ہے تو دفتر کو [illegible] اور [illegible] پرچہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] چندہ بھیجیں [illegible] وی پی بھیجا جاتا ہے [illegible] وی پی [illegible] سے [illegible] نقصان پہنچتا [illegible] تعمیل [illegible] [illegible] [illegible] وقت [illegible] وی پی [illegible] چاہیئے۔

براہ کرم ان چند باتوں کا ہمیشہ خیال رکھئے۔

منیجر

مضمون نگاری کے قواعد

مضمون نگاروں کو عصمت کے لئے مضامین بھیجنے سے پہلے ان باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے تاکہ ان کا وقت اور محنت بے کار نہ جائے۔

(۱) مضامین کاغذ کے ایک رخ پر روشن سیاہی سے نظر ثانی [illegible] اصلاح و اضافہ کے لئے ایک ایک سطر چھوڑ کر خوشخط لکھنے چاہئیں

(۲) ایڈیٹر کے نام کے خط میں مضمون نگار کا صحیح نام اور پورا پتہ [illegible] ہونا [illegible] ضروری ہے۔ (۳) طویل مضمون کے تین تین چار چار [illegible] بعد بھی ممکن ہے کہ جلد نہ نکل سکے۔ لیکن چھوٹے چھوٹے مضامین جلد درج رسالہ ہو سکتے ہیں [illegible] مضمون نگار جہاں تک ممکن ہو مضمون بہت مختصر [illegible] [illegible] میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

(۴) مضمون کسی کتاب یا رسالہ سے نقل ہو یا ترجمہ یا [illegible] ہو تو مصنف کا نام اور کتاب یا رسالہ کا حوالہ [illegible] دیا جائے (۵) عصمت کے لئے صرف وہ [illegible] ارسال کئے جائیں جو عصمت ہی کے لئے لکھے جائیں۔ وہ مضمون [illegible] لیا جائے جو کسی اور [illegible] کو بھیجا [illegible] ہو

(۶) عصمت کے مضامین کے لئے پامال پرانے [illegible] عنوانات جن پر [illegible] عصمت [illegible] مضامین شائع ہو چکے ہیں منتخب نہ کرنے چاہئیں [illegible] [illegible] چھوٹے چھوٹے مضامین جو [illegible] اسلوب بیان ندرت خیال [illegible] [illegible] [illegible] جاتے ہیں خوشی سے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔

(۷) [illegible] مضامین میں تہذیب و [illegible] کی پوری [illegible] رکھنی چاہئے جو مضامین [illegible] [illegible] ہوتے ہیں یا [illegible] کسی فرقہ یا شخص کی دل آزاری [illegible] [illegible] عصمت [illegible] [illegible] [illegible] مضامین بھیجنے چاہئیں۔ جو [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

(۸) مضامین [illegible] نہیں [illegible] ہونی چاہیئے [illegible] [illegible] انگریزی الفاظ [illegible] مضمون [illegible] ہوتا ہے (۹) جو مضامین عصمت میں شائع ہوتے ہیں ان [illegible] شاعت بحق عصمت محفوظ ہوتا ہے (۱۰) عصمت سال سے بہترین مضامین [illegible] [illegible] انعامات مضمون نگار خواتین میں تقسیم [illegible] مستحق مضمون نگار [illegible] معاوضہ بھی دیتا ہے۔ [illegible] [illegible] مضامین خوشی سے شائع کئے جاتے ہیں۔

جو خواتین [illegible] ان قواعد کی پابندی نہیں [illegible] ان کے مضامین ناقابل اشاعت ہوتے ہیں۔

ایڈیٹر



مہر

از حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ

کلام اللہ میں کئی جگہ عورت کے مہر کو اجر فرمایا ہے جس کی جمع اجور ہے۔ مہر کے متعلق حکم ہے۔ ان کے مہر ادا کر دو۔ جو واجبی دینا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں میں مہر بھی کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور شاید دس پندرہ فی صدی مرد بھی ایسے نہ ہوں گے جو مہر ادا کرتے ہیں اول تو معافی کا مسئلہ ان کے پاس موجود ہے اگر بیوی مر گئی تو فرما دیا "مہر معاف کر گئی ہے" اس معاملہ میں ایک یہ چیز بھی پیدا ہو گئی ہے کہ مردوں نے جن میں بعض مولوی بھی شامل ہیں عورتوں کو یہ یقین دلا دیا ہے کہ مہر معاف کرنے والی کو دنیا بھر کا ثواب ملے گا اور شاید دوزخ کی آگ بھی حرام ہے۔

مسلمان عورتیں چونکہ زیادہ تر جاہل ہوتی ہیں وہ اسی پر عمل کرتی ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اب مہر کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور مرد خواہ روٹی بھی کھانے کو نہ ہو ہزاروں لاکھوں کا مہر خوشی سے منظور کر لیتے ہیں مگر اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے برتر نے مہر کو کس قدر وقعت دی ہے اور اس کی ادائیگی کو کس قدر ضروری قرار دیا ہے۔

مہر کے متعلق مسلمانوں میں بہت بڑی غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے اور شاید دس فی صدی مرد بھی مشکل سے ایسے ملیں گے جو مہر ادا کر دیتے ہوں اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس وقت عورت کی حیثیت ہی وہ نہ رہی جو اسلام نے اس کو عطا فرمائی تھی۔ نکاح سے پہلے مہر کی ہزاروں شرطیں اور بات چیت دیر سویر ہاں ناں ہوتی ہے گویا جس طرح اسلام نے حکم دیا تھا اسی طرح عمل ہوگا مگر نکاح کے بعد کبھی مہر کا نام بھی سننے میں نہیں آتا۔ گویا اس کا ذکر اس سلسلہ میں تھا ہی نہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ عورت نے اپنی قربانی اور ایثار سے جو شخصیت اپنی قائم کی تھی اور اسلام نے ایک علیحدہ درجہ اس کو دیا تھا۔ وہ اس وقت مرد کے ہاتھوں فنا ہو چکا۔ اور وہ اس حق کے زائل ہونے پر رضامند ہو گئی اب اگر مہر کا کبھی نام بھی آتا ہے تو لڑائی جھگڑوں میں ورنہ میاں بیوی نے بڑی بھلی زندگی بسر کی اور دو چار بچے چھوڑ چھاڑ میاں چلتے ہوئے اب بیوی حق لیں تو کس سے لیں۔ شوہر نے جو کچھ چھوڑا اس کے مالک بچے ہیں بچوں سے کیا لیں۔ غرض وہ مہر جس پر نکاح سے پہلے یہ کچھ طومار بندھ رہا تھا اور جھگڑے ہو رہے تھے نکاح کے بندھتے ہی ختم ہو گیا اب کون دے اور کون لے۔

مہر کی ایک دوسری صورت یہ بھی ہے کہ مہر معاف ہو گیا۔ نکاح کے بعد عورت کا وہ درجہ جو مذہب نے دیا تھا مسلمانوں میں باقی نہیں رہتا اور اس کی حیثیت "شوہر کی محکومی" پر ختم ہو جاتی ہے، حالانکہ یہ غلط سر تا سر غلط اور قطعی غلط ہے مگر وہ بدبخت بھی جس نے آنکھ کھول کر یہی سنا اس کے سوا کر ہی کیا سکتی ہے کہ خدمت کرے اور پیٹ پالے، اطاعت کرے اور تن ڈھانچے

جس طرح خداوند کریم نے مہر کے ادا کرنے کی اپنے پاک کلام میں اکثر جگہ تاکید کی ہے اسی طرح اس آیت پاک میں بھی تاکید فرمارہا ہے کہ "ان کے مہر ادا کردو"

مسلمانوں میں بی بی فاطمہ رضہ کا مہر بھی داخل ثواب سمجھا جاتا ہے۔ کاش یہ اللہ کے بندے اتنا بھی سمجھ لیں کہ مہر حیثیت سے زیادہ باندھنا ایک قسم کا دھوکا ہے۔ مہر ہمیشہ اتنا ہونا چاہیئے جو آدمی آسانی سے ادا کرسکے۔ بی بی فاطمہ رضہ کے نکاح کے وقت حضرت علی رضہ کی مالی حالت کیا تھی۔ پانی کے ڈول۔ ایک کھجور فی ڈول تو اُجرت لیتے تھے اور یہ ہی تمام کائنات ہو۔ اس پر مہر کی زیادتی نہ وہ خود جائز سمجھتے تھے نہ حضور اکرم اس کو پسند فرماتے تھے۔ اب اس کو ثواب سمجھ لینا یقیناً غلطی ہے اور اس واقعہ کے خلاف ہوجاتا ہے کہ جب حضرت عمر رضہ اپنے خطبہ میں زیادہ مہر باندھنے کے خلاف فرمارہے تھے تو ایک بڑھیا نے ٹوک دیا کہ جو حق خدا ہم کو دے چکا، تجھے اس کے چھیننے کا کیا حق ہے؟

اسلام کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر مہر کے ادا کرنے کی نیت نہ ہو تو نکاح ہی مذبذب ہے اب خدا معلوم یہ جس قدر نکاح ہورہے ہیں اس میں کتنے شوہر مہر ادا کرنے کی نیت رکھتے ہیں۔ اور اگر نہیں رکھتے تو اُن کے متعلق کیا کہا جائے گا۔

اسی سلسلہ میں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے مسئلہ تعداد ازدواج کو اگر صحیح تسلیم کرلیا جائے تو عام طور پر دوسری بیوی کا مہر پہلی بیوی سے زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن جو کتاب مسلمانوں کی رائے میں ان کے نکاح ثانی کی آڑ کو کافی ہے۔ وہ مساوات کا بھی حکم دے رہی ہے۔ اور مساوات کے حکم سے میدان صاف تو زیادتی نے کردیا اور ثابت کردیا کہ قرآن نے جو میثاقاً غلیظاً گاڑھے اقرار کا حکم دیا تھا اور جو اس بدعت سے بھی کئے گئے تھے جس پر آج سوکن آرہی ہے پورے نہیں ہورہے

مسئلہ کے اس پہلو پر اگر غور کیا جائے کہ مہر عورت کے احترام کا اعتراف یا اس کی عزت کا معاوضہ ہے تو پہلی بیوی کے واسطے یہ خیال کس قدر روح فرسا اور جگر خراش ہے کہ میری عزت اس قدر کم قیمت تھی۔ حامیان کثرت ازدواج کی رائے اگر تسلیم بھی کرلی جائے تو دوسری بیوی کے مہر کی زیادتی جو مساوات کے خلاف پہلا قدم ہے پہلی بیوی کے لئے نہایت ہی جگر خراش ہے اور اگر مہر ادا کرنے کا قصد ہی نہ ہو تو نکاح مذبذب ہوگا اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب تک پہلی بیوی کا مہر ادا نہ کردیا جائے شرع اسلام کے موافق دوسری بیوی کا مہر ادا کرنا یا ادا کرنے کے ذرائع پیدا کرنا یا کسی ایسی شے کا مخصوص کردینا جو مہر ثانی میں مکفول ہو نہ صرف پہلی بیوی کی تذلیل بلکہ شرعاً جائز نہیں ہے۔

مہر کی دو قسمیں ہیں معجل اور مؤجل۔ مؤجل مرد پر اس وقت واجب ہوتا ہے جب فریقین میں افتراق ہو خواہ بذریعہ موت یا طلاق۔ اور جب تک یہ وقت نہ آئے اس وقت تک شوہر بیوی کا ایسا مقروض ہے جس قرضہ کی ادائیگی کا وقت پورا نہیں ہوا۔ مگر اس کی ذات اس کی ذمہ دار ہے جو ایک جائداد کی حیثیت سے بیوی کے پاس مکفول ہے۔ اب اس جائداد پہ اُس وقت تک جب تک پہلا قرض ادا نہ ہو دوسرا قرض قانوناً اخلاقاً شرعاً کسی طرح جائز نہ ہوگا۔

میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جس طرح مسلمان مردوں نے عورت کے تمام حقوق تباہ کرڈالے اسی طرح وہ جائداد کی

معاشرت اسلامی نے مہر کا بھی خاتمہ کر دیا اور اس طرح ہر مرد اور ہر عورت یہ یقین رکھتے ہیں کہ ما مہر ے کر کیا کرے گی اس کا ہوگا تو بھی بچوں کا ہے باپ کا ہوگا تو بھی بچوں کا ہے۔ میں اس کو بھی صحیح سمجھ لیتا ہوں۔ لیکن کیا شرع اسلام کا نظام بالکل فضول تھا اور عورت کی عزت واحترام کا معاوضہ صرف لوگوں کے دکھانے کو کاغذوں میں لکھ دینے کو اور مجلس نکاح کے خوش کر دینے کو تھا ؟

کلامِ الٰہی نے ان مواعید کو مِیثَاقًا غَلِیظًا فرمایا ہے۔ اب مسلمان خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مذہب مقدس کے احکام کیا ہیں اور ان کا طرزِ عمل کیسا ہے۔ ۱۹۳۰ء (از احکام نسواں)

نادار فنڈ

جنوری کے عصمت میں نادار فنڈ کا حساب شائع ہو چکا ہے۔ اس کے بعد جو رقوم بمد کار خیر وصول ہوئیں اور نادار فنڈ میں جمع کی گئیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے :-

بنت کلاں محمد جان خاں صاحب۔ دادن ضلع علیگڈھ۔ عہ بلقیس آغا حسن صاحبہ۔ لکھنؤ۔ ۶ شمس الدین صاحب ناگپور سٹی ۳؎، قمر جہاں بیگم صاحبہ۔ الہ آباد۔ عہ۔ ایس۔ اے۔ موید صاحب کیمپ ناسک ۶۔ ممونہ افسر اللہ صاحب عہ مس الیاس ابراہیم صاحبہ۔ کلکتہ ۵۔ ایس۔ ایم۔ ایچ۔ ابراہیم اینڈ کو بنگلور ۳؎۔ دختر فاطمہ صاحبہ۔ سیداں پور۔ بارہ بنکی۔ ۵۔ اے اے قدوائی صاحب۔ الہ آباد۔ ۶ مسز صمدانی صاحب۔ ریاست رام پور۔ ۵۔ محمود فاروقی صاحب۔ الہ آباد ۳؎۔ عبد الرشید صاحب تلسی پور ۵۔ اہلیہ سید احمد صاحب۔ بھوپال ۶۔ ڈاکٹر سید رشید احمد صاحب نہٹور ضلع بجنور۔ ۱۱؎، فخر الدین احمد خاں صاحب۔ بھوپال ۱۱؎ مسز اے۔ اے قدوائی صاحب۔ الہ آباد ۶۔ عابدہ بیگم صاحبہ۔ امراؤتی ۶۔ بیگم نذیر احمد شاہ صاحب ناگپور ۵، اے۔ اے۔ قدوائی صاحب۔ الہ آباد ۶۔ مسز ایس۔ ایم۔ راجہ صاحب۔ نئی دہلی۔ ۶۔ اے۔ اے۔ قدوائی صاحب الہ آباد ۶، محمد محسن مہاجر صاحب۔ حیدرآباد دکن ۶۔ شوکت آرا بیگم صاحبہ۔ نئی دہلی۔ ۵،

میزان مالعہ باقی سابقہ (مطابق عصمت جنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۲ کالم ۲) سے میزان کل ۱۰۱ عہ

جن نادار و یتیم لڑکیوں اور کم استطاعت غریب عورتوں کے نام ایک ایک روپیہ وصول ہونے پر باقی تین تین روپیہ نادار فنڈ سے پورے کر کے رسالہ سال بھر کے لئے جاری کیا گیا ان کے خریداری نمبر یہ ہیں۔ ۳۱۰۵ تا ۵۰۴۸، ۳۰۶ تا ۳۳۳

ان ۳۵ خریداران کے نام نادار فنڈ سے ۱۰۵ روپیہ لے کر رسالہ جاری کیا گیا۔ آمدنی ۲۲ ستمبر تک ۱۰۷ روپیہ باقی جمع ۲ روپیہ۔

اگر کسی بہن کی رقم رہ گئی ہو تو براہ کرم جلد سے جلد مطلع فرما کر ممنون کریں۔

منیجر

لڑکیوں کی تفریح کے سامان

جس طرح اماں حوا کی بیٹیوں پر۔ خانہ داری ، بچوں کی پرورش ۔ اور سارے خاندان کے رکھ رکھاؤ کی ذمہ داری فرض کی گئی۔ اسی طرح بچوں کی تندرستی۔ خوش دلی۔ اور آرام کا خیال والدین کو رکھنا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ دنیا بھر کی راحتیں ۔آزادیاں اور دلچسپی کے سامان بیٹوں کے لئے وقف کردیں۔ اور بیٹیاں بیچاریاں صرف درد اور دکھ کی شریک سمجھی جائیں۔ اُنہیں جہاں خانہ داری کی تعلیم میں ۹ گھنٹے یعنی ۱۱ سے ۳ بجے سہ پہر تک مشغول رکھا جاتا ہے اور کچھ دیر کے وقفے کے بعد پڑھنا لکھنا اور دوبارہ گھر کے کاموں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے ۔ وہاں گرمیوں میں ۵ بجے سے، ۶ بجے شام تک اور جاڑوں میں ۴ بجے سے ۵½ تک کھیلنے کودنے کا موقع دیا جائے ۔ تاکہ اُن کے تھکے ہوئے جسم اور دماغ میں فرحت اور بشاشت آجائے ۔ اور وہ دوبارہ کاموں کی طرف چستی سے متوجہ ہونے لگیں۔

عموماً ہندوستانی گھرانوں میں لڑکیوں کو ایک مشین تصور کرلیا جاتا ہے اور ہر وقت ان کا کاموں میں مصروف نظر آنا بیحد قابل تعریف قرار دیا جاتا ہے جو میرے خیال میں بالکل صحت اور تندرستی کے خلاف ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی مسلمان لڑکیاں آئے دن کسی نہ کسی مرض کا شکار رہتی ہیں۔ کسی کو دیکھئے دُبلی اور زرد ہو رہی ہے۔ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ بڑی نازک کامنی دہان پان ہو رہی ہے ۔ کوئی ہسٹریا میں مبتلا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ بڑی نازک دماغ بچی ہے۔ جہاں کوئی بات خلاف طبیعت گزری یا خوف کا غلبہ ہوا تو غش پر غش آنے لگتے ہیں۔ غرضکہ لڑکیوں کی بیماری کی طرف کم توجہی کا یہ نتیجہ ہے ۔ کہ ہر مرض کے لئے ایک عذر معقول موجود ہوجاتا ہے۔ اور جس وقت کہ سر سے پانی اونچا گذر جاتا ہے مدقوق ہوجاتی ہے ۔ یا کسی اور طرح کے مرض میں بُری طرح گرفتار ہوجاتی ہیں اُس وقت دوڑ دھوپ شروع کرتے ہیں پھر پریشانیوں کی انتہا نہیں رہتی۔ اور جس کی جان پر بنتی ہے بس وہی جانتی ہے ۔ اگلے وقتوں میں لڑکیوں کی تعلیم پر اس قدر زور نہیں دیا جاتا تھا مگر اس وقت زمانے کی ترقیوں کے لحاظ سے لڑکیوں کا بھی یونیورسٹی کی ڈگری یافتہ ہونا ضروری قرار دیا جانے لگا ہے۔ اور کم از کم گھر پر ہو یا اسکول میں پڑھ کر میٹرک پاس کرلینا تو بہت ہی ضروری ہے۔ اس وقت اگر بدستور سابق لڑکیوں کو کھیل کود یا دیگر تفریح کے سامان سے محروم رکھا گیا تو اُن کی بیماریاں دوچند ہوجائیں گی ۔ اور وہ پہلے سے زیادہ زرد ۔ دُبلی ۔ اور ہسٹریا کی شکار ہونے لگیں گی ۔ کیونکہ پڑھنے لکھنے والیاں دو گھنٹے اپنی جاہل سہیلیوں میں جی بہلانے سے رہیں۔ نتیجہ یہی ہوتا ہے ۔ کہ ہر وقت پڑھنے لکھنے یا کشیدہ کاریوں کے شغل میں اپنا وقت گزارتی ہیں جس سے ان کی صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے ۔ لڑکیوں کے دل ودماغ پتھر کے بنے ہوئے نہیں ہیں کہ پڑھنے کے ساتھ ساری خانہ داریاں بھی چلائیں ۔ ننھے ننھے بھائی بہنوں کو بھی سنبھالیں ۔ اور پھر تفریح طبع سے بھی محروم

رہیں۔ لڑکے آخر اسکول سے آکر میدان جاتے ہیں۔ فٹ بال۔ ہاکی۔ کرکٹ وغیرہ کھیلتے ہیں۔ پھر کیا وجہ کہ لڑکیوں کو مفید ورزش اور کھیلوں سے باز رکھا جائے بلکہ باہر کی نسبت اگر گھر میں کافی جگہ موجود ہو تو بھائیوں کے ساتھ اُنہیں بھی مذکورہ بالا کھیلوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع دینا چاہیئے۔ اور جن کو اس کا شوق ہے وہ مہارت حاصل کر کے اسپورٹنگ میں شہرت بھی پا سکتی ہیں۔ آخر اس میں کیا عیب ہے؟ اس کے علاوہ بیڈمنٹن۔ باسکٹ بال ٹینس وغیرہ بھی لڑکیوں کے لئے دلچسپ تفریح کے ذرائع ہو سکتے ہیں۔ اگر لڑکیاں کمزور ہوتی جائیں گی تو آیندہ نسلیں انہیں لڑکیوں کی کمزوری کی وجہ سے ان سے بھی بدتر ان سے بھی زیادہ کمزور ہوں گی جن سے ترقی کی امید قطعی نہیں کی جاسکتی۔ ماؤں کو چاہیئے کہ کھیل کود میں بچیوں کی حق تلفی کر کے ان کو مریض نہ بنائیں۔

جمیلہ بیگم۔ کلکتہ

اسلامی تعلیم کا مقصد

از محترمہ نوشابہ خاتون صاحبہ قریشی بی اے

سکھاتی ہے تعلیم، اخلاقِ حسنہ — ہے دراصل تنظیم اخلاقِ حسنہ
بزرگوں کی تنظیم، پیشِ نظر ہو — خدا کا ہر ایک حال میں، دل میں ڈر ہو
رہے اپنے چھوٹوں پہ شفقت ہمیشہ — رہے بیکسوں پہ عنایت ہمیشہ
بزرگی خدا نے اگر تم کو دی ہے — تو سمجھو کہ نعمت بڑی ہی ملی ہے
جو چھوٹے ہیں، ان پر کرو مہربانی — سلوک و محبت، بڑوں کی نشانی
خدا نے اگر تم کو چھوٹا بنایا — تو بے شک، بڑا مرتبہ تم نے پایا
کہ خادم ہی مخدومِ ملت ہوئے ہیں — یہی ایک دن، فیضِ رحمت ہوئے ہیں
غریبوں، فقیروں پہ ہرگز نہ ہنسنا — نہ شیطان کے جال میں۔ آن پھنسنا
نہ ہرگز اڑانا۔ ہنسی تم کسی کی — نہ ڈوبے کہیں ناؤ شائستگی کی
نہیں خندۂ بے محل، طورِ انسان — ہیں پاپوشِ کہنہ کے دندان نمایاں
نہ فقرے کسو، اور نہ پھبتی اڑاؤ — نہ خود کو کبھی، مرتبہ سے گراؤ
نہ سرگوشیاں، روبرو ہوں کسی کے — نہیں یہ طریقے، بھلے آدمی کے
رہو خوش ہمیشہ، ہنسو، اور ہنساؤ — "تماشہ" کسی کو نہ لیکن بناؤ
متانت کا دامن نہ زنہار چھوڑو — چھچھوری جو ہو طرزِ رفتار چھوڑو
تبختر کے اندازِ رفتار چھوڑو — بنے خاک سے ہو یہ اطوار چھوڑو
ہے مذموم انسان کا دل دکھانا — زبان سے دلوں پر، نہ آرے چلانا
سبق سیکھ لو، کاش تم جانور سے — نہیں اس کا شاکی زبان کے ضرر سے
نہ زنہار پھبتی۔ کسی پر اُڑاؤ — خدا کے لئے تم نہ بے پر اُڑاؤ
بُری بات ہے۔ بدگمانی کی عادت — تراشو۔ کسی پر نہ زنہار تہمت
غرور اور نخوت کی علت بری ہے — تکبر ہے بے جا رعونت بُری ہے
خدا نے تمہیں گر تونگر کیا ہے — تمہیں صاحبِ دولت و زر کیا ہے

تو اس پر خدا را نہ مغرور ہونا
نشہ میں نہ دولت کے مخمور ہونا

جو مفلس ہیں ان کو نہ کمتر سمجھنا
ہمیشہ انہیں تم برابر سمجھنا

ہیں فرش زمیں پر گدا و تونگر
برابر ہیں رتبہ میں، آپس میں ہمسر

مساواتِ اسلام، بے شک یہی ہے
غریبوں سے نفرت نہایت بُری ہے

نظر اپنے عیبوں پہ کرتی رہو تم
نہ لوگوں کے عیبوں کے پیچھے پڑو تم

نظر گر گناہوں پہ اپنے رہے گی
نہ پھر عیب جوئی کی مہلت ملے گی

چغلخور سے دور رہنا خدا را
مٹا دے گا وہ نیکیوں کا سہارا

نہ غیبت سے آلودۂ جرم ہونا
زباں گندگی میں نہ اپنی ڈبونا

کمینہ سے رکھنا نہ تم دوستداری
وہ برباد کر دے گا نیکی تمہاری

کمینہ کے اوصاف بد کیا بتاؤں
دیا کیا ہیں کالے کے آگے جلاؤں

کمینہ کو آتی ہیں، مکاریاں بھی
ہیں انسان کُش اس کی عیاریاں بھی

کمینہ کو خوف خدا ہی نہیں ہے
کہ آنکھوں میں اس کی، حیا ہی نہیں ہے

جنہیں دولتِ علم، گر ہے میسر
درخشاں ہو پھر آدمیت کے جوہر

نہیں بات بننے کی، کچھ جاہلوں پر
انہیں راہ دکھلاؤ، شائستہ بن کر

جہالت کے سارے طریقے مٹا دو
دلوں سے حماقت کے خدشے مٹا دو

فساد اور فتنہ سے، تم پر حذر ہو
نہ رکھو قدم، راہ گر پُر خطر ہو

کریں پیروی ہم جو خُلق نبی کی
ہوں آسان، سب مشکلیں زندگی کی

ہے ناچیز نوشابہ کی یہ نصیحت
ہیں اخلاق حسنہ، کلید مسرت

نوشابہ

عصمت چغتائی

پکنک

افراد ڈراما

شکیلہ
عذرا
یاسمن
راج کماری
سندری
} ایک کالج کی لڑکیاں

خالہ جان .... عذرا کی خالہ۔
چمپا .... ایک گاؤں کی عورت

پہلا سین

(عذرا نے اپنے کالج کی لڑکیوں کو گارڈن پارٹی دی ہے۔ شکیلہ، یاسمن، سندری، راج کماری یہاں آئی ہیں۔ لڑکیاں چائے پی رہی ہیں قہقہے اُڑ رہے ہیں۔)

عذرا۔ سندری تم اب گھر سے نکلی ہو۔ کیوں نہ ہو آج تمہارے راجندر جو آئے ہوئے ہیں۔ بھلا کیسے چھوڑنا گوارا کرتیں؟

یاسمن۔ (قہقہہ لگا کر) خوب کہی۔ کالج بھی اسی لئے دیر کرکے آتی ہیں۔

سندری۔ تم تو دیوانی ہو۔ بات یہ تھی کہ آج راجندر کا اصرار تھا کہ اتوار کا دن ہے تین کا شو دیکھنے چلو۔ میں ان کے کہنے سے چلی گئی۔ بس شو کے ختم ہوتے ہی بھاگی۔

راج کماری۔ اور راجندر کو چھوڑنا کیسے گوارا کیا؟

شکیلہ سہیلیوں چھوڑتی کیوں؟ گھنٹہ بھر بعد اسی کے پاس پہنچ جائے گی۔

یاسمن۔ اچھا سندری یہ تو بتاؤ کونسا فلم تھا۔

سندری۔ ڈاکٹر مادھوریکا ...... سبیتا دیوی کا فلم۔

عذرا۔ ہائے میں بھی جاتی۔ میں تو سبیتا کی صورت کی دیوانی ہوں۔

شکیلہ۔ سبیتا کی ایکٹنگ تو جیسی ہے وہ معلوم ہے۔ بس اپنی صورت دکھایا کرتی ہے ہاں موتی اچھا پارٹ کرتا ہے۔

راج۔ مجھے تو سیگل کا پارٹ پسند ہے۔ اس کا گلا تو غضب کا ہے۔

شکیلہ۔ مگر اس کی ساتھن مجھے نہیں بھاتی سوکھی، لمبی، جیسے دق کی ماری ہو اور ایکٹ کرے گی تو ہاں، نہیں کے سوا کچھ کہنا ہی نہیں آتا۔

یاسمن۔ اے ہٹاؤ بھی ان سب کو ہمیں تو بمبئی ٹاکیز کے ڈرامے پسند ہیں۔ دیوکا رانی کس بلا کا پارٹ کرتی ہے اور کیا صورت پائی ہے کہ بس دیکھے جاؤ۔

عذرا۔ اور اشوک کمار کیا کم ہے۔

شکیلہ۔ ہر ایک میں تو نہیں ہاں عزت میں اس کا پارٹ خوب تھا۔

سندری۔ مجھے تو وہ فلم پسند ہے جس میں ہیرو ہیروئن دونوں خوبصورت ہوں۔ اگر صورت اچھی نہیں ہوتی تو سارا مزا کرکرا ہو جاتا ہے۔

عذرا۔ کیوں نہ ہو تم خود جو مادھوری جیسی حسین ہو۔

سندری۔ (بگڑکر) دیکھو عذرا پھر تم نے مجھے مادھوری کی مثال دی۔ تم خود رتن ہو تمہارے بال بالکل رتن کے سے ہیں۔

یاسمن۔ توبہ ہے۔ کیا پاگل پن ہے سینما کے سوا کسی بات کا ذکر ہی نہ رہا۔

سندری۔ ہم تمہارے سے خشک مزاج نہیں ہیں۔

عذرا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ کل جو چھٹی ہے اُسے کیسے گزاریں۔

راج۔ ہم تو چاہیں سب ایک جگہ جمع ہو کر کیرم، بیڈمنٹن اور تاش کھیلیں۔

یاسمن۔ ہم بتائیں۔ پک نک کو چلو۔

سب۔ ہاں۔ ہاں۔ خوب تجویز ہے بس یہی رہی۔ پک نک ہی کو چلیں گے۔

عذرا۔ لو غضب وہ خالہ جان آرہی ہیں۔ اب خدا خیر کرے سب کو سیکڑوں سنائیں گی۔

شکیلہ۔ سارا مزا کرکرا ہو گیا۔

یاسمن۔ ارے توبہ ہے آنے دو تمہارا کیا ہرج ہے۔

عذرا۔ آنے دو کی خوب کہی کیا اب وہ ہمارے روکے رُک سکتی ہیں؟ (سٹر پٹر کرتی خالہ جان آتی ہیں)

یاسمن و عذرا۔ خالہ جان۔ آداب۔

خالہ جان۔ جیتی رہو۔ اے ہے کیا زمانہ آگیا ہے۔ آج کل کی لڑکیوں کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ کسی بزرگ کو دیکھ کر کھڑی ہو جائیں۔ جھک کر سلام کریں بس کھینچ مارا پتھر خالہ جان آداب۔

(لڑکیاں بے چینی سے کھسر پھسر کرتی ہیں۔)

خالہ جان۔ اوئی بیوی۔ ابھی تو قہقہے پڑ رہے تھے میرے آتے ہی سوگ کیوں پڑ گیا۔ اے لوگوں کیا دنیا کی شرم جاتی رہی۔ یہ خیال نہیں کہ باتوں کی آواز ٹھٹھوں کا شور غیر مرد سنیں گے۔

راج۔ خالہ جان سنیں گے تو سنیں ہمارا کیا ہرج ہے۔

خالہ جان۔ اے ہاں بی۔ اس چودھویں صدی میں جو نہ ہو تھوڑا ہے آواز کیا تمہیں صورت دکھاتے کب لحاظ آتا ہے۔ لے ہے یہ کھلی باہیں، ننگے سینے۔ کیسی دنیا سے شرم اُڑ گئی اسکول میں پڑھ کر تو لڑکیاں بالکل ہی بے راہ ہو جاتی ہیں۔

عذرا۔ خالہ جان آپ یوں ہی اسکول کو بُرا کہا کرتی ہیں۔

خالہ۔ تو کیا کروں جی جلتا ہے تو دھواں نکلتا ہی ہے۔ تیرے اماں باوا نے تو شتر بے مہار بنا کر چھوڑ دیا ہے۔ جو چاہے کرے۔ جہاں جی چاہے ماری ماری پھرے ان کو کچھ مطلب ہی نہیں۔

عذرا۔ پھر آپ ہی دیکھئے میں پاپا ماما کی مرضی کے خلاف تو کچھ نہیں کرتی۔

خالہ جان۔ چل میڈ لڑکی۔ پاپا۔ ماما۔ پاپا۔ ماما۔ مجھے یہ انگریزی ونگریزی کی ٹانگ توڑنی اچھی نہیں لگتی۔ کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی گیا بھول۔

لڑکیاں۔ عذرا اب اجازت دو ہم جاتے ہیں۔

خالہ جان۔ تم کیوں جارہی ہو میں ہی چلی جاتی ہوں۔ میں جانتی ہوں تمہارا بیٹھنا تم سب کو برا لگتا ہے۔ مجھے کیا جو تمہیں کچھ کہوں جب تمہارے اماں باوا ہی نے چھوڑ رکھا ہے تو مجھے غرض۔ مطلب۔

(غصہ کی چال سے واپس جاتی ہیں)

سندری۔ جنس کم جہاں پاک۔

عذرا۔ بھئی میں تم سب سے معافی چاہتی ہوں۔ انھوں نے خواہ مخواہ آپ سب کو برا بھلا کہا۔ کیا کروں ان کی ایسی ہی طبیعت ہے میں تو ہر وقت سنتے سنتے عادی ہوگئی ہوں۔

راج۔ معافی کی کیا بات ہے۔ سب کے ہاں اسی ٹائپ کی خالہ۔ پھوپھی۔ نانی۔ دادی کوئی نہ کوئی موجود ہیں۔ ہماری چچی جان بس خالہ جان کا نمونہ ہیں۔

سندری۔ میں کہتی ہوں کہ ان بڑھیوں کو یہ کیا مرض ہے کہ ہمیشہ نئے زمانے کی لڑکیوں کا رونا رویا کرتی ہیں۔

شکیلہ۔ بات یہ ہے خود دل تو ان کا بھی ہمارا جیسا بننے کو چاہتا ہے مگر بیچاریوں کی جوانی ڈھل چکی ہے۔ بڈھی گھوڑی لال لگام کے ڈر سے فیشن سے دور رہتی ہیں اور حسد کے مارے ہمیں برا بھلا کہتی ہیں۔

سب۔ (قہقہہ لگاکر) بالکل ٹھیک یہی بات ہے۔

یاسمن۔ یہ تو کہو پک نک کی کیا ٹھیری؟

عذرا۔ بس طے ہے۔ صبح سویرے دریا کے کنارے چلیں گے۔ کھانے پینے کی سب چیزیں ساتھ لے لیں گے۔ شام تک واپس آجائیں گے۔

سندری۔ کس سواری پر چلوگی۔

عذرا۔ موٹر میں۔

یاسمن۔ ڈرائیو کون کرے گا۔

شکیلہ۔ راج ڈرائیو کریں گی۔ کسی ڈرائیور کو ساتھ نہ لیں گے۔ غیر آدمی کے ہونے سے لطف نہیں رہتا۔ پھر یاسمن کافی پردہ بھی کرتی ہیں۔ انہیں دقت ہوگی۔

راج۔ پھر پکی رہی۔ کل صبح چلنا ہے۔

سندری۔ ضرور۔ ضرور۔

سب۔ (آپس میں) گڈ بائی۔ گڈ نائٹ۔ کل ملیں گے (چلی جاتی ہیں)

. . . .

دوسرا سین

(موٹر میں پیچھے کی سیٹ پر سندری، یاسمن اور عذرا بیٹھی ہیں سامنے شکیلہ اور راج ہیں راج موٹر چلا رہی ہے)

عذرا۔ بھئی راج واہ واہ۔ خوب ڈرائیو کرتی ہو۔

سندری۔ گھر چل کر انہیں سند دے دیں گے خاصی کسی کے ہاں پندرہ بیس کی نوکری مل جائے گی۔

راج۔ چل ہٹ بدتمیز۔ تو کیا جانے موٹر چلانا کسے کہتے ہیں۔

شکیلہ۔ ارے اب کتنی دور ہے سات آٹھ میل تو آچکے۔

راج۔ بس چار یا زیادہ سے زیادہ پانچ میل اور ہے۔

یاسمن۔ توبہ بہت دور ہے واپسی میں ڈر لگے گا۔

شکیلہ۔ واہ ری ڈرپوک۔

عذرا۔ یہ پردے کی برکت ہے۔ ذراسی بات میں ڈر جاتی ہیں۔

یاسمن۔ کیوں خواہ مخواہ سب کی سب میرے پیچھے پڑی ہو۔ میں پردہ کہاں کرتی ہوں۔ ہاں گھر والوں کی مجبوری سے برائے نام ضرور کرتی ہوں تمہاری طرح مجھ سے بڑوں کا کہنا ٹالا نہیں جاتا۔

راج۔ (مڑکر) ہاں بھئی یاسمن تم حسین جو سب سے زیادہ ہو اس لئے مردوں کو منہ دکھانے سے ڈرتی ہو (یکایک بڑے زور سے آواز ہوتی ہے اور موٹر ایک یکہ سے لڑجاتی ہے لڑکیاں چیختی ہیں۔)

ایک۔ ہائے اللہ یہ کیا ہوا۔

دوسری۔ یہ کیا شور

تیسری۔ یہ چیز نہیں۔ موٹر کسی چیز سے ٹکرا گیا ہے۔ خدا جانوں کی خیر کرے۔

راج۔ (خوف کے لہجے میں) گھبراؤ نہیں۔ موٹر ایک یکے سے لڑگیا ہے۔ وہ دیکھو ایک بڑھیا گری پڑی ہے اور دور ایک مرد پڑا ہے۔ شاید یکہ والا ہو۔ چلو اترو دیکھیں کیا ہوا۔

شکیلہ۔ بھئی میرے تو سر میں بڑی چوٹ لگی ہے۔ دماغ بھنّا گیا۔

سندری۔ اور میرے اوپر یاسمن آپڑیں۔ سارا بوجھ مجھ پر ڈال دیا۔

عذرا۔ پھر پکنک کا تو مزا ہی یہ ہے کہ تھوڑی سی تکلیف بھی اُٹھائیں۔

شکیلہ۔ جی ہاں تمہارے چوٹ لگتی جب معلوم ہوتا۔

عذرا۔ چوٹ تو میرے بھی لگی ہے مگر تمہاری طرح رو نہیں رہی۔

یاسمن۔ اب اپنے ہی لاڈ کئے جاؤ گے یا ان بیچاروں کی بھی خبر لوگی۔ چلو اترو۔ (سب اتر کر پاس جاتی ہیں)

راج۔ ہائے ہائے یکہ والا تو مر گیا۔

شکیلہ۔ نہیں مرا نہیں اور خون بھی نہیں نکل رہا ہے۔ صرف بیہوش ہو گیا ہے دیکھو نبض چلتی ہے۔

عذرا۔ بڑھیا کے بہت چوٹ آئی ہے سر سے خون نکل رہا ہے۔

سندری۔ زندہ بھی ہے؟

راج۔ ہاں زندہ تو ہے اور چوٹ بھی بہت نہیں ہاں کھال چھل کر خون بہت نکل رہا ہے۔

شکیلہ۔ اب کیا کرنا چاہیئے۔

یاسمن ۔ کرنا کیا چاہئے ۔ انہیں موٹر میں ڈال کر اسپتال پہنچا دینا چاہیئے ۔

شکیلہ ۔ وہ سیر غارت ہو جائے گی ۔

عذرا ۔ سیر تو خیر موٹر کا ستیاناس جو ہو جائے گا ۔

راج ۔ تمہیں سیر اور موٹر کی پڑی ہے اری احمقوں پولس والے نہ پکڑیں گے ؟

سندری ۔ تو جان کر موٹر تھوڑا ہی لڑائی ہے جو پولس پکڑے گی ۔

یاسمن ۔ غلطی تو ہماری تھی یکہ تو الگ کنارے پر جا رہا تھا ۔

راج ۔ کیا کہوں میں نے جو پیچھے مڑ کر دیکھا اتنی دیر میں موٹر یکہ سے لڑ گیا ۔

عذرا ۔ نہ جانے موٹر تو خراب نہیں ہوگیا ۔

یاسمن ۔ تمہیں اپنے موٹر ہی کی پڑی ہے ۔ اس میں کچھ خرابی نہیں ہوئی ۔ چاہے دیکھ لو ۔

شکیلہ ۔ ہائے بچارے دونوں بے ہوش ہیں ۔ مگر ہم بھی مجبور ہیں ۔ کیا کریں ۔

راج ۔ میرے خیال میں اسپتال لے جانا تو ٹھیک نہیں موٹر الگ خراب ہوگی اور سب سے بڑھ کر یہ فکر ہے کہ خواہ مخواہ پولس کو بیان دیان دینا پڑے گا ۔ کچھ دیر میں کوئی نہ کوئی ادھر سے گزرے گا وہ انہیں اسپتال پہنچا دے گا ۔

عذرا ۔ ان کی کچھ مدد تو کرنا ہی چاہیئے ۔

شکیلہ ۔ ان کے پاس کچھ روپے رکھ دو ۔

سندری ۔ ہاں ہاں یہ بہت مناسب ہے ۔

راج ۔ لو میں نے دونوں کے پاس دو روپے رکھ دیئے ۔

یاسمن ۔ دو روپے سے کیا ہوگا اتنا تو ہو کہ مرہم پٹی ہو جائے ۔

راج ۔ میرے پاس تو یہی تھے ۔

عذرا ۔ یہ چار روپے اور میں نے رکھ دیئے ۔

سندری ۔ چلو اب بہت دیر ہوگئی ۔

(سب موٹر میں بیٹھ کر روانہ ہو جاتی ہیں)

. . . .

تیسرا سین

دریا کے کنارے پانچوں لڑکیاں کھیل کود میں مصروف ہیں ۔ کوئی منہ ہاتھ دھو رہی ہے کوئی ریت اچھالتی ہے ۔ کوئی کچھ کھا رہی ہے ۔ خوب قہقہے اڑ رہے ہیں ۔

عذرا ۔ یاسمن کو کیا ہوا کیسی چپ بیٹھی ہے ۔

یاسمن ۔ کیا کہوں مجھے رہ رہ کر اس غریب بڑھیا اور یکہ والے کا جو ہماری غفلت کا شکار ہوئے خیال آ رہا ہے ۔ خدا جانے اب تک وہیں پڑے ہیں کہ کوئی اٹھا لے گیا ۔

شکیلہ ۔ اس بڑھیا پر مجھے بھی بہت ترس آتا ہے بچاری بہت ضعیف تھی یکہ والا تو جوان ہے جلدی اچھا ہو جائے گا ۔

یاسمن ۔ میرا ضمیر ملامت کر رہا ہے کہ ہم انھیں پڑا چھوڑ کر چلے آئے۔
راج ۔ آپ کے ضمیر کے کیا کہنے سب سے نرالا تمہارا ہی ضمیر ہے۔ جو ہمارا فرض تھا، ہم نے ادا کر دیا۔ اس سے زیادہ ہمدردی کرنے سے ہم خود خطرے میں پڑتے تھے۔ کیا تم چاہتی تھیں کہ ہم سب کو سزا ہوتی۔
یاسمن ۔ انسان کا فرض ہے کہ دوسروں کے کام آئے۔ اگر اس کی وجہ سے تھوڑی تکلیف بھی ہو تو پروا نہ کرنی چاہیئے۔
عذرا ۔ ہمدردی اسی حد تک اچھی ہے جب تک آدمی خود خطرے میں نہ پڑتا ہو۔
سندری ۔ غریب آدمی کو سب سے زیادہ روپے کی خواہش ہوتی ہے اور اسی سے بہت خوش ہوتا ہے جو اس وقت ہمارے پاس تھا ہم نے انہیں دے دیا جب اُنہیں ہوش آئے گا تو یقیناً خوش ہوں گے۔
راج ۔ اچھا یاسمن اب اس فکر کو دل سے دور کرو۔ انہیں ضرور کسی نہ کسی نے اسپتال پہنچا دیا ہوگا۔ چلو چائے پیو۔
سندری ۔ اے ہے دیکھنا یاسمن وہ عذرا گری۔ ذرا پاؤں پھسلتا تو دریا میں جاتی۔
عذرا ۔ میرے سارے کپڑے کیچڑ میں بھر گئے۔ مجھے اُٹھاؤ۔
یاسمن ۔ میں آئی (اسے اٹھانا چاہتی ہے خود بھی گر پڑتی ہے) ارے میں بھی گری۔
(لڑکیاں قہقہے لگاتی ہیں۔)
عذرا ۔ ہائے میری ساڑھی ستیاناس ہوگئی۔
سندری ۔ تو کیوں ایسی قیمتی ساڑھی پہن کر آئیں تھیں۔
راج ۔ کیا اسے خبر تھی کہ گر پڑے گی۔
شکیلہ ۔ تم بھی بڑا سنگار کر کے آئی ہونا۔ (اسے دھکا دیتی ہے راج گر پڑتی ہے)
راج ۔ کچھ پاگل ہے شکیلہ جو مجھے گرا دیا۔
عذرا ۔ اسے بھی غوطہ دینا چاہیئے۔ بہت بڑھ بڑھ کر بول رہی ہے۔
(آگے آگے شکیلہ اس کے پیچھے عذرا بھاگتی ہے)

....

چوتھا سین

(رات ہوگئی ہے۔ لڑکیاں پک نک کر کے واپس آ رہی ہیں۔ جب گھر چار پانچ میل رہ جاتا ہے تو یکایک موٹر رک جاتا ہے۔ دیکھتی ہیں تو پٹرول ختم!)
عذرا ۔ غضب ہوگیا۔ کیا بے موقع پٹرول ختم ہوا ہے۔
یاسمن ۔ جنگل کا معاملہ رات کا وقت۔ کیا کیا جائے؟
سندری ۔ اگر چور یا ڈاکو نکل آئے تو کیا ہوگا!
شکیلہ ۔ ہوگا کیا اور کریں گے کیا مقابلہ کریں گے۔ تف ہے ہم پر اگر ہم اپنی عمریں کالج اسکولوں میں گزارنے کے بعد بھی اس قدر ڈرپوک ہوں۔ چوروں کے ہاتھ پاؤں ہیں۔ ہمارے نہیں ہیں؟
عذرا ۔ بی بہادر جنرل پھر یہ تو بتاؤ کہ اب کیا کیا جائے۔

شکیلہ - اگر ہماری جگہ اس وقت لڑکے ہوتے تو وہ آخر کیا کرتے کیا وہ بھی چوہوں سے ڈر کر رونے لگتے۔ اس پر دعویٰ کرتی ہو کہ ہم مردوں کے برابر ہیں۔

عذرا - یہ بحث کا وقت نہیں۔ سوچنا یہ ہے کہ یہ سردی کی رات جنگل میں کیسے بسر ہوگی۔ راج کیا بالکل ہی پٹرول ختم ہوگیا؟

راج - جی نہیں میں صرف آپ کو بہکا رہی تھی۔ احمق کہیں کی۔

یاسمن - راج وہ دیکھو دور ہلکی روشنی ٹمٹما رہی ہے۔ ضرور کوئی گاؤں ہوگا۔ چلو وہاں پناہ لیں۔

سندری - نہ جانے کتنی دور ہو۔

یاسمن - روشنی چونکہ چراغوں کی ہے اس وجہ سے بہت ہلکی معلوم ہوتی ہے مگر میرا خیال ہے زیادہ دور نہ ہوگا۔

راج - ہاں یاسمن تمہاری رائے ٹھیک ہے۔ اپنی چادریں اور کوٹ اٹھالو۔ عذرا موٹر میں سے ٹارچ بھی لے لو اور روشنی کی سیدھ میں چلو۔

(کچھ دیر بعد ایک کچے مکان پر لڑکیاں ٹھیر جاتی ہیں)

سندری - راج وہ دیکھو ایک کچا مکان ہے چلو اسی کو کھٹکھٹائیں۔ اس میں روشنی بھی ہو رہی ہے۔

(کھٹکھٹاتی ہیں۔ ایک عورت ہاتھ میں چراغ لئے دروازے کے قریب آکر پوچھتی ہے) کون ہے؟ کیا نام ہے؟

یاسمن - دروازہ کھولو تو بتائیں (دروازہ کھلتا ہے)

چمپا - (حیرت سے) ایں۔ یہ کون لڑکیاں؟

شکیلہ - بہن جی ہم بہت مشکل میں ہیں۔ ہم ایک جگہ سے واپس آرہے تھے کہ یہاں سے ذرا دور پر پٹرول ختم ہوگیا۔ یہاں کسی کے ہاں پٹرول ہو تو لوا دیجئے ہم منہ مانگے دام دیں گے۔

چمپا - پٹرول کیا چیز ہے۔

راج - موٹر گاڑی جس تیل سے چلتی ہے اسے پٹرول کہتے ہیں۔

چمپا - واہ لڑکیوں تم یہ بھی نہیں جانتیں کہ گاؤں میں موٹر گاڑی اور پٹرول تیل کہاں سے آیا۔

لڑکیاں آپس میں - اب کیا کریں۔

چمپا - ارے تم جوان جوان لڑکیاں اکیلی ہو کوئی مرد ساتھ نہیں۔

راج - (ناک چڑھا کر) نہیں۔ مرد کا کیا کرنا تھا۔

چمپا - مجھے تو بڑا اچرج ہوتا ہے کہ تم لڑکیاں اس اندھیری رات میں اکیلی کہاں سے آرہی ہو۔ اب تم شہر تو اس وقت پہنچ نہیں سکتیں۔ ہاں میرا جھونپڑا موجود ہے اس میں رات گزار دو۔ تم امیرزادیاں ہو شاید تمہیں کیا ملے گا پر جیسے بھی ہو یہ رات بسر کر لو صبح چلی جانا۔

سندری - کہو بھئی کیا رائے ہے۔

راج - رائے کیا ہوتی رات تو بہر حال گذارنی ہی ہے۔

شکیلہ - اے ہے میرا تو اس گندی چھوٹی سی کوٹھری کو دیکھ کر دم اُلٹا آتا ہے کیسے رات گزرے گی۔

یاسمن - جیسے بھی گزرے گزار دو جنگل میں رہنے سے تو بہتر ہے (اندر جا کر سب کی سب ایک چوکی پر بیٹھ جاتی ہیں)

چمپا۔ تم بہت تھکی ہوئی لگتی ہو۔ اسے بے تم بھوکی بھی تو ہو گی۔ لڑکیوں میں غریب ہوں۔ میرا آدمی شہر میں مزدوری کرتا ہے آج کل رات کو کام پر جاتا ہے۔ اس لئے میں اکیلی ہوں۔ تمھارے قابل تو نہیں ہے مکا کی روٹی اور چنے کا ساگ رکھا ہے وہی کھالو اور یہ پیال بچھا ہے اس پر لیٹ جاؤ۔

سندری۔ راج ہم سے تو یہ مکا کی روٹی نہیں کھائے گی۔

راج۔ سندری بُری بات ہے اس کے منھ پر تو ایسی بات نہ کہو۔

یاسمن۔ شکر نہیں کرتیں اس کس مپرسی کی حالت میں یہ بھی میسر آگیا۔

عذرا۔ سچ سچ انسان کو موٹا جھوٹا کھانے کی عادت بھی ہونی چاہیئے۔ خدا جانے کیا وقت پڑے۔

یاسمن۔ لاؤ بہن چمپا ساگ روٹی لاؤ بڑی بھوک لگی ہے ہم بہت خوشی سے کھائیں گے (وقفہ)

چمپا۔ لو بی بی یہ پیال بچھا ہے اس پر لیٹ جاؤ۔ میں یہاں آگ جلا دوں گی تو ذرا گرمی ہو جائے گی اور یہ میرا اوڑھنا ہے اسے اوڑھ لو۔ میں ذرا اپنی بہن کے ہاں سے لکڑی لے آؤں۔ (جاتی ہے)

عذرا۔ لے ہے سردی کے مارے دم نکلا جاتا ہے۔

راج۔ وہ بچاری یہ دو رضائیاں دے تو گئی ہے اوڑھ لو نہ۔

عذرا۔ مگر ان کی بو سے تو دماغ پھٹا جاتا ہے میل دیکھ کر گھن آتی ہے کیسے اوڑھوں۔

یاسمن۔ یا تو میل اور بو کا ہی خیال کرو یا سردی ہی کا۔

راج۔ سچی بات یہ ہے جس کو سچ سچ سردی لگے گی وہ یہی میلی بدبودار اوڑھے گی۔

شکیلہ۔ مجھے تو اس کی غربت دیکھ کر رنج ہوتا ہے۔ (چمپا آتی ہے)

چمپا۔ میں یہ لکڑیاں لے آئی ہوں آگ جلا دوں گی۔ آدھی رات تو آ ہی گئی۔ کچھ رات اور ہے تم سو جاؤ میں آگ جلاتی رہوں گی۔

یاسمن۔ اور بوا تم نہیں سوؤ گی اور اوڑھو گی کیا تمھاری رضائیاں تو ہم نے لے لیں۔

چمپا۔ اس کی فکر نہ کرو مجھے تو عادت ہے کبھی کبھی کام کرنے کو ساری رات جاگنا پڑتا ہے اور سردی بھی نہ لگے گی میں آگ کے پاس بیٹھی رہوں گی۔ ہاں اس کا بہت دُکھ ہے کہ تمھیں کوئی سُکھ نہ دے سکی۔ تم امیر ہو موٹا جھوٹا کھانا اور زمین پر سونا کیا جانو۔ مگر کیا کروں اور کچھ نہیں ہے۔

راج۔ نہیں بوا تم اس کا ذرا بھی خیال نہ کرو ہمیں کوئی تکلیف نہیں بڑے آرام سے ہیں۔

(سب سو جاتی ہیں)

پانچواں سین

(چمپا صبح سویرے اُٹھ کر بکریوں کا دودھ دوہتی ہے۔ گیہوں لا کر اس کی روٹی پکاتی ہے۔ جھاڑو بہارو دے کر جب فارغ ہو جاتی ہے تو لڑکیوں کے پاس آتی ہے)

چمپا۔ جوانی اور بے فکری کی کیسی اچھی نیند سو رہی ہیں۔ پہلے کیسی گھبرائیں کہ ہم زمین پر کیسے سوئیں گے اور اب کیا مزے سے سو رہی ہیں (دیکھتی ہے)

ہو چمپا۔ بی بی۔ اے بی بی۔ لے اُٹھو نا بہت دن چڑھ گیا۔ کب تک سوؤ گی۔ (لڑکیاں اُٹھتی ہیں)

عذرا۔ اے سندری کیا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی ہے۔

سندری۔ عذرا میں کہاں ہوں یہ کیا جگہ ہے؟

عذرا۔ اری پاگل سب بھول گئی۔ اچھا بوجھ تو یہ کیا جگہ ہے۔

سندری۔ دھنتی ہے! توبہ سو کر میری مت پلٹ گئی سمجھی کہ گھر سوئی ہوں۔

شکیلہ۔ راج اور یاسمن کیا مزے سے سو رہی ہیں (جھنجوڑ کر) لو اٹھو نا کب تک سوؤ گی۔

یاسمن اور راج۔ ارے کون ہے ہٹو۔ بے کے ستا مارا۔

سندری۔ اے واہ آٹھ بج چکے۔ تمہاری نیند ہی نہیں ٹوٹتی۔

یاسمن۔ توبہ ہے کس قدر ہم لوگ سوئے۔ چمپا بوا سلام۔ تم بھی کیا کہتی ہو گی کہ کیسی کاہل ہیں۔

چمپا۔ تم منہ ہاتھ دھو ڈالو۔ یہ بکری کا دودھ اور گیہوں کی روٹی رکھی ہے تھوڑا سا اچار ہے۔ اسے کھالو۔

راج۔ بہن جی تمہیں ہماری وجہ سے بڑی تکلیف ہوئی تمہارا احسان کبھی نہ بھولیں گے۔ (کھاتی ہیں)

شکیلہ۔ لو بھئی اب چلو۔ گھر پر سب پریشان ہوں گے۔ کالج کا وقت تو نکل ہی گیا۔

عذرا۔ ہاں اب چلنا چاہیئے۔

راج۔ مگر پٹرول تو ہے نہیں۔

عذرا۔ اجی پیدل چلیں گے۔ رات کی بات اور تھی اب تو دن ہے۔

یاسمن۔ ہاں ڈر کا ہے کا ہے۔ موٹر آکر ڈرائیور لے جائے گا۔ اچھا بوا چمپا اب ہم جاتے ہیں تمہارا احسان عمر بھر نہ بھولیں گے۔

چمپا۔ اجی میں غریب گنوار تمہیں کچھ بھی سکھ نہ دے سکی۔ اُلٹی تم نے تکلیف اُٹھائی۔

عذرا۔ نہیں بہن ایسا نہ کہو۔ ہم نے تو ایسا آرام پایا کہ شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ اگر شہر میں ایسا واقعہ پیش آتا تو شاید ہی کہیں پناہ ملتی

لڑکیاں۔ بوا ہم تمہارا شکریہ تو ادا نہیں کر سکتے مگر یہ تھوڑے سے روپے ہیں انہیں قبول کر کے ہم پر احسان کرو۔

چمپا۔ (چونک کر) نہیں روپے کیسے۔ (رنجیدگی کے لہجے میں) میں بھٹیاری نہیں ہوں کہ اگر کسی کو چھ گھنٹے اپنے ہاں ٹھیرا لیا تو بدلے میں روپے لوں۔

راج۔ نہیں نہیں ایسا خیال نہ کرو۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ تمہارے احسان کا تھوڑا سا بدلہ ہو جائے۔

چمپا۔ نہیں میں نے کوئی احسان نہیں۔ وہ آدمی نہیں جو کسی کی مصیبت یا تکلیف کے وقت کام نہ آئے۔ میں نے جو تھوڑی بہت تمہاری مدد کی وہ ہمدردی کی وجہ سے تھی روپے کے لالچ سے نہیں۔

شکیلہ۔ یہ کون کہتا ہے کہ تم نے روپے کے لالچ سے ہماری مدد کی مگر یہ نہ لوگی تو ہمیں رنج ہوگا۔

چمپا۔ بچیوں مجھے مجبور نہ کرو۔ مجھے ان کے لینے سے بہت دکھ ہوگا بس میرے لئے یہی بدلہ بہت ہے کہ تم کبھی کبھی مجھے یاد کر لیا کرو۔

یاسمن۔ عذرا اب زیادہ اصرار نہ کرو انہیں رنج ہوتا ہے۔

سب لڑکیاں۔ لو اب ہم جاتے ہیں تمہیں عمر بھر یاد کریں گے۔

چمپا۔ جیتی رہو۔ پرمیشور سکھی رکھے۔

(لڑکیاں تھوڑی دور خاموشی سے چلتی ہیں پھر گفتگو شروع ہوتی ہے)

یاسمن۔ کیوں عذرا اب تو نہ کہو گی کہ غریب آدمی سب سے زیادہ روپے کا خواہشمند ہوتا ہے اور اسی سے خوش ہوتا ہے۔ دیکھو یہ عورت کیسی سیر چشم ہے۔

عذرا۔ چچا غیر معمولی کیرکٹر کی عورت معلوم ہوتی ہے۔ اس نے ہم بے جانے بوجھے آدمیوں کو اپنے ہاں ٹھیرایا۔ سونے کا سامان کیا۔

راج۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ جو روپیہ ہم نے اسے دیا اُسے قبول نہیں کیا۔

یاسمن۔ یہی نہیں کہ قبول نہیں کیا بلکہ اُسے صدمہ ہوا کہ ہم نے اس کی خدمت کا معاوضہ روپے سے کیا۔

شکیلہ۔ اگر ہمارے ہاں کوئی اپنا عزیز قریب بھی آتا ہے تو ہم زیادہ سے زیادہ اس کے لئے یہی کرتے ہیں کہ ایک فالتو پلنگ یا بستر دیدیا کوئی کمرہ خالی ہوا تو اس کو وہاں ٹھیرا دیا۔ بے وقت آیا تو زیادہ سے زیادہ چائے پلادی۔

سندری۔ ہم کبھی بھی یہ نہیں کرتے کہ اپنا کمرہ پلنگ بستر سب اُس کو دے دیں۔ رات بھر جاگ کر اس کی خدمت کریں۔

یاسمن۔ اور یہ تو کہو کہ یہ سب کچھ بھی اپنے دوست یا عزیز کے لئے کرتے ہیں۔ اگر کوئی انجان آدمی اس طرح رات کے وقت آکر ہمارا دروازہ کھٹکھٹائے تو شاید ہم اس کو دھکے دے کر نکال دیں۔ ہم پڑھے لکھے مہذب لوگوں سے تو یہ جاہل گنوار اچھے ان میں کم از کم انسانی ہمدردی اور سچی محبت تو ہے۔

عذرا۔ یاسمن تم جس کی تعریف کرنے لگتی ہو۔ حد سے بڑھ جاتی ہو۔ کیا مہذب تعلیم یافتہ لوگوں میں محبت ہمدردی و اخلاق نہیں ہوتا؟

یاسمن۔ عذرا کیوں میری زبان کھلواتی ہو۔ ہماری اپنی مثال اس عورت کے مقابلہ میں موجود ہے۔ کل ہم لوگ دو زخمیوں کو جو ہماری غفلت کا شکار تھے چھوڑ کر چلے گئے۔ ہمیں اپنی سیر، اپنی موٹر کے خراب ہونے اور سزا پانے کا ڈر ہوا۔ ان بدنصیبوں کی فکر نہ ہوئی ہمارے دل میں بھی ہمدردی ہوتی تو کیا ایسا ہی کرتے؟ اور اس عورت نے بے جانے بوجھے ہمیں اپنے ہاں ٹھیرالیا اگر وہ ہمیں پناہ نہ دیتی تو اس سردی میں رات بھر اکڑ کر ہمیں نمونیہ نہ ہو جاتا؟

راج۔ یاسمن سچ کہتی ہو۔ ہماری تعلیم حقیقی تعلیم نہیں ہے۔ وہ ظاہری اخلاق، اوپری ہمدردی، اور خود غرضی سکھاتی ہے۔ ہماری تہذیب جھوٹی اور ہمارا اخلاق پست ہے۔ ہمیں یہ سبق پڑھایا جاتا ہے کہ اصلی چیز ذاتی فائدہ ہے۔ اس ناقص تعلیم نے ہمارے ضمیر کو مردہ کر دیا ہے۔

شکیلہ۔ پھر اس جھوٹی تہذیب، مصنوعی اخلاق اور ناقص تعلیم سے کیا حاصل؟ ہم لوگ کیوں اس کے پیچھے اپنی زندگیاں برباد کریں۔ اس علم سے تو جہالت اچھی۔

یاسمن۔ شکیلہ یہ تعلیم کا قصور نہیں طرز تعلیم کا قصور ہے۔ تہذیب جھوٹی اس وجہ سے ہے کہ ہمارے دل جھوٹے ہیں۔ جہالت سے تعلیم ضرور اچھی ہے مگر وہی تعلیم جو صحیح طریقہ پر ہو محض کچھ کتابیں رٹ لینا، انگریزی بول لینا اور فیشن ایبل بننے کے کل طریقے سیکھ لینا زوردار تقریریں کر لینا تعلیم نہیں ہے۔ آج اس عورت نے ہماری آنکھیں کھول دیں۔ ہمیں اپنے نقائص کا علم ہوگیا۔ اگر اس واقعہ نے ہم پر کچھ اثر کیا ہے اور ہمارا سویا ہوا ضمیر جگا دیا ہے تو آؤ آج ہم سب اس بات کا عہد کریں کہ ہم اپنی زندگی اس مقصد کے لئے وقف کردیں گے کہ ہمارے ملک کی لڑکیاں صحیح تعلیم حاصل کریں۔ جو علم کے ساتھ ساتھ ہمدردی، محبت، اخلاق اور انسانیت بھی سکھائے۔ آؤ مارو ہاتھ پر ہاتھ۔

سندری، راج، شکیلہ، اور عذرا یاسمن کے ہاتھ پر ہاتھ مارتی ہیں اور جوش کی آواز میں کہتی ہیں۔ ہاں ہم اپنی زندگی اس مقصد کے لئے وقف کرتے ہیں۔ خدا ہماری رہنمائی کرے۔ (پردہ)

صالحہ عابد حسین، شملہ

وفاق کی آئین سازی

از قاری محمد عباس حسین صاحب جرنلسٹ

ستمبر کے "عصمت" میں آپ پڑھ چکی ہیں کہ جدید نظام حکومت میں دو مرکزی مجالس آئین ساز ہوں گی جن میں سے ایک کا نام کونسل آف اسٹیٹ اور دوسری کا نام ہوس آف اسمبلی ہوگا۔ یہ بھی آپ کو معلوم ہو چکا کہ یہ دونوں مجالس کس طرح بنیں گی۔ آج ہم وفاق کی آئین سازی کے متعلق مختصر معلومات پیش کرنا چاہتے ہیں۔

کونسل آف اسٹیٹ مستقل مجلس آئین ساز ہوگی۔ جو منتشر نہ کی جائے گی لیکن اس کے اراکین میں سے ایک تہائی اراکین ہر تیسرے سال بدل جایا کریں گے برخلاف اسکے ہوس آف اسمبلی کی میعاد ۵ سال ہوگی۔ لیکن اگر گورنر جنرل چاہیں تو اسے اس مدت سے پہلے بھی منتشر کر سکتے ہیں۔

ان دونوں مجالس آئین ساز کا اجلاس سال میں ایک مرتبہ ہونے ضروری ہیں۔ گورنر جنرل اپنے خاص اختیارات تمیزی سے دونوں ایوانوں (مجالس آئین ساز) کے اجلاس طلب کر سکتا ہے ان کی مدت میں توسیع کر سکتا ہے اور ہوس آف اسمبلی کو منتشر کر سکتا ہے۔ گورنر جنرل ان دونوں ایوانوں میں جب چاہے تقریر کر سکتا ہے اور دونوں ایوانوں کو ایک ساتھ طلب کر کے مشترکہ طور پر دونوں کے اراکین کو مخاطب کر سکتا ہے (دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس کی صدارت کونسل آف اسٹیٹ کا صدر کریگا) گورنر جنرل دونوں ایوانوں سے جس ایوان کو چاہے کسی مجوزہ قانون کے متعلق جو ایوانوں میں پیش ہو یا کسی دوسرے امر کے متعلق پیغام بھیج سکتا ہے۔ اور اس پیغام کی ہدایت کے مطابق ایوان مسئلہ متعلقہ پر غور و خوض کرنے پر مجبور ہیں۔ گورنر جنرل جن لوگوں کو وزیر اور کونسلر مقرر کریں گے اور ان کے علاوہ گورنر جنرل کا مقرر کردہ ایڈوکیٹ جنرل بھی ایوانوں کے اجلاسوں میں تقریر کر سکے گا بحث مباحثہ میں حصہ لے سکیں گے نیز ان کمیٹیوں کی کارروائیوں میں شریک ہو سکیں گے جو ایوان کی جانب سے بنائی جائیں گی لیکن اگر وہ ممبر نہیں ہیں تو ووٹ نہ دے سکیں گے۔

کونسل آف اسٹیٹ اور ہوس آف اسمبلی دونوں اپنے اپنے صدر اور نائب صدر کا خود انتخاب کریں گی۔ اور اگر وہ چاہیں تو ۱۴ دن پہلے ریزولیوشن کا نوٹس دے کر اور اسے موجودہ ممبران کی اکثریت کی تائید حاصل ہونے پر علیحدہ کر سکتی ہیں۔

مالی امور کے علاوہ جس پر کبھی آئندہ اشاعت میں روشنی ڈالی جائے گی۔ ان مجالس کا عام طریقہ کار یہ ہوگا کہ ہر مسودہ قانون دونوں ایوانوں میں سے کسی ایوان میں پیش ہو سکتا ہے ایک ایوان میں منظور ہونے کے بعد وہ دوسرے ایوان میں منظوری کے لئے جائے گا۔ اگر دوسرا ایوان اس میں کچھ ترمیمات منظور کرے گا تو پھر یہ مسودہ قانون مع اُن ترمیمات کے جو دوسرے ایوان کی ہیں اسی ایوان میں پیش ہوگا جہاں کہ مسودہ قانون پہلے پیش ہوا تھا۔ اگر ان ترمیمات کو ایوان نے منظور کر لیا تو وہ قانون ترمیم شدہ صورت میں

منظور شدہ تصور ہوگا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ایک مسودہ قانون خواہ کسی ایوان میں پہلے پیش ہو جب وقت تک دونوں ایوانوں میں منظور نہ ہوگا منظور شدہ تصور نہ کیا جائے گا۔ اسی طرح وہ ترمیمات بھی منظور شدہ تصور نہ کی جائیں گی جو دونوں ایوانوں میں منظور نہ ہوئی ہوں۔

لیکن اگر کسی مسودہ قانون کو ایک ایوان میں منظور ہونے کے بعد دوسرے ایوان نے مسترد کر دیا ہو، یا اس میں ایک ایوان نے جو ترمیمات منظور کی ہوں وہ دوسرے ایوان نے نامنظور کر دی ہوں۔ یا یہ کہ مسودہ قانون کسی ایک ایوان میں سے دوسرے میں آنے کے بعد سے چھ ماہ گذر گئے ہوں اور وہ گورنر جنرل کی منظوری کے لئے پیش نہ کیا گیا ہو (واضح رہے کہ کوئی منظور شدہ مسودہ قانون قانون کی حیثیت نہیں اختیار کر سکتا جب تک کہ دونوں ایوان اسے منظور کر کے اُس پر گورنر جنرل کی تصدیق نہ حاصل کریں) تو گورنر جنرل اس مسودہ قانون پر بحث کرنے اور رائے دینے کے لئے دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس مدعو کرے گا۔ اور اس مشترکہ جلسہ کی کثرت رائے سے جو چیزیں پاس ہوں گی ان کے متعلق یہ تصور کیا جائے گا کہ انہیں دونوں ایوانوں نے منظور کر لیا ہے جو مسودات قوانین دونوں ایوانوں میں منظور ہو جائیں گے تو وہ گورنر جنرل کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔ وہ مجاز ہوں گے کہ چاہے ان کو ملک معظم کی طرف سے منظور کر لیں۔ یا نامنظوری دیں یا انہیں ملک معظم کی منظوری حاصل کرنے کے لئے محفوظ کر لیں۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ اپنے پیغام کے ساتھ ایوانوں کو واپس کر دیں اور ہدایت کریں کہ ان میں جو ان کی رائے کے مطابق ترمیمات ہیں غور کر کے انہیں منظور کیا جائے۔ جو مسودات قوانین ملک معظم کی منظوری کے لئے محفوظ کئے جائیں گے اس وقت تک مسودہ قانون متصور نہیں ہو سکتے کہ جب تک (۱۲ ماہ کے اندر) گورنر جنرل اس کا اعلان نہ کر دیں کہ ملک معظم نے ان کی منظوری دیدی جن قوانین کو گورنر جنرل منظور کر چکے ہوں انہیں بھی ملک معظم (۱۲ ماہ کے اندر) نامنظور کر سکتے ہیں۔ اس سب کے معنی یہ ہوئے کہ قوانین کے نافذ کرنے کا اختیار گورنر جنرل کو ہے (اگرچہ مختتم اختیارات ملک معظم کے ہیں) کوئی قانون کتنا ہی مفید کیوں نہ ہو۔ اور وہ دونوں ایوانوں سے بھی کیوں نہ پاس ہو گیا ہو گورنر جنرل اپنے اختیارات تمیزی سے اُسے مسترد بھی کر سکتے ہیں۔ محفوظ بھی کر سکتے ہیں۔ اور ترمیمات کی تجاویز کے لئے واپس بھی کر سکتے ہیں۔ فیڈریشن (وفاق) کی مخالفت جس طبقہ کی طرف سے ہو رہی ہے اس کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مجوزہ وفاق میں رائے عامہ کے انعکاس کی راہ میں قدم قدم پر مشکلات ہیں۔ سب سے پہلی چیز تو یہ ہے کہ مرکزی ایوانوں کا انتخاب براہ راست نہیں رکھا گیا بلکہ صوبہ کی مجالس آئین ساز اپنے صوبہ کے نمائندوں کا انتخاب کریں گی۔ دوسری یہ کہ فیڈریشن کی موجودہ اسکیم میں ریاستوں کو بھی شریک کیا گیا ہے اور ریاستوں کے نمائندے چونکہ انتخاب کے ذریعہ نہیں آئیں گے بلکہ ان کو والیان ریاست نامزد کریں گے اس لئے آزادی سے رائے نہ دے سکیں گے۔ اس لئے ریاستیں نہ آزاد ہیں، اور نہ وہاں رائے عامہ اس قدر آزاد ہے کہ سفاء عامہ کی ترجمانی کر اس طرح اول تو مرکزی مجالس زیرین ہی میں قوم پرستوں کی مخالفت کے لئے ایک مشترکہ پارٹی ہو جائے گی جو حکومت پرستوں اور ریاستوں کے نمائندوں پر مشتمل ہوگی۔ اور یہ قوم پرستوں کی ہر مفید تجویز کی راہ میں روڑے اٹکائے گی۔

سیاسی اعتبار سے اکثر ریاستیں بہت پس ماندہ ہیں اس لئے ریاستوں کے نمائندے سیاسی ترقی میں تیز گامی تو ہرگز بھی اختیار نہ کرنے دیں گے۔ اور اس طرح رفتار ترقی بہت سست ہوجائے گی۔ اس ابتدائی رکاوٹ کے علاوہ دوسرا اعتراض ایوان بالا کے قیام پر ہے پھر اس کی تشکیل جس طرح عمل میں آئے گی اور اس میں جس قسم اور جس درجہ کے اصحاب زیادہ تعداد میں آئیں گے اس کے پیش نظر یہ شبہ بعید از قیاس نہیں معلوم ہوتا کہ اکثر مفید تجاویز زیریں ایوانوں میں منظور نہ ہوسکیں گی اور اگر ہوں گی بھی تو اس قسم کی ترمیمات سے ان کو کمزور کر دیا جائے گا کہ اگر ان ترمیمات کو ایوان بالا منظور کرے تو ان تجاویز کا مقصد ہی فوت ہوجائے۔ خیال یہ ہے کہ اس طرح اکثر سیاسی مفید تجاویز دونوں ایوانوں سے منظوری حاصل نہ کرسکیں گی۔ گورنر جنرل کے پاس جانے تک ان میں سے اکثر فنا ہوجائیں گی اور بعض ان میں سے بالکل تبدیل ہوجائیں گی۔ اس کے بعد اعتراض گورنر جنرل کے غیر معمولی اختیارات پر بھی ہے اور وہ اس خیال سے کہ گورنر جنرل اپنے اختیارات استعمال کرنے میں ملک کے جذبات کا خیال نہ کرے گا۔ اور اس کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ مسودات قانون کی منظوری کے سلسلہ میں نہ ایوان زیریں کو وہ اہمیت دی گئی ہے جو انگلستان میں دارالعلوم کو حاصل ہے اور نہ نوآبادیوں میں وہاں کی پارلیمنٹ کو۔ بلکہ یہاں کے ایوان بالا کو انگلستان کے دارالامراء سے بھی کسی حد تک زیادہ اہمیت دیدی گئی ہے۔ اس طرح کہ وہ ایوان زیریں کی کارروائیوں پر زبردست بریک کا کام دے۔

گورنر جنرل کے غیر معمولی اختیارات کسی نہ کسی شکل میں ہی نوآبادی کی کتاب آئین میں موجود ہیں۔ لیکن وہ کتاب ہی کی زینت ہیں جس طرح انگلستان کا بادشاہ ان جملہ اختیارات کو جو اسے حاصل ہیں استعمال نہیں کرتا یا جس طرح نوآبادیوں یا دیگر ممالک میں گورنر جنرل یا بادشاہ جہاں پارلیمنٹیں قائم ہیں اپنے اپنے اختیارات استعمال نہیں کرتے۔ اسی طرح اگر ہندوستان میں بھی ان اختیارات کو اس طرح استعمال کیا جائے جس طرح دوسری جگہ استعمال کیا جاتا ہے تو ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس سلسلہ میں جو شبہات ہندوستانیوں کے دل میں تھے وہ اس وجہ سے کم ہوتے جا رہے ہیں کہ جدید دستور کے مطابق مختلف صوبجات میں جو حکومتیں قائم ہوئی ہیں ان کے ساتھ گورنر اشتراک کار کر رہے ہیں اور اپنے ان خاص اختیارات کو جو گورنر جنرل کے اختیارات کی طرح بہت زیادہ وسیع ہیں استعمال نہیں کر رہے۔ اگر صورت حال یہی رہی اور فیڈریشن (وفاق) کے قیام کی راہ میں جو مشکلات ہیں ان کے دور کرنے لئے رستہ صاف کر دیا گیا تو بہت ممکن ہے کہ وفاق کے قیام کے بعد اس قسم کے خیالات کو وہ اہمیت نہ رہے جو اس وقت ہے جس طرح کہ ان کو آج وہ اہمیت نہیں رہی جو اس وقت تھی جب جدید دستور کے مطابق صوبوں کی حکومتیں قائم نہ ہوئی تھیں۔

گورنر جنرل کے جو اختیارات مسودات قوانین کے سلسلہ میں آپ پڑھ چکی ہیں ان کے علاوہ بھی گورنر جنرل کے خاص اختیارات کافی وسیع ہیں۔ گورنر جنرل ایوانوں کی کارروائیوں کے متعلق خاص طریقہ کار مقرر کرسکتے ہیں۔ ریاستوں کے متعلق سوالات کے دریافت کرنے کی ممانعت کرسکتے ہیں۔ ملک معظم کی حکومت اور کسی بیرونی ملک یا والئے ریاست کے تعلقات کے سوالات پوچھنے یا بحث مباحثہ ہونے سے روک سکتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے خاص اختیارات کے باعث صوبجات کے

سلسلہ میں جو کارروائی کی ہو اس کے متعلق مباحثہ اور سوالات کی بھی ممانعت کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسی سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ ایوانوں کی کارروائیوں کے متعلق اگر گورنر جنرل کوئی ایسا قاعدہ مقرر کریں گے۔ جو ایوانوں کے مقرر کردہ قواعد کے متضاد ہو تو اس قاعدہ پر عمل کیا جائے گا جو گورنر جنرل بنائیں گے۔ گورنر جنرل اس کے بھی مجاز ہیں کہ اگر کوئی مسودہ قانون یا کوئی ترمیم و تجویز ایوانوں میں ایسی ہونے والی ہے جو ان کے نزدیک خاص اختیارات پر اثر انداز ہوگی تو وہ اس کو پیش کرنے اور اس پر بحث کرنے کی ممانعت کر سکتے ہیں اگر ایوان کا اجلاس نہیں ہوا ہے اور گورنر جنرل کو کسی خاص ہنگامی قانون کے نافذ کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو وہ اسے نافذ کر سکتے ہیں اور اس قانون کی وہی حیثیت ہوگی جو ایوانوں کے منظور شدہ قوانین کی ہوتی ہے۔ لیکن وہ ایسے ہی قوانین نافذ کریں گے جو اگر مسودہ قانون کی شکل میں ایوانوں میں پیش ہوں تو ان کے متعلق ان کی منظوری حاصل کر لینی ضروری ہے۔ یہ ہنگامی قوانین ۶ ماہ تک نافذ رہ سکیں گے۔ یا اگر دونوں ایوان ان کے خلاف تجویز منظور کر دیں تو اس سے قبل ہی یہ قابل نفاذ نہ رہیں گے۔ گورنر جنرل ایوانوں کے اجلاس کے دوران میں بھی ایسے ہنگامی قوانین یا احکام (آرڈیننس) جاری کر سکتے ہیں جو ان کے نزدیک ان کی خاص فرائض کی ادائیگی کے لئے ضروری ہوں۔ ایسے ہنگامی قوانین کی مدت ۶ ماہ ہوگی لیکن ۶ ماہ کے اختتام سے قبل گورنر جنرل مزید ۶ ماہ کے لئے ان کی توسیع کا اعلان کر سکتے ہیں۔ اگر گورنر جنرل کسی خاص قانون کی اپنے خاص فرائض کی ادائیگی کے لئے ضروری محسوس کریں تو وہ یا تو قانون کو اپنے اختیار سے نافذ کر سکتے ہیں یا قانون کا مسودہ معہ اپنے بیان کے جس میں اس کی ضرورت واضح کی گئی ہو ایوانوں کو بھیج سکتے ہیں۔ اور اگر ایک ماہ کے اندر وہ منظور نہ ہو سکیں تو گورنر جنرل قانون کے طور پر اسے نافذ کر سکتے ہیں۔ لیکن گورنر جنرل کا قانون نفاذ کے ساتھ ہی وزیر ہند کو بھیجا جائے گا جو اسے پارلیمنٹ کے سامنے پیش کریں گے۔

قانون سازی کے ان اختیارات کے علاوہ گورنر جنرل اس کے بھی مجاز ہیں کہ جب ان کو یہ یقین ہو جائے کہ ایسی صورت پیدا ہو گئی ہے کہ اس قانون کے منشا کے مطابق کام نہیں ہو سکتا تو اعلان کر دیں کہ فلاں اختیارات وہ خود اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں اس طرح وہ ان تمام اختیارات کو ہاتھ میں لے سکتے ہیں جو اس قانون کے ذریعہ وفاق کو حاصل ہیں۔ بجز ان اختیارات کے جو وفاقی عدالت کو تفویض کئے گئے ہیں۔

گورنر جنرل کا اس قسم کا اعلان ان کی طرف سے دوسرے اعلان سے مسترد ہو سکتا ہے۔ ورنہ اس کی مدت چھ ماہ میں ختم ہو جائے گی۔ ایسا اعلان وزیر ہند کو بھی بھیجا جائے گا جو اسے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں پیش کریں گے۔ اگر پارلیمنٹ کے دونوں ایوان اس اعلان کے مطابق حکومت کئے جانے کی منظوری دے دیں گے تو اس اعلان کا نفاذ مزید ایک سال تک جاری رہے گا۔ اگر اس مدت کے ختم ہونے سے قبل پارلیمنٹ نے پھر اس کے جاری رہنے کی منظوری دیدی تو اس اعلان کا نفاذ جاری رہے گا لیکن اگر پورے ۳ سال تک اس اعلان کے مطابق حکومت ہوتی رہی تو اس کے بعد یہ قابل نفاذ نہ رہے گا۔ بلکہ عام قانون کے مطابق حکومت ہوگی۔ اگر پارلیمنٹ نے قانون میں ترمیم کر دی تو وہ بھی قابل نفاذ ہوگی۔ اس لئے کہ کوئی اختیار پارلیمنٹ کے قانون میں ترمیم کرنے کے تعہد میں مانع نہیں ہے۔ اس اعلان کے ماتحت گورنر جنرل نے قانون سازی کے اختیارات بھی اپنے لئے محفوظ کر لئے تو وہ جو قانون بنائیں گے ان کا نفاذ اعلان کے اختتام کے دو سال بعد تک رہ سکے گا۔ یہ ہے گورنر جنرل کے اختیارات کا خلاصہ۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وفاق میں مجالس آئین ساز کے اختیارات کیا ہیں اور گورنر جنرل کے اختیارات کیا ہیں۔

اُصولِ اسلام اور قوانین انگریزی

تہذیب وتمدن کیا ہے؟ وہ مجموعہ ہے کسی قوم کے رسم ورواج کا۔ قومیں اپنے رسم ورواج ہی کی بھلائی برائی کی وجہ سے شائستہ اور ناشائستہ۔ متمدن یا غیر متمدن کا لقب پاتی ہیں۔ ان میں بعض قوموں کے دستور ایسے ہیں جو ان کے عقلمندوں نے سوچ سمجھ کر بنائے ہیں اور اپنے تجربہ اور عقل سے ان میں عام فایدے کی باتیں ضروری قرار دی ہیں۔ بعض قوموں کے رسم ورواج مذہبی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور ان کی پابندی بالکل اسی طرح کی جاتی ہے جیسے اور مذہبی احکام کی۔ چاہے کسی موقع پر ان میں کسی طرح کی خامی بھی نظر آئے اور یہ پابندی مشکل پڑے مگر انہیں چھوڑ نہیں سکتے مسلمانوں کے دستور اگر اس لحاظ سے دیکھئے تو جس مکمل معاشرت کا نمونہ پیش کرتے ہیں اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ ترکہ و میراث کے قواعد، کھانے پینے میں حلال وحرام کا امتیاز، آپس میں حسن سلوک، ازدواجی زندگی کی مشکلات کا حل، میل جول کے قواعد غرض دنیا کی کوئی بات ایسی نہیں جس کے لئے مذہبی احکام اور مثالیں موجود نہوں اور یہی وجہ ہے کہ ساڑھے تیرہ سو برس گزر جانے اور زمانہ بالکل بدل جانے کے باوجود بھی ہمارے یہاں اب تک کسی نئی اصلاح کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ یہ بالکل الگ بات ہے کہ ہم مذہبی طور طریقے چھوڑتے جائیں اور اس وجہ سے جو نقص پیدا ہوں ان کی تلافی کے لئے بجائے مذہب سے رجوع کرنے کے اور نئے نئے تجربے کرنے شروع کریں۔ یہ تو ایسی بات ہے جیسے کوئی آدمی دودھ دہی انڈے مکھن گھی گوشت وغیرہ تمام حیوانی غذائیں کھانی چھوڑ دے اور پھر اس سے جو نقصان اور کمزوریاں پیدا ہوں ان کے علاج کے لئے حکیم ڈاکٹروں کے پاس دوڑتا پھرے۔ طرح طرح کی دوائیں آزمائے لیکن ان چیزوں کی طرف جو دراصل اس کی شکایتوں کا صحیح علاج ہیں نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے اور اگر کوئی کہے بھی تو اسے جواب دے کہ بھئی یہ پرانے زمانے کی چیزیں ہیں اب ان میں کیا دھرا ہے؟ آج کل ہر وقت ایک سے ایک نئی ایجاد ہو رہی ہے اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کی دوائیں یورپ سے بن بن کر آ رہی ہیں۔ انہیں کیوں نہ استعمال کریں جن کے ایک چمچہ میں ایک پیالے کا اور ایک تولہ میں ایک سیر کا فائدہ ہے، حالانکہ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ غذا کا بدل دوا کبھی نہیں ہو سکتی! بالکل یہی حالت آج کل ہم لوگوں کی ہے کہ ہر ایک نے مذہبی قاعدوں کو پرانا اور ناممکن العمل سمجھ کر چھوڑ رکھا ہے اور ان کی جگہ جو جس کی سمجھ میں آیا ہے ایک الگ اور نیا قاعدہ مقرر کیا ہے۔ کسی نے انگریزوں کے رسم ورواج اختیار کئے ہیں کسی نے انہیں بھی بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ اور اب ان کی حالت ان جانور سے مشابہ ہے جو اپنے گلے سے بھٹک کر کسی لق ودق میدان میں تن تنہا کھڑا ہو کبھی کسی طرف جائے کبھی کسی طرف۔ کہیں دور سے کوئی پرچھائیں بھی نظر آئے تو اسی طرف دوڑے۔ لیکن پھر معلوم ہو کہ وہاں کوئی نہیں۔ دوسری طرف کا قصد

کرے اور پھر ادھر سے بھی مایوسی کے ساتھ پلٹے۔ ؎

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

کون کہہ سکتا ہے کہ اس مصیبت کی حالت سے وہ غریب کبھی نجات بھی پائے گا یا کسی حادثے کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔

جن لوگوں نے انگریزوں کی تقلید شروع کی ہے۔ وہ بھی ان کے پورے پورے قاعدے تو جانتے نہیں صرف اوپری باتوں کو اور خاص کر تفریحات کو لے لیا ہے سیر و شکار کو جانا، دوستوں سے ملنا جلنا، کلب سینما جانا اور بس اللہ اللہ خیر صلا۔ نہ ان لوگوں کی طرح قوم کی بھلائی کا اپنے ہم وطنوں کی پاسداری سے غرض ہے نہ علم و محنت کا شوق ہے نہ ضرورت کا خیال نہ موقع کا احساس۔ اپنے یہاں کے ہر دستور کو دقیانوسی سمجھ کر چھوڑنے پر فخر ہے اور بزرگوں کی ان کی ہنسی اُڑائی جاتی ہے جس پر کسی زمانہ میں جانیں قربان ہو جاتی تھیں۔ جب کبھی کسی انگریز خاندان سے گہری دوستی ہو جاتی ہے اور اتفاقیہ ان کے یہاں کی کسی ایسی رسم کا علم ہوتا ہے جس سے وہ مجبور اور پریشان ہوتے ہیں لیکن اسے اُٹھا نہیں سکتے تو حیرت ہوتی ہے اور آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں کہ یہ اُس قوم کے افراد ہیں جو ہمارے نزدیک دنیا کی ہر قید سے آزاد ہیں اور اپنا طرز عمل وہی رکھتے ہیں جو وقت کے مطابق ہو۔ ابھی چند روز ہوئے میں نے اپنی ایک نہایت عزیز بہن سے (جو ماشاءاللہ نہایت سنجیدہ خیال تعلیم یافتہ اور قابل قدر خاتون ہیں) ایک اسی قسم کا واقعہ سنا جو بہنوں کی واقفیت اور دلچسپی کے لئے یہاں نقل کرتی ہوں۔

اُنہوں نے بیان کیا کہ کچھ عرصہ ہوا یہاں کے کلکٹر کا تبادلہ کسی دور دراز جگہ کا ہوا جہاں وہ جانا پسند نہ کرتے تھے۔ رخصت ملے ہوئے بھی کافی عرصہ ہو چکا تھا۔ اس لئے اُنہوں نے ایک لمبی رخصت لے کر ولایت جانے کا ارادہ کر لیا اور یہ قرار دیا کہ ابھی ایک ماہ ٹھیر کر ہندوستان کے سب دوستوں سے مل جل لیں تب اطمینان سے انگلستان روانہ ہوں گے۔ لیکن ان کی میم صاحبہ اس زمانہ میں کسی وجہ سے سیر و سفر سے بچنا چاہتی تھیں۔ اُنھوں نے کہا کہ میں اتنے دنوں یہیں رہوں گی۔ یہ دونوں میاں بیوی اپنی شرافت نیک نفسی اور خوش خلقی کی وجہ سے یہاں بے حد ہر دلعزیز تھے اور کئی مسلمان خواتین سے میم صاحبہ کا اچھا میل جول تھا۔ خاص کر مجھ سے بہت بے تکلفی اور محبت تھی اس لئے انھوں نے چاہا کہ یہ زمانہ وہ میرے پاس گزاریں (کیونکہ تنہا رہنے میں بے کار کا خرچ تھا یا شاید وہ بنگلہ انہیں خالی کرنا ضروری تھا) مگر جب انہوں نے کلکٹر صاحب سے اس کا ذکر کیا تو اُنہوں نے کہا کہ "میں جانتا ہوں کہ تم نے اپنے رہنے کے لئے بہترین گھر منتخب کیا ہے ان لوگوں کی حیثیت و شائستگی کسی طرح ہم سے کم نہیں تمہاری خاطر و تواضع اور آرام و آسائش میں بھی یہ کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھیں گے بلکہ تم کو وہاں رہ کر جو آرام و آزادی حاصل ہوگی وہ کسی یورپین کے یہاں بھی رہ کر نہیں ہو سکتی لیکن غیر قوم میں اس طرح ملنا ہمارے قومی اصول کے خلاف ہے اور اس کی خلاف ورزی

کرنا بڑی سُبکی کی بات ہوگی" میم صاحبہ نے پہلے کسی قدر اصرار کیا لیکن بات معقول تھی آخر ماننی پڑی اب دوسری دقت یہ پیش آئی کہ یہاں جو اُن کے یورپین دوست تھے اتفاق سے اس زمانے میں ان کی میمیں یہاں موجود نہیں تھیں اور قاعدہ ان لوگوں میں یہ ہے کہ کسی ایسے گھر میں جہاں کوئی عورت نہ ہو کوئی تنہا عورت مہمان نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح بغیر کسی مرد کی موجودگی کے کوئی تنہا مرد آکر نہیں رہ سکتا اور اگر کسی ایسے گھر میں جہاں میاں بیوی دونوں موجود ہوں کوئی مرد آکر مہمان ہوگا تو اس کو اس وقت میں گھر سے علیحدہ رہنا پڑے گا جس وقت کہ صاحب خانہ دفتر وغیرہ جائے یا اپنے کسی اور کام کو باہر رہے۔ اسی طرح اگر کوئی ایسی خاتون مہمان ہو جس کے ساتھ کوئی مرد نہیں تو صاحب خانہ بغیر اپنی بیوی کی موجودگی کے گھر میں نہیں آسکتا۔ اسی طرح اگر کوئی میاں بیوی ساتھ ساتھ آکر کسی ایسے گھر میں مہمان ہوں جہاں صرف میاں یا صرف بیوی ہو تو مہمانوں کو بھی انہیں باتوں کا لحاظ رکھنا پڑے گا۔ بس آسانی اسی میں ہے کہ میزبان بھی دونوں ہوں اور مہمان بھی دونوں یا پھر اور کچھ کنبہ والے ہوں ماں بھائی بہن باپ وغیرہ۔ ورنہ ایسی صورت سے بچنے کی ہزار ترکیبیں کی جاتی ہیں اور اگر مجبوری میں ایسا موقع آہی پڑے تو چاہے کتنی بھی تکلیف کیوں نہ ہو ان قواعد کی پابندی شرفا میں برابر کی جاتی ہے۔ اس پریشانی کی وجہ سے کلکٹر صاحب کو چند روز اور ٹھیرنا پڑا۔ یہاں تک کہ نئے کلکٹر آگئے اور ان لوگوں نے اپنی اس وقت کا حال کمشنر سے کہا۔ کمشنر صاحب نے بہت ہمدردی کی اور کہا کہ تم میرے بچوں کے برابر ہو اور بالکل اسی طرح میرے پاس رہ سکتی ہو جس طرح میری لڑکی آکر رہے مگر مجبوری ہے میں ان نئے کلکٹر اور ان کی میم سے تمہارا تعارف کرائے دیتا ہوں اور پھر تم ان کے یہاں اچھی طرح رہ سکو گی۔ آخر انہیں گو یہ بات کسی طرح پسند نہ تھی کہ محض ایک ٹھکانہ بنانے کے لئے تعارف کرایا جائے لیکن جب دیکھا کہ اس کے بغیر کسی طرح گزارہ ہی نہیں تو مجبوراً گوارا کیا اور بیس بائیس دن جیسے ممکن ہوا ان کے یہاں بسر کئے۔ اس زمانہ میں وہ اکثر جب میرے پاس آتی تھیں بہت پریشان معلوم ہوتی تھیں اور کہتی تھیں کہ "تعارف ہو گیا ہے تو ہو جائے جب میری ان کی دوستی نہیں تو ایسے رہنے میں سوائے تکلیف کے کیا آرام مل سکتا ہے۔ ہمارے یہاں کا قانون بھی اس معاملہ میں عجیب ہے میرا بس چلتا تو میں تو اس کی پروانہ کرتی اور آپ ہی کے پاس رہتی۔ اب جہاں تک ہو سکتا ہے میں اپنا وقت اِدھر اُدھر گزارتی ہوں اور یہ بھی ایک طرح کی بدتہذیبی معلوم ہوتی ہے کہ صرف ضروریات وہاں پوری کروں اور میزبانوں سے کوئی واسطہ نہ رکھوں۔ مگر کر کیا سکتی ہوں؟ وہ میرے مزاج سے واقف نہیں میں ان کی بابت کچھ نہیں جانتی بس تکلیف ہی تکلیف ہے اور میں ایسی زندگی بسر نہیں کر سکتی۔"

میں یہ قصہ سُن کر حیران رہ گئی کہ یہ تو بالکل ہمارے یہاں کی سی بات ہوئی کہ ایک محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے اس پر انھوں نے کہا کہ درحقیقت شریف انگریزوں کی عادات و خصائل کو اچھی طرح دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کے اور ہمارے اصولوں میں کچھ ایسا زیادہ فرق نہیں لیکن رونا تو یہ ہے کہ ہم اپنے ہی اصولوں سے پوری

واقفیت نہیں رکھتے پھر نقالی میں اتنی گہری نظر کہاں سے لائیں گے کہ اچھی باتیں چن لیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس اندھا دھند تقلید میں اپنی خوبیاں چھوڑ کر خرابیاں لیتے جاتے ہیں بس خدا ہی رحم کرے۔

اب غور کیجئے کہ ہمارے بزرگ جو ایسے موقعوں پر فوراً وطن سے کسی عزیز کو تار دے کر بلاتے تھے یا بال بچوں کو گھر پہونچا آتے تھے یہ کیا بیجا بات تھی جس کی اب ہنسی ہوتی ہے کہ عورتوں کی حیثیت مویشی یا اسباب کی سی کر رکھی تھی۔ شاید کوئی اس پر یہ کہے کہ اس معاملہ میں انگریز اور مسلمان دونوں ہی کی زیادتی ہے اور ان قیدیوں کو بالکل توڑ دینا چاہئے مگر یہ ایک طرف ہزاروں برس کے تجربہ کا نتیجہ ہے اور دوسری طرف خدا کے احکام ہیں جو اپنے بندوں کی ہر ضرورت ہر خیال ہر نیکی بدی کا جاننے والا ہے۔ اگر ایسی قیدوں کو توڑ دیا جائے گا تو پھر شاید انسان اشرف المخلوقات کے معزز خطاب کا مستحق نہ رہے گا۔ خدا ہم سب کو اس برے وقت سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

و۔ا۔

رفاقت

جب ہماری روح ہجوم افکار سے تھک جاتی ہے جب ہم ہنگامۂ نشاط سے نڈھال ہو کر امن وسکون کے متلاشی ہوتے ہیں۔ ایسے وقت۔ جب اے دوست ہم ملتے ہیں تو ماضی کی یاد حال کو بھلا دیتی ہے۔ کچھ مسرت کے افسانے اور کچھ غم بھری کہانیاں یاد آجاتی ہیں۔ واقعی بعض واقعات انسان کبھی نہیں بھولتا۔

جب ہم گذشتہ زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے گذری باتیں دوہراتے ہیں تو دلوں کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ ہم کس قدر نزدیکی اور ملاپ کا رشتہ جوڑ لیتے ہیں اسی طرح ہم آپس میں اہم رازوں سے واقف ہو جاتے ہیں کیسا دل سوز اور مسرور کن وقت ہوتا ہے تسکین دل کے لئے کیا یہ کافی نہیں؟ جب ہم ماضی پر قابو نہیں پا سکتے۔ مستقبل ہمارے اختیار میں نہیں تو پھر حال میں اس سوز یا ساز اور کر ہی کیا سکتے ہیں؟ دوست! یا تو خاموشی وایثار سے

[illegible] کی ہمدردی اور واقفیت سے [illegible] - ایس - بی - اے [illegible]

نماز

پڑھو مومنو پنج گانہ نماز
کہ ہے رکن اول دوگانہ نماز

ہے فرمانِ حق اس جگہ صاف صاف
نہ ہوگا کبھی بے نمازی معاف

کثافت گناہوں کی دھوتی ہے یہ
مددگار بخشش میں ہوتی ہے یہ

تمہیں سیدھا رستہ یہ دکھلائیگی
بلا شبہ جنت میں لے جائیگی

اگر ہے قیامت کا تم کو یقیں
تو کیوں اس کی سختی کا پھر غم نہیں

کہ ہر شخص ہی پہلے کی جائیگی
نہ تدبیر اس وقت بن آئے گی

اگر تم کو دعویٰ ہوا اسلام کا
اگر فکر ہے اپنے انجام کا

کرو رکن اول کو تم اختیار
نہ ہو اس سے غفلت کبھی زینہار

مساجد میں حاضر ہو با صد نیاز
ادا با جماعت ہو دل سو نماز

نماز اہل ایماں کی معراج ہے
کہ یہ فرقِ اسلام کا تاج ہے

خدارا بنو اس کی پابند تم۔
کہ ہو دین و دنیا میں خورشید تم

آمنہ خاتون عفت

جنابِ سیّدہؑ کا گلوبند

(از افسر الشعرا حضرت آغا شاعر قزلباش دہلوی)

یاد کرلیں لڑکیاں اِس نظم کا عمدہ سبق
جس کا ایک ایک لفظ ہے اخلاقِ حسنہ کا ورق

ایک سائل، ایک دِن، بابِ نبوّت پر گیا۔
جمع تھے پیشِ نبی سب دوستانِ باصفا

عرض کی، اُس نے اَسَّدَا رحمت رہے اسلام پر
تین باتیں، چاہتا ہوں میں خدا کے نام پر

پیٹ بھر دیجئے میرا بھوکا ہوں میں دو وقت سے
اِک سواری بخشئے کچھ زادِ راہ بھی دیجئے

سُن کے سائل کی صدا جب سرنگوں سب ہوگئے
تو کہا محبوبِ حق نے اس طرح سلمانؓ سے

سخت مجبوری سے گویا عقل ہے ان سب کی گُم
فاطمہ کے در پہ لے جاؤ اسے سلمان تم

بُکہ سمجھا۔ طاعتاً سلمان فوراً اُٹھ چلے
سیّدہ کے در پہ اس سائل کو آخر لے گئے

یہ صحابی تھے جلیل القدر بے حد بادب
کہہ سنائی سیّدہ سے آپ نے رُوداد سب

سُن کے حضرت بی بی نے اس طرح فرمایا مقال
آج بھی بچوں پہ فاقہ ہے بربِ ذوالجلال

حیدرِ صفدر گئے ہیں باغ میں مزدوری کو
آسیہ گرداں ہوں میں اور پیستی ہوں تھوڑا جَو

مال دنیا سے نہیں کچھ پاس جو حاضر کروں
میں خدا و مصطفیٰ سے سخت تر محجوب ہوں

ہاں گلوبند ایک جو حصّہ میں میں نے پایا تھا
مجھ کو بابا نے ابھی کچھ دن ہوئے بھجوایا تھا

وہ تو ہے موجود وہ نام خدا لے جائیے
اُس سے سائل کی ضرورت نبٹا بر لائیے

جان بھی قربان ہے میری خدائے پاک پر
برکتیں نازل ہزاروں ہوں شہِ لولاک پر

دھن ہے تجھ کو آفریں بی بی! ترے اخلاق پر
ایسی عُسرت میں طبیعت اس قدر اشفاق پر

وُہ گلوبند حضرت سلمان جب لے کر چلے
سامنے سے اُن کو عثمانِ غنی آتے ملے

ان سے بھی سلمان نے وہ واقعہ سب کہہ دیا
اور کہا بازار میں یہ بیچنے ہوں لے چلا

لے کے عثمانِ غنی نے اس مکرم چیز کو
پہلے آنکھوں سے لگایا۔ پھر کہا لو بھائی لو

اس کی قیمت تو بہت زائد ہے تینوں کام سے
پیٹ بھریئے ناقہ دیجئے راحلہ بھی بخشئے

یہ رقم حاضر ہے دے دینا بتولِ پاک کو۔
تہنیت پھر اس کی دینا سیدِ لولاک کو۔

کیا کرامت تھی یہ بی بی کا عجب اعجاز تھا
حاجتیں بر آئیں سب اور مال بھی واپس ملا

قابلِ تقلید ہے شاعر یہ نیکوں کا چلن
پیٹ بھوکے کا بھرا ناقہ ملا پہنچا وطن

بچہ کی تربیت

از محترمہ مریم خانم صاحبہ بی اے

(۱) باقاعدگی اور پابندی وقت بچہ کے لئے جو انتظام کیا جائے اس میں سب سے ضروری چیز باقاعدگی اور پابندی وقت ہے۔

ضروری ہے کہ پہلے ہی دن سے کھانا پینا اور کپڑے بدلنا وقت مقررہ پر ہو تاکہ وہ اسکا عادی ہو جائے۔ اسی پہ اس کی صحت اور خوشی منحصر ہے۔ ہر کام میں باقاعدگی اور پابندی سے نہ صرف بچہ کو بلکہ ماں کو بھی اطمینان اور آرام مل سکتا ہے غذا وہی بچہ اچھی طرح ہضم کرسکتا ہے جسے وقت مقررہ پر غذا دی جائے اور بغیر بہلائے پھسلائے خود بخود وہی وقت پر سوتا ہے جو وقت مقررہ پر اپنے پلنگ پر لیٹ جائے۔ ماں نرس اور بچہ کے لئے یہ پابندی بے انتہا فائدہ مند ہے۔ بچہ کی پرورش کا باقاعدہ انتظام کرنا اور اس کو اچھی عادتوں کا پابند کرنا ماں کا سب سے پہلا فرض ہے جس کی ادائگی ماں کے لئے بھی مفید ہے اور بچہ کے لئے بھی۔

(۲) غسل کرانا پہلے دو سال تک غسل شام کے وقت کرایا جائے صبح کو صرف اسپنج کافی ہے کھانا کھانے کے بعد کبھی غسل نہ کرانا چاہیئے۔ کم سے کم ایک گھنٹہ کا وقفہ ضرور ہونا چاہیئے۔ بہتر ہے کہ کھانے سے پہلے غسل کرا دیا جائے اگر سرد موسم ہو تو ہوا روکنے کے لئے ایک پردہ ڈال لیا جائے۔ غسل شروع کرنے سے پہلے بچہ کے غسل کا تمام سامان رکھ لو تاکہ بعد میں پریشان نہ ہونا پڑے۔

(۳) تولنا بچہ کی پرورش میں بچہ کو تولنا اور اس کا وزن معلوم ہوتا رہنا بھی بہت ضروری چیز ہے۔ تولنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بچہ کا وزن بڑھ رہا ہے یا نہیں۔

بچہ کی تندرستی کی علامات

بچہ کی تندرستی کے لئے مندرجہ ذیل باتیں ہر ماں کو دیکھنی چاہئیں۔

(۱) ہر ہفتہ کم سے کم ۴۔ آؤنس وزن کا اضافہ ہو رہا ہے یا نہیں؟ (۲) کیا بچہ کی جلد ملایم ہے اور اس پہ گلابی رنگ کی جھلک ہے اور ہونٹ اور رخسار شگفتہ اور گلابی ہیں؟ (۳) کیا اس کے اعضا۔ خاص کر ران کا حصّہ بھرا بھرا گول ہے؟ (۴) کیا اس ہر حرکت پھرتیلی ہے اور تمام اعضا بخوبی استعمال کرسکتا ہے؟ (۵) کیا وہ دودھ پینے یا کھانے کے بعد خوش معلوم ہوتا ہے؟ (۶) کیا وہ غذا ہضم کر لیتا ہے۔ دودھ تو نہیں ڈالتا؟ (۷) کیا وہ صرف بھوک کے وقت

روتا ہے اسے پیٹ کی تو کوئی شکایت نہیں معلوم ہوتی؟ (۸) کیا وہ ۲۴ گھنٹہ میں دو یا تین دفعہ ہلکی زرد رنگ کی اجابت کرتا ہے۔ (۹) کیا اس کے ہاتھ اور پاؤں ہمیشہ گرم رہتے ہیں؟ (۱۰) کیا اس کا سر اکثر خشک رہتا ہے؟ (۱۱) دن اور رات کو کے گھنٹہ سوتا ہے؟ (۱۲) کیا ہشاش بشاش معلوم ہوتا ہے۔

(۴) نیند بچہ کا پلنگ ماں یا دایہ کے قریب ہونا چاہئے۔ ساتھ کبھی نہ سلانا چاہئے کیونکہ ساتھ سونے سے وہ صحت بخش صاف ہوا حاصل نہیں کر سکتا۔ ماں جب ساتھ بچہ کو لے کر سوتی ہے تو بلا ضرورت بے وقت دودھ بچہ کو پلاتی ہے۔ سونے کے وقت بچہ کو بہلانے یا تھپکانے سے اس کی عادت عقلمند مائیں نہیں بگاڑتیں جب سونے کا وقت آئے تو فوراً سلا دیا جائے۔ پلنگ پر لٹاتے ہی سونے کی عادت بہت جلد پڑ سکتی ہے۔ اگر بچہ کسی آواز سے ڈر کر جاگ جائے تو اسے تھپک کر منہ میں ایک گھونٹ ٹھنڈے پانی کا ڈال کر سلا دینا چاہئے۔ گود میں اٹھا لینا عقلمندی نہیں۔ بچہ اکثر جاگنے کے بعد پلنگ پر لیٹا ہوا خوشی سے کھیلتا رہتا ہے بہتر ہے کہ اس کے جاگنے کے وقت کوئی اس کے نزدیک ہو تاکہ اسے بغیر اٹھائے باتیں کرے۔ اس طرح سے بچپن ہی میں انسانی ہمدردی کا بیج اس کے دل میں بویا جا سکتا ہے۔ خود بخود خوشی سے جاگنا اس کی صحت کے لئے نہایت مفید ہے پیٹ کے بل سلانے سے خواب میں بچہ ڈر جاتا ہے اور اگر بچہ کو قے ہو جائے تو حلق میں جانے کا ڈر ہے اس طرح سے دم گھٹنے کا بھی خطرہ ہے۔ خیال رکھنا چاہئے کہ بچہ کو لٹاتے وقت اس کے کان سیدھے سر کے ساتھ ہوں اور نہ سامنے کو جھکے ہوئے۔ ورنہ بڑے ہو کر کان بدصورت ہو جائیں گے۔ بچہ میں یہ عادت ضرور ڈالنی چاہئے کہ تمام رات بغیر جاگے سوتا رہے اور اگر اس کو بدہضمی نہیں ہے اور دن کو وقت مقرر پر غذا دی گئی ہے تو وہ خود بخود تیسرے مہینہ یا اس سے بھی پہلے بغیر جاگے پوری نیند بھر لے گا۔ بچہ کے سونے کے کمرے میں خاموشی ہونی چاہئے چراغ کی روشنی سے اس کی آنکھیں بچائی جائیں۔ بچہ کو شام کے سونے کی عادت نہ ڈالی جائے۔ ورنہ رات کو اطمینان سے سونا مشکل ہوگا۔

(۵) تازہ ہوا صبح جب ہوا گرم ہو جاتی ہے تو بچہ کو باہر درختوں کے سایہ میں سلانا چاہئے۔ اس طرح بچہ کے پھیپھڑے وغیرہ زیادہ مضبوط ہو سکتے ہیں۔ نیند بخوبی آئے گی اور بیماریوں سے محفوظ رہے گا۔

(۶) حوائج ضروری میں باقاعدگی بچہ کی شروع ہی سے ایسی باقاعدگی کے ساتھ تربیت کی جائے کہ وہ وقت پر اجابت کو بیٹھے اس طرح بہت سی مشکلیں حل ہو سکتی ہیں۔ جب بچہ ذرا بڑا ہو جائے تو دودھ پینے کے کم سے کم آدھ گھنٹے بعد اس کو بٹھاؤ اور پھر کھیلنے کے بعد اور دن کے سونے کے بعد اور رات کو سونے سے پہلے۔

(۷) پانی اکثر بچہ پیاس سے روتا ہے مگر ماں اس طرف توجہ نہیں کرتی بہتر ہے کہ دن میں دو یا تین دفعہ ایک یا دو چائے کا چمچہ بھر اُبالا ہوا ٹھنڈا پانی دیا جائے۔ خاص کر اگر بچہ کھانے پر روئے یا موسم گرما میں

یا دانت نکلنے کے دنوں میں۔

(۸) بچوں کو پیار کرنا بچوں کے ہونٹوں پر بوسہ دینا اچھا نہیں کیونکہ نزلہ یا اور کوئی بیماری لگنے کا خوف ہوتا ہے کتے یا بلی کو اگر کسی قسم کی بیماری ہے تو بچہ کے نزدیک ہرگز نہ چھوڑا جائے۔ کتے کو بچہ کا ہاتھ چاٹنے سے روکنا چاہئے۔ کیونکہ اکثر کتوں میں کیڑے ہوتے ہیں۔ پالتو جانور بچہ کے دل بہلاؤ کے لئے ہوں تو مضائقہ نہیں مگر ان کی بیماریوں سے احتیاط کرنی چاہئے۔ بعض مائیں بچہ کے منہ میں ہر وقت چوسنی ڈالے رکھتی ہیں ایسا کرنے سے ہونٹ بھدّے ہو جاتے ہیں اور منہ کی خوشنمائی ضائع ہوتی ہے۔

(۹) تربیت اخلاق بچہ وہی کرتا یا سنتا ہے جو بڑوں کو دیکھتا یا ان سے سنتا ہے وہ اخلاق کے بہترین سبق ان سے سیکھتا ہے جو اس کی برائی بھلائی کے ذمہ دار ہیں۔ اس لئے یہ خیال رکھنا ازحد ضروری ہے کہ بچہ کوئی بات ایسی نہ سُنے نہ دیکھے جو تم نہیں چاہتے کہ وہ دہرائے۔

(۱۰) سزا بطور اصلاح جس بچہ کی پیدائش ہی سے صحیح طریقہ پر تربیت کی گئی ہے۔ اور جسے ہر کام میں وقت کی پابندی کی عادت ڈالی گئی ہے اُسے سزا کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر والدین چاہتے ہیں کہ بچہ بڑا ہو کر بھی صحیح معنوں میں ان کی عزت کرے اور ہمیشہ ان سے دل سے محبت کرے تو انہیں چاہئے کہ جسمانی تکالیف بچہ کو نہ پہنچائیں جو کام محبت سے ہو سکتا ہے وہ مار پیٹ سے نہیں ہو سکتا اور اگر جبراً اپنا کام مار پیٹ کے ذریعہ سے کروا بھی لیا تو یہ توقع نہ رکھیں کہ بڑا ہو کر بچہ ان کے ساتھ محبت یا عزت سے پیش آئے گا۔ بلکہ بجائے محبت کے جسمانی سزا دینے سے اس کے دل میں نفرت ہو جائے گی۔ سزا ایسی ہو جس کا اچھا اثر دل اور دماغ پر پڑے بچہ کو جسمانی تکالیف پہنچانی نہایت بزدلی ہے۔ کیونکہ وہ بدلہ لینے کے قابل نہیں ہوتے۔

(۱۱) ضبط اور ارادہ ننھا بچہ اکثر بھوک کی وجہ سے یا کروٹ بدلوانے کی وجہ سے روتا ہے مگر جب ذرا بڑا ہو جاتا ہے تو سمجھ بڑھتی جاتی ہے اور وہ چلا کر "ہاں" "نہیں" کہہ کر اپنی مرضی کا اظہار اور اس پر اصرار کرتا ہے اکثر والدین اس عادت کو "ضد" سے تعبیر کرتے ہیں اور اس لئے کہ وہ "ضدی" نہ ہو جائے ڈراتے دھمکاتے بلکہ مارتے تک ہیں ایسا کرنے سے بچہ اور ضدی ہو جاتا ہے۔ اکثر حالات میں یہ چاہئے کہ محبت سے ضد کرنے کے فائدے یا نقصان سمجھا دیئے جائیں اگر وہ نہ مانے تو اُس کی مرضی پر چھوڑ دو تاکہ اُس کو خود معلوم ہو جائے کہ ضد کرنے سے نقصان ہے یا فائدہ۔ بچہ خود نتیجہ سے سیکھ لے گا کہ ضد سے کیا نقصان ہوتا ہے ابتدا ہی سے بچہ کو اپنی رائے قائم کرنے کی پوری آزادی دینی چاہئے۔ تاکہ وہ اپنی آئندہ زندگی میں اپنی درست رائے قائم کر سکے۔

بچہ صرف اپنے ہی تجربہ سے کسی معاملہ میں ضبط سے کام لینے یا درست رائے قائم کرنے کی عادت سیکھ سکتا ہے۔

(۱۲) سچائی:۔ بچہ کی تربیت میں یہ بھی خیال ضرور رکھا جائے کہ سچائی اس کی ثانوی عادت ہو جائے۔ ہم اکثر بچہ کے

جھوٹ سے ششدر رہ جاتے ہیں۔ بعض باتیں ہم کو جھوٹ معلوم ہوتی ہیں لیکن بچہ کے لئے جھوٹ نہیں ہوتیں۔ صرف کسی چیز کا تصور یا قیاس ہوتا ہے۔ بچہ ایک نئی دنیا میں ہوتا ہے۔ اُس کے خیالات کچے ہوتے ہیں۔ اور یادداشت کم۔ اس لئے بچہ بالکل درست بیان نہیں کرسکتا۔ وہ ہمیشہ داستان کے طور پر کیا کرتا ہے۔ جوں جوں اس کی سمجھ بڑھتی ہے۔ ہم اس کو محبت اور پیار سے سچ اور جھوٹ میں فرق بتا سکتے ہیں۔ اکثر بچہ خوف کی وجہ سے جھوٹ بول دیتا ہے۔ لیکن بچہ جان بوجھ کر کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اس لئے بچہ سے کبھی کوئی بات غلط نہ کہو۔ کبھی اسے دہوکہ نہ دو۔

۱۳ ابتدائی تعلیم

بچہ کے لئے اس کی زندگی ہی تعلیم ہے۔ بچہ چست اور زندہ دل ہوتا ہے۔ وہ اپنے اردگرد کی سب چیزیں خود بخود دیکھتا ہے۔ اور دریافت کرتا ہے۔ اور جو دیکھتا ہے اس کے لئے عجیب ہے اور اس سے نئے نئے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی نقل کرنے کی طاقت اس قدر زبردست ہوتی ہے۔ کہ قدرتی طور سے جو کچھ وہ دیکھتا ہے اس کی نقل کرتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ ماں بچہ کی ابتدائی تعلیم میں زیادہ حصہ لے۔

بچہ کی پہلی فطرت خوش ہونے اور خوش رہنے کی ہے۔ اور یہ فطرت اس قدر تیز ہوتی ہے کہ اگر اس کی صحت درست ہے تو وہ ہمیشہ خوش رہتا ہے۔ وہ کسی ایسے گھر میں پیدا ہوا ہے جہاں اس کی کسی کو ضرورت نہیں ہو تو بھی وہ اسی طرح خوش رہتا ہے گویا اس کو دنیا کی بادشاہت مل گئی ہے۔ بچہ کی بڑی ضروریات اس کی پوری صحت ہے۔ جس سے اس کی زندگی خوشگوار ہوتی ہے۔ بچہ کی ترقی کے ذرائع اُس کے حواس ہیں۔ دیکھنا۔ چھونا۔ سونگھنا اور سننا۔ اور اس کی ذاتی حرکتیں۔ بچہ کو گھر کے اندر اور باہر موقع دینا چاہئے۔ تاکہ وہ اپنے اُن حواسوں کو بڑھا سکے اور ان کے ذریعہ وہ اپنے تجربات بڑھا سکے۔ اس کی تحقیقات اور تعجبات بھی تعلیم میں شامل ہیں۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہو۔ ہم کو بچہ کے سوال کا صحیح جواب دینا چاہئے نہ کہ جھڑک کر خاموش کر دینا اور اس کا دل توڑ دینا۔ محبت کے ذریعہ سے بچہ کے دل پر ایسا ہونا چاہئے جس کے ذریعہ سے بچہ روزانہ طاقت اور ہمت میں ترقی کرے۔ خوشگوار گھر۔ نرسری اور باہر کی زندگی اس کے لئے ضروری ہے جس کے ذریعہ سے وہ رنگت۔ خوشبو۔ آواز وغیرہ پہچاننا سیکھتا ہے۔ بچہ فطرتاً رنگین تصویر اور باجے کی آواز پسند کرتا ہے۔ کھیل میں مشغول ہونے پر بھی بچہ سبق سیکھتا ہے اس کی سبق کی کتاب دنیا ہے۔ تمام کھیل جن میں کہ جسمانی ورزش۔ کھلونے۔ کتابیں۔ کھیل اور کہانیاں شامل ہیں اس کی تعلیم پر بہترین اثر ڈالتی ہیں۔ حتی المقدور ہم کو اسے سوچنے اور خود کرنے اور بنانے کا موقع دینا چاہئے۔ اس لئے بچہ کے لئے اینٹوں کا گھر بنا دینا غلط ہے اس کو خود بنانے دو۔ کھلونے اس کے لئے منتخب کرو وہ خود ہر کھیل ایجاد کرے۔ اس کو کچھ میخیں دو۔ جن پر اپنی پسند کی تصویریں لٹکائے۔ وہ خود اپنی لکڑی پر سوار

ہوگا۔ اپنی کرسی خود گھسیٹیگا۔ اپنی میز کو پھرائے گا اور خود ریل گاڑی بنائے گا۔ اور اپنی چابک خود ایجاد کرے گا۔ تن تنہا بچہ کھیل میں اتنا خوش نہیں ہوتا۔ جتنا مِل جُل کر۔ اور مل جل کر کھیلنا اس کی بہترین تربیت ہے۔

دو سال کی عمر میں وہ تیز رنگ کی تصویروں میں دلچسپی لیتا ہے ماں کو چاہئے جانوروں۔ درختوں وغیرہ کی تصویریں کاٹ کر کسی گتہ پر چپکا کر اسے دے۔ جس کے ذریعہ سے وہ جانوروں کو پہچان سکے اور نام وغیرہ سیکھ لے۔ بالو مٹی وغیرہ میں بچہ کو آزادی سے کھیلنے کا موقع دینا چاہئے۔

تین سال کی عمر میں بچہ کو رنگ کی پہچان ہو جاتی ہے۔ اُس کو ایک چھوٹی کند قینچی دینی چاہئے۔ تاکہ وہ خود رنگین تصویریں اپنی البم album کے لئے تیار کرے اور خود گوند سے چپکائے۔

چار سال کی عمر میں بچہ اپنے ارد گرد کی باتیں بخوبی سمجھتا ہے۔ اپنے پالتو جانوروں میں دلچسپی لیتا ہے۔ ان سے کھیلتا اور باتیں کرتا ہے۔ اس عمر میں ماں کو دلچسپ اور آسان قصے سنانے چاہئیں۔ جانوروں وغیرہ کے جن سے اس کو دلچسپی ہے اور اس طرح اس کی دلچسپی جانوروں۔ درختوں۔ پھولوں اور پھلوں میں بڑھانا چاہئے۔ تاریخ اور جغرافیہ کے آسان سبق وہ اسی طرح سیکھ سکتا ہے۔ قدرت کے کارخانوں کی طرف توجہ دلانا چاہئے۔ جس سے کہ اس کے دل میں خدا کی عظمت پیدا ہو سکتی ہے ہمدردی۔ محبت اور شجاعت کے سبق اس کو چھوٹے چھوٹے قصوں کے ذریعہ سے سکھانے چاہئیں۔

ماں کو ہر وقت بچہ کی آئندہ زندگی کا خیال رکھنا چاہئے۔ بچہ کے لئے ایک بہترین نمونہ ماں اور استاد ہوتا ہے۔

آنکھ اور ہاتھ کو ٹرینڈ کرنے کے لئے بچہ کو کاغذ۔ پنسل۔ رنگ بھرنے کی کتاب وغیرہ دینی چاہئے۔ تاکہ ڈرائنگ کی عادت پڑے اور کند قینچی اور موٹا کاغذ کاٹنے کو مٹی کے کھلونے بنانے بچہ کے لئے مفید ہیں۔ کیونکہ ڈرائنگ سے زیادہ وہ مٹی سے درست نقشہ بنا سکتا ہے۔ اور اس میں گہرائی اور موٹائی معلوم ہو سکتی ہے۔ نہ کہ ڈرائنگ صرف لمبائی اور چوڑائی بچہ مٹی کے کھیل میں اپنے مشاہدات اور تجربات سے کام لیتا ہے۔ گولا بنانا۔ یا شکل بیضوی یا مکعب یا مخدق وغیرہ ان ابتدائی اصولوں کے ذریعہ سے بچہ اپنی خواہش کے مطابق اشیا تیار کرتا ہے۔ اس عمر میں ہم الفاظ کا کھیل بچہ کو دے سکتے ہیں۔ بچہ حروف تہجی کو پہچان سکتا ہے۔ پھر ان کو جوڑ کر آسان لفظ بناتا ہے۔ اور اسی طرح سے اپنا نام بھی۔ بچہ ریت میں کھیلنا بہت پسند کرتا ہے۔ اور ریت مٹی کے کھیل سے بہت کچھ سیکھ سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ ماں بھی اسے کھیل میں مدد دے۔

نقل کرنا اس عمر میں بچہ کو نقل کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ وہ ریل گاری سے کھیلتا ہے گارڈ بنتا ہے اسی طرح شبیر بنتا ہے۔ ڈاکیہ بنتا ہے۔ مالی بنتا ہے۔ تمام دن ایسے ہی کھیلوں میں دن گزار دیتا ہے۔ وہ اسی طرح سے ایک خیالی دنیا میں رہتا ہے اور دلچسپی سے پریوں کی کہانی سنتا ہے۔

باجا اور گانا نفسیات کے ماہر کہتے ہیں کہ ہر بچہ جو تندرست پیدا ہوا ہے۔ باجے کی آوازیں دلچسپی لیتا ہے اِس عمر میں ماں بچہ کی سُننے کی قوت بڑھا سکتی ہے۔ قدرت کے باجے کی طرف اُسے رغبت دلا سکتی ہے۔ ہوا کی مختلف آوازوں کو سُنے۔ چڑیوں کے گانے پر دھیان لگائے اور مختلف آوازوں پر خیال کرے۔

ٹکٹ جمع کرنا ۸ سال کی عمر میں ٹکٹ جمع کرنا بچہ کا دلچسپ مشغلہ ہے۔ چھوٹا مسافر اس دنیا کے دور دراز مقامات کا سفر کرے گا وہ ملکوں کے نام سیکھ سکتا ہے۔ وہ ٹکٹ کے ذریعہ سے قدیم بادشاہوں کا نام معلوم کر سکتا ہے۔ اور ہر ملک کا سکہ پہچان سکتا ہے۔

مشاہدہ قدرت بچہ میں مشاہدہ قدرت کی عادت ڈالنے کی طرف بھی ماں باپ کو متوجہ ہونا چاہئے۔ مشاہدہ قدرت میں مختلف علوم آجاتے ہیں۔ علم کیمیا۔ علم طبیعی۔ علم نباتات۔ علم حیوانات علم تشریح اور جسمانی علم ترکیب جغرافیہ وغیرہ اور ہر ایک کی پھر تقسیم در تقسیم ہیں۔ مشاہدہ قدرت ہی بچہ کا علم ہے اور اِس کا تھوڑا علم فائدہ مند ہے۔ اس علم کے ذریعہ سے بچہ اپنے اردگرد کے حالات بخوبی معلوم کر سکتا ہے۔ اور اپنی زندگی صرف کرنے کا ایک بہترین طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

مشاہدہ قدرت کے ذریعہ سے بچہ اخلاقی سبق۔ ہمدردی۔ خودداری۔ ایثار محبت وغیرہ سیکھ سکتا ہے۔ قدرتی قانون پر پودوں اور جانوروں کی زندگی منحصر ہے۔ اور اس علم کے ذریعہ سے بچہ اپنا پہلا سبق قدرتی طور سے جنسی تربیت پر سیکھ سکتا ہے۔ جو کہ بہترین طریقہ ہے۔ یعنی جانوروں اور پودوں کے مشاہدہ قدرت سے خود بخود بآسانی معلوم ہو جاتا ہے۔ مشاہدہ قدرت پر بہت عمدہ کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ ماؤں کو چاہئے کہ ان کتابوں کا مطالعہ کریں تاکہ اپنے بچوں کی بہترین رہنما بن سکیں۔ تھوڑا علم سائنس اور قدرتی تاریخ کا ہونا بھی ماؤں کے لئے بہتر ہے۔

اگر بچہ کی تربیت بہترین طریقہ سے کی گئی۔ تو ماں بآسانی ہر عمر میں اس کی نقل وحرکت کو سمجھ سکے گی۔ بچہ کی تمام زندگی اور تمام حرکتیں ماں کے لئے ایک کھلی کتاب بن سکتی ہیں۔ ماں کو بچہ کے دل پر پورا پورا قابو ہونا چاہئے۔ نہ صرف بچہ کے دل پر۔ بلکہ بہن، بہن کے ساتھ۔ بھائی بھائی کے ساتھ۔ اور بھائی بہن کے ساتھ اس طرح رہیں کہ تمام زندگی آپس میں سچی محبت اور حقیقی خلوص رہے اور زندگی کے آخری لمحہ تک آپس میں ایسا میل ہو۔ کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کو جدا نہ کر سکے اور رنج ومصیبت میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑیں جب بچہ کو دھمکانے یا ڈانٹنے کی ضرورت ہو تو ماں تنہائی میں بچہ کو لے جا کر سمجھائے۔ دوسرے بچوں کے سامنے اسے سزا نہ دے نہ ڈانٹے۔ اولاد جب ہی فرمانبردار ہو سکتی ہے جبکہ ماں تربیت کے صحیح اصولوں کے ساتھ پیش آئے۔ نہ یہ کہ ہر بات میں جھڑکی اور ڈانٹ اور زبردستی اپنا حکم منوائے ہر بات کی وجہ بیان کر کے اسے سمجھا دینا چاہئے ضرورت سے زیادہ سختی کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ اولاد کو کبھی لعن وطعن نہ کرو۔ ورنہ ان کے دل میں نفرت پیدا ہو جائے گی جس کی کہ تلافی ہونی پھر ناممکن ہے۔ ماں کو اولاد کی خوشی کا ہر دم خیال رکھنا چاہئے۔

مریض کی غذا

مریض کو مناسب غذا کھلانا تیمار دار کا نہایت اہم فرض ہے معمولی بیماریوں میں مریض کی غذا کی طرف ذرا سی توجہ کرنے سے دوا کی بھی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مریض کو ہر وقت جو ہاتھ لگے کھلا دینا چاہیے کیونکہ ایسا کرنے سے بجائے فائدہ کے الٹا نقصان ہوتا ہے۔ اکثر قے اور قبض کی شکایات زیادہ غذا یا خراب غذا سے پیدا ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں تیمار دار کو چاہیے کہ مریض کے تھکے ہوئے معدے کو آرام دیں۔ اور تھوڑا سا کسی قسم کا مقوی شربت دیں۔ تاکہ پیاس رفع ہو۔ اور مریض کی طبیعت تیمارداری کی بدولت اچھی ہو جائے۔ سخت امراض میں مبتلا ہونے والے یا تو ٹھیک غذا نہ ملنے کی وجہ سے حد سے زائد غذا دیے جانے کے سبب بھی فوت ہو جاتے ہیں مریض کو مقوی مگر سادہ غذا دینی چاہیے۔ مثلاً خالص دودھ یا دودھ اور پانی۔ یہ بطور شربت کے پیاس کے بجھانے کے لئے نہیں پلانا چاہیے۔ بلکہ مریض کی عمر اور مرض اور ضرورت کے لحاظ سے ٹھیک وقت پر بطور غذا کے دینا چاہیے۔ دودھ ایک مکمل نرم اور سریع الہضم غذا ہے۔ کھانا کھلاتے وقت مریض کو غذا تھوڑی تھوڑی کرکے دینی چاہیے۔ غذا جتنی کم ہوگی۔ کمزور معدہ اتنی ہی آسانی سے ہضم کر سکے گا۔ سخت امراض میں غذا اور مقوی دوائیں عموماً آدھ آدھ گھنٹے کے بعد دینی چاہئیں۔ سوتے ہوئے مریض کو دوا یا غذا دینے کی خاطر نیند سے کبھی نہ جگانا چاہیے۔ غذا میں تبدیلی کا خاص طور پر خیال رکھا جائے متواتر ایک ہی قسم کی غذا نہ دی جائے غذا کو بدل کر دینے سے اول تو ہاضمہ درست رہتا ہے۔ دوسرے مریض کو بھی کھانے کی رغبت ہوتی ہے۔ غذا کو مرغوب اور خوشگوار بنانا چاہیے۔ تاکہ مریض کھا کر خوش ہو کھانے پینے کی چیزیں صفائی اور سلیقہ ہونا چاہیے۔ اور ہر دفعہ غذا تازہ تیار کرنی چاہیے۔ تاکہ مریض کو کھا کر فائدہ پہونچے اگر کسی غذا سے فائدہ نہ پہونچے تو اس کو بدل دینا چاہیے۔ تیمار دار پہلے خود چکھ کر دیکھ لے کہ دودھ تازہ ہے یا نہیں۔ یا دوسری چیزوں میں مٹھاس یا نمک برابر ہے یا نہیں۔ یا غذائیں بے انداز ٹھنڈی یا گرم تو نہیں ہیں۔ اور پینے کی چیزیں سرد ہیں یا نہیں۔ ذیل میں چند غذاؤں کی ترکیبیں لکھی جاتی ہیں۔ جو کہ بیماروں کے لئے فائدہ مند ہیں۔

شیر برنج میز کا ایک چمچہ بھر کر آرد چاول کو تین پاؤ خالص دودھ یا ڈیڑھ پاؤ دودھ اور ڈیڑھ پاؤ پانی میں ملا کر پکاؤ آہستہ آہستہ ہلاتے رہو۔ اور دو منٹ تک کھولنے دو۔ اس کے بعد قدرے چینی اور جائفل یا لیموں کا عرق ڈال کر اسے خوش ذائقہ کر لو۔

ارا روٹ یا کارن فلور پہلے میز کے ایک چمچہ کو بھر کر ارا روٹ یا کارن فلور میں تھوڑا پانی ملا کر پتلی لئی کی طرح کر لو۔ بعد ازاں اس پر ڈیڑھ پاؤ کھولتا ہوا پانی یا دودھ بتدریج تھوڑا تھوڑا کرکے ڈالتے جاؤ۔ اور برابر ہلاتے رہو۔ اس کے بعد اس کو کسی برتن میں ڈال کر آگ پر چڑھا دو اور دو تین منٹ تک پکاؤ لیکن اس وقت بھی ہلاتے رہو تاکہ تمام اجزا ایک ساں طور پر باہم مل جائیں۔ تب آگ پر سے اتار کر اس میں چینی اور جائفل وغیرہ ملا لو۔

ساگو دانہ ایک پائنٹ یعنی تقریباً آدھ سیر پانی میں میز کے چمچے کا ایک چمچہ بھر ساگو دانہ ڈال کر دو گھنٹے تک بھیگنے دو۔ بعد ازاں اس کو آگ پر رکھ کر دس منٹ تک پکاتے رہو۔ اور برابر ہلاتے رہو۔ جب صاف جیلی کے طور پر بن جاوے۔ اور اس میں جمے ہوئے ڈلے نہ رہیں۔ تب آگ پر سے اتار کر چینی جائفل وغیرہ ملا لو۔

پیچ پاش: ایک چوزے کو کاٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لو۔ اور ایک ہانڈی میں دھر کر میز کے تین چمچے

چانول خوب دھو دھا کر اس میں چھوڑ دو بعد ازاں ایک پائینٹ سرد پانی ڈال کر اسے تین چار گھنٹے تک دھیمی آنچ پر پکاتے رہو۔ جب پکنا شروع ہو۔ تو اس میں نمک اور مصالحہ بھی ملا دو۔ اگر مریض بہت ہی بیمار ہے۔ تو اس کو صرف چانول ہی کھلاؤ۔ جس میں کہ گوشت کی غذائیت کی معتد بہ مقدار شامل ہو گئی ہے۔

کانجی۔ یہ غذا کی غذا ہے۔ اور شربت کا شربت بخار اور پیٹ کی تمام بیماریوں میں نافع ہے۔ اس کے بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ نصف چھٹانک صاف چانول کو ایک سیر پانی میں بیس منٹ تک جوش دو۔ بعد ازاں کپڑے سے چھان کر منجمد چانولوں کو الگ کر کر ڈالو اور میٹھا ملا لو۔ ضرورت سمجھو تو نو لیموں کا ست یا عرق لیموں شامل کر لو۔

چاول کی پڈنگ پہلے چاولوں کے تازہ پیسے ہوئے آٹے کا ایک چمچہ بھر (میز کے چمچے کا) دودھ میں ملا کر ابال لو اور خوب ٹھنڈا ہونے دو۔ پھر دو انڈوں کو اچھی طرح پھینٹ کر اس میں ملا لو۔ اور میٹھا بھی ملا دو۔ بعد ازاں ایک چھوٹے برتن یا کہ طباق میں رکھ کر تنور یا چولھے پر دھر کر پکا لو۔ اگر چاہو کہ دودھ کھٹا نہ ہونے پائے۔ تو سیر بھر دودھ میں پندرہ گرین بائی کاربونیٹ آف سوڈا By carbonite of Soda ملا دو۔

بخار کے واسطے اشربہ (یعنی پینے کی چیز)

کانجی واٹر:۔ اس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔

بارلی واٹر Barley water یعنی ولایتی اول میز کے ایک چمچہ میں پرل بارلی Pearl Barley جو کہ بسلم دانوں کو پانی سے دھو ڈالو اور ایک اونس ounce یعنی آدھی چھٹانک مصری اور ایک لیموں کو کاٹ کر اس کا عرق اور اس کے چھلکے کے چھوٹے چھوٹے کتلے ان میں ملا دو۔ پھر سیر بھر کھولتا پانی ڈال کر، یا ۲ گھنٹے تک پڑا رہنے دو اس کے بعد اس کو چھان کر جو لیموں وغیرہ کے ٹکڑے پھینک دو۔ اور صاف عرق کو استعمال کرو۔

لیمینیڈ یعنی لیموں کا عرق اور پانی۔ دو تین لیموں کو کاٹ کر چھوٹے چھوٹے کتلے کر لو اور ایک جگ یا صراحی میں رکھ کر دو تین اونس مصری ملا دو۔ اور اس کے اوپر دو تین پائینٹ کھولتا پانی چھوڑ کر چند گھنٹوں تک رکھا رہنے دو۔

محرک اشیا مٹن براتھ اور بیف ٹی:۔ آدھ سیر گائے یا بھیڑ کا گوشت بغیر چربی کے لے کر اچھی طرح قیمہ کر لو پھر اس میں ایک پائینٹ ٹھنڈا پانی ڈال کر گھنٹہ بھر تک اسی طرح رہنے دو اس کے بعد اس کو دھیمی آنچ پر چڑھا کر پکاتے جاؤ۔ جب پانی قریب نصف کے رہ جائے تب اتار کر چھان لو۔ گوشت نکال ڈالو اور ذرا سا نمک ملا لو۔ اس یخنی کو اچھی طرح بھونے ہوئے ٹوسٹ کے ساتھ کھلانا چاہئے۔ یا میز کے ایک چمچہ بھر جو یا ساگو دانہ اس میں ڈال کر پکا لینا چاہئے۔ تاکہ گاڑھا بن جائے۔

چکن براتھ اس کے بنانے کی ترکیب وہی ہے جو کہ مٹن براتھ کی لیکن اس میں بجائے آدھ سیر دیگر گوشت کے ایک بڑے تیار مرغ کا گوشت استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی تیاری میں دو بڑی باتوں کا زیادہ تر خیال رکھنا ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ گوشت کے خوب چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوں۔ یا اچھی طرح کوٹ لیا جائے۔ اور دوسری یہ کہ آگ پر چڑھانے سے پہلے گھنٹہ بھر تک گوشت سرد پانی میں رکھا رہے۔ اس کو ہر روز تازہ تیار کرنا چاہئے۔

لائیم واٹر دو سیر صاف پانی میں آدھی چھٹانک بجھایا ہوا چونا ڈال کر ایک ڈاٹ والی بوتل میں بھر دو۔ پھر پورے تین منٹ تک خوب ہلا کر بوتل کو کسی جگہ رکھ دو جب کئی گھنٹے تک رکھی رہنے کے بعد گاد نیچے بیٹھ جاوے تو اوپر کا صاف پانی نتھار کر کانچ کی ڈاٹ والی شیشیوں میں بھر لو
درستی معدہ۔ سوزش قلب، سوء ہضمی اور قے کی حالت میں اس کا استعمال مفید ہے۔ معدنی تیزاب۔ اور سنکھیا کے سموم کو بھی یہ پانی فائدہ بخشتا ہے

پرتاب گڑھ

اکثر بہنوں نے مہابلیشور کا نام سُنا ہوگا۔ یہ صوبہ بمبئی کا گرم موسم کا مقام ہے اور گرمیوں میں ہر سال ایک مہینے تک یہاں خوب چہل پہل رہتی ہے اس سال ہم نے بھی اپنے چچا ڈاکٹر بدل الرحمٰن صاحب پرنسپل اسمٰعیل کالج بمبئی کے ساتھ موسم گرما کا ایک مہینہ یہاں گذارا اور یہاں کے قدرتی مناظر سے لطف اُٹھایا۔ مہابلیشور پونہ سے اسّی میل کے فاصلے پر مغربی گھاٹ میں واقع ہے۔ پونہ سے بجائے ریل کے موٹر میں سفر کرنا پڑتا ہے سڑک پہاڑی ہے اور نہایت خوبصورت پہاڑ کو کاٹ کر بنائی گئی ہے سڑک کے ایک طرف تو سر بفلک پہاڑ ہیں۔ اور دوسری طرف اس قدر گہرے کھڈ ہیں کہ دیکھکر ڈر لگتا ہے سڑک صرف اتنی چوڑی ہے کہ دو موٹریں ایک دوسرے کے پاس سے گذر سکیں۔ پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے سڑک میں پیچ بہت ہیں اور ہر موڑ خطرناک معلوم ہوتا ہے اسی وجہ سے بعض مرتبہ یہاں موٹر کے سخت حادثے پیش آتے رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود مہابلیشور میں اتنی کشش ہے کہ ہر سال صرف ایک ماہ گذارنے کے لئے سینکڑوں آدمی وہاں آتے ہیں۔ منصوری، نینی تال وغیرہ دوسرے پہاڑی مقامات کے برعکس یہاں کی زندگی بہت خاموش ہے۔ تعطیلات گذارنے کے لئے اس وجہ سے بھی مہابلیشور بہترین جگہ ہے۔

بہنوں کو معلوم ہوگا کہ یہی مغربی گھاٹ ہیں جن میں سیواجی مرہٹہ اپنے ہم قوموں کے ساتھ گھومتا پھرتا تھا۔ اور اورنگ زیب کی فوجیں اس کا کچھ نہ بگاڑ سکی تھیں۔ ان گھاٹوں کو دیکھکر صحیح طور پر اندازہ ہوتا ہے۔ کہ اورنگ زیب نے سیواجی کا نام "موش کوہی" کیوں رکھا تھا حقیقت یہ ہے کہ اس سے بہتر نام ہو ہی نہیں سکتا۔ عام تاریخوں میں ظاہر کیا جاتا ہے کہ اورنگ زیب حقارت سے سیواجی کو موش کوہی کہا کرتا تھا۔ مگر یہ غلط ہے۔ بلکہ یہ امر واقعہ ہے۔ اور اس میں ذرا مبالغہ نہیں سیواجی نے ان پہاڑوں کی چوٹیوں پر جگہ جگہ قلعے بنائے تھے۔ اول تو خود گھاٹ ہی ناقابل گذر ہیں، اور پھر قلعے ایسے پہاڑوں کی چوٹیوں پر بنائے گئے ہیں کہ اُن تک پہنچنا آج کل بھی ناممکن ہے۔

پونا سے روانہ ہوتے ہی پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور وہیں سے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سیواجی کے بنائے ہوئے قلعوں کے کھنڈر بھی دکھائی دینے لگتے ہیں۔ یہ سلسلہ برابر مہابلیشور تک قائم رہتا ہے خود مہابلیشور کے چاروں طرف پہاڑ کی چوٹیوں پر قلعے نظر آتے ہیں۔ مگر یہ تمام قلعے اب بالکل تباہ حالت میں ہیں اور ان تک پہنچنا ناممکن ہے کیونکہ نہ تو وہاں سڑک جاتی ہے اور نہ کسی قسم کا راستہ ہے۔ صرف ایک قلعہ ایسا ہے جہاں تک آجکل بھی انسان پہنچ سکتا ہے یہ پرتاب گڑھ ہے۔ سب کو تاریخ ہند کا وہ واقعہ یاد ہوگا۔ کہ بیجاپور کی سلطنت نے اپنے پرانے مگر باغی امیر سیواجی کو زیر کرنے کے لئے ایک فوج افضل خاں کی ماتحتی میں بھیجی تھی اور سیواجی نے افضل خان کو قتل کر دیا تھا یہ پرتاب گڑھ انہیں پہاڑوں میں واقع ہے۔ جہاں سیواجی اور افضل کی فوجیں آکر ٹھیری تھیں۔ اب تو اندازہ کرنا بھی مشکل ہے کہ یہ دونوں زبردست سپہ سالار اپنی فوجوں کو وہاں تک کیسے لے آئے تھے۔ کیونکہ راستے مفقود اور ہر طرف سر بفلک پہاڑ ہیں جن میں سے فوجیں لے کر گذرنا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ حادثہ یہیں پیش آیا تھا۔ لیکن پرتاب گڑھ ابھی موجود

ہے اور وہیں افضل خاں کی قبر بھی ہے۔ اسی قلعے میں بھوانی کا مندر بھی ہے۔ جو سیواجی کی خاص دیوی تھی۔

پرتاب گڈھ مہابلیشور سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔ ہر شخص جو مہابلیشور جاتا ہے پرتاب گڑھ کی سیر ضرور کرتا ہے۔ اور حقیقت میں یہ جگہ سیر کے قابل ہے۔ ایسے موقعوں پر جتنے زیادہ دوست احباب ساتھ آنے کے لئے مل جائیں اتنا ہی سیر کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔

اتفاق سے ہمیں بھی ایسے ہی احباب مل گئے۔ ہمارے ساتھ چچا صاحب اور ان کے بچوں کے علاوہ مسٹر نذیر شیخ صاحب ڈسٹرکٹ جج سورت انکی بیگم صاحبہ اور بچے بھی تھے۔ غرض یہ کہ ہم ایک دن صبح کو چار موٹروں میں مہابلیشور سے پرتاب گڑھ روانہ ہوئے۔ کہنے کو تو مسافت دس میل کی تھی۔ مگر تمام سڑک فنٹز جیر گھاٹ پر سے گذرتی ہے۔ یہ گھاٹ غالباً تمام گھاٹوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ سڑک پہاڑوں کے دامن میں بنائی گئی ہے اور بمشکل دس گز سڑک بھی ایسی نہیں جو سیدھی چلتی ہو۔ اس کے پیچ و خم دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی لئے بہتر سے بہتر موٹر چلانے والا دس میل فی گھنٹہ سے زیادہ رفتار سے موٹر نہیں چلا سکتا۔ اس خطرناک راستے سے گذر کر فنٹز جیر لڈ گھاٹ طے کرتے ہیں۔ ان کوہ میں ایک نہایت ہی خوبصورت ڈاک بنگلہ ہے۔ جب ہم سب یہاں اُترے تو ایک دوسرے کی شکل دیکھکر ہنستا تھا اور کسی کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ خود گرد میں لت پت ہے۔

بہرحال بنگلہ میں منہ ہاتھ دھو کر اب پرتاب گڑھ جانے کی فکر ہوئی۔ یہیں سے پرتاب گڑھ کی چڑھائی شروع ہوئی ہے قلعہ ایک نہایت دشوار گذار پہاڑی پر واقع ہے۔ قلعہ تک پہنچنے کے لئے پہاڑی پر کوئی راستہ نہیں۔ بلکہ ڈیڑھ دو میل تقریباً سیدھا پہاڑ پر چڑھنا پڑتا ہے پگڈنڈی تک صاف نہیں۔ مگر لوگوں کے آنے جانے سے ایک ناہموار پتلا سا راستہ بن گیا ہے جس پر چڑھنا اور بھی دشوار ہے۔ اسی وجہ سے ڈاک بنگلہ کے سامنے کرسی والے ملتے ہیں۔ یہ لوگ ایک کرسی پر ایک آدمی کو بٹھا لیتے ہیں۔ چار آدمی کرسی کو اٹھاتے ہیں اور قلعہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ ہم میں سے اکثر نے یہ فیصلہ کیا کہ کرسی پر بیٹھنے کی بجائے یہ چڑھائی پیدل طے کیجائے مگر کرسی والوں کا خیال تھا کہ ہم لوگ تھوڑی دور جا کر تھک جائیں گے اور وہ اصرار کرتے تھے کہ کرسیوں پر بیٹھو کیونکہ انکی آمدنی کا ذریعہ یہی ہے۔ یہ سین بھی دیکھنے کے قابل تھا ہنستے ہنستے ہمارا برا حال تھا ہمارا انکار انکا اصرار ہم لوگ آگے اور وہ جلوس کی صورت میں پیچھے چلے مگر آخر مایوس ہو کر وہ لوگ واپس ہو گئے۔ ہم لوگ تو ایک دو جگہ ستانے کے بعد پہاڑ کی چوٹی پر قلعہ میں پہنچ گئے مگر بڑوں کو دس بارہ منٹ کے بعد دم لینے کے لئے ٹھیرنا پڑا اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں چوٹی پر پہنچے

قلعہ کے قریب پہنچکر پگڈنڈی اور بھی پتلی ہو جاتی ہے اور بالکل پہاڑ کے ساتھ ساتھ چلتی ہے اور اسجگہ پگڈنڈی میں پیچ بھی بہت ہیں اور اس پر چلنے سے بہت ہی ڈر معلوم ہوتا ہے۔ بالآخر ہم لوگ قلعہ کے دروازہ پر پہنچے جیسا تصویر دیکھنے سے اندازہ ہوگا قلعہ کا دروازہ بہت چھوٹا سا ہے۔ دروازے میں داخل ہونے کے بعد بھی راستہ سیدھا نہیں حسب دستور راستے کو بہت ٹیڑھا بنایا گیا ہے اور دونوں طرف سنگین دیواریں ہیں۔ تاکہ دشمن اگر یہاں تک پہنچ جائے تو اس تنگ راستہ میں آخری مرتبہ اُسے روکنے کی کوشش کی جائے۔ اس راستے سے گذر کر جب ہم قلعہ میں داخل ہوتے ہیں تو بڑی حد تک مایوسی ہوتی ہے کیونکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب قلعے میں صرف چار دیواری اور بھوانی کا مندر باقی ہے اور تمام عمارتیں ٹوٹ پھوٹ کر کھنڈر ہو چکی ہیں۔ معمولی گاؤں کی چھوٹی سی بستی ہے اور ان کی وجہ سے کوڑے کرکٹ کا وہ عالم ہے کہ الامان جدھر دیکھو سے اور گوبر کے سوا کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ پانی ذخیرہ کرنے کے لئے چند حوض ہیں۔ گو وہ کوڑے سے اَٹے ہوئے ہیں مگر فصیل پر کھڑے ہو کر نظر کرو تو خدا کی قدرت دکھائی دیتی ہے معلوم

ہوتا ہے کہ قلعہ پہاڑوں کے جنگل میں واقع ہے۔ اور نا ممکن ہے کہ باہر سے بہادر غنیم بھی وہاں تک پہنچ سکے۔ جو شخص اس پر قابض ہو تو وہ تمام گرد و نواح کے پہاڑی علاقے کو صرف اس قلعہ سے قابو میں رکھ سکتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ فوجی معاملات میں شیواجی کتنا ہوشیار تھا۔ اور کیوں اورنگزیب باوجود برسوں تک ان پہاڑوں میں گھومنے کے سیواجی کو زیر نہ کر سکا۔ مگر اب وہ سب باتیں خواب خیال ہو گئی ہیں۔ اور پرتاب گڑھ کا کھنڈر اپنی پرانی عظمت اور موجودہ بربادی پر آنسو بہاتا معلوم ہوتا ہے۔

فصیل قلعہ پر مشرقی جانب ایک ٹوٹا ہوا برج دکھائی دیتا ہے۔ افضل خاں کے نام پر یہ افضل برج کہلاتا ہے۔ روایت یہ ہے کہ یہاں افضل خاں کا سر دفن ہے۔ مگر تاریخ میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ بھوانی کا مندر ایک حد تک اچھی حالت میں ہے۔ اصلی مندر تک ظاہر ہے کہ سوائے ہندوؤں کے اور کوئی نہیں جا سکتا۔ مگر دور سے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر دیکھو تو ایک تنگ و تاریک طویل راستے کے بعد ایک چراغ ٹمٹماتا ہوا نظر آتا ہے باقی سب چیزیں اندھیرے میں غائب ہو جاتی ہیں۔ مندر کے سامنے والا منڈپ ایک حادثہ کی وجہ سے جل گیا تھا۔ اب اُسے دوبارہ تعمیر کیا جا رہا ہے۔ دو مہینے قبل جب ہم نے اُسے دیکھا ہے تو تعمیر تقریباً مکمل ہو چکی تھی۔ یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ اس نئے منڈپ کو پرانی عمارتوں سے دور پرے کا تعلق بھی نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ یہ سمنٹ کی نہایت ہی بدصورت عمارت ہے۔ اور مندر میں بجائے خوبصورتی پیدا کرنے کے بنانیوالوں نے اُسے بھدا کر دیا ہے۔ یہاں زائرین کا جم غفیر ہر وقت جمع رہتا ہے۔ یہ لوگ اپنی حرکتوں سے تمام منڈپ کو غلیظ اور گندہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ خادم اور نوکر بہت کافی تعداد میں وہاں دکھائی دیتے مگر ان سب کو اپنے فرائض انجام دینے کے بجائے انعام وصول کرنے کی زیادہ فکر تھی۔ نہیں باتوں کی وجہ سے ہم لوگ وہاں زیادہ نہیں ٹھہر سکے

قلعہ اور مندر کی سیر کرنے کے بعد ہم افضل خاں کے مزار پر گئے۔ یہ قبر پرتاب گڑھ کی پہاڑی کے ذرا نیچے ایک اور پہاڑی پر واقع ہے پہلے اس پر کوئی عمارت نہ تھی لیکن بمبئی کے ایک مسلمان تاجر اسمٰعیل سیٹھ نے اس طرف توجہ کی اور قبر پر لوہے کی چادر کا ایک کمرہ بنا دیا ہے۔ یہ کمرہ اندر سے خوب سجا ہوا ہے نیچے خوبصورت چٹائی کا فرش ہے۔ دیواروں پر مختلف کتبے آویزاں ہیں ان میں سے اکثر خطاطی کے نمونے ہیں اور بمبئی کے مسلمان خطاطوں کے تیار کئے ہوئے ہیں۔ رات کو یہاں روشنی ہوتی ہے۔ جو لوگ وہاں آتے ہیں ان کے پڑھنے کے لئے بہت سے قرآن شریف بھی موجود ہیں۔ گرد و نواح کی زمین بھی خوب صاف ستھری ہے۔ ایک کنواں بھی سیٹھ اسمٰعیل نے ہی کھدوا دیا ہے انہیں کی طرف سے وہاں دو محافظ بھی مقرر ہیں جن کے رہنے کے لئے ایک مختصر سا مکان ہے۔ کمرے کے اندر دو قبریں ہیں ایک خود افضل خاں کی اور دوسری اُن کے خادم کی۔ قبروں کے گرد ایک کٹہرہ ہے۔ افسوس ہے کہ ہم قبروں کی تصویر نہ لے سکے۔ سیٹھ اسمٰعیل نے بارہ برس اس جگہ کی حفاظت کی اور جب مرے تو وہیں دفن کئے گئے۔ اب انکے بیٹے اپنے باپ کی جگہ یہ کام انجام دیتے ہیں۔ گورنمنٹ نے اس قبر کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے۔ مگر معلوم ہوا کہ تمام انتظامات ابھی تک انہیں سیٹھ صاحب کے ذمے ہیں۔ ماہ ذیقعدہ میں ہر سال یہاں عرس ہوتا ہے۔ گرد و نواح کے قصبوں کے مسلمان ہزار ڈیڑھ ہزار کی تعداد میں جمع ہوتے ہیں۔ اور چند دن خوب رونق رہتی ہے یہاں کی صفائی ستھرائی اور قلعہ پرتاب گڑھ کی غلاظت کا اثر ہر شخص کے دل پر ہوتا ہوگا۔ کیونکہ درگاہ پر صفائی کا یہ عالم ہے کہ کوڑے کا ایک تنکا بھی یہاں دکھائی نہیں دیتا تھا۔

یہیں ہم نے کھانا کھایا اور گھنٹہ دو گھنٹہ آرام کرنے کے بعد واپس ہوئے۔ خیال یہ تھا کہ پہاڑ سے اُترنا زیادہ آسان ہوگا مگر یہ خیال غلط نکلا کیونکہ راستہ کی خرابی کی وجہ سے اب تکان اور بھی زیادہ ہوئی۔ جتنا وقت چڑھنے میں صرف ہوا تھا اس سے زیادہ اُترنے میں لگا۔ خدا خدا کر کے آخر دو بجے کے قریب ڈاک بنگلے میں واپس آئے۔ چائے پی اور تین بجے وہاں سے روانہ ہو کر اپنے گھر مہابلیشور پہنچ گئے۔

اس مضمون کے ساتھ چند تصویریں بھیجی ہیں۔ ان سے پرتاب گڑھ اور درگاہ کا کچھ اندازہ ہوگا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے ان مقامات کی تصویریں اب تک کسی اردو رسالے میں شائع نہیں ہوئیں۔ مخلصہ حمیدہ [illegible]



دیوالی کے مندر کا دروازہ





معبد دیوالی کا مندر

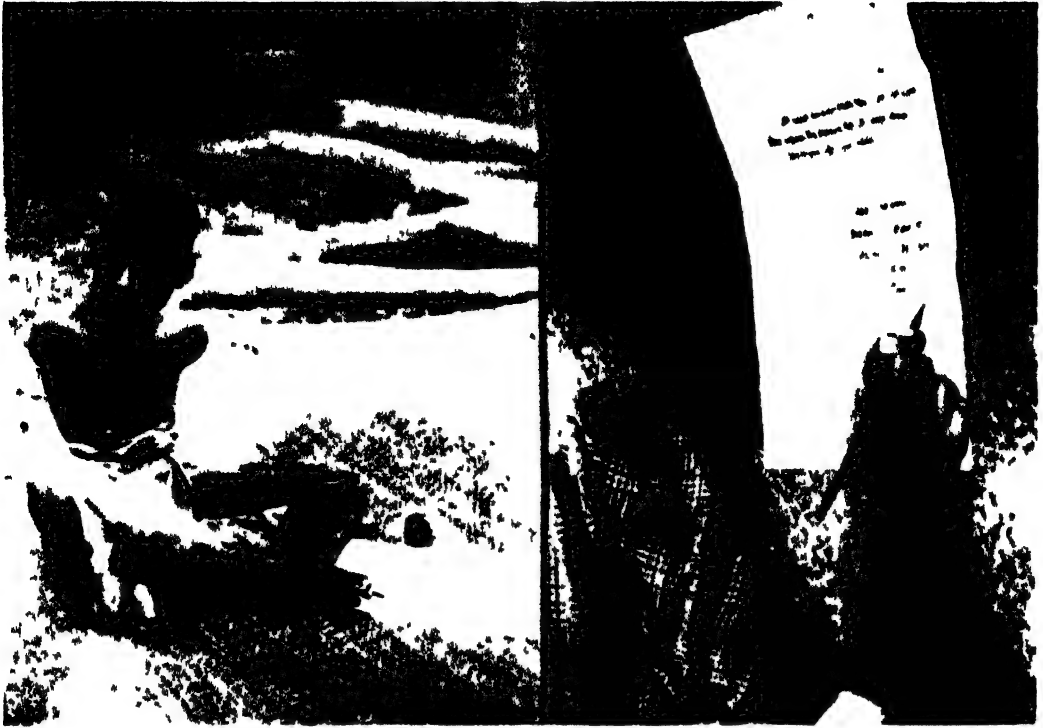


قلعہ پرتاب گڈھ کا دروازہ





پرتاب گڈھ کے کرسی والے



میمن سنگھ بنگال کا ایک لڑکا عبدالخالق جسکے ہاتھ نہیں اور دو پیر کی انگلیوں سے
قلم پکڑ کر بےتکلف لکھتا ہے۔



پیرس کی بین‌الاقوامی نمائش میں شیشہ کے پری خانے اور
اُن کا دلفریب عکس۔

کشتۂ جفا

شرع اسلام نے عورتوں کو جس فراخ حوصلگی کے ساتھ حقوق عطا فرمائے ہیں اُس کی نظیر اور کسی مذہب میں نہیں ملتی لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ہاں عورتیں ایسی بے بس اور مجبور کردی گئی ہیں کہ اور کسی قوم کی عورتیں اس قدر لاچار نہیں اس وقت جبکہ غیر مذاہب کے لوگ اپنی عورتوں کی حالت بیچارگی و خستگی کو دیکھتے ہوئے اپنے اپنے طور پر نئے نئے قانون ساخت کر کے ان کی زندگی کو خوشگوار بنانے کی کوشش کر رہے ہیں ہماری قوم ہٹ دھرمی خود غرضیوں سے عورتوں کے شرعی حقوق کو چھین کر ان کی زندگی کو تلخ و تاراج کرنے پر تُلی ہوئی ہے۔ مندرجہ ذیل قصہ اسی خودغرضی اور مظالم کا ایک سخت افسوسناک اور بالکل سچا واقعہ ہے۔ کاش ہمارے ہم مذہب بھائی عورتوں کی تباہ حالی کا احساس کر کے ایسے ناجائز اور غیر منصفانہ برتاؤ سے باز آئیں۔

فیروزہ ایک تجارت پیشہ خوش حال خاندان کی نہایت حسین لڑکی تھی۔ تیرہ سال کی عمر تک والدین کے زیر عاطفت نہایت ناز و نعم کے ساتھ اس نے پرورش پائی اس کے بعد اپنے ہی خاندان میں ایک حلیم الطبع اور شریف النفس لڑکے سے بڑے ارمانوں کے ساتھ بیاہ کر سسرال وداع کر دی گئی۔ فیروزہ کی ساس بہو کی عادات و خصائل سے ناواقف نہ تھیں فیروزہ ان کی نظروں کے سامنے پلی اور بڑھی تھی اور پھر غریب فیروزہ زبردستی ان کے سر نہ منڈھی گئی تھی بلکہ بڑی خوشامدوں کے بعد ہزاروں ارمانوں کے ساتھ اسے بیاہ کر لائی تھیں۔ مگر ہمارے ہاں اُن ساسوں کی ذہنیت کو کیا کہا جائے جن کے خیالات بہو کے آنے کے ساتھ ہی بدل جاتے ہیں بہو لانے کی چاہ اور شوق تو بہت زیادہ ہوتا ہے لیکن افسوس ہے کہ بہوؤں کے ساتھ صلاح اور آشتی سے گذر کرنے کی صلاحیت ہم لوگوں میں کم پائی جاتی ہے اکثر یہی ہوتا ہے بہو کے آنے کے چند دن بعد ہی خانہ جنگی شروع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ فیروزہ کے ساتھ بھی یہی پیش آیا ابتداءً نظر عنایت رہی پھر رفتہ رفتہ برتاؤ کا طریقہ بدل گیا۔ اس میں شک نہیں کہ فیروزہ کے طرز عمل میں بیفکری ناتجربہ کاری کا دخل تھا یہ بھی صحیح تھا اسے گھر کے کام دھندے کا خیال کم رہتا تھا وہ کھیل اور تفریحات کی جانب زیادہ مائل رہتی تھی۔ لیکن وہ اس امر میں قصوروار نہ تھی یہ اس کی کم سنی کا تقاضا تھا جس سے وہ مجبور تھی انصاف اور راستی کی بات تو یہ تھی کہ اس کی کم عمری اور ناتجربہ کاری کا لحاظ کر کے درگذر کیا جاتا اور مہربانی و شفقت کے ساتھ تربیت دی جاتی یہ ممکن نہ تھا کہ فیروزہ کی ساس کو اس بات کی واقفیت نہ تھی کہ بہو کی بے عنوانیاں اس کی صغیر سنی کی وجہ سے ہیں وہ بچوں والی تھیں چھوٹی بڑی تین لڑکیاں گھر پر موجود تھیں ان کو بخوبی تجربہ تھا کہ اس سن و سال میں ناز پروردہ لڑکیاں اکثر ایسی ہی نادان ہوا کرتی ہیں لیکن ان کی ہٹ دھرمی سمجھئے۔ یا عدل گستری کہ وہ اس بارے میں بہو کے ساتھ رعایت کی روادار نہ ہوئیں اور معمولی سے معمولی خطائیں بھی ان کی گرفت سے نہ چھوٹتیں۔ کبھی اس لئے برہم ہوتیں کہ بے اجازت ہمسائی کی لڑکی کو کھیلنے بلا لیا۔

کبھی خفگی کی وجہ یہ ہوتی کہ اُس نے گھی کی ہنڈیا گرا دی. کبھی اس کی طفلانہ شوخی اور شرارت غصہ اور عتاب کا سبب ہوتا غرض یہ کہ آپ بہو پر خواہ مخواہ ہمیشہ ناراض رہا کرتیں. مگر فیروزہ کی خوش بختی تھی کہ ساس جس قدر سخت تھیں اتنا ہی میاں مہربان تھا. اسلم کو بیوی کے ساتھ والہانہ محبت تھی وہ اس کی بیحد دل جوئی اور ناز برداریاں کرتا تھا. اگرچہ ساس کا برتاؤ فیروزہ کے لئے تکلیف اور پریشانی کا باعث تھا ان کی بے اعتنائی اور سختیوں پر اُسے ملال اور رنج ضرور ہوتا تھا لیکن اسلم کی محبت اور دلداری اس کے دل میں تسکین اور مسرت کی وہ گنگا بہاتی کہ جس کی رو میں کل تلخ تاثرات بہہ جاتے باوجود ساس کی بدسلوکی کے فیروزہ خوشی اور اطمینان کے ساتھ سسرال میں بسر کر رہی تھی. غیر ممکن نہ تھا وہ عمر کے ساتھ سمجھ میں ترقی پا کر آئندہ نارضامند ساس کی خوشنودی حاصل کرتی یا آگے چل کر اور ہی کوئی ایسا سبب پیدا ہوتا جس سے بدمزگی دور ہو جاتی. مگر قضا و قدر کو اور ہی کچھ مقصود تھا فیروزہ کے والدین کو بیٹی کی بپتا غیروں سے معلوم ہوتی رہتی تھی. چونکہ فیروزہ نے کبھی شکایت نہ کی بلکہ اس سے دریافت حال کیا جاتا تو وہ بہتر ہی بتاتی جس سے وہ مطمئن ہو جاتے. اس طرح سال ڈیڑھ سال کا عرصہ گذر گیا تھا کہ بعض صورتیں ایسی پیدا ہوئیں کہ ساری کیفیت فیروزہ کے والدین پر ظاہر ہو گئیں. ان سے تحمل نہ ہو سکا بیٹی کی سسرال پہنچے اور گلہ شکوہ کیا طرفین کی باتوں نے بڑھ کر جھگڑے کا رُخ پکڑ لیا نوبت یہاں تک پہنچی کہ فیروزہ کے والدین غم و غصہ کے زیر اثر اپنی لخت جگر کو اُسی دم گھر لے آئے. میاں بیوی کے لئے یہ ناگوار جدائی سخت شاق تھی لیکن دونوں اپنی اپنی جگہ مجبور تھے. اسلم والدین کی فرمانبرداری محتاجی کی زنجیر میں محبوس تھا اور فیروزہ بزرگوں کے جبر و تشدد کے آگے لاچار. کچھ مدت اسی طرح گذر گئی اسلم آنے پایا نہ ہی فیروزہ جا سکی میاں بیوی ایک دوسرے کا دیدار کو ترس گئے. یہ مصیبت کچھ کم نہ تھی کہ ایک اور ستم ٹوٹا. فیروزہ کے رشتہ داروں میں ایک صاحب تھے امجد ان کی بیوی چار بچے چھوڑ کر فوت ہو گئی تھیں وہ عقد ثانی کی فکر میں تھے. اُسی زمانہ میں فیروزہ میکہ میں تھی. امجد نے موقع کو غنیمت سمجھ کر فیروزہ کے سادہ دل والدین کو خوب پٹیاں پڑھائیں اور بطور ہمدردی انہیں سمجھانا شروع کیا کہ آئندہ فیروزہ کو سسرال بھیجنا ہرگز مناسب نہیں اور نہ گھر پر بٹھانا ٹھیک ہے بہتر ہوگا وہاں سے قطع تعلق کر کے اور کسی اچھی جگہ رشتہ قائم کر لیا جائے. فیروزہ کے والدین نے اس کی ان باتوں پر پہلے تو توجہ نہ کی کہ اس صورت میں ناک کٹے گی کنبہ برادری والے کیا کہیں گے اور پھر لڑکی کے لئے ایسا کون دھرا ہے جو جلد قبول کرے گا لیکن امجد نے یقین دلایا کہ بدنامی کا امکان نہیں جو مظالم اور سختیاں فیروزہ پر اس کی سسرال والوں کی طرف سے کی گئی ہیں ان سے سب واقف ہیں لہذا طلاق لینے پر اعتراض نہ ہوگا. رہی دوسری بات تو بندہ غلامی کے لئے حاضر ہے. فیروزہ کے والدین بیٹی کی فکر سے گھل ہی تو رہے تھے چارہ کار نظر نہ آتا تھا اندھا کیا چاہے دو آنکھیں سمجھے نجات کا اچھا ذریعہ مل گیا لڑکی کی زندگی از سر نو سنور جائے گی بخوشی صلاح قبول کر لی افسوس کہ ان مہربانوں کو فیروزہ سے یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ آیا وہ بھی اس تجویز کو پسند کرتی ہے یا نہیں. اپنوں سے پوچھا گیا بیگانوں کی بھی رائے معلوم کی گئی. مگر مرضی نہ معلوم کی گئی تو فیروزہ کی. اُسے کسی صورت جب والدین کے ارادہ سے آگاہی ہوئی تو بدبخت کے دل پر غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا بہت روئی پیٹی بیحد منتیں سماجتیں کیں کہ ان کے رشتہ ازدواج کو نہ توڑا جائے. موجودہ مفارقت خواہ دائمی ہی ہو وہ اپنے عزیز سرتاج کی یاد میں تمام عمر بخوشی بسر کر دے گی. لیکن

اس کی بات پر ذرا توجہ نہ کی گئی۔ اس بیکس کی عاجزی گویا کہ مجنوں کی بڑ تھی جو کوئی حقیقت ہی نہ رکھتی تھی آخر اس کی مرضی کے خلاف طلاق کا مطالبہ کر دیا گیا۔ اسلم بیچارہ اس فکر میں تھا کہ جانبین کا غصہ فرو ہوا اور وہ بیوی کو گھر لے آئے۔ بارگاہ ایزدی میں اس کی شب و روز التجا تھی کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے جو دُکھ سے نجات ملے اور چین آرام نصیب ہو۔ اس غیر متوقع اور روح فرسا کارروائی پر ششدر رہ گیا ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا شدتِ غم سے آنسو جاری ہو گئے اس کیفِ غم اور جوشِ گریہ کے سبب کچھ کہنے سننے کی سکت نہ ہو سکی جواب میں محض انکار کر دیا۔ اب امجد کی تحریک سے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ اسلم کے والدین پہلے ہی بگڑے بیٹھے تھے اب تو ان کے غصہ کی حد نہ رہی۔ وہ بیٹے کے سر ہو گئے کہ بیوی کو چھوڑ دے ورنہ تمام عمر معاف نہ کیا جائے گا۔ لڑکی والے بیچارے کو علیحدہ دھمکاتے کہ فیصلہ لکھ دے نہیں تو نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ غرض غریب کے خلاف ہر چہار جانب سے یورش تھی اور کوئی مددگار نہ تھا۔ ناتجربہ کاری نے سخت سراسیمہ کر دیا آخر وہ نامسعود گھڑی آ پہنچی جس میں سفاک لوگوں نے اسے طلاق لکھنے پر مجبور کر کے دونوں کے ارمانوں اور آرزوؤں کا ہمیشہ کے لئے گلا گھونٹ دیا۔ مگر امجد کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی۔ فیروزہ کے والدین بھی مسرور تھے کہ بیٹی کی مصیبت دور ہو گئی۔ اودھر اسلم کے والدین کا یہ حال تھا کہ خودداری کے زعم میں اکڑے جا رہے تھے۔ فیروزہ کا نازک دل اس صدمہ کی تاب نہ لا سکا بدبخت بسترِ علالت پر گر گئی ابھی اچھی طرح افاقہ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ بے دردوں نے نکاح ثانی کی تجویز پیش کی۔ بیچاری نے ہر چند کہا اپنی خانہ بربادی کا غم میرے لئے سوہانِ روح ہو رہا ہے مزید غم سہنے کی مجھ میں تاب نہیں اپنی مسرت اور تمناؤں کے مخزن کی پائمالی کا میرے دل پر جو صدمہ گذرا ہے اس سے میرا خدا خوب واقف ہے اور میں اُسی جناب میں فریاد کرتی ہوں کسی سے مجھے گلہ شکایت نہیں دنیا میری آنکھوں میں اندھیر ہو رہی ہے اس جہان سے مجھے کوئی واسطہ نہیں رہا خدا گواہ ہے پہلے ہی ضربِ ستم نے میرے ناتوان دل پر اس قدر گہرا زخم کیا ہے جس کے درد اور ٹیسوں سے میں سخت مضطرب ہوں سچ مانیئے یہ دوسری کارروائی میرے زخمِ دل پر کچوکا ثابت ہو کر ناشاد زندگی کا خاتمہ کر دے گا۔ خدا کا واسطہ دیتی ہوں مجھ دکھیا پر اور زیادہ غضب نہ کریں۔ اس درد بھری التجا کو سن کر ماں کا دل پسیجا اب وہ نہ چاہتی کہ بیٹی کو اس کی خواہش کے خلاف زنجیرِ مناکحت میں جکڑ دیا جائے۔ مگر مردوں نے سمجھا یا اس کے انکار کا سبب اگلے گھر کا خیال ہے۔ عقدِ ثانی کے بعد ملال جاتا رہے گا فکر کی وجہ نہیں امجد کی دلجوئیاں بہت جلد پہلی باتیں بھلا دیں گی۔ غم نصیب فیروزہ کی التجاؤں کے جواب میں یہ کہا گیا۔ تم نادان ہو برے بھلے کی تمہیں سمجھ نہیں ہے۔ ہم جو کچھ کر رہے ہیں تمہاری بھلائی ہی کے لئے ہے ناحق ضد نہ کرو ہم جو کہتے ہیں اسے تمہاری شرافت یہی ہے کہ قبول کرو۔ ان باتوں کے بعد مشرقی شریف عورت کے لئے سوائے اس کے چارہ کار کیا ہو سکتا ہے کہ اپنے جذبات کو ضبط کر کے چار و ناچار فیصلہ کو تسلیم کرے۔ آج وہ تاریخ آ پہنچی جس میں نصیبوں جلی اپنی تباہی اور بربادی پر روتی ہوئی امجد کی زوجیت میں داخل کر دی گئی سنگدل والدین خود غرض دیوتا پر اپنے لختِ جگر کا نذرانہ چڑھا کر سمجھے کہ ذمہ داری کے بوجھ سے سبکدوش ہو گئے۔ آہ یہ خیال نہ ہوا کہ حق تلفی کے گناہِ عظیم کی گراں باری سے ان کا نامہ اعمال دب گیا۔

اسلم کو اس واقعہ کا اس قدر صدمہ ہوا کہ اُسی دن گھر چھوڑ دیا اور فقیرانہ زندگی گذارنے لگا۔

فیروزہ کو امجد کے ساتھ نکاح کئے پانچ سال کا عرصہ گذرا ہے لیکن اب تک اس کے دل سے صدمہ دور نہیں ہوا ہی بلکہ عقل و ہوش کی پختگی نے واقعات و حالات گذشتہ کا احساس اور زیادہ کر دیا ہے وہ حرماں نصیب رنج و غم کی شدت کے سبب دق اور ہسٹریا کا شکار ہوگئی ہے۔ آفریں ہے اُس کے صبر و شرافت پر کہ باوجود اس درجہ ناشادکامی کے اپنے فرائض اور ذمہ داری سے اُس نے منہ نہ موڑا شوہر کی خدمت اور اطاعت نیز اس کے بچوں کے ساتھ مہربانی اور ان کی پرورش گھر کی دیکھ بھال کر رہی ہے۔ اس کا یہ طرز عمل مردوں کے لئے موجب صد غیرت ہے ہمارے محترم بھائی خیال کریں کہ عورت اس درجہ مخالف حالات کے باوجود اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے انحراف کی روادار نہیں ہوتی مگر آپ ہیں کہ اُس کے حقوق کس بے دردی کے ساتھ پامال کرتے ہیں۔ نہ معلوم اب تک کتنی ایسی بیکس ہستیاں ان خود غرضوں کی بھینٹ چڑھ کر جہان سے گذر چکیں اور نہ جانے کس تعداد میں ہماری ستم کش بہنیں غم و رنج سے گھل گھل کر زندگی کے دن گذار رہی ہوں گی۔ اسلم اور فیروزہ کا حال دیکھ کر بے ساختہ آنسو ٹپک پڑتے ہیں ایک کا نام دوسرے کے روبرو لیا جاتا ہے تو ان کی آنکھوں سے بے اختیار سیل اشک جاری ہو جاتا ہے۔ فیروزہ کل مجھ سے ملنے آئی تھی اپنی حسرت نصیبی کا ذکر کر کے اس درد و کرب کے ساتھ روئی کہ دل پھٹا جاتا تھا۔ اس کی باتوں سے اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ کہیں خودکشی کا ارتکاب نہ کرے۔ میں نے سمجھایا اپنی ہلاکت کا کوئی عملی ارادہ ہرگز نہ کرنا ورنہ دین سے بھی گذر جاؤ گی۔ اس پر انتہائی مایوسی کے ساتھ پوچھنے لگیں سوائے اس کے میرے دُکھ کا کوئی علاج بھی ہے۔ میں نے کہا تمہارے درد کی ایک تدبیر ہے وہ یہ کہ خدا سے صبر کی طاقت طلب کی جائے۔ تم بھی دعا کرو میں بھی کرتی ہوں کہ وہ تمہیں اور تمہاری طرح دوسری مظلوم بہنوں کو صبر کی توفیق عطا فرمائے اور مردوں کو مظالم سے باز آنے کی ہدایت بخشے۔

ح۔ا۔ا۔بو۔ رنگون

بچوں سے کام لینا

گھر کا کام کرنے میں کوئی عیب نہیں۔ ہمارے سردار دو عالمؐ اور آپ کی ازواج مطہرات و صاحبزادیاں خود اپنے ہاتھ سے گھر کے سارے کام انجام دیتی تھیں پھر ہم جیسے گنہگار کس شمار و قطار میں ہیں۔ کام کرنے کو عار سمجھنا یہ بات خود باعث عار ہے۔ کسی مجبوری کی وجہ سے کام نہ کرنا مثلاً بیماری، دُکھ، درد کے سبب تو خیر یہ بات اور ہے۔ والدین کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی کام کرنے کی عادت بچپن ہی سے ڈالنی چاہیئے۔ غریب گھرانوں کی لڑکیوں کے دم کے ساتھ تو گھر کے دھندے لگے ہی ہوتے ہیں لیکن آج کل زیادہ تر امیر و متوسط الحال گھرانوں میں لڑکیوں سے کام نہیں لیا جاتا جس کی وجہ سے وہ سُست۔ کاہل۔ پھوہڑ۔ بدسلیقہ بن جاتی ہیں۔ انہیں بس خوب کھانا اور لوٹ پوٹ کر ہضم کرنے کے ہنر کے سوا اور کچھ نہیں آتا۔ بچوں سے کام نہ لینے ہی سے محبت ظاہر نہیں ہوتی بلکہ لڑکیوں سے کام نہ لینا ان کو آئندہ زندگی میں مشکلات میں پھنسانا ہے۔ لڑکوں کو تو خیر بڑے ہونے کے بعد سوائے ملازمت کے دھندوں کے اور تو کوئی کام نہیں ہوتا۔ لیکن لڑکیوں کو جنہیں دن رات گھر کے دھندے لگے رہتے ہیں۔ بڑی دشواری درپیش ہوتی ہے۔ سسرال میں ایک سلیقہ شعار محنتی ہنرمند امور خانہ داری سے واقف رہنے والی لڑکی کی جو قدر و منزلت ہوتی ہے وہ سب بہنوں پر ظاہر ہے۔ مائیں اپنی لڑکیوں سے کام لینا کیوں پسند نہیں کرتیں؟ میکے میں کام کرتے دیکھنا پسند نہیں لیکن سُسرال میں نکو بنانا گوارا۔ بعض بہنوں کو میں نے یہ بھی کہتے سُنا ہے یہی چار دن اس کو آرام سے بسر کرنے دو شادی کے بعد تو پھر اس کے جی کو دھندا لگنے والا ہی ہے۔ میں کہتی ہوں کہ یہ چار دن کا آرام بعد میں آپ کی لڑکی کو کس قدر مصیبت میں گرفتار کرنے والا ہے۔ اگر اس کو اب ہی سے کام کی عادت نہ ہو اور یہ امور خانہ داری سے واقف نہ ہو تو پھر شادی کے بعد سُسرال میں یا خود روزمرہ کی زندگی میں کتنی مشکلیں درپیش ہونگیں۔ اپنی ہم جماعت لڑکیوں کو اکثر میں نے کہتے سُنا کہ بہن آپ کو تو پکانا سینا سب آتا ہے مگر ہم کو تو دیکھو چاول تک بھی پکانے نہیں آتے گویا کہ یہ بھی کوئی قابل تعریف بات ہے۔ لڑکیوں کو خود بھی گھر کے کام کاج میں دلچسپی لینا چاہیئے مثلاً۔ نوکروں کو غلہ دینا سودے کا حساب لینا۔ دھوبی کا حساب۔ نوکروں کے ہاتھ سے گھر صاف کروانا اور خود بھی تھوڑی بہت مدد دینا۔ چھوٹے بھائی بہن ہوں تو ان کو نہلانا منہ ہاتھ دھلانا غرض ایسے کئی چھوٹے چھوٹے کام ہیں جن میں لڑکیاں اپنی پیاری ماؤں کا ہاتھ بٹا سکتی ہیں۔ یہ نہیں کہ اماں جان جھاڑو دے رہی ہیں اور صاحبزادی کتاب ہاتھ میں لئے کُرسی پر دراز ہیں۔ والدہ صاحبہ کا مزاج ناساز ہے لیکن محض اس خیال سے کہ نورچشمی ترکاری کا سالن ناپسند کرتی ہیں علیحدہ سالن تیار کرنے خود چلی گئیں۔ ایسا بیجا لاڈ دن بدن بچوں کی طبیعت میں اور نزاکت پیدا کرتا ہے۔ مگر آپ کی بچی

کوئی چیز نہیں کھاتی ہے تو آپ یہ کیجئے کہ خود اسی کے ہاتھ سے اس کو اپنے لئے سالن یا جو کوئی چیز ہو تیار کرنے کا حکم دیجئے اتنی رعایت بہت کافی ہے۔ بچوں کو نازنزاکت جب ہی سوجھتی ہے جبکہ ناز اُٹھانے والے بھی موجود ہوں۔ نازبرداری کے اور بھی کئی موزوں طریقے ہیں۔ لڑکیوں کے لئے تعلیم کے ساتھ امور خانہ داری سے واقف ہونے کی اشد ضرورت ہے بلکہ شاید میرا یہ لکھنا بے جا نہ ہوگا کہ تعلیم سے زیادہ گھرداری سیکھنے کی بہت ضرورت ہے *

احسن النسا بیگم عبدالرحمن خاں از بمبئی

(بقیہ صفحہ ۳۱۹) میں نہیں بنتی۔ یہ بھی غلطی اور ذمہ داری طبقہ نسواں ہی کی ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کی ایسی تربیت کیوں نہیں کرتیں کہ آئندہ چل کر وہ بہترین اور کامیاب بیوی ثابت ہوں۔ اگر والدین اس طرف توجہ کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کی بیٹی آئندہ زندگی میں اپنی ساس۔ نندوں اور اپنے شریک حیات کی نظروں میں حقیقی وقعت اور ہر دل عزیزی حاصل نہ کریں۔ میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ مرد بھی بدمزاج اور نامعقول ہوتے ہیں لیکن عورتیں چاہیں تو ان کو راہ راست پر لا سکتی ہیں میری ناچیز رائے میں اگر خود طبقہ نسواں کا ہر فرد ذاتیات کو چھوڑ کر یہ یقین کرے کہ اُس کے ہر طبقہ کے ہر فرد کے ساتھ ہر مرد اچھا برتاؤ کرے تو یہ ناممکن ہے کہ مرد اس کے خلاف چل کر اطمینان کی زندگی بسر کر سکے۔ وہ ساسیں اور نندیں جو اپنی بھاوجوں اور نندوں سے اچھے برتاؤ کی امید کرتی ہیں اگر وہ اپنی بہوؤں اور بھاوجوں کے ساتھ اسی قسم کا برتاؤ رکھیں جس کی وہ متمنی ہیں تو پھر کبھی کوئی شکایت نہیں ہو سکتی ایسی صورت میں اگر شوہر اپنی بیوی پر بے جا ظلم کرے گا تو وہ یعنی ساسیں اور نندیں اپنی جنس کے بچانے اور اس ظلم سے چھڑانے کے لئے تیار ہوں گی آئندہ پھر شوہر کو ایسا ظلم کرنے کی جرات بھی نہ ہوگی۔ گھر میں سب بہو کے حامی اور مددگار ہوں گے اور اکیلے شوہر کو پھر بیوی کے ستانے کی ہمت نہ ہوگی۔

سید سلطان احمد نقوی

(بقیہ صفحہ ۳۲۰) خاص طور پر پھر سے صاف کئے جائیں اور طاق میں صاف کاغذ بچھا کر رکھے جائیں۔ برامدے کا ہیٹ اسٹینڈ خاص طور پر صاف کرنا چاہیئے۔ اور بید کا فرنیچر بھی خوب صاف کیا جائے۔ اگر ہرن کے سر وغیرہ لگے ہوں تو وہ بھی سینگ وغیرہ پھر سے صاف کر کے لگانے چاہئیں۔ اس تمام صفائی کے بعد بعض بہنوں کو جس بات کا بالکل خیال نہیں آتا وہ کوٹھے کی صفائی ہے جو بہت ضروری ہے کیونکہ کوٹھے کی خاک اُڑ اُڑ کر اوپر کی کھڑکیوں کے رستے صاف کئے ہوئے کمروں میں آئے گی اور آپ کو پریشان کرے گی۔ لہٰذا گھر صاف کر لینے کے بعد مہتر یا نوکر سے تمام کوٹھے پر جھاڑو دلوا کر کوڑا سمیٹ لینا چاہیئے۔ اگر گھر دو منزلہ ہے تو اوپر جانے کی سیڑھی اگر پیتل کی ہے تو سراسر یا لیموں سے اور اگر لکڑی کی ہو تو تیل پانی سے خوب رگڑ کر صاف کر لینا چاہیئے اگر زینے پر کپڑا بچھا ہو تو وہ بھی نکال کر دھوپ کھا کر پھر سے بچھانا چاہیئے۔ اگر گھر میں چھوٹے دو ایک بچے ہوں تو گھر صاف کرنے کے اوقات میں ان کو باغ میں کر دینا چاہیئے یا اپنی کسی پڑوسن کے یہاں بھیج دینا چاہیئے۔ اسی طرح جب آپ کی پڑوسن گھر جھاڑیں تو آپ ان کے بچوں کو اپنے یہاں رکھ کر ان کو شکریہ کا موقع دے سکتی ہیں۔ (ترجمہ از ینگ لیڈیز جنرل)

آنسہ رضیہ دلشاد بیگم

مردوں پر الزام

"مردوں کے برتاؤ" کے عنوان سے عصمت کے کسی پچھلے پرچہ میں ایک مضمون نظر سے گذرا عصمت میں اس قسم کے مضامین اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں جن پر اگر گہری اور منصفانہ نظر ڈالی جائے تو اس میں نہ صرف مردوں ہی کی غلطی معلوم ہوگی بلکہ طبقہ نسوان خود بھی کافی حد تک ذمہ دار ہے۔ شوہر جس کے ظلم وستم کے قصّے اور افسانے گائے جاتے ہیں اس کی شادی رچانے اور اور اُس کی دلہن کو بیاہ کر لانے کا ارمان اس بدقسمت شوہر سے کئی گنا زیادہ ماں، بہنوں، دادی اور نانی کے دلوں میں ہوتا ہے اور وہ گھڑیاں گنتی ہیں کہ وہ کون سا مبارک وقت آئے گا جو دلہن بیاہ کر لائیں گی۔ چنانچہ جوں توں کر کے وہ وقت بھی آجاتا ہے اور دلہن بیاہ کرکے آتی ہیں۔

دُلہن کے آنے کے بعد فوراً ہی ساس نندوں کی نگاہیں دُلہن اور اُس کی ہر اس چیز پر جو وہ جہیز میں لائی ہے پڑتی ہیں۔ اس سلسلہ میں میں یہ عرض کروں گا کہ ہر دُلہن اپنی ساس نندوں کی مرضی کے مطابق جہیز نہیں لاتی اور نہ لاسکتی ہے چنانچہ شروع ہی دن سے دلہن کی صورت، سیرت اور اس کے جہیز کے سامان پر نکتہ چینیاں ہونے لگتی ہیں اور بدقسمت شوہر کی توجہ بھی اس طرف دلائی جاتی ہے غرض دن رات سنتے سنتے شوہر کے دل میں دلہن اور دلہن کے میکے والوں کے خلاف ایک قسم کی نفرت اور شکایت پیدا ہو جاتی ہے اور تھوڑے ہی عرصہ میں دلہن اور شوہر کے درمیان شکر رنجی پیدا ہو جاتی ہے۔

یہ سب کچھ کیوں ہوا صرف ماں بہنوں اور خاندان کی دوسری عورتوں کی بدولت پھر اسی پر اکتفا نہیں کی جاتی بلکہ شادی کے چند ماہ بعد ہی ساس نندیں وہ جو غریب مردوں پر اپنا وار کرتی رہتی ہیں اور جو مردوں سے اچھے برتاؤ کی تمنا اور امید کرتی ہیں خود اپنی ہی جنس کو طرح طرح کی تکالیف دینا اور اس کو ہر طرح پریشان کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ غریب دُلہن کو جو کہ ابھی اپنے لبوں پر مہر خاموشی لگائے ہوئے ہے طرح طرح کے طعن وتشنیع سننے پڑتے ہیں اُس کی فضا اسی بات پر نکتہ چینیاں شروع ہو جاتی ہیں اور میں تو یہ بھی عرض کروں گا کہ اکثر گھرانوں میں بیچاری غریب دلہن کو زدوکوب بھی کیا جاتا ہے۔ اس پر بھی صبر نہیں آتا کہ اور آگے قدم بڑھایا جاتا ہے اور اپنی ہم جنس غریب دلہن کے خلاف اس کے شوہر یعنی اپنے بیٹے یا بھائی کو اس پر آمادہ کیا جاتا ہے کہ وہ دوسری شادی کرے۔ شوہر غریب جو شریک حیات کے ساتھ شریفانہ برتاؤ کرتا ہے روز روز کی ٹوک جھونک سے تنگ آکر آنکھیں بند کرکے دوسری شادی پر آمادہ ہو جاتا ہے اور یہ خیال کئے بغیر کہ آئندہ ہونے والی دلہن بھی طبقہ نسوان ہی کی ایک فرد ہوگی کیا اس کے ساتھ یہ برتاؤ نہ کیا جائے گا، دوسری شادی کر لیتا ہے جس کی ذمہ داری تمام تر عورتوں پر عائد ہوتی ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ اکثر ساس نندوں کی وجہ سے نہیں بلکہ بیوی کی بدمزاجی، بدشعوری، پھوہڑپن کی وجہ سے میاں بیوی

(باقی صفحہ ۳۲۰ کالم ایک پر)

گھر جھاڑنا

گرمیوں کا گرد و غبار ختم ہوا۔ برسات نے آکر فضا میں سکون پیدا کیا۔ گرد و غبار اور مٹی کے طوفانوں سے گھر کو کیا نقصان پہنچا ہو اس کا اندازہ صرف اُنہیں بہنوں کو ہو سکتا ہوگا جو اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھنا اپنا فرض اولین سمجھتی اور اس میں دلچسپی لیتی ہیں دو ایک دفعہ بارش ہونے کے بعد گھر صاف کرنا ہو تو سب سے پہلے چھت سے شروع کرنا چاہیئے۔ سیڑھی کے ذریعہ سے بانس میں جھاڑو یا برش باندھ کر تمام اوپر کی کھڑکیاں اور کونے جھاڑ لینے چاہئیں۔ ایک دن یہ کر چکنے کے بعد الماریوں کے اندر کی چیزیں مثلاً کتابوں کی الماری کی کتابیں دوا کی الماری کی شیشیاں وغیرہ جھاڑن سے خوب جھاڑ کر اور صاف کر کے کاغذ بچھا کر ترتیب سے جما دینی چاہئیں۔ جو چیزیں فالتو ہوں ان کو بے دردی کے ساتھ پھینک دینا چاہیئے۔ کباڑ رکھنا صرف اپنی جان کی مصیبت کرنا ہے۔ تصویروں کی فریمیں صوفوں کے پائے پیتل کا سامان یہ سب ایک دن صاف کر لیا جائے۔ پیتل کے سامان کے لئے براسو بہت اچھی چیز ہے ورنہ لیموں کے چھلکے رگڑنے سے بھی پیتل خوب چمک جاتا ہے۔ اس کے بعد اصلی صفائی شروع کرنی چاہیئے۔ صوفے کرسیاں اُٹھوا کر کسی گرد سے محفوظ جگہ پر رکھ دیئے جائیں یا یوں کیا جائے کہ ایک کمرہ جب صاف کیا جائے تو دوسرے میں اُس کا سامان رکھ دیا جائے تاکہ صاف کی ہوئی کرسیاں وغیرہ پھر سے گرد آلود نہ ہو جائیں۔ اس کے بعد دری یا قالین اُٹھا کر خوب جھاڑو دینی چاہیئے۔ یہ جھاڑو خوب رگڑ رگڑ کر دی جائے۔ اگر ایک مرتبہ صاف نہ ہو تو دو مرتبہ دی جائے۔ اس جھاڑو کے بعد فرش کو دھلوانا چاہیئے بعض بیویاں یہ غلطی کرتی ہیں کہ قالین اُٹھوانے کے بعد بغیر اچھی طرح جھاڑو دلوائے دھلوا دیتی ہیں اس سے تمام خاک فرش میں ہی جم جاتی ہے فرش دھلوانے کے لئے لائف بوائے صابن بہترین ہے اگر سیاہی وغیرہ کے داغ ہوں تو منکی برانڈ دیعنی بندر چھاپ) صابن سے دھویا جائے بالکل چھوٹ جائے گا۔ جب فرش خوب خشک ہو جائے تو اس پر چٹائی بچھانی چاہیئے پھر قالین یا دری کو کسی الگنی پر کھینچ میں سے ٹانگ کر لکڑی سے جھاڑنا چاہیئے۔ سب خاک نکل جائے گی۔ قالین بچھانے کے بعد فرنیچر ٹھیک ٹھیک جگہ پر رکھنا چاہیئے۔ تصویریں اگر تھوڑے فرق سے لگائی جائیں تو اچھی معلوم ہوں گی کھڑکیوں کے شیشے اور فریمیں بھی چاک سے اور تیل پانی میں چیتھڑ بھگو کر صاف کرنی چاہئیں۔ کمرے کے سب پلنگ اور بستر دھوپ میں ڈال دینے چاہئیں اور جب تک آپ صفائی میں مشغول رہیں وہ دھوپ میں پڑے رہنے دیں۔ پلنگوں کو کھڑا کر کے لکڑی سے جھاڑنا چاہیئے اس طرح سب خاک نکل جائے گی۔ بسولوں کو بھی اُتار کر خوب جھٹکنا چاہیئے اور دھوپ میں ڈالنا چاہیئے چھوٹے بچوں کا پنگوڑا وغیرہ بھی اگر ہو تو دھوپ میں نکال کر جھاڑ لینا چاہیئے۔ اس کے بعد فرش دھلوا کر اور دری وغیرہ بچھا کر پھر سے پلنگ کسی تفرق کے ساتھ لگوا دیجے۔ پلنگ کمرے میں جو کپڑوں کی الماری رہتی ہے اس کی صفائی پہلے سے ہونی چاہیئے اندر نئے کاغذ بچھنے چاہئیں اور آئینہ بھی صاف ہونا چاہیئے۔ اسی طرح ڈریسنگ روم اور بچوں کا کمرہ بھی صاف ہونا چاہیئے۔ باتھ روم کی ٹونٹی صابن دانی جگ دھو

(باقی دیکھیے صفحہ ۴۱ کالم ۲)

تلقینِ صبر

اے کہ وابستہ ہے تجھ سے انبساطِ زندگی
اے کہ تجھ پر منحصر ہے میرا نشاطِ زندگی

اے سکوں تیرا مری تسکینِ خاطر کا نشاں
تیری بے چینی، پیامِ رخصتِ تاب و تواں

اے کہ تو میری شریکِ غم، شریکِ درد ہے
فرطِ غم سے آج تیرا روئے روشن زرد ہے

تیری آنکھوں سے ہے دریا موجزن جذبات کا
آئینہ ہے تیرا چہرا تیرے احساسات کا

یوں رُخِ تاباں پہ آشفتہ ہے زُلفِ خم بہ خم
چھا رہی ہو جیسے صبحِ عیش پر شامِ الم

غور کرتا ہوں جو اشک آلود آنکھوں کی طرف
موتیوں سے پُر نظر آتا ہے دامانِ صدف

آنسوؤں میں اس طرح رخسار آتے ہیں نظر
جیسے مُرجھائے ہوئے دو پھول ہوں شبنم میں تر

جسم میں رعشہ لبوں پر کپکپی کے ساتھ آہ
ڈوبنے والے کی صورت مردمِ چشمِ سیاہ

آہ ۔ واقف ہوں کہ تو کیوں ہے بایں حالِ خراب
جانتا ہوں وجہِ طوفاں خیزیٔ چشمِ پُر آب

توڑلی دستِ جفائے چرخِ کج رفتار نے
جو کلی تازہ کھلائی تھی ترے گلزار نے

آہ وہ تنویر وہ معصوم اک موجِ بہار
وہ ہماری اُلفتِ باہم کی زندہ یادگار

جو فنا ہونے کو اُبھرا تھا وہ اک نازک حباب
جس کو جی بھر کر نہ دیکھا تھا وہ اک رنگین خواب

اک تصور جو گھڑی بھر کے لئے تھا جانفزا
اک تخیل جو ادھر آیا اُدھر رخصت ہوا

مُسکراہٹ جس کی راحت تھی دلِ رنجور کی
آہ وہ ہستی جو اک دلکش صدا تھی دُور کی

اک شعاعِ نور تھی جو ظلمتوں میں کھو گئی
اک جگنو تھی کہ چمکی اور غائب ہو گئی

گو مرا دل سخت ہے، نازک نہیں، میں مرد ہوں
لیکن آج اے ہم نفس میں بھی سراپا درد ہوں

غم ہے تیری آرزو کی پائمالی دیکھ کر
دل بھر آتا ہے تری آغوش خالی دیکھ کر

آج تو بیگانۂ عقل و حواس و ہوش ہے
تجھ پہ غالب آہ تیری مامتا کا جوش ہے

یہ وہ آتش ہے کہ ہر طاقت پہ ہے چھائی ہوئی
پھر رہی ہے چار سو سینے میں گھبرائی ہوئی

غور کر لیکن۔ مشیت سے کوئی چارا نہیں ضبط کر اے ہم نفس۔ گو ضبط کا یارا نہیں
دل کو تلخی آشنائے اختیارِ جبر کر صبر کر ہاں اے شریکِ زندگانی صبر کر
کر خدا کا شکر پیہم۔ ضبطِ غم سے کام لے ہوک جب اُٹھے کلیجے میں کلیجا تھام لے
ہاں گھڑی بھر کے لئے آنکھوں سے آنسو پونچھ کر کر جہانِ بے بقا کی بے بقائی پر نظر
دیکھ کیا قانونِ قدرت ہے زمانے کے لئے جو یہاں آتا ہے۔ آتا ہے وہ جانے کے لئے
جو ابھی پیشِ نظر ہے دم زدن میں دُور ہے اس تغیر گاہ ہستی کا یہی دستور ہے
شاد جو ہوتے ہیں۔ ہوتے ہیں وہی ناشاد بھی ہے اگر اولاد۔ لازم ہے غمِ اولاد بھی
گُل ہزاروں زینتِ خاکِ گلستاں بھی ہوئے اور پھر خاکِ گلستاں ہی میں پنہاں بھی ہوئے
چاند کے ٹکڑے جو شب بھر بزمِ عشرت میں ہنسے صبحدم جیوں ہی پیامِ موت آیا چل بسے
الاماں از حسرتِ گورِ غریباں ! الاماں سب کلیجے ہی کے ٹکڑے ہیں جو سوتے ہیں یہاں
سب کے سب یہ آج جن کی تربتیں پامال ہیں اپنے اپنے باپ۔ اپنی اپنی ماں کے لال ہیں
آئی تھی تنویر بھی دنیا میں رخصت کے لئے دو برس کی مختصر، محدود مدت کے لئے
نعمتِ رب تھی مگر تیری نہ وہ زنہار تھی تو فقط اُس کی نگہبان تھی امانت دار تھی

یہ حقیقت ہے تو پھر تو کیوں سراپا یاس ہے
شکر کر اُس کی امانت پھر اُسی کے پاس ہے

اُٹھ۔ کہ تجھ کو دیکھ کر روتے ہیں تیرے نونہال تیری غمگینی کئے دیتی ہے اُن کو بھی نڈھال
کر خدا کا شکر۔ مانگ اُن کے لئے حق سے دعا اُن کے آنسو پونچھ کر اُن کو کلیجے سے لگا
کر دعا اللہ سے۔ قائم رہیں باآب و تاب تیری خورشید و ثریا۔ تیرے مہتاب، آفتاب
مضمحل دیکھے نہ چشمِ چرخِ زنگاری اِنہیں
ہو میسر بادۂ عشرت کی سرشاری اِنہیں

محمد ظفریاب حسین جامؔ نوائی بدایونی

شوپنگ

اب وہ زمانہ نہیں کہ ہماری بہنیں ضرورت کی چیز منگوانے کے لئے بھائیوں یا میاں کی محتاج رہیں۔ اور کوئی چیز کئی دفعہ کے بدلنے کے بعد بھی پسند کے مطابق نہ مل سکے اب تو تقریبًا ہر طبقہ کی بیویاں بازار میں برقعہ سے یا بے برقعہ ٹانگہ میں یا کار میں کافی تعداد میں شوپنگ کرتی نظر آتی ہیں۔ لیکن خریداری کا سلیقہ ہونا معمولی بات نہیں۔ عورتیں ہوں یا مرد ایسے لوگوں کی تعداد کم ہی ہوتی ہے جو حسب ضرورت چیزیں عمدہ اور ٹھیک قیمت پر خرید سکیں ورنہ اکثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ بازار سے چیز تو خرید لائے لیکن بعد میں خود بھی اس میں نقص نکال رہے ہیں کہ یہ مہنگی خرید لی اس کپڑے کا رنگ اندر سے اڑا ہوا ہے یا کپڑا اتنا عمدہ نہیں جتنا ہونا چاہیئے تھا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باتیں خریداری کا سلیقہ نہ ہونے سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔ اگر کسی خاص معتمد دوکاندار سے آپ کا حساب کتاب ہے تب تو خیر ورنہ بسا اوقات عام دکانوں پر سے خرید و فروخت کرنے میں خاصہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ لیکن یہ سب دشواریاں شروع میں ہی پیش آتی ہیں۔ دو تین دفعہ کے تجربہ اور اندازہ کے بعد پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس قسم کی مشکل پیش آئے۔

بعض بہنوں کی عادت ہوتی ہے کہ دوکان پر پہنچکر گھبرا جاتی ہیں۔ نہ تو اطمینان سے چیز دیکھتی ہیں اور نہ دام وغیرہ ٹھیک چکاتی ہیں۔ گھبراہٹ میں ایسی ویسی چیز خرید لیتی ہیں اور بعد میں افسوس کرتی ہیں۔ یہ بالکل نہ ہونا چاہیئے۔ ہر ایک چیز پہلے خوب اچھی طرح دیکھ بھال لیں اور دام وغیرہ کی طرف سے اطمینان کر لیں تب خریدیں۔ بہت سی بہنیں دام کم کرواتے شرماتی ہیں اور بھاؤ ٹھیرانا کسر شان سمجھتی ہیں۔ بڑی دوکانوں پر تو خیر جہاں چیزیں مقررہ قیمت پر فروخت ہوتی ہیں لیکن عام دوکاندار تو عمومًا اصل سے دوگنے دام کہتے ہیں اس لئے یہ دانشمندی نہیں کہ محض شان جتانے کے لئے ایک روپے کی جگہ دو روپے خرچ کئے جائیں۔ کوشش یہ ہی ہونی چاہیئے کہ چیز ٹھیک داموں لیں۔ بہنوں میں ایک اور عام عادت یہ ہے کہ بازار میں جو اچھی چیز نظر پڑی خرید لی۔ اس طرح بہت سی فضول خرچی بھی ہوتی ہے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جو ضرورت کی چیزیں خریدنی ہوتی ہیں ان میں کمی کرنی پڑتی ہے۔ یہ عادت سب سے زیادہ قابل اصلاح ہے۔ اس کے لئے سب سے بہتر بات یہ ہے کہ جن چیزوں کی ضرورت ہو ان کی ایک فہرست پہلے سے گھر پر تیار کر لیں اور اس کے مطابق ہی خرید کریں۔ بعض بیبیاں اس فضول خرچی سے بچنے کے لئے یہ تدبیر اختیار کرتی ہیں کہ بالکل ضرورت کے مطابق روپے ساتھ رکھتی ہیں کہ نہ دام زیادہ ہوں گے نہ کچھ اور چیز خریدی جائے گی۔ یہ ترکیب کسی حد تک کارآمد ہوتی ہے۔ لیکن بعض دفعہ اس کی وجہ سے خاصی شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ ہماری ایک عزیزہ ہیں ان کا ہمیشہ یہی اصول رہتا ہے لیکن بسا اوقات انہیں یہ دشواری پیش آتی ہے کہ اگر کوئی چیز ان کے اندازے سے روپے بارہ آنے

میں زیادہ ملی یا کوئی اتفاقی ضرورت پڑ گئی تو بٹوا خالی ہے۔ شوفر کے پاس نکل آئے تو خیر ورنہ جس کام کے لئے گئیں وہ ادھورا رہتا ہے یا پھر گھر واپس آ کے اور دام لے جانے پڑتے ہیں۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ پہلے سے حساب کر لیا جائے کہ ہم اتنے کی خریداری کریں گے لیکن کچھ روپے ہمیشہ زائد رکھنے چاہئیں ممکن ہے کوئی اتفاقی ضرورت آ پڑے۔

بہنیں یہ سب باتیں پیش نظر رکھیں تو پھر شوپنگ ایک مشکل کام نہ معلوم ہوگا بلکہ رفتہ رفتہ اس میں بہت دلچسپی پیدا ہو جائے گی اور بازار جاتے ہوئے اتنی گھبراہٹ نہ ہوگی کہ اگر کوئی ساتھ جانے کے لئے زیادہ تجربہ کار ساتھی نہ ملے تو دنوں اسی پس و پیش میں گذر جائیں بلکہ ہر ضرورت کی چیز جب دل چاہے فوراً خرید کر لا سکیں گی۔

اسما سعید دہلی

مرجھایا ہوا پھول

سکھی! میرے نخلِ آرزو میں ایک چھوٹا سا پھول کھلا تھا۔ ننھا سا پھول۔ معصوم۔ وہ مجھ کو دیکھ کر مسکراتا اور میں اس پر ہزار جان سے نثار ہوتی تھی۔ وہ شوخی، شرارت کرتا تو میں اس کو ٹوکتی وہ پتوں میں جا چھپتا اور خوب قہقہے لگاتا سکھی! پھول میری جان تھا اور وہ بھی میرا دیوانہ۔ میں چاہتی تھی کہ وہ بادِ سموم کے جھونکوں سے محفوظ رہے۔ میں نے اس کی دیکھ بھال میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ میرا مقصدِ حیات ہی یہ تھا کہ میں اپنے پیارے پھول کو سرسبز و شاداب دیکھوں۔ میرا پھول بادِ مخالف کے جھونکوں سے محفوظ نہ رہ سکا۔ ایک رات میں نے اپنے پھول کو پژمردہ دیکھا۔ میں کانپ گئی۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ دور، بہت دور۔ فضائے بعید میں، کوئی مجھ پر ہنس رہا ہے۔ میں سہم سی گئی۔ میرا پھول کملا رہا تھا۔ دنیا میری نظروں میں تاریک ہو گئی۔ مجھے یہ بھی ہوش نہ رہا کہ کیا کروں۔ آہ وہی ہوا جس کا ڈر تھا میرا پھول حوادثِ زمانہ کا شکار ہو گیا۔ اور مجھے تڑپتا چھوڑ کر چل بسا!!

سکھی! تو بھی رو رہی ہے! آخر تو کیوں اداس ہو گئی۔ کیا تیرا بھی کوئی پھول تھا تیری امیدوں کا مسکن۔ تیری آرزوؤں کا سہارا سچ بتا سکھی! کیا تو نے بھی اپنی جان کی پرواہ نہ کی تھی اور اپنے پھول کی سلامتی کے لئے خدا کے حضور میں گڑگڑا کر دعائیں مانگتی تھیں۔ اے سکھی۔ کیا تیرے دل میں بھی ہوک اٹھتی تھی کہ تیرا پھول تجھ سے چھن جائے گا تو کیا ہوگا۔ سکھی! تو نے اپنے مرجھائے ہوئے پھول کو کس دل سے سپردِ خاک کیا ہوگا؟ کیا وقت کے ہر لمحہ میں، خوفناک دن کی ہر گھڑی میں، اور برسات کی بھیانک کالی کالی راتوں میں تو نے اپنے پھول کو آسانی سے بھلا دیا ہوگا۔ کیا تیرے پھول کی معصومیت، اس کے دلکش قہقہے اور نازک تبسم، یاد آ آ کر بیتاب دل کو اور بیقرار نہ کر دیتے ہوں گے۔ بتا دے سکھی! آخر تجھے کیسے صبر آیا!

سکھی! تو مجھے تلقین صبر کر رہی ہے۔ پگلی ٹوٹا ہوا دل کہیں جڑ سکتا ہے! صبر تو بے بسی کا دوسرا نام ہے قدرت کے خلاف انسانی قوت کام رہے تو وہ بے بس ہو کر بیٹھ جائے یا دوسرے لفظوں میں صبر کرے۔ یہ کیا کہتی ہے تو! پھول جنت کا پھول تھا جنت میں چلا گیا۔ ہاں ہو سکتا ہے۔ انسان بعض اوقات خود کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے؟ کیا تو بھی اپنے پھول کو ایک بھدے سے سفید کپڑے میں لپیٹ کر دور۔ بہت دور۔ خوفناک جنگلوں میں۔ ہیبت ناک تنہائیوں میں، اور — قبر کی ہولناک گہرائیوں میں — چھوڑ آئی تھی! سکھی۔ میں نے تو اپنے پھول کو کبھی اپنے سے جدا نہ کیا تھا میں نے تو اسے کبھی اکیلا نہیں چھوڑا۔ وہ تو ہمیشہ میرے کلیجے سے لگا رہتا تھا۔ آہ آج میرا پھول مجھ سے چھین لیا گیا۔ بس خدا ہی دلِ مضطر کو سکون دے۔

معتصمہ ظفر

صنعت و حرفت و گھرداری

از محترمہ امت الحفیظ صاحبہ مؤلفہ "صنعت و حرفت"

(۱) کریم ٹافی۔ بچوں کی من بھاتی مٹھائی کریم ٹافی ہے بچے اس کو بڑی رغبت سے کھاتے ہیں اس کا بنانا بہت آسان ہے۔ کاروباری حیثیت سے بھی اس کو بنا کر خوب کمائی کی جاسکتی ہے اگر مال اچھا صاف ستھرا ہو اور گراں نہ ہو تو اس کی فروخت میں وقت نہیں اٹھانی پڑتی۔ دلکش اور خوبصورت ڈبے، رنگ برنگ کے سنہری اور روپہلی کاغذ ٹافی کی ٹکیاں لپیٹنے کو منگالیں ان میں کنجوسی نہ کرنی چاہیئے۔ اصلی چیز اگر تھوڑی گھٹیا بھی ہو لیکن یہ باہر کی ٹیپ ٹاپ نہایت ہی اعلیٰ ہونی چاہیئے۔

ایک ٹی سپون پانی کو دیگچی میں ڈالو۔ پھر اس میں دو اونس مکھن اور ڈیڑھ چمچہ گولڈن شربت اور ایک پاؤنڈ موٹی چینی دکھانڈ، مدہم آگ پر خوب آہستہ آہستہ گرم کرو۔ حتیٰ کہ سب ایک جان ہو جائے۔ پھر اس میں ایک چھوٹا ڈبہ جمے ہوئے دودھ کا ملادو۔ اور بیس منٹ تک پکاؤ بعد ازاں ایک تھالی میں جس کی تہہ میں خوب اچھی طرح مکھن چپڑ لیا گیا ہو ڈال دو۔ تھوڑا ٹھنڈا ہونے پر تیز چھری سے چورس ٹکڑے کاٹ ڈالو۔ اور جب خوب ٹھنڈا ہو جائے تو خوشنما رنگین کاغذوں میں ایک ایک ٹکڑہ علیحدہ علیحدہ لپیٹ دو۔

ایک دو دفعہ کے تجربہ سے آپ کو اچھی طرح اس کو بنانے کا طریقہ معلوم ہو جائے گا۔ پھر ان ہی وزنوں کو آٹھ دس گنا مقدار میں لے کر زیادہ مقدار میں بنالو۔ اور ایک ایک پاؤنڈ کے خوشنما ڈبوں میں پیک کرکے فروخت کرنے کے لئے بھیج دو۔

(۲) فرنیچر کا کریم بنانے کا طریقہ ایک اونس خالص سفید صابن۔ ایک اونس مکھی کا موم۔ ایک اونس سفید موم۔ ان تینوں چیزوں کو باریک کاٹ کر اس میں ایک بوتل تارپین کے تیل کی ملادو اور ایک رات دن اسی طرح پڑا رہنے دو۔ بعد میں اس کو خوب ملاؤ اور تین چوتھائی بوتل گرم پانی کی لے کر اس میں تھوڑا تھوڑا ملاؤ اور خوب چلاؤ۔ سب ایک جان ہو جائے تو بوتلوں میں بھر رکھو۔

فرنیچر کو صاف اور ستھرا رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہفتہ وار اس کریم کو ہلکے ہلکے نرم کپڑے سے ملو۔ اس چیز کی مانگ انگریزوں یا انگریزی طریقہ پر بود و باش رکھنے والے ہندوستانی گھرانوں میں بہت ہے۔

(۳) سیاہی کے داغ دھبے دور کرنا بعض دفعہ تھوڑی سی غفلت سے قیمتی اور اچھے مینوش سیاہی کی دوات الٹ جانے سے سب کا سب ستیاناس ہو جاتا ہے۔ معمولی طور پہلا کہ دھوؤ

پھر بھی یہ داغ نہیں جاتا۔

ایسے داغ دھبوں کو مٹانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ایسے داغ دھبوں پر فوراً ہی نمک چھڑک دو اور داغ والا حصہ دودھ میں بھگو دو۔ چند منٹ کے بعد معمولی طریقہ پر صابن اور پانی سے دھو ڈالو۔

تھوڑے سے لیموں کے نمک کو گرم پانی میں حل کر کے سیاہی کے پرانے داغوں پر ملو پھر اس کپڑے کو گرم پانی میں جس میں کہ تھوڑا سا سوڈا ملا لیا گیا ہو ملو۔ یہ اس لئے کہ لیموں کے نمک کا اثر زائل ہو جائے پھر اس کو معمولی طریقہ پر دھو ڈالو۔ لیموں کا نمک زہر ہے اس لئے اس کو بچوں کی دسترس سے باہر رکھو۔

مشورے

(۱) ایرو روٹ بچوں اور بوڑھوں کے لئے زود ہضم اور ہلکی غذا ہے۔ شوربے کو گاڑھا کرنے کے لئے بھی استعمال کی جاتی ہے۔ دو تین چمچوں کو تھوڑے پانی میں حل کر کے ملا دو۔ اور پھر خوب پکاؤ۔

(۲) استعمال شدہ اون کے دھاگے کھول کر اگر کوئی دوسری چیز بنتی ہے تو ان کو ذرا ڈھیلے ایک موٹے کارڈ بورڈ پر لپیٹ دو چولہے پر پانی کی دیگچی چڑھا دو۔ جب پانی کھولنے لگ جائے تو اس میں بھاپ اٹھے گی۔ اس بھاپ پر یہ اون چند منٹ تک رکھو۔ پھر اس کو ململ کے کپڑے میں لپیٹ کر استری سے خشک کر لو۔ نیا ہو جائے گا۔

(۳) دانتوں پر ٹارٹار جم گیا ہو تو اس کو کھرچنے سے قبل اُن پر تازہ لیموں کاٹ کر ملو۔

(۴) گرم سرکہ کھڑکیوں اور دروازوں پر سے روغن علیحدہ کرنے کے لئے ایک مانی ہوئی آزمودہ چیز ہے۔

دعا

بازوئے مسلماں میں اسلام کی قوت دے
چھا جائے جو دنیا پر وہ رعب وہ ہیبت دے

صدیق کی رافت دے فاروق کی عظمت دے
عثمان کی دولت دے حیدر کی شجاعت دے

عمار کی حق گوئی حسنین کی حق کوشی
بوذر کی قناعت دے خالد کی اطاعت دے

ہو رزق سے رگ رگ میں آزاد ہو پیدا
بندوں کو غلامی سے اغیار کی غیرت دے

میدانِ عمل میں ہم ہر قوم سے ہوں آگے
دنیا کی نگاہوں میں اسلام کو وقعت دے

پر تو کوئی پڑ جائے اصحابِ پیمبر کا
ایثار و محبت دے اخلاص و صداقت دے

پیدا ہو سلیقہ پھر تہذیب و تمدن کا
قرآن سے نسبت ہو پھر ذوقِ شریعت دے

بچھڑے ہیں تجھی سے غیروں کی طرف منہ ہے
اصلاح کی حاجت ہے پھر حسنِ معیشت دے

کیا ہے جو نہیں ممکن قدرت سے تری مولا
پھر اپنے ذلیلوں کو اک بار وہ عزت دے

حقیر صوفی

سینما کے چند پر اسرار نظارے

سنیما میں اکثر ایسے ایسے نظارے دیکھنے میں آتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے بعض سین تو بالکل ایسے ہوتے ہیں کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور پھر چند نظارے اس قدر عجیب و غریب ہوتے ہیں کہ وہ انسانی عقل اور اصول فطرت سے بلند سمجھے جاتے ہیں اور جنہیں دیکھ کر ہمارے دل میں بے اختیار یہ خیال آتا ہے کہ ایکٹر انسان نہیں بلکہ کوئی اور ہی مخلوق ہیں کیونکہ وہ ایسے ایسے کام کر لیتے ہیں جو انسانی طاقت سے باہر ہوتے ہیں۔ مثلاً تلواروں سے لہولہان ہو کر انسان کا زندہ بچ جانا۔ چھلانگیں لگا کر درختوں پر چڑھنا۔ دیوار پر چڑھنا۔ ہوائی جہاز میں دو آدمیوں کا لڑائی لڑنا۔ انسان کا اس غیر معمولی تیزی سے بھاگنا کہ گھوڑے یا موٹر بھی اسے نہ پکڑ سکے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان واقعات کی حقیقت کیا ہے اور ناممکنات کو کس طرح ممکن کر کے دکھایا جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ نظارے مصنوعی ہوتے ہیں۔ جو کیمرہ کی بدولت عمل میں آتے اور فوٹو گرافی کے کمال کا اظہار کرتے ہیں۔

میں یہاں ان کے متعلق چند معلومات عرض کرتی ہوں جو ایک بڑے فوٹوگرافر سے معلوم ہوئی ہیں امید ہے کہ کہ بہنیں دلچسپی سے پڑھیں گی۔

کیمرہ کے اندر ایک پرزہ ہوتا ہے جس سے اُلٹی رفتار ظاہر ہوتی ہے۔

آدمی کا چھلانگ مار کر درخت پر چڑھنا دراصل آدمی نیچے سے اوپر نہیں چڑھتا بلکہ اوپر سے نیچے چھلانگ لگاتا ہے۔ اس کی تصویر لی جاتی ہے۔ مگر اُلٹی رفتار ظاہر کرنے والے پرزے کی مدد سے ظاہر ایسا کیا جاتا ہے کہ آدمی نیچے سے اوپر جا رہا ہے۔

دیوار پر چڑھنا۔ ایک دیوار زمین پر بنائی جاتی ہے۔ آدمی اُس پر چلتا ہے اُس وقت کیمرے کو دیوار کے اوپر کی طرف رکھ کر تصویر لیتے ہیں جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آدمی دیوار کے اوپر چڑھا جا رہا ہے۔

غیر معمولی تیزی سے دوڑنا۔ یہ نظارہ ٹرن ٹیبل Turn Table کی مدد سے ہیں آتا ہے۔ ایک لوہے کی چادر جس کے دونوں سرے جڑے ہوتے ہیں۔ پہیوں پر چڑھا دیتے ہیں۔ جب پہیوں کو گھماتے ہیں۔ تو اس چادر کا اوپر کا حصہ ایک طرف بڑھتا ہے اور نیچے کا حصہ دوسری طرف حرکت کرتا ہے۔ اس چادر پہ آدمی نہایت تیزی سے دوڑتا ہے مگر چونکہ چادر پیچھے کو کھنچتی جاتی ہے اس لئے وہ وہیں کا وہیں رہتا ہے۔ اس کی فلم لیتے ہیں۔ دوسری طرف تیز رفتار موٹر میں بیٹھ کر مکانوں اور دکانوں کی فلم لی جاتی ہے۔ اب ان دونوں فلموں کو اوپر نیچے رکھ کر ڈبل ایکسپوزڈ Double exposed کر دیتے ہیں جس کے باعث انسان غیر معمولی تیزی سے بھاگتا نظر آتا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ دوڑتا

وہ نہیں بلکہ مکانات اور دکانیں دوڑتی ہیں۔ اسی طرح Double Exposured کرکے آدمی کی درندوں سے لڑائی دکھائی جاتی ہے۔ مثلاً ایک آدمی شیر سے لڑ رہا ہے۔ پہلے آدمی کی تصویر لیتے ہیں۔ پھر شیر کی۔ بعد میں اور Double Exposured کر دیتے ہیں جس سے گتھم گتھا نظر آتے ہیں۔

ہوائی جہاز میں لڑائی۔ یہ لڑائی دراصل اڑتے ہوئے جہاز میں نہیں ہوتی۔ بلکہ جس طرح مصنوعی لڑائی ہوتی ہے۔ ویسے ہی ہوائی جہاز کے اڑنے کا نظارہ مصنوعی ہوتا ہے۔ جو اس طرح عمل میں لایا جاتا ہے۔ ایک سفید نیلگوں پردہ لٹکاتے ہیں جو آسمان کا کام دیتا ہے۔ پھر ہوائی جہاز کو بھی اس پردہ کے نزدیک لٹکایا جاتا ہے۔ اسے ہلانے سے ہوائی جہاز اڑتا معلوم دیتا ہے۔ نیچے سطح زمین کا نقشہ کھینچا جاتا ہے جس میں چیزیں چھوٹی بنائی جاتی ہیں۔ گویا کہ ہوائی جہاز بہت بلندی پر پرواز کر رہا ہے۔ ادھر جہاز کے پنکھے کو تیزی سے گھماتے ہیں تاکہ وہ تیز رفتار جاتا معلوم ہو۔ اب اس میں لڑائی کا سین شروع کرکے فلم تیار کر لیتے ہیں۔

تلواروں سے لہولہان ہونا۔ لہو تو بلاشبہ سرخ رنگ ہے جو بوقت ضرورت لہو کا کام دیتا ہے۔ رہا تلواروں کی ضرب سے زخمی کرنا تو اس کا راز یہ ہے کہ آدمی کو کھڑا کرکے اس کے کپڑے اور جسم میں اس طرح تلواریں اٹکا دیتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ وہ تلواروں سے چھیدا ہوا ہے پھر ان تلواروں کو باہر نکال لیتے ہیں۔ مگر الٹی رفتار ظاہر کرنے والے پردہ کی مدد سے فلم میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ تلواریں جسم میں بھونکی جا رہی ہیں۔

رئیس۔ امرتسر

اماں! دیکھو میں نے کیا نئی چیز بنائی

یہ الفاظ رات کے وقت ایک ۲۰ برس کے لڑکے کی زبان سے نکلے تھے۔ اس کی ماں بستر پر تھی اور سو رہی تھی۔ یہ لڑکا مارکونی تھا، جس کی ایجاد ریڈیو یا بے تار کی خبر رسانی آج کل دنیا کے ہر کونے میں موجود ہے۔ آج سے ۴۲ برس قبل مارکونی اس قابل ہوگیا تھا کہ رات کو اپنی ماں کو پریشان کرے اور یہ دکھائے کہ ایک گھنٹی ۳۰ فٹ کے فاصلے سے ایک بٹن کے دبانے سے بجنے لگتی ہے۔ دوسرے دن اس لڑکے نے اپنے دوستوں کو یہ تماشا دکھانے کے لئے جمع کیا مگر اُس کے دوستوں نے یہ سمجھا کہ یہ شخص اِن کو بے وقوف بنا رہا ہے۔ یہ تھی اُس کی ابتدا جو آج کل ریڈیو کی صورت میں گھر گھر موجود ہے۔

مارکونی، اٹلی کا رہنے والا تھا مگر اپنی ماں کی وجہ سے لندن میں آباد ہوگیا تھا۔ اس کی ماں آئرلینڈ کی رہنے والی تھی۔ باپ کی یہ منشا نہ تھی کہ دنیا کے سامنے ایک موجد کی حیثیت سے رونما ہو۔ اُس کی یہ ہی ہمیشہ کوشش رہی کہ اُس کا بیٹا بھی اُس کی طرح ایک شہری کی زندگی بسر کرے اور ان تمام فضولیات سے باز رہے۔ یہ شخص ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ یہ لڑکا اپنے ہی گھر کو ایک روز تباہ کرکے رہے گا مگر اُس کی ماں نے ہمیشہ اُس کا ساتھ دیا اور اُسی کی ہمدردی کا نتیجہ تھا کہ وہ یہ ایجاد کرسکا اور بلا تار کے ۳۰ فٹ کے فاصلے پر رکھی ہوئی گھنٹی کو ایک بٹن کے دبانے سے بجا سکا۔ ماں کی ہمدردی ہی کی وجہ سے لڑکے کی یہ ہمت ہوئی کہ وہ اُس کو نیند سے جگا دے۔

یہ لڑکا ۲۵ اپریل ۱۸۷۴ء میں پیدا ہوا اور ۲۰ جولائی ۱۹۳۷ء کو ۶۳ برس کی عمر میں مرگیا۔

مارکونی، اگرچہ اٹلی کا رہنے والا تھا مگر کبھی اُس نے اپنے آپ کو اٹلی کا رہنے والا تصور نہیں کیا۔ پچھلے دو برس سے وہ فاشیت کی طرف مائل ہوگیا تھا اور جنگ حبش میں وہ اٹلی کی طرف سے لڑا بھی، ورنہ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو انگریز ہی خیال کرتا رہا ہے اور اُس نے یہ ایجاد بھی لندن میں رہ کر کی۔ یہ ایجاد ایک طرح سے نئی نہ تھی، کیونکہ اس سے قبل ایک جرمن حکیم یہ معلوم کرچکا تھا کہ بجلی کی قوت ہر وقت ہواؤں میں رہتی ہے۔ یہ مارکونی ہی کا حصہ تھا کہ وہ اس قوت کو تجارتی کاموں میں صرف کرنا شروع کردے۔ ۱۸۹۷ء میں مارکونی نے اپنی کمپنی کی ابتدا کی اور ۱۹۰۰ء تک اُس نے کمپنی کو مارکونی وائرلیس ٹیلی گراف کمپنی کے نام سے شروع کردیا۔ بڑھتے بڑھتے اس کمپنی نے جنگِ عظیم کے موقع پر بہت بڑے بڑے کارنامے کئے۔

مارکونی کی اس ایجاد نے شروع زمانہ میں بہت سے لوگوں کی جانیں بچائیں اور ایک کی جان لی۔ ٹائی ٹینک جہاز پر مارکونی فون پر کام کرنے والا موجود تھا۔ اس نے اس جہاز کے ڈوبنے کی اطلاع دوسرے جہازوں کو کردی۔ امریکہ کے بندر پر جب ٹائی ٹینک کے باقی ماندہ لوگ پہنچے ہیں تو مارکونی بھی وہاں موجود تھا۔ لوگ سب خوشیاں منا رہے تھے اور مارکونی بھی اُسی خوشی منانے والوں میں شامل تھا۔ اُس کو یہ معلوم نہ تھا کہ لوگ اُسی کی جے پکار رہے ہیں۔ مارکونی کے

پاس ہی ایک عورت کھڑی تھی۔ یہ اپنے باپ کو صحیح سالم دیکھ کر چلا اُٹھی کہ مارکونی نے اُس کو بچالیا۔ مارکونی کو اس پر تعجب ہوا اور اپنا تعارف اُس سے کرایا۔ اس پر لوگ مارکونی کی طرف دوڑ پڑے۔

ایک مرتبہ انگلستان میں ایک نہایت خوفناک قتل کی واردات ہوئی۔ ملزم نام اور بھیس بدل کر امریکہ بھاگ نکلا۔ پولیس میں ایک شخص مارکونی فون کا ماہر تھا اور وہ اُسی جہاز سے سفر کر رہا تھا۔ اس نے اپنے علم کو کام لاکر لندن میں اطلاع کر دی۔ یہ ملزم گرفتار ہوا اور بعد میں پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔

تہذیب النساء بی اے۔ از لندن

اتفاقی حادثوں کے فوری علاج

شروع برسات سے اکتوبر تک کا موسم بعض طبائع کو جلدی امراض اور پھوڑے پھنسی کی تکلیف دہی کے لئے نہایت ہی ناخوشگوار اثر پیدا کرتا ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ موسم برسات میں معمولی معمولی خراش یا زخم اور مچھر کے کاٹنے نے خطرناک سے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ بعض اعضاء مثلاً ہاتھ یا پاؤں کی جلد اس قدر نرم و نازک ہوتی ہے کہ معمولی کھجانے سے پھنسی بن گئی اور جلد اُبھرتے اُبھرتے اچھا خاصہ آبلہ بڑھ کر انڈے کی سی شکل اختیار کر گیا مگر پھوٹنے کا کا نام ہی نہیں لیتا۔

اگر خدا نخواستہ اتفاقیہ ایسی حالت درپیش آگئی ہو تو اس قسم کے آبلے یا پھوڑے سے سخت اذیت ہوا کرتی ہے اور درد و جلد کا کھچاؤ مریض کی جان پر بنا دیتا ہے۔ مناسب تدابیر یا ڈاکٹری امداد بر وقت میسر نہ ہو سکے تو اس قسم کا آبلہ اکثر پھیلتا ہی جاتا ہے اور پیپ و خون بھرنے میں اضافہ کرتا جاتا ہے۔

اس اتفاقیہ حادثے کی اذیت سے محفوظ رکھنے اور فوری تسکین پہنچانے کے لئے تیماردار کو چاہیئے کہ تیز نوک کی سوئی لیکر ٹنکچر آئیوڈین یا سپرٹ وغیرہ میں سوئی کی نوک ڈبو کر نکال لے یا پھر آگ پر اسی کی نوک جلائے تاکہ لوہے کا زہریلا اثر زائل ہو جائے اب یہ سوئی بالکل بےخطر ہوگی۔ اس سے نہایت آہستگی سے آبلے یا پھوڑے میں چند کچوکے لگا دیجئے۔ فوراً بغیر تکلیف کے تمام مواد بصورت پیپ خون وغیرہ کے خارج ہو کر مریض فوری تسکین اور درد و کھچاؤ سے آرام حاصل کر لیگا۔ اب آبلے کی جلد پر صاف دھنی ہوئی روئی لیکر آہستہ آہستہ دبائیے کہ باقی ماندہ مواد بھی خارج ہو کر جلد ہموار ہو جائے۔ اول تو اس زخم کو صرف بورک وہ نہ مندرجہ ذیل مرہم کا استعمال چند روز میں زخم کو خشک کر دیگا۔ رسوت چھ ماشہ۔ لیکر عرق گلاب دو تولہ میں حل کر لیں۔ اور مشک کافور۔ ڈریسنگ پوڈر لیکر باریک پیس لیں اور کپڑ چھان کر رسوت کے محلول میں آمیز کر کے مرہم بنالیں مذکورہ زخم خشک کرنے کے علاوہ دیگر برساتی پھنسیوں اور پھوڑوں کی درد و تکلیف کو بھی فوری تسکین پہنچائے گا۔ ہر عمر کے افراد کے لئے فائدہ مند اور آزمائش شدہ ہے۔

گ۔ ن۔ بنت ڈاکٹر ابوالفضل صاحب

سوزِ پنہاں

یہ ایک دو منزلہ مکان تھا نیچے کی منزل میں دو چار بڑی بوڑھیاں تھیں کچھ جاگ رہی تھیں، کچھ سو رہی تھیں۔

اوپر کی منزل میں ایک نوعمر لڑکی ایک طرف بے حال پڑی ہوئی تھی۔ اس کا حسن پوری طرح نکھر رہا تھا لیکن جوانی کی امنگیں اس کے سامنے دم توڑ رہی تھیں۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے جیسے املی کے کہن سال درخت دونوں وقت ملتے اپنی دیو آسا لٹیں دھرتی کے شانوں پر پھیلا دیتے ہیں۔ آنسوؤں کا سیلاب سرِ شام تھم چکا تھا اب آنکھوں میں تیرتے ہوئے آنسو ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے نرسل پر سے گرنے والی شبنم کے قطرے! وہ بُت بنی ہوئی تھی، صدمے نے اس کا گریہ بے جان کر دیا تھا۔ اُس کی نگاہوں کے سامنے، دیوار پر ایک تصویر آویزاں تھی — عہدِ رفتہ کی یادگار! یہ اس کے شوہر کی تصویر تھی جو اس سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گیا تھا۔ آہ! کیسی المناک گھڑیاں تھیں یہ، جو اس پہ بیت رہی تھیں!

باہر موت کا سا سکوت طاری تھا۔ فرشتۂ اجل کے ہیبت ناک پروں کی پھڑپھڑاہٹ معدوم ہو چلی تھی لیکن اس کا اثر آس پاس کے برگد اور پیپل کے درختوں پر ابھی تک مسلط تھا۔ رات بڑی ہی زہرہ گداز تھی، پُرشوق چاندنی بھی کنول کا گھونگٹ نہ کھول سکی اور کنول کھلتا بھی کیسے، جبکہ؟ —

بانس کی شاخیں کہہ رہی تھیں: "یہاں موت نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں"۔

شاہ بلوط کے پتے سرگوشی کر رہے تھے: "بدنصیب بیوہ اپنے شوہر کی جدائی پر خون کے آنسو رو رہی ہے"۔

غم آلود ہوائیں سرسرا رہی تھیں: "محبت کے عہد و پیمان اُسی کے ساتھ دفن ہو گئے"۔

اور موت قہقہہ لگا رہی تھی: "دنیا ایک خواب ہے، انسان اس پر اعتماد کیوں کرے؟"



کمرے کے دریچے کھلے ہوئے تھے اور چاندنی کا نور ہر سمت پھیلا ہوا تھا۔ غم و اندوہ کے قفس میں نوگرفتار لڑکی، یکایک اپنے استغراق سے چونک کر کھڑی ہو گئی۔ ایک جانب قدِ آدم آئینہ رکھا ہوا تھا جس میں اس کا عکس اس کے سامنے آگیا۔ وہ کس قدر تبدیل ہو گئی تھی؟ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گلاب کی مسلی ہوئی پنکھڑی پر اوس ڈال کر اُسے شاداب کیا جا رہا ہے۔ گذری ہوئی باتیں اُس کے دماغ میں گردش کرنے لگیں اور وہ نقوش جو تطاولِ زمانہ نے بہت ہلکے کر دیئے تھے، پھر ایک بار سطحِ ذہن پہ اُبھر آئے۔

لڑکی رونے لگی "اے معبود! آخر ہم دنیا میں آئے ہی کیوں ہیں؟ اور یہ زندگی اس قدر مجبور کیوں ہے؟ اے خدا! مسرت کے وہ چند لمحات تو مجھے بہت مہنگے پڑے! اور اب یہ کٹھن دن میں کس طرح کاٹوں گی؟" وہ نڈھال ہوئی جا رہی تھی،

اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ زندگی کی زنجیروں کو توڑ دے۔ " پروردگار! میں تسکین چاہتی ہوں، مجھے موت دیدے! رحمان! میں ایسی زندگی سے نجات چاہتی ہوں۔ مجھے موت دیدے! اللہ! مجھ میں برداشت کی طاقت نہیں رہی مجھے موت دیدے" ایک الہامی نغمہ فضا میں گونجا: "زندگی دُکھ اور مصیبت کے بوجھ سے جُھکی ہوئی ہے۔ انسان آلام حیات سے گھبرا کیوں جاتا ہے؟"

(۲)

وہ بے چاری موت کی جس قدر تمنا کر رہی تھی، موت اس سے اتنی ہی دور ہو رہی تھی۔ آہ! انسان کی آرزوئیں تشنۂ تکمیل ہی رہتی ہیں! عالم خیال اُسے شوہر کی قبر پر لے گیا جہاں رات کی وحشت ناک تنہائی میں، موت اُس کی جواں مرگی پر پُرسوز مرثیہ گا رہی تھی۔ وہ لرز گئی اور بے قابو ہو کر چیخی "اے معبود! یہ باطل کر دے کہ میرا شوہر مر گیا ہے، اُسے زندہ کر دے......." پر آہ! ایسا کبھی نہیں ہوتا! موت کے جزیرے سے روحیں واپس نہیں آتیں!"

وہ رات بھر اپنے تئیں کوستی رہی مگر موت اتنی نرم دل نہیں کہ انسان کے رونے سے پسیج جائے۔ پو پھٹتے، مدھم شعاعوں کے نازک بازوؤں پر سوار، نیند کی دیوی آہستہ آہستہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کا دل بیوہ کی آہ و زاری سے بھر آیا اُس نے اپنا غیر مرئی سحر اُس کی آنکھوں میں، جو روتے روتے سوجھ آئی تھیں، سمو دیا اور سرد بھر کر اس کی طرف ترحم آمیز نظروں سے دیکھنے لگی۔

نیچے کی منزل میں دو چار بڑی بوڑھیاں، کچھ جاگ رہی تھیں کچھ سو رہی تھیں، یکایک وہ چونکیں اور ادھر اُدھر دیکھ کر ایک دوسرے سے کہنے لگیں: " دلہن ــــ نہیں ــــ وہ بیوہ"!...

کہاں ہے؟ بچاری کہیں اوپر نہ چلی گئی ہو! اُسے وہاں نہیں جانا چاہیئے ورنہ ہر وقت کی یاد اُس کا جینا اجیرن کر دے گی"!

بڑی بوڑھیاں ہانپتی کانپتی اوپر کی منزل پر آئیں تو دیکھا کہ خوبصورت بیوہ فرش پر مرجھائی ہوئی سوسن کی طرح بے حال پڑی ہوئی ہے۔ اُن میں سے ایک نے آہستہ سے کہا: "چلو اچھا ہے نیند آ گئی۔ صبر آتے ہی آتے آتا ہے"

صادق الخیری

(بقیہ صفحہ ۳۳۳) ایک ایک رومال تھا۔ ایک بہن نے دیکھ کر چپکے سے کہا غالباً دو رومالوں کا فیشن ہو گیا ہے ورنہ دو رومالوں کی کیا ضرورت تھی لیکن میں نے فوراً روک دیا کہ ایسا خیال ہرگز نہیں کرنا چاہیئے از خود رائے زنی کرنا مناسب نہیں تاوقتیکہ معلوم نہ ہو جائے کہ کیوں اور کس وجہ سے یہ کام کیا گیا۔ اس مضمون سے میرا مقصد یہ ہے کہ جو بہنیں پہلے گہرے گہرے رنگوں اور کئی کئی دو رنگی چوڑیوں پر پہننے والیوں کا مضحکہ اڑاتی تھیں اور گنوار اور جاہل کہتی تھیں اب وہی بہنیں گہرا رنگ اور کئی کئی چوڑیاں دو رنگی پسند کرنے لگیں۔ غرض جن کاموں کو پہلے وہ ناپسند کرتی تھیں اب انہیں باتوں کی دلدادہ ہونے لگی ہیں۔ اگر کوئی کہہ دیتا ہے کہ اب گہرا رنگ اور دو سے زائد چوڑیاں کیوں پہنتی ہو تو فرماتی ہیں کہ اب ان ہی باتوں کا فیشن ہو گیا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ انہوں نے کسی متمول یا خوبصورت تعلیم یافتہ بہن کو گہرا رنگ وغیرہ استعمال کرتے دیکھ لیا اور اُس کی نقل کرنے لگیں دوسروں کو ذلیل سمجھنا اور ان کی ہنسی اڑانا بہت ہی بری بات ہے میں نے بعض بہنوں کو دیکھا ہے کہ وہ پڑھی لکھی تو کچھ ہوتی نہیں لیکن فیشن پرستی کی وجہ اپنے کو تعلیم یافتہ اور مہذب سمجھ کر ہر کس و ناکس سے گفتگو کرنا باعث توہین ہے فیشن کے اور خیالی تعلیم یافتہ ہونے کے باعث اس قدر مغرور ہیں کہ سلام کرنا تو کجا دوسروں کو سلام کا جواب [illegible]

فیشن

آج کل جس تیزی سے فیشن ترقی کر رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ بنت نئے فیشن رونما ہو رہے ہیں جیسا کسی بہن کو کرتے دیکھا بعینہٖ کر لینے کا نام فیشن ہو گیا۔ عہد گزشتہ میں گہرا رنگ مرغوب تھا لیکن دور حاضرہ میں معیوب ہے پہلے کانوں میں بالیاں پہنی جاتی تھیں لیکن جدید روشنی کے زمانہ میں متروک ہو گئیں کبھی چوڑیاں ہاتھوں میں دو رنگی اور کئی کئی استعمال کی جاتی تھیں اب صرف یکرنگی دو چوڑیوں پر اکتفا ہونے لگا۔ غرض جب کسی بہن کو نئی نیا کام کرتے دیکھا بس وہی سب کرنے لگے اور اسی کا نام فیشن ہو گیا۔ اگر ہلکے رنگوں اور دو دو چوڑیوں پر کسی قدیم زمانہ کی عورت نے خواہ وہ اپنی عزیز ہی کیوں نہ ہوں اعتراض کیا کہ یہ کونسا قاعدہ ایجاد ہوا ہے ہلکے رنگ کی دو چوڑیاں معلوم بھی نہیں ہوتیں کان بالیوں سے خالی برے لگتے ہیں تو بہن صاحبہ فرماتی ہیں کہ جلاہوں کی طرح گہرا رنگ ہم کو پسند نہیں دو سے زائد چوڑیاں استعمال کرنا گنوارپن ہے۔ کانوں میں بالیاں پہننے سے صورت بگڑ جاتی ہے غرض ایسی ایسی مثالیں پیش کرتی ہیں۔ کہ سوال کرنے والی کو خاموش ہونا پڑتا ہے۔ جو بہنیں افلاس کی وجہ سے نہ رسائل کا مطالعہ کرتی ہیں نہ محفلوں میں ساڑھیاں وغیرہ پہن کر نکلتی ہیں اور فیشن کے نام سے بے بہرہ ہوتی ہیں ان کی معاشرت دیکھ کر بہنیں مضحکہ اڑاتی ہیں اور بات بات پر ان کی مثالیں دی جاتی ہیں کہ فلاں بہن کو کپڑے کی تمیز ہی نہیں وہ کیا جانیں رنگ کی مناسبت کسے کہتے ہیں فیشن نہ کسی ملک کا نام ہے نہ شہر کا جہاں سے وہ ایجاد ہو رہا ہے اور نہ اس کا ایجاد کرنے والا کوئی مخصوص انسان ہے۔ بلکہ محض دوسروں کے دیکھے ہوئے کو خود بھی بجنسہٖ کر لینے کا نام فیشن ہے۔ جہاں کسی بہن نے دوسری بہن کو کوئی پسندیدہ کام کرتے دیکھا۔ پوچھا بہن یہ کیا۔ جواب دیا۔ فیشن ہو گیا ہے۔ فیشن کا نام سنتے ہی سب بہنیں اسی کو اختیار کرنے لگیں۔ کسی بہن کو بڑے بندے پہنے دیکھا خیال ہوا فیشن ہو گیا ہو گا بڑے بندوں کا چنانچہ بڑے بندے منگائے گئے کچھ عرصہ کے بعد دوسری بہن کو چھوٹے چھوٹے بندے پہنے دیکھا اب بڑے بندے چھوڑ دیئے گئے کہ ان کا فیشن نہیں رہا محفل میں کسی بہن کے ہاتھ میں گھڑی دیکھی اب بغیر گھڑی کے ان کا محفل میں تشریف لے جانا باعث توہین ہے خواہ حیثیت ہو یا نہ ہو۔ گھڑی ضرور منگائی جائے گی۔ بعض بایسا کرتی ہیں کہ محض فیشن کی وجہ سے اپنے پاس گھڑی نہیں ہوتی تو اپنے شوہر یا بھائی کی لیکر باندھ جاتی ہیں۔

جو بہنیں ٹھیک وقت بھی نہیں بتا سکیں وہ بھی فیشن ایبل بہنوں میں شامل ہونے کی غرض سے پہن جاتی ہیں اور کوئی پوچھ بھی لیتا ہے کہ بہن آپ کی گھڑی میں کیا بجا ہو گا اب بہن کو وقت معلوم ہو تو بتلائیں وہ تو محض دوسری بہنوں کی دیکھا دیکھی پہن آتی ہیں جب کسی کو وقت بتلانے سے قاصر ہوتی ہیں تو وقت معلوم کرنے والی بہن مضحکہ اڑاتی ہیں کہ واہ بہن گھڑی پہننا تو آتی ہے وقت بتلانا نہیں آتا۔ مجھے ایک بہن صاحبہ جو باہر سے تشریف لائی تھیں ملنے آئیں چنانچہ بہن مذکورہ کے دونوں ہاتھوں میں

(بقیہ بر صفحہ ۳۳۲)

روئی کا سارس



سالگرہ نمبر عصمت میں میرا روئی کا خرگوش شائع ہوا ہے چونکہ یہ اس سے مختلف ہے اس میں پھول پتے رنگ کر بنائے جائیں گے اور یہ سینری کشن پر بنایئے یہ کاڑھنے وغیرہ سے بہت آسان ہے امید ہے کہ بہنیں پسند کریں گی۔ پہلے اس نقشہ کو عنابی ساٹن پر اُتار لیجئے۔ اور سارس کو حسب نقشہ روئی کا کاٹئے اور تھوڑی روئی ہلکی گلابی اور کچھ گہری سبز اور پانی کے لئے ہلکی آسمانی رنگئے اور اسے سائے میں خشک کر لیجئے اب گلابی روئی کے تو مثل نقشہ کے پھول کاٹئے اور سبز کی پتیاں۔ پھول پتیاں کاٹنے کے بعد اُس کے نیچے اور تھوڑی تھوڑی سفید روئی رکھ دیجئے پھول کے بیچ میں یعنی زیرہ زرد روئی کا رکھئے بیچوں میں نیس وہاں روئی کی بٹ کر بہت صفائی سے لگا دیجئے اور سبز کی ڈال کاہی رنگ کی کاٹئے۔ اب ساٹن پر آسمانی روئی کو بہت ہلکے سے پانی کی جگہ پر چپکا دیجئے۔ اور اس میں جو پتیاں ہیں

وہ بھی روئی کی بناکر گوند سے چپکا دیئے. سارس کے پیٹ میں ،، نشان کالی روشنائی کے قلم سے بنایئے اور چونچ بھورے رنگ سے آنکھ نیلے رنگ اور ٹانگیں زرد رنگ سے ہلکے ہلکے رنگ دیجئے اس کے بعد سارس کے بیچ میں گوند لگاکر پانی میں ساٹن پر چپکا دیجئے اور پھول جو بنے رکھے ہیں ذرا ذرا سا گوند لگاکر حسب نقشہ چپکائے ادہر کا چھوٹا پھول بھی سبز رنگ کی روئی سے بنایا جائے گا اب یہ سینری تیار ہے ساٹن میں استر لگا کے کشن پر چڑہا دیجئے یہ کشن کرسی پر کھڑا رکھنے والا رہے گا بیٹھنے سے پھول پتیاں دب جائیں گی. اور خوشنا نہیں معلوم ہوں گی. روئی کے پھول پتے اگر بہت صفائی سے بنائے تو مثل قدرتی پھولوں کے معلوم ہوتے ہیں ایک ہی مرتبہ کے بنانے سے پھر ہر طرح کے پھول بنانا سمجھ میں آجاتا ہے. اس میں کسی قسم کے ریشم وغیرہ کی ضرورت نہیں پڑتی ہے.

قمر جہاں بلکھیم پور کھیری

تارکشی کا پھول

یہ سات عدد فی چھ چھ دھاگوں سے نکالیں.

یہ تین عدد بھی چھ چھ دھاگوں سے نکالیں.

یہ پھول تارکشی سے بنائیں اور یہ پھول ان تین فی چھ چھ دہاگوں والی لڑیوں پر بنتا ہے جبکہ تمام کنارہ بننے کے بعد بہت خوبصورت اور خوشنما معلوم ہوگا. بیچ میں جس طرح دہاگے ڈالے گئے ہیں. ڈالیں. ان دھاگوں کا بھی پھول سے تعلق ہے. جیسے دھاگے نمبر ۱ - ۲ - ۳ و ۴ پھول سے جاکر مل جاتے ہیں.

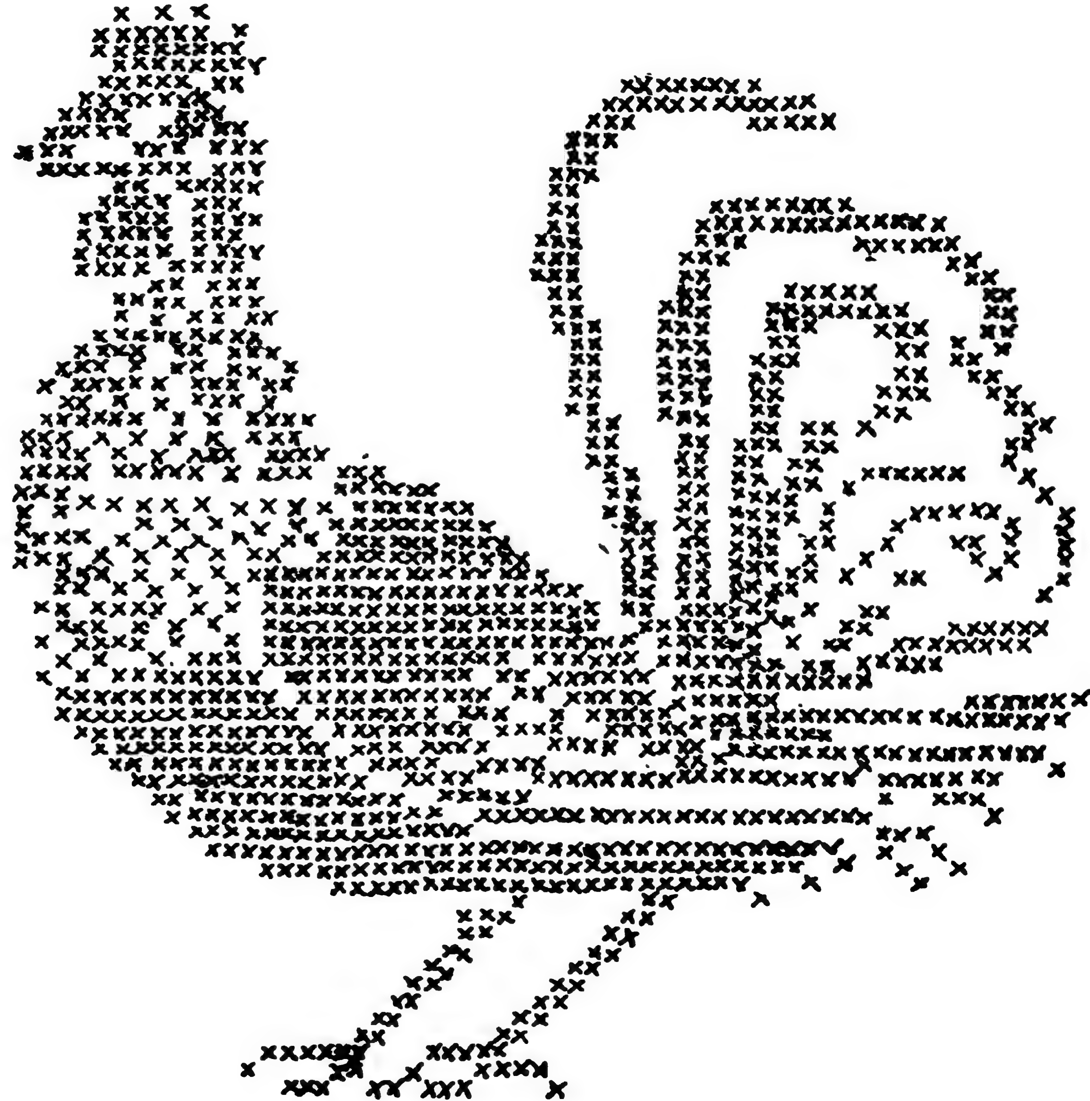
سلطانہ بانو

کراس اسٹیچ کا مُرغ

یہ مرغ مالٹی کلاتھ یا اور کسی کپڑے پر رنگین تاگوں سے کاڑھیے۔ آئینہ پوش یا چیر کلاتھ کشن وغیرہ پر نہایت خوش نما دکھائی دے گا۔

ڈی۔ ایم۔ سی (۸) نمبر کا تاگا استعمال کریں تو بہتر ہو گا۔

آر۔ بی۔ بنگلور



خانہ داری

جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے۔

حسن و صحت

محققوں نے ثابت کر دیا ہے کہ گوشت پوست کی بیماریاں خون کی گردش کی خرابی اور نظام عصبی کی فاسد مادے باہر پھینک دینے کی ناقابلیت کی بدولت پیدا ہوتی ہیں۔ بیماری پریشانی حسن کی بربادی پھیکا رنگ روپ زرد کھال بالوں کا گرنا جوش و ولولہ کا کم ہو جانا اکثر حالات میں نامکمل یا بے ترتیب گردش خون کے باعث پایا جائے گا۔ کیونکہ جب گردش خون سست ہو اور نظام عصبی فاسد مادے مناسب طور سے خارج کرنے میں ناکام رہے تو جسم کے ہر فعل میں سخت نقص واقع ہوتا ہے۔

اگر کوئی حسن و صحت کو اعلیٰ ترین درجہ پر قائم رکھنا چاہے تو اُس کے جسم کی بدررو کا نظام چست و کار آمد ہونا چاہیئے تاکہ تمام فاسد مادے خارج ہو جائیں اور کوئی مسام رُکا ہوا یا بند نہ ہو۔ آنتیں گردے پھیپھڑے جلد حتی کہ کل گردش خون کا نظام چستی و تیزی سے مصروف عمل ہو۔ صحت و حسن کے لئے جسم کے مختلف حصوں میں ایک مسلسل اور ممتد تدبیر کے مطابق مستقل اور باقاعدہ فعل کی ضرورت ہے۔ تمام دنیا جسم کو مضبوط کرنے، جلد کو صاف گلابی اور تندرست بنانے اور جسم کے ہر حصہ ریشہ اور پٹھے میں گردش خون کو یکساں رفتار رکھنے کے لئے عاقلانہ ہوشمندانہ اور باصول ورزش اور مالش کی طرف مائل ہو گئی ہے۔

حقیقی حُسن تندرست جسم کا قدرتی عطیہ ہے اور ہر عورت ہر نس رگ اور پٹھے میں خالص خون کا پُر زور دورہ رونما کرنے کے لئے ورزش کا روزانہ دستور العمل قائم کر کے اور جلد بال آنکھوں ناخنوں وغیرہ کی احتیاط کے لئے صحت بخش عادات اختیار کر کے جلد بالوں آنکھوں کی خوشنمائی یا جسم کی ہمواری قائم رکھ سکتی ہے یا دوبارہ حاصل کر سکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قدرتی عطیوں کے قیام و دوام کے لئے آپ کو اپنی خدا داد عقل کو کام میں لانے کی ضرورت ہے جسے محض سستی یا جسم کو لچکدار رکھنے اور جلد کو تازہ صاف اور تندرست رکھنے کی جدوجہد کے مناسب طریقوں کی ناواقفیت کی بدولت نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

بشرہ کی خوبی اور جوانی جلد کی لچک پر منحصر ہے۔ اس موقع پر یہ خوب سمجھ لیجئے کہ زیادہ عمر کی ملائم ڈھیلی اور پھولی ہوئی یا خواب غفلت سے خراب شدہ جلد اور جوانی کی جاندار اور رنگدار جلد میں بڑا فرق ہے۔ یہ جانداری اور خوشنمائی روزانہ احتیاط کی بدولت قائم رہتی ہے جس سے خون کی گردش میں تیزی آتی ہے۔ اور اُس کی وجہ سے پٹھوں کو غذا پہنچتی اور طاقت حاصل ہوتی ہے۔

مندرجہ ذیل ورزش جسم کے تمام پٹھوں کو حرکت میں لا کے مناسب گردش خون پیدا کرنے اور فاسد مادے خارج کرنے میں معاون ہوتی ہیں۔

(۱) دونوں پاؤں پر بوجھ ڈال کے کھڑی ہو جائیں۔ ایڑیاں ملالیں اور بانہیں پہلو میں کر لیں آہستہ آہستہ اندر کو سانس لیں اور گھٹنوں کو آگے کو موڑتے ہوئے اور بانہوں کو باہر کندھوں کے برابر لاتے ہوئے نیچے جھکیں۔ ہتھیلیاں پیچھے کی طرف رکھیں۔ سانس کو باہر نکالتے ہوئے کلائی کو فوراً موڑ کے ہتھیلیاں اوپر کو کر لیں اور آہستہ آہستہ سیدھی کھڑی ہو جائیں۔ اُسی وقت بازوؤں کو سر کے اوپر کھڑا کر لیں۔ ہتھیلیاں آگے کو رکھیں اور بانہوں کو باہر اور نیچے کو کندھوں کے برابر ایسا کریں گھماتی رہیں اور ہر حرکت کے آخر میں ہتھیلیوں کو باہر کی طرف دھکیلتی رہیں۔ پانچ سے دس مرتبہ تک ایسا کریں۔

(۲) پنجے کے بل کھڑی ہو جائیں۔ بانہوں کو اس طرح جسم کے آگے ایک طرف ڈھیلا لٹکائیں کہ ہاتھوں کی پشت باہم ملی رہے۔ بانہوں کو

اوپر کی طرف ہاتھوں کی پشت اسی طرح ملائے ہوئے سینہ کے برابر تک اُٹھائیں۔ بانہوں کو اُٹھائے جائیں حتیٰ کہ سر کے اوپر بالکل سیدھی کھڑی ہو جائیں۔ اور ہتھیلیاں باہم مل جائیں۔ بانہوں کو آہستہ آہستہ باہر کی طرف نیچے کو کندھوں کے برابر تک گھمائیں اور ہتھیلیوں سے پیچھے کو اس طرح دھکیلیں گویا کوئی وزن ہٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ساتھ ساتھ ایڑیوں کو نیچا بھی کیا جاتا رہے۔ بانہوں کو اُٹھاتے وقت آہستہ سے سانس اندر کو لیں۔ اور نیچے کو لاتے وقت سانس باہر نکالیں۔ قائم مزاجی کے ساتھ مسلسل حرکت سے دس مرتبہ یہ ورزش کریں۔ ہر ورزش کے شروع میں پنجہ کے بل کھڑی ہوں اور آخری حصہ میں ایڑیاں جھکاتی جائیں۔

پیانو کی احتیاط

ولایتی سارنگی ضرر رساں نم سے آسانی سے محفوظ رکھی جا سکتی ہے لیکن پیانو کو بہت سی خرابیوں سے بچائے رکھنا ذرا فکر طلب کام ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اسے باہر کی دیوار سے لگا کر ہرگز نہ رکھیں۔ نہ اُسے ہوا کی زد میں یا کھلی ہوئی کھڑکی کے قریب یا آگ سے بہت قریب رکھیں۔ روشنی سے اس کے پردوں کو بچائے رکھنا بھی خراب ہے کیونکہ وہ پیلے پڑ جاتے ہیں۔ لیکن اسے ہمیشہ کھلا اور بے غور رکھنا بھی اتنا ہی بُرا ہے۔ اس پر پورا پورا آ جانے والا ایک غلاف ہونا چاہیئے جسے رات کے وقت اس پر چڑھا دینا چاہیئے کسی پیانو ساز کو مقررہ توقف کے بعد اس کے دیکھنے پر مامور کر دینا چاہیئے۔ وہ دیکھ کے بتاتا رہے گا کہ فلاں چیز کی طرف فوری توجہ کی ضروری ہے۔ کسی اناڑی یا سستے پیانو ساز سے کام لینا یا اُس وقت اس کی طرف توجہ دینا جب کوئی پردہ بے سر آواز دینے لگے غلط کفایت شعاری ہے۔ پیانو بجتے رہنا چاہیئے۔ انگلیاں وعب دعب رکھنے کی بجائے احتیاط و ہوشیاری سے رکھنی چاہئیں۔ اسے بالکل بند رکھنا اور نہ بجانا اس کے لئے سخت مضر ہے۔ اُس کا سُر جاتا رہتا ہے۔ اس کے پردے چھونے سے سخت اور بھاری معلوم ہونے لگتے ہیں۔ یہ ہدایات ہارمونیم وغیرہ کے معاملہ میں بھی یکساں کارآمد ہیں۔

لباس نیا کرنا

رنگین ریشمی شلوکہ کا بے احتیاطی سے دھونے کی وجہ سے رنگ پھیکا پڑ گیا ہو تو اُسے اپنے اپنے اصلی رنگ کے قریب قریب لایا جا سکتا ہے۔ اسے صابن کے چھلکوں کے جھاگوں میں دھوئیں۔ اتنے ٹھنڈے پانی میں تقریباً ایک آنہ کی ٹارٹرک ایسڈ مل کریں جس میں کپڑا ڈوب جائے۔ بعد میں کپڑا اچھی طرح کھنگال دیں۔

شام کو پہننے کا سیاہ ریشمی لباس بھدا اور خراب ہو گیا ہو تو ایک برتن میں تیز سیاہ قہوہ ٹھنڈا پانی بھر لیں۔ لباس ایک میز پر پھیلا دیں اور صاف اسپنج سے قہوہ کا پانی سارے کپڑے پر ملیں۔ جب نیم خشک ہو جائے تو اُلٹی طرف سے استری کر دیں۔

ٹویڈ کا سوٹ نیا کرنا ہو تو گھر کا معمولی سفید آٹا (ایسا آٹا نہ ہو جس میں خود بخود جلد خمیر اُٹھ آتا ہو) اور نمک مساوی تعداد میں ملائیں اور ایک برتن میں رکھ کے تنور میں بالکل خشک کر لیں۔ پھر اُسے ایک رکابی میں باریک چھان لیں۔ کسی لکڑی کی میز پر صاف کاغذ پھیلا کے لباس پھیلائیں۔ ٹویڈ یا سفید فلالین کے صاف ٹکرے کو اس مرکب سے لگا لگا کے کپڑے پر ملیں۔ جب صاف ہو جائے تو کھلی ہوا میں خوب جھٹکیں۔ جو آٹا نمک لباس پر لگا رہ جائے اسے کسی ستھرے برش سے صاف کر دیں۔ کسی نمدار کپڑے پر لباس رکھ کے گرم گرم استری پھیر دیں۔

میں نے جانا کیسے

شوربا بگاڑ دیا جب ذرا سی بے توجہی سے دیگچی میں داغ لگ گیا۔ لیکن میں نے اسے دوسری دیگچی میں ڈال کے ایک بڑے آلو کے قتلے اور تھوڑا سا لیموں کا چھلکا اس میں ڈال دئے۔ اُسے ذرا دیر احتیاط سے آگ پر پھر پکایا۔ پھر تو یہ ایسا ہی عمدہ ہو گیا جیسا ہونا چاہیئے تھا۔

اپنا جوتہ بارش اچانک آ جانے اور پانی میں مجبوراً پھرنے کی وجہ سے خراب کر دیا۔ لیکن میں نے خوب ٹھونس ٹھونس کے اس میں اخبار کے ٹکڑے بھر دیئے اور جوتوں کو آہستہ آہستہ خشک ہونے دیا۔ اس طرح ساری نمی چمڑہ خراب کئے بغیر بالکل جذب ہو گئی۔

تین پاؤ کے قریب اچھا خاصہ دودھ رات بھر یونہی رکھ کے خراب کر دیا۔ لیکن میں نے اس پھٹے ہوئے دودھ کا مزیدار پنیر بنا لیا ہے۔

ایک ململ کی تھیلی سی بنا کے اس میں رکھدیا اور ایک برتن کے اوپر اُسے لٹکا دیا اور اُس میں سے پانی ٹپکتا رہا۔ ۲۴ گھنٹے بعد میں نے اس میں تھوڑا سا نمک ملا دیا اور اُسے دو رکابیوں کے بیچ میں رکھ کے خوب بھینچا۔ وہ اُسی وقت کھانے کے قابل بن گیا۔

ضرورت سے زیادہ لیموں خراب ہونے کے لئے خرید لئے۔ لیکن میں نے انہیں ٹھنڈے پانی کے برتن میں رکھدیا اور روزانہ بلاناغہ پانی بدل دیا۔ اس طرح عرصہ تک لیموں اچھی حالت میں رہ سکتے ہیں۔

میوے کا رس اپنے لباس پر گرا کے خراب کر دیا۔ لیکن میں نے داغ والے حصہ کو ایک برتن پر تان دیا۔ اُسے گیلا کر کے اس پر پسے ہوئے سہاگہ کی موٹی تہہ لگا دی اور مدور صورت میں خوب رگڑا اور پھر اوپر سے ٹھنڈا پانی ڈال دیا۔ پھر حسب معمول دھونے سے سارا داغ جاتا رہا۔

اپنے بہت دنوں سے استعمال ہونے والی چار کی پیالیوں کے اندر بدنما زرد دھبوں کو قائم کر دیا ہے۔ لیکن میں نے معمولی نمک سے اُنہیں گیلا کر کے خوب ملا اور دیکھا کہ دھبے سب کے سب جاتے رہے!

خانگی ٹوٹکے

چھریوں چاقوؤں سے دھبے دُور کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ بھربھرے پتھر کا باریک چورا اور کاربونیٹ آف سوڈا دھونے کے فوراً بعد اور سوکھنے کے قبل ملیں۔ کسی برتن میں دونوں چیزیں مساوی مقدار میں ملا کے باورچی خانہ میں موجود رکھیں۔ یہ سفوف بڑے کام کی چیز ہے۔

مٹر اگر ایک دو دن کے باسی ہو جائیں جس پانی میں اُنہیں بھگوئیں تو ½ پانی میں مصری یا بورا کی ایک چمچہ کے حساب سے ڈالدیں۔ اس سے وہ خوش ذائقہ ہو جاتے ہیں۔

اور مائع اشیا کے مقابلہ میں دودھ میں جلد اُبال آجاتا ہے۔ کوئی ایسی چیز پاس ہی رکھ لی جائے جس سے حرارت اعتدال پر آجائے تو بڑا آرام رہتا ہے جیسے پانی ٹھنڈی جگہ میں رکھا ہوا بڑا چمچہ کیونکہ اُس کے دودھ میں پڑتے ہی حرارت اس قدر کم ہو جاتی ہے کہ اُبال بیٹھ جاتا ہے۔ اس کے بعد دیگچی آسانی سے بلا کسی گھبراہٹ کے نیچے اُتاری جا سکتی ہے۔

۵ گرین پھٹکری کا سفوف، دس گرین خوشبودار سرکہ اور دس گرین گلیسرین ملا کے دوا تیار کریں۔ بھڑ وغیرہ کے کاٹے پر لگانے سے آرام آجاتا ہے۔

مٹی وغیرہ میں کام کرنے یا پالش وغیرہ کرنے سے پہلے ہاتھوں میں کولڈ کریم مل لینے سے گندگی جلد کی کہیں تڑخی ہوئی جگہ میں گھسنے نہیں پاتی۔

کرسیوں کی بید ڈھیلی ہو جائے تو گرم پانی میں صابن ملا کے پہلے اُوپر اور بعد میں نیچے ملیں اور کھلی ہوا میں سکھالیں۔ بید نئی کی طرح تن جائے گی۔

سفید پالش دار میز وغیرہ کو صاف کرنے کے لئے یہ مرکب بنالیں۔ چھ چمچے کلورائڈ آف لائم نصف پونڈ نرم صابن اور نصف پونڈ بالو ریت (سلور سینڈ) باہم ملالیں اور کسی رگڑنے کے برش سے لگائیں۔ اور بعد میں خوب دھا دیں۔ تاکہ ریت اور صابن کا نشان نہ رہے۔

کسی گلاس میں آدھا ایپسم سالٹس epsom Salts ڈال کے گرم پانی بھر دیں اور اُسے حل ہو جانے دیں۔ جب پانی ٹھنڈا ہو جائے تو روئی سے چہرہ پر لگائیں۔ اس سے چہرہ میں تازگی اور سفیدی آجائے گی۔ یہ نمک خشکی کرتا ہے اس لئے بعد میں کوئی روغنی کریم ضرور لگائیں۔

محمد ظفر

بریانی

عصمت مئی جون میں بریانی کی ترکیب پڑھ کر بہنوں کی خواہش کا خیال کرکے میں بھی ایک ترکیب لکھتی ہوں۔
ہمارے یہاں حسب ذیل ترکیب سے بریانی پکتی ہے جو نہایت لذیذ ہوتی ہے۔ گوشت چکنا عمدہ دو سیر چاول پُرانے مہین ایک سیر گھی ڈیڑھ پاؤ پیاز پاؤ سیر لہسن آدھ پاؤ ادرک آدھ پاؤ دودھ پاؤ سیر دہی آدھ سیر زعفران تین ماشہ لونگ دو ماشہ دارچینی چار ماشہ الائچی دو تولہ لیموں چار عدد سرخ مرچ کی سفوف دو تولہ سبز مرچ پودینہ کوتھمیر حسب انداز کچی پپیتے کی چند پھانکیں گوشت گلنے کے لئے نمک حسب ذائقہ۔

اول لہسن ادرک کچی پپیتے کی چند پھانکیں چھلوا کر پسوا لیں بہت باریک پھر آدھی دارچینی آدھی الائچی کو خشک پسوا لیں زعفران کو پانی کے ساتھ بہت باریک پسوا لیں لیموں کا عرق لے کر چھان کر ڈالیں سبز مرچ سالم چیر کر ڈالیں پیاز کو سب کتر کر گھی میں تل لیں جب سُرخ مائل ہو جائے تو گھی سے نکال کر الگ رکھ دیں کوتھمیر پودینہ کو باریک کتر کر رکھ لیں اب گوشت اچھی طرح صاف کرکے ایک بگونے میں رکھ کر اس میں تھوڑا نمک اور پسی ہوئی کچی پپیتے ڈال کر ملائیں۔ بعد ڈھکنا ڈھانک دیں تھوڑی دیر کے بعد پھر اس گوشت میں پسی ہوئی ادرک لہسن خشک دارچینی الائچی دہی سبز مرچ سُرخ مرچ کوتھمیر پودینہ تھوڑی زعفران ڈال کر کفگیر سے کم از کم آدھ گھنٹہ ہلائیں ایک کشادہ دیگچے میں اپنا پانی ڈالیں کہ چاول ابل کر پانی کافی بچ جائے اور چولھے پر رکھتے وقت ایک مٹھی نمک ڈال لینا باقی جو دارچینی الائچی سالم ہے وہ ڈال دیں جب پانی کو جوش آئے چاول دھوکر چھوڑ دیں جب ایک کنی باقی رہے فوراً پسا لیں چاول پسانے کے لئے چنگیری پہلے ہی کسی ایسے برتن پر رکھیں کہ پانی بخوبی نتھر سکے جس دیگچے میں چاول پکائے تھے اسی میں گوشت ڈالیں اوپر سے چاول ڈال کر عرق لیموں تلی ہوئی پیاز گھی ڈال کر دودھ زعفران چھڑک کر منہ پر آٹا لگا کر ڈھکنا ڈھانک دیں دیگچہ چولھے پر رکھ کر آنچ دیں دیگچہ چولھے پر رکھتے وقت ایک چھوٹا سا پتھر اس کے ڈھکنے پر رکھ دیں تاکہ اچھی طرح سے اس کا منہ بند ہو جائے جب گوشت کا پانی سوکھنے کی پہچان یہ ہے کہ پانی کی آواز بند ہو جاتی ہے اور گھی کی آواز آنے لگتی ہے تھوڑی دیر کے بعد کھولیں نوش فرمائیں نہایت مزے دار عمدہ بریانی تیار ہے۔ خیال رہے کہ دیگچہ اور چولھا کشادہ ہو اور چاول پساتے وقت زیادہ نہ گلیں بلکہ اوپر آتے ہی نتھار لیں ورنہ بریانی نرم ہو جائے گی مرغ کی بریانی بھی اسی طریقہ سے پکائی جاتی ہے جس کو مرغ پلاؤ کہتے ہیں۔ یہاں خاص و عام میں یہی بریانی زیادہ پسند کی جاتی ہے۔ ترکیب سینکڑوں مرتبہ کی آزمودہ ہے۔

دل آرا سکندر آباد دکن

سیر بین

مرد و عورت کی خصوصیات

دنیا میں جس قدر عجیب اور نتیجہ خیز کام ہوئے ہیں اُن میں کافی حصہ کنواری عورتوں کا ہے چنانچہ تاریخ سے سات ایسی مثالیں ملتی ہیں (۱) فورنس نائٹ انگیل۔ اس نے موجودہ زمانہ کی رواج یافتہ تیمارداری کا سلسلہ اُٹھایا (۲) کلارا برٹن۔ صلیب احمر کی بنا اسی نے رکھی۔ (۳) جین ایڈمس۔ مشہور مجلسی کارکن عورت (۴) کرسٹابل پنکھرسٹ۔ موجودہ زمانہ میں جو حقوق انگریز عورتوں کو ملے اسی کی بدولت ملے۔ (۵) سوسن انتھونی۔ امریکہ میں عورتوں کے حقوق کی جدوجہد کی اسی نے سپہ سالاری کی۔ (۶) میری لون۔ امریکہ میں تعلیم نسواں اسی کی مرہون منت ہے۔ اس کی بدولت وہاں کا مشہور زنانہ کالج قائم ہوا۔ (۷) ملکہ الزبتھ انگلستان والی۔

اگر عورت شادی کرنا چاہے تو وہ آزاد ہے۔ اُسے کون روک سکتا ہے مگر کنواری رہنا ایک بڑا کام ہے۔ اس میں قوت ارادی کی مضبوطی کی ضرورت ہے۔ دوسری شادی بہت پُرحسرت ثابت ہوتی ہے۔ اسی میں اصلی محبت پیدا ہوتی دیکھی گئی ہے۔ عورتیں ایسے ولولے اور خوشی کی دلدادہ ہوں۔ جیسے کسی دعوت نامہ یا کھیل تماشہ سے میسر ہوتی ہے اور وہ شوہر میں مردانگی اور بہادری کی اعلیٰ صفات دیکھنا پسند کرتی ہیں۔ ادھیڑ عورت معمولی درجہ کے آرام اور رفاقت پر قناعت کر جاتی ہے۔

بڈھے مرد ایسی عورت کو پسند کرتے ہیں جو اُن کی خود بین یا خودستائی کی تائید کرے۔ اور جوان کی خوشامد کر سکے اور بچہ کی طرح کھلا سکے۔ آج کل کے نوجوان خوبصورتی تندرستی موزوں جسم اور وسائل و روپیہ والی بیوی کو پسند کرتے ہیں۔

جنگ طرابلس کی یاد

جب اطالیہ نے اپنی گمنامی کی حالت میں موقع دیکھ کے اور دول یورپ کی شہ پا کے طرابلس پر اس طرح ڈاکہ ڈالا جیسے اب اُس نے حبش پر چھاپا مارا تو یورپ کی طاقتوں کو اس کا خواب و خیال بھی نہ تھا کہ فتح طرابلس تھوڑے ہی عرصہ بعد بحیرۂ روم میں اطالیہ کا اس قدر بڑھا دے گی کہ شیر انگلستان کے رونگٹے بھی اس کے خوف سے کھڑے ہو جایا کریں گے۔ اور وہ اس کی چھیڑ خانیوں کو بڑے حلم و بے بسی سے برداشت کرے گا۔ اُس زمانے کے ایک واقعہ سے اس ملک کی تہذیب کا اچھا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ جنگ طرابلس شروع ہونے سے پہلے شہر طرابلس کے قریب کے مغربی زاویکیہ جو حاکم بنایا گیا تھا۔ اس کا نام جلبی آفندی تھا۔ جب اطالویوں نے ترکوں سے معاہدہ لوزان کرکے طرابلس کو نام نہاد آزادی دیدی تو ترکی سپاہ اور فوجی افسر وہاں سے چلے آئے مگر مجاہدین عرب برابر اطالوی دشمن سے لڑتے رہے لیکن طرابلس کے کچھ آدمیوں نے اطالوی دغل فصل کا شکار ہو کے اطالیہ کی اطاعت کر لی ان میں جلبی بھی تھا۔ اُسے یقین دلایا گیا تھا کہ اطاعت قبول کر لینے کی صورت میں اسے اس عہدہ پر بحال رکھا جائے گا اور ترکوں کی مقررہ تنخواہ سے دُگنی تنخواہ دی جائے گی۔ ایک روز وہاں کی مقیم اطالوی جمعیت کے ایک افسر کی نظر ایک خوبصورت طرابلسی لڑکی پر پڑی۔ وہ دیکھتے ہی اس کا کلمہ پڑھنے لگا۔ تلاش سے پتہ چلا کہ وہ اس جلبی کی بہن ہے۔ وہ اُسی وقت جلبی کے پاس گیا اور اُسے اس کی بہن سے شادی کرنے کا پیام دیا۔ جلبی نے یہ کہہ کے انکار کر دیا کہ کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی غیر مسلم سے جائز نہیں۔ فوجی افسر نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو تم مسلمان کیوں عیسائی عورتوں سے شادی کر لیتے ہو۔ اگر تم نے رضامندی سے اپنی بہن کی شادی مجھ سے نہ کی تو میں زبردستی اُسے اپنی بیوی بنا لوں گا۔ یہ کہہ کے اس نے جلبی کو بہت ڈرایا دھمکایا۔ جلبی نے اطالوی وزارت جنگ کو برقی پیام کے ذریعہ شکایت کی۔ ایک ہفتہ بعد وزارت سے

اطالوی سپہ سالار اعظم کو اس مضمون کا بھی پیام پہنچا۔ کہ جس طرح ایک مسلمان کو مسیحی عورت سے شادی کرنا جائز ہے اسی طرح مسیحی کو مسلمان عورت سے شادی کرنا بھی جائز ہونا چاہیئے۔ یہ خبر آگ کی طرح اس زاویہ میں پھیل گئی۔ اور باشندوں میں کھلبلی مچ گئی۔ بہت سے عربوں نے احتجاج کے طور پر جلسہ کیا مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ بالآخر ملبی اپنی بہن کے نکاح پر مجبور ہوگیا۔ جب اس ناجائز نکاح کے لئے لوگ جمع ہوئے تو لڑکی کے ایک چچا زاد بھائی نے برسر مجلس کہا کہ یہ نکاح ہمارے مذہب میں ناجائز ہے اور میں اس کی سخت مخالفت کرتا ہوں۔ یہ سن کے اطالوی افسر نے اُسے مجلس سے نکالنا چاہا مگر نوجوان نے جوش میں آ کے اُسے وہیں گولی سے ٹھنڈا کردیا دوسری گولی سے اُس نے ملبی کو جام موت پلایا۔ اس کے بعد اُس نے اپنے چچا کی بیٹی کو پکڑ کے گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھالیا اور دونوں ٹیونس میں جا پہونچے۔ جب گھوڑے سے اُترے تو لڑکی نے اُس کے ہاتھوں پر بوسہ دیا اور کہا کہ خدا تیرا بھلا کرے تو نے اپنی عربی غیرت اور حمیت کو کام میں لاکے مجھے اس نامبارک نکاح سے بچالیا۔ یہ واقعہ عربی اخبار الشعب میں نکلا تھا۔

ترکی عورت کی بہادری

جنگ عظیم میں ترکوں کی جانب سے میجر عائشہ خانم نے شاندار فوجی خدمات انجام دی تھیں۔ وہ چھ برس کی ہی تھی کہ اُس کے باپ کا انتقال ہوگیا۔ دس سال کی عمر میں ماں بھی اُس کے باپ سے جا ملی۔ بارہ سال کی عمر میں اس کی شادی مصطفےٰ نوری ایک فوجی سے کردی گئی۔ کچھ عرصہ بعد اُس نے جام شہادت نوش کیا اس وقت اس کی عمر ۱۹ سال کی تھی اور گود میں دو برس کی بچی تھی۔ اُس نے ارادہ کرلیا کہ میں بھی اپنے شوہر کے نقش قدم پر چل کے اُس سے جا ملوں گی۔ اُس نے عرضی پیش کی مگر محکمۂ حرب نے اُسے نامنظور کردیا۔ اُس کے شوہر نے اُسے شادی کے بعد دو نہایت نفیس اور جواہرات جڑے بندے نذر کئے تھے۔ انہیں اُس نے ۶۰ پونڈ میں فروخت کرکے ۵۰ پونڈ کی ایک جرمنی کی بندوق خریدی اور فوجی لباس پہن کے دائرہ حرب میں گئی کہ مجھے اسی وقت میدان جنگ میں بھیجدیا جائے چنانچہ اس کی خدمات فوراً قبول کرلی گئیں۔ اور قلعۂ چناق کے میدان میں اُسے بھیجدیا گیا۔ وہاں اُس نے بڑی جان فروشی کا ثبوت دیا۔ چنانچہ اُسے اول باشی یعنی کارپول بنادیا گیا۔ جنگ کے ملتوی ہونے پر وہ سمرنا چلی آئی۔

یونانیوں کے خروج پر وہ بھاگ کے آیدین چلی گئی۔ اور وہاں اُس نے چھوٹے چھوٹے جتھے قائم کئے۔ چنانچہ رفتہ رفتہ ان جتھوں میں تین ہزار فدائی جمع ہوگئے۔ اس نے اب یونانیوں سے جنگ شروع کردی۔ ایک روز اُس نے اپنے چند سپاہیوں کو لے کے ایک یونانی دستہ پر حملہ کیا اور ایک یونانی کو اُس نے خود گرفتار کرلیا۔ اُس پر اُسے یوزباشی (کپتان) کا درجہ دیا گیا۔ بعد ازاں سقاریہ کے میدان میں وہ شریک ہوئی اور بعد میں اُسے بنباشی (میجر) کا رتبہ عنایت کیا گیا۔

انور پاشا دربار رسولؐ میں

ایک یورپین صورت کا آدمی مدینہ میں ریل سے اترا۔ باب عنبری کے سامنے علما، مشائخ اور مدینہ کے سردار صف باندھے کھڑے تھے گویا انہیں اُس شخص کے آنے کی پہلے سے خبر تھی۔ گورا چٹا جوان، منڈی ہوئی ڈاڑھی، عقربی آدھی منڈی ہوئی مونچھیں۔ ریل سے اترتے ہی اس شاندار وردی والے نے ہاتھ باندھ لئے۔ اور حرم پاک کی جانب گردنِ ادب جھکادی۔ کسی سے ہاتھ ملایا نہ کسی کی طرف گوشۂ چشم کی۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی آفت زدہ اسیر غم ہے جو رہائی کی فریاد کرنے کسی زبردست بادشاہ کے حضور میں جارہا ہے!

کس غضب کا نظارہ تھا، بدن میں پھریریاں آتی تھیں، ہر طرف عمامے اور جبے نظر آتے تھے، اسلام کی شان کا ایک خاموش منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔ یہ شخص گردن جھکائے ہاتھ باندھے کرچ کمر میں لٹکائے آہستہ آہستہ سب کے آگے تھا اور اُس کے پیچھے پیچھے مدینہ والے اور علما، مشائخ تھے۔ سب چپ چاپ چل رہے تھے۔ یہ کون شخص تھا؟ کیا اس زمانہ کا نپولین مسلمان ہو کے یہ ادا دکھانے

کے لئے آیا تھا جو کلیجہ کو پاش پاش کئے دیتی تھی وہ ادا کیا تھی؟ وہ اپنے آقا حضور مقبول محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں غلاموں اور بیکسوں کی طرح ڈرا ہوا، سہا ہوا جا رہا تھا!

جب یہ یورپین باب السلام پر پہنچا۔ جھک گیا اور چوکھٹ پر سر ٹیک دیا۔ کرچ کمر سے نکال کے وہیں ڈال دی اور زار و قطار رونے لگا! اس کے بعد حرم میں داخل ہوا۔ وہاں بھی اُس نے جالی کے سامنے بہت ادب اور عاجزی سے بوسہ دیا اور روتا رہا۔ سلام سے فارغ ہو کے وہ اپنی خوابگاہ پر واپس ہو گیا اور سب لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور ہزار اشرفیاں غریبوں میں تقسیم کیں۔ کسی یورپین سے اس قسم کے شاندار شاہانہ عمل کا ظہور حیرت خیز تھا۔ اُس کے چلے جانے کے بعد وہاں کا عملہ عرصہ تک غریبوں کو مفت روٹیاں تقسیم کرتا رہا۔

آخر یہ شخص کون تھا؟ انور! انور پاشا!! جس کا نام سنتے ہی بدن میں محبت و عزت کی لہریں دوڑنے لگتی ہیں، جو بات آج تک مصطفےٰ کمال کو حاصل نہیں ہوئی۔ ناظرین عصمت نے بھی عنوان دیکھ کے سب سے پہلے اسی کو پڑھنا شروع کر دیا۔

یہ جنگ یورپ کے شروع شروع کا ذکر ہے۔ اور ایک ہندی مہاجر نے یہ حالات دہلی کے ایک روزنامہ اخبار کو لکھے تھے۔
شریف مکہ کی غداری کا کسی کو اس وقت علم بھی نہ تھا۔ اُس کا بیٹا فیصل استقبال کے لئے پلیٹ فارم پر موجود تھا اور نہایت ادب سے انور پاشا کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

یہ وہی بہادر تھا جس نے جنرل ٹاونشنڈ کے ہتیار رکھتے وقت کہا تھا۔ آپ لوگ آج سے اعلیٰحضرت سلطان المعظم کے معزز مہمان ہیں!! اس سلوک کا یہ اثر تھا کہ ٹاونشنڈ مرتے مرگیا ترکوں کی بہادری اور شرافت کے گیت گاتا رہا۔

۱۸۹۲ء کی جنتری

کانپور کے منشی رحمت اللہ صاحب رعد مرحوم نے اپنی بڑی جنتری ۱۸۹۰ء سے نکالنی شروع کی۔ یہ اپنی طرز کی نرالی جنتری تھی۔ اس میں دلچسپ مضامین درج ہوتے تھے جو بعد میں طرح طرح کے ہوتے چلے گئے۔ اتفاق سے نانا منشی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کے کاغذوں میں ۱۸۹۲ء کی ایک جنتری نکل آئی جس میں کئی عجیب باتیں نظر آئیں۔ نجوم کا حساب اگر درستی سے پھیلایا جائے تو نتائج عام طور سے صحیح نکل آتے ہیں۔ اس میں مختلف بادشاہوں کے زائچے دیئے ہوئے ہیں جن میں قیصر ولیم کے متعلق ایک پیشین گوئی بہت صحیح نکلی اور اس کا ظہور جنگ عظیم کے خاتمہ پر ۱۹۱۸ء میں ہوا۔ جنتری کے صفحہ ۱۳ کالم ۲ پر زائچہ کے نیچے لکھا ہے۔ اس قیصر کے کواکب پیدائش زیادہ تر منحوس ہیں۔ زحل طالع میں دلیل وحشت اور کمزوری طبع ہے۔ زہرہ و عطارد خانۂ دشمن کو زور دینے والا ہے۔ ہمیشہ اندرونی دشمنوں سے خطرہ اُٹھاوے۔ شمس مریخ تسدیس کی نظر سے ناظر ہیں دلیل ہے کہ ترک تخت باکراہ عمل میں آئے۔ راس تندرستی میں ہمیشہ خلل انداز رہے۔

واقعات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیصر کمزوری طبع کا انسان نہیں ہے جنگ عظیم میں جو بہادریاں اُس نے بذات خود دکھائیں تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ تمام دنیا ایک طرف تھی اور وہ سلطنتوں کے ساتھ دشمن سے ہر طرف خود جا جا کے لڑتا تھا۔ تخت بھی اس نے اس وقت چھوڑا جب اس کے خاص مشیروں نے اُسے یقین دلایا کہ سلطنت کی بہتری اسی میں ہے۔ وہ اب تک جلاوطنی میں تندرستی سے زندگی بسر کر رہا ہے۔ اگر بفرض محال وہ اب بھی جرمنی میں واپس آجائے تو یورپ میں ایک ہلچل مچ جائے اور ہٹلر ماند پڑ جائے۔

اُس وقت الگزنڈر سوم روس کے تخت پر متمکن تھا۔ اُس کے متعلق درج ہے کہ زحل خانۂ حوت میں منحوس ہے جان کا خطرہ ہے۔ چنانچہ یہ بادشاہ یکم نومبر ۱۸۹۴ء کو مر گیا۔ اور اُس کا بیٹا نکولس زار روس ہوا جو جنگ عظیم میں بُری طرح مارا گیا۔ مہاراجہ بڑودہ کے متعلق لکھا ہے کہ

ریاست اس کے عہد حکومت میں نہایت سرسبز شاداب رہے گی۔ آمدنی وافر انتظام بہتر ہوگا مریخ و ذنب خانۂ ششم میں دلیل پامالی بدخواہاں ہیں۔ ہمیشہ تندرستی ناقص رہے گی۔ بلاشبہ مہاراجہ صاحب کے زمانہ میں ریاست نے اس قدر ترقی کی ہے کہ اس زمانہ میں اصلاح دیہات کی انگریزی تحریک وہیں کے حالات کے پیش نظر علاقہ انگریزی میں جاری ہوئی۔ تندرستی اگر خراب رہتی تو مہاراجہ صاحب اس قدر عمر کیسے پاتے۔ ایسی غلطیاں اور بھی ہیں مثلاً شاہ ایران نصیر الدین قاچار کو طویل العمر لکھا ہے حالانکہ عین جوانی ہی میں مارا گیا ۱۸۹۲ء میں ڈیوک آف کلارنس شاہ ایڈورڈ کا بڑا بیٹا مرگیا جس کا صدمہ ملکہ وکٹوریہ کو بہت ہوا ایسا اہم واقعہ درج نہیں۔

پھلجھڑیاں

انگلستان کا ایک مشہور سوشیو ایکٹر کہتا ہے کہ ہنسی لمبی عمر کی کنجی ہے ہنسی اُس وقت آتی ہے جب آدمی ذہنی نقل وحرکت یعنی جدوجہد سے آزاد ہو۔ یہ آزادی اور آرام بھی عمر کے لئے ایسی ہی ضروری ہیں جیسے غذا اور ورزش۔

تمام دنیا کی آبادی ایک ارب ۴۰ کروڑ ۹۰ لاکھ ہے۔ کل رقبہ ۱۹ کروڑ ۵۰ لاکھ مربع میل ہے جس میں ۵ کروڑ ۵۰ لاکھ میل خشکی اور ۱۴ کروڑ مربع میل پانی ہے۔ یورپ کی آبادی ۴۷½ کروڑ۔ ایشیا کی ایک ارب ایک کروڑ ۳۰ لاکھ۔ شمالی امریکہ کی ۱۴ کروڑ ۶۰ لاکھ۔ جنوبی کی ۶ کروڑ ۴۰ لاکھ۔ افریقہ کی ۱۴ کروڑ ۶۰ لاکھ ہے۔ یورپ کی کل آبادی چین کے برابر ہے۔ روس کو نکال کے باقی یورپ کی آبادی ہندوستان کے برابر ہے۔

حیدرآباد دکن میں ایک شخص زورآور خاں ۱۶۳ سال کی عمر میں ابھی مرا ہے۔ ۱۱۵ سال کی عمر میں اُس نے تیسری شادی کی تھی۔ اس کی پہلی دو بیویوں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوئے جو اس کی زندگی میں مرگئے۔ وہ حضور نظام کی فوج میں جمعدار تھا۔ اور غدر ۱۸۵۷ء کی باتیں لوگوں کو سنایا کرتا تھا۔

تمام دنیا میں تقریباً چار لاکھ ہر روز نب خراب کئے جاتے ہیں۔ جب لوہے کا نب پہلے پہل بنا اس کی قیمت تقریباً تین روپیہ فی نب تھی۔

عورت کے چکھنے کی حس مرد سے زیادہ ہے۔

انگریزوں میں جون کا مہینہ شادی کے لئے بہت مبارک اور مئی کا مہینہ نہایت منحوس کہا جاتا ہے۔

ایک عورت کے سر میں اوسطاً ۱½ لاکھ بال ہوتے ہیں اگر انہیں جوڑا جائے تو ان کی کل لمبائی ساٹھ میل ہو۔

نیویارک امریکہ میں ایک شخص ۴۶ منٹ اور گیارہ سکنڈ میں جھک کے پاؤں کے پنجوں کو ۳۱۲۵ مرتبہ چھوتا ہے۔

اندازہ کیا گیا ہے کہ ⅔ طلاقیں اُن لوگوں میں ہوتی ہیں جو بہت بعد میں شادیاں کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی عادات کے مطابق اپنے آپ کو درست نہیں کر سکتے۔ باقی ⅓ ماں باپ کے اثرات کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔

محمد ظفر

بزمِ عصمت

بزمِ عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں (۱) جن میں نمبر خریداری کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جس میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارہ میں کوئی بات نہ ہو (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے بنا بنا کر لکھا ہوا ہو۔

ایڈیٹر

میں دلی مسرت سے اطلاع دیتی ہوں کہ ۶ر جون ۱۹۳۴ء کو میری پھوپی زاد بہن اقبال فاطمہ صاحبہ کی شادی خانہ آبادی مسٹر سید اشتیاق حسین صاحب بی اے بی ٹی کے ساتھ اور ۲ر جولائی ۱۹۳۴ء کو مسٹر اشتیاق حسین صاحب کے بڑے برادر سید اعجاز حسین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل بلند شہر کی شادی میری بڑی ہمشیرہ سیدہ ایثار فاطمہ صاحبہ کے ساتھ بخیر و خوبی انجام پائی۔

خدا سے دعا ہے کہ خدا دونوں بہنوں کو یہ نئی زندگی مبارک کرے اور ہمیشہ شاد و آباد رکھے۔ آمین۔ اس خوشی میں پیارے عصمت کو ایک خریدار دیتی ہوں۔

سیدہ جمیلہ خاتون۔ اٹاوہ

دلی قلق کے ساتھ تحریر کرتی ہوں کہ مارہرہ کی مشہور مضمون نگار شاعرہ محترمہ بہن ممتاز رفیع بیگم کے شوہر جناب رفیع الدین صاحب زبیری نے طویل علالت کے بعد ۹ر اگست کو بمقام بھوپال انتقال کیا۔

بہنوں سے گذارش ہے کہ وہ مرحوم مغفور کی مغفرت اور بہن صاحبہ کی صحت سلامتی اور صبر جمیل کی دعا کریں۔

دیوان زادی۔ نادر جہاں بیگم طاہرہ سیونی

میں نہایت مسرت سے اطلاع کرتی ہوں کہ میری بڑی ہمشیرہ بیگم عبد الباری صاحب کو خداوند تعالےٰ نے ۲۴ر اگست ۱۹۳۴ء کو چاند سی دختر نیک اختر عطا فرمائی ہے۔ لہذا عصمتی بہنوں سے ملتمس خدمت ہوں کہ میری پیاری بھانجی کا تاریخی نام نکال دیں اور کوئی اچھا چھوٹا سا عرف بھی تحریر فرما کر مجھے ممنون فرمائیں۔

قمر جہاں ہمشیرہ معین وکیل

ماہ مئی کے پرچہ میں بہن ایم کے صاحبہ نے بال خوردہ کی بابت دریافت کیا ہے اور ستمبر کے پرچہ میں ایک خریدار نے تحریر کیا ہے کہ اس کو جمجو کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں اس کو جمجو نہیں کہتے بلکہ بال خوردہ کہتے ہیں جمجو اور چیز ہے اور یہ اور۔ سفوف سکائی سر دھونے کے لئے اور روغن بے ضرر سر میں لگانے کے لئے برتیں۔ انشاء اللہ بالکل صحت ہو جائے گی۔ یہ سفوف اور روغن جناب ایس جے بیگم کھرڑ ضلع انبالہ سے دستیاب ہوتے ہیں میرے آزمودہ ہیں۔

ایک عصمتی بہن نمبر ۶۳۰۶

میرے ایک عزیز کے داہنی طرف کان کے نیچے و نیز گردن میں بالکل کان کی سیدھ میں چند گلٹیاں تقریباً ۴۔۵ سال سے ہیں۔ مختلف یونانی و ڈاکٹری علاج کئے گئے نیز مسوری پر ۲ ماہ سے زائد رہ کر ڈاکٹری علاج کرایا گیا اور انجکشن بھی لگوائے گئے لیکن گلٹیاں نہیں گئیں۔

گلٹیوں میں رغدود نہیں) کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے اور حرارت بھی نہیں ہوتی۔ امید کہ محترمی کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب یا ناظرین و ناظرات عصمت میں سے جن صاحب کے پاس اس کا کوئی مجرب و آزمودہ نسخہ ہو بزمِ عصمت میں تحریر فرما کر مشکور فرمائیں گے۔ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں گے کہ یہ کس قسم کے غدود ہیں۔

خریدار نمبر ۳۵۸۴

ن۔ ب۔ آنسہ ابراہیم بہا آپ کتابستان۔ الہ آباد کو لکھ دیجئے اور آئندہ جب کبھی کسی زبان، کسی مضمون کی کتاب درکار ہو تو ان ہی سے خط و کتابت کیجئے ہندستان

کے یہ پہلے کتب فروش ہیں جنہوں نے لندن میں اپنا دفتر کھولا ہے۔

خریدار نمبر ۴۰۵۱۴۔ یورپ کے کسی مشہور نائی کا پتہ کسی ائرکٹری سے تلاش کر کے اس سے خط و کتابت کیجئے۔

ایک ضرورت مند۔ پکا رنگ تو آپ کو سید خاندان میں ہی مل سکتا ہے نجیب الطرفین خاندان تلاش کیجئے۔

تہذیب النساء بی اے۔ از لندن۔

میری والدہ محترمہ کو عرصہ سے درد سر کی شکایت ہے اکثر سر میں درد ہوا کرتا ہے۔ کبھی آدھے سر میں کبھی پورے سر میں ہوتا رہتا ہے۔ جس وقت آدھے سر میں ہوتا ہے تو بہت شدت سے ہوتا ہے۔ کبھی کبھی سر میں چکر بھی آیا کرتا ہے۔ اس کے لئے مجرب و آزمودہ نسخہ کی ضرورت ہے۔ براہ کرم محترمہ بہن بیگم حکیم محمد عزیز خاں صاحب اس طرف خاص طور سے توجہ فرمائیں اور مجرب نسخہ سے بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں۔ فائدہ ہو جانے پر تا زیست آپکی ممنون رہونگی۔

خریدار نمبر ۴۲۹۴

جناب بھائی محمد ظفر صاحب کی خدمت عالی میں عرض ہے کہ میری ایک عزیزہ کے چہرہ پر روئیں نکل آئے ہیں۔ جو بہت بدنما معلوم ہوتے ہیں۔ از راہ کرم کوئی اچھی سی کریم یا کوئی زود اثر دوا تحریر فرمائیں جو بالکل بے ضرر ہو نہ تو کھال کو کوئی نقصان پہونچے نہ چہرہ کا رنگ کالا ہو ہمیشہ ممنون رہوں گی۔

ایک خریدار نمبر ۲۹۶۶

مجھے چوکلیٹ کی ترکیب مطلوب ہے جو بازار میں کاغذ کے ڈبے میں پنی میں لپٹے ہوئے فروخت ہوتے ہیں اور ان میں میوہ بھی ہوتا ہے اور دودھ کے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ براہ کرم کوئی بہن توجہ فرمائیں خصوصاً محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ۔

احمدی بانو

جوہرنسواں کا چھٹا خاص نمبر

رسالہ جوہرنسواں دہلی ہندوستان کی مشہور ادیب و دستکار محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی کی یادگار ہے اور تین سال سے دفتر عصمت سے شائع ہو رہا ہے۔ جوہرنسواں ہندوستان بھر میں زنانہ دستکاری کا واحد رسالہ ہے اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے سینکڑوں پھوہڑ عورتوں کو سگھڑ اور بے ڈھنگی لڑکیوں کو ہنرمند بنادیا۔ جوہرنسواں کے ہر سال دو خاص نمبر شائع ہوتے ہیں۔ حال میں اس کا چھٹا خاص نمبر نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع ہوا ہے یہ سالگرہ نمبر ہے اور ایک پُر بہار چمن ہے جس میں ۲۶ زنانہ دستکاریوں کے گلہائے رنگا رنگ کھلے ہوئے ہیں ضخامت سو صفحوں سے اوپر ہے۔ کاغذ سفید دبیز چکنا۔ بہترین مصوری لکھائی چھپائی عمدہ قیمت صرف ایک روپیہ مگر جوہرنسواں کے مستقل خریداروں کو سالانہ چندہ ہی میں دیا جا رہا ہے۔ سالانہ چندہ عہ ہے۔ مارچ کا خاص نمبر خریداروں کو نصف قیمت پر دیا جائے گا۔

جوہرنسواں کے چھٹے خاص نمبر کے متعلق چند رائیں

جوہرنسواں کا سالگرہ نمبر ملا دیکھکر دل باغ باغ ہوگیا۔

واقعی جوہرنسواں کا سالگرہ نمبر بیحد لاجواب و بے نظیر ہے جس نے دیکھا پسند کیا۔ میری ایک ملنے والی نے دیکھا اُن کے نام ذیل کے پتہ پر جوہرنسواں بہت جلد وی پی کردیجیے۔

عزیز فاطمہ بنت کیپٹن یار محمد صدیقی سول سرجن سیتاپور

پیارے جوہرنسواں کا چھٹا خاص نمبر ملا۔ دیکھکر دل باغ باغ ہوگیا۔ سب نمونے بہت صاف اور خوبصورت ہیں ترکیبیں سمجھنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اتنے کم چندے میں اتنا مفید رسالہ تمام ہندوستان میں آجتک نہیں دیکھا۔ خدا آپ کو اس کا اجر دے اور ہر کام میں کامیاب کرے کہ آپ نے ہماری اتنی بڑی ضرورت کو پورا کرکے شکریہ کا موقع دیا۔ اس خوشی میں ایک خریدار دیتی ہوں۔ ذیل کے پتہ پر چھٹا خاص نمبر جلدی وی پی۔ روانہ فرمائیں۔

آئندہ بھی انشاءاللہ خریدار پیدا کرنے کی کوشش کروں گی

بنت سید غلام مرتضیٰ شاہ افسر مال (ریٹائرڈ) گڈگور ضلع سیالکوٹ

جوہرنسواں کا سالگرہ نمبر ملا۔ امید سے بڑھ کر شاندار پایا واقعی جوہرنسواں ہی ایک ایسا زنانہ رسالہ ہے۔ جس کے ذریعہ ہم گھر بیٹھے ہی تمام زنانہ دستکاریوں سے واقف ہوسکتے ہیں۔

مس رقیہ بائی اسمٰعیل ناخدا بمبئی۔

رسالہ جوہرنسواں کا سالانہ نمبر بابت ماہ ستمبر ۳۷ء موصول ہوا تحریر نہیں کرسکتی دیکھکر کس قدر شادماں ہوئی ہوں۔ و فور انبساط و شادمانی بحر مسرت میں غوطہ زن ہوگئی۔ پیارے رسالہ جوہرنسواں کی تعریف لکھنے کو دل مضطرب ہے مگر میرے پاس وہ بہترین و دلکش الفاظ نہیں جن سے اس کے کامیابی و خوبیوں کے مرکز کی کوئی توصیف کرسکوں جوہرنسواں واقعی ہمہ صفت موصوف ہے۔ اس نے بہت سی بہنوں کو علم و ہنر کا ماہر بنادیا اور ابتک کوشاں ہے۔ آپکے دفتر کے تمام رسالہ نہایت کامیاب او پابندی وقت کے پرچے ہوتے ہیں میں آپکے رسالہ عصمت کی بچپن سے خریدار ہوں نہیں بتاسکتی کسقدر بہترین ہے۔ مجھے کبھی شکایت کا موقعہ نہیں ملا ہمیشہ پابندی وقت پر موصول ہوتا ہے۔

خاکسار سلطانہ نواب ذکیہ　　مراد آباد

جوہرنسواں کا چھٹا خاص نمبر ملا میری زبان اسکی تعریف کرنے سے قاصر ہے جسنے اسے دیکھا دل پسند کیا نہایت کامیاب اور شاندار ہے۔

آر کے درخشاں بجنور

جوہرنسواں کو جاری ہوئے چوتھا سال ہی اور برابر ترقی کر رہا ہے چھٹا خاص نمبر دیکھکر مسرت سے دل باغ باغ ہوگیا سالگرہ نمبر پچھلے تمام نمبروں سے زیادہ کامیاب ہے۔

مس ایاس ا...

جوہرنسواں کا سالگرہ نمبر عین حالت انتظار میں موصول ہوا۔ ہر ہر ورق پر دل چاہتا ہے کہ گرانقدر موتی نچھاور کروں۔ حبیبہ بنت خان بہادر ڈاکٹر محمد سلیمان اشرف صاحب [illegible]

دُوربین

سیاسی اُفق چین وجاپان کی خوفناک جنگ ہو رہی ہے جاپان اپنی طاقت کے نشہ میں چین کو شدید سزا دینا چاہتا ہے مگر چین بھی اس دفعہ سر سے کفن باندھ کے ہاتھ دکھا رہا ہے۔ خلیج ہنگ چو میں پانچ ہزار جاپانی ساحل پر اُترے۔ چینیوں نے پہلے سے بڑی سرنگیں پھیلا رکھی تھیں اور اُن سے آگے مشین گنیں لگادی تھیں۔ جاپانی ان توپوں پر غالب آکے جیسے ہی آگے بڑھے ان سرنگوں کے پھٹنے سے سب کے سب صفحۂ دنیا سے مٹ گئے

بیگم چیانگ کائی شیک صدر چین کی بیوی وزارت جنگ میں شریک ہوگئی ہے پانچسو جاپان پر کمبل جانیوالی چینی عورتوں کا دستہ بھی جاپانیوں سے مصروف پیکار ہے۔ جاپانی سنگدلی کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جنگ مشو پر دو دفعہ حملہ کیا گیا اس میں ہزار باشندے مارے گئے۔

وزیرستان کی مہم اب تقریباً ختم ہوگئی ہے اور انگریزوں نے اعلان کے ذریعہ اُس علاقہ والوں کو بتا دیا ہے کہ اب وہ کیا کرنے والے ہیں۔ انھوں نے حکم دیا ہے کہ وزیرستان والے دو ہزار رائفلیں اور ۷۵ ہزار روپیہ تاوان ادا کرینگے۔ اُن کے علاقہ پر انگریزی قبضہ ہوگا۔ وہاں سرحدی جرائم کا قانون نافذ ہوگا۔ سڑکیں بنائی جائیں گی۔ پولٹیکل ایجنٹ قبیلوں کے معاملات میں دخل دیا کریگا۔ تاکہ ایک جرگہ دوسرے سے نہ لڑے اور نہ شریر لوگ باشندوں کو ستائیں۔

ہسپانیہ کی خانہ جنگی میں انقلاب پسندوں کا پلہ بھاری ہے۔ انھوں نے سٹینڈر فتح کرلیا۔ وہاں کا صدر مع اپنے وزیروں کے برطانوی جہاز میں بھاگ گیا۔

حبش میں وہاں کے باشندے برابر اطالویوں سے جنگ جہاد میں مصروف ہیں۔ وہاں جو اطالوی بسائے گئے ہیں مقامی حالات سے تنگ آگر انھوں نے بھی بغاوت شروع کردی ہے۔ مسولینی نے تنگ آگر دو دفعہ نجاشی سے درخواست کی کہ وہ اطالیہ کے ماتحت وہاں کا تخت سنبھال لے تاکہ کسی طرح امن تو ہو۔ کیونکہ اُس کا رُعب حبشیوں پر قائم ہے وہ اُس کے پہونچتے ہی دب جائیں گے۔ مگر نجاشی نے انکار کردیا ہے۔ البتہ وہ جمعیتہ الاقوام کے ماتحت بادشاہ بننے پر رضامند ہے۔ ایک حبشی سردار کی بیوہ نے اطالیوں کے خلاف علم جہاد بلند کر رکھا ہے اور اُس کی فوج نے ایک مقام پر اطالیوں کو سخت شکست دی۔ بیشمار بندوقیں مشین گنیں اور کارتوس حبشی فوج کے ہاتھ لگے۔ بار بار ریل پٹری سے اُتار دینے کا انتقام اطالیوں نے اس طرح لیا کہ عدیس آبابا میں قتل عام کیا اور ہزاروں حبشی عورتوں کو گھروں سے گھسیٹ گھسیٹ کر مار ڈالا۔ اور سڑک پر ڈال دیا۔ راس دستہ زندہ ہے اور چھ صوبوں میں دشمن سے جنگ کر رہا ہے۔ حبشی بھی کسی اطالوی کو جو اُن کے ہاتھ آجاتا ہے نہیں بخشتے۔

بحیرہ روم میں برطانوی حالت کسیقدر محفوظ ہوگئی ہے۔ اگست کے مہینہ میں اس کے جہازوں پر حملے ہوئے۔ ایک غیر معلوم آبدوز نے تباہ کن جہاز ہیوک پر گولہ چلایا لیکن وہ لگنے نہ پایا۔ اسی بحیرہ میں ایک روسی جہاز پر دو تارپیڈو پھینکے گئے جن کی وجہ سے وہ ڈوب گیا۔

بحر قطب شمالی میں روسی اور جرمنی ہوائی اور بحری جہاز مصروف تگ و دو ہیں۔ یہ طبقہ ہمیشہ جنگوں سے محفوظ رہا مگر

اب معلوم ہوتا ہے کہ وہ جگہ ایسی ہے جہاں روس اور جرمنی باہم دست گریباں ہو سکتے ہیں۔

صوبجات متحدہ کا بجٹ

کانگریس کی وزارت صوبجات متحدہ کا پہلا سالانہ میزانیہ صوبہ کی عام زرعی حالت خراب ہونے کے باوجود بہت اُمید افزا ہے اس کی قابل ذکر مدّات مندرجہ ذیل ہے۔ ان پر کل ۲۷،۶۱۵۰۰ روپیہ منظور کیا گیا ہے (۱) اصلاح دیہات کے لئے دس لاکھ (۲) انسداد رشوت ستانی کے ایک افسر کے تقرر کا خرچ دس ہزار (۳) جدید مصنوعات کے کارکنوں کے قیام کے لئے نوجوانوں کو دیا جائیگا۔ ایک لاکھ (۴) دیہاتی کتب خانوں کے لئے ۲ ہزار (۵) خالص دودھ کی بہم رسانی کے لئے ۲۰ ہزار (۶) خالص گھی کی طیاری اور فراہمی کے لئے ۱½ لاکھ (۷) کاشتکاروں کو بیج دینے کے لئے ۳ لاکھ (۸) اصلاح نسل مویشیاں کے لئے ۳½ ہزار (۹) کھاد کی فراہمی کے لئے ۱۰ لاکھ (۱۰) پھلوں کی ترقی کیلئے نو ہزار (۱۱) آمد کی تحقیقات کے لئے ۵ ہزار (۱۲) دیہاتی علاقوں میں کنوئیں بنانے کے لئے ۱۳ ہزار (۱۳) کھدر کی ترقی کیلئے دس ہزار (۱۴) چرخہ اور کرگہ کی ترقی کے لئے ایک لاکھ ۲۴ ہزار (۱۵) مزدوروں کی اصلاح کے لئے دس ہزار (۱۶) گڑ کی تیاری کی اصلاح کے لئے تین لاکھ ۸۰ ہزار (۱۷) صنعتی قرضوں کے لئے ۱½ لاکھ (۱۸) بازار کی خرید و فروخت کی کمپنی کے لئے ۲۵ ہزار (۱۹) موسمی بخار کے لئے ۸۰ ہزار۔ (۲۰) دیہات میں طبی امداد اور اچھے پانی کی فراہمی کے لئے ۱½ لاکھ روپیہ۔

کمزور کا غلبہ

کمزور مشکل میں پھنس جائے یا زبردست کا سامنا ہو جائے کبھی ہمت نہ ہارے۔ بہت دفعہ ایسا ہوا کہ ہمت کی بدولت کمزور کا زبردست کچھ نہ بگاڑ سکا۔ لکھنؤ کے پاس ایک گاؤں میں ایک بھینس کھونٹے سے بندھی ہوئی تھی اور اس کا بچھڑا پاس ہی پڑا تھا کہ ایک چیتیا وہاں آنکلا۔ آج کل پہاڑیوں سے نکل نکل کر چیتے اور ریچھ گاؤں کو سخت پریشان کر رہے ہیں۔ رات کا وقت تھا بھینس ایک دم چونکی اور اس زور سے کودی کہ کھونٹا اکھڑ گیا۔ چیتیا بچھڑے پر کودنے ہی والا تھا کہ بھینس نے اُسے اپنے سینگوں پر دھر لیا۔ وہ اُس کے پنجوں سے سخت زخمی ہوئی مگر اُس نے اپنے سینگ اُس کے پیٹ میں گاؤں کی دیوار سے بھینچے رکھے حتیٰ کہ صُبح ہو گئی۔ گاؤں والوں نے صبح لاٹھیوں سے چیتے کا سر کچل ڈالا۔

ایک چیتیا مویشیوں کے ساتھ مکان میں بند ہو گیا۔ وہ کچھ وحشت زدہ ایک کونہ میں دبکا رہا۔ صبح کے وقت جو مویشی باہر نکالے گئے وہ نکل کے بھاگ گیا۔ کسی کو وہ نقصان بھی نہیں پہنچانے پایا۔

شریعت بل

مجلس وضع قانون ہند نے حافظ محمد عبداللہ کا مسودہ قانون شریعت منظور کر لیا۔ ہندوؤں نے اچھی ذہنیت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ انھوں نے مزاحمت کی اور اس قدر ترمیمیں پیش کیں کہ مسودہ اپنی اصل شکل میں منظور نہ ہو سکا۔ اس پر بھی مسلمان عورتوں کو حقوق وراثت حاصل ہو گئے ہیں اور رسم و رواج ان کو محروم نہ کر سکے گا۔ پوری نہ سہی آدھی ہی سہی۔ سرحد والوں نے اپنا صوبہ اس قانون سے مستثنےٰ کرا لیا۔ کیونکہ وہاں کا قانون مطابق شرع ہے اور ان کو زیادہ حقوق حاصل ہیں۔ انھوں نے اس نئے قانون سے اپنے فوائد کو گھٹایا جانا پسند نہیں کیا۔

تاروں کا جُھرمٹ

ڈنڈی گل (مدراس) کی عدالت میں عائشہ بی بی نے اپنے شوہر اور خسر پر ۱۱ ہزار روپیہ زر مہر کا دعویٰ کیا اور کہا کہ شوہر نے دوسری شادی کر لی اور جہیز وغیرہ مجھے نہیں دیا شوہر نے عذر کیا کہ مہر نامہ میں مہر کے موجل و معجل ہونے کی تخصیص نہ ہونے کی وجہ سے مہر موجل سمجھا جائے گا اور جب تک طلاق نہ دی جائے وہ واجب الادا نہ ہوگا۔ شوہر دو عدالتوں میں ہار جانے کے باوجود عدالت عالیہ مدراس تک پہنچا وہاں بھی اس کا اپیل خارج ہوا۔ قرار پایا کہ اپنی صورت میں مہر معجل سمجھا جائیگا۔ چنانچہ ۲۲۳ مدراس ۳۲۷

(فل بنچ) کا بھی یہی منشا ہے جو شیعہ سُنّی دونوں پر یکساں عائد و مؤثر ہے۔

جرمن جنرل ہنس بوسی ۸۱ سال کی عمر میں مرگیا۔ اس نے مشرقی پرشیا میں بوین کو کامیابی سے دشمن سے بچایا تھا۔ یہی ایک جرمن قلعہ تھا جس کا اُس جنگ میں محاصرہ کیا جاسکا تھا۔

حکومت مدراس نے حکم جاری کیا ہے کہ مقامی بلدیات معلّمات کے تقرر کے وقت بیواؤں اور کنواریوں کو ترجیح دیں۔

بمبئی ہائیکورٹ میں ایک جینی عورت بائی منگلا نے اپنے شوہر پر پانچسو روپیہ ماہوار گذارہ کا دعویٰ کیا ہے بدسلوکی اور بیرحمی کے سلسلہ میں کہ اُس کے شوہر نے اس پر خودکشی کرلینے کا دباؤ ڈالا اور انکار پر قتل کی دھمکی دی۔ شوہر نے بدسلوکی سے انکار کیا۔ ایک بات یہ بتائی کہ بیوی کی مسلسل خراب صحت اور بانجھ پن سے مجبور ہوکے وہ دوسری شادی کے مسئلہ پر غور کررہا تھا کہ مدعیہ نے اس سے سرکشی شروع کردی۔ بیوی نے دوران مقدمہ میں پانچسو روپیہ ماہوار کے لئے درخواست کی کیونکہ شوہر کی آمدنی بہت کافی ہے لیکن عدالت عالیہ نے تصفیہ مقدمہ تک ۷۵ روپیہ ماہوار کا حکم دیا ہے۔

لکھنؤ کی طرف ایک ہندو کا بیٹا بیمار تھا۔ باپ نے سنیلا دیوی پر اپنی زبان کی نوک کاٹ کے چڑھا دی۔ خون بہت نکل جانے سے وہ بیہوش ہوگیا۔ اُسے شفاخانہ میں لے گئے۔ اب ایک گھر میں دو بیمار ہیں۔

مظفر پور میں ایک ہندو عورت پورے دنوں بولتی تصویر دیکھنے گئی۔ عین تماشہ میں بچہ ہیاؤ ہیاؤ کرتا پیدا ہوا اور سارا ہال سر پر اُٹھالیا۔ ایک اور ہندو عورت کشمیر سے آتی ہوئی لاہور جیسے ہی پلیٹ فارم پر پاؤں رکھنے لگی کہ بچہ پیدا ہوکے ریل اور پلیٹ فارم کے بیچ میں گرا اور فوراً مرگیا۔ وہ عورت غالباً گھگھرا یا ساڑی پہنے ہوگی۔

لاہور میں ایک عورت کا شوہر اسقدر غریب تھا کہ جب اس کا سالا مرگیا تو عورت کو اپنے بھائی کے گھر جانے کے لئے کرایہ بھی نہ دے سکے عورت نے مایوس ہوکے بچہ سمیت دریائے راوی میں چھلانگ ماری مگر لوگوں نے بچالیا مجسٹریٹ نے خودکشی کے جرم میں عدالت کے اُٹھنے تک قید کی سزا دی۔ اور بچہ کے مارنے کی کوشش کے جرم میں سال بھر کا نیک چلنی کا مچلکہ طلب کیا۔

لاہور کے دفتر ضلع میں ۲۵ روپیہ ماہوار تنخواہ کی بارہ آسامیوں کے لئے بیشمار اُمیدوار پیش ہوئے۔ انمیں سے ۹۔ بی۔ اے ایک۔ ایل۔ بی۔ اور دو انٹرنس رکھے گئے امتحان مقابلہ میں کئی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی شریک تھے۔

ای۔ آئی۔ آر کے۔ رائے اور ہنڈگیر سٹیشنوں کے درمیان سڑک کے ایک انسپکٹر اور چار قلیوں پر جنگلی شہد کی مکھیوں نے حملہ کیا۔ انسپکٹر تو وہیں مرگیا۔ قلی نازک حالت میں شفاخانہ میں پڑے ہیں۔

صوبجات متحدہ خود اُردو کے صوبہ میں اردو کی کس مپرسی کی حالت ملاحظہ ہو دسمبر ۱۹۳۶ء سے مارچ ۱۹۳۷ء تک یعنی ۴ ماہ میں مختلف زبانوں میں ۱۱۷ کتابیں چھپیں۔ ہندی ۴۲۳۔ سنسکرت ۲۷۔ ہندی انگریزی ۱۳۔ ہندی سنسکرت ۴۵۔ انگریزی ۹۔ عربی ۴۴۔ اردو ۶۲۔ خدا مسلمانوں پر رحم کرے۔

مدراس کے وزیر اعظم نے کہا کہ ہمارا صرف پانچسو روپیہ ماہوار تنخواہ پر رضامند ہوجانا ہماری کوئی قربانی نہیں کیونکہ ہمیں وزیر بننے سے پہلے اتنی بھی تنخواہ نہ ملتی تھی اور جس طبقہ سے ہم لوگ آئے ہیں اُسکے لئے یہ روپیہ بہت کافی ہے

مدراس میں اُردو یا ہندی حسب مرضی مدرسہ میں لئے جانے کا اختیار دیدیا گیا ہے۔

ترکی ماؤں نے اپنے دس دس سال کے لڑکے حکومت کی نذر کردیئے اور انکی گردن میں ایک کتبہ ڈالا گیا کہ ہم ان بچوں کو حکومت کے حوالہ کرتی ہیں۔

ناقابل اشاعت مضامین

جن مضمونوں کے عنوانات ذیل درج کئے جاتے ہیں افسوس وہ عصمت میں شائع نہیں ہوسکتے جو مضمون نگار اپنا مضمون واپس منگانا چاہیں محصول ڈاک کے ٹکٹ بھیجکر ۱۵ اکتوبر تک منگالیں۔

زنانہ تعلیم۔ سکون قلب۔ نمائش میں عورتوں کی دستکاری حمد۔ ماں۔ عبرت آمیز خواب۔ محبت قطرات۔ کرشمہ صنعت قصیدہ مناجات فارسی۔ ہنرمندی خوشگوار زندگی۔ خوشی کا جزیرہ۔ شام۔ ضیاء القمر۔ سہیلی کے نام گذرے ہوئے لمحے۔ غنچہ ناشگفتہ۔ کانٹوں کا بستر۔ وہم۔ ہائے۔ پانچ روپے ہماری اردو زبان۔ تکمیل محبت۔ آخری سلام۔ ریڈیو۔ عزیز کی یاد۔ جذبات۔ بجواب خط۔ شکیلا۔ پیغمبر اسلام اور حقوق نسواں۔ دعا۔ ذرا سُنئے۔ نوشتہ تقدیر۔ ناشادکلی۔ اعلیٰ تعلیم و ناقص تربیت۔ پریم کا چھونپڑا۔ گنہگار محبت۔ ادھوری تعلیم۔ معجزہ۔ ھدیہ مبارک۔ اللہ۔ نماز۔ ہماری زبان۔ آہ میرا حال۔ کوزٹ۔ درس عبرت۔ نماز فجر اور ہم۔ ازدواجی تعلقات۔ والدین کی ناعاقبت اندیشی۔ مجرمہ (افسانہ) دُکھیاری زہرہ۔ تعلیم نسواں حقوق العباد۔ رباعیات ازبدایوں۔ ماما پر غصّہ۔ فراق (نظم)۔ کانگریس۔ اور ہمارا فرض۔

ایڈیٹر

جب سے میرا قیام دہلی میں ہوا ہے ملنے والی بہنوں اور عزیزوں کی فرمائش کا سلسلہ جاری ہے۔ اپنی الجھنوں میں بعض اوقات تعمیل میں بہت تاخیر ہوجاتی ہے اور کبھی مطلقاً تعمیل ہی نہیں ہوتی اور رقم واپس کرنی پڑتی ہے۔ اس سے بہنوں کے انتظار و مایوسی اور مجھے ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔

ضرورتمند بہنوں کے شوق اور تقاضہ کا اندازہ کرتے ہوئے انکی اور اپنی سہولت کے خیال سے اب میں نے خود ہی اپنی نگرانی میں اپنے ہی مکان پر ایسا انتظام کردیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں بھی فرمائشوں کی حتی الامکان جلد سے جلد تعمیل ہوسکے بہنیں نہایت شوق سے ادنیٰ اور اعلیٰ قسم کی اشیا طلب فرماسکتی ہیں۔

مثلاً۔ دستکاری کا سامان، سنگار کی چیزیں، سلمہ ستارہ اور کامدانی کی ساڑہیاں دوپٹے، اور ان کا سامان۔ دہلی کے جوتے، برقعے، زیبائشی اور خانہ داری کی چیزیں، اور دوائیں وجبرہ وغیرہ چیزیں۔ بازار کے کم سے کم نرخ پر خریدنے اور تیار کرانیکی کوشش کیجائیگی۔ محصول ڈاک و پارسل و پیکنگ کے علاوہ بہنوں کو ایک آنہ فی روپیہ ادا کرنا ہوگا۔ جس میں دفتر کا ضروری خرچ اور سامان مہیا کرنے والا کا معاوضہ شامل ہے۔ فرمائش کے ساتھ خریداری سامان اور محصول وغیرہ کے لئے اندازاً رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجدینی چاہئے۔ جواب طلب امور کے لئے ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہئے۔ فرمائش اور رقم میرے نام بھیجیں یا دفتر کے نام بات ایک ہی ہے پتہ یہ ہے۔

لیڈیز آرڈر سپلائی آفس۔ کمرہ بنگش نمبر ۱۶۶۱ دہلی ۲۲ مت الوجی آباد دہلی

کیلوں جھائیوں اور بدصورتی کا یقینی علاج

لنڈن سے ڈاکٹر ڈی بی صاحب

ایم-بی-بی-ایس-ایل-آر-سی-پی-ایم-آر-سی-ایس لنڈن

فیسیرین رجسٹرڈ

کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: میں نے فیسرین کو جلد کی خرابیوں کے لئے مفید پایا (ترجمہ انگریزی چٹھی) دیکھئے اہل مغرب بھی فیسرین کی تعریف کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ واقعی چہرے کے بدنما داغوں کیلوں بھوئے تلوں، پھنسیوں، داد، خارش، نوکل سور، غرضیکہ چہرے اور جلد کی تمام بیماریوں کے لئے اکسیر ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ محصولڈاک بذمہ خریدار (نوٹ) کیا فیسرین کے سوائے کسی دوسری کریم کو لنڈن تک شہرت حاصل کرنے کا فخر حاصل ہے۔ اہل دہلی شیخ ممتاز احمد اینڈ سنز جنرل مرچنٹس بازار فتحپوری سے خریدیں۔

یوٹیرون رجسٹرڈ

عورتوں کی تندرستی کی محافظ

عورتوں اور لڑکیوں کے تمام پوشیدہ امراض مثلاً بقاعدگی خون کی کمی، خون کا درد یا تکلیف سے آنا۔ بانجھ پن۔ دردسر۔ درد کمر، درد اعصاب کو پہلی ہی خوراک سے آرام ہو جاتا ہے۔ خوراک سے قلیل، ذائقہ شیریں قیمت دو روپے محصولڈاک بذمہ خریدار۔

بواسیر کے مریضوں کو مژدہ

پائیلزون رجسٹرڈ

ہر قسم کی بواسیر کے لئے مفید ہے ایک ہی دفعہ کے لگانے سے درد اور خراش کا نام و نشان نہیں رہتا۔ باقاعدہ استعمال پر مسّے سوکھ کر زائل ہو جاتے ہیں اور خون ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ محصولڈاک بذمہ خریدار وی پی پارسل منگوانے کا پتہ

فیسیرین فارمیسی مکتسر فیروزپور پنجاب

ضرورت رفیقہ حیات

بمبئی (وطن یوپی) کے ایک مالدار صاحب جائداد کنوارے سُنی سید زادے عمر ۲۵ سال خوبصورت تندرست گریجویٹ بہترین چال چلن مشہور خاندان کے اکلوتے لڑکے ہیں اعلیٰ تعلیم یافتہ وکیل ہیں انکے والد اعلیٰ ترین عہدے پر ممتاز ہیں لڑکے کی تعلیم یوپی میں ہوئی ہے۔ پنجاب اور یوپی میں عزیز ہیں۔ رفیقہ حیات کے متلاشی ہیں۔ لڑکی چاہے ماڈرن ہو یا پرانی وضع کی چاہے تعلیم یافتہ ہو چاہے معمولی پڑھی لکھی۔ لڑکی خوش دامن کے پاس نہیں رہے گی لڑکی یا تو (۱) کسی بڑے تاجر کی دختر نیک اختر ہو جنکی تجارت میں لڑکا اپنی دولت لگاکر کام کر سکے (بغیر رشتہ کے شرکت قابل اطمینان نہیں) یا (۲) کسی مشہور وکیل کی لڑکی ہو جنکے ساتھ لڑکا وکالت کر سکے (۳) یا اور کوئی مناسب ہم پلہ رشتہ ہو۔ خط وکتابت راز میں رہیگی۔ بہترین رشتہ حاصل کرنے کے لئے اشتہار دیا ہے اکثر اشتہاری رشتہ برا سمجھا جاتا ہے مگر حقیقتاً یہ بہتر رشتہ ہے مفصل اس پتے سے دریافت کریں۔

سکندر بخت معرفت عصمت کوچہ چیلان دہلی

تندرست بچہ

نہایت مفید کتاب ہے۔ ہر صاحب اولاد گھر میں اس کا ہونا ضروری ہے۔ یہ بچہ کو سینکڑوں امراض سے بچا کر والدین کی تکلیف، خرچ اور مصیبت کو دور کر دیتی ہے۔

قیمت فی جلد ایک روپیہ چار آنہ معہ محصولڈاک۔

ملنے کا پتہ

ڈاکٹر نیاز علی گورنمنٹ پنشنر

سمبڑیال۔ ضلع سیالکوٹ (پنجاب)

عصمتی دسترخوان کے اصول پر عصمتی کن ہی مل

یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

ابھی نئے ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

عصمتی ہنڈکلیا یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری بچی کو جو کچھ جاننا چاہیے کلی طور پر اس سے واقف ہو جائے سو سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں ہی کے مطلب کی درج کی گئی ہیں یہ خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق بہت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جاننی چاہییں با تصویر نائیٹل قیمت صرف ۸ر

ناشتہ دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چاء، کوکو، شربت لسی، فالودہ، آئس کریم، بسکٹ، کیک، ٹوسٹ، کڑاہی وغیرہ وغیرہ ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی [illegible] ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں جس [illegible] اسی کے مطلب کی چیز ہم [illegible] پیش کر کے خوبصورت کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۰ر

بچوں کے کھانے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہیے۔ کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر [illegible] کتاب جس میں بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی [illegible] تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں با تصویر قیمت صرف ۸ر

بیماروں کے کھانے بیماروں کے لئے جو کھانے بہت مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں اور [illegible] قابل تجربہ کار ڈاکٹروں سے ان کی تیاری کی [illegible] لیا ہے تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور بعض کارآمد مضامین بھی بہت مفید و قابل قدر ہیں۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے با تصویر قیمت دس آنہ ۱۰ر

مذاقیہ کھانے دولہا بھائی سے متعلق ہے۔ سیلوں سے بدلہ مذاق کرنے کیلئے نہایت دلچسپ کتاب جس کا ہر نسخہ [illegible] ہے۔ بیہودہ کثیف و عامیانہ مذاق کی جگہ اس کتاب شائستہ مذاق کو [illegible] ہنسنے ہنسانے والی کتاب ہے زندہ دلی کا ثبوت دو اور کھیلوں کی شادی کے تقریبات کی رونق کیلئے لڑکیاں یہ کتاب نہایت شوق سے منگاتی ہیں

مشرقی مغربی کھانے [illegible]

فرانسیسی اور یورپین کھانے	ترکی و مغلئی کھانے	ہندوستانی کھانے	بنگالی اور بہاری کھانے	کشمیری اور مدراسی کھانے
گجراتی اور پنجابی کھانے	تنسیر قیمہ کھانے	[illegible]	عمدہ عمدہ کھانے	ملتانی اور لکھنؤ کے کھانے
میمن اور بوہری کھانے				پشاوری اور سندھی کھانے

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان حصہ اول

[illegible] عصمتی دسترخوان [illegible] کتاب میں [illegible] یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے [illegible] بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست ہندوستان کے ہر حصہ کی [illegible] عصمتی [illegible] ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ [illegible] صاحبہ [illegible] کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات [illegible] کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی [illegible] فہرست ملاحظہ فرمائیے

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے [illegible] اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا ضروریات میں سے ہے [illegible] ہندوستان کی کسی زبان میں آج تک نہیں چھپی [illegible] چند ہی سال میں پانچوں ہاتھوں ہاتھ [illegible] ایڈیشن نکل گئے اس کتاب [illegible] صرف دو روپیہ قیمت بھی [illegible] دو روپیہ چار آنہ ہے۔ [illegible]

پتہ: مینیجر رسالہ عصمت، کوچہ چیلان دہلی

دستکاری کی مفید کتابیں

جو اپنے اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جا چکی ہیں

(۱) عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ

یہ کتاب فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ حافظ انوری بیگم صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر مرتب کی ہے۔ عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ و۔ ا۔ صاحبہ کی رائے ہے "یہ خوبصورت اور کامیاب کتاب بہت محنت سے مرتب کی گئی ہے"۔ محترمہ لطیف بیگم صاحبہ جن کے کام کے مضامین رسالہ عصمت میں خوب مقبول ہو چکے ہیں لکھتی ہیں "عصمتی کروشیا کے نقشے اس قدر صاف واضح اور آسان ہیں کہ سیکھنے میں بالکل دقت نہیں ہوتی"۔ محترمہ نفیس بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ کروشیا کی اس کتاب میں جو ہدایات دی گئی ہیں ان سے نمونے بنانے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے۔ دوسرا ایڈیشن نہایت آب و تاب کیساتھ بڑے سائز پر شائع ہوا ہے کاغذ عمدہ۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

مختصر فہرست عصمتی کروشیا

[illegible]

(۲) عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں کشیدہ کاری کے نہایت اچھے اچھے نمونے دیئے گئے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ ہدایتیں اس قدر آسان پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکیں۔ ہر نمونہ کی ضروری تشریح کی گئی ہے یعنی نمونہ کس کس چیز کے لئے موزوں ہو سکتا ہے اور کس کس رنگ میں ہونا چاہیئے۔ اور کیا کیا احتیاط ضروری ہے۔ پھر نمونے شروع ہوتے ہیں۔ میز پوش، پلنگ پوش، رومال، کرسیوں کے گدے، تکیوں کے غلاف، پلنگ کی چادریں۔ پردوں وغیرہ کے وسط اور کونوں کے لئے مختلف قسم کے پھولوں، بوٹوں، گلدستوں وغیرہ کے کئی خوبصورت نمونے ہیں۔ ان کے بعد کئی قسم کی دلآویز بیلیں پھر مختلف قسم کی [illegible] کے [illegible] ایک درجن سے زیادہ اس [illegible] مشہور عمارات کے خاکے [illegible] بہنوں کیلئے یہ کتاب بہت کارآمد ہے اور انہیں ہر قسم [illegible] بناوٹ پہلا ایڈیشن [illegible] ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اب بار دوم چھپی ہے۔ قیمت ۱۲؍

(۳) گلدستہ کشیدہ

عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ

کشیدہ کاری کی اس قدر خوبصورت اور نہایت کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی

اس کتاب کی تیاری میں ۲۰ دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے اور کشیدہ کاری کی مشہور ماہر محترمہ علاء فاطمہ بیگم صاحبہ اگروی نے نہایت محنت و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

باب	مضمون	
باب	خوبصورت نرم شفاف یا [illegible] تاج محل مسجد [illegible] وغیرہ	۹ عدد
باب	مختلف قسم کے پھولوں کونوں اور بیلوں کے	۹۳
باب	مختلف وضع کے نئے پھول	۴۳
باب	میز پوش چادروں وغیرہ کے کونے	۱۹
باب	غلاف تکیہ وغیرہ کے خوشنما کونے	۱۰
باب	مختلف وضع کے گول پھول	[illegible]
باب	میز کلاتھ، پلنگ کی چادریں، ساری وغیرہ کی بیلیں	۱۲
باب	دسترخوان کی [illegible] وغیرہ	۸
باب	قمیص کے گلے	۳
باب	قمیص کرتہ بلاؤز کے گریبان	۴
باب	متفرق، شفاف اور بچوں کے [illegible]	۱۵

[illegible]

(۵) موتیوں کا کام

موتیوں کے کام کا شوق لڑکیوں میں روز بروز ترقی کر رہا ہے مگر یہ کام ایسا ہے کہ جب تک ہمارا نمونہ سمجھ میں نہیں آتا اور جب اشارہ مل جائے تو آسانی کیا جا سکتا ہے یہ کام بھی نہایت دلچسپ اور مفید۔ غریبوں کے لئے روزی کا ذریعہ ہو سکتا ہے اور امیروں کے لئے دل بہلانے کا۔ ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھکر یہ مفید کتاب دستکاری کی ماہر ۲۷ عصمتی بہنوں نے تیار کی ہے اور دعوی کیا جا سکتا ہے کہ موتیوں کے کام کی ایسی مفید کتاب ہندوستان بھر میں نہیں چھپی۔ اس میں مندرجہ ذیل ۲۰۶ نمونے ہیں۔

[illegible]

مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست پیش کی جاتی ہے

بیلیں ... لیسیں

[illegible]

موتیوں کے کام کی ماہر بہنوں کے نہایت کارآمد مضامین و ہدایات [illegible] مفصل ترکیب اور ضروری ہدایات [illegible] گئی ہیں کہ ذرا سی بھی دقت نہیں [illegible] چنانچہ بعض ترکیبیں ۲-۳-۴ [illegible] آسانی سمجھ میں آ جاتی ہیں تو نمونے نہایت [illegible] خوبصورت بھی کسی نمونے کے سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی موتیوں کے کام کا شوق رکھنے والی لڑکیاں اور عورتوں کے لئے اس سے بہتر ساتھی نہیں مل سکتی۔ کاغذ عمدہ، لکھائی چھپائی نہایت [illegible] خوبصورت۔ قیمت دو روپے [illegible]

[illegible]

(۶) خواتین کی دستکاریاں

جو عورتیں مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہے وہ اگر ایک جلد خواتین کی دستکاریاں منگالیں تو گھر بیٹھے دولت اور عزت کیساتھ زندگی گزار سکتی ہیں یہ کتاب [illegible] عورتوں کو نہایت کارآمد [illegible] کہ بغیر کسی کا احسان اٹھائے صرف اس کتاب کی بدولت مالی پریشانیوں کو آسانی سے دور کر سکتی ہیں۔ خواتین کی دستکاریاں [illegible] عورتوں کو بہترین مشورہ [illegible] امیر عورتوں کو بھی [illegible] بنا دے گی۔ قیمت [illegible]

ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت دہلی

ESTD. THE ISMAT. 190
DEL

صمت



تصانیف فخرِ نسوانِ ہند محترمہ خاتون اکرم (مرحومہ)

تصانیف محترمہ صغریٰ ہمایوں مرزا صاحبہ

مشیرِ نسواں

سرگذشت

موہنی

تحریر النسا

گلستانِ خاتون

پیکرِ وفا

بچھڑی بہن

جمالِ ہمنشیں

مصور الکبہ خریدار

اس قدر دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے یہ وہی کتاب ہے جو یونیورسٹیوں کی بڑی جماعت کے کورس میں داخل ہے۔

قیمت حصہ اول ایک روپیہ۔ حصہ دوم ایک روپیہ۔ چھ دفعہ شائع ہو چکی ہے۔ ملنے کا پتہ: دفتر عصمت دہلی

(ب) اصلاحی و معاشرتی افسانے

تمغۂ شیطانی

صدر درجہ دلآویز اور سبق آموز افسانہ جس میں اُمت شیطانی کے آٹھ کیرکٹر دکھائے گئے ہیں ان لوگوں کے جو نیک انسان سمجھے جاتے تھے مگر ان کے صرف ایک فعل نے جو بظاہر بہت معمولی بات تھی حلقۂ شیطانی میں داخل ہوئے جہاں نکڑے والی بیری لاجی۔ خانصاحب کے حالات پڑھکر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں وہاں شمس تبریزی شیرازی کے واقعات اس قدر درد انگیز ہیں کہ آنکھوں سے نکل پڑتے ہیں۔ قیمت بارہ آنے ۱۲؍

سات روحوں کے اعمالنامے

دنیا کی سات عجیب و غریب روحیں ایک شیطان کی مغفرت کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے کہیں ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑتے کہیں آنسو نکل آتے آخری روح کے کارنامے اس قدر درد انگیز ہیں کہ ہچکی بندھ جائے۔ قیمت ۸؍

غدر کی ماری شہزادیاں

یا تیلہ میں ہیں ۱۸۵۷ء کے غدر کی لٹی ہوئی دلی کی شہزادیوں اور بیگموں کی دل ہلا دینے والی کہانیاں کہ پڑھنے کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ کئی کئی رنگ کی بلاک کی تصویریں بھی ہیں۔ قیمت ۱۲؍

ستونتی

نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لئے بیوی سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی اور شریف عورت شوہر کے لئے سب کچھ قربان کر کے اور ایثار کے جوہر دکھا کر دنیا کو محو حیرت کر دیتی ہے۔ پانچ مرتبہ چھپ چکی ہے قیمت ۸؍

موؤدہ

لڑکیوں کے ترکہ پدری کے متعلق علامہ مغفور کا نہایت مؤثر اور درد و غم بھرا افسانہ جس میں اس قدر درد و سوز و گداز ہے کہ پتھر سے پتھر دل بھی اس کو پڑھ کر پسیجتے ہی نہیں بلکہ موم ہو جاتے ہیں۔ قیمت ۸؍

تغیر عصمت

جوبلی نمبر عصمت کا مقبول دلآویز افسانہ عبدل کا کیرکٹر اس قدر پر لطف ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ درد واقعات اس قدر درد ناک ہیں کہ بے ساختہ آنسو نکل آتے ہیں خط اور ابتدا پر اس سے بڑھکر مؤثر افسانہ آج تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا۔ قیمت پانچ آنہ (۵؍)

• جدید ایڈیشن حضرت مصنف نے نظرثانی اور بہت کچھ اضافہ کر کے شائع کیا ہے۔ یہ سبق آموز ... ہے رابعہ کا عبرت انگیز انجام ... مشکلات انگریزی کا راز اس خوبی سے ... بار پنجم قیمت ۶؍

۱۲۲ ۱۱ ۱۶
۲ ص ۴

ولایتی ننھی

نانی عشو کے جوڑ کا نہایت پر لطف بامحاورہ افسانہ جس کے ہر ہر صفحہ پر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں بی ننھی نے بڑھاپے میں وہ وہ سوانگ بھرے ہیں کہ بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں قیمت ۶؍

منازل ترقی

اس عبرت انگیز افسانے میں دکھایا گیا ہے کہ ازمان ترقی کی دھن، لیڈری کی شوق اور دولت کے نشہ میں اخلاق انسانیت اور مذہب کس طرح کم ہو گئے غریب رشتہ داروں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے دل اور بشیرن دونوں میاں بیوی کے کیرکٹر نہایت دلچسپ ہیں۔ قیمت ۴؍

بچہ کا کرتہ

ایک عاشق زار بیوہ جب ماں اپنے جوان بچہ کی بدولت وہ وہ مصیبتیں اٹھاتی ہے کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے تو بیٹا اس کی محبت اور ایثار کا وہ عبرت انگیز جواب دیتی ہے کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں بہت مؤثر افسانہ ہے اور کئی بار چھپ چکا ہے قیمت ۲؍

ویڈیا کی سرگذشت

مرد ہو تو وہاں بھی نہ تھا فیشن و عیاشت کی ماری وہ ایک انگریز عورت کی کہانی اسی کی زبانی مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب مرقع ہے میاں بیوی کے تعلقات کا بہترین نمونہ بار دوم قیمت ۴؍

چہار عالم

ایک درد انگیز افسانے میں تین چار سبق آموز افسانے حیات انسانی پر پردوں کی بحث ہندوستانی معاشرت کا یہ السایہ گرایا مرقع ہے چند نسوانی کمزوریوں کو دردناک پیرایہ میں بیان کیا ہے قصہ کا پلاٹ بیحد دلکش ہے پہلے یہ افسانہ گلدستہ عید کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ اب علیحدہ شائع کیا گیا ہے اور کئی قلمی تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ قیمت صرف ۴؍

بنت الوقت

ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا بہترین مرقع وقت کا اندھا دھند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام چھ دفعہ چھپ چکی ہے ۸؍

سراب مغرب

غیر مسلم مدارس میں لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے۔ اس بحث پر مشہور کتاب تقلید مغربی کے دردناک نتائج کا حشر، باپ کی ناعاقبت اندیشی اور لڑکی کی تباہی۔ آٹھ مرتبہ چھپی ہے۔ قیمت ہر کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔

فسانۂ سعید

بیوہ کا نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے مگر جس قابلیت سے حضرت مصور غم نے ... ہے سو ثابت کیا ہے وہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کی ... کی جگہ خواہش داستان دل ہلا دے گی ... رشتوں پر ...

(ج) مختصر افسانوں کے مجموعے

علامہ مغفور کے مختصر افسانوں کا تیئس سال سے ہندوستان بھر میں ڈنکا بج رہا ہے علامہ راشد الخیری ہی وہ پہلے بزرگ تھے جنہوں نے اردو زبان میں مختصر افسانہ نویسی کو معراج کمال پر پہنچایا ہے۔ جذبات نسوانی کی دردناک ذہنی اصلی صحیح ترجمانی جس جادو نگاری سے مصور غم مصنف نے کی ہے زبان اردو ہمیشہ اس پر ناز کرے گی۔ ناممکن ہے کہ سنگ دل سے سنگ دل انسان بھی ان افسانوں کو پڑھ کر آنسو بہائے بغیر رہ سکے۔ شہنشاہ ٹریجڈی کے وہ معرکۃ الآرا افسانے جو لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اور جن پر بڑے ضخیم ناول قربان ہیں۔ مختلف مجموعوں کی صورت میں شائع کئے گئے

جوہر عصمت

۱۳ سبق آموز افسانے (۱) مظلوم بیوی کا پاک جذبہ۔ مرنان ایک شریف اور معزز خاندان کا شخص بری صحبتوں کی وجہ سے گھر کا گھر خاک کر کے جیل خانہ پہنچنے والا ہوتا ہے کہ مظلوم بیوی کی کوششوں سے وہ صلح رہائی حاصل کرتا ہے کہ پڑھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں (۲) بھنور کی دولھن برہی ترم کے۔ وہ عورت کے عیش کہ گیر کرنا از دواج ثانی پر نہایت موثر کلیں محبت کا جواب اور انتقام بے انتہا دلآویز افسانہ (۳) انگلی محبتیں ہزار دل بجا پچھے کے تمدن کا ایک دلچسپ مرقع شجاعت رجان نثاری دوستی وفاداری اور سچی محبت کے حیرت انگیز مناظر (۴) فسانہ تنویر ملکہ تنویر کی دردناک جبری کہانی (۵) بیگناہ کا قتل سفیر کی شرارت اور انتقام امیر کی بدگمانی اور سنگدلی اور محبت کی چوکھٹ پر کسان لڑکی کی قربانی (۶) بھاوج کا کینہ دولت اور عصمت کا مقابلہ (۷) مامون رشید کا دربار (۸) ایک سچی عورت (۹) عدل جہانگیری شہنشاہ جہانگیر کے انصاف کا دل ہلا دینے والا واقعہ (۹) بلبل کی شہادت (۱۰) ملکہ شہر زاد ملکہ طرابلس اور بادشاہ کا افتراق ملکہ کا عصمت کی کسوٹی پر پورا اترنا (۱۱) ہم قہر کی مستحق خدا کی لاٹھی بے آواز ہے (۱۲) غلط فہمی نہایت موثر قصہ خاتمہ بالخیر ان تیرہ افسانوں کا مجموعہ جوہر عصمت ہر شریف مرد اور ہر شریف عورت کی نظر سے گذرنا چاہیے بہت مشہور و مقبول ہے اب چھٹی مرتبہ شائع ہوا ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

سیلاب اشک باتصویر

۷ درد انگیز افسانے (۱) پرستار محبت عورت کا دل رفاو محبت کے خزانہ سے مالامال ہے۔ یہ سبق آموز افسانہ جو کڑے سے کڑے انسان کی آنکھیں نمناک کرے گا اس کا ثبوت ہے اور بے انتہا مقبول ہوا ہے (۲) بلوچن کے تین رنگ ایک خوددار لڑکی وفاداری اور انتقام اور احسان کے جوہر دکھا کر محو حیرت کر دیتی ہے (۳) طلاق کا سفید بال۔ میاں بیوی کے تعلقات کیا چیز ہیں خودداری اور ایثار کے کہتے ہیں ضمیر اور ایمان کیا کام کرتا ہے اس درد انگیز افسانے سے معلوم ہوگا جس نے کتنے ہی گھر تباہی سے بچا دئے (۴) حج اکبر جس سے معلوم ہوگا کہ ماں کا دل کیسی محبت سے لبریز ہوتا ہے اور سچی خوشی کسے کہتے ہیں (۵) عدل گلبدن شہنشاہ بابر کی لخت جگر شہزادی گلبدن بیگم شجاعت عدل و کرم احسان و عفو کے حیرت انگیز کارنامے (۶) بے تعلقی

بے انتہا موثر افسانہ (۷) ثریا کا تخیل ہر افسانے کے ساتھ زرکثیر صرف کر کے زنگ بلاک کی تصاویر لگائی گئی ہیں قیمت عہ

طوفان اشک

یعنی رواج کی چوکھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں وہ موثر اور سبق آموز کتاب جس میں یہ ۱۲ دل ہلا دینے والے افسانے ہیں

رواج کی بھینٹ	محروم وراثت	اس ہاتھ دے	میں نے کیا دیکھا
کلنگ کا ٹیکہ	سوتیلی ماں کی آرزو	اس ہاتھ لے	شہید معاشرت
بیوی کی سہاگ	وصیت کا خواب	تغیر جماعت	طوفان اشک

بار سوم قیمت ایک روپیہ

شہید مغرب

طرابلس اور مراکش میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے اسلام اور نصرانیت کے معرکے مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں مسلمانوں کی ترقی کا راز اور انحطاط کے اسباب شدھی اور تبلیغ کا اثر مندرجہ ذیل درد انگیز افسانے ہیں

دو آسمانی شاعر	شہید مغرب	طرابلس سے صدا
عرب سیدانی	سیاہ داغ	افراط و تفریط
صدائے دلگداز	گلرنتیاں	سیورنہ

ان کے مطالعہ سے حب وطنی، جوش ایمانی، بہادری، شجاعت، خودداری، غیرت، رحمت کے شریفانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں قیمت عہ

نسوانی زندگی

یوں تو حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم کی ہر تصنیف میں عورت کی مختلف حیثیتیں دکھائی ہیں مگر اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ ماں، بیوی، بیٹی، بہن کی ہر حیثیت علیحدہ علیحدہ دکھائی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ ہر حیثیت میں وہ ایسا ایسا ایثار اور قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ مرد حیرت میں رہ جاتے ہیں۔ قیمت صرف عہ

نانی عشو

آپ کتنے ہی سنجیدہ کیوں نہ ہوں ناممکن ہے "نانی عشو" پڑھتے یا سنتے وقت آپ کے پیٹ میں ہنسی کے بل نہ پڑ جائیں علامہ مغفور نے ہنسی کے مضامین بھی لکھے تو اس کمال کے کہ تمام ہندوستان میں ان کا ڈنکا بج گیا نانی عشو کے ساتھ ۱۰ بہترین سبق آمیز نتیجہ خیز افسانے۔ عرب اور گلشن، رفاہی، سید ذات ہیں، ایک مرقع پر آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑیں گے تو دوسرے مرقع پر ہنسی ضبط نہ ہو سکے گی۔

روداد قفس

حضرت علامہ مغفور کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی نظموں کا مجموعہ مظلوم حسینہ روضہ اقدس پر۔ اسلام کا خط شوہر کے نام۔ ماں کا پیام۔ سرِ قلب کا دم واپسیں۔ بے قصور بیٹیوں کی فریاد۔ بچپن کی یاد۔ عید کا گرتہ۔ سہیلی کا خط وغیرہ وغیرہ معمولی نظمیں نہیں بلکہ مظلوم عورتوں کے جگر خراش نالے اور مسلمان گھرانوں کے عبرت انگیز معاشرتی مناظر ہیں۔ علامہ مرحوم کو جذبات نگاری میں جو کمال حاصل تھا وہ پورے طور پر ان نظموں میں نمایاں ہے یہی وہ نظمیں ہیں جنہیں پڑھ کر دل دردمند تڑپ اٹھتے ہیں چوتھی مرتبہ چھپی ہے۔ قیمت ۱۰/

گرفتار قفس

روداد قفس کا دوسرا حصہ یہ نظمیں اس قدر درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ سنگدل سے سنگ دل انسان کی آنکھ سے بھی آنسو نکل پڑیں۔ قیمت ۸/

گلدستۂ عید

عید کی دعا۔ عید کی خوشی۔ ام جعفر کی عید۔ ترکن ماما کی عید۔ ایسے ایسے سبق آموز افسانے اور مضامین عید کے متعلق ہیں۔ سچی خوشی کس طرح میسر ہوتی ہے رمضان شریف میں کیا کرنا چاہئے۔ اس کا جواب گلدستۂ عید سے لو جو ایک طرف بہترین عیدی ہے تو دوسری طرف ہر وقت پڑھنے اور روزانہ زندگی میں بہت سے مفید نتائج اخذ کرنے کی چیز ہے باتصویر ہے قیمت آٹھ آنے۔

(۲) تاریخ و سیر۔ ادب و انشاء

آمنہ کا لال

اردو زبان کا سب سے بہتر مولود شریف پڑھی لکھی عورتوں کی مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جاتی ہے اور وہ اپنی غیر مسلم سہیلیوں کو بڑے فخر کے ساتھ دیتی ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد بڑے ذوق و شوق سے آمنہ کے لال کا مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جو خلاف عقل کہا جا سکے نثر کے ساتھ ساتھ جو نظم ہے وہ بھی اس قدر موثر ہے کہ اہل دل تڑپ اٹھیں کیونکہ تمام اشعار خود علامہ مغفور ہی کے ہیں۔ آمنہ کے لال میں علامہ راشد الخیری کا بہترین لٹریچر ہے۔

سیدہ کا لال

شہادت کی مکمل مفصل تاریخ حصہ اول مکمل تاریخ شہادت ہے۔ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ اور جناب سیدہ کے فضائل سرور کائنات صلعم کی رحلت۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت۔ حضرت عمر و حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہم کی شہادتیں اور درد ناک مرثیے۔ جنگ جمل جنگ صفین کا مکمل بیان شیعہ سنی اختلاف کی ترقیاں۔ بنی امیہ کی کوششیں امیر معاویہؓ کی سیاست امام حسنؓ کی شہادت یزید کی حکومت کی پوری کیفیت۔ جس سے واقعہ کربلا کے صحیح اسباب ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ دوسرا حصہ عراق کربلا ہے حضرت مسلم ابن عقیل اور حضرت حر کی شہادت بی بی زینبؓ کا میدان کربلا میں بے مثل ایثار۔ شہادت حضرت عباسؓ حضرت قاسم حضرت علی اکبر کربلا کا ننھا شہید۔ بیمار صغرا کا قاصد سیدہ کے لال کی شہادت۔ مقاتل بعد شہادت ابن زیاد اور یزید کے دربار۔ شیعہ سنی اختلافات پر تبصرہ قاتلان حسین کا انجام اور خدائی فیصلے یوں تو تمام کتاب اس قدر درد انگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جا سکتی مگر نثر میں جو مرثیے علامہ مغفور نے لکھے ہیں ان کی ایک ایک سطر کلیجے کے پار ہو جاتی ہے اہل بیت کے علاوہ کتاب کی جان یہ شہادت کا اس قدر مفصل اور کامل سلسلہ اور تاریخی کتب میں نہیں تعلیم یافتہ عورتیں اور شیعہ سنی شہادت کی یہی کتاب پڑھتی ہیں یا مجالس میں پڑھواتے اور سنتے ہیں ضخامت [illegible] صفحے قیمت [illegible]

الزہرا

اردو زبان میں جگر گوشہ رسولؐ سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہؓ کی بہترین سوانح عمری جو بتاتی ہے کہ میاں بیوی کو کس طرح رہنا چاہئے بچوں کی پرورش کس طرح کرنی چاہئے۔ دنیا کے ساتھ دین کس طرح میسر آتا ہے واقعات اس قدر درد انگیز کہ ہچکی بندھ جائے آخر میں واقعہ کربلا کا مختصر بیان اور مصنف کا نظم آٹھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

نوبت پنج روزہ

شاہجہاں آباد اجڑ چکا مگر اس کے کھنڈر اب تک سننے والوں کے کانوں کو سنا رہے ہیں اور شہر کے در و دیوار اس وقت بھی اپنے ماضی کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں آج سے ستر سال پہلے دلی کیا تھی؟ بادشاہ کا جلوس قلعہ معلی کی بہاریں، شاہی جھمگٹے۔ میلے تماشوں کے رنگ۔ دربار کی کیفیت، قطب صاحب کے مقبرے۔ پیر غیب۔ شادیوں اور گرولہ کے جشن شہر آبادی کی چہل پہل۔ ہندو مسلمانوں کی معاشرت رمضان۔ عید سلونو سالگرہ کے تزک و احتشام شادی بیاہ کے رسوم غرض وہ گذشتہ کی بہار اگر دیکھنی ہو تو نوبت پنج روزہ یعنی ۱۸۵۷ء ملاحظہ فرمائیے جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اور اس قدر درد انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلا دیں گی پانچویں نوبت وہ ہے جب دلی نے بادشاہ کو وداع کیا غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات مجبور کا ظلم مظلوموں کی حالت زار مردوں کی بربادی عورتوں کی تباہی اور بادشاہ کے مصائب ناممکن ہے کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں بادشاہ کی تصویر اور تین عکسی تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ قیمت ۱/

قلب حزیں

چھوٹے چھوٹے نہایت لطیف ادبی مضامین کا دلآویز مجموعہ جذبات نسوانی کی درد انگیز ترجمانی ان مضامین میں علامہ مغفور نے شاعری کی ہے اور نظم کا خاتمہ کر دیا نثر سے لطف حاصل ہوتا ہے بار بار پڑھنے پر بھی جی نہ بھرے ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے قیمت صرف ۸/

وداعِ خاتون

جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم اپنی ایک طرف تمام ملک کی بہترین انشاء پرداز تھیں جن کی ادبی قابلیت پر شبہ نہیں ہو سکتا تو دوسری طرف بہ حیثیت عورت کے اس قدر اعلیٰ کیریکٹر کی بی بی تھیں کہ ان کے ۱۳۰ آدمی بھی ان کی بادشاہت کے آنسو بہا رہے ہیں یہ وہ مضامین ہیں جو مشہور بہ عنوان مغفور اکرم کی جوانمرگی پر لکھے گئے تھے جو تمام شائع ہو گئے ہیں اور لڑکی شادی کے بعد کس طرح سسرال والوں کے دل کو فتح کر سکتی ہے نامکن ہے کہ اسے پڑھ کر آنسوؤں کی جھڑیاں نہ شروع ہو جائیں ان کتابوں کے پڑھنے کا وہ اثر دل پر نہیں ہو سکتا جو صرف اس کتاب کے پڑھنے کا کیونکہ یہ آپ بیتی ہے قیمت ۸

امین کا دمِ واپسیں

شہنشاہ ہارون رشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے ذی نسب فرزند شہزادہ امین رشید کو دردناک قتل اسلامی تاریخ کا یوں ہی ایک درد انگیز واقعہ ہے اس پر مصور غم نے قصہ کے دلکش پیرایہ میں عبرت انگیز واقعات اپنے خاص رنگ میں لکھے ہیں حال میں تیسرا ایڈیشن چھپا ہے۔ قیمت ۴ر

اسلامی تاریخ افسانہ کی طرز پر

اب تک حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہٗ کی ان تصانیف کا اشتہار تھا جو عورتوں اور مردوں کے لئے یکساں مفید ہے کیونکہ اصلاحی کتابیں ہیں اور ان میں ہندوستانی گھروں کی معاشرت دکھائی گئی ہے اور عورت کو پیدائش سے موت تک جو جو واقعات پیش آتے ہیں ان سب کو بیان کیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے اور یہ سب کتابیں عورتوں کی ترقی اور اصلاح کی غرض سے لکھی گئی ہیں۔ اب ان کتابوں کا اشتہار دیا جاتا ہے جو مردوں کے لئے لکھی گئی ہیں کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ البتہ بڑی عمر کی شادی شدہ عورتیں پڑھ سکتی ہیں۔

عروسِ کربلا

علامہ محترم کے تمام تاریخی ناولوں میں بلحاظ درد و اثر کے حضرت زینب کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی کچھ کم درد انگیز نہیں اس پر مولانا کے قلم گوہر رقم نے قیامت ڈھا دی ہے کئی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلآویز افسانہ ہے بہت مشہور کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے اور آج بھی اسی طرح دھڑا دھڑ نکل رہی ہے عروس کربلا کی طرز پر کئی مصنفوں کے ناول نکلے مگر عروس کربلا عروس کربلا ہی ہے۔ حال میں چھٹی دفعہ شائع ہوئی ہے۔ قیمت عہ

محبوبۂ خداوند

قرون اولیٰ کے پرجوش و جانباز مسلمانوں کی ولولہ خیز جانبازیاں پڑھنے والوں کو مبہوت بنا دیتی ہیں طرابلس کا مقدس خداوند کار تمیمت شمالی افریقہ کی حسینہ سفیر یہ کو قابو میں کرنے کے لیے اپنے فرضی معبودوں میں کیا کیا کرتب دکھاتا ہے اور محبوبہ خداوند کس طرح اپنی عزت بچا کر اسلام [illegible] کرتی ہے یہ ایک راز ہے جو صرف کتاب محبوبہ خداوند کے مطالعہ سے

حل ہو گا۔ حضرت عثمان خلیفہ ثالث کے زمانہ میں اسلام اور عیسائیت کے معرکے تراپتیوں کے حالات! جن کا مجرہ قبضہ کلیجہ کے پار ہوتا ہے چار دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ۱۲

شہنشاہ کا فیصلہ

عہد عباسی کے بغداد کا دلچسپ افسانہ ایک شخص اپنی بیوی کی شان کن اسباب کے تحت میں ایک دوسرے شخص سے کرتا ہے ایک مصیبت زدہ دل کا بیگناہ بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھیرایا جاتا ہے اور اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے مگر اپنے حصول مقصد کے لئے کیا کیا کوشش کرتی ہے اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر دیتا ہے ایسے ایسے ادب ہیں کہ صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں جدید ایڈیشن حال میں شائع ہوا ہے قیمت ۴ر

منظرِ طرابلس

تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیر بن عوام کی بے مثال بہادری ایثار و شجاعت محبت کے آتشکدہ میں بیٹی و لڑکی کی قربانی حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل۔ مذہبی پیشوا کی سیاہ کاریاں ملکیہ اور شہزادی لیسو کی کہانی اور تسخیر طرابلس کا آخری منظر قیمت ۸ر

دُرِّ شہوار

ایران، مازندران، سیستان کی ہولناک لڑائیں کا قصہ بہرام کے شجاعانہ کارنامے اور ملکہ پر احسانات شہزادی سبط ملکی کی زاست امد بہادری اور وزیر کی مکاری اور فریب۔ قیمت صرف ۸ر

سودائے نقد

جس سے معلوم ہو گا مرد کا نکاح ثانی اور اسلام میں عورت کی حیثیت کیا ہے۔ یہ افسانہ بتائے گا کہ جان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی کا کیسا زبردست گناہ ہے درگمی بہنوں کی کوششیں حقیقی ماں کے ہاتھوں جوان بیٹے کا قتل محبت کا عجب غرض نہایت دلچسپ پلاٹ ہے۔ قیمت ۸ر

یاسمینِ شام

امیر المومنین فاروق اعظم حضرت عمرؓ کے زمانہ کی اسلامی لڑائیاں ہلال و صلیب، اسلام و عیسائیت کے معرکے، تسخیر بصریٰ، بیسان، حمص، بعلبک، ارسنا، حلب، انطاکیہ۔ بیت المقدس اور یرموک کے لئے مجاہدین اسلام کی سرفروشانہ قربانیاں۔ جنگ یرموک وہ اسلامی جنگ تھی جس میں ۳۶ ہزار مسلمانوں نے عیسائیوں کی متفقہ طاقت یعنی ۳ لاکھ کے لشکر عظیم پر فتح پائی جس میں مسلمان عورتیں اس طرح لڑیں کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ حضرت ابوعبیدہ خالد بن ولید اور شرجیل کی تقریریں۔ مسلمانوں کے جوش ایمانی جرأت جانبازی اور ایثار کے دل ہلا دینے والے مناظر یاسمین شام ہی میں نظر آئیں گے۔ اگر محبت کا دلآویز افسانہ دیکھنا ہے تو یاسمین شام کا مطالعہ کرو۔ جو سفاک سنگدل باپ۔ خدا ترس ماں اور مظلوم بچی کی دلخراش داستان بھی ہے۔ حال میں جدید ایڈیشن خاص اہتمام سے شائع ہوا ہے قیمت صرف سوا روپیہ۔

تیغِ کمال

اگر آپ کو غازی اعظم مصطفیٰ کمال کے مفصل حالات، یونان کے برخلاف مسلمانوں کی کوشش اور فتح کے مناظر

دیکھنے ہوں تو اس کتاب میں دیکھئے جس میں یورپ کی سازشوں کے راز افشا کیے گئے ہیں۔ شہزادی کورنسٹ کا افسانہ محبت، مصطفےٰ کمال کا سب کے دانت کھٹے کرنا۔ یونان کے دردانگیز مناظر اور علامہ راشد الخیری کا قلم! قیمت ایک روپیہ۔

مضامین کے جدید مجموعے

قرآنی قصے

اُن نبیوں اور رسولوں کے مقدس حالات جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے حضرت علامہ راشد الخیری نے یہ قصے مسلمان لڑکیوں کے لیے ان کی سمجھ کے مطابق انھیں کی زبان میں مگر اپنے خاص رنگ میں لکھے تھے۔ عورتوں کے لئے نبیوں کے حالات میں بہترین کتاب ہے جس کا درجہ باعتبار ادب بھی نہایت بلند ہے۔ قیمت ۱۲ر

عروسِ مشرق

یورپ کی اندھا دھند نقالی اور مغربی تہذیب کے زہرآلود اثر سے محفوظ رکھنے کے لئے گذشتہ چوتھائی صدی میں حضرت مصور غم نے اپنے مخصوص طرز میں جو مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا مجموعہ ان مضامین میں ان مشرقی خوبیوں کو جو روز بروز مٹ رہی ہیں اور جن پر ہندوستان کے بسنے والے ناز کرتے تھے مؤثر پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ قیمت ۱۰ر

گردابِ حیات

حضرت مصور غم نے عورتوں کی اصلاح و ہدایت میں چھوٹے چھوٹے نتیجہ خیز اور مؤثر افسانے عام فہم پیرایہ میں عصمت میں لکھے تھے۔ ان میں سے پچیس افسانوں کا یہ مجموعہ مرتب کیا گیا ہے۔ ان افسانوں نے بیسیوں عورتوں کو افسانہ نگار بنا دیا اور سینکڑوں عورتوں کی زندگی سنور گئی۔ قیمت ۱۲ر

بزمِ رفتگاں

اردو ادب کے غیر فانی نثر کے مرثیئے جو ملک کی مایہ ناز خواتین اور باکمال شعراء ادبا کی یاد میں لکھے گئے تھے اور جو معدنِ ادب کے بیش بہا جواہر ریزے ہیں حضرت علامہ مغفور کا ہر مضمون تاثیر سے لبریز ہوتا ہے مگر بزم رفتگاں کا ایک ایک فقرہ اور ایک ایک جملہ درد و اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔ قیمت ۱۰ر

گدڑی میں لعل

لڑکیوں اور عورتوں کو سگھڑ، ہنرمند، کفایت شعار بننے اور کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے خانہ داری کے متعلق نہایت ہی مفید مشورے دلنشیں پیرایہ میں یہ کتاب نسوانی لٹریچر میں بیش بہا اضافہ ہے یہی وہ مضامین ہیں جنھوں نے دس بیس سو پچاس نہیں ہزاروں عورتوں کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا اور وہ کامیاب گھروالی بن کر خوشگوار زندگی گذارنے لگیں۔ قیمت ۱۲ر

سیاحتِ ہند

ہندوستان کے مختلف شہروں اور قصبوں کو علامہ مغفور نے دورہ کیا تھا اور دورہ کے حالات عصمت و بنات میں تحریر فرمائے تھے۔ وہ سب اس کتاب میں جمع کیے گئے ہیں جو ہندوستان کے مختلف مقامات کی تعلیم یافتہ دردمند خواتین و حضرات کا تذکرہ ہے جس سے مختلف صوبوں کی معاشرت و تمدن سے واقفیت ہوتی ہے۔ ۔۔۔

مرحوم کی طبیعت عادات و خصائل کا بھی پتہ چلتا ہے۔ قیمت ۔۔۔

دادا لال بجھکڑ

پانچ نہایت ہی پُرلطف مزاحیہ قصے جنھیں پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں۔ ولایتی ممی اور نانی عشو کے سلسلہ کی تفریحی لیکن نتیجہ خیز کتاب جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصور غم علیہ الرحمۃ ظرافت نگاری میں بھی کس درجہ کمال رکھتے تھے۔ قیمت آٹھ آنے۔ (۸ر)

بے فکری کا آخری دن

اور دوسرے مضامین کنواری بچیوں کے لئے جن کا مقصد یہ ہے کہ ان میں اچھی عادات و خصائل پیدا ہوں۔ وہ اپنے فرائض کو سمجھنے لگیں خوشگوار زندگی گذارنے کی تیاری کریں۔ اپنے والدین کو نعمت جانیں اور کنوار پنے کی قدر کریں۔ قیمت ۴ر

نالۂ زار

خواتین ہند کے محسن اعظم کے دردانگیز مضامین جن میں عورت کی مختلف حیثیت پر بحث کی گئی ہے یہ وہ معرکۃ الآرا مضامین ہیں جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں۔ نالۂ زار میں عورتوں کی مظلومیت کا مرقع اور ان کے مصائب و آلام کی دردانگیز داستانیں ہیں۔ جنھیں پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے اور سنگدل سے سنگدل انسان کی آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں۔ قیمت ۱۲ر

تمام کتابوں کا محصول ڈاک خریدار کے ذمہ ہوگا۔

عصمت کا راشد الخیری نمبر

بنات اور موجِ نسواں کے راشد الخیری نمبر ہاتھوں ہاتھ نکل گئے اور اب کسی قیمت پر نہیں مل سکتے البتہ عصمت کے اس خاص نمبر کے کچھ پرچے باقی رہ گئے ہیں۔ اس نمبر میں ہندوستان اور بیرون ہند کے مشاہیر اور مشہور لکھنے والوں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین نے ہندوستان کے مصلح اعظم کی یاد میں مؤثر مضامین لکھے اور مصور غم کی تصانیف پر تنقید کی ہیں اور حضرت علامہ مغفور کی بے بہا خدمات اور ادبی کمالات کا اعتراف کیا ہے۔ ہر مضمون حضرت مصور غم علیہ الرحمۃ کے ذاتی حالات اور خانگی زندگی کے متعلق ہیں جو علاوہ دلچسپ ہونے کے سبق آموز اور نتیجہ خیز ہیں حضرت علامہ مرحوم کی مختلف عمروں کی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ مضامین کے صفحے پڑھنے کے قابل ہیں مگر نصف سے زیادہ باریک لکھ کر تصانیف مصور غم کے ۔۔۔ کے ۷۰۰ صفحوں کے مضامین شایع کیے گئے ہیں۔ کاغذ ولایتی چکنا۔ لکھائی چھپائی بہت عمدہ۔

ہندوستان کے کسی سیاسی رہنما یا ادیب اور کسی شاعر کی یاد میں ایسا شاندار اور اس قدر کامیاب ضخیم خاص نمبر کسی پرچہ کا شائع نہیں ہوا۔

عصمت کا راشد الخیری نمبر ایک تاریخی پرچہ ہے

جس کا مطالعہ نہ صرف تعلیم یافتہ خواتین کے لئے ضروری ہے جنھیں ترقی کرنے کا شوق ہے بلکہ ان مردوں کو بھی ضرور پڑھنا چاہئے جنھیں ادب اردو کا ذوق مطالعہ ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے۔

کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب میڈیکل افسر کی بے مثل کتاب

زچہ خانہ

ہندوستان میں ہر سال لاکھوں عورتوں کی جانیں زچگی کے سلسلہ میں ضائع ہو رہی ہیں۔ نہ ہر جگہ ایسا معقول انتظام ہے کہ امیر غریب سب فایدہ اٹھا سکیں نہ ہندوستانی زبانوں میں کوئی ایسی کتاب شائع ہوئی جو انہیں پورا پورا فایدہ پہنچا سکے اور حقیقی معنوں میں ان کے لئے کارآمد مفید کہی جا سکے۔ اڈیٹر عصمت نے کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد کمانڈ میڈیکل افسر ایسٹ انڈیا ریلوے کو اس طرف متوجہ کیا جو ڈبلن گلاسگو لنڈن کی یونیورسٹیوں میں رہ چکے ہیں۔ بنگال، بہار، راجپوتانہ وغیرہ میں اپنی بے مثل خداداد قابلیت کا سکہ بٹھا چکے ہیں جن کی اعلیٰ ہدایتوں سے ہندوستان میں ہزاروں عورتوں نے زچگی کے زمانہ سے پہلے اور بعد میں فایدہ اٹھایا اور آج بھی اٹھا رہی ہیں۔ کپتان صاحب مشکل سے مشکل پیچیدہ سے پیچیدہ اور خشک سے خشک عنوانوں پر اس قدر عام فہم اور دلآویز پیرایہ میں اظہار خیالات فرماتے ہیں کہ معمولی قابلیت کی خواتین بھی ان سے پوری طرح فایدہ اٹھا سکتی ہیں۔ کپتان صاحب کے طرز بیان کی دلکشی قبولیت عام حاصل کر چکی ہے۔ انھوں نے یہ کتاب نہایت دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ تحریر فرمائی اور علاوہ بیش بہا وقت کے اس کے لئے تصاویر کی فراہمی پر بھی سینکڑوں روپیہ صرف فرمایا اور بڑی بڑی دقتیں اٹھائیں کتاب کے تین حصے ہیں

(۱) حاملہ (۲) زچہ (۳) بچہ۔ فی الحال پہلے دو حصے تیار ہیں۔

زچہ دوسرا حصہ ہے جس کی مختصر فہرست یہ ہے پہلا باب طبی پاکیزگی۔ دوسرا باب ولادت۔ تیسرا باب زچہ خانہ کی تیاری۔ چوتھا باب وقت ولادت کی احتیاط اور انتظام پانچواں باب۔ پرسوت۔ چھٹا باب۔ زچہ کی خوراک۔ رہائش و عام زندگی۔ ساتواں باب۔ زچہ بچہ کا تعلق۔ آٹھواں باب۔ زچگی کے شکایات اور ان کا تدارک۔ نواں باب۔ چند خطرناک امراض کا ولادت سے تعلق۔ دسواں باب۔ ایک جاہل دائی کی زچہ کا ایک ہوشیار دائی کی زچہ سے مقابلہ۔ گیارھواں باب آخری باتیں۔

تیسرے باب کی فہرست۔ زچہ خانہ کی طیاری نہ کرنے کی وجہ۔ غربت۔ جہالت۔ رسومات قدیمہ۔ زچہ خانہ کی اصلاح کے ذرائع اور پیش بندیاں۔ زچہ خانہ اور اس کا سامان۔ دائی کے لئے۔ زچہ کے لئے۔ بستر کپڑے۔ بچہ کے لئے آنکھ ومنہ کی صفائی کا سامان۔ نال کا سامان غسل کا سامان۔ کپڑے۔ بستر۔ زچہ خانہ کی ضروری چیزوں کی فہرست اسی طرح ہر باب کے تحت میں زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کی گئیں۔ کوئی بات چھوڑی نہیں گئی پھر جو کچھ مشورے دیئے گئے ہیں وہ سب علم ہندوستانی معاشرت ملحوظ رکھ کر جن سے ہندوستان کی عورتیں حقیقت میں بہت فائدہ اٹھا سکیں گی

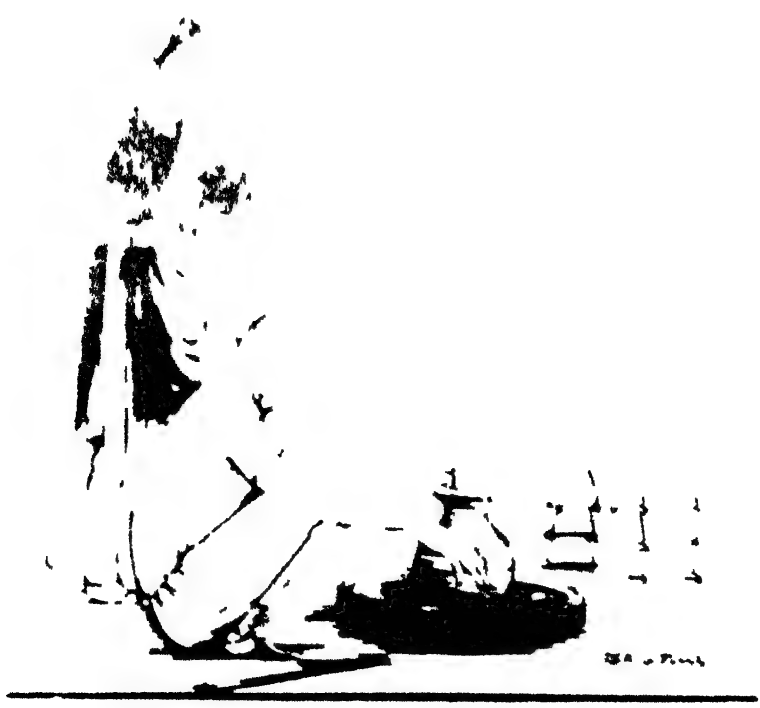
حاملہ و زچہ دونوں حصوں میں ۲۶ فوٹو بلاک کی تصاویر ہیں جو صرف کثیر کے بعد خاص طور پر اس کتاب کے لئے لی گئی ہیں اور شکلیں بہت صاف اور واضح ہیں دونوں حصوں کی قیمت ساڑھے تین روپیہ علاوہ محصول ہے

یہ کتاب کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب کا غیر فانی کارنامہ ہے۔ ہندوستان کی کسی زبان میں اس موضوع پر اتنی محنت اور قابلیت سے لکھی ہوئی اتنی مفید اور کارآمد اس قدر جامع اور مفصل مکمل کتاب ہندوستانی عورتوں کے لئے آج تک شائع نہیں ہوئی ہر گھر میں اس کتاب کی موجودگی ضروریات میں سے ہے۔

ملنے کا پتہ۔ دفتر عصمت کوچہ چیلاں دہلی









رسالہ عصمت دہلی

انتیسواں سال بابت ماہ جنوری ۱۹۳۷ء عیسوی جلد ۵۸ نمبر ۱

فہرست مضامین

مضمون نگاری کے قواعد

مضمون نگاروں کو عصمت کے لئے مضامین بھیجنے سے پہلے ان باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔ تاکہ ان کا وقت اور محنت بیکار نہ جائے۔

(۱) مضامین کاغذ کے ایک رُخ پر روشن سیاہی سے بغرض نظر ثانی و مناسب ترمیم و اصلاح و اضافہ کے لئے ایک ایک سطر چھوڑ کر خوشخط لکھنے چاہئیں۔

(۲) اڈیٹر کے نام کے خط میں مضمون نگار کا صحیح نام اور پورا پتہ درج ہونا اشد ضروری ہے (۳) طویل مضمون کے لئے تین تین چار چار ماہ بعد بھی ممکن ہے کہ جگہ نہ مل سکے۔ لیکن چھوٹے چھوٹے مضامین جلد درج رسالہ ہو سکتے ہیں۔ اس لئے مضمون نگار جہاں تک ممکن ہو مضمون بہت مختصر لکھیں۔ اور کم از کم الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

(۴) مضمون کسی کتاب یا رسالہ سے نقل ہو یا ترجمہ یا اخذ ہو تو مصنف کا نام اور کتاب یا رسالہ کا حوالہ ضرور دیا جائے (۵) عصمت کے لئے صرف وہ مضامین ارسال کئے جائیں جو عصمت ہی کے لئے لکھے جائیں۔ وہ مضمون ہرگز نہ روانہ کیا جاوے جو کسی اور پرچہ کو بھیجا جا چکا ہو۔

(۶) عصمت کے مضامین کے لئے پامال پرانے عنوانات جن پر بارہا عصمت میں مضامین شائع ہو چکے ہیں منتخب نہ کرنے چاہئیں نئے نئے موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مضامین جو اسلوب بیان ندرت خیال وغیرہ کے اعتبار سے دلچسپ سمجھے جا سکتے ہیں خوشی کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔

(۷) مضامین میں تہذیب و سنجیدگی کا پورا خیال رکھنا چاہیئے جو مضامین ذاتیات سے آلودہ ہوتے ہیں یا جن سے کسی فرقہ یا شخص کی دل آزاری ہو سکتی ہے رد کر دیئے جاتے ہیں۔ عصمت مذہبی جھگڑوں کا اکھاڑا نہیں ہے۔ عصمت کے لئے ایسے مضامین بھیجنے چاہئیں جو ہندو، مسلمان، عیسائی، سکھ بیبیوں، غرض سب کے لئے مفید ہوں۔

(۸) مضامین کی زبان سلیس اور عام فہم ہونی چاہیئے رنگین بے معنی عبارت ہمیں ناپسند ہے۔ فارسی، عربی، انگریزی الفاظ ٹھونسنے سے مضمون بے مزہ ہو جاتا ہے۔

(۹) جو مضامین عصمت میں شائع ہوتے ہیں ان کا دائمی حق اشاعت بحق عصمت محفوظ ہوتا ہے۔ عصمت سال کے بہترین مضامین پر جولائی میں قریباً چار سو روپے کے انعامات مضمون نگار خواتین میں تقسیم کرتا ہے۔ کم استطاعت مضمون نگار عورتوں کو معاوضہ بھی دیتا ہے۔ غیر مسلم خواتین کے مضامین بڑی خوشی سے شائع کئے جاتے ہیں۔

جو خواتین اور حضرات ان قواعد کی پابندی نہیں کرتے ان کے مضامین ناقابل اشاعت ہوتے ہیں۔

ایڈیٹر

نادار فنڈ

اپریل کے عصمت، بنات و جوہر نسواں میں اور ان کے بعد ستمبر و اکتوبر کے پرچوں میں یہ اعلان ہو چکا ہے کہ مکتب بنات بند ہونے کے بعد کار خیر کے سلسلہ میں جو روپیہ وصول ہو گا وہ نادار فنڈ کے نام سے جمع کیا جائے گا۔ چنانچہ جو روپیہ ۲۶ اگست تک وصول ہوا تھا اس کی تفصیل ستمبر کے عصمت میں صفحہ ۲۷۰ پر شائع ہو چکی ہے۔ اسی رسالہ میں اس فنڈ سے یتیم و نادار بیبیوں اور کم استطاعت غریب عورتوں کے نام رسالہ جاری کرنے کا اعلان بھی کیا گیا تھا۔ چنانچہ خریدارا ۱۰۷ سے خریدار ۵۸۳۰ تک پچاس رسالے جاری کرنے کے بعد تین روپیہ باقی بچے تھے جو رقمیں گذشتہ چار ماہ میں موصول ہوئی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:۔

بیگم صاحبہ اے۔ اے۔ قدوائی صاحب ڈپٹی کلکٹر ؍۔ مس ق صدیقی بنت منشی عبد الودود صاحب سندیلہ ؍۔ محمد سعید صاحب کوتوال کانپور چھاونی ؍۔ قادر بخش صاحب بھاولپور ؍۔ مسز نثار اللہ فورسیٹ آفیسر حیدر آباد۔ دکن ؍۔ نوشابہ خاتون صاحبہ پدرونہ ضلع گورکھپور ؍۔ مسز ایم واؤ۔ قادری۔ بہار شریف ؍۔ فخر الدین احمد خاں صاحب جیلر سنٹرل۔ بھوپال ؍۔ غوث محمد صاحب بارہ پتھر۔ بہرائچ ؍۔ ڈاکٹر سید رشید احمد صاحب نہٹور ضلع بجنور ؍۔ مسز اے۔ رشید آر۔ انسپکٹر تحصیل ہرسوڑ ضلع نیمڑ ؍۔ بیگم محمد نعمان انصاری بلند شہر ؍۔ سید احمد حسین صاحب کمنڈواسٹ ؍۔ بیگم حافظ چودھری محمد عبد صاحب ہانسی ؍۔ مس الیاس ابراہیم۔ کلکتہ ؍۔ مسز محی الدین صاحب رائے پور ؍۔ مسز روشن دین۔ لاہور ؍۔ نذیر احمد صاحب بھنگا ضلع بہرائچ ؍۔ مس این۔ آر بیگم صاحبہ۔ ڈھاکہ ؍۶۔ مسز علی حسن صاحب لکھنؤ ؍۔ بیگم گلزار احمد صاحب ایلڈوریٹ افریقہ ؍۔ علی محمد صاحب ایلڈوریٹ۔ افریقہ ؍۔ بیگم حکیم حبیب اللہ خان۔ لشکر۔ گوالیار ؍۔ بنت مولوی محمد احمد صاحب علی گڈھ ؍۔

میزان ۱۴۵ روپے
بقایا سابقہ ۳ روپے
میزان کل ۱۴۸ روپے

کسی بہن یا بھائی کی رقم رہ گئی ہو تو براہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

م اشفاق الخیری

چند باتیں

۱۹۳۶ء جس نے حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت سے عالم اسلام اور عالم نسواں۔ دنیائے ادب اور ہندوستان کو بالعموم اور عصمت کو بالخصوص نہایت زبردست نقصان پہنچایا ختم ہوا اور اب ۱۹۳۷ء کا آغاز ہے۔

۱۹۳۶ء عصمت کی تاریخ کا سب سے اہم اور سب سے زیادہ آزمائشی سال تھا۔ اور اس منحوس سال عصمت اپنے فرائض کی ادائیگی میں کسی حد تک کامیاب رہا اور جو توقعات عصمتی بہنوں کو اس ناچیز پرچے سے اس کے بانی اور سرپرست اور اپنے محسن کے اُٹھ جانے کے بعد بھی قائم رہیں اس نے کہاں تک اُنہیں پورا کیا۔ اس کا فیصلہ وہ خود ہی کر سکتی ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ۱۹۳۷ء کیا کیا گُل کھلائے۔ ہاں خدائی مدد جب تک شامل حال ہے عصمت جس طرح خاموش خدمت طبقۂ نسواں اور اردو زبان کی انجام دے رہا ہے۔ اسی طرح اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہر ممکن کوشش کرتا رہے گا۔

جولائی ۱۹۳۶ء میں چونکہ عصمت کی سالگرہ نہیں منائی گئی اس لئے مضمون نگاروں کو انعامات بھی نہیں دئیے گئے اب اگر خدا کو منظور ہوا تو جولائی ۱۹۳۷ء میں دونوں سال کے انعامات اکٹھے تقسیم کئے جائیں گے۔ اور اُس وقت عصمتی بہنوں کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ وہ کون کون سی درد مند محترم خواتین ہیں جنہوں نے اس پریشانی اور مصیبت کے سال میں بدستور بلکہ اور زیادہ سرگرمی سے قلمی امداد کی اور حقیقی معنوں میں عصمت کے ساتھ سچی ہمدردی اور دلسوزی کا ثبوت دیا۔

حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین کے ۹ جدید مجموعوں کا پہلا سٹ ستمبر میں شائع کرنے کے بعد میں سمجھ رہا تھا کہ اس بارہ مجموعوں کا دوسرا سٹ دسمبر میں شائع کر دوں گا۔ مگر بعض مضامین کی تلاش میں بہت وقت صرف ہو گیا اس لئے یہ دوسرا سٹ ۲۰ فروری تک شائع ہوگا جن خواتین و حضرات کے نام درج رجسٹر ہیں جنہیں ستمبر میں پہلا سٹ موصول ہو چکا ہے سب سے پہلے انہیں یہ دوسرا سٹ بھیجا جائیگا۔ اس کی قیمت بھی (علاوہ محصول) سات روپیہ سے کم نہ ہوگی۔ مگر فروری کے پہلے ہفتہ میں پیشگی پانچ روپیہ علاوہ محصول وصول ہونے پر دو روپیہ کی رعایت عصمتی بہنوں کے لئے ہوگی۔ دوسرے مصنفین کی بہت سی کتابیں سال ڈیڑھ سال سے ختم ہوئی ہیں اُن کے لئے میں مارچ سے وقت نکال سکوں گا۔ اور اپریل سے ان کا سلسلہ بھی شروع ہو جائے گا۔

خاص نمبر جولائی میں حسب معمول عصمت کا خاص نمبر دو سو سوا دو سو صفحوں پر غیر معمولی آب و تاب کے ساتھ شائع ہوگا۔ اس کے لئے مضامین اور تصویریں ۲۰ فروری تک دفتر میں آجانی چاہئیں فی الحال تختے بلاکوں کی تصویریں نہ بھیجی جائیں۔ عصمت کی مخصوص مضمون نگار بہنوں سے درخواست ہے کہ وہ ۲۰ فروری تک مضامین روانہ فرمادیں۔ تقریباً ہر سال جولائی کے خاص نمبر میں مضامین درج نہ ہونے کی بعض خواتین و حضرات شکایت کرتے ہیں۔ لیکن یہ خیال نہیں فرماتے کہ وہ تاریخ مقررہ گذر جانے کے بعد مضامین روانہ فرماتے ہیں۔ مضمون نگار بہنیں نوٹ کرلیں کہ جولائی کے خاص نمبر میں شائع ہونے کے لئے مضامین و تصاویر کی آخری تاریخ ۲۰ فروری ہے۔

رازق الخیری

کارزارِ حیات

غیر مطبوعہ

از حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ

مولوی قادر علی صاحب جو مولانا امام بخش صہبائی کے حقیقی بھانجے تھے اور انہیں کے گھر میں رہتے تھے ایک موقع پر بیان فرماتے تھے کہ میں صبح کی نماز اپنے ماموں مولانا صہبائی کے ساتھ کٹرہ مہر پرور کی مسجد میں پڑھ رہا تھا کہ گورے دن دن کرتے آ پہنچے پہلی ہی رکعت تھی کہ امام کے صاف سے ہماری مشکیں کس لی گئیں۔ شہر کی حالت نہایت خطرناک تھی اور دلی حشر کا میدان بنی ہوئی تھی ہماری بابت مخبروں نے بغاوت کی اطلاعیں سرکار میں دے دی تھیں اس لیے ہم سب گرفتار ہو کر دریا کے کنارے پر لائے گئے۔ ابھی غدر کو ایک ہفتہ بھی نہ ہوا تھا اور پھانسیوں کی بجائے باغی گولیوں کا نشانہ بنتے تھے مسلح سپاہیوں نے اپنی بندوقیں تیار کیں۔ ہم تیس چالیس آدمی ان کے سامنے کھڑے تھے کہ ایک مسلمان افسر نے ہم سے آ کر کہا کہ موت تمہارے سر ہے۔ گولیاں تمہارے سامنے ہیں اور دریا تمہاری پشت پر۔ تم میں سے جو لوگ تیرنا جانتے ہیں وہ دریا میں کود پڑیں۔ میں بہت اچھا تیراک تھا مگر ماموں صاحب مولانا صہبائی اور ان کے صاحبزادے مولانا سوز تیرنا نہ جانتے تھے اس لئے دل نے گوارا نہ کیا کہ ان کو چھوڑ کر اپنی جان بچاؤں لیکن ماموں صاحب نے مجھے اشارہ کیا اس لئے دریا میں کود پڑا۔ میں تیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتا جاتا تھا پچاس یا ساٹھ گز گیا ہوں گا کہ گولیوں کی آوازیں میرے کان میں آئیں اور صف بستہ لوگ گر گر کر مر گئے۔ صدمہ نے میری جان پر بنا دی تھی لیکن کچھ کر نہ سکتا تھا دن دریا میں بسر ہوا۔ جب آفتاب غروب ہو گیا تو ایک جگہ جنگل بیابان میں ٹھیرا اور پانی سے نکل کر خشکی پر آیا۔ چاروں طرف دیکھا کہیں روشنی نظر نہ آئی۔ دن بھر کا بھوکا اور پانی کی تھکان ہاتھ پاؤں شل ہو گئے تھے۔ رات بھر مارا مارا پھرا جنگلی جانوروں کی آوازیں دہلا رہی تھیں لیکن پناہ کی کوئی جگہ نہ ملتی تھی یہاں تک کہ رات رخصت ہوئی اور آفتاب نے اپنے ڈیرے ڈالے۔ رات کو جانوروں کا خوف تھا اور دن کو آدمیوں کا کہ کوئی پکڑ کر پھر دلی نہ پہنچا دے۔ مجبور پھر پانی میں کودا اور دن بھر تیرتا رہا۔ بھوک کے مارے انتڑیاں قل ھو اللہ پڑھ رہی تھیں۔ اڑتالیس گھنٹے سے زیادہ بھوکے تھے۔ ابھی جھٹ پٹا تھا کہ میں ایسی جگہ پہنچا۔ جہاں ایک مختصر سا گاؤں

آباد تھا۔ لڑکوں نے مجھے دیکھ کر چیخنا شروع کیا۔ اور اُن کے چیخنے سے بہت سے مرد جمع ہو گئے۔ اُنہوں نے چور اور باغی کے نعرے بلند کئے اور حکم دیا کہ باہر نکلو۔ مجھے جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ ہر چند چاہا کہ غوطے لگا کر آگے بڑھ جاؤں مگر سر نکالتا تھا جب ہی پتھر پڑتا تھا۔ لاچار باہر نکلا۔ گوجروں نے مجھ کو پکڑ کر پھر دلی لانے کا ارادہ کیا۔ مگر ایک شخص نے اتنی ہمدردی کی کہ صدری۔ کرتا پائیجامہ اور گھڑی (جو صدری میں پڑی ہوئی تھی) لے کر کہا بد جا پانی میں کود پڑ اور جہاں جی چاہے چلا جا۔ بھوک کی یہ کیفیت تھی کہ میں بات نہ کر سکتا تھا مگر کر ہی کیا سکتا تھا۔ پانی میں کودا اور آگے بڑھا۔ رات چاندنی تھی اور میں اس توقع پر پانی میں چلا جا رہا تھا کہ شاید کہیں اور روشنی نظر آئے تو جا کر کھانے کا سوال کروں۔ کہ ایک جگہ سفید اندا سی قبر نظر آئی یہاں ایک طاق میں چھوٹا سا چراغ جل رہا تھا میں ٹھیرا کنارہ پر آیا تو دیکھا کہ یہ ایک قبرستان ہے جہاں سیکڑوں قبریں بنی ہوئی ہیں۔ قبر کے اوپر چراغ کے پاس مٹی کے ایک پیالہ میں خشکہ رکھا ہوا تھا۔ اور اُس پر کھانڈ پڑی ہوئی تھی۔ کیا بتاؤں کہ وہ پاؤ سیر کا نوالہ میرے واسطے جنت تھی یا بادشاہت۔ ڈٹ کر کھایا اور سیر ہو کر پانی پیا۔ سامنے گاؤں تھا اور یہاں مسلمان آباد تھے۔ ان لوگوں نے رات بھر اپنے ہاں ٹھیرایا۔ صبح کو کھانا کھلایا اور میں یہاں سے خشکی کا راستہ طے کرتا ہوا آگے بڑھا۔

مولوی قادر علی صاحب پھرتے پھراتے جودھپور پہنچے۔ اور وہاں پلٹن میں صوبیدار مقرر ہوئے۔ عرصہ دراز تک زندہ رہے۔ پنشن کے بعد جب دہلی واپس آئے ہیں تو مجھ سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ بہت خوبیوں کے آدمی تھے۔ اور غدر کے حالات جس وقت بیان کرتے تھے۔ تو تمام محلہ جمع ہو جاتا تھا۔ افسوس اب اُن میں سے ایک بھی زندہ نہیں۔

۱۳۴۲ھ

وائے بر حال ما

از پروفیسر ستار خیری ایم اے

افسوس ہمارے حال پر، صد افسوس بلکہ ہزار افسوس۔ ہماری غلط تعلیم اور تربیت نے ہم کو تباہ کر دیا۔ نہیں بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ ہماری غلط تعلیم نے ہم کو تباہ کر دیا۔ تربیت تو ہم کو دی ہی نہیں جاتی۔ اب سے تیس چالیس پچاس برس پہلے تو بیشک ہم کو تربیت بھی ملتی تھی۔ مگر جب سے نئی غلط تعلیم ہم کو ملنی شروع ہوئی ہے ہماری تربیت کم ہونے لگی اور کم ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ اب گویا تربیت بالکل ملتی ہی نہیں ہے۔

ایک تو تعلیم ہی غلط اور پھر اصول تو غلط در غلط۔ اگر حقیقت میں جو باتیں ہم مدرسوں میں پڑھتے ہیں جو علم ہم حاصل کرتے ہیں وہ ہی ہماری زندگی کا جزو بن جاتیں اور ہماری ذہنیت میں گھس جاتیں تو بھی غنیمت تھا۔ مگر ایسا نہیں ہوتا کیونکہ ہر مضمون اس لئے پڑھایا جاتا ہے کہ امتحان پاس ہو جائیں اور اچھے نمبر آ جائیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ امتحان کے بعد یا تو بالکل بھول جاتے ہیں۔ یا بہت کچھ بھول جاتے ہیں اور جو کچھ تھوڑے سے یاد بھی رہتا ہے اس کو ہماری زندگی سے کوئی واسطہ نہیں اس کے استعمال کرنے کا ہمیں کبھی خیال بھی نہیں آتا۔

ہاں بعض وقت ہم عمدہ سے عمدہ مضمون لکھ سکتے ہیں بہتر سے بہتر تقریر کر سکتے ہیں اور لکچر دے سکتے ہیں مگر وہی باتیں جن کو ہم اپنے مضمون اور اپنی تقریر میں تعریف کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور پڑھنے اور سننے والوں سے کہتے ہیں کہ وہ ایسا ایسا کریں اور ایسا ایسا نہ کریں ہماری اپنی زندگی میں ہمارا عمل ان کے بالکل برعکس ہوتا ہے اور رونا یہ کہ ہم کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی کہ ہم خود بالکل خلاف عمل کر رہے ہیں۔

ایک صاحب بچوں کے پڑھنے کی ایک کتاب لکھتے ہیں۔ کتاب کے دیباچہ میں وہ وہ اصول تعلیم و تدریس بیان کرتے ہیں کہ فربیل، پسٹولوزی، اور ہربرٹ اسپنسر کو بھی مات دیتے ہیں لکھتے ہیں کہ بچوں کے پڑھنے کی کتاب ایسی ہونی چاہئے اور ویسی ہونی چاہئے۔ لکھنے اور انتخاب کرنے والے کو ان باتوں کا خیال کرنا چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ کتاب کھولئے پہلا سبق پڑھئے۔ دوسرا پڑھئے تیسرا پڑھئے۔ پڑھتے چلے جائیے کتاب ختم کر دیجئے۔ تعجب ہوتا ہے حیرت ہوتی ہے کہ یہ کتاب انہیں صاحب کی مؤلفہ ہے اس کے مضمون انہیں صاحب نے انتخاب کئے ہیں جنہوں نے دیباچہ لکھا تھا!

ایک لائق فائق بہن بچوں کی تعلیم و تربیت اور شیر خوار بچوں کی پرورش اور دیکھ بھال پر تقریر کرتی ہیں۔ ہزاروں لوگ سنتے ہیں تعریفیں ہوتی ہیں۔ خیال ہوتا ہے کہ ان کے بچے ضرور اس طرح اٹھیں گے کہ قوم و ملت کے صحیح لیڈر ہوں گے ان کا گھر بچوں کی جنت ہوگا۔ ان کے بچے باتمیز اپنا کام آپ کرنے والے ہوں گے۔ ماں باپ کو ذرا اسی بات میں پریشان نہ کرتے ہوں گے۔

صحت اچھی ہوگی۔ بیماری پھٹکتی بھی نہ ہوگی۔ اور اگر بیماری آ بھی گئی تو ماں ایسی خبر گیری کرتی ہوگی کہ بیماری شروع ہوتے ہی بھاگ جاتی ہوگی۔ بچوں کو اس بات کی ضرورت نہ ہوگی کہ اُن کے لئے "آیا" ہو "نوکر" ہو اور "ماں" "باپ" "نانی" "دادی" سب ہی ہر وقت ان کی نوکری میں لگے ہوں۔ مگر افسوس حال بالکل برعکس پایا جاتا ہے۔ بچہ تین تین چار چار برس کی عمر تک ماں یا آیا یا نوکر کی گود میں ہر وقت چڑھا رہتا ہے۔ جاڑوں میں سردی کے ڈر سے کپڑے اس قدر پہنائے جاتے ہیں کہ آزادی سے ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتا۔ بیچارا بوجھ کے مارے مرا جاتا ہے۔ سر پر روئی کا کنٹوپ ہے۔ گلے میں گلوبند ہے۔ اندر روئی کی بنڈی اوپر فلالین کا کرتا اُس پر روئی دار کمری پھر اوورکوٹ یا روئی دار جھبہ۔ گرم پاجامہ اُس پہ موزے پھر بوٹ اور اُس پر بھی گیٹس اور پھر اگر گاڑی میں باہر جائے تو گرم کمبل اور رضائی۔ نتیجہ یہ کہ اگر ذرا کبھی سینہ یا سر کھل گیا تو نزلہ۔ زکام کھانسی اور نمونیہ۔ کھانسی تو تمام جاڑے رہتی ہے اور زکام بھی۔ بچے کی ایسی دیکھ بھال ہے کہ کسی بات کا اس کو حکم نہیں۔ چلنے کا اُس کو حکم نہیں۔ ابھی تو تین چار ہی برس کا ہے آیا اور نوکر اور لونڈا کس لئے ہے۔ کسی چیز سے جس سے اُس کا دل چاہے کھیل وہ نہیں سکتا۔ کھانے پینے کی ہزار پابندیاں ہیں۔ سنترہ سے کھانسی ہو جاتی ہے۔ کیلا ثقیل ہے۔ امرود پیٹ میں درد کرتے ہیں۔ آم سے دست آنے لگتے ہیں۔ تیل کی پکی ہوئی چیز مضر ہے۔ ترکاریوں سے پیٹ میں ٹھس ہو جاتی ہے۔ روزانہ دودھ اور ڈبل روٹی یا کھچڑی اور شوربا سب سے اچھا ہے۔ گالیاں اُس کی میٹھی اور مزیدار ہوتی ہیں اُس کی شرارت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ بچے کے سونے کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ جب تھک کر چور ہو جاتا ہے تو جہاں پڑا وہیں سو گیا پھر پلنگ پہ ماں کے ساتھ یا نانی دادی کے ساتھ یا آیا کے ساتھ سوتا ہے۔ گھر میں تو یہ حال ہے اور اخباروں میں مضامین اور جلسوں میں تقریریں۔

یہی حال ہمارے قومی لیڈروں کا ہے کاؤنسلوں اور اسمبلی میں اور جلسوں میں ایسی ایسی تقریریں جن کے آگے ڈیموستھینز، برک اور لائڈ جارج اور چرچل کی کوئی حقیقت نہیں۔ مگر خود عمل میں اس کے برعکس۔ تقریروں کے جملے اور افکار تمام رٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ شاید اُن کے معنوں کی طرف خود بھی کبھی خیال نہیں جاتا۔ اسکیم ایسی عمدہ بنانی آتی ہے مگر جہاں اس کے چلانے کا ذکر و ہاں صفر۔ مدرسوں اور کالجوں کے پراسپکٹس اور قوانین یورپ اور امریکا کے مدرسوں اور کالجوں سے بھی اکثر اچھے مگر اُن پر عمل ندارد۔ ڈسپلین اور ضابطہ کا بورڈنگ ہاؤسوں میں نام نہیں۔

یہ سب موجودہ تعلیم کا ثمرہ ہے۔ اس تعلیم کا کوئی دوسرا نتیجہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس تعلیم کی غایت فقط ڈگری ملنا رہ گئی ہے تو وہ مل جاتی ہے۔ مگر وہ بات جو ڈگری کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ وہ ندارد ہے۔ نہ تو علم ہی حاصل ہوتا ہے اور نہ ذہنیت ہی بدلتی ہے۔ عمل کا تو ذکر ہی کیا۔

لڑکوں کی تعلیم تو لڑکوں کی تعلیم مگر لڑکیوں کی تعلیم سبحان اللہ۔ اب تک ہم کو اپنی لڑکیوں کی تعلیم سے کیا ملا ہے۔ البتہ چوتھائی صدی کی چیخ پکار سے یہ تو ہو گیا ہے کہ بہت سوں کو اپنی بچیوں کو تعلیم دلانے کا شوق ہو گیا ہے۔ مگر تعلیم ایسی ہے

کہ اگر ہمارے گھروں میں اب سے چالیس پچاس سال پہلے کی تربیت قائم نہ رہتی تو میں تو علی الاعلان کھلم کھلا یہ کہتا کہ ہرگز ہرگز اپنی بچیوں کو آج کل کے مدرسوں اور کالجوں میں تعلیم مت دلواؤ۔ یہاں سے نکلی ہوئی لڑکیوں کو البتہ کچھ خرافات پڑھنا اور ایسا ہی لکھنا اور کچھ حساب کر لینا تو آجاتا ہے گو وہ شاذ و نادر ہی اسکول سے نکل کر کسی طرح کا حساب کرتی ہوں مگر رہی سہی گھر والوں کی خدمت بالکل ہی چل دیتی ہے۔ نہ تو ان لوگوں کے گھر صاف ستھرے ہیں نہ ان میں ادب ہے اور نہ تمیز اور اگر ہے تو اس لئے ہے کہ اگلے لوگوں کے شریف گھرانوں کی بیٹیاں ہیں ورنہ اسکول کی تعلیم و تربیت نے تو بہت کوشش کی کہ وہ رہا سہا گھر کا رکھ رکھاؤ بھی جاتا رہے۔ بزرگوں کا ادب مہمان کا خیال اٹھ جائے۔ دوسرے کا خیال کرنا سوائے اس کے جس سے کسی قسم کا فائدہ یا نقصان پہنچ سکتا ہے نئی تعلیم یافتہ لڑکیوں کو آتا ہی نہیں۔ صحت اور تندرستی اور گھرداری کی کچھ باتیں جو اسکول میں پڑھائی جاتی ہیں وہ صرف امتحان پاس کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔ زندگی میں ان پر عمل کرنے کا کسی کے دل میں خیال تک نہیں آتا۔ ورنہ کچھ تو اثر ہوتا۔

نئی تعلیم یافتہ بیگمات میں بہت سی استثنا ملیں گی مگر وہ صرف اس لئے کہ وہ گھر ہی سے ایسی تھیں۔ اسکول سے ایسی نہیں بنیں۔ اسکول اور کالج سے تو برعکس ہی تعلیم ملی ہے۔

جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ ہوائی اور خیالی باتیں نہیں ہیں۔ کوئی دن اس قسم کے تجربوں سے خالی نہیں جاتا۔ نام اور واقعات بیان کئے جا سکتے ہیں مگر اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ لڑائی مول لینا ہے۔ لڑائی سے تو میں ڈرتا نہیں بشرطیکہ اس سے مقصد حاصل ہو۔

میری غرض اس مضمون کے لکھنے سے یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں مروجہ تعلیم سے نفرت پیدا ہو اور پھر یہ جذبہ پیدا ہو کہ لڑکیوں کی تعلیم کم از کم دوسری طرح کی ہونی چاہیئے۔ یہ تعلیم بڑی خطرناک ہے۔ مگر بالکل ہی نہ ہونے سے بہتر ہے کیونکہ جن کے دل میں نیکی اور بھلائی ہے اُن کو کچھ تو معلوم ہو جاوے۔ شاید کبھی وہی کچھ کام کر سکیں۔

غیر مسلم عورت سے شادی

اس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے　　جو تفرقہ اقوام کے آیا تھا مٹانے

آج کل خصوصاً مسلمانوں میں غیر اقوام عورتوں سے شادی کرنے کے رواج کا سلسلہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے بلکہ یوں کہئے یہ رواج بھی فیشن میں داخل ہو رہا ہے۔ یہ تو ناممکن بلکہ اخلاق یا فیشن سے بعید ہے کہ بر خورد ار برائے اعلیٰ تعلیم ولایت بھیجے جائیں اور واپسی پر ڈگری کے ہمراہ ایک ولایتی میم ساتھ نہ لائیں خواہ وہ وہاں کی کوئی جھاڑو دینے والی یا بھکارن ہی کیوں نہ ہو لیکن آخر ہے تو برٹش لیڈی۔ ولایتی مال کی عزت ضروری اور ان کے عیب کی پردہ پوشی لازمی ہے ولایت کے نمک خوار ہیں اتنی بھی نمک حلالی نہ کریں تو پھر انسان کہلانے کے قابل ہی نہ رہے۔ ماں باپ کی ناک نیچی ہو خاندان میں تھڑی تھڑی ہو جائیں تو ان کی بلا سے وہ تو اپنے بیگناہ معصوم دل کو یہ کہہ کر تسلی دیتے ہیں کہ یہ رنج و افسوس کیا سدا رہنے والا ہے۔ رفتہ رفتہ زائل ہی ہو جائے گا اور پھر یہ تو ہمارے ماں باپ ہیں چند دنوں میں بھول ہی جائیں گے۔ علاوہ ازیں اب ہم اپنے والدین کو زیر بار تھوڑا ہی کریں گے اب تو ہم اپنے پاؤں پر آپ کھڑے ہو سکتے ہیں۔ بھلا ابا جان اتنے پست خیالات و کم حوصلے تھے تو پھر ہمیں بھجوایا ہی کیوں تھا۔ دنیا میں انسان ایک بار آتا ہے گھڑی گھڑی تو آتا نہیں۔ زندگی چار دن کی ہے پھر اس کو کیوں نہ ہنس بول کر گذار دیں۔ یہ تو ہماری اپنی زندگی کا معاملہ ہے ہم نے ایسا کوئی ناجائز کام تو کیا نہیں۔ اہل کتاب کے ساتھ نکاح کیا جائز نہیں؟

غرض ایسی بے جوڑ شادیوں کا اثر یہ ہو رہا ہے کہ آنے والی نسلوں کی بنیاد دن بدن کھوکلی ہوتی جا رہی ہے۔ اور ان دوغلے بچوں کو اپنی آیندہ زندگی میں جو مشکلات درپیش ہوتی ہیں اس کے ذمہ دار یہ ناتجربہ کار والدین ہیں۔ ان بدقسمت بچوں پر چمگادڑ کی مثال صادق آتی ہے جو اپنے پر دکھا کر کبھی پرندوں میں اپنا شمار کرتی ہے تو کبھی اپنے دانت اور کان دکھلا کر چوپایوں میں۔ اعلیٰ تعلیم کے ساتھ خیالات کی بلندی بھی لازمی ہے۔ لیکن ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ روشن خیال شخص اگر غیر مسلم عورت سے شادی کرے تو اس کو دور اندیش اور صاحب عقل کبھی روشن خیال تصور نہ فرمائیں گے۔ اس سے پہلے درجہ کی بیوقوفی اور کوتاہ اندیشی ظاہر ہو رہی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی غیر مسلم عورت کو اسلام کے دائرے میں لانے کے بعد اس سے شادی کرے تو یہ کوئی نازیبا بات نہیں بلکہ میرے خیال میں یہ بہت اچھا اور قابل ستائش فعل ہے۔ لیکن ایسا کہاں ہوتا ہے ایسے واقعات تو فی صدی ایک یا دو نظر آئیں گے۔ فرض کر لو اگر حضرت والد صاحب قبلہ کا نام مولوی ممتاز الدین صاحب ہے تو والدہ ماجدہ مارگریٹ یا شکنتلا کہلاتی ہیں اور بچوں میں کوئی چراغ الدین ہو گا تو کوئی نرملا یا جولیٹ خدانخواستہ ایسے کئی دین کے چراغ پیدا ہو جائیں تو واضح ہے کہ اسلام جیسا شاندار مذہب کس قدر روشن ہو سکتا ہے! اچھا میں تعلیم یافتہ مردوں کو اسبات کا موقعہ تو دیتی ہوں کہ وہ کہیں کہ بیچاری تمام مسلمان لڑکیاں محض جاہل اور پھوہڑ ہوتی ہیں۔ جو ان تعلیم یافتہ فیشن پرست مردوں کی ازدواجی فرائض کو پورا کرنے کی اہل نہیں ہو سکتیں لیکن اب انہیں اس بات کی شکایت کا بھی

توموقع نہ رہا اب تو ماشاءاللہ ہندوستان میں ایک سے ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکیاں موجود ہیں جو ہر طرح ان کی رفیق حیات بننے کی قابلیت رکھتی ہیں۔ البتہ ان میں وہ جانب نظر ناز و نخرے وہ دلکشی ادائیں کہاں۔ یہ دیسی گلاب ہیں انگریزی گلاب نہیں جن میں بعض ظاہری خوبصورتی اور دلکشی بے حد ہوتی ہے لیکن خوشبو کا نام و نشان نہیں۔ برخلاف اس کے دیسی گلاب خوبصورتی میں البتہ اس کی ہمسری تو نہیں کر سکتا لیکن اس کی خوشبو روح کو جو تازگی و لطافت بخشتی ہے وہ اس انگریزی گلاب میں کہاں۔ وہاں تو خوشبو کا پتہ ہی نہیں محض نمائش صرف ظاہری حسن! جب تعلیم یافتہ مسلمان خود ہی مسلم عورتوں کی ایسی ناقدرشناسی کریں تو غیر قومیں جس قدر بھی ہمارا مضحکہ اڑائیں کم ہے۔ ایسے ناعاقبت اندیش یا ناقدرے مسلمانوں کو اس بات پر فخر ہونا چاہیے کہ مسلم خواتین ہی ایک ایسی خوددار رہ گئی ہیں جو غیر مسلم مرد سے شادی تو کجا اس کا خیال تک وہ اپنے پاک دل میں لانے کی روادار نہیں ہوتیں!! غیر مسلم عورت سے شادی کرنے کا مرض زیادہ تر مسلمانوں کے امیر طبقہ میں پایا جاتا ہے اوسط درجے کے مردوں کو شاید اس عزت افزائی کا موقع اس لئے نہ ملتا ہو کہ وہ میم صاحبہ کی فرمائشوں کو پورا کرنے کی ہمت نہیں رکھتے ورنہ عجب نہیں کہ یہ رواج خاص و عام ہو جائے۔ ہر قوم میں امیروں کی تعداد کم اور اوسط درجے کی یا غریب لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ جب قوم کے تعلیم یافتہ امیر ورئیس خود ایسی بے جوڑ شادیاں کریں تو اس سے قوم کو ایسا نقصان شدید پہنچتا ہے جس کی تلافی نہیں ہو سکتی کیونکہ دولت اور علم ہی سے قوم ترقی کرتی ہے۔ غور طلب بات ہے کہ جس باپ کے بچے شکنتلا یا مارگریٹ نامی ماؤں کی گود میں پرورش پائی ہوں ان کے مذہب کا آخر میں کیا انجام ہوگا۔

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں (اقبال)

بیگم عبدالرحمٰن خاں از بمبئی

(بقیہ صفحہ ۱۴)

اور بہادری ہے پس رہ کر غصہ آرہا۔ اور بار بار اس واقعہ سے ایک اور واقعہ کا خیال آرہا تھا جو چار برس کا عرصہ ہوا۔ مدراس کے کسی کنزرویٹر کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اور محکمہ جنگلات کے ایک انگریزی رسالہ Indian Forester میں شائع بھی ہوا۔ اس موقع پر سر شام جبکہ کنزرویٹر صاحب کھانے کے کمرہ میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے شیر ان کے سونے کے کمرہ میں آکر ان کی دفتر کی میز کے نیچے دراز ہو گیا تھا۔ پلنگ پر مچھر دانی پڑی ہوئی تھی۔ ورنہ پلنگ ہی پر سو جاتا۔ مگر صاحب پر اس کا دیکھو تو کچھ اثر ہی نہیں بلکہ اس کو نہایت دلچسپ واقع سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کر رہے یعنی اس کی تصویر لینے پر خیالی پرواز کر رہے ہیں کیمرہ وغیرہ تو خاک پاس تھا نہیں۔ مگر کہے جا رہے ہیں کہ اگر کیمرہ ہوتا تو بجلی اتنی زور سے چمک رہی تھی۔ کہ بآسانی فوٹو آجاتا۔ فوٹو تو کیا ہوتا۔ شاید اللہ میاں کے ہاں خودکشی کی باز پرس کی جاتی۔ مگر اللہ نے اپنا فضل کیا ان کو بھی بچا لیا اور ہم کو بھی۔

مسز احسن از رانچی

اتحاد کی برکتیں

یہ امر مسلمہ ہے کہ متحدہ کوششیں جس قدر جلد موثر اور بار آور ثابت ہوتی ہے۔ انفرادی صورتوں میں وہ بہت مشکل ہے۔ علاوہ بریں اتحاد ہمارا مبین اسلامی شعار ہے اس کی برکتیں زندگی کے تمام شعبوں میں نمایاں اور موثر صبر رکھتی ہیں۔

لیکن افسوس کہ اس دولت گراں بہا سے ہمارا دامن روز بروز خالی ہوا جا رہا ہے اتحاد کی جگہ اختلاف اور باہمی ہم خیالی کے عوض نکتہ چینی پر ہمارا عمل جاری ہے۔ وہی مصلح قوم رہنمائے جو پلیٹ فارم پر اتحاد کی خوبیوں میں دھواں دھار تقریریں کرتے ہیں۔ عمل کے وقت اپنے ہر قومی خدمت گزار بھائی اور بہنوں کی اصلاحی سرگرمیوں کو کبھی تو ذاتی منفعت اور کبھی شہرت اور نمود کے حرص و ہوس پر محمول کرتے ہوئے۔ ہر طریقوں سے انہیں بدنام اور ذلیل دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیا آپ یقین کر سکتی ہیں کہ یہ راہ عمل ہمیں زندہ قوموں اور ترقیوں کے دلدادہ رہبر قوم بزرگوں کے صف میں پیش کرے گی۔ ہرگز نہیں دنیا کی ہر متمدن قوموں نے متحدہ طاقت کو سب پر فوقیت دلائی ہے جس وقت جنگ عظیم کی ہیبتناک مہم درپیش ہوئی تو جرمن آسٹرین اور دیگر اقوام سے برسر پیکار ہونے کی صورتوں میں برطانیہ۔ فرانس۔ روس اور اطالیہ وغیرہ نے اتحادیوں میں اپنا نام درج کرایا اور اسی باہمی مفاہمت کے بدولت جرمن جیسی ترقی یافتہ جنگ جو قوم پر حکمت عملیوں کی بدولت فتح حاصل کر لی۔

جرمنی کے۔ وہ زیپلن کے فلک شگاف شیل اور فولادی گولوں کی بوچھاڑ نے اگرچہ ابتدا میں ساری دنیا کو لرزہ براندام کر ڈالا تھا۔ مگر آخر کار اتحاد کی برکتیں کامیاب ثابت ہوئیں۔

یہ تو ملکی اور سیاسی معاملات میں ایک خاندان کو لیجئے جو چند افراد پر مشتمل ہے اگر آپس میں اتفاق اور باہمی ہم خیالی نہیں تو ایک دوسرے کی صورت سے متنفر اور آئے دن کی جھک جھک پٹ پٹ میں مصروف نظر آئے گا۔ والدین کی رائے کچھ اور ہے۔ ان کو رٹ لگی ہوئی ہے۔ کہ لڑکے اعلیٰ تعلیم حاصل کریں کمائیں سب کچھ کریں۔ لیکن پرانے دقیانوسی قانون پر عمل پیرا رہا کرتے رہیں۔ لڑکیاں چاہے بیاہی جائیں یا نہیں۔ اگر بیاہی گئیں بھی تو لونڈیوں سے بدتر زندگی گزاریں لیکن تعلیم حاصل کرنا۔ یا معاشیات کے مسائل سے دلچسپی لینا گناہ کبیرہ ہی تصور کریں۔ بچے بے ادب میلے کچیلے آئے دن کے مریض۔ پتنگ بازی۔ یا تاش چوسر کے دھتیا کیوں نہ ہو جائیں۔ مگر حفظان صحت کے اصول پر کاربند ہوتے ہوئے صاف ستھرے نہ رکھے جائیں۔ اے ہے بچے تو ہیں کیا تمام دن انہیں صفائی کے لئے پانی میں ڈبو کر۔ کھا جائے گا۔ نا بوا! بچے نہ ہوئے کہ انہیں بوڑھا بنا دیا گیا۔ ان کو کونسی کمزوری لاحق ہے جو گھڑی دیکھ دیکھ کر کھائیں گے۔ ناحق بیگم تم بچوں کو ہر چیزوں کے لئے ترسا کے رکھتی ہو کہ ابھی وقت آنے کا تو کھائیں گے؟ کیا ہوا جو چھوٹے میاں نے اسکول ناغہ ایک روز کر دیا اور تاش کھیلنے بیٹھ گئے۔ اے ہے بیوی۔ ناحق بچے

تو موقع نہ ملا اب تو ماشاءاللہ ہندوستان میں ایک سے ایک اعلیٰ تعلیم و سگھڑ لڑکیاں موجود ہیں جو ہر طرح ان کی رفیق حیات بننے کی قابلیت رکھتی ہیں۔ البتہ ان میں وہ جانب نظر ناز و نخرے وہ دل کشی ادائیں کہاں۔ یہ دیسی گلاب ہیں انگریزی گلاب نہیں جن میں بس ظاہری خوبصورتی اور دلکشی بے حد ہوتی ہے لیکن خوشبو کا نام و نشان نہیں۔ برخلاف اس کے دیسی گلاب خوبصورتی میں البتہ اس کی ہمسری تو نہیں کر سکتا لیکن اس کی خوشبو روح کو جو تازگی و لطافت بخشتی ہے وہ اس انگریزی گلاب میں کہاں۔ وہاں تو خوشبو کا پتہ ہی نہیں محض نمائش صرف ظاہری حسن! جب تعلیم یافتہ مسلمان خود ہی مسلم عورتوں کی ایسی ناقدر شناسی کریں تو غیر قومیں جس قدر بھی ہمارا مضحکہ اڑائیں کم ہے۔ ایسے ناعاقبت اندیش یا ناقدرے مسلمانوں کو اس بات پر فخر ہونا چاہئے کہ مسلم خواتین ہی ایک ایسی خوددار رہ گئی ہیں جو غیر مسلم مرد سے شادی تو کجا اس کا خیال تک وہ اپنے پاک دل میں لانے کی روادار نہیں ہوتیں!! غیر مسلم عورت سے شادی کرنے کا مرض زیادہ تر مسلمانوں کے امیر طبقہ میں پایا جاتا ہے اوسط درجے کے مردوں کو شاید اس عزت افزائی کا موقع اس لئے نہ ملتا ہو کہ وہ میم صاحبہ کی فرمائشوں کو پورا کرنے کی ہمت نہیں رکھتے ورنہ عجب نہیں کہ یہ رواج خاص و عام ہو جائے۔ ہر قوم میں امیروں کی تعداد کم اور اوسط درجے کی یا غریب لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ جب قوم کے تعلیم یافتہ امیر ہی خود ایسی بے جوڑ شادیاں کریں تو اس سے قوم کو ایسا نقصان شدید پہنچتا ہے جس کی تلافی نہیں ہو سکتی کیونکہ دولت اور علم ہی سے قوم ترقی کرتی ہے۔ غور طلب بات ہے کہ تمہارے بچوں سے شکنتلا یا مارگریٹ نامی ماؤں کی گود میں پرورش پائی ہو ان کے مذہب کا آخر میں کیا انجام ہوگا۔

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں (اقبال)

بیگم عبدالرحمن خاں از بمبئی

(بقیہ صفحہ ۱۴)

اور بہادری بے سود رہ کر غصہ آیا۔ اور بار بار اس واقعہ سے ایک اور واقعہ کا خیال آیا تھا جو چار برس کا عرصہ ہوا۔ مدراس کے کسی کنزرویٹر کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اور محکمہ جنگلات کے ایک انگریزی رسالہ Indian Forester میں شائع بھی ہوا۔ اس موقع پر سر شام جیکا کنزرویٹر صاحب کھانے کے کمرہ میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے شیر ان کے سونے کے کمرہ میں آ کر ان کی دفتر کی میز کے نیچے دراز ہو گیا تھا۔ پلنگ پر مچھر دانی پڑی ہوئی تھی۔ ورنہ پلنگ ہی پر سو جاتا۔ مگر صاحب بہادر کا دیکھو تو کچھ اثر ہی نہیں بلکہ اس کو نہایت دلچسپ واقعہ سمجھنے اور بھانسنے کی کوشش کرتے ہیں یعنی اس کی تصویر لینے پر خیالی پرواز کر رہے ہیں۔ کیمرہ وغیرہ تو خاک پاس تھا نہیں۔ مگر کہے جا رہے ہیں کہ اگر کیمرہ ہوتا تو بجلی اتنی زور سے چمک رہی تھی۔ کہ بلکسانی فوٹو آ جاتا۔ فوٹو تو کیا ہوتا۔ شاید اللہ میاں کے ہاں خودکشی کی باز پرس کی جاتی۔ مگر اللہ نے اپنا فضل کیا ان کو بھی بچا لیا اور ہم کو بھی۔

مسز احسن از رانچی

اتحاد کی برکتیں

یہ امر مسلمہ ہے کہ متحدہ کوششیں جس قدر جلد موثر اور بار آور ثابت ہوتی ہیں۔ انفرادی صورتوں میں وہ بہت مشکل ہے۔ علاوہ ازیں اتحاد ہمارا مبین اسلامی شعار ہے اس کی برکتیں زندگی کے تمام شعبوں میں نمایاں اور موثر حصہ رکھتی ہیں۔

لیکن افسوس کہ اس دولت گراں بہا سے ہمارا دامن روز بروز خالی ہوتا جا رہا ہے اتحاد کی جگہ اختلاف اور باہمی ہم خیالی کے عوض نکتہ چینی پر ہمارا عمل جاری ہے۔ وہی مصلح قوم رہنما جو پلیٹ فارم پر اتحاد کی خوبیوں میں دھواں دھار تقریریں کرتے ہیں۔ عمل کے وقت اپنے ہر قومی خدمت گزار بھائی اور بہنوں کی اصلاحی سرگرمیوں کو کبھی تو ذاتی منفعت اور کبھی شہرت اور نمود کے حرص و ہوس پر محمول کرتے ہوئے ہر طریقوں سے انہیں بدنام اور ذلیل دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیا آپ یقین کر سکتی ہیں کہ یہ راہ عمل ہمیں زندہ قوموں اور ترقیوں کے دلدادہ رہبر قوم بزرگوں کے صف میں پیش کرے گی۔ ہرگز نہیں دنیا کی ہر متمدن قوموں نے متحدہ طاقت کو سب پر فوقیت دلائی ہے جس وقت جنگ عظیم کی ہیبتناک مہم درپیش ہوئی تو جرمن آسٹریا اور دیگر اقوام سے برسرپیکار ہونے کی صورتوں میں برطانیہ۔ فرانس۔ روس اور اطالیہ وغیرہ نے اتحادیوں میں اپنا نام درج کرایا اور اسی باہمی مفاہمت کے بدولت جرمن جیسی ترقی یافتہ جنگجو قوم پر حکمت عملیوں کی بدولت فتح حاصل کر لی۔

جرمنی کے۔ دبز فیکٹری کے فلک شگاف شیل اور فولادی گولوں کی بوچھاڑ نے اگرچہ ابتدا میں ساری دنیا کو لرزہ براندام کر ڈالا تھا۔ مگر آخر کار اتحاد کی برکتیں کامیاب ثابت ہوئیں۔

یہ تو ملکی اور سیاسی معاملات میں۔ ایک خاندان کو لیجئے جو چند افراد پر مشتمل ہے اگر آپس میں اتفاق اور باہمی ہم خیالی نہیں تو ایک دوسرے کی صورت سے متنفر اور آئے دن کی جھک جھک پٹ پٹ میں مصروف نظر آئے گا۔ والدین کی رائے کچھ اور ہے۔ ان کو رٹ لگی ہوئی ہے۔ کہ لڑکے اعلیٰ تعلیم حاصل کریں کمائیں سب کچھ کریں۔ لیکن پرانے دقیانوسی قانون پر عملدرآمد کرتے رہیں۔ لڑکیاں چاہے بیاہی جائیں یا نہیں۔ اگر بیاہی گئیں بھی تو لونڈیوں سے بدتر زندگی گزاریں لیکن تعلیم حاصل کرنا۔ یا معاشیات کے مسائل سے دلچسپی لینا گناہ کبیرہ ہی تصور کریں۔ بچے بے ادب میلے کچیلے آئے دن کے مریض۔ پتنگ بازی۔ یا تاش چوسر کے دھتیا کیوں نہ ہو جائیں۔ مگر حفظان صحت کے اصول پر کاربند ہوتے ہوئے صاف ستھرے نہ رکھے جائیں۔ ارے بے بچے تو ہیں کیا تمام دن انہیں صفائی کے لئے پانی میں ڈبو کر۔ کھا جائے گا۔ ناہوا! بچے نہ ہوئے کہ انہیں بوڑھا بنا دیا گیا۔ ان کو کونسی کمزوری لاحق ہے جو گھڑی دیکھ دیکھ کر کھائیں گے۔ ناحق بیگم تم بچوں کو ہر چیزوں کے لئے ترسا کے رکھتی ہو کہ ابھی وقت آئے گا تو کھائیں گے؟ کیا ہوا جو چھوٹے میاں نے سکول ناغہ کر دیا اور تاش کھیلنے بیٹھ گئے۔ ارے بے بیوی۔ ناحق بچے

کی جان کو کیوں آ گئیں۔ نورا اور کنکوا تو میں نے منگوا دیا تھا۔ آخر تم سے شرط بدی تھی۔ پتنگ بازی تو کوئی گناہ نہیں۔ ان کے باوا نے بھی خوب پتنگ اڑائی ہے مگر آج کیا وہ عدالت میں مجسٹریٹ نہیں ہیں؟ اب بتلائیے کہ جہاں ایک کنبہ میں اختلاف آرا کی یہ نوبت ہے کہ ساس۔ بہو۔ ماں بیٹی اور باپ بیٹے تک ہم خیال نہیں تو پھر ہم کس برتے پر قومی اتحاد، ملکی اور سیاسی اتحاد کا خواب دیکھ سکتے ہیں۔ سب سے پہلے تو گھر میں اتحاد کی بنیاد ڈالنی چاہیئے۔ اور ہر فرد کو اپنی اس زبوں حالی کے ردعمل کے لئے آپس میں اتفاق اور ہم خیالی کو زریں اصول بناتے ہوئے کاربند ہونا چاہیئے۔ اخباروں میں لیڈروں کی تقاریر میں کتابوں میں ہر جگہ ہندو مسلم یونیٹی کی کشمکش ہو رہی ہے۔ لیکن ان پولٹیکس کے شیدائی بندگوں سے پوچھئے تو کہ ایک چھوٹے سے کنبہ میں کبھی آپ نے اتحاد کی روح پھونکی ہے؟ ہاں گھر کی عورتوں اور تمام رشتہ داروں کے مفید خیالات پر نکتہ چینی اور مخالفت کے وار سے فضا کو ناقابل برداشت اور مکدر بنائے ہوئے ہیں۔ مختلف اقوام کو باہم منسلک کرنا اور متنازعہ فیہ واقعات سے چشم پوشی فرمانا تو کارے دارد۔ اگلے وقتوں میں لوگ مذہبی ہدایات پر بہت زیادہ عقیدت رکھنے اور حتی الامکان اس میں سرگرم عمل نظر آتے تھے۔ اسی لئے ہر طرف اطمینان فارغ البالی صلح اور آشتی کی نعمتیں میسر تھیں۔ ہم وطن اور ہم قوم افراد کے ماسوا اپنے گرد و پیش اور متعلقین کے جذبات کا احترام۔ ملکی اور غیر ملکی ہمسائے اور ملاقاتیوں سے بلا تفریق مذہب و ملت بہترین حسن سلوک سے پیش آنا اپنا نصب العین قرار دے رکھا تھا۔ جب ہی تو موجودہ زمانہ کی فرقہ بندی اور شر انگیزی کا نام بھی کوئی نہیں جانتا تھا۔ کیونکہ تمام عالم کے مذاہب کا اتفاق حسن سلوک۔ ہمدردی اور اتحاد عمل کے حق میں رہا ہے۔ پھر اس سے منحرف ہو کر ہر جگہ نفاق کے بیج بونا اور ور اسی دور اندیشی اور مصلحت بینی سے جہاں ہم تمام پیچیدہ مسائل کو حل کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔ اختلاف آرا کی صورتوں میں بگاڑ کر فتنہ انگیزیوں کے ذمہ دار ہو رہے ہیں۔ اور دنیا سے اتحاد کی بے پایاں مسرت کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کرنے پر مستعد ہیں۔ کاش مسلم قوم اور خصوصاً خواتین اب بھی اس پر غور فرمائیں۔

جمیلہ بیگم کلکتہ

جنگل کی خوفناک سیر

اپنے صاحب کے ساتھ جو صوبہ بہار میں محکمہ جنگلات کے اکسٹرا اسسٹنٹ کنزرویٹر ہیں یوں تو اکثر دورہ پر جنگلوں میں جانے اور شیر کے دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا۔ لیکن گذشتہ سال کی گرمیوں کا واقعہ شاید ہمیشہ یاد رہے۔ یہ میری زندگی کا بلکہ صاحب کی زندگی کا بھی پہلا اتفاق تھا کہ یوں شیر کو اپنے پلنگ کے پاس کھڑا دیکھا ہو۔ اس عجیب وغریب واقعہ کو اپنی عصمتی بہنوں کی دلچسپی کے لئے قلمبند کرتی ہوں۔

کئی کئی روز سے صاحب یہ خوشخبری سنا رہے تھے۔ کہ چند روز کے لئے باہر دورہ جانا ہے۔ جہاں ایک نہایت خوشنما بنگلہ بیچ جنگل میں آبادی سے بہت دور پہاڑ پر واقع ہے اور وہاں سینری قابل دید ہے۔ صبح سویرے جب روانگی کا وقت آیا تو مہتر کے لڑکے نے نہ صرف وہاں چلنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ کہیں بھاگ گیا۔ صاحب نے ہمیں یہ کہہ کر سمجھا دیا کہ شاید جنگل میں جانے سے ڈر گیا ہو۔ بر راستہ میں باورچی نے کہا کہ سنتے ہیں وہاں شیر کا بہت ڈر ہے۔ صاحب نے اُسے ڈانٹا کہ ڈر تو سارے جنگل ہی میں ہے اور کچھ جنگل ہی پر کیا موقوف۔ ڈرپوک کے لئے ہر جگہ ہے۔ خیر وہ بیچارہ چپ ہو رہا۔ بنگلہ پر پہنچ کر ہم صاحب کے ساتھ سینری دیکھنے اور سیر و سیاحت میں مشغول تھے کہ بوڑھی ماما جو ہمیشہ دورہ پر ساتھ جاتی تھی خبر لائی کہ بنگلہ کا چوکیدار کہتا ہے رات یہ یہاں شیر رہتا ہے اور اُس نے ساری رات جاگ کر کاٹی ہے۔ مگر میں نے اسے معمولی سی بات سمجھی اور صاحب نے بھی۔ اصل بات یہ تھی کہ نوکروں اور ماتحتوں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ صاحب چونکہ نڈر بے خوف ہیں اس لئے اس قسم کے تذکرہ کو بھی خوف ہی کا نتیجہ سمجھتے اور بری طرح مضحکہ اڑاتے اور سہے دور کرتے ہیں۔ چنانچہ سب کے سب اشارہ سے۔ کنایہ سے۔ انہیں واقف کر رہے تھے۔ لیکن وہ بھلا کس کی سنتے۔ دبی زبان سے بیچارے بنگلہ کے چوکیدار نے کہا بھی کہ اس بنگلہ پر اکثر شیر آ جاتا ہے تو آپ نے کیا فرمایا کہ مکان مکان ذرہ ذرہ کی سیر کرتا ہے اکیلے میں ان سب کو شیر ضرور نظر آتا ہے۔ آج دیکھنا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ وہ بیچارہ چپ ہو رہا حالانکہ سچی بات یہ تھی کہ اس جگہ سے صاحب بھی واقف نہ تھے۔ اس سے پیشتر صرف چند گھنٹوں کے لئے دن کے وقت ایک دفعہ قیام کیا تھا لیکن سب کو ڈرپوک سمجھتے تھے اور کسی کی بات نہ مانتے تھے۔

جب رات آئی تو سب نوکر چاکر رخصت ہوئے تھے۔ گرما ہی میں کہ پلنگ بھی باہر منگوائے کو تیار لیکن ابر و باد کی وجہ سے برآمدہ میں بچھائے گئے۔ کھانے کے بعد میں تو پلنگ پر لیٹ گئی۔ لیکن صاحب آرام کرسی پر لیٹ کر کچھ پڑھتے رہے۔ ماما بیچاری کو پلنگ نہ مل سکا تو وہ دوسری آرام کرسی برآمدہ کے ایک کنارے لگا کر بیٹھ رہی۔

نوکروں نے اس وقت تو یہ کہہ دیا کہ باورچی خانہ کے برآمدہ میں ہم سب سوئیں گے۔ لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ مجبر فہمی میں یہ بات بھی کہ صاحب کی جان تو مفت کی ہے۔ ہم سب کیوں اپنی جانیں دیں۔ اس لئے کوٹھری میں بند ہو کر وہ سب سو رہے۔ صاحب نے بھی

احتیاطاً یہ کر رکھی تھی۔ کہ برآمدے کے ایک کنارے جہاں ماما سو رہی تھی۔ لالٹین نہایت دھیمی کر کے جلتی چھوڑ دی تھی۔ رائفل یا بندوق کچھ بھی پاس نہیں رکھی تھی۔ صاحب نے کب پڑھنا موقوف کیا اور کب اپنے پلنگ پر گئے ہمیں خبر نہیں۔ میں تھکی ہوئی تھی اور گہری نیند سو رہی تھی کہ دفعتاً صاحب کی سخت ڈانٹ کی آواز کان میں آئی۔ میں جاگ اٹھی یہ تو میں سمجھ گئی کہ اتنے زور کی ڈانٹ یقیناً کسی کتے یا بلی کو بھگانے کے لئے نہیں ہے۔ نہ ان جانوروں کا ہونا یہاں ممکن ہے۔ انہوں نے ضرور شیر دیکھا ہوگا۔ مگر میں آنکھ کھولے دم سادھے پڑی رہی۔ کیونکہ صاحب کے ساتھ شکار میں رہتے رہتے اتنا ضرور سمجھ گئی تھی کہ ایسے موقع پر جبکہ یہ معلوم نہیں کہ شیر ان کی ڈانٹ سے بھاگ گیا یا کھڑا ان کا منہ تک رہا ہو۔ ہلنا یا بولنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ میں چپ پڑی رہی جب تک کہ صاحب نے خود ماما کو پکار کر بتی تیز کرنے کو نہ کہا۔ جب کئی دفعہ پکارنے پر ماما اٹھی تو میں نے پوچھا کہ کیا دیکھا آپ نے۔ کچھ تو بتلائیے۔ ماما بتی لے کر آ گئی تو صاحب نے بتایا کہ شیر تھا اور پھر دوسرے سوال پر کہ کہاں تھا۔ صرف یہی کہتے رہے کہ یہیں تھا۔ آخیر کچھ دیر بعد انہوں نے بتایا کہ وہ ہمارے پلنگ کے پاس ہی کھڑا تھا۔ تو ہمیں اس کا یقین نہیں آیا کہ وہ اس طرح آ کر کھڑا ہو گیا ہو۔ صاحب نے بتی لے کر برآمدے سے نیچے اتر کر جو شاید ایک بالشت اونچا ہوگی زمین پر صاف پنجوں کے نشان ہم کو دکھائے۔ اور پھر مفصل بتایا کہ کس طرح شیر ٹہلتا ہوا برآمدہ کے نیچے ماما کے پاس سے گزرا اور کس طرح ٹھٹھک کر اس نے چاروں طرف دیکھا۔ جبکہ اس کو اطمینان ہو گیا کہ سناٹا ہے تو ہمارے پلنگ کے پاس آ کر ٹھٹھکا۔ جب اس کو پورے سناٹے کا یقین آ گیا اور پردہ کو بھی اس نے ایک قسم کی دیوار ہی سمجھا۔ تو نہایت اطمینان سے برآمدہ کے نیچے (جیسا کہ میں اوپر لکھ چکی ہوں۔ شاید ہی ایک بالشت زمین سے اونچا ہو) صاحب کے پلنگ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ آفریں ہے صاحب پر کہ پڑے ہوئے جاگ رہے ہیں۔ مگر دم سادھے دیکھ رہے ہیں کہ آخر یہ کرتا کیا ہے۔ اب وہ غور کر کے پلنگ کو دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ برآمدہ پر آیا۔ قریب پانچ منٹ تک صاحب شیر کو دیکھتے رہے اور شیر صاحب کو دیکھتا رہا۔ خدا جانے کیوں۔ سوائے فضل خداوندی کے اور کیا کہا جائے۔ کہ صاحب کو یک بیک خیال آیا کہ شاید شیر کی نیت خراب ہو اور ان کی اس عقلمندی نے ان کے ساتھ ان کی بے گناہ بیوی کی جان بھی خطرہ میں ڈال دی ہے۔ اس خیال کے آتے ہی انہوں نے اس زور سے ڈانٹا کہ بیچارہ ایک چھلانگ میں برآمدہ کیا بلکہ سامنے کی زمین کے بھی باہر تھا۔

یہ کیفیت سننے سے خاص کر یہ معلوم ہونے کے بعد کہ موت کے پنجے سے گویا میں ابھی چھٹی ہوں میرے بدن میں خاصی تھرتھراہٹ پیدا ہو گئی۔ چڑیا گھر میں پہرے میں شیر کو دیکھنا اور بات ہے۔ اور اپنے پلنگ کے پاس خاصا دس فٹ کا شیر کھڑا ہوا دیکھنا یہ بالکل دوسری بات ہے۔ ہم نے تو برآمدہ پر سونے سے انکار کر دیا۔ اور صاحب کو بھی بہت کچھ سخت سست کہہ ڈالا کہ جان بوجھ کر جان خطرہ میں ڈالنا کونسی بہادری ہے۔ پلنگ کمرہ میں لے جانے کے لئے نوکروں کو بلایا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ سب کے سب برآمدے میں سونے کی بجائے باوجود اتنی گرمی کے کوٹھری میں تھے۔ آخر وہ سب آئے تو ان کو بتایا گیا کہ شیر آیا تھا اور پلنگ کے پاس تھا۔ بنگلہ کے چوکیدار نے بھی اس کی تصدیق کی۔ بلکہ برآمدہ کا ایک خاص کونہ اس نے بتایا کہ وہ وہاں اکثر آ کر بیٹھا کرتا ہے۔ مگر صاحب کو اس نے ان کے بیجا اعتراض اور خفگی کے خوف سے نہیں بتایا تھا۔ اس واقعے کے بعد پلنگ اندر بچھوائے گئے مگر نیند کس طرح آ سکتی تھی۔ صاحب کی اس عقلمندی

(بقیہ صفحہ ۱۰)

سیاسی ماحول میں عورتوں کی ترقی کے وسائل

موجودہ زمانہ میں ہماری ہندوستانی بہنیں بھی مغربی خواتین سے کسی حالت میں کم نظر نہیں آتیں عورتوں میں تعلیم کے عام ہونے سے سیاسی امور سے اُنہیں پوری طرح واقفیت ہو رہی ہے۔ اور اب سیاست میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہیں۔ آج تقریباً ہر صوبہ میں ہندوستانی بہنوں کو حق نیابت حاصل ہے پبلک کاموں میں وہ عملی حصہ لے رہی ہیں۔ کونسلوں کی ممبری بھی کر رہی ہیں۔ جگہ جگہ ہماری انجمنیں بھی قائم ہو گئی ہیں حکومت نے عورتوں کے حقوق تسلیم کر لئے اور اب وہ مردوں کے مقابلہ میں عضوِ معطل سے تشبیہ نہیں دی جا سکتیں۔ بیسویں صدی کا آغاز ہندوستان کی سیاسی جد و جہد کے لئے مشہور ہے آزادی کے مطالبہ کے سلسلہ میں نہ صرف یہ کہ مردوں نے آوازیں بلند کیں بلکہ عورتوں نے بھی اس تحریک میں نمایاں حصہ لینا شروع کیا ہے اور تعلیم کا جہاں تک تعلق ہے اگرچہ عورت مرد سے کئی درجہ پیچھے ہے تاہم اس شورش میں اسے خود اپنے وجود اور حقوق کا احساس کافی طور پر ہوا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستانی عورت اگر ایک جانب مردوں کے دوش بدوش آزادی ہند کے مسئلہ پر متوجہ ہوئی تو دوسری طرف خود اپنے طبقہ میں تعلیم کو پھیلانے کے لئے بھی مستعد ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ اپنے ہی ملک میں اپنے مردوں سے اُن حقوق کے حاصل کرنے میں سرگرم نظر آئی جو اسے خود فطرت نے بخشے تھے لیکن مردوں کی تنگ نظری نے اب تک غصب کر رکھے تھے۔ ان سرگرمیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورتوں کو نہ صرف یہ کہ ان کے جائز حقوق جو معاشرت سے متعلق تھے حاصل ہوئے بلکہ سیاسی حقوق بھی کامل طور پر تسلیم کر لئے گئے۔

کلکتہ۔ مدراس اور بمبئی کارپوریشن میں نہ صرف یہ کہ عورتوں کو ووٹ دینے کا اختیار ہے بلکہ اُن کی نیابت بھی ایکٹ بی ہوتی ہے۔ اسی طرح ملک کے ڈسٹرکٹ بورڈز۔ میونسپلٹیاں اور دیگر سرکاری وغیرہ سرکاری یا نیم سرکاری اداروں نے بھی عورتوں کے حقوق پوری طرح تسلیم کر لئے صوبجاتی کونسلوں میں اب تک انہیں صرف ووٹ دینے کا حق حاصل تھا مگر اب نئے قوانین کی بنا پر عورتیں اپنے نمائندے بھی منتخب کر سکتی ہیں ۱۹۲۶ء عورتوں کی سیاسی جد و جہد کے لئے یادگار ہے کہ اس سال پہلی بار ایک عورت صوبجاتی کونسل کی ممبر نامزد ہوئی۔

اسی سال مدراس کونسل میں ایک خاتون نائب صدر منتخب ہوئیں۔ گذشتہ گول میز کانفرنس لندن میں بیگم شاہ نواز اور مسز سبرائن کی شمولیت ہوئی۔ اسی طرح انجمن بین الاقوامی جنیوا میں بھی گذشتہ سال بیگم شاہ نواز کی شرکت نے ہندوستانی عورتوں کے سیاسی حقوق کا سکہ جما دیا۔ اب جبکہ عورتوں کو کافی سہولتیں حاصل ہیں کہ وہ اپنے حقوق کی نگہداشت کر سکیں اور مردوں کے دوش بدوش ملک و قوم کی ترقی کے لئے کوشاں ہو سکیں تو ضروری اور اشد ضروری ہے کہ عورتوں میں تعلیم کی عمومیت لازمی قرار دی جائے اور جیسے بھی ممکن ہو انہیں اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دی جائے۔ اب زمانہ وہ نہیں رہا کہ اگر کسی گھر میں لڑکی پیدا ہوا تو

خوشی منائی جائے اور لڑکی کی ولادت پر اظہار ملال ہو۔ زمانہ کے انقلاب نے ثابت کر دیا کہ لڑکیاں اور لڑکے دونوں مساوی طور پر ملک و قوم کے لئے مفید ہیں۔

جب لڑکے کو اعلیٰ تعلیم دینے کے لئے ہم خرچ کر سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ لڑکیوں کو بھی ویسی ہی تعلیم نہ دیں۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے لڑکے جس طرح کامیاب وکیل، بیرسٹر، جج، ڈاکٹر، انجینیر بن سکتے ہیں تو عورتوں نے بھی گو اُن کی تعداد کم ہو اعلیٰ تعلیم سے کر ثابت کر دیا ہے کہ وہ بھی کامیابی کے ساتھ ایسے فرائض انجام دینے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ اس کی بھی اشد ضرورت ہے کہ ملک میں جس طرح مردوں کے اخبار و رسائل کی کثرت سے اشاعت ہوتی ہے اور جن میں زیادہ تر مردوں ہی کے متعلق باتیں ہوا کرتی ہیں عورتوں کے حقوق کی نگہداشت اور ترجمانی کے لئے بھی بکثرت رسالے و اخبار ہفتہ وار اور روزانہ جاری کئے جائیں کیونکہ بغیر ان وسائل کے عورتوں کا قدم ترقی کے میدان میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ظاہر ہے کہ ایسے اخبار و رسائل کا صرف عورتوں ہی کی نگرانی میں شائع بھی ہونا لازمی و ضروری ہے۔

مگر اپنی محترم بہنوں سے میری یہ بھی درخواست ہے کہ مغرب کی کورانہ تقلید میں خود اپنی ایشیائی تہذیب کو جس پر وہ بجا طور سے فخر و ناز کر سکتی ہیں ہرگز کسی حال میں نہ بھولیں۔ اعلیٰ تعلیم کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہو سکتا کہ فرائض انسانی سے بالکل قطع نظر کر کے انفرادی دلچسپیوں میں زیادتی کی جائے۔ یہ باتیں فرصت اور بیکاری کی ہیں۔ ہماری موجودہ حالت اگرچہ بفضلہ پہلے سے اچھی ضرور ہے تاہم غور کیجئے تو ہمارا ملک دوسری قوموں کے ماتحت ہے۔ ہماری اقتصادی حالت کمزور۔ ہمارے درمیان دولت کی کمی۔ ہمارے وطن میں افلاس کا طوفان۔ پچھتر فیصدی ہمارے ملک میں ایسے افراد ہیں جنہیں پیٹ بھر کر کھانا بھی نصیب نہیں نہ جسم ڈھکنے کو کپڑا۔ پھر فیشن کی لغویت میں گرفتار ہونا ہمیں کب زیبا ہے۔

ہماری فیشن پرستی سے اپنے ملک اور اپنے ہم وطنوں کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ آرائش و زیبائش کی تقریباً کل چیزوں کے لئے ہم یورپ اور امریکہ کی تجارت گاہوں اور کارخانوں کے محتاج ہیں یہ تو جب ہی اچھا اور مناسب معلوم ہوتا کہ یہ چیزیں ہم خود اپنے ہی ملک کی تیار شدہ خریدتے کہ جس سے ہمارا سرمایہ ہمارے ہی ملک میں رہ سکتا۔ اور ہم وطنوں کے کام آتا۔

ہماری کوشش ہونی چاہیئے کہ ملک بھر میں اس بات کی تبلیغ کریں کہ ہمارے یہاں ہماری ضروریات کے بہم پہونچانے کے لئے کارخانے بھی قائم ہوں۔ سرمایہ داروں کو مجبور کریں کہ مزدور پیشہ جماعتوں کے ساتھ رعاتیں ہوں کاشتکاری کو جو ہندوستان کا اصل پیشہ ہے اور جس پر اول سے آخر تک ہماری زندگی کا انحصار ہے فروغ دیں۔

اعلیٰ تعلیم کا مقصد تربیت اخلاق ہے ہمیں لازم ہے کہ اپنی ایشیائی تہذیب کو ہمیشہ یاد رکھیں اور بھول نہ جائیں۔ اپنا اخلاق درست رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے ترقی کے میدان میں اور بھی آگے بڑھتی چلی جائیں۔

ایس۔ کے صغرا سبزواری

یہ مضمون اردو لٹریری خواتین کانفرنس میں میں نے پڑھا تھا اور اس پر خاکسار کو چاندی کا تمغہ دیا گیا تھا۔ صغرا

راج ہٹ

گذشتہ ماہ کا سب سے اہم اور دردانگیز واقعہ شاہ ایڈورڈ ہشتم کی تخت و تاج سے دست برداری ہے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جسے تاریخ میں ایک ممتاز جگہ حاصل ہوگی۔ اس وجہ سے نہیں کہ دنیا کا سب سے بڑا بادشاہ اس سلطنت کا فرمانروا جس میں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ تخت و تاج سے دست بردار ہوگیا۔ بلکہ اس لئے کہ اس کی دست برداری کے اسباب اُن اسباب سے بالکل مختلف ہیں جو عموماً بادشاہوں کو تخت و تاج سے محروم کردیا کرتے ہیں۔

شاہ ایڈورڈ ہشتم کی دست برداری سے قبل سب سے اہم دست برداری شاہ امان اللہ خاں کی تھی۔ لیکن اس کے اسباب سیاسی تھے اگرچہ اُن اسباب کے پیدا کرنے میں ملکہ ثریا کی آزادی اور بے پردگی کو آڑ بنایا گیا تھا۔ لیکن ایڈورڈ ہشتم بادشاہت سے اس لئے دست بردار ہوتے ہیں کہ وہ اُن پابندیوں سے بیزار ہیں جو ہر وقت اور ہر جگہ انگلستان کے آئینی بادشاہ کے لئے لازمی ہیں۔ اور وہ ایک ایسی امریکن عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں جو دو شوہروں سے طلاق حاصل کرچکی ہے۔ ایڈورڈ ہشتم کی تخت سے دست برداری کے مختلف پہلو ہیں۔ وہ آئینی اعتبار سے انگلستان کی تاریخ کا پہلا اہم ترین واقعہ ہے۔ عام سیاسی اعتبار سے اس کی اہمیت کچھ کم نہیں ہے۔ محبت کی دنیا میں سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم کی دست برداری کو بہت اونچی جگہ ملے گی۔ اس ضمن میں یہ چیز بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ ایک مطلقہ سے شادی کرنے کی خواہش سوشل اور اخلاقی اعتبارات سے بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی۔ سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم کی دست برداری کی حیثیت سمجھنے کے لئے ہمیں ذرا تفصیلات میں جانا پڑیگا۔ ہمیں انگلستان کے آئین۔ وہاں کے بادشاہ کی حیثیت۔ اور پارلیمنٹ سے اُس کے تعلقات کا ذکر کرنا پڑے گا۔ سابق شاہ کی افتاد طبیعت کو سامنے رکھنا ہوگا۔ پھر اس فسانہ محبت کے مادی، سیاسی اور اخلاقی نتائج پر ایک نظر ڈالنی پڑے گی۔

انگلستان میں ایک خاص قسم کی آئینی حکومت ہے۔ وہاں کا بادشاہ جہاں تک قانون کا تعلق ہے خود مختار بادشاہ ہے یعنی قانوناً اُسے وہ تمام اختیارات حاصل ہیں جو بالعموم خود مختار بادشاہوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ انگلستان ہی پر نہیں تمام سلطنت برطانیہ پر اُس کے نام سے حکومت کی جاتی ہے۔ معاہدات اور صلح نامے اُسی کی جانب سے ہوتے ہیں۔ قوانین کے نفاذ سے پہلے اُس پر بادشاہ کے دستخط ضروری ہیں۔ لیکن اُس کے ساتھ ہی کچھ ایسی عملی پابندیاں ہیں جن کی وجہ سے بادشاہ اپنے اختیارات کو استعمال نہیں کرتا۔ ملک کے نظم و نسق کی ذمہ دار پارلیمنٹ ہے اور کیبنٹ پارلیمنٹ کے فیصلوں کا نفاذ اور ملک کا نظم و نسق کرتی ہے۔ وزیر اعظم کیبنٹ کا صدر ہوتا ہے اور یہ شخص پارلیمنٹ کی اس پارٹی کا رکن ہوتا ہے جسے پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل ہو۔ کیبنٹ کے ممبر یعنی وزراء سلطنت قانونی حیثیت سے بادشاہ کے مشیر ہیں۔ اور وہ انہیں برطرف کرسکتا ہے۔ لیکن چونکہ

وزراء سلطنت یعنی کیبنٹ کے ممبر دراصل پارلیمنٹ کے سامنے متعلقہ باتوں کے جواب دہ ہیں اس وجہ سے بادشاہ کو ان کی خواہشات کا احترام کرنا پڑتا ہے۔ اگر پارلیمنٹ میں کسی پارٹی کو فیصلہ کن اکثریت حاصل نہ ہو یعنی اگر تمام دوسری پارٹیاں برسر اقتدار پارٹی کے خلاف متحد ہو جائیں اور وہ برسر اقتدار پارٹی کی حکومت کو شکست دے سکیں تو اس پارٹی کا وزیر اعظم موتا کمزور ہوا کرتا ہے اس لئے اُسے اپنے فیصلوں کو منوانے کے لئے دوسری پارٹیوں سے معاملہ اور سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔ اور وہ کوئی شدید کارروائی نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ وہ دوسری پارٹیوں کی تائید حاصل نہ کرلے۔ اس کے علاوہ اس امر کو بھی ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ انگریز قدامت پسند قوم ہے وہ اپنے ہاں کے رسم ورواج اور روایات کو قائم رکھنے پر مصر رہتے ہیں حتی کہ وہ بعض ایسی چیزیں بھی قائم رکھتے ہیں جن کی دور موجودہ میں نہ کوئی خاص ضرورت ہے۔ اور نہ اُن سے کوئی خاص فائدہ۔ پھر انگریزوں کے عروج کی جو چند چیزیں ضامن ہیں ان میں ایک یہ چیز بھی شامل ہے کہ جس وقت انہیں محسوس ہوتا ہے یا محسوس کرایا جاتا ہے کہ سلطنت، ملک یا قوم پر خطرہ ہے تو وہ متحد ہو جاتے ہیں۔ اور خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ایسی راہیں اختیار کرنے میں بھی شامل نہیں ہوتے جو بالکل صحیح نہ ہوں۔ ایسے موقعہ پر وہ ایسے سمجھوتے کر لیتے ہیں جو دوسرے حالات میں شاید کبھی نہ کر سکیں۔ جنگ عظیم کے موقعہ پر قریب قریب ایسا ہی ہوا کہ اُس وقت کے وزیر اعظم مسٹر لائڈ جارج کے تمام مخالفین قومی خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے مسٹر لائڈ جارج کی زیر قیادت کام کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ یہاں تک کہ آئرلینڈ والوں نے اپنی جنگ آزادی کو جو وہ انگلستان کے خلاف لڑ رہے تھے اور ایسٹر والوں نے اُس بغاوت کو جو انہوں نے آئرش ہوم رول کے خلاف برپا کر رکھی تھی اور سر ایڈورڈ کارسن نے جس کے لئے فوج تک بھرتی کر لی تھی التواء میں ڈالنے کے لئے تیار ہو گئے۔

انگلستان کے بادشاہ کی حیثیت کے متعلق دو باتیں سمجھ لینی چاہئیں۔ انگریزی روایات میں یہ چیز شامل ہے کہ "بادشاہ سیاست سے بلند ہستی ہے" اور غالباً اسی وجہ سے "وہ غلطی نہیں کر سکتا"۔ ان دونوں فقروں میں سے پہلے فقرہ میں بادشاہ کو سیاسین سے ممتاز قرار دیا جاتا ہے۔ اور اسی نظریہ کے ماتحت تمام سیاسی امور میں بادشاہ کی تقریریں تحریریں وغیرہ مرتب کرنے کی ذمہ داری کیبنٹ لے لیتی ہے اور جب بادشاہ اپنی ذمہ داری سے کچھ کہتا یا کرتا ہی نہیں تو وہ غلطی کا ارتکاب ہی کیسے کر سکتا ہے۔ بادشاہ کو غلطی کے ارتکاب کے امکان تک سے بچانے کے لئے بادشاہ کی پبلک اور پرائیویٹ زندگی سب کا انضباط کیبنٹ کرتی ہے۔ اور اس طرح بادشاہ کو تمام خرخشوں اور پریشانیوں سے عملی طور پر ہمیشہ کیبنٹ محفوظ رکھتی ہے۔

اس طرح بادشاہ کی بہت سی ذمہ داریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور وہ کیبنٹ کے ممبروں یعنی وزراء کے فیصلہ کا احترام کرتا ہے۔ اس سلسلہ کا ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں ملکہ وکٹوریہ آنجہانی سریر آرائے سلطنت تھیں اور ہندوستان کی شہنشاہیت تفویض ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اور انگلستان کے اُس وقت کے وزیر اعظم مسٹر گلیڈسٹون تھے وہ ایک مسودہ قانون لیکر ملکہ وکٹوریا کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ آپ اس پر دستخط کر دیجئے مسٹر

گلیڈسٹون کے اندازِ تکلم پر وہ چیں بجبیں ہوئیں۔ اور اُنہوں نے کڑک کر کہا کہ "تمہیں معلوم ہے کہ تم انگلستان کی ملکہ سے مخاطب ہو"۔ مسٹر گلیڈسٹون نے اس کے جواب میں کہا کہ "جی ہاں۔ لیکن کیا آپ کو یہ معلوم ہے کہ آپ انگلستان کی رعایا سے مخاطب ہیں"۔ یہ سُنکر ملکہ وکٹوریہ نے بغیر ایک لفظ کہے مسودہ قانون پر دستخط کر دئے اور اُس کے بعد وفات کے وقت تک مسٹر گلیڈسٹون سے اُن کا دل صاف نہ ہوا۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوگا کہ انگلستان میں بادشاہ کی آئینی حیثیت کیا ہے۔ اور انگلستان کا تاج کسی ایسے شخص کے سر پر زیادہ دن نہیں رہ سکتا جو آئینی قیود کو اپنے لئے شعلِ راہ نہ بنائے۔

سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم کے مسز سمپسن سے شادی کرنے کے فیصلہ نے بارود میں شتابہ لگا دیا لیکن یہ کوئی راز نہیں ہے۔ جو لوگ انگلستان کے تخت و تاج کی آئینی حیثیت اور سابق شاہ ایڈورڈ کی افتادِ طبیعت کو جانتے تھے وہ حیرت میں تھے کہ یہ گاڑی کیونکر چل رہی ہے۔ ایک طرف تو دستوری پابندیاں اور دوسری طرف شاہ ایڈورڈ کی آزاد طبیعت ان دونوں کا اتحا[د] دو متضاد چیزوں کا اتحاد تھا۔ سابق بادشاہ ایڈورڈ آج ہی نہیں ہمیشہ ہی یہ ظاہر کرتے رہے کہ وہ آئینی پابندیوں سے بیزار ہیں۔ اور خود اپنی مرضی پر چلنا چاہتے ہیں۔ اور شادی بیاہ کے معاملے میں بھی وہ اپنے دل کی پابندی کریں گے۔ آج سے سات سال قبل سابق شاہ ایڈورڈ نے جب وہ شہزادہ ویلز تھے کہا تھا "مجھے ہر روز بارہ گھنٹے وہ بننا پڑتا ہے جو دوسرے مجھے بنانا چاہتے ہیں۔ باقی گھنٹوں میں وہ کر سکتا ہوں جو خود کرنا چاہوں۔ اگر میری شادی ہو گئی تو میں اپنی زندگی کے باقی دن اس طرح گزاروں گا کہ ویسا ہی بن جاؤں گا جیسا میری بیوی مجھے بنانا چاہے گی۔ اب تک مجھے کوئی ایسی لڑکی نہیں ملی جس سے میں شادی کرتا۔ جب کوئی مل گئی تو اُس سے میں شادی کروں گا"۔

آپ کے اس بیان کو آئینی حلقوں میں شبہ کی نظر سے دیکھا گیا تھا اور اسی طرح آپ کے اس فعل پر انگشت نمائی ہوئی تھی کہ آپ ایک ایسی لڑکی کے ساتھ ناچے جو کسی عطار کی دوکان پر نوکر تھی۔ آپ سے کہا گیا کہ ممتاز خاندانوں کی لڑکیاں آپ کے ساتھ ناچنے کی متمنی ہیں اور وہ تو ایک عطار کے ہاں ملازم ہے۔ لیکن آپ یہ کہکر پھر اس کے ساتھ ناچنے لگے کہ عطار کی کیسی اچھی دوکان ہوگی جس میں یہ نوکر ہے۔

بادشاہ ہونے کے بعد بھی سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم اس خیال سے نجات نہ پا سکے کہ کبھی نہ کبھی تو ان کی حیثیت بالکل عام انسانوں جیسی ہوگی اور وہ اپنے افعال کے مختار ہیں اور ہفتے میں پانچ دن محنت کرنے کے بعد اُنہیں یہ حق حاصل ہے کہ چھٹی کے دن جس طرح چاہیں گزاریں۔ چنانچہ یہ حال ہی کا واقعہ ہے کہ اُنہوں نے اُس وقت جبکہ اُن کی چھٹیوں کے دنوں کا پروگرام اُن کے سامنے پیش کیا گیا بگڑ کر کہا کہ "میں جانتا ہوں کہ میں بادشاہ ہوں میں اپنی ذمہ داریوں اور اپنے فرائض کو بھی جانتا ہوں۔ ہفتے کے پانچ دن بادشاہ ہونے کے فرائض کی بجا آوری میں صرف کرتا ہوں۔ ہفتے کے اختتامی ایام کا میں مالک ہوں اُن کا تعلق میری نجی زندگی سے ہے اور اُس کا میں بالکل مختار ہوں"۔

جو نظریہ خانگی زندگی کے متعلق شاہ ایڈورڈ ہشتم کا تھا وہ غلط تھا۔ انگلستان کے بادشاہ کا صحیح نظریہ وہ ہونا چاہیئے جو

شاہ جارج ششم نے تخت نشینی کے وقت ظاہر کیا: "میں تمہارے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ میں آئینی حکومت کے تمام اصولوں کی نہایت سختی سے پابندی کروں گا۔"

سابق شاہ ایڈورڈ کی دست برداری کا فوری سبب اُن کا فسانۂ محبت ہے۔ اُن کا رجحان ایک امریکن خاتون مسز سمپسن کی طرف بڑھنا شروع ہوا۔ یہ بالٹی مور (امریکہ) کی رہنے والی ہیں۔ ان کی عمر تقریباً اڑتیس سال ہے۔ قد میانہ ہے۔ بال سیاہ۔ کرنجی آنکھیں۔ یہ ہنس مکھ اور حاضر جواب ہیں۔ انداز تکلم بہت دلکش ہے۔ بناؤ سنگھار کی بہت شوقین۔ اور لباس میں جدت طرازی کی بہت شائق ہیں جس مجمع میں وہ موجود ہوں وہاں بس صرف وہ ہر ایک کی مرکز توجہ ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک اُن کا گرویدہ نظر آتا ہے۔ ۱۹۱۶ء میں اُن کی شادی ارلی وِن فیلڈ سپنسر سے ہوئی جس کا تعلق امریکہ کے بیڑے سے تھا۔ چھ برس کے بعد انہوں نے اُس سے طلاق لے لی اور کیپٹن ارنسٹ سمپسن سے شادی کی جو بیرسٹر تھا۔ اور جہاز راں کمپنیوں کی فرم میں حصہ دار رہا۔ کوئی دو سال کا عرصہ ہوا کہ مسز سمپسن کی سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم سے جب وہ پرنس آف ویلز تھے ملاقات ہوئی۔ ایک موقعہ پر وہ بہت دیر تک اُس کے ساتھ ناچتے رہے اُس کے بعد یہاں تک ہوا کہ افزائشِ حُسن کی دوکان میں اُس کا بہت دیر تک انتظار کرتے رہے۔ غرضیکہ تعلقات بڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ شہزادہ ویلز بادشاہ ہوگئے اور اُس کے بعد جب اُنہوں نے ایک مرتبہ کھانے پر انہیں بلایا اور اس کا ذکر معروفیات کے سلسلہ میں مشتہر ہوا تو چہ میگوئیاں بڑھنے لگیں۔ اس کے بعد حال ہی میں جب سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم نے بحیرۂ روم کا دورہ کیا تو مسز سمپسن" ان کے ساتھ تھیں "مسٹر سمپسن" اپنے پیشہ کی معروفیات کی وجہ سے ساتھ نہ جاسکے۔ ریاست ہائے بلقان کے جس جس دارالحکومت میں سابق بادشاہ کا استقبال ہوا مسز سمپسن برابر اُن کے پہلو بہ پہلو بیٹھی تھیں۔ سوائے ٹرکی کے جہاں کمال اتاترک سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم اور مسز سمپسن کے درمیان تھے۔ بحیرۂ روم کے دورہ سے واپسی پر انگلستان کے ممتاز حلقوں میں چہ میگوئیاں بہت بڑھ گئیں۔ اس لئے کہ امریکہ کے اخبارات نے سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم اور مسز سمپسن کے تعلقات پر بڑے زور و شور سے حاشیہ آرائی شروع کردی تھی۔ اِسی دوران میں یہ ہوا کہ ایک پادری صاحب نے اپنے ایک خطبے میں سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم پر یہ اعتراض کیا کہ وہ مذہبی رسوم پورے طور پر ادا نہیں کرتے۔ یہ ایک ایسا شتابہ تھا جس نے دبی ہوئی بارود میں آگ لگادی۔ اور فوراً ہی سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم اور مسز سمپسن کے تعلقات پر رائے زنی ہونے لگی۔ ایک طرف یہ ہو رہا تھا۔ دوسری طرف مسز سمپسن نے بمقام اکسوچ عدالت میں طلاق کی درخواست پیش کی اور اُس میں یہ بیان کیا کہ میں اور مسٹر سمپسن ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۴ء تک خوش و خرم زندگی بسر کرتے رہے ۱۹۳۴ء کے اواخر میں مسٹر سمپسن اختتام ہفتے کی تعطیل اکثر و بیشتر اکیلے گزارنے لگے ۱۹۳۶ء کے بڑے دن کے ایام میں اتفاقاً ایک خط میرے ہاتھ پڑا جو بظاہر کسی عورت کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ اس خط سے میں مشتعل ہوگئی اور میں نے مسٹر سمپسن کو ایک خط لکھا کہ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ اپنے کاروبار کے سلسلہ میں معروف ہونیکے

بجائے تم "ہوٹل برے" میں ایک عورت کے ساتھ ٹھیرے ہوئے ہو۔ اور میں اپنے وکیل کو ہدایت کر رہی ہوں کہ وہ قانونی کارروائی کرے۔ شہادت میں ہوٹل کے دو ملازم پیش ہوئے جنہوں نے انجیل پر ہاتھ رکھ کر یہ گواہی دی کہ ہم نے ہوٹل میں مسٹر سمپسن کو جب وہ ایک عورت کے ساتھ تھے سونے کے کمرے میں ناشتہ کرایا۔ اس شہادت پر جج نے طلاق کی ڈگری دیدی۔ اس مقدمے میں مسٹر سمپسن نے کسی قسم کی پیروی نہیں کی۔ یہ ڈگری ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو دی گئی۔ اور اس تاریخ سے ۶ ماہ تک وہ شادی نہیں کر سکتیں۔

جب سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم اور مسز سمپسن کے تعلقات کے چرچے بہت بڑھ گئے، اور انگلستان کے وزیر اعظم مسٹر بالڈون نے سابق شاہ سے ملاقات کی تو آپ نے مسز سمپسن سے شادی کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ اسی گفتگو کے دوران میں سابق ملک معظم نے یہ بھی کہا کہ "کیا اس قسم کی شادی ہو سکتی ہے جس میں میری اور مسز سمپسن کی اولاد کو شاہی وراثت کے حقوق نہ دئے جائیں؟" انگلستان کی تاریخ میں اولاد کو حقوق وراثت شاہی سے محروم رکھنے کی شادی کی صرف ایک مثال شاہ جارج چہارم کی ہے۔ کہ انہوں نے جب وہ پرنس آف ویلز تھے دو مرتبہ کی بیوہ "ماریہ فٹز ہربرٹ" سے شادی کی تھی۔ وزیر اعظم نے اس قسم کی شادی کو ناپسند کیا اور کہا کہ "بادشاہ کی بیوی کی حیثیت عام آدمیوں کی بیوی کی حیثیت سے مختلف ہے۔ بادشاہ کی بیوی ملکہ ہو جاتی ہے اور ملکہ ملک کی ملکہ ہوتی ہے اور اس لئے ملکہ کے انتخاب میں رعایا کی آواز سنی جانی چاہیئے۔"

وزیر اعظم کے اس جواب نے سابق شاہ کے ارادے میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور انہوں نے یہ کہدیا کہ "میں مسز سمپسن سے شادی کروں گا۔ اور میں تخت سے دست برداری کے لئے تیار ہوں"۔ جب وزارت کو باضابطہ طور پر بادشاہ کو تخت سے دست بردار ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے اُسے نظر ثانی کے لئے سابق بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا لیکن سابق بادشاہ نے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور اس طرح انگلستان کی تاریخ کا ایک اہم باب ختم ہو گیا۔

دست برداری کے بعد سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم نے جنہیں انکے جانشین اور چھوٹے بھائی شاہ جارج ششم نے ہز رائل ہائی نس ڈیوک آف ونڈسر کا خطاب دیا ہے ایک دردانگیز تقریر نشر کی جس میں آپ نے کہا "بالآخر میں اپنے ذاتی الفاظ آپ تک پہونچانے کے قابل ہوا ہوں۔ میں کبھی بھی کسی بات کو آپ سے اخفا نہیں رکھنا چاہتا تھا لیکن آج سے قبل میں آئینی طور پر آپ سے صاف صاف گفتگو کرنے کا مجاز نہیں تھا۔ اب چند ہی گھنٹے ہوئے ہیں کہ میں نے بحیثیت بادشاہ اور شہنشاہ کے آخری فریضہ کو ادا کیا ہے اور میرے بھائی ڈیوک آف یارک میرے جانشین ہو چکے ہیں میرے ابتدائی الفاظ اُن کے اظہار اطاعت پر مشتمل ہونے چاہئیں۔ میں خلوص دل سے اظہار اطاعت کرتا ہوں۔ آپ سب جانتے ہیں کہ وہ کونسے اسباب تھے جنہوں نے مجھے تخت سے دست برداری پر مجبور کیا۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ فیصلہ کرتے وقت میں نے اُس ملک اور اُس سلطنت کو جس کی میں نے بحیثیت پرنس ویلز اور بحیثیت بادشاہ خدمت کرنے کی کوشش کی کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ آپ یقین کیجئے کہ میرے لئے یہ ناممکن تھا کہ میں اُس عورت کی امداد کے بغیر جس سے میں محبت کرتا ہوں ذمہ داریوں کے

بارگراں کو اُٹھا سکوں اور فرائض کو اسی طرح انجام دے سکوں جس طرح میں انجام دیتا تھا"۔

"جس وقت سے کہ میں پرنس آف ویلز تھا اور اُس کے بعد جب سے کہ میں تخت پر بیٹھا، میں نے سلطنت کے جس حصے میں سفر کیا کہ جہاں کہیں بھی میں رہا رعایا کے ہر طبقے نے میرے ساتھ نہایت مہربانی اور شفقت کا برتاؤ کیا جس کے لئے میں شکرگزار ہوں۔ ممکن ہے کہ میں کچھ عرصہ تک اپنے ملک میں واپس نہ آسکوں لیکن انگریزی قوم اور سلطنت برطانیہ کی فلاح وبہبود کا خلوص دل سے متمنی رہوں گا۔ اگر کسی وقت میں ذاتی حیثیت سے ملک معظم کے لئے کار آمد ہوسکوں تو خدمت سے گریز نہ کروں گا۔ اب جبکہ نئے بادشاہ تخت نشین ہوچکے ہیں میں اُن کی آپ کی اور اُن کی رعایا کی خوشی وبہبودی کی دعا کرتا ہوں۔ خدا آپ سب کو برکت دے، خدا بادشاہ کو سلامت رکھے"۔

سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم کے اس بیان میں جو سوز وگداز ہے اُسے ان کے طرزِ خطابت نے بہت زیادہ درد انگیز بنا دیا تھا۔ جن لوگوں نے سابق بادشاہ کے اس بیان کو خود اُن کی زبان سے سُنا ہے اُنہوں نے اسے اچھی طرح محسوس کیا کہ اُن کے دل میں درد تھا۔ اخلاص تھا اور سب سے زیادہ سلطنت کی بہبودی اور بہتری کا خیال۔ یہی وجہ تھی کہ اُنہوں نے وہ طرزِ عمل اختیار نہیں کیا جو مشکلات کے پیدا کرنے اور انگلستان کی سیاسی فضا کو مکدر کرنے کا موجب ہوتا۔ اُنہوں نے جو کچھ کیا وہ سمجھ کر کیا۔ اُن کے لئے بہت سی راہیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ اگر چاہتے تو وزارت کو برطرف کرسکتے تھے اور پارلیمنٹ کو بھی توڑ سکتے تھے۔ اُن کو اس کا پورا پورا اختیار تھا۔ جہاں تک مسز سمپسن کا تعلق ہے۔ اُنہوں نے صاف کہہ دیا تھا کہ میں کوئی کارروائی اور تجویز پیش کرنا نہیں چاہتی جو ملک معظم کو تکلیف دے یا تاج کو نقصان پہنچائے۔ اگر میرا میدان سے ہٹ جانا تکلیف دہ اور نامناسب صورت حالات کو تبدیل کرسکے تو میں میدان سے ہٹ جانے کو تیار ہوں"۔

پھر یہ تو بہت آسانی سے ممکن تھا کہ وہ کم سے کم مارچ تک کے لئے شادی کرنے پر اصرار نہ کرتے اس لئے کہ طلاق کی ڈگری کے مطابق اُس وقت شادی نہیں ہوسکتی تھی۔ لیکن شاہ نے تاج وتخت اور اُس خاتون کے درمیان جس سے وہ محبت کرتے ہیں خاتون کو پسند کیا اور جاہ و جلال تاج وتخت سب سے دست بردار ہوکر محبت کی دنیا میں ارادے کی پختگی اور قول کے ثبات کے عالم میں اور وفاشعاری کے جہان میں اپنے لئے ایک لاثانی جگہ پیدا کرلی۔

تاریخ بادشاہوں اور شہنشاہوں کے بہت سے فسانہائے محبت سے معمور ہے۔ شہنشاہ جہانگیر کی نورجہاں سے شادی بہت زیادہ زبان زدِ خلائق ہے۔ جہانگیر کے مخالف مورخوں نے تو جہانگیر جیسے انصاف پسند بادشاہ اور عدل پرور شہریار پر یہ الزام تک لگایا کہ اُس کے عشق کے جنون میں شیر افگن کا قتل تک کرادیا۔ اگرچہ اُس زمانہ میں بھی اس افسانہ طرازی کی تردید ہوئی اور بعد کے مورخین نے تو بدلائل اور براہین اس کی تردید کی بہرحال واقعہ کچھ بھی ہو۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جہانگیر کو نورجہاں سے محبت تھی۔ اور بالآخر اُس نے ایک بیوہ سے شادی کی۔ سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم کا مرتبہ اس اعتبار سے بھی بلند ہے۔ اس لئے کہ اُنہوں نے مسز سمپسن کو حاصل کرنے کے لئے وہ کچھ کیا جو جہانگیر نے نہیں کیا یہاں تک کہ

اپنی ہٹ پر قائم رہ کر تاج و تخت پر چھوڑ دیا۔

سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم کی مجوزہ شادی کا نہایت اہم اخلاقی پہلو بھی ہے جس کا تعلق نسوانی دنیا سے ہے۔ وہ یہ ہے کہ اُنہوں نے ایک مطلقہ سے شادی کرنے کی خواہش کی۔

صدیوں سے عورت کی حیثیت صدرجہ حقیر رہی۔ ایک دَور تو یہ گذرا کہ عورت کی حیثیت مویشیوں اور اساس البیت کی سی تھی۔ عورتیں خریدی اور رکھی جاتی تھیں۔ اور مرنے والے کی بیویاں "اثاث البیت" کی طرح ورثا میں تقسیم ہوتی تھیں۔

اسلام سے پہلے دنیا کے کسی مذہب میں عملاً عورت کی حیثیت بلند نہ تھی۔ آج بھی بعض مذاہب ایسے موجود ہیں جن میں مذہبی طور پر عورت کی جداگانہ کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ جب ایک مرد کے قبضے میں آگئی تو پھر وہ اُس کی بالکل مملوکہ اور مقبوضہ ہے وہ کسی طرح بھی اُس سے نجات حاصل نہیں کرسکتی۔ اسلام سب سے پہلا مذہب ہے جس نے عورت کو انسان تسلیم کرکے اُس کی جداگانہ حیثیت تسلیم کی۔ اُس نے اس کو مرد کے برابر حقوق دیئے۔ اور جس طرح مرد کو عورت سے چھٹکارا حاصل کرنے کا حق دیا عورت کو بھی خلع کے حق سے سرفراز کیا۔ عورت کے اس حق نے دنیا کی معاشرت میں ایک غیر معمولی تبدیلی پیدا کردی اور اسلام کے سہل اور سادہ اصولوں کے اسرار رنگ لائے۔ اور دیگر مذاہب کے ہادیوں اور مصلحوں نے مفر اسی میں پائی کہ حقوق نسواں کے متعلق اسلامی اصول رائج کریں۔ چنانچہ وہاں بھی جہاں مذہباً طلاق ناجائز تھی سوشل حالات میں اس طرح پر اصلاح کی گئی کہ پہلے طلاق کی جگہ قانونی علیحدگی ملی اور اُس کے بعد اس طرح علیحدہ کی ہوئی عورتوں کو معصیت سے بچانے کے لئے اُن کی دوبارہ شادی کا قانونی جواز پیدا کیا گیا۔ اور طلاقیں ہونے لگیں۔ اُن مذاہب میں بھی جہاں عورت صرف خاوند کی پرستش کرنے کے لئے تھی اصلاحات شروع ہوئیں۔ وہ عورتیں جو زیادہ تر بیوگی کے بعد ذلیل ترین زندگی گذارتی یا شوہر کی محبت کی بناپر "ستی" ہوتی تھیں بیوگی کے بعد شادی کرنے کی مجاز قرار دی گئیں۔ لیکن کہیں بھی بیوہ کا وہ اعزاز قائم نہیں ہوا جو ہونا چاہیئے تھا اور جسے رسول مقبول صلعم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرکے پیدا کیا تھا۔ مطلقہ کا ذکر ہی کیا ہے۔ لیکن اسلام نے باوجودیکہ طلاق کو مستحسن قرار نہیں دیا مگر طلاق کو انتہائی حالات میں جائز کیا ہے۔ تاہم مطلقہ کے وقار کو گھٹانے کی کوشش نہیں کی۔ یورپ میں آج بھی مطلقہ کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ اگر مسز سمپسن طلاق یافتہ نہ ہوتیں اور اُن کے دونوں پہلے خاوند زندہ نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ انگریز قوم سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم کی مسز سمپسن سے اس قسم کی شادی کو برداشت کرلیتی کہ اُن کی اولاد شاہی حقوق نہ پاسکتی۔ لیکن سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم نے اپنے فیصلے سے یورپ میں مطلقہ عورت کی پست حیثیت کے تخیل پر کاری ضرب لگائی ہے۔ اور یقیناً نسوانی دنیا پر ایک احسان کیا ہے۔ قدامت پسند افراد اس شادی پر کتنے ہی کیوں نہ چیں بجبیں ہوں لیکن یورپ اس کے اثر سے محروم نہیں رہ سکتا کہ آیندہ یورپ کی مطلقہ عورت بھی سوسائٹی میں اپنا سر اُٹھاسکے گی۔ اس لئے کہ دنیا کے سب سے بڑے بادشاہ نے مطلقہ عورت سے شادی کی اور اس طرح مطلقہ عورتوں کو قعر مذلت سے نکالا۔

حامیان حقوق نسواں اس شادی کے اخلاقی پہلو پر ضرور خوش ہوں گے۔ "عباسی"

ملک معظم اور ملکہ معظمہ

شاہ ایڈورڈ ہشتم کے تاج و تخت سے دست بردار ہونے کے بعد ان کے ان کے چھوٹے بھائی ڈیوک آف یارک جو آنجہانی جارج پنجم کے دوسرے صاحبزادے ہیں جارج ششم کا لقب اختیار کر کے قلمرو برطانیہ کے فرماں روا ہوئے ہیں۔ آپ ۱۸۹۵ء میں یارک کاٹیج سینڈرنگھم میں پیدا ہوئے اور جہازی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۱۳ء میں کولنگ وڈ جہاز کے افسر مقرر ہوئے اسی سال ویسٹ انڈیز کی سیاحت کی ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم شروع ہوئی تو آپ نے جوٹ لینڈ کی لڑائی میں حصہ لیا ۱۹۱۷ء میں رائل ایئر فورس میں شامل ہو کر مغربی محاذ پر کارہائے نمایاں انجام دیئے ۱۹۱۶ء میں ایک فنکارگاہ کا افتتاح فرمایا اور اسی سال نائٹ اف دی گارٹر کا خطاب حاصل کیا ۱۹۱۹ء میں کیمبرج یونیورسٹی کے ٹرنٹی کالج میں داخل ہوئے اور ۱۹۲۰ء میں ڈیوک آف یارک اور ۱۹۲۱ء میں بحری فوج کے کمانڈر اور ۱۹۲۲ء میں ایسٹ یارک شائر کے کرنیل بنائے گئے۔ چونکہ شہزادہ ویلز زیادہ تر سیر و سیاحت کرتے تھے اس لئے ان کی عدم موجودگی میں ان کا کام آپ ہی کرتے تھے۔ آنجہانی شہنشاہ جارج پنجم کسی تقریب میں شریک نہ ہو سکتے تھے تو آپ ہی ان کے نمائندہ کی حیثیت سے شرکت فرماتے تھے چنانچہ یوگوسلاویہ رومانیہ زیکوسلاویکہ وغیرہ کی صہاری تقریبات میں آپ نے مع ڈچس آف یارک شرکت فرمائی۔ آپ نے کینیا اور مشرقی افریقہ کا بھی سفر کیا ۱۹۲۳ء میں آپ کی شادی ہوئی ۱۹۲۵ء میں مشہور ایمپائر نمائش نے آپ کو صدر بنایا کیونکہ آپ کو صنعت و حرفت سے غیر معمولی دلچسپی ہے ۱۹۲۷ء آپ نے آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی بھی سیاحت المختصر سلطنت اور رعیت کی بہت سی مفید خدمات ڈیوک آف یارک کی حیثیت سے انجام دے چکے ہیں۔ ملکہ معظمہ الزبتھ انجیلا مارگریٹ بووس لیون ڈچس آف یارک ۱۹۰۰ء میں بمقام سینٹ پال والڈن بری ہارٹ فورڈ شائر پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد سٹراتھمور اکنگ ہورن کے چودھویں ارل تھے اور آپ کی والدہ ریورنڈ بنٹنک کی دختر اور ڈیوک آف پورٹ لینڈ کی چچا زاد بہن تھیں۔ آپ کی تعلیم زیادہ اپنی والدہ کی نگرانی میں ہوئی۔ گو نو سال کی عمر میں آپ لندن کے ایک سکول میں بھی داخل کر دی گئیں۔ آپ فطرتاً ہنس مکھ شگفتہ مزاج اور ملنسار ہیں اور موسیقی سے دلچسپی رکھتی ہیں۔ آپ نے ذاتی اوصاف کی وجہ سے کم عمری ہی میں ہر دلعزیزی حاصل کر لی تھی۔ جب جنگ عظیم شروع ہوئی اور آپ کے چار بھائی فوج میں بھرتی ہوئے تو آپ نے اپنی والدہ کے ساتھ زخمیوں کی مرہم پٹی کی۔ آپ نے گرل گائڈ تحریک میں غیر معمولی دلچسپی لی اور خود ایک جماعت کی کپتان بنیں ۱۹۲۳ء میں ڈیوک آف یارک سے آپ کی شادی ہوئی ۱۹۲۶ء میں شہزادی الزبتھ پیدا ہوئیں۔ جو اب ولی عہد سلطنت ہیں۔ اور صورت شکل میں اپنی دادی ملکہ میری سے بہت ملتی ہیں ۱۹۳۰ء میں دوسری شہزادی مارگریٹ روز پیدا ہوئیں۔ ملک معظم کی طرح ملکہ معظمہ کو بھی رعایا کی فلاح و بہبودی کا بہت خیال ہے۔ خدا ملک معظم اور ملکہ معظمہ کی عمروں میں برکت دے +

ع۔

ماں کی صحت

بچے کی تندرستی کے لئے مائیں طرح طرح کی تدابیر سوچتی ہیں. لیکن خود اپنی صحت کی طرف توجہ نہیں کرتیں. حالانکہ ہر بچے کی تندرستی کا انحصار والدین کی صحت پر موقوف ہے. اور خصوصاً ماں جب تک تندرست نہ ہو بچہ کی صحت بھی اچھی نہیں ہو سکتی. ماں کا بچہ کی صحت سے قبل ہی تندرست ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ بچے کے کامل نشو و نما پانے تک بچے کو ماں کی صحت کا اثر ملتا ہے جس کا تجربہ مجھے یوں ہوا کہ کافی سمجھ دار ہونے تک خود میں والدہ کی صحت کا اثر قبول کرتی رہتی تھی. اکثر ایسا بھی ہوتا کہ صبح ان کا بشاش چہرہ مجھے بھی خوش کر دیتا. کبھی کبھی ان کی ملول آنکھیں میری روح تک کو پریشان کر دیتیں. گو تندرستی کا ناس کرنے والی اور بھی ہزاروں باتیں ہیں لیکن میں اس وقت ایک امر کا تذکرہ کروں گی جو صرف ماں کے لئے نہیں بلکہ سب کے لئے ضروری ہے. اگر مائیں غور کریں تو گویا سب کے لئے ہی بہتر ہے اس لئے خصوصیت کے ساتھ ایک ماں کے لئے ضروری ہے کہ وہ خندہ چشم. خندہ دہن. خندہ دل. اور خندہ رُو ہو. یہ وہ اصول ہیں جن کے بغیر صحت قائم نہیں رہتی جن سے نہ صرف ماں کی صحت ہی اچھی رہے گی. بلکہ بچہ بھی ایک حد تک تندرست رہے گا. ایک تو ماں کی صحت سے اس کو صحت ملے گی دوسرے تندرست ماں پرورش اچھی کرے گی. اکثر دیکھا گیا ہے مائیں صرف اپنی خرابی صحت ہی کی وجہ سے بچوں کو نوکروں یا کسی اور دیکھ بھال کرنے والے کے سپرد کر دیتی ہیں. اس طرح نہ صرف ان کی پرورش خراب ہوتی ہے بلکہ تربیت بھی ٹھیک نہیں ہوتی اس میں شک نہیں بیماری و دکھی پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا لیکن بیماری کے بھی مختلف اسباب ہوتے ہیں جن میں سے اکثر تو خود آ دبھگت کرکے بیماری کو دعوت دیتی ہیں جس کا اثر اس معصوم ہی پر پڑتا ہے. کیونکہ ماں کا بیمار ہونا صرف ماں کے حق میں ہی بُرا نہیں ہوتا بلکہ بچے کے لئے بھی نقصان دہ ثابت ہوتا ہے جو کلی ابتدا میں مرجھا جاتی ہے وہ اگر بالفرض محال پھول بنے بھی تو اس میں پھول کی ساری خوبیاں کہاں.

جس طرح بشاشت بہت سے مرضوں کا مستا علاج ہے اور نہ صرف اپنے لئے فائدہ مند ہے بلکہ دوسروں کے لئے خوش رکھنے کا ایک آسان عمل ہے اسی طرح افسردگی جو بلا کسی ایسی خاص وجہ کے ہو بیماریوں کا گھر ہے. اکثر عورتیں ذرا ذرا سی بات پر رنج و غم کو اپنا شعار بنا کر زندگی کٹھن کر لیتی ہیں. کبھی کبھی تو وہ ایک ان ہوئی بات کو جس کا ابھی نام و نشان تک بھی نہیں ہوتا خود ہی اس کا تاریک پہلو سوچ سوچ کر دل اور دماغ بیکار کر لیتی ہیں مثلاً یہ سوچ کر کہ ہم ایک دن مر جائیں گے. موت کا جو وقت مقرر ہے اس وقت مرنا ضروری، فکر اپنے اعمال کی کرنی چاہیئے نہ کہ موت کا غم ہر وقت ہوتا ہے. اسی قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو ہمارے سکون کو ضائع کر دیتی ہیں. جب ہم دنیا میں آئے ہیں تو دنیا کے سرد و گرم کا اٹھانا ضروری ہے اور جتنا جو شخص خوش اسلوبی کے ساتھ اٹھائے گا اتنی ہی آسانی ہوگی. بیشک بعض رنج و غم ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جس کو کوئی بھلا نہیں سکتا لیکن اس وقت بھی انسان مشیت کے خیال سے سکون حاصل کر سکتا ہے یا بعض حالات ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا اثر لینا ہی پڑتا ہے. اور

لینا ضروری بھی ہوتا ہے کیونکہ ہر چیز کو ہنس کر ٹال دینا بھی نقصان دہ ہے۔ لیکن بعض لوگ اپنے آپ کو مصیبت زدہ جان کر بلا ضرورت
افسردہ رہتے ہیں یعنے وہ خوشی میں بھی اکثر خوش نہیں رہتے خود کو بد قسمت بدنصیب دنیا بھر کی مظلوم غم زدہ ہستی سمجھ کر ہمیشہ اداس
رہنا عقلمندی نہیں۔ اگر بچے پر کوئی آیا نہیں ملتی تو یہ بات ایسی نہیں کہ خون اوٹنے اور دل پریشان رہے۔ تم خود کام کرو کام کرنا
عیب نہیں کام کرنا دل جلانے خون کھولانے کی ہرگز کوئی بات نہیں ۔ آیا ایک دن مل ہی جائے گی۔ اگر بچے کو معمولی کھانسی یا اور
کوئی شکایت ہے تو علاج کراؤ پریشانی تو ضرور ہوگی لیکن یہ سمجھ کر ملول ہوجانا کیا معنے کہ ساری آفت صرف ہم ہی پر آئی ہے اور
سب خوش و خرم ہیں ہر وقت پریشان اور مغموم رہنا بھی خدا کی ناشکری ہے ہمیں چاہیئے کہ اپنے دل کو دنیا کی راحتیں اور مصیبتیں
برداشت کرنے کے قابل بنائیں۔ یہ انسانیت نہیں کہ خوشی کے وقت خدا کا شکر نہ بجالائیں اور ذرا سی تکلیف پر چیخ اٹھیں۔ ذرا اُن
عالیشان محلوں کا خیال کیجئے جہاں چاندی کے چھپرکھٹ میں بچے سوتے ہیں اور اُن کی مائیں رات بھر میں ایک بار بھی بچے کی
آواز سے بیدار نہیں ہوتیں۔ ان بچوں کی پرورش کے لئے کافی سے زیادہ ملازمین ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی تندرستی اچھی نہیں
ہوتی اور نہ ماؤں کے دل میں مسرت۔ ذرا اُن جھونپڑیوں کی طرف غور کیجئے۔ دھوپ میں تپتے ہوئے کھٹولوں پر پڑے ہوئے ان
بچوں کا دھیان کیجئے جن کی مائیں مسرت و شادمانی کی زندہ تصویر ہوتی ہیں یہی ایک چیز ہے جو ان کی اولاد کی پرورش کرتی ہے
ہم جن چیزوں کے فکر میں بے فائدہ ملال اٹھا کر حصول آرام کے لئے بےچین ہوتے ہیں حقیقت میں اس کے حاصل ہونے پر
بھی آرام نہیں ملتا۔ صبر جو مسلمان عورت کا شیوہ تھا کوسوں دور ہوتا جاتا ہے جس کی اصل وجہ مذہبی تعلیم کی کمی ہے اسی باعث
قناعت تو جانتے ہی نہیں کہ کیا چیز ہے یوں ذرہ ذرہ سی بات پر ملول ہو کر اپنی قسمت کو برا بھلا کہہ کر پست ہمت ہوجانے کی عادت
بچوں میں بھی پڑ جاتی ہے کیونکہ جب تک کوئی شخص خود اپنی اصلاح نہ کرے وہ دوسروں کے سدھارنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا
وہ مائیں جو راحت اور آرام میں بھی خوش نہیں رہتی غور کریں کہ مصیبت اور تکلیف کے وقت مسلمان مائیں جن کی رہبری یورپ
کی تقلید سے بہتر ہوگی کس طرح اپنے فرزند دلبند کی تربیت کرتی تھیں۔ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا کے ہاں کم سنی
میں جب فاقہ ہوتا تو آپ کی والدہ محترمہ فرماتیں بابا نظام آج ہم خدا کے مہمان ہیں ظاہر ہے کہ آپ کی پرورش کے لئے بی بی زلیخا کو کس قدر
زحمتیں برداشت کرنی پڑی ہوں گی۔ جبکہ آپ صرف پانچ سال کے تھے آپ کے والد ماجد حضرت مولانا سید احمد صاحب کی وفات ہوگئی۔
تو کس صبر و شکر اور کس خوبصورتی کے ساتھ زندگی گذاری ہوگی جس کا اندازہ ان ہی چند دل ہلا دینے والے الفاظ سے ہوتا ہے۔
"بابا نظام آج ہم خدا کے مہمان ہیں"۔ پہلے لوگوں کے مقابلہ میں اب ذہانت تو بہت ہے مگر ایمان ندارد علم بہت زیادہ مگر عقل کا نام
نہیں اسی طرح تربیت بے حد مگر حقیقی شفقت کا پتہ نہیں۔ وہ مائیں غور کریں جو خوش حال ہیں شکر گزاری تو رہی ایک طرف
قوت صبر بھی جاتی رہی۔ اگر مائیں خوش رہیں ذرا ذرا سی بات پر مشتعل ہو کر جلنا کھولنا چھوڑ دیں اور اصول صحت سے واقفیت حاصل کرکے
عمل کریں تو ان کی صحت ضرور اچھی رہے گی۔ اور پھر تندرست ماں کے بچوں کی صحت بھی اچھی ہوگی۔

مس سعیدہ ضمیر الدین حیدر آباد دکن

ہماری موجودہ تعلیم

قدرت نے مرد و عورت کے فرائض مختلف بنائے ہیں۔ اسی لحاظ سے ان کی تعلیم کا مقصد بھی جدا ہونا چاہیئے تھا۔ مگر ہماری موجودہ تعلیم اس کے برعکس ہے یعنی خواتین بھی مردوں کے طریقہ تعلیم پر گامزن ہیں۔ اس لئے ان کو بھی اپنی قوت و بازو پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر ہماری بہنیں بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے کی ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد بھی مرد کی محتاج بن کر گھروں میں بیٹھی رہیں۔ تو ان کی اعلیٰ تعلیم کس مقصد کے لئے ہے؟

اکثر بہنیں یہ کہتی ہیں کہ آج کل کی اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی انتظام خانہ داری اور پرورش اطفال بخوبی کر سکتی ہے۔ مگر افسوس میں ان کی رائے سے متفق نہیں۔ کیونکہ ایک پردہ نشین لڑکی جو مذہبی تعلیم کے علاوہ اردو فارسی اور انگریزی بھی حسب ضرورت جانتی ہو جس کفایت اور سلیقہ سے انتظام خانہ داری اور بچوں کی تربیت کرے گی اس کی امید ایک بی۔ اے پاس لڑکی سے فضول ہے۔ میں نے اکثر بہنوں کو دیکھا اور سنا ہے کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ بھی معمولی تعلیم یافتہ بہنوں کی طرح زندگی بسر کر رہی ہیں۔ البتہ ایک نئی بات ان میں ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ یہ کہ اخراجات آمدنی سے زیادہ بڑھا دیتی ہیں۔

موجودہ تعلیم شاید ہم مسلم خواتین کے لئے زیادہ مفید نہ ثابت ہو۔ کیونکہ قانون قدرت کچھ اور بتا رہا ہے۔ قدرت جو فیصلہ کر چکی۔ وہ اٹل ہے۔ اس کے آگے ہماری کوششیں بیکار و بے سود ہیں۔ مردوں کی تعلیم کا منشا اگر ان کو دنیا میں با اقتدار بنانا اور روپیہ کمانے کی اہلیت پیدا کرنا ہے۔ تو عورت کی تعلیم ایسی ہونا چاہیئے جو انھیں ایک کامیاب بیوی۔ ایک تعلیم یافتہ ماں۔ اور تدبیر منزل میں شوہر کی صحیح رفیق کار بنا سکے۔ مگر بجائے اس کے موجودہ تعلیم لڑکیوں میں ذاتی آرام طلبی اور غرور پیدا کر رہی ہے۔ تہذیب و اخلاق کے لامحدود دائرہ میں وہ دو چار قدم چل کر رک جاتی ہیں۔ ان کے دل میں امیروں کی وقعت ہوتی ہے۔ غریبوں سے ملنا اور بات چیت کرنا وہ کسر شان سمجھنے لگی ہیں اور ان کو اپنے بزرگوں تک کی باتوں کا جن کو کہ وہ جاہل سمجھتی ہیں مضحکہ اڑانے میں کوئی دریغ نہیں ہوتا۔

ضرورت یہ ہے کہ مرد موجودہ تعلیم کے ناقص اثرات سے لڑکیوں کو محفوظ رکھنے کی کوشش کریں کیونکہ یہ ان کا فرض ہے مگر مشکل یہ ہے کہ ہمارے اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد مشرقی عورت کے خط و خال اور ان کی خصوصیات کو مغربی نسوانیت کے آئینہ میں دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔ اس لئے وہ ان باتوں کی مطلق پروا نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لڑکیاں غیر معمولی آزادی کی خوگر ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ والدین کی طرف سے وہ بالکل آزاد ہوتی ہیں۔ مغربی ذہنیت اور فیشن پرستی رفتہ رفتہ ان کی عادت سے طبیعت بن جاتی ہے۔ اور جب یہ عادتیں پختہ ہو جاتی ہیں تو ان کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ طرز معاشرت۔ عادات و اطوار۔ اخلاقی روایات۔ اور مذہبی تعلیم کے اعتبار سے مشرق و مغرب میں بعد المشرقین ہے۔ اس لئے غور کرنا چاہیئے کہ موجودہ طریقوں کو اختیار کر کے خواتین کس حد تک کامیاب زندگی بسر کر سکتی ہیں۔

اس وقت ہمارے ملک کو تعلیم یافتہ لائق سمجھدار اور اپنے فرائض کا صحیح طور پر احساس رکھنے والی خواتین کی ضرورت ہے۔ جو بہترین اولاد سے ملک و قوم کی خدمت کریں اور رسم و رواج کی بندشوں کو توڑ کر شرعی قوانین کے ماتحت اپنے حقوق کی بھی حفاظت کریں +

ا۔ ف لکھنؤ

اخلاقی ڈاکہ

ہندوستانی گھرانوں میں یہ عام دستور ہے کہ مستورات جب ایک دوسرے سے ملنے آتی ہیں تو کرایہ سواری میزبان بی بی کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ میں نے جہاں تک تحقیقات کی یہ پتہ نہ چلا کہ یہ رسم کب سے جاری ہوئی اور اس کا مفہوم کیا ہے۔ بظاہر نفع کم اور نقصان زیادہ ہے۔ غالباً اگلے زمانہ کی مستورات نے غریب اور نادار بہنوں کی رعایت کے واسطہ یہ طریقہ جاری کیا ہوگا کہ اُن پر بار زیادہ نہ پڑے اور اپنے عزیزوں رشتہ داروں سے بآسانی مل سکیں لیکن آج کل جہاں ہندوستان نے اور اور صیغوں میں پالیسی اور ٹکس کو ترقی دی ہے اس دستور پر بھی دست شفقت دراز کئے بغیر نہ رہا گیا۔

شرم کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ بعض بہنوں نے آج کل یہ شیوہ اختیار کر لیا ہے کہ اگر اُن کو حکیم یا ڈاکٹر کے یہاں جانا ہے تو تانگہ طلب فرمایا اور اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر فکر ہوئی کہ کرایہ تانگہ کہاں سے دلوانا چاہئیے چنانچہ خیالی گھوڑے دوڑانے شروع کئے۔ چند رشتہ داروں اور سہیلیوں کے یکے بعد دیگرے نام ذہن میں آئے۔ اور گھوڑے کی باگ عزیزوں اور سہیلیوں کی طرف گھومنے لگی دوپہر تک کہیں سے کچھ کہیں سے کچھ وصول کر کے مکان پر اس وقت دم لیا جبکہ کرایہ تانگہ اور دوا کی قیمت دینے کے بعد ایک چھوٹی ڈھولی پان کی بھی لیتی آئیں۔ اگر ان کے اس دورہ میں اتفاق سے کوئی غریب عزیز یا سہیلی اُن کی خدمت میں ادائیگی کرایہ سے معذور رہی ہے تو اُس بیچاری پر بدشگونی۔ بد اخلاقی۔ کنجوسی وغیرہ وغیرہ کے الزامات لگا دیئے اور ہمیشہ کے واسطے اُس کو اپنے دائرہ مخلصان سے خارج کر دیا۔

ایسی بہنیں اپنی غرض کے سامنے اس بات کو کبھی نہیں خیال کرتیں کہ جس کے یہاں اُن کو جانا ہے اُس کی حیثیت کیا ہے اور وہ ان کا مناسب تکفل بھی ہے یا نہیں۔ میں نے دیکھا اور برتا بھی ہے کہ اس قسم کی بیویوں کا دورہ اگر مہینوں کی آخر تاریخوں میں ہوا تو صاحب خانہ کو بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ وہ اپنی ضروریات کو تنخواہ آنے تک ملتوی کر دیتی ہیں۔ لیکن یہ ضرورت اتنی فوری اور جلد ہوتی ہے کہ محلہ پڑوس سے قرض کر کے یا اپنے گھر کی کوئی چیز رکھ کر کرایہ کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ اس ہی پر بس نہیں۔ مہمان بی بی منتظر ہیں کہ کم سے کم ان کی چاء سے ہی تواضع کی جائے۔ بلبنا اُٹھتے ہی فرمانا شروع کیا "بوا تیری لڑکی ماشاءاللہ سیانی ہوئی کہیں شادی بیاہ کی تجویز نہیں کرتی؟"

گھر والی: "ہاں۔ فکر کی جا رہی ہے۔ ابھی کسی مناسب جگہ سے پیغام نہیں آیا ہے۔"

بس اب کیا تھا مہمان بی بی کی بن پڑی اور کہنا شروع کیا "بوا میرا بہناپا فلاں ڈپٹی صاحب کی بیوی سے ہے ان کا لڑکا اس سال ہی بی۔ اے پاس ہوا ہے۔ بڑا ہونہار ہے۔ اُن کی بیوی تو میری کسی بات کو ٹالتی ہی نہیں۔ ہفتہ کو انہوں نے بلایا ہے۔ اطمینان رکھو میں وہاں سے پیغام بھجواؤں گی۔ اگر یہ رشتہ پسند نہ ہو تو فلانے جاگیردار ہیں ان کے گھر بھی میری ہر بات چلتی ہو (بقیہ بر صفحہ ۳۲)

ہندوستانیوں کی عام غذا

آج کل اکثر ملکوں میں وہاں کے باشندوں کی طرز معاشرت، ماحل، تمدن، رجحانات، معیارِ زندگی اور ماہانہ آمدنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے تجربہ کار اور ماہر ڈاکٹروں کی مدد اور مشورے سے عمدہ اور کم قیمت غذائیں تجویز کی جا رہی ہیں۔ اس کا مقصد ایک تو یہ ہے کہ عمدہ غذا کم لاگت پر تیار ہو جائے دوسرے یہ غذا مضرِ صحت یا کم مفید بھی نہ ہو۔ بلکہ اس میں وہ اجزا زیادہ سے زیادہ شامل ہوں جو صحت بخش اور مقوی دل و دماغ ہوتے ہیں۔ ابھی چند ماہ کا عرصہ ہوا جب انگلستان کے ایک اخبار نے وہاں کی عام غذا کا مکمل خاکہ شائع کیا تھا۔ افسوس ہے مجھے اس وقت وہ پرچہ نہ مل سکا ورنہ میں اس کو آپ کے سامنے پیش کرتا۔ بہرحال اس میں ناشتہ میں توس، مکھن، انڈے، پھل، اور کافی شامل تھی اور کھانے میں مچھلی، کباب، ڈبل روٹی، ترکاری، گوشت، ایک خاص قسم کی شرابِ وغیرہ تھیں۔ اس کھانے کی لاگت ۱ شلنگ فی ہفتہ تھی۔ ہمارے ملک میں یہ لاگت فی کس فی ہفتہ کے لحاظ سے بہت زائد ہے مگر انگلستان کے حالات کو دیکھتے ہوئے اور وہاں کے معمولی مزدوروں کی آمدنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ لاگت بہت ہی کم ہے۔ کیونکہ وہاں ایک آدمی کے کھانے میں ایک وقت میں ½ شلنگ تک صرف ہوتے ہیں۔

مجلس اقوام کے زیر نگرانی دنیا کے ماہرین غذائیات نے صحت کو برقرار رکھنے والی غذاؤں کا مطالعہ کیا۔ اس مسئلہ میں مجلس اقوام نے ایک کمیشن مقرر کیا تھا جس کے صدر پروفیسر ایڈورڈ جنرل سکرٹری میڈیکل ریسرچ کونسل تھے۔ اس کمیشن میں برطانیہ، آسٹریا فرانس، اٹلی، ناروے، سوئیڈن، روس، اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے نمایندے شامل تھے۔ اس کمیشن کی رپورٹ کا ضروری حصہ مجلس اقوام کی رپورٹ کی دوسری جلد میں شائع ہوا ہے۔ کمیشن نے تسلیم کیا ہے کہ صحت جسمانی کو برقرار رکھنے کے لئے سب سے ضروری اور اہم چیز دودھ ہے۔ اس کے بعد دودھ کی مختلف چیزیں مکھن اور انڈے ہیں۔ اس کے بعد ہرے پتوں والی ترکاریاں پھل، چربی، مچھلی اور گوشت ہے۔ کمیشن نے زچاؤں اور نرسوں کے لئے جو غذا تجویز کی ہے اس میں دودھ، گوشت، مچھلی اور چونے، انڈے، پنیر، ہری ترکاریاں، آلو، پھلیاں، کاڈ مچھلی کا تیل وغیرہ شامل ہیں۔ کمیشن کا خیال ہے کہ دودھ کے استعمال میں اضافہ ہونا چاہیئے اور کم از کم ۲ پاؤنڈ دودھ روزانہ ماؤں کو استعمال کرنا چاہیئے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہر عمر والے بچوں کو بھی کافی مقدار میں دودھ پلانا چاہیئے۔

ہندوستان میں بھی مختلف اداروں اور مختلف تجربہ کار اصحاب نے غذا کے متعلق مختلف تجاویز پیش کی ہیں۔ چنانچہ مسٹر ایچ. سی. مینکل ایم. ڈی لکھتے ہیں۔

"حال میں مختلف افراد نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ ہندوستانیوں کی غذا کا ایک معیار مقرر ہو جائے جس کی لاگت کم ہو اور ساتھ ہی ساتھ وہ مفید صحت بھی ہو۔ اس سلسلہ میں مسر رابرٹ میکرسن نے حسب ذیل چیزیں ہندوستانیوں کے لئے

تجویز کی ہیں اور ان میں جو جو اجزا پائے جاتے ہیں ان کی مقداریں بھی درج ہیں۔

نام غذا	مقدار (اونس)	پروٹین (گرام)	چربی (گرام)	کاربوہائیڈریٹ (گرام)	کیلوریز
۔					
آٹا	۱۲	۴۶٫۸	۹٫۴۸	۲۲۴٫۲	۱۲۲۲
چاول	۶	۱۳٫۸	۱٫۵	۱۳۳٫۳	۵۹۵
گوشت	۲	۱۱٫۴۹	۳٫۹۶	۰	۲۴
دودھ	۲۰	۱۸٫۸	۲۰٫۴	۲۶٫۲	۲۶۰
تیل	۱	۰	۲۸٫۰۰	۰	۲۵۲
گھی	۱٫۵	۰	۳۴٫۶	۰	۳۱۲
زمینی ترکاریاں (مولی گاجر وغیرہ)	۸	۴٫۴	٫۳۶	۳۱٫۸	۱۴۸
گوبھی	۸	۳٫۱	٫۲۴	۱۰٫۲	۵۶
آم	۴	٫۱۴	٫۸۸	۲۰٫۸	۲۲
دال	۱	۶٫۵	٫۹۹	۱۶٫۲	۱۰۰

مسٹر تیکرسن کی غذا اس میں شک نہیں صحت کے لئے مفید ہے۔ مگر آپ نے اس کی قیمت کا اندازہ نہیں بتایا۔ بظاہر یہ غذا گراں معلوم ہوتی ہے اور ادنٰی طبقہ کے لوگوں میں اتنی استطاعت نہیں کہ وہ اس کو استعمال کرسکیں۔ البتہ متوسط طبقہ کے لئے یہ غذا مفید ہے۔

دیہی صنعتی انجمن نے حسب ذیل چیزیں ہندوستانیوں کی غذا کے لئے تجویز کی ہیں اور ان کی لاگت کا اندازہ ساڑھے چار روپیہ ماہوار بتایا ہے۔

چاول	۱۰	چھٹانک	یومیہ	دال	۲	چھٹانک	یومیہ
ترکاری	۴	"	"	سرسوں کا تیل	¼	"	"
نمک	½	"	"	گڑ	۱½	"	"
مچھلی	۲	"	"	دودھ	۲	"	"
مصالحہ	۔			لیموں یا دوسرے کھٹے پھل	۔		

رپورٹ میں لکھا ہے کہ چاول اس طرح پکائے جائیں کہ ان کی پیچ پھینکنے کی نوبت نہ آئے۔ یعنی پانی اتنی ہی مقدار میں رکھنا چاہئے کہ اس میں چاول اچھی طرح پک جائیں۔ جہاں مچھلی زیادہ مہنگی ہو وہاں اس کے بجائے ایک یا زائد انڈے استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

بمبئی چائلڈ ویلفر ایسوسی ایشن نے حسب ذیل غذا مفید اور مناسب تصور کی ہے۔

چاول	۴	اونس	یومیہ	گیہوں یا باجرہ	۸	"	"
دالیں	۲	"	"	تیل	۱	"	"
چربی	۱،۵	"	"	چھاچھ	۱۵	"	"
دودھ	۵	"	"	ترکاریاں	۶	"	"
ساگ	۶	"	"	سوئے کی پھلیاں	۱	"	"

اس نقشہ میں جو غذائیں درج ہیں ان سے پروٹین کے اجزا کافی اور مناسب مقدار میں حاصل ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ علاوہ دودھ کے جو فوائد ہیں وہ بھی ان سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ البتہ سوئے کی پھلیوں کے استعمال میں کافی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ان نئی پھلیوں میں پروٹین کی کافی مقدار ہوتی ہے۔ مگر ان کا کثرت سے استعمال صحت پر خراب اثرات پیدا کر دیتا ہے اور مزاج میں ایک قسم کا نشیلا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب گاندھی جی نے ان پھلیوں کو بطور تجربے کے مسلسل کئی روز تک استعمال کیا تو وہ ان کے مضر اثرات سے بھی محفوظ نہ رہے۔ ان پھلیوں کو ہفتہ میں تین مرتبہ دوسری پروٹین حاصل کرنے والی غذاؤں کے بجائے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہمارے معیار زندگی اور ماہوار آمدنی کو دیکھتے ہوئے ایک مفید اور مناسب غذا تجویز کی جائے۔ جو نہ صرف کم لاگت پر تیار ہو سکے بلکہ اس میں غذاؤں کی حرارت اور ان کے نباتاتی اثرات پر غور کرنا بھی ضروری ہے۔ معمولی انسان کے خون اور بدن میں "ال کالی" ایسڈ ایک اور چار کی نسبت سے پایا جاتا ہے۔ یہ ایسڈ انسانی حیات کے لئے بہت ضروری ہے۔ کاربوہائیڈریٹ، چربی اور پروٹین کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے یہ ایسڈ بہت کم تیار ہوتا ہے۔ ترکاریوں اور پھلوں کے استعمال سے یہ ایسڈ مناسب مقدار میں حاصل ہوتا ہے۔ کچی چیزیں بھی استعمال کی جائیں کیونکہ ان میں وہ حیاتین موجود نہیں جو جانداروں کے لیے مفید ہیں۔

اوسط صحت والے انسان کو حسب ذیل چیزیں بطور غذا روزانہ استعمال کرنی چاہئیں۔ ہاں اگر صحت میں کچھ خرابی واقع ہو جائے تو غذا میں حسب ضرورت تغیر و تبدل کر لینا چاہئے۔ ان غذاؤں کو حسب خواہش دو یا تین وقتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ان غذاؤں میں اس امر کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ پکانے سے ان چیزوں کے اجزا میں زیادہ فرق نہیں آتا۔

۱۔ دودھ ½ سیر سے ایک سیر روزانہ تک۔

۲۔ کسی ایک قسم کا پکا، تازہ موسمی پھل۔

۳۔ پکی ہوئی ترکاریاں۔

۴۔ کسی ایک قسم کی تازہ، ہری، اور موسمی ترکاری۔

۵۔ ابلا ہوا ساگ۔

۶۔ ایک یا دو بغیر چھنے آٹے کی چپاتیاں یا ڈبل روٹی کے دو تین ٹکڑے مکھن کے ساتھ۔

۷۔ اس کے علاوہ حسب ذیل چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا استعمال ہر شخص اپنی ذاتی پسند، ذائقہ، اور قومی و مذہبی خصوصیات کے مدنظر ۲ اونس کی حد تک کرسکتا ہے۔

دہی، پنیر، انڈے، مچھلی، گوشت، چڑیاں یا دوسرے پرندے۔

روزانہ کم ازکم چار گلاس صاف اور عمدہ پانی پینا ضروری ہے۔ بہتر یہ ہے کہ پانی کھانا کھانے کے دوران میں پیا جائے۔

ابھی حال میں انڈین سائنس کانگریس کا اجلاس جو اندور میں منعقد ہوا تھا اس میں ایک کمیٹی اس غرض سے مقرر کی گئی ہے کہ وہ ہندوستانیوں کی غذاؤں کے متعلق تحقیق و مطالعہ کرکے ایک عام قومی غذا تجویز کرے۔ اس کے سکرٹری ڈاکٹر بی۔ سی گھوا ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ کمیٹی کون کون سی غذائیں تجویز کرتی ہے۔ اور ان کی لاگت فی کس ماہانہ کیا ہوتی ہے۔

محمد احمد سبزواری

(بقیہ صفحہ ۲۸) میں وہاں کرادوں گی:" غرض ایسی ایسی چکنی چپڑی باتیں کیں کہ میزبان بیچاری کو کہیں نہ کہیں سے اپنا رونا روتے ہوئے بھی چولہا سلگانا پڑا۔

چالاک بہنیں ایسے میل جول کو خوش مزاجی اور اخلاق سے تاویل کرتی ہیں۔ لیکن فی الحقیقت یہ رویہ مکاری اور دھوکا دہی کا ہے۔ آنے والی بہن خواہ اپنے آپ کو خلیق۔ سیر چشم ہی کیوں ثابت نہ کریں مگر وہ ریاکار۔ مکار وغیرہ وغیرہ کے لقب سے زیادہ یاد کئے جانے کی اہل ہیں۔

میری رائے میں اگر پسند کیا جائے تو اس رسم کو ہی ترک کردینا چاہیئے۔ اگر بیویوں میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ وہ اپنا بار خود اٹھا سکیں تو کم ازکم اپنا بار دوسروں پر بھی نہ ڈالیں۔ میرا مقصد ہرگز ہرگز یہ نہیں کہ ملنے جلنے کے مراسم ترک کردیئے جائیں۔ غرض یہ ہے کہ محبت اور خلوص کے تعلقات کو خود غرضی کے برے مفہوم سے پاک رکھا جائے۔

سعیدہ خاتون۔ لشکر گوالیار

شہیدِ جفا

سیدانی ایک لڑکی تھی ایک اُس کا بھائی تھا
ماں باپ مر چکے تھے، وہ رہتے تھے ایک جا

تھوڑی سی جائداد تھی۔ گذران کے لئے
ماں جایا اُس کا۔ بابو تھا۔ دفتر میں تار کے

حشمت امام کہتے تھے۔ اُس نوجوان کو
سیّد بنائے بیٹھا تھا یوں اپنی شان کو

اک عمر تو گذر گئی اپنی چھڑے ہی دم
کب تک جوان جان۔ رہے یوں۔ یہ ہے ستم

لوگوں کے کہنے سننے سے۔ کچھ اپنے ولولے
آخر نکاح کر لیا حشمت امام نے

لیکن۔ جواں نے۔ پہلا قدم ہی۔ غلط رکھا
اپنی لگی ہیں۔ اُس نے۔ بہن کو بھلا دیا

اپنے لئے۔ وہ دلہن جو وہ لایا۔ بُرا کیا
سیّد کی بھول چوک سے فتنہ بپا ہوا

بیوی۔ جو آئیں گھر میں۔ رہیں نند سے خفا
گھر اُن کا اب تو بن گیا۔ میدان لڑائی کا

ہر دم لگیں۔ لگانے بجھانے۔ بڑھا فتور
وہ مجس میں چنگی ڈال۔ جالو۔ کھڑی تھیں دُور

شوہر۔ بہن کو کرتا رہے۔ کب تلک معاف؟
بیوی کا مورچہ بندھا۔ ماں جائی کے خلاف

دیوسانیاں۔ جٹھانیاں۔ نند اور بھاوجیں
رشتہ ہی ایسا ہے۔ بھلا کیونکر نہ وہ لڑیں

کتنی ہی بہویں کہتی ہیں۔ اپنی زبان میں
بیٹی کی بھی نہ ساس ملے اس جہان میں

دراصل اپنے دیس کا۔ یہ۔ حال زار ہے
تعلیم ہو۔ نہ ہو۔ یہ گھریلو غبار ہے

شمسہ فدا تھی۔ پہلے پہل۔ بھائی جان پر
پر اب مصیبت آ گئی بچی کی جان پر

اب اُس سے بولتے نہ تھے بھائی کٹے کٹے
دفتر سے روٹھے آئے۔ خفا ہی چلے گئے

اب وہ بھی سوچنے لگی اللہ! یہ کیا ہوا؟
میری طرف سے بھائی کا دل کیوں بُرا ہوا؟

اماں نہیں ہیں۔ باپ نہیں۔ باپ تھے یہی
بھائی میاں! سے کس طرح پوچھوں یہ کیا بنی؟

مری۔ خطا۔ قصور کوئی۔ کچھ تو یہ بتائیں
ناحق یہ دونوں بیوی میاں مجھ سے روٹھ جائیں

لڑکی بھی اب جوان تھی۔ جذبات اس میں تھے
وہ کیوں اکیلی راتوں کو تارے گنا کرے

دن رات سوچتی تھی۔ ہیں کیسے بُرے نصیب
لونڈی کی حد ہے میری کوئی دن نہیں عجیب

بھائی۔ تو بنی رہے کے دولہن زندگی منائیں
بچی۔ الگ سنا کرے راتوں کی سائیں سائیں

دکھیا کو آسرا نہ تھا۔ دن کو نہ رات کو
بوڑھا بڑا بھی گھر میں نہ تھا کوئی بات کو

جب نام کو بھی کوئی نہ ہو کہتے سات کو — بیمار ہو۔ دکھی ہو۔ جو شمسہ ہزار ہو
ماں جائے کو پکارے تو ماں جایا دے جھڑک — بھاوج تو کیوں چھڑکتی۔ کٹی انگلی پہ نمک
بھائی تھے دن کو۔ دفتر عالی مقام میں — بھاوج تھیں اور سہیلیاں ان کی تمام میں
گھر کا پکانا ریندھنا بھی شمسہ ہی کریں — بھاوج کی اور بھائی کی بھی چاکری وہ دیں
اتنی مصیبتیں تھیں فقط ایک جان پر — پھر بھی غریب برسوں نہ لائی زبان پہ
کب تک یہ ظلم و جور سہے بیکس و حزیں — کب تک اکیل پن کو سہے جانِ نازنیں
اسے قوم و ملک۔ اب بھی تری آنکھ بند ہے — دنیا کو دیکھ۔ اس کی چمک۔ چار چند ہے
یہ آج کی ہوائیں یہ آزادیوں کے رنگ — کیوں قیدیوں کو کرتے ہو اس درجہ اپنے تنگ
جو دل کہ رات دن سنیں طعنے جگر خراش — ہو۔ کیوں نہ اُن کو پیار کی آواز کی تلاش
اب اتفاق دیکھئے تاجر تھا اک جواں — باہر سے آکے۔ ان کا ہی اُس نے لیا مکاں
اک نیک دل ضعیفہ بھی ماں اُس کے ساتھ آئی — بیٹے کے ساتھ وہ بھی تھی تنہا فلک کی ستائی
شمسہ کو اس ضعیفہ سے ملنے میں تھا قرار — جا بیٹھتی۔ ضعیفہ کے گھر وہ بھی بار بار
یہ چیز۔ بھابی جان کو دوگنی بُری لگی — شوہر سے اپنے کرنے لگیں وہ جلی کٹی
ہمسایا ماں کا جایا۔ یہ ضرب المثل ہے بات — شمسہ پہ اتہام۔ لگا سخت واہیات
اس واقعہ کا جب ہوا چرچا۔ اِدھر اُدھر — حشمت نواب نے بھی کہیں سُن لی یہ خبر
سید تھے۔ خون کھول گیا۔ ہوش اب نہ تھا — بیوی سے آکے پوچھا۔ یہ کیا قصّہ ہے بتا
پہلے ہی وہ تو بیٹھی تھی ظالم اُدھار کھائے — بے سوچے سمجھے ایک کی دس جڑ دیں ہائے ہائے
افسوس اسے جہالت قومی ترا بُرا — حشمت نے پھر نہ سوچا کوئی اور فیصلہ
پوچھا نہ کچھ بہن سے نہ تاجر سے کچھ سُنا — لے آیا۔ ایک زہر کا پیالا بھرا ہوا
ناشاد و مضطر اس کو تنہا۔ بلا لیا — کہنے لگا۔ "یہ آخری ہے میرا مُدعا"
"لو تم پیو اسے۔ نہیں میں جان کھوتا ہوں — شمسہ۔ میں تیرے جُرم پہ قربان ہوتا ہوں"
لڑکی نے پوچھا "جرم" کہا "بھائی سے دغا" — وہ بولی "کچھ ثبوت" کہا "ہم کو۔ مل گیا"
وہ بولی "خیر۔ بھائی کی عزت بچاتے ہیں — بے جُرم۔ بے قصور۔ یہ ہم زہر کھاتے ہیں"
یہ کہکے۔ شیرنی نے وہ پیالہ چڑھا لیا — اور گر پڑی۔ زمیں پہ ساغر پٹک دیا

آغا شاعر قزلباش دہلوی

بہترین مشغلے

یہ تو ایک مسلمہ بات ہے کہ "بیکار، چور یا بیمار" یعنی بیکاری ہزار برائیوں کا پیش خیمہ ہے۔ بیکار شخص نہ صرف طرح طرح کے توہمات اور خیالات فاسدہ میں مبتلا رہتا ہے۔ بلکہ بیکاری ایک مرض بن کر اس کی روح کو گھن کی طرح کھائے جاتی ہے اور بیکار شخص قریب قریب مجذوبیت کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔

انسانی زندگی فکر و آلام سے بھری پڑی ہے۔ پورا سکھ تو اس دنیا میں شاذ ہی کسی کو نصیب ہو۔ اگر انسان تنہا اور بیکار رہے تو تکالیف اور مصائب انسان کے لئے اور بھی سوہان روح ہو جاتے ہیں اور زندگی کاٹے نہیں کٹتی۔ اس لئے کوئی نہ کوئی مشغلہ اختیار کئے رکھنا نہ صرف بہت سی برائیوں سے بچاتا اور خیالات فاسدہ کو روکتا ہے۔ بلکہ تکالیف اور مصائب کو قابل برداشت کر دیتا ہے اور انسان بار غم سے بہت کچھ سبکدوش رہتا ہے۔ کیونکہ ہر وقت رنج و غم میں گرفتار رہنے کے بجائے طبیعت کا رجحان اگر دوسری جانب منعطف کر دیا جائے تو خیالات بٹ جاتے ہیں۔

تالیف و تصنیف عمدہ اور موزوں مشاغل میں سے ہے اس سے نہ صرف دماغ نیک باتوں کی تلاش میں لگا رہتا ہے بلکہ انسان کے اپنے کیرکٹر پر بھی بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔ اور انسان دوسروں کی بھلائی کے لئے بہت کچھ سوچ سکتا ہے۔ تصنیف و تالیف ہی ایک ایسی چیز ہے کہ مرنے کے بعد بھی انسان کے کارناموں کو زندہ رکھتی ہے۔ اور دوسروں کی فیض رسانی سے حقیقتاً مصنف کی روح کو فرحت و طمانیت حاصل ہوتی رہتی ہے۔

کتب بینی ۔ مطالعہ یا کتب بینی سے نہ صرف ذہنی ترقی اور دماغ کی جلا ہوتی ہے بلکہ علمی ترقی اور تعلیمی معلومات کا ذخیرہ فراہم ہونے کے علاوہ انسان کے اخلاق یا کیرکٹر کی تعمیر پایہ تکمیل کو پہنچتی اور مستحکم ہوتی رہتی ہے جس سے انسان تمام دنیاوی نشیب و فراز پر عبور اور زندگی کے مصائب و درد کا بخندہ پیشانی مقابلہ کرتا اور قوت برداشت و تحمل حاصل کرتا ہے یا کر سکتا ہے۔

بچوں کی پرورش کا مشغلہ بھی ایک قابل عمل اور بہترین مشغلہ ہے۔ مگر اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض مائیں بچوں کو پیدا ہوتے ہی یا تو نانی دادی کی حفاظت میں یا اناؤں کے سپرد کر دیتی ہیں۔ اور صرف دودھ پلانے سے واسطہ رکھتی ہیں۔ اور بعض تو اس سے بھی پہلو تہی اختیار کر لیتی ہیں۔ اور اگر طبیعت کسی رنج اور فکر کے عالم میں ہو تو پھر تو بچوں کو پاس بھی نہیں پھٹکنے دیا جاتا اور دیگر عزیزوں اور رشتہ داروں کے رحم و شفقت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

لیکن اگر غور کیا جائے تو بچوں کی پرورش کا مشغلہ ایک سمجھدار عورت کے لئے بچوں کو صحیح تربیت دینے، خوش خصال اور ہوشیار اٹھانے اور جسمانی نشو و نما بڑھانے اور اعلیٰ اخلاق سے مزین کرنے کے علاوہ اپنی بار غم سے دبی ہوئی غیر مطمئن زندگی کو طمانیت بخشنے اور غم غلط کرنے اور پرسکون بنانے کے لئے بہترین مشغلہ ہے۔

اس مشغلہ کو اختیار کرنے سے نہ صرف اس خداداد نعمت غیر مترقبہ کی قدردانی اور شکر گزاری ہی ہوتی ہے بلکہ ایک بڑی حد تک طبیعت مشغول و مصروف رہ کر حقیقی مسرت حاصل کرتی اور کیف آور رہتی ہے۔ بچوں کی معصومانہ بھولی بھولی ادائیں اور نئی نئی بعض مُہمل اور بعض نتیجہ خیز باتیں اور پُر معنی سوالات (جن کے صحیح جواب دے کر ایک سمجھ دار ماں بہت کچھ سکھا سکتی ہے۔ دل خوش کن طرح طرح کے کھیل جو اکثر بچوں کی اپنی اختراع ہوتی ہیں ایک غم آلود طبیعت کا غم غلط کرنے اور مسرور رکھنے کے لئے قابل عمل مشغلے ہیں۔

بچوں کی پرورش کے مشغلہ سے جو والدین اجتناب کرتے ہیں یا محروم رہتے ہیں یہ ان کے لئے سخت بدقسمتی کے مترادف ہے۔ غرضیکہ ایک تنہا و بیکار ہستی کے لئے اپنی زندگی کو کار آمد بنانے اور مفید خلائق کاموں کے لئے مستوجہ کرنے اور مشغول رکھنے کے لئے مذکورہ بالا بہترین مشغلے ہیں۔

گ۔ن۔ بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل کپور تھلہ

دولت کی قدر

زمانہ کی ہوا کچھ سے کچھ ہوگئی ہے۔ جہاں دیکھو دولت کا چرچا۔ کہیں وعظ یا کتھا ہو تو اس جانب رُخ بھی نہیں کرتے اور جو کہیں یہ سُن لیں کہ شہر میں ایک کیمیا گر آیا ہوا ہے۔ لوہے کو چاندی سونے میں تبدیل کر دیتا ہے۔ پھر دیکھئے کس قدر آدمی چلے آتے ہیں۔ کوئی لاٹری ڈالتا ہے۔ کوئی سٹا لگاتا ہے کوئی جوا کھیلتا ہے۔ یہ سب کس لئے صرف روپیہ کے لئے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ بہت سی دولت ہاتھ لگے۔ اس زمانہ میں جس کے پاس دولت ہے اُسی کی قدر و منزلت ہے۔ عزیزوں اور رشتہ داروں کی نگاہوں میں اس کی عزت ہے۔ دوست احباب کی کثرت عیش و نشاط کی محفلیں سینما۔ تھیٹر۔ ڈرامے۔ ناچ رنگ۔ سب کچھ ان کے لئے ہے۔ اور جہاں روپیہ نہیں مفلسی اور تنگدستی کی حکومت ہے۔ دنیا بھر کے رنج و غم اور مصیبتیں وہاں جمع ہیں۔ غریب جہاں جاتا ہے۔ کوئی اُس کی طرف اُٹھا کر نہیں دیکھتا۔ خواہ کتنا ہی نیک۔ ایماندار و پابند مذہب ہو۔ امیروں کی نظر میں اس کی حیثیت ایک چور۔ اُچکے۔ اُٹھائی گیرے۔ فریبی یا ذلیل و آوارہ آدمی سے زیادہ نہیں۔ کوئی ڈھنگ سے بات بھی نہیں کرتا۔ عزیزوں اور رشتہ داروں کو اس کا زیادہ آنا جانا گوارا نہیں ہوتا۔ گھر میں روٹیوں کے لالے پڑے رہتے ہیں۔ بچوں کو فاقہ کشی کرنی پڑتی ہے اور باہر جو عزت و توقیر ہوتی ہے وہ سب پر خوب روشن ہے۔

مختصر یہ کہ دولت کی حکومت ہے۔ بیوفائی۔ بے مروتی۔ طوطا چشمی۔ جھوٹ جعل فریب دغا بازی۔ مکاری۔ لامذہبی۔ ہوس۔ طمع حسد اور نفاق اس کے سنہری اصول ہیں۔ حضرت چکبست کا شعر ہے۔ ؎ دنیا کا ہو گیا ہے یہ کیسا لہو سپید + اندھا کئے ہوئے ہے زر و مال کی امید

غرض یہ کہ آج کل دولت کا بول بالا ہے۔ دولت ہی قوت ہے۔ دولت ہی مذہب ہے۔ بلکہ دولت ہی خدا ہے۔ اس کی اور صرف اس کی پوجا ہے۔ خدا سے بھی زیادہ پوجا دولت کی ہے۔

مسز گر راج بہاری ماتھر۔ کانپور

حجرۂ خواجہ خضر

مسجد شہید گنج کے واقعے سے متاثر ہو کر چند سطریں لکھنے کی ہمت کرتی ہوں کاش محترم بھائی اور عزیز بہنیں ٹھنڈے دل سے اس مضمون پر غور فرماویں۔

کراچی سے لاہور آتے وقت سکھر میں مجھے اپنی ماموں زاد بہن کے ہاں اترنے کا اتفاق ہوا۔ میں وہاں دو دن ٹھیری اور ایک دن صبح سے شام تک سیر میں گزرا۔ سکھر میں مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں کے مقابلے میں بہت تھوڑی ہے اور جو ہیں وہ بھی غافل اور جاہل۔ قدیم زمانے کے مسلمان بادشاہوں کی عمارتیں بہت سی کھڑی ہیں۔ مگر سب کس مپرسی کی حالت میں جنہیں دیکھ کر وہاں کے غیر مسلموں کے منہ میں پانی آرہا ہے۔

دریائے سندھ کے وسط میں ایک عمارت بنام استھان خواجہ خضر ہے۔ وہ ریل کے پل سے گزرتے ہوئے بھی دریا کے وسط میں دکھائی دیتی ہے۔ ہم اس عمارت کے دیکھنے کے لئے دریا کے کنارے پہنچ گئے مگر ہمیں کوئی ناؤ وغیرہ نہ ملی جس میں بیٹھ کر اس تک جاتے۔ خاص اسی کام کے لئے عمارت کی اپنی دو کشتیاں تھیں مگر وہ ادھر ہی عمارت کے پاس کھڑی تھیں جب کنارے کے اسباب والی کشتیوں کے ملاحوں نے چیخ چیخ کر پکارا تو وہ اللہ کے بندے کہیں گھنٹے بھر بعد آئے۔

جب ہم اس عمارت کے اندر گئے تو دو آدمی ایک بڈھا اور ایک نوجوان مسلمان بیٹھے ہوئے دکھائی دیئے۔ وہاں ہندوؤں کے گھنٹے لٹک رہے تھے مجھے یک دم خیال آیا یہ تو ہندوؤں کی جگہ ہے، ہم یہاں کاہے کو آئے۔ پھر ذرا آگے بڑھے تو ایک کمرہ دیکھا۔ میرے ساتھ والوں نے بتایا کہ اس حجرہ میں کسی زمانے میں خواجہ خضر بیٹھے تھے۔ (میں نہیں کہہ سکتی کہ اس بیان کی کیا اصلیت ہے) جب میں حجرہ کے اندر داخل ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ چاروں کونوں میں ہندوؤں کے دیئے جل رہے تھے۔ فرش پر ہندی میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک دھوتی باندھے ہندو داخل ہوا اور ہمارے پاس سے گزرتا ہوا سیدھا اندر گھس گیا۔ حجرہ میں کافی دیر بیٹھ کر اپنے بھجن پڑھتا رہا۔ مجھے بڑا افسوس ہوا کہ ہم اس جگہ کیوں آئے میں سیدھی مجاور کے پاس گئی اور پوچھا بابا یہ جگہ ہندوؤں کی ہے یا مسلمانوں کی ہے یا ملی جلی؟ اس نے کہا: "بی بی یہ عمارت مسلمانوں کی ہے اور وہ سامنے خواجہ خضر کا حجرہ ہے۔" میں نے کہا اگر یہ جگہ مسلمانوں کی ہے تو اس میں ہندوؤں کے گھنٹے کیوں لٹک رہے ہیں۔ اور حجرہ میں سب چیزیں ہندوؤں کے پوجا کی کیوں پڑی ہیں؟ اس نے کہا زیادہ تر یہاں ہندو ہی آتے ہیں۔ مسلمان تو شاذ و نادر ہی آتے ہیں۔ آپ مسلمان ہیں جو کئی مہینوں کے بعد یہاں آئے ہیں اور آپ کو ہی اس بات کا خیال آیا ہے۔ جب ہندوؤں کی کوئی مراد پوری ہوتی ہے تو وہ یہاں گھنٹے اور دیئے چڑھا جاتے ہیں حجرہ میں چلو میں خواجہ خضر کی گدی اور قرآن شریف دکھاتا ہوں" اس نے جا کر پردہ اٹھایا۔ پردے کے آگے بھی سب گھنٹیاں لٹک رہی تھیں۔ اور کسی کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس پردہ کے پیچھے ہمارا قرآن مجید رکھا ہوا ہوگا۔ بالکل اس کے ساتھ ہندوؤں نے

اپنا ایک گول سا سنگ مرمر کا مینار بنایا ہے۔ اس پر پیتل کے چراغ جل رہے اور پیتل کے تھال میں سات قسم کے اناج رکھے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر میرا خون کھولنے لگا کہ خدایا مسلمانوں کی مقدس کتاب کو اس طرح پردے کے پیچھے چھپا کر رکھے جانے کی کوشش کیوں ہو رہی ہے۔ میں نے فوراً ایک دئیے کو پھونک سے گل کر دیا۔ اس پر مجاور نے میری طرف دیکھا جس کا مطلب یہ تھا ایسا نہ کرو منہ سے تو نہیں کہہ سکا۔ مگر شاید اس کی روزی کا وسیلہ یہی ہندو ہوں۔ ورنہ میں اس حجرہ کے سب چراغ بجھا دینے والی تھی۔ اس کے بعد مجاور نے ایک چھوٹی سی مسجد ایک کونے کی طرف کر کے دکھائی جس کے گنبد اور باقی حصوں پر نہایت خوبصورت عربی الفاظ میں قرآن شریف کی آیتیں لکھی ہوئی تھیں۔ مسجد نہایت ہی خستہ حالت میں تھی۔

یہ حال اس عظیم الشان مسلمانوں کی عمارت کا ہے جو دریائے سندھ کے بیچوں بیچ کھڑی ہے۔ اس کا دارومدار مجاور پر ہے۔ مجاور مر گیا تو کسی کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوگی کہ یہ کیا اور کس کی تھی۔ مجاور سے پوچھا کہ تمہاری کوئی اولاد ہے تو اس نے کہا ایک لڑکا ہے جو ملازمت کرتا ہے۔ واپسی پر مجھے جو خیالات پیدا ہوئے تھے وہ میں نے اپنے میزبان پر ظاہر کر دیئے کہ یہ کیا ظلم ہو رہا ہے تو انہوں نے جو ایک اور بات بتائی وہ اس سے بھی زیادہ قابلِ افسوس تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ یہاں سے تھوڑی دور ایک اور عمارت ہے جو پہلے سعید بیلا کہلاتی تھی اب سادھ بیلا کہلاتی ہے ذرا ان ناموں کی تبدیلی پر تو غور کیجئے! اب وہ ہندوؤں کے پاس ہے۔ اور قابلِ دید ہے۔ ایک دو سالوں میں انہوں نے عمارت کو بہت ترقی دی ہے۔ آہ سادے مسلمان دوسروں کی ترقی کی داد کس خوشدلی سے دیتے ہیں۔ اور اپنی چیز کے چھن جانے کا ذرا بھی ملال محسوس نہیں کرتے۔ تو یہ میرے شکوک جو پہلی عمارت کو دیکھ کر پیدا ہوئے تھے ان کے لئے ایک عملی ثبوت تھا میں نے کہا کہ میں وہ جگہ بھی ضرور دیکھوں گی بس وہاں جا کر آنکھوں نے جو اس گریہ حال عمارت کی ہندوؤں کے ہاتھ میں اس کی بڑھتی ہوئی شان دیکھی تو دل نے کہا ہاں واقعی کیا ہندو کیا مسلمان جو محنت کرتا ہے پھل پاتا ہے جو سویا ہے وہ سوتا رہے یا اس سے بھی بہتر ہے کہ خدا اس کو بالکل نیست و نابود کر دے۔

جس وقت ہم اس عمارت سعید بیلا کے پاس جا کر کار سے سڑک پر اترے تو دیکھا کہ سڑک اور دریا کے درمیان ایک جگہ پر ہندو بیٹھے پیسہ پیسہ کی پڑیاں بیچ رہے تھے جن میں آٹے کی گولیاں تھیں۔ وہ کسی کو ایک پڑیا خریدے بغیر جانے نہ دیتے تھے جو کہ دریا میں مچھلیوں کے کھانے کے لئے پھینکی ہوتی تھیں۔ اس سے آگے کشتیوں میں بیٹھنے کا انتظام تھا۔ یہاں پر دھوپ سے بچنے اور کشتی وغیرہ کا انتظار کرنے کے لئے ایک چھت سی بنی ہوئی تھی اور بنچ پڑے ہوئے تھے۔ نزدیک ہی دریا میں بڑے پیمانے میں کشتیاں تیار کی جا رہی تھیں۔ کشتیوں کا کرایہ وغیرہ وصول کرنے کے لئے بھی ایک باقاعدہ آدمی مقرر تھا۔ پھر جہاں جا کر کشتی ٹھیری وہاں پر بھی برابر سیڑھیاں کشتی سے اترنے کے لئے بنی ہوئی تھیں۔ آگے جا کر دیکھا تو ایک پورا قصبہ کا قصبہ آباد تھا۔ جہاں انواع و اقسام کے کام ہو رہے تھے۔ بعض کمروں میں ہندوؤں نے بیشمار بتوں کو سجا رکھا تھا۔ ان کے آگے مقفل بکس پڑے ہوئے تھے جن میں آنے والے چھنا چھن زر ڈال رہے تھے۔ بہت سی ہندو عورتیں باہر کے برآمدہ میں لیٹی اور سوتی پڑی تھیں۔ بے شمار دوکاندار مٹھائیاں اور دوکانیں لگائے کھانے کی اور دیگر اشیا بیچ رہے تھے۔ بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک میلا سا لگا ہوا ہے۔

وہاں چاروں طرف سے زمین کو دریا میں بہت بڑھا رہے ہیں۔ اور دریا میں لوہے کے دروازے اور دیواروں سے بالکل جیسے گورنمنٹ سمندروں اور دریاؤں میں بند ھ بناتی ہے بنا رہے ہیں۔ چاروں طرف دریا میں سیڑھیاں جاتی ہیں۔ ایک طرف سیڑھیوں کے آگے دریا میں موٹی پلی ہوئی مچھلیاں ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ یہاں لوگ ان کو آٹے کی گولیاں ڈالتے ہیں۔ مگر پکڑنے کی ممانعت ہے۔ اگر مالی کے برتن میں کوئی مچھلی آجاتی ہے تو پکڑ کر پھر دریا میں چھوڑ دیتا ہے۔ باغ بہت بڑا تھا قسم قسم کے پھل پھول لگے ہوئے تھے۔ روشیں اور کیاریاں اپنی اپنی جگہ قابل تعریف اور قابل دید تھیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ہندو ان پھلوں پھولوں کشتیوں کے کمائے بتوں کے چڑھاوے کو کیا کرتے ہیں۔ یہ ہی نہیں انہوں نے توان عمارتوں میں خاصے بڑے بڑے کارخانے چلا رکھے ہیں پھر اس بچت کے پیسہ سے کام کو اور ترقی دے رہے ہیں۔ افسوس یہ ہے اگر دوسرے مذہب والے آکر مسلمانوں کی عمارات سے فائدہ اٹھا سکتے اور اپنے قبضہ میں لا سکتے ہیں تو کیا جن کا ان عمارات پر اصل حق ہے وہ وہاں یہ کام نہیں کر سکتے یا ان میں یہ بات سوچنے کا مادہ ہی نہیں۔ بیشک وہاں ہندوؤں کی طرح بڑے پیمانے پہ کام نہ کیا جائے مگر اتنا تو ہو کہ وہ مسلمانوں کے آثار قدیمہ اپنے ہاتھ میں رکھیں، مسلمانوں میں مادۂ احساس بالکل ہی نہیں رہا۔ ہاں وہ ہوش میں کب آئینگے جب مسجد شہید گنج کی طرح پانی سر تک آجائے گا۔ مگر پھر ہوش میں آنا نقصان اور رسوائی کا بڑھانا اور غیروں کو تماشا دیکھنے کی دعوت دینا ہے +

اے اے رشیدہ

ہمارا روزنامچہ

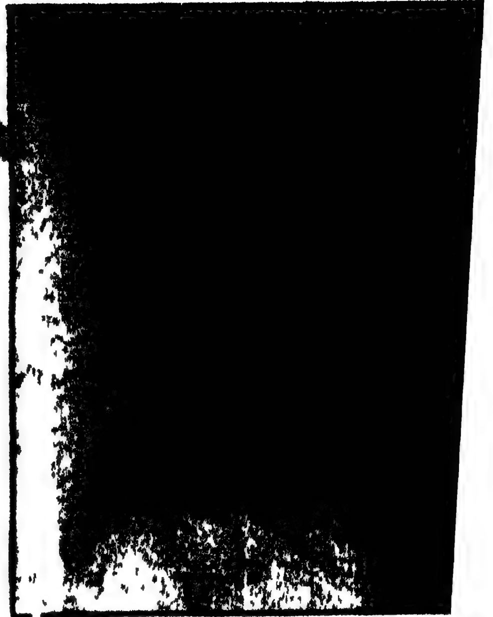
صبح اُٹھ کر منہ دھویا ایک کام۔ ناشتہ کیا دو کام۔ بچوں نوکروں کو چاء پلائی تین کام۔ غرض اسی طرح اگر میں آپ کو اپنے کاموں کی فہرست گنوانے بیٹھوں تو نہ معلوم کتنے کام ہو جائیں۔ ابھی میں چاء پی رہی تھی۔ کہ صاحب بہادر نے غل مچانا شروع کر دیا۔ وہ رات بھر جاگتے ہیں دن بھر سیر و شکار کرتے ہیں۔ ابھی ان کی آنکھیں نیم وا تھیں کہ پکارے "کچھ ناشتہ وغیرہ تیار ہے یا نہیں"۔ میں نے گھبرا کر جواب دیا حضرت آپ نے بھی مجھے کوئی مشین سمجھ رکھا ہے۔ ابھی تو خود میں ہی ناشتہ کر رہی ہوں۔ دوڑ کر باورچی خانے میں پہونچی جس انتظام دیکھنے ماما کو پہلے سے ہدایت نہیں کی گئی تھی اور اب اس سے پوچھا جا رہا ہے کہ "ناشتہ کیوں نہیں پکایا؟" جلد جلد کچا پکا ناشتہ صاحب بہادر کو دیا گیا۔ ان کا پارہ ایکدم ۱۱۰ ڈگری پر پہونچ گیا بس لگے چلانے اور ایک دو تین کر کے برتن بہانے۔ وہ بغیر ناشتہ کئے شکار کو چل دیئے میں ٹوٹے پھوٹے برتنوں کے ٹکڑے جمع کرانے، فرش پر سے داغ مٹانے، دیواریں صاف کرانے میں مصروف ہو گئی۔ کتاب نکال کر کپڑوں پر سے داغ مٹانے کی ترکیب دیکھی۔ ٹوٹے برتن جوڑنے کی ترکیب ڈھونڈنے پر بھی دستیاب نہ ہو سکی۔ اب کھانے کا وقت آ گیا۔ مگر میں مطالعہ رسائل میں مصروف تھی۔ آخر پڑھنا بھی تو انسانی زندگی کا ایک جزو ہے۔ ماما متعدد مرتبہ آئی اور دریافت کیا "بیگم کیا پکے گا" میں نے جھنجھلا کر کہا "بڑی بی تم کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ پڑھتے میں ہرج نہیں کرتے۔ تھوڑی دیر ٹھیرو ابھی بتا دیں گے"۔ گھڑی نے بارہ بجائے۔ اب مجھکو ہوش آیا۔ جلدی جلدی کھانا پکانے کا انتظام کرنا شروع کیا۔ بچے بھوک سے رو رہے تھے۔ موٹر کی آواز آئی اور گویا مجھ پر بجلی گر پڑی۔ کچا پکا کھانا میز پر چن دیا گیا۔ صاحب بہادر خاک میں اَٹے ہوئے تھکے تھکائے سیر و شکار سے واپس آتے ہی غسل سے فارغ ہوئے اور میز پر تشریف لائے اور پھر وہی صبح کا پروگرام شروع ہو گیا۔ جو جو کچھ ان کے منہ میں آیا سب ہی کچھ کہہ سنایا اور موٹر میں بیٹھ ہوٹل کھانا کھانے تشریف لے گئے۔ میں اور بچے ڈبل روٹی وغیرہ کھا کر بیٹھ رہے۔ ہوٹل سے واپسی پر بھی ان کا غصہ نہ گیا تھا۔ چاء کا وقت آیا۔ اور چاء منگانے گئی تو معلوم ہوا کہ صبح ہی چاء ختم ہو چکی ہے جلد آدمی بھیجا کہ بازار سے چاء لے آئے۔ صاحب بہادر نے جب چاء میں دیر دیکھی تو بغیر پئے ہی رخصت۔ میں ان کے جانے کے بعد ٹینس کھیلی اور ریڈیو سننے بیٹھ گئی۔ کمبخت خیال دیکھو کھانے کا کب آیا جب ۵ بج گئے۔ بیچارا چاء دیسا پر چاء آخر نوکر بھی تو میرے ہی تھے جب تک میں نہ کہو وہ کچھ نہ کرتے۔ غرض شام کا کھانا بھی ایسا ہی دلچسپ رہا۔ صاحب میری ان خوش انتظامیوں سے تنگ آ گئے۔ کیونکہ یہ میرا روز ہی کا معمول ہے اور میں کیا کروں کمبخت یاد ہی ایسی ہے وہ دوسری شادی کی فکر میں ہیں۔ کوئی ہمدرد بہن کوئی عمل یا تعویذ بتائیں کہ میرے صاحب دوسری شادی نہ کریں۔

انیس فاطمہ خانم منشی فاضل





یہ انگریز لڑکی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے ایک
وقت میں دس ہندسے لکھ سکتی ہے -



ایک خانہ بدوش



ایک امیرزادی مزدوروں کی مدد کے لئے موچی
بن رہی ہے -

سیاہ نقاب

(نامور ادیب چارلس ڈکنز کے ایک افسانہ کا آزاد ترجمہ)

موسم سرما کی ایک تاریک اور ڈراؤنی رات کو ایک ڈاکٹر اپنے سونے کے کمرے میں انگیٹھی کے سامنے بیٹھا تھا۔ وہ کالج سے ابھی ابھی ڈگری لے کر آیا تھا۔ اور اُس نے ایک ریاست کے ایک بڑے قصبے میں اپنی پریکٹس شروع کر دی تھی۔

باہر ہوا بڑی تیزی سے چل رہی تھی، اور بارش بھی موسلا دھار ہو رہی تھی۔ وہ آج سارے دن کیچڑ اور پانی میں پھرتا رہا تھا۔ اس لئے بہت تھکا ہوا تھا۔ وہ آرام سے اپنے سونے کے کپڑوں میں ملبوس کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کا دماغ مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اُس کا خیال ہوا اور بارش کی طرف گیا کس قدر خطرناک رات تھی؟ بالفرض اگر وہ باہر ہوتا تو اُس کا کیا حال ہوتا؟ پھر اُس کے خیالات آنے والے تہوار کی طرف منتقل ہو گئے۔ اُس نے گھر جانے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ اُسے گھر گئے ہوئے دو تین سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ اُسے اپنے رشتہ دار اور دوست یاد آ رہے تھے اور سب سے زیادہ اُسے اپنی منسوبہ کا خیال جس کے خطوط اُسے ہفتہ وار ملا کرتے تھے وہ اُس کے تصور میں گم ہو گیا۔ وہ اپنے گھر جا کر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے ملے گا شاید وہ اپنی منسوبہ سے شادی بھی کر سکے۔ اور اس طرح سے اپنی خشک سی بے مزہ زندگی کو پُر لطف بنا سکے۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے اُس کی دلفریب مسکراہٹ پھر گئی۔ اُس کے کانوں میں اُس کے نقرئی قہقہے گونج رہے تھے۔ مگر؟......

وہ شادی اُسی صورت میں کر سکتا تھا جبکہ اُس کی آمدنی کافی ہو۔ لیکن اب تک اُس کے پاس ایک بھی مریض نہ آیا تھا۔ وہ صبح سے مریضوں کا انتظار کرنا شروع کر دیتا۔ سارے دن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہتا اور شام کو مایوس ہو کر بیٹھ رہتا۔ شاید اُس کی قسمت میں ہی کوئی مریض نہ لکھا تھا۔ اُس کی تقدیر......

اُس پر غنودگی سی طاری ہو گئی۔ اور اُسے ایسا معلوم ہوا کہ وہ اپنی منسوبہ کے گھر بیٹھا ہوا انتظار کر رہا ہے۔ اُس کا دل دھڑک رہا تھا۔ یکایک اُسے آہٹ سنائی دی اور اس کے بعد قدموں کی چاپ! وہ سمجھ گیا کہ وہ آ رہی ہے اُس نے شرارتاً اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا......

اُس نے اپنے کندھے پر ایک نہایت ہی نرم و نازک ہاتھ محسوس کیا۔ وہ چونک اٹھا۔ ایک ہاتھ رکھا تو ضرور تھا۔ مگر یہ ملائم اور نازک ہاتھ نہ تھا بلکہ ایک لڑکے کا سخت اور کھردرا ہاتھ تھا۔ یہ لڑکا ڈاکٹر نے اپنے مریضوں کے پاس دوائیں اور ہدایات بھیجنے کے لئے ملازم رکھا تھا۔ مگر چونکہ ڈاکٹر کو ابھی تک کوئی مریض نہ ملا تھا اس لئے لڑکے کا وقت عموماً پھل، سبزی، پیپرمنٹ کی ٹکیا اور الابلا کھانے میں گذرتا تھا۔

"حضور! ایک عورت باہر کھڑی ہے" لڑکے نے ڈاکٹر کے کان میں آہستہ سے کہا۔

"عورت! عورت کہاں سے آ گئی؟" ڈاکٹر نے حیران ہو کر دریافت کیا۔ اُسے شبہ گذرا کہ شاید اُس کا خواب سچا ہوا اور اُس کی منسوبہ ہی باہر کھڑی ہو۔ وہ پھر بولا۔ "ارے بولتا کیوں نہیں؟ کہاں ہے وہ؟"

"حضور! وہاں!" لڑکے نے سامنے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر اپنے سب سے پہلے مریض کے استقبال کے لئے آگے بڑھا۔ اُسے دروازے کے شیشوں میں سے اُس کی ایک جھلک دکھائی دی۔ عورت کا قد اونچا اور قدرے خمیدہ تھا۔ اُس نے ماتمی رنگ کا سیاہ شال اوڑھ رکھا تھا اور چہرے پر ایک سیاہ نقاب تھی۔

ڈاکٹر نے دروازہ کھول دیا۔ اور نہایت ہی مؤدبانہ انداز سے بولا۔ "کیا آپ مجھ سے ملنا چاہتی ہیں؟"

عورت نے اثبات کے طور پر سر ہلا دیا۔ وہ بولا "اندر تشریف لے آئیے!" عورت اندر داخل ہوئی۔

مگر دوسرے ہی قدم پر رُک گئی۔ اور لڑکے کی طرف دیکھنے لگی۔

"تم باہر چلے جاؤ"! ڈاکٹر نے لڑکے سے عورت کا مقصد سمجھتے ہوئے کہا۔ "اور پردہ کھینچ کر دروازہ بند کرتے جاؤ"! لڑکا حکم کے مطابق باہر نکل آیا دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا اور اپنی آنکھ دوسرے دروازے کے ایک سوراخ پر لگا کر اندر جھانکنے لگا۔

ڈاکٹر نے ایک کرسی انگیٹھی کی طرف سرکا دی اور عورت کو بیٹھنے کے لئے کہا وہ آہستہ آہستہ کرسی کی طرف بڑھی اُس کا سارا لباس پانی سے بھیگا ہوا تھا اور نچلا حصہ کیچڑ میں لت پت تھا "آپ کا لباس بارش سے بھیگ گیا" ڈاکٹر بولا۔

"جی ہاں!" عورت نے جواب دیا۔

"کیا آپ بیمار ہیں؟" اُس نے دریافت کیا۔

"جی نہیں! مجھے کوئی جسمانی بیماری نہیں ہے۔ میں بیمار ضرور ہوں مگر دماغی اور روحانی طور سے۔ اگر مجھے کوئی جسمانی تکلیف ہوتی تو میں ایسی ڈراؤنی رات میں کبھی بھی اپنے گھر سے باہر قدم نہ نکالتی۔ میں سچ کہتی ہوں کہ واقعی اگر ایسا ہی ہوتا تو میں اپنے گھر میں بیٹھ کر خوشی خوشی اپنی موت کے لئے دعا مانگتی۔ مگر؟...... مگر میری تکلیف ہی اور ہے آپ میرے درد و کرب کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ جو آگ میرے دل میں جل رہی ہے اور جس نے میری روح تک کو بھسم کر دیا ہے اُس سے کوئی واقف نہیں ہے۔ میں نے کتنی ڈراؤنی، دہشتناک اور تنہا راتیں آہ و زاری میں گذاری ہیں؟ کوئی نہیں جانتا! صرف میں ہی جانتی ہوں۔ ... آہ! سکونِ قلب کو رخصت ہوئے مدت گذر گئی ہے" وہ سسکیاں بھرنے لگی، "اُف! میرے خدا!! میری بے کسی کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا۔ میں یہ اچھی طرح سے جانتی ہوں۔ کہ دنیا کی کوئی طاقت اُسے بچا نہیں سکتی۔ اس کی موت یقینی ہے۔ مگر میرا دل نہیں مانتا۔.... کیا میں بغیر کسی قسم کی امداد کے اُسے قبر کے سپرد کر دوں؟ کیا میں اپنی زندگی کے سرمائے کو بالکل آسانی سے ضائع ہو جانے دوں؟ نہیں نہیں! میں جو کچھ کر سکتی ہوں ضرور کروں گی!! ... مگر میں کر ہی کیا سکتی ہوں؟؟ میرے خدا...... کیا میں پاگل ہو گئی ہوں؟" وہ زور زور سے سسکیاں لینے لگی۔

اس تقریر نے نوجوان ڈاکٹر کا دل ہلا دیا۔ وہ ابھی بالکل ناتجربہ کار تھا۔ اُسے دنیا کے رنج و آلام کا کچھ پتہ نہ تھا۔ وہ جلدی سے بولا "محترم خاتون! اگر وہ شخص جس کا آپ ذکر کر رہی ہیں بہت ہی سخت بیمار ہے تو ہمیں ایک منٹ بھی ضائع نہ کرنا چاہئے۔ میں اسی وقت آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ آپ نے پہلے کسی ڈاکٹر کی امداد کیوں نہ لی؟"

"کیونکہ یہ بالکل بے سود تھی ..... اور اب! اب بھی بالکل بے سود ہے۔ دُنیا میں کسی قسم کی امداد اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ اس کی اجل اُس کے سر پر چیل کی طرح سے منڈلا رہی ہے۔ کل علی الصبح اس کا خاتمہ ہو جائے گا" ڈاکٹر کی نظریں عورت کے سیاہ نقاب کی طرف اُٹھیں۔ وہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر کہنے لگا۔

"خاتون! آپ بیمار ہیں!! مگر آپ کی بیماری آپ سے پوشیدہ ہے۔ آپ اسے محسوس کرتی ہیں مگر جانتی نہیں، اور آپ کے رنج و فکر نے اسے دُگنا کر دیا ہے" وہ ٹھیر گیا۔ پھر ایک وقفے کے بعد بولا "خیر! اسے، سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں آپ کا مخلص ہوں آپ کیفیت کو مجھ سے چھپائیے نہیں! جو تکلیف آپ کے دل و دماغ پر مسلط ہے۔ وہ مجھ سے صاف صاف بیان کر دیجئے۔" یہ کہہ کر اُس نے ایک گلاس پانی سے بھر کر عورت کو پیش کیا۔ اور بولا: "پیجئے یہ آپ کو تازگی پہنچائے گا۔ آپ تھوڑی دیر بالکل آرام سے بیٹھیں۔ اس کے بعد بغیر کسی رکاوٹ یا جھجک کے نہایت اطمینان و تسلی سے مجھے مریض کی حالت بتا دیں۔ جو کچھ میں اُس کے لئے کر سکتا ہوں فوراً کروں گا۔ اور اگر اُس کی حالت بہت ہی خراب ہے۔ تو میں اسی وقت آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

"میں اچھی طرح سے جانتی ہوں کہ موت کے قریب آ جانے پر زندگی کی قیمت صرف مرنے والا ہی سمجھ سکتا ہے۔ اُسے زندگی کا وہ آخری حصہ اپنی

ساری گذشتہ زندگی سے قیمتی اور پیارا محسوس ہوتا ہے خواہ اُس کی عمر کتنے ہی لطف سے کیوں نہ کٹی ہو۔ بعض اوقات جب کوئی شخص اپنی طبعی موت مر رہا ہو۔ تو بھی اُس کا چنداں رنج نہیں ہوتا۔ حالانکہ مرنے والا مرتے دم تک آخری لمحوں پر اپنی ساری دولت و عزت کو قربان کر دینے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔ ...... میری عمر کافی ہوچکی ہے اور زیادہ سے زیادہ میں تین چار سال اور زندہ رہ سکوں گی مگر مجھے اپنی عمر کا یہ حصہ بدترین دکھائی دے رہا ہے۔ اگر مجھے یہ مصیبت پیش نہ آتی۔ اور میں آپ سے امداد طلب نہ کرتی یا میری گفتگو ہی غلط اور جھوٹی ہوتی تو میں خوشی خوشی اپنی جان دینے کے لئے تیار ہوجاتی۔ اور مرتے وقت میرے لبوں سے آہ تک نہ نکلتی! ......"

وہ روتے ہوئے بولی "کل وہ میری پہنچ سے بالکل باہر ہوجائے گا۔ اور پہنچ سے تو اب بھی باہر ہی ہے۔ مگر میری آرزو یہی ہے کہ میں اُسے دفنانے سے پہلے اُس کی زندگی کے لئے پوری جد و جہد کروں۔ .....افسوس! .....کل اُس کی موت یقینی ہے!! ....آج رات وہ زندہ ہے۔ اگرچہ اُس کی زندگی سخت خطرے میں ہے ...... پھر بھی نہ تو آپ اُسے دیکھ سکتے ہیں اور نہ اُس کے لئے کچھ کر سکتے ہیں"۔

"محترمہ! میں آپ کی گفتگو پر کسی قسم کی تنقید کر کے آپ کے غم کو بڑھانا نہیں چاہتا۔ اور نہ میں اُس بات کو معلوم کرنا چاہتا ہوں جسے آپ چھپا رہی ہیں۔ مگر یہ ضرور کہوں گا کہ یہ معاملہ میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا۔ مریض کی زندگی آج رات خطرے میں ہے ..... اور کل اُسے کوئی مدد نہیں پہنچائی جا سکے گی۔ پھر بھی میں اُسے نہیں دیکھ سکتا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مریض آپ کا کوئی بہت ہی پیارا عزیز ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی یہ وقت مفت میں ضائع ہو رہا ہے۔ اگر آپ کو اُس کا اتنا خیال ہے۔ تو آپ فوراً ہی میرے ساتھ کیوں نہیں چلتیں۔ تاکہ میں اُسکی بڑھتی ہوئی بیماری کو روکنے کی کوشش کر سکوں؟"

"ڈاکٹر صاحب! آپ میرے کہنے پر ہرگز یقین نہ کریں گے۔ میں اچھی طرح سے جانتی ہوں کہ میری گفتگو ایک مجذوب کی بڑ سے زیادہ معنے نہیں رکھتی۔ اور مجھے کئی ڈاکٹروں نے اس پر بہت بُری طرح سے جھڑکا بھی ہے۔ مگر میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ مجھ سے نہایت مہربانی سے پیش آرہے ہیں۔ جو کچھ میں نے کیا ہے وہ میرے ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہے جو خود بخود میرے لبوں پر آگئی ہے۔ ..... آپ اُسے نہیں دیکھ سکتے۔ کیونکہ یہ میری اور آپ کی دونوں کی طاقت سے باہر ہے۔"

"خاتون! میں آپ کو اس بات پر مجبور نہیں کرتا کہ میں اُسے ضرور بالضرور دیکھوں گا۔ البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ اگر آپ کی عجیب اور بے جا ضد سے مریض کو کوئی امداد فوراً نہ پہنچائی گئی۔ اور خدانخواستہ وہ اس رات مر گیا۔ تو آپ کی گردن پر ایک بھاری ذمہ داری کا بوجھ پڑ رہا ہے" ڈاکٹر نے کہا۔

"یہ بوجھ کسی اور ہی پر پڑ رہا ہے۔ مجھ پر جو کچھ پڑ رہا ہے میں اُسے بھگتنے کو تیار ہوں! عورت نے کہا "خیر! میں زیادہ سوالات پوچھ کر آپ کا دل دُکھانا نہیں چاہتا۔ آپ برائے مہربانی اپنا پتہ مجھے دے جائیں۔ میں صبح صبح حاضر ہوجاؤں گا آپ مجھ سے کتنے بجے مل سکیں گی؟"

"نو بجے!" عورت بولی۔ ڈاکٹر نے کہا "معاف فرمائے کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ۔ کیا مریض آپ کے پاس ہے؟"

نہیں میرے پاس نہیں ہے! عورت بولی۔

"اور اگر میں اُس کے علاج کے لئے آپکو چند ادویات اور ہدایات دوں تو آپ اُس کی مدد کر سکتی ہیں" "نہیں! میں نہیں کر سکتی" عورت نے جواب دیا۔

ڈاکٹر نے دیکھا کہ اب زیادہ گفتگو سے کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ وہ جو کچھ پہلے کہہ چکی تھی۔ اُس سے ایک لفظ بھی زیادہ بتانے کے لئے تیار نہ تھی۔ اور زائد سوال کرنے سے اُس کے جذبات کو ٹھیس لگتی تھی۔ اُس نے یہ سوچ کر اُس سے دوبارہ صبح آنے کا وعدہ کیا۔ عورت نے اُسے پتہ بتاتے وقت ایک بستی کا نام لیا جو کہ قصبے سے ڈیڑھ میل دور تھی۔ پتہ بتا کر جس پُراسرار طریقے سے وہ آئی تھی اُسی طرح سے غائب ہوگئی۔

اس قسم کی عجیب و غریب ملاقات کا جو اثر ڈاکٹر پر پڑا ہو گا اُس کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ اُسے سارا معاملہ ایک گتھی معلوم ہو رہا تھا جس کا سُلجھانا اُس کی طاقت سے باہر تھا۔ اُس کے پڑھنے اور سننے میں یہ کئی مرتبہ آیا تھا کہ لوگوں نے خود اپنی موت کے متعلق پیشین گوئیاں کیں، موت کا وقت بتادیا، اور عین بتائے ہوئے وقت پر ان کی موت واقع ہوگئی۔ مگر یہ اسی صورت میں ہوا تھا جب مرنے والے نے خودکشی کی ہو۔ یہ اجنبی عورت کسی دوسرے کی موت کے بارے میں اس قدر وثوق سے کس طرح کہہ سکتی تھی۔ اور یہ بھی ناممکن نظر آتا تھا کہ وہ کسی نشے یا خواب کے ماتحت ایسی پیش گوئی کر رہی ہو، وہ یہی سوچتا ہوا اپنے بستر پر جا لیٹا۔ مگر اُسے نیند بالکل نہ آئی، رہ رہ کر یہ پُر اسرار قصہ اُس کے دل و دماغ کو بے چین کئے دیتا تھا۔ اُس نے سوچنا شروع کیا۔ شاید اس شخص کو صبح قتل کیا جائے اور یہ عورت قاتلوں کی پارٹی میں سے ہو۔ انہیں مخبری کرنے سے تو نہ روک سکتی ہو۔ البتہ قتل کے بعد یہ چاہتی ہو کہ ڈاکٹری مدد سے اُس کی جان بچا سکے..... بہت ممکن ہے یہ بھی ناممکن ہے!! اگر واقعی اُس شخص کا خون صبح ضروری ہونا تھا تو وہ پولیس کو اطلاع دے دیتی یا کم از کم مجھے ہی اشاروں سے سمجھا دیتی.... اور پھر قتل ایک بٹے قصبے کے ڈیڑھ میل پرے ہونے والا ہے..... نہیں نہیں! مجھے اس سے کیا تعلق؟ وہ عورت ہی پاگل ہے!! ......

اس کی بے تکی باتیں اس کی گواہ ہیں ..... وہ رات بھر نہ سو سکا۔ اور اسی طرح کے خیالات نے اُسے بیدار رکھا..... وہ سیاہ نقاب کے ڈراؤنے عکس کو اپنے دل سے نہ ہٹا سکا۔ دوسرے دن صبح صبح اُٹھتے ہی اُس نے کپڑے پہنے اور ٹہلتے ہوئے گاؤں کی طرف چل دیا۔ راستہ کچا اور خراب تھا اُس کے پاؤں گھٹنوں تک کیچڑ میں بھر گئے۔ خدا خدا کر کے اُسے بستی دکھائی دی۔ یہ کل تیس چالیس ٹوٹے پھوٹے گھروں پر مشتمل تھی باغ تو درکنار کوئی درخت تک نظر نہ آتا تھا۔ گاؤں کے چاروں طرف بارش کا جمع شدہ گندہ پانی موجیں مار رہا تھا جس کی بدبو سے دماغ پھٹا جاتا تھا۔ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے جن پر کمزور اور مریل بچے بیٹھے ہوئے بڑی بے تکلفی سے کھیل رہے تھے۔

مکانوں کے دروازوں کے سامنے جاہل عورتوں نے غلاظت کے ڈھیر لگائے رکھے تھے۔ راستوں پر آدھا آدھ فٹ گندا پانی چڑھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر اپنی ناک پر رومال رکھ کر بدقت گاؤں میں داخل ہوا۔ اور تقریباً آدھ گھنٹے کی کوفت کے بعد وہ مطلوبہ مکان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ مکان بالکل بوسیدہ اور شکستہ تھا۔ اور اس کی حالت گاؤں کے تمام مکانوں سے بدتر تھی۔ ڈاکٹر اسے دیکھ کر پہلے کچھ جھجکا۔ اور پیچھے ہٹ کر مکان کے گرد پھرا۔ ناظرین کو ڈاکٹر کی "بے عقلی" پر مسکرانا نہیں چاہیئے کیونکہ ریاستوں میں پولیس کے انتظامات ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ دن دہاڑے چوریاں ہو جاتی ہیں، خون ہو جاتے ہیں پھر بھی کوئی باز پرس نہیں ہوتی۔ وہ کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا پھر جرأت کر کے آگے بڑھا اور دروازے کو آہستہ سے کھٹکھٹایا۔ اندر سے ایک ایسی آواز آئی جیسے دو آدمی سرگوشیاں کر رہے ہیں۔ اس کے بعد بوٹوں کی آہٹ سنائی دی۔ اور کسی نے آہستہ سے کواڑوں کی زنجیر کھول دی دروازہ کھلا۔ اور ایک ٹھنگنا سا بھدا آدمی باہر آ کھڑا ہوا جس کا چہرہ اس قدر مکروہ اور بدصورت تھا کہ ڈاکٹر کو ہلکی سی جھرجھری آگئی۔ "اندر تشریف لے آئیے!" اُس نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر اندر داخل ہو گیا۔ اُس نے کواڑوں کو بند کر کے زنجیر چڑھا دی اور ڈاکٹر کو اپنے پیچھے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے ایک کمرے کی طرف بڑھا۔

"میرا خیال ہے کہ میں وقت پر پہنچا ہوں" ڈاکٹر بولا۔

"جی نہیں! آپ بہت پہلے آگئے ہیں" اُس نے جواب دیا۔ ڈاکٹر نے اس کی طرف متعجب ہو کر دیکھا۔ وہ کمرے کے دروازے پر رُک گیا۔ اور کہنے لگا "آپ اس کمرے میں تشریف رکھئے۔ آپ کو پانچ منٹ بھی انتظار نہ کرنا پڑے گا۔" ڈاکٹر کمرے میں داخل ہو گیا۔ اُس نے کمرہ باہر سے بند کیا اور چلا گیا۔ کمرہ میں دو کرسیوں اور ایک میز کے سوا کچھ بھی نہ تھا سامنے کی انگیٹھی میں ہلکی ہلکی مدھم آگ جل رہی تھی۔ کمرے میں جگہ جگہ مکڑی کے جالے لگے ہوئے تھے۔ فرش پر کاغذوں کے ٹکڑے اور چیتھڑے بکھرے ہوئے تھے۔ کمرے کی ہوا چاروں طرف سے رُکی ہوئی تھی۔ اور اس لئے نہایت متعفن تھی۔ ڈاکٹر ایک کرسی کو انگیٹھی کے سامنے گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ یکایک اُسے ایک گاڑی کے پہیوں کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔

جو کہ دروازے کے سامنے آکر رُک گئی۔ تھوڑی دیر میں ایسا معلوم ہوا جیسے چند آدمی ایک بھاری چیز کو گاڑی سے اُتار رہے ہیں۔ اور اُٹھا کر زینے پر سے ہوتے ہوئے ایک جگہ ٹھہر گئے۔ اور پھر آہستہ آہستہ زینے سے اُتر کر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد بالکل خاموشی ہوگئی۔ اس کے دل میں ایک شبہ گذرا...... شاید اُس عورت کے بھیس میں مرد چھپا ہوا ہو۔ اور اُس کے ساتھ چالاکی کھیلی گئی ہو۔ مگر ایک بالکل اجنبی اور پردیسی شخص کی جان کا کوئی کس طرح سے خواہاں ہوسکتا ہے جبکہ...... دروازہ کھلا اور وہی رات والی نقاب پوش عورت اندر داخل ہوئی۔ وہ گھٹی ہوئی آواز سے رو رہی تھی۔ کبھی کبھی اُس کی سسکیاں اُس کے نقاب میں بھی جنبش پیدا کر دیتی تھیں۔ اُس نے ڈاکٹر کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ وہ فوراً اُٹھا اور اُس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ وہ زینے پر سے ہوتی ہوئی ایک کمرے کے دروازے پر رُکی۔ اُس نے پیچھے مُڑ کر ڈاکٹر کو کمرے میں پہلے جانے کو کہا۔ وہ پہلے تو رُکا۔ مگر پھر آہستہ سے داخل ہوگیا۔ کمرے میں اس قدر تاریکی تھی کہ وہ اپنے سامنے کی چیزوں کو بھی بخوبی نہ دیکھ سکتا۔ کیونکہ تمام کھڑکیوں اور روشندانوں پر سیاہ پردے پڑے ہوئے تھے۔ عورت نے کھلا ہوا دروازہ بند کر دیا۔ اور خود ایک لمبی سی میز کی طرف بڑھی۔ ڈاکٹر نے غور سے میز کی طرف دیکھا۔ اُس پر کوئی لمبی سی چیز کپڑوں میں لپٹی ہوئی پڑی تھی۔ وہ میز کے نزدیک آگیا۔ میز پر ایک انسانی جسم بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا جس کی آنکھیں بند تھیں، چہرہ کھلا ہوا تھا۔ اور بازو سینے پر رکھا ہوا تھا۔ عورت نے بازو ہاتھ میں لے لیا۔ ڈاکٹر نے اپنے ہاتھ سے عورت کو آہستہ سے ایک طرف کر دیا۔ اور اُس کے ہاتھ سے بازو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"اُف! خدایا!! یہ شخص تو مر چکا ہے!" ڈاکٹر نے حیرت زدہ ہوکر کہا۔ عورت نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔ اور بولی: "خدا کے لئے ایسے کلمے زبان سے مت نکالئے ڈاکٹر صاحب! میں برداشت نہیں کر سکتی۔ بہت سے ماہر اور تجربہ کار ڈاکٹروں نے کئی کئی دن کے مرے ہوئے مُردوں میں جان ڈال دی ہے۔ اور وہ زندہ ہوکر بولنے لگے۔ حالانکہ بے عقل لوگ اُنہیں مُردہ سمجھ کر دفنانے کو تیار تھے...... آپ نے تو بالکل آس توڑ دی...... خدا کے لئے موت کا منحوس لفظ اپنی زبان سے دوبارہ نہ نکالئے!...... کسی نہ کسی طریقے سے اسے زندہ کر دیجئے...... میں اور یہ ہم دونوں تمام عمر آپ کے شکر گزار رہیں گے...... کیا آپ کو اسے اِس حالت میں دیکھ کر ترس نہیں آتا؟ آپ بڑے سنگدل ہیں۔ مہربانی کرکے جو کچھ آپ اس کے لئے کر سکتے ہیں کریں۔ شاید اس کی روح قالب بدل رہی ہو۔ اب بھی کچھ نہیں گیا ہے ڈاکٹر صاحب! اب بھی بہت کچھ ہوسکتا ہے آپ کچھ تو کوشش کریں!"

"صبر! خاتون صبر!! اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ روح واپس بلانا انسانی طاقت سے بالکل باہر ہے۔ خدا کے کاموں میں ہم ادنیٰ سے حقیر بندوں کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ ہم سب اُس کے ادنیٰ غلام ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔ بعض اوقات اُس کے کام ہمیں بہت بُرے محسوس ہوتے ہیں۔ مگر در اصل اُس کے ہر ایک کام میں انسان کی بھلائی پوشیدہ ہوتی ہے۔ اسے خدا نے اپنے پاس بلا لیا ہے۔ اُس کی امانت تھی۔ جتنے روز اُسے تمہارے پاس رکھنی تھی اُتنی دیر رکھی پھر واپس لے لی۔ ہم بیچ میں دخل اندازی کرنے والے کون ہوتے ہیں؟ ہم سب کی جانوں کا وہی مختار ہے۔" ڈاکٹر نے لاش کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ پھر یک لخت چونک اُٹھا اور بولا: "ذرا ٹھہر جائیے! ذرا سامنے کا پردہ ہٹا دیجئے!!" عورت چُپ چاپ کھڑی رہی۔ وہ پھر تیز آواز سے بولا۔

"خاتون! میں کہتا ہوں کہ پردہ ہٹا دو! روشنی آنے دو!!"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ مجھے روشنی کی ضرورت ہے!" یہ کہکر ڈاکٹر خود کھڑکی کی طرف چلا۔ مگر عورت نے اُس کے راستے میں حائل ہوتے ہوئے کہا "مگر میں نے تو جان کر کمرے کو تاریک کر رکھا ہے۔" پھر روتے ہوئے بولی "خدا کے لئے مجھ پر رحم کیجئے اور میرے دکھے ہوئے دل کو زیادہ نہ دُکھائیے۔ اگر آپ اس کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے تو کم از کم روشنی کرکے اس کا مذاق تو نہ اُڑائیے۔ اس کی بے حُرمتی ہوگی۔ میں نہیں چاہتی کہ

اسے اس حالت میں میرے سوا کوئی اور دیکھے" مگر ڈاکٹر نے اُسے ایک طرف ہٹا دیا۔ اور خود آگے بڑھ کر پردہ ایک طرف کرایا۔ اور میز کی طرف واپس آکر بولا "اس کی جان آسانی سے نہیں نکلی ہے۔ یہ قدرتی موت نہیں مرا ہے۔ بلکہ اِسے نہایت ہی بے دردی اور سختی سے مارا گیا ہے؟"

عورت نے پہلی دفعہ اپنے چہرے سے سیاہ نقاب اُٹھائی اُس کی عمر پچاس ساٹھ سال کے لگ بھگ تھی۔ چہرے پہ جھریاں پڑی ہوئی تھیں آنکھیں رونے کی وجہ سے سُرخ ہوگئیں تھیں۔ اور اُن سے آنسو رواں تھے۔

"خاتون! اس کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیا گیا ہے!"

"جی ہاں!" عورت نے روتے ہوئے کہا۔

"اسے نہایت ہی بیدردی سے قتل کیا گیا ہے؟" عورت کی آنکھوں سے آنسوؤں کی نہر بہ نکلی۔ اور وہ لاش کے نزدیک ہوکر بولی "ظالموں نے جس بے دردی سے اسے مارا ہے اُس کا خدا گواہ ہے!!"

"مگر اس کا قاتل کون ہے؟" ڈاکٹر بولا۔

"یہ دیکھئے قصابوں کے نشان!" اس نے لاش کی گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر لاش پر جھک گیا۔ مردے کی گردن سوجی ہوئی تھی۔ اور گلے کے گرد ایک نیلے رنگ کا حلقہ پڑا ہوا تھا۔ وہ فوراً اصلیت سے واقف ہوگیا اور ایک کپکپی کے ساتھ بولا "کیا اِسے آج صبح جیل میں پھانسی دی گئی ہے؟"

"جی ہاں!" عورت نے کہا۔

"اور یہ ہے کون؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"یہ میرا ... لڑکا ... ہے ... !!" عورت نے اپنے سر کو نوچتے ہوئے کہا۔ اُس کے منہ سے ایک دلدوز چیخ نکلی۔ اور وہ بیہوش ہوکر فرش پر گری بعد میں ڈاکٹر پر ساری حقیقت عیاں ہوگئی۔ سیاہ نقاب والی بوڑھی عورت بیوہ تھی۔ نہ اُس کا کوئی رشتہ دار تھا نہ کوئی ساتھی۔ وہ دنیا میں بالکل تنہا تھی۔ وہ اس قدر غریب تھی۔ کہ اپنا اور اپنے بیٹے کا پیٹ تک نہ پال سکتی تھی اپنے اپنے لڑکے سے بہت محبت تھی اُس کے لئے محنت مزدوری کرتی تھی جب جوان لڑکا ہر روز کے فاقوں سے تنگ آگیا تو اُس نے لوٹ مار کا پیشہ اختیار کرلیا بڑھیا اپنے لڑکے کو رو رو کر سمجھایا کرتی تھی کہ وہ اس ذلیل پیشے کو چھوڑ دے۔ مگر لڑکا راہِ راست پہ نہ آیا۔ آخر کار ایک مرتبہ ڈاکہ زنی کے جرم میں اُسے پولیس نے گرفتار کرلیا۔ اور اُس پر قتل کا مقدمہ چلایا گیا۔ چونکہ اُس کے پاس کوئی بھی گواہ نہ تھا۔ اس لئے بغیر کسی بحث یا اپیل کے اُسے پھانسی کا حکم سنادیا گیا۔ اور ایک روز صبح اُسے جیل میں پھانسی دیدی گئی۔ اس کی بڑھیا ماں آخر دم تک اسی کوشش میں رہی کہ اُس کی جان بچ سکے۔

اس واقعہ کو کئی سال گذر گئے جن لوگوں نے یہ دردناک قصہ سنا تھا وہ سب بھول گئے اور کسی کو یاد تک نہ رہا کہ ایک روز ایک بدنصیب بڑھیا کا اکلوتا لڑکا افلاس کی بھینٹ چڑھ گیا تھا۔ مگر ڈاکٹر؟ ڈاکٹر روزانہ بڑھیا کے پاس جاتا اور اس کے دل سے جوان بیٹے کی موت کا رنج بھلا دینے کی کوشش کرتا تھا۔ بڑھیا رفتہ رفتہ اُس سے مانوس ہوگئی اور اُسے اپنے مردہ بیٹے کا نعم البدل سمجھنے لگی وہ اس کے بعد تقریباً پانچ چھ سال تک زندہ رہی۔ اس اثنا میں وہ ڈاکٹر کو اپنا بیٹا سمجھنے لگی۔ اور آہستہ آہستہ اُس کے دل سے اپنے بیٹے کا خیال کم ہوتا گیا ڈاکٹر بھی اُس کی خدمت اپنی ماں کی طرح کرتا تھا اور اسے کبھی کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دیتا۔ آخر بڑھیا کا وقت آن پہنچا اور مرتے وقت اُس کے غمزدہ اور بے کس دل سے ڈاکٹر کے لئے دعا نکلی جو سیدھی عرش بریں تک پہنچ گئی۔ خدا تعالیٰ نے اُسے سُن لیا۔ اور ڈاکٹر کی پریکٹس اتنی چمکی کہ چند ہی سال میں اس کے قدموں میں دولت و اعزاز کے ڈھیر لگ گئے۔ مگر وہ سیاہ نقاب کو مرتے دم تک نہ بھول سکا۔

راؤ شفیق الرحمٰن خاں میڈیکل کالج لاہور

اتفاقی حادثوں کے فوری علاج

اچانک کبھی پیٹھ یا ران پر اس قسم کا پھوڑا نمودار ہو جاتا ہے جس کا منہ وغیرہ بالکل دکھائی نہیں دیتا مگر ماؤف جگہ نہایت سرخ اور متورم ہو کر سخت ہو جاتی اور درد و تکلیف محسوس کرتی ہے۔ اکثر لوگ ایسے پھوڑے کو "گانٹھ پھوڑے" کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ چونکہ ایسے پھوڑے کا منہ وغیرہ نہیں ہوتا۔ اس لئے بڑی تکلیف کے بعد پھوٹتا ہے۔ مگر درد و تکلیف ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ پیٹھ کا پھوڑا تو بیٹھنے اور لیٹنے سے بھی معذور کر دیتا ہے۔ بعض ڈاکٹر اور جراح ایسے پھوڑے کا مواد خارج کرنے اور مریض کو تسکین دینے کے لئے نشتر لگا دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ مگر بیچارے بعض مریض نشتر کے نام سے کوسوں بھاگتے ہیں۔ اور سخت تکلیف میں مبتلا ہونا گوارا کر لیتے ہیں۔

اس قسم کے پھوڑے کے فوری تدارک اور مریض کو درد و تکلیف سے نجات دلانے کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر تیر بہدف ثابت ہوں گی اور ہو چکی ہیں۔

چھٹانک ڈیڑھ چھٹانک کے قریب آرد گندم لے کر چھان لیں اور نصف پاؤ السی میں پانی ڈال کر کسی صاف برتن میں گاڑھی لئی سی بنا لیں۔ جسے پلٹس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اب اسی گرم گرم پلٹس کی چکلی سی ٹکیا بنا کر سرسوں کا تیل چھڑ دیں اور اسی ٹکیا پر جس طرف تیل چھڑکا ہے ایک چٹکی سہاگہ بریاں کی پیس کر چھڑک دیں اور سہاگے و تیل والی طرف پھوڑے کے اوپر رکھ کر اوپر کپڑے کی پٹی باندھ دیں۔ یاد رہے کہ پلٹس گرم گرم ہی باندھنی چاہیئے۔ اب اس بندھی ہوئی پٹی پر گرم اینٹ کی سینک کرتے رہیں۔ کم از کم دن رات میں تین مرتبہ پلٹس بدلیں اور ہر مرتبہ مذکورہ بالا طریق سے تازہ پلٹس بنا کر باندھیں اور سینک کریں انشاء اللہ ایک دن رات کے عمل سے ہی پھوڑے کا منہ نمودار ہو کر پیپ خون وغیرہ خارج ہو کر فوری تسکین حاصل ہو گی اور سوجن و درد میں تخفیف ہو جائیگی اور ابھری ہوئی جگہ بیٹھ جائے گی۔ تین چار روز تک متواتر پلٹس استعمال کر سکتے ہیں کہ مواد ذرہ بھر بھی پھوڑے کے اندر نہ رہ جائے مگر پھوڑا پھوٹنے کے بعد بغیر سہاگہ چھڑکے پلٹس باندھے تیل سرسوں البتہ چھڑکتے رہیں۔ سہاگہ پھوڑے کا منہ بنانے کے لئے ہی ڈالا جاتا ہے۔ اول تو پلٹس کے استعمال سے ہی زخم مندمل ہو کر جلد ہموار ہو جائے گا۔ لیکن اگر کچھ زخم ہرا دکھائی دے تو چند دن مندرجہ ذیل مرہم بنا کر لگائیں۔

کمیلہ ۱۰ ماشہ۔ کافور ایک ماشہ۔ نیلہ تھوتھہ بریاں صرف دو رتی بھر۔ ان سب چیزوں کا سفوف بہت باریک کر لیں۔ اور مکھن تازہ ایک سو ایک مرتبہ پانی سے دھو کر سفوف مذکورہ مکھن میں یکجان کر لیں۔ اس مرہم کو مقام ماؤف پر دن میں چند مرتبہ لگاتے رہیں انشاء اللہ اندمال زخم کا فوری تدارک کرے گا۔ اور جلد اصلی حالت اختیار کر کے شگفتہ ہو جائے گی۔

گ۔ ن۔ بنت ڈاکٹر ابو الفضل۔ کپورتھلہ

کپڑے دھونا

آج کل ٹسر نے خوب ترقی کی ہے ارزاں ہونے کے سبب مرغوب طبع ہے اگر اس کو دھوبی کو دیدیا جائے تو وہ ایک ہی دفعہ میں اُس کو جھر جھرا کر کے دے آئے گا لہذا چاہیئے کہ اس کو گھر پر ہی دھولیا جائے بہ نسبت دھوبی کے یہاں دھلوانے سے گھر میں دھونے سے کفایت بھی بہت ہوتی ہے اور کپڑا جلد خراب ہونے سے محفوظ رہتا ہے بلکہ ہر کپڑا اگر گھر ہی میں دھویا جائے تو بہتر ہے مناسب تقسیم کر کے احتیاط سے دھوئے نا واقف بہنوں کے لئے میں ترکیب لکھتی ہوں۔

اول میلے کپڑوں کو جمع کر کے مختلف حصوں میں تقسیم کریں بعد ازاں سوڈا النشاستہ صابن گھلا جو پہلے سے تیار کر لیا جائے، مہیا کریں بھگونے سے پہلے کپڑوں کو دیکھ لیجئے کہیں سے پھٹے ہوں تو سی دیجئے ورنہ دھونے میں اور پھٹ جانے کا احتمال ہے رنگین اور گرم کپڑوں کو دھونے سے بہت قبل نہ بھگونا چاہیئے ان کو دھوتے وقت بھگو لینا کافی ہے کپڑے دھونے کے لئے پانی گرم کر لیجئے اگر دھوپ موجود ہو تو سب سے قبل گرم کپڑا دھو ڈالئے اُس کے بعد رنگین کپڑا دھوئیے تاکہ دھوپ میں کپڑے آسانی سے خشک ہوں اگر مطلع ابر آلود ہو تو اول سفید سوتی کپڑے دھوئیے پھر رنگین اور اونی کپڑوں کو دھو کر آگ کی گرمی میں خشک کیجئے خیال رہے کہ کپڑا آگ سے بہت دور ہو قریب ہوگا تو داغ پڑیں گے یا کپڑا بد رنگ ہو جائے گا۔ کپڑوں پر سے پہلے داغ دُور کر لینا چاہیئے کافی پھل۔ چا روغیرہ کے داغ دھونے سے قبل دُور کر لئے جائیں تو مناسب ہوگا یہ داغ گرم پانی سے دُور نہیں ہوتے چا ر کافی وغیرہ کے داغ خشک ہونے سے قبل ہی دور کر لئے جائیں اس کی ترکیب یہ ہے کہ جہاں داغ ہوں وہاں پانی اس طرح ڈالا جائے کہ بالکل وار پار ہو جائے اس طرح سے داغ آسانی سے دُور ہو جائے گا اگر داغ خشک ہو جائے تو کپڑے کو کسی برتن میں رکھ کر گرم پانی ڈالو اس پانی میں سوڈا پہلے ملا لیجئے جب ٹھنڈا ہو جائے تو اس کو دھو کر اُبال لو پھلوں کے دھبوں پر پسا ہوا نمک ڈال کر گرم پانی گراؤ اگر لوہے کا زنگ یا سیاہی کا داغ ہو تو نمک یا لیموں کی کھٹائی سے دور کریں اگر اس طرح داغ نہ چھوٹیں تو خوب گرم دودھ میں ملنے سے تو ضرور ہی چھوٹ جائیں گے اسی طرح اگر وائل کا کلف دور کرنا منظور ہو تو شام کو دودھ میں وہ کپڑا بھگو دیجئے تمام شب بھیگا رہے بعد ازاں پہلے دودھ میں پھر گرم پانی میں دھو ڈالئے انشاءاللہ کلف دُور ہو جائے گا۔

راقمہ ا۔ ب جعفری آگرہ

بچوں کے معدے کی خرابیاں

از مسز سید احمد علی شہر

زچہ و بچہ کی اموات کی جو کثرت ہندوستان میں ہے شاید ہی دنیا کے اور متمدن ممالک میں ہو. تخمینہ کیا گیا ہے کہ ہر سال تقریباً ۲۰ لاکھ ہندوستانی بچے پیدائش کے چند ماہ کے اندر اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں. اس کثرت اموات کی وجہ زیادہ تر اصول صحت اور بچوں کی پرورش کے صحیح طریقوں سے ناواقفیت ہے. ہندوستان جیسے توہم پرست ملک میں خواتین زیادہ تر گنڈے تعویذ پر اکتفا کرتی ہیں. اور باقاعدہ علاج کی طرف کم متوجہ ہوتی ہیں خصوصاً چھوٹے بچوں کے علاج میں نئے اصول اور طریقوں سے فائدہ نہیں اُٹھایا جاتا. جب کوئی چھوٹا بچہ بیمار ہوتا ہے تو وہی نسخے استعمال کرائے جاتے ہیں جن کو گھر کی بڑی بوڑھی خواتین تجویز کرتی ہیں اور جن کے مفید ہونے کی یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ یہ نسخہ تو خاندان میں صدہا برس سے رائج ہے. بعض اوقات اس قدامت پرستی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ہم پرانی لکیر کے فقیر بنے رہ جاتے ہیں اور ہماری ناواقفیت سے لاکھوں جانیں ضائع ہو جاتی ہیں. ایسی صورت میں ماؤں کے لئے یہ لازم ہے کہ بچوں کے عام امراض کے متعلق کچھ نہ کچھ ضرور واقفیت رکھیں. ہمیشہ صحیح طریقۂ علاج کو ترجیح دیں اور کسی علاج کو صرف اس وجہ سے نہ شروع کریں کہ یہ سینکڑوں برس سے خاندان میں رائج ہے.

بچوں کے لئے سب سے تکلیف دہ اور عام شکایت بدہضمی ہے. اکثر شروع میں اس مرض کی طرف سے عدم توجہی برتی جاتی ہے جس سے مرض اور پیچیدہ ہو جاتا ہے. اور بعض اوقات ہلاکت کا باعث ہوتا ہے. اس لئے شروع ہی سے بہت احتیاط کی ضرورت ہے. ڈاکٹر ایڈ منڈگرے کا خیال ہے کہ ایک چوتھائی بچے اسہال و ہیضہ کی وجہ سے مرتے ہیں.

یوں تو سب کی صحت کا انحصار اچھے معدے پر ہوتا ہے. اگر ہماری آنتیں اپنے فعل کو باقاعدہ نہیں انجام دیتیں تو صحت پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے. انسان نحیف و کمزور ہو جاتا ہے. لیکن بچوں کے معدے کی حالت خاص توجہ کی محتاج ہوتی ہے. کیونکہ ان کی عمر کے اول دو سالوں میں جسم کی نشو و نما بہت تیزی سے ہوتی ہے. اگر اس زمانے میں غذا مناسب طریقے سے نہیں تحلیل ہوتی تو نشو و نما میں بہت فرق ہو جاتا ہے. بچہ لاغر ہونے لگتا ہے اور آنتوں کی خرابی کی مختلف علامتیں رونما ہوتی ہیں.

سب سے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ معدے کی خرابی کی کیا علامات ہیں. تاکہ ہم پہلے ہی سے ہوشیار ہو جائیں اور اس کے دفع کرنے کی مناسب تدبیر عمل میں لائیں. جب بچے کو خلاف معمول کثرت سے پاخانے ہوں تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے معدے میں کچھ خرابی واقع ہو گئی ہے. بعض اوقات سبز یا نیلے رنگ کے پاخانے ہوتے ہیں اور ان میں کچھ کف یا لیسدار مادہ بھی نظر آتا ہے ایسی صورت عموماً اس وقت پیدا ہوتی جبکہ پیٹ میں بہت خمیر اُٹھتا ہے. غذا سڑ جاتی ہے جس سے پاخانے میں سخت تعفن ہوتا ہے. ایسی حالت میں خاص توجہ کی ضرورت ہوتی ہے. اگر معقول علاج نہیں ہوتا تو بچے ہلاک ہو جاتے ہیں یا سوکھے کے

میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو خود بھی ایک خطرناک مرض ہے۔

صرف یہ جان لینا کافی نہیں ہے کہ اسہال و پیچش کی ظاہری علامات کیا ہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم ان کے اسباب سے بھی واقف رہیں۔ معدے کی خرابی خاص کر غلط طریقے پر بچوں کو غذا دینے سے ہوتی ہے۔ بچوں کو ضرورت سے زیادہ کھلا دینا۔ ثقیل اور قابض چیزوں کا استعمال کرانا۔ بہت جلد جلد غذا دینا۔ یا تھوڑا تھوڑا کر کے کھلانا یا ایسی صورت میں کھلانا جب کہ معدہ غذا کو نہ ہضم کرتا ہو۔ پیاس کے رفع کرنے کے لئے غذا دیدینا۔ بگڑا ہوا دودھ پلا دینا۔ یہ سب صورتیں معدے کی خرابی کا باعث ہو سکتی ہیں۔

جو بچے ماں کا دودھ پیتے ہیں ان کو ماں کی بے عنوانی اور لاپروائی کی وجہ سے ان امراض میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لئے ماں کو بھی خورونوش میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ بہت سی مائیں اس کا مطلق خیال نہیں کرتیں اور ہر قسم کی چیزیں بغیر سوچے سمجھے کھایا کرتی ہیں اور یہ بھی فخریہ بیان کرتی ہیں کہ ہم تو کسی قسم کا پرہیز نہیں کرتی۔ اس غلط فہمی کی وجہ سے بعض اوقات معصوم بچے کی جان قربان ہو جاتی ہے اور ماؤں کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ فی الواقع وہ خود ان کی ہلاکت کا باعث ہوئیں۔

اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جو مائیں دن بھر مطلق چین نہیں لیتیں اور بہت مشقت کرنے کی وجہ سے ان کا جسم تھک کر چور چور ہو جاتا ہے یا جو کوئی کام نہیں کرتیں اور تمام دن پلنگ پر سست پڑی رہتی ہیں ان کا دودھ بچوں کے لئے مضر ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے ماؤں کے لئے حد سے زیادہ محنت کرنا یا بالکل بیکار رہنا برا ہے۔ دودھ پلانے والی خواتین کو زیادہ چائے یا قہوہ سے بھی احتراز کرنا چاہیئے۔

خواہ بچہ ماں کا دودھ پیتا ہو یا بوتل کا بہر صورت دودھ کی صفائی اور عمدگی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اگر دودھ میں کسی قسم کا نقص نہ ہو اور وقت کی پابندی ملحوظ ہو تو بچے اسہال و پیچش میں بہت ہی کم مبتلا ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ بچوں کو دن بھر میں چار مرتبہ سے زیادہ دودھ نہ پلایا جائے۔ کم سے کم ایک مرتبہ یعنی دوپہر کے دودھ کے ساتھ پھل کا عرق دیا جائے تو بہت مفید ہے پھل کا عرق ہر عمر کے بچوں کو دیا جا سکتا ہے۔ اس سے نقصان کبھی نہیں ہو سکتا۔ صرف یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بچہ جتنا چھوٹا ہو دودھ میں اتنا ہی زیادہ پانی کی آمیزش کی ضرورت ہوتی ہے۔ تھوڑا تھوڑا کر کے ہر وقت دودھ یا غذا دینا صحت کے لئے مضر ہے۔ بار بار پانی پلانا اور پھل کا عرق دینا بھی اچھا نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھ پانی پلانا ہو۔ ایک ہی مرتبہ پلا دینا چاہیئے۔

بچہ کے معدہ میں جب خرابی کی علامات ظاہر ہوں تو اس کے تدارک کی تدابیر فوراً عمل میں لائی جائیں۔ اگر پاخانے ڈھیلے ہوتے ہیں تو خوراک کی مقدار کم کر دی جائے یعنی دو تہائی یا نصف کر دی جائے۔ بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ ایسی حالت میں ماں کا دودھ نہ پلایا جائے اور پانی ملا ہوا پھل کا عرق دیا جائے۔ دن میں دو مرتبہ نیم گرم پانی کا بہت ہلکا انیما دینا چاہیئے۔ صبح کو انیما دینے کے بعد بیس منٹ تک بچے کو نہلانا چاہیئے اور کھلی ہوا میں خاموشی سے سونے دینا چاہیئے۔ اور جب تک وہ ٹھیک نہ ہو جائے اس وقت تک یہی طریقۂ علاج جاری رکھنا۔ اس کے بعد شروع میں غذا مناسب وقفہ سے کم مقدار میں دی جائے۔ پھر رفتہ رفتہ تعداد میں

اضافہ کیا جائے. لیکن جب ذرا بھی معدے میں خرابی معلوم ہو تو فوراً ہی علاج شروع کر دیا جائے.

اگر اسہال یا ہیضہ کی علامات پوری طرح سے نمایاں ہو جائیں تو مندرجہ ذیل طریقے پر علاج کرنا چاہیئے.

سوائے پانی کے ہر قسم کی غذا بند کر دی جائے اور جب تک سب شکایتیں نہ رفع ہو جائیں اس وقت تک غذا سے قطعی پرہیز لازمی ہے. اس اصول کی خلاف ورزی سے بہت سے خطرات کا اندیشہ ہے. بہت سی خواتین چھوٹے بچوں کو پانی نہیں پلاتیں. وہ سمجھتی ہیں کہ جب بچہ دودھ پیتا ہے تو اسے پانی کی ضرورت نہیں ہے. اگر بچہ پانی کی خواہش ظاہر کرے تو اسے پانی یقیناً دینا چاہیئے. بہت سے بچے محض اس وجہ سے مرجاتے ہیں کہ مائیں ان کو پانی سے قطعی پرہیز کراتی ہیں. اگر قے ہوتی ہو تو پانی بھی بند کر دیا جا سکتا ہے اور دو اونس نیم گرم پانی بذریعہ انجکشن آنتوں میں پہنچانا چاہیئے. اس طرح کے انجکشن کے طریقہ سے ہر ہوشیار ڈاکٹر واقف ہوتا ہے.

آنتوں کی صفائی کے لئے گرم پانی کا انیما دینا چاہئے. اگر بچے کی طبیعت زیادہ خراب ہو تو ایک کوارٹ پانی میں ایک چمچہ بیکنگ سوڈا ملا دینا چاہیئے گو کہ سمجھنا یہی چاہئے کہ صرف آدھا پائنٹ پانی کام میں آئے گا. اس کے بعد تقریباً نصف گھنٹہ تک نیم گرم پانی سے نہلایا جائے تاکہ اسے سکون اور آرام حاصل ہو. اگر بخار نہ ہو تو آہستہ آہستہ بدن کی مالش کی جائے خاص کر پشت کی. اگر غشی وغیرہ نہ ہوتی ہو تو پھر غسل کے بعد انیما کے ذریعہ سے آنتیں صاف کر لی جائیں. اس کے بعد بچے کو سونے دینا چاہئے اور ٹھنڈک سے محفوظ رکھا جائے. لیکن صاف ہوا ضرور پہنچتی رہے. بچے کو جب بےچینی ہو تو اس کے بدن کو آہستہ آہستہ سہلانا چاہئے. اس کے کمرے کے قریب شور و غل مطلق نہ ہو. بیمار بچوں کو سکون. نیند اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے. اگر ان باتوں کا خیال رکھا جائے اور کھانے میں بھی ہر قسم کی احتیاط و پرہیز ملحوظ ہو تو بچہ بہت جلد صحیح و تندرست ہو جائے.

اگر بخار ۱۰۳ درجہ تک بڑھ جائے تو ربڑ کی تھیلی میں برف کے باریک ٹکڑے بھر کر پردہ شکم پر ایک بھیگے کپڑے کے ٹکڑے یا تولئے کے اوپر رکھ دیا جائے. اگر بخار ۱۰۱ درجہ سے کم ہو تو پردہ شکم کو بوتل میں گرم پانی بھر کر گرمی پہنچائی جائے. امید ہے کہ اس عمل سے فائدہ ہوگا. بہتر یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں ایک ہوشیار ڈاکٹر سے مشورہ لیا جائے جو موقع و محل کو سمجھ کر بخار کے اتارنے کی معقول تدابیر عمل میں لائے گا. بعض معالج تیز بخار کا علاج غسل سے بھی کرتے ہیں. طوالت کے خیال سے اس طریقہ علاج کی تفصیل نہیں بتائی جاتی. اس کے علاوہ بغیر ڈاکٹر کے مشورہ کے تیز بخار کی حالت میں نہ نہلانا چاہیئے.

بعض خواتین جب بچوں کو رو بہ صحت دیکھتی ہیں تو لا پرواہی شروع کر دیتی ہیں. یہ زمانہ بہت احتیاط کا ہوتا ہے. ذرا سی غفلت سے بچوں کے ہاضمہ میں پھر فتور ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے. شروع میں دو تین دن تک سوائے پانی اور پھل کے عرق کے اور کوئی چیز غذا کی صورت میں نہ دی جائے. جب بیماری کی کوئی علامت نہ باقی رہے تو تیسرے دن صبح کو دودھ صرف نصف مقدار میں دیا جائے. اور دوپہر کو محض پھل کا عرق پلایا جائے. چوتھے دن صبح اور شام کو دودھ نصف مقدار میں دیا جائے اور دوپہر کو صرف پھل کا عرق. پانچویں دن صبح کو ۶ بجے اور تیسرے پہر ۲ بجے اور شام کو ۶ بجے دودھ صرف نصف مقدار میں دیا جائے اور ۱۰ بجے کچھ پھل دیئے

جائیں ۔ دو دن بعد بھی اسی طرح کھلانا چاہیئے۔ آٹھویں دن سے دودھ کی مقدار بڑھائی جائے اور رفتہ رفتہ بڑھا کر بچے کو پوری خوراک دی جائے۔ لیکن اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ صرف تین وقت غذا دی جائے۔ اور اگر چوتھے وقت بھی کچھ کھلانے پلانے کی ضرورت ہو یا مناسب سمجھا جائے تو تیسرے پہر کو کچھ پھل دینا چاہیئے۔ جب کبھی پھر شکایات عود کر آئیں تو دودھ بند کر دیا جائے۔ اور مندرجہ بالا ہدایات پر بہت پابندی سے عمل کیا جائے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حد سے زیادہ دوا علاج اور بے ضرورت تیمار داری نہ کرنی چاہیئے۔ عام ڈاکٹر، نرس اور مائیں محض اس خیال سے کہ بچے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا لازمی ہے معمولی مرض کو بہت اہمیت دیدیتے ہیں جس سے ایک معمولی عارضہ بھی سخت مرض ہو جاتا ہے۔ اس طرح بچے کی رہی سہی قوت بھی سلب ہو جاتی ہے۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ تمام خرابیاں غلط اصول پر کھلانے پلانے سے ہوتی ہیں۔ اگر آنتوں کی صفائی کر دی جائے تو تمام شکایات خود بخود رفع ہو جائیں۔ اور معدہ حسب معمول اپنا کام کرنے لگے +

تہوار دینا

مسلمانوں کی غلسی کی ایک بڑی وجہ ان کی بیہودہ رسمیں ہیں۔ مثال کے طور پر صرف ایک رسم کا ذکر کرتی ہوں یعنی شادی کے بعد تہوار دینا۔ بنگالیوں میں لڑکی کی پیدائش سے سوائے نقصان کے کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ ان کی ایک رسم یہ ہے کہ بہت سا روپیہ شادی کے زمانہ میں ادا کرنا پڑتا ہے اور یہ رسم لڑکی کے والدین کے لئے بربادی کا باعث ہوتی ہے لیکن مسلمان بھی اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مار رہے ہیں۔ حضرت فاطمہ رض کے عقد اور جہیز پر خیال کیجئے اور زمانہ حال کی شادی کی رسوم پر جو غور کیجئے تو زمین آسمان کا فرق نظر آئیگا وہاں جہیز میں چند برتن اور ایک چکی تھی اور یہاں ہزاروں کا جہیز جو پڑے پڑے خراب ہونے کے سوا کسی کام نہ آسکے۔ لڑکی کا باپ خواہ قرضدار ہی کیوں نہ ہو جائے لیکن نام و نمود کی خاطر یہ برباد ہونے والی رسم انجام دے کر جان بوجھ کر مصیبت مول لیگا یہ عذاب یہیں ختم ہو جاتا تو خیریت تھی لیکن نہیں۔ آیندہ کی فکر بھی تو ہوتی ہے یعنی شادی کے بعد تہوار دینا۔ تہوار بھی کچھ معمولی نہیں۔ ہزار پانچسو سے کسی طرح بھی کم نہیں ہوتے ایک تہوار نہیں ہوتا۔ عید ہی کو لیجئے۔ دو دیگیں پلاؤ زردہ کی ایک ڈیرہ من شکر اور اسی قدر میوہ اور سویاں کچھ روپے نقد دینا ضروری ہے۔ اسی طرح بقرعید۔ محرم۔ گیارھویں شریف اور شبرات وغیرہ بھی مختلف اشیاء دی جاتی ہیں۔ یہ تہوار ایک طرح کا ٹیکس سمجھئے۔ جو لڑکی کے والدین لڑکے کے والدین کو ادا کرتے ہیں۔ اور اسکا بدلہ لڑکے کے والدین ایک جوڑہ دلہن کے لئے اور چند سیر میوہ سے اتار دیتے ہیں۔ اس سبب سے اُن لوگوں کا خدا قدیم سے لیکر زمانہ حال تک لڑکی کے فقیر بنے چلے آتے ہیں لڑکی کی پیدائش پر رنج کرنا اور لڑکے کی پیدائش پر خوش ہونا فطری بات ہے۔ یہ صرف ایک رسم کی کیفیت ہے۔ ایسی ایسی نہ معلوم کتنی رسمیں ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو بالکل تباہ و برباد کر ڈالا۔ خالی خولی باتوں سے کام نہیں بنا کرتے۔ اگر واقعی آپ کو قوم کی تباہی اور پست حالت کا احساس ہے تو یاد رکھئے صرف عمل ہی سے آپ نہ صرف اپنی بلکہ اپنے خاندان بھر کی اصلاح کر سکتی ہیں۔

صدیقہ بانو

ہرہٹلر

اس قدر تو غالباً سب کو معلوم ہے کہ ہرہٹلر جو جرمنی کا اس وقت مختار کل ہے ایک معمولی کاشتکار کا لڑکا ہے اِسی کسان کے لڑکے نے جو دنیا کی سیاسیات میں عظیم الشان پوزیشن حاصل کی ہے وہ بھی کسی پر چھپی ہوئی نہیں ہے جب یہ کسی مجمع میں بولتا ہے تو اس کے ہر فقرے ہر لفظ بلکہ ہر حرف کو سارا یورپ غور سے کان لگا کر سنتا ہے جب یہ جھنجلا کر کوئی آتش فشاں تقریر کرتا ہے تو اس کے غصہ سے ساری دنیا تھر تھر کانپنے لگتی ہے. اسی لاکھ جرمن سپاہ کا یہ جرنیل سارے عالم کو اپنی انگلیوں کے اشارے پر نچا رہا ہے. حال ہی میں ایک امریکن سیاح نے اِس سے شرف ملاقات حاصل کیا ہے چنانچہ اس کے چند تاثرات ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں. جن سے اس ما فوق الفطرت انسان کی پرائیوٹ لائف پر روشنی پڑتی ہے.

ہٹلر کسی قسم کا کھیل نہیں کھیلتا البتہ ہاکی. فٹ بال. کرکٹ اور رگبی کی قسم کے کھیلوں کو دیکھنا پسند کرتا ہے. یہ معلوم کر کے آپ کو تعجب ہوگا کہ ایسے روکھے آدمی کو جس کے لبوں پر مسکراہٹ شاذو نادر ہی آتا ہے. فنونِ لطیفہ اور موسیقی کی کتابیں جمع کرنے کا بے حد شوق ہے.

میں نے اُس سے سوال کیا "آپ کو تصنیف و تالیف کا شوق ہے نا؟ آپ کی وہ کتاب جس کا نام "تمہارے جدوجہد کی داستان" ہے کثیر تعداد میں فروخت ہو چکی ہے اور اب بھی اس کی مانگ بدستور قائم ہے اتنی عمدہ کتاب آپ نے کیسے تصنیف کر دی؟ اس نے جواب دیا: بغیر لکھے چارہ ہی نہ تھا مجبوری کی حالت میں لکھی گئی اور میرا خیال ہے ہر شخص مصنف ہو سکتا ہے بشرطیکہ اس کی روح پر ایک پرجوش جذبہ طاری ہو جس کے اظہار پر وہ مجبور ہو. پھر اس کے علاوہ میں جیل میں تھا جیل کی تنہائی میں اس سے بہتر اور مشغلہ ہو بھی کیا سکتا ہے کہ انسان خاموش بیٹھ کر اپنے دلچسپ مسائل پر غور کرے اور مناسب سمجھے تو لکھ بھی دے. تاہم یہ بات آپ پر پوشیدہ نہ رہے کہ میں صرف ایک ہی کتاب کا مصنف ہوں. لکھنا مجھے قدرتاً جنجال معلوم ہوتا ہے. یہ بات آپ کو میرے دشمنوں سے ہی ظاہر ہو گئی ہوگی. اسی لئے میں نے اپنی سوانح حیات "آپ بیتی" کاتبوں کو بول بول کر لکھوائی ہے" یہ کہہ کر ہٹلر خاموش ہو گیا.

وہ مکان جس میں نازی گروہ کا ہیرو گرمیاں بسر کرتا ہے کچھ بہت دل فریب نہیں ہے تاہم خوبصورت اور خوشنوا پرندوں کی دلکش الحان سے اس کے صاف شفاف کمرے گونجا کرتے ہیں. سونے کے نفیس پنجروں میں ایرانی بلبل کی چہک اس قدر دلربا تھی کہ اس کی یاد میرے دل میں اب تک باقی ہے فرنیچر اور سونے چاندی کے ظروف اور قیمتی منقش ملبوسات کو جس اسلوب سے سجایا تھا وہ مجھے تو کچھ زیادہ پسند نہ آیا. تاہم یہ بات میرے ذہن میں ضرور تھی کہ یہ ایک کنوارے کا مکان ہے جس سے مردانہ ذوق ٹپکا پڑتا ہے.

آٹھ بجے ہم سب ہال میں ڈنر کے لئے جمع ہوئے ان میں ہٹلر کے دوست ڈاکٹر گوبلز. مارشل وان بلوم برگ. گوئرنگ. فہرد. وان رین ٹراپ وغیرہ بڑی دلچسپ ہستیاں شریک ہوئیں.

ہٹلر کے آگے جو کھانا چنا گیا اس میں گوشت مطلق نہ تھا صرف بقولات اور میوہ جات تھے. لیکن سب کھانے نہایت لذیذ تھے. کھانا کھانے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ہٹلر گوشت نہ کھانے کے علاوہ سگرٹ بھی نہیں پیتا. اس کی اس سادہ زندگی پر مجھے ترس آیا اور کچھ تھوڑا سا رشک بھی ہوا.

دوسرے دن ہم سب قرب و جوار کے دیہات میں بطور سیر و تفریح گئے اور جس قدر چھوٹے بچے ملے سب کو ہدیے پیش کئے

اور خوب ان ننھے منے انسانوں کی صحبت سے لطف اندوز ہوئے۔

ہٹلر چھوٹے بچوں کا پکا دوست ہے۔ اگر وہ ہنستا ہے تو صرف اُس وقت جبکہ اُسے چاروں طرف سے بچے گھیرے کھڑے ہوں۔
میں نے اُس سے دریافت کیا آپ کو پہلے مصوری کا شوق تھا کیا اب وہ ختم ہوگیا؟ بولا "میں نے نہایت محنت اور جانفشانی سے کئی نادر تصاویر بنائی تھیں لیکن ان باتوں کو عرصہ گذر گیا جب ۱۹۰۸ء میں وی آنا کی نمائش میں میری تصاویر رکھے جانے کے قابل نہ سمجھی گئیں اور فقدان فن کی بنا پر مسترد کر دی گئیں تو میری ہمت ٹوٹ گئی اس کے بعد مجھے فرصت ہی نہیں ملی کہ تصویر کشی کروں۔

ہٹلر نے جو پانچ سال آرام و مصیبت کے وی آنا میں بسر کئے ہیں ان کی یاد اس کے دل سے کبھی محو نہیں ہوتی۔ اُس زمانے میں اُس نے مزدوری کر کے۔ بڑھئی کا کام کر کے۔ رنگ سازی کر کے۔ کرسمس کارڈ فروخت کر کے پیٹ پالا ہے۔ کہنے لگا "مجھ پر بڑی بڑی آزمائشوں کے وقت گذرے ہیں۔ وہ دن میں کبھی نہ بھولوں گا۔ جب میں باورچی کی دوکان کے آگے سے گذرتے وقت انواع و اقسام کے کھانوں کی خوشبو سونگھتا تھا اور مفلس ہونے کے سبب کھا نہ سکتا تھا۔ میرے پاس ایک پیسہ بھی تو نہ ہوتا تھا" آخری فقرہ کہتے وقت اس کے چہرے پر افسردگی کے آثار نمایاں ہوگئے تھے لیکن ہٹلر نے ہنسی مذاق کی باتیں چھیڑ کر بات گئی گذری کر دی۔

اثناءِ ملاقات میں ہٹلر نے کئی بار کہا میں پیدائشی سپاہی ہوں جب میں بچہ تھا اس وقت بھی اپنے گاؤں کے بچوں کو جمع کر کے قطار در قطار لئے پھرتا تھا۔ ایک گروہ دوسرے گروہ پر حملہ کرتا تھا۔ ہماری چھوٹی سی منظم فوج جو آئے دن دھاوے بولتی تھی بازار کے دوکانداروں کے لئے ایک مصیبت ہوگئی تھی جنہوں نے میرے والد سے اکثر شکائتیں کیں لیکن بے سود۔ دو ایک بار ہمنے لڑکیوں کو بھی بطور رنگروٹ بھرتی کیا اور اپنی بہن پولا کو اس کا لیڈر بنایا۔ مگر ہمیشہ یہ ہوا کہ جب کھیل بازی میں ایک سپاہی دوسرے کو گراتا تو لڑکیاں چیخ چیخ کر رونے لگتی تھیں اور وہ کورٹ مارشل کی بھی بر[داشت] نہیں کر سکتی تھیں کبھی کبھی لڑکے بھی چیں بول جاتے تھے۔ مجھے یاد ہے ایک روز بازار میں میں نے الارم وسل کیسٹی سنی میں اُن کا مطلب سمجھ گیا اور جس قدر تیز بھاگ سکتا تھا بھاگ کر اپنے گھر کی راہ لی۔ گھر کے دروازے پر ابا کھڑے تھے اُنھوں نے میری بُزدلی پر مجھے بہت ڈانٹا اور بُرا بھلا کہا"

ہٹلر حریص و طامع نہیں ہے۔ نہ کچھ زیادہ مال و زر اس کے پاس اب ہے نہ اس سے زیادہ کا اُسے لالچ ہے۔ خود اس کا مکان اس کی ملکیت نہ ہوتا اگر اس کی کتابوں کا حق تصنیف اسے نہ ملتا۔ ایک بار غریب مزدوروں کے جلسے میں تقریر کرتے ہوئے اُس نے فخر یہ کہا تھا "تمھاری طرح میں بھی ایک غریب مزدور کا بیٹا ہوں اور بونڈیا اسٹاک کی صورت میں میری کوئی رقم بینک میں جمع نہیں ہے۔ شاید دنیا بھر میں میں ہی ایک ایسا سیاست داں ہوں جس کا اپنا بینک اکاؤنٹ نہیں ہے"

ہٹلر شہر برلن کی گنجان آبادی میں رہنے سے بہت گھبراتا ہے اور اُسے فطرتاً شہر کا شور و غل نہیں بھاتا ہاں پُر فضا کھلے میدانوں میں کئی کئی گھنٹے ٹہلنا اُسے مرغوب ہے۔ کئی کئی گھنٹے چہل قدمی کرنے کے بعد علی الصباح اپنے دفتری کاروبار میں لگ جاتا ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر لیجئے کہ یہ کئے بجے سو کر اُٹھ جاتا ہوگا۔ بجز گرلز اسکاؤٹ کے اتفاقیہ آجانے کے اور کوئی عورت میں نے اس کے مکان میں نہیں دیکھی۔ درحقیقت اس کنوارے کے مکان کے کسی حصے میں عورت پر آپ کی نظر کبھی نہ پڑے گی۔ البتہ کبھی کبھی اس کے اور مشیروں کی بیویاں آجاتی ہیں اور چند لمحوں کے لئے اُس کے مکان میں اس طرح عورت نظر آجاتی ہے۔ ہٹلر کے مطالعے کے اوقات بندھے ہوئے ہیں۔ غیر ممالک کے اخبارات تاریخ عالم۔ خود نوشت۔ سوانح عمریاں۔ اور مشہور شعرا کا کلام اکثر اُس کے زیر مطالعہ رہتا ہے۔ اس کی ڈاک برلن میں اس کا سکرٹری کھولتا ہے۔ چند خطوط اُس کو پرائیویٹ طور پر بھی مل جاتے ہیں۔ خصوصاً ۲۰ اپریل کو جو اُس کی سالگرہ کا دن ہے۔ اکثر عورتیں اس سے شادی کرنا چاہتی ہیں اور خطوط میں اُسے فوٹو بھیجتی ہیں۔

یہ تنہائی آپ کو پسند ہے؟" کہنے لگا بہت۔ میں یہاں مگن ہوں۔ شہروں کی چہل پہل یہاں نہیں مگر دلنواز خاموشی ضرور ہے۔ برلن میں سپاہیوں کے جھرمٹ میں چلنا جس پر تالیوں کی گونج کرنا جلسے اور جلوس کا شور وشغب۔ پھولوں کی بارش۔ سپاہیوں کی سلامیاں اور اس پہ ایک ایک منٹ کا سرکاری کاموں میں بند ہا ہونا مجھے پسند نہیں ہے۔ تم دیکھتے ہو میں ان دیہاتیوں سے کیسے مل جل کر رہتا ہوں۔ گویا اُن ہی میں سے میں بھی ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ میں پہلے کیا تھا اور مجھے یہ بھی یاد ہے کہ مجھے اب کیا کرنا ہے۔ اس لئے اس امن اور اطمینان کی جگہ کو غنیمت جانتا ہوں یہاں میں کچھ سوچ سکتا ہوں۔ کچھ غور کرسکتا ہوں اگر میری خوش قسمتی نے میرا ساتھ دیا اور حالات نے مساعدت کی تو آپ دیکھیں گے جو کچھ میں نے سوچ رکھا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا۔"

(ماخوذ از کرنٹ ہسٹری نیویارک)

بیگم شارق قلعہ گوالیار

عورت

عورت کا جذبۂ معاش:-

نوکری کرنے نکل آئیں گے جب ہر خاص وعام
چار دیواری کی شانِ مملکت مٹ جائے گی
اصل میں گھر سے ہی وابستہ ہیں سارے قاعدے
نخلِ انسانی کی ننھی پود کا کیا ہوگا حال

پھر سراسی بن کے رہ جائیں گے گھر انجام کار
جب نہ کوئی منتظم ہوگا نہ کوئی اہلکار
منتشر ہوجائیں گے مزدور کیا سرمایہ دار
سایۂ مادر ہے جس کو سایۂ پروردگار

عورت کا خاص ہنر:-

اُن کی کم ظرفی کہو یا اُن کی کمزوری ہے یہ
مرد کی محنت کچھ اس کے سامنے مشکل نہیں
مرد جو روزی کماتا ہے یہ اُس کا فرض ہے
سب سے مشکل مدعا دنیا میں نیک اولاد ہے

جو سمجھتی ہیں کہ ہم ہیں مرد کے کاندھوں پہ بار
ہوں اگر عورت پہ عورت کے فرائض آشکار
آدمی کے واسطے ہیں سو طرح کے کاروبار
اور عورت ہے فقط اس مدعا کی ذمہ دار

عورت کا جذبۂ سیاست

کون کہتا ہے سیاست کی نہیں حقدار ہم
یہ ہمارے سب ہنر اُس وقت کے ہیں منتظر
اہلبیتِ مصطفےٰ نے جب لیا ہے کشتی کو تھام

کون کہتا ہے کہ ہیں ناآشنائے کارزار
کر رہا ہے وقت بے تابی سے جس کا انتظار
مرچکے تھے سب جواں سال وضعیف وشیر خوار

زیب عثمانیہ لدھیانوی

روئے زمین کے بلند مینار

ہندوستان میں تمام بلند عمارتوں سے اونچی قطب صاحب کی لاٹ ہے جو پرانی دلّی میں موجود ہے۔ اس کی بلندی ۲۲۰ اور بقول بعض ۲۴۲ فٹ ہی۔ لندن میں سینٹ پال کا گرجا چار سو فٹ اونچا ہے۔ سینٹ پیٹرسبرگ پایۂ تخت روس کا شاہی گرجاہ ۳۴ فٹ بلند ہے۔ شہر اسٹراسبرگ کا گرجا گھر ۴۶۵ فٹ اونچا ہے۔ مصر کا ایک قدیم مینار ۴۸۰ فٹ بلند ہے۔ ان تمام عمارتوں کو کلون کے گرجا گھر نے جو ۵۱۲ فٹ ہے اپنی بلندی سے دبالیا ہے لیکن شہر واشنگٹن دارالسلطنت امریکا کا مینار موسوم بہ واشنگٹن مینومنٹ سب سے اونچا ہے۔ اس کی بلندی ۵۵۵ فٹ ہے۔ اس بیان سے آپ کو معلوم کیا ہوگا کہ تمام عمارتوں سے بلند امریکا کا آخر الذکر مینار ہے جو عجائب روزگار سے ہی مگر اس زمانے میں جبکہ علوم و فنون کا مینہ جھما جھم برس رہا ہے۔ فرانسیسیوں نے ریفل ٹاور نامی مینار کی تعمیر میں وہ کمال دکھایا ہے کہ آدمی کی عقل فانوس خیال بنکر چکراتی ہے۔ یہ مینار جس کا میں ذکر کر رہی ہوں نمائش گاہ یا میوزیم کے اندر مخروطی شکل کا واقع ہے اور سر سے پا تک خالص لوہے کا ہے اور پورا ایک ہزار فٹ بلند ہے نیچے چار محرابیں بنی ہیں۔ درمیان میں خالی ہے گویا مینار مذکور ایک کمرے کی چھت پر کھڑا ہے اس مینار میں پانچ ہزار سے زیادہ لوہے کی ڈھلی ہوئی اینٹیں یا ٹکڑے ہیں۔ کل مینار کا وزن چھ ہزار نو سو پچاس ٹن ہے (ایک ٹن اٹھائیس من کا ہوتا ہے) اور ۲۰ لاکھ روپے سے کچھ زیادہ اس کے بنانے میں خرچ ہوئے ہیں۔ ۳۱ مارچ ۱۸۸۹ء کو یہ مینار بنکر تیار ہوا تو اس کا بنانے والا مسٹر ایفل اوپر چڑھا۔ اور اس کی خوشی میں تین رنگ کی جھنڈیاں اڑائی گئیں۔ ۲۵۰ ضرب توپ کی سلامی ہوئی اس مینار کے پہلے درجے میں چاروں طرف چار ہوٹل چار قطع کے بنے ہیں۔ ایک فرانس کی قطع پر دوسرا روس کی قطع پر تیسرا بلجیم کی قطع پر اور چوتھا امریکہ کی قطع پر۔ ان ہوٹلوں میں ہر وقت چاروں ولایتوں کے ڈھنگ کا کھانا مہیا رہتا ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس نمائش گاہ کے دیکھنے کو بے شمار خلقت آتی ہے یہ مینار صرف بلندی ہی میں بے نظیر نہیں ہے بلکہ وسعت میں بھی اتنا بڑا ہے کہ ایک وقت میں دس ہزار آدمی بہ آرام اس میں رہ سکتے ہیں اس کے ہر درجے میں بجلی کی نہایت عمدہ روشنی ہوتی ہے سب سے اوپر والے درجے کی روشنی کا اجالا سات میل تک بخوبی پہنچتا ہے گویا شہر پیرس میں چاند کبھی غروب ہی نہیں ہوتا۔ اس مینار پر اگر درمیان میں نہ بیٹھیں تو پندرہ منٹ میں چڑھ سکتے ہیں اور کل کے ذریعے سے ۵ منٹ میں نیچے سے اوپر جا سکتے ہیں اس مینار کے بنانے کی یہی غرض نہیں ہے کہ لوگ اسے بلند سمجھ کر عجیب غریب چیز جانیں۔

اس حیرت میں پڑنے کے لئے ۲۰ لاکھ کا خون نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے بنانے کی اصلی غرض یہ ہے۔ کہ اس کے اوپر چڑھ کر ہوا۔ بارش۔ بجلی۔ چاند۔ اور سیاروں کی گردش کا حال معلوم کریں سچ تو یہ ہے کہ آج روئے زمین پر اس مینار کی نظیر نہیں۔

(ترجمہ)

(نگینہ) ۔ خ۔ ا

زکوٰۃ

اسلام میں زکوٰۃ کا مسئلہ جس قدر اہم ہے اسی قدر زمانہ حال کے مسلمان اس سے بے پروا ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کی کہ زکوٰۃ میں سے مجکو بھی عطا ہو۔ آپنے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اس کا فیصلہ خود فرمایا ہے اور آٹھ حقدار فرما دیئے ہیں اور ان میں سے کسی تعریف میں تو آتا ہے تو میں تجھکو زکوٰۃ دے سکتا ہوں (ابوداؤد)

آؤ دیکھیں کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے مستحق زکوٰۃ قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم میں سورہ توبہ کے آٹھویں رکوع میں حسب ذیل آٹھ حقدار زکوٰۃ کا اعلان فرمایا گیا ہے۔

(۱) فقرا (۲) مساکین (۳) عَامِلِينَ عَلَيْهَا (۴) مُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ (۵) فِي الرِّقَابِ (۶) غَارِمِينَ (۷) فِي سَبِيلِ اللهِ (۸) ابن السَّبِيلِ۔ فقرا وہ لوگ ہیں جن کی آمدنی ان کے جائز خرچ کے لئے ناکافی ہو یا یوں سمجھو کہ آمد کا خرچ تو ہے مگر کل کا اللہ ہی مالک ہو اور مسکین وہ ہیں جن کے پاس ایک دن کا بھی سہارا نہیں ہو۔ اور یہ دونوں پیٹ کر مانگنے کے عادی نہیں لیکن صورت خود سوال ہو۔ عَامِلِينَ عليها وہ لوگ ہیں جو صاحب نصاب مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مقرر کئے جائیں۔ مؤلفۃ قلوبھم ان نومسلموں کا شمار ہے جو نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں اور ابھی ان کے دلوں میں ایمان کی روشنی پیدا نہیں ہوئی ہے۔ فی الرقاب وہ لوگ ہیں جو جہاد کرتے ہوئے دشمن کے ہاتھ میں قید ہو گئے ہیں اور ان کو چھڑانے کے لئے زرفدیہ کی ضرورت ہو۔ غارمین وہ لوگ ہیں جو قرضدار ہیں اور ان کے پاس ادائے قرض کی سبیل نہیں ہے۔ فی سبیل اللہ میں وہ لوگ ہیں جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد پر کمربستہ ہیں۔ ابن السبیل مسافر کو کہتے ہیں۔

ہمارے ہندوستان میں جہاد کے اسیروں اور جہاد کی مدات نہیں ہیں اور چونکہ کوئی نظام قومی نہیں ہے لہذا عاملین علیہا کی مد بھی غائب ہے باقی پانچ مدات ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جو طریقہ ادائے زکوٰۃ کا ہم میں رائج ہے اس طریق پر صحیح حقداروں کو زکوٰۃ ہم پہنچا بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ ہمارے پاس کیا ذرائع ہیں جن سے ہم یہ پتہ لگا سکیں کہ جس کو ہم زکوٰۃ دے رہے ہیں وہ فقیر ہے یا مسکین ہے یا قرضدار ہے یا مسافر یا نومسلم ہے۔ اگر ہم اس کا پتہ نہیں لگا سکتے تو زکوٰۃ بھی ادا نہیں ہوتی کیونکہ اس کی ادائیگی کے لئے شرط حقدار کی ہے یہی وجہ ہے کہ آج کل ایک شہر کے لوگ بغرض حصول زکوٰۃ دوسرے شہر میں پہنچتے ہیں اور اپنے شہر والوں سے مانگنے کی ہمت نہیں کرتے۔ کوئی مدرسہ کے نام پر مانگتا ہے کوئی لڑکی کی شادی بتاتا ہے اور دینے والے اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ زکوٰۃ ان کو پہنچتی بھی ہے یا نہیں۔

قرآن کریم اور احادیث النبی صلعم پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو انفرادی حیثیت سے اختیار نہیں دیا کہ وہ خود اپنی زکوٰۃ جہاں جی چاہے دیدے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں زکوٰۃ وصول ہو کر بارگاہ رسالت میں آتی تھی اور حضور صلعم خود حقداروں میں تقسیم فرماتے۔ یہی عمل خلفاء راشدین رضہ کے عہد میں رہا۔

سورۂ توبہ ع ۱۳ میں حکم الٰہی ہے۔ "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ" ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لو اور اس طرح ان کو طاہر اور پاک کرو اور ان کے لئے دعا کرو۔ یہ حکم نہیں ہے کہ مسلمانو تم اپنے مالوں میں سے جس کو جی چاہے زکوٰۃ دے کر طاہر اور پاک ہو جاؤ۔

بخاری و مسلم کی متفقہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو یمن کی طرف روانہ فرماتے ہوئے جو ہدایات فرمائیں ان میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "تحقیق اللہ نے زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے فقرا کو دی جائیگی۔۔" اس میں بھی الفاظ "لی جائیگی" "توخذ" "دی جائیگی" "تورد" صاف ظاہر کرتے ہیں کہ ان کو خود اختیار فقرا کے دینے کا نہیں ورنہ یوں کہا جاتا کہ وہ اپنی زکوٰۃ اپنے فقرا کو دیں۔

ہمارا کھلا چیلنج ہے کہ کوئی مولوی اور کوئی عالم قرآن کریم کی آیت یا کوئی حدیث یا کسی صحابی کا فعل موجودہ طریق ادائیگی زکوٰۃ کے جواز میں پیش کرے۔ (وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا اللهَ) زیادہ سے زیادہ مولوی صاحبان یہی فرمائیں گے کہ اب امیر کون ہے بیت المال کہاں ہے جو اس حکم کی تعمیل ہو سکے۔ تو میں عرض کروں گا کہ ہمارے انتشار اور بدحالی کی وجہ سے احکام قرآنی بدل نہیں سکتے لہذا ہم کو چاہیئے کہ جس صورت میں بھی ممکن ہو سکے نظام اور بیت المال قائم کریں۔ تاکہ زکوٰۃ حقداروں کو پہنچکر باعث تقویت اسلام اور مسلمین ہو اور مسکین والدین، بہن بھائیوں، چچا پھوپی خالا ماموں کو چھوٹوں کے ہاتھوں سے زکوٰۃ دلوا کر ان کی نظروں میں ذلیل و خوار نہ کریں۔ بلکہ ان کو تلقین کریں کہ تم اپنے ان بزرگوں کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ تمہارے ذمہ ان کے ساتھ سلوک کرنا ہے۔

کاش مسلمان اس پر غور کریں۔ اور کم از کم زکوٰۃ کا نظام قائم کرلیں تو مسلمانوں کی مفلسی بڑی حد تک دور ہو جائے اور یہ تنگدستی کی وجہ سے ایمان اور ملت فروشی سے بچیں۔

ناظرین و ناظرات عصمت کو اختیار ہے کہ وہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور فیصلہ پر عمل کریں یا اپنے مولویوں کو خدائی درجہ دے کر ان کے فتوے پر عمل کریں۔ تاہم ان کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اسلام حضور صلعم کے عہد مبارک ہی میں مکمل ہو چکا تھا اور مکمل اسی کو کہا جا سکتا ہے جس میں کمی بیشی اور ترمیم و تنسیخ کی گنجائش نہ ہو۔ اور یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ اسلام کا دعویٰ ہے کہ اس کے احکام صاف واضح اور بیّن ہیں اور وہ ہدایت عام ہے نہ کہ خاص۔

زکوٰۃ کے نظام پر غور کرو تو اس کے فوائد دکھائی دینے لگیں گے۔ مختصر یہ کہ زکوٰۃ بغیر نظام اور بیت المال کے ادا نہیں ہو سکتی۔ اور یہ فرض ہے۔ نتیجہ خود نکال لیجئے۔

محمد عبد الغفار الخیری

(بقیہ صفحہ ۴۶) کھڑے ہو کر دیکھنے لگے درحقیقت نئی دلہن باہر نکلنے کا راستہ دیکھ رہی تھی۔ بابو راؤ نے لپک کر اُسے پکڑ لیا لیکن اُس نے ایک جھٹکے میں اپنا ہاتھ چھڑا لیا تب دو آدمی اور دوڑے اور اُنہوں نے اُسے پکڑ لیا اپنے بچاؤ کی اور کوئی تدبیر نہ دیکھکر اُسی نے اپنی ساری اُتار کر پھینک دی اور کہا "چھوڑو مجھے جانے دو میں لڑکی نہیں لڑکا ہوں ماں نے مجھے لڑکا بنا کر رکھا ہے تاکہ مالگذار کے ہاں مزدوری نہ کرنی پڑے"

یہ سنکر محفل ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئی۔

(ترجمہ)

تقی علی ہاسمی ناگپور

بیوی کی تمنّا

بابو راؤ کو دنیا کے تمام عیش حاصل تھے مالگذاری تھی، ماں باپ بھائی بہن سب ہی تھے نہ تھی تو ایک صرف ایک شریک حیات اور یہ غم ان کی جان کھا رہا تھا ناگپور میں ایک سے ایک بڑھ کر حسین عورت تھی وہ جدھر نکل جاتے اُنہیں عورتیں ہی عورتیں نظر آتیں لیکن کوئی عورت ایسی نہ تھی جس کو وہ اپنی کہہ سکتے اور دفتر سے آتے وقت اتوارہ بازار سے نفیس ساڑھیاں اور خوشبودار صابن سنو وغیرہ آرائش فیشن اشیا لا کر دیتے اور اپنا دکھ درد اس کو سناتے۔

اُن سے چھوٹے بھائی بہن کی شادی ہو چکی تھی لیکن خدا جانے کونسی وجہ حائل تھی جس کے سبب ماں باپ کی ہزار کوشش پر بھی ہنوز اُن کی شادی نہ ہو سکی رفتہ رفتہ اُن کی عمر چالیس سال تک پہونچ گئی اور اسی امید امید میں اُن کی تمام آرزوئیں خاک میں مل گئیں آخر اُنہیں یقین ہو گیا کہ اُن کے نوشتۂ تقدیر میں جوڑا لکھا ہوا نہیں ہے۔

بابو راؤ کے دوستوں میں یہ ذکر کیسے کیسے مذاق کا سبب بنا، یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ بہرحال اگر کوئی مذاق کے طور پر اُن سے کہہ دیتا کہ بابوجی میں ایک عورت کو جانتا ہوں شاید وہ آپ سے شادی کرنے پر رضامند ہو جائے تو وہ ایسے ہی خوش نظر آتے جس طرح مایوس کسان ابر کو دیکھ کر خوش حال نظر آتا ہے۔

لیکن اب متواتر مایوسیوں اور ناکامیوں نے اُنہیں اتنا سنجیدہ اور بردبار بنا دیا ہے کہ وہ ایسی باتوں پر بہت کم یقین کرتے ہیں۔

اخبارات میں شادی کے جو اشتہارات شائع ہوتے ہیں اُنہیں تو وہ دھوکے کی ٹٹی سمجھتے ہیں کیونکہ اس سودے میں اُنہیں دولت وقت اور دماغی تکلیف اُٹھانی پڑی ہے اور تقریباً یہ گت ہر اُس اشتہاری شادی کے خواہشمند کی بنی ہو گی لیکن دنیا میں ایسا کون فرو بشر ہے جو اپنی حماقت اور شرمندگی کا تذکرہ ہر کسی پر ظاہر کرے آہ مرے معبود کیا تیری وسیع دنیا میں بابو راؤ کیلئے کوئی عورت نہیں؟

بیوی کی تلاش میں بابو راؤ نے کاشی پریاگ متھرا بندرابن جیسے متبرک مقامات کی زیارت کی لیکن وہی روز اول رہا۔ اُنہوں نے ایسے لوگوں کو بھی روپیہ کی ترغیب دلوائی جو کہ روپیہ کے لالچ میں اپنی لڑکیاں دے دیتے ہیں لیکن اُنہیں ایسا کوئی آدمی نہ ملا جو اپنی لڑکی کی قسمت ان سے وابستہ کر دیتا بڑی تگ و دو کے بعد ایک لاوارث عورت مل گئی جس سے چند روز بعد شادی طے پائی لیکن وہ قبل شادی تمام زر و زیورات لیکر فرار ہو گئی اور اپنے ساتھ اُن کی تمام اُمیدیں اور آرزوئیں بھی لیتی گئی۔

اُن کا اب کسی کام میں جی نہ لگتا دفتر میں اکثر اُن کی نشست پر بیماری کی درخواست موجود رہتی گھر میں بھی وہ بہت کم بات کرتے زیادہ وقت اُن کا گوشۂ تنہائی میں گذرتا۔

اُن کے والدین اس تغیر پر سخت پریشان تھے خیال تھا کہ بابو راؤ شاید اس بات پر ناراض ہے کہ اُس کے بھائی بہنوں کی شادی ہو چکی ہے اور وہ ابھی تک کنوارا ہے اکثر یہ سلسلہ زیر بحث رہتا کہ "اب اُس کی کس طرح شادی کی جائے؟"

بابوراؤ دوسرے کمرے میں لیٹے لیٹے یہ باتیں خاموشی سے سنتے ایک دن اُنہوں نے سنا والدہ کہہ رہی تھیں بس یہی مناسب ہے کہ کسی طرح لڑکی یہاں تک آ جائے پھر زبردستی اُس سے بابوراؤ کی شادی کر دینگے اُس کی ایک بوڑھی ماں ہے جو رو دھوکر خاموش ہو جائیگی۔"

امید کی ہوا نے ناکامیوں کی چنگاریوں کو چمکا دیا وہ بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گئے اُنہیں ایسا محسوس ہوا کہ اُن کے جسم میں کسی نے جوانی کی روح پھونک دی ہے وہ اپنے دل ہی دل میں کہنے لگے عورت ہی سے آدمی کی زندگی ہے پھر وہ پھرتی سے پلنگ پر سے اُترے اور لپک کر اُس کمرے میں آئے جہاں ان کے ماں باپ بات چیت کر رہے تھے۔

جیسی اُن کے والدین نے تجویز سوچی تھی ایک دن وہ اور اُنکے والدین کہڑلی پہونچے کہڑلی ناگپور سے بیس پچیس میل مشرق میں ایک گاؤں ہے چالیس پچاس گھر کی بستی ہوگی اسی گاؤں میں وہ پل کر جوان ہوئے ہیں گاؤں کا بچہ بچہ اُنہیں پہچانتا ہے جس دن یہ لوگ کہڑلی پہونچے گاؤں کے چھوٹے بڑے اُن سے نیاز حاصل کرنے آئے اور اُن سے مل کر بڑی مسرت ظاہر کی بابوراؤ کی ماں نے ہر ایک عورت سے خوب خوب باتیں کیں اور جاتے وقت کچھ نہ کچھ تحفہ دیا جب سب جانے لگیں تو بابوراؤ کی والدہ نے ایک عورت کو روک کر کہا "ابھی کی ماں ٹھیرو تم سے ایک بات کہنی ہے۔

"کل پھر آؤں گی لڑکی اکیلی ہے ڈرتی ہوگی"۔

"بابوراؤ کو بھیج کر بلواتی ہوں بہت دنوں سے میں نے اُسے دیکھا نہیں ہے اُسے بھی دیکھ لونگی"۔ بوڑھیا بیٹھ گئی بابوراؤ ابھی کو بلانے چلے گئے راستے میں اُن کا ایک دوست مل گیا انہوں نے پوچھا "جانتے ہو میں کہاں جا رہا ہوں"؟ اُس نے جواب دیا "ہاں جانتا ہوں تم کہاں جا رہے ہو اور یہ ترکیب میری ہی بتائی ہوئی ہے"۔

وہ دونوں ہاتھ میں ہاتھ دئے چلنے لگے رام لال نے کہا "بابوراؤ اب میں نے عہد کر لیا کہ شادی نہ کروں گا۔ بھنڈارہ میں میرا ایک بھائی رہتا ہے وہ وہاں سے تین عورتیں میرے لئے لا چکا ہے لیکن تینوں مجھے چھوڑ کر دوسروں کے ہاں چلی گئیں دور کیوں جاؤ میرے ایک ماموں ہیں جنہوں نے بیوی کے ہاتھ میں اپنی باگ دے رکھی ہے وہ جیسا اشارہ کرتی ہے بچارے اُٹھتے بیٹھتے ہیں اُن کا خیال ہے جو شوہر اپنی بیوی سے نہیں ڈرتے وہ خدا کے بڑے گناہگار ہیں۔ یہ فرمانبرداری دیکھ کر ہمسایہ عورتیں دعا مانگتی ہیں کہ ہے پرماتما ہم کالی کو بھی ایسا ہی خاوند دے جو اُس کے اشاروں پر سر کے بل چلے"۔ بھائی عمر تو اپنی گناہوں میں گذری ہے اب دیدہ دانستہ یہ زہر نہیں کھایا جاتا۔" بابوراؤ نے اسکا کوئی جواب نہیں دیا۔ رام لال نے چلتے چلتے رک کر کہا "یہی مکان ہے" اور چلا کر آواز دی "ابھی اری او ابھی"! ہاتھ میں چراغ لئے ایک عورت باہر آئی رام لال نے کہا "ابھی تری ماں کو ہیضہ ہو گیا ہے بابوراؤ کے ہاں پڑی تڑپ رہی ہے اور تجھے دیکھنے بلایا ہے چل جلدی چل"! ابھی کے ہاتھ سے چراغ گر گیا اور وہ چیخ مار کر رونے لگی۔

بمشکل روتی پیٹتی ابھی بابوراؤ کے مکان پر آئی لیکن وہاں پہونچکر اُس نے عجیب منظر دیکھا اُسکی بوڑھی ماں کے ہاتھ پاؤں بندھے ہیں اور ایک آدمی اُس کے منہ میں کپڑا ٹھونس رہا ہے اور دو تین آدمی کھڑے ہیں یہ دیکھ کر اُس نے وہاں سے بھاگ جانا چاہا لیکن ماں کو مصیبت میں چھوڑ جانا اُس کے جذبہ محبت نے قبول نہ کیا۔ اُس نے ڈری ہوئی آواز میں دریافت کیا "لوگو میری ماں نے کونسی خطا کی ہے جس کی اُسے یہ سزا مل رہی ہے"؟ لیکن بوڑھیا نے اُس کو آنکھوں کے اشارے سے سب مطلب سمجھا دیا جس کا ابھی کو پہلے شبہ تھا وہ جب واپس جانے لگی تو اُسے لوگوں نے پکڑ لیا بڑی دیر تک ابھی اور بابوراؤ کے آدمیوں کی گتھم گتھا ہوتی رہی آخر ابھی تھک کر گر گئی اور اُنکی طرف ایسی نظروں سے دیکھنے لگی جس طرح جال میں پھنسی ہوئی ہرنی کچھ خوف کچھ غصے سے دیکھتی ہے بابوراؤ کی ماں نے محبت سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دلاسا دیا کہ "بیٹی نہ گھبرا۔ آج سے تو مری بہو ہے بابوراؤ سے میں تری شادی کر دونگی وہ تجھ سے بہت محبت کریگا تری ماں کو بھی بہت آرام ملیگا۔ تو بابوراؤ سے شادی کرنے پر رضامند ہو جا"! ابھی نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

آہستہ آہستہ شادی کی سب تیاریاں ہو گئیں پنڈت بلائے گئے اور لوگوں نے ابھی کو بابوراؤ کے قریب بٹھا کر بوڑھیا سے زبردستی کنیادان کرا دیا۔

اُسی رات کو بابوراؤ ابھی کو لیکر ناگپور روانہ ہو گئے وہ تمام راستہ اُس کو سمجھاتے رہے۔ تقریباً آٹھ بجے ناگپور پہونچے۔ دوسرے دن اُن کے ماں باپ بھی آ گئے بابوراؤ کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا اُنہوں نے اپنے تمام دوستوں کو دعوت دی گھر میں بھی خاص چہل پہل تھی۔ لوگ کھانا کھانے بیٹھ گئے طرح طرح کے پکوان تھے بابوراؤ کھانا کھلا رہے تھے یکایک بابوراؤ کی بہن چلا کر کہنے لگی "پکڑو پکڑو بہو بھاگی جا رہی ہے"۔ کھانا کھاتے ہوئے لوگ (بقیہ صفحہ ۸۸)

میناکاری

جنہیں دستکاری کا شوق ہے ان میں جذبہ قدر دانی بھی موجود ہے نیز نئی نئی دستکاریوں کے حصول اور تجربے ان کے دل کو کس قدر لطف اور مسرت کمال ہوتی ہے اس کا اندازہ بھی بخوبی کر سکتی ہیں. صنعت و کمال کے مختلف تجربوں سے بعض ذہین دماغوں میں سرچشمہ اختراع و ایجاد کی فطرتی قوت کبھی نہ کبھی نمودار ہو جاتی ہے. آخر اہل مغرب کے دماغ بھی اُس صانع قدرت کی بناوٹ کا نتیجہ ہیں جس سے اہل ہند کے دماغ تراشے ہیں پھر اسی عظیم الشان تفاوت کی وجہ ؟ ہمارے دماغوں کو عمدہ کھانے اور پہننے. فضول سیر تفریح یا اوروں کی شکوہ شکایت حسد. عداوت عارضی بے بنیاد جھگڑوں کے تذکروں سے فرصت نہیں. پھر بھلا ایجاد و اختراع کے لئے دماغ میں گنجائش کہاں.

علاوہ ازیں. کوئی کسی خاص صنعت سے واقف بھی ہے. تو اپنی بہنوں اور ہم جولیوں کو سکھانے کے بجائے ہر ممکن طریقہ سے چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے.

مغربی خواتین جدید کمالات اور ذاتی تجربوں سے آئے دن مشتہر کرکے خود بھی منافع کماتی ہیں اور اوروں کو بھی فیض پہنچاتی رہتی ہیں. قدر دانی کرنا بھی اُن کا خاص شیوہ ہے جو کہ عزت و توقیر ایسی کرتی ہیں کہ حوصلہ افزائی ہوتی ہے.

یہی وجہ ہے کہ ان کے کمالات دن بدن بام ترقی پر پہنچ کر چار سُو دنیا کو روشن کر رہے ہیں.

آج دستکاری کے شوقینوں کے لئے گلکاری کی ترکیب پیش کرتی ہوں.

اشیائے ضروری ساڑی۔ دوپٹہ۔ کرتا جس لباس پر بنانا ہو۔ لیکن رنگ ہلکا منتخب کرنا ضروری ہے۔ شلاً دھانی۔ سفید پیازی۔ بادامی۔

(۱) پوشش پن	۶		(۷) آبی برش	نمبر ۴	۱
(۲) روغن	۴		(۸) جاذب سفید		۱
(۳) نوزل	۲		(۹) کاربن سیاہ		۱
(۴) سفوف نقرئی بوتل	۱		(۱۰) دفتی طول عرض انچ	۳۵ × ۱۵	
(۵) " سبز "	۱		بوسیدہ صاف کپڑا		
(۶) " گلابی "	۱				

ترکیب اس رسالہ پر سفید شفاف کاغذ رکھ کر خاکہ نقل کرلیں۔ پھر نقل کردہ خاکہ جاذب پر مع کاربن رکھ کر منتقل کرلیں۔ اور خاکہ شدہ جاذب دفتی پر بچھا کر اُس پر دامن ساڑی سلوٹ نکال کر پھیلالیں۔ اور چاروں طرف پوشش میں لگا دیں۔ تاکہ متحرک نہ ہوسکے۔ اب سطح ریشم پر نیچے خاکے کا عکس نظر آئے گا۔

پہلا دور روغنی نلکی کا پیچ گھما کر کر دیجئے۔ اور بجائے پیچ کے نوزل لگا دیجئے۔ روغنی نلکی کو قلم کی طرح تھام کر انگوٹھے سے خفیف دبائیے سفید روغنی دی نما تار خارج ہوگا۔ اُس تار سے ڈالیاں تینوں پھولوں کے اندرونی لکیروں کو اور نچلے کمانیوں کی لکیروں کا نقشہ بنالیں۔ پھر اُس پر آبی برش سنہری سفوف میں لبریز کر کے چھڑک دیجئے۔ اور ڈبہ سفوف برش سے جھاڑ کر۔ اخباری کاغذ پر دفتی اولٹ کر تھامتے ہوئے جھٹک لیں۔ اسی طرح باقی ماندہ خوشوں کی ڈالیاں اور پھول پتیوں کے وسطی لکیریں بنا کر دو ایک روز خشک ہونے دیں۔ اور اشیاء دستکاری کو محفوظ رکھنے سے قبل مندرجہ ذیل ترکیب کے مطابق نوزل اور برش کو صاف کرلینا چاہیئے۔

دور دویم تیسرے روز ازسر نو روغنی نلکی کو نوزل لگا کر بترکیب سابق صرف پتیوں کی بیرونی لکیریں اور کلیوں کا نچلا حصہ روغن سے بنا کر سبز سفوف چھڑک کر خشک کر لیجئے۔

دور سویم باقی ماندہ حصہ گل و غنچہ روغنی نقشہ بنا گلابی سفوف چھڑک دیجئے۔ اور حسب سابق کافی خشک ہوجانے کے بعد کپڑے صاف کرنے کے برش سے صاف کرلیں۔ تاکہ سفوف آلودہ ریشم مطلع غبار سے نکلکر فن نفاست اور دلکشی کا ثبوت آپکے پیش نظر ہوجائے گا۔

اس صنعت کی نمایاں خوبی یہ ہے اس کی صوفیانہ آب تاب کبھی سیاہ نہیں ہوتی۔ نہ رنگنے دھلنے میں خرابی کا اندیشہ۔ البتہ آب گرم اور تاب استری سے بچانا ضروری ہے۔

چند احتیاطیں (۱) روغنی نلکی کو دبانے سے پیشتر پہل اکثر آبدار رطوبت خارج ہوتی ہے۔ اس کو بڑی دھجی سے صاف کر دینا چاہیئے۔ جتنے روغنی سفید تار نہ خارج ہو۔ ریشم پر نقشہ نہ بنائے۔

۲۔ نلکی کو آہستہ آہستہ دبانا چاہیئے۔ ورنہ شق ہوکر روغن سے آلودہ ہوجائیں گے۔ اور ریشم داغدار ہوجائے گا۔ دریں صورت ایک دھجی مقام شکست پر لپیٹ کر وہ نلکی ایک دو روز رکھو۔ تاوقتیکہ خشک نہ ہوجائے۔ دوسری استعمال کریں۔ پھر وہی سابق نلکی کارآمد ہوجائے گی۔

۳۔ نوزل کو اختتام عمل کے بعد ہر روز خوب صاف کر کے رکھدینا چاہیئے۔ صاف کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ ایک دیوا سلائی پر دھجی لپیٹ کر اندر سے صاف کریں جتنی سوراخ میں روشنی نظر آئے۔ سوئی یا پن سے ہرگز صاف کرنے کوشش نہ کریں۔ ورنہ سوراخ

زیادہ کشادہ ہوجائے گا۔ پھر کام میں بھدا پن نظر آئے گا۔ جس قدر لکیریں مہین ہوں اسی قدر دلکشی نمایاں ہوگی۔

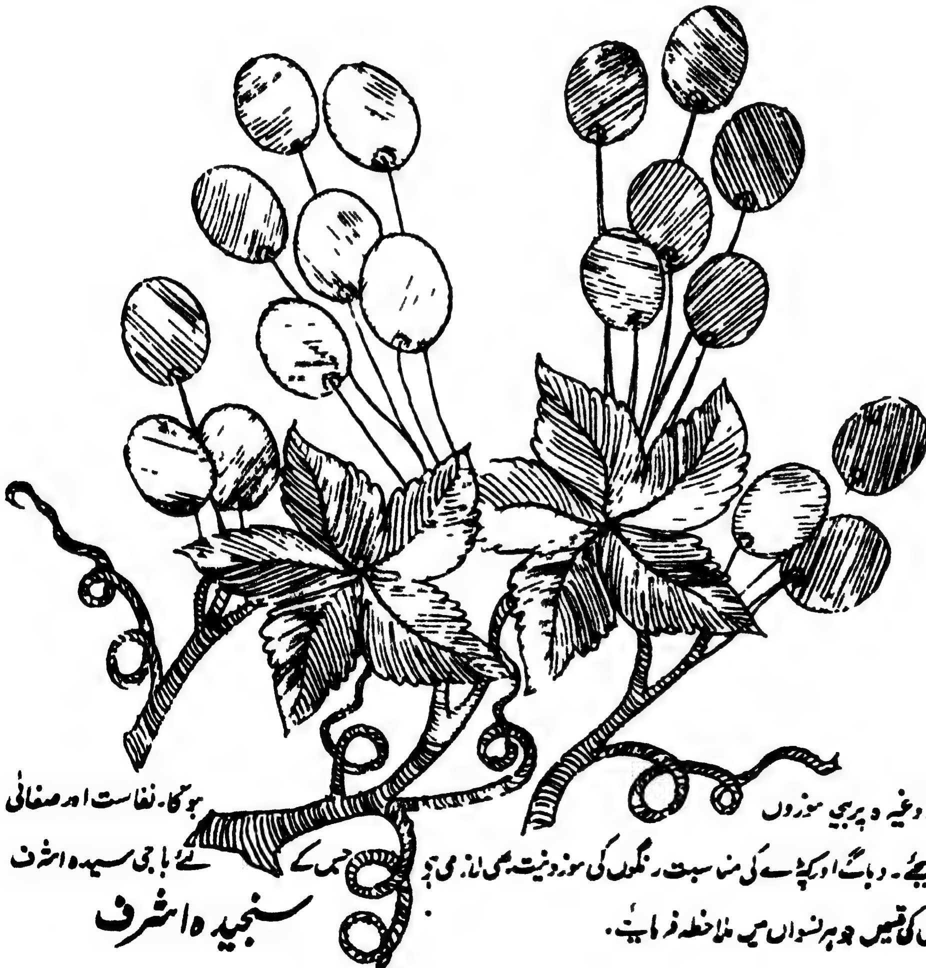
۴۔ کسی قیمتی ریشم پر بنانے سے قبل کوئی بچے کا لباس یا رنگین سوتی چیز پر چند خوشے بنانا مناسب ہوگا۔ تاکہ اس کا کافی مشق اور تجربہ ہوجائے۔

۵۔ اس کام کا بنا ہوا نمونہ ۶ آنہ اسٹامپ بھیجکر اور اشیاء بالا اگر آپ کو وہاں نہ مل سکیں تو انجمن اصلاح نسواں۔ میمن خواتین۔ عثمانیہ منزل۔ کمبیکر اسٹریٹ ۴ بمبئی سے طلب کر سکتے ہیں۔

جواب طلب خطوط کے لئے اسٹامپ شدہ اور صاف پتہ لکھا ہوا لفافہ ارسال کریں۔

خدیجہ بائی اندھیری

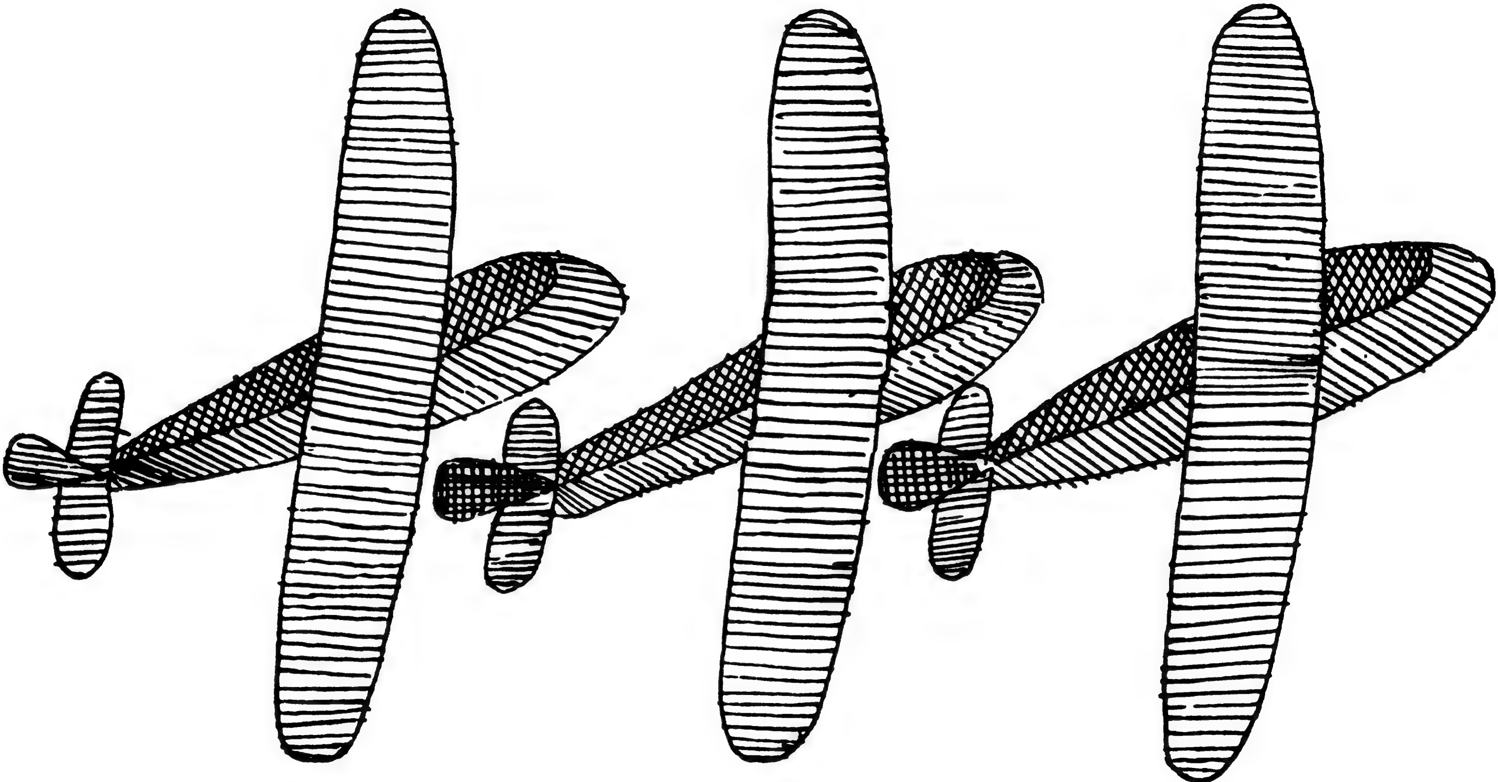
انگور کا خوشہ



یہ خاکہ کشن وغیرہ پر بھی موزوں ہوگا۔ نفاست اور صفائی کے ساتھ کاڑھیے۔ دھاگے اور کپڑے کی مناسبت رنگوں کی موزونیت بھی لازمی ہے۔ جس کے لئے باجی سیدہ اشرف کا مضمون دھاگوں کی قسمیں جوہر نسواں میں ملاحظہ فرمائیے۔

سنجیدہ اشرف

ہوائی جہاز



میز پوش ۔ چادروں ۔ پلنگ پوش ۔ تکیے ۔ اور ساڑھیوں کے بورڈر کے لئے نہایت موزوں اور بالکل نیا نمونہ ہے ہوائی جہاز اسیطرح قطار میں بنائیے ۔

خانہ داری

جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے

کامیاب شادی

خوشی صحت کی ضامن ہے۔ ہندوستانی گھر عام طور سے لطف و مسرت کا مرکز بن جاتے ہیں۔ لیکن آزاد خیالی بڑھتی جارہی ہے اور اس کا اثر متاہلانہ زندگی پر بُری طرح پڑ رہا ہے۔ پردہ ابھی اپنی اُسی سختی سے قائم ہے۔ لیکن مرد کا دائرہ دلچسپی سے بڑھ گیا ہے۔ اس طرح عورت مرد کے مقابلہ میں ٹوٹے میں رہتی ہے۔ اور باہمی مسرتوں کو ہمیشہ ضرب لگتی رہتی ہے۔

شادی کا مقصد یہ ہے کہ دونوں ایمانداری سے گھر بنانے کا مصمم ارادہ رکھیں۔ ایک دوسرے کی کمیوں پر چشم پوشی کرکے خوبیوں کو ان کی تلافی سمجھیں۔ اپنی اپنی جگہ اپنے فرائض ادا کریں۔ اب تو یہ ہو رہا ہے کہ ادھر شادی ہوئی میاں بیوی شطرنج کے شاطروں کی طرح ایک دوسرے کی چالوں کو دیکھ رہے ہیں تاکہ زندگی کی بازی میں پانسہ زبردست رہے۔ اسی سلسلہ میں گربہ کشتن روز اول کا مشہور مقولہ سنا جاتا ہے۔ یہ طریقہ دونوں کے درمیان ایک رقابت ایک اکھاڑہ ایک مقابلہ قائم کرتا ہے جو پُرمسرت شادی کے لئے زہر ہلاہل ہے۔ دونوں کو اس فکر میں نہ رہنا چاہیئے کہ شادی کے بعد اُس کا پانسہ زبردست رہے۔ یہ زندگی سے اشتراک باہمی سے کامیاب رہتی ہے۔ اس مقابلہ سے تو تعمیر کی بجائے تخریب ہوتی ہے۔

باہمی اشتراک سے زندگی کی کلفتوں کی تلخی کم ہو جاتی ہے۔ مصائب کی شدت محسوس نہیں ہوتی۔ تکلیفیں دُور اور آرام میسر ہوتے ہیں۔ یہ شادی کی زندگی باہمی رفاقت کا زمانہ ہے۔ دونوں مل کے خانہ داری کی گاڑی چلائیں۔ یہ نہ ہو کہ بیوی کو بچوں سے محبت ہے اور میاں ان کی چیں پیں سے گھبراتے ہیں۔ دونوں کنبہ قائم کریں۔ دونوں اپنی زندگی کا ایک مقصد اور ایک نصب العین بنائیں۔ یہ نہ کیا جائے کہ ایک پورب کو جا رہا ہے تو دوسرا پچھم کو۔ بیوی ہر وقت سنگھار میں رہے۔ میاں ہر وقت کاروبار میں اُلجھے رہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے شوق میں حصہ لیں۔ ایک دوسرے کی تکلیف و راحت محسوس کریں۔ جب جوانی اس طرح گزرے گی تو بڑھاپا نہایت پُرسکون ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے زمانہ کے بڈھے میاں بیوی ایک دوسرے کو اس طرح سمجھتے ہیں کہ ایک کی بات دوسرا صرف ذہنی طور سے سمجھ جاتا ہے۔ کوئی گفتگو ہوتی ہے اور نہ کوئی قیل وحرکت!

پاؤں کی احتیاط

پاؤں دُکھتے ہوں اور چلنے میں تکلیف ہوتی ہو تو ایک برتن میں ۳ سیر اچھا تک گرم پانی بھر کے پائن کرسٹل Pine Crystals کا ایک چمچہ ڈال دیں اور پاؤں اس میں دس منٹ

تک ڈبوئے رکھیں۔ پھر باہر نکال کے تولیہ سے بالکل خشک کردیں اور گھائیوں کا خاص خیال رکھیں۔ اس کے بعد کریم یا تیل خوب لگائیں۔ زیتون یا کوئی معدنی تیل کام دے جائے گا۔ پاؤں مضبوطی سے پکڑ کے پنجہ کا رخ نیچے کی طرف کرکے خوب تیل سے ملیں حتیٰ کہ ایڑیوں میں آرام معلوم ہونے لگے اور ڈھیلاپن آجائے۔ پھر پاؤں اور ٹخنوں کو ہلکے ہلکے تھپکیں۔ اگر پسند خاطر ہو تو برف کی ڈلی تلووں میں ہلکے ہلکے لگائیں۔ تیل کی وجہ سے اس کی ٹھنڈک بری نہ معلوم ہونے پائے گی۔ دن سرد بھی ہوں تو برف کی ٹھنڈک برداشت کی جائے گی۔ یہ برفانی مالش ایڑی پنجہ اور تلوے پر کی جائے۔ اس سب کام میں صرف پندرہ منٹ لگیں گے۔ آرام کے مقابلہ میں یہ محنت کچھ نہیں۔

انگریزی جوتوں نے ہندوستانی عورتوں کے خوبصورت پاؤں کا ناس کردیا ہے آپ نے کسی میم کا پاؤں دیکھا ہے وہ لوگ اس کی بدنمائی کو محسوس نہ کرتے ہوں لیکن آپ ضرور اس کی بدنمائی کو دیکھ کے آنکھ پھاڑ کے رہ جائیں گے۔ ایڑی اونچی رہنے کی وجہ سے پنجہ پر بوجھ پڑا رہتا ہے جس کی وجہ سے انگلیاں مڑ تڑ کے ایک دوسری کے اندر گھس جاتی ہیں۔ پچکنے کی وجہ سے پاؤں کا خط ہموار نہیں رہتا جن کو انگریزی جوتوں کا شوق ہی ہو وہ اونچی ایڑی کے نہ پہنیں۔ پنجہ نہ بہت تنگ ہو اور نہ بہت کھلا ہوا۔ دونوں طرح پنجہ خراب ہوتا ہے۔ اگر جوتے دیکھ بھال کے خریدے جائیں تو پاؤں میں خرابیاں پیدا ہی نہ ہونے پائیں۔ زیادہ کھڑے رہنے سے پاؤں کے تلووں کی محرابیت فنا ہوجاتی ہے اور پاؤں چپٹے ہوجاتے ہیں ایسے پاؤں بہت بدنما معلوم ہوا کرتے ہیں۔ جب پاؤں مستقل طور سے چپٹے ہوجائیں وہ جوتوں میں تلووں کی جگہ تلے میں آرام دہ سہارے رکھ لیں۔ رفتہ رفتہ محراب پیدا ہوجائیگی جب کہ پاؤں چپٹے ہونے لگیں انہیں بے ایڑی کا جوتہ پہننا چھوڑ دینا چاہیئے۔ ناخن گوشت میں گھس جایا کرتے ہیں۔ یہ تکلیف ان کے کاٹنے کی خرابی سے پیدا ہوا کرتی ہے۔ عموماً سیدھا ناخن کاٹ کے سرے چھوڑ دیتے ہیں جس سے وہ گوشت میں گھسنے لگتے ہیں اور پھر وہ ایک مستقل مرض بن جاتے ہیں۔ ناخن ہمیشہ مربع صورت میں کاٹیں اور سرے چاقو کے پھل سے رگڑ کے ہموار کرلئے جائیں۔ اگر انگلیوں میں انٹن (ڈبل) پڑ جائیں تو اُسے گرم پانی میں بھگو کے سیلی سی لک ایسڈ Salicylic acid لگائیں۔ لیکن اس کی سخت احتیاط رکھیں کہ یہ تیزاب آس پاس کے گوشت پر نہ جا پڑے۔ انٹن پر ہی رہے۔ دو چار دفعہ لگانے سے کھرنڈ خود گر جائے گا یا ڈھیلا پڑ جائے گا۔ انٹن چاقو سے کبھی نہ کاٹیں۔ پاؤں پسیج جاتے ہوں تو انہیں نمکین یا جراثیم کش دوا والے پانی سے دھویا کریں۔ جرابیں جلد جلد بدلیں۔ رات کے وقت کبھی کبھی جوتے ہوا میں لٹکا دیا کریں کبھی کبھی پاؤں سوڈے کے تیز پانی میں ڈبو کے دھولئے جایا کریں۔ جوتوں کے اندر بورک پوڈر Boracic Powder خوب چھڑک لیا کریں یا پھٹکری اور کتھا alum & tannin کا سفوف اچھی طرح چھڑک لیا جائے۔ پاؤں سوج جائیں تو پانی میں معمولی نمک مٹھی بھر گھول کے دھوئیں۔ اس کے بعد السی کا تیل یا ویسلین خوب ملیں۔ موٹی اور گرم جرابیں پہنیں اور ہلکی ورزش کرلیا کریں۔ خون کم گردش کرنے کی وجہ سے پاؤں سوج جایا کرتے ہیں اس لئے جس بات سے خون جلد جلد چکر لگانے لگے وہ فائدہ بخش ہوگی۔

سر کا درد۔ درد ہونے سے پہلے سر میں گھمیر یا ایسی ہی کیفیت معلوم ہونے لگے یا آنکھیں زیادہ کام سے یا روشنی کی تیزی سے

تھکن محسوس کرنے لگیں تو بیڈک کو لون headache cologne ایک اونس کام دے جائے گی۔ روئی کا پھایا اس میں تر کر کے لیٹ کے کنپٹیوں اور ہونٹوں پر تھپک تھپک کے لگائیں اور بدن ڈھیلا کرلیں اور دماغ سے ہر قسم کا فکر و خیال نکال دیں۔ اس کے بعد پوروں سے چند منٹ تک کنپٹیوں پر ہلکے ہلکے مالش کریں۔ کی جو اور یہ ہلکی مالش آنکھ کے پٹھوں کو اس قدر سکون دیگی کہ آپ کو فوراً معلوم ہونے لگے گا کہ درد سر کافور ہو گیا ہے۔

کیل اور مہاسے

چہرہ پر مہاسے اور ناک پر کیلیں نکل آتی ہیں اور یہ شکایت نوجوانی میں اکثر پیدا ہو جاتی ہے۔ لڑکیوں کو ایسی حالت سے بڑی شرم آیا کرتی ہے کیونکہ چہرہ کی خوبی میں فرق آجاتا ہے۔ دوائیں بعض اوقات نقصان دے جاتی ہیں۔ جلد پر دھبے پڑ جاتے ہیں۔ نوچنے سے پھوڑے بن جاتے ہیں یا دیر میں مہاسہ اچھا ہوتا ہے پیپ پڑ جاتی ہے اور بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ دواؤں کے جھمیلہ میں پھنسنے کے بجائے جڑ کو کیوں نہ پکڑیں۔ غذا میں ضرور خرابی ہوتی ہے۔ مصالحہ دار اور گرم کھانوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ غذا مناسب کھائی جائے اور ورزش باقاعدہ کی جائے اور قبض کو پاس نہ پھٹکنے دیا جائے۔ یہ تدابیر دواؤں سے کہیں مفید ثابت ہوں گی۔ اور جلد صاف ستھری ہو جائے گی۔ اگر گرم پانی اور جراثیم کش صابن سے جلد دھوئی جاتی رہے تو یہ تدابیر جلد اثر پیدا کرتی ہیں۔ کیلوں اور مہاسوں کے دور کرنے کے لئے ایک اچھی دوا بھی تیار کرائی جاسکتی ہے۔ گلیسرن۔ سپرٹس آف وائن اور سلفر فلاورس Flowers of sulphur تھوڑے سے ایلڈر فلاور واٹر Elder flower water میں جس میں کسی عمدہ خوشبو کے چند قطرے ڈال لئے جائیں بنالی جائے۔ یہ مرکب رات کے وقت مہاسوں وغیرہ پر لگایا جائے۔

خانگی ٹوٹکے

جلے پر کوئی میٹھا تیل چونے کے پانی میں لئی کی طرح بنا کے لگائیں اور لگا رہنے دیں۔ زود اثر ہے۔

برتن کا پیندا جل گیا ہو تو اس میں ٹھنڈا پانی بھر کے مٹھی بھر نمک ڈالدیں اور رات بھر پڑا رہنے دیں۔ صبح کو اُبالنے سے سب سیاہی باہر آجائے گی۔

دھندلے شیشہ کے گلاس میں گرم پانی بھر کے تھوڑے سے چاء کے پتے ڈالیں اور ہلائیں۔ بعد میں ٹھنڈے پانی سے دھار دیں۔

چھری گرم پانی میں ڈبو کے تازہ ڈبل روٹی کاٹنے میں ذرا بھی دقت نہیں معلوم ہوتی۔

کپڑوں میں جھینگر وغیرہ گھس جائیں تو سہاگہ کا سفوف یا سہاگہ اور بورا چھڑک دیں۔

دری کا رنگ اُڑ گیا ہو تو پانی میں سرکہ ڈال کے کسی ملائم کپڑے سے دری پر ملیں۔ چمک آجائے گی۔ دری ایک وقت میں تھوڑی تھوڑی کرکے صاف کی جائے۔

دری پر سیاہی کا دھبہ پڑ جائے تو کپڑا تھوڑے سے دودھ میں بھگو کے اس میں نچوڑ دو۔ دھبہ رگڑیں اور جب تک وہ جاتا نہ رہے رگڑتے جائیں۔ چھاچھ بھی اتنی ہی کارآمد ہے۔

مرجھائی ہوئی ترکاری ایسے ٹھنڈے پانی میں ڈال دیں جس میں ذرا سرکہ ملا لیا جائے تازگی آ جائے گی۔

کپڑے پر چائے، قہوہ یا کوکو کے داغ پڑ جائیں تو رات بھر گلیسرین میں وہ دھبے بھگوئے رکھے جائیں۔ صبح کو دھو ڈالیں۔

انڈوں کے خالی چھلکے کپڑے کی تھیلی میں رکھ کے کپڑوں کے ساتھ اُبالیں کپڑوں کو سفید کر دیں گے۔ بے اُبلے انڈوں کے چھلکے ہیں۔ اگر اُبلے ہوئے ہوں تو بالکل صاف ہوں۔

دامنوں پر بیچ میں سے باہر کی طرف استری کریں تاکہ وہ صاف رہیں۔

اگر کلپ میں تھوڑا سا نمک ملا لیا جائے اور موٹے کپڑے سے برتن ڈھانپ دیا جائے تو استعمال کرنے کے وقت تک اس پر جھلی نہیں آنے پاتی۔

ڈاٹ روغن زیتون میں کچھ دیر ڈبو کے شیشی میں لگائیں۔ اگر چپکے تو ذرا سی گلیسرین مل لیں شیشی میں ہوا بالکل نہ جا سکے گی

پیاز جس برتن میں پکائی جائے اُسے ڈھک دیں تو آدھے وقت میں پک جائے گی۔

فلالین جیسے کپڑے پر استری سیدھے رُخ پر اس طرح کی جائے کہ گیلا ململ کا کپڑا اس پر پھیلا لیا جائے۔

بھڑ کاٹ لے تو کچی پیاز کا عرق یا سوڈا گیلا کر کے لگا دیا جائے۔

آنکھوں میں جلن ہو رہی ہو تو گرم پانی میں پکانے کا سوڈا ملا کے پپوٹے دھو ڈالیں۔

پیتل کا برتن معمولی پالش سے صاف کرنے کے بعد اسباب کی کریم تھوڑی سی اس پر لگائیں اور کسی ملائم صافی سے جلا دیں اس طرح کرتے رہنے سے دیر تک وہ صاف رہیگا۔

محمد ظفر

گلدستہ تارکشی

۱۔ گلدستہ تارکشی واقعی بہترین لاجواب کتاب ہے اور محترمات سیدہ اشرف، سنجیدہ اشرف، نذیر فاطمہ کی مہارت دستکاری کا نایاب تحفہ ہے۔ اس کی تیاری میں جس کاوش و دماغ سوزی سے کام لیا گیا ہے وہ قابل صد ستائش ہے۔ تارکشی سے دلچسپی رکھنے والی بہنوں کی رہنمائی کے لئے یہ گلدستہ نہایت کارآمد اور مفید ہے۔ اس کو بغور دیکھ لینے کے بعد کوئی بہن اس کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ہماری زبان میں بھی اس قسم کی مفید کتابیں اشاعت پذیر ہونے لگیں جن کی فی زمانہ بیحد ضرورت ہے۔ میرے خیال میں گلدستہ تارکشی اپنی نوعیت میں ایک قابل قدر اور لاجواب کتاب ہے۔ میں نے اسے شروع سے آخیر تک بغور دیکھا۔ اور جیسا خیال اس سے بھی بدرجہا بہتر پایا ہے۔ نمونے بہت خوبصورت اور ترکیبیں اور ہدایتیں عام فہم ہیں۔ دیباچہ محترم بھائی رازق الخیری صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ کتاب کی ان لاتعداد خوبیوں کے مقابلہ میں کچھ نہیں"

توصیف جہاں جاورہ

۲۔ گلدستہ تارکشی میرے عقل و فہم میں ہندوستان بھر میں اپنی طرز کی پہلی اُردو تصنیف ہے شک ہے کہ اس ندرت کشیدہ کا سہرا میری پیاری بہنوں کے سر پر جگمگاتا نظر آ رہا ہے۔ نمونہ جات نہایت واضح اور صفا۔ ترکیبیں سلیس و عام فہم۔ مجھے یہ بیش بہا تصنیف بہت ہی پسند آئی۔ ہر طرح سے بہنوں کی جدت فہم اور ندرت طبع قابل آفرین و صد ستائش ہے خدا کرے بہنوں کی سر مغزنی ثمر شیریں لائے۔ اور ایک دن ہماری بہنیں دستکاری کے اسٹیج پر ہنرمند و ماہرین فن نظر آئیں حق یہ ہے کہ یہ کتاب فن تارکشی کا واحد شاہکار ہے۔

ایزی ہمشیرہ خورد غ۔ بس مرحومہ نازک لکھنوی

سیر بین

سلطان ٹیپو کا تخت

میسور کا آخری بادشاہ سلطان حیدرعلی کا بیٹا سلطان ٹیپو تھا جسے انگریزوں نے مغلوب کیا تھا۔ دارالسلطنت فتح ہو جانے کے بعد پورے ایک دن انگریزی فوج اُس سے لڑتی رہی۔ کوئی گھر لٹ سے نہ بچا۔ تقریباً دو کروڑ تیس لاکھ روپیہ کی لوٹ فوج کے ہاتھ آئی۔ اس میں سونے چاندی کے سکے ہر طرح کے قیمتی پتھر جواہرات زیورات نفیس قیمتی کپڑے اور فوجی ہتھیار تھے۔ ٹیپو کا شیر تخت بھی اسی میں شامل تھا۔ اس کے محل سے ایک عالیشان ہودہ، عجیب عجیب مرصع توڑے دار بندوقیں تلواریں ٹھوس سونے چاندی کی رکابیاں قیمتی دریاں چینی کے برتن بیشمار قیمتی جواہرات اور بیش قیمت کتب خانہ ہاتھ آیا۔ شیر تخت عین محاصرہ کے زمانہ میں سلطان نے بنوایا تھا۔ پورے شیر کا جسم لکڑی پر کھود کے اس پر نہایت خالص سونے کے پترے چڑھائے گئے تھے۔ شیر کے جسم پر تخت رکھا تھا جس کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے طلائی شیر کے سر تھے اور ان پر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ تخت کے اوپر ہما پرندہ لٹکایا گیا تھا۔ یہ ٹھوس سونے کا تھا۔ اس کی آنکھیں چونچ جسم بازو اور ٹانگیں ہیروں لعل زمرد نیلم لعل شب چراغ سے جگر جگر کرتی تھیں اور یہ جواہرات اتنے زیادہ تھے کہ پرندہ کا کوئی دھاتی حصہ نظر نہ آتا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ سارا جانور ایک ہی پتھر سے گھڑا گیا ہے لیکن رنگ مختلف دیدیے گئے ہیں۔ چونکہ تخت سالم نہ لے جا سکتے تھے اس لئے اُس کے ٹکڑے کرکے اُسے لندن لے گئے اور شاہ جارج سوم کی ملکہ کو تحفہ میں دیدیا گیا جب سے برابر یہ انگریزی محل میں محفوظ رہا۔ اب مہاراجہ صاحب میسور کے لندن جانے کے بعد اعلان کیا گیا ہے کہ یہ تخت میسور کو واپس کر دیا جائے گا اور راجہ صاحب اسے اپنے محل میں رکھیں گے۔

ٹیپو کو شیروں کا بڑا شوق تھا۔ اُس نے اپنے محل کے دروازوں پر بڑے شاندار شیر زنجیروں سے باندھ رکھے تھے۔ وہ اپنے آپ کو شیر سے تشبیہ دیا کرتا تھا اور اس کا مقولہ تھا کہ بھیڑ کی دو سو برس کی زندگی کے مقابلہ میں اُسے شیر کی سی دو دن کی زندگی پسند ہے چنانچہ اُس نے ایسا کرکے ہی دکھا دیا۔ اُس کے جھنڈے پر شیر کا ہی نشان تھا۔ اُس کی اور اس کی فوج کی وردی پر شیر کی کھال کی سی دھاریاں رکھی گئی تھیں۔ توپ خانہ اور محل کے مختلف سامانوں پر شیر کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔

مصریوں کے توہمات

مگرمچھ کے جسم میں بھس بھر کے دروازوں پر لٹکا دیتے ہیں۔ اس سے کچھ فائدہ مقصود نہیں بلکہ محض خوف کی وجہ سے ایسا کیا جاتا ہے۔ پہلے زمانہ میں مصریوں میں اس جانور کی پوجا کی جاتی تھی۔ اب پوجا تو نہیں کرتی لیکن اس خوف کا اثر یہ ہے کہ اسے اس طرح لٹکا لیتے ہیں۔

ہاتھی دانت کا بنا ہوا چھوٹا سا ہاتھ تاگہ یا زنجیر میں پرو کے بچے کے گلے میں لٹکا دیتے ہیں تاکہ بچے کو نظر نہ لگے۔ اسی غرض کے لئے گھر و نئے دروازوں پر پوری انگلیوں کی ہاتھ کی چھاپ دونوں طرف لگائی جاتی ہے۔ یہ رواج بنی اسرائیل کے زمانہ سے

چلا آتا ہے۔ بنی اسرائیل کی گاؤ پرستی وغیرہ تعلقات مذہبی کی وجہ سے جیسے ہندوؤں میں آگئی اسی طرح یہ رسم بھی ہندوستان میں ہندوؤں کے گھروں پر دیکھی جاتی ہے اُن کے گھروں کے دروازوں کے دونوں طرف پورے ہاتھ کی چھاپ اسی نظر بد کے لئے لگائی جاتی ہے۔ انجیل میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل بھیڑ کو ذبح کرکے خون سے دروازوں کے پہلو رنگ لیا کرتے تھے تاکہ موت کا فرشتہ ان کو دیکھ کر یہاں آتا ہوا ٹک جائے۔ یہ رسم اب تک جاری ہے۔ جب بنیاد زمین کے برابر پہنچتی ہے تو بھیڑ ذبح کرکے اس کا گوشت مزدوروں اور معماروں میں بانٹا جاتا ہے۔ یہ رسم اس قدر پختہ ہوگئی ہے کہ انگریز ٹھیکدار بھی مکانات بنواتے وقت اس رسم کو ذرا نہیں بھولتے۔ ضرور کرتے ہیں۔

بچوں کی آنکھوں میں بیاری ہو۔ ایسی حالت میں اُن پر سات دن تک پانی ڈالنا اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ وہ خود اچھی ہو جاتی ہیں۔ جنوں عفریتوں پر بھی ان لوگوں کا اعتقاد ہے۔

بڑی عمر کی عورت

مکسیکو میں ایک عورت ۱۱۰ برس کی زندہ ہے۔ اُس کے دو شوہر مر چکے ہیں۔ وہ اپنے لڑکے کے ساتھ رہتی ہے جس کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ ہے وہ اُسے میرا ننھا بچہ کہہ کے پکارتی ہے۔ وہ مضبوط اور چست و چالاک ہے۔ بال سفید ضرور ہوگئے ہیں لیکن کثرت سے ہیں۔ سوئی پرو لیتی ہے سیتی اور کھانا پکا لیتی ہے۔ وہ گھر کے کپڑے دھونے اور لکڑی کاٹنے کا روزمرہ کا دھندا کرتی ہے۔ سیدھی چلتی ہے۔ دل و دماغ اور بینائی صحیح ہے۔ اُسے بڑا افسوس ہے کہ اس زمانے کے لوگ جلد مر جاتے ہیں۔ اُس کا مقدمہ یہ ہے کہ زیادہ جتنا ہو تو کام زیادہ کرو۔

کانگریس کا مقام

اس سال کانگریس دسمبر کے آخر ہفتہ میں مقام فیض پور میں ہوئی جو احاطہ بمبئی میں ضلع مشرقی خاندیس کے یاول تعلقہ میں واقع ہے۔ آبادی دس ہزار ہے۔ کوئی ریل کا اسٹیشن نہیں۔ جی آئی پی ریلوے کے سٹیشن سوادہ پر جو بھوساول اور برہانپور کے بیچ میں واقع ہے اترنا پڑتا ہے وہاں سے یہ چار میل پرے ہے۔ اس علاقہ میں پہاڑیاں بہت ہیں جن میں بہت سی وادیاں ہیں اور ان میں دو دریا نربدا اور تاپتی بہتے ہیں۔ بارش کبھی زیادہ کبھی بہت ہوتی ہے موسم خشک اور گرمیوں میں گرم اور سردیوں میں سرد ہوتا ہے۔

اس قصبہ کا ذکر مسلمانوں کے زمانہ میں کہیں کہیں آیا ہے۔ جب جلال الدین خلجی کے بھتیجے علاء الدین خلجی نے دکن پر حملہ کیا تو وہ برار اور خاندیس میں سے ہوتا ہوا اچانک دیوگری کے راجہ پر جا پڑا تھا۔ اُس نے اُس کا پایہ تخت لوٹا اور اُسے مقام ایلچپور دینے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کی اور اس کے بعد کے بادشاہوں کی فوجیں فیض پور کے آس پاس ٹھیرتی رہیں۔ کیونکہ یہ تجارتی مقام تھا اور سامان رسد یہیں سے دستیاب ہو سکتا تھا۔ یہ رقبہ افغانوں کے قبضہ میں کچھ عرصہ رہا۔ انہوں نے تھانیسر کو اپنا پایہ تخت بنایا تھا۔ ۱۳۷۰ء میں ملک راجہ کے زمانہ میں خاندیس کی حکومت خود مختار ہوگئی۔ اس کا پایہ تخت برہانپور تھا۔

خاندیس کے حاکم نے اسیر گڑھ پر قبضہ کرکے فیض پور کو چھاؤنی بنا لیا۔ پھر اسیر گڑھ ۱۶۰۰ء میں مغلوں کی حکومت میں آگیا مغلوں کے بعد مشرقی خاندیس سندھیا کے قبضہ میں آگیا۔ عہد نامہ گوالیار کی رو سے پھر یہ علاقہ انگریزوں کو مل گیا۔

نہ سونے والا

آرتھر ڈاربی (انگلستان) بیس سال سے فضا نہیں سویا۔ اُسے تھکن نہیں معلوم ہوتی۔ اُس کا ارادہ آئندہ بھی سونے کا نہیں ہے۔ اُس کا منہ سُرخ ہے اور بدن چست ہے۔ ساری عمر گلیوں کے لیمپ جلانے پر نوکر رہا۔ وہ ابھی پنشن پر علیحدہ ہوا ہے۔ وہ کام کرنے کے بعد بھی کبھی بستر پر نہیں لیٹا مگر بستر اُس کے لئے بچھا رہتا ہے۔ وہ کام کر چکنے کے بعد کُرسی پر بیٹھ جاتا تھا حتے کہ صبح ہو جاتی تھی۔

غمگین دولتمند عورت

کاؤنٹس ہاگوٹرہ ریونلو ہٹن ایک کروڑ پونڈ کی مالک ہے۔ وہ مدرسہ میں ہی تھی کہ ایک ہم جماعت نے اُس سے کہا کہ ہر ایک محض اُس کے کروڑوں روپوں کی وجہ سے نفرت کرتا ہے اور سب جانتے ہیں کہ کوئی شادی بھی کرے گا تو محض اُس کی دولت کی بدولت۔ یہ فقرہ اُس کے دل میں ایسا چبھا کہ آج تک اُس کی کھٹک موجود ہے۔ وہ دنیا کی بہت دولت مند عورت ہے۔ لیکن بہت غمگین ہے۔ اُس نے بڑوں بڑوں سے شادیاں بھی کیں لیکن طلاقیں لے لیں۔ وہ ہندوستان بھی آئی تھی۔ وہ کہتی ہے کہ دولت مند بن کے آدمی خوش و خرم نہیں رہ سکتا۔ بلاشبہ دولت بڑی چیز ہے لیکن یہ خوشی کو خرید نہیں سکتی۔ روپیہ سے قسمتوں کی مدد کرنا بڑا مسرت بخش ہے لیکن جس جس کی جو جو مدد کی جائے تم ہر ایک سے کہہ نہیں سکتے۔ دولت سے جہاں کسی کو خوشی ملتی ہے وہاں یہ تمام غموں کی جڑ بھی ہے۔

پردہ کا جنون

یگوسلاویہ میں پردہ کے سلسلہ میں دو قتل ہوئے ہیں۔ جتی کہ ایک خوبصورت مسلمان لڑکی اپنی نند کے ساتھ درختوں کے نیچے پھول جمع کر رہی تھی۔ اچانک اُس کا بھائی ایسن وہاں آیا۔ اور اُس نے دونوں کو کہا کہ اپنے چہروں پہ نقاب ڈال لیں تاکہ آنے جانے والوں کی نظریں ان کے چہروں پر نہ پڑیں۔ لڑکیوں نے ہنس کے انکار کر دیا۔ وہ سخت ناراض ہوا اور اُس کے غصہ کا پارہ اور بھی اوپر چڑھ گیا جب ایک جوان آدمی نے گزرتے ہوئے کہا کہ ایسے خوبصورت چہرے کو چھپانے کی ضرورت نہیں۔ لڑکیو! تم نقاب ہرگز نہ ڈالنا تو وہ غصہ میں بھرا ہوا فتی کے شوہر کے پاس گیا لیکن اُس نے کہا کہ اُن لڑکیوں کو اُن کی مرضی پر چھوڑ دو۔ بس بھڑ کیا تھا۔ وہ بندوق لے کے پہاڑوں میں تین دن غائب رہا۔ جب وہ واپس آیا تو دونوں لڑکیاں بے نقاب چہروں کے ساتھ اُس سے ملنے آگے بڑھیں مگر اُس نے فوراً بندوق کا گھوڑا دبا کے زلفی کو جو نند تھی مار ڈالا۔ چیخ مار کے اس کی بہن فتے درخت کے پیچھے ہوگئی۔ فتے کا شوہر چیخیں سن کے باہر آیا۔ لیکن اُس نے اس کو بھی ڈھیر کر دیا۔ پولس نے اُسے فوراً آپکڑا اور اس نے کہا کہ انہوں نے مذہب کا حکم نہ مانا۔ میں نے انہیں قتل کر دیا۔ مجھے بڑا افسوس ہے کہ میری بہن بچ نکلی۔

عورتوں میں جنون زیادہ

انگلستان کی ۱۹۳۳ء کی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ یکم دسمبر ۱۹۳۲ء کو پاگل خانوں میں ۱۴۷،۲۳۶ آدمی تھے۔ ۱۸۷۰ء میں اس سے آدھے آدمی تھے۔ مگر اس وقت کے قانون کے مطابق بہت ہی زیادہ پاگلوں کو لیا جاتا تھا۔ اب پاگل پن کی تعریف میں معمولی کیفیت بھی آگئی ہے۔

یہ امر قابل غور ہے کہ ہر تین آدمیوں کے مقابلہ میں چار عورتیں پاگل ہوتی ہیں۔ پاگل پن اکثر ۲۵ اور ۴۵ سال کی عمروں کے

درمیان واقع ہوتا ہے۔ تیس فی صدی شفا یافتہ پھر پاگل ہوجاتے ہیں۔ گیارہ فیصدی تو سال بھر کے اندر ہی دوبارہ دیوانے ہوجاتے ہیں

عین شادی پر مردہ شوہر کی آمد

یوگوسلاویہ میں ایک عجیب مزیدار واقعہ ہوا۔ وہاں کے ایک باشندہ کی ایک خوبصورت لڑکی سے شادی ہوئی۔ فوراً ہی جنگ عظیم چھڑ گئی جس کی وجہ سے اُسے جنگی خدمات ادا کرنے کے لئے میدان جنگ کو جانا پڑا۔ روسیوں نے اُسے اسیر کرکے سائبیریا بھیج دیا جنگ ختم ہونے کے بعد جب وہ رہا ہوا تو اُس نے پیدل سفر کرنا اور گھر پہنچتے پہنچتے کھکلانے چلنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس کی آرزو جب پوری ہوگئی تو وہ بائیس برس کے بعد گھر پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اس کا گھر بقعۂ نور بنا ہوا ہے اور بہت سے آدمی بیٹھے اکل و شرب میں مصروف ہیں اور شادی کے گیت گا رہے ہیں وہ بے پہچانے گھر میں پہنچ گیا۔ رواج کے مطابق اُسے بھی دعوت میں شریک کرلیا گیا۔ کھاتے وقت اُسے معلوم ہوا کہ دو ہی دن پہلے اُس کی بیوی کو سرکاری طور سے اطلاع دی گئی کہ اُس کا گمشدہ شوہر مرچکا ہے چنانچہ یہ سب لوگ اس کی شادی کی خوشی منا رہے ہیں۔ کچھ دیر یہ شخص بت بنا بیٹھا یہ تماشا دیکھا کیا۔ پردہ اُٹھا کے بیوی کے پاس گیا اور نرمی سے پوچھنے لگا۔ کیا میں تمھیں یاد نہیں رہا؟ ایک لحظہ بیوی سکتہ میں اُسے دیکھا کی۔ پھر اُس نے خوشی کی ایک چیخ کے ساتھ اپنی باہیں اُس کے گلے میں ڈال دیں۔ لوگوں میں سے سب سے پہلے بچھڑے ہوؤں کے اس ملاپ پر مبارکباد دینے والا جدید شوہر تھا جس نے فوراً اپنی نئی دلہن سے دستبرداری دیدی۔

پھلجھڑیاں

٭ نیویارک میں سب گورے ہی بستے ہیں۔ اس کے عین بیچ میں ایک محلہ ہارلم ہے جس میں کالے ہی کالے رہتے ہیں۔

٭ جین کول آسٹریلیا کی ایک لڑکی نے ابھی مدرسہ چھوڑا ہے۔ مدرسہ اُس کے گھر سے سات میل دور تھا۔ وہ روزانہ ایک گھوڑی پر مدرسہ جاتی اور واپس آتی تھی۔ اس اثنا میں اُس نے اسی گھوڑی پر ۰۰۰ء۷۰ میل طے کیا جو بجائے ایک کارنامہ ہے۔

٭ مصر میں ایک شخص کی عمر ۱۲۵ سال ہے۔ اُس نے گیارہ عورتوں سے نکاح کیا۔ اکیس بیٹے ہوئے۔ اس کی صحت ہمیشہ اچھی رہی۔ شاہِ مصر نے اُس سے تیس منٹ ملاقات کرکے آخر میں ایک بٹوہ انعام میں دیا۔

٭ ہر فریڈوک سدوسکی ۱۱۱ سال کی عمر میں اب مرا ہے وہ جرمنی کا سب سے بڑی عمر کا آدمی تھا۔ وہ اپنی اتنی لمبی عمر کا راز کنوارپن بتایا کرتا تھا۔

٭ بڈاپسٹ ہنگری میں ایک دنداں ساز نے ایک شخص کا دانت نکالتے وقت کہا کہ اس سے کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ دانت بہت مضبوط تھا اُس نے بڑے بڑے زور لگائے۔ آخر اُس نے ایک خاص جھٹکا دیا جس سے اس شخص کا سر اس زور سے اس کے سینہ میں لگا کہ اس کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں مگر آپ کی ہٹ ملاحظہ ہو کہ سخت تکلیف ہو رہی تھی لیکن وہ برابر زور لگاتا رہا حتی کہ اس شخص کا دانت باہر نکل آیا۔

٭ ایک ماہر نفسیات کہتا ہے کہ جن بچوں کو کھانا ہضم نہیں ہوتا اُنہیں کھانے پینے کی اور بڑے ہوکے روپیہ پیسہ کی ہوس بڑھ جاتی ہے بہت سے اُمراء کو دیکھا گیا کہ وہ ہمیشہ سے ہاضمہ کی خرابی میں مبتلا رہتے ہیں۔

٭ بحر قطب شمالی میں ۹ نئے جزیرے دریافت ہوئے ہیں +

محمد ظفر

ناول افسانے مضامین

جن مضامین کے متعلق عصمت نے لکھنے کی فرمائش کی ہے وہ عصمت میں شائع نہیں ہو سکیں گے۔ جو مضمون اپنا نمبر لے چکے ہیں وہ ستمبر یا دسمبر تک۔ بیگم صاحبہ جنوری کا پرچہ نکالیں وہ جنوری کے بعد شائع کر دئے جائیں گے۔ (۱) انجمن اختری (۲) افسانہ امریکن (۳) افسانہ مفرور بھکارن (۴) افسانہ تبدیل حال (۵) افسانہ شہر خموش (۶) افسانہ ہماری حد میں تعلیم نسواں۔ عجیب عاشق (۷) افسانہ آنسو (۸) نظم [illegible] نظم [illegible] نا قابل انتقال کا الزام کیوں ہے۔ [illegible] انبساط وقت۔ موجودہ ادبی فضا کے عشق رسول۔ احتجاج مسئلہ ازدواج جب سے تم گئے۔ دو قمر کی داستان غم۔ افسانہ [illegible]۔ افسانہ دامنی کشتی۔ سال کی یاد۔ نظم شاید تم کہاؤ۔ ہماری نا قابل اصلاح حالت۔ سیاست کی عورتوں کو ضرورت۔ چشم دید واقعہ۔ عورت کا کام۔ طلیطلہ۔ نا شادی کی شادی۔ انجام محبت۔ یا خواہر نظم۔ بے وقت موت۔ التجا ہندوستانی [illegible]۔ آئینہ عبرت۔ مجبور افسانہ بلبل کا نغمہ۔ چاندنی رات۔ جوش جوانی۔ بھلائی کا بدلہ برائی۔ میں تم سے محبت نہیں کرتا۔ ہندوستان کی گذشتہ ملکائیں۔ بیگمات۔ جذبات صالحہ۔ تعلیم نسواں۔ [illegible] تعلیم نسواں جھگڑے ہیں۔ سچ جستجو نے حقیقت۔ بجلی کی شکل ہیں۔ دعا۔ [illegible] عورتوں کی بابت زندگی کا اثر۔ استقلال۔ ایک بیوی کی عادت۔ سکون قلب۔ سرگذشت اقبال۔ [illegible] کی التجا نظم۔ بے جوڑ [illegible]۔ کسان اور سیاست نظم۔ [illegible] کو [illegible] کے بعد نظم [illegible] نظم [illegible] کی [illegible]۔ داستان قسمت [illegible] افسانہ عمل۔ غزل۔ [illegible] جوگی۔ مرے [illegible] نظم شکست [illegible] ذہنی تنگی [illegible] شگفتہ [illegible]

بزم عصمت

بزم عصمت میں صرف وہی خطوط شائع کئے جاتے ہیں (۱) جن میں کوئی خبر خوشی یا بیماری درج ہو (۲) عبارت مختصر ہو (۳) وہ ہی استفسارات جن کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں دہرائے نہیں۔ رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو (۵) خط کاغذ پر روشن سیاہی سے بنا بنا کر لکھا گیا ہو۔

ایڈیٹر

انتہائی مسرت و انبساط کے ساتھ یہ خبر عصمتی بہنوں کو دیتی ہوں کہ میری لخت جگر آمنہ بیگم سلمہا کی شادی نواب سید محمد عسکری صاحب رضوی حسین آباد کے پسر دوم صاحبزادہ سید نصیر الدین حیدر رضوی کے ساتھ ۲۵ / ماہ اکتوبر ۳۶ء کو انجام پائی۔ نواب صاحب موصوف کے خلف اکبر صاحبزادہ سید محمد طاہر صاحب رضوی ایم اے پریسیڈنسی کالج کلکتہ میں بعہدہ پروفیسری ممتاز ہیں۔ نوشہ سلمہ ماشاء اللہ ایم اے فائنل میں رہ کر آئی سی ایس اور بی سی ایس کی تیاری کلکتہ میں کر رہے ہیں۔ نور چشمی سلمہا مرشد آباد میں امتحان انٹرنس کی تیاری میں مصروف ہے۔ خدا اس کمسن جوڑے کو انکی ان تھک محنت اور کوشش میں کامیابی عطا کرے۔ آمین

مہر النساء بیگم

الحمد للہ کافی عرصہ کی بیماری کے بعد میں بنہایت مسرت سے ملاء عصمت میں اطلاع دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے کلی طور پر صحت عطا کی ہے۔ لہذا عنقریب میں ایسٹ افریقہ جانے والی ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس سفر کی واپسی پر حج ادا کر کے بمبئی جدہ کے راستے ہندوستان واپس آنے کا ارادہ ہے۔ عصمتی بہنوں سے درخواست ہے کہ برائے نوازش دست بستہ بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ خداوند کریم ہمیں نیک ارادوں میں کامیابی بخشیں نیز اپنی رحمت سے

دین و دنیا نعمتیں نازل فرمادیں۔ آمین ثم آمین۔ اس خوشی میں ڈھائی شلنگ اپنی طرف سے اور ڈھائی شلنگ کی نقیبہ تم اپنی خوشدامن صاحبہ کی طرف سے ارسال ہیں۔

مسز گلزار احمد پور بینہ

عصمتی بہن لکھیم پور کھیری کی خدمت میں واضح ہو کہ آپ جاڑوں میں چہرہ پر گلیسرین لگایا کریں۔ چہرہ ہاتھ پیر ہر عضو کو پھٹنے سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ اکسیر دوا ہے۔

رات کو سوتے وقت لگا لینے سے زیادہ دیر تک اثر قائم رہتا ہے۔ گلیسرین بے ضرر چیز ہے۔ زبان پر بھی لگاتے ہیں۔ یہ انگریزی دوا فروشوں سے بآسانی مل سکتی ہے۔ صابن پیرس سوپ کا استعمال بہتر ہے۔

آر۔ بی۔

[illegible] سال عصمت میں کسی بہن نے منہ پھٹنے [illegible] دریافت فرمائی ہے۔ رات کو سوتے وقت خالص [illegible] ہونٹوں پر دودھ کی بالائی [illegible] منہ دھو ڈالیں انشاء اللہ شکایت دور ہو جائے گی [illegible] لوبطور کریم ملیں [illegible] سال موسم [illegible] گرمیوں میں گلیسرین [illegible] صابن کا پتہ [illegible] دہلی [illegible]

[illegible]

جواب محترمہ بہن لکھیم پور کھیری [illegible] شب کو سونے سے پہلے چہرہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] استعمال [illegible]

تمیسہ [illegible]

برائے مہربانی عمدہ بیف بنانے کی مکمل ترکیب سے کوئی بہن آگاہ کریں۔ گوشت کیسا ہونا چاہئے؟ کس طریقہ سے پکانا چاہئے؟ مگر بیف سوپ کی ترکیب نہیں چاہئے۔

خریدار نمبر ۱۱۳۵

اکتوبر کے عصمت میں جناب کشور آرا بیگم صاحبہ کا ایک خط میری نظر سے گزرا جس میں یہ ہمسائی صاحبہ سیدہ عابدہ بیگم کا پتہ دریافت کیا تھا۔ ان کا پتہ یہ ہے۔

مکان سید محمد ہاشم صاحب محلہ قاضی معین الدین چک نواب کوٹھی باڑھ۔ پٹنہ

مسز خواجہ محمد علی مرادپور

لکھیم پور کھیری کی ایک عصمتی بہن نے منہ پھٹنے کے لئے دوا دریافت کی ہے۔ بہن موصوفہ کو معلوم ہو کہ میرا منہ بھی جاڑوں میں بہت پھٹ جایا کرتا تھا مجھے اس دوا سے بہت فائدہ ہوا۔ ممکن ہے کہ بہن صاحبہ کو بھی فائدہ ہو۔ آپ اپنے منہ میں موم روغن لگائیں۔ ایک چھٹانک موم (جو کہ شہد کی چھال میں ہوتی ہے) کو دو چھٹانک چنبیلی کے تیل میں ڈال کر جوش دیں جب یہ بالکل پگھل جائے تو اس کو گرم گرم ہی پتلے کپڑے میں چھان لیں۔ بعد اس کے اس تیل میں ٹھنڈا پانی ڈال دیں۔ یہ بالکل جم جائیگا پھر اس کو کئی بار ٹھنڈے پانی سے دھوئیں جب نرم اور صاف ہو جائے مثلاً کریم تو پھر اس کو ایک کپڑے میں چھان کر گلاب یا کیوڑہ کے پانی میں ڈال کر کسی ڈبیہ یا شیشی میں رکھ دیں اور روز منہ وغیرہ جہاں جہاں پھٹ گیا ہو لگائیں اور اگر ایسے فائدہ نہ ہو تو کیوٹی کیورا سوپ سے منہ دھو کر کیوٹی کیورا کریم لگائیں۔ انشاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا۔ عصمتی بہن کے [illegible] فائدہ مند ہے۔

مس این۔ آر بیگم۔ ڈھاکہ۔

محترمہ صفیہ خانم صاحبہ کی خدمت میں عرض ہے کہ دسمبر [illegible] کے عصمت میں آپ کا پلیٹ پوش جو شائع ہوا ہے اس میں [illegible] بی۔ ڈی نمبر ۱۲ لکھا ہے از راہ کرم تشریح فرمائیے کہ یہ ریشم کیسا ہوتا ہے۔ آیا جیسا کہ ڈی۔ ایم۔ سی ہوتا ہے

اس طرح کے کھوے ہوتے ہیں یا پھنسیاں۔

ا۔ ب جعفری۔ آگرہ

محترمہ بہن بیگم صاحبہ عبدالقادر صاحب۔ ایک حقیقی بہن سمجھکر تکلیف دیتی ہوں کہ عصمت دسمبر میں شائع کی ہوئی دمہ کی دوا کیا آپ ارسال کرنا گوارہ کریں گی۔ کیونکہ میری ایک بہن بہت عرصہ سے یہ شکایت ہے کہ بہت سخت دمہ ہے۔ خاطر خواہ علاج کرانے کے باوجود بھی خاص فائدہ نہیں۔ میں تازیست مشکور و ممنون رہوں گی۔ پتہ

[illegible] الکشمیر [illegible] بمبئی نمبر ۴

بہنے اس مناجات کی بابت [illegible] کا مصرعہ طرح نہیں ہے دوسرا [illegible] بہت بڑا مناجات ہوتی ہیں یا جاتی ہیں کہ یہ مناجات معلوم ہو بذریعہ عصمت مجھے مطلع فرما کر شکر گزار فرمائیں۔

نواب ذکیہ سلطانہ۔ مرادآباد

میری ایک [illegible] کے اوپر کے ہونٹ پر بال نکل آئے ہیں جو بہت ہی نامعلوم ہوتے ہیں۔ براہ مہربانی کوئی بہن یا بھائی اپنی آزمودہ ترکیب بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں۔ تو ممنون احسان رہوں گی۔

[illegible] نمبر ۳۳ ۶۰

میرے سر کے بال دو سال سے [illegible] بہت زیادہ [illegible] اور میرے [illegible] بھی ہوتی ہیں اور بالوں کی جڑیں بالکل کمزور ہوتی ہیں۔ جو جب [illegible] بال نہیں نکلتے ہیں وہ [illegible] جاتے ہیں۔ بال وقت سے پہلے سفید ہو رہے ہیں۔ براہ مہربانی کوئی بہن یا بھائی اس مرض کا مجرب نسخہ تحریر فرمائیں۔

محترمہ بیگم مظفر علی۔ پٹنہ

میرا لڑکا جس کی عمر [illegible] سال کی ہے پچھلے سال تقریباً [illegible] ٹائیفائڈ [illegible] بیمار رہ کر صحتیاب ہو گیا اس کے بعد وہ بیٹھنے پھرنے لگا۔ مگر چلتا پھرتا [illegible] دفعتاً [illegible]

اس کی دائیں ٹانگ بیکار ہے۔ اور چل پھر نہیں سکتا۔ ہزاروں ڈاکٹروں حکیموں سے علاج کرایا گیا مگر بے سود کوئی عصمتی بہن یا بھائی کوئی مجرب دوا جانتے ہوں تو مطلع فرمائیں۔

بیگم صفت اللہ اوسیرا مین آباد

عصمتی بہن بیگم پور کھیری۔ آپ کے لئے مرہم کرامات نہایت مفید ہے۔ میرا تجربہ کیا ہوا ہے۔ دو تین روز تک ہی شکایت رفع کر دے گا پہلے تھوڑا سا مرہم لے کر مالش کر دیجئے۔ پھر تھوڑا سا اور اوپر لگا دیجئے تاکہ جگہ چکنی رہے، صبح اور رات کو سوتے وقت استعمال کیجئے۔ فی ڈبیہ دو روپے منیجر یونیورسل اسٹور صدر بازار جاورہ کے پتہ سے منگا لیجئے۔ ساتھ ہی اگر عرق ماء الجبین دس تولہ۔ شربت عناب دو تولہ ملا کر روزانہ پندرہ روز پی لیں تو خون کی بھی صفائی ہو جائے گی۔ عرق و شربت ہندوستانی دواخانہ دہلی سے منگا سکتی ہیں۔

بہن مہتاب بیگم:۔ زچگی کا مرض ہے اور حال اس قدر مختصر بیان کیا ہے کہ مناسب نسخہ تجویز کرنا محال ہے۔ زچگی کو کتنا عرصہ گذرا۔ اس کے کتنے روز بعد مرض شروع ہوا۔ منہ میں دانت زبان۔ تالو۔ حلق۔ جبڑے۔ رخسار کی اندرونی جانب وغیرہ سب داخل ہیں ان میں سے خصوصیت کے ساتھ کہیں درد ہے یا ان سب اجزا میں ہے۔ آبلوں کا رنگ کیا ہے۔ کیا روزانہ نئے آبلے ہوتے ہیں۔ یا سابق حالت میں کھانا کھانے کے بعد ترقی ہو جاتی ہے۔ لبوں کے داغ کچھ ابھرے ہوئے ہیں یا جلد میں پیوست ہیں۔ داغوں میں خارش تو نہیں ہوتی کم از کم اتنی باتیں تو ضرور معلوم ہوں تاکہ مریض و مرض کے حسب حال نسخہ تجویز کیا جائے۔ ڈاکٹری یا حکیمی علاج جو ہو چکا ہے اگر وہ بھی مختصر طور پر بیان کر دیا جائے تو بہت بہتر ہوگا۔ رسالہ ماہنامہ ہے اس لئے اگر مندرجہ بالا تفصیل کے ساتھ شفا منزل جاورہ سنٹرل انڈیا کے پتہ پر لکھیں تو مشورہ جلد دیا جا سکے گا۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں دستند طبیہ کالج دہلی جاورہ

پیر سوپ صابن جو ولایت کا بنا ہوا ہے میں اور میرا

تمام خاندان اس کو ہمیشہ استعمال کرتا رہا۔ مگر بعض لوگ اس کو مشکوک خیال کرتے ہیں اور اکثر نمازی پرہیز کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس میں خنزیر کی چربی ڈالی جاتی ہے۔ ویسے تو سب ولایتی صابن مشکوک ہیں مگر یہ خاص کر ناپاک بتایا جاتا ہے ہمارے گھر میں اب یہ صابن کافی تعداد میں پڑا ہوا ہے جو کسی کام نہیں آسکتا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ اور دوسری بہنیں بھی اپنے خیالات ظاہر فرمائیں کہ آیا کہاں تک یہ درست۔

بنت خانصاحب میاں نور الدین ڈپٹی کلکٹر نہر پنشنر۔

میرے بال کافی مضبوط اور گھنے تھے۔ میں سن لائٹ صابن سے سر دھوتی ہوں اور ناریل کا تیل لگاتی ہوں رمضان شریف کے آخری ہفتہ سے معلوم نہیں کیا ہوگیا کہ قریب قریب تمام بال اتر گئے اور اب بھی لگاتار جھڑ رہے ہیں۔ عصمتی بہنوں سے دست بستہ التماس ہے کہ کوئی مجرب نسخہ تحریر فرماکر مشکور فرمائیں خریدار نمبر ۲۹۰۹



دوربین

جنگ کے بادل

جرمنی نے جاپان سے معاہدہ کرلیا ہے جس سے دونوں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ کہا جاتا ہے کہ دونوں نے انگریزوں کو بھی شریک کرنا چاہا تھا مگر انھوں نے اس میں شرکت نہ کی۔ جاپان چین پر قبضہ کرلینا چاہتا ہے اور اس میں وہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک روس کو دبایا نہ جائے کیونکہ روس اس کا یہ ارادہ پورا نہ ہونے دیگا۔ علاوہ ازیں چیانگ کائی شک جلد جلد چین کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو یکجا کر رہا ہے اور اگر اسے کچھ مہلت مل گئی تو چین پھر تر نوالہ نہ رہے گا۔ ادھر یورپ میں جرمنی اپنے مشرق میں روسی علاقہ میں بڑھنا چاہتا ہے اس طرح اسے تمام پیداوار اور اس کی زائد آبادی کے بسانے کے لئے وسیع علاقہ میسر آجائے گا۔ جرمنی اپنی نوآبادیات برابر مانگ رہا ہے جو برطانیہ واپس دینا نہیں چاہتا۔ شاید اسی وجہ سے وہ جرمنی و جاپان کے اس نئے معاہدہ میں شریک نہ ہوسکا۔ جاپان کی بڑھتی قوت سے امریکہ بھی خائف ہے۔ کیونکہ جاپان کبھی نہ کبھی جزائر فلپائن پر قابض ہوجائے گا جو اس وقت امریکہ کے قبضہ میں ہے۔ روس کا وزیر اعلان کر رہا ہے کہ اس کے ملک کی طاقت اب اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ وہ جاپان جرمنی اور دیگر ممالک کے اتحاد سے نہیں ڈرتا۔ وہ اکیلا ان سب سے لڑکے بآسانی عہدہ برا ہوسکے گا۔

مسلمان سلطنتوں کا اتحاد

اب تک یورپ کی سلطنتوں نے جو مہربانیاں اسلامی ممالک پر کیں اُن سے بلا شبہ اسلامی قوت پاش پاش ضرور ہوگی۔ مگر اب جو دو چار ریاستیں رہ گئی ہیں یا جو برائے نام سلطنتیں کہی جاسکتی ہیں باہم متحد ہو رہی ہیں۔ شاہ ایران نے کچھ عرصہ ہوا ترکی کا دورہ کیا تھا۔ اب کمال اتاترک صدر ترکیہ ایران جانے والے ہیں۔ افغانی وزیر متعینہ اسلامبول نے تقریر میں بتایا کہ جنوری میں ایران ترکی افغانستان اور عراق میں اتحاد ہوجائے گا۔ ادھر ابن سعود اور یمنی بھی اس اتحاد میں شامل ہونے کے تیار ہیں۔ کیا عجب شام و مصر بھی اپنی مذبوحی حالت میں ان سے جا ملیں۔ پان اسلام ازم جو پہلے خواب ہی تھا اب ایک حقیقت بنتا نظر آرہا ہے۔ اس اتحاد سے ہندوستان میں ڈاکٹر مونجے بڑے پریشان ہیں کہ اس سے ہندوستان پر ۲۰ لاکھ اسلامی فوج کے حملے کا خدشہ بڑھ گیا ہے۔ اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ ہندو فوجی زندگی اختیار کرکے اس کے مقابلہ کے لئے تیار رہیں۔

جنگ ہسپانیہ

مجریط (میڈرڈ) ابھی فتح نہیں ہوا گو انقلابی فوجیں زور شور سے اس پر ضربیں لگا رہی ہیں۔ جنرل فرینکو انقلابی حکومت کا صدر تسلیم کرلیا گیا ہے۔ جرمنی اور اطالیہ نے اس حکومت کو تسلیم کرلیا ہے اس پر دوسری سلطنتیں چیں بجبیں ہو رہی ہیں۔ اس جنگ میں ایک نئی اندیشہ ناک صورت جس کا پہلے سے خوف تھا یہ پیدا ہوگئی ہے کہ اطالیہ کے رضاکار انقلابیوں کی طرف اور روسی رضاکار اصلی حکومت کی جانب سے لڑنے گئے ہیں۔ انگریز اس صورت کو بُرا کہہ رہے ہیں اور اس سے وہ مضطرب ہیں کیونکہ اس سے یورپ میں جنگ کا اندیشہ پیدا ہوگیا ہے۔

انقلابیوں نے موروں کو امداد کا موعودہ انعام دے دیا ہے۔ انھوں نے مراکو کو آزادی دے دی ہے اور اعلان کردیا ہے کہ سلطان کو برائے نام آزادی نہیں ہوگی بلکہ وہ بالکل خود مختار ہوگا۔ اس پر فرانسیسی بے حد گھبرا رہے ہیں کیونکہ انھیں نظر آرہا ہے کہ اُن کی مور رعایا بھی اس نیکی سے چراغ پا کے ان کے لئے مصیبت بن جائے گی۔ چنانچہ بعد کی خبروں سے ظاہر

ظاہر ہوتا ہے کہ فرانسیسی علاقہ میں عربوں کی جدوجہد بڑھتی جارہی ہے۔ فرانسیسیوں نے چار سو عربوں کو اس سلسلہ میں گرفتار کرلیا ہے۔ بہتوں کو قید بامشقت کی سزا دیدی ہے۔

بادشاہ کی شادی

شاہنشاہ ایڈورڈ ہشتم کے متعلق انگریزی علاقہ میں اچانک معلوم ہوا کہ وہ مسز سمپسن سے شادی کرنا چاہتے ہیں جس کی عمر ۴۱ سال ہے اور پہلے دو شوہروں سے طلاق لے چکی ہے۔ پہلی شادی آج سے ۲۰ سال پہلے کی۔ اس کا شوہر لفٹنٹ ارل ونفیلڈ سپنسر بحری کپتان تھا۔ وہ امیر تھا۔ دس سال بڑی ہنسی خوشی گزرے اچانک شدید اختلافات پیدا ہوگئے اور ۲۷ء میں اس نے طلاق حاصل کرلی۔ ۲۹ء میں ارنسٹ سمپسن سے دوسری شادی کی۔ دونوں لندن میں ایک گرجا کے قریب رہنے لگے ولیعہدی کی حالت میں شاہنشاہ سے ملاقات تھی۔ اب وہ بڑی چنانچہ اس شوہر سے اس کا رجحان کم ہوگیا۔ پچھلے دنوں ایک نہایت عمدہ جہاز میں جس پر ۱۳½ لاکھ ڈالر لاگت آئی ہے شاہ ایڈورڈ نے بحر اوقیانوس کی سیر کی اور مسز سمپسن ہمراہ رہی رات دن کی رفاقت میں تعلقات بڑھے اور لوگوں نے دیکھا کہ بادشاہ کی توجہ کسطرف ہے۔ کھانے میں ناچنے میں وہی وہ نظر آتی تھی۔ ایک روز یہ دیکھ کے سب حیران رہ گئے کہ بادشاہ مسز سمپسن کا سامان خود اٹھائے لے جارہے ہیں۔ مسز سمپسن نے بعد میں اس دوسرے شوہر سے انگلستان میں طلاق لے لی۔ شوہر نے مقدمہ کی پیروی نہیں کی تعجب ہے انگریزی اخبارات نے ان امور پر کچھ نہیں لکھا مگر امریکہ کے اخبارات اسی ذکر سے پر تھے۔ اور صاف صاف لکھ رہے تھے کہ مسز سمپسن انگلستان کی ملکہ بننے والی ہے۔ مسز مذکورہ کا جسم بھرا بھرا ہے قد لمبا اور بدن بہت نازک ہے۔ گھونگریالے بال۔ پیشانی اور آنکھیں بہت خوبصورت ہیں۔ نہایت خوش خوا ور علم مجلس سے بہت واقف۔ وہی مذاق رکھتی ہے جو شاہ ایڈورڈ کا ہے انگلستان میں اس خبر کے عام ہوتے ہی ایک ہیجان پیدا

ہو گیا۔ اور وزراء نے مخالفت شروع کر دی۔ مسز مذکور فرانس چلی گئی۔ اس بیچاری کا باپ گو غریب ہے لیکن ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ اس کا جد امجد ولیم فاتح کے ساتھ نارمنڈی فرانس سے انگلستان گیا تھا۔ ولیم فاتح کا خاندان اس وقت انگلستان پر حکمراں ہے۔ انگریز قوم اس تجوزہ رشتہ سے متفق نہ ہو سکی۔ شاہ ایڈورڈ نے بھی عقل مندی سے کام لیتے ہوئے اس عورت کی خاطر تاج و تخت کو خیرباد کہہ دیا اور ان کی جگہ ان کے چھوٹے بھائی ڈیوک آف یارک جارج ششم کے لقب سے تخت نشین ہو گئے۔ شاہ سابق رات کے اندھیرے میں سال انگلستان سے روانہ ہو کے آسٹریا میں چلے گئے جہاں غالباً وہ کوئی بڑی سی جائداد خرید کے رہنا سہنا شروع کر دیں گے۔ برطانوی مقبوضات کے طول و عرض میں شاہ ایڈورڈ کی دستبرداری پر بہت رنج والم کا اظہار کیا گیا۔ امید کی جاتی ہے کہ یکم جنوری ۳۷ء کو ملک معظم جارج ششم دہلی میں رسم تاجپوشی ادا کریں گے اور تقریباً دو ماہ سیاحت ہند میں مصروف رہیں گے۔ ملکہ معظمہ کا نام الزبتھ اور ہمہ صفت موصوف لیڈی ہیں۔ انگلستان میں تاجپوشی ۱۲ مئی ۲۷ء کو ہوگی۔

زیور کا انجام

لاہور میں ایک درزی کو اپنی ۸ سالہ بھتیجی کو زیور کے لالچ میں مار ڈالنے کے جرم میں پھانسی کی سزا ہوئی جو عدالت عالیہ سے بحال رہی لڑکی کا باپ اور وہ پڑوسی تھے، ایک دن وہ مدرسہ گئی اور واپس نہ آئی۔ تلاش پر کچھ پتہ نہ چلا۔ چند روز بعد طلبا کی ایک کھیلنے والی جماعت نے ایک کنوئیں میں ایک لاش تیرتی دیکھی جو نکالے جانے پر اسی لڑکی کی شناخت ہوئی، لڑکی کا باپ شبہ میں مختلف آدمیوں کا نام لیتا رہا اور پولیس ملزم کا سراغ لگانے میں ناکام رہی۔ ایک روز ملزم کی بیوی نے پولس میں اطلاع دی کہ میرے شوہر نے میری بچی کے کڑے جو اس کے ماموں نے دئے تھے چھین لئے ہیں۔ پولس نے سوچا کہ جو شخص اپنی بیٹی کے کڑے اتار سکتا ہے ممکن ہے بھتیجی کے معاملے میں اُس کا

بہو بیٹیوں اور بہنوں کے حسن و ملائمت کیلئے نعمت لازوال

جبوب حسن ملائمت یہ جبوب نعمت لازوال ہیں۔ صالح خون پیدا کرتی ہیں اور رنگت کو نکھار کر مثل گلاب بنا دیتی ہیں اور بہت سے فوائد ہیں جو بعد استعمال محسوس کر سکتی ہو۔ ان کو ہر موسم ہر حالت اور ملک کے ہر حصہ میں استعمال کر سکتے ہیں۔ ان جبوب کا نسخہ کئی مرتبہ زنانہ رسالوں اور اخباروں میں شائع کرا چکی ہوں۔ کم از کم تین ماہ ضرور استعمال کرنی چاہییں۔ لاگت میں جبوب تین روپے ایک ماہ کے لیے۔

سفید بالوں کو سیاہ کرنے کا بے ضرر تیل یہ تیل سفید بالوں کو سیاہ کر دیتا ہے خصوصاً وہ جو قبل از وقت سفید ہو گئے ہوں یا ہو رہے ہوں۔ اس کے استعمال سے سفید بال سیاہ ہو جاتے ہیں اور پھر سیاہ ہی نکلتے ہیں۔ بڑے تجربوں اور جانفشانی کے بعد بڑے بڑے قیمتی اجزاء سے تیار ہوتا ہے۔ کم از کم ایک ماہ ضرور استعمال کرنا چاہئے۔ لاگت فی بوتل (۸) اونس آٹھ روپے سات آنے۔ ایک ماہ کے لئے کافی ہے۔ لاگت نصف بوتل یعنی ۴ اونس چار روپے بارہ آنے۔

سر دھونے کا سفوف یہ سفوف بھی نہایت اعلیٰ چیز ہے اس سے سر دھونا چاہئے تاکہ بال مضبوط گھنے اور چمکدار ہو جائیں اگر بال گرتے ہوں تو وہ فوراً بند ہو جائیں گے۔ لاگت تین روپے گیارہ آنے ایک ماہ کے لئے۔ یہ دونوں چیزیں تیل اور سفوف ایک ماہ تک استعمال کرنے چاہئیں۔ مرد بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

عنبری لوشن یہ نہایت عمدہ اور زود اثر اور مفید لوشن ہے۔ چہرے کے بدنما داغوں۔ کیلوں۔ تلوں۔ [illegible] اور چہرے کی سیاہی دور کر کے چہرے کو صاف ملائم اور خوبصورت کرتا ہے۔ لاگت فی شیشی ساڑھے تین روپے۔

زعفرانی لوشن یہ بھی عنبری لوشن کی طرح عمدہ چیز ہے۔ لیکن اس کا استعمال ذرا زیادہ کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ [illegible] لاگت فی شیشی سوا دو روپے۔ [illegible]

غازہ حسنائی یہ غازہ چہرے اور جسم کی تمام جلد کو نرم صاف اور ملائم اور معطر بنا دیتا ہے نقصان بالکل نہیں ہونے دیتا۔ نسل کے لئے نہایت مفید معطر اور عجیب چیز ہے۔ لاگت سوا دو روپے فی پونڈ۔

موٹاپا یہ ایک نہایت برا موذی اور سخت تکلیف دہ مرض ہے۔ اس کو دور کرنے کے لئے زود اثر اور بے ضرر ادویات تیار رکھتی ہوں جو بلا کسی پرہیز کے باسانی استعمال ہوتی ہیں۔ لاگت ادویات بارہ روپے ماہوار

ادبٹن خاص یہ ادبٹن نہایت خوشبودار ہوتا ہے جسم کے معمولی داغوں کو دور کر کے [illegible] ملائم بنا دیتا ہے بہت استعمال ہوتا ہے۔ شادیوں میں مخصوص استعمال ہوتی ہے۔ لاگت فی پونڈ [illegible] روپے۔

نوٹ: زنانہ امراض کی زود اثر اور بے ضرر ادویات دیتی ہوں۔ جن بہنوں کو ضرورت ہو منگوا سکتی ہیں اور مشورہ لے سکتی ہیں جواب کے واسطے ایک آنہ کا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔ تمام ادویات بڑے بڑے قیمتی اجزاء سخت محنت اور جانفشانی سے تیار ہوتی ہیں اور تمام ادویات کی قیمت نہیں بلکہ محض وہ لاگت جو ادویات پر صرف ہوتی ہے منگواتی ہوں۔

[illegible] حکیم [illegible] صاحب کامل طب [illegible] سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے چند مرتبہ جبوب حسن و ملائمت [illegible] آپ سے منگوا کر مریضوں کو استعمال کرایا جب مفید ثابت ہوا چہرے کے تمام چھیپ اور بدنما داغ [illegible] ملائمت اور چمک پیدا ہوئی۔ [illegible] جبوب حسن و ملائمت [illegible] لوشن [illegible] صاحب [illegible] ہیں کہ واقعی آپ کی دوا اکسیر ہے [illegible] مریضوں کے لئے ایک ماہ کی دوا بھیج دیجئے [illegible] صاحبہ تحریر فرماتی ہیں [illegible] ادویات سے آرام ہے۔ [illegible] آپ کی بے حد مشکور ہوں۔ [illegible] بیگم صاحبہ [illegible] میرے بال قبل از وقت سفید ہو رہے تھے اور گر رہے تھے آپ کے تیل اور سفوف کے استعمال سے بال سیاہ ہو گئے اور لمبے ہو گئے۔ نہایت آپ کی مشکور ہوں گی۔

اسی قسم کے بہت سے خطوط آتے ہیں:-

المشتہر

ایس جے بیگم صاحبہ کھرڑ ضلع انبالہ

تعلق ہو۔ اس سے پوچھ کچھ جو کی گئی تو بیان قبول کئے۔ مگر عدالت میں تبدیل کر کے پھر گیا لیکن عدالت نے شہادت کو کافی سمجھ کے اسے ملزم قرار دیا۔

تاروں کا جھرمٹ

حبش کی بچی کھچی فوج مغرب میں مقام گور میں جمع ہو کے اطالویوں کا مقابلہ کر رہی تھی اب وہ بھی دشمن کے قبضہ میں آگیا اس طرح اب حبش پر اطالیہ کا پورا پورا قبضہ ہوگیا ہے۔ راس عمر و کے متعلق اطالیہ کا دعویٰ ہے کہ وہ اسیر ہوگیا ہے۔

اوائل دسمبر میں ٹونڈلہ کے قریب دو گاڑیوں میں تصادم ہوا۔ ایک گاڑی سٹیشن پر کھڑی تھی دوسری گاڑی سامنے سے کسی کی غلطی سے آئی اور اس کھڑی ہوئی گاڑی سے ٹکرا گئی۔ ایک آدمی مر گیا اور پندرہ زخمی ہوئے، ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب بھی جو ایک تیسرے درجہ میں تھے زخمی ہوئے۔

مدراس میں ایک چھ سالہ مسلمان لڑکی گھر سے غائب ہوگئی باپ جب گھر پہنچا تو بچی کی ماں نے خبر دی کہ لڑکی صبح سے غائب ہے۔ اس نے تلاش کرنا شروع کیا ایک عورت نے پتہ دیا کہ ایک غیر آباد جھونپڑی سے ایک بچہ کی لاش برآمد ہوئی ہے اس نے جا کے اسے پہچانا ایک دراوڑی عورت گرفتار ہوئی ہے جو ایک سنار کے پاس اس کے چاندی کے کڑے بیچ رہی تھی بچی کے سر اور گردن پر زخم کے نشانات پائے گئے۔

ہوشیار پور میں ایک مکان کی تیسری منزل سے ایک ہندو کا بچہ بارات دیکھنے جھکا وزن نہ سنبھلنے سے وہ نیچے گر گیا سخت زخمی ہوا شفاخانہ میں جا کے مر گیا۔

ضلع برنم میں دو گروہوں میں زمین کی ترقی کے متعلق سخت عداوت ہوگئی۔ ایک گروہ کے تین بھائیوں نے اپنے باپ کو مار کے اس کا الزام دوسرے گروہ پر ڈالنا چاہا لیکن پولیس کو پتہ چل گیا اور ان تینوں کا چالان ہوگیا۔

بحر اسکاہل میں جاپان کی روز افزوں جدوجہد سے متاثر ہوتے انگلستان نے جزیرہ ہمو اسے ۰۰ ہ میل شمال میں آٹھ

چھوٹے چھوٹے جزیروں پر اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔ ان کا کل رقبہ ۸۰ مربع میل آبادی ۶۰ نفوس ہے پہلے کسی نے بھی ان کی طرف توجہ نہ کی تھی مگر موجودہ سیاسی فضا کو دیکھتے ہوئے ان کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔

چین کی حالت اندیشہ ناک ہوتی جاتی ہے۔ جنرل چیانگ کائی شک چینی سپہ سالار نے ایک فوج شمال کے اشتراک پسندوں کو زیر کرنے کے لئے بھیجی تھی۔ وہ بجائے انکا قلع قمع کرنے کے ان سے جا ملے۔ اور ان سب نے بغاوت کردی اور جنرل مذکور کو قید کرلیا۔ یہ سپہ سالار جاپان سے جنگ کرنے کے خلاف ہے۔ مگر یہ لوگ منچوریا کی واپسی اور جاپان کے خلاف خود ہی اعلان جنگ کا مطالبہ کر رہے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ چین کو روس سے اتحاد کرکے جاپان کا مقابلہ کرنا چاہیئے سپہ سالار مذکور اس کو چین کے لئے خطرناک سمجھتا ہے۔ وہ چالاکی سے ان لوگوں کی قید سے آزاد ہوگیا۔

سال نو کے خطابات اس سال یکم جنوری کی بجائے یکم فروری کو شائع ہوں گے۔

بریلی کے ایک گاؤں میں دشمنی کا نہایت افسوسناک نتیجہ ظہور پذیر ہوا جنگل میں ایک شخص اپنی ماں سمیت اپنے دشمنوں کی گھات میں آبیٹھا۔ انھوں نے دونوں کی گردنیں اڑا دیں۔ گیارہ ماہ کا دودھ پیتا بچہ ریت میں انھوں نے دبا دیا۔ پولس نے اس سلسلہ میں چھ آدمیوں کو گرفتار کرلیا ہے۔

ہسپانیہ کے صوبہ بارسلونہ میں تین مہینوں میں ۲۱۴۲ طلاقیں صادر ہوئیں، ایک مقدمہ طلاق کے لئے پانچ منٹ وقت کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک روز ۱۱ بجے سے ۱۲ بجکر ۵۴ منٹ تک ۲۲ مقدمے طے کئے گئے۔

شیخوپورہ میں کلرکوں کی سات اسامیوں کے لئے سات سو امیدواروں نے درخواستیں بھیجیں جن میں مختلف وجوہ کی بنا کر ۵۵ کی درخواستیں رد کردی گئیں۔ باقی امتحان میں بیٹھے۔ درخواست بھیجنے والوں میں بہت سے بی اے پاس تھے تنخواہ ۴۰ تا ۶۰ فی۔ ترقی دو روپ سالانہ تھی۔ اس تنخواہ میں

عصمت کے ۲۸ سال کے پرچے

۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۵ء تک کسی سال کا مکمل فائل بلکہ سال کی دو جلدوں میں سے کوئی جلد مکمل موجود نہیں متفرق پرچے وہ بھی بہت تھوڑی تعداد میں باقی ہیں۔ قیمت فی پرچہ ایک روپیہ اس دور میں حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی اڈیٹری میں عصمت نہایت آب و تاب سے شائع ہو رہا تھا۔ کاغذ ولائتی نہایت اعلیٰ قدر کا لگایا جاتا تھا۔

۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۳ء تک متفرق پرچے تھوڑی تعداد میں بچے ہوئے ہیں۔ کاغذ معمولی قیمت فی پرچہ آٹھ آنے۔

۲۴ء سے ۲۷ء تک جس سال کے پورے پرچہ ہیں اُن کی قیمت چار روپے اور جس سال کے ۱۰ ماہ کے پرچہ ہیں اُن کی قیمت ساڑھے تین روپے۔

۲۸ء ۱۱ ماہ کے پرچہ جن میں جوبلی نمبر بھی شامل ہے قیمت للعہ،

۲۹ء سے ۳۶ء تک بڑا سائز۔ فائل میں زیادہ تر سفید چکنے کاغذ کے پرچے ہیں لیکن بعض آرٹ کاغذ کے اور بعض معمولی کاغذ کے بھی نظر ممکن ہیں۔ سال کے پورے پرچوں کی قیمت چار روپے۔ دس ماہ کے پرچوں کی قیمت ساڑھے تین روپیہ۔ ہر سال کے مکمل یا نامکمل فائل میں ایک روپے قیمت کا سالگرہ نمبر بھی شامل ہے۔

صرف سالگرہ نمبر ۳۰ء ۸ر جوبلی نمبر ۸ر سالگرہ نمبر ۲۹ء تا ۳۵ء فی پرچہ ایک روپیہ۔ راشد الخیری نمبر ۳۶ء ۱؍۸

منیجر عصمت دہلی

بنات کے دس سال کے پرچے

(کاغذ معمولی رف بے تصویر)

۲۶ء صرف پہلا پرچہ قیمت ۸ر ۲۷ء سے ۳۳ء سال کے پورے پرچہ قیمت ۱؍۸ دس ماہ کے پرچے قیمت ۱؍ رسول نمبر ۳۳ء سے ۳۱ء تک یا افسانہ نمبر ۳۲ء سے ۳۵ء تک قیمت فی پرچہ ۸ر (منیجر)

عصمتی کُن ہی کُل

یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

اس کے نئے ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل رہے ہیں

عصمتی ہنڈکلیا یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری لڑکی کو جو کچھ جاننا چاہئے کلی طور پر اس سے واقف ہو جائے۔ سو سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں ہیں جو کہ مطلب کی وزن کی گئی ہیں پھر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور بہت سی ضروری باتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جاننی چاہئیں۔ باتصویر نائیٹل قیمت صرف ۱۰

ناشتہ دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چاء۔ کوکو۔ شربت اسی طرح دوسری نئی کریم بسکٹ کیک۔ ٹوسٹ۔ کڑاہی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں آپ ہر ملک کا مہمان بلا تکلف اپنے یہاں آنے والے اسی کے مطلب کی چیز تیار کر کے پیش کر کے مو جیرت کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۰

بچوں کے کھانے ننھے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہئے۔ کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر بے نظیر کتاب جس میں بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں۔ باتصویر قیمت صرف ۱۰

بیماروں کے کھانے بیماروں کے لئے جو کھانے مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور مفید کارآمد مضامین بھی بے انتہا مفید و قابل قدر ہیں۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ باتصویر قیمت دس آنہ ۱۰

مذاقیہ کھانے [illegible]

شرقی مغربی کھانے [illegible]

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بہترین کتاب

عصمتی دسترخوان حصہ اول

اس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ ملے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست! ہندوستان بھر کے ہر حصے کی تجربہ کار عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ امۃ الله صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ اور چولہے کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات و مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے یہی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمایئے۔

کبابوں کی ترکیبیں			پڈنگ کی ترکیبیں	
تاشتی کباب	کباب بیضہ مرغ	ران کے کباب	انڈے پڈنگ	پلم پڈنگ
شامی کباب	کچے قیمہ کی ٹکیاں	آلو کے کباب	اسنو پڈنگ	گھسے کی پڈنگ
آنتوں کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	کچے آلو کے کباب	نشستہ پڈنگ	لکی بھری پڈنگ
انگریزی کباب	کباب مرغ مسلم	نارگیل کے کباب	جلیبیوں کی پڈنگ	بیبر پڈنگ
اروی کے کباب	بیج کے چنپٹے کباب	مچھلی کے بیسنی کباب	میوہ دار پڈنگ	روٹی پڈنگ
اور کئی کئی قسم کے	مچھلی کے شامی کباب	سیخ کے کباب	کشمش پڈنگ	اناس پڈنگ
کباب	دہی کے کباب	بیسن کے کباب	ملائی پڈنگ	کارن بیلا رون پیلے

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے

اسی سے کتاب کا اندازہ کیجئے چاول سلونے اور میٹھے سویاں کھیر فیرنی۔ ساگ اور ترکاری کے سالن مچھلی امرتی جیلی۔ بسکٹ کیک۔ دالیں۔ شامیاں حلوے پٹیاں مربے اچار۔ سموسے۔ بڑے دہی پکوڑیاں۔ پراٹھے روٹی۔ غرض ہر قسم کے شرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور مرچ کی کتنی وزن صحیح ترکیبیں! اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچی ہے۔ بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ نفیس کھانے پکانے لگی ہیں۔ لڑکیوں کو یہ کتاب ضرور ضروری سمجھ کر جہیز میں دی جاتی ہے۔ سینکڑوں تعریفیں اس کی تعریف میں لکھے گئے ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مؤلف و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھانے پکانے کی ایسی صحیح و مفید کارآمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آج تک نہیں چھپی۔ اس کی تیاری پر اتنا روپیہ لگایا گیا ہے۔ پچھلے ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے۔ اس کتاب پر جس قدر محنت کی گئی ہے اگر پانچ روپے قیمت بھی ہوتی تو کم تھی لیکن اس سے عام فائدہ کے خیال سے صرف دو روپیہ قیمت رکھی ہے مجلد قیمت صرف دو روپیہ چار آنے ہے۔ محصول ڈاک علیحدہ

پتہ: منیجر رسالہ عصمت دریبہ کلاں دہلی

[illegible] دستکاری کی [illegible] کتابیں

جو اپنے اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جا چکی ہیں

(۱) عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ

یہ کتاب فن کروشیا کی مشہور ماہر [illegible] صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر مرتب کی ہے۔ عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ [illegible] صاحبہ کی رائے ہے "نہ خوبصورت اور کامیاب کتاب بہت محنت سے مرتب کی گئی ہے"۔ محترمہ لطیف بیگم صاحبہ جن کے کروشیا کے کام کے مضامین رسالہ عصمت میں خوب مقبول ہو چکے ہیں لکھتی ہیں "عصمتی کروشیا کے نقشے اس قدر صاف واضح اور آسان ہیں کہ ان کے سمجھنے میں بالکل دقت نہیں ہوتی"۔ محترمہ [illegible] بیگم صاحبہ [illegible] کروشیا کی سلسلے میں ہدایات دی گئی ہیں ان سے نمونے بنانے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے۔ دوسرا ایڈیشن نہایت آب و تاب کے ساتھ بڑے سائز پر شائع ہوا ہے کاغذ عمدہ۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

مختصر فہرست عصمتی کروشیا

[illegible]	فارم ہاؤس	گوٹا نٹ
ڈاک بنگلہ	سیمک [illegible]	امام حسین
قومی سیح [illegible]	مرغ	شیر ببر
[illegible]	تاج محل آگرہ	جامع مسجد
۵ نفیس [illegible]	۱۱ دلاویز جھالریں	۶ خوبصورت کونے
خوش آمدید	عید مبارک	درخت [illegible]
چھپا ڈالی پر	گلدان	پردہ [illegible]
[illegible] بیس	[illegible] ہنس	[illegible] تیر کمان
[illegible]	[illegible]	گلدستہ گلدان

(۲) عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں کشیدہ کاری کے نہایت اچھے اچھے نمونے دیے گئے ہیں ضروری اور کارآمد ہدایتیں اس قدر آسان پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی دیکھیں ہر نمونہ کی مفصل تشریح کی گئی ہے یعنی نمونہ کس کس چیز کے لئے موزوں ہو سکتا ہے اور کس کس رنگ میں ہونا چاہیے۔ اور کیا کیا احتیاط ضروری ہے پھر نمونے شروع ہوتے ہیں، میز پوش پلنگ پوش، رومال، کرسیوں کے گدوں تکیوں کے غلاف پلنگ کی چادروں۔ پردوں وغیرہ وغیرہ کے وسط اور کونوں کے لئے مختلف قسم کے پھولوں، بوٹوں، گلدستوں وغیرہ کے کئی درجن خوبصورت نمونے ہیں ان کے بعد کئی وضع کی دلاویز بیلیں پھر مختلف قسم کی [illegible] کے عمدہ عمدہ نمونے ایک درجن سے زیادہ اس کے بعد پرندوں اور چند مشہور عمارات کے خاکے غرض بچیوں کیلئے یہ کتاب بہت کارآمد ہے اور بہترین [illegible] بنا دی [illegible] ایڈیشن [illegible] [illegible] قیمت [illegible]

(۳) گلدستہ کشیدہ

عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ

کشیدہ کاری کی اس قدر خوبصورت اور قیمتی کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی

اس کتاب کی تیاری میں ۲۰ دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے۔ اور کشیدہ کاری کی مشہور ماہر محترمہ [illegible] فاطمہ بیگم صاحبہ آگرہ نے نہایت محنت و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

باب	مضمون	نمونے
باب	خوبصورت فریم [illegible]	۹ نمونے
باب	مختلف قسم کے پھولوں کونوں ڈالیوں کے	۶۲
باب	مختلف وضع کے بنے پھول	۳۳
باب	میز پوش چادروں وغیرہ کے کونے	۱۹
باب	غلاف تکیہ وغیرہ کے [illegible]	۱۹
باب	مختلف وضع کے گل بوٹے	۱۱
باب	بیل [illegible] پلنگ کی چادریں ساری وغیرہ کی بیلیں	۱۶
باب	[illegible] کی [illegible] وغیرہ	۸
باب	قمیص کے کف	۳
باب	قمیص کرتہ بلاؤز کے گریبان	۴
باب	متفرق [illegible] [illegible]	۱۵

موتیوں کے کام کی طرح گلدستہ کشیدہ میں بھی سب سے نہایت کارآمد ہدایتیں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] قیمت [illegible]

(۵) موتیوں کا کام

موتیوں کے کام کا شوق لڑکیوں میں روز بروز ترقی کر رہا ہے مگر یہ کام ایسا ہے کہ جب تک ہاتھ سے نہ بتایا جائے سمجھ میں نہیں آتا اور جب اشارہ سمجھ لے تو با آسانی کیا جا سکتا ہے یہ کام بھی نہایت دلچسپ اور مفید ہے غریبوں کے لئے روزی کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو امیروں کے لئے دل بہلانے کا۔ ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ کتاب دستکاری کی ماہر ۲۷ عصمتی بہنوں سے تیار کی ہے اور دعوی کیا جا سکتا ہے کہ موتیوں کے کام کی ایسی کتاب ہندوستان بھر میں نہیں چھپی۔ اس میں مندرجہ ذیل ۲۰۶ نمونے ہیں۔

۴۴ [illegible]	۲۵ [illegible] کی بیس	۳۹ جھالریں
۱۳ عمدہ عمدہ فریم	۱۱ [illegible]	۳ جالیاں
۲۹ [illegible]	۸ [illegible]	۸ خوان پوش
۹ حاشیہ کناری	۳ [illegible]	۳ منی بیگ
۷ [illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]

مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست پیش کی جاتی ہے

بیلیں		لیسیں	
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
آسان بیل	[illegible]	[illegible]	[illegible]
سادی بیل	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	حاشیہ کی	واکٹ لڑیاں	شلوار [illegible]
قیمہ کا بیل	نفیس بیل	[illegible]	[illegible]

[illegible] موتیوں کے کام کی ماہر بہنوں کے نہایت کارآمد ہدایات [illegible] ترکیب [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] قیمت دو روپے [illegible]

(۶) عصمتی دستکاری
(۷) [illegible] کا کام
(۸) [illegible]

ان کتابوں کا اشتہار [illegible] [illegible]

جو عورتیں مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہو وہ اگر ایک جلد

(۴) خواتین کی دستکاریاں

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] قیمت [illegible]

ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت دہلی

Cover Printed at the Calcutta Art Press Katra Baryan DELHI

REGD NO. L 1872

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۸۷۲

ESTD. THE ISMAT. 1908. DELHI.

عصمت

شریف ہندوستانی بیبیوں کیلیے
پاکیزہ خیالات علمی و ادبی مضامین اور
مفید معلومات کا ماہوار ذخیرہ



۱۹۳۰

چندہ سالانہ
خاص ۱۰ روپے

چندہ

تصانیف فخر نسواں ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

محترمہ خاتون اکرم صاحبہ تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشاپرداز ... [illegible] ... نہایت سادہ ... [illegible] ... علی گڈھ میگزین لکھتا ہے ... [illegible] ... رسالہ تورجہاں نے لکھا تھا ... [illegible]

گلستانِ خاتون

محترمہ خاتون اکرم ملک کے بہترین افسانہ نگار ... [illegible] ... گلستان خاتون ... کے بہترین افسانوں کا مجموعہ تسلیم کی گئی ہے۔

[illegible] ... شادی وغیرہ ... [illegible] ... کسی ہندوستانی خاتون کے ایسے بلند پایہ افسانوں کا مجموعہ نہیں چھپا جیسا اخبار لکھتا ہے ... [illegible] ... اخبار ریاست کی رائے ... [illegible] ... رہنما لکھتا ہے ... [illegible] ... سارے ہاں کے موجودہ تمدن و معاشرت کی خرابیوں کی اصلاح کرنے والے ہیں ذوالقرنین لکھتا ہے ... [illegible] ... قیمت ایک روپیہ ... مجلد [illegible]

پیکرِ وفا (۲)

ایک دلچسپ ... افسانہ ... [illegible] ... رسالہ ہمایوں ... [illegible]

بچھڑی بیٹی (۳)

ایک دلچسپ سبق آموز افسانہ جو ... رسالوں میں شائع ... [illegible] ... ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے ... [illegible] ... قیمت [illegible]

جمالِ ہمنشیں (۴)

جنت مکانی کے بہترین ادبی مضامین کا نہایت حسین ... مجموعہ ... [illegible] ... اخبار وکیل ... جمال ہمنشیں ... [illegible]

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ

ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ لندن

مشیرِ نسواں (۱) یا زہرہ

ایک دلچسپ اخلاقی ناول ... [illegible] ... علامہ شبلی نے ... [illegible] ... اخبار مشیر دکن ... [illegible] ... شوکت اسلام ... [illegible] ... اخبار تہذیب نسواں ... [illegible]

سرگذشتِ ہاجرہ (۲)

[illegible] ... علامہ محمد اقبال ... [illegible]

موہنی (۳)

ایک اخلاقی ... [illegible]

تحریر النسا (۴)

[illegible] ... کتابت کی ... کتاب اخلاقی و معاشرتی ... [illegible]

معزز خواتین کی لکھی ہوئی نہایت دلچسپ اور مفید کتابیں

[illegible]	عقل کی باتیں	خانہ داری کے تجربے	شمع خانہ
غیرت کی پتلی	جنسی کی باتیں	آئینۂ جمال	بچوں کی تربیت
چاند رخ	تاریخی لطیفے	شبیہ وفا	بچوں کی دنیا
دو دوست ... قربانیاں	خواتین ...	نکات صحت	مستورنیا
			آئینہ سوز

دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

سے یہ سب کتابیں شائع ہوئی ہیں

خوبصورتی جوانی اور تندرستی کی خواہش ہو تو

مختلف قسم کے پوڈر، کریم، سنو، تیل، صابن، ٹانک، پیسٹ۔ لپ سٹک، مرہم، عرق اور بہت سی اشتہاری دواؤں پر ہزاروں روپیہ برباد کرنے اور حکیموں کی طرف رجوع کرنے سے پہلے کتاب سنگھار خانہ کا مطالعہ کیجئے۔

سنگھار خانہ

میں تندرستی ہزار نعمت ہے کا اصول ہونے اور جسم کے ہر حصہ کو خوشنما بنانے اور جوانی قائم رکھنے کے متعلق بے انتہا قیمتی اور مفید مضامین اور نسخے درج ہیں۔

پہلے باب کی مختصر فہرست

خوبصورتی بڑھانے کے راز	رنگ نکھارنے والی غذائیں
افزائش حسن کے نسخے	خوبصورتی بڑھانے کے طریقے
کہیں جانے سے پہلے سنگھار	موسم گرما میں حسن کی حفاظت
ڈھلے ہوئے چہرے پر حسن کی چمک	یورپ میں حسن بڑھانے کے طریقے
کس رنگ پر کس رنگ کا لباس پہننا چاہئے	سانولے رنگ کی خوشنمائی
گورا رنگ کس طرح قائم رہ سکتا ہے	ادھیڑ عمر میں خوبصورتی

سنگھار کی تکمیل	غسل کے مسالے	خوبصورتی
عمر کا منتر	پُر تکلف غسل	خوش پوشاکی

ایک اور باب کی مختصر فہرست ملاحظہ ہو

جسم کا ہر ایک حصہ خوشنما بنایا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر صرف بالوں کے سنگھار کے متعلق نہایت مفید مضامین، ہدایتوں اور نسخوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

بالوں کی حفاظت	بال دھونا	بالوں میں کنگھی	بالوں کی خرابیاں
بال بڑھانے کے تیل	بالوں کی صفائی ستھرائی	بالوں کی مالش	بالوں کی کمزوری
بالوں کا سنگھار	سرخ اور سفید بال	بال بنانا	بالوں کی خوشنمائی

اسی طرح ناک، کان، دانت، آنکھ، رخسار، ہونٹ، گلا، کمر، ہاتھ، انگلیاں، پاؤں، غرض کہ ہر حصہ جسم کو خوشنما بنانے کی صحیح ترکیبیں اور کارآمد نسخے ہیں۔

سنگھار خانہ میں [illegible] اور سارے جسم کے [illegible] کے نسخے [illegible] بہت سی مفید اور ضروری ہدایتیں اور ورزشیں نیز سنگھار کے متعلق تصاویر بھی ہیں۔

سنگھار خانہ وسیع مطالعہ اور محنت کے بعد تیار ہوا ہے [illegible] اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی۔

[illegible] قیمت صرف [illegible] مجلد [illegible]

عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ

مشرقی مغربی کھانے

اب تک کھانے پکانے کے موضوع پر جس قدر کتابیں ہندوستان میں شائع ہوئی ہیں "عصمتی دسترخوان" ان سب پر فوقیت رکھتا ہے کیونکہ اس کی تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں صحیح ہیں اور وزن درست اور ہندوستان بھر کی ۲۰ عصمتی بہنوں نے اپنے صوبوں کے کھانے لکھے ہیں۔ عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ جس کا نام مشرقی مغربی کھانے ہے بعض اعتبار سے یہ عصمتی دسترخوان جیسی مفید کتاب پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔

"عصمتی دسترخوان" کی طرح اس کتاب کی ترکیبیں بھی تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں لیکن جن کھانوں کی ترکیبیں عصمتی دسترخوان میں آ گئی ہیں وہ اس کتاب میں نہیں ہیں البتہ چند ترکیبوں کے عنوانات وہی ہیں مگر ترکیبیں نئی ہیں اور ایک چیز کی کئی ترکیبیں ہیں۔

"مشرقی مغربی کھانے" کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کھانے پکانے کے سلسلے میں تقریباً سو صفحوں کے نہایت اچھے کارآمد مضامین ہیں جو بڑی کوشش اور محنت سے حاصل کئے گئے ہیں۔ عنوانات یہ ہیں۔

علم غذا کے متعلق ایک یورپین خاتون کا مفصل مضمون	ہماری خوراک پر ایک سائنٹفک مضمون

کھانے کے اصول	پکانے کے اصول	کھانے کی حفاظت
جرمنی باورچی خانہ ایک جرمن خاتون کا مضمون	کون کون سے کھانے ایک ساتھ کھانے سے نقصان ہے	کون کونسی غذائیں کتنی دیر میں ہضم ہوتی ہیں
باورچی خانہ کیسا ہو	باورچی خانہ کی ضروریات	اناج کا صندوق
کچی سبزی	ترکاریوں کے خواص	ترکاریوں کی حفاظت
کھانے کا کمرہ	بوتل خانہ	نعمت خانہ
پھلوں کے فائدے	ایرانی دعوت	جاپانی باورچی خانہ

یہ گراں بہا مضامین ایسے ہیں جن کا ہر خاتون کی نظر سے گزرنا اشد ضروری ہے کھانے پکانے کے متعلق ایسے ایسے کارآمد بیش قیمت مضامین کھانے پکانے کی کسی کتاب میں آج تک شائع نہیں ہوئے۔

مشرقی مغربی کھانوں میں سادے ترکاری کے سالن کی ۴۰ نئی ترکیبیں اور مختلف قسم کی بریانی، پلاؤ، کھچڑی، متنجن، مزعفر، زردہ، وغیرہ کی ۳۰ نئی ترکیبیں ہیں اور اسی طرح بہت سے کھانے اس کتاب میں بہت زیادہ ہیں عربی، ایرانی، ترکی، جاپانی، عراقی کھانوں کی ترکیبیں بھی کافی ہیں اور انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، روسی، اطالوی کھانوں کی ترکیبیں بھی۔ دوسرا لاجواب مجموعہ ہے۔ قیمت ۸/ مجلد ۸/

ملنے کا پتہ۔ دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں (باقی کتابوں کا اشتہار ٹائٹل کے صفحہ پر دیکھئے)

سوئی کا کام

"فن خیالی" میں کپڑوں کی کٹائی سلائی سے واقف ہونا ہر لڑکی اور ہر عورت کی روزانہ ضروریات میں سے ہے اس فن پر محترمہ فاطمہ جعفر انشی فاضل نے ڈیڑھ درجن مشہور دستکار بہنوں کی مدد سے سوئی کا کام یا چنستان خیالی وہ کتاب تیار فرمائی ہے جس سے ہر مدرسہ ... بہت فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

بچوں کے کپڑے مثلاً جانگئے۔ اڈی ۔ پاجامہ سینہ بند فیشنی فراک قمیص بنیانے ۔ مختلف قسم کے دیدہ زیب جمپر نئی نئی طرز کی قمیص ہاسی۔ مدراسی اور دیگر قسم کے بلاؤز وضع وضع کے خوبصورت کالر اور کف ۔ لباس شب خوابی ۔ اڈی ... انڈر ویر پاجامہ ۔ شلوار ۔ مختلف چیزیں مثلاً دیدار گیری کی جھالر ... پوش ۔ آئینہ پوش ... کے غلاف دسترخوان وغیرہ کے ۱۸۱ نمونے ہیں اور ہر نمونے کے متعلق کٹائی اور سلائی کی مفصل اور مکمل ترکیبیں ... کے لئے بہت کار آمد کتاب ہے ... صاف کاغذ اعلیٰ ...

سلمہ ستارہ کا کام

ملک کی نامور دستکار محترمہ ... کی یہ کتاب اکثر اعتبار سے ہندوستان کی دستکاری کی بہترین کتاب سمجھی جاتی ہے شروع میں کار آمد باتیں نہایت قابلیت کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔ چند عنوانات یہ ہیں۔ فن نقاشی ۔ سامان نقاشی ۔ نقاشی ... جالی پر ۔ موٹے ریشم پر نقاشی ۔ سیاہ رنگ پر نقاشی ۔ سلائی کی مشین سے نقاشی ... کار ... ۔ دستی رنگ یا حلقہ برگیں ۔ ٹرانسفر پیپر قبل از سلائی احتیاطیں سلمہ ستارہ قسمیں پھر ۵ حصوں میں تقسیم کرکے ہر حصے کے متعلق ضروری ہدایات دی گئی ہیں بطور مثال حصہ اول کی ہدایات کے عنوانات درج کئے جاتے ہیں۔

سلمہ کی آسان کرامت	سلمہ کی گنجان کرامت	بھری ہوئی کرامت
سلمہ زری کا تبوت شاہرا	سلمہ گجائی کی کرامت	سلمہ زرشنائل کی کرامت
نگینہ زری کا تبوت شاہرا	سلمہ ریشم کی کرامت	

(۱) خالص سلمہ (۲) سلمہ اور ستارے (۳) سلمہ اور مرتی (۴) سلمہ کا تبوت ... اور ۵ متفرق قسم کے پھول ۔ بیلیں جھاڑیں قطعات وغیرہ کے ۲۶۲ ... اور نہایت خوبصورت نمونے ... کاغذ اعلیٰ درجہ کا خوب موٹا چکنا سفید ...

تارکشی کا کام

جس کی مدد سے لڑکیاں کپڑے سے دھاگے نکالنے کا کام بہت سہولت کے ساتھ سیکھ جائیں گی اور جو پہلے سے جانتی ہیں وہ اس کام کی ماہر ہو جائیں گی ... کی چند بیلیں جھالر اور کنارے ۔ گوشہ موڑ ۔ انسرشن ۔ کرتے ۔ میز پوش کے مرکز ۔ گریبان ۔ متفرق چیزیں مثلاً پنکھا ۔ بلاؤز ۔ دسترخوان ... کوٹ ۔ دستی بیگ ۔ چڑیوں کی جوڑی ... وغیرہ وغیرہ ۶۵ اعلیٰ درجہ کے خوبصورت نہایت نفیس نمونے ہیں اور ہر نمونے کے متعلق مفصل ترکیب ۔ ایک درجن کے قریب سادہ و رنگین بلاکوں کے نمونے ہیں اس کتاب کی ...

گلدستہ تارکشی

تارکشی کا دوسرا حصہ ... محترمہ سیدہ اشرف رشیدہ اشرف نے جو ہندوستان کی بہترین دستکار خواتین میں سے ہیں اس کتاب میں ...

... اردو زبان میں اس دستکاری پر کوئی کتاب اس قدر ... شائع نہیں ہوئی۔

باب ۱ ۔ تارکشی کا کام ... دھاگے نکالنے کے طریقے ... نہایت عام فہم پیرایہ میں مفصل اور مکمل طور پر لکھے گئے۔

باب ۲ ۔ تکیے کے غلاف ۔ تپائی پوش ۔ میز پوش ۔ وغیرہ وغیرہ کے لئے ۱۲ مختلف قسم کے دیدہ زیب نمونے۔

باب ۳ ۔ میز پوش کے لئے ۴ نئی قسم کے نمونے

باب ۴ ۔ نیپ کن کشتی پوش میز پوش کرسی پوش وغیرہ کے ۷ نمونے

باب ۵ ۔ ۴ نہایت نفیس دیدہ زیب جالیاں۔

باب ۶ ۔ سہل انسرشن ۔ نئی وضع کی بیل ۔ خوشنما بیل ۔ شال ۔ ... ہیٹنگ پیٹی کوٹ ، ۶ نمونے۔

باب ۷ ۔ میز پوش کے کنارے کی جالی ۔ میز پوش کا مرکز ۔ کشتی پوش ۔ خوبصورت خوان پوش ۔ آئینہ پوش وغیرہ کے کھلے دانوں میں ۷ نہایت خوبصورت نمونے

باب ۸ ۔ ۶ وضع وضع کے دلفریب نمونے کروشیا

باب ۹ ۔ ایمبرائیڈری ۔ میز پوش کے لئے نفیس خاکہ ۔ نظر فریب کرسی ... پوش کا ایک دلفریب خاکہ ۔ کرسی کی پشت کا کپڑا ۔ لیمپ شیڈ کی جھالر ۔ کرسی کے کپڑے کے لئے ۔ کرسی پوش ۔ خوبصورت صوفہ کشن ۔ کشن کا خاکہ تکیے کے غلاف کا کرنہ ۔ ۱۰ نمونے کل ۵۷ نہایت خوبصورت نہایت صاف وضع وضع کے نمونے قیمت صرف ...

اونی کام سلائیوں سے

"فن ..." پر قابل قدر کتاب جس میں بنائی کے متعلق مضامین اور ہدایتیں بہا نہایت عام فہم پیرایہ میں ہیں۔

مختصر فہرست نمونوں کی ۔ بچوں کی اونی ٹوپیوں کے ۵ اور بچوں کے اور مردانہ موزوں کے نہایت صاف و خوبصورت ۴ نمونے اور بچوں کے لئے اونی بنیان ۔ فراک ۔ نیکر ۔ پیٹی کوٹ کے ۱۰ ۔ سوئٹر ۔ سوئٹر کوٹ ۔ سلیپ اور جرسی وغیرہ کے ۹ عمدہ نمونے مختلف قسم کی بناوٹ اور بیلیں ۱۶ ۔ ترکیبیں ان کے علاوہ ہیں۔

متفرق چیزیں مثلاً زنانہ جمپر واسکٹ ۔ زنانہ بنیان ۔ اونی مفلر گلوبند وغیرہ کل تعداد ۵۲ بلاک کے نقشے اور تصویریں ۳۶ ہیں ۔ بیلوں کے نقشے اور تصویریں ان کے علاوہ ہیں اپنے موضوع پر نہایت مفید کتاب ہے ۔ قیمت ...

کراس اسٹچ ورک

یعنی دو سوتی کام یا ترچھے ٹانکوں کا کام ...

اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے جو نہ صرف اس دستکاری سے ناواقف لڑکیوں کے لئے بہترین استاد ہے بلکہ ان خواتین کے لئے ...

مفید سے مفید یہ کام جانتی ہیں۔ حضرت خدیجہ فاطمہ سنجیدہ اشرف کے نہایت کارآمد مضامین اور عام فہم ہدایتیں ہیں۔

باب ۱۔ وضع وضع کی ۱۵ دلآویز بیلوں کے نہایت صاف اور واضح نمونے چند عنوانات یہ ہیں۔ پتلی بیل۔ آستینوں کی بیل۔ ساری کی بیل دوپٹے کے کناروں کی بیل۔ چوڑی بیل۔ انگریزی بیل وغیرہ وغیرہ۔

باب ۲۔ طرح طرح کی ۸ خوبصورت گوشہ والی بیلوں کے دلفریب نمونے۔

باب ۳۔ مختلف چیزوں کے ۱۵ دیدہ زیب اور خوشنما کونوں کے بہترین نمونے۔

باب ۴۔ گلدستے۔ بکسوں کے لئے۔ رومال کے لئے میز پوش اور تکیہ کے غلاف کے لئے ۱۶ خوبصورت گلدستے۔

باب ۵۔ میز پوش کا مرکز۔ تہوار کبادعید۔ خوبصورت مرکز نفیس دلآویز وسطی۔

باب ۶۔ ۵ نفیس نمونے پھولوں کی ٹوکریوں کے۔

باب ۷۔ دوڑتا ہوا چوزہ۔ تیتری جوڑی جھومتی۔ بلخ۔ بلبلوں کی جوڑی۔ چڑیا کے ڈالی۔ اڑتی ہوئی تیتری۔ چڑیا۔ تتلی۔ سارس۔ مور۔ شاخ انگور پر چڑیا۔ آم پر۔ چڑیا کا گھونسلہ طوطا شاخ پر وغیرہ وغیرہ ۱۶ نمونے۔

باب ۸۔ بلی۔ چوہا۔ گلہری۔ ہرن۔ اونٹ۔ ہاتھی۔ گھوڑا۔

باب ۹۔ میز پوش کے لئے ۶ بہترین نمونے۔

باب ۱۰۔ عید مبارک۔ دستکاری کا ضعر۔ گاڈبلیس۔ ہمارا گھر۔ گڈنائٹ۔ نقشبند ہندوستان۔ ویل کم۔ ہندسے۔ مونوگرام کے ۱۶ نقشے حروف تہجی وغیرہ وغیرہ۔

باب ۱۱۔ دستی رومال۔ دستی بیگ۔ (۲ مختلف نمونے) پردہ۔ تکیہ۔ غلاف۔ پلنگ پوش۔ چائے دانی۔ چائے پوش۔ جمپر فراک میں کشتی وغیرہ ۱۳ نمونے۔

کل ۱۲۲ بہترین نمونے خوب واضح اور دیدہ زیب مصوری اور چھپائی چھاپ نفیس کتابت اچھی کاغذ سفید دبیز

قیمت عہ

تصانیف محترمہ ملقیس بیگم (و-ا) صاحبہ

عورت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ امور خانہ داری میں ماہر ہو عورت کتنی ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ کتنی ہی خوبصورت اور کتنی ہی دولتمند کیوں نہ ہو اگر گھرداری کے کام کاج اچھی طرح نہیں کرسکتی تو اس کی زندگی ہرگز کامیاب نہیں عصمت کی نامور مضمون نگار محترمہ ملقیس بیگم (و-ا) صاحبہ کی کتاب **خانہ داری کے تجربات** پڑھ کر پھوہڑ سے پھوہڑ لڑکیاں بھی اگر مطالعہ کریں تو سلیقہ شعار اور سگھڑ بنجائیں گی کیونکہ اس بیش بہا کتاب میں وہ مضامین ہیں جو ذاتی تجربوں کی بنا پر نہایت محنت اور بڑی قابلیت سے لکھے گئے ہیں فصل اول میں ان ۴۴ کھانوں کے تیار کرنے کی نہایت مکمل اور بالکل صحیح ترکیبیں ہیں جو طاقت بخش یا کسی تکلیف کے پیدا کرنے میں مدد دیتے ہیں یا بیماری سے اٹھنے کر زوری کی حالت میں کھانا نہایت مفید ہے فصل دوم میں مفید صحت تروتازہ تندرست رہنے کے بیش بہا مفید مضامین ہیں مثلاً

پانی کی احتیاط	دودھ کی احتیاط	باسی روٹی	مرچ
دودھ پلانے کا تجربہ	بات کرتے وقت	اصل تربیت	اچھی غذا
آرام کی ضرورت	جسم کی صفائی	ہمارا مکان	

فصل سوم میں وہ کارآمد باتیں ہیں جن کا جاننا ہر گھر دار عورت کے لئے اشد ضروری ہے مثلاً

نوکروں سے برتاؤ	بچوں کی تربیت	شادی بیاہ میں مہمان جانا
صنعت وحرفت	کام کی باتیں	جاڑوں کی راتیں

غرض **خانہ داری کے تجربات** کا ہر مضمون جو ذاتی تجربوں کی بنا پر نہایت سلیقہ اور خوبی سے لکھا گیا ہے ہر شریف عورت اور لڑکی کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے عورتوں کی زندگی میں اس کتاب سے ایک انقلاب پیدا ہو سکتا ہے قیمت ۱۲؍

مفید نسواں خانہ داری کے تجربوں کا دوسرا حصہ جس میں تندرستی اور بیماری کے متعلق نہایت کارآمد مضامین ہیں مثلاً آنکھوں کی قدر قیمت نظر کی کمزوری کے اسباب اختلاج قلب، چیچک، مختلف قسم کے درد قبض، لو لگنا، کھانسی زکام وغیرہ کے اسباب، علاج ہدایات احتیاطیں تفصیل کے ساتھ لکھی گئی ہیں اس کتاب میں ایک مضمون بھی ایسا نہیں ہے جس میں سنی سنائی باتیں لکھی ہوں یا غیر معتبر کتاب سے کچھ نقل کیا گیا ہو بلکہ ہر ایک چیز ذاتی تجربہ کی بنا پر لکھی ہے۔ قیمت ۸؍

جالی کا کام ہندوستان کی پرانی صنعت پر مکمل کتاب جو دفتر عصمت کی ہندوستانی کی کتابوں کی طرح نہایت کامیاب ہے مستند طریقے کے نمونے بھی ہیں قیمت ۸؍

محترمہ حجاب اسمٰعیل کی تصانیف

نغمات موت ان دلآویز مضامین کا مجموعہ جو مصنفہ نے اپنی والدہ مرحومہ کی یاد میں لکھے تھے اور جو عصمت کے علاوہ دوسرے رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔ یہ مضامین مصنفہ کے جذبات کا آئینہ اور نظم ناطق کا بہترین نمونہ ہیں محترمہ حجاب کے ان نئے زمانوں کی کل ان کی شاعرانہ زبان کی نزاکت و لطافت عصمت کے اسلوب انشاء سے بیں نمایاں ہے۔ قیمت ۱؍

ادب زریں محترمہ حجاب اسمٰعیل نثر میں خوب شاعری کرتی ہیں ان کے چھوٹے چھوٹے لطیف مضامین ان کے بلند تخیل عبارت کی رنگینی اور جذبات کی ترجمانی کا بہترین آئینہ ہوتے ہیں اس مجموعہ میں وہ مضامین ہیں جن میں سے اکثر مختلف رسائل میں شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں قیمت ۸؍

ملنے کا پتہ۔ دفتر عصمت کوچہ چیلاں دہلی

ہندوستان کی نامور افسانہ نگار خواتین کے اصلاحی اخلاقی ناول و افسانے

شہیدِ وفا

سلسلہ نے دُنیا کے سامنے محبت اور وفا کا جو دردناک نمونہ پیش کیا ہے شہید وفا میں پڑھئے دل لرز جائے گا آنکھیں پُرنم ہو جائنگی اور ایک بہادر لڑکی کی تصویر آپ کی نگاہوں کے سامنے آ جائیگی۔ ہندوستان کی مشہور افسانہ نگار محترمہ امۃ الوحی صاحبہ کا یہ مشہور افسانہ ہے جس کے ساتھ دوسرے ۸ دلچسپ افسانے اور بھی آپ کی دلچسپی کے لئے حاضر کئے گئے ہیں یہ آٹھ افسانے بھی محترمہ موصوفہ کے نہایت مؤثر نتیجہ خیز بہترین افسانے ہیں ہر افسانہ درد اور جذبات کی سچی تصویر مرد اور عورتوں کے لئے یکساں دلچسپی کا سامان "شہید وفا" اور ان آٹھ افسانوں میں موجود ہے۔ عصمت، تہذیب، الخلیل، انقلاب وغیرہ نے شاندار ریویو اس کتاب پر کئے۔ ضخامت دو سو صفحوں کے قریب ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ (عہ) مجلد عہ

انوری بیگم

اُردو کی نامور افسانہ نگار محترمہ طیبہ بیگم مرحومہ مسز بیگم نواب خدیو جنگ بہادر کا مشہور و مقبول افسانہ بیماری تیمارداری کے عنوان سے عصمت میں جس کی چند قسطیں شائع ہو کر رہ گئی تھی اس دلآویز اصلاحی ناول میں حیدرآباد کے ایک شریف معزز اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کی بلند معاشرت دکھائی گئی ہے۔ انوری بیگم کی جو قصہ کی ہیروین ہے بیمار اور تیمارداری اور تندرستی منگنی اور شادی کے حالات نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں تمدنی خرابیوں اور بعض پرانے رسم و رواج کی پابندیوں کے نقصانات خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ پلاٹ میں نہایت دلکشی اور طرز بیان میں بے تکلفی اور سادگی ہے حیدرآبادی ماماؤں کی زبان بھی خوب لکھی گئی ہے کہیں کہیں ظرافت کی بھی چاشنی ہے۔ اُردو میں خواتین کے لکھے ہوئے ایسے بلند معاشرتی ناول بہت کم نکلیں گے کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت صرف ایک روپیہ چھ آنہ مجلد ۱؎

دولت پر قربانیاں

تعلیم یافتہ اور روشن خیال لڑکی کی اس جبر سے کہ غیر کفو میں شادی کرنے سے ترک بیدی دینا ہوگا برادری کے لڑکے سے جو لڑکی کے لئے عمر و قابلیت وغیرہ کے لحاظ سے موزوں نہیں اور مذاق و خیالات جدا گانہ رکھتا ہے شادی کرنے کے دردناک نتائج۔ اور دولت کے لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے کا عبرتناک انجام۔ ہندوستان میں لاکھوں بے زبان لڑکیاں رواج اور دولت کی چوکھٹ پر قربان کی جاتی ہیں۔ انعامی سلسلہ کے یہ ۵ بہترین دردانگیز افسانے ہیں۔ قیمت ۸/

غیرت کی پتلی

محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل سابق اڈیٹر شریف بی بی کا لکھا ہوا ایک سبق آموز و دلچسپ قصہ جس میں تین مختلف الخیال عورتوں کے حالات ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ اولوالعزمی اور ہمت سے عورت کس طرح بگڑا ہوا گھر بنا سکتی ہے دولت کے لالچ میں اور چھوٹی حیثیت کے لوگوں میں شادی کرنے کے کیا کیا نتائج ہوتے ہیں۔ قیمت ۶/

چار رُخ

عصمت کی مشہور انشا پرداز محترمہ انیس فاطمہ بنت بسمل کا لکھا ہوا ایک نتیجہ خیز افسانہ ہے جس میں چار عورتوں کی عبرت انگیز اور سبق آموز آپ بیتی ہے چاروں کہانیاں سچی ہیں اور ان میں مغربی تمدن کی اندھا دھند تقلید عیائی خنزیر کی صحبت اور رواج کی پابندیوں کے نہایت دردناک نتائج دکھائے گئے ہیں کتاب مختصر ہے لیکن جو نتیجے اس سے نکلتے ہیں وہ نہایت اہم ہیں قیمت ۴/

جال باز

ہندوستان کی نامور افسانہ نگار محترمہ نذر سجاد حیدر کے افسانے پلاٹ کی دلآویزی کے اعتبار ادبی حلقوں میں نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اور اس میں شک نہیں محترمہ موصوفہ ہندوستان کے بہترین افسانہ نگاروں میں نہایت ممتاز درجہ رکھتی ہیں "جال باز" محترمہ نذر سجاد حیدر کا اصلاحی معاشرتی ناول ہے جس میں ایک معزز اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کے حالات نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ زبیدہ اپنے منگیتر کے لئے کیا کیا قربانیاں کرتی ہے۔ مسز قمر ایک کم حیثیت مغربی لڑکی کے ہاتھوں کس طرح اپنی پُر مسرت زندگی کو تباہ کر کے موت کے منہ میں پہنچ جاتے ہیں خاندان محسن کا ایک سچا دوست تمام مشکلات کو کس طرح حل کرتا اور اپنے دوستوں کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں کر کے محو حیرت کر دیتا ہے یہ ایسے باب ہیں کہ آپ عش عش کریں گے۔ قیمت ۱۲/

فیروزہ

ایک دردمند گریجویٹ وبیرسٹر لڑکی کا افسانہ غم شرافت اور انسانیت کی دل ہلا دینے والی قربانیاں جن سے معلوم ہوگا کہ کس وجہ سے ایک شریف عورت اپنے شوہر کو ایک دوسری عورت کے حوالہ کر دیتی ہے۔ لالچ بے ایمانی ہنگامی جذبات کے قابل نفریں مرقعے احسان فراموشی محسن کشی کے کمینے حملے اور استقلال و دور اندیشی کی فتح ایک سبق آموز افسانہ جو بتائے گا کہ بڑی بڑی مشکلات کا مقابلہ کرنے پر بھی عورت اعلیٰ تعلیم سلیقہ شعاری اور معاملہ فہمی کی بدولت زندگی خوشگوار بنا سکتی اور قومی خدمات انجام دے سکتی ہے۔ عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ جمیلہ بیگم صاحبہ کلکتہ کی تصنیف ہے۔ قیمت ۸/ (علاوہ محصول)

دوسرے کتب خانوں کی منتخب زنانہ کتابیں

گلبائے رومال ۸/	شوہر کی نصیحتیں ۴/	لوری نامہ ۲/	مخزن سہیلی ۵/
قوس قزح ۸/	زنانہ خطبے ۶/	راہ جنت ۴/	خواتین انگورہ ۱۲/
امہات الامہ ۵/	رفیق مرزا ۴/	صنعت خانہ ۴/	بیگمات بنگال ۶/
لیڈی ڈاکٹر ۸/	بہشتی جوہر ۲/	جمیلہ خاتون ۴/	بیگمات لکھنؤ ۱؎
حلیمہ خانم ۱۲/	صبح کی دیوی ۴/	گھر کی گھروالی ۴/	بیوی کی تعلیم ۱؎
آداب نسواں ۵/	سہیلی نامہ ۶/	کفایت شعاری ۴/	بیوی کی تربیت ۸/

دلچسپ اور مفید زنانہ کتابیں

تاریخی لطیفے

دُنیا کے نامور مصنفوں شاعروں بادشاہوں شہزادیوں وغیرہ کے لطیفے جو بہت سی کتابوں سے جمع کرکے لڑکیوں اور عورتوں کے لئے مشہور اہل قلم خواتین نے منتخب کئے ہیں۔ مولانا راشد الخیری ایڈیٹر عصمت دہلی اس کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ان میں جہاں تک میں نے غور کیا کوئی ایسا لطیفہ نہیں جو دائرہ تہذیب سے باہر ہو اور لغویات خرافات و فضولیات سے مبرّا ہوا وہاں کوئی لطیفہ فرضی یا منگھڑت نہیں ہر لطیفہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے جو بذلہ سنجی اور حاضر جوابی کا عمدہ نمونہ ہے۔ ان لطیفوں سے جہاں دل بہلے گا ہنسی آئے گی۔ دل میں اُمنگ و جوش پیدا ہوگا اور طبیعت میں جولانی وہاں معلومات میں بھی اضافہ ہوگا۔ قیمت ۸ر

ہنسی کی باتیں

عامیانہ اور بازاری لطیفے نہیں جو پھکڑپن سے بھرے ہوتے ہیں۔ یہ کتاب ہندوستان کے معزز گھرانوں کی محترم خواتین کے نئے نئے طبع زاد مہذب لطیفے ہیں جنہیں پڑھکر سنجیدہ انسان بھی ہنسے بغیر نہ رہ سکے لطف یہ ہے کہ وقار تہذیب سے گرا ہوا کوئی لطیفہ نہیں۔ مہذب ظرافت کی یہ بہترین کتاب ہے عورتوں اور مردوں، بڑوں اور بچوں سب کو پسند ہے۔ قیمت ۸ر

عقل کی باتیں

بڑے بڑے پیغمبروں بادشاہوں مصنفوں شاعروں ادیبوں اور فلاسفروں کے ۵۰۰ اقوال جو برسوں کے تجربوں پر مبنی ہیں جن میں ہنسی خوشی کامیابی سے زندگی گذارنے کا راز ہے جن میں حیات انسانی کی پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیاں سلجھانے کا حل ہے جو دل بہلانے غم غلط کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ ان بیش بہا مشوروں کو سوچنے اور ان پر غور کرنے سے عقل بڑھتی ہے اور انسان زندگی میں انقلاب پیدا کرسکتا ہے۔ بہت محنت سے تیار کی گئی۔ قیمت ۸ر

خواتین اندلس

اندلس یعنی اسپین میں مسلمانوں نے ۸۰۰ سال تک جس شان سے حکومت کی ہے تاریخ سنہری الفاظ میں ہمیشہ اس کا ذکر کرے گی مسلمانوں کے زمانہ میں سرزمین اندلس نے ایسی ایسی باکمال خواتین پیدا کی تھیں جنہوں نے علوم و فنون کے دریا بہا دیئے تھے۔

محترمہ مہر النساء صاحبہ نے بہت سی کتابوں سے بڑی تلاش و جستجو اور بیحد محنت و [illegible] سے ان خواتین کے حالات تذکرے نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھے ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں طبقۂ نسواں کیسی کیسی اعلیٰ پایہ کی شاعرہ، ادیب، مصنف، بذلہ سنج لطیفہ گو، حاضر جواب رکھتا تھا۔ طرز بیان بہت دلچسپ ہے تاریخ میں افسانہ کا لطف ہے قیمت ۶ر

پردہ و تعلیم

اس نوعیت کی کتاب آجتک شائع نہیں ہوئی۔ اس کتاب سے معلوم ہوگا کہ تعلیم نسواں کی طرف سے غفلت کرنے سے مسلمانوں کو کیا شدید قومی نقصان پہنچ چکا ہے اور اب ان کی ترقی و بہتری کی کیا صورت ہے اس کتاب میں ہر مذہب کی عورتوں کا مقابلہ کرکے پردہ پر قرآن و حدیث کی رُو سے اسلامی بلکہ سیاسی و معاشرتی نقطہ نظر سے بھی بحث کی گئی ہے مشہور افسانہ نگار محترمہ ایس آر کرامانیہ مصنفہ نیرنگ لکھتی ہیں "اس موضوع پر اس سے بہتر کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گذری۔" قیمت ۱۲ر

بچوں کی تربیت

اگر آپ کے گھر میں ننھے بچے ہوں تو ضرور یہ کتاب منگا لیجئے کیونکہ بچوں کی پرورش اور تربیت پر اس قدر آسان پیرایہ میں ایسی مفید کتاب اردو میں آجتک شائع نہیں ہوئی دہلی کے شریف گھرانوں میں بچوں کی پرورش میں جن جن باتوں کا خیال رکھا جاتا تھا آج جن بیماریوں پر اشرفیاں خرچ کی جاتی ہیں اور اس وقت پیسوں میں کام ہو جاتا تھا وہ سب اس میں جمع کی گئی ہیں۔ پھر سائنس اور حفظان صحت کے اصولوں پر لکھی گئی ہے اور ذاتی تجربے بیان کیے گئے ہیں از مولوی عبدالغفار الخیری سابق پروفیسر ٹرکش یونیورسٹی بیروت قیمت ۱۰ر

تندرستی ہزار نعمت

عصمت کی مایہ ناز مضمون نگار محترمہ زہرہ بیگم صاحبہ فیضی بمبئی کے نہایت مفید مضامین جن میں صحت قایم رکھنے کے چند اصول بڑی خوبی سے بیان فرمائے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی سیاحت امریکہ اور یورپ کے تجربات بھی تحریر فرمائے ہیں۔ آنکھیں، آنکھوں کا تعلق ہاضمہ سے، دانت، مالش کرنے۔ پینے کا پانی، غذا، نیند، کتاب کے اہم عنوانات ہیں قیمت ۲ر

دوسرے کتب خانوں کی منتخب زنانہ کتابیں

ثروت دلہن ۱۲ر	سہرہ ہبری ۸ر	بیگمات عالم ۸ر	نصیحت کا کرن پھول
انجام زندگی ۸ر	صحابیات ۱۲ر	مضامین ۱ر	پتھر سے ہیرا ۱۲ر
آئین نسواں للعہ	فطرت نسوانی ۱۲ر	زمانۂ تحصیل عہ	اسلام اور عورت ۸ر
تعلیم خانہ داری ۱۲ر	گہوارۂ تمدن [illegible]	ہدیۂ نسواں عہ	مرآۃ العروس عہ
بچی کی اُستانی ۸ر	مشاہیر نسواں عہ	تاریخ آفرینش ۱۰ر	بنات النعش عہ
گھر والی کی تربیت ۸ر	حلیمہ ۳ر	خصائل خلق ۱ر	توبۃ النصوح عہ
کلثوم بیگم یا قصیدہ [illegible]	عالم خیال ۸ر	فضائل اشرف ۱۲ر	فسانۂ مبتلا ۲ر
کامل دائی ۲ر	دختران فرشتہ عہ	جہاں آرا بیگم ۲ر	رؤیائے صادقہ ۲ر
شمیم للعہ	انشائے نسواں عہ	نیرنگ ۱۲ر	اقبال دلہن ۱۲ر
سیرۃ عائشہ صدیقہؓ ۱ر	پردہ عہ	[illegible]	حسن معاشرت ۲ر

سینکڑوں روپیہ کی بچت اور ہزاروں روپیہ کا منافع

اب ہر عورت خوش حال رہ سکتی ہے

تمام ملک کو شکر گذار رہنا چاہیئے کہ مولوی عبدالرحیم صاحب چیف کیمسٹ دوارکا کی اہلیہ محترمہ جناب امۃ الحفیظ صاحبہ کا جنھوں نے اپنی ہندوستانی بہنوں کی مفلسی اور ناداری دور کرنے کے لئے اپنے شوہر کی مدد سے بار بار تجربہ کرنے میں ہزاروں روپیہ خرچ کرکے تین سال کی شبانہ روز محنت کے بعد مختلف قسم کی چیزیں بنانے کے صحیح نسخے تحریر فرما کر کتاب تیار کردی۔ یہ وہی بیش بہا کتاب ہے جس کے بعض

صنعت و حرفت

مضامین ۱۹۳۳ء اور ۱۹۳۴ء کے عصمت میں شائع ہوئے تھے کہ سارے ملک میں دھوم مچ گئی اور ملک کے ہر حصہ سے ان مضامین کی اشاعت پر شکریہ کے خطوط موصول ہوئے۔ سینکڑوں خواتین نے ان مضامین کے نسخوں کو آزمایا۔ اور بالکل صحیح پایا۔ اور مصنفہ کی محنت اور ایثار کی داد دی۔ آخر ایڈیٹر عصمت کی فرمائش پر مصنفہ نے ایک ایک چیز کا تجربہ کرکے ایک ضخیم کتاب تیار فرما دی۔ جس میں خواتین ہند کو بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے پیمانے پر تجارت کرنے اور روزمرہ کی ضروریات سے ہر ماہ ایک معقول رقم پس انداز کرلینے کے بے بہا مشورے دئے ہیں جس میں ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے نہایت صحیح اور آزمودہ نسخے نہایت احتیاط سے درج کئے گئے ہیں مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست دی جاتی ہے۔

صابن		مختلف قسم کی سیاہیاں بنانے کے نسخے		
صابن	ملی صابن	مختلف سیاہیاں	بلو بلیک سیاہی	سرخ روشنائی نمبر ۲
سب سے آسان نسخہ	کاربالک ایسڈ سوپ	سیاہ روشنائی	دیگر	سرخ روشنائی کی ٹکیہ
دیسی صابن بنانا	نیم کا صابن	کاجل	نقل پذیر سیاہی	ان مٹ سیاہی
نہانے کا صابن	ڈاڑھی مونڈنے کا صابن	سیاہی کا عمدہ نسخہ	نیلی سیاہی کی ٹکیہ	کپڑے پر نشان کرنے والی سیاہی
شفاف ہاتھ سوپ	۔۔ سفوف	دیسی سیاہی	سرخ روشنائی	نظر نہ آنے والی سیاہی

اسی طرح لکڑی کے سامان کے لئے رنگ اور روغن دانتوں کے لئے منجن کریم اور چہرہ کے پاؤڈر۔ ویسلین۔ غازہ حسن پامیڈ۔ تیل اور روغن خضاب مختلف اشیاء کو جوڑنے کے مصالحے سمنٹ وغیرہ بوٹ شوز کریم۔ اور پالش۔ شربت سازی۔ سریش۔ لاکھ کی تجارت۔ ربڑ اور مکھن کی تجارت۔ اچار۔ چٹنیاں۔ مربے وغیرہ۔ خوشبودار۔ تمباکو خوردنی۔ تیزاب۔ عطریات۔ ارواح۔ ایسنس۔ نیل اور کتھ۔ چاک اور بتیاں۔ کافور۔ ارنڈی کا تیل۔ نشاستہ آئس کریم۔ شیشے بنانا۔ آتش بازی بنانا وغیرہ وغیرہ ۳۴ باب ہیں اور ہر باب میں ایک ایک چیز کے مختلف قسم کے آٹھ آٹھ دس دس بلکہ پندرہ پندرہ نسخے ہیں اور آزمودہ۔ بازاری کتابوں کی طرح کوئی نسخہ نہ شنا سنایا درج ہے۔ نہ محض اندازہ سے لکھا گیا ہے نہ کسی کتاب سے نقل یا ترجمہ کیا گیا ہے بلکہ خاص طور پر اس کتاب کے لئے زر کثیر خرچ کرکے ایک ایک نسخہ تجربہ کرنے کے بعد بہت احتیاط سے قلمبند کیا گیا ہے۔ ہندوستان کی کسی زبان میں اس موضوع پر اس قدر صحیح اور مستند اور اتنی مفید اور کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی کتاب صنعت و حرفت نادار و کم استطاعت عورتوں کی مالی پریشانیاں ختم کردے گی اور وہ گھر بیٹھے عزت و خودداری کے ساتھ زر کثیر کما سکیں گی۔ خوش حال بیبیاں کتاب صنعت و حرفت کی موجودگی میں ہر ماہ ایک معقول رقم جمع کرسکیں گی۔ دولتمند خواتین بیواؤں اور محتاجوں میں یہ کتاب تقسیم کرکے نقد روپیہ کے مقابلہ میں انہیں بہت زیادہ فائدہ پہنچا سکتی ہیں کتاب اس پایہ کی ہے کہ اس کی قیمت دس روپیہ بھی رکھی جاتی تو کم تھی۔ مگر اس لئے کہ ہر شخص فائدہ اٹھا سکے صرف **دو روپیہ** قیمت رکھی گئی ہے علاوہ محصول ڈاک۔ مجلد ڈھائی روپیہ سوا دو روپیہ

۱. بنت حاجی عبداللہ صاحب سوداگر اعظم پورہ چادر گھاٹ لکھتی ہیں:۔ میں نے صنعت و حرفت کے متعلق بہت سے رسالے اور کتابیں دیکھیں مگر کتاب صنعت و حرفت جیسی مکمل اور آسان کتاب اور آزمودہ نسخے کسی کتاب میں نہیں اس کتاب کی جتنی تعریف کروں کم ہے ہر بہن کو اپنے پاس رکھنی چاہئے۔ مجھے قوی امید ہے بہت سی بہنیں اس سے فائدہ اٹھا رہی ہوں گی۔

اہلیہ مولوی محمد عزیز الدین صاحب دواخانہ معین الصحت۔ جدید قطبی گوڑہ حیدرآباد دکن لکھتی ہیں:۔ رسالہ عصمت میں آپ کے صابن بنانے کے نسخے پڑھ کر میں نے آزمائے اور اچھے ثابت ہوئے۔ اس بنا پر میں نے آپ کی کتاب صنعت و حرفت منگائی بہت سے نسخے تیار کرکے دیکھے۔ بفضل خدا تمام کے تمام ٹھیک اترے۔ اس عظیم احسان کا میری جانب سے پُر خلوص دل سے ہدیہ تشکر قبول فرمائیے۔ میری تو رائے یہ ہے کہ ہر مسلمان کے گھر میں ایک جلد صنعت و حرفت کی ضرور ہونی چاہئے اس سے ایک کثیر رقم پس انداز ہوسکتی ہے۔

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے قابل مردوں کے لکھے ہوئے دلچسپ افسانے وغیرہ

بچیوں اور لڑکیوں کے لئے

زنانہ بستہ

دس کتابوں کا مجموعہ

(۱) بسم اللہ کی کتاب۔ ننھی ننھی بچیوں کو بغدادی قاعدہ پڑھائی جاتی ہے۔ (۲) **کہانیوں کی کتاب**۔ سات نہایت دلچسپ کہانیاں ننھی بچیوں کے ہی مطلب کی جنھیں بچیاں مزے لے لے کر پڑھتی ہیں (۳) **کھیل کی کتاب**۔ چھوٹی بچیوں کی عمر کے لحاظ سے دلچسپ کھیل۔ کھیلنے کے طریقے بیان کیے گئے ہیں (۴) **لکھنے کی کتاب** جس میں بچیوں کو لکھنے کے طریقے سکھائے ہیں قلم دوات کا صحیح استعمال لکھنے کی ہدایتیں بچیوں کے مطلب کے خطوط کے مختلف نمونے نہایت آسان زبان اور عام فہم پیرایہ میں (۵) **نماز کی کتاب**۔ خدا اور رسول کے متعلق جو باتیں جاننی ضروری ہیں پہلے وہ بتلائی ہیں نماز کے فائدے۔ وضو کا پورا بیان اس کے بعد نماز کا بیان اس قدر آسان کہ بچیاں خود بخود سمجھ کر اپنے شوق سے نماز پڑھنے لگیں اس کے بعد روزہ کا بیان ہے (۶) **کھانے پکانے کی کتاب**۔ مضامین کے عنوانات یہ ہیں۔ ضروری ہدایتیں۔ روٹی، دال، باورچی خانہ کیسا ہو، مصالحہ کیا ہوتا ہے اور کس طرح پیسا جاتا ہے اگر گوشت سادہ اور ترکاری کا کیسا پکایا جاتا ہے۔ اس کے بعد چاول، کھچڑی، کوفتے۔ پلاؤ۔ شامی کباب، پراٹھے، کھٹا گوشت، انڈوں کے کوفتے، اور چٹنیاں تیار کرنے کی نہایت آسان ترکیبیں بچیوں کے مطلب کی درج کی گئی ہیں (۷) **تندرستی کی کتاب**۔ مضامین کے عنوانات یہ ہیں۔ صفائی غسل۔ کھانا۔ سونا۔ دانتوں کی صفائی۔ آنکھوں کی حفاظت۔ مکان کی صفائی۔ معدہ کی صفائی۔ سیر و تفریح تندرستی کے اصول (۸) **تہذیب، ادب، اور اخلاق کی کتاب**۔ اس میں کھانے پینے کے ملنے جلنے کے اور گفتگو کرنے کے اور لکھنے پڑھنے کے آداب بہت خوبی سے لکھے گئے ہیں۔ ماں باپ اور شوہر کے حقوق پر بھی دل نشین بحث ہے پھر تواضع۔ حیا۔ صبر و استقلال۔ معافی۔ کفایت شعاری محنت پر نہایت مفید باتیں لکھی گئی ہیں۔ (۹) **پردہ کی کتاب** جس میں پردہ اور حیا کے متعلق بعض بعض نہایت کام کی باتیں بتلائی گئی ہیں (۱۰) **خانہ داری کی کتاب یا دلہن کا جہیز** جس میں شوہر اور بیوی کے تعلقات پر مؤثر بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ شوہر کے دل کو کس طرح فتح کیا جا سکتا ہے۔ ساس نندیں کیسے برتاؤ سے محبت کرنے لگتی ہیں یہ کتاب ہے جس مضمون پر ہے مکمل ہے بچیوں اور لڑکیوں کے لئے زنانہ بستہ نہایت ہی مفید اور بڑے کام کی کتاب ہے اور دلچسپ بھی اتنی ہے کہ وہ خوشی خوشی اور اپنے شوق سے بار بار پڑھتی ہیں ضخامت پونے دو سو صفحے سے کچھ کم کاغذ سفید قیمت صرف ایک روپیہ۔ (عہ)

ملنے کا پتہ :- دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

روحانی شادی یہ اصلاحی ڈرامہ ملک کے مشہور افسانہ نگار منشی پریم چند بی اے نے عصمت کے لئے لکھا تھا عصمت میں شائع ہو کر خوب مقبول ہوا۔ اب کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ پلاٹ، مکالمہ، کیرکٹر ہر اعتبار سے نہایت کامیاب ہے۔ نتیجہ خیز اور سبق آموز ہے دلچسپ اور دلآویز ہے عبرتناک بھی ہے۔ اور کافی تفریحی مذاحیہ بھی ہے اصلاح معاشرت پر اتنے مؤثر اور بلند پایہ مختصر ڈرامے بہت کم نکلیں گے۔ قیمت ۶؍

دامن باغباں ہندوستان کے مشہور افسانہ نگاروں میں یہ خصوصیت ڈاکٹر سعید احمد بریلوی ہی کی تحریر میں ہے کہ وہ خشک سے خشک مضمون کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں جذبات نگاری میں ڈاکٹر صاحب کو کمال حاصل ہے اور زبان روزمرہ نہایت عام فہم لکھتے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا۔ دامن باغباں ڈاکٹر صاحب کے ۸ افسانوں کا مجموعہ ہے نمبر۱ نصیبن کا بیاہ نمبر۲ خدا کا باغی نمبر۳ بخار کا تعویذ نمبر۴ بڑا آدمی نمبر۵ سکون نا آشنا دل۔ نمبر۶ حسرت نصیب مزدور نمبر۷ حفاظت کے فرشتے اس مجموعہ کے وہ دلآویز نتیجہ خیز سبق آموز افسانے ہیں جو اُردو کے بہترین افسانوں میں شمار کئے جاتے ہیں اور صرف ایک ہی افسانے کے پڑھنے سے ساری کتاب کی قیمت وصول ہو جاتی ہے افسانے جس قدر دلچسپ ہیں اتنا ہی بڑھیا ولایتی کاغذ لگایا گیا ہے لکھائی چھپائی بھی اعلیٰ درجہ کی قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

افسانہ حرم لڑکیوں کے لئے ایک فاضل جرنلسٹ نے دس کہانیاں لکھی ہیں اور ہر کہانی سے کوئی نہ کوئی مفید نتیجہ نکلتا ہے۔ لڑکیاں کتاب کو نہایت دلچسپی سے پڑھیں گی۔ طرز بیان میں دلآویزی ہے عبارت بہت ہی آسان عام ہندوستانی گھرانوں کی کیفیت نہایت خوبی سے دکھائی گئی ہے۔ قیمت ۸؍

دودھ کی قیمت اور دوسرے افسانے منشی پریم چند صاحب کے سات مختصر افسانے اور ایک ڈرامہ جو منشی جی مرحوم نے خاص طور پر عصمت کے لئے لکھے تھے اور جو ان کے شاہکار افسانوں میں ہیں

آفتاب زندگی مولانا سیماب اکبر آبادی جن کی قابل قدر کتاب زنانہ بستہ اتنی زیادہ میں اس قدر مقبول ہوئی کہ اب چوتھی دفعہ چھپی ہے یہ قصہ انہیں کی تصنیف ہے جس میں ایک لڑکی کی شادی تک کے حالات دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں لڑکیوں اور عورتوں کے لئے اسکا مطالعہ سبق آموز اور مفید ہے زبان سلیس عام فہم کاغذ معمولی قیمت صرف ۶؍

شباب زندگی آفتاب زندگی کا دوسرا حصہ جس میں شمس النساء کی شادی سے لے کر اس وقت تک کے حالات درج ہیں جب تک کہ وہ بال بچوں والی ہو گئی۔ اس ضمن میں جو مصائب اور تکلیفیں، جو آرام اور جو راحتیں اسے اٹھانی پڑیں، اور جو تجربے اس نے حاصل کئے وہ سننے اور پڑھنے اور گرہ میں باندھ لینے کے قابل ہیں قیمت ۶؍

بچوں اور بچیوں کے لئے کتابیں

مزیدار کہانیاں چھوٹے بچوں کے مطلب کی انھیں کی زبان میں لکھی ہوئی نہایت دلچسپ کہانیاں ہیں اور جناب سید ابوتمیم صاحب نے لکھی ہیں دلی کی زبان اور پھر سید صاحب کا طرز بیان ایک بھی کہانی ایسی نہیں کہ بغیر ختم کئے بچے چھوڑ سکیں لعل زبہا نیوں کی دلچسپی اور عمدہ عمدہ تصویریں بچے خوش ہو جائیں گے۔ قیمت ۸ر

جاپانی کہانیاں تالیف مسز فضل صاحبہ اپنے شوہر کے ساتھ جاپان میں کئی سال رہیں انھوں نے بچوں کے مطلب کی نہایت عمدہ عمدہ سبق آموز کہانیاں جمع کیں اور بڑی قابلیت سے اردو میں لکھیں چند کہانیوں کے عنوان یہ ہیں۔ چڑے چڑیا کی کہانی، پھول کھلانے والا بڈھا، انگلی کے برابر بچہ، عجیب شفتا، کیکڑا اور بگلا، پھولوں کا باغ، شفتو کر اسد وغیرہ جاپانی بچوں کی یہ بہترین ۱۲ کہانیاں ہیں جن سے بچے بہادر، بلند ہمت، محنتی جفاکش ہوتے ہیں ہر کہانی کے ساتھ کئی کئی عمدہ تصویریں ہیں۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

بچوں کی دنیا ترجمہ۔ روس کے مشہور مصنف ٹالسٹائی کی کتابیں، مرد، عورت، بچے سب پسند کرتے ہیں۔ ٹالسٹائی نے بچوں کے لئے جو کہانیاں لکھی تھیں ان میں سے ۵ بہترین کہانیوں کا ترجمہ بچوں ہی کے زبان میں کیا گیا ہے دلچسپ ہونے کے علاوہ بچوں میں ان کہانیوں سے نیکی محبت بہادری، حب الوطنی ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں قیمت ۶ر

بالشتیوں کی دنیا یعنی مختصر دنیا۔ ایک انگریز سیاح بالشتیوں کی دنیا میں چلا گیا۔ بالشتئے اسے دیو سمجھنے لگے سیاح کبھی درجنوں بالشتیوں کو جیب میں ڈال لیتا کبھی سینکڑوں بالشتیوں کا کھانا ایک لقمہ میں ختم کر دیتا۔ بہت آسان زبان میں اس دلچسپ کہانی کا ترجمہ کیا گیا ہے بچے اور بچیاں مزے لیکر پڑھتی ہیں ۵ر

زنانہ نظموں کے دو مجموعے

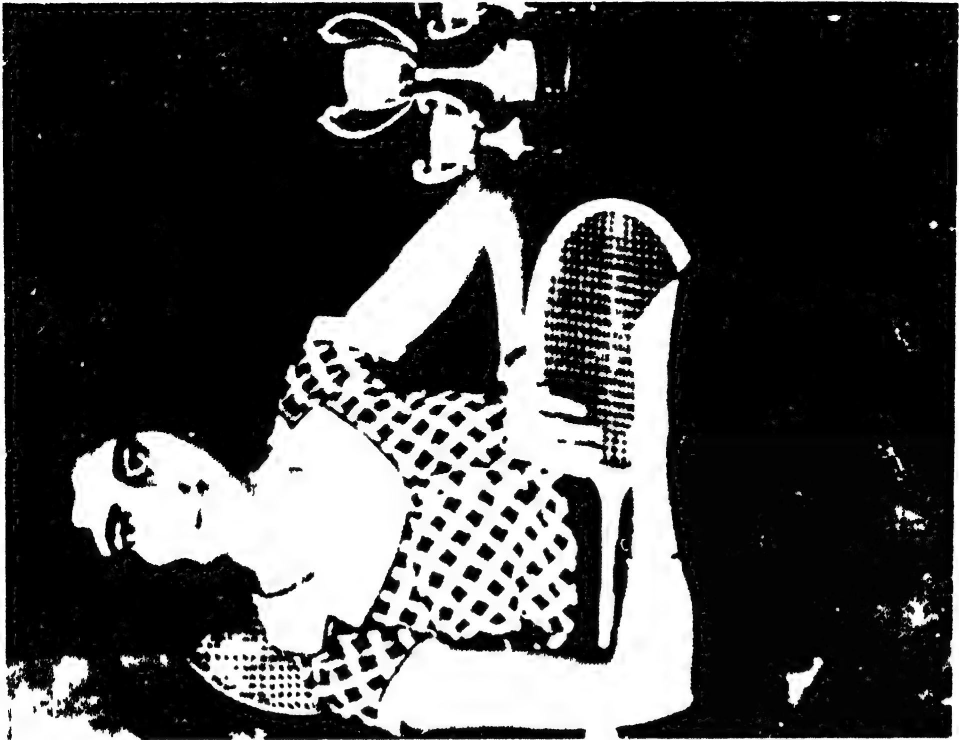
آئینہ جمال یعنی دور حاضرہ کی نامور شاعرہ محترمہ بلقیس جمال صاحبہ کی ۴۳ نظمیں نہایت دلآویز اور اخلاق آموز اسلام کے دور اولین کے سبق آموز منظوم واقعات، درد قومی کی تڑپ، مناظر قدرت کی مصوری، جذبات نسوانی کی صحیح ترجمانی، موسیقی کی لطافت، کیا خوبی ہے جو آئینہ جمال میں نہیں، خوف خدا، پاس مذہب، حب وطنی، ایثار، ہمت، بہادری کے جذبات اس کے مطالعہ سے پیدا ہوتے ہیں، قومی، ملی، اخلاقی، تاریخی نیچرل نظموں کا یہ دلآویز مجموعہ ہے اور عورتوں میں خوب مقبول رہا ہے یہ نظمیں چار حصوں میں منقسم ہیں۔ (۱) جذبات پریشان (۲) جبروت اسلام (۳) ترانہ ہائے بلبہ (۴) مکمل خانہ فطرت ہر حصہ میں بہترین نظمیں ہیں اخبارات نے شاندار ریویو کئے ہیں۔ قیمت ۱۲ر

شمع خاموش اردو کی مشہور شاعرہ منجھو بیگم لکھنوی کی دردانگیز اور مؤثر نظموں کا مجموعہ مولانا راز ق الخیری ایڈیٹر عصمت بنات نے دیباچہ لکھکر مرتب کیا ہے۔ یہ نظمیں ہندوستانی مسلمان عورتوں کی مظلومیت کا صحیح ترین فوٹو ہیں۔ اردو رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں ہر ہر شعر درد سے لبریز ہے پڑھکر آنسو نکل آتے ہیں کسی خاتون کے کلام کا ایسا درد انگیز مجموعہ اب تک نہیں چھپا۔ زبان آسان اور عام فہم ہے ۶ر

آئینہ موٹر موٹر کے متعلق اردو میں کئی کتابیں شائع ہوئی ہیں مگر وہ سب ملکر آئینہ موٹر کا پاسنگ بھی نہیں ہیں اس کتاب میں سب سے پہلے موٹر انجن کے ہر حصے کے اصول سلیس اور عام فہم عبارت میں سمجھائے گئے ہیں اور ہر مضمون کے علیحدہ باب مقرر کیے گئے ہیں اس کتاب میں موٹر کے ہر پرزے کے متعلق تمام ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں جن سے ہر پرزے کو کھول کر بآسانی ہر شخص فٹ کر سکتا ہے۔ ڈرائیور علی العموم صرف گاڑی چلانی جانتے ہیں۔ چلتے چلتے موٹر بگڑ جائے تو صحیح اصولوں پر مرمت نہیں کرتے اور پھر بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے لیکن اس کتاب کی مدد سے ہر پرزے کے متعلق مالک موٹر کو کافی واقفیت ہو جاتی ہے، وہ انجن کی آواز سے معلوم کر لیتا ہے کہ اس کی موٹر کس حالت میں ہے ڈرائیور اور ورکشاپ کی پریشانیوں کی نوبت نہیں آتی اور بہت سا روپیہ ضائع ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے ہر باب کے بعد اس کتاب میں سوال و جواب کی صورت میں نفس مضمون ذہن نشین کر دیا گیا ہے اس کے اسباب تحریر کیے گئے ہیں جن سے ہر نقص بآسانی دور کیا جا سکتا ہے پھر موٹر چلانے کے اصول بھی درج کیے گئے ہیں آخر میں تمام مروجہ اصطلاحیں اور ان کی مفصل تشریح موٹر کے پرزوں کی بیشمار تصاویر دی گئی ہیں یہ کتاب درجنوں جرمنی انگریزی کتابوں کا نچوڑ ہے ایک ماہر فن کی جنھوں نے جرمنی میں بھی کام سیکھا ہے برسوں کی محنت ہے۔ قیمت عہ

مصنفہ حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی چند تصانیف

آمنہ کا لال عہ	جوہر عصمت ۱۲ر	شام زندگی عہ	انگوٹھی کا راز ۶ر
الزہرا ۱۲ر	طوفان اشک ۸ر	صبح زندگی ۱۲ر	منظر طرابلس ۸ر
وداع خاتون ۵ر	ولایتی ممی ۶ر	نوحہ زندگی ۱۲ر	سیلاب اشک ۱۲ر
چمنستان مغرب عہ	منازل السائرہ	محبوبۂ خداوند ۱۲ر	نانی عشو ۱۰ر
شب زندگی ۲ جلد [illegible]	دو پرچے [illegible]	طوفان حیات عہ	سودائے نقد ۸ر
نسوانی زندگی ۸ر	ایمن کا دم واپسیں ۴ر	تمغۂ شیطانی ۱۲ر	بنت الوقت ۸ر
حیات صالحہ ۱۲ر	ویشیا کی سرگذشت ۴ر	یاسمین شام ۱۲ر	بچہ کا کرتہ ۴ر
جوہر قدامت ۱۲ر	چہار عالم ۴ر	غدر کی ماری	شہنشاہ کا فیصلہ ۴ر
موءودہ ۸ر	سراب مغرب ۸ر	شہزادیاں ۱۲ر	فسانۂ سعید ۸ر
ستونتی ۶ر	سات روحوں کے اعمالنامے ۸ر	قلب حزیں ۸ر	شہید مغرب عہ
وداع ظفر ۱۲ر	سیدہ کا لال ۱۲ر	تیغ کمال ۱۲ر	دُرِّ شہوار ۸ر
گلدستۂ عید ۸ر	آمنہ کا لال عہ	گرفتار قفس ۴ر	اندلس کی شہزادی ۸ر
روداد قفس ۱۰ر	آفت کی پڑیا ۱۲ر	قرآنی قصے عہ	بزم رفتگاں ۱۰ر
تفسیر عصمت ۸ر	عروس کربلا ۱۲ر	عروس مشرق ۱۰ر	گرداب حیات عہ
مسلمانوں کا قتل	نالۂ زار ۱۲ر	دادا کا لال بجھ گئی ۸ر	سیاحت ہند عہ
نوراہ و انسان ۱۲ر			









عصمت

رسالہ عصمت دہلی

انتیسواں ۲۹ سال | بابت ماہ فروری ۱۹۳۶ عیسوی | جلد ۵۶ نمبر ۲

فہرست مضامین

تصاویر

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول [illegible] روپیہ [illegible] فی پرچہ [illegible] دس شلنگ

قیمت [illegible] کا غذ [illegible] دس روپیہ [illegible] پچیس روپیہ [illegible] سو روپیہ [illegible] قیمت ایک پونڈ

فی پرچہ [illegible] روپیہ

رسالہ عصمت [illegible] پر مہینہ کی [illegible] کو دہلی سے شائع ہوتا ہے

باہتمام [illegible] مولوی محمد [illegible] پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

چند باتیں

حضرت والد مغفور کا بابرکت سایہ اُٹھنے کے بعد ان کے کام جاری رکھنے اور ان کی نئی یادگاریں قائم کرنے کے سلسلہ میں تعزیت ناموں میں، اخبارات و رسائل میں، زنانہ و مردانہ جلسوں میں جو تجاویز کی گئی تھیں ان پر اپریل کے عصمت میں میں نے اپنے خیالات کا اظہار کردیا تھا۔ جن تجویزوں یا مشوروں کا کسی نہ کسی حد تک میری ذات سے تعلق تھا وہ کہاں تک عملی جامہ پہن سکیں اور کس حد تک ان کی کامیابی کی کوشش کی گئی اس کی مختصر کیفیت یہ ہے۔

سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا گیا تھا کہ "علامہ مغفور کے تینوں رسالوں کی ترقی کی کوشش کی جائے، بالخصوص عصمت کی کیونکہ عصمت علامہ مرحوم کی بہترین یادگار ہے"۔ عصمت کے ضخیم "راشد الخیری نمبر" میں عصمت کی اٹھائیس سال کی جو تاریخ قلمبند کی گئی تھی، اس سے یہ معلوم ہونے کے علاوہ کہ خواتین ہند کے محسن اعظم نے عصمت کے لئے کیسی کیسی روحانی تکالیف برداشت فرمائیں اور کیسی کیسی زبردست مالی قربانیاں کیں، اس امر کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ عصمت کی امتیازی خصوصیات کیا ہیں جنہیں ہر دور میں اور ہر حالت میں قائم رکھنے کی کوشش کی گئی۔ سال بھر پہلے تک جن اصولوں کی پرچہ پابندی کر رہا اور جس انداق اور جس معیار اور جس طرز کے مضامین شائع کر رہا تھا۔ حضرت علامہ مغفور کے بعد بھی انہیں اصولوں کے ساتھ اسی قسم کے مضامین شائع کر رہا ہے۔ مضامین کی ترتیب، پرچہ کی پابندی وقت اور دفتر کے انتظامات میں بھی کوئی فرق نہیں آیا باوجود اس کے کہ میں اس سال پرچہ پر اتنی زیادہ توجہ نہ کرسکا جتنی شاید مجھے کرنی چاہیئے تھی۔ حضرت علامہ مغفور کی سرپرستی سے محروم ہوجانے کے علاوہ قسم دوم کے چندہ میں اضافہ ہونے اور کئی ماہ تک میرے کام نہ کرسکنے کی وجہ سے اندیشہ تھا کہ اشاعت نہ گر جائے، مگر کوئی فرق اس میں بھی نہ آیا۔ پرانے خریداروں کو بدستور اپنے پرچہ سے دلچسپی اور ہمدردی رہی لیکن انہوں نے توسیع اشاعت پر قابلِ ذکر توجہ نہ فرمائی۔ مختصر یہ کہ پرچہ نے کوئی خاص ترقی نہیں کی۔ لیکن جن حالات میں وہ اپنی جگہ پر قائم ہے یہ بھی معمولی بات نہیں ہے۔

"بنات" اور "جوہر نسواں" اپنی اپنی کوششوں میں مصروف ہیں۔ جوہر نسواں پر کافی محنت ہو رہی ہے اور وہ ترقی کر رہا ہے بنات کی طرف سے اگر اطمینان نہیں تو مایوسی بھی نہیں ہے۔

ہر سال فروری کے عصمت میں مصور غم علیہ الرحمتہ کی یاد میں مضامین شائع کرنے کا مشورہ بھی دیا گیا تھا جس پر آئندہ سال سے عمل کیا جائے گا۔ اس دفعہ اس وجہ سے اس کی ضرورت نہیں ہوئی کہ ابھی تین ماہ قبل یعنی اکتوبر تک حضرت علامہ مغفور کے متعلق مضامین شائع ہوتے رہے اور رحلت مصور غم پر جس قدر تعزیتی مضامین اور مرثیے شائع ہوگئے مذ

کے کسی ادیب یا شاعر یا کسی مسلم رہنما کی وفات پر شائع نہیں ہوئے۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال اور چند اور بزرگوں کا بیش بہا مشورہ تھا کہ تصانیف مصورِ غم کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہے۔ ابا جان اس دنیا سے تشریف لے گئے، مگر ان کی تصانیف اس وقت تک زندہ رہیں گی جب تک اُردو زبان کا وجود ہے۔ تصانیف مصورِ غم کی مقبولیت کی عام کیفیت یہ رہتی ہے کہ دو تین کتابیں ابھی پریس سے آئی ہیں کہ اور دو تین ختم ہو گئیں! ان کے جدید اڈیشن ابھی تیار ہی ہو رہے ہیں کہ اور دو تین کتابیں ختم کے قریب ہیں۔ مجھے تو یاد نہیں کہ گذشتہ پندرہ سال میں کسی تاجر نے صرف پندرہ بیس کتابیں ہی معقول تعداد میں منگائی ہوں اور اسے دو تین کتابوں کے بھیجنے سے اس وجہ سے معذرت نہ کی گئی ہو کہ زیرِ طبع تھیں۔ حضرت مصنف کے بعد میں اب کوشش کر رہا ہوں کہ جو کتاب تھوڑی تعداد میں رہ جائے اس سے پہلے کہ وہ ختم ہو اس کا جدید اڈیشن تیار ہو جائے۔ میرے زمانہ طالب علمی میں جن کتابوں کا حق تصنیف دوسرے حضرات نے حاصل کر لیا تھا، میں ان میں سے ایک تہائی تصانیف کا حق اشاعت ابا جان کے سامنے ہی واپس لے چکا تھا۔ قریب قریب ایک تہائی کتابیں اس سال لے چکا ہوں۔ اب صرف دس بارہ کتابیں باقی رہتی ہیں۔ ان کے لئے بھی انتہائی کوشش کر رہا ہوں۔

مختلف مضامین کتابی صورت میں جمع کئے جانے پر جس قدر زور دیا گیا تھا، اتنا ہی یہ کام مشکل تھا۔ حضرت والد مغفور نے اپنی کسی تصنیف کا خود کبھی مطالعہ نہیں فرمایا۔ وہ بھی نہ جانے کیا بات تھی جو پبلشروں کے انتہائی اصرار پر پانچ چھ کتابوں کی نظر ثانی بھی فرما دی، یا چند کتابوں کے خود پروف دیکھے، ورنہ جو کچھ لکھا نہ مسودہ کی نظر ثانی فرمائی نہ مضمون یا کتاب شائع ہونے کے بعد اسے دوبارہ دیکھا۔ انہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ان کی تصانیف کی تعداد کتنی ہے۔ اس طبیعت کے مصنف سے توقع ہی نہ کی جا سکتی تھی کہ وہ اپنے مطبوعہ مضامین کو محفوظ رکھتے۔ جب میں نے ہوش سنبھالا تو جو مضامین ملتے گئے احتیاط سے جمع کرتا گیا۔ مگر سنہ ۱۹ء کی آتشزدگی میں سب راکھ کا ڈھیر ہو گئے۔ اس کے بعد پھر جمع کرنے شروع کئے۔ تو خاتون اکرم جنت مکانی کی جوانمرگی نے مہینوں کسی کام کے قابل نہ رکھا، اور اس زمانے میں بہت سے مضامین ضائع ہو گئے، اب مختلف مضامین کتابی صورت میں جمع کرنے کے لئے عصمت ہی کا فائل مکمل نہ تھا۔ تمدن، مخزن، خطیب، نظام المشائخ کی کئی کئی سال کی مکمل جلدیں اور چند اور مختلف رسالے جن میں والد مغفور کے چند مضامین شائع ہوئے تھے اور جن کے صرف عنوانات میرے ذہن میں تھے، ان سب کی فراہمی کوئی آسان بات نہ تھی۔ لیکن خدا کا شکر ہے کئی ماہ کی مسلسل تلاش و جستجو اور دن رات کی محنت اور کوشش کے بعد سوائے گنتی کے چند مضامین کے قریب قریب تمام مضامین فراہم ہو گئے۔ اور ان کو موضوعوں کے اعتبار سے تقسیم کر کے عصمت کا راشد الخیری نمبر شائع ہونے کے بعد ہی مجموعوں کی تیاری شروع کر دی گئی اور مجموعوں کا پہلا سٹ ستمبر میں شائع ہو گیا۔ اس موقع پر بھی وہ تمام محترم خواتین و حضرات میرا دلی شکریہ قبول فرمائیں جنہوں نے فراخ دلی کے ساتھ میری صدا پر لبیک کہی اور نہ صرف ہمت افزا خطوط لکھے بلکہ ان مجموعوں

کیلئے پیشگی قیمت روانہ فرما کر سچی قدر دانی اور عملی ہمدردی کا ثبوت دیا۔ اگر عصمتی بہنیں اس تجویز کے بعد خاموش ہوجاتیں اور اسکو عملی جامہ پہنانے میں حصہ نہ لیتیں تو کم سے کم ۱۹۶۳ء میں میں کوئی مجموعہ شائع نہ کر سکتا تھا۔ مگر خلاف سب عزیز بہنوں اور بھائیوں کو خوش رکھے جنہوں نے ایسے اچھے کام میں حقیقی دردمندی سے حصہ لیا۔ ستمبر میں پہلا سٹ شائع کرنیکے بعد میں اب دوسرے سٹ کی گیارہ کتابیں پریس بھیج چکا ہوں جو وسط فروری تک شائع ہوجائیں گی۔ تیسرا سٹ جس میں زنانہ نصاب بھی شامل ہے آخری سٹ ہوگا۔ میں کوشش کروں گا کہ اس ششماہی میں وہ بھی شائع ہوجائے۔

سوانح حیات کے متعلق میں لکھ چکا ہوں کہ مضامین کے تمام مجموعے شائع کرنے کے بعد اس کا کام شروع کیا جائیگا۔ اشد ضرورت ہے کہ خطوط کے مجموعے اور تقریریں بھی سوانح عمری سے قبل شائع ہوجائیں۔ میں نے کسی پچھلے پرچہ میں لکھا تھا کہ حضرت والد مغفور نے بعض بہنوں کو ان کے خانگی معاملات میں مشورے دئے تھے۔ بعض حضرات کے پاس پندرہ بیس سال قبل یعنی اس زمانہ کے خطوط ہونگے جب ابا جان خود عصمت کا تمام کام کرتے یا مخزن اور تمدن اڈیٹ فرماتے تھے۔ بہت سی خواتین وحضرات ایسی ہیں جن کو تربیت گاہ کے سلسلہ میں خطوط کے جوابات تحریر فرمائے تھے۔ اگر یہ خطوط مجھے بھیجدئے جائیں تو انکا مجموعہ بھی شائع ہوجائے اور اس طرح زبان اُردو اور طبقۂ نسواں کی خدمت میں وہ بہنیں اور بھائی بھی کچھ نہ کچھ حصہ لے سکیں، اسی طرح جن خواتین وحضرات کو علامہ مغفور کی تقریریں سُننے کا فخر حاصل ہوا تھا وہ انھیں تقریر کا جو حصہ یا جو فقرہ یاد ہو وہ تحریر فرما کر مجھے بھیجدیں۔ راشد الخیری نمبر عصمت میں محترمات مریم یوسف علی صاحبہ بی۔اے اور گ سن صاحبہ کے مضامین علامہ مغفور کی تقریروں کے متعلق شائع ہوچکے ہیں سوائے ان دو بہنوں کے اور کسی نے اس طرف توجہ نہ فرمائی۔ میں نے یہ بھی درخواست کی تھی کہ جنہوں نے اوٹو گراف لکھوائے تھے وہ ان کی نقل روانہ فرمادیں۔ لیکن سوائے محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ اور مولوی محمد احمد صاحب بی۔اے مجسٹریٹ کے اور کسی نے اوٹو گراف نہ بھیجے۔ سوانح حیات کی تکمیل کے لئے ان سب باتوں کی اشد ضرورت ہے۔ کاش محترم خواتین اور معزز بھائی جلد توجہ فرمائیں۔

یہ تمام امور جن کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے، تھوڑے یا بہت میری ذات سے متعلق تھے۔ اب رہیں وہ تجویزیں جن کا تعلق قوم سے تھا۔ ان کی بابت اپریل کے پرچہ میں میں نے لکھا تھا کہ اگر محض وقتی جوش ان تجاویز کا محرک ہے تو پھر خاموش ہوجائیے۔ خالی خولی باتوں اور زبانی تجویزوں کی نہیں عمل کی ضرورت ہے۔ حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمتہ نے غل غپاڑے اور ہیو ہنگامے کو کبھی پسند نہ فرمایا۔ وہ خاموشی سے تمام عمر کام کرتے رہے، اُنہوں نے جو کچھ فرمایا وہ کہا اور جو خود عمل کیا اسکی دوسروں کو تلقین فرمائی۔ اس لئے ان کی کسی ایسی یادگار کے متعلق جس کے قیام کا مجھے یقین نہ تھا اس اعلان کے بعد تجویزیں شائع کرنی میں نے پسند نہ کیں تاہم نئی یادگاریں قائم کرنے کی تجاویز کے سلسلے میں جو مضامین موصول ہوتے رہے ان میں سے صرف ایک بہن محترمہ امتہ الوحی صاحبہ کے مضامین جو انتہائی دلسوزی اور حقیقی ہمدردی کے سچے جذبات سے لبریز تھے اور جو بہت غور و فکر کے بعد لکھے ہوئے تھے درج رسالہ کئے گئے۔ جو صورتیں تجاویز کی کامیابی کے لئے پیش کی گئیں

تھیں وہ ایسی تھیں کہ ان پر عمل کرنا کچھ بھی مشکل نہ تھا لیکن ایسے قابل قدر مضمون کا کیا حشر ہوا؟ چار سوا چار ہزار عصمتی بہنوں میں چار سو بیبیاں بھی ایسی نہ نکلیں جنہوں نے اس پر توجہ فرمائی ہو اور بنات وجوہر نسواں کا تو کیا ذکر عصمت کی اشاعت بڑھانے میں حصہ لیا ہو اور علامہ مغفور کے نام پر زنانہ کتب خانے قائم کئے ہوں! لیکن مجھے اس کا کچھ زیادہ ملال نہیں اپنی بساط کے موافق بُری بھلی ٹوٹی پھوٹی مری گری تھوڑی بہت اپنی زبان اور اپنی بہنوں کی خدمت بیس سال سے کر رہا ہوں۔ حضرت والد مغفور کے ساتھ ہندوستان کے مختلف مقامات کا سات آٹھ سال تک کئی کئی ہفتہ دورہ کیا بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے طبقہ کے افراد سے ملنے اور تبادلۂ خیالات کرنے کا اتفاق ہوا۔ المختصر مسلمانوں کی ذہنیت کا میں نے کچھ نہ کچھ مطالعہ کیا ہے' اور میرا اس نتیجہ پر پہنچنا غالباً غلط نہیں کہ مرد اور عورت' بوڑھا اور بچہ' امیر اور غریب' تعلیم یافتہ اور جاہل غرض قوم کی قوم اور اوپر سے لے کر نیچے تک ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ کیسے کیسے بے مثل اور باکمال شعراء اُدبا اور دینی اور سیاسی رہنما مادر گیتی جن کے ثانی اب پیدا نہ کرے گی۔ ہم سے رخصت ہو گئے۔ مگر ہم نے پلیٹ فارم پر آسمان تک کو دہلا دینے والی تقریریں کرنے اور اخباروں میں مضامین لکھنے کے علاوہ عملی طور پر اپنے کتنے محسنوں کی قابل ذکر یادگاریں قائم کیں؟ ان حالات میں نئی یادگاروں کی مجھے تو توقع تھی ہی نہیں علامہ مغفور کے سامنے جو کام جاری تھے وہی چل رہے ہیں اور جو خدمات میری ذات سے متعلق ہیں وہ بخوبی انجام پاتی رہیں تو یہی بہت بڑی بات ہے۔

رازق الخیری

۳ فروری

ہمارے ابا جان کی مفارقت ابدی اور پہلی برسی کا دن ہے۔ عصمتی بہنوں سے بمنت التجا ہے کہ اس تاریخ کو بعد نماز کلام پاک جس قدر زیادہ ہو سکے تلاوت فرما کر اور جو بیبیاں استطاعت رکھتی ہیں وہ غریبوں محتاجوں یتیموں مسکینوں کو کھانا کھلا کر یا ان کی مالی امداد کر کے اپنے محسن اعظم کی پاک رُوح کو ایصال ثواب پہنچائیں اور براہ کرم مجھے بھی مطلع فرما دیں کہ انہوں نے اور ان کے عزیزوں نے کتنے پارے پڑھ کر بخشے۔ رازق الخیری

ضرورت ہے

ہمیں عصمت کے دسمبر ۱۹۰۹ء جنوری فروری جون ۱۹۱۴ء اور مئی ۱۹۱۵ء ان پانچ پرچوں کی اور اگست ۱۹۱۴ء کے تمدن کی سخت ضرورت ہے۔ رسالہ خطیب میں حضرت علامہ مغفور کا ایک مضمون بعنوان پھول لنگ گئیں رسالہ نظام المشائخ میں انا بشر مثلکم اور رسالہ خطیب ۱۹۱۳ء میں شہید مغرب شائع ہوا تھا ان مضمونوں کی بھی اشد ضرورت ہے جو بہن یا بھائی وہ کوئی قیمت پر جو پرچہ یا جو مضمون جلد سے جلد فراہم کر سکیں روانہ فرما دیں۔ رسالہ میں بھی انکی اس عنایت کا شکریہ ادا کیا جائے گا۔ منیجر

نغمۂ ناتمام

حضرت والد مغفور کا سب سے آخری مضمون تو وہ ہے جو دسمبر ۱۹۳۵ء کے عصمت کے لئے "روزہ" کے عنوان سے ۲۰ یا ۲۱ نومبر کو علالت کے پہلے ہفتہ میں آمنہ نازلی سے لکھوایا تھا مگر اپنے دست مبارک سے جو مضمون ۱۸ یا ۱۹ نومبر کو، بیمار پڑنے سے دو روز قبل لکھنا شروع کیا تھا۔ اُن کے مخصوص رنگ کا آخری اور نامکمل مضمون ہے جسے بصد حسرت و یاس درج ذیل کرتا ہوں۔ ۲۱ دسمبر کی شب کو جب میں نے یہ عرض کیا تھا کہ "صبح ڈاکٹر انصاری آپ کو دیکھنے آرہے ہیں" تو دوران گفتگو میں اس مضمون کا یوں ذکر فرمایا تھا۔

حکیم محمود خاں اور مولوی نذیر احمد کی ایک ملاقات کا حال لکھنا شروع کیا تھا کہ بیمار پڑ گیا۔ محمود خاں جیسا طبیب اب کیا پیدا ہوگا مگر نذیر احمد بھی بے مثل ادیب تھے۔ وہ اپنے فن کے یکتا تھے تو یہ اپنے رنگ میں بے مثل۔ حکیم صاحب نے مولوی نذیر احمد کی طرف کوئی خاص توجہ نہ کی۔ مولوی نذیر احمد کو یہ بات ناگوار گذری، حکیم صاحب اور سارا مطلب دیکھنا کہ دیکھتا رہا اور مولوی نذیر احمد یہ جا وہ جا،

حضرت علامہ مغفور کے سامنے علوم و فنون کی مجلسیں شوخی اور مشرقی خوبیوں سے بھری پڑی محفلیں اجاڑ ہوگئیں۔ اُن کے دیکھتے دیکھتے اجڑے دیار کی بزم آخر کے مایۂ ناز اہل کمال ایک ایک کرکے رخصت ہوئے۔ دلّی کا مرثیہ علامہ مغفور سے بڑھ کر کسی نے نہیں پڑھا۔ اگلے لوگوں کے مزار پر مصور غم سے زیادہ آنسوؤں کے پھول کسی نے نہیں چڑھائے۔ آہ دلّی کی آخری بہار دیکھنے والی آنکھیں بھی بند اور فسانۂ شب سنانے والی زبان بھی خاموش ہوگئی اور جو آخری شمع آنسو بہاتے بہاتے پگھل رہی اور ٹمٹماتے ٹمٹماتے آنسو بہا رہی تھی اب سال بھر ہو جائے گا کہ وہ بھی ختم ہو چکی۔

بربادیٔ دلّی کے فسانوں اور اگلے لوگوں کی کہانیوں کا لطف حضرت مصور غم علیہ الرحمۃ کی زبانی جن لوگوں نے اٹھایا ہے۔ یقیناً وہ اس مضمون کی، نامکمل ہونے کے باوجود، قدر کریں گے۔ یہ آخری نامکمل مضمون جہاں آباد کے آخری طائر خوش الحان کا نغمۂ ناتمام ہے جو درد مند دلوں کو تڑپا دے گا +

رازق الخیری

کیسا مبارک ہوگا وہ وقت جب جہاں آباد سے اُٹھنے والی ہستیاں جو اسی زمین کا پیوند ہوئیں اپنی قابلیت کے ڈنکے بجا رہی ہوں گی! کہاں گئے ہوا کے وہ جھونکے جن میں ان پھولوں کی نشوونما ہو رہی تھی اور کدھر رخصت ہوگئیں وہ زمزمہ سنجیاں جو زمین سے آسمان تک گونج رہی تھیں!

معمولی دہاگے کنٹھے بن کر چنبیلی اور موتیا سے جھک جاتے ہیں۔ روئی کے پھوئے گلاب اور حنا سے پٹ کر دیا دھیرے کو

معطر کر دیتے ہیں. کیسی خوش نصیب تھیں وہ آنکھیں جنہوں نے تاجدارانِ علوم و فنون کو دیکھا. کیسے تاجدار، جن کے تاج، تاج شاہی نہیں، تاج کمال تھے۔ جن کی چمک دمک آج بھی دنیا کو جگمگا رہی ہے. تاجدارانِ مغلیہ فنا ہو چکے مگر تاجدارانِ سخن ہی نہیں ان کے کفش بردار تک ابھی زندہ ہیں اور رہیں گے۔

جمنا ساقن جو بھنگ گھونٹ کر ٹھنڈے پلاتی تھی حضرت امیر خسرو کے خاک پا کی بدولت اب تک زندہ ہے. شیخ نے اسی طرف کیا خوب اشارہ کیا ہے۔

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ان درباروں کی جوتیاں سیدھی کرنے والے بھی کہیں سے کہیں پونچ گئے۔

میں اس قدر خوش نصیب تو نہ تھا کہ جہاں آباد کے دور بہار کا سماں میری نظروں سے گذرتا اور جن بلبلانِ خوش الحان کے نغمے کلیجوں کے پار ہو رہے تھے ان کی صدا پر لبیک کہتا، مگر میں نے اس اُجڑی بستی کا وہ وقت دیکھا ہے جب خزاں سرسبز و شاداب پودے اجاڑ چکی تھی۔ سُریلی آوازوں اور سدا بہار پھولوں کے بدلے فاختہ کی کُوکُو سوکھے ہوئے ٹھنڈ سے بلند ہوتی ہوئی میں نے سُنی ہے! ہائے جہاں آباد!!

حکیم محمود خاں مرحوم کی نازک مزاجی ہندوستان بھر میں مشہور تھی. ان کا مطب ایک میلہ تھا جہاں سینکڑوں مریض صحت یاب ہوتے تھے. استاد محترم مولانا حالی مغفور اُن کے مرثیہ میں فرماتے ہیں۔

رکھتے ہیں آلات پر سر جن بھروسہ جس قدر   کرتے ہیں معلوم اُن سے جو جو امراضِ بشر
وہ بتا دیتا تھا سب کچھ، رکھ کے انگلی نبض پر   اُس کی اک انگلی پہ تھے قربان سو تھرما میٹر
نارسا تھیں دوربینیں اہلِ صنعت کی جہاں   جا پہنچتی تھی نگاہِ دوربیں اُس کی وہاں

استاد مکرم مولوی نذیر احمد مرحوم کی تنک مزاجی سے کون پڑھا لکھا واقف نہیں. اتفاق سے سرسید مرحوم نے ایک سب جج کو کسی شکایت کے سلسلہ میں دہلی بھیجا اور مولوی نذیر احمد کو لکھا کہ وہ خود حکیم صاحب کے پاس لے جائیں۔

نزاکت طبع کے اعتبار سے نذیر احمد اور محمود خاں ایک سے ایک بڑھے ہوئے تھے۔ نازک مزاجی کا اکھاڑہ تیار ہو چکا تھا اور دونوں کامل الفن دماغی طاقتوں میں چُور، دنگل میں اُترنے کو تیار تھے۔ مزاج اس نزاکت میں ڈوبا ہوا تھا جس کی تہ میں شگفتگی کے جواہرات چمک رہے تھے۔ محمود خاں مرحوم حکیم و رئیس تھے. نذیر احمد مغفور ادیب و عالم، جہاں آباد کی سرزمین جس نے تیر فلکی کی شکن آلود پیشانی کو بوسے دئے تھے اپنے دونوں سپوت گود میں لئے اطمینان

سے میٹھی تھی۔

مولوی نذیر احمد مطب میں داخل ہوئے۔ ایک ایسی کڑک سے جو مطب بھر میں گونج گئی کہا۔ سلام علیکم۔ شریف خانی نفاست طبع اس کرختگی کی تحمل آسانی سے نہ ہوسکتی تھی۔ نہایت دھیمے سروں میں "وعلیکم السلام" کی ایک آواز نکلی اور ختم ہوگئی۔

حکیم صاحب کے مطب میں اگر شہنشاہ ہفت اقلیم بھی موجود ہو تو وہ اس سے بات کریں گے نہ حال پوچھیں گے اور جب تک وارنہ آئے گا نبض نہ دیکھیں گے۔ مولوی نذیر احمد صاحب کو نماز میں روتے اور بلبلاتے تو رات دن دیکھا مگر دعا میں جھومتے اور گڑگڑاتے خدا کے سامنے بھی نہ دیکھا۔ بغیر مصافحہ کئے بیٹھے اور بیٹھتے ہی فرمایا۔

فاتحہ

نوے فی صدی بیبیاں ایسی ہونگیں جو فاتحہ جیسے مقدس کام کے لئے بازاری مٹھائی حلوہ وغیرہ کا استعمال جائز سمجھتی ہیں۔ میں نے تو عام طور پر یہی دیکھا ہے کہ حلوائی کی دوکان سے مٹھائی منگوا کر فاتحہ دلوائی گئی۔ ہمارے مذہب میں غیر مسلم کے ہاتھ کا کھانا (بشرطیکہ وہ اہل کتاب نہ ہو) کھانے کی ممانعت ہے تو پھر ہندوانی مٹھائی پر فاتحہ دلوانا کہاں تک موزوں ہے۔ یوں تو تقریباً اکثر مسلمان ہندوانی کھانے کھاتے پیتے ہیں۔ لیکن فاتحہ کا تعلق چونکہ دنیا سے نہیں دین سے ہے لہذا میری ناقص رائے میں سب سے بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ خود ہی کوئی چیز گھر میں تیار کریں یا اگر کسی سبب کے باعث پکانا نہ ہوسکے تو جو اخراجات اس پکوان کی تیاری میں لگتے ہوں رقم کی صورت میں کسی نادار غریب کو دیدیں۔ خود گھر میں کوئی چیز تیار کرتے ہیں تو فائدہ یہ ہوتا ہے کہ باطہارت اور صفائی کے ساتھ یہ کام انجام پاتا ہے اور چیز ارزاں قیمت میں تیار ہوسکتی ہے۔ بازاری چیزیں پاک صاف نہیں تیار ہوسکتیں۔ خواہ وہ کوئی مسلمان حلوائی ہی کی دوکان کی کیوں نہ ہوں۔ ان میں بھی طرح طرح کی بداحتیاطی و گندگی کا دخل ضرور ہوتا ہے دوسری بات فاتحہ خوانی کے متعلق قابل ذکر یہ ہے کہ فاتحہ دلوانے کے وقت بعض گھروں میں جانماز کے آگے برتنوں میں جو جو چیز فاتحہ کی غرض سے پکوائی جاتی ہیں رکھی جاتی ہیں۔ مجھے یہ قاعدہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوانہ پوجاپاٹ کی رسم سے لیا گیا ہے۔ میرے خیال میں فاتحہ کا تعلق نیت سے ہے۔ جب ہم نے اسی غرض سے یہ چیزیں تیار کی ہیں تو کیا ضرور ہے کہ فاتحہ کے وقت ان کا روبرو ہونا لازمی ہے۔

بیگم عبدالرحمن خاں از بمبئی

ہماری بچیوں کی تعلیم و تربیت

میں نے عصمت جنوری میں "والے بر حال ما" کے عنوان سے یہ بیان کیا ہے کہ ہماری موجودہ تعلیم سوائے اس کے کہ ڈگری مل جائے اور کسی کام کے لئے زیادہ مفید نہیں جن ماں باپوں کا یہ مقصد ہو کہ اُن کی لڑکیوں کو فقط ڈگری مل جائے اُن کو یہ تعلیم مبارک۔ ان سے میں مخاطب نہیں ہوں۔ بیشک ہم کو اس کی بھی ضرورت ہے کہ ہماری عورتوں میں ڈاکٹر بھی ہوں، معلمات بھی ہوں، بیرسٹر بھی ہوں، میونسپلٹی کونسل اور اسمبلی کی ممبر بھی ہوں، کھیل کود میں نام پیدا کرنے والی بھی ہوں۔ موٹر چلانے والی بھی، ہوا میں اُڑنے والی بھی ہوں اور آسمان پر تھگلی لگانے والی بھی ہوں۔ سب کچھ ہوں جو کہ دوسرے ملکوں کی عورتیں ہو رہی ہیں۔ اُن سے کسی بات میں پیچھے نہ ہوں۔ بلکہ ایک قدم آگے ہی ہوں۔ اس قسم کی تعلیم و تربیت کی بھی ہم کو سہولت اور آسانی پیدا کرنی چاہیئے۔

مگر یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ یورپ اور امریکہ میں بھی ہزار اور لاکھ میں چند ہی عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو گھر کے دائرے سے بالکل باہر ہو جاتی ہیں۔ دنیا بھر میں بیشتر عورتیں تو گھر والی، ماں، بیوی ہی ہوتی ہیں۔ لہٰذا لڑکیوں کی تعلیم و تربیت میں سب سے زیادہ ضرورت اسی بات کی ہے کہ اُن کو بہترین بیویاں، گھر والیاں اور مائیں بنایا جائے۔

بظاہر ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یورپ اور امریکہ کی لڑکیوں کے مدرسے اور کالج لڑکوں کے مدرسوں اور کالجوں سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہوتے۔ بس ہم نے ہندوستان میں بھی یورپ اور امریکہ کے لڑکیوں کے مدرسوں اور کالجوں کی نقل کرنی شروع کر دی ہے۔ چنانچہ ہمارے ملک کے لڑکیوں کے مدرسے قریب قریب وہی تعلیم دیتے ہیں جو تعلیم لڑکوں کے مدرسوں میں دی جاتی ہے۔ ہم کو اس کی بہت کم خبر ہے کہ یورپ اور امریکہ میں بہت سے گھروں میں اسکول جانے والی لڑکیاں اول تو گھرداری کے کام سیکھ لیتی ہیں۔ دوسرے بکثرت نمائشوں کے دیکھنے سے اُن کی معلومات بہت بڑھتی ہے اور پھر اخبار، رسالے اور عورتوں کے رسالے قریب قریب ہر لڑکی پڑھتی ہے نئے دن اسکولوں میں محلوں میں گھرداری کے متعلق تقریریں ہوتی ہیں، سینما دکھائے جاتے ہیں اور پھر آخر میں طرح طرح کے گھرداری کے مدرسے ہیں جن میں طرح طرح کے کام مثلاً کھانا پکانا، سینا پرونا، کاڑھنا، بننا، بچہ کی پرورش، چھوٹی بیماریوں میں زخموں، چوٹوں وغیرہ کا علاج مرہم پٹی۔ بیمار کی دیکھ بھال، مہمانداری، تہوار منانا وغیرہ وغیرہ کے کورس ہوتے ہیں اکثر کورس راتوں کو بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ سب باتیں مفقود ہیں۔ ہمارے لئے یا تو گھر ہے اور یا مدرسہ۔ گھر کا حال معلوم ہی ہے۔ اول تو ہمارے گھروں میں جہالت ہے لڑکی دو کلاسیں پڑھ کر ماں خالہ دادی نانی وغیرہ کو جاہل سمجھنے لگتی ہے اُن کا دقار اُس کے دل سے جاتا رہتا ہے بات بات میں "اماں تم نہیں جانتیں" "تمہیں کیا خبر" اس حالت میں وہ گھر سے تو کچھ سیکھ نہیں سکتیں

مدرسے میں فقط کتابی پڑھائی ہے جو امتحان پاس کرنے کے لئے ہے۔ ہفتہ میں ایک دفعہ برائے نام کچھ سینا پرونا ہوتا ہے یہی حال پکانے کا ہے۔ اب اس کا نتیجہ معلوم۔

لہٰذا اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ لڑکیوں کے مدرسے بالکل دوسری طرح کے ہونے چاہئیں۔ کیونکہ فقط مدرسوں ہی میں فی الحال ہم اپنی لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کر سکتے ہیں شاید آیندہ جاکر ہمارے گھروں کی حالت سنبھل جائے تو پھر مدرسہ کو بھی دوسری شکل دینی چاہیئے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو یہ تعلیم عملی ہونی چاہیئے۔ یعنی یہ مدرسہ بجائے "تعلیم گاہ" کے "تربیت گاہ" ہو۔ اس تربیت گاہ میں تعلیم دوسرے درجہ پر ہونی چاہیئے اور یہ تعلیم بھی بیشتر عملی ہو۔ ہم کو تعلیم سے بہت زیادہ تربیت کی ضرورت ہے۔ اور تربیت بورڈنگ ہاؤس میں ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ سرسید احمد خاں نے جو تعلیم گاہ علیگڈھ میں مدرسۃ العلوم مسلمانان کے نام سے بنائی تھی اُس کا نمایاں امتیاز بھی بورڈنگ ہاؤس کی تربیت تھی۔ اور چونکہ سرسید احمد خاں مخلص آدمی تھے جس کی وجہ سے اُن میں مردم شناسی کا جوہر تھا۔ اُس کو بہت سے ایسے لوگ مل گئے جن میں سرسید کو دیکھ کر ایثار اور فداکاری ہوگئی۔ اس وجہ سے عرصہ تک علیگڈھ کے بورڈنگ ہاؤس کی تربیت نہایت کامیاب رہی جس وجہ سے علیگڈھ اب تک مشہور ہے۔

ہم کو اس وقت لڑکوں کے مدرسوں سے بہت زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ لڑکیوں کے ایسے مدرسے ہوں جن میں بورڈنگ ہاؤس ہوں جہاں لڑکیوں کو صحیح تربیت دی جاسکے۔ مگر یہ یاد رہے کہ اگر اُس کے بورڈنگ کے چلانے والے خود بدتربیت ہوئے تو یہ اُمید کرنی کہ وہاں کی طالبات باترتیب ہوں پرلے درجہ کی حماقت ہے۔ جو لڑکیاں ایک عمدہ تربیت گاہ سے نکلیں گی، اور پھر وہ بیویاں، گھروالیاں اور مائیں بنیں گی تو ان کے بچے جاکر صحیح معنوں میں تربیت یافتہ اور تعلیم یافتہ کہلائے جانے کے قابل ہوں گے۔

لڑکیوں کے مدرسوں میں نصاب تعلیم کم از کم چار طرح کا ہونا چاہیئے۔ ایک ایسا کہ جس کے ختم کرنے سے ایسی ڈگریاں مل سکیں جیسی آج کل ملتی ہیں۔ دوسرے ایسا کہ جس کے ختم کرنے سے ایک حقیقی یونیورسٹی میں تحقیقاتی (ریسرچ) قابلیت پیدا ہوجائے۔ تیسرے ایسا کہ جس کے ختم کرنے سے کوئی پیشہ اختیار کیا جاسکے اور چوتھے ایسا کہ جس کے ختم کرنے سے ایک کامیاب بیوی اور گھروالی اور ماں بن سکے۔

چونکہ قریب قریب ہر عورت کا مستقبل بیوی گھروالی اور ماں بننا ہے لہٰذا نصاب میں اس کا خاص خیال ہونا چاہیئے۔

یہ مدرسہ آٹھ سالہ ہونا چاہیئے۔ چار سال اساسی ہوں اور سب کے لئے اس کا نصاب مشترک ہو۔ دوسرے چار سال میں خصوصی امتیازات ہونے چاہئیں جن طالبات کا مقصد یونیورسٹی میں جانا نہ ہو اور نہ ڈگری لینا ہو اور نہ خود روپیہ پیدا کرنا ہو اُن کی تربیت و تعلیم بس اسی پر منحصر ہو کہ وہ کامیاب بیوی گھروالی اور ماں بن سکیں۔ ان چار سال میں جو کچھ پڑھایا اور سکھایا جائے گا۔

اسی اصول کو مدنظر رکھا جائے۔ یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ان چار سالوں میں جو تعلیم و تربیت ہوگی اُس میں وہ باتیں شامل نہ ہوں گی جس سے دنیا کی سمجھ آئے۔ ایک کامیاب ماں جب ہی بن سکتی ہے جب وہ دنیا و مافیہا کے حال سے بھی باخبر ہو۔

جن طالبات کا مقصد یونیورسٹی میں جانا ہو اور ڈگری لینا اور پھر روپیہ پیدا کرنا ہو اُن کو بھی علاوہ ضروری مضامین کے بیوی گھر والی اور ماں بننے کی ضروری تربیت دیجائے۔ جو لڑکیاں یونیورسٹی جانا چاہیں تو اگر ضرورت ہو اُن کو ایک دو سال اور تعلیم دی جائے تاکہ وہ ضروری معلومات میٹرک پاس کرنے کی حاصل کرسکیں۔

اس مدرسے کے بورڈنگ ہاؤس کی یہ خصوصیت ہونی چاہیے کہ اس کی زندگی ایسی ہو کہ اُن باتوں کی عادت پڑجائے جن کی ایک کامیاب بیوی، گھر والی اور ماں میں ہونے کی ضرورت ہے۔ اصل چیز عادت ہے۔ عادت ہی ڈلوانا تربیت ہے اور اسی کو اخلاق یا کیریکٹر Character کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مرد اور ہماری عورتیں باوجود ہر طرح کے علم کے بے عمل ہیں۔ عمل عادت سے ہوتا ہے اور عادت ہی تربیت ہے جس کو اچھی عادتیں پڑی ہوں اُسی کو اچھی تربیت یافتہ کہا جاسکتا ہے۔ عادت ایک بات کو بار بار ایک ہی طرح کرنے سے پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ دوسری طرح کیا ہی نہ جاسکے۔ بورڈنگ ہاؤسوں کو اسی لئے تربیت گاہ کہا جا سکتا تھا مگر اب اکثر بورڈنگ ہاؤسوں میں یہ بات نہیں ہے۔ آئندہ اگر ہوسکا یعنی اطمینان اور فرصت ہوئی تو میں کوشش کروں گا کہ ایسی تربیت گاہ کا مفصل نصاب تعلیم اور نصاب تربیت لکھوں۔ قوم اور ملت کے احیا یعنی دوبارہ زندہ کرنے کا صرف ایک یہی ذریعہ ہے۔

ستار خیری سیدح المنزمین

حق رائے دہندگی اور عورتیں

از مسز سید احمد مچھلی شہری

جب تک عورتیں اپنے حقوق سے بے خبر اور جاہل تھیں اس وقت تک وہ مردوں کی محکوم تھیں، اور اپنی جائز آزادی سے بھی محروم رکھی گئی تھیں۔ ان کو اپنے معاملات میں رائے دینے کا بھی اختیار نہ تھا۔ مرد ان کے اوپر جس قدر مظالم چاہیں کرتے تھے جس قسم کے بھی قوانین چاہیں بنا دیتے تھے خواہ وہ عورتوں کے حق میں کتنے ہی مضر ہوں۔ لیکن ان کی پابندی کرنا صنف نحیف کا اولین فرض سمجھا جاتا تھا اور کسی معاملے میں بھی ان کو مردوں کے خلاف آہ و فغاں کرنے کا حق حاصل نہ تھا۔ چنانچہ اس زمانے میں انہوں نے دنیا کے مختلف حصص میں طرح طرح کے مصائب کا سامنا کیا اور انواع و اقسام کی سختیاں جھیلتی رہیں۔ لیکن کبھی اپنی مظلومیت و بیکسی کا اظہار نہیں کیا۔

رفتہ رفتہ جب تعلیم کے زیور سے آراستہ ہونے کے بعد وہ اپنے جائز حقوق سے با خبر ہوگئیں تو انہوں نے ان کا مطالبہ شروع کر دیا۔ مغربی ممالک میں تو انھوں نے بہت سینہ سپر ہو کر کام کیا۔ اور ایک حد تک فتحیاب بھی ہوئیں۔ اس سلسلے میں روس کی عورتوں کی ہمت و سرگرمی قابل تحسین ہے۔ انہوں نے کارزار حیات کے ہر شعبے میں کامیابی حاصل کی ہے اور حکومت نے بھی ان کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر ان کو مردوں کی طرح ہر معاملے میں مساوی حقوق دیدئے ہیں۔ لیکن اب بھی مغرب میں کچھ ممالک ایسے ہیں جہاں عورتوں کی کوئی آواز نہیں مثلاً فرانس۔ اٹلی۔ اور اسپین میں اب بھی عورتوں کو رائے دینے کا حق نہیں حاصل ہے۔

انگلینڈ میں بھی عورتوں نے سخت مصائب اور تکالیف کے بعد حق رائے دہندگی حاصل کیا ہے۔ شروع میں مردوں نے بہت شد و مد کے ساتھ ان کی مخالفت کی اور ہر ممکن طریقے سے اُن کو شکست دینے کے کوشاں ہوئے۔ لیکن عورتیں ذرا بھی پست ہمت نہ ہوئیں بلکہ اُنہوں نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ سارے ملک میں کام کرنا شروع کیا۔ گو کہ ان کو اپنے مقصد بر آری کے لئے بہت صعوبتوں کا مقابلہ کرنا پڑا لیکن انہوں نے اس کے لئے سب کچھ بہت استقلال کے ساتھ برداشت کیا۔ اس سلسلے میں بہت سی عورتوں نے مقاطعہ جوعی کی اور گورنمنٹ نے کئی خواتین کو سزائیں بھی دیں تاہم وہ اپنے آہنی ارادہ سے متزلزل نہ ہوئیں۔ اس جد وجہد کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۱۸ء میں پہلی خاتون مس پانکھرسٹ انگلینڈ کی پارلیمنٹ کی ممبر بنائی گئیں۔ لیکن اُس وقت جو حقوق عورتوں کو دیئے گئے تھے وہ مردوں کے مساوی نہ تھے اس لئے عورتوں کو پوری تسکین نہ ہوئی اور اُنہوں نے نہایت استقلال اور مستعدی سے اپنی کوششوں کو جاری رکھا۔ بالآخر ۱۹۲۸ء میں گورنمنٹ نے مجبور ہو کر عورتوں کو بھی مردوں کی طرح مساوی حقوق دیدئے چنانچہ اب مردوں

اور عورتوں کے حق رائے دہندگی میں کوئی تفریق نہیں ہے۔

اسی طرح روس میں بھی عورتوں کے حقوق بہت پامال تھے۔ ان کو کسی معاملے میں بھی رائے دینے کا حق حاصل نہ تھا۔ اور وہ بہت حقارت کی نظروں سے دیکھی جاتی تھیں بلکہ ان کا شمار انسانوں میں بھی نہ تھا۔ شاہی حکومت کے خاتمے کے بعد عورتوں نے جو ترقیاں کی ہیں وہ نہایت حیرت انگیز ہیں اور اب روسی خواتین کسی حیثیت سے بھی مردوں سے کم نہیں ہیں۔

ہندوستان میں بھی چند سال پہلے تک عورتیں نہ تو اسمبلی اور کونسل کی نمایندہ بن سکتی تھیں اور نہ ممبروں کے انتخاب کے لئے رائے دینے کا حق رکھتی تھیں۔ مغربی ممالک کی عورتوں کو ملکی معاملات میں حصہ لیتے ہوئے دیکھ کر تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کو بھی خیال ہوا کہ ان کے حقوق کی پاسبانی اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ وہ خود کونسل اور اسمبلی وغیرہ میں شریک نہ ہوں اور ان کو بھی حق رائے دہندگی حاصل نہ ہو۔

۱۹۱۷ء کے بعد جب ہوم رول کی تحریک نے زور پکڑنا شروع کیا تو رفتہ رفتہ ہندوستانی عورتوں نے بھی اپنی بے بسی اور مجبوری کا احساس کیا۔ مسز اینی بسنٹ کے قید ہونے کے بعد عورتوں میں بہت جوش و خروش پیدا ہوا اور اُنھوں نے اپنے سیاسی حقوق کے حاصل کرنے کے لئے پوری جدّ وجہد شروع کر دی۔ آنریبل مانٹیگو جب ہندوستان کی اقتصادی حالت کا مشاہدہ کرنے کے لئے ہندوستان تشریف لائے تو سربرآوردہ ہندوستانی خواتین کا ایک وفد ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حق رائے دہندگی کی تائید میں جو موصوف سے کہا گیا اُس کا اقتباس یہاں تحریر کر دینا بے موقع نہ ہوگا۔

"چونکہ ہماری تعداد ہندوستان کی کل آبادی کی نصف ہے۔ اس لئے ہندو مسلمان کے متفقہ مطالبہ سے ہمارے حقوق پر کافی اثر پڑے گا۔ جس میں یہ خواہش ظاہر کی گئی ہے کہ کونسل کے ممبروں کا انتخاب براہ راست عوام کیا کریں۔ اور حق رائے دہندگی میں اس قدر وسعت پیدا کی جائے جتنی ممکن ہو۔ اسی خیال کا اظہار میمورنڈم میں بھی ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ حق رائے دہندگی کا دائرہ وسیع کر دیا جائے اور عوام کو بلا واسطہ ووٹ دینے کے اختیارات دیئے جائیں۔ ہماری التجا ہے کہ جب اس قسم کے رائے دہندگی کے حقوق لوگوں کو عطا ہونے والے ہیں تو عورتوں کو بھی شہریوں میں شمار کیا جائے۔ اور اس کے متعلق قوانین ان الفاظ میں منضبط کئے جائیں کہ خواتین اس حق سے محروم نہ رہ جائیں۔ بلکہ ان کو مردوں کی طرح نمایندگی کے بھی مواقع دیئے جائیں۔ متذکرہ بالا میمورنڈم کے اس دفعہ سے اتفاق کرتے ہوئے کہ ہندوستان کو کامل خود مختاری حکومت فوراً تفویض کی جائے ہماری استدعا ہے کہ اس میں عورتوں کی بھی نمایندگی ہو۔ کیونکہ گزشتہ بیس سال سے سلطنت برطانیہ کی دیگر خود مختار حکومتوں میں یہ حکمت عملی بہت کامیاب رہی ہے کانگریس نے عورتوں کو سیاسی زندگی میں شامل ہونے کا موقع دے کر قابل تقلید مثال قائم کی ہے کیونکہ

اس کے لئے عورتیں برابر ووٹ دیتی رہی ہیں۔ نمایندگی کے فرائض بھی انجام دیتی رہی ہیں اور بحث مباحثہ میں بھی حصہ لیتی رہی ہیں۔ حتیٰ کہ امسال ایک خاتون کانگریس کی پریسیڈنٹ بھی منتخب ہوگئی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ سارا ہندوستان ہم آواز ہوکر عورتوں کو ذمہ داری قبول کرنے کا اہل سمجھتا ہے اور اُن کا لائق شہری ہونا بھی تسلیم کرتا ہے۔ اس لئے بہت شدومد کے ساتھ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ نمایندگی کے متعلق قوانین منضبط ہوتے وقت ہماری صنف حق رائے دہندگی سے یا خلائق کی خدمت سے محروم نہ رکھی جائے"

گو کہ وزیر ہند نے خواتین کے مطالبات کو سُن کر اُن کو تشفی بخش جواب دیا تھا لیکن جب اصلاحات کا دستور العمل شائع ہوا تو عورتوں کو یہ دیکھ کر بہت مایوسی ہوئی کہ اس میں ان کا کوئی تذکرہ نہ تھا اگرچہ رائے دہندگان کی تعداد بڑھانے کی تجویز ضرور پیش کی گئی تھی۔

۱۹۱۹ء میں جب حکومت ہند کا مسودہ پارلیمنٹ پیش ہوا تو ہندوستان سے کئی وفد انگلینڈ گئے۔ مسز سروجنی نیڈو اور مسز اینی بسنٹ کی تجاویز کو ممبران پارلیمنٹ نے بغور سُنا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورتوں کو رائے دہندگی کے حقوق تو عطا نہ کئے گئے لیکن اس تحریک کا یہ اثر ضرور ہوا کہ پارلیمنٹ نے مختلف صوبوں کی مجالس قانون ساز کو یہ اختیار دیدیا کہ جہاں ضرورت سمجھی جائے عورتوں کو رائے دہندگی کے حقوق دیئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان کو ممبر ہونے کا استحقاق نہ حاصل ہوگا۔

سب سے پہلے ۱۹۲۱ء میں مدراس کے صوبے میں حق رائے دہندگی کے متعلق تجویز پیش کی گئی۔ کونسل میں پُرزور مباحثے ہوئے۔ مسلمان ممبران عورتوں کو اس قسم کے حق دینے کے خلاف تھے لیکن باوجود اس مخالفت کے یہ تجویز ۴۳ آراء کی اکثریت سے پاس ہوگئی۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ اور صوبوں نے بھی مدراس کی تقلید کی اور بمبئی۔ بنگال پنجاب۔ یو۔ پی۔ بہار۔ ممالک متوسط وغیرہ کی مجالسِ قانون ساز نے عورتوں کو حق رائے دہندگی دے دیا۔

۱۹۲۶ء میں مڈیمین کمیٹی کی سفارش پر عورتوں کو کونسلوں اور اسمبلی کی ممبر بننے کی اجازت مل گئی۔ اجازت ملنے میں توقف ہونے کی وجہ سے جو عورتیں ممبری کے لئے کھڑی ہونے والی تھیں ان کو کامیابی کی بہت کم اُمید تھی۔ اس لئے مناسب یہی سمجھا گیا کہ کچھ عورتیں گورنمنٹ کی طرف سے نامزد کر دی جائیں۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء میں جو خاتون کونسل کی ممبری کے لئے پہلے پہل نامزد ہوئیں وہ ڈاکٹر موتھولکشمی امل تھیں۔ موصوفہ اپنی قابلیت کی وجہ سے بعد کو مدراس کی مجلس قانون ساز کی نائب صدر منتخب ہوگئیں ۱۹۳۰ء میں عورتوں کا ایک وفد حضور وائسرائے کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوا کہ کم سے کم دو عورتیں لیجسلیٹو اسمبلی کی ممبری کے لئے نامزد کی جائیں۔ لیکن یہ درخواست منظور نہ ہوئی۔

ہندوستان کا نیا آئین حکومت جس کا نفاذ ۱۹۳۷ء سے ہو رہا ہے اس میں بھی گورنمنٹ نے عورتوں کے حقوق

کا خیال کیا ہے۔ بسٹنٹیوٹری کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں تحریر کیا ہے کہ "ہندوستان کی ترقی کا انحصار نسائی تحریک کی کامیابی پر ہے۔ اس سے جو عمدہ نتائج نکل سکتے ہیں اس کا کوئی حد و حساب نہیں ہے۔ یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ ہندوستان اپنے نصب العین تک نہیں پہنچ سکتا تاوقتیکہ خواتین بھی بحیثیت تعلیم یافتہ شہری کے اس جدوجہد میں مناسب حصہ نہ لیں"۔ عورتوں کے حقوق کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے گورنمنٹ نے ووٹ دینے کے شرائط میں کافی وسعت پیدا کردی ہے جس کی وجہ سے عورتوں کی کثیر تعداد جو حق رائے دہندگی سے محروم تھی اب اپنے حقوق کی پاسبانی کے لئے مناسب ممبروں کو اسمبلیوں کے لئے منتخب کرسکتی ہے۔ اب تک رائے دینے والوں مردوں اور عورتوں کی تعداد میں ۲۱ اور ا کا تناسب تھا لیکن اب ۷۔۱ ہے۔ چونکہ اس ملک میں ابھی بہت کم عورتیں تعلیم یافتہ ہیں اس لئے ان کو بمقابلہ مردوں کے کامیابی کی کم امید سمجھی جاتی ہے۔ لہٰذا ان کے لئے کچھ نشستیں مخصوص کردی گئی ہیں۔ موجودہ شرائط رائے دہندگی کے بنا پر تخمینہ کیا جاتا ہے کہ ۶۰ لاکھ عورتیں ووٹ دے سکتی ہیں۔ لیکن یہ تعداد اب بھی بہت کم ہے۔ اگر ان کو مردوں کی طرح مساوی حقوق دیئے جائیں تب بھی موجودہ رائے دہندگان کی تعداد تقریباً سات گنا ہونی چاہیئے۔

مسز سید احمد مجھلی شہری

رسموں کی ضرورت

از محترمہ شائستہ اختر بانو صاحبہ سہروردی بی اے (آنرس)

گذشتہ پچیس تیس سال سے رسموں کے خلاف زور شور سے مضامین لکھے جارہے اور ان کو فضول خرچی کا ذمہ دار قرار دے کر ان سے کنارہ کشی کرنے کی تائید کی جارہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شادی بیاہ کے موقعوں پر بے جا اسراف کسی حد تک مسلمانوں کی تباہی کا باعث ہے۔ لیکن آرسی مصحف کرنے کے یا سہرا دیکھنے کا ارمان پورا کرنے کے لئے جائداد رہن رکھنے یا سودی قرض لینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ فضول خرچی کے باعث نام نمود کی خواہش ہوتی ہے۔ جہاں سو کو بلانے کی حیثیت ہے وہاں پانسو کی دعوت کی جاتی ہے۔ مکان چراغاں کئے جاتے ہیں اور دو دو سو جوڑے اور سینکڑوں زیورات دیئے جاتے ہیں۔ یہ فضول خرچیاں نام و نمود کے لئے پہلے زمانہ میں بھی ہوتی تھیں اور آج بھی ہوتی ہیں۔ اور ہفتہ دس دن کی واہ واہ کے لئے عمر بھر کو زیر بار و قرضدار ہو رہے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اگلے زمانہ میں شادی۔ چھٹی۔ سالگرہ۔ کھیر کھلائی ہر موقع پر چند مخصوص رسمیں برتی جاتی تھیں۔ اب ہر ایک تقریب پر لے دے کر وہی پارٹی یا ڈنر دیا جاتا ہے

رسموں کو اٹھا دینے سے میری رائے میں زندگی کی رنگینی اور لطف میں بہت کمی ہوگئی۔ رسمیں اپنے اندر رومانس کا ایک دفتر رکھتی ہیں اور غیر ملکیوں کے نزدیک قوم کی خصوصیات اس کی رسمیں ہی سمجھی جاتی ہیں اور ہندوستان اپنی پُر معنی رسموں اور شگونوں ہی کی وجہ سے سیاحوں خصوصاً مغربی سیاحوں کے لئے اتنا دلچسپ ہے یہ تو سب ہی کے تجربہ کی بات ہوگی کہ یورپین کتنے شوق سے ہندوستانی تقریبوں میں شریک ہوتے اور کتنی دلچسپی سے ہماری رسموں کو دیکھتے ہیں۔ گذشتہ دو سال میں مجھے دو تین نئے فیشن کی شادیوں میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ اور یہ بے رسموں کی شادیاں پرانے طریقہ کی شادیوں کے مقابل میں کچھ ایسی روکھی پھیکی معلوم ہوئیں کہ میرا دل بہت کڑھا کہ بے وجہ اتنی رنگینی اور دلچسپی کا خاتمہ ہوگیا۔ دوسرے صوبجات کے متعلق تو مجھے علم نہیں لیکن جہاں تک میرا خیال ہے شادی کی رسمیں کم و بیش ہر جگہ ایک ہی سی ہوتی تھیں لیکن بنگال میں جو رسمیں ضروری سمجھ کر کی جاتی تھیں وہ یہ ہیں شادی سے تین دن پہلے دلہن کا مائیوں بیٹھنا۔ مائیوں کے دن سمدھنیں اور وہ عورتیں جن کا آپس میں مذاق کا رشتہ تھا رنگ کھیلا کرتی تھیں۔ اور وہ دھما چوکڑی مچتی تھی کہ کیا کہنے۔ دل چاہے تو اسے بدتہذیبی کہئے۔ مگر ہم تو اسے زندہ دلی کہیں گے۔ آخر اسکول کی لڑکیاں آپس میں شور مچاتی ہیں تو آپ اسے بدتہذیبی کیوں نہیں کہتیں۔ مائیوں کے دن سے شادی کے دن تک دلہن کے برابر ابٹنا ملا جاتا تھا۔ رشتے دار روز آیا کرتے یا بعض گھروں میں تو مائیوں کے دن ہی سے آکر رہ جاتے تھے۔ اگر صاحب خانہ ذی مقدور نہیں تو یہ بے شک فضول خرچی ہے لیکن یہ رسم بالکل ہی اڑا دینے

سے تو یہ بہتر ہے کہ یہ ترمیم کر دی جائے کہ مہمانوں کا تین دن تک رہنا ایک قلم اٹھا دیا جائے۔ صرف ایک روز جس دن دلہن کے پہلے اُبٹنا لگے مہمان آ جائیں۔ اسی طرح دلہن کو تین دن تک بند کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ مگر اُبٹنہ لگانے میں سوائے فائدے کے کوئی نقصان نہیں۔

شادی کے دن کی رسمیں یہ تھیں کہ دولہا کی طرف سے دلہن کے بٹنے اور دلہن کی طرف سے دولہا کے لئے جوڑا جاتا۔ مرصع کشتیوں میں زربفت کے خوان پوشوں سے ڈھک کر۔ دولہا و دلہن والوں کی طرف سے لڑکی کے جوڑے کے ساتھ اس کے سنگار کا بھی سب سامان آتا ہے۔ تیل۔ مہندی۔ کنگھی۔ سہرا۔ اور سر منہ دھونے کا مصالحہ تک جسے "سہاگ پڑا" کہتے ہیں اور جس کے بنانے میں بیویاں اپنے ہنر کا اظہار کرتی ہیں۔ اب سرمہ۔ مہندی نہیں منگاتے تو سینٹ پوڈر اور کیوٹکس ہی کے سٹ بھیج دو۔ مگر دولہا کے یہاں سے دلہن کے سنگھار کا سامان آنے میں جو حسن و رومان ہے اس کو تو ختم مت کرو۔ عقد وکیل گواہوں کے معرفت ہوا کرتا تھا جس کے بعد دلہن بنایا جاتا۔ بھاوجیں بہنیں۔ سہیلیاں ہنس ہنس کر کھل کھل کر دلہن بناتیں۔ افشاں چمکی سے دلہن کا چہرہ چاند سا معلوم ہوتا ہے۔ ہزاروں تاروں سے چوٹی باندھی جاتی ہے۔ ادھر دلہن سنواری جاتی ہے ادھر مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ کھانے کے بعد آرسی مصحف۔ دولہا کو سالے دروازے تک لاتے اور دروازے سے بہنیں آنچل ڈال کر اندر لاتی ہیں۔ آرسی مصحف کے بعد دلہن کا باپ بیٹی کا ہاتھ دولہا کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ دولہا باہر جانے کو کھڑا ہوا تو جوتی غائب۔ سالیاں کھڑے کھڑے روپیہ رکھوا لیتی ہیں۔ تب کہیں جوتی واپس ملتی ہے۔ رخصتی اسی دن یا دوسرے دن ہوتی ہے۔ دولہن دولہا کے گھر پہنچتی تو ادھر نندیں دروازہ بند کر کے اپنا حصہ لیتی ہیں اور پھر پیر دھلانے کا نیگ الگ۔

یہ تو ہیں پرانے زمانہ کی شادی کی رسمیں جو نہایت پابندی کے ساتھ ہر ایک شادی میں یکساں برتی جاتی تھیں اور جن کے دیکھنے کی ہر شادی میں توقع رکھتے تھے۔ لیکن ادھر جو دو چار شادیاں میں نے دیکھیں ان میں سے ہر ایک کا طریقہ الگ تھا۔ ایک شادی جو ان جدید فیشن کی شادیوں میں سب سے "موڈرن" تھی وہ اس طرح رچائی گئی کہ دولہا دلہن دونو پانسو آدمیوں کی مشترک پارٹی میں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ قاضی صاحب نے ایجاب و قبول کرا دیا۔ اس کے بعد چاء و کیک سے تواضع ہوئی۔ دولہا دلہن مہمانوں سے ہاتھ ملاتے پھرے۔ اس کے بعد دلہن صاحبہ ماں باپ سے بغیر ملے جلے موٹر میں بیٹھ کر روانہ ہو گئیں۔

ایک اور شادی جہاں طرفین نئے فیشن کے اتنے دلدادہ نہ تھے اس طرح ہوئی کہ مرد اور عورتیں علیحدہ علیحدہ جمع ہوئیں۔ نکاح صرف خاندان کے چند لوگوں کے سامنے پہلے ہی ہو چکا تھا۔ مردوں میں دولہا اور عورتوں میں دلہن کسی قدر شرمائے ہوئے بیٹھی تھیں۔ جب سارے مہمان جمع ہو گئے تو کھانا ہوا۔ سب نے دلہن کی ماں کو مبارکباد دی۔ اس کے بعد دولہا کی ماں دلہن کو لے کر موٹر میں سوار ہو گئیں۔

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ جو شادیاں ایسے اونگھتے اداس طریقے سے ہوں گی۔ ان کی یاد ان دلوں میں کیا رہے گی جن کی زندگی کا سب سے زیادہ رنگین دن ہے۔ جس دن کو پھولوں سے معطر، روشنیوں سے منور اور نغموں سے بھرا ہونا چاہیئے۔ ذرا دولہا دلہن کے اس سرسری طور سے ملاقات ہو جانے کا کہ اپنے گھر پہنچ کر دولہا کی ماں نے بیٹے سے کہا "لو میاں یہ تمہاری دلہن ہیں" اس حسین طریقے کا مقابلہ کیجئے کہ زرین مسند پر سرخ لباس میں پھولوں میں بسی دلہن کے شرمیلے چہرے کی پہلی جھلک آئینہ میں نظر آئے۔ جسے دیکھنے کے بعد دولہا عمر بھر کے پیمان کی نشانی انگوٹھی اس کی انگلیوں میں پہنا دے اور اس لئے کہ ان کی زندگیاں ہمیشہ شیریں رہیں ایک دوسرے کے ہاتھوں انہیں شیرینی چٹائی جائے۔

یورپ جس کی تقلید میں ہم رسیں اُڑا رہے ہیں وہاں بھی تو ایسی اونگھتی اداس شادیاں نہیں ہوتیں۔ وہاں بھی دلہن کا لباس خاص طرح کا ہوتا ہے یعنی سفید اور ویل و آرینج بلسمز کنول پتے کا نشان بھی جاتا ہے جیسے ہمارے یہاں سہرا و گھونگھٹ۔ آج کل کی دلہن کے لباس کا رنگ یا پہننے کے طریقے میں ذرا بھی فرق نہیں اور مجلس میں پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے کہ دلہن کونسی ہے۔ سچ بتائیے کہ بے جا حیا برائی تھی اور گھونگھٹ نکالنے میں کیا غضب ہوا جاتا تھا۔ میں یہ نہیں کہتی کہ گز بھر کا گھونگھٹ کرو اور اس قدر سر جھکا کر بیٹھو کہ دہری کمر ہو جائے لیکن ذرا دیر کو ایسا کرنے میں کونسا نقصان ہوا جاتا ہے۔ اور حسن کو اگر کسی چیز سے چار چاند لگ جاتے ہیں تو وہ شرم و حیا ہے۔ مائیوں کو بھی جانے دیجئے۔ چوتھی کو بھی چھوڑیئے۔ مگر خدارا کم سے کم اتنی صنف کو تو رہنے دیجئے۔ اور لباس کا مخصوص رنگ سرخ اور ہرا دلہن بننے کی نشانی اتنا تو کم سے کم ہو۔ اگر اور کسی وجہ سے نہیں تو کم سے کم اس خیال سے کہ دوسری قوم کے افراد جو بڑی آرزوؤں سے ہماری تقریبوں میں شریک ہوتے ہیں ان کے دیکھنے کو تو کچھ ہو۔

اگر تمام پرانی رسوم ناپسند ہیں تو کیوں نہیں ایک نیا کوڈ Code رسموں کا بنا لیا جاتا ہے۔ دنیا کے ہر ملک کی سوسائٹی اپنے افراد سے چند اصولوں کی پابندی کراتی ہے اور چند باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے کرنے کی اجازت سوسائٹی نہیں دیتی۔ اس وقت ہماری سوسائٹی بالکل شتر بے مہار ہو رہی ہے۔ ہم پرانے طریقوں سے منحرف ہوتے ہیں اور کوئی نیا طریقہ ہنوز مرتب نہیں کیا جس پر سب یا کم سے کم زیادہ تر لوگوں کا اتفاق ہو۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بناتا اور جو دل میں آتا ہے کرتا ہے۔ سوسائٹی کسی منظور شدہ طریقہ کے تحت میں اس سے باز پرس نہیں کر سکتی۔ اس قسم کی بے لگام آزادی کبھی بھی سوسائٹی کے لئے مفید نہیں ہو سکتی کیونکہ سوسائٹی کا ان لکھا قانون اخلاقی صحت کا سب سے بڑا نگہبان ہے۔ ہمیں شادی غمی، ملنے ملانے کے متعلق ایک Code کوڈ یا Rules رول مرتب کر کے سختی کے ساتھ اس کا پابند ہونا پڑے گا۔ لیکن یہ ایک دوسرا موضوع ہے جس پر ایک مفصل مضمون کی ضرورت ہے۔

شہزادی میری کا محل

موجودہ متنازعہ فیہ شہنشاہی کشمکش نے عوام کے دلوں میں شہنشاہ ہندوانگلستان کے خاندانی معاملات سے کافی دلچسپی پیدا کر دی ہے۔ اور ان کو افرادِ خاندان کی ذاتی حالات سے واقفیت سے خاص شغف ہو گیا ہے۔

ہماری بہنوں کو معلوم ہے۔ کہ سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم کی دست برداری حکومت کے بعد اب جارج ششم سریر آرائے حکومت ہوئے ہیں۔ زندہ باد شہنشاہ!

یہ متوفی شہنشاہ کے دوسرے فرزند ہیں۔ ان کے بعد پرنسس رائل (جن کو شہزادی میری سے بھی موسوم کیا جاتا ہے) تولد ہوئی تھیں۔ اور باقی تینوں شاہزادے ڈیوک آف گلوسٹر اور ڈیوک آف کنٹ۔ اور متوفی شہزادہ جان سب ان سے چھوٹے ہیں۔

جنگ عظیم کے بعد انگلینڈ کے شاہی گھرانے میں سب سے پہلے پرنسس رائل کی شادی پرانی روایات کے خلاف ایک انگلش لارڈ سے ہوئی۔ ورنہ اس سے پیشتر زیادہ تر شہزادیوں کی شادیاں غیر ملکی شہزادوں سے ہوا کرتی تھی لیکن جنگ عظیم نے اس قبیح رسم کو مٹانے میں خاص حصہ لیا ہے ملکی سیاسی اور شاہی حکمت عملیوں نے اس غیر ملکی شادیوں کی رسم سے بیچاری شہزادیوں کو جو کوفت اٹھاتی تھی اس کشمکش سے نجات دلانے کی یہ بہترین نظیر پیش کی گئی تھی سچ پوچھئے تو شہزادی میری اور موجودہ شہنشاہ جارج ششم کی شادیاں سابق شہنشاہ آنجہانی کی دوربینی اور مصلحت آمیزی کا بین ثبوت پیش کر رہی تھیں۔ انہوں نے رعایا کی قدر افزائی اور ان سے سچی محبت کی داد ان رشتوں میں پیدا کر کے دکھا دیا تھا کہ ان کی وسعت نظری کے آگے امراء اور رؤسا بھی حیثیت اور درجہ رکھتے ہیں کہ ایسے مساوات کا سلوک ہو۔

ہماری ہر دلعزیز شہزادی موصوفہ جنگ عظیم میں بھی اپنی گراں بہا خدمات پیش کر چکی ہیں۔ ہماری ہندوستانی متمول بہنیں یہ سنکر ضرور انگشت بدنداں رہجائیں گی۔ کہ اس قدر عظیم الشان حکومتوں کے بادشاہ کی اکلوتی لڑکی عام نرسوں کے ساتھ زخمیوں کی مرہم پٹی میں مشغول رہتی تھیں اور ان کی دلجوئی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

تقریباً سال ہوتے ہیں وہ یارک شائر کے ہیروڈ ہاؤس میں سکونت پذیر ہیں۔ لیکن اس مختصر عرصہ میں انہوں نے محل کو اپنی نفاست پسندی سے بحد آرام دہ اور حسین بنا دیا ہے۔ اس کی دلکشی کا ثبوت سب سے بڑھ کر یہ ہوگا۔ کہ ملکہ میری اکثر تشریف لاتی ہیں۔ اگرچہ لیڈس جیسے صنعتی مرکز سے صرف ۸ میل کی مسافت ہے۔ تاہم ہیروڈ اسٹیٹ کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے۔ کہ برطانیہ میں یہ جگہ بہت دلکش اور خوشگوار سمجھی جاتی ہے۔ اس عالیشان محل سے دیہات کی کھلی خوبصورت فضا اور وسیع میدانوں کے نظارے بہت زیادہ بصیرت افروز معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں بہت سارے تاریخی مقامات بھی ہیں۔

پندرھویں صدی میں ہیروڈ میں شیکسپیر کا زندہ جاوید کمشل لارڈ چیف جسٹس گیس کوئین Gascoigne

اسی محل کے قدیمی کھنڈروں میں کبھی جلوہ افروز تھا۔ اسی خطہ میں Balioml بادشاہ اسکاٹ لینڈ اپنی حکومت سے بھاگ کر پناہ گزین ہوا تھا موجودہ شاہی محل بھی تقریباً دو سو سال پیشتر تعمیر کیا گیا تھا۔ چونکہ ہمیشہ ضروری مرمت اور مناسب ترمیم ہوتی رہی ہے۔ اور ہمیشہ اس کا خیال رکھا گیا ہے۔ کہ قدیمی ساخت قائم اور مستحکم رہے۔ اس لئے آج ہیرووڈ ہاؤس کو ہم کو اتھین معماری کا بہترین نمونہ دیکھ رہے ہیں۔ مکان کا اندرونی حصہ واقعی قابل دید ہے۔ اور سب سے نادر مجموعہ حسین اور دلکش مرقعوں کا وجود ہے چنانچہ اس عظیم الشان گیلری میں جو پورے مغربی رُخ پر مشتمل ہے۔ ان سے معمور ہے۔ ماسوا اس کے کئی کمروں کی چھتوں میں بھی اعلیٰ نقاشی بہترین مصوروں کی محنت اور نفاست پسندی کی داد دے رہی ہے۔

متعدد ماہرین فن کی مصوروں نے ہیرووڈ ہاؤس کی آرائش میں حصہ لیا ہے سر ہربرٹ بیکر مشہور آرکیٹیکٹ نے اس کی تعمیر میں بیش بہا نمونے ہم پہونچائے ہیں اور چھتوں کی دیدہ زیب نقاشی ملکہ وکٹوریہ کی دلپسند اور مخصوص نقاشی انجلیکا کوف مین Angelica Kauffmann کی مرہون منت ہے۔

جدید ترمیموں میں پرنسس رائل کا بھی کافی حصہ ہے۔ انہوں نے اپنی رہائش کے بعد بیش خدمتوں و دیگر متعلقین کے لئے چند بہت ہی آرام دہ اور خوبصورت حصے بنا دیئے ہیں۔ کئی غسل خانے ایزاد کئے۔ لیکن کہیں بھی ایسا تصرف نہیں کیا گیا ہے۔ کہ قدیمی ساخت کی شان و شوکت یا خوبصورتی میں فرق آئے۔ آپکو اپنی خانگی زندگی کی ضروریات اور آرام کا بھی بہت خیال رہتا ہے۔ اس کے علاوہ پرنسس رائل اور ان کے شوہر ارل آف ہیرووڈ مشہور عجائبات اور گرانقدر نوادر قدیم و جدید کے دل سے شیدائی ہیں۔ اگرچہ قدیمی آرٹ کے بہترین نمونے پہلے ہی بہت سارے موجود تھے۔ لیکن بایں ہمہ انہوں نے اور بھی فراہم کیا ہے۔ خصوصیت سے یہاں کے نادر الوجود چینی نمونے ۵ لاکھ پونڈ سے زیادہ تخمیناً اندازہ کئے جاتے ہیں بلکہ دنیا میں سب سے زیادہ نفیس اور قیمتی پرائیویٹ مجموعہ اس کو قرار دیتے ہیں۔

تصاویر جو خصوصیت سے عظیم الشان گیلری میں آویزاں ہیں۔ وقت کے مشہور ماہر نقاشوں مثلاً سر جوشوا رینالڈ۔ اور ٹرنر کے شاہکار۔

یہ مجموعے تقریباً ۴ سال ہوئے فراہم کئے گئے ہیں۔ جب پرنسس رائل کے لنڈن کے قیام گاہ چسٹرفیلڈ ہاؤس کو فروخت کر دیا گیا۔ اور وہاں کی تمام تصاویر بھی اور دوسرے بیش بہا مجموعے ہیرووڈ ہاؤس میں منتقل کر دیئے گئے۔ ملکہ میری نے بھی اس کے اضافے میں کافی حصہ لیا ہے۔ اور وقتاً فوقتاً وہ شہزادی موصوفہ کو بہترین مجموعوں کی خریداری پر آمادہ کرتی رہی ہیں۔ ایک موقع پر انہوں نے شہزادی موصوفہ کو ایک قدیمی سٹ چینی اور بلوری ظروف کا ایسا دلا دیا ہے جو اس وقت نیلام ہو رہا تھا۔ صرف اس کی مجموعی قیمت اس وقت چار ہزار پونڈ ہے۔ ان کے دوسرے درجہ پر نایاب فرنیچر ہے۔ اور ان مجموعوں میں زیادہ تر سنڈل ساخت کی چیزیں ہیں اس میں بھی ملکہ میری کی نفاست پسندی اور اعلیٰ مذاق کا دخل ہے۔ بہتیرے موقعوں پر انہوں نے ہی انکی خریداری کا اشتیاق شہزادی کو دلا کر آمادہ کیا تھا۔ اس کے ماسوا دوسری چیزیں جو قیمتی اور خوبصورت ہیں کے علاوہ جو آرام دہ بھی ہیں ارل آف ہیرووڈ کی انتخاب کردہ ہیں کیونکہ قدیمی صنعت کے وہ بھی دلدادہ ہیں۔

جمیلہ بیگم کلکتہ

شعاعِ اُمید

بیابانِ الم ہے میری دنیا — شبستانِ عدم ہے میری دنیا
اندھیرا یاس کا چھایا ہوا ہے — شبِ تاریک ہے، کالی گھٹا ہے
نہیں پُرسانِ حالِ زار کوئی — نظر آتا نہیں غمخوار کوئی
عزیزانِ وفا پرور یہیں تھے — محبانِ کرم گستر یہیں تھے
وہ سب نقشے مقدر نے مٹائے — ہوئے بیگانہ سب اپنے پرائے
نہ آہوں میں شرر باقی رہا اب — نہ اشکوں میں اثر باقی رہا اب
میں ہوں صحرائے حرماں کی مُسافر — ملے گا مر کے مجھ کو چین آخر
بھٹکتی، ٹھوکریں کھا کھا کے چلتی — رواں ہوں آتشِ پنہاں میں جلتی
غریبی، بیکسی، آشفتہ حالی — رفاقت کا یہ ہیں دم بھرنے والی

الٰہی ضبط کا یارا نہیں اب
سفر کا خاتمہ کر دے کہیں اب

دلِ ناداں سنبھل، کیوں گر رہا ہے — رہِ صبر و رضا سے پھر رہا ہے
کرمِ جاں آفریں کے سب بھلا کر — ہوا جاتا ہے بدحال اور مضطر
یہ ہے کفرانِ نعمت او دلِ زار — نہ ہو کفر آشنا زنہار، زنہار!

شبِ غم ہے تری گو ہیبت افزا
سحر ہے خاتمہ ہر ایک شب کا

پریشاں تو نہ ہو اے جانِ مادر! — بس اب سو جا، نہ رو، اے جانِ مادر!
مری اجڑی ہوئی محفل کی رونق — مری آنکھوں کی، میرے دل کی رونق
مری جاں، میری دولت، میرے اقبال — مرا سرمایۂ راحت، مرے لال!
دلیلِ یاس کی تردید ہے تو — شعاعِ اختر امید ہے تو!
خدائے پاک ہو تیرا محافظ — جو ہے بیکس یتیموں کا محافظ
کرم اس کا رہا گر شاملِ حال — گزر جائیں گے لمحوں کی طرح سال

کوئی دن میں جوان ہو جائے گا تو
مرا راحت رساں ہو جائے گا تو

تلوک چند محروم

جنت

ڈاکٹر رابندرا ناتھ ٹیگور کا ایک بہترین شاہکار

وہ نکما تھا۔ بالکل بیکار۔ اسے کوئی کام نہ تھا وہ لکڑی کے مربع ٹکڑوں پر مٹی ڈال کر بجایا کرتا تھا بس اس کا یہی کام تھا مگر میں ہر شخص اس کی شکایت کرتا اس سے نفرت کی کوئی انتہا نہ تھی وہ خود بھی کبھی کبھی عہد کر لیا کرتا تھا کہ اب میں اس جنون کو چھوڑ دوں گا۔ لیکن وہ اس جنون کو نہ چھوڑتا۔

بعض لڑکے سال بھر تک بالکل نہیں پڑھتے پھر بھی امتحان میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ بالکل ایسا ہی انجام اس کا ہوا اس کی تمام عمر بے عملی میں بسر ہوئی لیکن بعد مرنے کے اس کو معلوم ہوا کہ آسمان میں جگہ مل گئی۔ قسمت آسمانی راہ میں بھی ساتھ نہیں چھوڑتی فرشتوں نے اسے بجائے بے عملوں کی جنت میں داخل کرنے کے باعملوں کی جنت میں داخل کر دیا اس جنت میں بھی سب کچھ تھا لیکن اطمینان نہ تھا۔ یہاں مرد کہتے تھے کہ فرصت نہیں عورتیں کہتی تھیں کہ میرا کام پڑا ہے۔ غرض سب یہی کہتے تھے کہ وقت بڑا قیمتی ہے۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ وقت بے قیمت ہے باوجود اس پریشانی کے سب خوش تھے صرف یہی کہتے رہتے تھے کہ کام کرتے کرتے چور ہو گئے اس بیچارے کو کہیں بھی عافیت نہ تھی نہ اس سے کسی کی موافقت تھی وہ راستہ میں اپاہجوں کی طرح چلتا اس سے مصروف کار لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی۔ وہ اگر کہیں چادر بچھا کر بیٹھ جاتا اور چاہتا کہ آرام کرے تو اس سے کوئی نہ کوئی آکر یہ ضرور کہتا کہ ارے بھئی یہ کھیت ہے اس میں دانے پڑے ہوئے ہیں پھر اسے وہاں سے اٹھ جانا پڑتا۔

ایک لڑکی روزانہ پابندی کے ساتھ گھڑا لیکر آسمان کے ایک چشمہ پر پانی لینے آتی۔ وہ نکما چشمے کے کنارے کھڑا درخت کی طرح چپ چاپ دیکھا کرتا جس طرح کھڑکی سے کسی مسکین کو دیکھ کر شہزادی کو ترس آجاتا ہے بالکل اسی طرح اس بے عمل نکمے آدمی کو دیکھ کر اس لڑکی کا دل ہمدردی سے لبریز ہو گیا۔ لڑکی نے کہا "معلوم ہوتا ہے تمہیں کوئی کام نہیں ہے"۔

اس نے زور دے کر کہا "کام تو کروں لیکن اس کے لئے وقت نہیں ہے"۔

لڑکی کچھ نہ سمجھ سکی اس نے کہا "مجھ سے کام لوگے؟"

اس نے کہا "تم ہی سے تو کام لینے کھڑا ہوں"۔ لڑکی نے کہا "کیا کام دوں"۔ اس نے کہا "تم جو گھڑے ہر روز پانی بھرنے کے لئے لاتی ہو ان میں سے ایک مجھے دیدو"۔ "گھڑا لیکر کیا کروگے پانی بھروگے"۔ اس نے کہا "نہیں میں اس پر تصویر بناؤں گا" لڑکی نے گھبرا کر کہا "میں جاتی ہوں فرصت نہیں ہے"۔

اس چشمہ پر دونوں کی ملاقات ہو جاتی وہ روز یہی کہتا کہ مجھے اپنا ایک گھڑا دیدو میں اس پر تصویر بناؤں گا بالآخر لڑکی نے

مجبور ہو کر گھڑا دیدیا وہ اس کو لیکر اس پر تصویر بنانے لگا مختلف قسم کے رنگ کئے اور مختلف قسم کے خطوط۔ تصویر مکمل ہونے پر لڑکی نے پوچھا، پھر بھویں سکیڑ کر غور سے دیکھا اسکا کیا مطلب؟

اس نکمے نے کہا "مطلب کچھ نہیں"

لڑکی گھڑا لیکر چلی گئی وہ دن میں سب کی آنکھ بچا کر اسے دیکھا کرتی رات کو چراغ روشن کرکے اور بستر سے اٹھ کے اس تصویر کو دیکھا کرتی اس نے اپنی زندگی میں پہلی بار ایسی چیز دیکھی جس کا کوئی مطلب نہیں۔

اس روز بھی اس نکمے سے ملاقات ہوئی۔

لڑکی نے کہا "اب کیا چاہتے ہو؟" "تم سے کام چاہتا ہوں" "کونسا کام دوں" لڑکی نے کہا "اگر تم بھی پسند کرو تو میں رنگین سوت بٹ کر چوٹی باندھنے کا ڈورا تیار کردوں"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"کچھ نہیں"

اب ڈورے تیار ہونے لگے آئینے کر چوٹی باندھنے میں لڑکی کو دیر ہونے لگی کام پڑا رہ جاتا تھا اور وقت نکل جاتا تھا۔ دیکھتے دیکھتے باکار لوگوں کے کام میں خلل پڑنے لگا منتظمین آسمان بہت سراسیمہ و پریشان ہوئے انہوں نے ایک کمیٹی کی اور کہنے لگے اب سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔

آسمان کے کار مختار نے اپنا قصور تسلیم کرلیا اور کہنے لگا "میں نے غلطی سے ایک نکمے کو اس آسمان میں داخل کرلیا۔" نکما کمیٹی میں بلایا گیا اس کی رنگین پگڑی دیکھ کر لوگوں نے کہا واقعی بڑی غلطی ہوئی۔

صدر نے کہا "تمہیں پھر زمین پر واپس جانا ہوگا"۔

وہ اپنی رنگین پگڑی کو ہلاتے ہوئے بولا۔ "تو پھر میں رخصت"۔

لڑکی بولی "میں بھی جاؤں گی"۔

تہواروں پر ایک نظر

جنوری ۱۹۳۰ء کا پرچہ ملا بہن صدیقہ بانو صاحبہ کا مضمون "تہوار و دنیا" نظر سے گذرا۔ بنگالیوں اور اہل ہنود میں تو یہ عام بات ہے کہ لڑکی والے کو ایک کثیر رقم لڑکے والوں کو دینی پڑتی ہے مگر ان کو یہ بار زیادہ نہیں گذرتا کیونکہ یہ قومیں بہت چلن سے گزر کرتی ہیں۔ کھانے پینے میں بہت کم خرچ ہوتا ہے اسی وجہ سے بیاہ شادیوں میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ ان کو چھوڑ کے بہن صاحبہ نے مسلمانوں کی حالت پر جو تبصرہ فرمایا ہے بجا اور درست ہے حضرت فاطمہ زہرہؓ کے جہیز میں چند مٹی کے برتن اور چکی ضرور تھی مگر وہ اُس شخص کی بیٹی تھیں جنہیں روپیہ پیسے سے محبت نہ تھی جن کے پاس لاکھوں روپیہ آتا تھا اور وہ اپنے پاس رات بھر کے لئے ایک پیسہ رکھنا گوارہ نہ کرتے تھے اور سب کا سب خیرات کردیتے تھے۔ اگر اتفاق سے کچھ بچ رہا تو تو اس روز رات کو گھر میں تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ جب تک کہ وہ خیرات نہ ہوجاتا تھا لہذا موجودہ زمانہ کی حالت کو دیکھتے ہوئے ان بزرگ ہستیوں کی مثالیں پیش کرنا زیادہ سود مند نہیں یہ ضرور صحیح ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت بہت ابتر اور تباہ ہے مفلسی نے ان کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے مگر وہ اس حالت میں بھی اپنی پرانی عادتوں پر اڑے ہیں۔ بیاہ شادیوں میں اپنی اوقات سے زیادہ صرف کرتے ہیں چاہے ان کو قرض کے لئے بنیوں مہاجنوں و دوستوں کے سامنے ہاتھ ہی کیوں نہ پھیلانا پڑے تاکہ اُن کی ناک جڑ سے نہ کٹ جائے۔ اس طرف مسلمانوں کو فوری توجہ کی

ضرورت ہے۔ اس کے بعد آئیے بے زبان لڑکی کی شادی کے بعد بھی یہ عذاب ختم نہیں ہوتا اور تہواروں کا دینا لازمی ہے دو دیگیں پلاؤ زردے کی ایک ڈیڑھ من شکر اور اسی قدر میوہ اور سویاں اور روپیہ دینا پڑتا ہے جس کو کہ بہن صاحبہ نے ٹیکس قرار دیا ہے۔ بہنوں کو غالباً معلوم ہو کہ ہمارے باپ دادا جو اس قابل ہیں کہ مذکورہ بالا عیدی اپنی نور نظر کو عید پر دے سکتے ہیں ہزاروں روپیہ کی جائدادوں کے مالک بنے بیٹھے ہیں اور اس جائداد میں جو خدا نے تہائی کا حق بیٹیوں کے لئے مقرر فرمایا ہے وہ اس کو اپنی ملکیت سمجھ کر آنکھیں بند کر کے کھا رہے ہیں۔ اور اگر کوئی بیٹی داماد اپنے حق کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ لیتا ہے تو ان کو ذلیل نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور اس وقت ہزاروں مثالیں موجود ہیں کہ والدین نے بیٹیوں سے ان کے جائز حقوق سے لادعویٰ لے لئے ہیں اس حالت میں اگر وہ سال میں دو چار مرتبہ اپنی نور نظر کو چالیس پچاس روپیہ اسی بہانے سے دیدیتے ہیں تو کوئی مضائقہ کی بات نہیں۔ البتہ اگر تہواروں کو بجائے پلاؤ زردے کی دیگوں کے روپیہ نقد دیدیا کریں تو وہ اپنی بیٹیوں کی مالی حالت کے مدد دینے میں بہت کچھ کارآمد ہوں۔ ہاں تہوار بھی ایک شکل سے بند ہو سکتے ہیں۔ اور یہ ٹیکس بھی بند ہو سکتا ہے وہ اس طریقہ سے کہ والدین اپنی خوشی سے اپنی جائداد شرعی کا حصہ اپنی بیٹیوں کو دیدیں اور کہدیں کہ لو بیٹی یہ تمہارا حصہ ہے یہ لو اور باقی ہمارا اور ہماری باقی اولاد کا حصہ ہے اب اب تمہارا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ہر شخص کو اطمینان ہوگا اور کوئی شخص کسی وقت نکتہ چینی بھی نہ کریگا اب رہا یہ مسئلہ کہ جو لوگ پورانی لکیر کے فقیر ہیں ان کو بیٹی کے ہونے سے رنج اور لڑکے کے ہونے سے خوشی ہوتی ہے۔ یہ اُن لوگوں کی حماقت اور جہالت ہے اولاد میں بیٹا بھی ہے اور بیٹی بھی شامل ہے پھر بیٹی کے ہونے پر افسوس کرنا سراسر خدا کی ناشکری کرنا ہے۔ اس لحاظ سے اگر بیٹی پر خرچ زیادہ یا کم ہوتا بھی ہے تو چنداں کوئی مضائقہ کی بات نہیں البتہ بیٹی کی شادی پر جو رقم جہیز پر خرچ کی جاتی ہے وہ زیادہ تر بے کار صرف ہوتی ہے جہیز میں بہت سی چیزیں فضول بہت سے کپڑے لڑکی اور دولہا کے مذاق کے برخلاف قیمتی تیار کر کے دیئے جاتے ہیں۔ جو بدستور بیکار رکھے رہتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مدتوں رکھے رکھے خراب ہو جاتے ہیں۔ سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ لڑکی کو چند گنتی کے کپڑے اور چند ضروری برتن اور ایک دو زیور دیئے جائیں اور باقی نقد روپیہ کی صورت میں دیدیا جائے تاکہ شادی کے بعد لڑکی اپنے اور اپنے شوہر کے مذاق کے مطابق خود کپڑے وزیور وغیرہ بنائے اس صورت میں جو روپیہ پہلے دینے پر بیکار ضائع جاتا ہے وہ کارآمد ہو۔

حسین بیگم

ایک اہم مسئلہ

ایک وہ بھی دن تھے کہ ہنرمندی اور دستکاری۔ نسوانی افتخار، سلیقہ شعاری کا تمغۂ امتیاز اور سگھڑاپے کی دلیل تصور کیا جاتا تھا۔ لباس کی سلائی۔ ٹانکوں کی صفائی۔ قطع برید کا ماہر ہونا۔ خاندان بھر میں ہر دلعزیز کر دیتا تھا۔ ہم چشموں میں عزت تو ہم جنسوں میں توقیر کا باعث تھا۔ کچھ دن بھی نہیں گذرے ہندوستانی معاشرت کا کچھ سے کچھ رنگ بدل گیا۔ آج جسے دیکھو بازاری سلے سلائے کپڑوں میں ملبوس۔ زردوزی۔ درزیوں کی تیار صنعتوں سے مزین۔ ان کے کمالات کا معترف نظر آ رہا ہے۔ اُمرا تو خیر مقابلہ کر سکتے ہیں۔ مگر متوسط حال بلکہ نادار بھی کورانہ تقلید میں مدہوش ہو کر انجام کو نظر انداز کر کے اسی اسراف بیجا کے باعث قرض جیسی بلائے بے درماں میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ تجارت گر رہی اور بے کاری بڑھ رہی ہے۔ مرد نالاں و پریشان ہیں۔ مگر ہم ہیں کہ آنکھیں بند کئے فضول نمائشی چیزیں خرید رہے ہیں۔ اگر روپیہ موجود نہیں تو نہ ہو قرض تو لے سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تھوڑے عرصہ کے بعد قرضداروں کے روز روز کے تقاضوں سے بچنے کے لئے طلائی زیور آدھی قیمت میں فروخت کر کے چھٹکارا حاصل کرنا پڑتا ہے۔

آج چاروں طرف تعلیم تعلیم کا شور مچا ہوا ہے۔ جاہل اور بے علم بے شعور اس قدر ناعاقبت اندیش ہوں تو افسوس بھی نہیں۔ مگر رونا تو یہ ہے کہ حصول علم کے بعد بھی ہم ان ہی غلطیوں کا شکار رہیں پھر تعلیم کا نتیجہ کیا؟ دور سابق کی بیویوں کو ہم جاہل اور فضول رسم و رواج کا پابند کہتے ہیں۔ مگر ہم نے تعلیم یافتہ ہو کر کیا فیض پایا یا پہنچا رہے ہیں۔ لہذا اس ضروری مسئلہ پر چند لمحہ غور کرنا ہر بہن کا فرض ہے۔ تعلیم یافتہ بہنوں کو اس وبائی مرض کے علاج کی تدابیر سوچنی چاہئیں۔ امراض جسمانی کے اسباب کے لئے طبی مشورہ کے مطابق جس طرح ہم پرہیز کرتے ہیں۔ اسی طرح قومی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے۔ امرا اور اہل علم طبقہ کو وسائل اختیار کرنے چاہئیں ورنہ متوسط حال اور غربا کی اصلاح کی کوئی امید نہیں۔

ہر نسوانی انجمن کا فرض ہونا چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے فن قطع برید کو ترقی دینے کے اسباب مہیا کرے۔ گھریلو دستکاریوں کو ترقی دیں۔ امیر بہنوں کو چاہیئے کہ بجائے درزیوں کے نادار شریف پڑوسنوں سے دستکاری کی چیزیں اور لباس تیار کرائیں تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور علاج افلاس بھی اور ساتھ ہی حصول ثواب بھی۔ زنانہ رسالوں اور تقریباً ہر جلسہ میں۔ بازاری لباس کے نقائص۔ گھریلو دستکاریوں کے فوائد پر کافی وضاحت طلب روشنی ڈالی جائے۔ انجمن کے مقاصد میں اس اہم مقصد کو شریک کر لیا۔ مجھے امید ہے جہاں ہم کلب انجمن اور پارٹیوں اور سیر و تفریح کے لئے وقت صرف کرتے ہیں وہاں چند گھنٹے اس ضروری مسئلہ کے حل کرنے میں بھی صرف کریں تاکہ ہندوستان میں موجودہ افلاس کی آندھیاں جو چار سو چل رہی ہیں آفتاب علم و ہنر سے کافور ہو جائیں۔ اور علم کا صحیح مقصود عمل سے حاصل ہو۔

خدیجہ بائی (اندھیری)

ہاں کہا تو تھا

میری عمر اٹھارہ انیس سال کی تھی دالان میں بیٹھی کچھ سی رہی تھی کہ جمنا آئی اور زمین پر بیٹھ گئی میں نے پوچھا "کیوں ہر کشن نے رام لال کی بیوہ سے شادی کر لی؟" اُس نے کہا "ہاں" اور ساتھ ہی اس کے آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ نکلا میں اس کی طرف دیکھتی رہی کچھ کہہ نہ سکی۔ اُس کی نگاہیں زمین پر گڑی ہوئی تھیں۔ ایک محلے والی بولی "جمنا ہم نے تو سنا ہے کہ تو نے خود ہی کہہ دیا تھا کہ تم دوسری شادی کر لو" "ہاں کہا تو تھا" یہ کہتے ہوئے جمنا نے سر اٹھایا اور کچھ اس انداز سے چاروں طرف نظر ڈالی جیسے کوئی بے گناہ قیدی جیل کی دیواروں کو اُن نظروں سے دیکھے جن میں یہ التجا ہو "کاش تم گر کر مجھے رہا کر دیتیں" پھر سامنے چھت کی جانب اشارہ کر کے مجھ سے پوچھا "کیوں جی اگر اس پر سے کوئی گرے تو مر جائے؟" مجھے اس بے محل سوال سے حیرت ہوئی پھر خیال کیا کہ شاید وہ شوہر کی دوسری شادی کے تذکرہ کو ٹالنا چاہتی ہے میں نے جواب دیا "ہاں اگر قضا آئی ہو تو مر ہی جائے گا۔ ورنہ ہڈی پسلی ٹوٹ کر سخت عذاب میں گرفتار ہو جانا تو یقینی ہے" اب وہ پھر خاموشی کر نیچے دیکھنے اور زمین پر آڑی ترچھی لکیریں بنانے لگی۔ میں نے اس کی آنکھوں سے آنسو کے قطرے گرتے دیکھ کر کہا "جمنا جب تمہیں ایسا رنج کرنا تھا تو کیوں کہہ دیا کہ وہ شادی کرے" "انہوں نے پوچھا تھا" اس نے جواب دیا۔ "تو اُس کی دوسری شادی پر کیوں رضامند ہو گئی" اس پر وہ ہنس پڑی "شاید وہ نہ کرتا" "تو کیا ہوتا" "اس کوفت اور صدمے سے تو بچ جاتی" اب اس نے میری طرف نہایت غور سے دیکھا میں نے کہا "کیا تو نے اس خیال سے نہیں روکا کہ وہ نہ مانے گا؟" "نہیں" پھر تو وہ کس قدر جوش کے ساتھ گلوگیر آواز میں کہنے لگی "سچی بات یہ ہوئی کہ ان دنوں انہوں نے اکثر کہا کہ "معلوم ہوتا ہے کہ ہم بے بنس (لاولد) ہی رہیں گے" بچہ نہ ہونے کا غم مجھے بھی تھا۔ لیکن میرے دل نے اس غم کو ان کی محبت کی شکل میں تبدیل کر لیا تھا اور وہ جو مثل ہے "بانجھ کے گھر مرد ہی پیارا" (یہ کہہ کر رونے لگی) مجھے اُن کے ہوتے ہوئے کسی چیز کا نہ ہونا تکلیف دہ نہ تھا اب اُن کی زبان سے یہ سُن کر رنج ہوا اس بات کا کہ ان کی یہ خواہش میں کسی طرح پوری نہیں کر سکتی پھر جب انہوں نے کہا کہ اُس کے چار لڑکے ہیں اور ابھی امید ہے اور ہونے کی بھی۔ تم کہو تو ...... میں نے یہ سوچ کر کہ ان کی یہ خوشی میں تو پوری کرنے سے رہی اگر وہ اسے دوسرے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہتے ہیں تو میں کیوں ہارج ہوں اور کس دل سے ہارج ہوں بے تامل کہدیا کہ "ہاں تم کر لو" بھی وہ نہ کیسے کرتے جبکہ ان کے من میں بس گئی تھی پھر میں اُن کو غمزدہ اور پریشان جو شادی نہ کرنے کی حالت میں ہونا لازمی تھا کیونکر دیکھتی۔ میرا دل تو ان کی دوسری شادی کا خیال ہی آنے سے خون ہو گیا۔ لیکن اس خیال کا روکنا نہ میرے بس کی بات تھی نہ ان کے۔ رہا رنج کیا کروں لاکھ دل کو سمجھاتی ہوں مگر فاک تسلی نہیں ہوتی ان کو دروازے کی طرف جاتے دیکھ کر اس گمان سے کہ اُسی کے ہاں جاتے ہوں گے خود بخود میری آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور بے اختیار جی چاہتا ہے کہ نہ صرف گھر چھوڑ دوں بلکہ اس پرتھوی (دنیا) سے باہر چلی جاؤں

اور اب تک ایسا گذر رہی۔ لیکن وقت یہ ہے کہ اس سریر (جسم) کا پرتھوی کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں"۔ اتنا کہہ کر جمنا اکدم خاموش ہوگئی میرے دل پر بے انتہا اثر ہوا کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس سے کیا کہوں پھر اس خیال سے کہ شاید مذہبی باتوں کی طرف مائل ہونے سے اس کا غم کچھ ہلکا ہو کہا کہ "تو رامائن یا گیتا پڑھا کر سنا کر" بولی "کس سے" "یہ کہا برہمن سے"۔ کہا "اچھا لیکن روپیہ روز مہاراج کے دینے کو کہاں سے آئیگا"۔ میں نے کہا "روز نہیں کبھی کبھی" وہ ہنسکر خاموش ہوگئی۔ اتنے میں اور عورتیں آئیں جن کے سوالات کا وہ مختصر جواب دیتی اور بیدلی سے گفتگو کرتی رہی۔ میں عصر کی نماز کے لئے اٹھی اس نے بھی اٹھنا چاہا میں نے کہا "ابھی بیٹھ میں نماز پڑھ کر ہندو دیویوں کے قصے اردو کتابوں سے سناؤں"۔ وہ بیٹھ گئی۔ میں آئی تو وہ یہ کہکر پھر اٹھی کہ "بچی گھر پر اس وقت کام ہے بیل آگئے ہوں گے انہیں باندھنا چارہ دینا ہوگا۔ کھانا بھی پکانا ہے"۔ میں نے کہا "پھر آنا" "اچھا" کہکر چلی گئی میرا دل بھر آیا۔ کہ بیچاری اچھی بھلی کیسی بیکلی میں مبتلا ہوگئی۔

دوسرے روز سنا کہ جمنا گھر سے غائب ہے۔ بہتیرا تلاش کیا گیا نہ ملی۔ گاؤں میں جتنے منہ اتنی باتیں تھیں۔ کوئی کہتا روپیہ پیسہ اسی کے پاس تھا مضبوط ہوکر گئی ہے۔ کوئی کہتا لین دین اسی کی معرفت تھا شوہر کو پریشان کرنے کی غرض سے چلی گئی۔ کوئی کہتا ارے وہ بھی دوسرا کرے گی۔ لیکن مجھے چونکہ اس کی دلی کیفیت کا کسی قدر اندازہ ہوچکا تھا ان میں سے کسی بات کا یقین نہ آیا اور نہایت تشویش ہوئی۔ لیکن خاموش رہی۔ اس کے غائب ہونے کی تیسری صبح کو میں اپنے بالاخانے پر سو کر اٹھی ہی تھی کہ باہر سے کسی نے میاں کو (میرے والد مرحوم جو گاؤں کے زمیندار تھے اور جمنا کا شوہر جن کی رعایا اور ایک آسودہ حال ہندو کسان) چوکیدار بلا رہا تھا کھڑکی سے دروازے کی طرف دیکھا پولس نظر آئی دریافت حال کی غرض سے بعجلت نیچے اتری معلوم ہوا کہ کل شام کو گاؤں سے دور آبادی کے باہر جو کنواں ہے اس میں ایک رہگیر نے پانی بھرا پانی متعفن اور اس میں کچھ کھال کے ٹکڑے تیرتے دیکھ کر رہگیر کو شک ہوا۔ اس نے متعلقہ تھانے میں اطلاع کی۔ پولیس نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک آدمی کی لاش ہے جو نکال لی گئی اور پہچانی گئی کہ جمنا کی لاش ہے۔ سب کو افسوس ہوا میرے حسرت واندوہ کی انتہا نہ تھی۔

اس نے اپنے جی کا کہنا کیا اور اس سریر (جسم) کو جس کا اس پرتھوی کے علاوہ کہیں ٹھکانا نہیں اسی پرتھوی کے حوالے کرکے خود خدا جانے کہاں چلدی۔ دنیا اس کو فراموش کرچکی ہے۔ لیکن مجھے اس کی وہ نگاہیں جو اس نے "ہاں کہا تو تھا" کہہ کر چاروں طرف ڈالی تھیں کبھی نہیں بھول سکتیں +

بنتِ فاطمہ

پسند

بعض بیبیوں کی عادت ہوتی ہے کہ اُن کے لئے کتنی ہی اچھی کوئی چیز لائی جائے لیکن وہ اُن کو پسند نہیں آتی اور اُس چیز میں کتنے ہی عیب نکال دیتی ہیں۔ میاں اپنی پسند کی کوئی چیز بیوی کے لئے لاتا ہے کہ بیوی دیکھ کر خوش ہوگی۔ گھر پہونچکر خوشی خوشی بیوی کو اپنی لائی ہوئی چیز دکھاتا اور پوچھتا ہے کہ "یہ اچھی ہے نا؟" لیکن بیوی فوراً ناک بھویں چڑھا کر جواب دیتی ہے کہ "یہ تو گھٹیا سی کہیں سے اُٹھا لائے ہو جیسی اس کی شکل ہے ایسی ہی قیمت بھی ہوگی۔ اگر تم کو لانی ہی تھی تو مجھ سے کہا ہوتا میں بھی تمہارے ہمراہ چلتی اور اپنی پسند کی ہوئی چیز لاتی"۔ آپ خود اندازہ کرسکتی ہیں کہ ان باتوں سے میاں کے دل کو کتنی اذیت ہوتی ہوگی اور اُس کے دل میں جو اُمنگ پیدا ہوتی ہے وہ قریب قریب فنا ہوتی جاتی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا ہمارے ہاں ایک بہن آئیں وہ دہلی سے باہر جارہی تھیں اِس لئے اُن کے شوہر جلدی جلدی کرکے کچھ کپڑا بچے کے کھلونے اور جوتیاں وغیرہ خرید کر لائے کیونکہ اسٹیشن جانے میں صرف پون گھنٹہ کی دیر تھی۔ انہوں نے سب چیزیں بیوی کو دکھا کر پوچھا کہ کیسی ہیں تو وہ بہت نخرے سے کہتی ہیں کہ کیا ہے ململ اتنی موٹی ہے چھینٹ بدرنگ ہے"۔ پھر میاں نے جوتی پہنوائی تب بھی کہا کہ "یہ تو شاید دو ڈھائی روپیہ کی ہوگی"۔ وہ کہنے لگے کہ "تمہیں قیمت سے کیا غرض؟ کیا تم کو قیمت ادا کرنی ہے جو اتنی فکر کر رہی ہو"۔ غرض یہ ہے کہ اُن خدا کی بندی نے ایک چیز کو اچھا نہ کہا میاں نے بھی جھلّا کر جواب دیا تم کو کوئی چیز پسند بھی آتی ہے اگر کچھ وقت اور ہوتا تو یہ چیزیں واپس کر دیتا۔ خیر وہ تو ذرا دیر بعد چلے گئے۔ لیکن ہم اُن کی باتوں پر غور کرتے ہے کہ اگر دونوں کے مزاجوں میں اس طرح زمین وآسمان کا فرق رہا تو کس طرح بنے گی۔ اگر میاں و بیوی کے مزاجوں میں اختلاف ہے تو یا تو بیوی کو میاں کے مزاج کے موافق چلنا چاہیئے یا میاں کو اپنے ہی رنگ میں رنگ لے اِن آئے دن کے جھگڑوں سے (جو اختلاف مزاج کی وجہ سے ہوا کرتے ہیں) چھٹکارا مل جائے۔ ہر وقت کے لڑائی جھگڑے دیکھنے والوں کو بھی ناگوار گذرتے ہیں۔ اگر میاں کی لائی ہوئی چیز واقعی اچھی نہ بھی ہو بلکہ بُری ہی سہی تو بھی اُس کا دل رکھنے کی غرض سے ہی کہدے کہ ہاں اچھی ہے اُس کی دل شکنی نہ کرے۔ مان کا پان بھی بہت ہوتا ہے۔ اور میاں پر ہی کیا منحصر ہے جب یہ عادت ہی ہے تو سب کے ساتھ ایسی باتیں پیش آئیں گی۔ باپ ہوں یا بھائی وہ بھی آخر کہدیتے ہیں کہ "ہم تمہاری کوئی چیز خرید کر نہیں لاتے تم کو ہماری لائی ہوئی چیز پسند نہیں آتی۔ ہمیں پریشان کرنے کے سوا تم کو اور کچھ فائدہ نہیں"۔

اعجاز فاطمہ بیگم

پیر کی جوتی

ایکدن دوپہر کے وقت میں اپنے کمرہ میں بیٹھی ہوئی تکیہ کا غلاف کاڑھ رہی تھی کہ سامنے سے دو عورتیں آتی ہوئی نظر آئیں، جو عورت آگے تھی۔ وہ "الحمد للہ" اور "اللہ اکبر" کے نعرے لگاتی میرے پاس آپہنچی۔ اور مجھے اپنا ہاتھ دیتے ہوئے کہا: "لے بیٹی ججن تیرے یہاں آئی ہے مصافحہ کر۔"

میں اس آواز سے چونک پڑی، اور جب نظر اُٹھا کر دیکھا تو ججن سامنے نمودار تھی۔ اور اس کی ساتھی عورت بھی اس کی بائیں جانب ایک گٹھری لئے ہوئے کھڑی تھی ججن کے ہاتھ میں ایک بہت بڑی تسبیح تھی اور وہ منہ ہی منھ میں پڑھ رہی تھی۔

ججن: "بیٹی ججن سے مصافحہ کرلے یہ موقعہ پھر کہاں۔"

میں: "آپ کہاں سے آئی ہیں؟"

ججن: "مجھے حضرت محمد مصطفےٰ کی بشارت ہوئی ہے۔ کہ تو اس گھر میں جا۔"

میں: "ہمارے یہاں اجنبی عورتوں کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔"

ساتھ والی عورت: "آپ ججن کے آنے سے ناخوش ہوئی ہیں۔" یہ حضرت کی بھیجی ہوئی آئی ہیں، آپ ان سے مصافحہ کریجئے۔"

ججن اب تک اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے میری طرف بڑہائے ہوئے تھی۔

ججن: "لڑکی کو ججن سے مصافحہ کرنے میں اس قدر تامّل ہے۔" میرے پاس ہی میری چھوٹی بہن بیٹھی ہوئی تھی اس سے کہا "لے بیٹی تو بھی ججن سے مصافحہ کرلے۔"

میں: "آپ سامنے میری والدہ کے پاس تشریف لے جائیے۔"

ججن: "ہاں۔ آپ کی والدہ کہاں ہیں۔"

میں: "وہ سامنے لیٹی ہیں۔" اب وہ "الحمد للہ" اور "اللہ اکبر" کے نعرے لگاتی میرے والد کے پاس جا پہنچی۔

ججن: (میری والدہ سے) "تو لیٹی ہوئی ہے، سر میں کپڑا کیوں باندھا ہے۔"

ساتھ والی عورت: "بی بی کے سر میں درد ہے۔"

والدہ: "ہاں: میرے دانتوں میں درد ہے، اسی وجہ سے سر میں درد ہے۔"

ججن: "اچھا اُٹھ اللہ کا نام لیکر اُٹھ بیٹھ۔ اور ججن سے مصافحہ کرلے۔ یہ حضرت کی بھیجی ہوئی تیرے پاس آئی ہے۔ جو مانگے گی وہ پائے گی۔" والدہ ججن کے اصرار سے اُٹھ بیٹھیں اور ججن سے مصافحہ کرلیا۔

ساتھ والی عورت: "ججن آپ پڑھ کر پھونک دیتی ہیں تو درد چلا جاتا ہے۔ بیوی کے لئے ایسا کیوں نہیں کرتیں؟"

جحن منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتی ہے، اور والدہ کے ماتھے پر پھونک دیتی ہے۔ اور کہتی ہے" اب تیرے سر کا درد چلا جائے گا، اور پھر کبھی شکایت نہ ہوگی" والدہ ان سے بیٹھنے کو کہتی ہیں۔ جحن اور اس کی ساتھی دونوں پاس والے پلنگ پر بیٹھ جاتی ہیں۔

والدہ (جحن سے) ہاں ابھی آپ کہہ رہی تھیں کہ میں حضرت کی بھیجی ہوئی آئی ہوں"

جحن" ہاں رات میں وظیفے میں تھی کہ مجھے حضرت محمد مصطفےٰ کی بشارت ہوئی، اور آپ نے مجھے تیرے گھر کا پتہ بتایا، اور فرمایا کہ میں تیرے پاس جاؤں، اور کھانا وغیرہ کھاؤں، لا کچھ پھل کھلا" کمرہ میں الہ آباد کے تروتازہ امرود رکھے ہوئے تھے جن کی خوشبو تمام کمرہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس لئے جحن بی نے پہلے پھلوں ہی کی فرمائش کی اس کے بعد جحن بی کی فرمائشوں کا سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ والدہ نے چار پانچ امرود منگوا کر جحن کے سامنے رکھدیئے۔ اور ایک قیمتی چاقو جو نینی تال سے آیا تھا سامنے پیش کیا۔

ساتھ والی عورت" اے جحن بی۔ ابھی محلہ میں نواب صاحب دنیا کی نعمت کھلا رہے تھے جب تو آپ نے کھایا نہیں"

جحن" مجھے تو یہاں کے لئے حکم ہوا تھا" اتنا کہہ کر جحن اپنی حسب عادت تسبیح ہلانے لگی، اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتی رہی۔

ساتھ والی عورت۔ (والدہ سے) "بیوی یہاں محلہ میں نواب صاحب دنیا کے پھل مٹھائیاں کھلانے کا اصرار کرتے رہے۔ کی قسم جحن بی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا"

والدہ "کون نواب صاحب"

ساتھ والی عورت" یہی سامنے والے مکان میں"

والدہ۔ خیر کھایئے"

جحن" امرود کھانے لگتی ہے"

والدہ (ساتھ والی عورت سے) "آپ بھی کھایئے"، عورت "ہاں کھاتی ہوں" جحن نے چار پانچ پھانکیں کھانے کے بعد کلی وغیرہ کی۔ اور دو چار مرتبہ الحمد للہ اور اللہ اکبر کے نعرے لگائے اور تسبیح ہلانے لگی۔ اور خدا معلوم کس قسم کی زبان کے الفاظ ادا کرتی رہی جو ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے۔

ساتھ والی عورت" جحن یہ لوگ آپ کی عربی نہیں سمجھتی ہیں۔ اُردو بولئے"

والدہ۔ (ساتھ والی عورت سے) "آپ جحن کی کون ہیں"

عورت" پندرہ روز ہوئے جحن سے ملاقات ہوئی تھی۔ جحن بی نے پندرہ حج کئے ہیں۔ اب پھر جا رہی ہیں۔ میں بھی ان کے ساتھ جاؤنگی" عورت اتنا کہنے پائی تھی کہ جحن بول اُٹھیں" اپنے ہاتھ سے ناپ کر ایک ہاتھ کچا سوت لاؤ" والدہ نے سوت دیا۔ جحن نے سوت لے کر دونوں ہاتھ برقعہ کے اندر کر لئے۔ اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتی رہی اور تھوڑی دیر بعد نکال کر والدہ کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ اس میں سے چند قطرے پانی کے ٹپکے۔ اس کے بعد والدہ کو دیا اور کہا یہ جا اس کو رکھدے۔ ایک ہفتہ بعد نکال کر ناپنا۔ بڑھ جائے گا"

والدہ۔ "ساتھ والی سے" اس گٹھری میں کیا ہے؟"

عورت:" بیوی اس میں غلاف کعبہ اور ایسی قسم کی چیزیں ہیں۔ آیئے زیارت کر لیجیے"

حجن (میری طرف اشارہ کرکے) "اس کا اندھا گھوڑا پہنوں گی"

والدہ:" اندھا گھوڑا کیا۔ میں نہیں سمجھی"

ساتھ والی عورت:" حجن بی جوتہ کو اندھا گھوڑا کہتی ہیں"

ہم سب کو ہنسی آگئی ؟ اور ایک نئی سلیپر کی جوڑی ان کی نذر کی گئی۔ میری بڑی ہمشیرہ جواب تک باورچی خانہ میں تھیں آتی ہوئی نظر آئیں۔ ایک بار پھر حجن کے منہ میں پانی بھر آتا ہے ؟ اور وہ ہمشیرہ کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگی " میں ان کا دھبلہ پہنوں گی"۔ اس مرتبہ بھی ہم لوگ حجن صاحبہ کی انگریزی عربی فارسی جو کچھ بھی کہی جائے نہ سمجھ سکے۔

عورت:" حجن بی پاجامہ کو دھبلہ کہتی ہیں۔ میری لڑکی کا دھبلہ پہنے ہوئے ہیں"۔ اتنا کہنے کے بعد عورت میری طرف مخاطب ہوئی، اور کہنے لگی" حجن بی بھی تیری طرح کنواری ہیں۔ عمر بھر شادی نہیں کی"۔ حجن بی کی یہ خواہش بھی بادل نخواستہ پوری کی گئی، اور ایک نیا ریشمی پاجامہ پیش کیا گیا۔ میں بہنوں کو یہ بتا دینا چاہتی ہوں کہ حجن بی کی فرمائشوں کے ساتھ ایک زبردست شرط بھی تھی۔ وہ یہ کہ" حجن بی وہ کپڑا اور وہ جوتہ لیں گی جو خاص موقعوں پر پہنا جاتا ہے۔

اس کے بعد حجن بی نے بہت دیر تک اپنے سفر کے قصے بیان کئے جن کو میں مضمون طویل ہو جانے کے خیال سے نظر انداز کرتی ہوں۔

اب حجن بی چلنے کو تیار ہوئیں، آخری فرمائش پانچ روپے کی تھی، وہ اس لئے کہ" مدینہ شریف جاکر روضۂ رسولؐ پر فاتحہ دلوائیں گی۔ غرض جب تک حجن بی نے پانچ روپے نہیں لے لئے نہ ٹلیں۔ چلتے وقت حجن بی فرمانے لگیں" تین مہینے بعد پھر آوں گی اور ضرور ضرور آؤں گی۔ اگر آؤں تو حجن سمجھنا ورنہ پیر کی جوتی" اتنا کہنے کے بعد مصافحہ کیا۔ اور بغیر اپنی ساتھن کو ساتھ لئے مکان سے ہوا ہوگئیں۔

اب جبکہ چاقو کی تلاش ہوئی تو چاقو لاپتہ تھا۔

حجن کو گئے ہوئے اب ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس لئے اب میں اس کو پیر کی جوتی سمجھتی ہوں۔ اور بہنوں سے گزارش کرتی ہوں کہ وہ دنیا کے تجربوں سے کچھ حاصل کریں۔ اس مکار جیسی جھوٹی حجنوں کو جو پیر کی جوتی سے بھی بدتر ذلیل اور فریبی دغاباز ہوتی ہیں اپنے گھر میں قدم نہ رکھنے دیں۔

مس ایس بیگم

مسرت

مسرت ہے تکمیلِ عالم کی غایت / مسرت ہے الطافِ حق کی نہایت
مسرت ہے سرمایۂ زندگانی / مسرت ہے دنیا میں ضیا و راحت
مسرت جمالِ رخِ کائنات / مسرت بہارِ گلستانِ فطرت
بغیر اس کے سب نعمتیں ہیچ ہیں / نظر آتی ہے تنگ دنیا کی وسعت
نہیں کھلتی انسان کے دل کی کلی / میسر ہو گرچہ جہاں کی حکومت
مگر اس سے خالی ہے یہ سرزمیں / نہ دیکھی کسی نے یہاں اس کی صورت
کہاں جلوہ فرما ہے یہ بدرِ کامل / کہ ہر سایہ گستر ہے یہ ابرِ رحمت
ہر ایک سعیِ پیہم میں مصروف ہے / کہاں گم ہوئی ہے یہ انمول دولت
یونہی ایک موہوم سا نام دے کر / کہیں ہم کو دھوکہ نہ دیتی ہو قدرت
مگر میرے دل کی یہ ہذیاں سرائی / نہیں توڑ سکتے قوانینِ فطرت
اگر چشمِ خفاش محرومِ ضو ہو / تو مہرِ جہاں تاب کی کیا شکایت
ذرائع حصولِ مسرت کے کھو کر / جہاں کر رہا ہے تلاشِ مسرت
اگر آج دنیا ہو تسلیم پیشہ / میسر ہو سب کو قناعت کی دولت
تو ہر اک کو حاصل ہو لطفِ سکوں / نہ ہو آسماں سے کسی کو شکایت

قناعت میں مضمر ہے رازِ مسرت
مسرت ہے گوہر صدف ہے قناعت

سید محمود حسن (کیتھلی)

طویل عمری کا انحصار دماغ پر ہے

سمیا اس سے زیادہ عمر پانے والے جو ۱۹۳۵ء میں مرے ہیں ان میں تیمیتی نامی ایک کناڈا کی باشندہ ریڈ انڈین عورت بھی تھی جو اپنی عمر کے ۱۰۵ سال گذار کر اپنی وفات سے قبل از سر نو شباب کی طرف پلٹنے لگی تھی۔ اس کی دانتوں کی بتیسی نکلنے کا تیسرا دور شروع ہوگیا تھا اور سفید بگلہ سے بال سیاہی مائل رنگ میں بدلنے شروع ہو گئے تھے۔ تعجب اور بالائے تعجب خیز امر یہ تھا کہ وہ قدرتی طور پر جوانی کے مرحلے میں نشو و نما پا رہی تھی اور مرنے سے پہلے اس پر بہت کچھ جوانی و رعنائی کے آثار پیدا ہو چلے تھے۔

جب جرمن پروفیسر ڈاکٹر ورناف نے پہلی مرتبہ بڈھے آدمی کو جوان کرنے کا کام شروع کیا تھا تو عام طور پر یہ خیال کیا گیا تھا کہ بندر کے غدود کا علاج نہ صرف سن رسیدہ انسان کو جوان کرنے کے لئے ہی مفید ہے بلکہ اس میں ہمارے لئے طویل عمری کا پُر فضا مستقبل بھی موجود ہے اور یہ ممکن ہو جائے گا کہ جتنے عرصہ تک ہم چاہیں گے زندہ رہ سکیں گے۔ مگر اب ہزاروں مردوں اور عورتوں کے اس قسم کے مشاہدات نے ڈاکٹر ورناف اور اس کے ہم خیالوں کے نظریہ کو غلط ثابت کر دیا ہے زیر بحث موضوع کے ریسرچ میں سائنس اس امر سے قطعی مایوس ہو چکی ہے کہ جوانی ہم کو غیر فانی بنا سکتی اور بقائے دوام کی سند دے سکتی ہے۔

اس موضوع پر ایک مشہور سائنسداں ڈاکٹر اسٹینلی رچرڈ نے ایک محققانہ بحث کی ہے۔ فاضل ڈاکٹر لکھتے ہیں کہ یہ درست ہے کہ جب جوان آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے تو وہ جوانی واپس آنے کے علاج سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ بایں ہمہ یہ امید نہیں ہو سکتی کہ اس علاج یعنی ناقص غدود نکلوانے اور نئے غدود (بندر کے) ان کی جگہ لگوانے کے عمل کا جسے "اسٹینچ آپریشن" کہتے ہیں، بار بار اعادہ کر کے کوئی انسان ہمیشہ کے لئے زندہ رہ سکے۔ ہر ایک کامیاب علاج جوانی واپس کرنے کے لئے جو وقت لیتا ہے وہ نہایت قلیل ہے۔ برعکس اس کے جوانی سے بڑھاپا آنا سریع اور اچانک ہے۔ بڑھاپے کا وقت معین ہے مگر موت کا وقت معین نہیں ہے اور موت کا آنا جوانی آنے سے زیادہ یقینی امر ہے۔

راز حیات غدود میں مضمر نہیں ہے جیسا کہ عام خیال ہے۔ تازہ نظریہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حیات انسانی تمام تر دماغ پر منحصر ہے۔ اور اسی نظریہ کی ہم یہاں تشریح کریں گے جس سے عمر بھر زندہ رہنے کی امید پر روشنی پڑے گی اور نتائج کا اخذ ناظرین پر چھوڑ دیا ہے۔

متوسط وسعت کے انسانی دماغ کی ...... ہم وہم مسلسل نسلوں کے جدید سائنٹفک مطالعہ نے ظاہر کر دیا ہے کہ یہ جسم کی دیگر اشیوں سے کچھ اس طرح مختلف ہیں کہ ان کی تجدید دوبارہ نہیں کی جا سکتی۔ ہمارے نظام جسمانی کی ہڈیاں رگیں اور خون مسلسل زیر استعمال رہتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کے ضعیف ہونے یا خراب ہو جانے پر اس کا بآسانی نعم البدل ہو سکتا ہے۔ مگر دماغ ایک ایسی

نوعیت کا پیچیدہ عضو ہے کہ اس میں جوانی کی روح پھونکنے کے لئے اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل ناممکن ہے جس سے مطلب یہ ہے کہ اس کو از سر نو نہیں بنایا جا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دماغ کی اندرونی ساخت قدرتاً نہایت نازک اور حساس ہے۔ فاقہ کی حالت میں دماغ کا عارضی الحاق رہ جاتا ہے۔ اگر ہم خوراک سے محروم کر دئے جائیں تو ہمارا وزن بتدریج زائل ہو جاتا ہے لیکن اس نقصان کے کم سے کم ایک ہزارویں حصہ کے نتیجہ میں ہی ہمارے دماغ کا ایک ٹشیو غائب ہو جاتا ہے۔

اس نظریہ کی مزید وضاحت کے لئے فرض کیجئے کہ ہم نارمل حالت میں ہیں کیونکہ ہمارے دماغ کی تجدید ناممکن ہے یعنی ہم پر طویل عمری کے لئے دماغ کے ذریعہ سے کوئی عمل نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ پلانیرین ورم Planarian Worm نامی کیڑے کی جس کا دماغ نہیں ہوتا، تحقیقات کے نتیجہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ مخلوق بغیر آپریشن سے ہمیشہ کے لئے زندہ رہ سکتی ہے اگر ان کیڑوں کو کھلانا پلانا بند کر دیا جائے تو یہ اپنی سابقہ زندگی کی طرف لوٹتے ہیں اور چھوٹے ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور اس وقت تک زندہ رہ سکتے ہیں جب تک سائنسداں ان کو صبر و استقلال کے ساتھ ان کی پرورش کرتا رہیگا اور درمیانی وقفوں میں ان کو جوانی کی طرف پلٹانے کے لئے ان کی غذا بند کرے گا۔

مگر اس قسم کا عمل انسان پر ناممکن ہے۔ اگرچہ اس کا جسم پلانیرین ورم کی طرح گذشتہ زندگی کی طرف پلٹنے کے قابل کیا جا سکتا ہے اور آدمی بلاشبہ جوان ہو سکتا ہے۔ اس کے نظام جسمانی کے بہت سے ٹشیو جن کی نشو و نما ان کے جسم کے باہر ایک خاص رقیق مادہ میں ہے، ایک غیر محدود عرصہ تک صحیح و سالم رہ سکتے ہیں لیکن دماغ ان کا ساتھ نہ دے گا بلکہ روز بروز آگے کی جانب بڑھے گا۔ آخر کار اپنے پھیلاؤ کی حد پر پہنچکر مزید پیش قدمی سے یکایک رک جائے گا جس کے فوری اثر سے نظام جسمانی کی حرکت یک لخت بند ہو کر حیات انسانی کا کلیتہً خاتمہ ہو جائے گا۔

انسانی دماغ کا معتدل فعل یہ ہے کہ وہ روز بروز وزن میں بڑھتا ہے۔ اس طرح انسان کی عمدہ کارکردگی کا دور ۲۰ سے ۴۰ سال تک ہے چنانچہ جیسا کہ مشہور ہے کہ عورت کی عقل کی پختگی کا زمانہ ۲۰ سے ۳۰ برس اور مرد کی ۳۰ سے ۴۰ سال تک ہے۔ اور یہ پختگی عموماً اس بیس یا تیس سال تک قائم رہتی ہے اس کے بعد اس میں کمزوری رونما ہونے لگتی ہے جس کو عموماً بڑھاپے کے فتور یا پاگل پن سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لہذا جب مرد و عورت ۶۰ اور ۷۰ سال کے دور میں پہنچتے ہیں تو دماغ زیادہ تیزی سے اپنی بالیدگی کے مراحل طے کرنا شروع کر دیتا ہے یہاں تک کہ ۸۰ سال کی عمر میں قطعی طور پر کہنہ ہو جاتا ہے۔ اگر اس عمر میں اس ضعیف دماغ کو کچھ اچھی خوراک جس میں جو ہر اغذیہ وٹامن بی زیادہ مقدار میں موجود ہو، ملتی رہے تو یہ بیس یا کچھ زیادہ سال بالیدگی کے دور کے لئے اور لے لیتا ہے۔

موجودہ سائنس حیات انسانی کی تحقیقات کے سلسلہ میں جو کچھ کر رہی ہے اس میں ایک خاص کوشش یہ معلوم کرنے کی بھی ہے کہ دماغ کے پھیلاؤ کی وسعت زیادہ سے زیادہ کہاں تک ہے جس کے ماتحت دماغ کی معتدل حالتیں برقرار رہتی ہیں اس طرح انسان کی زیادہ سے زیادہ قدرتی عمر معلوم ہو جائے۔ مگر اس آخر ذکر کوشش کا نتیجہ اول ذکر کوشش کے نتیجہ یعنی دماغ کی

بالیدگی کی حد معلوم ہونے میں ہی مضمر ہے۔ اس میں کامیابی ہوگئی تو زندگی کی قدرتی حد کا مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔

اس مقصد کے لئے طویل سے طویل عمر کے لوگوں کے حالات کا مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ اب تک ایک کھرب مردوں و عورتوں میں جو اپنی زندگی کا دور ختم کر چکے ہیں صرف چند ہی اپنی طبعی زندگی کی حد تک زندہ رہ سکے اور وہ بغیر کسی حادثہ یا اتفاقیہ بیماری کے کافی عرصہ زندہ رہ کر مرے۔

طویل عمری کے ریکارڈ

اسکاٹلینڈ کے پروفیسر اے اے پیکوک کی رائے کے مطابق انسان اور حیوان کی عمر ۱۵۰ سال بتائی گئی ہے لیکن دیگر سائنس دانوں نے ۲۵۰ سال کا تخمینہ لگایا ہے۔

مثلاً جب لوئزا ٹرسکو کا روڈ نے جنوبی امریکہ میں ۱۹۳۳ء میں انتقال کیا تو مشہور ہوا کہ وہ اپنی زندگی کے پورے ۱۷۵ سال طبعی طور پر ختم کر چکی تھی۔ شہر کی ایک کونسل نے جب اس خبر کی تحقیقات کی تو بالکل درست نکلی اس عورت کی عمر جو مشہور کی گئی تھی وہ حقیقتاً صداقت پر مبنی تھی بشکلہ ۱۷۲۴ء میں ایک ہنگیرین کسان زونون پیٹرس کافی عمر رسیدہ ہو کر مر گیا اور سرکاری کاغذات سے ثابت ہوا کہ وہ ۱۸۵ سال کی عمر کو پہنچ گیا تھا۔ اسی طرح ایک انگریز کے واقعہ میں بہت کم شک کی گنجائش ہے۔ اس کا نام ٹھامس کارن تھا اور شاہ رچرڈ دویم کے عہد حکومت میں پیدا ہوا اور ۲۰۷ سال کی طویل عمر پا کر ملکہ الزبتھ کے زمانے میں جہان فانی سے کوچ کر گیا۔ آج کل ایک چینی چنگ ین نامی کو دنیا میں سب سے زیادہ بوڑھا ہونے کا دعوے ہے۔ اس حالت کا ایک نامی ڈاکٹر نے جائزہ لیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس کی تقریباً ۲۵۰ سال کی عمر ہو چکی ہے نیز اُس کے خاندانی کاغذات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ملکی گورنمنٹ نے ۱۹۳۳ء میں قوم کو اس چینی کی سو سال کی عمر ہونے کا ثبوت بہم پہنچایا تھا۔

بہر حال سائنسدانوں کی اکثریت آدمی کی عمر کا اوسط ۲۵۰ سال یا اس سے لگ بھگ لگاتی ہے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ آیا اس مدت میں کسی توسیع کا امکان موجود ہے یا نہیں۔

اگرچہ ہم لوگ عام طور پر ۲۵۰ سال کی عمر نہیں پاتے ہیں لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ انسانی عمر میں بجائے انحطاط کے ترقی ہو رہی ہے جیسا کہ مندرجہ بالا واقعات اور اعداد و شمار سے ثابت ہے ۱۸۰۰ء میں اوسط عمر ۳۴ سال تھی ۱۸۹۰ء میں ۴۰ سال اور ۱۹۳۰ء میں ۶۰ تک ترقی کر چکی ہے۔ پس اس شرح رفتار سے ۲۲۳۳ء میں ۲۵۰ سال تک پہنچ سکتی ہے اور علیٰ ہذا القیاس۔ لیکن جس تیزی سے ہماری طبی سائنس بیماریوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہے اور ہم دن بدن حفظان صحت کے اُصولوں پر کاربند ہوتے جا رہے ہیں۔ اس بنا پر علم حیات کے ماہرین یقین دلاتے ہیں کہ اس سے قبل ہی ڈھائی سو سال کی عمر کا اوسط شروع ہو جائے گا۔

انسانی عمر کی جو انتہائی حد ۲۵۰ سال قرار دی گئی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ دماغ کی کسی مصنوعی صورت سے تجدید نہیں ہو سکتی صرف قدرت ہی اس کا انتظام کر سکتی ہے۔ تمام انسانی تدابیر اس معاملہ میں بیکار ہو چکی ہیں۔ دماغ ایک قدرتی "اسپرنگ" ہے جو قدرتی طور پر کھلتا ہی رہے گا یہاں تک کہ اپنی حد پر پہنچ کر رک جائے گا۔ اب اس ضمن میں وہی دلچسپ سوال

پیدا ہوتا ہے جو مضمون زیر نظر کا موضوع ہے اور جس پر آج کل غور کیا جا رہا ہے کہ اس "اسپرنگ" کے کھلنے کی رفتار کو سست کیا جا سکتا ہے تاکہ "انسانی گھڑی" جو اس کے سہارے سے چلتی ہے زیادہ عرصہ تک ٹک ٹک کر سکے۔

پہلی نظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ رفتار حیات بعض طریقے سے درازی حیات سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ کو اکثر تجربہ ہوا ہوگا کہ ایک جانور جس سست رفتار سے اپنی حیات کی منزلیں طے کرتا ہے اُسی قدر وہ طویل عمر پاتا ہے۔ مثلاً ایک عظیم الجثہ کچھوا سب سے زیادہ سست جانور ہے اور وہ ۱۵۰ سال تک زندہ رہتا ہے (یہ ایک معمولی تخمینہ ہے ورنہ کچھوا جیسا کہ بہت سے واقعات سے ثابت ہے ۱۱۲ سال تک زندہ رہتا ہے) کارپ جو سینیٹیرین مچھلی کی نسل سے ہے۔ بہت عرصہ تک پتھر کی مانند بے حس و حرکت زندہ رہتی ہے اور ۱۵۰ سال کی عمر پاتی ہے۔ سفید سروں کے کرگس (گدھ) کی سست زندگی کے ریکارڈ سے ان کا ۱۱۸ سال تک زندہ رہنا ثابت ہوا ہے۔ نیز رینگنے والے کیڑے جو اپنی زندگی کی منزلیں نہایت آہستہ آہستہ طے کرتے ہیں کافی عمر کو پہنچتے ہیں۔

لیکن یہاں اس امر کا بھی ثبوت موجود ہے کہ جانوروں کی رفتار حیات سے اُن کی درازی عمر سے کوئی تعلق نہیں جیسے کہ کوّوں سالمنوں اور شارک پرندوں سے ثابت ہے جن میں سے ہر ایک کا سو سال تک زندہ رہنا عام طور سے مشہور ہے مگر ان میں سے کوئی بھی سست زندگی کا حامل نہیں کہا جا سکتا۔ نیز جب دوسرے طویل عمر کی زندگی کے واقعات پر غور کیا جاتا ہے تو یہ مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ عمر کی طوالت سے جسم کی وسعت چستی۔ ذہانت۔ غذا اور دوسرے کسی خارجی عنصر کو تعلق نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل جانوروں کی ریکارڈ شدہ عمروں سے بھی اس ثبوت کی مزید تائید ہوتی ہے.... گھونس ۱۸۱/۲ ۔ چوہا ۵ سال گائے ۲۵ سال۔ مرغی۔ ۳۰ سال۔ کنیری ۲۴ سال۔ پالتو ریچھ ۳۴ سال۔ کتا ۳۵ سال وہیل مچھلی ۴۰ سال۔ گھوڑا ۴۰ سال۔ بطخ ۵ سال۔ ہاتھی چڑیا خانہ کے اندر ۷۰ سال۔

حقیقت یہ ہے کہ انسانی اور حیوانی درازی حیات کا ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو جتنا سلجھایا جاتا ہے اتنا ہی وہ اُلجھتا ہے اور باوجود سائنس کے اس زبردست ترقی کے دور میں اس کا صحیح اور مکمل حل نہیں معلوم ہو سکا۔ اگرچہ اُمید کی کرنیں ضرور چمک رہی ہیں۔

سید رضا احمد جعفری اکبرآبادی

کپڑے دہونا

میزپوش اور پہننے کے سفید کپڑے جالیس وغیرہ نشاستہ لگانے کے بعد بہت دیدہ زیب معلوم ہوتے ہیں نشاستہ کو گرم پانی میں حل کرکے لگانا چاہیئے لیکن پہننے کے کپڑوں میں بہت کم لگایا جاتا ہے البتہ خواتین کو اپنے جمپروں اور بلاؤزوں میں ضرور لگانا چاہیئے تاکہ وہ سخت رہیں خوبصورت بھی معلوم ہوں گے۔ اور زیادہ دیر تک صاف بھی رہیں گے گرد بھی ان پر نہیں جمتی غلاف دستی رومال پلنگ پوش تولیہ وغیرہ کو نشاستہ بالکل مت لگایئے گا اُونی اور ٹسری کپڑوں کو نشاستہ کی بالکل ضرورت نہیں کپڑوں کو داغ وغیرہ دُور کرنے کے بعد اُنہیں ٹھنڈے پانی میں کم از کم بارہ گھنٹے تک بھیگا رہنے دیجئے جس پانی میں کپڑے بھگوئیں پہلے اُس میں تھوڑا نمک حل کریں تو دھونے میں آسانی ہوگی زیادہ میلے کپڑوں کو صابن سے رگڑ کر خوب صاف کرلیا جائے کپڑے دھو چکنے کے بعد اُنہیں اُبال لینا اچھا ہے اس سے کپڑوں کا رنگ نکھر آتا ہے کپڑوں کو تقریباً نصف گھنٹے تک اُبالنا چاہیئے پانی میں تھوڑا صابن ملا لینا بہتر ہوگا زیادہ خیال رہے کہ آنچ اندازے سے زیادہ تیز نہ ہونے پائے ورنہ کپڑے جل جائیں گے۔ برتن کو کسی چیز سے ڈھک دینا چاہیئے کپڑوں کو اُبالنے کے بعد ٹھنڈے پانی میں خوب کھنگال لینا چاہیئے۔ اگر نیل دینا منظور ہو تو نیل پانی میں ڈال کر اچھی طرح ملا لیجئے بعدازاں جب نیل پانی میں گھل جائے تو کپڑے کو اُس میں غوطہ دے کر نچوڑ لیجئے کپڑے دیر تک نیل کے پانی میں نہ پڑے رہیں ورنہ نیل کے ذرے جو تب ٹکسال کی تہہ میں جمع رہتے ہیں کپڑے سے لگ کر داغ بن جائیں گے۔ کپڑے نچوڑنے کے بعد اُنہیں رسیوں پر ڈال کر سکھا لینا چاہیئے جب ذرا سی نمی باقی رہے تو انہیں استری کرنے کے لئے سلیقہ سے تہہ کر لیجئے۔ کشیدہ اور لیس وغیرہ کے کپڑوں کو اُلٹی جانب سے استری کیجئے اور سفید کپڑوں کو سیدھی جانب سے اچھے اور نازک کپڑوں کو استری کرنے سے قبل معمولی کپڑوں پر استری کرکے اطمینان کر لیجئے۔ تولیہ اور رومالوں کو دونوں جانب سے استری کیجئے کشیدہ کاری کی چیزیں دھونے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے ایک رنگ دوسرے رنگ سے ملنے نہ پائے ایسا کپڑا نچوڑتے وقت ہر اک تہہ کے درمیان ایک کپڑا رکھ کر اُلٹی طرف سے استری کی جائے۔ کروشیا کی چیزیں دھونے کے بعد نچوڑنا نہیں چاہیئے جب ذرا نمی باقی رہ جائے تو اُلٹی جانب استری کی جائے۔ کروشیا کی بنی ہوئی لیسوں کو بھی دھونے کے بعد نچوڑنے سے دھاگے ٹوٹ جائیں گے۔ دونوں ہتھیلیوں سے دبا کر پانی نکال دینا چاہیئے۔

ا۔ ب جعفری از آگرہ

ایک زنانہ تہوار کے گیت

بسلسلہ عصمت دسمبر ۱۹۳۶ء

گیت نمبر ۳۔ چکنی تلریا کی چکنی ماٹی ارے چکنی ماٹی پے ڈاۓ دیتوں دو ایلا چولھا رے .... ڈوٹوریا (۲) ایکا ایلا اوٹے سوں کھریا مہریا ارے کھریا مہریا پے ایکا ایلا اوٹے ہوں دودھ رے (،،) (۳) جیس کا ہوی تو جیئیں لے رے سامیا ارے جیں لے سامیا پے کجلی کھیلے ہم جابے رے (،،) (۴) کجلی کھیلت ہوگئی آدھی رے رتیا ارے پچھلا پہر وا پے کونے بہنوا گھر وا جاؤں رے (،،) (۵) ہاتھوا میں لیو دھنا گنڈی اُپریا ارے گنڈی اُپریا پے اگیا بہانہ گھر وا جاؤں رے (،،) (۶) کھولو رے سامی ارے چندنا کیوڑیا ارے بجر اکیوڑیا کہ توری دھنا ٹھاڑھی اکیلی رے (،،) (۷) کیسے کہ کھولوں دھنا چندنا کیوڑیا ارے بجر اکیوڑیا کہ توری سوت مورے پاس رے (،،) (۸) کھولو نہ سامی ارے چندنا کیوڑیا ارے بجر اکیوڑیا کہ دیکھوں سوتیا کا روپ رے (،،) (۹) کا دیکھے ارے دھنا سوتیا کا رُوپوا ارے سوتیا کا رُوپوا کہ چاندا ور سورج کی جوت رے (،،) (۱۰) تورے لیکے ارے سامی چندا سورجوا ارے چندا سورجوا پے مورے لیکے تلوؤں کی دھول رے (،،) دو نوریا)

مطلب گیت نمبر ۳ (۱) چکنے تالاب کی چکنی مٹی (ملتی تو) دو ائیل (ائل یعنی چولھے کے وہ سوراخ جن پر پتیلی چڑھائی جاتی ہے) کا چولھا بنا لیتی۔ (۲) ایک ائیل پر کھیر مہیرا اور دوسرے پر دودھ اوٹالیا۔ (۳) (شوہر سے کہا، سامی اگر کھانا ہے تو کھا لو (کیونکہ) ہم کجلی کھیلنے جائیں گے۔ (۴) کجلی کھیلتے کھیلتے آدھی رات کیا بلکہ پچھلا پہر ہو گیا اب کس بہانے کے ساتھ گھر جاؤں (یعنی کیوں اتنی دیر ہوئی) (۵) پھر یہ ترکیب ذہن میں آگئی) دھنا ہاتھ میں کنڈی لے لو یوں آگ کے بہانے کے ساتھ گھر جاؤں (یعنی سمجھا جائے گا کہ آگ لینے گئی تھی۔ (۶) گھر پہونچیں دروازہ بند پایا تو) سامی جلد صندل کے بھاری کیواڑ کھولو کہ تمہاری بیوی اکیلی کھڑی ہے۔ (۷) سامی جواب دیتے ہیں) دھنیا صندل کے یہ بھاری کواڑ کیسے کھول دوں کہ یہاں تیری سوت ہے۔ (۸) دھنا بولیں) سامی صندل کے یہ بھاری کیواڑ ضرور کھول دو کہ میں ذرا سوت کی صورت تو دیکھ لوں (۹) سامی فرماتے ہیں ارے دھنا سوت کی صورت کیا دیکھے گی کہ وہ تو چاندا اور سورج کی جوت ہے۔ (۱۰) دھنا کہتی ہیں۔) سامی تمہارے لئے چاند اور سورج ہے لیکن مرے نزدیک تو پاؤں کی گرد ہے۔

گیت نمبر ۴ ہمرے بلم ایکو دلی کے جاکر ارے دلی کے جاکر پے دلی سے اگرے نہ جاؤ سانول گوریہ (۲) ،، ،، ،، ،، ،، ،،
ے دلی کا بجی بلدو ،، ،، (سونو کا ٹکوا میں نہیں دیئوں بجاجیں تہیں وہوں بجاجے نوگز مشروع چراو ،، ،،
(۴) ہمرے بلم ایکو دلی کے جاکر ارے دلی کے جاکر پے دلی کا درزی بلاو ،، ،، (۵) سونوا کا ٹکوا میں تہیں و یہوں درزی ارے تہیں دیہوں درزی پے مشروع کا لنگا سیاو ،، ،، (۶) ہمرے بلم ایکو دلی کے جاکر ارے دلی کے جاکر پے دلی کا سنزا بلاو ،، ،،
(۷) سونوا کا ٹکو میں تہیں دیہوں سنزا میں تہیں دیہوں سنزا ے لہنگا میں گھونگرو لگاو ،، ،، (۸) لہنگا پہن دھنا سودیں اٹاریا ارے سودیں اٹاریا پے لہنگا میں پڑ گا بے داغ ،، ،، (۹) ہمرے بلم ایکو دلی کے جاکر ارے دلی کے جاکر پے دلی کا دھوبیا بلاؤ (۱۰) سونوا کا ٹکوا میں تہیں دیہوں دھوبیا میں تہیں دیہوں دھوبیا پے لہنگا کا داغوا چھڑاؤ ،، ،، سانول گوریہ (۱۱) گھوڑوا چڑھی

آویں ایکو راجہ کے پُتو ارے راجہ کے پُتو ؤ پے لیکر لہنگا جُھراے ۔۔ ۔۔ (۱۲) ہمرے صاجو کے اِیکے کماری ارے اِیکے کماری پے اُسی کے لہنگا جُھراے ۔۔ ۔۔ (۱۳) اُوہی صاجو گُھن ہمری سُسُرار یا ارے ہمری سسُرریا پے پہونچت کو تُو اُپاؤ ۔۔ ۔۔ (۱۴) بُھتاوِ نا ہم دَکھن رَہن جو رَیُو گئی می بُھلاے سانول گوریہ ۔۔ ۔۔ سانول گوریہ (۱۵) سونوا کا ٹکوا تُو یم سے لیہو دھوبیا ارے ہم سے لیہو دھوبیا پے اُودھر و کا رستہ بتاؤ ۔۔ ۔۔ ۔۔ اوسی دُوار اپچھاؤ ۔۔ ۔۔ (۱۶) پچھم ہے ہمری سرکار راجہ پُتو سرکار راجہ پُتو پے اِہی اوری گھوڑوا اُٹھاؤ ۔۔ ۔۔ (۱۷) دوطرفہ دیا تا درَ خیّا میں راجہ دوارے ٹھاڑے راجہ اور راؤ ۔۔ ۔۔

مطلب گیت نمبر ۴

سمرے بلم ایکو دلی کے چاکر ارے دلی کے چاکر ہے دلی سے آگرے نہ جاو سانول گوریہ۔ یہ پورا بند ہر ایک بند کے اخیر کا حصّہ دو مرتبہ کہنے کے بعد برابر دُھرایا جاتا ہے ہمارے میاں (سلطنت) دہلی کے ایک ملازم (لہذا) دہلی کا بزاز بلد و۔ (۳) گویا بزاز آیا اور اس سے کہا گیا) سونے کا ٹکہ میں تجھے دوں گی بزاز تو تُو گز مشروع سے مجھے پھاڑ دے۔ (۴) ہمارے بلم (سلطنت) دہلی کے ایک ملازم ہیں (لہذا) دہلی کا درزی بلاؤ۔ (۵) دہلی کے ملازم ہیں دہلی کا سنار بلاؤ درزی اور سنار بھی آئے اور بدستور سونے کا ٹکہ دے کر سینے اور لہنگے میں گھونگرو لگانے کی فرمائش کی گئی۔ (۸) اب سینے لہنگا پہن کر دھنا سونے کے لئے اٹاری (بالاخانہ) پر گئیں لہنگے میں داغ پڑ گیا۔ (۹) ہمارے بلم سلطنت دہلی کے ملازم ہیں لہذا دہلی کا ایک دھوبی بلاؤ۔ (۱۰) دھوبی آیا) سونے کا ٹیکہ میں تجھے دونگی۔ دھوبی میرے لہنگے کا داغ چھڑا دے۔ (۱۱) گھوڑے پر سوار ایک راجہ کے بیٹے آئے اور (پوچھا) یہ کس کا لہنگا سوکھ رہا ہے۔ (۱۲) دھوبی نے کہا) ہمارے مالک کی ایک ہی لڑکی ہے اسی کا لہنگا سوکھ رہا ہے۔ (۱۳) راجہ کے لڑکے نے کہا) انہیں صاحب کے یہاں (جو تمہارے مالک ہیں) ہماری سسرال ہے کاش ہم کسی طرح وہاں پہونچ سکتے۔ (۱۴) ۔۔ ۔۔ (چونکہ) بہت دنوں تک دکن میں ہم رہے اس وجہ سے رستہ بھول گئے ہیں۔ (۱۵) ۔۔ ۔۔ ۔۔ سونیکا ٹیکہ تم دھوبی ہم سے لینا (براہ عنایت) ہمیں وہاں کا راستہ بتاؤ اور واس دروازہ پہ پہنچوا دو۔ (۱۶) دھوبی نے کہا) پچھم طرف ہماری سرکار ہے راجہ کے پوت اسی سمت کو گھوڑا اٹھاؤ۔ اُس راہ میں دو رویہ چراغ جلتے ہیں اور دروازہ پہ راجہ اور راؤ کھڑے رہتے ہیں ✦

بنی فاطمہ

انگریزی تعلیم کے خلاف بیجا تعصب

انگریزی تعلیم کے خلاف غدر کے بعد سے جو جہاد شروع ہوا تھا وہ کم وبیش اب تک قائم ہے۔ سر سید احمد خاں صاحب مرحوم کے زمانے تک یہ پورے جوش پر تھا مگر روشن خیال مسلمانوں نے نہایت دانشمندی اور پیش بینی سے کام لے کر اس کا مقابلہ کیا اگر کہیں خدانخواستہ اس جہاد عظیم کے اثرات کامیاب ثابت ہوتے تو مسلمانوں کی جو کچھ بری بھلی حالت آج نظر آتی ہے وہ بھی نہ رہتی اور ان کا کام ومصرف آجکل اس کے سوا کچھ نہ ہوتا کہ وہ اغیار کے کارخانوں اور سرکاری دفتروں میں جاروب کشی اور خدمت گاری کر کے گذر بسر کریں یا مسجدوں میں صبح وشام اذان دے کر محلہ کے "اللہ والوں" کے یہاں شکم پُری کر لیا کریں مجھے اس موضوع پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہ ہوتی کیونکہ اس سے قبل بے شمار مضامین لکھے جا چکے ہیں لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ مردوں کی آنکھیں تو کھل گئی ہیں مگر بیشتر عورتوں میں اس کے خلاف وہی بیجا تعصب پھیلا ہوا ہے اور کسی نیک دل خاتون کو اس کے خلاف اپنے خیالات ظاہر کرنے سے بیشتر ٹھنڈے دل سے اس کے دونوں پہلوؤں پر غور کرنے کی توفیق نہیں ہوتی اور یہ عجیب بات ہے کہ عموماً تصویر کا ایک ہی رُخ دکھا کر دوسروں کو ہم خیال بنانے کی کوشش کی جاتی ہے موجودہ زمانے کے لڑکے ولڑکیوں کی بے راہ روی کی خواہ کوئی اور وجہ کیوں نہ ہو مگر دے کر انگریزی زبان پر یا یوں کہئے انگریزی تعلیم پر تان توڑی جاتی ہے۔ کہ "یہی فیشن پرستی کہلاتی ہے"۔ "اس سے گرجے کی تعلیم حاصل ہوتی ہے"۔ "یہ بچوں کو مرتد کرتی اور کرسٹان بناتی ہے"۔ "لڑکوں کو تو انگریزی پڑھا کر ہم نے بھر پایا مگر لڑکیوں کو معاف رکھو۔ ان کے لئے بس اُردو فارسی ہی کافی ہے"۔ "انگریزی پڑھا کر کچھ لڑکیوں سے نوکری تھوڑے ہی کرانی ہے"۔ یہ اور اسی قسم کے دیگر خیالات ہیں جو مسلمان شرفاء کے متوسط طبقہ کی عورتوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

انگریزی زبان کے نفع ونقصان پر غور کرنے کے لئے سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ انگریزی زبان کیا ہے اور کیوں اس کا پڑھنا ضروری ہے۔ دیگر عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ اطالوی۔ جرمن۔ فرنچ اور دیگر زبانوں کی طرح یہ بھی ایک زبان ہے اور ان میں سے کسی زبان کا سیکھنا نہ گناہ ہے اور نہ ثواب۔ جو قوم جس ملک میں برسر اقتدار رہتی ہے لازماً وہ اپنی ہی زبان اور تہذیب اس ملک میں رائج کرتی ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اس سے بیشتر متعدد غیر ملکی اقوام نے ہندوستان پر حکومتیں کیں اور انہوں نے بزور قوت اپنی مادری زبانیں اور تہذیبیں پھیلائیں آج کل بھی تمام دنیا میں اس کشمکش کا سلسلہ جاری ہے اور رہے گا۔ اس سے بذات خود کسی زبان کے حسن وقبح پر اثر نہیں پڑتا۔ بلکہ صرف ضرورت دیکھی جاتی ہے۔ جب انگلش قوم نے ہندوستان پر تسلط جمایا تو اس نے یہاں اپنے تمام دفتر اپنی ہی زبان میں چلانے شروع کر دئے۔ اور "ضرورت ایجاد کی ماں ہے" اس مقولہ پر عمل کرتے ہوئے لامحالہ ہندوستانیوں کو بھی مجبور ہونا پڑا کہ حکومت سے تعاون کرنے کے لئے اکی

مس جی-ایس جیول



آپ سینٹ تھامس ماؤنٹ مدراس کی بینچ میں سپیشل
مجسٹریٹ مقرر ہوئی ہیں۔

مس کسوم بنقت



آپ ناگپور یونیورسٹی کی انٹرمیڈیٹ
امتحان میں طالبات میں سب
سے اول رہیں اور راجکماری باوا سے
تمغہ حاصل کیا

مس ساوتری کھلرپال والدعمر، گیارہ سال



مس ایمی رلیارام



اپ ولایت میں اعلیٰ تعلیم ختم
کرکے واپس آئی ہیں -

جنہیں آل انڈیا میوزک کانفرنس مظفرپور میں سونے کا تمغہ ملا ہے -

زبان کو سیکھیں۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ بغیر حکومت کی زبان سیکھے ہوئے حکومت میں نہ کوئی ملازمت مل سکتی ہے اور نہ عزت۔
اسی طرح نجی ادارے اور کارخانے "بکفی بہ فخراً" یا وقتی ضرورت سے اُسی زبان میں کاروبار کرتے ہیں جو حکومت وقت کی ہوتی ہے
اسی طرح رعایا اپنی مادری زبان کے ساتھ ساتھ رائج الوقت حکومت کی زبان سیکھنے پر مجبور ہوتی ہے۔ میں تفصیلات پر نہیں
جاؤنگی اور نہ یہاں اس وقت ان کی ضرورت۔ مختصر الفاظ میں صرف اتنا بتانے پر اکتفا کروں گی کہ لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کو بھی
اپنی مادری زبان کے علاوہ حکومت کی زبان سیکھنی کیوں ضروری ہے اگر اس وقت ان اموات کے اعداد و شمار ناظرات
عصمت کے سامنے رکھے جائیں جو عورتوں کے انگریزی نہ جانتے کے سبب واقع ہوئیں تو شاید ان کے باور کرنے میں کسی کو تامل
ہو یا ایسے واقعات اتفاق یا چانس پر محمول کئے جائیں مگر حقیقت یہ ہے کہ بچوں کی ایسی اموات آئے دن سننے میں آتی ہیں کہ
ماں نے اپنے بچہ کو ایسی دوا پلادی جو پینے کی نہیں تھی بلکہ صرف جسم پر مالش کرنے کی تھی۔ حالانکہ شیشی پر دواخانہ کی طرف سے
انگریزی میں صاف لکھا ہوا موجود کہ "یہ دوا پینے کی نہیں ہے"۔ اگرچہ قانوناً ہر ایک دواخانہ زہریلی ادویات کی شیشیوں پر پبلک
کی مادری زبان میں "زہر" لکھنے پر مجبور ہے۔ لیکن تمام اقسام کی ادویات پر جو خفیف زہریلی کیوں نہ ہوں یہ پابندی نہیں ہے۔
مگر بچوں کے لئے تو خفیف زہر یا بدلی ہوئی دوا ہی بعض اوقات ان کی زندگی ختم کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ اسی طرح مردوں
کی غیر موجودگی میں جب گھروں میں ملازموں کے ذریعہ سے دوائیں منگوائی جاتی ہیں تو اکثر عورتوں سے انگریزی نہ جاننے کے
سبب انگریزی دواؤں کے نسخے دینے میں شدید فروگذاشتیں ہوتی ہیں۔ زید کا نسخہ بکر کو بنوا کر پلا دیا جب اسے کچھ سے کچھ ہوگیا
تو غریب ماں اپنی جہالت کی بدولت اسر پیٹتی رہ گئی۔ بچوں کے چال چلن کی رپورٹیں اور امتحانوں کے نمبروں کے کارڈ
انگریزی میں اسکول سے آتے ہیں۔ ماؤں کو باپ سے زیادہ ان کا پڑھنا اور ان پر غور کرنا ضروری ہے کہ بچہ کا اسکول میں چال
چلن کیسا ہے صحت کیسی ہے اور وہ تعلیم میں کس قدر ترقی کر رہا ہے۔ مگر انگریزی سے نابلد ماں اپنے بچہ کے اسکول کے کاموں
میں کیسے دلچسپی لے سکتی ہے یہ وہ آئے دن کے واقعات ہیں جو ظاہر میں تو نہایت معمولی ہیں مگر تجربہ اس امر کا شاہد ہے کہ
وقت پر ان کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

ایک سب سے بڑی دلیل جو انگریزی زبان کے خلاف بیان کی جاتی ہے وہ فیشن پرستی ہے۔ حالانکہ یہ ایک نہایت
بودی اور پھسپھسی دلیل ہے ہر ایک قوم و ملک نے اپنے خیالات اور جذبات ظاہر کرنے کے لئے ترجمان بنائے ہیں۔
اور یہ ترجمان زبانیں کہلاتی ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ کوئی شخص کسی غیر قوم و ملک کی زبان سیکھ کر اُسی کی عادت اختیار کرے۔ یورپ
میں ہزاروں لوگ عربی پڑھتے ہیں اور اسلامی فلسفہ کا مطالعہ کرتے ہیں مگر کسی نے ان کو شاید ہی دستار بند اور عبا پوش دیکھا ہو۔
اسی طرح سیکڑوں اعرابی ہندوستانی اور افغانی انگریزی و فرنچ زبانوں میں ماہر ہوتے ہیں مگر ہم نے ان کو زیادہ تر ان کے اپنے
وطنی یا قومی وضع میں دیکھا ہے۔ طبیعت میں بیجا فیشن پرستی یا نقالی کا مادہ عموماً رئیس اور تربیت میں نقص اور لاپرواہی ہونے سے
پیدا ہوتا ہے۔ تعلیم کا قصور ہرگز نہیں جس کی ہندوستان میں ہی سیکڑوں مثالیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ کہ اکثر مرد و عورتیں فیشن کی

دلدادہ ہیں مگر تعلیم کے نام سے حرف شناس بھی نہیں۔ یا "صاحب نما" انسان تو کم از کم گلی کوچہ میں ملیں گے جواپنی وضعداری کی لاج رکھنے کے لئے بھی انگریزی میں شُدبُد نہیں ہوتے۔ درحقیقت تعلیم و تربیت بالکل دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ میں ایک بیوہ خاتون کو جانتی ہوں جنہوں نے شوہر کے مرنے کے بعد اس خیال سے اپنے لڑکے کو اسکول پڑھنے نہیں بھیجا کہ لڑکا بُری صحبت پاکر ہاتھ سے نکل جائے گا خود اس کی معقول تعلیم و تربیت کی تھی اور انٹرنس کا امتحان پرائیویٹ دلوایا تھا۔ چنانچہ صاحبزادے موصوف جو کچھ سن رسیدہ ہو چکے ہیں اور اب تک نمک کے محکمہ میں ملازم ہیں ان کا تبادلہ شہر بہ شہر ہوا کرتا ہے۔ جب میرے بھائیوں کی اُن سے ملاقات ہوتی ہے وہ سرتاپا مجسم اخلاق اسلامی وضعدار بلکہ اچھے خاصے مدرسہ واغلین لکھنؤ کے مولوی نظر آتے ہیں۔ یہ مثال میں نے اس لئے دی ہے کہ صرف تعلیم سے ہی انسان کے نفس پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا تعلیم نیک وبد میں تمیز کرنے یا کرلنے اور منزل حیات میں رہبری کا ذریعہ ہے اور تربیت اخلاق سنوارنے اور نفس کو قابو میں رکھنے کا حربہ ہے۔ مگر عام قومی و سرکاری اسکولوں میں صرف تعلیم دی جاتی ہے۔ تربیت کا کوئی انتظام نہیں۔ تربیت کے فرائض اس خالق بے ہمتا نے صرف ماں باپ کے ہی سپرد کئے ہیں۔

یہ خیال کہ انگریزی زبان دین مسیحی کی تعلیم دیتی یا اس سے حاصل ہوتی ہے سراسر لغو ہے۔ سرکاری انگریزی اسکولوں میں کہیں بھی دین مسیحی کا ذکر نہیں آتا اور نہ کہیں اس کا انتظام۔ البتہ مشن اسکولوں کو کہہ لیجئے جن کے کارکنان کا یہی مقصد یعنی عیسائی اشاعت ہوتی ہے۔ مگر یہ تو ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم ایسے اسکولوں میں بچوں کو بھیجیں یا نہ بھیجیں۔ لڑکیوں کے لئے انگریزی سیکھنے کے واسطے یہی درسگاہیں نہیں بلکہ اور بھی بہت سے ذریعے ہیں۔ اور نہ لڑکوں لڑکیوں کے ارتداد کا باعث انگریزی زبان ہے ویسے یوں کہنے کو تو عیسائی مشن آئے دن ہزاروں جاہل مردوں و عورتوں کو جو انگریزی یا کسی اور زبان کے حرف شناس بھی نہیں، دین مسیحی میں داخل کر رہا ہے تو اس کا ان لوگوں کے پاس کیا جواب ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ انگریزی پڑھ کر عیسائیت یا فیشن پرستی کی طرف رغبت ہوتی ہے۔؟

پس انگریزی زبان ہماری دیگر موجودہ ضروریات میں سے فی الحال ایک ضروری شئے ہے اور جس مناسب طریقے یا ذریعہ سے بھی ممکن ہو سکے لڑکیوں کو مادری اور مذہبی زبان کے ساتھ ساتھ اس کی بھی تھوڑی بہت تعلیم دلانے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ اور بلا سوچے سمجھے کسی فعل یا شئے کے خلاف تعصب نامناسب ہے۔

بیگم سید علی اوسط رضوی (لکھنؤ)

گھر کی صفائی کے متعلق ایک خطرناک غلطی

جو کام اصول کے تحت میں کیا جائے وہ عموماً اچھا ہوتا ہے اور اس سے جو فوائد وابستہ ہیں اُن سے متمتع ہونے کی اُمید ہو سکتی ہے اصول وضع کرنے کی غرض وغایت بھی یہی ہے اور جو کام اس کے خلاف ہو گا وہ عموماً ناقص ہو گا خواہ کام کرنے والا اپنے خیال میں کتنی ہی احتیاط و سلیقہ سے کام کرے۔

میں اس سلسلہ میں آج گھر کی صفائی کے متعلق ایک عام غلطی سے روشناس کرانا چاہتی ہوں جو اکثر میرے دیکھنے میں آتی رہتی ہے۔ میں نے زیادہ تر یہی دیکھا ہے کہ سلیقہ مند بی بیاں بھی اپنے گھر میں جھاڑو بہار و دیکر گھر کو صاف ستھرا تو کر لیتی ہیں لیکن سارا کوڑا کرکٹ گھر ہی میں کسی ایک جگہ ڈال دیتی ہیں اور اگر مہترانی کسی وجہ سے غیر حاضر رہی تو وہ ایک دو روز برابر بلکہ کبھی اس سے بھی کچھ زیادہ عرصہ تک وہیں پڑا رہتا ہے۔

حفظان صحت کی رو سے یہ وہ خطرناک غلطی ہے جو اگرچہ کہنے میں بہت معمولی بات ہے مگر نقصان رسانی کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ اس کی اہمیت کو آپ یوں سمجھ سکتی ہیں کہ عام کوڑے کرکٹ میں سے ہر وقت مختلف گیسیں پیدا ہوتی اور نکلتی اور پھیلتی رہتی ہیں اور بے معلوم طور پر نقصان پہونچاتی رہتی ہیں۔ یہ نقصان معمولی حالات میں تو خفیف رہ سکتا ہے مگر مخصوص حالات مثلاً وبائی موسم میں حد درجہ خطرناک صورت اختیار کر سکتا ہے۔

آپ کو ضرور اس بات کا تجربہ ہو گا کہ جب چولھے میں آگ سلگائی جاتی ہے اور لکڑیاں سوء اتفاق سے نمدار ہوں تو اکثر اس قدر دھواں نکلتا ہے کہ سارے گھر میں پھیلکر سب گھر والوں کا دم ناک میں کر دیتا ہے یا گھر کے کسی گوشے میں کوئی جانور مر جائے تو عموماً سارا گھر بدبو کے باعث بیٹھنے کے قابل نہیں رہتا۔ بس یہی بات اس کوڑے کرکٹ کے متعلق بھی سمجھ لیجئے کہ جو گیس اس سے پیدا ہوتی ہے وہ وہیں معلق نہیں رہتی ہے بلکہ سارے گھر میں پھیلتی ہے اور ہر سانس کے ساتھ آپ کے جسم میں سرایت کرتی رہتی ہے۔ ایسی نہ صرف کوڑا کرکٹ ہی داخل ہے بلکہ باورچیخانہ یا صحن یا کنوئیں یا غسل خانہ و پاخانہ کی نالیاں و حوض نیز اگالدان اور مریض کی غلاظتیں بھی شامل ہیں۔ دھواں دکھائی دیتا ہے اور اُس کی تکلیف کا احساس فوراً ہوتا ہے اس لئے اُس سے بچنے اور اُس کو فرو کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اسی طرح بدبو سے نفرت و تکلیف کے باعث فوراً اُس کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن یہ گیس چونکہ نظر نہیں آتی اور نہ اس سے فوری طور پر کچھ تکلیف ہوتی ہے اور نہ بدقسمتی سے عوام کو اس کا علم ہے اس لئے اس کی طرف عموماً توجہ نہیں کی جاتی ہے۔

میں اُمید کرتی ہوں کہ اس معمولی غلطی کو آئندہ اہمیت دی جائے گی اور گیس پیدا ہونے اور اُس کے اس طرح پھیلنے کے اصول کو ذہن نشین رکھا جائے گا۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں، جالندھر

اللہ میاں کو سلام

"بڑھیا! بڑھیا! اللہ میاں کو میرا سلام کہنا"

چھ سالہ ننھے نے آکمہ کی بڑھیا کو انگلیوں میں پکڑا منہ تک لے گیا اور پھونک مار دی۔ بڑھیا ہلکی تو تھی ہی ہوا میں اُڑنے لگی۔

بچے نے پھر کہدیا:۔

"بڑھیا بڑھیا! اللہ میاں کو میرا سلام کہنا"

ضعیف العمر بیمار دادی صحن میں ایک طرف چارپائی پر پڑی اُس نیک گھڑی کا انتظار کر رہی تھی جبکہ وہ اپنے بچوں کے کندھوں پر سوار ہوگی۔ ایک طرف بیٹا رو رہا ہوگا تو دوسری طرف بیٹی۔ پوتے اور پوتیاں محوِ حیرت ہو کر اُن کی طرف دیکھ دیکھ کر آپس میں کانا پھوسی کریں گے۔ اور آخیر میں جب چار بھائی اُس کا جنازہ اُٹھا کر چلنے لگیں گے تو بچے اس سے لپٹ کر ضد کریں گے۔ کہ انہیں نہ لے جاؤ۔ پھر محلے کی بڑی بوڑھیاں ہاتھ مٹکا مٹکا کر اس کی قسمت پر رشک کر کر کے کہہ رہی ہوں گی۔

"بڑی ہی بھاگوان تھی جوان بیٹوں کے کندھے چڑھ کر جا رہی ہے"

ماں! جو اپنی اولاد کو جان سے زیادہ پیار کرتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ اپنے بچوں کے کندھے چڑھ کر جاؤں۔

وہ گھڑی کتنی مبارک ہے اس میں کتنا مزا ہے۔ یہ کوئی ٹٹول کر دیکھے کسی ماں کے شفقت بھرے دل کو۔

بیٹا روتا ہے کہ اب اتنی محبت سے مجھے بیٹا کہہ کر کون پکارے گی۔ بیٹی روتی ہے کہ اب دُکھ سُکھ کی کس سے کہوں گی۔

غرضیکہ سب روتے ہیں اپنی اپنی غرض کو۔ لیکن ماں تو صرف کندھے چڑھنے کے لئے ہی پیار کرتی ہے۔

کیا انوکھی خواہش ہے۔ کیا نرالا اور بے غرض پیار ہے؟

بڑھیا دادی نے بھی یہ الفاظ سُنے۔

"بڑھیا بڑھیا! اللہ میاں کو میرا سلام کہنا"

یہ الفاظ دادی پر اثر کر گئے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اُس کی موت کا منظر پھر گیا۔ مگر وہ خوش تھی کہ جوان بیٹوں کے کندھے چڑھوں گی۔ وہ سوچنے لگی۔

بڑھیا کا مزا ہی بھلا۔ بچہ بھی جانتا ہے کہ بڑھیا ہی اللہ میاں کے پاس جاتی ہے۔ کھالیا پہن لیا۔ بیٹے ہوئے پوتے پوتے۔ اچھا بھی دیکھا بُرا بھی۔ اس سے زیادہ ایک عورت کے لئے خوشی کا باعث اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس پھلواری کو اتنے جتن سے خون سے سینچ سینچ کر شاداب کیا اسے بھری پوری چھوڑ کر چلی جاوے۔ وہ دل میں خوش ہونے لگی۔ مگر پھر اُسے خیال آیا۔ کچھ بھی ہے مجھے ان سے بچھڑنا ہوگا۔ میرے بعد بیٹے کی بھوک پیاس کا کون خیال رکھے گی بیٹی کے دُکھ میں اُسے پچکار کر

کون دلاسہ دے گی۔

اسے ان ہی باتوں کا رنج تھا۔ اپنے مرنے کا ملال نہ تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ آپس میں مل گئے وہ کہنے لگی۔

"بھگوان۔ اب جلدی مجھے اپنے آغوشِ رحمت میں پناہ دے تاکہ ان کے لئے دل کھول کر تجھ سے دعا کرسکوں"۔

اس کے دل میں رنج اور خوشی کی لہریں موجزن تھیں۔ اس نے بچے کو اشارے سے اپنے قریب بلالیا۔ اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ بچے کا معصوم دل کچھ نہ سمجھا۔ کھڑا کھڑا اس کی طرف دیکھتا رہا۔

دادی جب باہر جاتی بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتی اور مٹھائی کھانے کو پیسہ دے جاتی۔ واپسی پر بچہ جھپٹ کر اس کی ٹانگوں سے لپٹ جاتا۔ اماں اور آبا کی شکایتوں کے دفتر کھول دیتا۔ دادی اُسے گود میں اٹھا کر پیار کرتی۔ اور کرتی بھی کیوں نہیں یہ تو اُسی کی تم کا بیاج ہے۔ اسی دن کے لئے تو بیٹے کو چھاتی کا خون پلا پلا کر اتنا بڑا کیا تھا۔

بچہ سمجھا دادی کہیں باہر جارہی ہے۔ دادی کا دامن کس کر پکڑ لیا اور پوچھا

"تم کہاں جاتی ہو۔ ہم نہ جانے دیں گے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں"۔

دادی کی آنکھیں چھلچھلا آئیں۔ اس نے کہا۔

"بیٹا! اللہ میاں کو تمہارا سلام کہنے جارہی ہوں"۔

راج کماری جیننگن

تجربات

پندرہ منٹ میں دہی تیار کرنا دودھ کو جوش دے کر اُس کو آگ پر سے اُتار کر تھوڑا لیموں کا رس ڈال دیں۔ پندرہ منٹ میں دہی تیار ہوجائے گا۔

کتاب سے چکنائی دُور کرنا کسی کاغذ یا کتاب پر چکنائی کا داغ پڑجائے تو کتاب یا کاغذ کو چونے میں دبا کر رکھ دیجئے۔ چکنائی دُور ہوجائے گی۔

چمنی صاف شفاف کرنے کی ترکیب ۔ باریک چاک یا کھریا چمنی پر اچھی طرح اندر اور باہر لگائیں بعد ازاں صاف کپڑے سے پونچھ کر نیم گرم پانی سے دھو ڈالئے چمنی نہایت صاف وشفاف ہوجائے گی۔

بلو بلیک سیاہی کا پوڈر بنانا ۔ مازو ۱½ اونس سلیفٹ آف آئرن ½ اونس صمغ عربی ½ اونس چائینز بلیو ½ اونس پھٹکری ½ اونس ان تمام اجزا کو مل کر کے اور پیس کر خوب باریک پاؤڈر سا کر لیجئے اور ایک پیالی میں خوب اُبلتا ہوا پانی ڈالئے پیالی کو خوب بھر لیجئے اس پانی میں اس مرکب کا ایک حصہ ڈال دیجئے فوراً خوب عمدہ بلو بلیک سیاہی بن جائے گی

نیلے تھوتے کی سیاہی نیلا تھوتا اور شنجرف ہم وزن لے کر روغن کتاں کے ساتھ خوب کھرل کر لیجئے۔ اس قسم کی سیاہی کاغذ اور کپڑے پر لکھنے کے کام آتی ہے۔

ارجمند بانو

عید قرباں

(از حضرت دعاؔ ڈبائیوی)

منعمو تم کو مبارک عید قرباں کی خوشی
ہو اجازت تو کروں کچھ عرض میں بھی اس گھڑی

یہ بجا ہے تم کو خالق نے دیا ہے مال و زر
تم کو سامانِ مسرت ہے بہم آٹھوں پہر

ہر گھڑی لطف و مسرت رات دن عیش و نشاط
ارد گرد اپنے بچھا رکھی ہے عشرت کی بساط

شاہدِ مقصود کا ہر دم تمہیں دیدار ہے
بات اگر انصاف کی پوچھو تو سب بیکار ہے

تم مناؤ عید کی خوشیاں خوشی سے کام ہو
دوسرا بھائی تمہارا موردِ آلام ہو

سیکڑوں ایسے ہیں تن پر جن کے کپڑا بھی نہیں
گھر میں فاقے ہو رہے ہیں پاس پیسہ بھی نہیں

یہ مقدر ہے جو وہ مجبور ہیں حیران ہیں
جیسے تم انسان ہو ویسے ہی وہ انسان ہیں

کوئی محوِ عیش کوئی موردِ آلام ہے
منعمو کیا حقِ ہم جنسی اسی کا نام ہے

عید کی خوشیاں منانے کا ہے تم کو حق جبھی
اپنے بیکس بھائیوں کی دور کر دو مفلسی

حسبِ مقدور ان کی امداد و اعانت چاہیئے
اپنی عزت کے موافق اُن کی عزت چاہیئے

خوش رہو تم بھی غریبوں کی بھی مناؤ خوشی
خوب دلجوئی کرو مٹھی میں رکھو اُن کا جی

دل بدست آور کہ حج اکبر است اے اہلِ زر
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است اے اہلِ زر

پاس ہمدردی خدا کا حکم ہے تاکید ہے
عید جو ایسی مناتے ہیں بس اُن کی عید ہے

مرسلہ بیگم دعا

"خواب کی حقیقت"

عرصہ ہوا میں نے عصمت میں ایک بہن کا مضمون خواب کے متعلق دیکھا تھا اس وقت میرا ارادہ ہوا کہ "رویا" یعنی خواب کے متعلق اپنی معلومات کو عصمتی بہنوں کے سامنے پیش کروں۔ لیکن بعض وجوہ سے اس ارادہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکی۔ اتفاقاً دسمبر کے عصمت میں محترمہ مسز برلاس صاحبہ کا مضمون "خواب میری نظر میں" دیکھ کر ایک مختصر مضمون حقیقت رویا پر سپرد قلم کرتی ہوں امید ہے کہ اس مضمون کو عصمتی بہنیں دلچسپی سے پڑھیں گی۔

خواب کے اقسام اور ان کے اسما بہت ہیں جن میں بعض کی تو کوئی تعبیر نہیں ہے جسے "احلام" کہتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں بھی ہے کہ "وما نحن بتاویل الاحلام بعالمین، یعنی ہم لوگ احلام کی تعبیر نہیں جانتے ہیں" اس سے معلوم ہوا کہ احلام کی تعبیر نہیں ہوتی اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ جو واقعات کہ دن میں انسان کو پیش آتے ہیں وہ مثل تصویر کے حس مشترک (جس کو ہندی اور سنسکرت میں گولک اندری کہتے ہیں) میں چھپتے ہیں اور اعضاء ظاہری اور حواس خمسہ اپنے کام سے معطل ہو جاتے ہیں اور روح کو سکون ہو جاتا ہے جس کو ہم "نوم" یعنی نیند کہتے ہیں۔ تو انہیں اشیاء مرئی کو حس مشترک مختلف اشکال میں آنکھوں کے حالت خواب میں بند ہو جانے پر پیش کرتا ہے جن کے نہ تو کوئی معنی ہوتے اور نہ کوئی تعبیر۔ چنانچہ صحیح مسلم میں عثمان بن شیبہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرا سر کاٹ دیا گیا ہے اور مجھکو تکلیف ہے آپ نے فرمایا کہ ان باتوں کو لوگوں سے نہ کہو جبکہ شیطان تمہارے ساتھ تمہاری نیند میں کھیلتا ہے"۔ دوسری حدیث ابو بکر بن شیبہ اور ابو سفیان سے مروی ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلعم کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ میں نے دیکھا ہے کہ میرا سر کاٹ دیا گیا ہے یہ سُنکر آپ ہنسے اور فرمایا کہ جب تمہارے خواب میں شیطان کھیلے تو اُس کو کسی سے نہ کہو" اور بھی بہت سی احادیث ہیں جنکو میں طوالت کے خوف سے نقل نہیں کرتی۔ لیکن ان احادیث سے بھی اتنا سمجھا جاتا ہے کہ جو خواب محض خیال سے تعلق رکھتا ہے اس کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ یہ تو کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ تمام خواب بے معنی ہوتے ہیں۔ کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کو نبوت کا ۴۶ واں حصہ قرار دیا ہے اور قبل نزول وحی چھ مہینہ تک اسی پر عمل رہا لہذا یہ ادراکات جو خواب میں حاصل ہوتے ہیں ہمیشہ اوہام باطلہ نہیں ہو سکتے۔ نیز اسی بنا پر خواب حقیقی سے بعض علماء کا خیال ہے کہ آپ کو معراج جسمانی نہیں تھی بلکہ خواب میں ہوئی تھی۔ لہذا اگر ہم ہر خواب کو وہم باطل قرار دیں تو ان تمام عقائد دینیہ سے انکار کرنا پڑے گا جن کی بنیاد خواب پر ہے اور جو مذہبا کفر ہے۔

جمہور متکلمین اور معتزلہ وہم باطل قرار دیتے ہیں۔ معتزلہ کے نزدیک رویا کے مطلقاً باطل ہونے کے یہ معنی ہوں گے کہ خواب میں جس نے کسی چیز کو دیکھا اسے حقیقتاً دیکھنا نہیں کہہ سکتے بلکہ دیکھنے کا شبیہ یا تخیل کہہ سکتے ہیں۔ اس کو آنکھ سے دیکھنا یعنی ادراک بالبصر سمجھنا قطعاً غلط ہے کیونکہ حالت خواب میں آنکھ اور دیگر اعضاء بیکار ہو جاتے ہیں تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہم نے دیکھا یا سنا۔ بہر صورت یہ معتزلہ کی رائے کی توجیہ ہے۔ لیکن حقیقت پر غور کرنے سے یہ بات بدیہی طور پر معلوم ہوتی ہے اور ہر شخص کا رات دن کا تجربہ ہے کہ خواب میں لذت والم۔ خوشی اور رنج کے ادراک سے دل پر ویسا ہی اثر ہوتا ہے قریب قریب اکثر آدمیوں کو ایسا واقعہ گذرا ہے کہ وہ خواب میں کسی اندوہ افزا حالت کو خواب میں دیکھ کر یا سُنکر روتا ہے اور فی الحقیقت اس پر گریہ طاری

ہوتی ہے اور بسا اوقات روتا ہے اور بیقراری سے جاگ اُٹھتا ہے اور اپنی بالین کو آنسوؤں سے پُر پاتا ہے یا فرط خوشی سے اتنا ہنستا ہے کہ اپنے قہقہہ کی آواز سے بیدار ہو جاتا ہے۔ یہ ایسے بدیہی امور ہیں جن کا ہر شخص کو تجربہ ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اور یہی کیفیتیں وہ ہیں جن کو انسان اسی طرح بیداری میں بھی محسوس کرتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ انہیں کیفیات کے احساس سے بیداری میں شک نہ کیا جائے اور حالت خواب میں شک کیا جائے اور زیر بحث ہو حالانکہ دونوں احساسات میں بلحاظ تاثیر قلبی کے کوئی فرق نہیں۔ اگر خواب کے احساسات میں شک ہو سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ بیداری کے ادراک میں شک نہ ہو جبکہ دونوں ادراکات بداہت میں یکساں پایہ رکھتے ہیں۔

جمہور حکما متفق ہیں کہ جن چیزوں کا ادراک خواب میں ہوتا ہے اُس کا محل حس مشترک یعنی مجمع یا جنکشن محسوسات ظاہرہ کا ہے۔ جب ان حواس ظاہرہ سے ہم کسی چیز کا ادراک کرتے ہیں۔ یعنی دیکھتے ہیں یا سنتے ہیں یا چکھتے ہیں تو اس محسوس کی صورت حس مشترک میں مثل فوٹوگرافی کے کیمرہ کے چھپ جاتی ہے وہی شکلیں ہیں جن کو قوت متخیلہ مختلف صورتوں میں ترتیب دے کر خواب میں پیش کرتا ہے۔

قوت متخیلہ کی یہ فطرت ہے کہ وہ صورت کھڑی کرتا ہے اور یہ عمل اُس کا دائمی ہے اگر وہ مشاغل سے آزاد ہو اور ظاہری محسوسات اس کو اپنے ذاتی فعل سے باز نہ رکھیں۔ تو اس کا کام طرح طرح کی صورتیں بنانا جاری ہوگا دو امور ایسے ہیں جو قوت متخیلہ کو اپنے کام سے روکتے ہیں ایک تو حس مشترک پر خارجی صورتوں کا مسلسل آنا جس سے متخیلہ کو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ حس مشترک کہ حس مشترک کی صورتوں کو لے کر اس میں اپنا تصرف کرے یعنی چھوٹی چیزوں کو بڑی کرکے پیش کرے یا بڑی چیزوں کو چھوٹی کرکے پیش کرے مثلاً حس مشترک میں پہاڑ کی صورت موجود ہے اور سونے کی صورت موجود ہے متخیلہ نے سکون کی حالت میں دونوں صورتوں کو ترتیب دے کر خواب میں سونے کا پہاڑ بنا کر پیش کر دیا اور انسان خواب میں اس کو دیکھنے لگا۔ دوسرا مانع عقل ہے اس کو دار و گیر خیال کے آزادی میں بڑی رکاوٹ ہے حالت بیداری میں چونکہ عقل کا تسلط خیال پر قوی ہوتا ہے اس لئے خیال اپنی تصویر کشی اور فوٹوگرافی سے مجبور رہتا ہے چونکہ حالت خواب میں دونوں موانع قوت متخیلہ سے اُٹھ جاتے ہیں اس وجہ سے خیال آزادی سے اپنے شغل میں مصروف ہوتا ہے۔

ان صورتوں کا نقش جو حس مشترک میں چھپتا ہے وہ دو طریقہ سے ہے ایک تو یہ ہے کہ روح ان صورتوں کو اس خزانہ معلومات سے لے کر حس مشترک کو دیتی ہے جہاں حکماء کی رائے کے مطابق ازل سے ابد تک کے تمام موجودات ماضیہ اور مستقبلہ کی صورتیں چھپتی ہیں چونکہ روح کو عالم بالا کے ساتھ بوجہ اپنی لطافت ذاتی کے تعلق ہے اور روح کی یہ کیفیت فطری ہے لیکن مشاغل دنیاوی اور مختلف اوہام و ترددات اس کو اپنے ذاتی فعل سے مانع ہوتے ہیں اس لئے وہ اپنا کام انجام نہیں دے سکتی حالت خواب میں روح کو ان مشاغل دنیاوی سے فراغت ہوتی ہے اور تھوڑی دیر کے لئے سکون حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اپنے فطری مناسبت سے جو اس کو عالم بالا سے حاصل ہے عالم بالا سے معلومات حاصل کرکے حس مشترک کو دیتی ہے اور وہ خیال اُن معلومات میں جو روح سے حاصل ہوئے ہیں اور حس مشترک میں ان کی صورتیں چھپی ہوئی ہیں تصرف کرکے پیش کرتا ہے اور انسان ان کو مجسم دیکھتا ہے۔ چنانچہ اگر کسی شخص کو کثرت مشق اور ریاضت سے بیداری میں اس طرح کی یکسوئی جیسا کہ خواب میں روح کو ہوتی ہے حاصل ہو تو بیداری میں بھی اسی طرح دیکھے گا جیسا کہ خواب میں دیکھتا ہے۔

چونکہ خیال کی فطرت میں تصویر کھڑی کرنا۔ چھوٹی چیز کو بڑی کرکے پیش کرنا داخل ہے اس لئے نفس ناطقہ میں جو صورت عالم

اصلاح سے منقش ہوگئی ہے اور اس حس مشترک نے قبول کرلیا ہے تو خیال اپنی فطری حالت کے موافق اس میں تصرف کرتا ہے اور اس کو ایک خاص صورت میں پیش کرتا ہے اور اس کو خزانہ حس مشترک میں مختلف جمع شدہ صورتوں کو لے کر ایک دوسرے کو خود ترتیب دے کر ظاہر کرتا ہے ان تصرفات خیالی کے مختلف اقسام ہیں مثلاً ایک صورت کو بلحاظ اس کے مناسبات دوسری صورت میں تبدیل کرنا یا منتقل کرنا جیسے کسی شخص کے مباحثہ کو خیال نے لڑائی کی صورت میں ظاہر کیا تو لڑائی کے لوازم تلوار. نیزہ. برچھی. ایک دوسرے پر وار کرنا. حملہ کرنا. وغیرہ کو ترتیب دے کر پیش کردیا اور خواب میں اسی ترتیب سے یہ صورت نظر آئی. ظاہر ہے کہ لڑائی اور مباحثہ میں ایک قسم کی مناسبت ہے یا کسی بڑے مرتبہ پر پہونچنے کو خیال نے ایک بڑی عمارت کی اونچی منزل پر چڑھ جانے کی صورت میں پیش کیا. دوسرے متصل چیزوں کو پھیلا کر دکھلانا نظام بدن کو خیال نے خواب میں اس طرح پر ترتیب دیا کہ ایک گاڑی ہے جس میں دو گھوڑے جتے ہوئے ہیں اور اس پر ایک کوچوان بیٹھا ہوا ہے اس مثال میں مختلف قوتوں کو جداگانہ صورتوں میں ترتیب دے کر خیال نے خواب میں پیش کیا۔

متصل چیزوں میں ترتیب دینے کی مختلف نوعیتیں ہیں کہیں مناسبات قریبہ سے اس کا اظہار ہوتا ہے کہ جس سے ذہن جلد اس حقیقت تک پہونچتا ہے جو مقصود ہے. اور کبھی مناسبات بعیدہ سے اس کا اظہار ہوتا ہے اور اس میں بہت تصرفات کرتا ہے جس سے ذہن کو اصل حقیقت تک پہونچنے میں سخت دشواری پیش آتی ہے اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ خیال اس حقیقت میں کچھ بھی تصرف نہیں کرتا بلکہ اس کو بحالہ چھوڑ دیتا ہے مثلاً کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کا بھائی گھر سے آیا ہے اور صبح کو اس کا بھائی گھر سے آگیا. اس ہونے والے واقعہ میں جس پر روح کو اطلاع ہوچکی ہے اور اس کی صورت حس مشترک میں چھپ گئی ہے. خیال نے اس کو بغیر کسی تصرف کے خواب میں پیش کردیا اور بلحاظ حالت شخصی کے اس میں تغیر واقع ہوتا ہے جیسے ایک شخص محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ "میں نے دیکھا ہے کہ میں اذان دے رہا ہوں" محمد بن سیرین رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہارے ہاتھ کاٹے جائیں گے. ابھی وہ شخص بیٹھا تھا کہ ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں اذان دے رہا ہوں". تو آپ نے فرمایا کہ تو حج کرے گا. حاضرین مجلس نے آپ سے پوچھا کہ دونوں خواب تو ایک ہی قسم کے تھے تعبیر میں کیوں فرق ہوا آپ نے فرمایا کہ پہلے شخص کی صورت سے شرارت ٹپکتی تھی تو میں نے قرآن پاک کی اس آیت سے تعبیر کی "ثم اذن موذن ایتھا العیر انکم لسارقون". ترجمہ (تب ایک موذن نے اذان دی کہ اے اہل قافلہ تم لوگ چور ہو) اور اور اس شخص کی صورت سے نیک بختی نمایاں تھی تو قرآن پاک کی اس آیت سے تعبیر کی کہ "واذن فی الناس بالحج" ترجمہ (اور لوگوں میں حج کی اذان دی گئی) اس سے ظاہر ہوا کہ ان تصرفات کا دار و مدار خیال کی حالت پر ہے اگر خیال کی گندگی ہے یا جھوٹ اور فریب اور بات بنانے کی عادت ہے جس سے خیال میں اصل حقیقت کو غلط صورت میں ظاہر کرنے کا ملکہ راسخ ہوگیا ہے اور عادت چونکہ فطرت ثانیہ ہوجاتی ہے تو بیداری میں اس ملکہ کی وجہ سے خواب میں بھی خیال اصل حقیقت کو غلط صورت میں ظاہر کرے گا اسی اصول پر حدیث میں ہے کہ "تم میں جو سب سے زیادہ سچا ہے اس کا خواب بھی سب سے زیادہ سچا ہے. جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب .... کبھی جھوٹا نہیں ہوا. اس وجہ سے آپ نے زندگی بھر میں کبھی جھوٹی بات نہیں کہی. اس لئے ایسے خواب کی حقیقت اصل سے بہت بعید جا پڑتی ہے اور ذہن اصل حقیقت تک نہیں پہونچ سکتا اور اگر روح میں بوجہ التزام صدق اور سچائی کے یا کثرت عبادات اور ریاضات کے خیال میں صفائی ہے تو خواب میں جو واقعہ خیال پیش کرے گا وہ یا تو بعینہ ہو بہو ہوگا یا محض تھوڑے تصرف سے اس کا اظہار ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جو امور کہ حس مشترک پر وارد ہوتے ہیں ان کا تعلق روح سے ہی ہے یعنی جو کیفیت اور نقش کہ حس مشترک میں آئی ہے اس کو روح نے حس مشترک کو نہیں دیا ہے بلکہ خیال نے اس نقش کو حس مشترک میں قائم کیا ہے۔ خیال بھی ایک خزانہ ہے۔ جس میں محسوسات کی صورتیں جو حواس ظاہری سے حاصل ہوئی ہیں دیکھنے سے یا از قسم آواز ہے جو سننے سے حاصل ہوئی ہے یا از قسم مزہ ہے جو چکھنے سے حاصل ہوئی ہے یا از قسم بو ہے جو سونگھنے سے حاصل ہوئی ہے اور بیداری میں ان کا نقش حس مشترک میں قائم ہو جاتا ہے۔ اس کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ قوت متخیلہ جب حس مشترک کو خالی پاتی ہے تو بعض خیالی صورتوں کو جن کا تعلق انسان کی روزمرہ زندگی سے ہے یا خواب دیکھنے والے کا اکثر معمول یا اُس کے منصوبوں اور ارادوں کے تحت میں ہے تو اس کی ایک خاص صورت بنا کر اس کی شبیہ حس مشترک میں کھینچ دیتی ہے جو خواب میں وہی خیالی صورت نظر آتی ہے چونکہ اس تصویر کی بنیاد محض خیال پر ہی ہے اور خیال نے خواب دیکھنے والے کے مشاغل زندگی اور افکار و کوششوں سے متاثر ہو کر بنایا ہے وہی نظر آتے ہیں۔ اس وجہ سے جن لوگوں کو افکار اور اشغال دنیوی میں انہماک زیادہ ہوتا ہے ان کی نیند خواب سے خالی نہیں ہوتی۔

انہیں سلسلہ خیالات کو قوت متخیلہ کبھی اک مسلسل واقعہ کی صورت میں ترتیب دے کر ظاہر کرتی ہے مثلاً کسی امر میں کامیابی اور حصول مدعا کو متخیلہ نے اس طرح پر ظاہر کیا کہ خود ایک میدان میں جا رہا ہے وہاں اس کو ایک بزرگ سے ملاقات ہو گئی انہوں نے ہاتھ پکڑا اور ایک سمت کو لے چلے وہاں ایک پہاڑ نظر پڑا اس پر دونوں چڑھ گئے۔ بزرگ نے ایک غار دکھلایا اور کہا کہ اس میں جاؤ وہاں پہونچ کر دیکھا کہ ایک عالیشان عمارت ہے اس میں ایک بزرگ تخت زمردیں پر بیٹھے ہیں اور اس شخص کو ایک نہایت خوبصورت انار دیا اور آنکھ کھل گئی اس طویل واقعہ کو جو قوت متخیلہ نے ترتیب دیا اس میں صرف ایک جزو یعنی انار دینا ہی مقصود بالذات ہے جس سے اشارہ حصول مدعا کی طرف ہوا کرتا ہے۔

بعض اوقات خواب کسی مرض کے زیر اثر نظر آتا ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب مزاج انسانی کسی خلط کے غلبہ کی وجہ سے بگڑ جاتا ہے اور روح اس سے متاثر ہو جاتی ہے تو خیال جس کی حامل روح ہے ضرور متاثر ہو گا اور اسی خلط کے مناسب خیال بھی رنگین ہو گا اور ویسا ہی خواب نظر آئیگا مثلاً اگر خلط خون کا غلبہ ہو تو خواب میں خیال بیشتر سُرخ چیزیں پیش کرے گا۔ اور سُرخ چیزیں دیکھے گا یا اگر پت کا غلبہ ہے تو خواب میں آگ۔ شعلے نظر آئیں گے ایسا شخص کبھی دیکھے گا کہ اس پر بجلی گر گئی ہے یا آگ میں جل رہا ہے یا آگ نے ہر طرف اس کو گھیر لیا ہے یا جسم سے شعلے نکل رہے ہیں اور اس قسم کے اس کے مناسبات کسی مفصل واقعہ کی صورت میں یا صرف ایک ہی صورت میں خیال پیش کرتا ہے۔ اس طرح سوداوی امراض میں غلبہ سودا میں پہاڑ۔ دھواں نظر آتا ہے کبھی دیکھتا ہے اس کو ہاتھی دوڑا رہا ہے یا کوئی پہاڑ معلق اوپر سے سر پر گر گیا ہے اور وہ اُس کے نیچے دب گیا ہے بلغم کے غلبہ میں پانی۔ دریا۔ سفید رنگ کی چیزیں نظر آتی ہیں۔

ان میں سے اخیر کی دو قسمیں جن کا تعلق محض خیال سے ہے اور دوسری قسم جس کا تعلق اخلاط کی خرابی سے مزاج کا فساد ہوتا ہے اس کے زیر اثر جو خواب نظر آتے ہیں خواب پریشان ہیں ان کی کوئی تعبیر نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی حقیقت قابل لحاظ ہی ہے۔ شیخ نے شفا میں لکھا ہے کہ "اکثر ستاروں کے تاثیرات سے بھی حس مشترک پر صورتیں چھپتی ہیں اور خواب میں خیال، ان کو محسوسات ارضی میں ترتیب دے کر پیش کرتا ہے اور مختلف صورتوں میں نظر آتے ہیں یہ بھی اضغاث احلام میں داخل ہیں"۔ اسی کے قریب قریب یورپین ڈاکٹروں نے خواب کے متعلق تحقیقات کر کے لکھا ہے کہ اکثر خواب عصبی کیفیات کی وجہ سے دماغ متاثر ہوتا ہے تو اس کے مناسب خواب نظر آتا ہے۔ جب اعصاب میں کوئی خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اعصاب

دماغی اس سے متاثر ہوکر اس کے مناسب صورتیں نظر آتی ہیں چنانچہ اس کے متعلق ڈاکٹروں نے اپنے تجربے لکھے ہیں کہ ایک شخص کو نیند لانے والی دوا کھلا کر اس کے غافل سو جانے کے بعد اس کی آنکھ پر بہت ہی خفیف روشنی ڈالی گئی جب وہ بیدار ہوا اور اس سے پوچھا گیا کہ اس نے کیا خواب دیکھا تو اس نے کہا کہ "میں نے دیکھا ہے کہ پیرس کے تھیٹر میں آگ لگی ہے" اسی طرح ایک اور شخص پر ایسا ہی عمل کیا گیا جب وہ سو گیا تو اس کے دونوں پیر ایک طشت میں ڈال دیئے گئے اور پانی کو خفیف حرکت دی جاتی رہی جب وہ بیدار ہوا اُس سے پوچھا گیا کہ تو نے کیا خواب دیکھا ہے تو اُس نے کہا کہ "میں نے دیکھا ہے کہ میں ایک بہت بڑے سمندر میں چل رہا ہوں" اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات اپنے تجربوں کے لکھے ہیں اس سے وہ لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ خواب محض اعصابی اثرات کا نتیجہ ہے لیکن میری ناقص رائے میں یہی نہیں ہوا کرتا بلکہ واقعات شاہد ہیں کہ اس کی بعض حالتوں میں حقیقت ثابتہ بھی ہوتی ہے جیسا کہ ربیعہ بن امیہ بن خلف، ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ "اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کل رات خواب دیکھا کہ میں کسی سرسبز شاداب زمین میں پہونچا ہوں پھر وہاں سے کسی خشک بنجر زمین میں جہاں نہ گھاس ہے اور نہ کوئی سبزی ہے پہنچ گیا ہوں اور آپ کو میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا ہے" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم نے واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو تم دین اسلام سے خارج ہو جاؤ گے۔ اور میرا تعلق دنیا سے اور سامان دنیا سے چھوٹ جائیگا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں ربیعہ مدینہ سے قسطنطنیہ چلا گیا اور وہیں قیصر کے دربار میں داخل ہو کر نصرانی ہوگیا اور وہیں نصرانیت ہی میں مرا۔ ان واقعات سے جن میں شک کی گنجائش نہیں ہے واضح ہوتا ہے کہ بعض خواب کسی آیندہ ہونے والے واقعہ کی خبر ہوتے ہیں یا کسی گذشتہ واقعہ کا اعادہ۔

عاصمہ خاتون خفا (عالم)

بچی کی خاطر

لڑکی: "کیا تم بہت دکھی ہو؟"

مسافر: "ہاں پیاری بچی بہت دکھی ہوں۔ سارے سنسار میں کوئی ایسا دکھی نہ ہوگا"

لڑکی: "ہر دکھی اپنے آپ کو ایسا ہی سمجھتا ہے۔"

مسافر: شاید ایسا ہی ہو۔ ہائے میرا جگر زخموں سے چور ہے آؤ پیاری بچی۔ آؤ ذرا دیر کے لئے میرے کلیجے سے لگ جاؤ۔ یہ چند ساعتیں زندگی کے کٹھن سال کچھ دیر کے لئے بھلا دیں گی۔ ہائے دنیا میں مجھ سا پاپی بھی شاید کوئی نہ ہوگا بچی تم کس قدر پیاری بچی ہو آؤ میرے پاس آؤ دکھے دل کو تسکین دو"

لڑکی: "غمگین مسافر کیا تمہاری کوئی بچی بھی نہیں ہے جسے دیکھ کر تم خوش ہوتے"

مسافر: "بچی نہیں نہیں میرا کوئی بھی نہیں۔ میں تنہا ہوں بالکل تنہا ہوں: بچی جس کا گھر نہیں جس کا در نہیں اس کا کوئی بھی نہیں ہائے میرا کوئی بھی نہیں"

لڑکی: "ایسا تو کوئی بھی نہیں جس کا کوئی نہ ہو۔ کوئی تو ضرور ہوگا مجھے معلوم ہے تم چھپاتے ہو کیوں؟"

مسافر: "نہیں بیٹی میرا کوئی بھی نہیں میں سنیاسی ہوں۔ گناہ گار ہوں پاپی ہوں

لڑکی: "ابھی میرے باپ کے آنے میں دیر ہے وہ تمہارے لئے شہر سے کپڑا لانے گئے ہیں تم اپنی زندگی کا دکھ مجھے سناؤ جب مجھے دکھیوں پہ بڑا رحم آتا ہے اور تم تو بہت ہی اچھے ہو جیسے میرے بابا اچھے ہیں۔ اماں کہتی تھیں تم صرف میرے لئے آئے ہو ورنہ کبھی نہ آتے اور تم کہتے تھے کہ تمہارا کوئی بھی نہیں۔ کیوں تم میرے آئے ہو نا۔ تو پھر کیسے تمہارا کوئی نہیں تم کہاں رہتے ہو کیا کرتے ہو میں نے تو تم کو کبھی بھی نہیں دیکھا جب تم میرے لئے آئے ہو تو کیوں ہمیشہ نہیں آتے۔ کہو جلدی کہو ورنہ میں جانے نہ دوں گی۔ دیکھو روتی ہوں"

مسافر: "نہیں بیٹی نہیں تمہارے باپ ناخوش ہوں گے لو میں جاتا ہوں"

لڑکی: "تم میرے لئے کیوں آئے تھے میں بھی جانے نہ دوں گی"

مسافر: "ضد نہ کرو مجھے آج ہی جانا ہے اس لئے آیا تھا کہ میری بھی آہ میری بھی۔۔۔۔ ۔۔۔۔"

لڑکی: "کہو جلد کہو کیا کہا میری بھی"

مسافر: "نہیں کچھ نہیں میں کہہ رہا تھا کہ میری بھی کوئی ایسی لڑکی ہوتی"

لڑکی: "نہیں تم جھوٹ کہتے ہو"

مسافر:۔ اللہ میرے اللہ۔ ہاں سچ ہے۔ میں کہ رہا تھا کسی زمانہ میں میری بھی ایک لڑکی تھی۔

لڑکی:۔ پھر وہ کیا ہوئی؟"

مسافر:۔ اچھا اب ان باتوں کو جانے دو۔ جاؤ کھیلو دیکھو کیا اچھا وقت ہے:"

لڑکی:۔ میں ہرگز نہ جاؤں گی جب تک تم یہ نہ بتاؤ گے کہ تم کیوں اس قدر اداس ہو:"

مسافر:۔ بیٹی حبیبہ ایسی ضد نہ کرو۔ میری زندگی کے ناخوشگوار حالات تم سی کمسن لڑکیاں سُن ہی نہ سکیں گی نہیں کچھ بھی دلچسپی نہ ہوگی جاؤ اندر جاؤ دیکھو شاید ماں بلاتی ہوں گی:"

لڑکی:۔ اس طرح تم مجھے دھوکا دے کر ٹالنا چاہتے ہو میں کبھی نہ جاؤں گی اماں ہی نے مجھے بھیجا ہے کہ جاؤ ان سے باتیں کرو۔ دل بہلاؤ وہ بیچارے بڑے بدنصیب ہیں میں تو آج وہ سب حالات ضرور سنوں گی۔ تمہیں کہنا ہوگا۔ سچ سچ کہنا ہوگا۔ اخیر یہ کیا بات ہے جب سے تم ہمارے پاس آئے ہو سوا رات کے دن میں کیوں باہر نہیں نکلتے وہ بھی ڈر ڈر کر کیوں جاتے ہو۔ مجھے تمہارے حال پر بڑا رحم آتا ہے میرے ابا بھی عام لوگوں کی طرح تمہارے ساتھ کیوں نہیں سلوک کرتے۔ تم سے باتیں کر کے کیوں رونے لگتے ہیں اور پھر مجھے دیکھ کر کیوں خاموش ہو جاتے ہیں۔ اماں بھی تمہارا ادب کیوں کرتی ہیں۔ مجھے معلوم ہے۔ چند گھنٹوں بعد تم چلے جاؤ گے جس رات تم آئے تھے نا، میں جاگ رہی تھی۔ مجھے سوتا دیکھ کر کیوں گلے سے لگا کر آہستہ آہستہ رو رہے تھے۔ کتنی اچھی معلوم ہوتی ہیں تمہاری آنکھیں جب تم مجھے دیکھتے ہو کوئی چیز اتنی اچھی میں نے دیکھی نہیں جب میں کہتی ہوں کہ اپنا حال سناؤ تمہیں کیوں رنج ہوتا ہے۔ جلدی کہو مجھے بڑی تکلیف ہو رہی ہے:" (رونے لگتی ہے)

مسافر:۔ پیاری بچی روؤ نہیں۔ آہ تمہیں کیا سناؤں کس طرح سناؤں۔ کیسے سنو گی۔ میں ایک غریب مسافر ہوں اور کچھ نہیں یہ تمہارے باپ کی مہربانی ہے کہ میرے حال پر ترس کھاتے ہیں میں غریب لاچار دکھی مسافر ہوں:"

لڑکی:۔ اچھا یہ سب جانے دو۔ تم مجھے بہت پیار کرتے ہو نا میں بھی تمہارے ساتھ ہمدردی کروں گی اب سے زیادہ چاہوں گی محبت کے ساتھ لپٹ کر جلدی کہو:"

مسافر۔ (روتے ہوئے)" اچھا تو تم میرے جانے کے بعد اپنے باپ سے کہو وہ میرے حالات تم کو سنائیں گے:"

لڑکی:۔ "میں تم کو جانے ہی نہ دوں گی خوب خوب رو رو کر ضد کروں گی پھر تو کہہ دو گے:"

مسافر کا چہرہ شدت غم سے کافور ہو گیا۔ وہ لڑکی کو گلے سے لگا کر روتے ہوئے کہنے لگا:" اچھا سنو میں سچ سچ کہتا ہوں لیکن ایک شرط ہے۔ تم مجھے جانے سے روکنا مت۔ میں دس برس بعد یہاں آیا ہوں وہ بھی چوروں کی طرح۔ ہائے میں کیوں آیا پھر ایک بار اور کہتا ہوں کہ میری درد بھری کہانی سننے کی خواہش مت کرو اس کا ایک ایک لفظ غم میں ڈوبا ہوا ہے نادان لڑکی کیوں اس غم کو تو مول لیتی ہے اپنی معصوم زندگی کو کیوں دکھ دیتی ہے۔ ہائے اللہ۔ کہاں تک صدمے برداشت کروں گا۔ میرے قصور کی اب بھی تلافی نہیں ہوئی۔ ہائے قصور ہی ایسا تھا وہ بیواؤں کا مال تھا یتیموں کا حصہ تھا مسکین فنڈ

کارو پیہ تھا۔ سرکاری وظائف کی رقم تھی گناہ کس قدر بڑا گناہ! اب بھی مان جاؤ بیٹی!"

لڑکی: "میں جانے ہی نہ دوں گی۔"

مسافر: نہیں میری جان میں زیادہ عرصہ تک یہاں نہیں رہ سکتا۔ یوں تو میرے اللہ اب دل میں طاقت نہیں یہ بھی یاداشت عمل ہے پیاری بچی تم عمر سے زیادہ سمجھدار ہو دنیا اس شخص کے لئے جنت ہے جسے اچھی بیوی ملے میری بیوی اس گلاب کے پھول کی طرح خوبصورت تھی جو پہلے پہل لگا ہو۔ اسے اپنی صورت پہ بڑا ناز تھا۔ گو سیرت کی بھی ایسی بُری نہ تھی۔ لیکن اچھی صورت کی خاطر بڑے بڑے لوگوں نے اس کے ساتھ شادی کی تمنا کی تھی۔ پر اس کی قسمت میرے ساتھ پھوٹنی تھی اور میری محدود کمائی اس کی آنکھوں میں بالکل نہ جچتی تھی وہ مجھے روز میری غربت پر طعنے دیتی تھی کبھی کبھی تو میں زندگی سے عاجز آجاتا تھا وہ بلا کی فضول خرچ تھی دیکھو فضول خرچ عورت اور فضول خرچ مرد دونو بُرے ہوتے ہیں میں بھی زیادہ محتاط نہ تھا جب تک لاولد رہے جوں توں گذر ہوتا رہا۔ اولاد ہوجانے کے بعد بیوی کی فضول خرچی حد سے بڑھ گئی۔ میرا بال بال قرض میں گرفتار ہوگیا۔ آپس میں شکر رنجی ہوتی رہتی تھی۔ دن رات مصیبت سے گذر رہے تھے۔ اس پر وہ اپنی عادتیں سے باز نہ آتی تھی۔ ایک دن مجبور ہوکر مجھے وہ کام کرنا پڑا جس کا خمیازہ اُس نے بھی بھگتا اور میں نے بھی اور معصوم بچوں نے بھی قصور میرا ہی تھا۔ وہ آزاد عورت تھی میں غلطی پر ہوں۔ بے گناہ عورت مرد کی خطائیں چھپ جاتی ہیں اور عورت کی خطاؤں کی تشہیر ہو جاتی ہے لیکن یہ بھی یاد رکھو بیٹی۔ کوئی عورت جس کے شوہر کی کمائی محدود ہو کبھی ارمان پورے کرنے کے لئے بچوں کی فضول رسمیں نہ کرے اور نہ دولتمند بیبیاں اس طرح اپنی دولت کو برباد کریں۔ وہ والدین جو دل کے ارمان پورے کرنے کے لئے اوروں کی حق تلفی کرتے ہیں بہت ظالم ہوتے ہیں ان کی ہونہار زندگی شادیانے بجا کر ہمیشہ ہمیشہ کو برباد کرتے ہیں بچوں کی فضول رسموں ہی کی وجہ سے ہزاروں امیر مفلس ہوگئے۔ کیسی کیسی آرزوئیں پوری ہونے کی تمنا ہوتی ہے: بچی نے مسند پر بیٹھ کر پھول پہن لئے یا سارا گھر بجلی کی روشنی سے جگمگا اُٹھا۔ آرزو پوری ہوگئی۔ نوبت نقارے بج گئے یا بچوں نے گہنا پاتا پہن لیا آرزو پوری ہوگئی۔ ہائے ہمارے نزدیک آرزو کس قدر آسان اور سہل ہوکر رہ گئی ہے کہ دم کے دم میں نکل جاتی ہے ہندوستانی ماں کی آرزوئیں اولاد کی بھلائی کی خاطر نہیں بلکہ تباہی کے لئے ہوتی ہیں۔ جب تک دل میں ملک کی بربادی کا احساس نہ ہوگا یہ آرزوئیں بھی ختم نہ ہوں گی۔ جب تک قوم سے کچھ بھی ہمدردی نہ ہوگی یہ نکل جائیں گی۔ اکثر روشن خیال عورتوں کے دل میں بھی اس قسم کی فضول آرزوئیں اور بھی چمکتی ہوئی پیدا ہوتی ہیں اور وہ تکمیل آرزو میں کند خیال عورت سے کچھ زیادہ ہی فضول خرچی کر بیٹھتی اور فیشن کی رَو میں آکر دل کھول دیتی ہیں بیٹی تم ایسا کبھی نہ کرنا تم پڑھنے لکھنے والی بچی ہو اگر تم کو دولت میسر آئے تو کسی اچھے کام میں صرف کرو۔ اس زمانہ میں جو قومیں خوب ترقی کر رہی ہیں وہ روپیہ کے بہترین مصرف سے واقف ہیں۔ ہمارے امرا فضول رسموں سے بچا کر کچھ خرچ بھی کرتے ہیں تو کس طرح۔ چلتے چلتے کسی کو کچھ دے دیا۔ موٹر میں سے پیسے پھینکتے ہوئے گذر گئے درگاہوں میں جا کر ہزاروں بٹے

کتوں کو عمدہ سے عمدہ کھانا کھلا دیا۔ ایسی امداد سے اکثر غربا میں سستی و کاہلی اور بیکاری پیدا ہو جاتی ہے۔ بیٹی تجربہ بہت
عمدہ سبق ہے۔ میری داستان قصہ نہیں بلکہ عبرت ہے یہاں سے میری زندگی کا وہ خونیں ورق شروع ہوتا ہے
جس کی پاداش میں ہزار مرتبہ مر کر بھی ایسا سخت جان ہوں کہ جی رہا ہوں۔ اچھا تو سنو۔ ایک رات میں اپنے ساتھی کے
مکان پر بیٹھا تاش کھیل کر گناہ گاروں کو بہلا رہا تھا۔ کہ نامعلوم لڑکے نے تیزی کے ساتھ بند لفافہ لا کر دیا بچپن کے ایک
دوست کا خط تھا کہ تم فوراً فلاں گلی میں آکر مجھ سے ملو میری طبیعت بے چین ہو گئی۔ اُسی وقت وہاں سے اُٹھ کر اپنے
بے غرض دوست کے پاس آیا۔ وہ فکر و پریشانی کی تصویر بنے ایک غیر آباد گلی کے کنارے اندھیری رات میں میری راہ
دیکھ رہے تھے، ان کی آواز شدت غم سے بند ہو رہی تھی مجھ سے کہا تم فوراً کہیں چلے جاؤ سخت مشکل کا سامنا ہے میرے
پاس اتنا روپیہ نہیں کہ میں تمھاری مدد کروں۔ سرکاری وظائف کی رقم میں دس ہزار روپیہ کا غبن ہوا ہے اور الزام تم پر
لگایا گیا ہے بُرے وقت کا کوئی ساتھی نہیں۔ وہی لوگ کل تم سے خلوص سے مل رہے تھے انعام کے لئے تم کو گرفتار
کروانا چاہتے ہیں۔ تمھارا کوئی عزیز ایسا نہیں جو مدد کرے اور نہ تم اس رقم کو کسی طرح ادا کر سکتے ہو۔ ہر شخص جانتا ہے کہ تم
نے جو کچھ لیا ہوگا سب خرچ کر چکے ہو گے۔ کہیں چلے جاؤ گرفتار ہو جاؤ گے۔ یہ سُن کر میرے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا زار
قطار رونے لگا۔ اُنھوں نے مجھے بڑی تسلی دی خود بھی وہ روتے رہے اور کہا "تم جانتے ہو میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں مفلس
ہوں لیکن تمھارے واپس آنے تک دا ور تمھارے واپس آنے کی امید اس وقت تک ناممکن ہے جبتک سرکار کی پائی پائی ادا نہ کر دی
جائے، تمھارے اہل و عیال کی جس طرح ہو سکے گی کفالت کروں گا۔ مجھ سے تو اس نیک منش نے کہا تھا کہ تم گھر بھی مت جاؤ
خفیہ پولس والے تاک میں ہیں پر میرا دل نہ مانا۔ مانتا کس طرح گھر چھوڑنا کتنی اہم بات ہے۔ میں ایک الوداعی نظر بیوی بچوں
پر ڈالنے گھر میں داخل ہوا سب سو رہے تھے میرا ملازم جاگ رہا تھا۔ میری بیوی فضول خرچ تھی اور اس کی فضول
خرچیوں سے میں اس قدر تنگ ہو رہا تھا لیکن میں ایسا ہرگز نہ کرتا اگر میری بیوی مجھے عزیز نہ ہوتی۔ میں خوب اچھی طرح
سمجھ رہا تھا کہ اب جیتے جی اس گھر میں قدم نہ رکھ سکوں گا۔ چند منٹ کی دیر بھی ہو جاتی تو گرفتار کر لیا جاتا۔ بے اختیار جی چاہا
کہ معصوم بچی کو جو اُس وقت ماں کے گلے میں باہیں ڈالے باپ کی مصیبت سے بے خبر سو رہی تھی کلیجہ سے چمٹاؤں اور خوب
پیار کروں۔ ہائے اس جوش کو اس محبت کی کشش کو برسوں یاد کر کر کے خون کے آنسو روتا رہا اور اس تین سالہ بچے کو بھی جو
روز میرے پاس سویا کرتا تھا بیٹی! جو لوگ ناجائز چیزیں استعمال میں لاتے ہیں جو امانت میں خیانت کرتے ہیں جو خدا کی دی
ہوئی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے خدا بھی ان پر مہربانی نہیں کرتا۔ یہ ایسا بُرا وقت تھا کہ میرے کلیجے کے ٹکڑے میرے معصوم
بچے سامنے پڑے سو رہے تھے اور میرا دل بے اختیار اُن کو ایک بار صرف ایک بار سینہ سے لگانے کے لئے تڑپ رہا تھا۔
اور نہ لگا سکا کہ مبادا بچی کی وجہ سے بیوی نہ ہوشیار ہو جائے۔ پیاری بچی میں کس طرح اپنی مصیبت تمہیں سناؤں۔ تمہارا
ننھا سا دل اسے برداشت نہ کر سکے گا۔ بیٹا میں گھر سے نکل گیا پھر مجھے کبھی گھر میں رہنا نصیب نہ ہوا۔ برسوں جنگلوں کی خاک

چھانتا پھرا۔ پولس والے ان وحشتناک جنگلوں میں کبھی کبھی آنکلتے تھے۔ اب بھی اگر کسی کو یہ معلوم ہوجائے۔ میں آگیا ہوں۔ تو گرفتار کرلیا جاؤں گا۔ قید ہوتا تو شاید اب تک رہا بھی ہوجاتا لیکن یہ صورت اب کسی کو دکھانے کے قابل نہیں۔ دیکھو دنیا کے پردے پر ایسے نیک دل انسان بھی کونے کھدروں میں بسر کرتے ہیں وہ غریب ہوتے ہیں پر دل کے دھنی میں چلا گیا بیوی بیمار ہوگئی۔ بچہ مر گیا سب کے سب کوڑی کوڑی کو محتاج ہوگئے اور ان سب کا بار میرے دوست کے سر پڑ گیا جن کی خود کوئی معقول آمدنی نہ تھی۔ معمولی وظیفہ مل رہا تھا۔ آفریں ہے میرے دوست کی بیوی پر اُس نیک دل اور باہمت خاتون نے غیروں کی فلاح کی خاطر محنت کو عار نہ سمجھا۔ مشقت کو بُرا نہ جانا۔ عورتیں ہوں تو ایسی ہوں۔ جب میرے دوست نے کل حال بیان کرکے اپنے اس وعدہ کا ذکر بیوی سے کیا جو انہوں نے مجھ سے کیا تھا تو وہ رو پڑیں اور کہا کہ آج تک آپ میری کفالت کرتے تھے اب دونوں مل کر ان لوگوں کی پرورش کریں گے وہ گھر بیٹھے محنت کرکے میری معصوم بچی اور بیمار بیوی کے گذران کا سامان کرتی رہیں۔ پر آہ میری بیوی میری کم نصیب۔ بیوی شدت رنج سے سخت بیمار ہوگئی اور ایک دو برس کے اندر خدا سے جا ملی بستا ہوں جب تک جیتی رہی کسی کو منہ نہ دکھایا میری جان میری بچی یہ داستان اب اس قابل نہیں کہ سناؤں۔"

لڑکی ہچکیاں لیتے ہوئے گلے میں باہیں ڈال کر کہنے لگی "پیارے باپ رُومت جاؤ یہاں سے فوراً جاؤ کوئی دیکھ لے گا پکڑ لے گا"۔ مصیبت کے مارے بچے ذرا عقلمند ہی ہوتے ہیں وہ یوں بھی پڑھنے لکھنے کی شوقین تھی۔ باپ کی درد بھری داستان نے بچی پر جادو کا اثر کیا کل کا کام آج ختم کرنے کی کوشش میں لگی رہی۔ جدائی کی گھڑیاں گن گن کر کاٹنے لگی آخر وہ دن آیا کہ ایک ہمدرد عورت کی گودی میں پلی ہوئی ناشاد نامراد غمگین باپ کی غمگین بچی گریجویٹ ہوئی اور تعلیم سے فارغ ہوتے ہی نوکر اور تنخواہ کی پائی پائی جمع کرنی شروع کردی کسی طرح دس ہزار جمع ہوں تو میرے باپ کو آزادی مل جائے اور وہ چوروں کی طرح چھپ کر نہ پھرے۔ ہمت اور استقلال سے مشکل کام آسان ہوجاتے ہیں۔ پھر جب خالص محبت کی خاطر مصیبت اُٹھائی جائے تو اس جذبہ کے مقابلہ میں دس ہزار روپیہ کوئی بڑی رقم نہ تھی جو جمع نہ ہوئی۔ اگر انسان ہمت کرے تو کوئی کام مشکل نہیں۔ آزادی کی گھڑیاں قریب سے قریب تر ہوگئیں ارمانوں کے پورے ہونے کا دن اپنی چند ساعتیں گذار کر آرہا تھا کہ مردانہ مکان کے شمالی حصہ میں وہ پھر آخری بار اپنی بچی کو ایک نظر دیکھ لینے کی خاطر نہ جانے کس طرف سے آکر پڑا دم توڑ رہا تھا وہ صرف بچی کی خاطر آیا تھا۔ مصیبت کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔

میرے ناشاد نامراد باپ میں اس رقم کو تمہارے نام سے اچھے کام میں صرف کروں گی۔ اس سے تمہاری روح ضرور آزاد ہوگی۔ اب زندگی اور موت میں کافی فرق ہوچکا تھا۔

مس سعیدہ ضمیر الدین

کھانے کے اصول

غذا کے لئے پابندی وقت بہت ضروری ہے۔ بچوں کو تین تین گھنٹے کے بعد کھانا دیا جائے۔ اور جوانوں کو ساڑھے چار یا پانچ گھنٹے کے بعد کھانا مفید ہے۔ اس سے کم وقت میں کھانے سے معدہ کمزور ہو جاتا ہے۔ ہضم صحیح نہیں ہوتا۔ اور غذا مضر صحت ہو جاتی ہے۔ کمزور یا بیمار آدمیوں کو تین تین یا چار چار گھنٹے بعد تھوڑی تھوڑی مقدار میں ہلکی غذا کھانی چاہیئے۔ تاکہ آسانی سے ہضم ہو جائے بغیر بھوک کے ہرگز نہ کھانا چاہیئے۔ اور نہ فوراً دماغی اور جسمانی محنت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ایسی حالتوں میں خون میں مضر صحت اجزا پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور قلب ان کو دفع کرنے کی کوشش میں ہوتا ہے۔ اس وجہ سے معدہ غذا کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ اور نہ بھوک کھل کر لگتی ہے۔

سردی میں اس قسم کی غذا کھانی چاہیئے جس سے جسم میں حرارت اور قوت پیدا ہو۔ مٹھائی۔ نشاستہ دار چیزیں۔ انڈے مچھلی۔ گھی۔ مکھن۔ گوشت نسبتاً زیادہ کھائی جائیں۔ لیکن گرمی میں کم۔ گرمی میں قدرتاً بھوک کم لگتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گرم ہوا میں جسم کی گرمی کم نکلتی ہے۔ اس وجہ سے بدن کو جسمانی حرارت قائم رکھنے کے لئے کم ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا۔ اس موسم میں مرطوب پھل۔ اور ٹھنڈی چیزیں کھانی چاہیئیں۔ زیادہ ٹھنڈے پانی سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ اس کا اثر معدہ پر اچھا نہیں ہوتا برسات کے موسم میں اور خاص کر اس زمانہ میں جب آب و ہوا خراب ہو اور ہیضہ کا ہو۔ دونوں وقت کھانے میں پیاز سرکہ ضرور استعمال کیا جائے۔

سلفورک ایسڈ یا گندھک کے تیزاب کے چار قطرے پانی میں ملا کر پی لینے چاہیئیں۔ اس سے ہیضہ کے جراثیم بالکل مر جاتے ہیں۔ اور کھانا ہضم ہو جاتا ہے۔ ایک طریقہ پانی اُبال کر پینے کا بہت اچھا ہے اس سے بھی انسان خوب طاقتور رہتا ہے۔ صبح کا کھانا کھا کر آرام ضرور کرنا چاہیئے۔ شب کو کھانے کے بعد تھوڑی دور چہل قدمی ضروری ہے۔ تاکہ معدہ اچھی طرح کام کر سکے۔

جمیلہ بیگم جعفر سہسوان

تلاشِ سکون

میری آنکھیں اشک ریز رہتی ہیں۔ میرے دامن میں مایوسیوں کے پھول بھرے رہتے ہیں۔ میرا دل افسردہ، میری روح بے کیف و نیم مردہ ہے۔

اے سکون! میں نے تیری تلاش میں چپہ چپہ چھان مارا۔ لیکن آہ! میرا ہر سفر ناکام۔ میری ہر جستجو بے سود رہی۔ شگفتہ حسین پھولوں پر نظر ڈالتی ہوں۔ تو ان کی رعنائی اور خوشبو سے مست ہو کر خیال کرتی ہوں کہ سکون کا آشیانہ ان ہی دلفریب پھولوں میں ہے۔ لیکن میری اس غلط فہمی سے پھولوں کے نازک آئینہ سے دلوں کو ٹھیس لگتی ہے ان کو اذیت پہنچتی ہے۔ ان کی پنکھڑیاں بکھر جاتی ہیں۔ ...... میری سوگواریاں حرکت میں آجاتی ہیں۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کا طوفان امنڈ آتا ہے۔

جب دیکھتی ہوں کہ خوبصورت ندی۔۔ ایک دلفریب، دلکش اور جادو کشی دھن میں ایک ترانۂ مسرت الاپتی ہوئی بہتی چلی جا رہی ہے۔ کناروں پر شگفتہ پھولوں کا فرش سا بچھا ہے۔ اور پانی کی لہریں مصروف رہتی ہیں .... تو دل میں امید کا بجھتا ہوا دیا پھر ٹمٹما اٹھتا ہے۔ میں بیقرار ہو کر ندی سے تیری جائے قیام دریافت کرتی ہوں۔ تو پانی کی موجیں میری دیوانگی پر قہقہہ لگاتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔

خورشید فادر مشرق سے اپنی پوری شانِ رعنائی کے ساتھ نمودار ہوتا ہے۔ ہر شے میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ بلبلیں دلکش گیت الاپنے شروع کر دیتی ہیں۔ سنہری کرنیں رقص کرتی ہیں۔ تو پھول کھلکھلا کر ہنس پڑتے ہیں۔ میرا دل پے درپے ناکامیوں سے مایوس ہو چکا ہے۔ ایک دفعہ پھر اس میں امید کی چمک نظر آتی ہے۔ مگر وائے قسمت۔ تجھے طلوع آفتاب کے پُر کیف منظر میں بھی نہ پا سکی۔

جب میں عالمِ خواب میں خوبصورت پریوں کو دیکھتی ہوں۔ ان کے چہرے پھولوں کی طرح شگفتہ نظر آتے ہیں ... ان کے تاج ستاروں کی طرح جگمگاتے ہیں... ان کے لباس دھنک کے دلربا رنگوں سے کہیں زیادہ پیارے ہیں۔ اور جب وہ ناچتے ہوئے خوشبودار پھول بکھیرتی ہیں ...... تو یوں معلوم ہوتا ہے گویا کہ پھولوں کی بارش ہو رہی ہے۔

تو اے شیوس سکون! میں ان سے بھی یہی سوال کرتی ہوں۔ لیکن یہ دلفریب پریاں میرے اس جواب سے سراسیمہ ہو جاتی ہیں اور مجھ سے روٹھ جاتی ہیں۔ گھبرا کر آنکھیں کھولتی ہوں۔ تو کچھ بھی نہیں پاتی۔

اپنی تلخ ناکامیوں سے جب میں دل شکستہ ہو جاتی ہوں۔ مایوسی اور رنج کے مہیب بادل ہر چہار طرف چھا جاتے ہیں تو دل بے اختیار چلا اٹھتا ہے۔ بد سکون کا آشیانہ، دلفریب پھولوں کی نازک نازک پنکھڑیوں میں ہے نہ بہتی ہوئی دلآویز ندی کے پانی میں، طلوع آفتاب کے دلکش منظر میں بھی سکون کی جائے رہائش کا پتہ لگانا دشوار ہے۔ پگلی روح۔ تیرے قلب تیرے دماغ کو کسی صورت میں آرام نصیب ہو گا۔ اور اطمینان میسر ہو گا۔ جب تو اپنے ہی جیسے کسی بے کس انسان کی دلجوئی کرے۔

سرور جہاں آرا رعنا

میل جول

میری خوبصورت سہیلی مہ لقا ایک فلک بوس عمارت میں رہتی تھی۔اس کا مکان جنت نگاہ تھا۔اور وہ خود اس جنت کی حور۔اس کے والدین متمول تھے لیکن وہ اس معصوم کو عہد طفولیت میں یتیمی کی آغوش میں سونپ کر راہی ملک جاوداں ہو گئے تھے۔ وہ ایک نرس کے ہمراہ رہتی تھی۔ وہ خود مختار تھی اور ہر کام اپنی مرضی سے کرتی۔امیری اور آزادی کی آغوش میں پرورش پانے کے باوجود بھی وہ مغرور نہ تھی وہ اپنی خوبصورتی میں اپنی آپ نظیر تھی۔لیکن کسی پرانے شاعر کے خیال کے موافق اس کی کمر اور اس کا دہن غائب نہ تھا۔نہ اس قدر نازک تھی کہ ہوا سے اُڑ جاتی۔اور نہ اس قدر موٹی کہ موٹر اس کا وزن نہ سنبھال سکے۔اس نے یونیورسٹی سے اعلیٰ ڈگری حاصل کی تھی اور اب وہ ایک کامیاب وکیل تھی۔ وہ بڑی بڑی مجلسوں میں جاتی۔اور بڑے سے بڑے مجمع میں تقریر کرتے نہ گھبراتی۔

میرا غریب کدہ بھی ایک سڑک درمیان اس کے عالیشان محل کے سامنے تھا۔اور آج کل کے انجنیروں کی مہربانی سے ایسا بنا ہوا تھا کہ کوئی غریب اگر اپنی غربت کی پردہ پوشی کرنی بھی چاہے تو نہ کر سکے۔مہ لقا اپنے بالاخانے پر بیٹھ کر دیکھا کرتی کہ میں کس طرح کولھو کے بیل کی طرح دن بھر گھر کے کام دھندے میں مصروف رہتی ہوں۔میں ایک شوہر دار عورت تھی اور چار پانچ ننھے منے بچوں کی ماں بھی۔مجھ اکیلی جان کو بوجہ غربت ماں اور بیوی کے علاوہ باورچن اور درزن،ماما،آیا غرض سب ہی کے کام انجام دینے پڑتے تھے۔میں کپڑے بھی عموماً گھر میں دھویا کرتی۔کیونکہ اس سے دھلائی بچتی اور کپڑے نسبتاً کم خراب ہوتے اس کے دل میں میری طرف سے ایک جذبہ ہمدردی پیدا ہو چلا تھا وہ یہ بھی دیکھتی کہ طویل مدت سے میں کسی کے ہاں ملنے جُلنے بھی نہ گئی تھی۔

ایک دن دوپہر کو اس کی خادمہ آئی اور بولی"ہماری مس صاحبہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں" میں دل میں بیحد پریشان ہوئی مگر سنبھل کر بولی"جاؤ زہے نصیب کہ وہ غریب خانے پر تشریف لائیں"۔ ماما کے جانے کے بعد میں پریشان تھی کہ کیا کروں ایسی امیر خاتون اور میرے غریب خانے پر امیں اُس کے بیٹھنے کو اس کے حسب مرتبہ کرسی بھی پیش نہیں کر سکتی۔چار بجے اُس کا موٹر آ کر رکا۔وہ ایک خوش رنگ ساری میں ملبوس جوڑا باندھے جوڑے میں پھول لگائے سینٹ میں بسی ہینڈبیگ سنبھالے خراماں اندر داخل ہوئی۔اور مجھ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔میں شرم سے اُس سے آنکھ نہ ملا سکی۔بچوں کو تو خیر میں پہلے ہی ان کے باپ کے ہمراہ روانہ کر چکی تھی۔جیسے تیسے کرسی پیش کی۔اور اپنے گھر میں ڈھلی ہوئی ساری کو سمیٹ کر ایک طرف ہو بیٹھی۔اُس نے نہایت اخلاق سے گفتگو کی۔اور تھوڑی دیر کے بعد اجازت لے کر رخصت ہوئی۔اسی طرح وہ آتی رہتی۔یہاں تک کہ اب ہم بے تکلف سہیلیاں تھے۔میں یہ بھول گئی تھی کہ میں مفلس ہوں۔اور اس کو یہ احساس نہ تھا

کہ وہ ایک ذی مرتبہ رئیس زادی ہے۔

ایک دن باتوں باتوں میں میل جول کی بحث چھڑ گئی۔ مسز لقا بولیں "مدینہ کیسے افسوس کی بات ہے تم جیسی پڑھی لکھی خاتون اور یوں آدم بیزار۔ وہ تو میں ہی بےغیرت تھی جو آپ کے ہاں آئی۔ ورنہ بیگم صاحبہ تو کبھی بھول کر بھی بندی کے غریب خانے پر قدم رنجہ نہ فرماتیں۔ اور در اصل تم تک لانے کا باعث تمہاری آدم بیزاری ہی تھی۔ میں دیکھتی تھی کہ تم نہ کسی سے ملتی ہو نہ کوئی تمہارے ہاں زیادہ آتا جاتا ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں ضرور ملوں گی دیکھوں مجھ سے بھی ملتی ہیں یا نہیں۔ اور خدا جھوٹ نہ بلائے تو میں تمہارے ہاں ہزاروں مرتبہ آ چکی ہوں۔ مگر جناب میرے اصرار کے باوجود میرے ہاں کبھی نہیں آتیں۔ بسنو ملت سے انسان انسان بنتا ہے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا۔ بولنے چالنے کا طریقہ نشست و برخاست کے قواعد۔ طرح طرح فیشن غرض کیا کیا تعریف کروں۔ سب ہی کچھ انسان کو میسر ہو جاتا ہے۔ اور سو باتوں کی ایک بات تو یہ ہے وقت کتنا معلوم ہی نہیں ہوتا میں نے جو کچھ بھی سیکھا ہے یہ سب اسی میل ملاقات کا طفیل ہے۔ جرح کرتی ہوں تو جج صاحبان میرے ہی موافق فیصلہ کرتے ہیں۔ کہیں لیکچر دیتی ہوں تو وہ ہاتھ چیرز کے لئے اُٹھتے ہیں جو صرف کسی بڑے مقرر کے لئے ہی وقف ہوں۔ تم سمجھتی ہو کہ میں شیخی بگھارتی ہوں۔ نہیں یہ سب میں نے صرف اس لئے کہا کہ تم بھی کسی کلب کی ممبر ہو جاؤ۔ یہ آدم بیزاری چھوڑو۔ دیکھو کہ کیسی کیسی قابل خواتین ہیں۔ تم ان کی قابلیت سے فائدہ اٹھاؤ اور ان کو اپنی قابلیت سے فائدہ اُٹھانے دو مدینہ پیاری تم کافی قابل خاتون ہو۔ تم کو یوں گھر میں بند رہ کر اپنے جوہر کو غارت نہیں کرنا چاہیئے۔

میں خاموش بیٹھی اپنی خوبصورت اور قابل مقررہ کی تقریر سن رہی تھی۔ واقعی تقریر اس کی میرے دل میں اُترتی معلوم ہو رہی تھی ایک جذبہ گدگدا رہا تھا کہ کل ہی ممبر ہو کر اس کے ہاتھ پر بیعت کر لوں مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ غریبی کے خیال نے سب جوش ٹھنڈا کر دیا۔ آخر جب وہ خاموش ہوئی تو میں بولی۔

"سنو بہن تمہاری تقریر نہایت دل پذیر ہے۔ لیکن مجھے کچھ کہنا بھی ہے امید کہ تم ٹھنڈے دل سے سنو گی۔ بیشک یہ تمہارا ہماری احسان ہے کہ تم نے غریب خانے کو رونق بخشی۔ لیکن اپنے جانے کے متعلق میں عرض کر سکتی ہوں کہ میں وہاں جانے کے قابل نہیں۔ وہ تمہارا بیش قیمت فرنیچر اور یہ پرانی بدرنگ گھر کی دھلی ساری بھلا کہیں کمخواب میں ٹاٹ کا پیوند لگتا ہے۔ ہزار تم میری عزت کرو مگر تمہارے عزیز اور نوکر تو ضرور خندہ زیر لب کریں گے۔ اس لئے تصور معاف میں حاضر نہ ہو سکی اور میل ملاقات کے متعلق میرا بھی خیال ہے کہ انسان کو ضرور ملنا چاہیئے۔ لیکن بہن یہ سب امیروں کے لئے موزوں ہے ہمارے کلب اور ہماری سوسائٹی ہمارے اخلاق اور تعلیم کو نہیں صرف صرف ہماری بھڑکدار ساری کو دیکھتی ہے۔ بہن یہ بدرنگ ساری پہن کر کوئی عمدہ لیکچر دوں تو لوگ سننا بھی گوارا نہ کریں گے۔ خواتین کی قابلیت سے فائدہ اسی حالت میں اُٹھا سکتے ہیں جب اُن سے گفتگو کی جائے۔ جب کوئی غریبی کا پرسان حال نہ ہو تو کس سے کب فیض کیا جائے اور غریبوں کا وقت کتنا کیا اصل صبح سے شام تک میں بیل کی طرح کام کرتی ہوں بمشکل شام تک فراغت ہوتی ہے کلب وغیرہ میں اخراجات کی بھی ضرورت ہے اور اس کے لئے میرے بجٹ میں گنجائش نہیں۔" وہ میرے جوابات سے بہت افسردہ ہوئی اپنی ساریاں اور سواری پیش کرنا چاہی مگر یہ میری خودداری طبیعت نے گوارا نہ کیا۔ شکریہ سے سب واپس کر دیا۔ وہ اب بھی میرے ہاں آتی جاتی ہے مگر مجھے بلانے یا کلب کی شرکت پر اصرار نہیں کرتی۔

انیس فاطمہ خانم

سلام بنام خیر الانام

از محترمہ افسرالنسا بیگم صاحبہ حافظہ مقیم مدینہ منورہ

سلامٌ علیکم حبیبِ خدا — سلامٌ علیکم شہ دوسرا
سلامٌ علیکم اے پیارے نبیؐ — سلامٌ علیکم ہمارے نبیؐ
سلام علیکم شہ مرسلین — سلام علیکم اے ختم نبیین
مقدر نے میرے جگایا مجھے — خدا تیرے در پہ ہے لایا مجھے
وگرنہ مدینہ کہاں میں کہاں — یہ رحمت کی تیری ہیں نیرنگیاں
بہت دن سے دل میں تھی حسرت بھری — اس عاصی کی کی آپنے رہبری
خدا کا ہوا پہلے فضل و کرم — مدینہ کو پہونچی میں شاہِ امم
وہ مکہ کا جلوہ ۔ مدینہ کا نور — ان آنکھوں نے دیکھا ہوا دل مسرور
وہاں کی جدا اور ہی شان ہے — یہاں پر دل و جان قربان ہے
برستی ہے رحمت یہاں صبح شام — خدا بھیجتا ہے درود اور سلام
بس ایسی مقدس ہے یہ سرزمین — جگہ ایسی روئے زمین پر نہیں
یہ ارمان ہے دل میں اللہ سے — کہ مدفن ہمارا مدینہ بنے
طفیلِ محمدؐ علیؓ و فاطمہؓ — اس عاصی کا بالخیر ہو خاتمہ

خدایا بحق محمد رسول
دعا حافظہ کی تو کرلے قبول

مرسلہ ۔ بیگم عبدالرحمٰن خان

جوگی

وہ جوگی بنا تھا ۔ دنیا کو چھوڑنے کے لئے ۔ مگر چھوڑ نہ سکا ۔ وہ اب بھی اس دنیا دنیا میں رہتا ہے ۔ دنیا کو دیکھتا ہے ۔ دنیا سے لیتا ہے ۔ خوب یہ جوگ لیا ہے ۔ دیوانہ جوگی!

دنیا کو چھوڑ کر پھر دنیا سے مانگتا ہے ۔ کیونکہ اُس نے مانگنے کا بھیس بدلا ہے ۔ افسوس! خودداری و مشقت کا باعزت جامہ اتار پھینکا ۔ اور خدمتِ خلق سے منہ موڑا کم ہمت جوگی!

ماں ، باپ لاچار ہیں ۔ بیوی روتی ہے ۔ بچوں کو یتیم کرتا ہے ۔ بہن بھائی سرآہیں کھینچتے ہیں بے ترس ہے پاگل جوگی ۔

نفس پر جبر کیوں کرتا ہے ۔ خودی کی زندگی اس جوگ سے کہیں اعلیٰ ہے ۔ خود کرکے دکھا ۔ خدا کی رحمت کا شکر گذار ہو جوگی! پھر اس زندگی دنیا میں نہیں آنا ۔ جبکہ ہم سب کو ہی جانا ہے ۔ تو پھر جوگ کیسا ۔ مت بن جوگی ۔

ایس ۔ بی ۔ طاہرہ پشاور

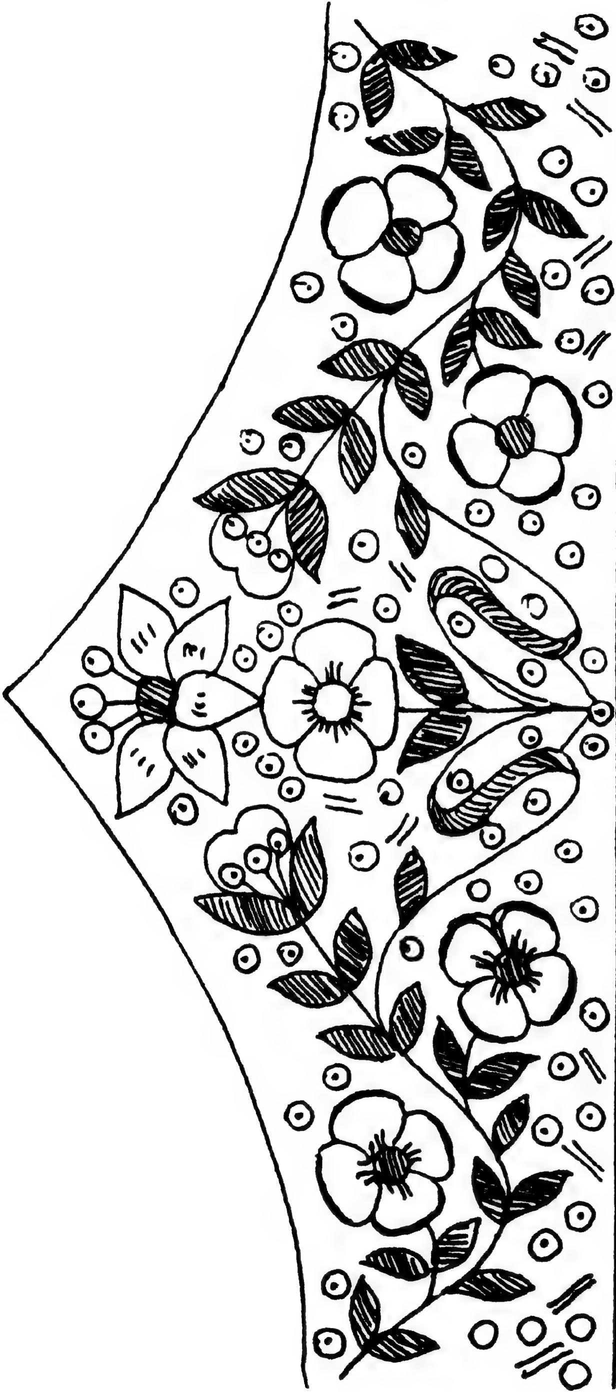
سلمہ اور موتی سے

گریبان

سلمہ کے ساتھ موتی کی باہمی ملاوٹ اور موزوں رنگ آمیزی
بلا مبالغہ جڑاؤ کاری سے کسی طرح کم نہیں۔ یہ گریبان
ململ بلاؤز وغیرہ پر بنایئے سلمہ سنہرا اور موتی پائدار
رنگین ہوں۔ پہلے میں سوئی میں دوہرا
دھاگا پرو کر حسب ضرورت پھر سلمہ
آہستہ آہستہ پرولیں۔ دوسری
سوئی میں دھاگا پرو کر سلمہ کی
ڈوری نقشہ پر رکھ کر میں
ٹانکے لگائیں گول نشان
پر ستارے ہونگے
اور سیاہ چھوٹے
نشانات پر
موتی جڑ
دیجئے

آنسہ سنجیدہ

دل فریب کف



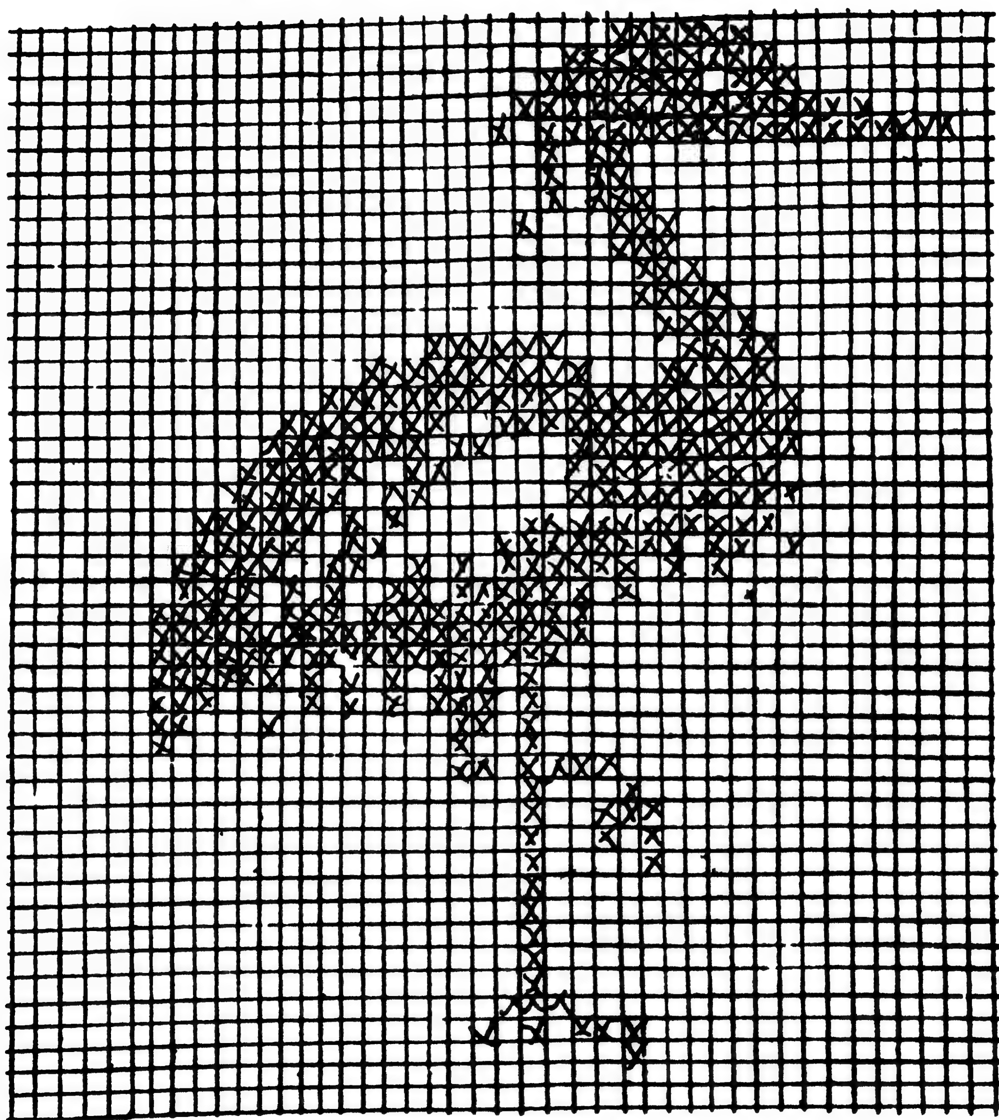
اشیاء ضروری - کاکڑی گجائی - سلمہ - ستارے - ہر ایک چیز بقدر ضرورت -

ترکیب - اول کاکڑی سے آڑی بنا لیجئے - زاں بعد پھول گجائی سے اور پتیاں سلمہ سے بھر دیجئے - مستاروں کی جگہ ستارے ٹانک دیجئے تیار ہونے پر نہایت دلفریب معلوم ہوگا -

آر - کے درخشاں

بجنور

کراس اسٹچ میں سارس



matty cloth پر اس کو بنائیں تمام جسم آسمانی رنگ کا- چونچ اور پیر سرخ- آنکھ سیاہ بہت خوشنما معلوم ہوگا-

ایچ احمدی بیگم مدرہ

خانہ داری

جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے

سر کی خشکی

بفہ (بالوں کی بھوسی) بہت تکلیف دہ چیز ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کھوپری خشک ہوگئی ہے اور اس کی غیر صحت بخش حالت بالوں کے خانوں کو قوت نہ دے سکنے کے باعث ان کے جھڑنے کا ذریعہ بن رہی ہے کیونکہ جڑیں برباد ہو جاتی ہیں۔ پیشانی میں کھرنڈ یا کھردرا پن پیدا ہو جاتا ہے جو جلد کی خوشنمائی کی بربادی کا باعث ہے بعض صورتوں میں بالوں میں خشکی کی نموداری ظاہر کرتی ہے کہ عام جسمانی صحت کچھ خراب ہو چلی ہے اور اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

خشکی کی صورت یہ ہے کہ سر میں کنگھی کرتے وقت چہرہ کے آگے ایک سفید کاغذ پھیلائیں سر جھکا کے کنگھی کریں اگر کاغذ پر چھلکے سے آکے گریں سمجھ لیں کہ سر میں بفہ ہے۔ خشک و چکنی بفہ کی پہچان یہ ہے کہ خشک بفہ بہت باریک ہوتی ہے اور عموماً بالوں کے سروں پر نظر آیا کرتی ہے۔ بال بھی خشک اور سخت ہو جاتے ہیں۔ چکنی بفہ کھوپری میں چپکی رہتی ہے۔

دونوں قسم کی بفہ کے لئے زیتون کا تیل اور مٹی کا تیل مساوی مقدار میں ملا کے ان میں ذرا سے پیاز کے عرق کا اضافہ کریں رات کے وقت سونے سے پہلے چندیا میں اسے خوب ملیں۔ صبح کو گرم پانی اور تارکول کے صابن سے بال خوب دھو ڈالیں۔

خشک بفہ کی صورت میں ایک ہفتہ تک ہر تیسری شب کو یہ عمل جاری رکھیں اور ہر وقفہ کی رات کو مندرجہ ذیل ذرا سا مرہم ملیں بائی کاربونیٹ آف سوڈا ۱۰ گرین۔ خالص گندھک precipitated Sulphur نصف اونس۔ گلاب کا پانی (روز واٹر) ایک اونس۔ آئیل آئرن پٹرولیم دو اونس۔ سفید موم نصف اونس۔

پھر دو تین ماہ تک ہر تیسری رات کو تھوڑا سا مرہم سر میں ملتے رہیں اور ہر تین ہفتہ میں ایک دفعہ بال دھوئیں۔

چکنی بفہ کے لئے تیل تو اسی طرح لگائیں جس طرح خشک بفہ کے لئے لگایا تھا البتہ مرہم کی جگہ یہ لوشن استعمال کریں بیسکوئی کاربونیٹ آف امونیا sesquicarbonate of ammonia نصف اونس۔ یوڈی کولون چار اونس۔ بے رم Bay rum چھ اونس۔ آئل آف روزمیری oil of rosemary دس قطرے۔

مندرجہ بالا علاجوں کے علاوہ باقاعدہ محض انگلیوں سے سر میں مالش کرتے رہیں اور سخت بالوں کا برش پھیرتے رہیں اور روزانہ کھلی ہوا میں کوئی صحت بخش ورزش کر لیا کریں۔

ٹماٹر سے نکھار

آج کل سنگھار ایک مہنگا کام ہے۔ پہلے زمانہ میں چند باتیں مقرر تھیں۔ ان کے کرتے رہنے سے ہر عورت ہر وقت خوبصورت رہ سکتی تھی۔ اب لوگ یہ جانتے ہوئے بھی کہ جو کچھ نمایاں نظر آ رہا ہے سب بناوٹ ہے اسی فکر میں رہتے ہیں کہ اس سے بہتر کر کے دکھایا جائے۔ اصلیت کو سب نے بھلا دیا ہے۔ اس تگ و دو کا نتیجہ یہ ہے کہ بازار میں طرح طرح کی سنگھار کی چیزیں بکتی ہیں جو خاصی مہنگی ہیں۔ ایک بال بچہ دار بیوی کو جو گھر کا کام کاج اپنے ہی ہاتھ سے کرتی ہو اُسے مہنگے سنگھار کی کہاں توفیق۔ لیکن اسے دل میلا کرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔ اگر وہ اپنے باورچی خانہ کی چیزوں پر نظر ڈالے تو ان میں ہی بعض چیزیں ایسی نظر آ جائیں گی جو کم خرچ بالا نشین سنگھاری نتائج بہترین پیدا کرتی ہیں۔ مثلاً دودھ۔ لیموں ککڑی اور ٹماٹر۔ اور ٹماٹر ان سب میں بہتر چیز ہے۔

اپنا چہرہ پہلے خوب صاف کریں۔ کوئی ہلکا سا صابن اور شیر گرم پانی یا کوئی صاف کرنے والی کریم استعمال کریں۔ ایک ٹماٹر کو بیچ میں سے کاٹ کے دو ٹکڑے کر دیں۔ اور آدھا ٹکڑا چہرہ گردن اور ہاتھوں پر ملیں۔ پانچ منٹ کے توقف کے بعد جب رس خشک ہو جائے صابن اور ٹھنڈے پانی سے دھو ڈالیں اگر جلد بہت خشک معلوم ہو تو تھوڑی سی کولڈ کریم لگائیں۔

غراغرے اور نسوار زکام اور سردی کے درد سر کا موسم آیا اور غراغرے اور نسواریں شروع ہو گئیں۔ ان میں دو مرتبہ گرم پانی کے بھرے گلاس میں نمک کی ذرا سی چٹکی ملا کے اس سے غراغرہ کرنا واقعی مفید ہے۔ اس سے گلا صاف ہو جاتا ہے اور کسی قسم کی چڑچڑاہٹ نہیں ہوتی اور نہ پٹھوں کے خانوں کو نقصان پہنچتا ہے مصیبت اُس وقت شروع ہوتی ہے جب اس زمانہ کی تیز دوائیاں گلے میں لگائی جائیں۔ آج کل یہ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ جس قدر تیز دوا ہو گی اسی قدر جلد آرام ہو گا منہ میں قدرت نے رال ایک ایسی چیز رکھی ہے جو ہاضمہ کے لئے مفید ہونے کے علاوہ جراثیم کش بھی ہے۔ چند جراثیم کے مارنے کے شوق میں تیز دوا لگانے سے یہ جراثیم تو ضرور ہلاک ہو جاتے ہیں لیکن منہ اور گلے کی جھلی کے نازک خانے برباد ہو جاتے ہیں۔ ایسی تیز ادویہ کو استعمال تنفس کی نالیوں کی نازک جھلی کو ناکارہ کر دیتا ہے جس سے قدرتی ذرائع دُور ہو جانے کی وجہ سے جراثیم پیدا ہونے کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے ایسی ادویہ ہرگز استعمال نہ کی جائیں۔ محض طبی ہدایت کے مطابق کبھی کبھی ایسی ادویہ کو ہلکا کر کے لگایا جایا کرے۔ اسی طرح ناک میں دوا چڑھائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر بھی اس کی ہدایت کرے تو مجبوری ہے ورنہ از خود سردی کے درد سر اور ناک بہنے میں اسپر عمل نہ کیا جائے۔ تیز دوا ناک میں لگانے سے ناک کی جھلی پر بُرا اثر پڑتا ہے جس سے درمیانی کان کے خراب ہو جانے کا خوف ہے۔ ناک کے بال غبار کے ذروں اور جراثیم کے روکنے کا قدرتی ذریعہ ہیں جن کی ناکوں میں بالکل نہ ہوں یا بہت کم ہوں اُنہیں نتھنوں میں تھوڑی سی ویسلین جس میں منتھول menthol ملا ہو روزانہ چپڑ لینا چاہیئے اس سے بال بہت ممکن ہے اُگ آئیں۔

رنگ اور کپڑے سانولی عورت کے لئے نیلا رنگ ناموزوں ہے کیونکہ اس رنگ کا عکس نارنجی ہوتا ہے اس سے جلد کا سانولا پن سیاہی کی طرف مائل ہو جاتا ہے یعنی سانولے پن کی خوبی جاتی رہتی ہے اور رنگ میں سیاہی کا غلبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ البتہ چہرہ پر نیلے رنگ کی جالی کا نقاب ڈالنے سے ہر رنگ کی جلد پر تیز روشنی کا بُرا اثر نہیں پڑنے پاتا۔ جیسے نیلا چشمہ آنکھوں کو سورج کی چمک سے بچاتا ہے۔ ہلکا سبز رنگ سنہری رنگ کے سُرخ اثر کو تیز کرتا ہے اور اس میں آب پیدا کرتا ہے۔ اگر گورے رنگ میں زردی کا غلبہ ہو تو یہ ہلکا سبز رنگ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ رنگ میں گلابیت نمودار کرتا ہے۔ اگر ایسی گوری عورت کے بال سنہری ہوں تو آسمانی نیلا اور اسی طرز کے رنگ بہت مناسب بیٹھتے ہیں۔ کیونکہ بال کے رنگ کی امداد کر کے چہرہ کی رونق بڑھاتے ہیں۔ سیاہ بال اور پکے رنگ کی جلد پر سُرخ زرد اور نارنجی رنگ کا کپڑا زیب دے جاتا ہے۔ بنفشئی رنگ ناموزوں ہے۔ زرد رنگ کی عورت اس رنگ کے کپڑے میں نہایت ہی بھونڈی معلوم ہو گی۔ یہ رنگ جلد کی زردی کو بڑھا کے دکھانے لگتا ہے۔

غسل سے رعنائی غسل سے جسم کا میل ہی دُور نہیں ہوتا بلکہ اس سے جلد کی خوشنمائی بڑھتی ہے جس کے لئے غسل نہایت ضروری چیز ہے۔ صحت قائم ہے تو حسن بھی باقی رہتا ہے ورنہ صحت کی خرابی حسن کی بیخ کنی کر دیتا ہے غسل کا پانی جسم کے خون کے درجۂ حرارت کے برابر گرم ہونا چاہیئے۔ نہانے کا کمرہ ہوا دار لیکن گرم ہونا چاہیئے۔ پانی ملائم ہو یا اُسے نوشادر، سہاگہ، بھوسی، میدہ یا اسی قسم کی موزوں چیز سے ملائم کر لیا جائے۔ ہندوستانی عورت کی جلد کے لئے سرسوں کی کھلی سے بہتر کوئی

چیز نہیں۔ اس سے جلد میں نرمی آتی ہے اور چکنائی پیدا ہونے سے ایک دلفریب نمود ار ہو جاتی ہے میل تو فوراً ہی دور ہو جاتا ہے لیکن جو اسے دقیانوسی طرز سمجھیں وہ کوئی اچھا صابن استعمال کریں جو جلد کے لئے مضر نہ ہو بلکہ اسے چکنا ملائم اور صاف کرنے والا ہو نہانے کے بعد تولیہ سے جسم خوب خشک کر لیا جائے اور فوراً کپڑے پہن لینے چاہئیں تاکہ ہوا لگنے سے زکام نہ ہو جائے۔ حمام کے غسل محض طبی ہدایات کے ماتحت کئے جائیں۔

سفید روئیں دار تولیہ کی قسم کا کپڑا لے کے ۴ × ۶ انچہ تھیلیاں بنائی جائیں جن کا ایک سرا کھلا رکھا جائے مندرجہ ذیل مرکب تیار کر لیا جائے اور اس سے انہیں اس طرح بھر لیا جائے کہ اگر تھیلیہ ہتھیلی پر رکھی جائے تو وہ نصف انچ موٹی ہوں۔ سہاگہ کا سفوف چار چمچے۔ اورس رُوٹ کا سفوف تین چمچے۔ کوئی عمدہ صابن جیسے پیر سوپ باریک چھیل کے چار چمچے عمدہ تازہ آٹا چار بڑی چار کی پیالیاں آئل آف لیونڈر دس قطرے۔ تھیلیاں سی لی جائیں۔ صبح کو ایک تھیلیہ غسل کے پانی میں دس منٹ کے لئے ڈال دیں۔ پانی جسم پر ڈال ڈال کے خوب ملیں۔ حتے کہ سارا جسم جھاگوں سے بھر جائے۔ اب حسب معمول غسل سے فارغ ہوں۔ اور آخری پانی سے جسم بالکل صاف کر لیں۔

جن کی جلد زرد اور بے رونق رہتی ہو بارش کا پانی نیم گرم کر کے نہائیں۔ اگر یہ نہ ملے تو پانی میں سہاگہ ملا لیں۔ یہ لوشن بھی تیار کر لیں روز واٹر چار اونس میں ایک اونس گلیسرین ایک چمچہ پسا ہوا سہاگہ ایک اونس الکحل ایک اونس ٹنکچر آف بنزوئن ملا لیں۔ یہ مرکب کسی شیشی میں ہفتہ بھر تک پڑا رہنے دیں۔ وقتاً فوقتاً اسے ہلا لیں تاکہ اجزا خوب مل جائیں۔ بعد میں اس میں سے دو اونس پانی میں ملا لیا کریں۔

سمندر کے پانی میں غسل کرنے سے طبیعت میں بڑی فرحت پیدا ہوتی ہے۔ اندرون ملک کے باشندے دوا فروش سے سمندر کا نمک چند ٹکوں میں خرید سکتے ہیں۔ پانی میں اس کی ایک پیالی ملا کے نہائیں۔

خانگی ٹوٹکے

چوہوں کو پودینہ کی خوشبو پسند نہیں ان کے بلوں کے مونہوں پر پیپرمنٹ چھڑک دیں۔ بھاگ جائیں گے۔

کوئلوں پر شورا حسب ضرورت بڑا چمچہ یا کم چھڑک دیں کوئلے دیر تک اور زیادہ دیر تک جلیں گے۔ شورہ کی جگہ کھانے کا نمک بھی یہی کام دے جاتا ہے۔

اگر نکسیر بند نہ ہوتی ہو تو جبڑوں کو اس طرح ہلائیں گویا کھانا چبایا جا رہا ہے نکسیر بند ہو جائے گی۔

اگر کپڑا ہاتھ سے چُننا چاہیں تو اُسے مشین کے سینے کے پاؤں کے نیچے رکھ دیں۔ سوئی میں تاگہ نہ ڈالیں۔ مشین چلا دیں۔ اس سے کپڑے پر ایک سیدھی لکیر میں سوراخ ہو جائیں گے۔ اب ان سوراخوں پر حسب منشا کام کریں۔ اس طرح ہموار چنت بھی حاصل ہو جائے گی۔

شیشہ کی اشیاء دھوتے وقت پانی میں تھوڑا سا کلپ (شارج) ملا لیں۔ اس سے میل کچیل جاتا رہتا ہے اور دیر پا جلا بھی آ جاتی ہے۔

پیاز کا چھیلنا قیامت ہے۔ ہاتھوں اور چاقو میں ایسی بُو سماتی ہے کہ مشکل سے ہی جاتی ہے اور جس چیز کو یہ لگ جائیں۔ یہ بو اس سے بھی جا پہنچتی ہے۔ اس سے چھٹکارہ حاصل کرنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ ہاتھوں اور چاقو پر خشک رائی مل دیں۔

لنولیم یا روغنی کپڑا ایسے پانی سے دھوئیں جس میں ذرا سی بُورا ملا لی جائے۔ بڑی چمک جلا آ جائے گی +

محمد ظفر

اتفاقی حادثوں کے فوری علاج

اگر اتفاقیہ کبھی کسی فرد یا کھانا پکانے والی ناتجربہ کار خاتون کے ہاتھ پاؤں یا کسی دیگر اعضا کو خدانخواستہ آگ کا ضرر پہنچ جائے تو اس وقت کا درد و کرب مریض کی بے چینی و بیقراری میں بتدریج اضافہ کر کے سراسیمگی و پریشانی میں ڈال دیتا ہے۔ ایسے حادثے کی اذیت کے وقت جلن اور ٹیس سے مریض کو نجات دلانے اور تسکین پہنچانے کے لئے اگر تیماردار کو کوئی بھی تدبیر معلوم نہ ہو اور ڈاکٹری مدد بھی بروقت نہ مل سکے تو مریض بیچارا سخت کلفت میں مبتلا ہو کر تڑپنے لگتا ہے۔

ایسے مواقع کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر جلن سے تڑپتے ہوئے مریض کو فوری تسکین بخشنے کے تیر بہدف ثابت ہوتی ہیں۔ اگر پھلکا یعنی چپاتی پکاتے وقت ناتجربہ کاری کے باعث ہاتھ سینکتے ہوئے پھلکے کی بھاپ لگ جائے تو سخت اذیت ہوتی ہے۔ اس جلن سے فوری نجات پانے کے لئے ہاتھ کو اسی وقت آگ کے سامنے کر کے خوب تاپنا چاہیئے۔ گو آگ کی سینک سے پیشتر جلی ہوئی جگہ تکلیف محسوس کرتی ہے لیکن جونہی آگ سے ہاتھ ہٹاؤ جلن بالکل مفقود ہوگی اور پیشتر جلی ہوئی جگہ فوری افاقہ حاصل کرے گی۔

اگر دہکتا ہوا کوئلہ گر کر کوئی عضو جل جائے تو فوراً تیل ناریل موجود ہو تو ماؤف جگہ چپڑ دو آبلہ بالکل نہیں پڑے گا اور درد و تکلیف کو فوری سکون حاصل ہوگا۔

اگر تیل ناریل موجود نہ ہو تو کچا آلو پیس کر ماؤف جگہ لیپ کر دیں یہ بھی درد و تکلیف کو فوری آرام دے گا اور آبلہ بھی نہ پڑنے پائے گا۔

اگر خدانخواستہ چائے یا گرم پانی کسی عضو پر پڑ جائے تو کیرن آئل جس کا نسخہ میں پیشتر مضمون عنوان بالا کے تحت میں عصمت کے سن گذشتہ کے کسی پرچہ میں لکھ چکی ہوں۔ فوراً ماؤف مقام پر ڈال دیں "کیرن آئل" اگر آپ نہ بنا سکیں تو گھر میں ہمیشہ رکھنے کے لئے گلشن سٹور کیھور تھلہ سے تیار شدہ منگوا سکتی ہیں۔ اس کے لگانے سے خواہ کیسا ہی جلا ہوا مقام ہو چمڑا علیحدہ ہو گیا ہو تو اس کی فوراً تسکین کرے گا۔ درد و ٹیس سے نجات دلانے اور جلد کو سکون پہنچانے کے لئے تیر بہدف ثابت ہوگا اگر کوئلے کے علاوہ صرف شعلے سے کوئی عضو جلا ہو تو دوات کی بلیک سیاہی جلن کی تکلیف کے فوری تدارک کے لئے مفید ثابت ہوتی ہے۔

بد احتیاطی سے پاؤں کی ایڑی دہکتے ہوئے کوئلے پر پڑ جائے تو جلن اور ٹیس وبال جان ہو جاتی ہے اور تڑپا دیتی ہے۔ ایسی حالت میں فوراً کیچڑ میں پاؤں رکھ دینا چاہیئے جلن کو فوری تسکین ہوگی اور ٹھنڈک پڑ جائے گی علاوہ ازیں "اکسیر امرت" (تیار کردہ گلشن سٹور کیھور تھلہ) کا استعمال ہر قسم کی آگ مثلاً کوئلہ۔ سگرٹ۔ دیاسلائی۔ آتش بازی۔ گرم چیز کی بھاپ وغیرہ سے جلے ہوئے مقام کی جلن اور ٹیس کی ناقابل برداشت اذیت سے فوری تسکین پہنچانے کے لئے اکسیر ثابت ہوا ہے اتفاقی حادثوں میں تکالیف کے فوری تدارک کے لئے ہمیشہ مذکورہ بالا اشیاء گھروں میں موجود رکھنی چاہئیں اور ایسی چیزوں کو خانہ داری کا ایک جزو سمجھنا چاہیئے۔

گ۔ ق۔ کپور تھلہ

سیر بین

بچوں کا کاروبار

کناڈا (امریکہ) کے ایک صوبہ کا نام اونٹیریو ہے۔ وہاں جھیل کے کنارے ایک مقام کلنڈر پر پانچ توام بچے رہتے ہیں جن کو دیکھنے کے لئے ایک دنیا چلی آتی ہے۔ ۱۹۳۵ء میں پانچ لاکھ سے زیادہ امریکی لوگ ان بچوں کو دیکھنے کو وہاں گئے۔ تین تین سو میل کا فاصلہ اس تماشہ کے دیکھنے میں حائل نہیں ہو سکا۔ خیال کیا جا سکتا ہے کہ ان پانچ لاکھ تماشائیوں کے آنے جانے میں کیا کچھ خرچ ہوا ہوگا۔ اس جگہ چند آڑیں بنادی گئی ہیں جہاں سے لوگ ان بچوں کو ایسے وقت دیکھ سکتے ہیں کہ جب انہیں ورزش کرانے اور کھلانے کے لئے میدان میں لایا جاتا ہے۔ بچوں کی نظر ان لوگوں پر نہیں پڑتی۔ ان بچوں کے دیکھنے پر کوئی ٹکٹ نہیں لگایا گیا۔ البتہ ان کے باپ نے کھانے پینے کی چیزوں کی ایک دکان لگا رکھی ہے۔ آنے والے سب مجبوراً اپنی ضروریات یہیں سے خریدتے ہیں کیونکہ کلنڈر ایک غیر معروف گاؤں ہے جو جنگل بیابان میں واقع ہے۔ جب یہ پانچ بچیاں ہوئی تھیں باپ نے غم میں کہا تھا کہ کاش کوئی گولی سے مجھے مار ڈالتا۔ اب یہی شخص ان بچیوں کے دیکھنے والوں کی بدولت ایک مشہور آدمی ہو گیا ہے اور روپیہ پیسہ کی بھی کمی نہیں رہی۔ چونکہ ان کے دیکھنے پر کوئی ٹکٹ نہیں ہے اس لئے جس روز موسم اچھا نہیں ہوتا ان کو میدان میں نہیں نکالا جاتا خواہ تماشائی کہیں سے آئے ہوں اور کتنے ہی ہوں۔ انہیں مجبوراً وہاں مکانات میں ٹھیرنا پڑتا ہے جو اسی غرض کے لئے بنوا دئے گئے ہیں اور کسی سے کوئی کرایہ نہیں لیا جاتا۔ اس صوبہ کی حکومت نے ان کی پرورش اپنے ذمہ لے لی ہے اور سارا ملک ان کے لئے تحفے بھیجتا رہتا ہے۔

ان بچیوں کو گرمیوں میں گھنٹہ بھر کے لئے صبح اور تیسرے پہر کے وقت اور سردیوں میں آدھ گھنٹے کے لئے تماشہ گاہ میں کھیلنے کے لئے لے جایا جاتا ہے۔ یہ اپنی گڑیوں سے کھیلتی ہیں۔ اور دوسرے کھیلوں میں بھی لگی رہتی ہیں۔

جرمنی کی عورتیں

دنیا میں یہ غلط خیال پھیلا ہوا ہے کہ جرمنی کی عورتیں اب غلامانہ زندگی بسر کرتی ہیں۔ بلکہ وہ پہلے کی طرح آزاد ہیں۔ البتہ انہوں نے یہ محسوس کر لیا ہے کہ ملک کی خدمت بخوبی اسی طرح ہو سکتی ہے کہ عورتیں اپنے فرائض منصبی جو قدرت نے اُن کے لئے مخصوص کر دیئے ہیں خوش اسلوبی سے انجام دیں۔ قوم کو اس بات کا یقین ہونا چاہیئے کہ عورتیں اس کے لئے صحت بخش اور آرام دہ خانہ داری مہیا کر سکتی ہیں۔ اس کے لئے انہوں نے قومی ماؤں کی تحریک جاری کی ہے۔ ہر شہر میں مدرسے قائم کر دئے گئے ہیں جن میں ہر اٹھارہ سال سے زائد عمر کی عورت کو حاضر ہونا پڑتا ہے۔ گاؤں میں معلمات بھیجی جاتی ہیں جو ہر گاؤں میں چند ہفتے ٹھیر ٹھیر کے بچوں کی پرورش اور تعلیم اور امور خانہ داری پر جو ہر ایک ماں کا ایک گونہ فرض منصبی ہے ہدایات دیتی پھرتی ہیں۔ اس تربیت کے علاوہ خدمت گذاری کے ڈیرے بھی قائم کئے گئے ہیں۔ ۱۷ سے ۲۵ سال تک کی لڑکیاں اور عورتیں اس میں شامل ہیں یہ شرکت رضاکارانہ ہے البتہ یونیورسٹی کی طالبات کے لئے ضروری ہے کہ وہ داخلہ سے پہلے یہ ثابت کریں کہ انہوں نے ایسے ڈیروں میں چھ ماہ تک کام کیا ہے۔ اس ڈیرہ کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کو امداد باہمی اور ملکی خدمت سکھائی جائے۔ ڈیرہ کی عورتوں کو تمدنی مسائل اور ضروریات سے بخوبی واقفیت حاصل ہو جاتی ہے اور انہیں ان سے دلچسپی پیدا ہو کے ان کے دل میں ملکی تکالیف دور کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس خدمت کے زمانہ میں ان عورتوں کو وہاں کی نو آباد کردہ زرعی بستیوں اور صنعتی شہروں کے غریب گھروں میں جا جا کے ان کی عورتوں کا عملی طور سے ہاتھ بٹانا پڑتا ہے۔ یہ عورتیں ان گھروں میں جا کے گھر والی عورتوں کا ہی کے ساتھ ساتھ مدد کرتی ہیں

اس طرح ان میں رفاقت پیدا ہوتی ہے اور کام میں دبی ہوئیوں کا بوجھ بھی ہلکا ہوجاتا ہے۔ ہر ٹیم میں تیس تیس عورتیں رہتی ہیں۔ ان میں ایک سرگروہ ہوتی ہیں جو اپنی ماتحتوں کے کام کاج کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ یہ لڑکیاں روزانہ چھ گھنٹے اس تمدنی خدمت کرتی ہیں۔ باقی وقت میں انہیں دوسری تربیت دی جاتی ہے۔ اور مختلف کھیل کھلائے جاتے ہیں۔

مزدور عورتوں کے فائدے کے لئے ایک جماعت قائم ہے جو کارخانوں کی مزدور عورتوں کی حالت دیکھتی پھرا کرتی ہے کہ کوئی بات ایسی تو نہیں جس سے ان کی صحت کو خطرہ ہو اور کوئی ایسا کام تو ان سے لیا جا رہا ہو جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو۔ انہیں اس کے متعلق کچھ اختیارات بھی دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ دھاتوں کے کارخانوں سے اس جماعت کی بدولت بیس فیصدی عورتیں بھاری کاموں سے ہٹا کے اسی تنخواہ پہ ہلکے کاموں پر لگائی جا سکی ہیں۔ مزدور ماؤں کو ۱۲ ہفتہ چھٹی دی جاتی ہے اور انہیں مزدوری برابر ملے جاتی ہے۔ طالبات بہت سی صورتوں میں بہت سی بچوں والی ماؤں کی جگہ کام کرآتی ہیں اور خود تو صرف ذرا سا جیب خرچ لے لیتی ہیں اور پوری مزدوری ان ماؤں کو دیدی جاتی ہے۔

جرمنی عورتوں کا کاروبار اور مطابع ریڈیو۔ اور فلم وغیرہ میں بھی کام کرتی ہیں۔ اقتصادیات۔ طبابت، تعلیم، کاموں میں بھی عورتیں برابر شریک ہیں۔ وہاں صرف یہ کیا گیا ہے یونیورسٹیوں میں صرف ان لڑکیوں کو داخل کیا جاتا ہے جو فی الواقع ان کے لئے موزوں ہوتی ہیں۔ اور ان کی ہر طرح حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اندھا دھند عورتوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ اس سے خانہ داری کو نقصان پہنچتا ہے اور تعلیم حاصل کرکے وہ ملک و قوم کے لئے کچھ فائدہ مند بھی ثابت نہیں ہوتیں۔

بڑھیا کی دیوانگی

لاس انگلز (کیلیفورنیہ امریکہ) میں ایک ۷۱ سالہ بڑھیا نے اپنے ۹۱ سالہ شوہر کا گلا اس وہم میں کاٹ ڈالا کہ وہ دوسری عورتوں کے پیچھے پھرتا رہا ہے۔ بعد میں اس نے ایک رسہ شہتیر میں لپیٹ کے خود پھانسی لے لی۔ اُسترا فرش پڑا تھا اور بڈھا ایک پرانی آرام کرسی میں مرا ملا۔ عورت نے چند خط چھوڑے تھے جن میں سے ایک میں لکھا تھا کہ ہماری شادی کو ۷۰ سال ہوئے۔ ۴۰ سال سے وہ ہر موقع پر جو اُسے ملا دوسری عورتوں کا پیچھا کرتا رہا۔

پڑوسیوں سے دوران تحقیقات میں معلوم ہوا کہ بہت سالوں سے بڈھا چلنے پھرنے سے بھی معذور تھا اور اس قدر از کار رفتہ ہو چکا تھا کہ بیوی ہی اس کی ڈاڑھی مونڈا کرتی تھی۔

فقیر کی دولتمندی

ویانا (آسٹریا) میں ایک شخص کارل کے رے سک اور اس کی بیوی کو دو اور تین ماہ بالترتیب کی سزا ملی ہے دونوں نے نہایت بے شرمی سے خیرات کے نام سے لوگوں میں لوٹ مچا رکھی تھی۔ دونوں ایک موٹر میں چلتے تھے جس کی قیمت ۲۴ ہزار روپیہ ہے۔ وہ موٹر شہر کے باہر ٹھیراتے تھے بیوی پھٹے پرانے کپڑے پہن کے شہر میں جاتی اور گھر گھر مانگتی پھرتی۔ ایک دن میں اُسے تیرہ روپیہ سے بیس روپیہ تک مل جاتے تھے۔ دوران مقدمہ میں معلوم ہوا کہ اُن کے پاس ایک کوٹھی بھی ہے جو تیرہ ہزار سوا تین سو روپیہ کی ہے اور ویانا میں ایک مکان ہے جس کی قیمت ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ ہے اور کچھ مال ہے جس کی تجارت سے تقریباً ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار آمدنی ہوجاتی ہے۔

چین کی نجات دہندہ عورت

چین میں پہلے بادشاہ حکمراں تھا جس کی حکومت خدا کی طرف سے سمجھی جاتی تھی۔ جب چین میں یورپ والوں اور جاپانیوں نے افراتفری مچا رکھی تھی وہاں کے باشندوں میں جمہوریت کی تحریک نمودار ہوکے زور پکڑتی گئی۔ اُس کا سرگروہ ڈاکٹر سن یٹ سن ایک عیسائی تھا۔ آخر ایک وقت ایسا آیا کہ اُنہوں نے شاہی حکومت کو برطرف کرکے جمہوریت قائم کردی جس کا صدر ڈاکٹر موصوف ہوا۔ اس سرگرمی کا مرکز سنگھائی تھا۔ وہاں ایک اور

عیسائی چارلس جونز شونگ رہتا تھا جس کے بہت سے بچے تھے۔ اُن میں ایک لڑکی تھی جو ۱۸۹۰ء پیدا ہوئی تھی۔ اُس کا نام چنگ لنگ ہے جس کے معنے خوش قسمتی کی عمر ہے۔ اس کے باپ نے اس لڑکی کو خوب پڑھایا اور بعد میں تکمیل تعلیم کے لئے ریاست ہائے متحدہ امریکہ بھیجا۔ وہاں وہ طالبات میں بڑی ہردلعزیز رہی اور چند سال کے بعد خوب لکھ پڑھ کے گھر واپس آئی۔ اس کے زمانہ میں یہ ڈاکٹر اور اس کے ۴ بھائی اس کے باپ کے گھر اکھٹے ہوکے شاہی حکومت کے خلاف منصوبے گانٹھا کرتے تھے۔ ڈاکٹر کی گود میں وہ کھیلی تھی۔ جب وہ امریکہ سے واپس آئی تو ڈاکٹر جاپان میں جلاوطن تھا اور یکوہامہ میں مقیم تھا۔ اب وہ بیس سالہ خوبصورت لڑکی تھی۔ وہ اس سے ملنے جاپان گئی۔ اور باوجودیکہ اس کی عمر ۲۳ سال اور ڈاکٹر کی ۴۹ سال تھی۔ اُس نے اس سے شادی کرنے کا ارادہ کرلیا۔ ڈاکٹر کی پہلی شادی ہوچکی تھی اور وہ اس سے علیحدہ ہوچکا تھا اسے اس کی رفاقت پسند آئی۔ وہ بدل وجان اس کی سرگرمیوں میں شریک ہوگئی باپ نے اس کے لئے اور رشتہ تجویز کر رکھا تھا۔ لیکن اُس نے نارضامندی ظاہر کرکے خود جاپان جاکے ڈاکٹر سے شادی کرلی۔ وہ ڈاکٹر کی سیاسی تکالیف و مصائب میں حق رفاقت ادا کرتی رہی۔ اُس نے عورتوں میں جابجا کے تقریریں کیں اور اُن کو جمہوریت کا طرفدار بنایا ان کے کاموں کے علاوہ اُس نے ذاتی علمی مطالعہ جاری رکھا اور سینکڑوں کتابیں پڑھ ڈالیں۔ یہ ذوق اس قدر بڑھا کہ اُس نے چینی رسالوں کو مضمون دینے شروع کردیئے لیکن تحریر کی بجائے اُس کی پُرفصاحت زبان نے زیادہ کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ گیارہ برس وہ اپنے شوہر کے ساتھ اسی طرح کام کرتی رہی۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۲۴ء کو وہ اپنے شوہر سمیت جاپان کی سیاحت کے بعد واپس آئی اور اب اس کا شوہر چین کا خودمختار صدر تھا۔ اس اثنا میں ڈاکٹر بیمار پڑا اور جانبر نہ ہوسکا۔ وہ ۱۲ مارچ ۱۹۲۵ء کو مرگیا۔ ڈاکٹر کے بعد اس کا دستِ راست چیانگ کائی شک صدر مقرر ہوا۔ کچھ عرصہ وہ ڈاکٹر کے اصولوں پر کام کرتا رہا۔ مگر بعد میں اُس نے اپنے ذاتی اقتدار پر ان کو قربان کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیگم سن یٹ سن اس سے ناخوش ہوکے گوشہ نشین ہوگئی۔ وہ ملک کی اب بھی خیرخواہ ہے۔ لیکن چیانگ کی پالیسی چین کو خارزار بنارہی ہے۔

وجے نگر جنوبی ہند میں ہندوؤں کی ایک بڑی سلطنت قائم تھی جو وجے نگر کے نام سے مشہور تھی۔ آج سے چار صدی پیشتر اُسے گولکنڈہ بیجاپور اور احمدنگر کے مسلمان بادشاہوں نے متحد ہوکے تلی کوٹ کی جنگ میں مغلوب کرلیا تھا۔ چونکہ ان سلطانوں کی رعایا میں بے شمار ہندو تھے اس لئے اُنہیں مطلق اس کا خیال نہیں آیا کہ وہ اس سلطنت کے مندروں کو خراب و خستہ کرتے۔ وہ مفتوح لشکر کے تعاقب میں اس قدر منہمک تھے کہ جب وہ وجے نگر واپس آئے تو اُنہوں نے دیکھا کہ اُن کی عدم موجودگی میں لبادی اور دیگر کنجر خانہ بدوش اقوام نے شہر کو لوٹ مار کے تباہ و برباد کردیا تھا اور خود مال غنیمت سے لدپھند کر جنگلوں کو چلی گئیں تھیں۔ اس امر کو پرتگالی سیاحوں نے اپنے سفرناموں میں لکھا ہے۔ وہاں کے مندروں کی مورتیاں اب عجائب خانوں میں موجود ہیں اور جو رہ گئیں وہ امتداد زمانہ سے ٹوٹ پھوٹ گئیں اور اب بھی جن کی تُوں موجود ہیں جس جگہ یہ شہر آباد تھا وہاں چاول کے کھیت اور باغ ہیں جنہیں نہر سیراب کرتی ہے اس علاقہ میں قلعہ اس کے محل اصطبل فیل خانہ وغیرہ کے کھنڈ نظر آتے ہیں۔ اس مقام کی آب و ہوا اس قدر خراب ہے کہ جو دو دن کے لئے بھی وہاں گیا اس کی تلی بڑھ گئی اور بدن میں کپکپی کا دورہ ساتھ لایا جو ساری عمر اس علاقہ کی سیاحت کی یادگار کے طور پر قائم رہ گیا۔ اسی وجہ سے یہ مقام غیرآباد ہوگیا۔ اور جو شہر آباد ہوا وہ اس مقام سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ انا گنڈی کا جاگیردار نظام حیدرآباد کے ماتحت ہے۔ اور راجہ وجے نگر کی نسل سے ہے۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ اس سلطنت کو مسلمانوں نے مغلوب ضرور کیا لیکن ان پر یہ بے بنیاد الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے اس علاقہ کو ویران کیا مندر مسمار کئے اور مورتیاں توڑ ڈالیں۔ اس سلطنت کی صد سالہ سالگرہ منائے جانے کی ہندوؤں نے بنا ڈالی ہے۔ چنانچہ بمبئی میں اس

سال اس کی چھٹی سالگرہ بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ ہندؤں کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی ہند میں ہندؤں کا ایک زبردست اتحاد قائم کرکے سلطنت وجے نگر کا احیا عمل میں لایا جائے۔

پھلجھڑیاں

نیوجرسی میں ایک شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ عدالت کے حکم کے مطابق اُسے زرِ مہر کے طور پر کچھ رقم دینی پڑی۔ بیوی نے سو پونڈ کا اس قدر تقاضہ کیا کہ اُسنے تنگ آکے یہ ترکیب سوچی کہ اخبار میں اپنے مرنے کی خبر چھپوا دی اور یہ بھی لکھوا دیا کہ فلاں جگہ اس کی نماز ہوگی۔ اُس نے اخبار والے کے پولیس میں رپٹ کی مگر اُسے بتایا گیا کہ یہ بجائے خود کوئی جرم نہیں ہوا۔

جاپان میں ایک شخص کا قد پانچ فٹ ایک انچ ہے مگر اس کی ڈاڑھی پانچ فٹ چھ انچ لمبی ہے۔ چلتے وقت وہ ڈاڑھی کا سرا ایک تھیلے میں رکھ کے ہاتھ میں تھیلا لٹکائے پھرتا ہے۔ اسے ملک کی طرف سے اس عجوبہ پر انعام دیا گیا ہے۔

آپ ربڑ کے چہرے ناک کان مل سکتے ہیں۔ جن کے چہرے کسی حادثہ سے بگڑ گئے ہوں وہ انہیں بآسانی استعمال کر سکتے ہیں۔ ان پر پوڈر لگایا جا سکتا ہے اور ناک حسب معمول سنکی جا سکتی ہے۔ ربڑ کا رنگ انسانی جلد کا سا ہے۔

نیویارک کے ایک مالی کو ایک بے کانٹے کا گلاب کا پودا ملا۔ وہ تین سال سے برابر اس کوشش میں تھا کہ گلاب بے کانٹے کے پیدا کیا جائے مگر اتفاقیہ یہ پیڑ مل گیا۔ اس کی سمجھ میں اب تک اس کی وجہ نہیں آئی۔

آسٹریلیا میں ایک ۱۰۳ سال کی بڑھیا اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ ہوائی جہاز میں اُڑی۔ اُس کے ۲ بچے اور ۱۰۰ بچوں کے بچے زندہ ہیں۔ وہ روزانہ میل دو میل پیدل چلتی ہے۔

پیرس میں ایک افسانہ نویس عورت کو اپنے کتے سے اِس قدر محبت تھی کہ وہ اُسے ساتھ سلاتی۔ اور روز صبح اسے پیار کرتی تھی۔ شوہر نے پہلے اس امر کو ناگواری سے کچھ عرصہ دیکھا۔ آخر جب نہ رہا گیا تو بیوی کو منع کیا مگر وہ باز نہ آئی۔ ایک روز اُس نے کتے کے لکڑی ماری جس سے وہ چلاتا ہوا بھاگ گیا۔ بیوی اس قدر ناراض ہوئی کہ عدالت میں طلاق کا دعویٰ کر دیا کہ مجھے کتے کی محبت ہے اور میرا خاوند اُس سے جلتا ہے۔ عدالت نے طلاق منظور کر لی۔

جنوبی امریکہ کا دریا اورنی نوکو کی لمبائی دو ہزار میل ہے اس میں ۴۳۶ معاون دریا اور دو ہزار چھوٹے دریا راستہ بھر میں ملتے جاتے ہیں۔

۱۷۹۸ء میں سلطان رُوم نے ایک تیر ۹۷۲ گز دور پھینکا تھا۔

بیرونس ڈی لاروش (فرانس) پہلی عورت ہے جس نے ۱۹۱۰ء میں ہوائی جہاز خود چلایا۔

افریقہ کے صحرائے اعظم میں ریت کی اوسط گہرائی بیس اور تیس فٹ کے درمیان ہے۔

لندن میں ہر سال لوگ گاڑیوں میں ۱۰۵۰۰ چیزیں بھول جاتے ہیں۔

دریائی گھوڑے کی کھال ڈیڑھ انچ موٹی ہوتی ہے۔

دنیا کی سب سے لمبی اور پرانی نہر چین میں ہے جو حضرت عیسیٰؑ سے پانچسو برس پہلے ہنگ چو اور پکین کے درمیان بنی۔ اس کی لمبائی ایک ہزار میل ہے۔

ویانا میں ہر کارل لنٹز نے اپنی ۲۰ سالہ خوبصورت بیوی پر طلاق کا دعویٰ اس بناء پر کیا ہے کہ وہ فٹ بال کھیلتی ہے اور خانہ داری کی طرف اسے ذرا دھیان نہیں۔ وہ راتوں کو بارہ بارہ بجے واپس آتی ہے اور مجھے کھانا پکانا گھر کا انتظام کرنا اور بچہ کی دیکھ بھال کرنا پڑتی ہے۔ اور گھر کی کل آمدنی وہ فٹ بال کے بوٹوں جانگیوں بنیانوں اور جرابوں پر خرچ کرتی ہے۔ بیوی نے کہا کہ خود ہی تو میاں نے اس کھیل کے لئے میری ہمت بڑھائی اور اب یہ کھیل میری روح ہے۔ مقدمہ چل رہا ہے۔ یہ عورت آسٹریا کی مشہور کھلاڑن ہے۔

محمد ظفر

عصمت کی ترقی اشاعت کی تجویز

عصمت کی ترقی اشاعت کے لئے غالباً دسمبر ۱۹۳۵ء میں منیجر صاحب نے ایک اعلان شائع کیا تھا کہ خواتین دفتر عصمت سے پرانے پرچے منگوا کر اپنے رشتہ داروں دوستوں کو بطور نمونہ تقسیم کریں۔ اس طرح بہت سے خریداروں کا اضافہ ممکن ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا گیا تھا کہ جو بہن سب سے زیادہ خریدار بنائیں گی انھیں دس روپے اور ان سے کم بنانے والی خاتون کو پانچ روپے اور کم از کم دو خریدار بنانے والیوں کو بھی بذریعہ قرعہ اندازی ایک انعام دیا جائے گا۔ لیکن شاید علامہ مرحوم کی وفات کے باعث یہ تجویز بروئے عمل نہ آسکی۔ میں اسوقت بھی اس تجویز کے متعلق ترمیم پیش کرنا چاہتی تھی۔ لیکن موقع نہ ملا۔ اب جنوری کے پرچہ میں دوبارہ اس اعلان کو دیکھ کر کہ ایک خریدار بنانے والوں کو ۱۹۳۱ء یا ۱۹۳۲ء کا سالگرہ نمبر انعام دیا جائے گا مجھے گذشتہ تجویز کا خیال آگیا۔ اور اب میں اس کو اپنی ترمیم کے ساتھ پھر تازہ کرنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ یہ تجویز ترقی اشاعت کے لئے بہت مفید اور موثر ہوگی۔ لیکن میری رائے میں بجائے سب سے زیادہ خریدار بنانے والی خاتون کو دس روپے اور اُن سے کم کو پانچ روپے پیش کرنے کے خریداروں اور انعام کی تعداد مقرر ہونی چاہئے اور انعام بھی بجائے نقد روپیوں کے کتب کی صورت میں ہو۔ جو مطبوعات عصمت ہوں۔ مثلاً تین خریدار بنانے والیوں کو ایک یا دو روپے کی کتابیں جو وہ مطبوعات عصمت میں سے منتخب کریں دی جائیں۔ اسی طرح تین یا چار روپے کی کتابیں پانچ خریدار بنانے والیوں کو دی جائیں۔ اس طرح ترقی اشاعت کا معقول امکان ہے۔ کیونکہ اگر انعام کا اعلان نہ ہوتا تو خیر کوئی خیال نہ ہوتا۔ لیکن جب اعلان ہو چکا ہے تو ہر ایک کو حصول کی خواہش ہوتی ہے۔ لیکن جب وہ سہل الحصول نہیں ہوتا تو کوشش کی ہمت ہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ ممکن ہے ایک خاتون پوری جدوجہد سے سات بنائے لیکن دوسری خاتون اس سے زیادہ بنا کر انعام حاصل کرلیں۔ اس لئے خریداروں کی تعداد اور انعام کا مقرر کر دینا بہتر ہوگا قرعہ اندازی بھی کچھ زیادہ مناسب طریقہ نہیں کیونکہ اس طرح لوگوں کو شکوک و شبہات کا موقع ملتا ہے۔ اس میں پرانی خریداروں کا جو حالات سے اچھی طرح واقف ہیں ذکر نہیں لیکن نئے خریدار اس قسم کے خیالات سے خالی نہیں ہو سکتے پھر اس قسم کے انعامات کوئی خاص مالی منفعت کے لئے تو نہیں ہوتے۔ یہ تو اعتراف خدمت اور شکر گذاری کا ایک ذریعہ ہیں اس طرح خواہ کتنی ہی قلیل رقم ہو ایک خاص اثر رکھتی ہے۔ اور حصول انعام کا خیال خواہ مخواہ کام میں ایک دلچسپی پیدا کر دیتا ہے۔ اگر منیجر صاحب کو بھی اس رائے سے اتفاق ہو تو میرے خیال میں فروری کے پرچہ میں اس کا اعلان کریں۔

دُردانہ (حیدرآباد دکن)

بزم عصمت

بہن بنت خان صاحب میاں نور الدین صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کے پاس جو صابن بچا ہوا ہے اس کو آپ کیمیکل ایگزامینر صاحب کے پاس بھجوا دیں وہ خود تبلا دیں گے کہ اس میں خنزیر کی چربی ہے یا نہیں اور کن کن اجزا سے وہ مرکب ہے اس سے بہتر طریقہ میرے ذہن میں تو نہیں آتا اور نہ غالباً کوئی اور بہن اس سے زیادہ بہتر اور یقینی طریقہ بتا سکیں گی۔

ارجمند بانو جعفری آگرہ

۱:- بیگم صاحبہ مظفر علی صاحب پٹنہ:- تخم پھٹکری ۶ ماشہ چترک ۶ ماشہ خوب کھرل کر کے روغن زیتون تین تولہ میں ملا کر ترتیب جہاں چھتے رفتہ بالوں کی جڑوں میں لگایا کریں۔ یہ سب دوا ایک ہی دفعہ میں نہ لگا لیں بلکہ اس وزن سے دوا تیار کر کے رکھ لیں اور بقدر ضرورت لے کر لگا لیا کریں اور روزانہ روغن چنبیلی سر میں ڈالیں اور ماش کی دال پانی میں پیس کر اس سے سر دھویا کریں۔ نیز یہ دوا استعمال کریں۔ بکری کا دودھ دس تولہ میں شربت عناب ۲ تولہ ملا کر صبح پی لیں۔ خبث الحدید مدبر بقدر نصف رتی لے کر جوارش جالینوس ۶ ماشہ میں ملا کر صبح کا کھانا کھانے کے بعد کھائیں اور اطریفل صغیر نو ماشہ رات کو سوتے وقت تازہ پانی سے کھائیں۔ دوائیں چالیس روز برابر کھائیں۔

۲:- بیگم صفت اللہ صاحب اور سیر امین آباد:- تعجب ہے کہ اس قدر مشہور مرض حکیموں اور ڈاکٹروں کی سمجھ میں نہیں آیا وہ غالباً معمولی فالج سمجھ کر اس کا علاج کرتے ہوں گے اسی لئے فائدہ نہیں ہوا۔ دراصل یہ مرض جب ٹائیفائڈ بخار کے بعد ہوتا ہے تو اس کا علاج معمولی علاج سے جداگانہ ہے۔ جو معالج اس رمز سے واقف نہیں ہے وہ اس کے علاج میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ آپ مندرجہ ذیل علاج شروع کیجئے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی۔ مگر استقلال شرط ہے۔ خمیرہ ابریشم حکیم ارشد والا تین ماشہ ہمراہ عرق شیر چار تولہ، عرق ماء الجبن ۴ تولہ شربت عناب ۲ تولہ صبح و شام پلائیں۔ فولاد سیال ۲ قطرہ اور سونا سیال ۲ قطرہ پانی میں ڈال کر کھانا کھانے کے بعد دونوں وقت پلائیں۔ روغن قسط اور روغن گندم دونوں ملا کر اس کی مالش پاؤں پر اور ریڑھ کی ہڈی پر روزانہ کیا کریں۔ علاج دو تین مہینے برابر جاری رکھیں۔ دوائیں ہندوستانی دواخانہ دہلی سے مل سکتی ہیں۔

خریدار نمبر ۵۶۹۴:- ماش کی دال پانی میں پیس کر اس سے سر دھوئیں۔ روغن چنبیلی بالوں میں لگایا کریں اور مغزیات کا حریرہ روزانہ پیا کریں۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں (مستند طبیہ کالج دہلی) بجادرہ

ایک بہن نمبر ۳۰۳۲ نے ہونٹ پر دوان نکل آنے کی شکایت کی ہے۔ وہ اپنا مفصل حال ایس بی بیگم صاحبہ کھرڑ ضلع انبالہ کو لکھیں۔

صغیر فاطمہ خریدار نمبر ۱۶۲۴

بہن حکیم پور کھیری کو معلوم ہو کہ جو حالت انھوں نے اپنی لکھی ہے یہی حالت جاڑوں میں ہماری بھی ہو جاتی تھی۔ یہ صابن میرا آزمودہ ہے اور اب تک میرے استعمال میں ہے۔ بوروتھا سوپ صبح اور تیسرے پہر اس صابن کو لگا کر صرف دو منٹ بعد منہ کو گرم یا ٹھنڈے پانی سے جو پسند کرتی ہوں دھو ڈالیں اور سوتے وقت کوئی چکنائی والی کریم منہ ہونٹ سب میں مل لیا کریں انشاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا نیز دو سال سے ہمیں دمہ کی شکایت ہے دورہ کے ساتھ دمہ اٹھتا ہے تو دو دو دن رہتا ہے۔ انجکشن سے بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ اگر کوئی بھائی یا بہن کسی دوا یا آزمودہ نسخہ سے آگاہ کریں تو نہایت ممنون ہونگی۔

مسز خواجہ محمد ابراہیم صاحب ڈپٹی کلکٹر جھرہ

مجھے بہت عمدہ بریانی کی ترکیب مطلوب ہے۔ عصمتی بہنوں سے التماس ہے کہ براہ مہربانی بریانی کی عمدہ ترکیب بذریعہ عصمت تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

بیگم نجم الحسن۔ تھانہ کسٹرلایہ

مجھے زکام بہت ہوتا ہے اور اس وجہ سے میں بہت دُبلی ہو گئی ہوں اور بے حد بری معلوم ہوتی ہوں کوئی بہن اپنی آزمودہ دوا ایسی بتائیں جس سے میرا جسم پھر اپنی اصلی

حالت پر آجائے۔ نیز کوئی بہن یہ بتا سکتی ہیں کہ آنکھوں کی پلکیں کس چیز سے لانبی ہوتی ہیں۔

صالحہ عزیز خریدار نمبر ۳۰۲ کلکتہ

دو سال ہوئے مجھے ماہ رمضان میں بخار آیا۔ بخار تو کچھ عرصہ کے بعد جاتا رہا لیکن اس وقت سے میرے دائیں کان میں ہر وقت ایسی آوازیں آیا کرتی ہیں جیسے کہ بہت سے جھینگر بول رہے ہیں۔ آدھ گھنٹہ تک مجھے بمشکل پڑھا جاتا ہے۔ بس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دماغ بالکل ماؤف ہوگیا ہے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ سر گھومنے لگتا ہے۔ کئی ڈاکٹروں سے رجوع کیا لیکن کوئی اس کا سبب نہیں بتاتا۔ میرے کان میں اکثر درد بھی رہتا ہے۔ کچھ روز تک بہا بھی۔ لیکن اب بالکل اپنی اصلی حالت پر ہے۔ لیکن یہ کان کی جھائیں جھائیں نہیں جاتی۔ ازراہ کرم بھائی ڈاکٹر ممتاز حسین صاحب یا کوئی اور بھائی یا بہن بذریعہ بزم عصمت مطلع فرمائیں کہ کیا وجہ ہے۔ نیز کوئی مفید نسخہ بھی تجویز فرمائیں۔ میں بہت پریشان ہوں تا زیست ممنون رہونگی۔

خریدار نمبر ۲۹۶۶

میری ایک عزیزہ کو کھانسی کی شکایت ہوگئی ہے خصوصاً جاڑوں میں یا کسی سرد چیز کے استعمال سے کھانسی زیادہ ہوتی ہے کھانسنے کے وقت حلق میں گدگداہٹ معلوم ہوتی ہے۔ براہ کرم محترمہ بہن بیگم حکیم محمد عزیز خاں صاحب جاودہ اس طرف توجہ فرمائیں

درشہوار خریدار نمبر ۴۲۹۴

Cutex Nail Polish بہت جلد جم کر گاڑھا ہوجاتا ہے اور استعمال کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ غالباً سال گذشتہ کے کسی پرچہ عصمت میں محترم بھائی مولوی محمد ظفر صاحب نے کوئی چیز لکھی تھی کہ اس کے چند قطرہ ڈالنے سے Nail Polish اصلی حالت پر آجاتا ہے۔ لیکن افسوس کہ میں نوٹ کرنا بھول گئی اور اب نوشتہ ڈھونڈے نہیں ملتا براہ مہربانی بھائی صاحب بذریعہ عصمت دوبارہ تحریر کریں یا اور کوئی عصمتی بھائی یا بہن مطلع فرما کر مشکور کریں۔

رقیہ خانم از کلکتہ

میری ایک عزیزہ کی بغل میں سے بدبودار پسینہ بہت نکلتا ہے۔ وہ روزانہ نہاتی اور کپڑے تبدیل کرتی ہیں۔ مگر بھی پسینہ کی بو نہیں جاتی۔ کوئی دردمند بہن و بھائی بذریعہ عصمت کسی ایسے نسخہ سے مطلع فرمائیں جس سے یا تو پسینہ بند ہوجائے۔ یا بدبو رفع ہوجائے عین نوازش ہوگی۔

خریدار نمبر ۵۶۴ - کلکتہ

سنہ ۳۱ء میں مجھے ہلکی ہلکی حرارت کی شکایت ہوگئی تھی۔ جو کہ برابر ڈیڑھ سال تک رہی اور یہ وقت میں نے ہسپتال میں گذارا۔ علاج کے دوران میں بجلی وغیرہ لگی جس کے باعث سر کے تمام بال اتر گئے ہیں۔ آنولوں سے سر دھویا۔ ماش کی دال اور برگ بیر اور کھلی سے سر دھویا۔ بہت قسم کے تیل لگائے عصمت تہذیب نسواں۔ سہیلی جیسے مشہور رسالوں میں گیسو دراز نور جہانی بھوپال کے تیل کی بے حد تعریف سنی وہ منگوایا لیکن اس سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ عصمت میں پڑھا تھا کیلے کا پانی لگانا بھی بہت فائدہ مند ہے۔ مگر مجھے اس سے بھی فائدہ نہیں ہوا۔ اگر کسی بہن کو بال لمبے کرنے کا کوئی آزمودہ نسخہ معلوم ہو تو بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں۔ میرے بالوں کی مندرجہ ذیل قسم ہے۔ سیدھے ہیں گھونگروالے نہیں باریک اور نرم ہیں۔ کافی سیاہ رنگ ہے۔ میرے عموماً پھٹ کر دو شاخ ہوگئے ہیں۔ کسی قیمتی صابن سے دھوتی نہیں۔ معمولی سن لائٹ صابن استعمال کرتی ہوں۔

ج۔ ب۔ شملہ

صفحہ ۱۵۳ پر محترمہ دردانہ حیدرآباد دکن کی جو تجویز شائع ہورہی ہے ہمیں اس سے اتفاق ہے اور ہم اپنے خیالات کا ماہ آیندہ کے پرچہ میں اظہار کریں گے۔ عصمتی بہنیں اپنے پرچہ کی توسیع اشاعت کی ابھی سے کوشش کریں۔

مینیجر

دوربین

سیاسی اُفق جاپان ہر طرف پھیلتا جا رہا ہے۔ فوجی قوت تو اس کی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ایک طرف روس پریشان ہے اور دوسری طرف انگریز بغلیں جھانک رہے ہیں۔ تجارت میں وہ یورپی ممالک سے بہت آگے بڑھ گیا ہے۔ اس نے سمندری جہاز اس قدر زیادہ کر لئے ہیں کہ جنگی کام سے بہت کچھ بچ گئے ہیں۔ بحری تجارت کے بادشاہ انگریزی کمپنی پی۔ اینڈ۔ او کے صدر نے اس کمپنی کے سالانہ اجلاس میں اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ جاپان کا تجارتی جہازوں کا بیڑا اس کی اقتصادی ضروریات سے بہت زیادہ ہے۔ لیکن اس پر بھی وہ اپنے جہاز بڑھائے چلا جا رہا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ ہندوستان کی تجارت پر اپنی گرفت مضبوط کرلے اور مشرقی بحری آمد و رفت کا دروازہ دوسروں کے لئے بالکل بند کر دے نتیجہ ابھی سے یہ ظاہر ہونا شروع ہو گیا ہے کہ برطانوی جہازوں کا کثیر حصہ مشرقی آمد و رفت سے بالکل بیدخل ہو گیا ہے۔ اور وہ زمانہ جلد آتا نظر آتا ہے کہ جب جاپان ان سمندروں پر بالکل چھا جائے۔ برطانیہ کو جلد متوجہ ہو کر جاپان سے اس بارہ میں عہدنامہ کرنا چاہئے۔ تاکہ برطانوی بحری تجارت تباہ نہ ہو جائے کیونکہ ان جہازوں کی آمد و شد پر ہی ہندوستانی کوئلوں کی تجارت اور یہاں کے ہزاروں مزدوروں کی جو ان جہازوں کے متعلق کام کرتے ہیں، روٹی کا انحصار ہے۔

اطالیہ نے ہر باشندہ کو قانوناً مجبور کر دیا ہے کہ اپنے گھر میں ہوائی جہاز کے حملہ سے بچنے کے لئے ایک پناہ کی جگہ تعمیر کرائے۔ جرمنی نے ہر ایسے آدمی کو جو جنگی خدمت سے معذور ہو حکم دیا ہے کہ جب حکم پہنچے وہ فوراً حکام کے پاس حاضر ہو۔ تاکہ اسے اس کے لائق کام دیا جا سکے۔ موٹر چلانے والے اور مستری وغیرہم کو بھی اسی طرح پابند کر لیا گیا ہے۔ اس طرح جنگی تیاری کا حکم ہوتے ہی ساری آبادی قومی خدمت کے علاوہ دیگر ضروری کاموں پر تعینات ہو گی۔ ہر ہٹلر چار سالہ اسکیم تیار کر رہا ہے جس میں وہ اس قدر تیاری کرے گا کہ کل مردانہ آبادی کے میدان جنگ میں مصروف ہو جانے کی صورت میں وہ سب مرد و عورت جو جنگی خدمت کے ناقابل ہوں مزدوروں اور کاریگروں کی جگہ کام کرنے لگیں گے۔ ان سب امور کی بنیاد کھلم کھلا جنگی ضرورت بیان کی جاتی ہے۔

جاپان نے چین سے جو ایک علاقہ چھین کے مانچوکو کے نام سے قائم کیا ہے اس میں پانچ لاکھ جاپانی نقل مکان کر کے آباد ہونے والے ہیں۔ فرانس اور انگلستان نے حبش میں سفارت خانوں کی جگہ قنصل خانے قائم کر دینے سے ایک طرح اطالیہ کی فتح کو تسلیم کر لیا ہے۔ بحیرہ روم کے متعلق اطالیہ اور انگلستان میں مفاہمت کی گفتگو ہوئی۔ کیونکہ یہ سمندر ایسا ہے کہ جس پہ انگلستان کی زندگی کا دارومدار ہے۔ بظاہر یہی کہا جا رہا ہے کہ گفتگو مصالحانہ تھی اور دونوں ملکوں میں صفائی ہو گئی اور ۲ جنوری کو عہدنامہ مرتب ہو گیا جس میں دونوں ملکوں کے بحیرۂ روم میں حقوق مشرح کر دئے گئے ہیں۔ فی الحال یہ جھگڑا بظاہر طے ہو گیا ہے۔

عورت کا ہوائی کارنامہ:۔ میرسیس بلز مشہور فرانسیسی عورت ایک جہاز میں ڈھائی سو اور تین سو میل ... بھی

دریائی رفتار سے جہاز چلا رہی تھی کہ اس کا جہاز ٹوٹ گیا اور اسے جان بچانے کے لئے چھتری کے ذریعہ کودنا پڑا۔ وہ ایک جھیل میں اپنے پاش پاش شدہ جہاز کے قریب ہی آکے گری۔ اور اس کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ پچھلے سال ایک عورت ہیلن بوشر متوفیہ نے ۲۰۷ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جہاز اڑا کے عورتوں کی جانب سے ایک کارنامہ قائم کیا تھا۔ اب یہ زخمی عورت اس رفتار سے بڑھ جانا چاہتی تھی۔ عورتوں کے کارناموں میں پچھلے سال ایک جین بیٹسن کی پرواز ہے جو لمپنے اور انگلینڈ کے درمیان ۱۴۱۰۰ میل کا فاصلہ ۱۱ دن ایک گھنٹہ ۲۵ منٹ میں طے کیا اور مسز مارکھم ایک سات سالہ بچے کی ماں ابنگڈم سے نواسکوشیا، ۲۰۳۰ میل ۲۴ گھنٹہ میں اڑ کے گئی۔ یہ بحر اقیانوس پر مشرق سے مغرب کو پہلی زنانہ پرواز تھی۔

بیوی کا حق مہر

دہلی میں عدالت سب جج درجہ اوّل سے ایک فیصلہ صادر ہوا ہے جس میں مدعیہ کو خاوند کے خلاف ۲۵ ہزار روپے زر مہر کی ڈگری ملی ہے۔ نکاح کے وقت سوا لاکھ روپیہ مہر مجل مقرر ہوا تھا مگر بیوی نے صرف پچیس ہزار روپے کا دعویٰ بصیغہ مفلسی دائر کیا۔ شوہر نے عذر کیا کہ مہر تو بے شک اتنا ہی مقرر ہوا مگر یہ محض نمائشی تھا مقصد ادائیگی کا نہ تھا اور میری طاقت اس قدر رقم ادا کرنے کی نہ پہلے تھی نہ اب ہے۔ علاوہ ازیں مدعیہ نے زر مہر معاف کر دیا تھا۔ مدعیہ نے شہادت میں کابین نامہ اور اس کے ایک دو گواہ پیش کئے۔ مدعاعلیہ نے وہ گواہ دئے جن کے دستخط کابین نامہ پر نہ تھے۔ مدعیہ نے اپنے بیان میں حلف سے کہا کہ میں نے زر مہر معاف نہیں کیا۔ عدالت نے قرار دیا کہ مدعیہ سچی ہے اور گو مدعاعلیہ کو ۲۵ ہزار روپیہ ادا کرنا بھی مشکل ہے مگر موجودہ قانون کے سامنے مجبوری ہے۔ وہی رقم ادا کرنی ہوگی جو بطور مہر مقرر کی جائے۔ اے آئی۔ آر ۱۹۳۶ لاہور صفحہ ۱۸۳ کی رو سے عدالت نے مطلوبہ رقم ۲۵ ہزار کی پوری ڈگری شوہر کے خلاف صادر کر دی۔ چونکہ دعویٰ بطور مفلسی کے تھا اس لئے شوہر سے جو رقم وصول ہوگی پہلے سرکاری اسٹامپ مبلغ ایک ہزار تین سو بارہ روپے آٹھ آنے میں مجرا ہوگی۔

طلاق کا مقدمہ

خدیجہ بی بی نے اپنے شوہر برہان مرزا پر بردوان کے ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں اس امر کے استقرار کے لئے دعویٰ دائر کیا کہ اس کی شادی بذریعہ طلاق فسخ ہو چکی ہے۔ یا بصورت دیگر مختلف ظلم وغیرہ کی بنا پر شادی کی زنجیر توڑ دی جائے۔ شوہر نے عذر کیا کہ یہ مقدمہ بردوان کے منصف کی عدالت میں دائر ہونا چاہئے۔ لیکن ڈسٹرکٹ جج نے اس عذر کو مسترد کر دیا جس پر شوہر نے عدالت عالیہ کلکتہ میں مرافعہ کیا۔ اس پر سپشل بنچ بیٹھا جس میں پانچ جج شامل تھے۔ بنچ نے قرار دیا کہ اسلامی شادی کے معاملات میں جملہ اختیارات قانون نے دیوانی عدالتوں کو بحیثیت قاضی دے دئے ہیں۔ اس لئے مقدمہ سب سے ابتدائی عدالت میں دائر ہونا چاہئے۔ چنانچہ عدالت ڈسٹرکٹ جج کو حکم ہوا کہ مدعیہ کا دعویٰ اسے منصف کی عدالت میں پیش کرنے کے لئے واپس دے دیا جائے۔ اس طرح معاملہ صاف ہو گیا کہ ایسے دعوے عدالت بالا کی بجائے ابتدائی ماتحت عدالت میں پیش ہونے چاہئیں۔

ترکی اور فرانس

جنگ عظیم کے بعد ترکوں کو جہاں اور سزائیں ملیں وہاں ایک یہ بھی تھی کہ اناطولیہ کے دو ضلعے اسکندرونہ اور انطاکیہ شام میں ملا کے فرانس کی سیادت میں دے دئے گئے۔ ان دونوں اضلاع میں ترک ہی بستے ہیں۔ اب فرانس شام کو اپنی سیادت سے بصورت ظاہر آزاد کر رہا ہے۔ اس حالت میں یہ دونوں ضلعے شام کا حصہ بننے کی وجہ سے عربوں کے ماتحت ہو جائیں گے۔ اسپر ترکی نے احتجاج کر کے ان دونوں ضلعوں کو مانگا ہے۔ فرانس کسمسا رہا ہے۔ کیونکہ اسے ڈر ہے کہ اگر وہ راضی ہو گیا تو جرمنی بھی اپنے دو صوبے مانگے گا۔ جو ستہ

کی جنگ کے خاتمہ پر اس سے چھین کے فرانس کے حوالہ کر دئے گئے تھے۔ ترک آتش زیر پا ہیں اور وہ ان ضلعوں کے لئے ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ فرانس نے شام میں حفظ ما تقدم کے طور پر ۵۰ ہوائی جہاز بھیجدئے ہیں ترک بھی اپنی فوجیں سرحد پر جمع کر رہے ہیں۔ فی الحال دونوں ملکوں میں گفت و شنید ہو رہی ہے۔ اگر فیصلہ نہ ہو سکا تو جنگ فیصلہ کرے گی۔

گذارہ کا دعویٰ

بمبئی ہائیکورٹ میں کلثوم بائی نے جان محمد علی بھائی اپنے شوہر پر جداگانہ گذارہ کا دعویٰ اس بنا پر کیا کہ وہ اس سے بیرحمی سے پیش آتا ہے اور بالآخر اس نے اسے گھر سے نکال دیا اور اس سے کچھ زیور بھی چھین لئے۔ دوران مقدمہ میں شوہر نے اسے طلاق بائن دیدی۔ مدعیہ آغا خانی ہے۔ اور اس کے تین نابالغ لڑکیاں ہیں۔ شوہر نے بے رحمی کے سلوک سے انکار کیا اور عذر کیا کہ اس نے مدعیہ کو بعد میں ہر چند بلایا وہ نہیں آئی۔ عدالت عالیہ نے قرار دیا کہ بلاشبہ مسلمان شوہر کو اپنی بیوی پر ایک گونہ غلبہ دیا گیا ہے اور وہ اس کی پابندی میں ہے۔ اور بلا وجہ معقول اس کا گھر نہیں چھوڑ سکتی۔ لیکن بیوی کے بھی اس پر حقوق ہیں جن میں سے ایک اس کی حیثیت کے مطابق گذارہ پاتا ہے۔ اگر وہ معقول وجہ سے شوہر کا گھر چھوڑ کر چلی جائے تو اس سے اسکا حق جاتا نہیں رہتا۔ اس مقدمہ میں یہ ثابت نہیں کہ مدعیہ کے ساتھ شوہر نے بے رحمی کا کیا سلوک کیا محض بد مزاجی، ضد، کج اخلاقی، بدزبانی، بے توجہی، غصہ بے رحمی کی تعریف میں اس وقت تک نہیں آتے جب تک ان کے ساتھ جسمانی ضرر شامل نہ ہو۔ بے رحمی کے لئے واقعی ایسی زیادتی ثابت کی جائے جس سے جسمانی و ذہنی صحت خطرہ میں پڑ جانے یا ایسے خطرہ کا اندیشہ ہو۔ اگر شوہر کے پاس جانے میں واقعی بیوی کو خطرہ ہو تو عدالت اسے اس کے پاس بھیجدینے

انکار کردے کی لیکن اس مقدمہ میں بیوی پر ظلم یہ بتایا گیا کہ اسے اپنی ماں سے نہ ملنے دیا جاتا تھا اور نہ ماں کو ہی اس کے پاس جانے دیا جاتا تھا۔ شراب میں مخمور ہو کے وہ اسے مارتا تھا لیکن میخواری کا ثبوت ناکافی ہے۔ اور مارپیٹ کے متعلق صرف مدعیہ کا بیان ہے۔ عدالت عالیہ نے گھر کے نکالے جانے کے وقت تک کا گذارہ مبلغ ۹۲۰ روپے دلائے لیکن بعد کے نہیں دلائے کیونکہ مدعیہ شوہر کے بلانے کے باوجود اس کے گھر بلا وجہ معقول نہ گئی شیعوں میں بیوی کو عدت کے زمانہ کا گذارہ نہیں مل سکتا۔ اور نہ زیور چھیننے کا ثبوت موجود ہے۔ اس لئے صرف ۹۲۰ روپے کی ڈگری دی گئی۔ شوہر نے ۲۵۰ زرمہر بھی دینے کا اقرار کیا۔

تاروں کا جھرمٹ

امرتسر میں ایک گھر کی کھڑکی کی لوہے کی سلاخوں میں سے ایک تین سالہ بچے نے اپنا سر نکال کے باہر دیکھنا شروع کیا۔ پھر اس نے اپنا سر اندر کرنا چاہا اور ہزار کوشش کی مگر سر پھنس گیا اور اندر نہ جا سکا۔ اسی کشمکش میں بچہ کا دم نکل گیا۔

راس کاسا کے دو بیٹے اطالویوں نے گرفتار کرکے پھانسی پر چڑھا دئے۔ راس کاسا نے شاہ حبش کیطرف سے بڑی داد شجاعت دی تھی۔

مسولینی اب حبش کا دورہ کرنے والا ہے۔ کیونکہ اکا دکا ڈاکوؤں کے علاقوں کے سوا باقی سارا ملک اطالویوں کے قبضہ میں آگیا ہے۔ ابھی راس دستہ اطالویوں کے قبضہ میں نہیں آیا اور جب موقع ملتا ہے ان سے برسر پیکار ہو جاتا ہے۔ اطالوی اس کی بہادری کے قائل ہو گئے ہیں راس عمرد کو گرفتار کرکے اطالوی روما لے گئے ہیں۔ وہاں اس بہادر کی قسمت کا فیصلہ کیا جائے گا۔

دہلی میں ایک کمہار اپنی ماں اور اپنے دو تین اور پانچ سالہ بیٹوں کو لے کر دیئے جمنا پر نہانے گیا۔ بچے نہاتے نہاتے گہرے پانی میں پہنچ گئے اور ڈوب گئے چیخ پکار پہ

تیراک کود ے لیکن لاشوں کا پتہ نہ لگا۔

لاہور کی ڈگری عطا کرنے والی مجلس کے جلسہ میں سر تیج بہادر سپرو نے تعلیم کی اصلاح کے متعلق ایک بڑا خطبہ پڑھا جس میں بے کاری کا علاج یہ بتایا کہ ملک کے وہ ذرائع وسیع کئے جائیں جن سے دولت پیدا ہو سکے۔ وکالت کا پیشہ بظاہر دلکش ہے۔ اسی لئے ہر سال بے شمار لڑکے اس میں داخل ہوتے ہیں، مگر جلد ہی ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں لیکن اس پیشہ میں داخل ہو جانا آسان ہے۔ پھر اس دلدل سے نکلنا مشکل کام ہے۔ پانچسو گریجویٹوں میں ساٹھ لڑکیوں کو ڈگری ملی۔ ایک بڈھے سکھ مدرس کو ایم اے کی ڈگری ملی۔ ایک شادی شدہ عورت کو تمغہ دیا گیا۔ چند اور لڑکیاں بھی تمغے لینے کے لئے آگے بڑھیں۔

کلکتہ جانے والی تیز رفتار ایکسپرس، گاڑی میں پٹنہ کے سٹیشن پر معلوم ہوا کہ ایک عورت کے بچہ ہونے والا ہے۔ گاڑی کاٹ دی گئی تاکہ آسانی سے بچہ ہو سکے۔ اسکی وجہ سے گاڑی ۱۶ منٹ لیٹ ہو گئی۔ چند منٹ بعد عورت کے مردہ بچہ ہوا۔

صوبہ دہلی میں کنسٹبلان کی ۲۲ اسامیوں کے لئے پانچسو امیدواروں نے درخواستیں دیں۔ ان میں زیادہ تعداد ایف اے اور انٹرنس پاسوں کی تھی۔

ڈاکٹر مونجے نے جو جنگی مدرسہ بھونسلا جنگی مدرسہ کے نام سے قائم کیا ہے جس کا منشا ہندوؤں کو جنگی سورما بنا دینا ہے۔ اسے مہاراجہ اندور نے ۲۵ ہزار روپیہ عطا فرمایا ہے۔

چین میں جنگ سوہ لیانگ جرنیل نے بغاوت کرکے وہاں کے حاکم مطلق چیانگ کائی شک کو قید کر لیا تھا۔ بعد میں وہ رہا ہو گیا۔ اس جرنیل کو آخرکار ہتھیار ڈالنے پڑے۔ اور اس پر فوجی مقدمہ چلا اور دس سال قید سخت کی سزا ملی چونکہ اس کی بغاوت ملک کے مفاد کی خاطر تھی۔ جس سے اسے اگلے روز معاف کر دیا گیا البتہ پانچ سال کے لئے اعزاز ضبط کر لئے گئے۔

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]				[illegible]

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنیکی اردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان حصہ اول

جس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ ملے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں۔ اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست! ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تمیز دار عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچی خانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات و مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

پڈنگ کی ترکیبیں		کبابوں کی ترکیبیں		
بلم پڈنگ	انجیر پڈنگ	ران کے کباب	کباب بیضہ مرغ	آتشیں کباب
گوشت کی پڈنگ	ہنڈ پڈنگ	آلو کے کباب	کچے قیمہ کی ٹکیاں	شامی کباب
[illegible] پڈنگ	سیب پڈنگ	کچے آلو کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	آنتوں کے کباب
جنجر پڈنگ	جلیبیوں کی پڈنگ	چاول کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب
[illegible] پڈنگ	میوہ دار پڈنگ	مچھلی کے سیخ کباب	سیخ کے چٹ پٹے کباب	اروی کے کباب
اناناس پڈنگ	کشمش پڈنگ	سیخ کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور کئی کئی قسم کے کباب
کمزور بیماروں کیلئے	بالائی پڈنگ	پسندے کے کباب	دہی کے کباب	

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے

اسی سے کتاب کا اندازہ کیجئے چاول سلونے اور میٹھے سویاں کھیر فیرنی ساگ اور ترکاری کے سالن مچھلی مرغ [illegible]۔ بسکٹ کیک۔ دالیں۔ مٹھائیاں حلوے۔ چٹنیاں مربے اچار۔ سموسے پکوڑیاں۔ پراٹھے روٹی۔ غرض ہر قسم کے شرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی بہترین صحیح ترکیبیں! اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت [illegible] ہو گئی ہیں۔ لڑکیوں کو یہ کتاب اشد ضروری سمجھ کر جہیز میں دی جاتی ہے۔ سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مولف و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھانے پکانے کی ہر قسم صحیح اور نفیس کارآمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آج تک نہیں چھپی۔ اس کی تیاری پر ہزاروں روپیہ صرف کیا گیا ہے۔ پہلے ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے اس کتاب پر اس قدر محنت کی گئی ہے کہ پانچ روپے قیمت بھی ہوتی تو کم تھی لیکن اس لئے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے صرف دو روپیہ قیمت رکھی ہے۔ مجلد کی قیمت صرف دو روپیہ چار آنے ہے۔ [illegible] مجلد زیادہ پسند کی جاتی ہے۔

پتہ: منیجر رسالہ عصمت کوچہ چیلان دہلی

عصمتی دسترخوان [illegible]

یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

سب نئے ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

عصمتی ہنڈکلیا یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری بچی کو جو کچھ جاننا چاہئے اس سے واقف ہو جائے۔ سو سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں کے مطلب کی درج کی گئی ہیں پھر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جاننی چاہئیں۔ باتصویر ٹائٹل قیمت صرف ۸

ناشتہ دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چائے، کوکو، شربت، لسی، فالودہ، آئس کریم، بسکٹ، کیک، ٹوسٹ، کچوری وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبہ اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں جس حصہ ملک کا مہمان ہو آئے اسی کے مطلب کی چیز ناشتہ میں پیش کر کے محو حیرت کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۰

بچوں کے کھانے ننھے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہئے۔ کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر بہترین کتاب جس میں بچوں کے لئے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی کئی تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں۔ باتصویر قیمت صرف ۸

بیماروں کے کھانے بیماروں کے لئے جو کھانے مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں۔ اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور جو کارآمد مضامین ہیں سب نہایت مفید و قابل قدر ہیں۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ باتصویر قیمت دس آنہ ۱۰

مذاقیہ کھانے [illegible]

شرقی مغربی کھانے [illegible]

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

جو اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جا چکی ہیں

(۱) عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ

(۲) عصمتی کشیدہ

(۳) گلدستہ کشیدہ

اس کتاب کی تیاری میں ... دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے ...

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

(۴) خواتین کی دستکاریاں

(۵) موتیوں کا کام

ملنے کا پتہ ۔ منیجر عصمت دہلی

Cover Printed at the Calcutta Art Press Katra Baryan Delhi

ESTD. 1908.
THE ISMAT. DELHI.

عصمت

شریف ہندوستانی بیبیوں کیلیے
پاکیزہ خیالات علمی و ادبی مضامین اور
مفید معلومات کا ماہوار ذخیرہ



اپریل
۱۹۲۰

چندہ سالانہ قسم
خاص ۱۰ روپے

چندہ سالانہ
چار روپے

تصانیف فخر نسواں ہند محترمہ خاتون اکرم مرحومہ

محترمہ خاتون اکرم صاحبہ تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی سب سے پہلی مشہور افسانہ نگار ہیں [illegible]

[illegible] کسی قسم کی نمائش نہیں کی گئی ہے [illegible]

[illegible] نہایت سادہ [illegible] علی گڈھ میگزین [illegible] زبان [illegible] دلنشین

[illegible] جذبات کی تصویر نہایت خوش اسلوبی سے کھینچی گئی ہیں

(۱) گلستانِ خاتون

محترمہ خاتون اکرم [illegible] نہایت ممتاز درجہ رکھتی تھیں

گلستان خاتون [illegible] افسانوں کا مجموعہ تسلیم کی گئی ہے۔

شبید ظلم [illegible] تربیت اولاد [illegible]

[illegible] شادی وغیرہ [illegible] افسانے ہیں [illegible]

[illegible] ہندوستانی خاتون کے ایسے بلند پایہ افسانوں کا مجموعہ نہیں چھپا جیسا اخبار [illegible]

[illegible] ریاست کی [illegible]

[illegible] افسانوں کا مطالعہ [illegible] رہنما [illegible]

[illegible] معاشرت کی [illegible] اصلاح کرنے والے ہیں۔ ذوالقرنین [illegible]

[illegible] زبان [illegible] استعمال کیا گیا ہے [illegible]

[illegible] بہت ہی کم [illegible] نہایت خوبصورت عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔ [illegible]

(۲) پیکرِ وفا

ایک ذاتی [illegible] افسانہ

[illegible] ثابت کیا گیا ہے کہ [illegible]

[illegible] شوہر

[illegible]

[illegible] تعلیم اسلام [illegible]

[illegible] صداقت کی [illegible] پلاٹ [illegible]

[illegible] قیمت [illegible]

(۳) بچھڑی بیٹی

ایک دلچسپ سبق آموز افسانہ جو [illegible] رسالوں میں شائع

[illegible] کیا جا چکا ہے [illegible] باپ سے [illegible]

[illegible] قیمت [illegible]

(۴) جمالِ ہمنشیں

جنت مکانی کے بے مثل ادبی مضامین کا نہایت حسین شاندار مجموعہ

[illegible] تعلیم [illegible] زندگی [illegible]

[illegible] مضامین [illegible] تہذیب [illegible] جمالِ ہمنشیں [illegible]

[illegible] اخبار وکیل [illegible] جمالِ ہمنشیں [illegible]

[illegible]

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ

ایف آر۔ ایس۔ اے۔ ایس۔ لندن

(۱) مشیرِ نسواں

یک دلچسپ اخلاقی [illegible] ناول [illegible]

[illegible] دلچسپ [illegible]

[illegible]

مضامین کے لحاظ سے بڑی دلچسپ [illegible]

[illegible] نہایت دلچسپ اخلاقی ناول ہے [illegible] شوکت آرا

[illegible]

[illegible] معلومات کے [illegible] دلچسپ [illegible] بیان کئے گئے ہیں۔

(۲) سرگذشت ہاجرہ

دلچسپ [illegible]

[illegible]

(۳) موہنی

ایک [illegible]

[illegible] قیمت

(۴) تحریرالنسا

دلچسپ [illegible]

کتابت کی [illegible] اخلاقی و معاشرتی [illegible]

[illegible] مجموعہ [illegible]

[illegible] مضامین [illegible]

[illegible]

مستند خواتین کی لکھی ہوئی نہایت دلچسپ اور مفید کتابیں

دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

سے یہ سب کتابیں [illegible]

[illegible]	عقل کی باتیں	[illegible]	خانہ داری [illegible]	پردہ و تعلیم
[illegible]	جنسی کی باتیں	[illegible]	آئینہ جمال [illegible]	بچوں کی تربیت
چار رخ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	بچوں کی دنیا
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مضامین مصورِ غم کا دوسرا سیٹ بھی شائع ہو گیا

حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمتہ کے مضامین کے ۱۱ مجموعے ایکسال کے اندر شائع ہو گئے

عورتوں سے متعلق احکام قرآن مجید اور اُن کی تفسیر

احکامِ نسواں

خواتین ہند کے محسن اعظم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمتہ نے کئی سال تک عصمت و بنات میں یہ تفسیر مسلسل اور پہلے ہی پرچہ میں تحریر فرمایا تھا کہ۔

یہ تفسیر ان تمام تفسیروں سے جو اس وقت ہمارے ہاں موجود ہیں بالکل علیحدہ عام فہم، عام فہم اور صاف زبان میں واضح طور پر ہوگی۔ تاکہ مسلمان عورتوں کے واسطے ان کی اپنی ایک علیحدہ تفسیر ہو جائے۔ اور ان کو مسائل کے دریافت کرنے میں جو دقت اس وقت محسوس ہو رہی ہے وہ رفع ہو۔

افسوس موت نے مہلت نہ دی کہ علامہ مغفور تفسیر کو مکمل فرما دیتے۔ تاہم تمام احکام جمع کر لئے گئے ہیں کتاب زنانہ لٹریچر میں نہایت اہمیت رکھتی ہے اور ہر مسلمان خاتون کے پاس رہنی چاہئے۔ اس کی پوری قدر و قیمت مطالعہ کے بعد ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عمر)

محسنِ حقیقی

مسلمانوں کے آقا و مولا سردار دو جہان سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے چند متفرق واقعات مصنف آمنہ کا لال کے قلم سے اور اس قدر موثر پیرایہ میں کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑیں۔ مجالس میلاد کے متعلق چند اصلاحی مضامین بھی اس کتاب میں ہیں۔

قیمت چھ آنے (۶/)

گدڑی میں لعل

لڑکیوں اور عورتوں کو سگھڑ، ہنرمند، نفاست شعار، بنانے اور کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے خانہ داری سے متعلق نہایت ہی مفید مشورے دلنشین پیرایہ میں یہ کتاب زنانہ لٹریچر میں بیش بہا اضافہ ہے۔ یہی وہ مضامین ہیں جنہوں نے دس بیس پچاس نہیں ہزاروں عورتوں کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا اور وہ کامیاب گھر والی بن کر خوشگوار زندگی گذارنے لگیں۔

قیمت ایک روپیہ چار آنے (عہ/ ۱)

قرآنی قصے

آن نبیوں اور رسولوں کے مقدس حالات جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ حضرت علامہ راشد الخیری نے لکھے ہیں۔ مسلمان لڑکیوں کے لئے ان کی سمجھ کے مطابق سلیس کی زبان میں مگر اپنے خاص رنگ میں لکھے ہیں۔ بچوں کے لئے نبیوں کے حالات میں بہترین کتاب ہے جس کا درجہ باعتبار ادب بھی نہایت بلند ہے۔

قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

دُعائیں

حضرت مصنف مغفور کی سب سے آخری تصنیف۔ ہم اپنے مقاصد کی کامیابی کے لئے دعائیں مانگتے ہیں مگر نہ دعا مانگنی جانتے ہیں نہ دعا کو سمجھتے ہیں۔ مصنف مغفور نے سب مخصوص رنگ میں اردو زبان میں نظم و نثر کی یہ دعائیں لکھی تھیں۔ جو اس قدر سوز و گداز اور درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ ایک ایک جز اور ایک ایک مصرعہ دل پر اثر کرتا ہے۔ قرآن مجید کی دعائیں، پیغمبروں کی دعائیں، سرور کائنات کی دعائیں اور بزرگوں کی دعائیں بھی ہیں۔ باعتبار ادب دعاؤں کی کوئی کتاب اس قدر بلند درجہ نہیں رکھتی۔

قیمت آٹھ آنے (۸/)

سلسلہ پہلے سیٹ میں ۷ کتابیں ہیں قیمت سات روپے دوسرے سیٹ میں پانچ کتابیں ہیں قیمت ساڑھے چار روپے محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

ملنے کا پتہ۔ دفتر عصمت دہلی

چمنستانِ مغرب

خانہ داری۔ تاریخ۔ معاشرت۔ ادب۔ غرض ہر موضوع پر جو خواتین کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ انگریزی زبان کے چند بہترین مضامین کا ترجمہ ہے جن کی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت علامہ مغفور کا رنگ بھی ان میں جھلک رہا ہے۔ جنھیں پڑھ کر ترجمے کا گمان نہیں بلکہ طبع زاد کا دھوکہ ہوتا ہے۔ مشرقی بے مثل ادیب نے مغربی لٹریچر کو اردو زبان میں منتقل کیا تو اس سلیقہ کیساتھ کہ مشرقی بیبیاں ادبی دلچسپیوں کا لطف اٹھانے کے علاوہ کام کی باتوں سے بھی فائدہ اٹھا سکیں قیمت ۸ عہ

دلی کی آخری بہار

سو برس پہلے دلی کیا تھی، مرد عورتیں بوڑھے بچے کس طرح بے فکری اور سادگی کے ساتھ زندگی کا لطف اٹھاتے تھے۔ میلے ٹھیلے کس طرح منائے جاتے اور سیر و تفریح کس طرح کی جاتی تھی۔ اس کا جواب اس کتاب میں ملے گا جو نصف صدی پہلے کی معاشرت محبت تعلقات اور وضعداری کی دردانگیز کہانیاں اور دلی کی بربادی کے جگرخراش افسانے ہیں جن میں علامہ مغفور نے انشا پردازی ہی کا کمال نہیں دکھایا۔ قلعہ معلیٰ کی کوثر سے دھلی ہوئی بیگماتی زبان ہی نہیں لکھی۔ بلکہ فسانۂ شب سنا کر درد مند دلوں کو تڑپا دیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

مسلی ہوئی پتیاں

دلی کی بیگماتی زبان میں زنانہ خطوط۔ انشا کی معمولی کتاب نہیں حیاتِ انسانی کے وہ راز ہیں جن کو پڑھ کر بے ساختہ جی چاہتا ہے کہ الفاظ کو اٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیجئے۔ ایک دریائے لطافت ہے کہ بہہ رہا ہے۔ ایک سلسلہ بے نظیر ہے کہ خواتین ہی کو نہیں مردوں کو بھی درس دے رہی ہے۔ ایک نشتر ہے کہ کلیجہ میں گھس رہا ہے لکھنے کے ڈھنگ پڑھنے کے رنگ رہنے کا طریقہ، جینے کا طرز سب ہی کچھ اس میں موجود ہے حضرت مصور غم کا سب سے پہلا مضمون جو سنہ کے مخزن میں شائع ہوا تھا وہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے۔ قیمت (۶ر)

داستانِ پارینہ

مصور غم مرحوم جامع حیثیات مصنف تھے، اُن کی مورخانہ حیثیت کے آگے بڑے بڑے نقادوں کو گردن جھکانی پڑی۔ اسلامی تاریخ کے ضخیم ناول دیکھ چکے اب تاریخی مضامین کا مجموعہ پڑھئے اور دیکھئے کہ تاریخ میں افسانہ سے بڑھ کر لطف پیدا کر دینا علامہ راشد الخیری جیسے بے مثل انشا پرداز مورخ کا کام تھا۔ واقعات سب تاریخی ہیں۔ مگر پیرایہ بیان کی بولا وہی بار بار ان کے مطالعہ پر مجبور کرتی ہے۔ مسلم بیگمات اور حکمرانوں پر غیر مسلم متعصب مورخوں نے جو نارواحملے کئے ہیں ان کے اس قدر مدلل اور دنداں شکن جوابات بھی ہیں کہ بے اختیار مصور غم کی مورخانہ قابلیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ یہ مضامین مخزن۔ عصمت۔ تمدن خطیب وغیرہ سے مہینوں کی تلاش کے بعد جمع کئے گئے ہیں۔ تصاویر بھی ہیں۔ قیمت (۱۲ر)

عروسِ مشرق

یورپ کی اندھا دھند نقالی اور مغربی تہذیب کے زہرآلود اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے گذشتہ چوتھائی صدی میں حضرت مصور غم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص طرز میں جو مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا مجموعہ ان مضامین میں ان مشرقی خوبیوں کو جو بعد مدت مٹ رہی ہیں۔ اور جن پر ہندوستان کے بسنے والے ناز کرتے تھے موثر پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ قیمت (۱۰ر)

بزمِ رفتگاں

اردو ادب کے غیر فانی نثر کے مرثیے جو ملک کی مایہ ناز خواتین اور باکمال شعرا و ادبا کی یاد میں لکھے گئے تھے اور جو معدن ادب کے بیش بہا جواہر ریزے ہیں حضرت علامہ مغفور کا یوں تو ہر مضمون تاثیر سے لبریز ہوتا ہے۔ مگر بزم رفتگاں کا ایک ایک فقرہ اور ایک ایک جملہ درد و اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔ باتصویر۔
قیمت (۱۰ر)

نالۂ زار

خواتین ہند کے محسن اعظم کے دردانگیز مضامین جن میں عورت کی مختلف حیثیت پر بحث کی گئی ہے یہ وہ معرکۃ الآرا مضامین ہیں جو زنانہ لٹریچر میں خاص درجہ رکھتے ہیں۔ نالۂ زار میں عورتوں کی مظلومیت کا مرقع اور ان کے مصائب و آلام کی دردانگیز داستانیں ہیں جنھیں پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اور سنگدل سے سنگدل انسان کی آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں۔ قیمت (۱۲ر)

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم کی مشہور و مقبول تصانیف

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
حیات صالحہ	یا صالحات۔ دلی کی بیگماتی زبان میں بہترین اخلاقی و اصلاحی سبق آموز ناول ایک لڑکی کے حالات علامہ مغفور کی سب سے پہلی مگر نہایت مقبول تصنیف	۸ر
صبح زندگی	نسیمہ بیگم کی پیدائش سے شادی تک کے حالات نہایت موثر پیرایہ میں۔ لڑکیوں کی تربیت پر بے مثل کتاب ہے۔ بیس دفعہ شائع ہو چکی ہے۔	۸ر
شام زندگی	نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے واقعات۔ یہی وہ تصنیف ہے جسے مصنف مرحوم کو قوم سے مصورِ غم کا خطاب دلوایا تھا اٹھارہویں دفعہ چھپی ہے	۸
شب زندگی	نسیمہ بیگم کی موت کے بعد کے حالات، اصلاح نسواں کے سلسلہ میں ماسٹر پیس یعنی بہترین تصنیف کہی جاتی ہے دو حصہ میں ہر حصہ کی قیمت ۸ر، مکمل	۴ر
طوفان حیات	قبیح رسوم شرک بدعت وغیرہ دور کرنے کیلئے بے مثل اصلاحی ناول قصہ بے انتہا دلچسپ۔ واقعات اس قدر دردانگیز کہ ہچکی بندھ جائے۔	۸ر
جوہر قدامت	دو لڑکیوں کی مفصل زندگی جن میں ایک دورِ قدیم کی پرستار تھی اور ایک دورِ جدید کی دلدادہ۔ یہ کتاب بتاتی ہے کہ عالم نسواں پچاس سال پہلے کیا جوہر رکھتا تھا۔	۸ر
منازل السائرہ	ایک لڑکی کی پیدائش سے موت تک تمام واقعات نہایت دلچسپ پیرایہ میں یہ کتاب یونیورسٹیوں کی بڑی جماعتوں کے کورس میں داخل ہے کل	۴ر
نوحہ زندگی	بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق مصورِ غم علیہ الرحمۃ کی معرکۃ الآرا تصنیف قصہ دلچسپ سبق آموز نہایت موثر ہے آٹھ دفعہ چھپا ہے۔	۱۲ر
تمغۂ شیطانی	تمغۂ شیطانی کے آٹھ کیرکٹر نہایت سبق آموز و نتیجہ خیز بعض واقعات اس قدر درد انگیز کہ ناسور دل پڑیں بعض کیریکٹر نے دلچسپ کہ ہنسی ضبط نہ ہو۔	۱۳ر
سہ ماہی سودائے اتما ننگا[illegible]	ایک شیطان کی مغفرت کیلئے سات روحیں پیش کی جاتی ہیں جو موت کے وقت نتیجہ خیز میں آخری دم تک [illegible] بغیر نہیں رہ سکتا	۸ر
بیلہ میں میلہ	یا دلی کی ماری شہزادیاں لال قلعہ کی بہو بیٹیوں کی آپ بیتی دل ہلا دینے والی کہانیاں کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ اجڑی ہوئی دلی کا آخری سماں۔	۱۳ر
ستونتی	اس افسانہ میں دکھایا ہے کہ مرد کے لئے شریف بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی واقعات دلچسپ دردانگیز ہی نہیں سبق آموز بھی ہیں۔	۴ر
موءودہ	محروم وراثت لڑکی کا دردو غم بھرا افسانہ جو صرف اسلئے کہ لڑکی ہے والد بزرگوار کی حقیقی باپ اور بھائی کے ہاتھوں وہ [illegible] بے بضاعتی پر کلیجہ منہ کو آتا ہے	۶ر
تحفۂ عصمت	خلع اور ارتداد پر اس سے بہتر افسانہ شائع نہیں ہوا۔ کئی جگہ نہایت دردانگیز ہے۔ کئی موقعوں پر ظرافت اور ہنسی سے لبریز۔	۵ر
بنت الوقت	ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا مرقع۔ وقت کا اندھا دھند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا انجام۔	۸ر
سراب مغرب	غیر مسلم مدارس میں مسلم لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے اس بحث پر مشہور افسانہ۔ مغربی تقلید کے دردناک نتائج۔	۸ر
انگوٹھی کا راز	تین مختلف الخیال لڑکیوں کا سبق آموز اور درد بھرا افسانہ۔ پانچویں دفعہ شائع ہوا ہے۔	۸
فسانۂ سعید	اس فسانہ میں جس قابلیت سے حضرت علامہ محترم نے سعید جیسے ہیرو کو نکاح ثانی کو بے سود ثابت کیا ہے وہ بے انتہا سبق آموز ہے۔	۸
ولایتی نمی	نہایت ہی مزیدار پرلطف مزاحیہ کہانی جس کے ہر ہر فقرے پر ہنسی آتی ہے۔ بی نمی نے زمانہ میں وہ اگم مچایا ہے کہ بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں	۶ر
منازل ترقی	اس افسانہ میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دھن اور لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں غریب رشتہ داروں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے۔	۴ر
بچہ کا کرتہ	ایک بدنصیب ماں اپنے جوان بچہ کی بدولت وہ وہ مصیبتیں اٹھاتی ہے کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اس پڑھ کر بے اختیار آنکھ سے آنسو نکل آتے ہیں۔	۴ر
ولیمیا کی سرگزشت	فیشن اور جدت کی دلدادہ ایک انگریزی خاتون کی کہانی اسی کی زبانی۔ مغربی معاشرت کا کامیاب مرقع یورپین میاں بیوی کے تعلقات کا فوٹو۔	۴ر
چہار عالم	ایک فسانے میں چار افسانے۔ حیات انسانی پر پرندوں کی بحث۔ چند نسوانی کمزوریوں کا خاکہ کھینچا گیا ہے۔ بیانات نہایت دلچسپ۔	۴ر

مختصر افسانوں اور نظموں کے مجموعے

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
جوہر عصمت	مظلوم بیوی کا پاک جذبہ۔ بسنتو کی دلہن۔ آگ کی پتلیں۔ بیگناہ کا قتل۔ وصل جہانگیر و نور کی شہادت وغیرہ سبق آموز افسانوں کا مجموعہ چھٹا ایڈیشن۔	۸ر
سیلاب اشک	پرستار محبت۔ بلوچن کے تین ننگ۔ طلاق کا سیندباد۔ حج اکبر۔ وصل مجنون۔ بے تعصبی کی خریدار کیمل، وہ دردانگیز و پر تصویر افسانے۔	۸ر
طوفان اشک	رواج کی جوکھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں۔ طلاق بے ہیغ دینے والے بارہ افسانوں کا مجموعہ نہایت دردانگیز اور عبرتناک۔	۸ر

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
نانی عشو	ایک نہایت ہی پر لطف افسانہ جسے پڑھ کر ہنسی ضبط کرنی ناممکن ہے۔ اس کے ساتھ ۳ اور افسانے جو مزاحیہ بھی ہیں اور دردناک بھی	۱۰ر
نسوانی زندگی	۱۴ افسانے ہیں جن میں دکھایا گیا ہے کہ ماں، بیوی، بیٹی، بہن ہر حیثیت میں عورت ایسی ایسی قربانیاں کرتی ہے کہ غور کرے تو مرد حیرت میں رہ جائے۔	۸ر
گلدستۂ عید	اگرچہ عید اور رمضان کے متعلق پیارے مضمونوں اور افسانوں کا مجموعہ ہے مگر اثر اور نتیجہ کے اعتبار سے ہر وقت پڑھنے کی چیز ہے۔	۸ر
رودادِ قفس	حضرت علامہ مغفور کی درد اثر میں ڈوبی ہوئی ان نظموں کا مجموعہ ہے جنہیں پڑھ کر دل دردمند تڑپ اٹھتے ہیں پانچویں مرتبہ چھپا ہے۔	۱۰ر
گرفتارِ قفس	اس مجموعہ میں بھی بہت موثر نظمیں ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ حضرت مصور غم علیہ الرحمۃ کو جذبات نگاری میں کس درجہ کمال حاصل تھا۔	۴ر

تاریخ، سیرت، ادب و انشا

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
آمنہ کا لال	اردو زبان میں مولود شریف کی بہترین کتاب جس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو خلاف عقل کہا جا سکے۔ اس میں علامہ مغفور کا بہترین لٹریچر ہے۔	عمر
سیدہ کا لال	اردو زبان میں مکمل تاریخ شہادت جس میں واقعہ کربلا سے پہلے اور بعد کے مفصل حالات ہیں نثر میں مصور غم نے جو مرثیے لکھے وہ صد ہا بار [illegible]	عہ
الزہرا	اردو زبان میں جگر گوشۂ رسول خاتون جنت حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا کی بہترین سوانح عمری، آخر میں واقعہ کربلا کا مختصر بیان۔ نو دفعہ چھپی ہے۔	عمر
وداعِ خاتون	مشہور ادیبہ محترمہ خاتون اکرم کی جوانمرگی پر مصور غم کے خون کے آنسو۔ یہ کتاب بتائے گی کہ ہم کیسے کہتے ہیں	۵ر
قلبِ حزیں	ان چھوٹے چھوٹے لطیف ادبی مضامین کا مجموعہ جن میں حضرت علامہ مغفور نے شاعری کی ہے۔ طرز تحریر اتنا پیارا کہ بار بار پڑھیے۔	۸ر
وداعِ ظفر	ابو ظفر بہادر شاہ دہلی کے آخری بادشاہ کا جشن، تیر سال پہلے کی دلی کی جھلک قلعہ کی بہاریں شاہی جھگڑے میلوں ٹھیلوں کے رنگ	عہر
امین کا دم واپسیں	شہنشاہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کے دردناک قتل کے حالات اور پھر مصور غم کے قلم سے	۴ر

تاریخی ناول

جو شادی شدہ خواتین مطالعہ کر سکتی ہیں مگر کنواری بچیاں نہ منگائیں

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
یاسمین شام	امیر المومنین حضرت عمر فاروق کے زمانۂ خلافت کی اسلامی لڑائیاں یرموک اور بیت المقدس فیروز کی لڑائیاں [illegible]	عہ
عروسِ کربلا	کربلا کے واقعات ہی کچھ کم درد انگیز نہیں اس پر مصور غم کے قلم نے قیامت برپا کر دی ہے علامہ مغفور کے تاریخی ناولوں میں بہت ممتاز ہے۔	عہ
محبوبۂ خداوند	شمالی افریقہ کے مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت نے خلیفہ معتصم کے زمانہ میں عیسائیوں کی ٹڈی دل فوج پر کس طرح فتح پائی [illegible]	۱۲ر
تیغِ کمال	ترکوں اور اتحادیوں کی ہولناک اور خونریز لڑائیاں مصطفے کمال پاشا کے حیرت انگیز کارنامے اور محبت کا لطیف افسانہ	ہ
شہیدِ مغرب	طرابلس، مراکش مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں۔ ہندوستان میں شدھی اور ارتداد کا اثر۔	ہ
دُرِّ شہوار	ایران، افغانستان، بلوچستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع [illegible] دیگر ناولوں کی طرح یہ بھی محبت کا دلکش افسانہ ہے۔	۸ر
منظرِ طرابلس	تسخیر طرابلس کیلئے مسلمانوں کا جوش، حضرت زبیر بن العوام کی بے مثل شجاعت اور دینا محبت کے [illegible] ایک لڑکی کی قربانی۔	۵ر
سودائے نقد	یہ تاریخی نہیں مگر محبت کا افسانہ ہے جس سے معلوم ہوگا کہ جوان بیٹی کی شادی [illegible] حقیقی ماں کے ہاتھ سے جوان بیٹے کا قتل!	۵ر
شہنشاہ کا فیصلہ	عہد عباسی کے [illegible] دلچسپ افسانہ ایک شخص اپنی بیوی کا [illegible] ایک اور شخص سے کرتا ہے [illegible] نتیجہ موجب قتل ٹھیرتا ہے۔	۴ر

دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمتہ کی بیمثل کتابیں

آمنہ کا لال
اُردو زبان میں بہترین مولود شریف

حضرت علامہ مغفور کی وہ شہرۂ مقبول تصنیف جس کا ہر ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل جاتا ہے جس کی ایک ایک سطر موتی کی لڑی ہے۔ پڑھی لکھی عورتوں کی مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جاتی ہے اور وہ اپنی غیر مسلم سہیلیوں کو بڑے فخر کیساتھ بلاتی ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد بڑے ذوق و شوق سے آمنہ کے لال کا مطالعہ کرتے ہیں۔ کیونکہ اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو خلاف عقل کہا جا سکے۔ نثر کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں نظم ہے وہ بھی اس قدر موثر ہے کہ اہل دل تڑپ اٹھیں۔ کیونکہ تمام اشعار خود علامہ مغفور کے ہیں۔

آمنہ کے لال میں

علامہ راشد الخیریؒ کا بہترین لٹریچر ہے

کہنے کو مذہبی کتاب ہے مگر باعتبار ادب اردو لٹریچر کی چوٹی کی کتابوں میں ہے اس کتاب کی مقبولیت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر خواتین و حضرات نے دو دو، پانچ پانچ اور دس دس جلدیں ایک ساتھ منگائی ہیں۔ چار سال میں چھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

الزہرا رضؓ

ایسے نازک دور میں جب مغربی طوفان چمنستان مشرق کو پامال کر رہا ہے اور اگلی خوبیاں حالت نزع میں ہیں اشد ضرورت ہے کہ لڑکیوں کی نگاہ سے وہ کتابیں گذریں جو ان کو سعادتمند بیٹی سلیقہ شعار بیوی۔ فرض شناس ماں اور سچی مسلمان بنا دیں۔ اس قسم کی کتابوں میں الزہرا یعنی بنت الرسول خاتون جنت سیدۃ النسا حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا کی سوانحعمری خاص اہمیت رکھتی ہے۔ جو حضرت علامہ مغفور نے بڑی محنت سے کئی سال میں لکھی تھی تاریخ میں ایک بیش بہا اضافہ کے علاوہ الزہرا بتاتی ہے کہ بیبیاں بیوی کس طرح رہتی ہیں۔ ماں بچوں کو کس طرح پالتی ہیں۔ دینے کے ساتھ دین کس طرح میسر آتا ہے۔ باپ بیٹی کے کیا حقوق ہوتے ہیں اور انسانی ہستی کیا معنی رکھتی ہے۔ الزہرا افسانہ نہیں بنت الرسول کے حالات و سوانح ہیں اور یہ واقعات ایسے دردانگیز پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ پڑھتے پڑھتے ہچکی بندھ جاتی ہے۔ باوجود مورخانہ حیثیت کے اس قدر دلچسپ کہ بار بار پڑھنے سے بھی نیت سیر نہیں ہوتی۔ خاتمہ پر شہادت اہلبیت پر بھی بحث ہے، میدان کربلا کا حال اور مصور غم کا قلم! محرم کا بیان اور حضرت علامہ مغفور کی زبان الزہرا مصور غم کی طرح کلیجے کے پار ہو جاتا ہے۔ حال میں

الزہرا نویں ۹ دفعہ چھپی ہے

اور نہایت اہتمام کے ساتھ بہترین چکنا ولایتی کاغذ۔ عمدہ لکھائی چھپائی ضخامت قریباً سوا سو صفحے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

سیدہؓ کا لال

حصہ اول مکمل و مسلسل تاریخ شہادت ہے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے اسلام پر احسانات جناب سیدہ کے فضائل سرور کائنات صلعم کی رحلت حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علی رضی اللہ عنہم کی شہادتیں اور دردناک مرثیے جنگ جمل۔ جنگ صفین کا مکمل بیان شیعہ سنی اختلاف کی ترقیاں بنی امیہ کی کوششیں امیر معاویہؓ کی سیاست۔ امام حسن کی شہادت یزید کی حکومت کی پوری کیفیت غرض پہلے حصہ میں معرکہ کربلا کے پہلے کے تمام نتیجہ اسباب ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔

حصہ دوم میں مرائی کربلا ہے حضرت مسلمؓ اور ان کے بچوں کی شہادت سیدہ کے لال کی مدینے سے روانگی حضرت حرؓ کی شہادت۔ بی بی زینب کا میدان کربلا میں بیمثل ایثار ان کے بچوں کی شہادت۔ شہادت حضرت عباسؓ شہادت حضرت قاسمؓ شہادت علی اکبرؓ۔ کربلا کا ننھا شہید۔ بیمار صغرا کا قاصد سیدہ کے لال کی شہادت خانماں برباد سیدانیاں۔ ابن زیاد اور یزید کے دربار شیعہ سنی اختلاف پر تبصرہ قاتلان حسین کا انجام اور خدائی فیصلہ یوں تو تمام کتاب اس قدر دردانگیز ہے۔ کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جا سکتی۔ مگر نثر میں جو مرثیے علامہ مغفور نے لکھے ہیں ان کی ایک ایک سطر کلیجہ کے پار ہو جاتی ہے۔ آمنہ کے لال کی طرح سیدہ کے لال میں بھی کوئی واقعہ خلاف عقل نہیں ہے ادب لطیف کے علاوہ جو کتاب کی جان ہے شہادت کا اسقدر مفصل اور مکمل دردانگیز اور موثر بیان کسی کتاب میں نہیں تعلیم یافتہ عورتیں اور مرد شیعہ سنی شہادت کی یہی کتاب پڑھتے ہیں یا مجلسوں میں پڑھواتے اور سنتے ہیں ضخامت قریباً ڈھائی سو صفحے۔ خوب دبیز بہترین کاغذ سفید قیمت پونے دو روپے (عہ) اب چھٹی دفعہ چھپی ہے۔

شامِ زندگی کا ۱۸ اٹھارواں ایڈیشن

اس کتاب سے زیادہ گذشتہ اٹھارہ سال میں اردو کی کوئی کتاب مقبول نہیں ہوئی۔ اٹھارہ دفعہ چھپ چکی ہے لیکن مانگ کا وہی حال ہے جو شروع میں تھا۔ جو مرد چاہتے ہیں کہ ان کی بیویاں ان کے مزاج کے موافق ہو جائیں شامِ زندگی کو انہیں پڑھواتے ہیں۔ اور جو عورتیں آرزو رکھتی ہیں کہ ان کا گھر رشکِ جنت بن جائے وہ شامِ زندگی کو پڑھتی ہیں اور اس کی مدد سے اپنے نافرمانوں کا دل موہ لیتی ہیں۔ جنہیں اولاد کی تربیت کا خیال ہے ان کے نزدیک بھی اس کام کے لئے شامِ زندگی سے بہتر اتالیق نہیں ہے۔ شامِ زندگی میں قصہ کے طور پر ایک لڑکی کا حال لکھا ہے کہ اس نے شادی سے لے کر مرنے کے وقت تک کیونکر زندگی بسر کی۔ زندگی کے کسی شعبہ اور حیات کے کسی مرحلہ کو جس سے ہو کر انسان گزرتا ہے نظرانداز نہیں کیا گیا۔ پھر پیرایہ اس قدر دلچسپ کہ پہلا صفحہ دیکھ کر کتاب ہاتھ سے چھوڑ دیجئے تو ہم قیمت مع محصول واپس دینے کو تیار ہیں اور موثر اتنی کہ قوم نے اسی کی وجہ سے مصنف کو مصورِ غم کا خطاب دیا۔ تمام سطر آنکھوں کو پرنم کر دیتی ہے۔ غرض شامِ زندگی بڑی ہی کام کی کتاب ہے۔ کسی اعتبار سے کوئی عیب اس میں نہیں ملتا۔ خاص ہی محاسن ہیں۔ ایک جلد طلب فرمائیے۔ آپ کے تمام خاندان اور احباب میں پہنچ جائے گی۔ عورت اور مرد سب اس پر شیدا ہو جاتے ہیں۔ تمہارے دکھ کا علاج تمہارے دل کا اجالا تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک شامِ زندگی اور صرف شامِ زندگی ہے۔ شامِ زندگی نے سینکڑوں جانوروں کو انسانیت سکھا دی۔ لامذہبوں میں مذہبیت پیدا کر دی اور گم گشتہ راہوں کو راہ پر لگا دیا۔ جو شخص شامِ زندگی سے محروم رہے اور شامِ زندگی سے فائدہ حاصل نہ کرے اس کی تقدیر ورنہ شامِ زندگی نے دین و دنیا کی درستی کا سامان پیش کر دیا ہے۔ ضخامت ۱۸ جزو ہے اور بہترین قسم کا چکنا ولایتی کاغذ اعلیٰ درجہ کی لکھائی چھپائی۔ قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

شبِ زندگی

صبح زندگی میں نسیمہ کے بچپن اور جوانی کو دکھایا ہے شامِ زندگی میں اسے آخری منزل تک پہنچایا ہے۔ شبِ زندگی میں مرنے کے بعد کے حالات [illegible] جن سے معلوم ہو کہ نسیمہ نے دنیا میں وہ کونسے کام کئے تھے جن سے اس کا استقبال کرتی ہیں اور وہ کونسی دعوتیں ہیں جن میں ایک دوزخ میں ناخوش اور دوسری جنت میں بھی مقیم ہے۔ نسیمہ کی بہو وسیم دلہن کی جگر [illegible] داستان اور اس کی [illegible] کے مفصل بیان ہے ممکن ہی نہیں کہ دل پر کچھ اثر نہ ہو۔ صبح زندگی اور شامِ زندگی بھی مؤثر اور درد انگیز کتابوں کے بعد شبِ زندگی جو شاید ذرا کم ہے۔ شبِ زندگی خود پڑھو۔ اور اپنے بیوی بچوں کے سامنے نسیمہ کا پاک نمونہ پیش کر کے انہیں اس جیسا بناؤ تاکہ وہ کامیاب زندگی گذاریں۔ دنیا کے ساتھ دین بھی حاصل کریں۔ یہاں بھی اچھے رہیں اور وہاں بھی اچھے رہیں کہاں اس کے تیرہ ایڈیشن نکل چکے ہیں ضخامت ۱۸ جزو۔ ولایتی چکنا کاغذ۔ قیمت (عہ)

صبحِ زندگی

یہ شامِ زندگی کا پہلا حصہ ہے۔ شامِ زندگی میں نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے حالات پڑھنے سے پہلے ذرا ان کا کنوارپنہ بھی دیکھ لو۔ اس سے تمہیں پتہ لگے گا کہ ایک لڑکی کی پیدائش سے شادی تک کیونکر تعلیم و تربیت کرنی چاہئے۔ حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ اس قسم کے مضامین کو دلچسپ اور موثر بنا دینے میں جو ملکہ رکھتے تھے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ صبح زندگی لڑکیوں کی نالائق بیوں کی مشیر اور مردوں کے لئے لٹریچر کا بیش بہا خزانہ ہے۔ قصہ اس قدر دلچسپ کہ شروع کر کے ختم کئے بغیر نہ رہا جائے۔ زبان اتنی شیریں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہے۔ صبح زندگی میں حسنِ بیان، لطفِ زبان اور زندگی کا سامان سب کچھ موجود ہے۔ گیارہ مرتبہ چھپ چکی ہے۔ قیمت صرف (۱۲ر)

شبِ زندگی حصہ دوم

بتاتی ہے کہ دنیا کی بدترین مخلوق وسیم دلہن کس طرح ایک ندامت سے نیک بی بی بن جاتی ہے۔ اور اس کے بچھڑے ہوئے لعل کس طرح اس سے ملتے ہیں۔ کتاب کی ہیروئن فاطمہ ساس اور شوہر کے تمام مظالم سہتی اور ایسی ایسی قربانیاں کرتی ہے کہ آپ دنگ رہ جائیں گے۔ اتنا دلکش پلاٹ کم سے کم اردو کی کسی کتاب میں ملنا ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مثل کتاب ہے جو علامہ مغفور نے اپنی چہیتی محترمہ خاتون اکرم کو دو نشانی میں دی تھی۔ کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ۔ اس کے بھی گیارہ ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔ شبِ زندگی مکمل دونوں حصے دو روپے۔ (۲ر)

حضرت علامہ راشد الخیری ؒ کے چند مشہور تاریخی ناول

عروسِ کربلا

علامہ مغفور کے تمام تاریخی ناولوں میں بلحاظ درد و اثر کے ممتاز ہے کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی کچھ کم درد انگیز نہیں اس پر مصنف کے قلم گوہر ریز نے قیامت ڈھادی ہے کئی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلآویز افسانہ ہے بہت مشہور کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے اور آج بھی اسی طرح دھڑا دھڑ نکل رہی ہے عروس کربلا کی طرز پر کئی مصنفوں نے ناول لکھے مگر عروس کربلا عروس کربلا ہی ہے حال میں چھٹی مرتبہ شائع ہوئی ہے قیمت ایک روپیہ چار آنے (عہ۱)

محبوبۂ خداوند

طرابلس کا مقدس خداوند کا رتیبت شمالی افریقہ کی حسینہ۔ سفیریہ پر فرضی دعوؤں میں کیا کیا کرتب دکھلاتا ہے اور محبوبۂ خداوند کس طرح اپنی عزت بچاتی ہے۔ حضرت عثمانؓ خلیفہ سوم کے عہد میں مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت عیسائیوں کے ٹڈی دل فوج کے مقابلہ میں کس طرح کامیاب ہوتی اور عیسائی لڑکی سفیریہ جس کا تمام افریقہ مداح ہو کیونکر خداوند کو چھوڑ کر ایک پاکباز مسلمان سے نکاح کرتی ہے یہ وہ دلچسپ اور پُر درد داستان ہے جس کا ہر صفحہ کلیجہ کے پار ہوتا ہے چار دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت صرف بارہ آنے (۱۲ر)

یاسمینِ شام

امیر المؤمنین فاروق اعظم حضرت عمرؓ کے زمانہ کی اسلامی لڑائیاں ہلال و صلیب اسلام و عیسائیت کے معرکے۔ تسخیر اردن بیسان حمص بعلبک ارسنا۔ حلب۔ انطاکیہ۔ بیت المقدس اور یرموک کے لئے مجاہدین اسلام کی سرفروشانہ قربانیاں۔ جنگ یرموک وہ اسلامی جنگ تھی جس میں ۳۶ ہزار مسلمانوں نے عیسائیوں کی متفقہ طاقت یعنی ۳ لاکھ کے لشکر عظیم پر فتح پائی جس میں مسلمان عورتیں اس طرح لڑیں کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ خالدؓ بن ولید اور شرحبیل کی تقریریں مسلمانوں کے جوش ایمانی جرأت، جانبازی، اور ایثار کے دل ہلا دینے والے مناظر یاسمین شام ہی میں نظر آئیں گے۔ اگر محبت کا دلآویز افسانہ دیکھنا ہے تو یاسمین شام کا مطالعہ کرو۔ جو سفاک و سنگدل باپ۔ خدا ترس ماں اور مظلوم بچی کی دل خراش داستان بھی ہے۔ حال میں جدید ایڈیشن خاص اہتمام کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے۔ (عہ۱)

تیغِ کمال

غازی اعظم مصطفےٰ کمال پاشا کی سوانح عمری۔ جس میں ترکی اور یونان کی لڑائیاں اسلام اور نصرانیت کے معرکے اور ترکی کو فنا کر دینے کے لئے یورپ کی متفقہ کوششیں سیاسی چالیں اور ناکامی کے حالات تفصیل سے لکھے گئے اور اتحادیوں کی سازشوں کے راز افشا کئے گئے ہیں۔ شہزادی کون کوشٹ کا غازی اعظم کی شجاعت و ایثار کا اعتراف، اتحادی شہزادوں کا یونانی شہزادی سے شادی کی درخواست یہاں تک کہ انکار پر قید کر دینا اور قتل کا حکم دینا اور غازی مصطفےٰ کمال کا عجیب و غریب طریقہ سے پہنچنا اور شہزادی کی جان بچا لینا ایسے دلچسپ باب ہیں کہ کتاب شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر نہیں رہا جاتا۔ ناموس اسلام پر ترک عورتوں کی قربانیاں اور مذہب مقدس اور وطن عزیز کے لئے ایک آزاد اور خود دار قوم کی جانبازی ترک مردوں کی شجاعت اور جوانوں کی سرفروشی اور بالآخر طاقت اور مکر کے مقابلہ میں صداقت کی ظفر مند جوش ایمانی اور غیرت اسلامی کی فتح! تیغ کمال ہزاروں جلدیں عہ۱ فی جلد کے حساب سے ہاتھوں ہاتھ نکل گئیں اب خاص اہتمام کے ساتھ شائع کی گئی ہے مگر اس کے باوجود قیمت صرف ایک روپیہ ہے۔

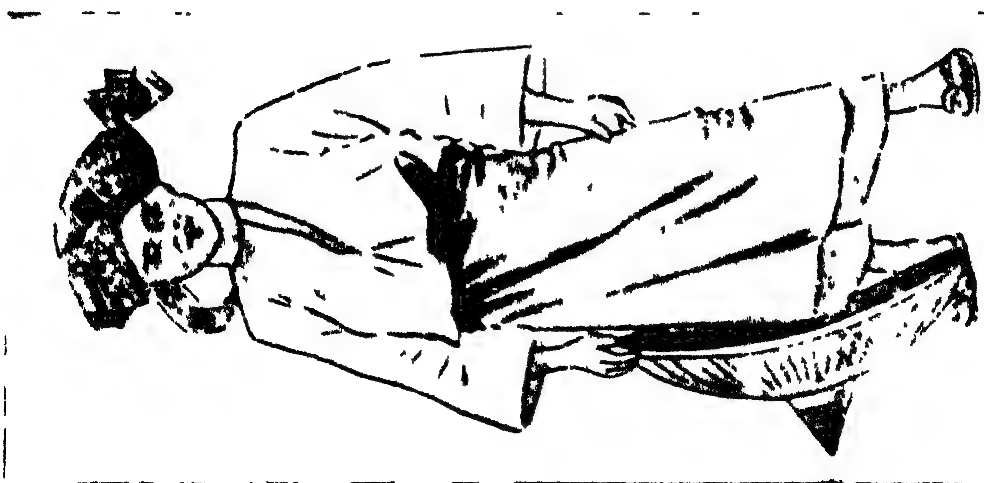
منظرِ طرابلس

تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیر بن عوام کی بے مثل بہادری شجاعت، محبت کے آتشکدہ میں بیگناہ لڑکی کی قربانی۔ حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل، مذہبی پیشواؤں کی سیاہ کاریاں علقیہ اور شہزادی لیبس کی کہانی اور فتح طرابلس کا آخری منظر۔ قیمت ۸ر

سودائے نقد

جس سے معلوم ہو کہ مرد کا نکاح ثانی اور اسلام میں عورت کی حیثیت کیا ہے۔ یہ افسانہ بتائے گا کہ جوان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی کا کیسا زبردست گناہ ہے دوسگی بہنوں کی کوششیں حقیقی ماں کے ہاتھوں جوان بیٹے کا قتل۔ محبت کا جواب غرض نہایت دلچسپ پلاٹ ہے۔ قیمت پانچ آنے (۵ر)











طوارگ قوم کے مرد اور عورت جس میں مرد نقاب پوش اور عورت بے نقاب ہوتی ہے

رسالہ عصمت دہلی

انتیسواں ۲۹ سال	بابت ماہ اپریل ۱۹۳۷ سنہ عیسوی	جلد ۵۸ نمبر ۴

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ للکہ — ممالک غیر سے دس شلنگ

قسم خاص ـ د آرٹ کاغذ کا ایڈیشن، دس روپے۔ رؤسا سے پچیس روپے، والیان ریاست سو روپے۔ ممالک غیر ایک پونڈ۔ فی پرچہ ایک روپیہ

رسالہ عصمت۔ ہندوستان کے بڑے بڑے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ وہیلر کے بک سٹال پر بھی دستیاب ملتا ہے

باہتمام مولوی محمد ادان الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

چند ضروری باتیں

رسالہ عصمت ہر مہینہ مقررہ وقت یعنی ۳ تاریخ کو شائع اور پوسٹ کر دیا جاتا ہے اور کبھی ایک دن کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔ لیکن اکثر مرتبہ ڈاک خانہ کی غفلت سے آپ کو رسالہ دیر سے ملتا ہے یا ضائع ہو جاتا ہے۔ اگر اتفاقاً کسی مہینہ کا رسالہ ٹھیک وقت پر آپ کو نہ ملے تو ایک ہفتہ انتظار کر کے ۱۵ تاریخ تک دفتر کو اپنے خریداری نمبر کے حوالہ سے اطلاع دے کر دوبارہ پرچہ طلب فرمالیجیے۔ لیکن جب رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت اکثر پیش آتی رہتی ہو یا ایک سے زیادہ پرچے آپ کو نہ ملے ہوں تو مقامی پوسٹ ماسٹر یا پوسٹ ماسٹر جنرل کو شکایتی خط ضرور لکھ دیجیے۔ تاکہ ڈاک کا انتظام درست ہو کر دفتر رسالہ اور آپ خود نقصان و زحمت سے محفوظ رہ سکیں۔

پتہ تبدیل کرانے کی جب ضرورت پیش آئے تو فوراً مقامی پوسٹ ماسٹر کو ایک کارڈ لکھ کر اپنے جدید پتہ سے مطلع کر دیں۔ اور بحوالہ اپنے خریداری نمبر کے جدید پتہ دفتر ہذا کو تحریر فرما دیں۔ ورنہ آپ کا پرچہ سابقہ پتہ پر ارسال ہو کر ضائع ہوتا رہے گا۔

لیکن جب آپ عارضی طور پر کسی جگہ تشریف لیجانا چاہیں تو صرف مقامی پوسٹ ماسٹر کو عارضی پتہ لکھ کر ڈاک منتقل ہونے کا انتظام کر لینا بہترین طریقہ ہے۔ کیونکہ دفتر ہذا کو ہر تبدیل پتہ پر مختلف رجسٹروں اور فائلوں میں تبدیلیاں کرنی پڑتی ہیں۔ اور ہر عارضی یا منتقل تبدیلی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری بدلنا پڑتا ہے۔

بعض خریدار نمبر خریداری غلط لکھ دیتے ہیں یا رجسٹرڈ ایل (۱۳) یا وی پی کا نمبر لکھ دیتے ہیں۔ اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ رسالہ کسی نام پر جاری ہوتا ہے اور خط یا چندہ کا منی آرڈر وغیرہ ان کے کسی دوسرے رشتہ دار کی طرف سے اصل خریدار کے نام و نمبر کے حوالہ کے بغیر وصول ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں تعمیل ناممکن ہو جاتی ہے۔

آپ کا خریداری نمبر رسالہ کے ریپر یا لفافہ پر اور پتہ کی چٹ پر آپ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اپنی نوٹ بک میں اس کو نوٹ کر لیجیے۔ اور دفتر ہذا کو خط یا منی آرڈر لکھتے وقت اس میں اپنا صحیح خریداری نمبر اور اپنا نام و مقام ضرور درج فرما دیجیے۔ اگر نمبر یاد نہ ہو یا ضائع ہو جائے تو اپنا پورا پتہ اور اس مہینہ کا نام لکھ دیجیے جس مہینہ سے آپ کا سال خریداری شروع ہوتا ہے یعنی جس مہینہ میں آپکی طرف سے چندہ ادا کیا جاتا ہے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تاخیر وجہ شکایت نہ ہونی چاہیے۔

منیجر

مضمون نگاری کے قواعد

مضمون نگاروں کو عصمت کے لیے مضامین بھیجنے سے پہلے ان باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔ تاکہ ان کا وقت اور محنت بے کار نہ جائے۔

(۱) مضامین کاغذ کے ایک رخ پر روشن سیاہی سے، نظر ثانی، مناسب ترمیم و اصلاح و اضافہ کے لئے ایک ایک سطر چھوڑ کر خوش خط لکھنے چاہئیں۔ (۲) اڈیٹر کے نام کے خط میں مضمون نگار کا صحیح نام اور پورا پتہ درج ہونا اشد ضروری ہے۔ (۳) طویل مضمون کے لئے تین تین چار چار ماہ بعد بھی ممکن ہے کہ جگہ نہ نکل سکے۔ لیکن چھوٹے چھوٹے مضامین جلد درج رسالہ ہو سکتے ہیں۔ اس لئے مضمون نگار جہاں تک ممکن ہو مضمون بہت مختصر لکھیں۔ اور کم از کم الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ (۴) مضمون کسی کتاب یا رسالہ سے نقل ہو یا ترجمہ یا اخذ ہو تو مصنف کا نام اور کتاب یا رسالہ کا حوالہ ضرور دیا جائے (۵) عصمت کے لئے صرف وہ مضامین ارسال کئے جائیں جو عصمت ہی کے لئے لکھے جائیں۔ وہ مضمون ہرگز نہ روانہ کیا جائے جو کسی اور پرچہ کو بھیجا جا چکا ہو۔ (۶) عصمت کے مضامین کے لئے پامال پرانے عنوانات جن پر بارہا عصمت میں مضامین شائع ہو چکے ہیں منتخب نہ کرنے چاہئیں نئے نئے موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مضامین جو اسلوب بیان ندرت خیال وغیرہ کے اعتبار سے دلچسپ سمجھے جا سکتے ہیں خوشی کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں (۷) مضامین میں تہذیب و سنجیدگی کا پورا خیال رکھنا چاہیے جو مضامین ذاتیات سے آلودہ ہوتے ہیں یا جن سے کسی فرقہ یا شخص کی دل آزاری ہو سکتی ہے۔ ردی کر دیئے جاتے ہیں۔ عصمت مذہبی جھگڑوں کا اکھاڑا نہیں ہے اس کے لئے ایسے مضامین بھیجنے چاہئیں جو ہندو، مسلمان، عیسائی، سکھ بہنوں، غرض سب کے لئے مفید ہوں۔

(۸) مضامین کی زبان سلیس اور عام فہم ہونی چاہیے رنگین بے معنی عبارت ہمیں ناپسند ہے۔ فارسی، عربی، انگریزی الفاظ ٹھونسنے سے مضمون بھدا ہو جاتا ہے۔

(۹) جو مضامین عصمت میں شائع ہوتے ہیں ان کا دائمی حق اشاعت بحق عصمت محفوظ ہوتا ہے (۱۰) عصمت سال کے بہترین مضامین پر جولائی میں قریباً چار سو روپے کے انعامات مضمون نگار خواتین میں تقسیم کرتا ہے کم استطاعت مضمون نگار عورتوں کو معاوضہ بھی دیتا ہے غیر مسلم خواتین کے مضامین بڑی خوشی سے شائع کئے جاتے ہیں۔

جو خواتین اور حضرات ان قواعد کی پابندی نہیں کرتے ان کے مضامین ناقابل اشاعت ہوتے ہیں۔

اڈیٹر

احکامِ نسواں

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کے مضامین کے مجموعوں کا دوسرا سٹ بھی سال بھر کے اندر شائع ہو گیا۔ یہ بارہ کتابیں ہیں جن کا اشتہار کسی دوسری جگہ درج ہے۔ اس وقت مجھے صرف ایک کتاب احکامِ نسواں کے متعلق کچھ لکھنا ہے۔

حضرت والد مغفور اپنے ساتھ جو ارمان لے گئے ان میں سے ایک یہ تھا کہ قرآن مجید میں عورتوں کے متعلق جو احکام ہیں ان کی ایک علیحدہ تفسیر عام فہم زبان میں شائع ہو جائے۔

رسالہ بنات کو جن عصمتی بہنوں کی نظر سے گزرنے کا شرف حاصل ہے انہوں نے ہر ماہ مستقل عنوان کے تحت میں ایک صفحہ حضرت علامہ مغفور کی اس تفسیر کا کئی سال تک ملاحظہ فرمایا ہے۔ مسلمان عورتوں کی یہ بدنصیبی ہے کہ تفسیر پوری نہ ہوئی تھی کہ ان کے محسن اعظم کی زندگی پوری ہو گئی!

جس قدر تفسیر لکھی جا چکی تھی اس کا شائع کرنا تو کچھ دشوار نہ تھا لیکن تمام احکام کا جمع کرنا، انہیں سلیقہ سے ترتیب دینا، تشریح طلب مسائل کا بیان کرنا اور ان باتوں کا خیال رکھنا جو تصانیف مصنف مرحوم کی خصوصیات ہیں یہ سب کام میرے لئے بے انتہا مشکل تھے۔ اہلیت نہ قابلیت۔ معلومات نہ علمیت مشاہدہ نہ مطالعہ اس پر اس صدمہ سے چُور چُور، طبیعت مضمحل۔ دماغ پریشان۔ مگر عم مکرم مولوی عبد الغفار صاحب الخیری (سابق پروفیسر دار العلوم بیروت) نے بیش بہا مشوروں سے مستفید فرمانے کے علاوہ گراں قدر امداد فرمائی اور اللہ تعالیٰ کا کچھ ایسا فضل و کرم شاملِ حال ہوا کہ دو ماہ کی شبانہ روز محنت کے بعد کتاب تیار ہو گئی۔

کتاب کے تین متفرق ٹکڑے میں یہاں نقل کرتا ہوں۔ تین اس لئے کہ تفسیر نصف سے زیادہ حصہ علامہ مغفور کی ہے بعض احکام کی تشریح چچا صاحب قبلہ مولوی عبد الغفار صاحب الخیری نے کی ہے اور بعض نوٹ میں نے لکھے ہیں۔ ان سے کتاب کا کسی قدر اندازہ ہو سکیگا ورنہ اس کی پوری قدر و قیمت تو اس کے دیکھنے ہی سے معلوم ہوگی یعنی یہ کہ علامہ مغفور کی یہ کتاب مسلمان عورتوں کے لئے کیسی بے بہا نعمت ہے اور ان مردوں کے لئے جو حقوق نسواں کے حامی ہیں نیز ان مردوں کے لئے جن کی نگاہ میں عورت کی وقعت نہیں اس کا مطالعہ کس قدر ضروری ہے اور مذہب و ادب میں یہ کتاب کیا درجہ رکھتی ہے۔ چونکہ عصمت میں اس تفسیر کا کوئی حصہ شائع نہیں ہوا اس لئے مجھے امید ہے عصمتی بہنیں نہایت دلچسپی کے ساتھ ان اقتباسات کا مطالعہ فرمائیں گی۔

رازق الخیری

میراث

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ (نساء ع ۲ پ ۴) (مسلمانو، تمہاری اولاد کے حصص کے بارے میں اللہ تم سے کہتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ دیا کرو)

لڑکیوں کا ترکہ

ہندوستان کے مسلمانوں نے جن کا ایمان قرآن اور حدیث ہے خدا کے اس فیصلہ کی جس قدر مخالفت کی ہے وہ دنیا جانتی ہے بہت سے خاندان ایسے ہیں جہاں لڑکیوں کو باپ کے مال میں سے ترکہ نہیں دیا جاتا کچھ جانا دیا گاؤں

زمین باپ دادا چھوڑتے ہیں وہ صرف لڑکوں کا مال ہے چونکہ اسلامی فیصلہ یہ ہے کہ لڑکی کو نصف حصّہ لڑکے سے ملے اس لئے ان ظالم مسلمانوں نے
جو خدا کے دشمن ہیں یہ کہہ کر کلام الٰہی کو نہایت بیدردی سے ٹھکرا دیا ہے کہ خدا کا یہ فیصلہ قابل عمل نہیں ہمارے ہاں جو رواج ہے وہ درست
ہے اور وہ رواج یہ ہے کہ لڑکی کو کسی قسم کا حصہ نہ دیا جائے۔ خداوندکریم اس آیت میں فرماتے ہیں۔

"اور ہم نے ماں باپ اور اقارب کے ترکہ میں ہر ایک کے لئے وارث بنائے ہیں" مگر وہ مسلمان جو ان ورثا کو محروم کرتے ہیں اور خدا کے فیصلہ کی مخالفت
کرتے ہیں۔ نہ معلوم کس طرح مسلمان سمجھے جاسکتے ہیں غضب یہ ہے کہ ان سنگدلوں نے رواج کو قرآن سے بڑھ کر سمجھا ہے اور اپنے ہاں کے فیصلے رواج کے موافق کرتے ہیں۔

عورت چونکہ ابتدائے اسلام میں مرد کے برابر خدمت کر رہی تھی بلکہ بعض موقعوں پر اس کی خدمات مرد سے بھی بڑھ گئی تھیں اس لئے اس آیت کے
نزول پر عورتوں کو اپنا حصّہ مرد سے نصف ناگوار گذرا اور ام سلمہ نے حضور اکرمؐ کی خدمت میں یہ عرض کر ہی دیا کہ ہم تو پیدا ہی نہ ہوتے تو اچھا تھا کہ مرد
کو ہم سے دوگنا حصہ ملا۔ اس عرض کا ثبوت احادیث میں موجود ہے جو ثابت کر رہا ہے کہ عورت اور مرد کے درجہ میں اُس وقت کوئی فرق نہ تھا ورنہ ام سلمہ
کو اس شکایت کا احساس ہی نہ ہوتا اور جو کچھ ملتا اسی کو غنیمت سمجھتیں۔

یہاں ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ عورت کو مرد سے کم درجہ دیا مگر حقیقت یہ ہے کہ عورت کا درجہ کم نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے
کہ عورت کا مہر مرد کے یعنی شوہر کے ہاں مقرر کیا، اور اس کے مال میں حصّہ دیا اور اس طرح اس کمی کو پورا کر دیا۔

اس آیت میں خداوندکریم نے ماں باپ کے مال میں ایک حصّہ لڑکی کا اور دو حصّے لڑکے کے قرار دیئے ہیں۔ اس فیصلہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے اور
لڑکی میں خود قدرت ہی نے فرق رکھا ہے اور لڑکے کو زیادہ دے کر اُس کا حق افضل کیا ہے مگر حقیقت یہ نہیں ہے لڑکی کو ماں باپ کے ہاں اس لئے ایک
حصّہ دیا ہے کہ اس کا حق مہر شوہر پر مقرر کیا ہے اور اس طرح کمی کو پورا کیا ہے۔ اس کے علاوہ لڑکی کو اس کے شوہر کی کمائی میں بھی حقّہ دلوا دیا ہے۔

جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو مرد سے کمزور کر دیا ہے اور عورت کو صرف مرد کی حکومت کے واسطے پیدا کیا ہے۔ وہ اگر
ٹھنڈے دل سے غور کریں تو ان کو معلوم ہو جائے کہ اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس نے عورت کو مرد کے قریب قریب برابر رکھا ہے
دنیا کے کسی مذہب میں عورت کا یہ مرتبہ نہیں۔ اسلام نے عورت کی شخصیت تسلیم کر لی۔ باقی مذہبوں میں یا تو ترکہ ہی نہیں ہے اور اگر ہے تو اس طرح
کہ کہنے کو مالک مگر ملکیت مطلق نہیں اس پر طرہ یہ کہ عورت کی شخصیت شوہر کے ساتھ جذب کر دی ہے لیکن اسلام ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اُس نے
عورت کا درجہ مرد کے برابر کر دیا۔ دوسرے مذہبوں پر تفصیل سے بحث کی ضرورت نہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے عورت کی
قدر نہ کی وہ ذرا اپنے گریبان میں مُنہ ڈالیں۔

جس وقت یہ آیت نازل ہوئی ہے اس وقت دنیا میں عورت کا کوئی مرتبہ ہی نہ تھا۔ اس حکم نے تمام دنیا کے کان کھول دیئے کیونکہ وہ لوگ
عورت کو لونڈی سے بدتر خیال کرتے تھے۔ اور خود عرب ہی میں یہ دستور تھا کہ لڑکی کو زندہ قبروں میں اور کنوؤں میں ڈال دیتے تھے۔ اور پیدائش
مصیبت خیال کرتے تھے۔

اس آیت کے نازل ہوتے ہی سب دنگ رہ گئے۔ اور ترکہ کی تقسیم میں عورت کا حصّہ شروع ہوگیا۔ اس حکم کی موجودگی میں کہ ماں باپ کی میراث
میں بھائی کے مقابلہ میں بہن نصف حصہ کی مالک ہے کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ یہ ایسا صریح اور صاف حکم ہے کہ نہ کوئی تاویل ہوسکتی ہے نہ عذر

ہوسکتا ہے مگر ہندوستان کے مسلمان جنہوں نے ہر اعتبار سے عورت کو دبانے کی کوشش کی ہے اس حکم کی بھی نافرمانی کر رہے ہیں۔ پنجاب نے [illegible] کا قانون بنا کر رواج کو اتنا غالب قرار دیا کہ عدالتوں میں بھی اس حکم کی کُھلم کُھلا مخالفت ہو رہی ہے اور لڑکیاں ورثہ سے محروم کی جا رہی ہیں۔ بات چونکہ مسلمان مرد کے فائدہ اور مطلب کی تھی اس لئے پنجاب کی دیکھا دیکھی دوسرے صوبوں کے مسلمان بھی اس طرف جُھک پڑے اور خدا کے فیصلہ کی مخالفت شروع کر دی اور باوجود اس کے کہ ان کے اس فعل پر ہر طرف سے ملامت ہو رہی ہے ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔

قبل از اسلام جب لڑکیاں زندہ دفن کی جاتی تھیں تو بعض مائیں آخر وقت میں ان کو اچھی پوشاک پہنا کر اور اچھی طرح ان کا پیٹ بھر کر باپ کے حوالہ کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عاصم کا بیان ثابت کر رہا ہے کہ مسلمان ہونے سے قبل جب وہ آخری لڑکی کو دفن کرنے چلے تو ماں نے بچی کی آخری خدمت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اور باپ کی گود میں دے کر بیہوش ہوگئیں۔ خود حضرت عاصم کے الفاظ بھی یہ ہیں کہ دفن کے وقت گڑھے کا جو گرد و غبار میرے چہرے پر پڑا تھا اور میں خاک میں اٹ چکا تھا جس وقت اس بچی نے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے صاف کیا ہے تو میرا دل بھی پگھل گیا۔ لیکن ہندوستان کے مسلمان جو پیغمبر اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں اور ان کی اُمت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس شخص پر ایمان لائے ہیں جو بدبخت عورت کے حقوق کا بہترین وارث تھا کچھ ایسے سنگدل اور ظالم واقع ہوئے ہیں کہ جب بیٹی کو ترکہ سے محروم کرنے کا مقدمہ عدالت میں پیش ہوتا ہے اور احکام خدائی کے خلاف اپنی ناجائز کوششوں میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو باغ باغ ہوتے ہیں اس بے ایمانی پر فخر کرتے ہیں اور نہال نہال رہتے ہیں۔

اس کا فیصلہ عقلِ سلیم کرے گی کہ انسانیت کے وہ دشمن جن پر آج تاریخ لعن طعن کر رہی ہے بہتر تھے یا آج کے مسلمان جو قرآن مجید کے خلاف کار بند ہونے پر ناز کرتے ہیں۔ لڑکی کی پیدائش پر جو مصیبت گھر بھر میں چھا جاتی ہے اور خاصے اچھے چہرے سُست پڑ جاتے ہیں اس کی وجہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ لڑکے کے ورثہ میں خواہ مخواہ کی ایک شریک پیدا ہوگئی۔ بعض مسلمان یہ عذر کرتے ہیں کہ خدا کے حکم کی تعمیل نہ کرنا حقوق اللہ میں داخل ہے مگر یہ عذر اس قدر نامعقول ہے کہ لاحول کے سوا اور کچھ جواب نہیں ہوسکتا۔ خدا کے وہ احکام جو اس کی اپنی ذات سے متعلق ہیں مثلاً نماز روزہ حج وغیرہ حقوق اللہ میں شامل ہیں۔ وہ احکام جو دوسروں سے متعلق ہیں حقوق العباد ہیں۔ اس حکم کی نافرمانی ایک لڑکی کو اس کے تمام حقوق سے محروم کرتی ہے یہ حقوق اللہ میں کس طرح شامل ہوسکتا ہے؟

ایک یہ بھی عذر کیا جاتا ہے کہ شادی کے موقعہ پر ہم لڑکی کو اس قدر کافی دے دیتے ہیں جو ترکہ کے برابر ہو جاتا ہے یہ بھی عذر لنگ ہے اول تو اس وقت جو کچھ دیا جاتا ہے وہ زیادہ تر نام و نمود ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ طریقہ مسنون ہے۔ اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ ترکہ پورا دیا جاتا ہے تو شاید دنیا میں اس شخص سے زیادہ بیوقوف کوئی نہ ہوگا کہ جو مال بھی دے اور بدنام بھی ہو جب ٹھیک پورا ہے تو بیٹی کی شادی کے وقت نہ دیجئے ترکہ اُسی طرح دیجئے جس طرح خدا نے فیصلہ کیا ہے۔ شادی کے موقعہ پر دعوتیں اور برادری کے کھانے والدین پر فرض نہیں ہیں یہ اس سے بھی زیادہ بے ایمانی ہے کہ اپنی نام آوری کو دعوت تو دیں برادری کو نہ دو بریانی کھلائیں اڑوسی پڑوسی کو اور نام ہو بیٹی کے ترکہ کا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ!!

(بنات ستمبر ۲۹ء) (حضرت علامہ مغفور)

بیوہ اور عدت بیوگی

(۱) وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ

(بقرہ ع ۱۶ پ ۲)

اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور بیبیاں چھوڑ مریں تو اپنی بیبیوں کے حق میں ایک برس تک کے سلوک (یعنی نان نفقہ) اور گھر سے نہ نکالنے کی وصیت کر مریں۔

تفسیر عرب میں یہ رسم تھی کہ جب شوہر کا انتقال ہوتا تو عورت پورے ایک سال تک عدت میں بیٹھتی اور بناؤ سنگار نہ کرتی نہ نئے کپڑے پہنتی اور شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ اسی گھر میں رہتی اور ان سے نان نفقہ لیتی اور جب اس گھر سے نکلتی تو نان نفقہ ساقط ہو جاتا۔ اسلام نے ابتداءً میں اس رسم کو رکھا اور یہ حکم دیا کہ شوہر ایک سال کے لئے گھر میں رہنے اور نان نفقہ کے واسطے اپنے ورثاء کو وصیت کر دے کہ وہ نہ گھر سے اس کو نکالیں نہ نان نفقہ روکیں۔ لیکن جب اسلام کی اشاعت بڑھی اور اللہ تعالےٰ نے فراخی دی تو دوسرا حکم نازل ہوا جو ذیل میں درج ہے۔ اگرچہ یہ حکم ایک سال پہلے نازل ہوا تھا اور ذیل کا حکم بعد میں مگر قرآن شریف میں ذیل کا حکم پہلے ہے اور مذکورہ حکم بعد میں ہے۔

(۴) وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ (بقرہ ع ۔ ۳ پ ۲)

اور تم میں جو لوگ مر جائیں اور بیبیاں چھوڑ مریں تو (عورتوں کو چاہیئے کہ) چار مہینے دس دن اپنے تئیں روکے رہیں۔ پھر جب اپنی (عدت کی) مدت پوری کریں تو جائز طور پر جو کچھ اپنے حق میں کریں اس کا تم (وارثان میت) پر کچھ الزام نہیں

تفسیر حکم ۲ کے بعد پھر یہ حکم نازل ہوا کہ بیوہ عورتیں بجائے ایک سال کے چار ماہ اور دس دن کی عدت گذاریں۔ اور پھر جب عدت پوری کریں تو پھر اگر وہ شریعت کے بموجب کسی دوسرے سے نکاح کریں تو..........

.... تو شوہر کے رشتہ داروں پر کوئی گناہ نہیں اور ان کو چاہیئے کہ وہ مزاحمت نہ کریں۔ اس سے ایک تو وہ کسی پر بار نہ ہوں گی اس کے علاوہ ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ تیسرے اسلام کو یہ منظور نہیں کہ عورت بیکسی اور مجبوری کی زندگی گذارے۔

عدل و انصاف

(از مولوی عبد الغفار صاحب الخیری)

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا (نساء ع ۱ ۔ پ ۴)

اے لوگو اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں (کے بارے میں) انصاف قائم نہ رکھ سکو گے تو اپنی مرضی کے مطابق دو، دو اور تین۔ تین۔ اور چار چار عورتوں سے نکاح کرو۔ لیکن اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ (کئی بیبیوں میں) برابری (کے ساتھ برتاؤ) نہ کر سکو گے تو (اس صورت میں) ایک ہی (بی بی کرنا) یا جو (لونڈی)، تمہارے قبضہ میں ہو اسی پر قناعت کرنا۔ نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لئے یہ تدبیر زیادہ قرین مصلحت ہے۔ اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ دے ڈالو۔ پھر اگر وہ خوش دلی کے ساتھ اس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اس کو رچتا پچتا (سمجھ کر مزے سے) کھاؤ پیو۔

ملہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف قائم نہ رکھ سکنے کی تشریح کتاب مسلم اور مسلم ہر کی گئی ہے۔

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوٓا اَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ (نساء ع ۱۹۔ پ ۵) اور (لوگو) تم (اپنی طرف سے) بہتیرا چاہو لیکن یہ تو تم سے ہو نہیں سکے گا کہ (کئی کئی) بیبیوں میں (پوری پوری) برابری کرسکو۔ تو تو بالکل (ایک ہی کی طرف) مت جھک پڑو کہ دوسری کو (اس طرح) چھوڑ بیٹھو گویا (اُدھر میں) لٹک رہی ہے۔

پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرنے کی مخالفت خواتین ہند کے محسن اعظم نے متعدد تصانیف اور مضامین میں کی ہے۔ جو لوگ نکاح ثانی کرتے ہیں وہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ سنت نبوی اور ہمارا شرعی حق ہے۔ سنت نبوی کا جواب توامنہ کے لال سے اوپر نقل کردیا گیا اور اس سے معلوم ہوگیا کہ سرور کائنات کے تمام نکاح اسلامی مفاد کے لئے تھے اور حضور اکرم نے سوائے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے باقی تمام نکاح رانڈوں سے کئے بڑھیوں سے کئے ان سے کئے جن کے بال سفید بھک بگلے کے پر جن کے رخسار پچکے ہوئے اور جن کے دانت اور ڈاڑھیں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ اگر پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی سنت ہے تو بیوہ بڑھیوں سے نکاح کرنا بھی تو سنت ہے۔ مگر آج کون ایسا نوجوان ہے جو ایک بڑھیا سے نکاح کرنا پسند کرے گا؟ اب رہا شرعی حق، تو جس طرح اور معاملوں میں بعض خود غرض ہندستانی مسلمانوں نے عورتوں کے حقوق غصب کرکے اسے گھر کی ملکہ کی بجائے ماما اور لونڈی بنا دیا اسی طرح اس اجازت کے پہلے حصہ سے جو ان کے مطلب کی تھی اُنھوں نے نہایت غلط فائدہ اُٹھایا اور دوسرے حصہ کو نظر انداز کرکے گنہ گار ہوئے۔ پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرنے کا حکم نہیں۔ اجازت ہے لیکن جہاں اجازت ہے وہاں یہ بھی تو ارشاد ہے کہ "ان کے مہر ادا کردو" جو لوگ دوسری شادی کرتے ہیں ان میں کتنے ایسے سچے مسلمان ہیں جو اس اجازت سے فائدہ اُٹھانے کے ساتھ ساتھ مہر بھی ادا کردیتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ نکاح ثانی کی اجازت "مہر ادا کرنے کے علاوہ" انصاف کی شرط کے ساتھ ہے۔ یعنی اگر انصاف کرسکو۔ لیکن چونکہ ع

سینہ میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے

یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک کی محبت کسی نہ کسی قدر زیادہ اور دوسری کی کسی نہ کسی قدر کم نہ ہو۔ اس لئے نہایت صاف الفاظ میں یہ بھی ارشاد فرمادیا۔ کہ تم بہتیرا چاہو لیکن یہ یعنی انصاف تم سے نہ ہوسکے گا کہ کئی کئی بیویوں میں پوری پوری برابری کرسکو۔ پھر جب مہر بھی ادا نہ کیا جائے "انصاف" بھی نہ کیا جاسکے تو دو یا تین بیویاں کرنا کس طرح جائز ہوگیا؟ حقیقت یہ ہے جیسا کہ حضرت علامہ مغفور نے آمنہ کے لال میں اس بحث کے دوران میں فرمایا ہے کہ "اسلام سے قبل عرب میں اس قدر جہالت تھی کہ چار بیویوں کی حد تھی نہ ہزار کی۔ چار کا تعین محض مصلحت تھی اس واسطے عدل حقیقی کی شرط ایسی تھی جو واجب التعمیل نہ تھی"۔

حضرت علامہ مغفور اکثر یہ بھی فرمایا کرتے تھے اور کئی مضمونوں میں بھی تحریر فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی مالی حالت اس قدر گرگئی ہے کہ اطمینان کے ساتھ پیٹ کو ٹکڑا نصیب ہے نہ تن کو کپڑا وہ ایک بیوی کو تو خوش رکھ نہیں سکتے یعنی اس کے جو شرعی حقوق ہیں انہیں تو اچھی طرح ادا کر نہیں سکتے دوسرے نکاح کا خیال کس طرح ان کے دل میں پیدا ہوسکتا ہے؟

رازق الخیری

بچوں کی تفریح

بچوں کو پارٹیوں میں ساتھ لے جانے سے جو تکالیف ہوتی ہیں انہیں اب عام طور پر محسوس کیا جا رہا ہے اور امید ہے کہ جلد یہ رواج اُٹھ جائے گا بلکہ تعلیم یافتہ حلقوں میں تو یہ طریقہ قریب قریب معدوم ہو چکا ہے لیکن اس کا دوسرا پہلو اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے یعنی بچوں کو بڑوں کی پارٹی میں تو نہیں لے جایا جاتا لیکن ان کے لئے جداگانہ کسی قسم کی تفریح کا سامان بھی بہم نہیں کیا جاتا۔

بچوں کی پارٹیز کا بالکل رواج نہیں۔ اسے رواج دینا بہت ضروری ہے۔ اس کے ذریعہ بچے آداب ملاقات سیکھیں گے۔ اور بڑے ہو کر وہ پارٹیوں میں جانے اور اجنبی لوگوں سے ملنے میں جھجکیں گے نہیں۔ بچوں کی پارٹیز میں ان کے اپنے دوستوں کو مدعو کرنا چاہیئے۔ نہ کہ ان بچوں کو جن سے آپ کی رائے میں آپ کے بچوں کو دوستی کرنی چاہیئے۔ ایک آدھ ایسے بچے کے ہونے سے کوئی مضائقہ نہیں جس کی آپ کے بچے سے پہلے سے واقفیت نہیں ہے بلکہ اس طرح سے اجنبیوں سے ملنے کی جھجک دور ہو جائے گی۔ لیکن سارے مہمان ایسے ہی نہیں ہونے چاہئیں۔

بچوں کی پارٹی میں کھانے پینے نشست وغیرہ کا انتظام خود آپ کو کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر بچے آٹھ دس برس کے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے واقف تو کھیلنے کے لئے انہیں آزاد چھوڑ دینا چاہیئے۔ ہاں اگر بہت ہی کم عمر ہیں یا ایک دوسرے سے زیادہ بے تکلف نہیں تو آپ کو ان کے لئے کھیل کا انتظام کرنا ہوگا۔ بڑے بچوں کو بھی بعض اوقات کھیل میں مدد اور مشورہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ان کی طبیعتوں پر موقوف ہے۔ بعض بچے آزاد پسند ہوتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مطلب کے کھیل کھیلیں۔ انہیں کسی خاص کھیل کے لئے مجبور نہ کرنا چاہیئے۔ بعض بچے صلاح اور مدد چاہتے ہیں۔ انہیں مدد دینی چاہیئے۔ لیکن ان کو بھی طریقے بتا کر اور دو ایک کھیل ساتھ کھیل کر چھوڑ دینا چاہیئے کہ اب وہ خود کھیلیں۔ کھانے پینے کے انتظام میں بارہ چودہ برس کے بچوں کو ضرور حصہ لینے دیں۔ پارٹیز کے دن بھی بچوں کو وہی چیزیں کھانے کو نہ دیں جو وہ روز کھاتے ہیں۔

پڑھنے اور ایسے کھیلوں کے علاوہ جو بچے بالعموم والدین کی خلاف مرضی کھیلتے ہیں جیسے پتنگ اُڑانا۔ گولیاں۔ گلی ڈنڈا وغیرہ (جن میں سے کوئی بھی بذات خود مضر نہیں بلکہ مفید ہے) انہیں کوئی ایسا کھیل نہیں کھلایا جاتا جو بڑے ہونے پر بھی ان کی تفریح کا باعث ہو۔ جیسے سواری کرنا۔ تیرنا۔ ٹینس۔ کرکٹ۔ فٹ بال۔ ہاکی وغیرہ۔ بڑے ہونے پر سوائے پڑھنے لکھنے کے اور کسی طرح سے جو شخص وقت نہ گذار سکے وہ یقیناً ہمدردی کا مستحق ہے جس لڑکے کو پڑھنے لکھنے کے سوا کچھ نہیں آتا۔ بڑے ہو کر وہ آفس کے ۸ گھنٹیں کے بعد سوائے مطالعہ یا خوش گپیوں کے اور کیا کرے گا وہ نہ ورزش کرتا ہے اور نہ صحیح معنوں میں تفریح۔ کیونکہ تفریح کا مطلب ہے کہ وہ اس شغل سے مختلف ہو جس میں دن کے بیشتر حصہ میں انسان مشغول رہے۔ مطالعہ اور گپ سے دس گھنٹہ آفس میں کرسی نشین رہنے والے کو حقیقی تفریح نصیب نہیں ہو سکتی۔ بچوں کی تفریح میں "سپورٹ" کا ضرور حصہ ہونا چاہیئے۔ لڑکوں کو تو پھر بھی کچھ نہ کچھ موقع مل جاتا ہے

اگرچہ باقاعدہ اس کے سامان مہیا نہیں کئے جاتے اور جتنی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے وہ نہیں کی جاتی بلکہ اس کو ایک طرح کا تضیع اوقات سمجھا جاتا ہے تاہم جن بچوں کو شوق ہوتا ہے وہ تھوڑا بہت سیکھ ہی لیتے ہیں لیکن لڑکیوں کو تو بالکل ہی اس کا موقع نہیں ملتا اور آگے چل کر ان کے پاس وقت گذارنے اور تفریح حاصل کرنے کا کوئی سامان نہیں ہوتا۔

فنون لطیفہ کو بھی بچوں کی تفریح میں ایک جگہ ملنی چاہیئے۔ نقاشی کی طرف ہر بچہ کی طبیعت کا رجحان ہوتا ہے اور آڑی ٹیڑھی لکیروں سے ہر بچہ گھر کے دروازوں اور دیواروں کو مزین کرتا اور ماں باپ کی ڈانٹ ڈپٹ سنتا ہے۔

موسیقی کا شوق بھی بچوں میں عموماً ہوتا ہے مگر دادی اماں یا ابا جان کی نیند میں خلل پڑنے سے لکڑی سے پیٹ پیٹ کر ان کی خبر لی جاتی ہے۔ گانے کا شوق ہر بچے میں پایا جاتا ہے بے تال سر کوئی ٹوٹے پھوٹے مصرعے گا کر گھر سر پر اٹھا لیتا ہے ان کی ان فطرتی خواہشات کو صحیح طور پر بڑھنے کا موقع دینا چاہیئے۔ رنگین پنسل و چاک بلیک بورڈ اور ڈرائنگ کی کاپیاں دے کر ان کی نقاشی کے شوق کو پورا ہونے کا موقع دیجئے۔ سستے سستے گراموفون کھیل کے باجے، ہارمونیم وغیرہ دے کر باجے کا شوق پورا کرائیے۔ حمد و نعت اور بچوں کے لئے موزوں اشعار سے ان کے گانے کے شوق کو ترقی دیجئے۔ چھوٹے چھوٹے ڈرامے ایکٹ کرا کے ان کے نقالی کے مادہ کو پورا ہونے کا موقع دیجئے۔ غرض کھیل کے ذریعے فطرتی رجحان اور طبعی میلان کے پورے ہونے میں مدد دیجئے۔ فنون لطیفہ میں لڑکوں کی طرف سے زیادہ غفلت ہوتی ہے جیسے "سپورٹس" میں لڑکیوں کی طرف سے۔ لڑکوں کا باجا بجانا گانا مصوری زنانہ پن سمجھا جاتا ہے جیسے لڑکیوں کا اچھل کود صنف نازک کی نزاکت کے خلاف ہے دونوں خیال یکقلم غلط ہیں۔ نہ لڑکوں کا فنون لطیفہ سے شغف زنانہ پن ہے۔ نہ لڑکیوں کا کھیلنا کودنا مردانہ پن ہے۔ بلکہ اس زمانہ میں جب نوکری کی عام راہیں جیسے قانون۔ میڈیسن۔ پولیس۔ وغیرہ محدود ہیں۔ فنون لطیفہ کا حقیقی مذاق اور اس کی تحصیل کرنے کا عملی موقع ملنے سے ممکن ہے کہ لڑکے کے ذریعہ معاش کی ایک صورت نکل آئے۔ لیکن فنون کے متعلق ایک اور بات یاد رکھنی چاہیئے۔ وہ یہ ہے کہ جہاں قریب قریب ہر ایک بچہ گانا بجانا اور لکیریں کھینچنے کا شوقین ہوتا ہے یہ لازمی نہیں کہ ہر ایک بچہ دس سال کی عمر تک بھی فنون لطیفہ کا شائق رہے۔ اس لئے جہاں چھوٹے بچوں کو فنون کے متعلق سامان بہم کیا جائے۔ آٹھ دس سال کے بچے کو باقاعدہ استاد رکھ کر مصوری۔ موسیقی۔ گانا صرف اسی صورت میں سکھایا جائے جب اس میں اس کا مادہ ہو۔ ورنہ کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ فنون لطیفہ جبریہ کبھی نہیں آسکتے۔ ان کا جبریہ سیکھنا بچے کے دماغ پر بہت برا اثر ڈالے گا۔ اسے ہمیشہ کے لئے فنون لطیفہ سے متنفر کر دے گا۔

بچوں کی تفریح کے سامان میں کتابوں کا درجہ بہت بڑا ہے۔ خاص کر اس زمانہ میں جب خاص طور پر بچوں کے لئے بہ اعلیٰ طرز کی رنگین و باتصویر کتابیں چھپتی ہیں۔ ہر بچے کے کمرے کی الماریاں ہر قسم اور ہر مضمون کی کتابوں سے بھری ہونی چاہئیں ان کے لئے خاص اخبار بھی جاری کرنے ضروری ہیں۔ اس طرح سے ان کی معلومات و لیاقت میں کہیں زیادہ ترقی ہوگی۔ بہ نسبت اس کے کہ آپ ان کا مطالعہ اسکول کے مقررہ سبق کے یاد کرنے پر محدود رکھیں۔ سینما بھی کبھی کبھی بچوں کے مناسب فلم دکھاتے ہیں لیکن سینما کی زیادہ چاٹ بچوں کو ہرگز نہ لگنی چاہیئے۔ کیونکہ سینما ایک قسم کی خارجی تفریح ہے۔ بچپن کا زمانہ ایسا ہو کہ داخلی تفریح کا زیادہ حصہ ہونا چاہیئے۔

چڑیا خانوں عجائب گھروں شہر کی مشہور عمارات و باغوں کی سیر کو بچوں کو اکثر لے جانا چاہئے اس سے ان کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور دلچسپی کا دائرہ بڑھتا ہے۔ اگر گھر میں صحن ہو تو ایک چھوٹا سا حصہ بچوں کو دے دینا چاہئے۔ پھل ترکاری بونے زمین کھودنے کا مشغلہ انہیں نہایت خوش و مشغول رکھے گا۔ بڑھئی بننے والجینیرنگ سکھانے کے کھلونے ایسے لڑکے کو جس کا اس طرف رجحان ہے گھنٹوں خوش رکھے گا۔ لڑکیوں کے لئے ان کا پُرانا گڑیوں کا کھیل اپنے اندر مشغولیت و دلچسپی کے ہزار ذرائع رکھتا ہے بلکہ خانہ داری کے ہر ایک شعبہ پر حاوی ہے اور کھیل کھیل میں ان سب میں انہیں ماہر بنا دیتا ہے۔

کھیل بچوں کی زندگی کا سب سے اہم واقعہ ہے۔ ماؤں کا رجحان عام طور سے اس طرف سے بے پروائی کا ہے۔ بہت کم اس کی اہمیت کو سمجھتی ہیں بچے کی تفریح کی اُسی طرح نگہداشت ہونی چاہئے جیسے اس کی تعلیم کی۔ بلکہ بچے کی تعلیم کا اصل ذریعہ تفریح ہے۔ تفریح کے ذریعہ وہ جو کچھ سیکھتا ہے وہ دل پر پتھر کی لکیر ہو جاتا ہے۔

بچپن کا زمانہ خوشی بے فکری و تفریح کا ہے۔ زندگی کے پر آلام سفر میں ایک ہی منزل ہے جہاں فکر و پریشانی پھٹکنے نہیں پاتی۔ یہ دور خوشی کا ہے اس دور میں تفریح کو تعلیم سے زیادہ درجہ ملنا چاہئے۔ بچے کے جذبات کو کسی طرح سے کچلنے یا اُس کی آرزوؤں کو پامال کرنے کی کوشش نہ ہونی چاہئے بچپن کو نا امیدی۔ تباہی۔ شکست کے احساسات سے پاک۔ خوشی۔ قہقہوں اور نغموں سے پُر ہونا چاہئے۔

شائستہ اختر بانو سہروردی

ناقابل اشاعت مضامین۔ افسوس ہے یہ مضامین عصمت میں درج نہیں ہو سکتے۔ ۱۵ اپریل تک ارکا ٹکٹ آنے پر مضمون نگاروں کو واپس بھیجے جا سکتے ہیں ۱۵ اپریل کے بعد ضائع کر دئے جائیں گے۔ ایڈیٹر

زندگی کی قدر کرو۔ پردیسی ستیاں (نظم) ہفتہ کا نتیجہ۔ سوسائٹی کا ظلم، دودھ کے فوائد اور طریقہ استعمال، تعلیم نسواں (از غازی آباد) معجزات۔ ناکام محبت کی تمنا۔ خواب کی حقیقت (از پٹنہ) محترمہ نوشابہ کی بیماری کے متعلق۔ ماں کے نام بیٹی کا خط (نظم) دوست کا خط۔ الوداع۔ غرور کی سزا۔ عورتوں کی تعلیم (از پشاور) اخلاق (نظم) پھول (نظم) بھائی کا خط بہن کے نام (از آگرہ) محبت (افسانہ) اشعار نعتیہ (از گونتی) ہمدردی میری کہانی میری زبانی۔ خواتین سینما۔ نور جہاں کا مزار (نظم) عید (از پٹنہ) شباب سوختہ گھڑیاں بخار سلطنت عثمانیہ کا پہلا فرمانروا۔ قینچی کا بجنا۔ ننھے کے ابا پلیٹ فارم۔ نند کی آرزو۔ اعمال کا نتیجہ۔ شوہر کا راز یا انجام جہالت۔ مذہبی تعلیم کی خوبی۔ انقلاب زمانہ۔ سب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں۔ السلام علیک یا امیر المومنین۔ کرشمۂ محبت۔ خانہ آبادی۔ ایس ایس اسلامی جہاز سے خط (مرسلہ از سیتاپور) انتظار۔ دل اور محبت دل کی مصلحت۔ مدینۃ الزہرا۔ عذرا (افسانہ) فردوس آشیاں بہن کے نام پیام۔ شہرت۔ آنسوؤں کا قطرہ۔ رحمۃ للعالمین (نظم) مسلم اور نزول رحمت (نظم) وقت کی قدر۔ حسد (از بھوپال) غسل کا طریقہ۔ علمی معلومات (از بنگلور) مصیبت اور خوشی۔ جمنا کی سیر تجدید الفت (افسانہ) ازدواجی زندگی کے زہریلے جراثیم۔

ترکن کی لوری

اے حاصلِ خلقت رات ہوئی　　اے تحفۂ قدرت رات ہوئی
اے تاجِ شرافت رات ہوئی　　اے وجہِ محبت رات ہوئی
اے طوطیِ گویا چپ ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
اے باغِ فضیلت کے گلِ تر　　اے تاجِ خلافت کے گوہر
اے راہِ حقیقت کے رہبر　　اے نجمِ ہدایت رشکِ قمر
دن بھر چمکا ہے اب سو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
اے آدم و حوا کے دل بند　　اے ملتِ بیضا کے فرزند
اے عقبیٰ و دنیا کے پیوند　　اے رسمِ تولا کے پابند
پھر صبح کو اُٹھنا ہے سو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
اے غیرتِ مہ رشکِ خورشید　　اے جانِ تمنا روحِ امید
اے شمعِ شبستان صبحِ عید　　اے جلوۂ حق کے طالبِ دید
پھر سیر کریں گے اب سو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
اے ماں کے دلارے یوں ہی مہک　　اے آنکھ کے تارے یوں ہی چمک
اے نخلِ تمنا یوں ہی بہک　　اے شاخِ تسلی اور پھبک
اے غنچہ چٹک کر گل ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
تجھ سے بہادر زندہ رہے　　بن تیغِ عزم رخشندہ رہے
آزادی تری پائندہ رہے　　اقبال کی ضو تابندہ رہے
بچہ سے جوانِ جری ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
تو ترک بچہ ہے یاد رہے　　آزاد رہا آزاد رہے
اسلام کے غم سے شاد رہے　　یوں خانۂ دل آباد رہے
کچھ کرنے کے قابل تو ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
ہے یاد تجھے پیمانِ ازل　　ہے تعب میں تیرے جوشِ عمل

ملنا ہے تجھے وہ زور وہ بل　　پامال کرے گا دشت و جبل
کرنا ہے بہت کچھ اب سو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
موتی ہوں تری گردن کی رگیں　　جو باغِ وطن کی ہوں نہریں
اے کاش رہِ مولا میں کٹیں　　ہم تجھ کو نبی پہ فدا کر دیں
ملت پہ شہیدِ وفا ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
مادر ہوں مگر میں ترکن ہوں　　محبوب خدا کی جوگن ہوں
اسلام پہ مر یا دشمن ہوں　　ڈس لوں گی تجھے وہ ناگن ہوں
بن مشعلِ دیں بالکل ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
ہیں یاد تجھے یارانِ نبیؐ　　بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ
چل ان کے قدم بقدم اور جی　　بن خادمِ دیں شیدائے نبیؐ
یا دشتِ فنا میں گم ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
اے خالد مادر جانِ پدر　　سن گزرے ہیں کتنے ہی آ نور
کچھ کارِ شجاعت دکھلا کر　　سلطان صلاح الدین بن کر
مشہورِ جہاں اے جان ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
اے شاخ بنالِ آزادی　　دے بار مآلِ آزادی
اے جسمِ جمالِ آزادی　　بن جانِ کمالِ آزادی
تو بڑھ کے کمال آسا ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
غم غنچۂ خوں آشام نہ کر　　تو نامِ وطن بدنام نہ کر
بزدل نہ بنا وہ کام نہ کر　　اپنے غم کا منہ خام نہ کر
ہنس کر سر مستِ وفا ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
اے ترک بہادر شیر پسر　　دشمن کا لہو پی کے نکھر
ہیں تیغ و تبر تیرے زیور　　تلوار کے جوہر دکھلا کر

آفاق میں تو ہی تو ہو جا — سو جا سو جا سو جا سو جا
ہتھیار لگا کر بن ٹھن کر — اعدا کی صفوں میں گھس گھس کر
دشمن کو لہو میں نہلا کر — منصور و مظفر آ جا گھر
یا وادیٔ غربت میں کھو جا — سو جا سو جا سو جا سو جا
نعروں سے زمیں کو ہلا دینا — دل دشمن کے دہلا دینا
ترکی ہمت دکھلا دینا — توپوں میں ہاتھ چلا دینا
اے ترکن کے پیارے سو جا — سو جا سو جا سو جا سو جا
میں تجھ کو بھی لڑتا دیکھوں گی — تن تن کے اکڑتا دیکھوں گی
دشمن سے بگڑتا دیکھوں گی — اس جھنڈے کو گڑتا دیکھوں گی
تو تیغ اٹھا اتنا ہو جا — سو جا سو جا سو جا سو جا
اب صبح اٹھاؤں گی تجھ کو — پیارے نہلاؤں گی تجھ کو
کپڑے پہناؤں گی تجھ کو — میں ترکی بناؤں گی تجھ کو

اب رات بہت آئی سو جا
سو جا سو جا سو جا سو جا

عبدالرب صوفی آگاشندی

۸۰ صفحے عصمت میں مضامین کے ہر ماہ ۸۰ ہوتے ہیں اور ان میں بہت سے صفحے باریک لکھوا کر کم سے کم سو صفحوں کے اور کتابی سائز کے ڈیڑھ سو صفحوں کے مضامین پیش کئے جاتے ہیں۔
اگر مضامین کے ۶۴ صفحے ہوتے۔ تو ایک پیسہ کے ٹکٹ میں رسالہ روانہ ہو سکتا تھا مگر مضامین کے صفحے اس قدر زیادہ ہوتے ہیں کہ ڈبل محصول ڈاک یعنی دو پیسہ کا ٹکٹ لگتا ہے۔ منیجر

جالی کا کام

مارچ میں رسالہ جوہر نسواں دہلی کا خاص نمبر جالی کے کام کے متعلق کتابی صورت میں شائع ہوا ہے جس میں علاوہ کئی نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتوں کے ڈیڑھ سو سے اوپر نمونے اور ترکیبیں ہیں۔ ۴۸ نمونے بلاکوں کے ہیں۔ قیمت عہ ۸ بذریعہ وی پی۔ ۱۲؍ مگر جوہر نسواں کے خریداروں سے ۸؍ کی رعایت۔ اس نمبر کے متعلق (۱) مہ جبین صاحبہ بنت خان بہادر ڈاکٹر محمد سلیمان اشرف صاحب سول سرجن ڈالٹن گنج لکھتی ہیں جوہر نسواں کا پانچواں خاص نمبر یعنی جالی کا کام جس کا انتظار بےچینی سے کر رہی تھی ملا۔ دیکھ کر بے انتہا مسرور ہوئی خوبصورت خوبصورت دلفریب خاکے جو ایک دوسرے سے زیادہ خوبصورت ہیں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ میری ناچیز دستکاری میں انشاءاللہ ایک اور خوشنما دستکاری کا اضافہ ہو جائیگا۔ میں آپ کی بیحد ممنون ہوں کہ آپ ہم بہنوں کے لئے اس قدر تکلیف برداشت کر رہی ہیں خدا پیارے جوہر نسواں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ ترکیبیں اس قدر عام فہم ہیں ایکبار پڑھنے کے بعد نمونہ بالکل سمجھ میں آجاتا ہے۔ (۲) مسز عبدالشکور صاحب صدیقی سب انسپکٹر ڈیلٹن گنج لکھتی ہیں۔ کل جوہر نسواں کے پانچواں خاص نمبر "جالی کا کام" بذریعہ وی پی وصول ہوا اسے دیکھ کر جو خوشی ہوئی بیان سے باہر ہے واقعی یہ کتاب نہایت ہی قابل قدر ہے جس نے پرانی صنعت کی یاد دل میں تازہ کر دی۔ اس کتاب کا ہر دستکار بہن کے پاس ہونا اشد ضروری ہے۔ (۳) آر۔ کے درخشاں صاحبہ بجنور سے لکھتی ہیں جالی کے کام سے چونکہ مجھے دلچسپی نہ تھی میں نے انکاری خط لکھ دیا تھا مگر میں نے کل ایک بہن کے ہاں پرچہ دیکھا تو بخدا بہت پسند آیا اس قدر عمدہ اور دیدہ زیب نمونے ہیں کہ بیان نہیں کر سکتی۔ یہ نمبر جالی کے کام کا شوق رکھنے والی بہنوں کے لئے انشاءاللہ بے حد مفید ثابت ہوگا۔ اس نمبر کو دیکھ کر ایک نظم لکھی ہے جو ارسال خدمت ہے۔

حُسنہ

حُسنہ کو لوگ سمجھتے تھے کہ ایک خوش نصیب لڑکی ہے اور اس میں شک و شبہ کرنے کی گنجائش بھی کیسے ہو سکتی تھی۔ قدرت کے فیاض ہاتھوں نے اسے بلا کا حسین بنایا تھا۔ جو دیکھتا اس کا گرویدہ اور جو ملتا اس کا مداح نظر آتا۔ قدرت جب فیاض ہوتی ہے تو اس کی فیاضیاں بے انتہا ہوتی ہیں۔ وہ پیدا بھی ایک شریف اور متمول گھرانے میں ہوئی تھی۔ ذہین بھی غضب کی تھی۔ پھر تہذیب اور فیشن پرستی نے اس کے حُسن کو چار چاند لگا دئے تھے۔ اس کی شادی کے کثرت سے پیام چلے آرہے تھے۔ آخر اس کے باپ نے اس کی شادی ایک تنومند و خوشرو نوجوان سے کردی جس کی آمدنی حُسنہ کے اخراجات کو بآسانی برداشت کرسکتی تھی۔ حسنہ بھی اپنے شوہر سے خوش تھی۔ اور دونوں خوشی خوشی گردش زمانہ سے بے خبر اپنی اس گاڑی کو کھینچ رہے تھے جس میں دنیا کی آبادی کی کثیر تعداد بستی نظر آتی ہے۔ دن گذرتے رہے ان کی محبت بظاہر اسی رفتار سے ترقی کرتی رہی چند سال کے بعد حُسنہ کئی بچوں کی ماں تھی۔ وہ سیر و تفریح کی شائق ہونے کے باوجود انتظام خانہ داری میں طاق تھی۔ بچوں کی دیکھ بھال اس عمدگی سے کی جاتی کہ دوسری مائیں اس کے بچوں کی تندرستی پر رشک کرتیں۔ لیکن فلک کجرفتار کو اس کا یہ مسرت و آرام پسند نہ تھا وہ نازبرور وہ حُسنہ کو باچشم پرآب دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ جتنی خوشی اور کامیابی کی زندگی گذار رہی تھی کہ اس کا شوہر قدرت کی ستم ظریفی کا شکار ہو گیا۔ اس کی موت نے حُسنہ کے ہوش و حواس زائل کردئے اس کا نازک دل اس صدمے کی تاب نہ لاسکا۔ بار بار اس کو غش آنے لگے۔ ہمدردی کرنے والوں کو اس کی صحت کی طرف سے پریشانی رہنے لگی۔ وہ کھاتی نہ پیتی دن رات شوہر کی یاد میں رونا اس کا کام تھا۔ لیکن چند ماہ کے بعد اس کی شوخی و شرارت پھر عود کر آئی صحت میں ترقی ہوئی اور دیکھ بھال کرنے والوں کو یک گونہ اطمینان نصیب ہوا۔ تھوڑے عرصے بعد یہ خبر گرم تھی کہ حُسنہ نے بیوگی کا بدنما دھبا دوبارہ شادی کرکے مٹا دیا ہے۔ وہ ایک آشیانہ اجڑنے کے بعد دوسرا آشیانہ تیار کر رہی تھی۔ اور واقعی جب مرد بیوی کے مرنے کے فوراً ہی بعد نئی بیوی کے تصور سے دل کو تسکین دیتا ہے۔ اور اس کے چہلم کے بعد ہی دوسری بیوی کو یتیم بچوں پر ظلم کرنے کے واسطے وارد کر دیتا ہے تو بیچاری حُسنہ کا کیا قصور جو اس نے بھی ایک آشیانے کے خاکستر سے دوسرے کی تجدید کی لیکن واقعی وہ قصوروار تھی۔ واقعی اس کا دل پتھر کا تھا۔ عورت کا دل عورت ہی خوب سمجھ سکتی ہے۔ لیکن حُسنہ بے خبر تھی اس نے اپنا گھر آباد کرنے کی خاطر دوسری کا گھر اجاڑ دیا۔ اس نے اپنی گمگشتہ خوشیوں کی تلاش میں دوسری کا لطف و مسرت اطمینان و سکون برباد کر دیا اس نے کیا! ایک ظالمانہ فعل ایک سفاکانہ کام یعنی جس مرد کو اس نے منتخب کیا وہ شادی شدہ تھا۔ وہ بیوی بچوں والا تھا تو وہ کیسی ظالم تھی دوسرے کا گھر لوٹ لینے میں۔ وہ کیسی سنگدل تھی دوسری کی مسرت غصب کر لینے میں۔ مگر اس سے زیادہ اُس کا شوہر سنگدل تھا۔ اس نے کیسے کیسے عہد و پیمان بھلا دئے تھے۔ اس نے کیسی کیسی الفت و محبت کی باتیں فراموش کردی

تھیں۔ اس کو خیال بھی نہ تھا کہ اس نے ایک ایسی ہستی کا دل سنگِ جفا سے چور کر دیا تھا جو اس کی دلداری کی مستحق تھی۔ آہ مرد مرد ہے عورتیں اس کو کبھی نہ سمجھ سکیں گی وہ کیسے کیسے اقرار کرتا ہے جب محبت کرتا ہے تو وہ خدا اور رسول اور کتاب مقدس کا واسطہ دیتا ہے کہ اس کی بیوی اس کی محبت کو پائدار سمجھے وہ اس کو پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط سمجھے۔ لیکن یہ سب سراب ہے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کب مرد کی محبت ختم ہونے والی ہے۔ روز دوسری شادی کے لئے نہیں پہلی بیوی پر ظلم توڑنے کے لئے نئے نئے بہانے تراشتا ہے کوئی کہتا ہے بھئی کیا کروں بچہ نہیں ہوتا اس لئے عقد ثانی لازمی ہے۔ کوئی فتویٰ دیتا ہے اسلام نے چار شادیوں کی اجازت دی ہے ہم کیوں نہ اس نعمت عظمیٰ سے متمتع ہوں۔ حسنہ کا شوہر چونکہ بیوی بچوں والا تھا۔ اس لئے اس نے یہ عذر معقول پیش کیا کہ اسلام چار بیویوں کی اجازت دیتا ہے۔ اس کی پہلی بیوی جو حسنہ کی ہمدردی میں جب اس کا شوہر مرگیا تھا پیش پیش تھی وہ رو رہی تھی اس سے ہمدردی کر رہی تھی اس سے بے خبر تھی کہ یہی وہ برق ہے جو میرا آشیانہ خاکستر کرے گی۔ اب حسنہ کا حکم تھا کہ پہلی بیوی اس کے موجودہ شوہر سے نہ مل سکے۔ وہ اس کی جائداد سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ کیونکہ شوہر وہ سب جائداد حسنہ کے نام لکھ رہا تھا۔ اور حسنہ کا اندیشہ بجا تھا وہ بیوفائی کی زندہ مثال تھا شاید وہ اس سے بھی بیوفائی کرتا۔ اس نے اس کی جائداد جو اس کے بچوں کا حق تھا دبالی تھی۔ کتنی ایسی دردناک مثالیں زمانہ پیش کرتا ہے۔ کتنی ایسی خود غرض مائیں ہیں جو اپنی لڑکیاں سوکنوں پر دیدیتی ہیں۔ کتنے ایسے نفس پرور مرد ہیں جو پہلے عہد و پیمان بھلا کر اور دوسری بیوی لا کر پہلی بیوی کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینک دیتے ہیں۔ شاید وہ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ اس غریب کے پہلو میں بھی اس چیز کا وجود ہے جس کو لوگ دل کہتے ہیں۔ کاش انسان اس قدر خود غرض اور بندہ حرص نہ ہوتا۔ موجودہ تعلیم نے تو کچھ حالات سنوار بھی دیئے ہیں۔ ورنہ کتنی بیچاریاں خود اپنی ہی صنف کی خود غرضی کا شکار ہوگئی ہیں۔ کوئی آنکھ ان پر نہ روئی۔ اور کتنی ہیں جو مرد کی نفس پروری کا شکار ہو کر دنیا اور دین سے گئیں۔ آنکھیں کھولو۔ اپنی لڑکیاں سوکنوں پر مت دو۔ خود اپنے ہاتھوں اپنی صنف کا گلا مت کاٹو۔

انیس فاطمہ خانم

ایک زنانہ تہوار کے گیت

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو عصمت فروری ۱۹۳۶ء

گیت نمبر ۵	ترجمہ
بیوی۔ راجہ گنگا کے تیرے سُہاون سکھی ری۔	راجہ گنگا کا کنارہ مجھے بہت پسند ہے
اُوہیں بنگلہ بنو تیو بھلے ۔۔	بہتر ہوتا کہ وہیں بنگلہ بنواتے
ہُمہوں تو ہوں راج کرتن ۔۔	(اور اسی میں ہم تم راج کرتے
شوہر۔ کا ہوئی بنگلہ بنوائے رے ۔۔	کیا ہوگا بنگلہ بنوا کر
کو کری بنگلہ میں راج رے ۔۔	(اور کون اس میں راج کرے گا۔
تیسے مہینوا دکھن جا بے ۔۔	(کیونکہ ہم تو تیسرے مہینہ دکن چلے جائیں گے
بیوی۔ تیہرے سنگ ہموں چلبے ۔۔	تمہارے ساتھ ہم بھی چلیں گے
شوہر۔ روئی مرہیں مائی بابا ۔۔	میرے ماں باپ رو کر مر جائیں گے اگر تم بھی چلی گئیں
بیوی۔ کیکہ لائے ہم رہبے ۔۔	(پھر ہم کس کے ساتھ رہیں گے
کا ہے من منوا لگو بے سکھی ری	کس چیز میں جی لگائیں گے
شوہر۔ ساس سسرا اے راہو ۔۔	ساس سسر کے ساتھ رہنا
من اُنہیں کے چرنن لائیو ۔۔	(اور جی انہیں کے قدموں کی خدمت میں لگانا
بیوی۔ کا ہے لائیو ہم اگو نوا	(جب ایسا ہی کرنا تھا تو کیوں ہم کو گونا لائے تھے
شوہر۔ گوری گونا جو ہم نہ لات ۔۔	گوری گون اگر ہم نہ لاتے
دیکھت کو نے صورتن ای روپوا ۔	کس طرح یہ صورت دیکھتے
بیوی۔ جوہنے روپوا تم بھونرا ۔	جس صورت کے تم بھونرا ہو
برہن آگ سُلگیہیں ۔۔	(وہ تمہارے دکن جانے پر جدائی کی آگ سے سلگ جائے گی۔
بن کی کُٹلیا بَن جابے ۔۔	(اور ہم بن کی کوئل بن جائیں گے۔
شوہر۔ برہن آگ نہ سُلگیہ سکھی ری	جدائی کی آگ سے نہ سلگنا۔

گیت	ترجمہ
ست کی جوت جگائیو ۔۔	ست کی جوت جگانا
اوسی جوتن چمکیو ۔۔	(اور اسی جوت سے چمکنا
بیوی۔ سامی اہی جو دھرتی کھنیہو۔۔	سامی جو یہیں کی زمین کھودتے اپنی کھیتی کرتے۔
دھرتی ماتا ان دیتیں ۔۔	تو دھرتی ماتا اناج دیتیں
شوہر۔ دکھن لوٹ جب او بے ۔۔	دکن سے جب کما کر پلٹیں گے۔
موتین مانگ بھروبے ۔۔	(تو تمہارا لائیں گے) کہ موتیوں سے تمہاری مانگ بھرائیں گے۔
بیوی چرنن درشن جب ترسب ۔۔	قدموں کے درشن کو جب ترس جائیں گے
موتین آگ لگو بے	(ان ترسا کر جو موتی لیں گے اُن) موتیوں کو ہم آگ لگا دیں گے۔
شوہر۔ راجن تیہا بارو سکھی ری	تم راجہ سے بات ہار چکا ہوں
بیوی۔ راجن منتی کرتو ۔۔	(تم راجہ سے عاجزانہ درخواست کرتے۔
نی باکو سیوے ۔۔	(کہ مجھے معاف کیجئے) میرے ماں باپ کی سیوا کرنے والا اور کوئی نہیں
شوہر۔ جھتری بنس بوہو ماسو ۔۔	(میں جھوٹ کس طرح بولوں اور فوجی خدمت سے منہ کیسے پھیلاؤں کہ اخوں گزشتہ چھتری خاندان کا ہوں
گوری تُسے لاج رکھتیو ۔۔	گوری تم کو بھی اس کی شرم رکھنا چاہئے
بیوی۔ راما سے اہی ہے پرارتھنا ۔۔	(بھگوان) سے میری اب یہ چاہ

گیت	ترجمہ
بیوی۔ دکھن کمیڑا اجڑتے ۔	کہ دکھن کا ملک ہی اجڑ جائے
دکھن ہمکا کربال رہے ،، (اداسی)	دکھن تو ہمارے لئے کربلا ہو گیا
شوہر۔ گوری اتنا بروگ نہ کرتو سکھی لی	گوری ابھی سے اتنا رنج نہ کرو
دونوں مہینہ بیتا ویتو ،	یہ دو مہینہ گزر جانے دو
تیسرے مہینہ میں دیکہت ،،	تیسرے مہینے میں دیکھ جائے گا۔
رامن ہمیں کچھ کرتیں (اپنے)	(شاید) رام کوئی ایسی صورت پیدا کرے
بہ جن دکھ نا بھوگت	کہ ہم دونوں کو، جدائی کی تکلیف
	نہ اٹھانی پڑے۔

یہ گیت صفائی سادگی دلکشی اور مکمل مکالمہ کی صورت میں ہونے کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہے کچھ عرصہ ہوا ایک صاحب شادی کے بعد ہی تعلیم کی غرض سے ولایت تشریف لے گئے ان کی بیوی کی سہیلیاں ہمجولیاں اس گیت کے اس بند کو

دکھن کمیڑا اجڑت سکھی لی دکھن ہمکا کربال رہے سکھی لی

یوں کہہ کر کہ۔

لندن کمیڑا اجڑے سکھی لی لندن ہمکا کربال رہے سکھی لی (ہم کو کربلا)

چھیڑا کرتی تھیں اس گیت میں کربلا کا لفظ بصورت کربال غور کے قابل ہے کہ کس خوبی سے تاریخ کا یہ غیر ملکی نام اور مذہبی روایت رکھنے والا خالص اسلامی لفظ ہندوستان کی خالص معاشرتی زبان میں بے تکلف داخل ہو کر ایک ہندی عورت کی زبان سے برمحل ادا ہوا اور نیچ جگہ پر انگوٹھی میں نگینہ کا کام دے گیا۔

گیت نمبر ۶

(۱) چھینڈا کے لمبے لمبے پتہ اے ایدی (۴) سسرو تو کاہے آئیں ،،

(۲) چھینڈا اوپلی ہم کھلبے اے ویدی (۵) بر دھن مٹھائیاں لے آئیں ،، (بیلوں)

(۳) سسرو جو آئے انویا[۱] ،،

(۶) مٹھائی دھرو ہم کھابے اے ویدی (رکھو) (کھائیں گے)

پے ہم نہ جانے وی دیسوا

لیکن ہم اس دیس نہ جائیں گے۔

(۷) بہنا جو آئے انویا اے ویدی (بہن)

(۸) بہن تو کاہے آئیں اے ویدی

(۹) بر دھن پوتھیاے اس اے ویدی (بیلوں) (کتابیں)

(۱۰) پوتھیا دھرو ہم پڑھبے ،،

کتابیں رکھو پڑھیں گے

پے ہم نہ جابے اوی دیسوا

لیکن ہم اس دیس نہ جائیں گے

(۱۱) جیٹھوا جو آئے انویا اے ویدی

(۱۲) جیٹھوا تو کاہے آس ،،

(۱۳) بر دھن کھلونا سے آئیں ،، (بیلوں پر)

(۱۴) کھلونا دھرو ہم کھیلبے

پے ہم نا جابے وی دیسوا

لیکن ہم اس دیس نہ جائیں گے،

(۱۵) دیورا جو آئے انویا اے ویدی

(۱۶) بر دھن گوریاے آس ،، (گڑیاں)

(۱۷) گوریا دھرو ہم کھیلبے ،، ،،

(۱۸) سیاں جو آئے انویا ،، ، (شوہر)

(۱۹) بر دھن چھڑیاے آئیں ،،

(بیلوں پر چھڑیاں لاد کرے آئے)

(۲۰) چھڑیاں دھرو ہم کھیلبے اے ویدی

پے ہم نہ جابے اوی دیسوا اے ویدی

(۲۱) پہلی چھڑیوا کے مارن اے ویدی

(۲۲) بابل کے کوروا لوکائیو ،، (گود میں چھپی)

(۲۳) مائی لیبن چھپائی ،,

(۲۴) دوسری چھڑیوا کے مارن ،،

(۲۵) بہنی کے کوروا لوکائیو ،، (بہن)

(۲۶) بہنی لیبن چھپائی ،،

(۲۷) تیسری چھڑیوا کے مارن۔

(۲۸) بھوجی کے کوروا لوکائیو ،، (بھاوج)

(۲۹) بھوجی دیہن جھٹکو کو آرپک

بھاوج نے دھکیل دیا

(۳۰) ہم اب بکھ کھائے سوئبے ،،

بھر کھا کر سو رہیں گے

(۳۱) پے ہم نا جابے اوی دیسوا

لیکن ہم نہ جائیں گے اس دیس کو

اس دیس سے سسرال مراد ہے یہ گیت بہت صاف ہے علیحدہ مطلب لکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اس کو عموماً چھوٹی چھوٹی لڑکیاں گایا کرتی ہیں۔

بنی فاطمہ نقویہ

از سلطان پور

[۱] انویا: یعنی رخصت کرنے والا۔

جاپانی پڑوسن

جنوری کا مہینہ تھا کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی۔ دانت سے دانت بج رہے تھے۔ اخبار اور ٹمپریچر برف باری اور بارش کی پیشین گوئی کر رہے تھے۔ صبح سے دن ابر آلود تھا۔ کُہر ہر چہار طرف مسلط تھی۔ جگہ جگہ پانی جم گیا تھا۔ زمین کی تمام نمی نے یک لخت برف کی صورت اختیار کر لی تھی۔ بھاری بھاری اور کئی کئی کپڑوں سے آدمی لدو پھندے ہوئے تھے۔ ناک اور منہ پر تو بڑے چڑھا رکھے تھے۔ ہوا دماغ میں تیر کا کام کر رہی تھی۔ اسی مہینے سے موٹے موٹے اونی انڈرویر پہنے جاتے ہیں۔ ۲۰ جنوری سے دو فروری تک قیامت کی سردی پڑتی ہے۔ نل اور کوئیں بھی اس سے محفوظ نہیں رہتے۔ ان کو بھی لباس کی ضرورت ہوتی ہے۔ صحن کے کوئیں کا پائپ جمنے کے خوف سے صبح ہی اس پر پھونس کا چغہ پہنایا گیا تھا۔ چار بجتے بجتے سورج کی آخری کرنیں بھی کافوری پڑ رہی تھیں۔ سڑکوں کی بجلیاں روشن ہو چکی تھیں۔ تاریکی سرعت کے ساتھ ڈیرا جما رہی تھی۔ انگنائی میں اچھا خاصا اندھیرا ہو چلا تھا۔ میں کوئیں کا پائپ دیکھ کر واپس آ رہی تھی کہ دفعتہً کسی اجنبی صورت نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ یہ ایک معمر جاپانی خاتون تھیں؟ پچپن ساٹھ کے پیٹے میں ہوں گی۔ پست قد، دلی ہوئی مونگ کی دال کی طرح مرجھائی ہوئی صورت، دبلی پتلی کمزور ہونے کے باوجود کنگھی چوٹی لباس سے درست تھیں۔ مجھے ان کے لباس پر چنداں اچنبھے کی ضرورت نہ تھی۔ یہاں کا معمول ہے ہر شخص اپنی حیثیت کے موافق لباس سے درست رہتا ہے۔ لباس کی یکسانیت تمیز و تہذیب کی وجہ سے امیر و غریب مالک نوکر میں مشکل سے پہچان ہوتی ہے۔

نوواردہ ضعیفہ نے لال لال پکی پکی کھاکی (نہایت لذیذ پھل) سے لبریز ایک ٹوکری پیش کی۔ پوچھنے لگیں کیا یہ پھل آپ کو پسند ہے۔ گھر کے درخت سے آتے ہیں۔ واقعی مجھے کھاکی بہت پسند ہے۔ بڑی شیریں اور لذیذ ہوتی ہے اس کی کئی قسمیں ہیں اور سب ہی خوش ذائقہ۔ میں نے شکریہ کے ساتھ ٹوکری لے لی، اور اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ بڑی بی بہت خوش ہوئیں۔ جب چلنے لگیں تو میں نے بڑے اطمینان کے ساتھ سمجھا سمجھا کر کہا کہ اپنی اوکسا (صاحب خانہ) کا میری جانب سے شکریہ ادا کرنا اور کہنا کہ کسی اور روز تشریف لائیں۔ وہ بہت اچھا کہہ کر رخصت ہوئیں۔

بات آئی گئی ہوئی۔ بیسیوں مرتبہ ان ہی ضعیفہ کو گھر کے کام کاج میں مصروف پایا۔ تھوڑے دن بعد ایک بجلی والے نے آ کر کہا کہ آپ کے پڑوس کے مکان میں ٹیلیفون کے تار آگے پیچھے کرنے ہیں اور ان تاروں میں آپ کے درخت کی ٹہنیاں حائل ہیں۔ چند شاخیں کاٹنی پڑیں گی۔ ہم نے اجازت دے دی۔ میرے پاس ایک اور ہمسائی بیٹھی تھیں۔ انہوں نے ان ضعیفہ کا مفصل قصہ سنایا۔ کہنے لگیں اس گھر کی اوباسان (بڑی بی) بڑی نیک بیوی ہیں۔ ان کے شوہر ایک مڈل اسکول کے ڈائرکٹر ہیں۔ دو بچے ہیں ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ دونوں فارغ التعلیم اور برسرکار ہیں۔ لڑکی کہیں باہر ملازم ہے۔ گھر میں بڑی بی کا ایک جوان بھانجا بھی رہتا ہے۔ وہ بھی کہیں ملازم ہے۔ غرض گھر میں چار آدمی ہیں۔ مکان بھی گھر کا ہے۔ اور مکلف سامان بھی موجود ہے مگر آپ نے کبھی ایک

نوکر بھی نہ دیکھی ہوگی۔ ایک محلہ میں انہیں مکان خریدے پندرہ برس ہو گئے ہمیشہ خود ہی گھر کا سب کام کرتی ہیں۔ میں یہ سُنکر محوِ حیرت ہوگئی اور گھڑوں مجھ پہ پانی پڑ گیا۔ اب بھی جب کبھی اپنی حماقت کا خیال آتا ہے تو شرمندگی سے پیشانی عرق ریز ہوجاتی ہے۔ آنکھ سامنے نہیں ہوتی۔ راستہ میں انہیں دیکھتی تھی کٹ جاتی تھی۔ ایک روز میں نے ان سے اپنی ناواقفیت کی تلافی کی ہنس کر کہنے لگیں کچھ مضائقہ نہیں۔ مجھے تو خیال بھی نہیں۔

اچھی حیثیت کی آدمی ہیں۔ دو منزلہ وسیع گھر کا ذاتی مکان ہے۔ گھر میں خوبصورت باغ ہے۔ جاپانی معاشرت کا پُر تکلف سامان موجود ہے۔ اس کے علاوہ ٹیلیفون۔ ریڈیو۔ پیانو۔ گرام فون۔ سینے کی مشین جو غیر ملکی چیزیں ہیں سب ان کے گھر میں ہیں لیکن گھس لگانے کو ایک نوکر نہیں۔

ایک دن نوکر کا ذکر آیا تو کہنے لگیں اچھی نوکریں نایاب ہوگئیں۔ زیادہ تر کارخانوں اور اسٹوروں میں بھرتی ہورہی ہیں۔ نوکر رکھ کر مفت میں بدنامی مول لینی ہے۔ نوکر ہمیشہ مالک میں کیڑے ڈالتی ہے اور گھر کو بدنام کرتی ہے میں تو کچھ اس لئے اور کچھ اپنی صحت کے خیال سے نوکر نہیں رکھتی۔ جاپان سرد ملک ہے اس میں محنت نہایت ضروری ہے۔ اگر ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہو تو قبض کی شکایت ہوتی ہے دوسرے جسم میں درد رہنے لگتا ہے گھر کے کام کاج سے بڑی ورزش اور جسم میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے۔

اپنا پروگرام بتایا کہ ہر موسم میں صبح ساڑھے پانچ بجے بیدار ہو جاتی ہوں اور کپڑے بدل کر اول انگیٹھیوں میں آگ سلگاتی ہوں اس کے بعد ناشتہ تیار کرتی ہوں۔ سات بجے شوہر (شوہر) مدرسے چلے جاتے ہیں۔ ان کے جانے کے بعد برتن دھو پونچھ کر اول باورچی خانہ کی جھاڑو دیتی ہوں اور اس کا فرش الماری میز سب گیلے کپڑے سے رگڑتی ہوں۔ پھر تمام گھر کی جھاڑو وغیرہ دے کر کمروں اور برامدے کو گیلے کپڑے سے صاف کرتی ہوں نیز ڈیوڑھی۔ اس کے بعد کپڑے دھوتی ہوں۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد کچھ ٹانکا ٹوپہ لے کر بیٹھتی ہوں۔ تین بجے سودا لینے جاتی ہوں یا گھر پر خرید لیتی ہوں اور اس کے بعد غسل خانہ گرم کر کے شام کے کھانے میں لگ جاتی ہوں۔ سات بجے تک کھانے سے فراغت پا کر اخبار پڑھتی ہوں۔ پھر نہا کر کچھ دیر سب ملکر بات چیت کرتے ہیں اور گیارہ بجے سوجاتی ہوں۔ واقعہ یہی ہے کہ بڑی بی تمام دن کُھڑ کُھڑ کچھ نہ کچھ کرتی رہتی ہیں۔ بھلا ایسی مصروفیت میں انہیں دوسروں کی غیبت اور فضول گپیں مارنے کا کہاں وقت جن کا ایک ایک منٹ اس قدر مصروفیت کا ہے۔

نوکر کا نہ رکھنا نہ میاں کی وجہ سے اور نہ کنجوسی کی وجہ سے بلکہ کچھ دور اندیشی اور سب سے زیادہ نسلی محنت کشی اس کا سبب ہے۔ جاپانی لوگ تعلیم میں بہت روپیہ صرف کرتے ہیں۔ ہر شخص اپنی اولاد کو مقدور بھر تعلیم اور ہنر سکھانا اپنا اولین فرض سمجھتا ہے۔ جہاں روپیہ کا صرفہ مناسب سمجھتے ہیں وہاں ہرگز نہیں چوکتے۔ دسمبر میں ان ہی ہمسائی کے میاں یکایک بیمار پڑ گئے۔ یقین کیجے صبح سے شام تک ڈاکٹروں کی موٹروں کا تانتا لگ گیا ایک آیا ایک گیا۔ ان کی ناک سے خون جاری تھا کسی طرح بند نہ ہوتا تھا ضعیفی کا عالم تمام گھر پریشان تھا کئی ڈاکٹر مرض کی تشخیص کے لئے بلائے گئے آخر جب شام تک نہ رُکا تو ان کو ہسپتال میں بھیجا گیا۔ جاپان میں ڈاکٹر بہت مہنگے ہیں۔ مگر اس موقعہ پر کافی روپیہ خرچ کیا۔ وہ بیچارے ابھی صاحب فراش ہیں گھر آگئے ہیں مگر علاج جاری ہے۔

اتنے نہ گھر کی صفائی اس بڑھاپے میں کرنی پھر اپنے تن بدن کا بھی خیال رکھنا حیرت میں ڈال دیتا ہے آج تک بڑی بی کا ایک بال سفید نظر نہیں آیا ہمیشہ خضاب لگا ہوا گندھا گندھایا سر دیکھئے۔ خدا معلوم ان لوگوں کی ہڈی میں سیسا پلایا گیا ہے۔ خداوندا تو ہماری قوم کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

مسز برلاس از ٹوکیو

ہماری بات چیت

ہر انسان دنیا کے تفکرات سے نجات حاصل کرنے کے لئے کچھ وقت بات چیت میں ضرور صرف کرتا ہے۔ بات چیت سے کچھ دیر کے لئے طبیعت بہل جاتی ہے اور دل کا غبار نکل جاتا ہے۔ اگر انسان کو گفتگو کے ذریعے اپنے دلی جذبات اور تاثرات کے اظہار کا موقع نہ ہو تو جینا محال ہو جائے۔ کیونکہ ہم اپنے دکھ درد اور دلی کیفیات کو بیان کرکے دوسروں کو اپنا ہمدرد بنا لیتے ہیں جس سے ہم کو اطمینان اور سکون قلب حاصل ہوتا ہے۔ لیکن ہر چیز کی ایک انتہا ہوتی ہے کسی بات کا حد سے تجاوز کرنا برا ہے۔ ہماری بہنیں اپنے اوقات کا بہت زیادہ حصہ فضول گفتگو میں ضائع کرتی ہیں۔ اور اس سے کوئی مفید نتیجہ بھی نہیں نکلتا۔ اکثر خواتین کو نہ تو گفتگو کا سلیقہ ہوتا ہے اور نہ وہ یہ جانتی ہیں کہ کس موقع پر کس قسم کی بات چیت ہونی چاہیئے۔ گفتگو کرنا بھی ایک فن ہے۔ اور ہر شخص کو دوسروں سے بات چیت کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق چند باتیں جاننا اور ان کا لحاظ کرنا بیحد ضروری ہے۔

میں نے ایک بہن کو دیکھا کہ وہ جہاں بیٹھتی ہیں صرف اپنی گذشتہ امارت اور اپنے اعزا و اقربا کی شان و شوکت۔ احتشام و تجمل کے تذکرے شروع کر دیتی ہیں۔ سننے والیاں ان کی خودستائی سے گھبرا جاتی ہیں۔ اور طبیعت پر بہت جبر کرکے ان کی گفتگو کو سنتی ہیں۔ بعض بے تکلف سہیلیاں عاجز ہو کر طنزاً ان کی تعریف بھی کرتی ہیں۔ لیکن ان کو اس کا مطلق احساس نہیں ہوتا۔ کہ فی الواقع ان کی مدح سرائی ہوتی ہے یا محض تضحیک کی جاتی ہے۔

ایک دوسری بہن ہیں جو فخریہ بیان کیا کرتی ہیں کہ میں خاندان کے ہر فرد پر حاوی ہوں حتی کہ میرے شوہر بھی تعمیل حکم کے لئے سربسجود رہتے ہیں۔ اور ان کی مجال نہیں کہ ذرا بھی میرے فرمان سے سرتابی کریں۔ وہ جس مجلس میں بیٹھتی ہیں سوائے اس تذکرہ کے کسی اور بحث پر گفتگو نہیں کرتیں اور اپنی اس فتح و نصرت کو باعث اعزاز سمجھتی ہیں اور اس پر نہایت مسرت و شادمانی کا اظہار کرتی ہیں۔

میری ایک ملنے والی خاتون ہمیشہ اپنی مظلومیت۔ دکھ اور درد کے طویل افسانے بیان کرتی ہیں کبھی اپنے داماد کی بے اعتنائی پر تاسف کرتی ہیں۔ اور اپنی لڑکی کی تکالیف اور مصائب کے درد انگیز حالات بیان کرکے زار و قطار رونا شروع کر دیتی ہیں کسی دن اپنے ننھے بچے کی علالت کی وجہ پریشانی کا اظہار کرتی ہیں۔ بعض اوقات اپنے شوہر کے اسراف بیجا کی شاکی ہوتی ہیں۔ اور اپنے گھر کی تباہی اور اعزا کی بے اتفاقی پر افسوس کرتی ہیں۔ غرضکہ وہ جس مجلس میں ہیں سب پر اپنے آہ و فغاں سے رقت طاری کر دیتی ہیں اور یک مسرت خیز اور خوشگوار فضا کو مسلسل اور لامتناہی غم و اندوہ کی داستان سے مکدر کر دیتی ہیں۔

یوں تو دنیا میں شاید ہی کوئی شخص ہو جو افکار و آلام سے بالکل آزاد ہو۔ سب کو کسی نہ کسی بات کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ بعض لوگ سب کچھ خاموشی سے برداشت کر لیتے ہیں اور کوئی ہر وقت اپنی پریشانیوں اور مصیبتوں کا دکھڑا رویا کرتا ہے ہر موقع

پہ ایک ہی بات کے اعادہ کرنے سے سننے والیوں کو کوئی دلچسپی نہیں رہ جاتی۔ ہمہ وقت اپنی بے بسی اور بے لبسی اور بے چارگی کا اظہار کرنے سے ہمدردی نہیں حاصل ہوتی بلکہ ضبط و تحمل سے۔

بعض بہنوں کو اپنی شخصیت کے نمایاں کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ اور وہ ہر مجلس میں خواہ مخواہ سب کی توجہ اپنی طرف منعطف کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ میں نے ایک خاتون کو دیکھا کہ وہ دوسروں کو بولنے کا موقع ہی نہیں دیتی تھیں۔ جب کوئی اور بہن بولتیں تو وہ فوراً گفتگو کا رُخ بدل کر خود بولنا شروع کر دیتی تھیں۔ اگر دوران گفتگو میں کسی دوسری خاتون سے کوئی غلطی ہوتی تو وہ بے دریغ اصلاح کر دیتی۔ یا اگر کسی مطلب کے اظہار کے لئے کسی بہن کو مناسب الفاظ تلاش کرنے میں توقف ہوتا تب بھی وہ ہرگز نہ خاموش رہتی تھیں۔ بلکہ فوراً کچھ الفاظ کے ذریعے سے جملے کو پورا کر دیتی تھیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ خاتون موقع و محل کو بغیر سمجھے ہوئے برابر دوسروں کی گفتگو میں دخل انداز ہوتی تھیں۔ اور ہر پہلو سے اپنی شخصیت و لیاقت کا مظاہرہ کرنا چاہتی تھیں۔ ان کی اس طرز عمل سے دوسروں کے دلوں میں بجائے ان کی شان و عظمت قائم ہونے کے سب کو ان سے دلی نفرت ہو گئی۔

ایک سن رسیدہ خاتون کی یہ عادت ہے کہ وہ ہر شخص سے مختلف خانگی امور کے متعلق سوالات کیا کرتی ہیں۔ گو کہ ان کے استفسارات نہایت خلوص اور ہمدردی پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور وہ ہر بہن کو بہت نیک نیتی سے اپنے تجربات کے بنا پر رائے دینے کے لئے تیار رہتی ہیں لیکن عموماً خواتین اپنے تمام راز کو دوسروں پر افشا کرنا ناپسند کرتی ہیں۔ اگر کسی بہن کو اپنے رموز کے بتلانے میں ذرا بھی تامل ہوتا ہے تو وہ ناخوش ہو جاتی ہیں۔ مثلاً وہ ہر خاتون کے آمدنی وسائل۔ آمد و خرچ کا پورا حساب۔ مختلف رشتہ داروں کا برتاؤ اور سلوک۔ ان کے طرز معاشرت کو جاننا چاہتی ہیں۔

دوران گفتگو میں اس قسم کے سوالات کرنا نامناسب ہے۔ کیونکہ بہت سی بہنیں بظاہر بہت اطمینان اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرتی ہیں۔ لیکن اندرونی حالت کچھ اور ہی ہوتی ہے جس سے وہ ہر شخص کو آگاہ نہیں کرنا چاہتیں۔

ایک اور بہن ہیں وہ جب کسی سے ملتی ہیں تو دیکھتے ہی یہ ضرور کہتی ہیں کہ بہن! تم آج کل بہت دُبلی ہو۔ تم نحیف و کمزور ہو گئی ہو۔ تم خوب کھاؤ۔ پیو تاکہ فربہی آ جائے۔ بہرحال وہ ہر شخص کو ہر ملاقات کے وقت پہلے سے زیادہ دُبلی و لاغر بتاتی ہیں۔ اگر ان کے کہنے کے مطابق ہر شخص برابر دُبلا ہوتا رہے تو نہ معلوم چند سال میں اس کی کیا حالت ہو جائے۔

یہ غلط فہمی ہے کہ کسی شخص کو دُبلا اور لاغر کہنے سے وہ خوش ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کا طبیعت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ اور سننے والے کو اپنی صحت کے متعلق فکر دامن گیر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی موٹا ہے تو اس کی فربہی کی تعریف کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بات بھی خلاف تہذیب ہے۔

مقصد یہ ہے کہ ہماری بہنوں کو ہمیشہ ایسے موضوع پر گفتگو کرنی چاہیئے۔ جو سب کی دلچسپی کا باعث ہو نہ کہ باہمی منافرت کا موجب ہو۔ محض اپنی لیاقت اور قابلیت کے اظہار کے لئے ایسے مسئلوں پر گفتگو نہ کرنی چاہیئے جس سے عوام بے بہرہ ہیں۔ اپنی فضول تعریف اور لاف گزاف تنگ نظری اور کوتاہ بینی کی دلیل ہے۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ ہماری بات چیت سے دوسروں کی دل آزاری

نہ ہو۔ طعن و تشنیع سے قطعی پرہیز کرنا چاہیئے۔ اس سے آپس میں بے لطفی پیدا ہو جاتی ہے۔ مذہبی مباحثے بھی حتی المقدور ہرگز نہ کئے جائیں۔ اگر آپ کو کسی بہن سے کسی مسئلے میں اختلاف ہے تو خواہ مخواہ شد و مد کے ساتھ مخالفت کے لئے برسرِ پیکار نہ ہونا چاہیئے ہماری بہنوں کا بہت سا وقت دوسروں کی غیبت میں گذرتا ہے۔ اس سے احتراز کرنا چاہیئے۔ بعض خواتین کو دوسروں کی برائیاں سننے میں بھی خاص لطف آتا ہے۔ یہ عادت بھی بیحد معیوب ہے۔

مسز سید احمد مچھلی شہری

دانت کی بیماریاں

گرم چیز جیسے زیادہ گرم روٹی جلتا سالن وغیرہ کھا کر اوپر سے ٹھنڈا پانی مت پیو اس سے دانتوں کو نقصان پہونچتا ہے۔ اور دانت سے کوئی سخت چیز مت توڑو اس سے دانت اور آنکھ دونوں کو صدمہ پہونچتا ہے۔

منجن جو عورتوں کے لئے بہت مفید ہے۔ دو تولہ بادام کے چھلکے جلے ہوئے اور چھ ماشہ زرد کوڑی کی راکھ اور چھ ماشہ مصطگی سب کو باریک پیس کر رکھ لیں اور ہر روز ملا کریں۔

دوسرا منجن۔ دکھنی مرچ۔ رومی مصطگی۔ عاقرقرحا قلمی تج۔ یہ سب چیزیں ایک ایک پیسہ کی کھریہ دو پیسہ کی گیرو دو ماشہ۔ ان سب چیزوں کو باریک پیس کر رکھ لیں اور کام میں لائیں۔

تیسرا منجن۔ بہت آزمایا ہوا سات ماشہ بارہ سنگے کا جلا ہوا سینگ اور سات ماشہ چھوٹی مائیں اور سات ماشہ ناگرتھا اور سات ماشہ گل سرخ اور سات ماشہ بالچھڑ اور پونے دو ماشہ نمک لاہوری باریک پیس کر رکھ لیں اور ہر روز ملا کریں۔

چوتھا منجن۔ دانت کیسے ہی کمزور ہوں اور ہلنے لگے ہوں اس منجن سے جم جاتے ہیں مسوڑھوں سے اگر خون بہتا ہو اس کو بھی مفید ہے۔ رومی مصطگی، پھٹکری خام۔ لوبان۔ بنگجرات۔ طباشیر۔ لوہے کا برادہ۔ سیاہ مرچ۔ سفید گول مرچ۔ گبتیں۔ اتیس۔ چھالیہ۔ مازو۔ سیلکھڑی۔ جھڑبیری کی چھال۔ جامن کی چھال۔ گوندنی کی چھال یہ سب چیزیں ایک ایک ماشہ لیکر باریک پیس کر رکھ لیں اور رات کو مل کر پان کھا کر سو رہیں صبح کو ایک شاخ کھجور کے پانی میں جوش دے کر کلی کریں۔

پانچواں منجن۔ جو دانتوں کے درد اور ڈاڑھ نکلنے کے لئے بہت مفید ہے۔ رومی مصطگی۔ عاقرقرحا۔ نمک لاہوری۔ تمباکو سب تین تین ماشہ لے کر باریک پیس کر لیں اور منہ لگا کریں۔

ایس بیگم لکھنو

بستی سے دُور پرماتما کی یادیں

"کیوں سسندر آج بھی تم اکیلی ہی آئی ہو۔ رتنا کیوں نہیں آئی کم لڑکیوں میں تو کھیل کا مزا نہیں۔ محمودہ بھی آج کل لکھنؤ گئی ہوئی ہیں"۔ یہ استفسار سندر سے میں نے اُس وقت کیا تھا جب ہم لوگوں کے صرف کھانے کھیلنے کے دن تھے رتنا بالکل میرے ہم عمر تھی اور شاید یہی وجہ تھی کہ وہ مجھے دوسری سہیلیوں سے زیادہ عزیز تھی وہ بھی مجھ پر جان دیتی رتنا اپنے چچا پنڈت رام کشن کے مکان میں جو میرے مکان سے تھوڑے فاصلے پر تھا رہتی تھی وہ اکثر میرے پاس آتی اور گھنٹوں کھیلا کرتی "ہوا کیا تم نہیں جانتیں رتنا کا تو بیاہ ہو رہا ہے کل بارات آئی ہے ان کی چاچی جی نے روک دیا نہیں تو وہ بھی میرے ساتھ آ رہی تھیں" سسندر نے جواب دیا اس کے بعد ہم لوگ کھیلنے لگے۔ دوسرے دن شام کو رتنا کی ماں اور چچی وغیرہ اس کو اپنے ساتھ لے کر آئیں اور میری والدہ کے پاس بیٹھ کر اس کی شادی کے متعلق گفتگو کرنے لگیں۔ ان لوگوں کی بات چیت تو میں نے غور سے نہیں سُنی صرف اتنا یاد ہے کہ رتنا کی ماں نے بتایا تھا کہ اس کے سسر کو پانچ سو روپیہ دینا طے ہوا تھا جس میں سے ساڑھے چار سو تو نقد دے دیا گیا اب بقیہ گونا سے پہلے دینے کا وعدہ ہے۔ آج خلاف معمول رتنا بہت سے زیور پہنے ہوئے تھی اور اُس کی مانگ میں سیندور بھرا ہوا تھا زرد رنگ کی ریشمی ساری کا آنچل گرا ہوا تھا جو اُس کے معصوم چہرہ پر بہت بھلا معلوم ہو رہا تھا کچھ دیر تو میں خاموش ان لوگوں کے پاس بیٹھی رہی مگر پھر مجھ سے نہ رہا گیا رتنا کو اشارہ سے بلا کر بالا خانے پر چلی گئی اور تھوڑی دیر تک وہاں کھیلتی رہی اس کے بعد وہ اپنی ماں وغیرہ کے ہمراہ گھر چلی گئی۔ اسی طرح وہ قریب قریب روزانہ آتی اور میرے ساتھ کھیلا کرتی مگر کچھ دنوں کے بعد میں الہ آباد پڑھنے کے لئے بھیج دی گئی۔ اور جب چھٹیوں میں گھر آتی تب ہی رتنا سے کھیلنے کا موقع ملتا وہ بھی اپنے گھر کے چھوٹے موٹے کاموں سے فارغ ہو کر میرے پاس آتی کبھی کھیلتی اور کبھی دیر دیر تک اسکول کی باتیں پوچھا کرتی کیونکہ اب اسے کھیل کود سے زیادہ میرے اسکول کی باتوں سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی وہ فطرتاً بہت ذہین اور سمجھدار واقع ہوئی تھی پڑھنے لکھنے کا اس کو بیحد شوق تھا مگر افسوس کہ وہ اعلیٰ تعلیم نہ حاصل کر سکی تاہم اس نے اس قدر ہندی سیکھ لی تھی کہ بے تکلف خط و کتابت کے علاوہ رامائن بھی پڑھ لیتی۔

وقت گذرتا گیا اور ہم بھی اس کے ساتھ بڑھتے گئے جب ہم لوگوں نے اپنی عمر کے چودھویں سال میں قدم رکھا تو رتنا کے گھر میں اس کے گون یعنی رخصتی کی تیاریاں ہونے لگیں اس کے سسر نے کہلا بھیجا کہ بیساکھ میں آ کر ہم گونا لے جائیں گے مگر اس سے قبل شادی کی بقیہ رقم ادا ہو جانی چاہیئے۔

بیساکھ آ گیا مگر رتنا کے سسر نے گونا کی تاریخ مقرر کرنے کے لئے کوئی آدمی نہ بھیجا ایک روز پنڈت رام کشن کاروبار کے سلسلے میں الٰہ آباد گئے ہوئے تھے کہ رتنا کے سسر سے اتفاق سے ملاقات ہو گئی۔ انھوں نے پچاس روپیہ جو اس وقت ان کے پاس موجود تھے پیش کئے اور خیریت دریافت کرنے لگے انہوں نے پہلے روپیہ کو جیب میں حفاظت سے رکھا پھر کہنے لگے بیساکھ تو گذر گیا

سمجھا دینا بچہ تو چار مہینے ہو گئے کہ گذر گئے رواضح ہو کہ رتنا کے سسرال والوں نے اس کے شوہر کی وفات کی بروقت اطلاع اس لیئے نہیں کی تھی کہ مبادا شادی کا بقیہ روپیہ وصول نہ ہو) سمدھی کے منہ سے یہ الفاظ سن کر پنڈت جی سکتہ میں آ گئے رنج والم کا پہاڑ سر پہ ٹوٹ پڑا آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا معصوم بھتیجی کا چہرہ نظروں کے سامنے پھرنے لگا اور سوچنے لگے گھر جا کر کس منہ سے کہوں گا کہ جو رتنا آج کل میں دلہن بننے والی تھی ودھوا ہو گئی۔

رتنا بیوہ ہو گئی مگر اس کو اس کا غم نہ تھا وہ اپنی حالت میں نمایاں انقلاب نہ دیکھتی جب بڑی بوڑھیاں اس کی بیوگی پہ رنج وملال کا اظہار کرتیں تو اس کو تعجب ہوتا اس کا شوہر مر چکا تھا مگر اُسے کوئی فکر نہ تھی اس کے خیالات ہنوز تبدیل نہ ہوئے تھے نہ اس کی مسرت اور دلچسپیوں میں کوئی تغیر ہوا۔ وہ ازدواجی زندگی سے بے خبر شوہر کی اہمیت سے ناواقف محض تھی۔ جب کبھی کوئی اسے زیور پہننے یا سیندور لگانے سے روکتا تو نہایت لاپروائی سے جواب دیتی "واہ میں گہنا کیوں نہ پہنوں مانگ کیوں نہ بھروں سب ہی تو زیور پہنتے ہیں سب کی مانگیں سیندور سے بھری ہیں"

زمانہ اور آگے بڑھا رتنا کی سب ہم عمر لڑکیوں کی شادی ہوگئی وہ موقع موقع سے میکے آتیں اور مہینہ دو مہینہ رہ کر اپنے اپنے گھر سدھارتیں۔ وہ خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہی تھی لیکن پہلے کی طرح اب وہ بے فکر نہ تھی اُسے زندگی کی تلخیاں محسوس ہو رہی تھیں گرد و پیش میں اپنے کو منحوس ترین ہستی خیال کرتی زیورات پہننا اور سیندور لگانا جن کے لئے کبھی ضد کیا کرتی اب خود ترک کر دیا۔ ہر وقت مغموم رہتی گھر کے کام کاج سے اگر کسی وقت فراغت پاتی تو رامائن پڑھ کر دل بہلاتی۔ ایک دن اپنی بڑی بہن کے ہمراہ میرے گھر آئی تو والدہ اس کے گلاب سے مرجھائے چہرہ کو دیکھ کر بیحد متاثر ہوئیں اور اُس کی بہن سے کہنے لگیں "کیوں کیا رتنا کی دوسری شادی نہیں ہو سکتی اس کا تو گونا بھی نہیں گیا تھا بیچاری زندگی کی کٹھن منزلیں کیونکر کاٹ سکے گی ابھی تو اس کی کچھ عمر ہی نہیں ہے" "نہیں ہمارے برہمنوں میں تو چاہے لڑکا شادی کے دوسرے ہی دن مر جائے دوسرا ودواہ نہیں ہو سکتا شاستر میں تو لکھا ہے کہ عورت دوسرا کرنے سے بے دھرم ہو جاتی ہے"۔ رتنا کی بہن نے جواب دیا اور کہنے لگی "ان کو (رتنا کی طرف اشارہ کر کے) تو اب یہی چاہیئے کہ چاچی جی کی سیوا کریں گھر کا کام دھندا سہار اٹھا دیں بھائی بھاوج سے دب کر رہیں کیونکہ انہیں میں تو اب ان کا گذر ہے"؛ بہن کے الفاظ سُن کر رتنا کے آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے میں نے یہ دیکھ کر اپنے پاس بلا لیا اور ساتھ لے کر دوسری طرف چلی گئی اپنا ہمدرد سمجھ کر وہ میرے پاس بیٹھ کر بے اختیار رونے لگی اور پھر کہنے لگی "بوا میرے تو وہی دن اچھے تھے جب مجھے کچھ معلوم نہ تھا سمجھ بڑھتی ہے اتنی ہی زندگی دشوار ہوتی جاتی ہے دن کا کاٹنا تو ابھی مجھ کو زیادہ دشوار نظر نہیں آتا مگر عورتوں کے ہر وقت کے طعنوں سے تو میرا کلیجہ چھلنی ہوا جاتا ہے اماں بھی مر گئیں اس سنسار میں تو میرا کوئی دکھائی نہیں دیتا دل میں آتا ہے کہ یہاں سے منہ کالا کروں اور کہیں بستی سے دور پرماتما کی یاد میں گذار دوں" میں نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی مگر میرے الفاظ حلق میں اٹک کر رہ گئے اور صرف اتنا کہہ سکی کہ "دیکھو رتنا کبھی ایسا کرنا نہیں تو مجھ کو رنج ہوگا"۔ رتنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی "بوا اگر میں بال بھی بناتی ہوں تو کوئی کہتا ہے ودھوا کا سنگار اچھا نہیں لگتا کوئی کہتا ہے کہ اسے وہ رہنے والی نہیں"

بھوجی تو مجھ کو وبال جان ہی سمجھتی ہیں حالانکہ میں ہر وقت اپنی قوت سے زیادہ کام کاج کیا کرتی ہوں ابھی کل دو پہر ہی کی بات ہو سب کام سے فارغ ہو کر ذرا میں باہر چلی تو بہن نے پکارا کہاں جاتی ہو میں جواب دینے ہی کو تھی کہ جھٹ بھاوج بول اٹھیں ارے ان کو کیا جہاں جی چاہتا ہے وہاں جاتی ہیں بن کے پتے جگنے اور ان کا کام ہی کیا ہے اتنا سننا تھا کہ میں وہیں کلیجہ تھام کر بیٹھ گئی اور ایسا معلوم ہوا کہ بیری کی جھاڑیوں میں اُلجھ کر اسی میں گر پڑی ہوں جس کے کانٹے دل و جگر کے پار ہوئے جا رہے ہیں ایشور میرا سا دکھ کسی پہ نہ ڈالے۔

رتنا اپنی طبیعت میں استقلال پیدا کر چکی تھی وہ اپنی دھن کی پکی نکلی نہ اُسے گھر کی محبت کا خیال ہوا نہ اعزا کا اور نہ میری التجا کا کوئی اثر۔ ایک روز شہرت ہو گئی کہ رتنا غائب ہے۔ رات کو گھر چھوڑ کر کہیں چلی گئی بستی میں اس کے بھاگنے کے متعلق طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں کوئی کہتا اس کا سنگار ہی غضب کا تھا کوئی کہتا وہ بڑی چنچل تھی کہیں جا کر دوسرا کرے گی کوئی جس کو اس سے کچھ ہمدردی تھی کہتا نہیں! اس کے ہردے دول میں رنج تھا اپنی جان نہ کھو ڈالے۔ غرضکہ جتنے منہ اتنی باتیں لیکن باوجود تحقیقات کے اس کا نشان تک نہ ملا۔ میرے دل پر اس کے چلے جانے کا غیر معمولی اثر ہوا اور اس عدم موجودگی سے اکثر میں اپنے دل میں بہت کڑھتی اور خیال کیا کرتی کہ کیا ہندو دھرم میں بیوہ کی شادی جبکہ وہ ہوشیار ہونے سے پہلے ہی شوہر کے دیدار سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائے ناجائز قرار پانا عورت پر انتہائی ظلم نہیں ہے۔

رتنا کو گم ہوئے عرصہ ہو گیا بستی کے آدمی نیز اس کے اپنے رشتہ دار اس کو بھول چکے تھے اکثر لوگوں کو اس کی موت کا بھی یقین ہو گیا تھا میں اپنی ایک سہیلی کے یہاں فیض آباد آئی ہوئی تھی ان کا ایک مکان دریائے سرجو کے کنارے واقع تھا وہ لوگ چھٹیوں کے ایام زیادہ تر وہیں بسر کیا کرتے میں بھی چونکہ دسہرہ کی تعطیل میں آئی تھی لہذا وہیں ٹھیری۔

ایک دن حسب معمول رات کو ہم لوگ دریا کے سیر کر رہے تھے رات بہت خوشگوار تھی چودھویں تاریخ کا چاند پوری آب و تاب سے نکلا ہوا تھا اور اُس کی روپہلی روشنی میں ندی کا متحرک پانی ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا رانی اندر اپنے آنچل کو اس دلفریب انداز سے حرکت دے رہی ہے کہ راجہ ہزار جان سے نچھاور ہونے کو تیار ہے۔ سیر کرتے کرتے ہم لوگ کچھ دور نکل گئے اور وہاں ایک جگہ بیٹھ کر خوش گپی میں مصروف ہو گئے۔ ابھی ہماری پُر لطف باتوں کا سلسلہ ختم نہ ہوا تھا کہ "بوا اسلام" کی نہایت دھیمی آواز پر چونک پڑی سر اُٹھا کر دیکھا تو ایک عورت گیروے کپڑوں میں لپٹی میری طرف جھکتی نظر آئی میں نے پوچھا تم کون ہو مگر جواب دینے کے بجائے وہ مجھ کو لپٹ کر رونے لگی پہلے تو میں سخت گھبرائی کہ یا الہی یہ کون ہے اور کیوں اس قدر رو رہی ہے مگر فوراً ہی گم شدہ رتنا کا خیال آ گیا اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا "ارے رتنا! تمہاری یہ حالت! تم یہاں کہاں! میری نظریں مجھ کو دھوکا تو نہیں دے رہی کیا میرے بچپن کی سہیلی رتنا اس دنیا میں موجود ہے۔"

"ہاں بوا تمہارا خیال درست ہے میں وہی بدنصیب رتنا ہوں۔" اس نے ہچکیوں کے درمیان میری گرفت ڈھیلی کرتے ہوئے کہا "اچھا تو پیاری رتنا اب چپ ہو جاؤ تمہارے رونے سے میرا کلیجہ پھٹا جاتا ہے خدا کا شکر کرو کہ اس نے ہم مدت کے بچھڑوں کو

جن کے ملنے کی امید نہ تھی ملادیا اور یہ بتاؤ کہ تم کیسے پہونچ گئیں کیونکر گذر کرتی ہو اور میری موجودگی کو تم کیسے جان گئیں میں نے جلدی جلدی پوچھا دیہات میں تو سب اچھے ہیں بھیا اور ان کی بیوی بچے خیریت سے ہیں" اس نے دریافت کیا۔ رتنا بستی تم کر فراموش کر چکی بھائی بھاوج اور ان کے بچے سب اچھی طرح ہیں وہ لوگ تم سے چھٹکارا پاکر مطمئن ہیں مگر پہلے تم اپنی رام کہانی سناؤ میرا دل تمہاری بیتی سننے کے لئے بے چین ہے" میرا جواب سُن کر اس نے ایک آہ سرد بھری پھر کہنے لگی "گھر سے تن پر کپڑا اور رامائن لے کر نکلی تھی رستہ کا قصہ تو بہت لمبا ہے بس یہ سمجھ لیجئے کہ کسی طرح مرتی جیتی رام بھگوان کے گھر میں پہونچ گئی اور بوا یہی دل سے چاہتی تھی۔ رات بھر اسی کٹیا قریب کی ایک کٹی کی طرف اشارہ کرکے ،میں رہتی ہوں دن میں کسی مندر میں چلی جاتی ہوں اور وہیں پوجا پاٹ میں دن گذر رہتی ہوں اور شام تک اس ظالم پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے کچھ نہ کچھ مل ہی جاتا ہے۔ پرماتما کی کرپا سے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی دن رات رام بھگتی میں لگی رہتی ہوں۔ وقت انہیں کا دھیان من میں رہتا ہے رات کے وقت جب ساری دنیا نیند کے خراٹے لیتی ہوتی ہے مجھ کو رامائن پڑھنے میں بڑا آنند آتا ہے۔ ہاں بوا ایک بات آپ سے کہنی بھول گئی بستی میں میری موجودگی کی خبر کسی کو نہ دیجئے گا ہاتھ جوڑ کر کہتی ہوں ورنہ شاید کوئی آوے تو جس طعن تشنیع کی دنیا سے منہ موڑ چکی ہوں اسی میں پھر جانا پڑے اچھا اب رات زیادہ آ گئی۔ اور ٹھیرنے کا وقت نہیں ہے چلئے ذرا میری کٹیا بھی دیکھ لیجئے اسی میں بیٹھی رامائن پڑھ رہی تھی کہ آپ کی آواز سنائی دی دل ایسا بے قرار ہوا کہ آواز کو بغیر اچھی طرح پہچانے آپ کے پاس آ پہونچی۔

رتنا سے رخصت ہوکر ہم لوگ مکان واپس آئے سب فوراً اپنے اپنے بستر پر لیٹ کر سو گئے۔ لیکن میں رتنا کی خلاف توقع اچانک ملاقات سے اس قدر متاثر ہوئی کہ تمام رات نیند نہ آئی اور ان ہی خیالات میں صبح ہوگئی کہ کیا رتنا اسی لئے پیدا ہوئی تھی کہ اس کا معصوم دل بے رحم زمانہ کے ہاتھوں مسل ڈالا جائے بے بسی کی بدولت وہ زندگی سے بیزار ہوجائے اور بیدرد جاہل عورتوں کے طعنے اس کو اس دنیا میں رہ کر دنیا سے ہاتھ اٹھانے پر مجبور کردیں۔

زیب النساء خاتون

(صفحہ ۲۶۲ کا بقیہ)

اور ہندوستانی کسی حالت میں بھی اس بار کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس کا مشاہدہ نقادان یورپ کی حالت سے ہو سکتا ہے کہ ایک پرائیویٹ ملازمت پیشہ ضمنین کے مصارف۔ یک پابند وضع ہندوستانی رئیس سے بھی بڑھے ہوئے ہوتے ہیں مرزا مرغوب احمد اگر چاہتے تو بآسانی مغربی قسم کے تکلفات شادی میں مہیا کرسکتے تھے مگر ان کی حیثیت کی مطابق ایک پارٹی اور ایک ڈنر کے مصارف جس قدر ہوتے اسی کے اندر ہمارا: محبت، یگانگت اور بے تکلفی اور دعوت عام کی جو شان مشرقیت پیدا ہوگئی وہ میسر نہ ہوسکتی تھی۔ کئی ایسے عزیز تھے جو اپنے مصارف سے شریک ہوئے اور کئی عزیز ایسے تھے جن کو خرچ بھیج کر بلایا گیا اور مدت کے بچھڑے ہوؤں کو ملنے کا موقع دیا۔

بہن شائستہ بانو صاحبہ سہروردی بی اے آنرس نے جو خیالات رسموں کی ضرورت کے عنوان سے ماہ فروری کے عصمت میں لکھے ہیں وہ بہت پسندیدہ اور قابل تعریف ہیں۔ دوسری بہنوں کو بھی توجہ کے ساتھ اس تحریک کے جاری رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ (باقی آیندہ)

امۃ الوحی دہلی

صوبوں کی مجالس آئین ساز

مارچ کے پرچے میں صوبوں کی مجالس آئین ساز" کی تعداد اور اُن کی اجزائے ترکیبی کا ذکر کیا جا چکا ہے کہ کن کن صوبوں میں دو دو ایوان ہوں گے اور کن کن میں صرف ایک۔ اس وقت ہم مختصراً یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صوبوں کی مجالسِ آئین ساز کا طریق کار کیا ہوگا۔

صوبوں کی مجالس آئین ساز کے اجلاس سال میں کم سے کم ایک مرتبہ ہونے ضروری ہیں ایوانات مذکورہ بالا کے اجلاسوں کے درمیان بارہ ماہ کی مدت نہ گذرنی چاہئے

ہر صوبے کا گورنر مجلس اور جن صوبوں میں دو ایوانات ہیں اُن میں مجالس قانون ساز کے اجلاسوں کا وقت مقرر کرے گا جس مدت کے لئے وہ مجالس کے اجلاس کا تعین کرے اُسے وہ اپنی مرضی سے بڑھا سکتا ہے اور وہ صوبے کی مجلس عاملہ کو توڑ بھی سکتا ہے۔

جدید قانون حکومت کے نفاذ کے چھ ماہ کے اندر اُسے ایوان یا ایوانوں کا پہلا اجلاس منعقد کر دینا چاہیئے۔ گورنر کو یہ حق بھی حاصل ہوگا کہ وہ مجالس آئین ساز میں تقریر کر سکے۔ اور وہ اس کا بھی مجاز ہوگا کہ زیرین اور بالائی دونوں ایوانوں کو مشترکہ طور پر طلب کر سکے۔ صوبوں کے مجالس آئین ساز کی زبان انگریزی ہوگی یعنے جملہ کارروائیاں اور تقریریں انگریزی زبان میں ہوں گی تاہم اگر ایسے ضوابط بنا دئے جائیں کہ وہ لوگ جو لوگ اچھی طرح انگریزی نہیں جانتے مجالس ہائے قانون ساز کے علٰحدہ علٰحدہ یا مشترکہ اجلاس میں دوسری زبانوں میں تقریریں کر سکیں تو وہ صوبے کی زبان میں تقریر کر سکیں گے۔

مجالس ایوان ساز کے ہر رکن کو مجلس میں پہلی دفعہ شرکت کرتے ہی گورنر یا کسی اور شخص کے روبرو جسے گورنر نامزد کرے حسب ذیل حلف لینا پڑے گا۔

"میں اس ایوان کا رکن منتخب یا نامزد ہوا ہوں اور صدق دل سے اقرار کرتا ہوں کہ مَیں ملک معظم شہنشاہِ ہند اُن کے ورثا اور جانشین کا وفادار اور حقیقی طور پر اطاعت کیش رہوں گا اور جن فرائض کی ادائیگی شروع کرنے والا ہوں اُنہیں نہایت وفاداری سے ادا کروں گا"

مجالس ہائے قوانین کے وہ اراکین جو کسی ریاست کی رعایا ہیں اُن کا حلف نامہ اس سے ذرا مختلف ہے جو حسب ذیل ہے۔

"مَیں اس ایوان کا رکن مقرر یا نامزد کیا گیا ہوں اور صدق دل سے اقرار کرتا ہوں کہ جو وفاداری اور اطاعت شعاری مجھ پر اپنے والئے ملک اُن کے ورثا، اور جانشینوں کی واجب ہے اُس کے، اور آئینی حیثیت اس ایوان کے رکن کے ملک معظم شہنشاہ ہند ان کے ورثا اور جانشینوں کا وفادار اور حقیقی طور پر اطاعت کیش رہوں گا۔ اور جن فرائض کی ادائیگی کرنے والا ہوں اُنہیں نہایت

وفاداری سے ادا کروں گا"

اصولی طور پر تو یہ حلف نامہ ہر اُس شخص کے لئے ہے جو کسی ریاست کا باشندہ ہو اور صوبوں کے مجالس آئین ساز کا رُکن منتخب یا نامزد ہو جائے۔ لیکن در اصل یہ صوبجات متوسط اور برار کی لیجسلیٹو اسمبلی کے ارکین کے لئے ہے۔ اس میں برار کے نمایندے بھی شریک ہوں گے جس پر ملک معظم نے اعلیٰ حضرت حضور نظام کی سیادت کی تجدید حال ہی میں ایک معاہدے کے ذریعہ کی ہے۔ (برار کے نمایندوں کی جو خاص حیثیت ہے اُس کی تفصیل اپنے موقعہ پر پیش کی جائے گی)

حلفِ وفاداری لینے کے بعد مجالس ہائے قانون اپنے اپنے صدر اور نائب صدر کا انتخاب کریں گے۔

لیجسلیٹو اسمبلی کا صدر اسپیکر اور نائب صدر ڈپٹی اسپیکر کہلائے گا۔ اور لیجسلیٹو کونسلوں کا صدر پریزیڈنٹ اور نائب صدر ڈپٹی پریزیڈنٹ کہلائے گا۔

یہ لوگ اپنی میعاد کے ختم ہونے یا استعفیٰ دیدینے کے علاوہ اس صورت میں بھی علٰحدہ کئے جاسکیں گے۔ کہ ایوان کے موجودہ ممبروں کی اکثریت اُن کی علیحدگی کی تجویز منظور کرلے۔ لیکن اس قسم کی کوئی تجویز ۱۴ یوم قبل اطلاع دئے بغیر ایوان میں پیش نہ کی جاسکے گی۔ اسمبلی کا اجلاس اس صورت میں ملتوی کر دیا جائے گا کہ کل ممبروں کا ۱/۶ حصہ موجود نہ ہو۔ اور کونسل کا اجلاس اس صورت میں ملتوی ہوگا اگر ایوان میں دس ممبر موجود نہ ہوں۔ کوئی شخص دونوں ایوانوں کا بیک وقت ممبر نہ ہو سکے گا۔ جو شخص دونوں ایوانوں کا ممبر منتخب ہو جائے اُسے ایک مدت مقررہ کے اندر کسی ایک ایوان کی نشست سے دست بردار ہونا پڑے گا اسی طرح کوئی شخص بیک وقت صوبہ کی کسی مجلس آئین ساز اور مرکزی مجالس آئین ساز کا رُکن نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی شخص کا انتخاب صوبوں کی مجالس آئین ساز اور مرکزی آئین ساز میں ہو جائے تو مدت مقررہ کے بعد اُس کی وہ نشست جو اُسے صوبے کی مجالس آئین سازی میں حاصل ہوگئی ہے خالی تصور کی جائے گی۔ اگر صوبوں کی مجالس آئین ساز کا کوئی رکن بغیر ایوان کی اجازت کے مسلسل ۶۰ یوم ایوانوں کے اجلاسوں سے غیر حاضر رہے تو بھی وہ اپنی نشست سے محروم ہو جائے گا۔

جدید نظامِ حکومت کے ماتحت صوبوں کے جو ایوان ہائے زیرین (لیجسلیٹو اسمبلیز) بتائے گئے ہیں اُن میں نامزد کردہ ارکین شامل نہیں۔ لیکن ان میں ایک تو ہر صوبے کا ایڈوکیٹ جنرل شریک ہو سکے گا اور تقریر کر سکے گا اور دوسرے وہ وزراء بھی شریک ہو سکیں گے اور تقریریں کر سکیں گے جو باوجود ممبر نہ ہونے کے وزیر مقرر کئے جائیں گے۔ لیکن یہ لوگ رائے نہ دے سکیں گے۔

کونسل کا پریزیڈنٹ اور اسمبلی کا اسپیکر اور ان کی غیر موجودگی میں ڈپٹی پریزیڈنٹ اور ڈپٹی اسپیکر ایوانوں کی صدارت کریں گے۔ یہ مجالس مذکورہ کی کارروائیوں کو باضابطہ چلانے کے ذمہ دار ہوں گے۔ جو شخص کسی ایوان کی صدارت کر رہا ہو گا وہ رائے شماری کے وقت رائے دینے کا مجاز نہ ہوگا۔ لیکن اگر کسی تجویز کے متعلق مخالف اور موافق رائیں برابر ہوں گی تو وہ اپنے حق رائے کو استعمال کر سکے گا۔ ان لوگوں کو وہ تنخواہیں دی جائیں گی جو ایوان مقرر کرے گا۔ لیکن جس وقت تک تنخواہوں کی منظوری

قانون منظور نہ ہو اُس وقت تک اُنہیں وہ تنخواہیں دی جائیں گی جو گورنر مقرر کرے گا۔

مجالس آئین ساز کو تقریر کی آزادی حاصل ہوگی۔ ان کی کسی تقریر یا رائے کے متعلق جو وہ مجلس آئین ساز اور اُس کی کسی کمیٹی میں ظاہر کریں یا ان کی کسی تقریر کی اشاعت کی بنا پر جو سرکاری طور پر شائع کی جائے ان کے خلاف کسی عدالت میں قانونی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

ممبروں کو تنخواہیں اور الاؤنس دئے جائیں گے جن کا تعین وقتاً فوقتاً مجالس آئین ساز کریں گی۔ لیکن جس وقت تک یہ تعین نہ ہو اس وقت تک اُنہیں وہی تنخواہیں اور الاؤنس ملے گا جو صوبوں کی کونسلوں کے ممبروں کو ملتا ہے۔

مجالس آئین ساز کی جملہ کارروائیاں کثرتِ رائے سے منظور کی جائیں گی۔ جو کارروائی مجلس زیریں میں منظور ہو گی وہ مجلس بالا میں بھی پیش ہوگی دونوں ایوانوں سے منظور ہو جانے کے بعد بھی کوئی قانون قابلِ نفاذ نہ ہوگا جب تک گورنر اُس پر مہر تصدیق ثبت نہ کرے۔

اگر گورنر کسی مسودے قانون میں کوئی ترمیم ضروری سمجھے گا تو وہ اُس ترمیم کی سفارش کے ساتھ اُسے مجلس آئین کو واپس کر دے گا۔ اور پھر حسب ضابطہ گورنر کے پاس تصدیق کے لئے واپس کیا جائے گا۔

گورنر اس کا بھی مجاز ہوگا کہ وہ کسی مسودہ قانون پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے بجائے اُسے گورنر جنرل کی تصدیق کے لئے روک لے۔ گورنر کسی کارروائی کی تکمیل کی غرض سے صوبوں کے دونوں ایوانوں کا مشترک اجلاس مدعو کرے گا۔ اور اس اجلاس میں بھی کثرت رائے سے فیصلہ کیا جائے گا۔

ہر صوبے میں گورنر کو مشورہ اور امداد دینے کے لئے وزرا کی ایک کونسل ہوگی لیکن ہر معاملہ میں گورنر وزرا کے مشورے پر عمل کرنے کے لئے مجبور نہ ہوگا بلکہ اُس کی رائے فیصلہ کن اور مختتم سمجھی جائے گی۔ اور اس پر کبھی اعتراض نہ ہو سکے گا۔ کہ اُس نے کسی معاملے میں وزرا کے مشورے پر خلاف اپنی ذاتی رائے سے عمل درآمد کیا۔

گورنر وزرا کا انتخاب کرے گا۔ اور اُن کے عہدے کی مدت اُس کی مرضی پر منحصر رہے گی۔ وزرا کی تنخواہ وہ ہوگی جو وقتاً فوقتاً ایک قانون کے ذریعہ مقرر کی جائے گی۔ لیکن جب تک ایسا قانون نہ بنے اُس وقت تک اُنہیں وہ تنخواہیں دی جائیں گی جو گورنر مقرر کرے۔ اس امر کے متعلق کہ کسی خاص معاملے میں وزرا نے گورنر کو کیا مشورہ دیا کسی عدالت میں سوال نہ اُٹھایا جا سکے گا

اگرچہ قانونی طور پر وزرا کا تقرر اور انتخاب گورنر سے متعلق ہے لیکن عملاً اس کی صورت یہ ہوگی کہ گورنر اُس پارٹی کے لیڈر کو جسے ایوان میں سب سے زیادہ اکثریت حاصل ہے وزارت کی ترتیب کے لئے طلب کرے گا۔ اور اُس کے مشورے سے وزرا کا انتخاب اور تقرر ہوگا۔ کسی صوبے کی مجلس زیریں میں کسی ایک جماعت کو فیصلہ کن اکثریت حاصل نہ ہو تو مختلف پارٹیوں کے لیڈر وزارت کی ترتیب کے مشورے کے لئے طلب کئے جائیں گے۔ اور مختلف پارٹیوں کی مشترکہ وزارت مقرر کی جائے گی۔ اگرچہ وزرا کے تقرر میں گورنر کو مختتم اختیارات حاصل ہیں لیکن وزارت کی ترتیب میں جو اصول رکھا گیا ہے یہ ہے کہ ایسی وزارت

قائم کی جائے جسے لیجسلیٹو اسمبلی کی اکثریت کی تائید حاصل ہو۔ اور یہ صورت نہ پیدا ہونے پائے کہ وزارت نے کوئی مسودہ قانون پیش کیا اور اُسے اکثریت نے نامنظور کر دیا۔

وزارت چونکہ ایک طرف تو گورنر کے روبرو ذمہ دار ہوگی اور دوسری طرف لیجسلیٹو اسمبلی سے اُسے اپنی تجاویز منظور کرانی ہوگی اس لئے صوبوں کے نظامِ حکومت کو قائم رکھنے کے لئے ایسی وزارت کا قیام ضروری ہے جسے اکثریت کی تائید حاصل ہو ورنہ وزارت کے خلاف عدم اعتماد کی تجویز منظور ہونے کے بعد وزارت کو اخلاقاً مستعفی ہو جانا پڑتا ہے۔ اور اگر کوئی وزارت عدم کی تجویز کے بعد بھی مستعفی نہ ہو تو اُسے برابر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور حکومت کے کاموں میں خاصی تاخیر پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر ایسی صورت کسی صوبے میں پیدا ہو جائے تو ہر مسودۂ قانون کو گورنر اپنی رائے سے نافذ کرنے پر مجبور ہوگا۔ یا پھر اُس کے لئے صورت یہ ہوگی کہ وہ اسمبلی کو توڑ دے ایسی صورت میں وقتِ مقررہ کے بعد دوبارہ عام انتخابات ہوں گے۔ یا ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ گورنر جملہ نظامِ حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لے چنانچہ گورنر کو اس کا مختار کیا گیا ہے کہ اگر کسی وقت گورنر کو اس کا یقین ہو جائے کہ اُس کے صوبے کی حکومت اس طرح نہیں چل سکتی جیسی کہ قانون اصلاحات کے ماتحت چلنی چاہئے تو وہ اعلان کر دے گا کہ فلاں فلاں اختیارات میں اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں۔ لیکن اس اعلان کے ذریعہ جو اختیارات حاصل کئے جائیں گے وہ زیادہ سے زیادہ چھ ماہ کے لئے ہوں گے۔ اور گورنر اپنے اس اعلان کو وزیرِ ہند کی خدمت میں بھیج دے گا جو اُسے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے سامنے پیش کریں گے۔ اگر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے اس اعلان کو قبول کر لیا تو یہ مزید بارہ ماہ تک نفاذ پذیر رہ سکے گا۔ اور ان بارہ کے اختتام سے قبل اگر پارلیمنٹ نے اس کو جاری رکھنے کی منظوری دیدی تو یہ نافذ رہے گا۔ لیکن کسی حالت تب بھی اس کے نفاذ کی مدت تین سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ اگر گورنر اس قسم کے اعلان کے ذریعہ قانون سازی کے اختیارات حاصل کر لیتا تو جو قانون وہ بنائے گا وہ اس اعلان کے ختم ہونے کے دو سال بعد تک نفاذ پذیر رہے گا۔ لیکن گورنر کے لئے اس قسم کا اعلان کرنے سے قبل گورنر جنرل کی تائید حاصل کرنی ضروری ہے۔

ناظراتِ عصمت غالباً یہ محسوس کر رہی ہوں گی کہ یہ ایک گورکھ دھندہ ہے اور دو مضمونوں کے بعد بھی ایسی صورت پیدا نہیں ہوئی کہ پورے طور پر یہ سمجھ میں آجائے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک قانون کے اجزا ہیں جو تقریباً ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے انتہائی آسان صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور مختلف اجزا کو مختلف ابواب میں سے لے کر اس طرح پیش کیا جا رہا ہے کہ زیادہ سے زیادہ آسانی سے سمجھا جا سکے۔ مضمون زیرِ نظر میں صوبوں کی مجالس آئین ساز کے طریق کار کے سمجھنے کی تمہید ہے۔ آیندہ اشاعت میں اس کے طریق کار اور اختیارات آئین سازی کی وضاحت کی جائے گی۔

عباس حسین۔ قاری

شادی اور جے پور کی سیر

مرغوب احمد صاحب (منشی فاضل) بی. اے علیگ جو میرے پھوپی زاد بھائی اور میرے شوہر شیخ زبیر حسن صاحب مالک خیابان الخلیل کے حقیقی بھتیجے ہیں اور ریاست جے پور کے نامور وکیل ہیں اور رسالہ عصمت کے خریدار بھی ہیں ان کی دو لڑکیوں کی شادی کی تقریب تھی۔ یوں تو بلانے کا اصرار عرصہ سے تھا اور میں اپنی کمزوری صحت کی وجہ سے مذبذب تھی۔ مگر ۱۲ر دسمبر کو تار آنے پر میں معہ اپنے بچوں کے رات کی ٹرین سے جے پور روانہ ہوگئی۔ اس رات سردی اس شدت سے پڑی کہ اس کی کیفیت ہمیشہ یاد رہے گی۔ چونکہ سردی سے بچاؤ کا سامان کافی تھا اور ایک پورے کمپارٹمنٹ پر قبضہ جما کر ہم نے سب کھڑکیاں بند کرلی تھیں۔ اس لئے بفضلہ تعالیٰ بغیر کسی تکلیف کے بخیریت یہ سفر پورا ہوگیا۔ باندی کوئی اسٹیشن پر نماز فجر ادا کی اور دس بجے جے پور اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ اور موٹر کار میں سوار ہوکر جو ہم کو لینے کے لئے آئی تھی شہر کی طرف روانہ ہوگئے۔ اسٹیشن سے شہر کا فاصلہ غالباً تین میل سے کم نہ ہوگا۔ ہمارا موٹر چاند پول دروازہ سے شہر میں داخل ہوا۔ دروازہ ہی سے بازار شروع ہوجاتا ہے جو سیدھا مشرق کی طرف سورج پول دروازہ تک چلا جاتا ہے سڑک اور دوکانوں پر جنگلی کبوتروں کے پرے کے پرے جمے ہوئے تھے اور مور بھی بلا خوف وخطر چہل قدمی کر رہے تھے۔ یہاں ان کے شکار کرنے یا مارنے کی قانوناً ممانعت ہے۔ مور اور کبوتروں کی یہ آزادانہ شہری زندگی بہت ہی بھلی معلوم ہوئی۔ غرض ہم معہ اپنی پیاری "للی" کے اس لمبے چوڑے بازار کے دو بڑے بڑے چوک دیکھتے ہوئے مکان پر پہنچ گئے۔ "للی" کیا ہے؟ "للی" میرے چھوٹے بچے "نصیر" کی سفید اور خوبصورت "بلی" ہے للی عموماً ہر چھوٹے بڑے سفر میں ساتھ رہتی ہے اور نہایت خاموشی سے سفر کرتی ہے۔ بچوں کی طرح کھڑکی میں منہ رکھ کر تمام راستہ باہر کی سیر کرتی رہتی ہے۔ مگر ڈرپوک بہت ہے جب کوئی اسٹیشن آتا ہے فوراً منہ اندر کرکے چھپ جاتی ہے جب بھوک لگتی ہے تو ستاتی نہیں بلکہ خوشامد میں میری ٹانگیں خوب دباتی ہے یا اپنے چھوٹے آقا کے آگے پیچھے گھومتی رہتی ہے جس وقت اس کے لئے گوشت آجاتا ہے مسکین صورت بن کر بیٹھ جاتی ہے اور جب تک میں اپنے ہاتھ سے اٹھا کر کھانے کے لئے نہیں دیتی منہ نہیں ڈالتی اور اکثر صبح وشام "نصیر میاں" کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتی ہے۔ کبھی کبھی میرے ساتھ باغ کی سیر کو بھی چلی جاتی ہے۔ لیکن انگریزی اخبارات کے صفحات اس کے فوٹو سے اب تک محروم ہیں۔

شادی کے گھر میں مہمانداری شروع دسمبر ہی سے شروع ہوچکی تھی۔ ۲۵ر دسمبر تک مہمانداری رہی۔ عزیز واقارب عورتوں اور بچوں سے حویلی میں ہر وقت عجیب چہل پہل نظر آتی تھی۔ اس موقعہ پر قابل ذکر اور لائق تعریف بات یہ ہے کہ اتنے بڑے اجتماع اور گہما گہمی کے باوجود کسی مہمان کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور کسی کی ادنیٰ قسم کی چیز بھی ضائع نہیں ہوئی۔ یہ انتظام کی خوبی تھی ہر کنبہ کے لئے حسب ضرورت علیحدہ علیحدہ کمرہ اور اس میں پلنگ، نماز کی چوکی، پانی، صابن، تولیہ، اور قفل مہیا کیا گیا تھا۔ رشتہ دار

مہمانوں کا اس قدر اجتماع اور ایسا بہترین انتظام یا تو میں نے اپنے بڑے لڑکے کی تقریب ختنہ پر دیکھا تھا یا اس شادی میں دیکھا ورنہ اب تو مقامی احباب اور برابرانہ حیثیت کے رشتہ داروں کے سوا عزیزوں کا جمع ہونا ہی ترک ہوتا جا رہا ہے اس لئے اپنائت اور یگانگت بھی اُٹھتی چلی جا رہی ہے۔ مردوں کے قیام کا انتظام علیحدہ تھا۔ دونوں باراتوں کے قیام کے لئے علیحدہ علیحدہ دو مکان تھے۔ ایک اور مکان میں مسلمانوں کا کھانا تیار ہونے اور کھلانے کا انتظام تھا۔ اور ایک اور مکان میں ہندوؤں کا کھانا تیار ہونے اور کھلانے کا انتظام تھا باراتوں۔ مہمانوں اور مقامی اعزا و احباب کی نشست اور مجلس نکاح خوانی کے لئے ایک وسیع اور خوبصورت پنڈال بنایا گیا تھا۔ پنڈال کی تیاری میں شیخ صاحب (میرے شوہر) نے خاص اہتمام اور جدت سے کام لیا تھا۔ راستہ پر دونوں طرف بڑے بڑے بلند دروازے جن میں سے ہاتھی گزر سکے بنائے گئے جن پر سرخ کپڑے پر موٹے موٹے سنہری حروف میں اور بجلی کے "ویلکم" لگائے گئے تھے۔ اور دونوں دروازوں کے چار ستونوں پر بہت بلند چار جھنڈے تھے ان پر "خوش آمدید" کے زرد پھریرے اُڑ رہے تھے اور ہر دروازہ کے دونوں جھنڈوں کے درمیان ہوا میں لہریں مارتا ہوا بڑا ہلال بنایا گیا تھا۔ تیسرا دروازہ پنڈال میں داخل ہونے کا تھا اور اس کے دائیں بائیں سہ دریاں بنائی گئی تھیں یہ دروازہ اور سہ دریاں مصنوعی "دوب" بیل بوٹے اور پودوں کے گملوں کی جھالروں اور مختلف قسم کے زیبائشی سامان سے مزین کیا گیا تھا۔ یہ پنڈال زنانہ حویلی کے سامنے بالکل قریب تھا اور صرف دو دن میں اور معمولی صرف سے تیار ہوا تھا۔

۲۶ دسمبر کی شام کو رؤسا اور ٹھاکر صاحبان اور معززین شہر کی آمد شروع ہوگئی۔ بعد نماز مغرب دونوں باراتیں ہاتھی اور گھوڑوں کے جلوس کے ساتھ پہونچ گئیں۔ پنڈال اس وقت ہزاروں آدمیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا نظر آ رہا تھا۔ جب باراتیں اور دولھا اپنی اپنی مسندوں پر بیٹھ گئے تو صرف دو دو ہزار زر مہر مقرر ہو کر شرعی رسم نکاح ادا ہوئی چھوہارے بکھیرے گئے۔ پان سگرٹ کی تواضع کے بعد مقامی مہمانوں کو پھولوں کے ہار پہنا کر رخصت کیا گیا۔ باراتوں۔ مہمانوں اور برادری کو کھانا کھلا کر دس بجے تک فراغت ہوگئی۔

۲۷ دسمبر کی صبح کو مسلمان معززین شہر احباب اور اہل محلہ کی دعوت تھی۔ دس بجے سے ایک بجے تک شیخ صاحب نے اپنے انتظام سے قریباً تین ہزار آدمیوں کو کھانا کھلا دیا۔ اس میں محلے کے سینکڑوں ایسے غریب آدمی بھی تھے جن کی طرف خوش حال انسان ایسے موقعوں پر کبھی التفات بھی نہیں کرتے کھانا اندازہ سے کم خرچ ہوا۔ بچی ہوئی دیگوں کا کھانا برادری کے گھروں میں اور محلے کے غریبوں اور فقیروں کو تقسیم کر دیا گیا۔ سہ پہر کو وکیل صاحب کے ایک لڑکے کی رسم نشرح کی گئی جس نے اسی سال قرآن حفظ کیا ہے۔ حافظ صاحب کو پچھتر روپیہ نقد زنانہ و مردانہ دو جوڑے اور مٹھائی کا خوان دیا گیا۔ اور سب کو مٹھائی تقسیم کی گئی۔ اسی روز شام کو "جھنار" تھی جس میں ہندو صاحبان اور اہل برادری مرد عورت مدعو تھے۔ "جھنار" راجپوتانہ میں شادی کی دعوت کو کہتے ہیں۔ اس میں پوری۔ کچوری۔ ترکاریاں۔ اچار۔ چٹنی اور مختلف قسم کی مٹھائیاں اور نمکین چیزیں ہوتی ہیں۔ "جھنار" کا کھانا کھلانے کے بعد جب نماز عشاء سے فراغت ہو چکی تو دونوں باراتوں اور دونوں لڑکیوں کو رخصت کر دیا گیا۔

دونوں لڑکیوں کی بری بھی آئی۔ جہیز میں حسب حیثیت دل کھول کر دیا گیا۔ لڑکیوں کو ہندوستانی دستور کے مطابق دلہن بنایا گیا۔ مہانداری اور دعوتیں بھی بڑے پیمانے پر ہوئیں لیکن کوئی رسم ایسی نہیں برتی گئی جو معیوب اور قابلِ اعتراض ہو۔ یہاں تک کہ لڑکیوں کی رخصت نہایت خاموشی کے ساتھ عمل میں آئی۔ ورنہ عام رسم و رواج کی مطابق ایک کہرام مچ جانا چاہیئے تھا۔ اکثر شادیوں میں دیکھا گیا ہے کہ غریب لڑکی گلے ملتے ملتے اور روتے روتے نیم جان ہو جاتی ہے۔ اور باپ بھائی ماں بہنیں دہاڑیں مار مار کر روتے ہیں۔ لڑکی کی رخصت کا سماں اور ماں باپ بہن بھائی اور ہمجولیوں سے چھوٹنے کا وقت بیشک دلخراش اور اندوہناک ہوتا ہے۔ خصوصاً میراسنوں کا یہ گانا۔

هم تو اے بابل جھامے کی چڑیاں رات بسے اڑ جائیں رے ...... سن بابل میرے
هم تو اے بابل تری پرا ہونیاں ایک رات اور راکھ لے رے ...... سن بابل میرے
هم تو اے بابل ترے کھونٹے کی گئیاں جدھر ہانکے ہنک جائیں رے ...... سُن بابل میرے
بھایوں کو بابل تو نے محلے دو محلے دئے اور ہم کو دیا پردیس رے ...... سُن بابل میرے

دلوں کو زخمی اور بیقرار کر دیتا ہے۔ آنکھیں بہہ نکلتی ہیں اور تمام مجلس پر عجیب اداسی چھا جاتی ہے۔ لیکن رونا دہاڑنا تو نہایت ہی بدتہذیبی اور بدفالی معلوم ہوتی ہے جیسی تمناؤں کے ساتھ شادی کی جاتی ہے ویسی ہی ہنسی خوشی کے ساتھ رخصت کرنا چاہیئے۔ اور شادی کے گھر کو ماتم کدہ نہ بنانا چاہیئے۔

اس شادی میں جو کچھ ہوا، وہی ہوا جو تعلیم یافتہ۔ مہذب اور مشرقی مسلم گھرانوں میں حسب حیثیت ہونا ہی چاہئے۔ جن شادیوں میں نکاح خوانی۔ رخصت اور دعوتوں کو بالکل یورپین سانچہ میں ڈھالا جاتا ہے وہ طریقہ ہم ہندوستانیوں کے لئے بہت ہی معیوب اور پھیکا معلوم ہوتا ہے۔ انگریزی تعلیم، انگریزی، سوسائٹی۔ انگریزی ملازمت اور انگریزی صحبت حاصل کرنے کے بعد یہ ضروری نہیں ہے کہ اپنے مذہبی شعار، اور اپنے ملکی و قومی مذاق، مفید رسم و رواج اور تفریحات کو بھی خیرباد کہدیا جائے۔ قومی خصوصیات اور روایات کا قائم رکھنا ہر زندہ قوم کا شیوہ ہوتا ہے۔ اگر ہنی تقریبات میں غیر مہذب، مذموم اور خلاف شرع رسوم کو ترک کرتے ہوئے تفریح، خوشی اور میل جول کا ہندوستانی طریقہ جاری رکھا جائے تو یہ کس قدر دلچسپ اور مفید معلوم ہوتا ہے یا مصارف اور فضول خرچی یا کفایت شعاری کا سوال اس کا حل ہر تعلیم یافتہ اپنی حالت کی مطابق خود کر سکتا ہے کسی کو اپنی حیثیت سے آگے قدم بڑھانا اور مقروض ہونا کسی طرح جائز نہیں۔ جو شخص کچھ نہ کر سکے وہ کچھ بھی اہتمام نہ کرے۔ یا وہ صرف مقامی عزیزوں اور دوستوں کو جمع کر کے چار، شربت یا محض پان سگرٹ ہی کی تواضع پر اکتفا کر سکتا ہے۔ یہ خیال اور عقیدہ صحیح نہیں ہے کہ ہندوستانی رسم و رواج میں زیرباری زیادہ ہوتی ہے اور یورپین طریقہ میں کفایت۔ میرا تجربہ اور مطالعہ اس کے خلاف ہے۔ یورپین معاشرت میں سادگی کے باوجود ہر شعبہ کے (بالخصوص عورتوں کے متعلق) اخراجات اس قدر زیادہ بڑھے ہوئے ہیں کہ خود وہاں کے لیڈر اور اخبار و رسائل اس کا رونا بری طرح روتے رہتے ہیں۔ (باقی دیکھئے صفحہ ۲۹۵ پر)

لڑکا یا لڑکی

بابو تلسی رام کی شادی ہوئے پانچواں سال تھا۔ ان کی تین لڑکیاں تھیں لیکن کوئی لڑکا نہ تھا اس وجہ سے بابو جی اور ان کی بیوی سارتا دیوی دونو بہت رنجیدہ رہتے تھے۔ خصوصاً سارتا دیوی کو اس بات کا بڑا رنج و فکر تھی کیونکہ وہ محسوس کر رہی تھیں۔ بابو جی کا رُخ اب غصّے کی صورت اختیار کر رہا ہے۔ وہ سارتا کے ساتھ اب پہلی کی سی محبت کے ساتھ پیش نہ آتے تھے۔ بابو جی کو لڑکیوں میں بڑی لڑکی آندرا سے کچھ محبت تھی۔ چھوٹی دونو لڑکیوں کو اُنھوں نے آج تک کبھی گود میں لینا تو درکنار پاس بھی نہ بلایا دیوالی دسہرہ ان کی بڑی عید تھی لیکن اس موقع پر بھی انھوں نے لڑکیوں کے لئے کوئی نیا کپڑا یا کھلونا نہیں لیا۔ سارتا ماں تھی ماں کا دل ہی اور ہوتا ہے۔ اس کا حسّاس دل لڑکیوں کے دل کی حالت کا بخوبی اندازہ کرتا تھا۔ ہولی دیوالی میں دیکھتی کہ محلہ میں سب امیر و غریب اپنے بچوں کو تماشہ دکھلانے لے جاتے اور اس کی غریب لڑکیاں باپ کا مُنھ دیکھتی ہی رہ جاتیں۔ ان کی اتنی مجال نہ تھی کہ باپ سے کبھی کسی کھلونے کی فرمائش یا کہیں تماشہ دکھلانے کا تقاضا کریں۔ جب کبھی سارتا بابو جی سے اس بات کی شکایت کرتی تو وہ نہایت بے پرواہی و خفگی سے کہتے "سارتا تم مجھے اس جھگڑے میں نہ پھنساؤ۔ کم بخت ایک نہ دو تین چھوکریاں۔ میں کہاں سے ان کے لئے روپیہ لاؤں گا۔ مجھے تو ان کی فکر مارے ڈالتی ہے" سارتا دیوی ٹھنڈی سانس بھر کر کہتی "جس نے دیا ہے وہی سب سامان پیدا کر دے گا تم کیوں ناحق فکر میں گھلے جا رہے ہو۔ آج کل لڑکے کون سے ماں باپ کے کام آتے ہیں۔ لڑکیاں ہی والدین کا خیال رکھتی ہیں" اب کی دفعہ پھر ان کے ہاں بچہ ہونے والا تھا سارتا کو ہمیشہ یہی خوف لاحق رہتا تھا کہ کہیں ایسے پھر لڑکی پیدا نہ ہو جائے۔ لڑکی ہونے کے خیال سے اس کا دل کانپ اُٹھتا۔ خدا سے وہ رات دن لڑکے کے لئے دعا کرتی۔ زچگی کے دن قریب تھے گھر میں بابو جی کی ضعیف نابینا ماں کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ سارتا نے خط لکھ کر گاؤں سے اپنی بڑی بھاوج کو بلوا بھیجا کیونکہ خاندان میں یہی سب سے زیادہ تجربہ کار عورت تھیں۔ بابو تلسی رام کچہری گئے ہوئے تھے گیارہ بجے زچگی ہوگئی اور سارتا نے سُنا کہ اس کی بھاوج کہہ رہی تھیں اب کے بھی بابو جی کے لڑکی ہوئی۔ سارتا کا دل رنج و غم سے ڈوب گیا۔ اس کی نظروں میں دنیا اندھیر ہوگئی۔ اس کے منھ سے بے اختیار آہ نکل گئی اس کو فوراً یاد آگیا کہ پار سال رادھا کی پیدائش کے وقت بابو جی اس سے روٹھ گئے تھے اور کئی دن تک بات بھی نہ کی تھی۔ "آہ اب کیا ہوگا"۔ اس کے آنسو بہنے لگے۔ دور سے اس کی بڑھیا ساس کی آواز آئی کہ "یہی تھی بہو پر جانے کس منحوس کی پرچھائیں پڑی ہے کم بخت چھوکریاں ہی چھوکریاں ہوئے جا رہی ہیں یہ گھر کا ناس کر کے ہی چھوڑیں گی"۔ سارتا کے دکھے ہوئے دل پر ایک تیر لگا۔ اس کی بھاوج اور دائی نے نہلا کر لڑکی کو اس کے پہلو میں لٹایا ہی تھا کہ بابو جی کی آواز کان میں آئی۔ کلیجہ دھک سے رہ گیا

بڑھیا الگ پلنگ پر پڑی بڑبڑا رہی تھی۔ دائی کام سے فارغ ہو رخصت ہوگئی۔ بابو جی سارتا کے کمرہ میں داخل ہوئے ان کے چہرے پر خوشی ہی خوشی نظر آ رہی تھی۔ اس قدر خوش سارتا نے ان کو شاید ہی کبھی دیکھا ہوگا غرض بابو جی آج بے حد خوش تھے انھوں نے آنے کے ساتھ ہی سارتا کا نحیف و تھرتھراتا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور بڑی محبت کے ساتھ بولے "سارتا تم اس دفعہ بہت کمزور و ناتوان نظر آ رہی ہو" پھر پیار سے بچی کی طرف دیکھ کر بولے "معلوم ہوتا ہے چھوکرے نے بڑی تکلیف دی"۔ سارتا کانپ اٹھی اس کا جسم تھرتھرانے لگا اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے بولی "لڑکا نہیں لڑکی ہے" بابو جی مسکرانے لگے اور بولے "اب بھی لڑکیوں سے جی نہ بھرا کیوں منحوس بات کہتی ہو ایشور نے مدتوں بعد لڑکا دیا"۔ سارتا کے آنسو ناامیدی یاس و ہراس کے ساتھ بہنے لگے کانپتی ہوئی آواز سے بولی لڑکا نہیں اب کے بھی لڑکی ہی ہوئی"۔ بابو جی بہت سٹ پٹا گئے ذرا ہوش ٹھکانے ہوئے تو بولے "نہیں سارتا تم سے کس نے کہا تمہیں غلط فہمی ہوئی ابھی تو دروازہ پر دائی نے مجھے لڑکا ہونے کی خبر دی"۔ سامنے سے بھاوج مسکراتی ہوئی آئی اور سارتا کی طرف بڑے پیار سے دیکھ کر بولی "بہن تو نے سچ مچ سمجھ لیا کہ لڑکی ہے۔ لو مبارک ہو خدا نے تمہیں مدتوں بعد بیٹا دیا"۔ سارتا کا دل خوشی سے بھر گیا۔ جو آنسو چند منٹ پہلے رنج و غم میں ڈوبے ہوئے تھے اب مسرت و انبساط میں تبدیل ہو کر اس کے زرد ناتوان رخساروں پر بہنے لگے۔ آج اس کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ خوشیوں سے لبریز ہے۔

بیگم عبدالرحمن خان از بمبئی

(باقی شدہ صفحہ ۲۷۶)

چنانچہ میرے یہاں کے ملازمین بھی دیکھنے گئے اور واپس آکر بیان کیا کہ وہ بہت خوشی سے ٹہل ٹہل کر بھجن گا رہا تھا۔ اُس نے اپنے بیان میں یہ کہا کہ میں کارتوس سو روپیہ درجن خریدتا تھا۔ اور اگر میری گرفتاری اتنے جلد عمل میں نہ آتی۔ تو میں سو روپیہ فی کارتوس خرید کرنے کا خواہش مند تھا۔

اُس نے یہ بھی کہا کہ مجھ کو اکثر رؤسا بھی کارتوس دینے میں مدد کرتے تھے۔ اُس کے گرفتار کرنے والے کو گورنمنٹ سے پانچ ہزار روپیہ انعام ملا ہے۔ اور پانچ ہزار روپیہ ضلع گونڈہ کی پبلک سے چندہ کرکے دیا گیا ہے۔ اور سنا گیا ہے کہ گرفتار کرنے والے کو دو ضرب بندوق انعام دی گئی ہیں اور سب انسپکٹری کے لئے نامزدگی بھی ہوئی ہے۔ مقدمہ اُس کا زیر سماعت ہے۔

آمنہ خاتون دختر شیخ نصرت علی صاحب قدوائی

میوہ رام ڈاکو کی گرفتاری

عصمتی بہنوں کی دلچسپی کے لئے میں اس واقعہ کو سپردِ قلم کرتی ہوں جس نے کم و بیش پانچ ماہ ہوئے صوبہ اودھ کے ضلع گونڈہ میں تہلکہ مچا رکھا تھا۔ نومبر ۱۹۳۷ء میں جب ہم لوگ اپنی ننھیال گونڈہ گئے تو معلوم ہوا کہ آج کل میوہ رام ڈاکو نے بہت اودھم مچا رکھا ہے۔ اور جہاں جہاں اس نے ڈاکہ زنی کی وارداتیں کی تھیں زیادہ تر قتل کئے تھے۔ میرے جانے کے دس بارہ یوم بعد معلوم ہوا کہ گونڈہ کے متصل ایک موضع (خرابہ) میں اس نے ایک ہی شب کو گیارہ قتل کئے مقتول سب مسلمان تھے ان کے علاوہ متعدد آدمی زخمی ہوئے۔

واقعات یوں بیان کئے جاتے ہیں کہ ایک شب وہ کہیں سے ڈاکہ زنی کرکے کچھ رقم نقد اور زیورات لے کر ایک یکہ پر جا رہا تھا کہ اتفاق سے پولس والوں کو خبر لگ گئی۔ وہ سڑک پر ایک پوشیدہ مقام پر قریب موضع (خرابہ) کے اِیکہ کا انتظار کر رہے تھے۔ کیونکہ میوہ رام کے گھر جانے کا راستہ بھی وہی تھا۔

میوہ رام نے جب پولس والوں کو دیکھا تو وہ مال وغیرہ چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ پولس والوں نے اُس مال پر قبضہ کیا اور ایک زمیندار کے پاس جو خرابہ کے رہنے والے تھے رکھوا دیا۔ دوسرے دن وہ سرکاری خزانہ میں جمع کرا دیا گیا۔
شُدہ شُدہ یہ خبر میوہ رام کو ملی کہ تمہارا روپیہ وغیرہ نیاز حُسین ساکن خرابہ نے تقسیم کرایا ہے حالانکہ یہ خبر بالکل غلط تھی کیونکہ نیاز حُسین کا اُس مال سے کوئی سروکار نہ تھا۔ بالآخر وہ ایک شب اسی غصہ میں نیاز حسین کے ہاں مسلح ہو کر پہونچ گیا۔ اور فوراً اُن پر بندوق کا فیر کر دیا۔ وہ غریب گر گئے اور تڑپ کر جان دیدی۔ اُن کے بعد اُن کی اہلیہ اور اُن کے ایک بھائی اور ایک ماما کو بھی بندوق کا نشانہ بنایا۔ وہ بھی سب ہلاک ہو گئے۔ نیاز حسین کا ۵ سال کا لڑکا دوڑتا ہوا آیا۔ اور کہنے لگا کہ ابا کو کیا ہو گیا۔ اُس کی ہمشیرہ جس کی عمر ۱۲ سال تھی بھائی کو بلبلاتا دیکھ کر دوڑی آئی اور اُس کو اُٹھا کر ایک کوٹھری میں بند کر دیا۔ جس سے وہ لڑکا بچ گیا۔ مگر بہن کسی قدر زخمی ہو گئی۔ گویا ۴ آدمی اُسی شب کو ایک گھر میں قتل ہوئے اور نہ معلوم کتنے زخمی ہوئے۔ اُس کے بعد وہاں سے جا کر اُس موضع میں کئی آدمیوں کو قتل کیا۔ پوچھ پوچھ کر کہ تم مسلمان ہو یا ہندو وہ فیر کرتا تھا کسی نے کہہ دیا کہ مسلمان ہوں۔ بس فیر کر دیا۔ غرضکہ بارہ بجے شب تک وہ اسی موضع میں انسانوں پر چاند ماری کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ پولس والوں کو اطلاع جا چکی تھی۔ جس وقت وہاں پولس پہونچی تو ۵۰ عدد کارتوس خالی دستیاب ہوئے۔ مجروح داخل ہسپتال کر دئے گئے۔

میرے نانا صاحب وہاں بیرسٹری کرتے ہیں ایک زمانہ سے اُس کے خاندان کے لوگ میرے نانا صاحب کو بغرض پیروی مقدمات لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ بھی نانا صاحب کا موکل تھا۔ اُس کا ماموں بھی ڈاکہ زنی میں گرفتار ہو کر جیل میں بند تھا

اس کی پیروی کرنے کے لئے وہ خود ایک دن میرے نانا صاحب کی کوٹھی پران کو مقدمہ میں کرنے کے لئے ون کو آیا۔ اور میرے ماموں سے نانا صاحب کو پوچھا۔ میرے ماموں نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ اُس نے کہا کہ تم کو ہم اپنا نام نہ بتائیں گے۔ بیرسٹر صاحب مجھ کو جانتے ہیں۔ یہ جواب وسوال سُن کر میرے منجھلے ماموں اپنے کمرہ سے نکل آئے اور سب سے پہلے جو نظر اُن کی پڑی وہ کارتوس کی پیٹی تھی جو اس کے کُرتے کے نیچے دکھائی دیتی تھی۔ ان کو شک ہوا کہ یہ میوہ رام ہے۔ انھوں نے کہا کہ تم بیٹھو بیرسٹر صاحب کچہری سے آتے ہوں گے۔ یہ سن کر وہ چلا گیا۔ مگر کوٹھی کے پھاٹک پر اُس کو نانا صاحب کچہری سے آتے ہوئے مل گئے وہاں کچھ دیر باتیں کرتا رہا بعد کو معلوم ہوا کہ دراصل وہ میوہ رام ہی تھا۔

اُس وقت تک متذکرہ بالا واردات اُس سے واقع نہیں ہوئی تھیں۔

ایک دن پولس والوں نے اُس کا تعاقب کیا۔ اُس نے بندوق سے فیر کیا۔ پولس کی طرف سے بھی فیر ہوئے وہ تو محفوظ ہو کر نکل گیا لیکن اُس کے ایک ساتھی کی ٹانگ زخمی ہوگئی۔ کیونکہ خون کے نشانات بعض بعض جگہ معلوم ہوئے۔ پولس نے بہت سراغ لگایا کہ میوہ رام یا اُس کا ساتھی ہاتھ آجائے۔ مگر کچھ سراغ نہ لگا۔

میوہ رام نے اپنے مجروح ساتھی سے کہا کہ تم اب زخمی ہوگئے ہو ہمارے کام کے نہیں رہے۔ لیکن تم نے میرے ساتھ رہ کر میرے احکامات کی تعمیل کی ہے۔ اس لئے چلو میں تمہارا علاج فیض آباد چل کر کرادوں چنانچہ وہ اُس زخمی ساتھی کو لئے ہوئے جا رہا تھا۔ پولس نے اُس کا تعاقب کیا مگر میوہ رام فرار ہوگیا اور لنگڑا ساتھی گرفتار ہوگیا۔ مگر اس نے کچھ صاف حال نہیں بتایا

ایک دن صبح نو بجے ہم لوگوں کو یہ سُنائی دیا کہ میوہ رام گرفتار ہوگیا ہے۔ یہ آواز کسی راہ گیر کی تھی جو کوٹھی کے پشت پر سے گذر رہا تھا۔ ہم لوگ اُس کے مظالم سے بہت خائف تھے۔ گرفتاری کی خبر سُن کر بہت خوش ہوئے۔ مگر کچھ یقین نہ آتا تھا کہ اُس کی گرفتاری عمل میں آئی ہوگی۔

لیکن تھوڑی دیر بعد میرے ماموں آئے۔ اُن سے معلوم ہوا کہ میوہ رام واقعی گرفتار ہوگیا ہے۔ ہم لوگوں کو یہ فکر ہوئی کہ اُس کو کس نے گرفتار کیا۔ کیونکہ اُس کی گرفتاری پر گورنمنٹ نے پانچ ہزار روپیہ نقد انعام مقرر کیا تھا ماموں صاحب نے کہا کہ وہ ریاست (منکاپور) میں گرفتار ہوا ہے۔

تھوڑی دیر بعد نانا صاحب تشریف لائے۔ اُن سے تفصیلی واقعات اس طرح معلوم ہوئے کہ میوہ رام اپنے ایک دوست سے کہہ کر ایک مندر میں سو رہا تھا۔ دوست پر اُس کو بہت بھروسہ تھا۔ سوتے وقت اُس کے دوست نے بندوق اور رائفل سب کی غائب کر دی اور اپنے دیگر ہمراہیوں کو لا کر اُس مندر میں میوہ رام کو گرفتار کرا دیا۔ اس طرح وہ طاقی اور ظالم ڈاکو پولس کے ہاتھ آیا۔ جس دن وہ گرفتار ہو کر گونڈہ آیا ہے۔ ہر شخص اُس کی گرفتاری پر خوش اور مطمئن دکھائی دیتا تھا۔ وہ حوالات کی کوٹھری میں ہتکڑی پہنے بند نظر آتا تھا۔ لوگ اُس کو شوق سے دیکھنے جاتے تھے کیونکہ اعلان ہو چکا تھا کہ جس کا دل چاہے دیکھے۔

(باقی مضمون صفحہ ۲۸۷ پر دیکھئے)

عیادت

میں عرصہ سات سال سے ایک مذمن مرض میں مبتلا ہوں۔ اس مرض کی تفصیل بیان کرنا تو میں فضول سمجھتا ہوں لیکن یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس کے دفعیہ کے لئے ہر قسم کے علاج کئے اور ہزار جتن کئے مگر سب بے سود ثابت ہوئے ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ۔ ایک دائم المریض ہونے کی حیثیت سے میری ذہنی کیفیت بدلتی رہی اور ماحول بھی بدلتا رہا لیکن ایک چیز نہ بدلی عزیزوں اور دوستوں کا طرز عیادت (جس کا میں شاکی ہوں) چنانچہ میں اس وقت صرف اس نقلی بیمار پرسی ہی کے متعلق ناظرین و ناظرات کی توجہ مبذول کراتا ہوں۔

جس دن سے میری بیماری کا علم میرے عزیزوں اور دوستوں کو ہوا اُسی دن سے میرے مرض کے متعلق چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ جو عزیز عیادت کو آتا ہے بعد مزاج پرسی یہی تسلی دیتا ہے کہ کوئی دن کی گردش ہے خدا نے چاہا چلی جائے گی۔ اکثر یہ کہتے ہیں کہ خدا کا حکم ہی یوں ہے۔ خندہ پیشانی سے اُس کے حکم کی تعمیل کرنی چاہئے بعض لوگ تو یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ خدائے بزرگ کا شکریہ ادا کرو اس نے نہ معلوم تم کو کس قابل سمجھا ہے جو اس آزمائش میں مبتلا کیا ہے۔ الغرض جب میں بیمار پڑا تھا تو اچھا خاصہ مومن تھا مگر ان لوگوں کی جھوٹی تسلی کی بدولت میں خدائے بزرگ و برتر کی تسبیح و تحلیل سنتے سنتے پریشان ہو گیا ہوں۔

"تمہارے لئے دعائیں مانگتے مانگتے تھک گئے۔ ہماری زبانیں گھس گئیں مگر دُعا قبول نہیں ہوتی۔ جب تک کی قسمت میں تکلیف لکھی ہے اُٹھانا ہی پڑے گی۔ مشیت الٰہی میں چارہ نہیں ہے"۔

ان الفاظ نے میرا ایمان متزلزل کر دیا ہے۔ اور جن مہربانوں نے یہ باتیں کہی ہیں اُن کو تو کیا کہوں۔

اکثر احباب جب عیادت کو آتے ہیں تو ان کی زبان سے قریب قریب ایک قسم کے الفاظ نکلتے ہیں جو میرے لئے اب سوہان روح ہو گئے ہیں "ارے بھئی! ہیں! تم تو پہچانے نہیں جاتے یہ تم کو کیا ہو گیا؟ اس قدر کمزور ہو گئے۔ ایسا مرض وہ کونسا ہے ہم بھی تو سُنیں"

اول تو احساس ضعف دلا کر کمر توڑتے ہیں پھر یہ تقاضہ ہے کہ مرض کی تفصیل بیان کی جائے۔ خواہ مرض کی تفصیلات بیان کرنے کی ہوں یا نہ ہوں۔ ایک عزیزہ نے تو عیادت کا حق ادا کر دیا! بولیں میں بھی سچ کہوں تم ہو بھی بد احتیاط ہمیشہ کے۔ کھانے پینے میں احتیاط بھی کچھ چیز ہوتی ہے۔ یہ بیماری تو گویا تمہاری اپنی بلائی ہوئی ہے۔ اب ہمیں دیکھو۔ . . . . "

نہ صرف یہ کہ مجھ بیمار کو مجرم قرار دے کر میری دل شکنی کی بلکہ اپنی تندرستی قایم رکھنے کے اسباب و دلائل بیان کرنے شروع کر دیئے جس سے ایک بیمار کو کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی اور پھر اپنی احتیاطوں پر خراج تحسین وصول کرنا تو غریب مریض پر ظلم ہے۔

جس قدر لوگوں نے آکر مجھ سے میری بیماری کا حال پوچھا وہ سب ایک ایک نسخہ اپنے دماغ میں اس خاص مرض کا ضرور اپنے ساتھ لائے اور اب بھی لاتے ہیں چنانچہ جو الفاظ بالعموم روزانہ مجھے ان عطائی قسم کے حکیموں سے سننے پڑتے ہیں وہ یہ ہیں "بھئی تم تو انگریزی دواؤں کے قائل ہوگے۔ کیا کہیں کچھ کہہ نہیں سکتے انگریزی دوائیں ذرا گرم ہوا کرتی ہیں۔ علاج کس کا ہے؟ خدا تم کو اُن کے ہاتھ سے شفا بخشے نسخہ تو مجھے اس مرض کا ایسا مجرب معلوم ہے کہ ادھر استعمال کیا اور اُدھر مرض گیا مگر تم دیسی دوائیں کرنے کیوں لگے؟۔ ہمارے کہنے سے ایک بار استعمال تو کر کے دیکھئے اگر یہ شکایت رہ جائے تو سہی۔ فلاں شخص نے یہ دوا کھائی اور شفا پائی وغیرہ" ان ان مواعظ حسنہ سے جو غریب مریض کی ذہنی حالت ہوتی ہے اس کو بجز ایک مریض کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔

اکثر عزیز تو یہاں تک مشورہ دیتے ہیں "بھئی چھوڑو اس علاج والج کو پرہیز کرتے کرتے پریشان ہو گئے ہوگے۔ بعض دفعہ بد پرہیزی سے بھی مرض چلا جاتا ہے اور پیٹ کو ہندوستانی دواخانہ بنا کر تم نے خود اسے برباد کر دیا ہے"۔

"چھوڑو سب وہم اور اللہ کا نام لے کر ہر چیز کھانی شروع کرو۔ دیکھیں تو مرض رہتا ہے یا جاتا ہے"۔

مریض غریب کہاں تک عیادت کرنے والوں کی رائے پر عمل کرے اور کہاں تک ڈاکٹر صاحبان کے مشورہ سے فائدہ اٹھائے یہ ایسی ذہنی کشمکش ہے جو ہر مریض کے لئے ایک اچھا سامان پریشانی ہے۔

ایک نہیں اکثر احباب اکثر یہ عجیب و غریب مشورہ دیتے ہیں" علاج کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال کرتے جاؤ کہ تم اچھے ہو رہے ہو۔ یقین کر لو کہ میں اچھا ہو جاؤں گا اور بس تم اچھے ہو۔ مان لیجئے کہ نفس انسانی میں بڑی زبردست قوت ہے جو جسم پر بھی اثر ڈالتی ہے یہ خیال ہی اب ترک کر دیجئے کہ آپ بیمار ہیں"۔

اب ذرا غور کیجئے کہ جو مریض رات رات بھر تڑپ کر گذار دیتا ہو اور جو دن میں بھی شدت مرض سے بول نہ سکتا ہو وہ یہ کیسے فرض کر لے کہ بس وہ اچھا ہو گیا اس قسم کی تلقین سے بجز مایوسی کے اور کچھ پیدا ہی نہیں ہوتا۔

بعض عزیز جو میری تکالیف میں عملاً شریک ہو چکے ہیں جب یہ الفاظ کہتے ہیں تو مجھے اُن سے نفرت ہو جاتی ہے۔ "بھئی تم تو ہمیشہ کے روگی ہو۔ تمہاری بیماری سے تو سب عاجز آ گئے۔ بیماری نہ ہوئی بلائے جنجال ہو گئی۔ وہ کونسی منحوس گھڑی تھی جب یہ ملعون مرض لگا تھا جب سے تم جے پور گئے بس جب سے ہی بیمار ہو۔ برا نہ مانو تو کہوں۔ کسی نے کچھ کر نہ دیا ہو۔

سحر کا ذکر تو قرآن شریف میں بھی آیا ہے" وغیرہ وغیرہ۔

الغرض جسمانی حیثیت سے تو میں مریض تھا ہی ذہنی اور روحانی حیثیت سے بھی ان پرسش احوال کرنے والوں نے مجھے بیمار کر دیا ہے خدا ان کو عقل دے اور یہ عیادت کرنے کا ڈھنگ سیکھیں۔

ابن حسن۔ شارق۔

افسانہ نگار بہنوں سے

زنانہ رسالوں میں، ایک عرصے سے دیکھ رہی ہوں کہ بجائے اخلاقی، علمی، ادبی اور اصلاحی مضامین کے افسانے بہت زیادہ شائع ہو رہے ہیں لڑکیوں کو چونکہ قصے اور کہانیوں کا بہت شوق ہوتا ہے اس لئے افسانے والے رسالے زیادہ شوق سے پڑھتی ہیں اور ان افسانوں کا ان کے دلوں پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ افسانہ نویسی ایک اعلیٰ درجہ کا فن ہے اور اس میں درجہ کمال حاصل کرنا بڑی لیاقت کی بات ہے۔ لڑکیوں کو جس طرح افسانہ پڑھنے کا شوق ہوتا ہے اسی طرح لکھنے کا بھی۔ پس وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے کسی افسانہ کا آغاز کر دیتی ہیں اور رسالوں میں افسانے کا طرز دیکھ کر اس کو تمام کر لیتی اور نام شائع ہونے کے خیال سے فوراً کسی رسالے کو روانہ کر دیتی ہیں۔ رسالے بھی چونکہ بکثرت ملک کے ہر ہر گوشہ سے نکلنے شروع ہو گئے ہیں اور قابل مضامین نگار میسر نہیں آتے اس لئے بلا کچھ سوچے سمجھے صرف مضمون افسانہ کی اردو درست کر کے یا بعض اوقات بجنسہ درج رسالہ کر دیئے جاتے ہیں اور اڈیٹر صاحبان بالکل یہ خیال نہیں کرتے کہ ان کا رسالہ "علمی، اخلاقی اور ادبی" ہے اس میں جو افسانہ درج ہونا چاہیئے وہ اخلاقی معیار سے گرا ہوا ہو نہ یہ غور فرماتے ہیں کہ ان رسالوں کا لڑکیوں پر کیسا اثر پڑے گا۔

ملک کی نامور افسانہ نویس اور مبتدی افسانہ نگار خواتین سے میری بصد ادب التجا ہے کہ وہ افسانہ لکھتے وقت اس امر کا ضرور خیال رکھیں کہ افسانہ کا پلاٹ کیا ہے اس سے شادی شدہ اور کنواری لڑکیوں کے اخلاق پر کیسا اثر پڑے گا حسن و عشق کے راگ الاپنے سے ناسمجھ طبیعتوں پر کیا نقش ہوں گے۔

مردانہ رسالوں کا تو کیا ذکر زنانہ پرچوں میں ایسے افسانے دیکھے ہیں جنہیں پڑھ کر مجھے بہت رنج ہوا ہے اور بہت دیر تک میں نے یہ سوچا ہے کہ کم سن اور ناسمجھ طبیعتیں ان فضول قصوں سے کیا اثر لیں گی جن کے ہاتھ میں کوئی رسالہ اخلاقی اور ادبی کہہ کر دیا جاتا ہے۔ وہ تو یہی جانیں گی کہ اخلاق اسی کا نام ہے اور ادب اسی تہذیب کو کہتے ہیں، جو ان کے اخلاقی۔ علمی۔ ادبی اور اصلاحی رسالہ کے متعدد صفحوں پر تحریر ہے جن لڑکیوں کو کسی غیر لڑکے سے ملاقات کا موقع نصیب ہو جاتا ہے وہ ان افسانوں کی بدولت وہی کرنے پر تیار ہو جاتی ہیں جو انہوں نے پڑھا ہے۔ اس قسم کے رسالے اور ان کے افسانے ملک کی ترقی کے لئے کیا رہنما ثابت ہو سکتے ہیں!

افسانہ لکھتے یا شائع کرتے وقت خیال رکھنا چاہیئے کہ اس کا پلاٹ اخلاق علم ادب اور شرافت ہو شریف اور کنواری بچیاں نیز شادی شدہ خواتین اس کے پڑھنے سے مستفید ہوں اور بجائے حسن و عشق کے ہمدردی و خدمت قوم کا جوش معصوم دلوں میں پیدا ہو جائے۔ اور جو کام وہ کریں ملک و قوم اور گھر اور برادری کے لئے باعث فلاح ہو۔ اول

لڑکیوں کو معیار اخلاق سے گرے ہوئے افسانے لکھنے میں اور ان کو برائے اندراج رسالہ بھیجتے ہیں شرم آنی چاہیے اس لئے کہ شرم مشرقی عورت کا جوہر ہے۔ دویم ایڈیٹر صاحبان کا فرض ہے کہ شرم وحیا سے گرے ہوئے افسانے ہرگز رسالوں میں نہ شائع کریں اگر مضامین فراہم نہیں ہوتے تو رسالہ کو سہ ماہی ششماہی کردیں یا بند کردیں۔ فضول قصوں سے "علمی۔ اخلاقی۔ مذہبی اصلاحی" رسالوں کے صفحے سیاہ کرنا عقلمندی اور جذبۂ ہمدردی نسواں ہرگز نہیں۔

خدائے پاک کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے ہمیں "عصمت" جیسے بے بہا قابل قدر رسالہ کے مطالعہ کا موقعہ عطا فرمایا ہے میرے خیال میں سوائے عصمت کے کوئی دوسرا زنانہ پرچہ ایسا نہیں جو سرورق پر "اخلاقی۔ علمی اصلاحی مذہبی" لکھے جانے کی لاج رکھتا ہو۔ میں نے سنہ ۲۶ء سے لے کر سنہ ۳۶ء تک کے پرچے دیکھ ڈالے لیکن کوئی مضمون ایسا نہ ملا جو اخلاق۔ علم۔ مذہب اور معاشرت ہندوستانی کے خلاف ہو یہی سبب ہے کہ عصمت کو ملک کی مایۂ ناز خواتین کے زیر مطالعہ رہنے اور ان سے مضامین حاصل کرنے کا شرف حاصل ہے۔ افسانہ نگار خواتین عصمت سے سبق حاصل کریں۔ افسانہ نویسی میں کمال حاصل کرنے کے لئے محسن نسواں حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمتہ اور محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی کی کتابوں کا مطالعہ بہت کافی ہے۔ جو بہنیں افسانہ لکھنے کی خواہش مند ہیں ان کتابوں کا مطالعہ ان کے لئے اشد ضروری ہے ایک دفعہ نہیں ہزار بار اور اسی طرح شرافت اور لیاقت سے پُر افسانہ لکھنا سیکھیں خداوند عالم ان کے ارادہ اور ہمت میں برکت عطا فرمائے۔

غدیر فاطمہ

نعت

یہ تاریک دُنیا نہ پُرنور ہوتی — نہ وحدت کی قلقل کوئی روح ہوتی
وجودِ خدا کا نہ اقرار ہوتا — رسولِ خدا سے بھی انکار ہوتا
مسلمان ہوتے نہ ایمان ہوتا — یہ اسلام ہوتا نہ قرآن ہوتا
گناہوں سے عالم یہ معمور ہوتا — غرور اور نخوت کا بس دور ہوتا
ہبل ساری دُنیا کا معبود ہوتا — وہ کفار عالم کا مسجود ہوتا۔
ہمیں اک نیا کفر ایجاد کرتے — کسی طرح وحدت کو برباد کرتے
جدا اپنے مذہب کا اعلان کرتے — اشاعت میں ہم اسکی کفران کرتے
کہاں ہم کو ہوتی میسر یہ نعمت — خدا کی محبت محمدؐ کی اُلفت
یہ انعام ہوتے نہ اکرام ہوتے — میسر ہمیں مرکے آلام ہوتے
تعلق ہوا تیرا احمدؐ سے مسلم — کہاں تیری قسمت کہاں رحم منعم
عفو تیرے عشرت گنہ کون کرتا — حقیقت سے واقف تجھے کون کرتا

اگر نورِ احمد ہویدا نہ ہوتا

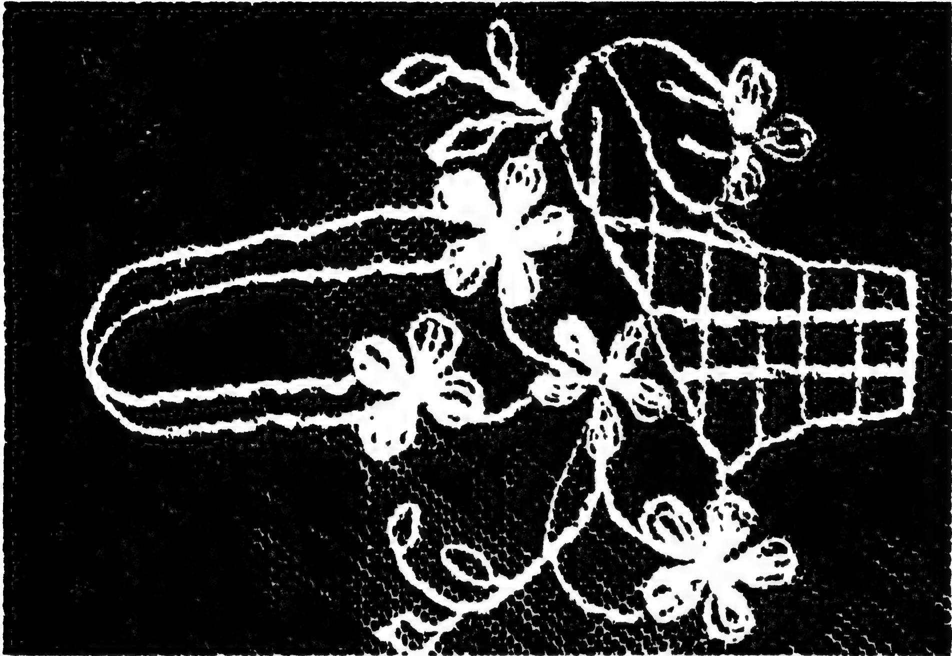
ممتاز احمد عشرت (اندپوری)

بلاک برائے فروخت

جن بچوں کی تصویریں عصمت کے سالگرہ نمبروں میں شائع ہوئی ہیں ان کے بلاک اگر بچوں کے والدین چاہیں تو معمولی قیمت میں خرید کر دوسرے رسالوں یا کتابوں میں شائع کرا سکتے ہیں۔ قیمت بلاک سائز کے حساب سے ایک روپیہ سے دو روپیہ تک ہوگی۔

عصمت کے سالگرہ نمبروں میں جو تصاویر شائع ہوئی ہیں ان میں بعض تصاویر کے بلاک معمولی قیمت پر فروخت کئے جاسکتے ہیں۔ ان بلاکوں سے رسالوں اور کتابوں کی بہت کچھ زینت بڑھ سکتی ہے۔

منیجر عصمت دہلی



جالی میں پھولوں کی ٹوکری
[illegible]



صحرائی افریقہ کی ایک عورت اپنے قومی لباس میں



فرانسیسی انڈو چین کی تین چھلي لڑکیاں اپنے قومی لباس میں



حبشي قوم کي ایک لڑکي جسکے سر پر
چاندي کي ٹوپي ہے



ایک لداخي عورت اپنے سامان کے ساتھ ساتھ لڑکے کو
بھي پیٹھ پر لئے جارہی ہے

دودھ کے دانت

بچے کا چھ ماہ سے کر ڈھائی سال تک کا زمانہ دانت نکلنے کا ہوتا ہے، اس زمانے میں سینکڑوں بچے مر جاتے ہیں، بہت سے کمزور و نحیف ہو جاتے ہیں اور ۵ سال کی عمر کے اندر اندر سوکھا وغیرہ بیماریوں کا شکار بن جاتے ہیں اس کی وجہ والدین کی لاعلمی ہے! دانت نکلنے کے زمانہ میں صفائی کا خصوصیت سے خیال رکھنا چاہیئے اور سوائے دودھ کے کچھ نہیں دینا چاہیئے۔ اگر ماں کا دودھ کم ہو یا بالکل نہ ہو تو گائے یا بکری کے دودھ میں پانی ملا کر اور ابال کر دینا چاہیئے۔ میں نے عام طور پر دیکھا ہے کہ مائیں سال سال بھر کے بچے کے ہاتھ میں، بہلانے کے لئے روٹی بسکٹ یا مٹھائی کا ٹکڑا دیدیتی ہیں، بچہ اپنے مسوڑوں سے چوس چوس کر نگلتا رہتا ہے۔ اور ان بغیر چبائے ہوئے ٹکڑوں کو ہضم کرنے کے لئے بچے کے نازک معدہ کو بہت زور لگانا پڑتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آنتیں کمزور ہو جاتی ہیں اور دست آنے لگتے ہیں!

جب تک تمام دانت نہ نکل آئیں بچے کو اناج وغیرہ نہ دینا چاہیئے اور جب اناج دینا شروع کریں تو خوب چبا کر کھانے کی عادت ڈالیں!

دانت نکلنے کے زمانے میں ماں کو بھی صاف رہنا چاہیئے اور اپنی غذا کے بارے میں بھی خاص خیال رکھیں۔ اگر دانت نکلنے میں مشکل پیش آئے۔ تو شہد میں قدرے نمک ملا کر مسوڑوں پر ملیں اور بچے کے گلے میں لکڑی کی چُسنی جس پر روغن نہ ہو لٹکا دیں یا ملہٹی کا ایک موٹا ٹکڑا لے کر اور اسے چھیل کر بچے کے گلے میں ڈال دیں تو زیادہ فائدہ مند ثابت ہوگا۔ ملہٹی ایک تو میٹھی ہوتی ہے، بچہ اُس کو شوق سے چباتا یا چوستا ہے دوسرے یہ کہ پیاس اور معدہ کی سوزش کو بجھاتی ہے۔ حلق اور سینہ کو نرم کرتی ہے۔ سانس اور کھانسی کو بھی مفید ہے۔ ربڑ کی چُسنی نہیں دینی چاہیئے یہ سخت مضر ہے اور اس زمانے میں بچوں کو گرائپ واٹر دینا از حد مفید ہے۔ یہ بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ جب دانت نکل آئیں تو روزانہ کپڑے سے اندر باہر اچھی طرح صاف کرکے بورو گلیسرین لگا دیا کریں۔ مٹھائی اور میدہ کی چیزیں کھانے نہ دیں۔ یہ دانتوں کو خراب کر دیتی ہیں۔ دودھ مکھن تازہ بالائی پھل خوب کھلائیں تاکہ بچے کی صحت درست ہو اور دانت مضبوط ہو جائیں۔ جب بچہ کچھ سمجھنے کے قابل ہو جائے تو اس کو برش یا مسواک کرنا سکھائیے۔ اور روزانہ دونوں وقت دانت صاف کرنے کی تاکید کیجئے اور گاہ بگاہ بچے کے دانت کا معائنہ خود کرنا چاہیئے۔ اگر کہیں کیڑا لگ جائے یا اور کسی قسم کی تکلیف ہو تو فوراً کسی اچھے ڈینٹسٹ کو دکھائیں۔ گھر کی معمولی دوائیں نہیں کرنی چاہئیں۔ کیونکہ اس طرح عارضی طور پر آرام تو آجاتا ہے لیکن اندر ہی اندر کیڑا دانت کو کھا جاتا ہے اور اکثر ایک خراب دانت تمام دانتوں کو خراب کرکے بہت سے امراض کا شکار بنا دیتا ہے!

جب بچے دودھ کے دانت نکالتے ہوں تو ان میں بعض بعض کو گرم خصلہ ہوتے ہیں، اور بعض سے خون یا پیپ آتی ہو

مائیں یہ خیال کرتی ہیں کہ یہ عارضی دانت ہیں خود بخود گر جائیں گے ان کے علاج کی یا دیکھ بھال کی چنداں ضرورت نہیں، میرے خیال میں یہ سخت غلطی ہے مستقل دانتوں کی خوبصورتی اور مضبوطی کا دارومدار انہیں عارضی دانتوں پر ہے. اگر یہ دانت خراب ہو جائیں گے تو مستقل دانت جوان کی جگہ نکلیں گے. نکلنے سے پیشتر ہی خراب ہو جائیں گے، کیونکہ جب بچہ دودھ کے دانت نے بعد مستقل دانت نکالنے لگتا ہے تو اُس وقت دودھ کے دانت یک دم نہیں گر جاتے بلکہ ان کے گرنے سے پہلے ایک مستقل ڈاڑھ نکل آتی ہے جس کا علم نہ بچے کو ہوتا ہے اور نہ والدین کو. وہ مستقل ڈاڑھ بھی کرم خوردہ اور خراب دودھ کے دانتوں میں شمار کی جاتی ہے اور نتیجہ اس لاعلمی کا یہ ہوتا ہے کہ وہ مستقل ڈاڑھ بھی آہستہ آہستہ دودھ کے دانت کے ساتھ خراب ہو جاتی ہے! والدین کو لازم ہے کہ جب بچہ چھٹے سال میں قدم رکھے تو اُس کے دانتوں کا گاہ بگاہ معائنہ کیا کریں. جب ان کے دانتوں میں ایک دانت کا اضافہ ہو جائے، یعنی بیس کے بجائے اکیس ہوں، تو سمجھ لینا چاہیئے کہ بچہ اب مستقل دانت نکالنے والا ہے. ورنہ ہم ایک بڑی غلطی کے شکار رہیں گے جس کی تلافی ساری عمر نہیں ہو سکتی!

یہاں پر یہ بیان کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ جس طرح ہمیں دودھ کے دانت کی حفاظت لازمی ہے. اسی طرح ہم کو چاہیئے کہ مستقل دانتوں کی بھی صحیح معنوں میں حفاظت کریں! اگر آپ بچوں کے دانتوں کو روزانہ صاف نہ کریں گی تو میل تہہ در تہہ جمتی چلی جائے گی اور ان کے نازک مسوڑوں کو آہستہ آہستہ گلانا شروع کر دے گی!

والدین کی لاپرواہی کی وجہ سے بچہ بھی اپنے دانت کا خیال نہیں رکھتا اور نہ صاف کرتا ہے کیونکہ اس کو عادت نہیں ہوتی. اس لئے والدین کا فرض ہے کہ وہ بچے کو دانت صاف کرنے کی عادت ڈلوائیں.

اگر والدین اپنے بچوں کے دانتوں کا خیال رکھنا شروع کر دیں تو آج کل ہندوستان میں جو دانت کی بیماریاں اتنی کثرت سے بڑھ رہی ہیں، رُک جائیں، اور لوگ بہت سی مصیبتوں سے بچ جائیں!

سیدہ اصغری بیگم. کلکتہ

رنگوں کی قسمیں

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ کپڑا رنگنے کے رنگ صرف ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں جو عموماً ہر جگہ فروخت ہوتے ہیں۔ اور ان ہی رنگوں کو کسی خاص ترکیب سے رنگنے سے پختہ بھی کیا جا سکتا ہے لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ دراصل پختہ رنگ علیحدہ ہوتے ہیں۔ ان کو رنگنے کے طریقے بھی ان معمولی رنگوں سے مختلف ہیں۔ بعض قسم کے رنگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ صرف اون اور ریشم ہی رنگ سکتے ہیں اور وہ سوت پر بالکل نہیں چڑھتے۔ اسی طرح بعض اقسام کے رنگ صرف سوت ہی کو رنگ سکتے ہیں اور اون اور ریشم کے لئے بالکل موزوں نہیں ہوتے۔ الغرض مختلف اقسام کے رنگوں کے خواص۔ رنگنے کے طریقے اور ان کی پختگی کے درجے مختلف ہوتے ہیں۔

رنگوں کی تقسیم جدید تحقیقات کی بنا پر دو مختلف حیثیتوں سے کی گئی ہے۔ ایک تو رنگوں کے اوصاف کے لحاظ سے اور دوسری رنگنے کے طریقوں کے لحاظ سے۔ رنگوں کے اوصاف کے لحاظ سے ان کی اقسام حسب ذیل ہیں۔

(۱) مادی رنگ Substantive Colours. (۲) امدادی رنگ Adjective colours

مادی رنگ وہ ہوتے ہیں جو بغیر کسی دوسری دوا کی امداد کے کپڑا رنگ سکتے ہیں۔ امدادی رنگ وہ ہوتے ہیں کہ جب تک رنگنے سے پہلے یا بعد میں کپڑے کو مخصوص دواؤں میں نہ پکایا جائے وہ رنگ نہیں دیتے۔

رنگنے سے پہلے یا بعد میں جن دواؤں کا استعمال کیا جاتا ہے ان کو امدادی ادویہ یا mordants کہتے ہیں۔ یہ امدادی دوا اور رنگ مل کر ایک رنگین کیمیاوی مرکب بن جاتے ہیں اور کپڑے میں پختگی سے جذب ہو جاتے ہیں۔

رنگنے کے طریقوں کے لحاظ سے رنگوں کی نو اقسام ہیں۔

(۱) نمک کے رنگ Direct or Salt colours (۲) تیزاب کے رنگ Acid colours

(۳) بیسک رنگ Basic colours (۴) گندھک کے رنگ Sulphur colours

(۵) ہانڈے کے رنگ Vat colours. (۶) امدادی رنگ Mordant Colours.

(۷) نیفتھال رنگ Naphthol colours (۸) معدنی رنگ Mineral Colours.

(۱) نمک کے رنگ مادی رنگ ہوتے ہیں۔ سوت۔ اون۔ اور ریشم پر رنگے جاتے ہیں۔ یہ رنگ سوت پر کم پختہ ہوتے ہیں لیکن اون اور ریشم پر کافی پختہ ہوتے ہیں۔ یہ نمک کے رنگ اس لئے کہلاتے ہیں کہ سوت پر صرف نمک دینے سے چڑھ جاتے ہیں۔ ان رنگوں میں سرخ۔ نیلا۔ زرد۔ اور ہر رنگ ملتا ہے۔

(۲) تیزاب کے رنگ یہ بھی مادی رنگ ہوتے ہیں۔ یہ صرف اون اور ریشم ہی رنگ سکتے ہیں۔ سوت پر بالکل نہیں چڑھتے۔

ن رنگوں میں تیزاب کا جز ہوتا ہے اور رنگنے میں بھی تیزاب استعمال ہوتا ہے اس لئے ان کو تیزاب کے رنگ کہتے ہیں۔ ان میں بھی ہر رنگ ہوتا ہے۔

(۳) بیسک رنگ۔ یہ بھی مادی رنگ ہوتے ہیں۔ اون۔ سوت اور ریشم سب کو یکساں رنگتے ہیں۔ یہی وہ رنگ ہیں جو عام طور پر فروخت ہوتے ہیں اور خام ہوتے ہیں۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ نہایت خوشنما اور آبدار ہوتے ہیں اور بہت آسانی سے رنگے جاتے ہیں۔ اسی لئے یہ بہت زیادہ رائج ہیں۔ اون اور ریشم پر بنسبت سوت کے زیادہ پختگی سے چڑھتے ہیں۔

(۴) گندک کے رنگ۔ یہ بھی مادی رنگ ہوتے ہیں لیکن سادہ پانی میں حل نہیں ہوتے۔ ان کو سوڈیم سلفائڈ Sodium Sulphide میں حل کیا جاتا ہے۔ یہ رنگ سوت کو رنگنے میں استعمال ہوتے ہیں کیونکہ سوڈیم سلفائڈ جو ان کو حل کرنے میں استعمال ہوتا ہے اون اور ریشم کو گلا دیتا ہے۔ یہ رنگ نہایت پختہ ہوتے ہیں لیکن زیادہ خوشنما نہیں ہوتے۔ ان رنگوں میں گندک کا جز ہوتا ہے اس لئے ان کا یہ نام رکھا گیا۔ ان رنگوں میں سُرخ رنگ نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ اور سب رنگ ہوتے ہیں۔

(۵) ماٹھ کے رنگ۔ یہ بھی مادی رنگ ہوتے ہیں لیکن سادہ پانی میں حل نہیں ہوتے۔ ان کو رنگنے سے پہلے کاسٹک سوڈا اور ہائڈروسلفایٹ آف سوڈا Hydrosulphite of soda میں حل کیا جاتا ہے۔ یہ رنگ کیمیاوی لحاظ سے نیل کے رنگ سے بہت مشابہ ہوتے ہیں اور نیل کی طرح اُن کا ماٹھ اُٹھایا جاتا ہے جب رنگ دیتے ہیں۔ اسی لئے ان کو ماٹھ کے رنگ کہتے ہیں۔ ابتداء سے یہ رنگ صرف سوت پر رنگے جاتے تھے لیکن حال میں جدید طریقے دریافت ہوئے ہیں جن کی مدد سے یہ رنگ ریشم اور کیلا ریشم پر بھی رنگے جاتے ہیں۔ یہ رنگ بنسبت تمام دیگر اقسام کے رنگوں کے زیادہ پختہ اور خوشنمائی میں مثل پکے رنگوں کے ہوتے ہیں۔ ان کا رواج روز بروز زیادہ عام ہوتا جا رہا ہے۔ قمیص کے کپڑے کی دھاری کا سوت اور اعلیٰ درجہ کے پردوں وغیرہ کا کپڑا ان ہی رنگوں سے رنگا جاتا ہے۔ یہ رنگ نہایت گراں ہوتے ہیں اور ان کا رنگنا بھی بہت دشوار ہے اس لئے بجز تجربہ کار اور باقاعدہ سیکھے ہوئے اشخاص کے عوام ان کا استعمال نہیں کر سکتے۔ ڈی۔ ایم۔ سی کاٹن کے گوے جو مختلف رنگوں کے انگلستان سے آتے ہیں ان ہی رنگوں سے رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کا رنگ بھٹی سے نہیں چھوٹتا۔ ان میں سب رنگ ہوتے ہیں۔

(۶) امدادی رنگ۔ یہ رنگ بغیر مناسب ادویہ کی زمین دئے ہوئے نہیں رنگے جا سکتے۔ عام طور پر اون اور ریشم پر رنگے جاتے ہیں۔ یہ نہایت پختہ اور خوبصورت ہوتے ہیں۔ ان میں کے بعض رنگ سوت پر بھی رنگے جاتے ہیں۔

دیسی یا نباتاتی رنگ Natural Colours بھی امدادی رنگوں میں شامل ہیں انیسویں صدی کے وسط میں ہندستان اور دیگر مشرقی ممالک میں ان رنگوں کا بہت رواج تھا۔ جب سے یورپ میں کوئلہ سے رنگ بنائے جانے لگے اور بہت ارزاں ہو کر یہاں فروخت ہونے لگے نباتاتی رنگوں کا استعمال کم ہو گیا۔ نباتاتی رنگوں میں نیل۔ کتھ کی چھال۔ ببول کی چھال۔ اور لاکھ کے رنگ اب بھی رنگے جاتے ہیں۔ ان رنگوں میں سبز۔ اودا اور سُرخ رنگ نہیں ہوتا۔

نباتاتی رنگوں سے رنگنے کا رواج اب بہت کم ہے۔ لیکن میں نے ان رنگوں پر بہت سے تجربے کئے ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ کسی اشاعت میں ان رنگوں کے متعلق بہ تفصیل تحریر کروں گا۔

(۷) نیفتھال رنگ۔ یہ دراصل رنگ نہیں ہوتے بلکہ چند مخصوص ادویہ یکے بعد دیگرے کپڑے پر چڑھائی جاتی ہیں جن سے کپڑے پر نہایت پختہ اور خوبصورت رنگ آجاتا ہے۔

پہلے صرف سرخ رنگ ایجاد ہوا تھا لیکن رفتہ رفتہ اور ادویہ بھی دریافت ہوتی گئیں اور اب تقریباً سب رنگ رنگے جا سکتے ہیں۔ یہ رنگ عموماً سوت پر رنگے جاتے ہیں لیکن ریشم پر بھی جہاں بہت زیادہ پختہ رنگ درکار ہوتے ہیں رنگے جاتے ہیں۔ نیفتھال کا سرخ رنگ اپنی شوخی اور تیزی کی وجہ سے خاص طور پر مشہور ہے۔

(۸) معدنی رنگ۔ یہ رنگ معدنیات سے رنگے جاتے ہیں مثلاً کسیس۔ چونا کسیس سرخ Potassium Bichromate سیسہ کے نمک۔ ان ادویہ سے گیروا۔ بادامی۔ خاکی اور خاکستری رنگ رنگے جاتے ہیں۔ یہ رنگ صرف سوت پر رنگے جاتے ہیں اور خوب پختہ ہوتے ہیں لیکن خوشنمائی میں دیگر رنگوں کی برابر نہیں ہوتے۔

مذکورہ بالا قسم کے رنگوں کے علاوہ چند اور رنگ بھی رنگے جاتے ہیں۔ مثلاً ہپٹری[1] کا سیاہ رنگ Aniline black جو ہپٹری Aniline Salt سے رنگا جاتا ہے

(۹) پگمنٹ رنگ Pigment colours یہ پیلی مٹی۔ نیل بڑی اور چونے وغیرہ سے رنگے جاتے ہیں۔ اس قسم میں صرف زرد۔ نارنجی اور نیلے رنگ ہوتے ہیں۔ یہ رنگ صرف سوت پر رنگے جاتے ہیں۔ اور پختہ ہوتا ہے ہپٹری کا سیاہ رنگ پختگی کے لئے بہت مشہور ہے چھتریوں کا سیاہ کپڑا عموماً اسی سے رنگا جاتا ہے۔

رنگنے سے قبل جس کپڑے کو رنگنا ہو اس کے لحاظ سے یہ انتخاب کرنا ضروری ہوتا ہے کہ کس قسم کے رنگ سے کپڑا رنگا جائے۔ مثلاً اگر کھڑکی یا دروازہ کے پردوں کے لئے کپڑا رنگنا ہے تو اُس کے لئے ایسے رنگ انتخاب کرنا چاہئے جو دھوپ سے نہ اُڑیں اور دھلنے پر بھی نہ چھوٹیں۔ ایسی صورت میں ماٹھ کے رنگ سے کپڑا رنگنا چاہئے۔ اگر دری یا جاجم رنگنی ہے تو اُس کے لئے زیادہ پختہ رنگ درکار نہیں ہوتے اس لئے نمک کے رنگ سے رنگنا موزوں ہوگا کیونکہ دری یا جاجم نہ تو عموماً دھوپ میں رہتی ہے اور نہ زیادہ دھلتی ہے۔ اسی طرح ململ کے دوپٹے جو جلد جلد بدلے جاتے ہیں کچے رنگوں سے رنگے جاتے ہیں تاکہ دھلنے کے بعد دوسرا رنگ دیا جا سکے۔ ریشم اور اون پر کچے رنگ بھی کافی پختہ ہو جاتے ہیں لیکن اس سے یہ مطلب نہیں کہ کچے رنگ ریشم پر سے اُڑیں گے ہی نہیں۔ عام طور پر یہ یقین کیا جاتا ہے کہ ریشم پر کچے رنگ بالکل پختہ ہو جاتے ہیں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اگر ریشم جو کچے رنگ سے رنگا ہوا ہو گھنٹہ بھر کے لئے دھوپ میں ڈال دیا جائے تو اُس کا رنگ بہت کچھ غائب ہو جائے گا۔ ریشم رنگنے میں عموماً پختگی سے زیادہ خوشنمائی کا لحاظ ہوتا ہے اس لئے بیک رنگ رنگے (باقی آئندہ)

---

[1] ہپٹری ایک کالی شکل کی ایک دوا ہوتی ہے جو Aniline oil سے بنتی ہے۔ اس کا کیمیاوی نام انگریزی میں Aniline Hydrochloride ہے

اُردو

از افسر الشعرا حضرت آغا شاعر صاحب قزلباش دہلوی

سُنا ہے میں نے، کہ کچھ رسم خط کا ہے چرچا   کہ جس کے پردے میں، بدلیں۔ زبان کا نقشا
کسی کو۔ دُھن ہے کہ اُردو ہند کی ہے بھاشا   کوئی۔ یہ کہتا ہے۔ ہندی میں بات چیت بجا
مگر، وہ کونسی ہندی، کہ جو غلِشس گر۔ ہو
جو۔ سونسکرت سے نکلی ہو، اینٹ تھہ ہو

کلام پاک سے نسبت؟ یہی ہے خود رائی؟   ہمیں۔ تعصب بیجا نے۔ آنکھ دکھلائی
یہ۔ لشکری ہے زباں ہند میں جلا پائی   مٹانے والے۔ جو اس کے ہیں، اُن کی موت آئی
جو مُلکی بولی کے دشمن ہوں۔ اُن کو سمجھائیں
وہ اس کے مٹنے سے پہلے نہ آپ مٹ جائیں

ذرا سمجھئے تو۔ نوسو سال کی ہو جو بھاشا   تمام صوبوں میں۔ ہو جس کو بولتی دنیا
کہیں زیادہ۔ کہیں کم سہی؟ یہ بحث ہے کیا؟   اب اُس کو میٹتے ہیں آپ ہوش بھی ہیں بجا
نہ یہ رہے۔ نہ وہ رہ جائے۔ خوش بیاں بولیں
ہم۔ اِس کو چھوڑ کے۔ جناتی، چیستاں۔ بولیں

سُنا جناب اِسنے۔ لُطف زباں ہے ایسی چیز!   زبان۔ سمے کی دیوی ہے۔ مُلک بھر میں عزیز
ضرورتوں کی ہمارے۔ ہوئی۔ اسی سے تمیز   یہ۔ دیش رانی ہے۔ سب خواہشیں ہیں اس کی کنیز
ہزار کام، سرانجام دے۔ یہ ناممکن
بغیر اس کے زباں کام دے یہ ناممکن!

ہمارے مُلک کی۔ دیسی زبان اُردو ہے   اسی کا نام ہے ہندی۔ جنم کی ہندو ہے
یہ سب میں ایک ہے توحید کا بھی پہلو ہے   جہان بھر میں جو چلتا ہے یہ وہ جادو ہے
جہاز میں سنو اس کو چٹان پر سُن لو
خدا جو چاہے۔ تو پھر آسمان پر سُن لو

ہے۔ قاہرہ میں، یہی شے یہی ہے لزبن میں   یہی ہے چین میں۔ جاپان میں، سوئیڈن میں
اسی کو بولتے ہیں آج ہند و جرمن میں   اِسی کے۔ راگ اڑانے لگے ہیں لندن میں
ہزار کھیل کریں۔ گول۔ سب اُسی کے ہیں   ہزار رنگ ہوں۔ قسماعی کے۔ بول اسی کے ہیں

اے ماؤں، بہنوں، بیٹیوں!

اگر میں آپ کے سامنے ان جھگڑوں اور قضیوں کا مفصل ذکر کروں جو اردو، ہندی، ہندوستانی کے نام سے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں تو یہ ایک بیکار سی لمبی داستان ہو جائے گی۔ پھر بھی سلسلہ کو قائم کرنے کے لئے میں ناگپور والے قصہ کی طرف اشارہ کرونگا یہ تو آپ جانتی ہیں کہ کچھ عرصہ قبل ناگپور میں ہندوستان بھر کے ادیب اور لیڈر اس غرض سے جمع ہوئے کہ ایک ایسی مجلس میں شرکت کریں جس کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کی زبانوں کی جانچ پرتال کریں اور دیکھیں کہ ملک کی آئیندہ کون سی زبان ہوگی۔

خیر اور جو کچھ ہوا سو ہوا، جو بات ہمارے لئے غور طلب ہوئی وہ یہ تھی کہ مسٹر گاندھی اس بات پر اڑ گئے کہ ہندوستان کی قومی زبان "ہندی و ہندوستانی" ہونی چاہئے۔ یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی کہ "ہندی ہندوستانی" سے ان کا کیا مطلب ہے۔ مولوی عبدالحق صاحب سکرٹری انجمن ترقی اردو نے ان کی سخت مخالفت کی اور واضح الفاظ میں کہدیا کہ ملک کی زبان ہندی رکھے اردو رکھے۔ یا ہندوستانی رکھے لیکن ایسا نام رکھنے سے جو کسی خاص زبان کو واضح نہ کرے کوئی حاصل نہیں۔ مسٹر گاندھی کو نہ ماننا تھا نہ مانے اور آخر میں تو انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ اردو خاص مسلمانوں کی زبان ہے وہ قرآن کے حرفوں میں حرفوں لکھی جاتی ہے اور مسلمان چاہیں تو اسے رکھ سکتے ہیں، اگر اتنے بڑے لیڈر پر کم علمی کا الزام لگانا بے ادبی نہ ہوتا تو میں صاف کہتا کہ مسٹر گاندھی اردو ہندی زبانوں کی تاریخ سے واقفیت نہیں رکھتے۔ مجھ سے بہتر جواب آپ کو سندر لال صاحب کے خط میں ملے گا جو رسالہ جامعہ میں حال ہی میں شائع ہوا ہے اور مسٹر گاندھی کے نام ہے۔

اس جلسہ کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں کی آنکھوں سے پردے ہٹ گئے اور صاف دلوں میں بھی بدگمانیاں پیدا ہوگئیں۔ اردو کو جان و دل سے عزیز رکھنے والے جو ابھی تک چین کی نیند سو رہے تھے ایک دم بیدار ہو گئے۔

بدقسمت ہندوستان میں ہر چیز فرقہ وارانہ رنگ اختیار کر لیتی ہے چنانچہ وہ جلسہ بھی جسے خالص ادبی رہنا چاہئے تھا بالکل بے لطف ہو گیا۔ اور رونا اس کا ہے کہ اس کے ذمہ دار وہ تھے جنہیں بعض لوگ فرقہ وارانہ خیالات سے بلند سمجھتے ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ ہندوستان میں صرف دو چیزیں ہیں جو یہاں کے باشندوں کے صدیوں کے میل ملاپ سے پیدا ہوئیں، ایک شمالی ہندوستانی موسیقی، دوسری اردو زبان، دونوں ہی کو ہندوؤں اور مسلمانوں نے مل کر محنت کر کے ترقی دی اور موجودہ حالت پر پہنچایا۔ یہ کسی قوم کی ذاتی ملک نہیں اسے دونوں سے برابر کا تعلق ہے اور اس پر دونوں کا حق ہے اور زیادہ صحیح الفاظ میں یوں کہئے کہ ہندوستانی قوم کی یہ پیداوار ہے اور اس کی ملک۔

ہماری ناعاقبت اندیش سیاست کی زہریلی ہوا نے زبان کو بھی نہ چھوڑا اور وہ تیری، وہ میری کا جھگڑا شروع ہو گیا۔ لیکن زمانہ کی رفتار کون روک سکتا ہے، ہندوستانی کو ملکی زبان بننے کا حق ہے وہ اس حق کو لے کے رہے گی اور ہندوستانی کیا ہے؟ وہ

اردو یا ہندی جو عام بول چال کی زبان ہے۔ اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں، آپ سے جنہیں اس کا فخر ہے کہ اردو ان کی زبان ہے جنہیں اس پر ناز ہے کہ ان کی زبان جاننے والا ہندوستان کے ہر حصہ میں پایا جاتا ہے کیا آپ اس بات کو پسند کریں گی کہ ہم غیروں کے سامنے گڑگڑا کر کہیں کہ للہ ہماری زبان کو بخشئے۔ اسے زندہ رہنے دو، اگر ہم میں اپنی زبان کی خدمت کی صلاحیت نہیں تو غیروں کو کیا پڑی ہے۔

عزیز بہنو، ہندوستانی کا آپ پر حق، ہندوستانی آپ سے مدد چاہتی ہے۔ یاد رکھئے کہ آپ ہی قومی زبان کی پاسبان ہیں، بچہ ماں سے سیکھتا ہے، بھائی بہن سے سیکھتا ہے۔ زبان کی بنیاد آپ کے ہاتھ میں ہے آپ چاہیں تو اسے سنوار سکتی ہیں آپ چاہیں تو اسے بگاڑ سکتی ہیں۔ زبان کی بقا آپ پر ہے۔

ناگپور کے جلسہ کے بعد ہندوستان کی دنیا میں اضطراب پیدا ہو گیا ہے، بہت سے باہمت لوگ کمر باندھ کر زبان کی خدمت کے لئے تیار ہو گئے ہیں، بڑی بڑی کمیٹیاں بنی ہیں، بڑے بڑے ارادے ہیں، لیکن مرد آپ کی مدد کے بغیر کر کیا کر سکتا ہے اس کا کام تو آپ کے بعد ہے بنیاد آپ ٹھیک کر دیجئے بعد میں ہم سنبھال لیں گے۔

آیندہ دس سال ہندوستانی کے لئے بہت کٹھن گزرنے والے ہیں۔ ہندوستانی کو کوئی فنا نہیں کر سکتا مگر جینے جینے میں بھی فرق ہے زبان کی فنا اور بقا کی اس جد وجہد میں آپ برابر کا حصہ لیجئے۔ اس سلسلہ میں مرد کی بے پروائی اتنی زیادہ نقصان دہ نہیں ثابت ہو گی جتنی آپ کی کیونکہ آپ کے ذمہ دو خدمتیں ہیں ایک تو بچوں کی دیکھ بھال دوسرے خود آپ کی اپنی زبان کی۔ ہماری زبان میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں مردوں کی بولی الگ اور عورتوں کی بولی ایک عورتوں کی بولی ہندوستانی زبان کا حسن ہے اگر یہ چیز نکال دی جائے تو زبان میں کیا خاک دہرا رہ جائے لطافت اس میں نہ ہو نزاکت اس میں نہ ہو۔ مرد تو خیر اپنی زبان سنبھال لیں گے لیکن نسوانی زبان کی ذمہ دار تو خود آپ ہی کو بننا پڑے گا۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ زبان کی خدمت کس طرح کی جائے۔ پہلی بات جو ہمیں ذہن نشین کرنی چاہیے وہ یہ ہے کہ جنہیں ہماری زبان سے ہمدردی نہیں ہے ان سے یہ توقع رکھنا کہ اپنا سو کام چھوڑ کر اس کی خدمت میں لگ جائیں ایسا ہی ہے جیسا سورج سے یہ توقع رکھنا کہ بارہ بجے رات کے وقت اپنی صورت دکھلا جایا کرے اگر ہم چاہتے ہیں کہ غیر ہماری زبان سیکھیں اور ہماری کتابیں پڑھیں تو ہمیں اپنی زبان کی بے حد خدمت کرنی ہو گی کتابوں کے معیار کو بلند کرنا ہو گا۔ اچھوتے مضامین اور نرالے خیالات پیدا کرنے ہوں گے اس کے بعد لوگ خود بخود پڑھیں گے اور اگر مجھے زیادہ سخت لفظ استعمال کرنے کی اجازت ہو تو جھک مار کر پڑھیں گے۔

بہت سی بہنیں کہیں گی کہ ہمارے گھروں میں ہندوستانی تو بولی جاتی ہی ہے اور بچے سیکھتے ہی ہیں اس طرح یہ کام تو ہو رہا ہے لیکن میں عرض کروں گا کہ اب آپ کو اس کی طرف زیادہ توجہ دینی ہو گی ہمارے پاس اس بات کو یقین کرنے کی وجہ موجود ہیں کہ بہت سے گھر جہاں پہلے ہندوستانی بولی جاتی تھی اب سیاسی اثر کے ماتحت ہندوستانی سے بیگانہ ہو گئے ہیں آپ کو ان باتوں کا خیال رکھنا ہو گا ورنہ کو روکنا ہو گا کیونکہ ایسا کرنا قوم اور ملک دونوں کی خدمت ہے۔

اب رہا آپ کے اپنے گھر کا سوال کیا آپ کے گھر میں آپ کے بچے بچیاں عزیز و اقارب اردو لکھ پڑھ سکتے ہیں کیا ان کی اتنی استعداد ہے کہ اردو عام فہم کتابیں رسالے اور اخبار پڑھ کر سمجھ سکیں اب میں پھر آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں ذرا غور سے سنئے کیا آپ کے گھر کیا پیش خدمتیں ، مغلانیاں ، ماما ئیں نوکرانیاں کچھ اردو کی شُدبُد رکھتی ہیں ، اُن میں جن کی بڈھے طوطے کی حیثیت ہے ان کو چھوڑ کر کیا یہ ممکن ہے کہ ان میں سے چند کو کچھ پڑھایا جا سکے یا کیا یہ ممکن ہے کہ ان کے بچوں بچیوں کو آپ اپنے بچوں کے ساتھ اُردو پڑھوائیں ۔

اگر ان سب باتوں کا جواب آپ نے ہاں دیا تو میں سمجھوں گا کہ اردو کے لحاظ سے آپ سب سے زیادہ خوش قسمت خاتون ہیں لیکن میں حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا اور اپنی توقعات کو خواہ مخواہ زیادہ بلند نہیں کرنا چاہتا ہر گھر میں کچھ پڑھے کچھ بے پڑھے لوگ ہوتے ہیں میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو جہاں تک آپ کے بس میں ہو پہلے اپنے گھر کے اندر ہی ہندوستانی کو پھیلانے کی کوشش کیجئے گھر میں کامیابی کے بعد باہر کامیابی کی راہیں کھل جائیں گی ۔

آپ اپنے گھر کی ملکہ ہیں آپ چاہیں تو یہ سب کچھ ہو سکتا ہے کوشش کیجئے کہ آپ کے گھر میں زیادہ سے زیادہ رسالے آئیں زیادہ سے زیادہ کتابیں رہیں ۔ خود پڑھیئے دوسروں کو پڑھنے کے لئے دیجئے ۔ مہذب ملکوں میں ہر گھر میں ایک چھوٹا سا کتب خانہ ہوتا ہے آپ تہذیب میں کس سے کم ہیں ۔ اپنے بچوں کے لئے مختلف رسالے اور اگر خدا نے حیثیت دی ہے تو ہر بچے کے لئے علٰحدہ رسالے منگوائیے ۔ کوشش کیجئے کہ آپ کے محلے میں ایک علمی دائرہ قائم ہو جائے جس کا ایک چھوٹا سا کتب خانہ ہو اور محلہ کی خواتین اس سے فائدہ حاصل کریں اگر خدا نے حیثیت دی ہے تو محلہ کی تعلیم کے لئے کسی استانی کو مقرر کیجئے اگر خدا نے علم دیا ہے تو دوسروں کو سکھائیے ۔ اس طرح آپ کے رسالوں میں زیادہ ترقی ہوگی اس طرح آپ عام رسالوں کے اخلاق کو درست کر سکیں گی ۔ موجودہ حالت میں بھی میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے رسالے مردوں کے رسالوں سے بہت لحاظ سے بہتر ہیں ۔ ان میں مصنوعی زبان نہیں ہوتی ۔ لایعنی شاعری اور بے معنی ادب لطیف نہیں ہوتا ۔ خیر یہ تو بعد کی بات ہے کہ رسالوں میں کیا ہو اور کیا نہ ہو ۔ سردست میرے کہنے کا ماحصل یہ ہے کہ دامے درمے جس طرح سے بھی ہو ہندوستانی کی خدمت کا بیڑا اُٹھائیے پہلے اپنے گھر سے شروع کیجئے اس کے بعد دوسرے کی طرف توجہ کیجئے ۔

یہ پیام ان بہنوں کے لئے بھی ہے جن کی مادری زبان اُردو یا ہندوستانی نہیں لیکن وہ اس سے دلچسپی رکھتی ہیں ۔ کیونکہ یہ ہندوستان کی قومی زبان ہے انہیں چاہیئے کہ اپنے گھروں میں مادری زبان کے ساتھ ساتھ ہندوستانی کی بھی تعلیم دلائیں انگریزی کا درجہ ہندوستانی کے بعد ہے یاد رکھئے کہ ہندوستانی کی ترقی کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ مردوں سے زیادہ عورتیں اسے پڑھیں اور بولیں ۔
اگر آپ نے کسی ایک کو بھی اردو یعنی ہندوستانی سکھا دی تو میں سمجھوں گا کہ بڑا کام کیا ۔

آفتاب حسن (حیدرآباد دکن)

(بقیہ صفحہ ۲۸۵) زیادہ استعمال ہوتے ہیں اُن کے لئے بھی جیک رنگ اور تیزابی رنگ عموماً استعمال ہوتے ہیں ۔ لیکن جیک رنگ اگر اون پر صحیح طریقے سے اور احتیاط سے نہ رنگے جائیں تو ان میں یہ نقص ہوتا ہے کہ وہ سفید کپڑے پر چھوٹتے ہیں ۔
کیلا ریشم رنگنے کے لئے وہی رنگ استعمال ہوتے ہیں جو سوت رنگنے میں لائے جاتے ہیں ۔ اصلی ریشم کو کیلا ریشم اور سوت کے جیسی خواص رکھتے جاتے ہیں ۔
اقبال احمد

اللہ میاں

(بچپن کا معصوم تخیل)

اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اشھد ان محمد الرسول اللہ، اشھد ان محمد الرسول اللہ .... الخ

ابھی میں یہاں آکر دم نہ لینے پایا تھا، کہ مذہبی دستور کے مطابق دادا جان نے میرے کان میں اذان دے کر مجھے اللہ میاں کا نام سنا دیا۔ اس بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اللہ میاں میری گھٹی میں پڑے ہوئے ہیں۔

اللہ میاں کا چرچا برابر جاری رہا، سوسو بہانے اللہ میاں کی آوازیں سنائی دیا کیں۔ انہیں کا نام لے کر مجھے بہلایا جاتا تھا، مجھے سُلانے کے لئے ان ہی کے نام کی لوریاں دی جایا کرتی تھیں، جوں ہی میری بنند کا وقت ہوا، کہ بیٹھے تھپتھپا تھپتھپا کر کیف آور لوریاں شروع ہو گئیں

اللہ اللہ بھائی کے .... کان کا ٹونٹو بلائی کے

آ جا ری نندیا تو آ کیوں نہ جا .... میرے ننھے کی آنکھوں میں گھل مل جا ......

اللہ اللہ کرتی تھی .... گھی کے پاپڑ تلتی تھی

گھی کے پاپڑ ہوئے تمام .... پیارے بچے کو آیا آرام

سو جا ..... سو جا ..... سو ..... جا .. اللہ اللہ ...... اللہ ـ اللہ ...... اللہ اللہ. شہ........

جب کبھی میں بیمار ہوتا، تو بی اماں دعا کیا کرتی تھیں یا اللہ میرے بچے کو اچھا کر دے ... یا اللہ اس ننھی سی جان پر رحم کر، یا اللہ تو ہی شفا دینے والا ہے۔

مجھے دوا پلاتے وقت اللہ شافی، اللہ کافی کہا جاتا تھا، کبھی میرے چوٹ لگتی تو بی اماں، آبا یا کوئی بڑا بوڑھا اللہ چھوا اللہ چھو پڑھ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔

غرض اللہ اللہ کی آوازیں میرے اردگرد چھائی تھیں، اس واسطے خیال آتا ہے، کہ ضرور بی اماں بی اماں کے ساتھ اللہ اللہ ہی میری زبان پر سب سے پہلے آیا ہوگا۔

اسی اللہ آمین سے میں گھٹنیوں چلنے لگا مگر اتنے سے بچے کی کیا بساط، اکثر ڈگمگ جایا کرتا تھا، بس ادھر لڑکا اور کسی بڑے کی گھبرائی ہوئی آواز آئی بسم اللہ، بسم اللہ۔ یا اللہ خیر ..... جھٹ پٹ کسی نے مجھے اٹھایا، اور لگی اللہ چھا اللہ چھو ہونے۔

ان ہی دنوں میرے آبا کو ضلع بھنڈ۔ ریاست گوالیار کے مڈل اسکول کی ہیڈ ماسٹری ملی۔ اس واسطے آگرہ سے ہمارا آب و دانہ اٹھا، ابھی تک میں نے گود، ڈولی، یکا۔ چھکڑا، اور بہلی کے سوائے ریل کا نام بھی نہیں سنا تھا، بھنڈ جاتے وقت آگرہ فورٹ اسٹیشن سے پہلے پہل ریل میں بیٹھا، دنگ رہ گیا، جب وہ یکے سے بہت تیز چلی، گویا ہوا میں اڑے لئے جاتی ہے، اور ہانکنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔

پہلے تو ریل کا تماشہ بہت اچھا معلوم ہوا، کہ خوب تالیاں بجائیں، اچھلا کودا، اٹھنے لگے، پھر جو ہوئی زیادہ دیر، تو گھر یاد آیا، سخت جی گھبرایا، گھر چلو گھر چلو کی رٹ لگا دی۔

کتنی ہی دفعہ بی اماں اور آبا نے بہلایا، ذرا خیال ادھر ادھر ہٹتا، کہ وہی اپنے گھر کے در و دیوار سامنے آجاتے اور ہر وقت دکھائی دینے لگے

صورتیں آنکھوں میں پھرنے لگتی تھیں۔

یوں ہی بہلتے بہلاتے کتنے ہی اسٹیشن آئے، طرح طرح کے جنگل نکل گئے، میں اپنے گھر کی یاد میں اندر ہی اندر گھٹتا رہا، آخر آ تا وہ اسٹیشن پر اُتر کر سب یکے میں بیٹھے، میرا جی خوش ہو گیا کہ لو بھئی اب چلتے ہیں گھر۔ مگر وہ یکا تو کسی اور ہی طرح کے بازاروں میں ہوتا ہوا، آبادی سے باہر لے پہنچا، اور کون کہے، جنگلوں میں گذرتا، جمنا، چنبل، کنواری ندی عبور کرتا جھٹ پٹے وقت ایک کچے مکان کے دروازے پر جا ٹھیرا۔ ابا نے اس کا تالا کھولا، اور ہم سب نے چھپروں میں جا کر دم لیا۔

راستہ کی تکان تھی، پھر خبر نہیں کیا ہوا، صبح کھلی جو آنکھ تو کیا دیکھتا ہوں، کہ وہی کل شام والا مکان ہے، اور بی اماں، ابا اور بہن کے سوا، آگرہ کا کوئی نظر نہیں آتا، وہ بڑی سی انگنائی اور چھپروں کا گھر مجھے کچھ ویران ویران سا معلوم ہوا۔ خاک نہ سمجھ میں آیا، کہاں ہوں، ابا یہاں کیوں آئے، اور کب گھر چلیں گے۔

اُسی دن سے وہاں کی دیہاتی عورتیں بی اماں کے پاس آنی شروع ہو گئیں، اِن میں کچھ تو ہندو پڑوسنیں تھیں، اور کچھ مسلمان بڑھیاں ٹھریاں، ہندو پڑوسنیں تو خیر جنس ہی دوسری ٹھیریں، ان مسلمان بوڑھیوں میں بھی آگرہ والوں کی سی کوئی بات نہ تھی، لیکن جناب! اللہ میاں کا نام یہ بھی لیتی تھیں، گویا آگرہ کا سب کچھ وہاں کا وہیں رہ گیا، ایک اللہ میاں ضرور ہمارے ساتھ یہاں آئے۔

ابا مجھے مدرسے لے جا رہے تھے، گھر سے نکلتے ہی کسی صاحب سے سلام دعا ہوئی وہ کہنے لگے، انشاء اللہ میں آپ کے پاس ضرور حاضر ہوا کروں گا، پھر راستہ میں ملنے والوں میں بھی مزاج پرسی کے جواب میں الحمد للہ، شکر ہے اللہ کا کہتے ہوئے گئے

مدرسے پہنچ کر ہم نے مولوی صاحب کو سلام کیا، تو اُنہوں نے میری ٹھوڑی چھو کر دعا دی۔ اللہ تمہاری عمر دراز کرے، تم صدوسی سال سلامت رہو، تمہیں اللہ بلند اقبال کرے۔

جمعرات کی جمعرات ہمارے دروازے پر چمٹا بجاتے کوئی میاں صاحب پھیری کیا کرتے تھے، ان کا تکیہ کلام "اللہ" تھا آتے ہی زور سے صدا کرتے۔ اللہ بھلا کرے اللہ، اللہ مائی کی خیر اللہ۔ اللہ چراغ روشن مراد حاصل اللہ۔ اللہ مائی کے بچے خوش رہیں اللہ... اللہ سہرا باکی خیر اللہ، اللہ فضل اللہ، اللہ، اللہ، اللہ کچھ مائی اللہ نام کا اللہ . . . . .

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اللہ میاں کے نام کی کشش تھی، یا اُن جمعراتی میاں صاحب کے سُریلے گلے کا اثر، یہ فقرے میرے دل پر نقش ہو گئے، چند پھیریوں کے بعد لگا میاں صاحب کی نقلیں اتارنے، دو ایک دفعہ تو بی اماں کو اچھا معلوم ہوا، پھر اُنہوں نے منع کیا، نا بچے ایسا نہ کہہ، کسی کی نقل نہیں اُتارتے ہیں........توبہ ....توبہ. اللہ میاں کی نقل اُتارنا گناہ بچے .. خبردار... خبردار! مارے ڈر کے مجھے توبہ کرنی پڑی، مگر کیا کہوں پھر بھی بھول چوک میں کئی دفعہ وہ فقرے میری زبان سے نکل نکل گئے۔

اس دنیا میں آ کر چند موسم تو ایسے گذرے کہ مجھے آپے کا ہوش ہی نہ تھا، جب کچھ کچھ حواس بجا ہونے لگے، اور نئی نئی چیزیں سامنے آتی گئیں، تو ان کے حالات جاننے کا اشتیاق بھی بڑھتا گیا۔ اُس وقت سوائے بی اماں کے میری تسلی کرنے والا کون ہو سکتا تھا، جنہوں نے خود تتلا تتلا کر مجھے بولنا سکھایا تھا، اور جو بغیر پوچھے بھی مجھ کو بہت سی باتیں بتایا کرتی تھیں، اس واسطے جو کچھ دیکھتا یا سنتا اُنہیں سے دریافت کرتا تھا، تو بعض کے متعلق تو وہ خوب سمجھاتیں اور بعض کی نسبت یہی کہہ کر رہ جاتی تھیں "اللہ جانے"

عجب تماشہ تھا، جب میں کسی چیز کے متعلق پوچھتا بی اماں یہ کس نے بنائی ہے تو وہ بڑھئی، لوہار، سنار، درزی، کمہار، حلوائی وغیرہ کا نام لے دیتیں، باقی ایک تنکے سے لے کر زمین آسمان تک کا بنانے والا اللہ میاں ہی کو بتایا کرتی تھیں، اور میں سمجھتا تھا کہ بی اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں پہلے تو جب بی اماں کہتیں کہ یہ چیز اللہ میاں نے بنائی ہے یقین کر کے خاموش ہو جاتا تھا، آگے چل کر اور زیادہ حالات معلوم کرنے کو جی

چاہنے لگا، اس واسطے یہ ماننے پر بھی کہ ایسی چیز سوائے اللہ میاں کے کوئی نہیں بنا سکتا۔ میں ہر چیز کی نسبت کرید کرید کر پوچھتا تھا، کہ بی اماں یہ اللہ میاں نے بنائی کاہے سے ہے؟ سو افسوس بی اماں کچھ نہ بتاتی تھیں، صرف یوں کہہ کر ٹال دیتیں، اپنی قدرت سے بنائی ہے۔ اللہ میاں نے۔

بی اماں سے کتنا ہی پوچھتا، مگر وہ کبھی نہ بتا سکیں، اور یہ میں نہیں بتا سکتا، کہ ان کے اس فقرہ پر مجھے کیوں یقین آگیا، اور میں نے کیوں مان لیا کہ بے شک قدرت سے ہی بنائی ہوگی۔ اور قدرت آری، بسولا، ہتھوڑے چھینی کی طرح کوئی عجیب اوزار ہوگا جس سے اللہ میاں سب چیزیں بناتے ہوں گے۔

اس کے بعد سننے میں آیا، کہ ان چیزوں پر ہی کیا موقوف اللہ میاں ہی نے دن، رات، گرمی، سردی، برسات، آگ، پانی، ہوا، مرنا، جینا اپنی قدرت سے بنائے ہیں۔ اللہ میاں کی قدرت سے جلیبیاں میٹھی ہوگئیں، اللہ میاں کی قدرت سے مرغیاں انڈے دیتی ہیں۔ اللہ میاں کی قدرت سے بخار اُتر جاتا ہے، اور دیکھ لینا! اللہ میاں کی قدرت سے میرے ابا کی ترقی ہو جائے گی۔

بی اماں یہ بھی کہا کرتی تھیں، کہ اللہ میاں سے دعا کرو تو جو چاہو مل جایا کرتا ہے۔ اللہ میاں لوگوں کو ہزاروں لاکھوں روپے دیتے ہیں، اللہ میاں چاہیں تو بگڑے کام بن جائیں، خاص کر معصوم بچوں سے تو اللہ میاں ایسے خوش ہیں، کہ ان کی دعا کبھی نہیں ٹالتے۔

افوہ! اللہ میاں کو معصوم بچوں سے ایسی محبت ہے، تو مجھ سے بھی ضرور ہوگی، میں بھی معصوم بچہ ہوں، ابا کسی دن مجھے ان کے پاس کیوں نہیں لے جاتے جب وہ کچھ چیز دیں گے تو رومال میں باندھ کر گھر لے آؤں گا۔

یہ گھر قصبہ کے بالکل سرے پر تھا، یہاں سوائے دیہاتیوں کے کون رہتا، لیکن جناب گو پڑھے لکھے نہ سہی مگر دیہاتی بھی آخر ہوتے تو ہماری تمہاری طرح انسان ہی ہیں، بلکہ اگر دیکھا جائے تو سچی محبت اور وفاداری بیچارے غریب غربا میں ہی زیادہ پائی جاتی ہے۔ پھر اُس زمانہ کے لوگ شیطان طوفان سے ڈرنے والے، نیکی بدی سے کانوں پر ہاتھ دھرنے والے، جن کی ہمدردی کا یہ عالم تھا، کسی کے بچہ کی انگلی دُکھے تو محلہ کا محلہ دوڑا دوڑا پھرے، ہندو ہو یا مسلمان خیریت پوچھتا چلا آرہا ہے، اڑوسنیں پڑوسنیں کام کاج کے لئے موجود ہیں۔

چنانچہ یہی ہوا، کہ ابا گھر میں ہوں یا نہ ہوں، محلہ ٹولے کے علاوہ بستی کی عورتیں بی اماں کے پاس آتی جاتی رہتی تھیں، جب دیکھو ایک محفل بھری ہوئی ہے، ہرچند کہ ایک دوسرے کی بولی سمجھنا مشکل تھا، لیکن کیا مجال جو تالو سے زبان لگے۔ سب کی سب جی لگا کر باتیں کیا کرتی تھیں، گویا یہی ایک کام رہ گیا ہے۔

ان میں سے ایک بولی:۔

بائی! وہ بڑی مغرور ہے، پیسے کے گھمنڈ میں کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتی۔ ہم تو محبت کے بھوکے ہیں، اُس کی دولت نہیں چاہتے، ہمارا بھی اللہ ہے، امیر غریب سب اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔

یہ سُن کر میں نے پوچھا۔ اور بڑی بی! مجھے کس نے بنایا ہے؟

اُنہوں نے جواب دیا۔ صدقہ گئی بیٹا! تجھے بھی اللہ میاں نے بنایا ہے، میرا چاند!! مگر بی اماں کی تصدیق ضروری تھی، اُن سے دریافت کیا۔ کیوں بی اماں!

وہ کیا جواب دیتیں، یہی کہ "ہاں! ہاں اللہ میاں نے!" "اچھا اور ابا کو؟"

بی اماں نے کہا:۔ اُنہیں بھی اللہ میاں نے اور تیری بہن کو بھی اللہ میاں نے ہی........

اس بات سے مجھے بڑی خوشی ہوئی، کہ بھئی اللہ میاں تو بہت اچھے آدمی ہیں جنہوں نے بی اماں بنائیں میری، پھر سوچتا رہ گیا، کہ بی اماں زیادہ اچھی ہیں، یا اللہ میاں زیادہ اچھے ہوں گے۔

یہ تعریفیں سن سن کر اللہ میاں سے ملنے کو میرا بھی جی چاہنے لگا۔ اور یہ اشتیاق روز بروز بڑھتا گیا۔ مگر بی اماں سے معلوم ہوا، کہ وہ آسمان پر رہتے ہیں، اس واسطے کچھ بس نہ چلا بجز اس کے کہ بادلوں کو دوڑ لگاتے دیکھ دیکھ کر جوڑ توڑ لگاؤں کہ یہ ضرور اللہ میاں سے ملنے جا رہے ہیں۔ ہائے میں اتنی دور کیسے پہنچوں، اللہ کرے میں بھی بادل بن جاؤں۔ یا کوئی ایسی ترکیب معلوم ہو جائے، کہ جب جی چاہا بادل بنے اور اللہ میاں کو دیکھنے چلے گئے۔ پھر ایسے کے ایسے ہی ہو کر اپنی بی اماں کے پاس آ کھڑے ہوئے۔

اللہ میاں کے نت نئے بھید کھلتے گئے۔ ایک روز بی اماں اور محلہ کی دو چار عورتیں باتیں کر رہی تھیں۔ اتفاقاً آگرہ کا ذکر چھڑ گیا، تو وطن کی یاد سے بی اماں کے آنسو نکل پڑے۔ آواز بھرا گئی، اس پر ایک مسلمان بڑی بی تسلی دینے لگی "کیوں بی بی"۔

"بائی! کیوں کڑھتی ہے، رنجیدہ نہ ہو، ہم تیری خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ گھبرانے کی کیا بات، اے یہاں کوئی اور اللہ تھوڑا ہی ہے، وہی اللہ یہاں ہے، جو وہاں ہے، دیس پردیس کا ہے کا، میرے کان کھڑے ہوئے فوراً پوچھا "کیا آگرہ کے ہی اللہ میاں یہاں بھی ہیں؟"

"اور کیا وہی ایک اللہ میاں تو ہیں ہی سارے میں، سب نے کہا۔ پہلے کے ہونے کی وجہ سے آگرہ کے اللہ میاں سے مجھے خاص محبت تھی، واہ واہ یہ تو عجیب بات معلوم ہوئی۔ کہ آگرہ والے اللہ میاں یہاں بھی ہیں، ورنہ بڑا دھوکا، نئے اللہ میاں نہ جانے کیسے نکلتے۔

بھنڈی کی آبادی سے کوئی دو ڈیڑھ میل ایک جگہ تھی "فوارہ" جس راستہ بھدادور کے باغ اور محل کی نگرانی پر گڑھیا والے حکیم خاندان کے میرے ایک چچا میاں حکیم کریم الزماں صاحب مقرر تھے۔ ابا کے ساتھ میں ان کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ راستے میں عجیب عجیب خیالات بندھتے۔

سوچتا تھا، اللہ میاں کی ٹانگیں بہت بڑی بڑی ہوں گی، اور کیا بڑی بڑی تو ہونی ہی چاہئیں، مگر اتنی کہ اپنے گھر سے فوارے تک جب ہی تو وہ یہاں بھی پانی برسا سکتے ہیں اور آگرہ میں بھی۔ لیکن نہیں آگرہ دور ہے، بہت ہی دور، ریل میں بیٹھ کر جانا پڑتا ہے، ... کنواری ندی بلکہ اس سے بھی آگے جہیں تک ہوں گی ورنہ پانی برسانا مشکل ہو جائے گا، ممکن ہے اس سے بھی بڑی ہوں نہیں میں تو جانوں اتنی ہی کافی ہوں گی۔ البتہ ذرا پھرتی کی ضرورت ہے۔ سو پھرتیلے تو وہ بہت ہوں گے۔ بھلا اللہ میاں سے تیز کون دوڑ سکتا ہے، دیکھو تو یہ ہوا میں فراٹے بھرنے والے چیل کوے، ایسے تیز اڑنے پر بھی یہاں کے یہیں رہ جاتے ہیں، اور یہ معلوم ٹھیرا آگرہ تک کا، معلوم ہوتا ہے۔ اللہ میاں نے بہت سے نوکروں میں فوارے لگا رکھے ہوں گے۔ پہنچے ہی تھے، جب ہی تو برسات نئی کر آگرہ میں برف کے۔ برف بادلوں کا ڈھیر لگے۔ وہ بھنڈی کی طرف دوڑتے آندھی امڈتے ہوئے۔ مارا ڈنڈا آندھی کو تو بگلے بھینس کی طرح آگے بھگا دیا، پھر جو پلٹے تو جناب آگرہ پہنچتے ہی زور زور سے دھوں کر کے بادل گرجا دیا، ادھر سے جو بجلیاں چمکاتے آئے یہاں آ کر زور شور سے پانی برسا دیا، پھر ایک دم جنگلوں کے جل تھل بھرتے ہوئے آگرہ جا پہنچے، اور وہاں گھنٹوں کیچڑ کر دی۔

اچھا! لو یہ تو خیال ہی نہیں رہا۔ کچھ پانی برسنا ہی نہیں۔ اللہ میاں کو اور بھی تو ہزاروں باتیں کرنی پڑتی ہیں، بیچارے سوتے کب ہوں گے، یا پانی برسانے لگے، تو اور چیزوں کا کیا ہوتا ہوگا ... ہاں! شاید انہوں نے بہت سے نوکر رکھ لئے ہوں گے۔ کوئی کچھ کرتا ہوگا۔ کوئی کچھ کرتا ہوگا، جب تک اللہ میاں پانی برسانے میں رہے، نوکروں نے چیزیں بنا رکھیں۔ آئے جو اللہ میاں تو سب میں جان ڈال دی اپنی قدرت سے، اکیلے ہوں تو تھک نہ جائیں آخر ایک آدمی کتنے کام کر سکتا ہے۔

خود بخود اس قسم کے عجیب و غریب سوالات پیدا ہوا کرتے تھے، پھر کوئی نہ کوئی جواب بھی بن جاتا تھا، بہر حال اللہ میاں کے متعلق سوالات

کا سلسلہ بند ہی رہتا، اور یہ دلچسپی ختم ہونے میں نہ آتی۔

برسات آئی آسمان پر بادل گھرا ہوا تھا، بی اماں بہن کو گود میں لئے بیٹھی تھیں، ہوا کے جھونکوں سے خوش ہو ہو کر میں چارپائی پر اچھلنے لگا۔ بہن ہاتھ پاؤں چلا رہی تھی۔ یکایک تیزی سے بڑی بڑی بوندیں پڑنے لگیں، بی اماں نے بستر سمیٹتے سمیٹتے گھبرا کر کہا:۔

"اے! اللہ میاں آگئے جلدی سے تکیہ اُٹھا کر بھاگ نہیں تو بھیگ جائے گا!!"

میں ہکا بکا سا رہ گیا۔ کہ کدھر ہیں اللہ میاں۔

اتنے میں بی اماں نے خود بستر سمیٹ لیا، اور میرا ہاتھ پکڑ کر چھپر میں آگئیں، پھر بہن کو دوسری چارپائی پر بٹھا کر وہ چارپائی اُٹھا لائیں۔

جوں ہی وہ بیٹھیں، میں نے پوچھا:۔

"بی اماں! اللہ میاں کہاں آئے؟"

وہ بولیں "اے بچے ہے کیسا، اللہ میاں کیوں آنے لگے۔ میں نے تو پانی برسنے کو کہا تھا" وہ چھپروں والا کچا گھر تو تھا ہی، اسی برسات میں پھوانٹے کی دیوار ڈھے پڑی، ہم جو تھے مدرسہ کی پختہ عمارت میں اُٹھ گئے، اور وہیں رہنے بسنے لگے۔

سرکاری مدرسہ کے تین بڑے بڑے کمرے تھے، میرے والے کمرے سے ملی ہوئی پڑوس کی اونچی دیوار چلی گئی۔ اُدھر وہ روک ہو گئی، اودھر دو کمرے چھوڑ کر ایک لمبی دیوار کھڑی کر لینے سے ہمارے رہنے کا گھر بن گیا تھا۔

ایک دفعہ ابا مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے۔ میں ان کی پرچھائیں کا تماشہ دیکھنے لگا۔ اور بالکل محو ہو گیا۔ اتنے میں اُنھوں نے منہ پھیر کر کہا:۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ

ہائیں! لو آج سچ اللہ میاں آگئے، ابا اُنہیں سلام کر رہے ہیں۔

لیکن میں نے دیکھا تو اللہ میاں قطعی نہ تھے۔ اور ابا نے اُدھر سے منہ پھیر کر دوسری طرف سلام کیا یہاں بھی سوائے پرچھائیں کے کوئی نظر نہ آیا۔

میں دیکھتا رہ گیا، اور ابا ہاتھ باندھ کر دوبارہ کھڑے ہو گئے، میں نے خیال کیا کہ اللہ میاں نظر آتے ہوں گے، جب بڑا ہو کر نماز پڑھنے لگوں گا تو مجھے بھی ضرور دکھائی دیا کریں گے اللہ کرے میں جلدی سے بڑا ہو جاؤں۔

اس کے بعد میں اکثر نماز کے وقت بڑے شوق سے ابا کو دیکھا کرتا تھا۔ کہ خیر بڑا ہونے تک ابا کے سلام کرنے ہی کا مزا سہی۔

ہماری ماما جعفر کی ماں نے ہنڈیا روٹی میں بڑی دیر کر دی۔ ہمارے بھول کے آنتیں قل ہو اللہ پڑھ رہی تھیں۔ وقت کاٹنے کے لئے میں بی اماں اور ابا کی باتیں سننے لگا، اس وقت نہ جانے کیوں بی اماں نے کہا۔ جی ہاں! اللہ کے ہاتھ ہے وہ جو چاہے کرے۔

اک دم کھانے پینے کا خیال اُڑ گیا، سب کچھ بھول بھال کر میرا دھیان ادھر ہی کھنچ آیا۔ بات کاٹ کر بولا: بی اماں!! اللہ میاں کے ہاتھ کتنے بڑے ہیں؟ اُنہوں نے کچھ جواب نہ دیا، مجھ پر ایک نظر ڈال کر ابا سے باتیں کرنے لگیں، میں ان کا منہ تکتا رہا، کہ کب بات ختم ہو اور کب پوچھوں۔

ادھر ذرا تار ٹوٹا، اُدھر تڑ سے میں نے وہی سوال کیا۔ بی اماں! اللہ میاں کے ہاتھ کتنے بڑے ہیں؟

یوں ہی بار بار پوچھا، اور وہ متوجہ نہ ہوئیں، کتنی ہی دفعہ سنی ان سنی کی، جب کچھ پیش نہ گئی، تو میں نے لپک کر ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں، اور بڑی آرزو سے پوچھا۔ بی اماں! اللہ میاں کے ہاتھ کتنے بڑے ہیں؟

پھر بھی انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، مسکرا کر مجھے دیکھا، اور میرے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔ لیکن شفقت، مدی کی راحت کا مزا لینے کے بجائے میں نے بے چین ہو کر وہی سوال کیا۔ بی اماں! اللہ میاں کے ہاتھ کتنے بڑے ہیں؟

پہلے تو انہوں نے ابا کی طرف دیکھا۔ پھر شفقتِ مادری کا نور برسا کر نرم آواز سے فرمایا بچے! اللہ میاں کے ہاتھ نہیں ہیں!!

"ارے! کس نے کاٹ ڈالے؟" میں نے پوچھا...... ..

بی اماں ہنسیں . .. . . .اور میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا "کاٹتا کون"

"تو پھر کہاں گئے"۔ بی اماں ہاتھ اللہ میاں کے ہوتے کہاں ہیں ہی نہیں، بچے!"

ہیں۔ تو کیا پیدائشی ہی نہیں تھے؟ بی اماں۔ ہائیں ہائیں، توبہ کر بچے! یوں نہیں کہتے ہیں۔ گناہ ہوتا ہے!!

فوراً توبہ کے لئے گالوں تک میرے ہاتھ پہنچے۔ اور حیرت سے میں جوں کا توں رہ گیا "کہ ہونے تو ضرور چاہئیں، ورنہ اللہ میاں مینہ کیونکر بناتے، بھنڈے اگر ہ تک پانی کیسے برساتے، اگر قدرت کے ذریعہ سے ہی کام کرتے ہیں، جب بھی ہاتھ نہیں تو اُسے (قدرت کے ہتھیار کو) پکڑتے کاہے سے ہوں گے . . کہیں بی اماں نے یوں ہی تو نہیں کہہ دیا...... اچھا ذرا ابا سے اور پوچھنا چاہئے۔

"ابا! ابا! کیا سچ مچ اللہ میاں کے ہاتھ نہیں ہیں؟ ہاں! میاں نہیں ہیں"۔ ابا نے جواب دیا۔

لو ابا بھی وہی کہہ رہے ہیں، ہائے ایسے اچھے اللہ میاں کے ہاتھ ہیں، جنھوں نے میری بی اماں بنائیں۔

اس وقت اپنے آپ سمت چمن کے قحط کی فقیرنی میری آنکھوں میں پھرنے لگی، جو ایک ننھا سا بچہ لئے بھیک مانگتی آیا کرتی تھی۔ جب ہم اُسے روٹی سالن دیتے، تو وہ اپنے بچے کو کھلانے لگتی تھی، معاً خیال آیا، کہ اگر اللہ میاں یہاں آجایا کریں تو میں اپنے ہاتھ سے انہیں کھانا کھلا دیا کروں، جعفر پانی لئے کھڑا ہے۔ جوں ہی وہ اشارہ کریں۔ فوراً ان کے منہ سے کٹورا لگا دیا کروں۔ اُفوہ بچارے اللہ میاں کو بڑی تکلیف ہے مگر خدا خاموش رہ کر بولا۔

بی اماں! خیر اللہ میاں کے ہاتھ نہیں، مگر منہ تو ہے؟

بی اماں اور ابا دونوں نے جواب دیا۔ اللہ میاں کے منہ بھی نہیں!

ہیں، اللہ میاں کے منہ نہیں تو کھانا کیسے کھاتے ہوں گے؟

ابا نے جواب دیا۔ میاں اللہ میاں کے نہ ہاتھ ہیں، نہ پاؤں، منہ ہے نہ سر، وہ سراپا نور ہیں، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، اور نہ ہماری تمہاری طرح سوتے ہیں، ان میں کوئی عیب نہیں، وہ لاثانی ہیں، ان کا کوئی شریک نہیں ....

ابا اسی طرح کہتے رہے۔ میری سمجھ میں خاک نہ آیا۔ مجھے تو جب معلوم ہوا کہ اللہ میاں کے ہاتھ، پاؤں، منہ سر کچھ بھی نہیں، تو سخت رنج ہوا، میرا ننھا سا دل بیٹھنے سا لگا، اُس روز والے جذامی کی حالت سامنے آگئی جس غریب کے ہاتھ پاؤں ٹپک گئے تھے، پیپ خون میں لتھڑا، بُرے حالوں پڑا کراہ رہا تھا، اور اس پر بُرے طرح مکھیاں بھنک رہی تھیں۔

میری روح بے چین ہوگئی، رونگٹا رونگٹا۔ فریادیں کرنے لگا، کہ ہائے اللہ میاں بڑی تکلیف میں ہیں۔ اب انہیں کون اچھا کرے گا....

چند منٹ بعد جعفر کی ماں نے آواز دی۔ بائی کھانا تیار ہے۔ بی اماں اُٹھ کر باورچی خانہ کی طرف جانے لگیں، ابا نے مجھ سے کہا، جا ذرا لوٹا تو اُٹھا لا، اب کھانا کھاتے ہیں!

کاش بی اماں اور ابا نے اللہ میاں کو بغیر ہاتھ پاؤں منہ اور سر کا نہ بتایا ہوتا، اور میں اپنے خیال کے مطابق ان کے ہاتھ پاؤں بنانے کی دُھن میں اندر ہی اندر مزے لیا کرتا۔ آہ! وہ لطف خاک میں مل گیا۔ بڑی ویسی حالت ہوگئی، حیران تھا کہ بغیر جسم والے نور کے بنے ہوئے اللہ میاں کی کیا صورت بناؤں، کتنا لمبا قد اور کتنے بڑے بڑے ہاتھ پاؤں سوچوں۔ مصیبت پہ مصیبت یہ کہ دہانے کن بزرگ نے پیدا ہوتے ہی اذان دے کر کانوں کی راہ میرے دل میں اللہ میاں کچھ ایسے اُتار دئے ہیں، کہ نکلنے ہی محال ہوگئے۔

اسی دوران میں جبکہ اللہ میاں کی اُلجھن جاری تھی، شہید مردوں اور قطب، غوث، ولیوں وغیرہ کے عجیب و غریب حالات سنتا رہا، ان بزرگوں میں حیرت انگیز کرامتیں بتائی جاتی تھیں، یعنی انہوں نے ٹھوکر سے مُردے جلادیئے۔ ان کی دعا سے بارہ سال کی ڈوبی ہوئی بارات شادیانے بجاتی جوں کی توں نکل آئی۔ سوا نیزے پہ آفتاب آنا، اگر گوشت کا تکہ بھون لیا، اور گو اب وہ دنیا سے پردہ کرچکے، تاہم بعض وقت اعلیٰ درجہ کے گھوڑوں پہ سوار، زرق برق پوشاکیں پہنے، پانچوں ہتھیار لگائے دکھائی دے جاتے ہیں، کبھی کسی کو اللہ اللہ کرتے قرآن شریف پڑھتے خواب میں نظر آئے تھے۔ کوئی جنگل میں راستہ بھول جائے تو بھیس بدل کر اُسے راہ پہ لگا دیتے ہیں۔ پھر پل مارتے خبر نہیں ہوتی کہاں گئے۔ ان بزرگوں کی جیٹی بھک پہ لمبی ڈاڑھی ہوتی ہے۔ بڑا سا صافہ باندھے، اُجلے اُجلے کپڑے پہنے، کمر میں پٹکا، سچے موتیوں کی تسبیح پر اللہ اللہ کرتے کبھی کبھی جنتی تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ لہراتی بل کھاتی زلفوں والی خوبصورت خوبصورت حوریں، بال بال موتی پروئے سولہ سنگار کئے، عطر پھلیل میں شرابور مورچھل کرتی ہوئی۔ دست بستہ ملائکہ کھڑے ہوئے، ان کے چہروں سے نور کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ کہ انسان کی آنکھیں چوندھیا جائیں۔ ایک موتی کا بنا ہوا محل ہے، بزرگ جنتی باغ میں موجیں کررہے ہیں۔

ایسے قصے سُن سُن کر میرے دل میں ان بزرگوں کا بڑا احترام ہوگیا۔ اور سمجھا کہ جب وہ اتنے بڑے آدمی ہیں۔ تو شاید نیم، املی، بڑ، وپیل سے بڑے ہوتے ہوں گے۔ ابا جو کہیں مجھے مل جائیں تو میں جھک کر اُنہیں سلام کروں، پھر وہ مجھے دعا دیں، اللہ تجھے بلند اقبال کرے۔ تو میں بڑا ہوجاؤں۔ اور ممکن ہے کہ وہ مجھے اللہ میاں تک بھی پہنچا دیں۔

میں ان بزرگوں کی کرامتوں کا تہ دل سے قائل ہوگیا تھا، اور مجھے یقین تھا کہ واقعی وہ عربی گھوڑوں پر سوار ہوکر نکلا کرتے ہوں گے۔ لوگوں نے ضرور اُنہیں جنت میں تخت پہ بیٹھے قرآن شریف پڑھتے دیکھا ہوگا۔ ان کی صورتیں بڑی نورانی ہوں گی، اور سلام کرنے پر وہ بچوں کو دعائیں دیتے ہوں گے۔ اُن کی زیارت کو بڑا جی چاہا کرتا تھا، ابا کے ساتھ شکار کو جاتا تو جھاڑیوں میں غور کیا کرتا تھا، کہ یہاں کوئی بزرگ بیٹھے کہیں قرآن شریف تو نہیں پڑھ رہے ہیں۔

کبھی تاروں بھری رات میں چارپائی پہ پڑے تصور بندھتا، کہ ان تاروں میں شہید مرد گھوڑوں پہ سوار فراٹے بھرتے پھرتے ہوں گے، آسمان پہ ہی تو جنت ہے، اتنی دور سے نظر نہیں آتی..

مگر اصل میں اللہ میاں سب سے بڑے ہیں، تمام چیزیں اپنی قدرت سے بنانے والے...... نہ جانے وہ کیسے ہوں گے۔

ایک زمانہ اسی اُدھیڑ بن میں گذرا۔

اب میں نے قرآن شریف کے تین چار پارے پڑھ لئے تھے، اور ابا مجھے اُردو کی دوسری کتاب پڑھایا کرتے تھے۔ اُس وقت میں خوب دوڑیں لگانے لگا تھا، بے تکان میلوں چلنا میرے لئے کوئی بات نہ تھی، ابا مجھے اپنے ساتھ ہاٹ بازار، صوبات، شکار اور میلے تماشوں میں لے جایا کرتے تھے۔ میں نے کتنی ہی دفعہ محرم، دسہرا، پھول ڈول اور بازیگروں کے تماشے دیکھے، نوادے کے باغ میں خوب دوڑیں لگائیں، شکار کی دُھن میں ڈھاک کا جنگل چھان مارا، شاید ابا کو مجھے سیر کرانے کی عادت ہوگئی تھی، ایک دفعہ جنم اشٹمی کا تماشہ دکھانے بازار لے گئے، اس رات بڑی چہل پہل نظر آئی، حلوائیوں کی دوکانیں سجی ہوئی، لوگ اپنے گہنے پہنے پھرتے ہیں۔ کھوے سے کھوا چھل رہا ہے۔ خاص کر ایک مکان پہ بڑی بھیڑ تھی، میں نے پوچھا، ابا یہ کس کا مکان ہے؟ اُنہوں نے کہا "میاں مکان نہیں مندر ہے"!

"اچھا! یہ مندر ہے، تو اتنے آدمی کیوں جمع ہیں، کیا یہاں کوئی تماشہ ہورہا ہے؟" "ہاں! ایک تماشہ ہی ہے"، ابا نے کہا، "کیوں دیکھے گا؟"

میں: "جی ہاں! دیکھوں گا، کیسا تماشہ ہے۔"

ابا نے میرا بازو پکڑ لیا۔ اور سنبھالتے ہوئے، مندر کے پاس سے پہنچے۔ کیونکہ میں چھوٹا سا تھا۔ لوگوں کے اژدہام میں مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ یوں ہی اُچکنے لگا۔ ابا نے اٹھا کر مجھے کاندھے پر بٹھا لیا۔ اور کہا "دیکھو!"

اہاہا! ہانڈی فانوس پھول پتوں سے مندر سجا کر برہمنوں نے کیا خوبصورت جھانکی بنائی تھی۔ اور کرشن رادھکا کی مورتوں کے درشن کرا رہے تھے۔ دیکھتے ہی میں نے کہا "یہ کھلونے تو بہت اچھے ہیں۔"

وہیں ماتھے پر بہت سا صندل لگائے ایک کشیدہ قامت آدمی کھڑا تھا، ہنس کر کہنے لگا۔ "لالہ! یہ کھلونے نہیں، بھگوان ہیں!"

"بھگوان کون؟" میں نے پوچھا۔ وہ بولا "لالہ! جیسے تمہارے اللہ، ایسے یہ ہمارے بھگوان!"

میں نے تڑق کر جواب دیا "واہ اللہ میاں کہیں ایسے ہوں گے۔ یہ تو کھلونا ہے، بڑا سا۔ گوٹے ٹھپّے کے کپڑے پہنا دئے ہیں اس کو۔"

اس نے دیدے پھاڑ کر کہا۔ "ارے لالہ!! ایسے مت کہو، یہ بھگوان ہیں، بھگوان......"

ابھی میں کچھ جواب دوں کہ ابا نے جلدی سے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، اور کہتے ہوئے وہاں سے چلے۔ "ٹھاکر صاحب! معاف کیجئے گا، بچہ ہے، یہ کیا جانے۔"

اور بھیڑ سے نکل کر مجھے سمجھانے لگے۔ "نہیں میاں! یوں نہیں کہنا چاہیئے، اپنے یہاں کسی کی دل آزاری منع ہے۔ یہ ہندو ہیں، ان کے مذہب میں ایسا ہی ہے، ہمیں کیا غرض کسی کے مذہب سے، یہ جانیں ان کا کام جانے، ہم مسلمان ہیں ہمارا ایک خدا ہے اور اس کا نبی برحق۔"

راستہ بھر ابا مجھے سمجھاتے گئے، میں بھی ہوں ہاں کرتا رہا، اور کیونکہ ابا کا کہنا مانتا تھا، خواہ کوئی بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے، خوف کے سبب سے کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اس واسطے بحث تو نہ کی، لیکن دل ہی دل میں سوچ رہا تھا، کہ ہوگا یہ کھلونا ان کا اللہ، اپنے کس کام کا۔ اللہ میاں ہمارے ہی اصلی، یہاں سے آگرہ تک پانی برسانے والے، قدرت سے سب چیزیں بنانے والے، خاص الخاص نور کے بنے ہوئے، گورے گورے۔

پہلے اللہ میاں کے ہاتھ پاؤں کی لمبائی چوڑائی معلوم کرنے کا خبط تھا، پھر شبیہ مرووں اور دیویوں کے دیدار کی دھن بندھی۔ اب مندر والے کھلونا اللہ سے اپنے اللہ میاں کے مقابلہ کا تصور رہنے لگا۔

مہینوں ہوگئے، اس درمیان کی ہزاروں ہزار باتیں نہ رہیں، مگر اللہ میاں کا ذکر بات بات میں آجاتا تھا، بھلا وہ کیسے بھلا یا جاتا۔

ایک روز شکار میں بڑی دوڑ دھوپ کرنی پڑی، بالکل بے سکت ہوگیا، اللہ اللہ کرکے گھر گیا، مارے تکان کے بُرا حال تھا، آتے ہی سیدھے ڈولے بکھر گیا۔ تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ خبر نہیں کتنی رات گئی ہوگی، کہ خواب میں اللہ میاں دکھائی دئے، روح باغ باغ ہوگئی، کہ لو صاحب اللہ میاں تو یہ رہے، اور کیا ایسے جیسے چاند، سبحان اللہ میاں، سبحان اللہ کیا نورانی صورت، اُجلے اُجلے لباس سے روشنی چھن رہی، چہرہ سورج کی طرح دمکتا تھا کہ نظر نہ ٹھیرے، ایک ایسے باغ میں جہاں خوشبو ہی خوشبو چھائی ہوئی تھی۔ آپ ہرے ہرے سے تخت پر بیٹھے قرآن شریف پڑھتے پائے گئے، مجھے قطعی ڈر نہ لگا، لیکن تلاوت میں سلام کیسے کرتا، چپ چاپ کھڑا دیکھتا رہا، وہ کئی دفعہ غائب ہو ہو گئے، پھر نظر آنے لگے۔

اللہ میاں کو دیکھ کر مجھے وہ مزا آیا کہ کیا کہوں، معلوم ہوتا تھا ان کے نور کی کرنیں میری طرف آ آکر مجھے بھی روشن کر رہی ہیں، اب کسی چیز کی ضرورت نہیں، بس یہ سامنے بیٹھے رہیں، چاہے بولیں نہ بولیں، قرآن شریف ہی پڑھے جائیں۔

یہ نظارہ کب ختم ہوا کچھ پتہ نہیں، لیکن اس دن صبح میری طبیعت خوب بحال تھی شکار و کار کی تکان کا نام بھی نہ تھا، جیسے [illegible]

پھول ہوگیا، سویرے ہی سویرے ڈٹ کے بھوک لگی۔ اس خواب کا حال میں نے کسی سے نہ کہا، کیا خبر لوگ یقین کرتے یا نہ کرتے۔ بلکہ ممکن ہے کہ بی اماں یا ابا ناراض ہی ہوتے..... تو کیا فائدہ تھا۔ اور دراصل کسی سے کیا غرض، اس خواب کے بعد اللہ میاں کی طرف سے مجھے اطمینان ہوگیا، کہ چاہے دکھائی دیں یا نہ دکھائی دیں کچھ پروا نہیں، ایک دفعہ زیارت ہوگئی، اللہ میاں ہیں تو ادھڑ بڑے خوبصورت، نہایت رعب دار، تمام آدمیوں سے زیادہ بہادر، سورج کی طرح چمکتے ہوئے۔

اس کے بعد کبھی کبھی خودبخود اللہ میاں کی زیارت ہو جاتی تھی، خاص کر بخار کی غفلت میں مسکرا مسکرا کر قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے، درختوں کے جھنڈ میں ایک موتی کے تخت پر جلوہ افروز، وہاں نواد ے کے باغ کی طرح کیلے کے اونچے اونچے درخت ضرور ہوتے تھے۔ لہلہاتے ہوئے خوشبودار ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں میں۔

اچھا اور خواب کے اللہ میاں میں ایک صفت عجیب تھی، وہ یہ کہ آپ دکھائی دیئے۔ پھر جو مجھے خیال آیا کہ ابھی روشنی ذرا کم ہے، فوراً اس سے تیز ہو گئے، پھر سوچا جنہ پر بوٹیاں ہوتیں تو اچھا تھا۔ اب جو دیکھتا ہوں تو لو صاحب بوٹیاں ہی بوٹیاں چمک رہی ہیں، مگر ایک بات ہے۔ بولے کبھی نہیں، نہ کبھی میری طرف دیکھا۔

تقریباً چھ سال ہم لوگ بھنڈ میں رہے، پھر جوراعلا پور کو ابا کا تبادلہ ہوگیا، اس کے سال بعد مڈل اسکول گوالیار میں آگئے۔ یہاں بھی کبھی کبھی بخار کی غفلت یا تکان سے چکنا چور ہو جانے پر گہری نیند میں اللہ میاں کی زیارت ہو رہی۔

بتدریج وہ زمانہ شروع ہوا، جب انسان کو کچھ نہ کچھ نیک و بد کی تمیز ہونے لگتی ہے، اور اُسے بہت سی علمی و عملی باتیں سمجھائی جا سکتی ہیں، سدا کا خبطی تو ہوں ہی، مجھے کتب بینی کا شوق بھی رہا ہے، اس سلسلہ میں کتنی ہی کتابیں پڑھ ڈالیں، جن میں بہت سی مذہبی بھی تھیں، مختلف صحبتوں میں نشست و برخواست کے اتفاقات ہوئے، طرح طرح کی بحثیں رہیں، اللہ میاں کے تذکرے بھی وقتاً فوقتاً چھڑے، بہر صورت یہی ثابت ہوا کہ اللہ وحدہٗ لا شریک لہ ہے۔ اُس نے ایک کُن سے زمین آسمان پیدا کر دیئے، کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالےٰ کی صناعی کا آئینہ دار ہے۔ سب اسی کے بنائے ہوئے ہیں، مگر انسان حیوان یا کسی مخلوق کے سے جسم میں تمام و کمال قدرتوں سے قید نہیں ہے۔

غرض انواع و اقسام کے دلائل و براہین سُنے اور پڑھے، اس طرح دماغ میں وہ خرابی پیدا ہوئی، کچھ نہ پوچھو، یعنی اصل اللہ میاں تو کیا کوئی دکھاتا سمجھاتا، اور میری فہم ناقص میں کیونکر آتے۔ آہ! بچپن میں وہ خواب میں دکھائی دینے والے اللہ میاں بھی جنہیں دیکھ کر جان میں جان آتی تھی جب سے ہوشیار ہوا نظر آنے بند ہو گئے۔

وہ دن اور آج کی گھڑی، کیسے کیسے اُلٹ پھیر دیکھے، کس رنج و راحت میں گذری، کتنے ملے کتنے بچھڑے، زمانہ کیا سے کیا ہو گیا، لیکن نہ اللہ میاں نے مجھے چھوڑا اور نہ میں انہیں چھوڑ سکا، حالانکہ یہ عمر ہونے کو آئی، اُن تک رسائی ہونی تھی نہ ہوئی۔ اللہ میاں میرے لئے ابھی تک ویسے ہی بنے ہوئے ہیں، جیسے بچپن میں تھے۔

مرزا فہیم بیگ چغتائی

دلچسپ تجربے

سائنس بھی کیا عجب شے ہے۔ اس علم کے ذریعے سے ایسی ایسی باتیں ظہور میں آئی ہیں جن کو دیکھ کر لوگ دانت تلے انگلی دباتے ہیں۔ اس کی بدولت ایسے ایسے کام ہوئے ہیں جن کو دیکھ کر انسان حیرت کے عالم میں رہ جاتا ہے۔ سائنس کے کرشموں کو اکثر لوگ جادو سمجھتے ہیں۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ اکثر جادوگر ایسے کھیل دکھایا کرتے ہیں جن کو تماشہ گیر محض جادو کی کاریگری تصور کرتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ سائنس کی برکت ہوتی ہے۔ گو میرا دخل اس علم میں اتنا ہی ہے جتنا کہ ایک گویئے کو شاعری میں لیکن مجھ کو اس علم سے طبعی دلچسپی ہے جو میرے سائینس داں عزیز و اقربا کی صحبت کی برکت ہے۔ قصہ کوتاہ یہ کہ میرا منشا اس وقت سائینس کی صفات پر طول طویل مضمون لکھنے کا نہیں بلکہ میں یہاں پر سائنس کے صرف دو تجربات تحریر کروں گی جن کو حسب ہدایات آپ بھی اپنے گھروں پر تجربہ کر سکتی ہیں اور ان چھوٹے چھوٹے دلچسپ چٹکلوں سے حظ اُٹھا سکتی ہیں۔

پہلا تجربہ یہ ہے کہ کسی موٹی ریچک کا سفید رنگ کا ایک ڈیڑھ فٹ لمبا تاگا (ڈورا) لیجئے اور اُس کو نمک کے پانی میں دھو کر سکھا دیجئے۔ جب سوکھ جائے پھر دھوئیے اور سکھا دیجئے۔ اسی طرح چار۔ پانچ مرتبہ نمک کے پانی میں اسی تاگے کو دھویئے اور سکھائیے لیکن نمک کافی مقدار میں ہونا چاہیئے اور پانی کم تاکہ مرکب گاڑھا رہے۔ جب تاگا کئی مرتبہ نمک اور پانی کے مرکب میں بھیگ کر خشک ہوجائے اس کو کسی جگہ باندھ کر لٹکا دیا جائے اور اُس کے دوسرے سرے میں کوئی چھلا انگوٹھی یا پردوں میں لٹکانے والا ہلکا سا چھلا باندھا جائے۔ اور اس تاگے میں آگ لگا دی جائے۔ پھر مزا دیکھئے کہ تاگا جلکر راکھ ہوجائے گا لیکن اپنی جگہ پر برابر قائم رہے گا اور چھلا بھی بدستور اس میں لگا رہے گا۔ گرے گا نہیں۔ برخلاف اس کے اگر سادہ تاگہ یعنی بغیر نمک کے پانی میں بھگوئے ہوئے تاگے کو اس طرح کام میں لائیں گے تو وہ فوراً جل جائے گا اور گر پڑے گا۔ تجربہ کیجئے اور لطف اُٹھایئے۔

ایک اور دلچسپ چٹکلہ یہ ہے کہ تھوڑا سا نوسادر اور تھوڑا سا چونا ایک شیشے کے گلاس میں سفوف کرکے ڈال دیجئے۔ اس کے اوپر ڈھکنے کے لئے ایک چھوٹی رکابی چینی یا شیشہ کی لیجئے اور اس کی پینڈی کو ذرا پانی سے تر کر دیجئے اور تھوڑا سا نمک کا تیزاب بھی اس رکابی کی پینڈی میں لگا دیجئے۔ اور اس کو گلاس پر ڈھک دیجئے۔ اس گلاس کا نام گلاس نمبر (۱) سمجھئے۔ اس کے ساتھ ہی ایک ایک گلاس شیشے کا اور لیجئے اور کسی صاحب سے کہئے کہ سگرٹ پی کر خوب دھواں اس گلاس نمبر (۲) پر سے ڈھکنا ہٹا دیجئے۔ دھواں نکلنا شروع ہوجائے گا اور فوراً ہی تیزاب لگی ہوئی رکابی گلاس نمبر (۱) پر جس میں چونا اور نوسادر کا سفوف پڑا ہوا ہو ڈھک دیجئے۔ اور بچوں سے کہئے کہ دیکھو اس گلاس نمبر (۲) کا دھواں گلاس نمبر (۱) میں آجائے گا۔ عجیب تماشہ معلوم ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ سگرٹ کا دھواں تو گلاس کا منہ کھولنے کی وجہ سے ہوا میں اُڑ جائے گا اور دوسرے گلاس میں نوسادر اور چونا نمک کے تیزاب کی مدد سے دھواں ہوجائے گا۔ یہ ہیں کرشمے سائنس کے مگر دیکھنے والے سمجھیں گے کہ جادو ہے یا شعبدہ بازی ہے۔

اگر رسالہ عصمت کے پڑھنے والوں کو علم سائنس سے دلچسپی ہو اور اگر ایڈیٹر صاحب ارشاد فرمائیں گے تو انشاء اللہ ضرور اسی قسم کے کچھ اور دلچسپ تجربے آئندہ ماہ کے واسطے ارسال کروں گی

مسز گر راج بہاری ماتھر

آہ بی بی آمنہ

میری پھوپھی بی بی آمنہ صاحبہ کے نام رسالہ عصمت چھتیس سال سے آرہا ہے افسوس صد افسوس کہ بی بی صاحبہ اس دارِ فانی سے رحلت کر گئیں ان کے عزیز و محبوب پرچے میں اگر مرثیہ شائع ہو تو شاید نامناسب نہ ہو۔ ظہیرہ

اے امینہ آمنہ ہمنام حضرتِ آمنہ — اے امانت دارِ عصمت آہ اے عفت شعار
اے امہ تیری ہستی قابلِ تعظیم تھی — اے امینہ سیکڑوں جانیں تیرے اوپر نثار
اے کہ تیری ذات تھی سرچشمۂ علم و عمل — اے کہ تیری بات تھی گویا کہ دُرِ شاہوار
اے کہ تھی بستی میری آباد تیری ذات سے — ہو گئی برباد بالکل اس گلستاں کی بہار
اے کہ تو تھی علم میں اپنی پھوپھی کی جانشین — اے کہ تھی والد کی اپنے ایک بہتر یادگار
عائشہ کے علم و عصمت سے تجھے حصہ ملا — اور زینب سے ملا تھا تمکنت عز و وقار
فاطمہ سے سیرت و عادت خدیجہ سے کرم — زہد و تقویٰ ام سلمہ سے ملا اے دیندار
عمر بھر علمی مشاغل سے تھیں بس کام تھا — ہر گھڑی ہر لحظہ ہر صبح و مسا لیل و نہار
عورتوں میں دین کا چرچہ تھا تیری ذات سے — لڑکیوں کو فیض پہونچا تیرے باعث بے شمار
تو کہاں تنہا گئی ہر اک سے رشتہ توڑ کر — رو رہے ہیں آج سب غم میں تیرے با حالِ زار
اس طرح منہ پھیر کر جانا تجھے لازم نہ تھا — یوں نہ کرنا تھا سبھوں کو بے قرار و سوگوار
والدہ کے ضعف و پیری کا نہ کچھ آیا خیال — رو رہی ہیں جو تیری فرقت میں ہر دم زار زار
ہاشم[1] معصوم سے بھی تو نے آنکھیں پھیر لیں — قاسم[2] مغموم کو تو دیکھ لیتی ایک بار
ہاں مگر تو بھی بہت معذور تھی مجبور تھی — ٹال سکتی تھی بھلا کس طرح حکم کردگار
آئے رحمت کے فرشتے تیرے استقبال کو — اور تھا حوران جنت کو بھی تیرا انتظار
جا خدا حافظ خدا ناصر خدا مالک تیرا — جا کے سو آغوشِ رحمت میں تو اے پرہیزگار
قبر پر انوارِ رحمت کی ہو بارش دمبدم — دل کے بہلانے کو ہوں حور و ملائک بے شمار
محفل حوران جنت میں خدا کی حمد کر — اور رضوان کو سنا نعت رسولِ کردگار
اے ظہیرہ صبر کر اپنا کلیجہ تھام لے — اب سوائے صبر کے کوئی نہیں ہے چارہ کار

ظہیرہ خاتون دمل دربھنگا

[1] ہاشم چھوٹے لڑکے کا نام ہے۔ [2] قاسم منجھلے لڑکے کا نام ہے۔

بائیں ہاتھ کا استعمال

بچوں کو ابتدا ہی سے بائیں ہاتھ کے استعمال کی ترغیب دینی چاہیئے اور جس طرح ان کو دائیں ہاتھ سے کام لینا سکھایا جاتا ہے اسی طرح بائیں ہاتھ سے بھی سکھایا جائے۔ اگرچہ بائیں ہاتھ سے کھانا پینا یا سینا شاید بدتمیزی میں داخل ہے اور بہت کم اس سے کام لیا جاتا ہے ورنہ عموماً دن رات بچوں جوانوں اور بوڑھوں کا دایاں ہاتھ ہی کولھو کے بیل کی طرح چلا کرتا ہے مگر یہ طریقہ صحت کے اصول پر ٹھیک نہیں ہے۔

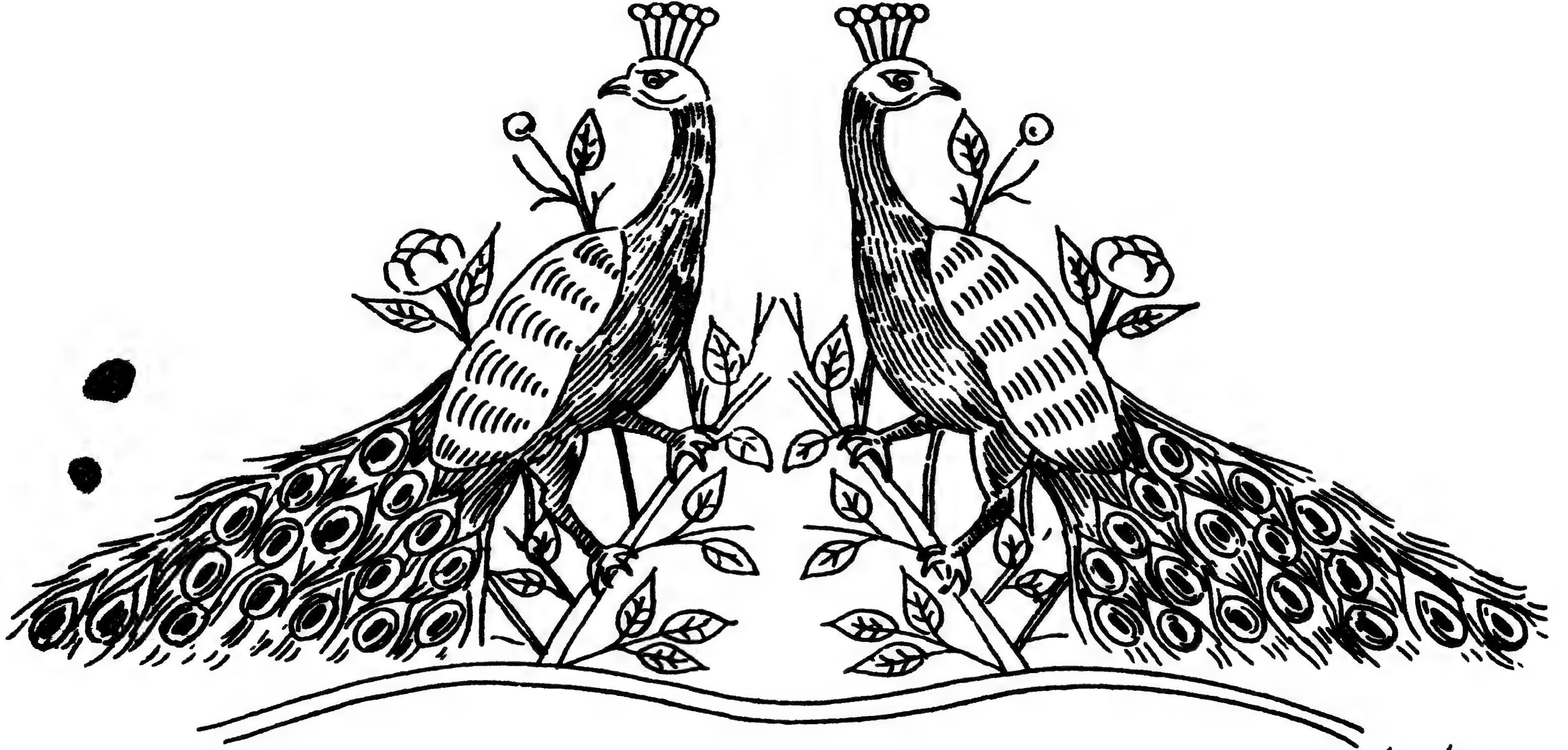
جیسا کہ ڈاکٹر اینا گلین کہتا ہے کہ چونکہ دماغ کا دایاں پہلو بائیں سے ملا رہتا ہے۔ اس لئے دونوں پہلوؤں کی مساوی حرکت دماغی قوت کے لئے بہت کچھ اصلاح کن ثابت ہوئی ہے۔ بائیں طرف سے کام لینا نہ صرف دماغ کے لئے ہی مفید ہے بلکہ جسم کے لئے بھی فائدہ مند ہے۔ ریڑھ کی ہڈی کا نقص کجی کی شکل میں زیادہ تر دایاں ہاتھ اور دایاں پہلو مسلسل استعمال کرنے سے اور لکھنے سینے یا دیگر کام کرنے کے لئے دائیں طرف زور دے کر بیٹھنے سے اور بایاں ہاتھ بیکار رہنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر جسم کے دونوں پہلو ٹھیک مساوی طور سے استعمال کئے جائیں تو اس نقص کے پیدا ہونے کا بہت کم اندیشہ ہوتا ہے۔

جاپان اور امریکہ میں ایسے اسکول ہیں جہاں بائیں ہاتھ، اور بائیں پہلو کی قوت سے پورا کام لینے پر بہت زور دیا جاتا ہے بچوں کو جس طرح دائیں ہاتھ سے لکھنا سکھایا جاتا ہے۔ اسی طرح بائیں ہاتھ سے بھی سکھایا جاتا ہے۔ سادہ ورزشیں بھی بائیں پہلو کے استعمال کے لئے بروئے کار لائی جاتی ہیں۔ مطالعہ سے پہلے اسکولوں میں طالب علموں کو جو ڈرل، قواعد، اگر اعدہ کرائی جاتی ہے اس میں بھی بائیں پہلو کی جنبش پر کافی توجہ کی جاتی ہے۔

بچوں کے لئے بائیں ہاتھ سے گیند پھینکنا یا گلی ڈنڈا کھیلنا، پتنگ اڑانا بہت اچھی ورزشیں ہیں اسی طرح ٹینس اور پنگ پونگ کھیل بھی تھوڑی سی مشق سے بائیں ہاتھ سے آسانی سے کھیلے جا سکتے ہیں۔ اس طرح اگر دائیں ہاتھ سے لکھنے یا سینے کا کام لیا جائے اور اس قسم کے کھیل بائیں ہاتھ سے کھیلے جائیں تو دماغ اور جسم کا توازن قائم رہتا ہے اور صحت ٹھیک رہتی ہے۔

جنہیں اس قسم کا تجربہ نہیں ہے وہ ہمارے مشورہ کو آزما کر دیکھیں۔ ان کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ اس طریقہ کے عامل بچوں کا جسم کیسا سڈول اور توانا رہتا ہے۔ اس کی صحت اور دماغی حالت کیسی اچھی رہتی ہے۔

سید رضا احمد جعفری



روئی کے مور

اپریل ۳۶ء اور اکتوبر ۳۶ء کے عصمت میں روئی کی مرغی اور روئی کا مرغ بنانے کا طریقہ لکھ چکی ہیں۔ اسی طرح یہ مور ہیں۔ گے زیادہ خوشنما کرنے کے لئے سلمہ ستارہ لگائیں۔ مور روئی سے بنا کر تاج اور دم کے پروں کا حلقہ سلمہ سے، اور اس کے درمیان ستارہ سے بنائیے ڈالی اور پتیاں سلمہ سے بنیں گی۔

نشاط افزا کلکتہ

موتی اور نلکی کی سائکل

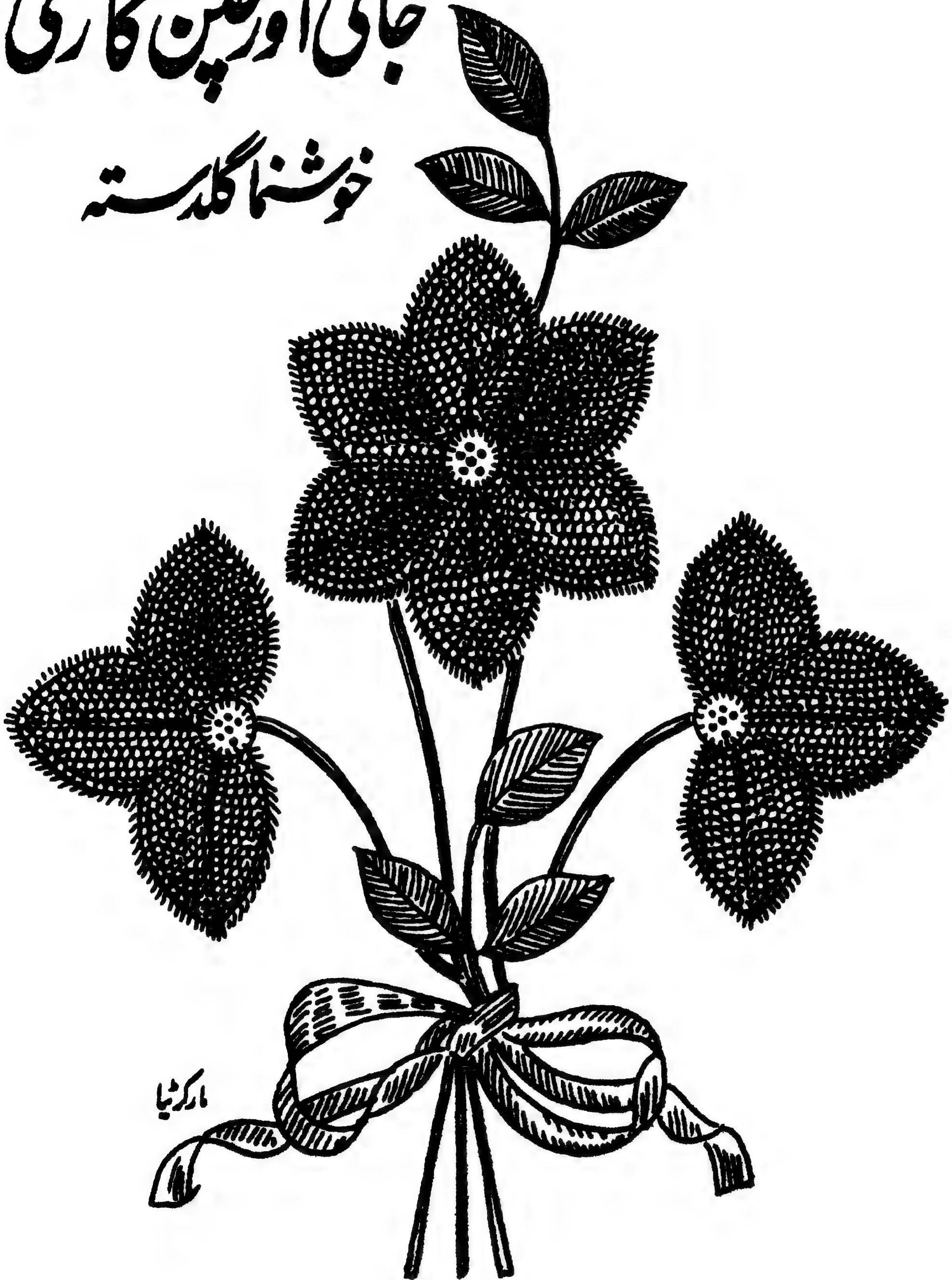


ضروری اشیاء: نلکی۔ موتی بڑے ۵ سائز۔ موتی چھوٹے ۵ سائز کے۔ پوت سفید۔ چاول نما موتی۔ صراحی دار موتی تانبے کا تار۔ چار بڑی چوڑی۔ دو چھوٹی چوڑی۔ بنانے کی ترکیب نقشہ سے صاف عیاں ہے۔ زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں۔

اختر اشرف رامپور

جالی اور چکن کاری

خوشنما گلدستہ



کشن بلاؤز وغیرہ کے لئے موزوں ہوگا۔

سیمہ اشرف

خانہ داری

جس میں سنگار و آرائش بھی شامل ہے۔

خوش خرامی

آپ کسی بازار میں چلنے پھرنے والی عورتوں پر نظر ڈالیں۔ ہر ایک کی رفتار جداگانہ نظر آئے گی۔ کوئی دھب دھب کرتی چلتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے زمین پر کوئی وزن گرتا جا رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ اس کا سارا وزن اُس کے پاؤں پر یک لخت آپڑتا ہے اور یہ بھاری آواز پاؤں سے نکلنے لگتی ہے۔ کسی کی رفتار بڑی پیاری ہے کہ آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے لیکن اُس کے ساتھ جو عورت ہے وہ اُس کے ساتھ ساتھ نہیں چل سکتی اور تھکی تھکی معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ دونوں کچھ تیز نہیں جا رہیں۔ یہ صرف چلنے کا نقص ہے۔ جو لوگ پاؤں کو مناسب طریقہ سے استعمال نہیں کرتے ایک وقت آتا ہے کہ وہ طرح طرح کی ٹانگوں کی تکالیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ذرا پاؤں کو دیکھو۔ بیچ میں محراب ہے اور وہاں صرف پٹھے ہی پٹھے ہیں۔ اس کے برابر باہر کی طرف ایک مضبوط ہڈی ہے۔ یہ بوجھ سہارتی ہے۔ آدمی جب چلتا ہے تو پہلے ایڑی زمین پر رکھتا ہے۔ پھر بیچ کا حصہ رکھتا ہوا پنجہ زمین پر لگا دیتا ہے۔ اگر اس قدرتی طریقہ سے پاؤں زمین پر رکھا جائے تو آدمی میلوں بے تھکے چل سکتا ہے اور اگر ایک دم سارا زور پاؤں پر ڈال دیا جائے جیسا کہ پاؤں سیدھا سپاٹ زمین پر رکھ دینے سے پڑ جاتا ہے تو پٹھے دب جاتے ہیں اور تھوڑے دنوں میں یہ محراب غائب ہو جاتی ہے اور پاؤں کی شکل نیچے سے سپاٹ ہو جاتی ہے۔ اس سے تھوڑی دُور چل کے آدمی تھک جاتا ہے اور رفتار اچھی نہیں معلوم ہوتی۔

گھٹنے قدرت نے اس طرح بنائے ہیں کہ پیچھے کو کھلتے ہیں گویا وہ چڑھنے اور جھکنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں لیکن اکثر عورتیں گھٹنوں پر جھکاؤ ڈال کے چلتی ہیں۔ اس سے پاؤں بھونڈے پن سے زمین پر پڑتا ہے اور ایڑی اور پنجہ بیک وقت زمین سے لگ جاتے ہیں اور کولھے سے ٹخنہ تک کے پٹھے اپنا کام نہیں کرتے کیونکہ پاؤں اپنی اصلی حالت میں رکھنے سے وہ سب پٹھے کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس طرح چلنے سے وہ پٹھے کچھ عرصہ بعد بیکار رہنے کی وجہ سے ڈھیلے پڑ کے کمزور ہو جاتے ہیں۔

کیا آپ نے ایرانی عورتوں کو نہیں دیکھا جو چاقو اور تسبیح وغیرہ بیچتی پھرا کرتی ہیں۔ کیسی اچھی چال ہوتی ہے۔ ذرا غور کریں وہ کس طرح چلتی ہیں۔ وہ کولھے ہلا ہلا کے چلتی ہیں یا یوں کہئے کولھے مٹکا کے چلتی ہیں۔ پہلے کولھوں کو حرکت دینے سے ٹانگوں کی ساری لمبائی حرکت میں آجاتی ہے۔ کولھے ہی وہ جوڑ ہیں جو قدرت نے رفتار کی حرکت کے لئے مخصوص کر رکھے ہیں کہ آدمی ان کی مدد سے آگے بڑھنے کی حرکت کر سکے۔ اس طرح ٹانگیں نہیں تھکتیں۔

پاؤں کو ایک دوسرے سے تھوڑے فاصلہ پر متوازی رکھتی جاؤ۔ کولھوں کے بل چلو۔ پاؤں کی پہلے ایڑی اور پھر تلوا اور بعد میں پنجہ زمین سے چھواؤ۔ لیجئے چال خوشنما ہوگئی اور تھکن بھی پاس نہ پھٹکے گی اور نہ کوئی پاؤں کی شکایت پیدا ہوگی۔

کولھوں کو کبھی ڈھیلا نہ پڑنے دو۔ سیدھی کھڑی ہو کے ٹانگیں اکڑاؤ۔ اسی طرح اکڑی ٹانگوں سے کہ گھٹنے نہ مڑیں چند قدم آگے بڑھو اور اسی طرح پیچھے ہٹو۔

کسی کرسی کے پیچھے مضبوطی سے لگ کے کھڑی ہو جاؤ اس طرح کہ اوپر کا جسم کرسی سے مضبوطی سے جما ہوا ہو اور نیچے کا جسم لٹک رہا ہو۔ پہلے بائیں ٹانگ اور پھر دائیں ٹانگ کو اکڑ کے پہلے آگے اور پھر پیچھے کو لے جاؤ اور کولھوں کی جانب سے چند بار گھماؤ۔

بالوں کی خشکی

عام طور پر عورتوں کو بالوں کی شکایت رہتی ہے۔ کسی کو نہ معلوم کیوں ایسے ایسے سوال سوجھتے ہیں کہ بال گرتے چلے جا رہے ہیں۔ کہیں چندیا میں گنج نہ پیدا ہو جائے۔ بال چھوٹے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ بال [illegible]

بے رونق ہوتے جاتے ہیں وغیرہ۔ بال ایک طرح آدمی کی صحت کی کسوٹی ہیں۔ اگر بالوں کی شکایت پیدا ہو فوراً صحت کی طرف توجہ کرنا چاہئے۔ معدہ کام کرے اور خون صالح پیدا ہو۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ بالوں کی شکایت پیدا ہو۔

بالوں میں عام طور سے خشکی پیدا ہوجاتی ہے جس کو بفہ اور پنجاب میں گُز کہتے ہیں۔ یہ بڑی نامراد چیز ہے۔ یہ بالوں کی جڑوں کا دم گھونٹ دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پتلے اور بے رونق ہوکے آخر میں گرتے چلے جاتے ہیں۔ اس کی موجودگی چندیا کی بیماری کا اظہار کرتی ہے اس لئے فوراً توجہ کرنی چاہئے۔ ورنہ چندیا چڑچڑی ہونے کے بعد پھر سخت ہوجاتی ہے اور بالوں کے خانے گھٹ گھٹ کے بالآخر جڑوں کو برباد کردیتے ہیں۔ بفہ کی وجہ سے چہرہ کی دلکشی بھی جاتی رہتی ہے اور گدی اور ماتھے پر چھائیاں اور کھرنڈ پیدا ہوجاتے ہیں۔

اس کی پہچان پہلے بتائی جاچکی ہے۔ یہ دو قسم کی ہوتی ہے۔ جب چندیا میں چڑچڑاپن زیادہ ہو بال زیادہ گریں اور بے رونق اور بدنما ہوجائیں تو سمجھو کہ یہ ذات شریف تشریف لے آئیں۔ کنگھی کرنے سے پہلے سامنے ایک ملگجا کاغذ رکھ لو۔ اگر کنگھی کرتے ہوئے اس پر سر میں سے کچھ جھڑے تو خیریت سمجھو اور اگر چھلکوں کا سفوف بکھر جائے تو سمجھ جاؤ۔

خشک بفہ کے لئے پومیڈ اور چکنی کے لئے لوشن استعمال کرنا فائدہ دے گا۔ بازار میں ایسے پومیڈ Pomade اور لوشن بکثرت دستیاب ہوتے ہیں۔ دونوں قسم کی خشکی کے لئے ذیل کی دوا بنوالیں سیس کوئی کاربونٹ آف امونیہ Sesquicarbonate of amonia نصف اونس۔ سپرٹ آف روزمیری Spirit of rosemary ½ پنٹ۔ روز واٹر ¾ پنٹ۔ ملاکے خوب ہلائیں اور دن میں تین دفعہ چندیا میں لگائیں۔

ڈنمارک میں اس کے لئے وہاں کی عورتیں پیاز کا عرق لگاتی ہیں۔ پیاز نچوڑ کے اس کے عرق میں انگلیاں ڈبو ڈبو کے چندیا ملی جاتی ہے کہتے ہیں کہ جہاں سے بال غائب ہوکے گنج کا دھبہ پڑ گیا ہو پیاز کاٹ کے اُس جگہ اس سے ملنا بال اُگا دیتا ہے۔ یہ نسخہ سستا اور بے ضرر ہے اور قابل تجربہ ہے۔ پیاز کا عرق بالوں کی جملہ شکایات کے لئے نافع ہے۔

بفہ کے لئے سر میں بادام روغن بھی لگاتے ہیں۔ خشک بالوں میں وہ جذب ہوجاتا ہے اور جو ذرے بالوں کی جڑوں میں جم کے ان کا دم گھونٹتے ہیں اُنہیں ڈھیلا کردیتا ہے۔ جتنی دیر یہ تیل لگا رہے اچھا ہے۔ پھر چیڑ کے تیل کے شیمپو Pinetar Shampoo سے بال صاف کریں۔ جب بال گیلے ہوں بالوں کی جڑوں میں بے رم Bayrum لگائیں اور حسب معمول بال جالیں۔

جس کے سر میں بفہ ہو اُس کی کنگھی کبھی استعمال نہ کریں۔ یہ مرض متعدی ہے۔ دوپٹہ یا ٹوپی یا کنگھی استعمال کرنا ہی غضب ہوجاتا ہے۔ جب بفہ کو آرام ہوجائے تو اپنی ایسی چیزیں جراثیم کش محلول سے دھوئے بغیر دوبارہ استعمال نہ کریں ورنہ شکایت عود کر آئے گی۔

جن کو اس کی شکایت رہتی ہو وہ روزانہ ایک چمچہ مچھلی کے تیل کا پی لیا کریں۔ یہ بڑی زود اثر چیز ہے۔

حسن افروز غذا

حسن کا انحصار بیشتر غذا پر ہے۔ یورپ میں تو کھانے پینے کا علاج جنون کی حد تک پہنچ گیا ہے یا تو ایسی غذا اختیار کی جاتی ہے جو دُبلا کردے یا ایسی جو موٹا بنائے۔ گاجروں آلوؤں شلغموں وغیرہ کا اُبلا ہوا پانی کون روزانہ پیتا رہے گا لیکن زیادہ غذا کا خیال بھی جنون ہے۔ ذیل کے قواعد پیش نظر رکھنے سے خوبصورتی قائم رہتی ہے (۱) چہرہ کی طرح اندرون جسم بھی احتیاط سے صاف کرتے رہنا چاہیئے۔ اور اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ ۲۴ گھنٹوں میں کم از کم چھ گلاس پانی پیئیں۔ اور کافی میوے سبزیاں بھی خوردنی اشیا کھائی جائیں (۲) غذا آہستہ آہستہ اور خوب چبا کے کھائیں۔ (۳) دن میں صرف ایک دفعہ گوشت کھائیں (۴) تلی ہوئی اشیاء سے پرہیز کریں کیونکہ یہ جلد کے لئے مضر ہیں۔ اُبلی ہوئی اشیاء سے خوبصورتی بڑھتی ہے (۵) نہایت صاف مصری یا بورا مٹھائی بڑھیا کیک اور پیسٹری بہت کم کھائیں مٹھاس کی خواہش خشک میووں مثلاً انجیر کھجور اور کشمش سے دور کی جاسکتی ہے (۶) زیادہ مصالحہ دار، اچار چٹنیاں اور پکا ہوا پنیر بالکل نہ کھائیں

(۷) تیز چائے، قہوہ اور تمباکو جیسی اشیا بہت ہی اعتدال سے استعمال کریں۔

خشک اور جھری دار جلد دودھ، ملائی، مکھن، بادام والی غذاؤں سے ٹھیک ہوجاتی ہے۔ تین پاؤ دودھ روزانہ چسکی سے پیا کریں۔ اس دودھ کو خوش نما مٹھائی میں تبدیل کرکے کھائیں۔ بہت چکنی جلد یا موٹی ہوجانے والی جلد ایسی غذا سے درست ہوسکتی ہے جو فضول اجزائے جسم کو چھانٹ دے۔ چھنا آٹا بھوسی دار کھائیں۔ سنگترہ کا عرق اور جو کا پانی سب مفید ہیں۔ سبز ترکاریاں کثرت سے کھائیں۔ البتہ ملائی اور مکھن اور چربی دار کھانے ترک کردیں۔ چھائیں اور مہاسے والے سنگترہ کا پانی، پیاز اور جھلسائی ہوئی ترکاریاں کھائیں۔ کچے ٹماٹر اور گاجر جلد اور خون کو صاف کرنے میں بے نظیر ہیں۔ ایک ماہر فن کی تجویز ہے کہ صبح ناشتہ سے گھنٹہ بھر پہلے ایک گلاس گرم پانی کا روزانہ پی لیا کریں اور دوسرا سونے سے گھنٹہ بھر پہلے۔ دوسری یہ ہے کہ سونے سے پہلے ایک چھا لیا کے برابر سمندر جھاگ yeast گرم دودھ کے گلاس میں حل کرکے پی لیا کریں حتی کہ جلد نکھر جائے۔

خانگی ٹوٹکے

تارپین اور السی کا تیل مساوی مقدار میں ملا کے پالش والے چوبی سامان پر ملنے سے اس میں چمک آجاتی ہے۔

اگر چہرہ گول ہو تو ٹیڑھی مانگ نکالیں۔ اس سے وہ لمبا معلوم ہوگا۔ بالکل بیضوی چہرہ پر بیچ کی مانگ زیب دیتی ہے۔

لیموں ایک چوڑی گردن کی بوتل یا مرتبان میں رکھ کے منہ تک پانی بھر دینے سے مدت تک تازہ رہتے ہیں۔

تین انڈوں کی سفیدی خوب پھینٹیں اور کسی ملائم کپڑے سے (اگر فلالین ہو تو زیادہ اچھا ہے) چہرہ کو لگائیں اور اسے خوب مل کے جذب کردیں۔ چہرہ بالکل صاف ہوجائے گا۔ کرسیوں کی چرمی نشست اور ایسی چیزیں انڈے کی سفیدی کی اس مقدار سے خوب صاف ہوجاتی ہیں۔

زہریلی مکھی بھڑ بچھو کے کاٹے پر پھٹکری گھس کے لگانے سے آرام آجاتا ہے۔

ایک ماشہ پھٹکری ۵ تولہ گلاب کے عرق میں حل کرکے ٹھنڈی جگہ رکھیں۔ دکھتی آنکھ، سرخی، دھند، کھٹک کے لئے پانچ پانچ بوندوں میں دو تین دفعہ ڈالیں۔

شہد و پھٹکری خوب ملائیں۔ اس میں روئی کی بتی بھگو کے کان میں رکھنے سے کان کی کھجلی اور اس کا بہنا جاتا رہتا ہے۔

کڑوا تیل ۵ تولہ پھٹکری ۲ ماشہ میں ملاکے بدن پر مالش کریں خارش جاتی رہے گی۔ دو ماشہ پھٹکری صبح و شام تازہ پانی سے کھانا درد گردہ کو دور کرتا ہے۔ ایک ماشہ صبح شام کھانے سے سیلان الرحم جاتا رہتا ہے۔ پھٹکری بہ حالت میں کھیل کرکے استعمال کریں۔ لیپ کرنے کے لئے کچی استعمال کریں۔

محمد ظفر

چائے سے تواضع

چائے کا استعمال کچھ اس کثرت سے رائج الوقت ہو رہا ہے کہ شاید ہی کوئی گھر تا ایسا ہوگا کہ جہاں صبح و شام چائے نہ پی جاتی ہو۔ طبقہ امرا تو درکنار غربا میں بھی اس کا عام رواج ہو رہا ہے۔ کہیں پیٹ بھر روٹی نصیب نہ ہو وہ بھی اگر دو وقت نہیں تو ایک وقت چائے ضرور پئیں گے۔ اگر چینی میسر نہیں تو قند سیاہ سے میٹھی کر کے یا نمکین ہی سہی۔ اور دودھ ملانے کے بجائے قہوے پر ہی اکتفا کریں گے مگر چائے پئیں گے ضرور۔ یہاں مجھے چائے کے حسن و قبح یا اس کے فوائد و نقصانات پر بحث کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ میرا روئے سخن موسم اور مناسب وقت اور موقع پر استعمال کرنے کی طرف ہے۔

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ خود کثرت کے ساتھ چاء پینے کے عادی ہیں۔ اور جو چاء کے عادی نہیں وہ بھی عموماً مہمان یا نووارد کی تواضع چائے سے کرتے ہیں حسب حیثیت اور مناسب لوازمات کے ساتھ مہمان کی چائے سے تواضع کرنا ایک نہایت اچھا طریقہ ہے مگر اسی طریقہ میں مناسب وقت اور موسم کا لحاظ رکھنا اور انتخاب کرنا کمال دانشمندی کہی جاسکتی ہے۔

بعض بی بیوں کو دیکھا گیا ہے کہ اگر موسم گرما میں کوئی مہمان دس گیارہ بجے یا ڈیڑھ دو کے قریب آنکلا ہے تو اس کے سامنے بطور تواضع چائے ہی پیش کریں گی حالانکہ گرمیوں میں پابند وقت اور چائے کے عادی لوگ ہمیشہ صبح چھ یا سات آٹھ بجے کے درمیان چائے پی لیتے ہیں۔ اور اسی طرح شام کی چائے چھ سے ساڑھے سات تک کیونکہ ان وقتوں میں تمازت آفتاب کم ہونے کی وجہ سے خنکی اور خوشگواری سی ہوتی ہے۔ اور چائے پینے سے تلخی نہیں معلوم دیتی۔

سردیوں میں صبح نو سے لے کر دس بجے تک اور شام کو چار سے پانچ چھ کے درمیان تک چائے پینے کا وقت ہوتا ہے۔ مگر برعکس اس کے اگر میزبان خاتون ڈیڑھ بجے دن کے کسی نووارد مہمان کے سامنے چائے پیش کریں تو وہ میزبان کی دلشکنی کے خیال سے قہر درویش بر جان درویش نامناسب وقت چائے پی تو لے گا مگر دل میں ضرور اس بے وقت چائے کی تواضع سے چیں بجبیں ہو کر میزبان خاتون کو چائے پلانے کے طریقہ سے ناواقف سمجھ کر اُس کے اس طریقہ کو پھوہڑ پن پر محمول کرے گا۔

ایسا ہی چلچلاتی دھوپ میں دوپہر کے وقت مہمان کی تواضع چائے سے کرنا نہایت غیر موزوں ہوتا ہے۔ ہاں البتہ اگر چائے پینے کے عین وقت پر کوئی مہمان آنکلے تو یا خود چائے پر مدعو کیا ہو تو چائے سے تواضع کرنا نہایت موزوں اور قابل تحسین طریقہ ہے کیونکہ چائے کے ساتھ ہم ہر طرح کے لوازمات بطور تواضع مہمان کے سامنے پیش کر سکتے ہیں بشرطیکہ چائے اپنے مناسب وقت پر پیش کی گئی ہو۔

ایسے وقت پر جبکہ چائے سے تواضع کرنا قرین مصلحت نہ ہو مہمان کی تواضع ہم دوسری اشیاء سے کر سکتے ہیں مثلاً اگر موسم سرد ہے تو مقوی خشک میوہ جات یا تازہ موسمی پھل۔ سخت گرمیوں میں تازہ فواکہات شربت لیمونیڈ لسی۔ ذودہ۔ برف وغیرہ حاصل کلام یہ کہ مہمان کی چائے سے تواضع غیر مناسب وقتوں میں کر کے چائے پلانے کے طریقوں سے ناواقف ہونے اور پھوہڑ پن کا خطاب حاصل کرنے سے ہمیں کو اجتناب کرنا چاہیئے بلکہ مہمان کی چائے سے تواضع موسم اور وقت کو ملحوظ رکھ کر کرنی چاہیئے۔

گ۔ ن بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل کپورتھلہ

سیر بین

توپ کی آنکھ

ایک جرمن شکاگو میں چھ سال ہوئے اپنی بیوی سمیت آیا اُس وقت سے برابر وہ توپ میں ایک بجلی کی آنکھ بنانے میں مصروف ہو اگر وہ کامیاب ثابت ہوئی تو توپ خانہ سے بہت سے آدمی ہٹا کے دوسری جگہ لگائے جا سکیں گے اور توپیں خود چلا کریں گی یہ آنکھ آسمان پر ۵۰ میل تک ہوائی جہاز کا تجسس کر سکیں گی اور ہوائی جہاز کے زد میں آجانے پر فوراً چل پڑا کرے گی۔ یہ آنکھ ہوائی جہاز میں بھی لگائی جا سکے گی۔ اس جہاز میں کسی آدمی کے بٹھلانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ وہیں سے وہ تصویریں کھینچ کھینچ کے ٹیلی وژن (برقی بصارت) کے ذریعہ بھیج دیا کرے گی۔

انگلی لانے کی آزمائش

آسٹریلیا کے شمال میں یک بڑا سا جزیرہ پاپوا واقع ہے جس کا دوسرا نام نیوگنی ہے۔ وہاں شادی کا ایک عجیب دستور ہے۔ لڑکی شادی سے پہلے نسبت کے امیدوار کو کسی آدمی کو مار کر اس کی انگلی لانے کو کہتی ہے وہ اُسے دھوئیں میں خشک کر کے گلے میں ڈالے رکھتی ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی اُمیدوار شوہر اپنے شکار کی تلاش میں جنگل میں بھٹک گیا۔ وہ بھوکوں مرجاتا۔ اتفاق سے ایک گاؤں کے آدمیوں کو وہ مل گیا اور بچ گیا۔ جب بدن میں جان آگئی تو پھر تلاش کو۔ ایک دریا عبور کرتے وقت وہ ایک مگرمچھ کا نوالہ بنتے بنتے بال بال بچا۔ آخر ایک بڑے گاؤں میں پہنچا۔ یہاں اُسے اپنا مطلب حل ہوتا نظر آیا لمبی لمبی گھاس میں چھپ کے وہ ایک آدمی کی گھات میں بیٹھا۔ وہ آیا لیکن اُس نے خود اُسے ہی اتنا مارا کہ وہ اُسے مردہ سمجھ کے چھوڑ گیا۔ آخر کسی خدا کے بندے نے اس کی دوا درمن کر کے اچھا کیا اس نے سوچا کہ اتنے پاپڑ بیل کے شاید وہ لڑکی کی نظروں میں قبول ہو جائے لیکن لڑکی بھی ضدی تھی اس نے اُسے رد کر دیا۔ اب وہاں کی حکومت کے سامنے یہ مسئلہ درپیش ہے کہ اس رواج کو منسوخ کیا جائے۔

بولتی تصویر والوں کی تنخواہیں

انکم ٹیکس کے کاغذات سے معلوم کر کے یورپ میں ان لوگوں کی تنخواہیں چھاپی گئی ہیں۔ جو بولتی تصویروں میں کام کرتے ہیں وہاں والوں کو غضب کی آمدنیاں حاصل ہیں۔

امریکہ میں ولیم رینڈولف ہرسٹ کو ۲۳۳۳۳۱۲۱ روپیہ سالانہ تنخواہ ملتی ہے جو سب سے زیادہ ہے۔ مایا ویسٹ کو ۱۳۰۲۲۲۰ روپیہ اس کے بعد مارین ڈریسلر کو ۳۳۰۱۳۰۹ روپیہ بنگ کروزبی کو ۱۳۴۴۵۰۰ روپیہ اور چارلس چپلن کو ۳۳۳۶۹۰ روپیہ تنخواہ ملتی ہے۔ تنخواہوں کا مندرجہ ذیل نقشہ ملاحظہ ہو۔

وارنر بکسٹر ۶۶۶۴۵۵۰۔ جو براؤن ۳۹۴۴۲۴۔ جینٹ گے نر ۱۰۲۱۵۲۴۔ سٹن لارل ۶۰۰۷۶۱۴۔ پال منی ۴ لاکھ۔ ایڈی کنٹر ۴ لاکھ۔ جیمس کیگنی ۴۴۰۷۲۵۶۔ آٹو ٹن ڈون ۳۰۰۰۰۰۔ چارلس بوائر ۴۳۵۱۰۶۔ فریڈ ایسٹئر ۳۴۱۰۰۰۔ ہیرلڈ لائڈ ۳۳۳۳۳۳۳۔ کیتھرن ہیپبرن ۳۴۱۰۹۰۔ جون بولز ۳۱۳۱۰۹۔ کے فرنسس ۳۰۰۱۰۶۔ رونلڈ کولمین ۲۰۰۰۰۰۔ کلاڈ کولبرٹ ۲۶۶۶۶۶ روپیہ۔

یہ آمدنیاں ۱۹۳۵ء کی ہیں اور بعض کا سال تمام جون ۱۹۳۶ء ہے۔

شاعر شادی نہ کریں

بغداد کے ایک شاعر نے جس کے اشعار محبت کے جذبات سے لبریز ہوا کرتے تھے اُس عورت سے شادی کر لی جس کی شان میں وہ اعلیٰ غزلیں لکھا کرتا تھا۔ اب وہ پچھتا رہا ہے اور اُس نے اپنے ہمعصر شاعروں کو تنبیہ کی کہ وہ ہرگز شادی نہ کریں کیونکہ شاعر اور اُس کی بیوی میں کبھی یگانگت و خوشنودی پیدا نہ ہوگی۔ شاعرانہ طبیعت شادی کے لئے بالکل نامنفد ہے۔ اس شاعر کی بیوی حال ہی میں اُسے چھوڑ کے چلی گئی ہے۔

لنکن کی ڈاڑھی

ابراہیم لنکن ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا مشہور صدر گزرا ہے۔ جب ۱۸۶۰ء میں اس کے انتخاب کا فیصلہ درپیش تھا تو حسب قاعدہ اس کی تائید میں اس کی تصویر کے ساتھ بیسیوں اشتہار جگہ جگہ چسپاں تھے! ایک گیارہ سالہ لڑکی نے اس اشتہار کو دیکھ کے کہا۔ ڈیر مسٹر لنکن۔ میرے خیال میں آپ ڈاڑھی کے ساتھ اچھے نظر آئیں گے۔ میں اپنے بھائیوں سے آپ کو رائے دلوا دوں گی بشرطیکہ آپ ڈاڑھی رکھ لیں۔ کیا آپ کے چھوٹی بچیاں بھی ہیں؟

چار روز بعد اُسے جواب ملا۔ مائی ڈیر گریس بیڈل۔ تمہارا ۱۵ تاریخ کا بہت پُرلطف خط ملا۔ مجھے افسوس ہے کہ میری کوئی بچی نہیں میرے تین بیٹے ہیں ایک ۱۷ سال کا۔ دوسرا نو سال کا تیسرا سات کا ہے۔ رہا ڈاڑھی کا معاملہ۔ کیا تمہیں اس کا خیال نہیں آیا کہ اگر میں نے ڈاڑھی رکھ لی تو لوگ اسے احمقانہ بناوٹ کہیں گے۔

لنکن صدر منتخب ہونے کے بعد اس لڑکی کے شہر میں آیا اور لوگوں کے ہجوم میں سے اس لڑکی کو آگے بلایا۔ وہ گاڑی میں اُتر کے اُس کے پاس بیٹھ کے کہنے لگا۔ گریسی۔ ذرا میری ڈاڑھی کو دیکھنا۔ میں نے محض تمہاری وجہ سے اُسے رکھ لیا ہے۔ اس کے بعد اُسے چوما اور چلا گیا۔ اس کے بعد وہ پھر اُسے کبھی نظر نہ آیا۔ اب یہ لڑکی ۸۸ سال کی ہو کے مری ہے۔

مزاج دانی کی کسوٹی

لٹریری ڈائجسٹ نے ایک بڑی مزیدار فہرست تیار کی ہے۔ چونکہ اس کے سوالوں کا صحیح جواب دے کے ہمیں اپنے مزاج کا بالکل ٹھیک پتہ نہ ملا اس لئے دلچسپی کے لئے وہ فہرست درج کی جاتی ہے۔ آپ بھی ایمان داری سے نشان بناتے جائیں۔

۱۔ کیا تم دن میں اکثر تصورات میں غرق ہو جایا کرتے ہو۔؟ ہاں نہیں

۲۔ کیا تمہیں اکثر شکستہ دلی ستایا کرتی ہے؟ ہاں نہیں

۳۔ کیا تم اپنے آپ کو عصبی مزاج (گھبرانے والا) سمجھتے ہو؟ ہاں نہیں

۴۔ کیا بعض مضامین پر تم جھلا اٹھتے ہو یعنی بھڑک اُٹھتے ہو؟ ہاں نہیں

۵۔ کیا علمی یا کاروباری دنیا میں اپنے سے بڑھے ہوؤں کے سامنے تمہیں اپنا ہیچ ہونا محسوس ہوتا ہے؟ ہاں نہیں

۶۔ کیا تم جھینپ جاتے ہو؟ ہاں نہیں

۷۔ کیا عاجز و ذلیل کرنے والے واقعات سے تمہیں صدمہ زیادہ دیر رہتا ہے؟ ہاں نہیں

۸۔ کیا تم منظر عام پر آتے ہوئے جھجکتے ہو؟ ہاں نہیں

۹۔ کیا کبھی تمہارے دماغ میں اندھیرا بھی چھا جایا کرتا ہے؟ ہاں نہیں

۱۰۔ کیا اپنے کام کرتے وقت لوگوں کے تمہیں دیکھنے سے خواہ کام بالکل ٹھیک ہی کیوں نہ کر رہے دماغ پر بوجھ معلوم ہونے لگتا ہے؟ ہاں نہیں

۱۱۔ کیا تمہیں اکثر تنہائی کی سی کیفیت معلوم ہوا کرتی ہے؟ ہاں نہیں

۱۲۔ کیا تمہارے جذبات آسانی سے مجروح ہو جاتے ہیں؟ ہاں نہیں

۱۳۔ کیا تم کسی اجنبی کو واقف کار سمجھ کے مخاطب کر کے اپنی غلطی محسوس کرنے پر بوکھلا جاتے ہو؟ ہاں نہیں

۱۴۔ کیا تم نے ایسا اکثر محسوس کیا ہے کہ وقت گذر جانے کے بعد ہی تدبیر سوجھتی ہے؟ ہاں نہیں

۱۵۔ کیا تمہیں اپنے غریب ادنیٰ ہونے کا خیال ستایا کرتا ہے؟ ہاں نہیں

۱۶۔ کیا کوئی خاص ثمما خیال آ کے تمہیں بار بار ستایا کرتا ہے ؟	ہاں	نہیں
۱۷ کیا تم میں اپنے اوپر بھروسہ کرنے کا مادہ نہیں ؟	ہاں	نہیں
۱۸۔ کیا کسی ملاقات یا دعوت کے موقع پر تم کسی بڑے یا اہم آدمی سے ملنے سے گریز کیا کرتے ہو ؟	ہاں	نہیں
۱۹۔ کیا تم بلا وجہ کبھی خوش کبھی غمگین ہو جایا کرتے ہو ؟	ہاں	نہیں
۲۰۔ کیا تمہیں ممکن الوقوع مصائب کا خیال دکھ دیا کرتا ہے ؟	ہاں	نہیں
۲۱ کیا تمہیں اس خیال سے کہ رستہ کے آدمی تمہیں دیکھ رہے ہیں تکلیف ہوتی ہے ؟	ہاں	نہیں
۲۲۔ کیا مجلسی موقعوں پر تم پیچھے ہٹ کے رہنے میں خوش رہتے ہو ؟	ہاں	نہیں
میزان	——	——

نشان لگا کے دونوں خانوں کو جمع کریں۔ اگر ہاں کے نشان سوا یا زیادہ ہوں تو تم باطنی طبیعت کے آدمی ہو یعنی خاموش اور تنہائی پسند۔ اوروں کو اپنے ساتھ لوٹے جانے کی بجائے خود آسانی سے دوسرے کے ساتھ ہو لیتے ہو۔ یعنی رہنما کی بجائے مقتدی ہو۔ گو خود ابتدا کرنے کی صفت تم میں نہیں لیکن تم ایک اعلیٰ ترین دماغ ثابت ہو سکتے ہو۔ اگر نہیں کی میزان سوا یا زیادہ ہو تو ظاہری آدمی ہو یعنی کارکن ہو۔ تم میں خود ابتدا کرنے کی صفت ہے اور جس چیز کے پیچھے پڑ جاتے ہو عموماً حاصل کر لیتے ہو۔ اگر برابر کی سی میزان ۔ ایا ۲ کسی طرف ہو تو ہموار طبع ہو یعنی تم میں سکون ہمدردی اور سمجھداری ہے۔ تم ارادہ قائم کر سکتے ہو مگر خاموشی سے کام کرنے کو ترجیح دیتے ہو۔ اور اس کے متعلق دھوم دھام پسند نہیں کرتے۔

اخبارات کی ابتدا

یہ عجیب بات ہے کہ جس طریقہ سے ایشیا میں اخبار کی ابتدا ہوئی اسی طرح یورپ میں اس کی بنیاد پڑی۔ آج سے تین سو برس پہلے یورپ میں کبھی کبھی لاطینی زبان میں سرکاری اعلان شائع ہوا کرتے تھے ان سے لوگوں کو خبر معلوم ہوا کرتی تھی اور ایسا سال میں دو دفعہ ہوا کرتا تھا۔ رومیوں کے عروج کے زمانہ میں یہی طریقہ مروج تھا کہ بازار میں کسی نمایاں جگہ کاغذ چپکا دیا جاتا اور لوگ اُسے پڑھ لیتے۔ ۱۳۵۰ء میں چینی حکومت نے پیکن سے چنگ پاؤ (پایہ تخت کی خبریں) کے نام سے ایک پرچہ نکالا اور یہ طریقہ زمانہ دراز تک مروج رہا۔ اس اخبار میں عام خبروں کی بجائے درباری خبریں ہوا کرتی تھیں۔ ایشیا میں یہی طریقہ شاہی درباروں میں جاری رہا ہے۔ وقائع نویس اپنے شقے بھیجتے تھے جو پڑھے جاتے تھے اور پھر وہ خبریں مشہور ہو جاتی تھیں۔ سولھویں صدی کے وسط میں وینس کی حکومت نے ایک ایسا پرچہ نکالا جو یورپ میں پہلا اخبار کہا جا سکتا ہے۔ یہ دستی لکھا ہوتا تھا اس میں دشمنوں بالخصوص ترکوں کے ساتھ جنگ کرنے کے حالات درج ہوتے تھے یہ انگلستان میں براڈسائڈ بلیٹ ایک ورق کا پرچہ نکلا۔ اس کا ایک پرچہ ۱۶۲۲ء کا موجود ہے۔ اس کے بعد ۱۶۸۵ء میں انگلستان میں لاطینی زبان میں ایک رسالہ نکلا چونکہ اس میں یورپی واقعات پر رائیں ہوتی تھیں اس لئے ایک ایک اشاعت کے ۲۵۰ صفحے ہوتے تھے۔ سال میں دو مرتبہ چھپتا تھا۔ لاطینی زبان اس لئے استعمال کی گئی کیونکہ یہی بین الاقوامی زبان تھی۔ اس کے بعد ۱۶۲۱ء تک انگریزی اخبار اس کے ہی نقش قدم پر چلتے رہے۔ ۹۔ اکتوبر ۱۶۲۱ء کو ایک ہفتہ وار اخبار نکالا۔ اس میں باہر کی خبریں ہی ہوتی تھی۔ انگریزی اخباروں پر شروع سے احتساب کا شکنجہ قائم تھا۔ پارلیمنٹ کے حالات چھاپنے ممنوع تھے۔ خلاف ورزی میں موت زندگی کا سوال تھا۔ ستر سال تک اخباری دنیا ان سختیوں سے جد و جہد کرتی رہی آخر کار اخبارات کو آزادی حاصل ہو گئی۔ انگریزی اخبارات ٹیٹلر اور سپکٹیٹر خاص طور پر موجودہ اخبار نویسی کے رہنما شمار کئے جاتے ہیں اور ان کی جلدیں اب تک محفوظ ہیں۔

شادی کے دس قواعد

جرمنی کے محکمہ صحت عامہ نے وزارت داخلہ اور نازی نسلی محققوں کے ساتھ مل کے دس احکام جاری کئے ہیں

جن کو شادی کے وقت پیش نظر رکھنا پڑتا ہے:۔

(۱) یاد رکھو تم جرمن ہو۔ (۲) اگر تمہیں نسلی صحت درست رکھنی منظور ہے تو کنوارے ہرگز نہ رہو۔ (۳) اپنے جسم کو صاف رکھو۔ (۴) اپنی روح اور دل کو صاف رکھنا چاہئے۔ (۵) صرف جرمن عورت سے ہی شادی کرو۔ (۶) رفیق حیات کے انتخاب سے پہلے اس کے اجداد کا حال معلوم کرو۔ (۷) بیرونی صحت کے لئے اولین ضرورت صحت کی ہے۔ اس بات کا مطالبہ کرو کہ تمہاری طرح تمہارا رفیق حیات طبی معائنہ کرالے۔ (۸) صرف طبیعت کی صورت میں شادی کرو۔ روپیہ قابل قدر ہے لیکن وہ آنی جانی چیز ہے اور اس سے پائدار و مستقل طبیعت حاصل نہیں ہوتی۔ فوری نشہ شباب کا بندہ محبت نہیں کہلاتا۔ (۹) کھلونا مت تلاش کرو بلکہ رفیق حیات۔ غرض کہ بغیر تفاوت محبت کے توازن کے لئے خطرناک ہے۔ (۱۰) جس قدر اولاد ممکن ہو اس کے آرزومند رہو۔

پھلجھڑیاں

ایک کتا کوئن میری (انگلستان) کا پاپ پیتا، ناچتا اور منہ سے باجہ کے ساتھ گاتا ہے۔ وہ تاش میں سے غلام کے پتے نکال دیتا ہے۔ بمبئی کے وکٹوریہ باغ میں ایک بندر رہتا ہے جو سگریٹ اور بیڑی شوق سے پیتا ہے۔ پائپ استعمال نہیں کرتا۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ایک شخص ... شکار ... ایک ... دماغ میں گولی لگ گئی۔ دماغ کا عمل جراحی ناممکن تھا دوسرے طریقوں سے علاج کر کے اچھا کر دیا گیا ... وہ ... بھول گیا ہے البتہ ... کر دیتا ہے۔ اسی طرح کسی رشتہ دار کا نام اسے یاد نہیں پہچان لیتا ہے۔

جزیرہ قبرص میں دلہنیں ۲۶ روپیہ سے لے کر ۱۳۰۰ روپیہ تک خریدی جا سکتی ہیں۔ وہاں کے اکثر غریب باشندے سب سے زیادہ بولی دینے والے کے ہاتھ اپنی بیٹیاں بیچ دیتے ہیں ... فلسطین کے عرب میں جو لڑکیوں کی خوبصورتی سے کھنچ کر وہاں سے اپنے لئے دلھنیں لاتے ہیں۔

رومانیا کے بعض قصبوں میں جب لڑکی شادی کے قابل ہو جاتی ہے تو دروازہ پر ایک پھول منقش کر دیا جاتا ہے تاکہ بیویوں کے متلاشیوں کو خبر ہو جائے۔

انگلستان میں ایک گرجے ... کی بارش ... ایک ... کھائی۔ ...

ایک عمدہ انجن دس لاکھ میل چلنے کے بعد ختم ہوتا ہے۔

بلبل کا گیت ایک میل کے فاصلے سے سنا جاتا ہے۔

گوالا دہگری کے سٹیشن ... جس کا عکس لیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کا دل داہنی طرف ہے بلکہ لگا ہوا ہے۔ دنیا میں یہی مثال دیکھنے میں آئی ہے۔

محمد ظفر

جلسہ انجمن خواتین دکن حیدرآباد دکن

بتقریب جشن سیمین مبارک، انجمن خواتین دکن کا ایک جلسہ بروز شنبہ، ۲۷ر فروری کو راجہ پرتاب گیرجی بہادر کی کوٹھی واقع شاہراہ عثمانی میں منعقد ہوا۔

مسز صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ کی تحریک اور مسز صوفی صاحبہ کی تائید پر عالیجناب محل نواب مہدی یار جنگ بہادر نے ازراہ کرم جلسہ کی صدارت قبول فرمائی۔ سب سے پہلے مس صوفی صاحبہ نے قرآن شریف کی چند آیتیں پڑہیں۔ پھر مسز صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ کی افتتاحی تقریر کے بعد عالی جناب صدر صاحبہ نے اپنا خطبۂ صدارت پڑھا۔ اس کے بعد بنت عبد الحمید صاحب نے عہد عثمانیہ پر اپنا ایک مضمون پڑھا۔ بشیر بیگم صاحبہ نے بھی مختصر سی تقریر کی حمیدہ علاء الدین صاحبہ اور محمودہ بیگم صاحبہ وصفیہ بیگم صاحبہ ومقبول بیگم صاحبہ نے نظمیں پڑہیں۔ بنت جمیل الرحمن صاحبہ نے وائلن اور محل سید محمد ہادی صاحب نے ہارمونیم بجایا۔ مسز گنگولی و مس گنگولی صاحبہ نے بنگالی مسز کرلوسکر نے مرہٹی اور مسز رام چندر نائک نے کنڑی گانے مزامیر کے ساتھ گائے۔ محبوبیہ گرلز اسکول کی لڑکیوں نے فارسی میں قومی ترانہ گایا۔ اس کے بعد مسز نندی صاحبہ نے حاضرین اور عالی جناب صدر صاحبہ کا شکریہ ادا کیا۔ پھر مسز صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ نے محکمہ اسلحی کا جس کا آزولی کو نذر کیا تھا نیز رانی صاحبہ راجہ صاحب پرتاب گیرجی رانی صاحبہ اجشام گیر بہادر محل علاء الدین جنا کا شکریہ ادا کیا۔ سب سے آخر میں ہمایوں نگر کے مدرسہ کی لڑکیوں نے ایک دعائیہ نظم پڑھی۔ شام کو سات بجے جلسہ بخیر و خوبی انجام کو پہونچا۔

مہمانوں کی خاطر لیمنیڈ سوڈے سے کی گئی۔

کوٹھی کو جھنڈیوں وغیرہ سے نہایت اچھی طرح آراستہ کیا گیا تھا۔

بیگم جمیل الرحمن

تقریر افتتاحی صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ

جناب صدر و دیگر بیگمات۔

سب سے پہلے میں حضرت اقدس و اعلیٰ کیلئے دعا کرتی ہوں کہ خدا ان کو سلور جوبلی مبارک کرے اور وہ دن لائے کہ ہم حضرت و اعلیٰ کی گولڈ جوبلی منائیں۔

حضرت اقدس و اعلیٰ نے عورتوں پر جو احسانات کئے ہیں اگر میں بیان انکو بیان کروں تو گھنٹوں لگ جائیں گے اسلئے مختصر کہوں گی۔

جب سے اعلیحضرت نے حکومت کی باگ ہاتھ میں لی ہے اس وقت سے عورتوں کی ترقی کا خیال ہے۔ اس لئے لڑکیوں کو لڑکوں کے ساتھ تعلیم دے رہے ہیں۔ خسرو دکن نے لڑکیوں کی تعلیم کے لئے ہر محلہ میں درسگاہیں کھولی ہیں زنانہ کالج بنوائے۔ محبوبیہ اسکول بنوایا تعلیم المعلمات قائم کروایا جس میں لڑکیاں تعلیم حاصل کرکے نوکری کر سکتی ہیں۔ کئی پروفیسر بھی بن گئی ہیں پچیس سال قبل استانیوں کا ملنا بہت مشکل تھا۔ شریف عورتیں نوکری کرنا عیب سمجھتی تھیں اب یہ تمام باتیں نہیں رہیں۔ لڑکیوں کو اسکالرشپ مل رہا ہے ہندو مسلمان عیسائی پارسی لڑکیاں یورپ جا رہی ہیں بی اے ایم اے ہو رہی ہیں۔ لیڈی ڈاکٹر بن رہی ہیں حیدرآباد میں پہلے زنانہ کلب نہ تھے اب زنانہ کلب بن گئے ہیں جن میں شہزادیاں تشریف لاتی ہیں پچیس سال قبل شہزادیاں سوائے اپنے شاہی خاندان کے کہیں آتی جاتی نہ تھیں۔ ہمارے روشن خیال بادشاہ نے شہزادیوں کو اجازت دے دی کہ زنانہ جلسوں میں شریک ہوں۔ شہزادی دُرّشہوار صاحبہ دام اقبالہا و شہزادی نیلوفر صاحبہ دام اقبالہا برابر جلسوں میں شریک ہوتی اور تقریریں کرتی اور جلسوں کی صدارت قبول فرماتی ہیں پچیس سال قبل بیوہ عورتیں عقد ثانی کرنا عیب سمجھتی تھیں۔ مگر اب حضرت و اعلیٰ نے اکثر بیوہ عورتوں کا

عثمانی کروا دیا ہے۔ پہلے ہسپتال میں عورتیں نہیں جاتی تھیں اور ڈرتی تھیں۔ مگر جب سے عثمانیہ ہسپتال بن گیا ہے۔ امیر غریب سب اس سے آرام پا رہے ہیں۔ حضرت اعلیٰ نے خود فضول رسوم ترک کر دیں۔ اس لئے امرا نے بھی فضول رسموں کو ترک کر دیا۔ ہم لوگ جس قدر حضرت اقدس و اعلیٰ کا شکریہ ادا کریں کم ہے۔ انجمن خواتین دکن کے مقاصد بھی اس موقع پر بیان کر دینے ضروری ہیں۔ یہ انجمن انیس سال سے قائم ہے اس کے مقاصد یہ ہیں۔

(۱) ہر مذہب و ملت کی مستورات کو خصوصاً غریب و شریف عورتوں کی جو کسی کے آگے دست سوال دراز کرنا معیوب جانتی ہوں ان کی مدد کرنا۔ مثلاً کسی کو صنعت و حرفت آتی ہے۔ لیکن کام کرنے کے لئے روپیہ نہیں ہے اس کی مالی امداد کرنا۔ خواستگار نوکری کو ملازمت دلوانا۔

(۲) غریب ناکتخدا لڑکیوں کی شادی میں امداد دینا۔

(۳) بیوہ عورتوں اور نادار لڑکیوں کو دستکاری سکھانا۔ معذور عورتوں کو ماہانہ امداد دینا۔

(۴) لڑکیوں کی شادی اس طرح سے کرنا کہ فضول رسوم ترک کر دیں۔ اور لڑکی کی عمر پندرہ سال سے کم نہ ہو۔

(۵) ملکی صنعت و حرفت کو ترقی دینا۔

(۶) خوشی و غمی کے موقعوں پر فضول رسوم ترک کرنا۔

(۷) آپس میں اتحاد و اخلاص پیدا کرنا تبادلہ خیال کرنا جذبہ حب الوطنی بلا خیال مذہب و ملت پیدا کرنا۔

اس انجمن نے بہت سے مفید کام کئے اور کر رہی ہے۔ ہر سال حضور خسرو دکن کی سالگرہ کی تقریب میں جلسہ ہوا کرتا ہے۔ میلاد النبی کا جلسہ ہوتا ہے۔ نمائش دستکاری ہر سال ہوتی ہے انجمن کے تحت میں سکول ہیں۔ اور جن میں غریب عورتوں کو ماہوار دی جاتی ہے۔ انجمن کی مالی آمدنی کم ہونے کی وجہ سے غربا کی مدد جس طرح ہونی چاہئے نہیں ہو سکتی۔ سرکار سے انجمن کو کوئی ماہانہ امداد نہیں ملتی۔ آخر میں اپنی تقریر دعا پر ختم کرتی ہوں

تقریر صدارت بیگم نواب مہدی یار جنگ بہادر

معزز خواتین!

جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے ہمارے بادشاہ اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں بہادر (خدا تعالیٰ ان کی عمر و اقبال میں ترقی دے) کے مبارک دور حکومت میں ہمارے ملک نے ہر طرح ترقی کی ہے۔ حکومت کے تمام سر رشتوں کے ساتھ ساتھ پبلک کے اداروں میں بھی نمایاں ترقی ہوئی ہے۔ اور ان ترقیوں میں مردوں ہی کا حصہ نہیں ہے بلکہ ہم عورتوں کی ترقی بھی اس مبارک عہد کی ایک یادگار خصوصیت ہے۔

شروع میں اس عام بیداری کا ذکر کرنا ضروری سمجھتی ہوں جو عہد عثمانی میں خواتین کے طبقے میں پیدا ہوئی ہے۔ اس مبارک دور کے شروع ہونے سے پہلے حیدرآباد میں عورتوں کی تعلیم عورتوں کی سماجی اور معاشی ترقیوں اور ان کی زندگی کو بہتر بنانے کے چرچے تک نہ تھے۔ برائے نام چند مدارس نسواں قائم تھے۔ لیکن ان کے لئے نہ اعلیٰ تعلیم کا کوئی انتظام تھا نہ گھریلو صنعتوں اور کارآمد فنون کے سکھانے کا بندوبست۔ ان کی کوئی انجمن یا سوسائٹی بھی موجود نہ تھی یہ اسی دور عثمانی کی برکت ہے کہ پچیس سال کے عرصہ میں (جس کی تکمیل پر ہم سب اپنے ہر دلعزیز بادشاہ کی سلور جوبلی منانے کی عزت و سعادت حاصل کر رہے ہیں) ہمارے طبقے میں بھی بڑی ہلچل پیدا ہو گئی ہے۔ بڑے اطمینان کی بات تو یہ ہے کہ نہ صرف مرد ہی ہماری ضرورتوں کو محسوس کر رہے ہیں بلکہ ہم خود بھی اپنی اصلاح و ترقی کی ہر طرح کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اس وقت ملک میں عورتوں کی ایک نہیں بہت سی انجمنیں اور سوسائٹیاں قائم ہیں جو خواتین کی خدمت اور اصلاح کے قابل قدر کام انجام دے رہی ہیں۔ مثلاً انجمن خواتین دکن۔ انجمن ترقی تعلیم و

تمدن نسواں وغیرہ۔ ہماری بیداری کی ایک تازہ اور روشن مثال وہ کامیاب کانفرنس ہے جو ہز ہائینس دی پرنس آف برار کی صدارت میں حال ہی میں ٹاؤن ہال میں ہوئی تھی

عہد عثمانی میں خواتین کی ترقی کا دوسرا پہلو تعلیم نسواں کی توسیع ہے۔ اس وقت ملک کے ایک ایک تعلقہ اور قصبہ میں لڑکیوں کی تعلیم کے لئے ابتدائی مدرسے قائم ہو چکے ہیں اور ان کی مدد سے ہمارے طبقے کی عام جہالت دور ہو رہی ہے۔ ضلعوں کی مستقر اور شہر حیدرآباد میں ثانوی تعلیم کے لئے بہت سے مدرسے قائم کئے گئے ہیں۔ ان مدرسوں کی پڑھی ہوئی لڑکیوں کو ایف۔ اے اور بی۔ اے کی تعلیم دینے کے لئے جامعہ عثمانیہ کے تحت ایک درجہ اوّل کا زنانہ کالج بھی قائم کیا گیا ہے۔ جہاں مختلف مضامین کی تعلیم کا بندوبست ہے۔ جامعہ عثمانیہ کو قائم فرما کر حضور پر نور نے لڑکوں کے ساتھ ملک کی لڑکیوں کے لئے بھی اعلیٰ تعلیم کا دروازہ کھول دیا ہے۔ معلمات کو تیار کرنے کے لئے چار مدرسے تعلیم المعلمات کے بھی قائم کئے گئے ہیں۔ لڑکیوں کے لئے طب کی اعلیٰ تعلیم کا بھی ملک میں انتظام موجود ہے۔ ان سہولتوں میں آئے دن ترقی ہو رہی ہے۔ اور ان کے لئے ہم جتنا بھی شکریہ اپنے محبوب بادشاہ کا ادا کریں کم ہے۔ اگر ہمارے ترقی کی یہی رفتار قائم رہے تو یقین ہے کہ ہم ترقی کے ایک اعلیٰ معیار پر پہونچ جائیں گے اور وہ دن دور نہیں ہے کہ حیدرآباد ترقی نسواں میں دوسروں کے لئے ایک مثال کا کام دے۔

یہ دور عثمانی ہی کی برکت ہے کہ اب ہمارے ملک میں بہت سی بی۔ اے کامیاب اور لائق خواتین موجود ہیں جو تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی پیش پیش نظر آتی ہیں۔ ہندوستان کے اکثر زنانہ رسالوں میں حیدرآبادی خواتین کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً ہماری محترمہ مسز ہمایوں مرزا کے بہت سے عمدہ مضامین میں نے مختلف رسالوں میں پڑھے ہیں۔ انھوں نے اور بعض دیگر خواتین نے مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ان اہل قلم خواتین میں بہت ممتاز مرحومہ طیبہ بیگم مسز خدیو جنگ بھی تھیں جنکی علمی قابلیت بہت مشہور تھی۔

عورتوں کی سماجی اور معاشی اصلاح کی کانفرنسوں میں جو ہر سال ہندوستان کے مختلف مقامات پر ہوتی رہتی ہیں ہمارے ملک کی خواتین برابر شریک ہوتی ہیں اور مفید تحریکیں پیش کرتی ہیں۔ خود ہمارے ملک میں ایسی کانفرنسیں ہر سال ہونے لگی ہیں اور ان میں مفید تحریکیں پیش اور منظور ہوتی ہیں۔

عورتوں کی صحت کو بہتر بنانے اور ان کی تفریح اور کھیلوں کے لئے بھی ہمارے ملک میں مختلف قسم کی مفید تحریکیں اسی عہد میں رائج ہوئی ہیں۔ میں یہاں صرف مرکز بہبودیٔ اطفال اور لیڈیز کلب کے نام لے لینا کافی سمجھتی ہوں۔

میں آپ سب کو مبارکباد دیتی ہوں کہ آپ نے اپنے ہر دل عزیز بادشاہ کی سلور جوبلی کی مبارک تقریب میں یہ جلسہ کرکے ثابت کر دیا ہے کہ آپ کو اپنے مہربان بادشاہ کی عنایات اور توجہات کا دلی اور قومی احساس ہے۔ میں دعا کرتی ہوں اور اس دعا میں آپ سب میری شریک ہوں گی۔ کہ خدا تعالیٰ ہمارے عالی مرتبت بادشاہ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ ان کے زیر عاطفت ہمارے ملک کی خواتین دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی رہیں۔ میری یہ بھی دعا ہے کہ اللہ تعالے حضور پر نور کے زیر سایہ شہزادگان والا تبار اور شہزادیان فرخندہ فال کی عمر و اقبال میں بھی روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

مرسلہ بیگم جمیل الرحمٰن

بزمِ عصمت

بزمِ عصمت میں صرف وہی خطوط شائع کئے جاتے ہیں

(۱) جن میں نمبر خریداری درج ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جس میں رسالے کے انتظامی امور یا مضامین کے بارہ میں کوئی بات نہ ہو (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے خوشخط لکھا ہوا ہو۔ ایڈیٹر

میں یہ خبر دلی مسرت کے ساتھ لکھتی ہوں۔ میری عزیز سہیلی۔ دنیائے ادب کی مشہور ادیبہ ماہر دستکار محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ جعفر مولفہ سوئی کا کام جواب بیگم سید لیاقت حسین میں ا کو اللہ پاک نے آٹھ دسمبر کو ننھی سی بیٹی عطا فرمائی۔ بہنوں سے التماس ہے وہ دعا فرمائیں کہ یہ ننھی جان اپنے والدین کے زیر سایہ پروان چڑھے اور اپنی ماں کے نقش قدم پر چلے۔ آمین ثم آمین۔

آنسہ صفیہ خانم۔ لاہور

میری عمر اس وقت ۱۸ سال کے قریب ہے۔ میری شادی کو دو سال ہوئے۔ شادی کے بعد سے آج تک میرے سر میں سخت درد ہے۔ اسی عرصہ میں مجھے ہسٹیریا شروع ہونے لگا تھا مگر اب چار ماہ سے بند ہو گیا ہے۔ پھر بھی اختلاج اکثر ہوتا رہتا ہے۔ دل کی حرکت کے ساتھ دماغ بھی ہر وقت ہلتا رہتا ہے۔ میرے سر میں اس قسم کا درد ہوتا ہے کہ۔ کنپٹیوں سے لگا کر سر کے اوپر کا حصہ دماغ و گدی تک سخت ٹپکن رہتی ہے۔ سر کو جس دم تکیہ پر رکھو دوسری سمت کوئی شے گرتی معلوم ہوتی ہے بال بالکل جھڑ گئے آنکھوں اور کانوں کو سخت نقصان پہونچ رہا ہے۔ درد کی شدت سے اکثر حرارت ہو جاتی ہے۔ عقل بھی بیکار ہو گئی ہے شب و روز بیکار پڑی رہتی ہوں کسی قسم کا کام نہیں کر سکتی۔ اس دو سال میں بہت سے یونانی و ڈاکٹری علاج کروائے۔ مگر سر کے درد کو بالکل آرام نہیں ہوتا۔ (نوٹ) میرا مزاج گرم ہے۔ گرم چیزیں اکثر بہت نقصان کرتی ہیں۔ کوئی بہن یا بھائی خدا ما کوئی مفید مشورہ دے کر یا نسخہ لکھ کر ممنون فرمائیں۔

ریحانہ جبین ناز جالسوی

مجھے ہندوانی ترکاریاں جو پوریوں کے ساتھ کھائی جاتی ہیں بیحد مرغوب ہیں۔ خاص کر آلو کی۔ اگر کوئی ہندو بہن اس سے واقف ہوں تو بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں بہت ممنون ہونگی۔ نیز ہندو کچوریاں جن میں دال بھری ہوتی ہے اور بہت زیادہ کرکری ہوتی ہیں ان کی ترکیب بھی ہمدردانہ فرمائیں تو باعث ممنونیت ہوگا۔

مسز حامد اللہ

گزشتہ سال میری داہنی آنکھ میں پڑ یا بعض جگہ پھنی کہتے ہیں نکلی تھی ڈاکٹر حکیموں کے علاج سے آرام ہو گیا لیکن میری آنکھ بہت کمزور ہو گئی ہے۔ تار کشی وغیرہ کا کام کرتی ہوں تو میری آنکھ پر زور پڑتا ہے اور سخت درد ہونے لگتا ہے اور ویسے بھی خشک درد اکثر رہا کرتا ہے۔ براہ عنایت کوئی بھائی یا بہن آزمودہ نسخہ تحریر فرمائیں ممنون ہونگی۔ منور بیگم بنت محمد علی

کوئی بہن جو فوٹوگرافی میں دخل رکھتی ہوں۔ خواہ خود یا اپنے وسیلہ سے بذریعہ عصمت مجھے چند باتیں بتائیں اور ممنون فرمائیں۔

(۱) فوٹوگرافی شروع کرنے والوں کے لئے فولڈنگ یعنی بند ہونے والا کیمرہ کم سے کم کس قیمت کا اور کون سی کمپنی کا خریدنا چاہئیے

(۲) ایسے کیمرہ کے متعلق کیا خیال ہے جس سے سولہ تصویریں ساتھ لی جا سکتی ہیں۔ مجھے صرف کفایت مد نظر ہے بقیہ آپ بتائیں۔

(۳) اردو خواہ انگریزی میں مجھے ایسی کتاب درکار ہے جو دراصل مفید ثابت ہو۔ ملنے کا پتہ بتائیں۔ (ایک طالبہ)

کوئی بہن حیدرآباد دکن سے بریانی اور کوفتے انڈے والے پکانے کی ترکیب رسالہ عصمت کے ذریعہ مطلع کریں

خریداری نمبر ۳۱۴۴ ۵۲۔

کوئی بہن یا بھائی فن خیاطی پر بہترین کتاب دستیاب ہونے کے پتہ سے بذریعہ عصمت آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں۔ بہتر ہو کہ کتاب اردو میں ہو ورنہ انگریزی کا ہی سہی۔ بیگم سید مشتاق علی

رسالہ عصمت کے ماہ مارچ کی اشاعت میں ایک بہن نے جن کا خریداری نمبر ۴۴۴۵ ہے۔ انہوں نے جھائیوں کی تکلیف کا ذکر کیا ہے۔ جھائیوں کے لئے پیلیس وانشنگ کریم استعمال کریں۔ انشاءاللہ خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔ یہ کریم بمبئی میں۔ بی وی پاؤڈر کمپنی عبدالرحمٰن اسٹریٹ بمبئی ملک سے مل سکتا ہے۔

خریدار نمبر ۲۲۳

عصمت مارچ میں ایک بہن خریدار نمبر ۴۴۴۵ نے اپنے چہرہ کی جھائیاں دور کرنے کے لئے کوئی نسخہ یا کریم دریافت کی ہو بہن صاحبہ اپنے چہرہ پر افغان اسنو لگائیں۔ میری ایک عزیزہ کے چہرہ پر بھی جھائیاں بہت پڑ گئی تھیں کئی چیزیں لگائیں کچھ نہیں ہوا لیکن افغان اسنو کے استعمال سے بہت جلد دور ہو گئیں اسنو تمام چہرہ پر لگا کر انگلیوں سے مالش کیجئے۔ جہاں جھائیاں ہیں وہاں زیادہ لگا کر چند منٹ مالش کریں۔ روزانہ مسلسل استعمال سے امید ہے کہ بہت جلد دور ہو جائیں گی۔

خریدار نمبر ۴۵۶۹ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ اپنے بال سکہ کاکائی اور میتھی سے دھوئیے۔ سکہ کاکائی ایک قسم کی سرخ پھلی ہوتی ہے۔ جس میں کالے بیج ہوتے ہیں۔ سر دھونے سے چند گھنٹے پیشتر تھوڑی میتھی اور سکہ کاکائی بھگوا دیجئے۔ جب وہ خوب بھیگ جائے تو سکہ کاکائی کے بیج نکال کر اسی پانی سے جس میں وہ بھیگی ہے مع میتھی کے پسوائیے۔ باریک پسوا کر سر دھو لیجئے۔ ناریل کا تیل بدستور استعمال کیجئے۔ بال فوراً گرنا بند ہو کر نہایت چمکیلے اور دراز ہو جائیں گے۔ مندرجہ بالا چیزیں پنساری یا عطار کی دوکان پر دستیاب ہو سکتی ہیں۔

بنت سید خواجہ رحمت اللہ

ر۔س۔ صاحبہ امرتسر نے ایک تیر بہدف دوا ملیریا کی ماہ مارچ کے عصمت میں درج فرمائی ہے۔ ان کے ایثار اور جذبہ ہمدردی عوام الناس سے میں بہت خوش ہوا۔ کاش دوسرے لوگ بھی ان کے اس جذبۂ ایثار کی تقلید فرماتے رہیں۔ موصوفہ براہ کرم اس دوا کی ترکیب استعمال بھی تحریر فرمائیں۔ عموماً بخار کی حالت میں کوئی دوا مریض کو نہیں دی جاتی ہے۔ سوائے اس صورت میں جبکہ مریض کا درجہ حرارت بڑھ رہا ہو اور پسینہ نہ آتا ہو تو صرف پسینہ لانے کے لئے کوئی دوا دی جاتی ہے۔ پھر آئندہ بخار روکنے کے لئے دوائیں دی جاتی ہیں جو عموماً کونین یا مثل کونین کے کوئی دوسری دوا ہوتی ہے۔ لہٰذا ر۔س صاحبہ مطلع فرمائیں کہ یہ دوا صرف کونین وغیرہ کی جگہ استعمال کرنے کے واسطے ہے یا پسینہ لانے کے لئے۔

جعفری

درشہوار صاحبہ:۔ یاد فرمائی کا شکریہ تجویز مطلوبہ پیش خدمت ہے۔ بھنے ہوئے چنے چھیل کر نو تولہ تول لیں۔ اسی کے برابر عمدہ صاف گرد قند سیاہ (تول لیں اور دو تولہ مرچ سیاہ لیں۔ تینوں کو ملا کر ہاون دستہ میں کوٹ کر باریک تار دں کی چھلنی میں چھان کر رکھ لیں اور روزانہ صبح نہار منہ ایک تولہ کھا لیا کریں اسی طرح ایک تولہ رات کو سوتے وقت۔ لیکن اس کے ساتھ پانی یا کوئی سیال چیز مثلاً چا یا دودھ وغیرہ بالکل نہ پئیں۔

خریدار نمبر ۵۷۹:۔ یہ ایک مرض ہے جس کا نام مرض خضر ہے۔ اس مرض میں یا تو خون کے سرخ دانوں کی تعداد گھٹ جاتی ہے یا سرخ دانوں کی سرخی کم ہو جاتی ہے۔ اس کے اہم اسباب یہ ہیں۔ رنج و غم فکر و تردد۔ کثرت محنت دماغی۔ امراض مخصوصہ نسوانی بدہضمی۔ قبض وغیرہ۔ بہر حال اصل سبب کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔ عام علاج میں یہ تجویز مفید ہو سکتی ہے۔ خبث الحدید مدبر بقدر ایک چاول۔ زعفران سائیدہ بقدر دو چاول دونوں کو ملا کر ایک پیالی دودھ کے ساتھ صبح کھا لیا کریں۔ دوپہر کو انار شیریں سرخ ایک عدد کھائیں۔ رات کو سوتے وقت چار تولہ گلقند خانساز جو گلاب کے سرخ پھولوں سے بنایا گیا ہو ٹھنڈے پانی میں پیس کر بغیر چھانے پی لیا کریں۔ ایک دو مہینے برابر اسی طرح استعمال کریں۔ اگر شام کو عرق مرکب مصفی خون دس تولہ میں شربت عناب تین تولہ ملا کر پی لیا کریں تو تجویز بہت زیادہ مفید ہو گی۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں دستند طبیہ کالج دہلی اجادوہ

دوربین

دنیا کی سیاسی حالت

اطالیہ نے جنگ حبش کے اس زمانہ میں جب کہ برطانیہ وغیرہ نے اس کے خلاف زبانی جمع خرچ اختیار کر رکھا تھا بحر جزیرہ پونٹے ریلیا کی قلعہ بندی کر لی ہے۔ یہ جزیرہ انگریزی جزیرہ مالٹا کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ اس کے قلعہ بند کر دئے جانے سے مالٹا بہت کچھ بے کار ہو گیا ہے۔ اب اطالوی حکومت نے ایک حکم جاری کیا ہے کہ کوئی ہوائی جہاز اس کے آٹھ میل کے اندر نہ اڑے۔ بحیرہ روم میں برطانیہ کے مقابلہ میں اطالیہ کی پبلک اور اقتداری صورت ہے۔

افواہ گرم ہے کہ فلسطین کے دو ٹکڑے کئے جائیں گے۔ خالص عربی حصے امیر عبداللہ کو دے دئے جائیں گے اور باقی سارا ملک برطانوی مقبوضہ ہو جائے گا۔ برطانیہ نے فلسطین پر اپنے مفاد کی خاطر قبضہ کیا تھا۔ اب اطالیہ کی طاقت روز افزوں ہونے سے انگریزی حکومت سخت خطرے میں پڑ گئی ہے۔ حیفہ کی بندرگاہ میں برطانوی ہندوستانی آسٹریلوی اور مشرق اقصیٰ کے ہوائی جہاز آ کے ٹھہرتے ہیں اور یہیں موصل سے تیل نلوں کے ذریعہ آتا ہے۔ یہ مقام اب بحیرہ روم کے مشرقی حصہ پر برطانوی اقتدار کے قیام کے لئے نہایت اہم ہو گیا ہے۔ کیونکہ جزیرہ مالٹا بے کار ہو گیا ہے۔ اور سکندریہ اس کی جگہ مستحکم نہیں کیا جا سکتا۔ مصر پر برطانوی اقتدار کم ہو جانے سے فلسطین پر برطانیہ اپنی گرفت مضبوط کرنا چاہتا ہے جو اس تقسیم سے ممکن ہو جانے گی

ہٹلر کی نظریں زیکوسلاویکیہ پر جمی ہوئی ہیں۔ ۱۲ مئی سے ۵ جون تک خطرہ کا زمانہ ہے۔ ان دنوں وہاں جھگڑے برپا کر دینے کا انتظام کر دیا ہے۔ اس ملک میں جس قدر نازی ہیں وہ سب بغاوت کر دیں گے۔ برطانیہ اپنی تاجپوشی کی رسوم میں لگا ہوگا اور اسے ادھر توجہ کرنے کی فرصت بھی نہ ہوگی۔ فرانس نے وعدہ کر لیا ہے کہ وہ اس ملک کی ہر طرح مدد کرے گا۔ کیونکہ جرمنی کا وسط یورپ میں ذرا بھی زمین حاصل کر لینا فرانس کے مقابلہ میں اسے غیر مفتوح بنا دے گا۔ روس صرف سامان جنگ براہ رومانیہ بھیجدے گا۔ ہٹلر جرمنی میں جنگی تیاریاں کر رہا ہے۔

ہسپانیہ میں دونوں فریق بدستور مصروف پیکار ہیں۔ اسی ہزار اطالوی اور چالیس ہزار جرمنی باغیوں کی طرف سے لڑ رہے ہیں۔ مجریلیا پر باغیوں نے زور و شور سے پھر حملہ جاری کر دیا ہے۔ اس شہر کا بہت سا حصہ برباد ہو چکا ہے۔ مجریلیا کے محاذ ہی پر ۲۵ ہزار اطالوی موجود ہیں۔

فلسطین میں بے چینی پھر نمودار ہو گئی ہے۔ یہودی اور ان کے طرفدار حکومت پر جنگی قانون نافذ کر دینے کے لئے زور دے رہے ہیں۔ انگریز فوجی تدابیر سوچ رہے ہیں۔

افغانستان کی جدوجہد

سردار محمد ہاشم خاں وزیر اعظم افغانستان لندن ایک خاص غرض سے گئے تھے۔ وہ افغانستان کے لئے کراچی کے شمال میں ایک بندرگاہ قائم کرنے کے لئے ساحل اور قطعہ زمین مانگتے تھے اور بدلہ میں انگریزوں کو اپنے ملک میں منگانیز لوہے اور سونا چاندی کی کانوں میں جن میں اب تک کبھی کام نہیں کیا گیا اپنی قسمت آزمانے کا موقع دیتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ملک کا مال اور خام پیداوار اب تک قافلوں کے قدیم راستہ سے باہر جاتا ہے۔ بندرگاہ مل جانے سے وہ مال آسانی سے یورپ و امریکہ کو بھیجا جا سکے گا۔

انھوں نے فرانس اور جرمنی میں جاکے بہت سی نئی کلیں خریدی ہیں۔ بدلے میں وہاں جرمنی کو چند صنعتیں قائم کرنیکی اجازت دے دی گئی ہے۔ انھوں نے ترکی سے بھی دوستی کا معاہدہ کرلیا ہے۔

مسلمان عورت کی بہادری

ضلع پشاور کے ایک گاؤں میں ایک مسلمان کسان باہر جاتے ہوئے اپنی بیوی سے کہہ گیا کہ کواڑ بند کرلو ایسا نہ ہو کہ کوئی چور اندر گھس آئے۔ بیوی نے اتنا تساہل کیا کہ بچہ کو لوری دے رہی تھی وہ سوگیا تو اٹھی۔ اس اثنا میں ایک چور اندر داخل ہوچکا تھا جس کے پاس تلوار تھی۔ عورت دروازہ بند کرنے نہیں پائی کہ وہ تلوار کھینچ کے کھڑا ہوگیا کہ گھر میں جو کچھ زیور روپیہ ہے دے ڈالو۔ عورت نے کہا کہ گھر سے ابھی نکل جا ورنہ تیری خیر نہیں۔ اس پر چور مقابلہ کے لئے آمادہ ہوگیا۔ عورت نے ایک کلہاڑی جو وہیں رکھی تھی اٹھا کے چور کا مقابلہ کرنا شروع کیا۔ چور نے دوڑ کے اس کے بچہ پر تلوار کا ہاتھ چھوڑا اور اس کے دو ٹکڑے کرڈالے۔ لیکن عورت نے بڑھ کے اس کی گردن پر کلہاڑی ماری کہا جاتا ہے کہ چور وہیں ڈھیر ہوگیا۔ خاوند جب گھر آیا تو وہ زخموں سے چور تھی۔ اس کے آتے آتے وہ اس کے سامنے بے ہوش ہوکے گر پڑی۔

وقف کا قبضہ غیر ضروری

عدالت عالیہ مدراس نے ابھی ایک فیصلہ کیا ہے جس میں قرار دیا کہ وقف کے لئے قبضہ دیا جانا ضروری نہیں۔ اس مقدمہ میں وقف کنندہ نے کچھ جائداد ربیع الاوّل کے پہلے بارہ دنوں میں مولود شریف کرنے اور اس موقع پر مسکینوں کو کھانا کھلانے کے لئے وقف کی اور اپنی بہن کو اس کا متولیہ بنایا تھا۔ آمدنی میں سے جو کچھ بچے وہ بہن یا اس کے ورثا کو ملتا تھا۔ بعد میں اس شخص نے یہی جائداد دس ہزار روپے میں رہن کردی۔ عدالت کے ذریعہ جب قبضہ لیا جانے لگا تو متولی نے عذر کیا کہ یہ تو وقف ہے چنانچہ یہ عذر مان لیا گیا۔ اس پر ان سب پر رہن لینے والے نے دعویٰ کیا۔ چنانچہ عدالت عالیہ نے طے کیا کہ موپلا شافعی قانون کے پابند ہیں جس کی رو سے وقف کا قبضہ دیا جانا ضروری نہیں۔ اور حنفی قانون میں بھی امام ابو یوسف کی یہی رائے ہے۔ اور ان کی رائے امور شرعی میں عدالت ہائے عالیہ زمانہ حال کے مطابق ہونے کی وجہ سے قبول کرتی رہی ہیں۔

عربوں کو خوف

ترکوں کے استقلال کی وجہ سے فرانس نے شام کے اضلاع سکندرونہ اور انطاکیہ ترکوں کو ایک طرح دے ہی دئے۔ اب عرب ناخوش ہیں کہ برطانیہ نے ترکوں کو محض خوش کرنے کے لئے فرانس پر دباؤ ڈال کر یہ اضلاع دلوائے ہیں۔ انگریز اطالیہ سے خوفزدہ ہیں اور ترک بھی یہی کہتے ہیں کہ سکندرونہ پر اگر اطالیہ کا قبضہ ہوگیا تو ان کا ملک غیر محفوظ ہوجاتا ہے۔ انگریزوں کو خیال ہے کہ اس سے ہنوز حیفہ اور نہر سوئز خطرہ میں پڑجائے گی۔ عرب کہتے ہیں کہ ترک اب حلب اور موصل کا مطالبہ کریں گے۔ وہ عربوں سے جنگ عظیم کی بغاوت سے ناراض ہیں اس لئے وہ اپنا اثر پھیلا کے بدلہ لینا چاہتے ہیں۔

تاروں کا جھرمٹ

تمباسونی کالج مناپلے کا پرنسپل ڈاکٹر کرنس ہندو ہوگیا اور نام چیتی جیارام رکھ لیا مگر سناتنی اسے اصلی ہندو کا درجہ نہیں دیتے۔ وہ کہتے ہیں کہ روحانی طور سے اسے ہندویت کا نفع پورا حاصل ہوگا مگر چار ورنوں میں اس کا کوئی درجہ نہیں۔ ورن کا ہندو اسی میں پیدا ہونا چاہئے

اطالوی وائسرائے حبش گرزیانی پر عدیس ابابا میں بم پھینکا گیا جس سے وہ قدرے زخمی ہوگیا۔ ایک اور اطالوی جنرل زیادہ زخمی ہوا۔ دو ہزار حبشی شبہ میں پکڑے گئے جن میں سے چند سو چھوڑ دئے گئے باقی سب کے گولی مار کے خوفناک انتقام لیا گیا۔

اس کے علاوہ قتل عام ہوا اور بہت سی جائدادیں تباہ کردی گئیں۔ شاہنشاہ حبش کا داماد راس دستہ جو اب تک اطالیوں سے لڑ رہا تھا ایک جگہ پکڑا گیا۔ اسے ایک ہفتہ کی مہلت دی گئی کہ اطاعت مان لے۔ انکار کرنے پر اسے گولی ماردی گئی۔ اس طرح حبش کا ٹوٹا پھوٹا مقابلہ بھی ختم ہوا۔ راس عمرو کو کسی جزیرہ میں نظر بند کیا جائے گا۔

اپریل ۱۹۳۶ء سے کھانڈ کا ٹیکس دس آنے فی ہنڈرایٹ (ا من ۶ ۱ سیر) سے ایک روپیہ پانچ آنے اور دانہ دار مصری پر ایک روپیہ پانچ آنے سے دو روپے ہو جائے گا۔ ڈاکخانہ میں پیکٹ آئندہ ۲½ تولہ دو پیسے میں جائے گا اور ہر زائد ڈھائی تولہ پر ایک پیسہ گھٹتا جائے گا۔ دو آنے والا پارسل اڑا دیا جائے گا۔ آدھ سیر یا کم وزن کے پارسل پر ۴ آنے لگیں گے۔

انقرہ کی یونیورسٹی میں سنسکرت کا ایک استاد مقرر ہے۔ وہ آج کل ہندوستان میں سنسکرت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے آیا ہوا ہے۔ آج کل آٹھ طلبا وہاں سنسکرت پڑھ رہے ہیں۔

سہارنپور کے ایک مسلمان ممبر کمیٹی سابق وکیل سرکار کو چھوٹے کیکوں کا پارسل مراد آباد سے آیا۔ سہ پہر کی چائے کے وقت اس نے اپنے تین بیٹوں سمیت انہیں کھایا۔ بیوی نے ایک کھا کے تھوک دیا۔ چند منٹ میں ان کی حالت بُری ہو گئی اور مر گئے۔ بیٹوں کی عمر ۲۲ - ۸ - ۵ سال تھی۔ بیوی بچ گئی۔ ایک پارسل اس کے داماد اور دوسرا ایک اور بیٹے کے نام تھا۔ وہ شہر سے باہر تھے اس لئے انہیں نہ دئے جا سکے اور وہ بچ گئے۔

مشہور طیارہ عورت ایمی جانسن نے تالیسن دوسرے ہوائی جہازران سے کئی سال ہوئے شادی کرلی تھی۔ دونوں نے نئے نئے ہوائی کارنامے انجام دئے تھے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ دونوں جلدی طلاق لے کے الگ ہو جائیں گے۔ وجہ یہ ہے کہ دونوں کے اغراض زندگی میں بعد المشرقین ہے۔

وزیرستان کی طرف پھر انگریزی فوجوں نے نقل و حرکت شروع کر دی ہے۔

اوکسفورڈ یونیورسٹی نے اپنی ساری ڈگریوں کے حصول کی عورتوں کو اجازت دے دی ہے۔ چنانچہ اب وہ الٰہیات میں بھی کامل ہوا کریں گی۔

انگلستان میں دو میاں بیوی کو چھ ماہ قید سخت کی سزا اس جرم میں ملی ہے کہ وہ دونوں اپنے تین سالہ اور ایک سالہ بچوں کی پرورش میں غفلت بلکہ بے رحمی برتتے تھے۔ وہ سب ایک گندے کمرہ میں رہتے تھے۔ جب بچوں کو یتیم خانہ میں لیجا کے نہلایا گیا تو بدنوں پر بہت سی چوٹوں کے نشان ملے۔ علاوہ ازیں انہیں غذا کم اور لباس خراب ملا کرتا تھا۔

کلکتہ یونیورسٹی کے اس دفعہ کے انٹرنس کے امتحان میں ۲۷½ ہزار امیدوار شریک ہوئے ہیں۔ اتنے امیدوار پہلے کبھی ہندوستان بھر میں اس امتحان میں نہیں بیٹھے۔

نورپور ضلع کانگڑہ کی عدالت دیوانی میں ایک مسلمان عورت نے اپنے شوہر پر فسخ نکاح کا دعویٰ اس بنا پر کیا کہ وہ اسلام ترک کرچکی ہے۔ اب ایک اسلامی انجمن کی کوشش سے بیرون عدالت مقدمہ اس طرح طے ہو گیا کہ شوہر نے زر مہر اور خرچ نفقہ مجرا دے کر باقی رقم کے بدلے میں بیوی کو طلاق خلع دیدی۔ اور عورت نے ارتداد سے توبہ کرلی۔

جہلم کے مرکز میں ایک لڑکی انٹرنس کے امتحان میں شریک تھی۔ اس کے پاس سے کچھ تحریری مصالحہ برآمد ہوا جس کی بنا پر اسے ہال سے نکال دیا گیا اور بعد میں اسے تین سال تک امتحان میں شریک نہ ہونے کی سزا دی گئی۔ وہ ایک مدرس کی بیٹی ہے۔

ضرورت رشتہ

ایک معزز لینڈلارڈ کی صاحبزادی "خوبصورت"
تعلیم یافتہ امور خانہ داری سے پوری واقفیت
رکھنے والی کے لئے ایک ایسے لڑکے کی ضرورت ہے
جو شریف تعلیم یافتہ اور معقول جائداد رکھتا ہو یا کسی
پروانشیل سروس میں ملازم ہو معقول جہیز دیا جائیگا
معرفت رسالہ عصمت دہلی خط وکتابت کریں

ضرورت شادی

میرے ایک نہایت معزز خاندان کے
نوجوان دوست کو جو سرکاری ملازمت میں ایک
اچھے عہدے پر ممتاز ہیں اور نہایت معقول آمدنی
رکھتے ہیں کسی شریف اور معزز خاندان کی خوبصورت
سلیقہ مند تعلیم یافتہ (کم ازکم اردو داں) لڑکی سے
رشتہ شادی کی ضرورت ہے۔ میرے دوست نہایت
تعلیم یافتہ طاقتور شریف النفس اور خلیق انسان ہیں
خواہشمند اصحاب ذیل کے پتہ پر خط وکتابت کریں۔ تمام
خط وکتابت صیغہ راز میں رکھی جائیگی۔ ایم والی۔ احسن
معرفت۔ ایڈیٹر عصمت دہلی۔

خوبصورت لڑکی

جس کا چہرہ کچھ دنوں پہلے نہایت پاکیزہ حسین خوبصورت تھا وہ
اب جھائیوں مہاسوں سے بدنما ہو گیا ہے۔ اس سے بہت پریشان
رہتی تھی لیکن اب وہ بہت خوش نظر آتی ہے جب سے اس نے
(رجسٹرڈ) کا استعمال کرنا شروع کر دیا ہے

پریجمال صابن

کیونکہ اول تو یہ صابن دہلی کے حکیم صاحب
کی ایجاد قیمتی اجزاء اور نفیس خوشبوؤں سے تیار کیا گیا ہے خوبصورتی
پیدا کرنے والا خوبصورتی خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کو پیاری ہے
حسین خوبصورت چہرہ خدا کو بھی پیارا ہے پریجمال صابن خوبصورتی حاصل
کرنے اور موجودہ خوبصورتی قائم رکھنے اور جھائیوں مہاسوں کو دور کرنے
کیلئے لاجواب اور بینظیر صابن ہے ہر قسم کے داغ دھبے دور کر دیتا ہے
فی بکس تین ٹکیہ صرف (۱۲؍) اور مع صابن دانی ایک روپیہ (عہ)

زنانہ سنگھار بکس

(رجسٹرڈ) یہ بکس مستورات کی زینت بڑھانے
اور زنانہ سنگھار کیلئے تیار کیا گیا ہے
بکس دہلی کا اور آئینہ لگا ہوا ہے اس بکس میں پانچ چیزیں اور انعام
ہو (۱) انہیں۔ صابن ایک ٹکیہ (۲) پری بہار تیل شیشی ۲ تولہ (۳) خوشبو
مستی شیشی ۱ تولہ (۴) پان کی بہار ڈبیہ (۵) ایک دو صابن ٹکیہ انعام
نور نظر انعام قیمت صرف ایک روپیہ تمام چیزیں علیحدہ خریدا ...

پیرس پوڈر معہ گپھا

نفیس خوشبودار پوڈر پریجمال صابن
ملنے کے بعد اگر لگایا جائے تو چہرہ
مثل چاند کے چمکنے لگتا ہے۔ فی ڈبہ معہ گپھا صرف (۱۲؍)

گالوں کی سرخی

جب آپ صابن سے منہ دھو لیں
اور پوڈر لگالیں تب یہ ہلکی ہلکی سرخی
لگائیں پھر اپنا چہرہ ملاحظہ فرمائیں۔ فی ڈبیہ (۶؍)

حکیم محمد یعقوب خاں مالک دواخانہ
نور تن بہار نازی دواخانہ شہر دہلی

بمبئی

زرین موقع — رائل کمیشن کمپنی کا شاندار آسان اور دلچسپ — زرین موقع

معمہ نمبر ۲

داخلے کی آخری تاریخ ۱۵ اپریل ۱۹۳۲ء

نتیجہ شائع ہونے کی تاریخ ... [illegible]

۵۰۰ روپیہ کے نقد انعامات حاصل کیجئے

پانچ سو روپے

اوّل انعام ۲۰۰ روپیہ بالکل صحیح حل کرنے والے کو۔ دوئم انعام ۱۰۰ روپیہ ایک غلطی کرنے والے کو۔ سوئم انعام ۴۰ روپے دو غلطی کرنے والے کو۔ چہارم انعام ۴۰ روپے جس کا صحیح حل سب سے پہلے دفتر میں موصول ہوگا۔ پنجم انعام ۲۰ روپے سب سے زیادہ حل بھیجنے والے کو۔

حل کرنے کا طریقہ

کوپن میں جملے اور اشارات دئے ہوئے ہیں ہر اشارے کا حل محض ایک لفظ ہے جس کے حروف جملے میں بالترتیب موجود ہیں۔ مثلاً نمبر ۸ میں آپ ہول موجود ہے جس سے پھول بنتا ہے جو اس کا صحیح حل ہے۔ زیر زبر اور پیش وغیرہ جملے جا بجا ... سکتے ہیں۔

شرائط ... غلطی حل ایک ... ایک ہی لفافہ ... میں ... حل جا ... سکتے ہیں۔ ... [illegible]

نمبر	جملے	اشارات	حل
۱	اس شہر کے دو ایک معزز اشخاص جن کی کہ ڈاکٹر گوبند نے جو کہ میرے ہمدرد ہیں اس کمپنی کے افتتاح کے مراسم ادا کئے۔	بیمار کو اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔	
۲	رحم دل بننے کی ہر ایک کو کوشش کرنا چاہئے۔	ایسا ہونا مقتضائے انسانیت ہے۔	
۳	اردو کے معمات جمل ہوتے ہیں۔ اس شکایت کو دور کرنے نیز آپ کی زبان میں علمی سرمایہ پیش کرنے کے لئے یہ کمپنی کھولی گئی ہے جس کا اصول صداقت اور ایمانداری ہے۔	بغیر اس کے بہت کام مشکل سے ہوتا ہے۔	
۴	بخار میں کھیرا کھانا اور ادھر اس میں پھر ... مضر ہے۔	... بہت قیمتی ہوتا ہے۔	
۵	شیخ صاحب ... ادھر ادھر ... نے ... کام ... دیا۔	... کلب ایسا ہونا چاہئے۔	
۶	بچوں کو چاہئے کہ قلم دوات درست رکھیں۔	... کبھی ... ہوتی ہے	
۷	آپ کو جاننا چاہئے کہ اس ... میں ... نہیں ہیں۔	... بغیر اس کے نہیں ہے۔	
۸	آپ ہول کیوں سکے۔	... سر پر ... سے ... رہتا ہے۔	

[illegible]

دی جوبلی پرائز سنڈیکیٹ دہلی

کی

انعامی اسکیم

ہزاروں روپیہ کے انعام

کی مفت تقسیم آپ کیوں حاصل نہیں کرتیں، وہ کچھ مشکل ہی نہیں، ہماری اسکیم پر عمل کیجئے جس کی بدولت ہزارہا اشخاص کو عمدہ، نفیس اور بیش قیمت تحائف مفت ملے ہیں

آپ کیا کیا حاصل کر سکتی ہیں جوبلی پرائز سنڈیکیٹ دہلی کی اسکیم کے مطابق خریدار بنانے پر آپ بہت بیش قیمت انعامات حاصل کر سکتی ہیں۔ مثلاً سائیکل مکمل، کیمرہ فوٹو، ریڈیو سٹ، پارکر ڈ و فولڈ، قالین ایرانی، ساڑھی بنارسی، ساڑھی بمبئی، دری فرشی، رگ ولایتی بالدار، ہارمونیم باجہ، گراموفون، بائیسکوپ کی مشین، منی کیمرہ سیٹ، سوٹ کیس چرمی ہولڈل رسٹ واچ گولڈ، پاکٹ واچ، کلاک امریکن، سوٹ ریڈی میڈ معہ اوورکوٹ، ٹیبل فین، گیس لالٹین، سیلنگ فین، سوفسٹ آئس فریزر امریکن، ڈنر سٹ وغیرہ وغیرہ۔

انعام حاصل کرنیکا طریقہ آٹھ آنے کے ٹکٹ ڈاک وصول ہو جانے پر ہم آپ کی خدمت میں پانچ آرڈر فارم ایک انعامی واؤچر اور ایک لفافہ روانہ کرتے ہیں۔ آپ پانچوں آرڈر فارموں کو آٹھ آٹھ آنے میں پانچ حضرات کے ہاتھ فروخت کر دیں اور ان سے ڈہائی روپیہ خود وصول کر کے لیں اور آرڈر فارم کے دوسرے حصہ یعنی آرڈر فارم کے مثنی پر ان حضرات کے صحیح نام اور مکمل پتے خوشخط لکھ کر ان کے دستخط یا انگوٹھے کا نشان کرالیں اور۔۔۔۔۔۔

پانچوں آرڈر فارم اور انعامی واؤچر

اپنے پسندیدہ انعام کا نمبر درج کر کے ہمیں بھیجدیں اور آرڈر فارموں کا تیسرا مثنی کی خانہ پری کر کے اپنے پاس رکھیں ہم آرڈر فارم وصول ہوتے ہی آپکے بنائے ہوئے خریداروں کو بیوٹی سیٹ دو روپے دس آنے میں وی پی بھیجدیں گے۔ جب آپ کے بنائے ہوئے **پانچوں خریداروں کے وی پی وصول ہو جائیں گے** تو آپ کا پسندیدہ انعام جو پانچ خریدار بنانے سے حاصل ہوتا ہے صرف اس رقم کا وی پی کر کے روانہ کریں گے جو آپکے انعام پر خرچ ڈاک پارسل میں سنڈیکیٹ صرف کریگا، انعام کی چیز کی کوئی قیمت نہ لیجائیگی وہ بالکل مفت دیجائیگی۔ حسن افزا دلفریب خوشنما بیوٹی سٹ حسن کو بڑھانے اور دلکشی میں اضافہ کرنے میں نہایت خوشنما ریشمی بکس معہ خوشنما شیشی بینہ شیشی تیل، فیس کریم، ہکیہ صابن جس سے سنگھار میزوں کی آرائش حسینوں کی زیبائش اور حسن میں افزائش ہوتی ہے۔

بیوٹی سٹ حاصل کرنیکا طریقہ: یہ ہے کہ آپ بیوٹی سٹ کا آرڈر دیں اور آٹھ آنہ کے ٹکٹ ڈاک روانہ کریں یا منی آرڈر بھیجیں۔ [illegible] ہم آپ کی خدمت میں بیوٹی سٹ روانہ [illegible] پانچ [illegible] ایک انعامی واؤچر [illegible] وی پی [illegible] وصول کر سکتی ہیں [illegible] حاصل کر سکتی ہیں۔

پتہ دی جوبلی پرائز سنڈیکیٹ دہلی

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
بنگالی اور پنجابی کھانے	لذیذ لذیذ کھانے	لذیذ کھانے	عمدہ عمدہ کھانے	[illegible]
[illegible]				[illegible]

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان حصہ اول

جس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ ملے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست! ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تیز عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچی خانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات و مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

کبابوں کی ترکیبیں			پڈنگ کی ترکیبیں	
تاشش کباب	کباب بیضہ مرغ	ران کے کباب	ایپل پڈنگ	بلم پڈنگ
شامی کباب	کچے قیمہ کی ٹکیاں	آلو کے کباب	اسنو پڈنگ	کھوئے کی پڈنگ
آنتوں کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	کچے نو کے کباب	بیٹ پڈنگ	نانک جیری پڈنگ
انگریزی کباب	کباب مرغ مسلم	نال کے کباب	جلیبیوں کی پڈنگ	جنجر پڈنگ
اوجھڑی کے کباب	سیخ کے چٹپٹے کباب	مچھلی کے سیخ کباب	میوہ دار پڈنگ	روز پڈنگ
اور بھی کئی قسم کے	مچھلی کے شامی کباب	سیخ کے کباب	کشمش پڈنگ	ساگو پڈنگ
کباب	دہی کے کباب	پسندے کے کباب	ڈبل روٹی پڈنگ	کمزور بیماروں کیلئے

اسی سے کتاب کا اندازہ کر لیجئے چاول سلونے اور

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے۔

میٹھے سوئیاں کھیر فیرنی سالن ترکاری کے سالن مچھلی مربے جیلی۔ بسکٹ کیک۔ دالیں۔ مٹھائیاں۔ حلوے۔ چٹنیاں مربے اچار۔ سموسے بڑے پوری کچوریاں پراٹھے۔ روٹی۔ غرض ہر قسم کے شرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی بہترین صحیح ترکیبیں! اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ کھانے پکانے لگی ہیں۔ لڑکیوں کو یہ کتاب نہایت ضروری سمجھ کر جہیز میں دی جاتی ہے۔ سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مولفہ و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھانے پکانے کی اس قدر صحیح اور نفیس کار آمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آج تک نہیں چھپی۔ اس کی تیاری پر کافی روپیہ بہایا گیا ہے۔ چند ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے اس کتاب پر اس قدر محنت کی گئی ہے کہ پانچ روپے قیمت بھی ہوتی تو کم تھی لیکن اس لئے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے صرف دو روپیہ قیمت رکھی ہے مجلد کی قیمت صرف دو روپیہ چار آنہ ہے۔ مسلسل ایڈیشن تیزی سے ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ زیادہ تر جلدی منگائی جاتی ہے۔

پتہ: منیجر رسالہ عصمت دریبہ کلاں دہلی

عصمتی دسترخوان حصہ دوم
عصمتی کن ہی کال

یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

جو نئے ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

عصمتی ہنڈکلیا یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری لڑکی کو جو کچھ جاننا چاہئے اس سے بخوبی واقف ہو جائے۔ سو سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں ہی کے مطلب کی درج کی گئی ہیں پھر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور سوسائٹی رسم و رواج جاتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جاننی چاہئیں۔ باتصویر ٹائیٹل قیمت صرف ۱۰/

ناشتہ دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چائے کوکو شربت لسی فالودہ آئس کریم بسکٹ کیک ٹوسٹ، کڑھائی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں آپ ہر ملک کا مہمان بنا سکتی ہیں اس کے مطلب کی چیزیں تیار کر کے پیش کر کے خوش کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۲/

بچوں کے کھانے ننھے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہئے۔ کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر بہترین کتاب جس میں بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کار آمد مضامین بھی ملک کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں۔ باتصویر قیمت صرف ۱۰/

بیماروں کے کھانے بیماروں کے لئے جو کھانے مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں۔ اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور مفید کار آمد مضامین بھی ہیں اتنا مفید و قابل قدر ہیں۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ باتصویر قیمت دس آنہ ۱۰/

مذاقیہ کھانے [illegible]

مشرقی مغربی کھانے [illegible]

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

جو اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جا چکی ہیں

(۱) عصمتی کروشیا

[illegible]

(۲) عصمتی کشیدہ

[illegible]

(۳) گلدستہ کشیدہ

[illegible]

(۵) موتیوں کا کام

موتیوں کے کام کا شوق لڑکیوں میں روز بروز ترقی کر رہا ہے مگر یہ کام ایسا ہے کہ جب تک تانے والا ہو سمجھ میں نہیں آتا اور جب اشارہ مل جائے تو آسانی کیا جا سکتا ہے یہ کام بھی نہایت دلچسپ اور مفید نتیجوں کے لیے ... کا دیہہ ہو سکتا ہے ... دل بہلانے کا۔ ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ مفید کتاب دستکاری کی ماہر ۲۷ عصمتی بہنوں نے تیار کی ہے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ موتیوں کے کام کی ایسی مفید کتاب ہندوستان بھر میں نہیں چھپی اس میں مندرجہ ذیل ۲۰۶ صفحے ہیں

[illegible]

... خوبصورت ... قیمت دو روپے عہ

عصمتی دستکاری، ... کا کام، ... ان کتابوں کا ... مکمل طلب ...

(۴) خواتین کی دستکاریاں

[illegible]

ملنے کا پتہ منیجر عصمت دہلی

Cover Printed at the Calcutta Art Press [illegible]

REGD. NO. L. 1872.

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۸۷۲

ESTD. 1908.
THE ISMAT, DELHI.

عصمت

شریف ہندوستانی بیبیوں کیلئے
پاکیزہ خیالات علمی و ادبی مضامین اور
مفید معلومات کا ماہوار ذخیرہ



جون
۱۹۲۷

چندہ سالانہ قسم
خاص ۱۰ روپے

چندہ سالانہ
چار روپے



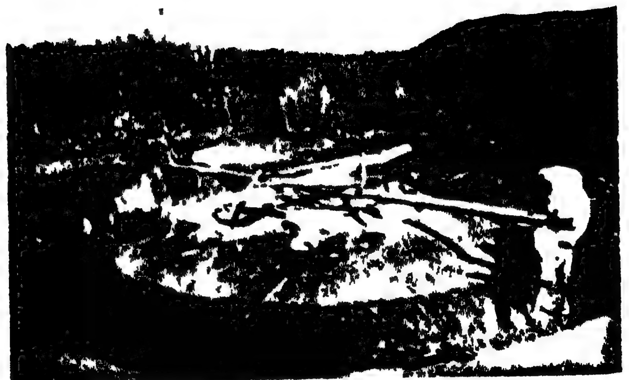
[illegible]



[illegible]



[illegible]

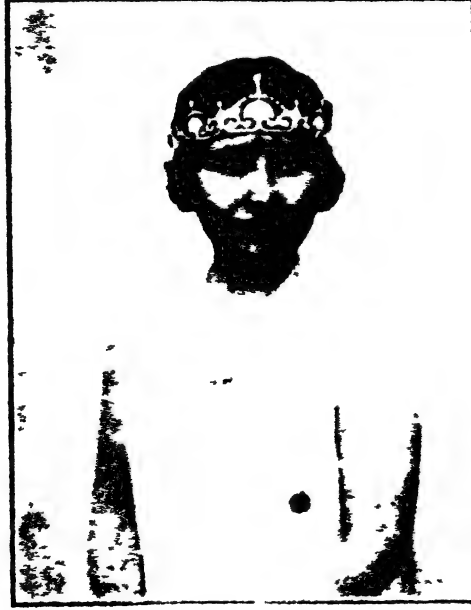


[illegible]



شہنشاہ جارج ششم





ملکہ الزبتھ

جن کی رسم تاجپوشی ۱۲ مئی کو دھوم دھام سے منائی گئی

رسالۂ عصمت دہلی

انتیسواں سال ۲۹	بابت ماہ جون ۱۹۳۷ء عیسوی	جلد ۵۸ نمبر ۶

تصاویر

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ للعہ — ممالک غیر سے دس شلنگ — برما سے للعہ

قسم خاص بر آرٹ کاغذ کا ایڈیشن دس روپے۔ مددگار سے پچیس روپے۔ اولیان ریاست سے سو روپے۔ ممالک غیر سے ایک پونڈ۔ فی پرچہ ایک روپیہ۔

رسالہ عصمت:۔ ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ ویلر کے بک سٹال پر بھی ہر جگہ ملتا ہے۔

باہتمام منیجر مولوی رازق الخیری پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

چند باتیں

اس پرچہ کے ساتھ عصمت کا اُنسٹھواں سال ختم ہوتا ہے۔ عصمت کا یہ سال کس حد تک کامیاب رہا اس پر مفصل تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ خواتین کی اصلاح و ترقی اور فلاح و بہبودی کے لئے بدستور ہر ماہ مفید و موثر مضامین شائع کئے گئے جن سے ہندوستانی بہنیں عملی زندگی میں بہت کچھ فائدہ اُٹھا سکتی ہیں۔ ان کی دلچسپی اور تفریح طبع کا سامان بھی ہر ماہ کافی فراہم کیا گیا لیکن اُن مضامین سے بھی کوئی نہ کوئی مفید نتیجہ نکلتا یا ایسا سبق ملتا ہے جس کا کچھ مدت تک دل پر اثر رہے۔ مضامین کا معیار اگرچہ بلند ہے لیکن معمولی پڑھی لکھی عورتیں بھی ان سے مستفید ہوسکتی ہیں۔ عصمت کی بہت سی مخصوص قدیم لکھنے والیوں نے اپنے پرچہ کی روایات قائم رکھنے میں دلسوزی اور دردمندی کے ساتھ حصہ لیا۔ کئی نہایت ہونہار نئی لکھنے والیاں عصمت نے اس سال بھی پیدا کیں۔ ملک کے اکثر مایۂ ناز اہل قلم نے ہندوستانی بیبیوں کے مذاق و مطلب کے گراں بہا مضامین لکھے۔ مضامین کے چند صفحے ہر پرچہ میں باریک لکھوا کر سو صفحوں سے بھی زیادہ کا میٹر پیش کیا گیا۔ تصاویر کی تعداد بھی کچھ کم نہیں۔ سال کے تمام پرچے ٹھیک ۲۰ تاریخ کو نہایت پابندی وقت کے ساتھ شائع ہوئے کسی ماہ کے پرچے کی اشاعت میں ایک دن کی بھی تاخیر نہ ہوئی۔ کاغذ کی گرانی ڈیڑھ گنی قیمت تک پہنچ گئی لیکن پرچہ کی شان میں فرق نہ آیا۔

حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کا بابرکت سایہ اُٹھ جانے کے بعد پرچہ کی حالت جس اعتبار سے بھی جس قدر خراب ہو جاتی تعجب انگیز نہ ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اپنے بانی اور سرپرست کے اُٹھ جانے کے بعد بھی اس نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی، اپنی خصوصیات کو قائم رکھنے کی کوشش کی اور توقع سے بہت زیادہ کامیاب رہا۔

آج سے دو سال قبل تک خوشیوں اور امیدوں بھرے دل سے جولائی میں عصمت کی سالگرہ منائی جاتی تھی۔ وہ جذبات ختم ہوچکے مگر روایات زندہ رکھنی ہیں اس لئے آئندہ پرچہ سالگرہ نمبر ہوگا۔ جس کی ضخامت دو سو صفحوں سے اوپر ہوگی اور جو مستقل خریداروں کو سالانہ چندہ میں دیا جائے گا۔ علیحدہ قیمت ایک روپیہ (عہ) ہوگی۔

کاغذ کی گرانی

چند ماہ سے کاغذ کی گرانی ناقابل برداشت ہوتی چلی جارہی ہے۔ اچھے اچھے کامیاب پرچے جن کی آمدنی کے وسیع ذرائع ہیں کاغذ کی گرانی سے چیخ اٹھے۔ کسی میں ہلکا کاغذ لگنے لگا۔ کسی کی ضخامت کم ہوگئی۔ اور کوئی چندہ بڑھانے پر غور کررہا ہے۔ لیکن الحمدللہ عصمت کے حسن ظاہری میں بھی مطلق فرق نہیں آیا چھ ماہ قبل ساڑھے چار روپیہ رم کا کاغذ عصمت میں لگایا جارہا تھا آج گرانی کا یہ عالم ہے کہ جس کاغذ پر اس

ماہ رسالہ چھپتا ہے یہ چھ روپے بارہ آنے یعنی ڈیڑھ گنی قیمت پر بھی بہت مشکل سے ملتا ہے۔

عصمتی بہنوں نے اس سال چار روپیہ سالانہ چندہ میں جس شان کا پرچہ ملاحظہ فرمایا ہے ڈیڑھ سال قبل اس کا چندہ پانچ روپے تھا۔ سالانہ چندہ میں ایک روپیہ کی کمی ترقی اشاعت کی امید پر کی گئی تھی۔ لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ادھر چندہ میں تخفیف کا اعلان ہوا ادھر حضرت علامہ مغفور کی علالت خطرناک صورت اختیار کر گئی اور پھر ان کا مقدس سایہ اٹھ جانے کے بعد ترقی اشاعت تو کیا ہوتی اشاعت کا نہ گرنا ہی خدا کی بہت بڑی عنایت ہے۔ سالانہ چندہ میں ایک روپیہ کی کمی ہی سے کافی نقصان ہو رہا تھا کہ کاغذ کی گرانی نے پریشانیوں میں اور بھی اضافہ کر دیا ہے۔ کیا اس موقع پر یہ توقع غلط ہوگی کہ عصمتی بہنیں جن کی نگاہ میں عصمت کی ناچیز خدمات کی کچھ وقعت ہے جن کے دل دردکی بے بہا دولت سے مالا مال ہیں اپنے پرچہ کی توسیع اشاعت میں حصہ لے کر اپنی سہیلیوں کو رسالہ کا خریدار بنا کر سچی ہمدردی کا ثبوت دیں گی؟

جن بہنوں کی مدت خریداری اس پرچہ کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔ وہ براہ عنایت آیندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر ۲۰ جون تک روانہ فرمادیں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور درج فرمائیں اگر کسی وجہ سے وہ آئندہ اپنے نام پرچہ جاری رکھنا نہ چاہیں تو بجائے اس کے کہ وی۔ پی واپس کر کے پرچے کو نقصان پہنچائیں۔ اتنا کرم فرمائیں کہ خریداری نمبر کے حوالہ سے پوسٹ کارڈ پر انکاری اطلاع ۲۰ جون تک دفتر کو دے دیں۔ ۲۵ جون تک منی آرڈر یا انکاری اطلاع نہ ملی تو حسب دستور سالگرہ نمبر وی۔ پی کے ذریعہ بھیجا جائے گا۔ ایک روپیہ چندہ کی تخفیف۔ کاغذ کی گرانی اور موجودہ حالت کو پیش رکھ کر۔ مجھے امید ہے وہ تمام بہنیں جن کا سال خریداری اس ماہ ختم ہو رہا ہے وی پی کی واپسی کے نقصان سے اپنے پرچہ کو محفوظ رکھیں گی۔

سالگرہ نمبر ۳۰ جون کو شائع ہو کر ہندوستان کے تمام خریداروں کو جولائی کے پہلے ہفتہ میں پہنچ جائے گا۔ ڈاک خانہ والوں کی عنایت سے ۱۰ جولائی تک جن بہنوں کو نہ ملے وہ زیادہ سے زیادہ ۱۵ جولائی تک خریداری نمبر کے حوالہ سے دفتر کو مطلع فرمادیں۔ دوبارہ بھیجدیا جائے گا۔ لیکن ۱۵ تاریخ کے بعد ممکن ہے قیمتاً بھی نہ مل سکے۔

حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کے مضامین کے مجموعوں کا آخری سٹ کوشش کی جارہی ہے کہ ستمبر تک شائع ہو جائے۔ دوسرے مصنفین کی جو کتابیں سال ڈیڑھ سال سے رکی ہوئی ہیں ان کا سلسلہ بھی اس ماہ سے شروع کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ منشی پریم چند آنجہانی کے افسانوں کا آخری مجموعہ دودھ کی قیمت چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔ اور پھولوں کی کاشت کے متعلق سرورجہاں صاحبہ رعنا کی قابل قدر کتاب پریس میں جا چکی ہے۔

ایڈیٹر

دُعائیں

از حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ

میری نگاہ سے اُس گروہ کی تصانیف جو دعا کا منکر ہے اور اس جماعت کی کتابیں جو دعا پر یقین رکھتی ہیں دونوں گذری ہیں اس سلسلہ میں سرسید علیہ الرحمۃ اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی دلائل خصوصیت سے قابل توجہ ہیں۔ متقدمین نے بھی اس مسئلہ پر کافی بحث کی ہے۔ خدا کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اُن پاک روحوں کو اس میدان کے تمام خس و خاشاک کو ایسا صاف و پاک کر گئیں کہ صداقت کی روشنی چاروں طرف جگمگا رہی ہے۔ قابل قدر تھی وہ جماعت بھی جس کی مخالفت خلوص پر مبنی تھی، مقابلہ کر رہی تھی دیانت سے اور کام لے رہی تھی قابلیت سے افسوس اور سخت افسوس آج کے اُس گروہ پر ہے جو پڑھے نہ لکھے اور نام محمد فاضل، نماز روزے سے تو فرنٹ ہوئے ہی تھے، دعا و التجا سے بھی سرکش ہو گئے۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ غریب بھی چنداں خطاوار نہیں موسم کا سماں اور وقت کی بات ہے۔ تعلیم ہوئی مذہب سے دُور، تربیت نور اعلیٰ نور، خدا اور رسول سے واسطہ کیا؟

ہم کو رونا اپنے اُن نوجوانوں پر آتا ہے جو دوسروں کے دیکھا دیکھی مادیت کے ایسے شیدا ہوئے کہ اپنا اصلی جوہر بھی خاک میں ملا دیا۔ مگر اُن کو یاد رکھنا چاہئے کہ یورپ جس کی تقلید پر وہ آج مٹ رہے ہیں، جہاں سینما کی برہنہ تصاویر پیش کر رہا ہے وہاں گرجا اور عبادت کے بھی ایسے نمونے دکھا رہا ہے کہ اگر اُدھر دل پھڑک جاتا ہے تو اِدھر گردن جھک جاتی ہے۔

کاش مسلمان خذ ما صفا دع ما کدر پر عمل کرتے اور اتنا سمجھتے کہ خود ان کے سامنے ایک خطاوار دست بستہ کھڑا ہو کر معافی کا طالب ہوتا ہے تو قلب کی کیا کیفیت ہو جاتی ہے؟ پھر جس وقت ایک گنہ گار بندہ اپنے اس مالک حقیقی کے سامنے جو گناہ کا بخشنے والا اور ارحم الراحمین ہے۔ التجا کرتا ہے تو رحم و کرم کی شان کا تقاضا کیا ہو گا؟

"اے مولا! ہماری فریاد سُن۔ کہ ہم مانگنے والے اور تو دینے والا ہے"!

مسلمان کا ایمان دعا پر ہونا ضروری ہے اور وہ خدا کے اس حکم سے انکار نہیں کر سکتا۔

"تم مجھ کو یاد کرو، میں تم کو یاد کروں۔"

اُس کو ان ارشادات نبوی کے سامنے بھی سر جھکانا پڑے گا کہ "جب تک میرا بندہ مجھ کو یاد کرتا رہے، اس کے ہونٹ میری یاد میں ہلتے رہیں میں اس کے ساتھ ہوں"۔ "سُنتا ہوں، جو کہتا ہے۔ اور دیتا ہوں جو مانگتا ہے"۔

ہم کو اب دیکھنا یہ ہے کہ سرورِ دو جہاں کا طرز عمل اس معاملہ میں کیا تھا۔ کیونکہ یہی ہمارا ایمان ہے اور خدا نے بھی اپنی مقدس کتاب میں ہم کو اسوۂ حسنہ کی تاکید کی ہے۔ اور کسی مسلمان کو اس سے زیادہ اور کس چیز پر فخر ہو سکتا ہے کہ

وہ اپنے آقا و مولا کے نقش قدم پر چلے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اکرم اپنے ہاتھ دعا کے واسطے پھیلاتے اور جب دعا ختم ہوتی تو دست مبارک اپنے منہ پر پھیر لیتے۔ دعا کے متعلق یہ بھی رسالت مآب کا ارشاد ہے کہ دعا عجز و انکسار سے مانگو جل کر اور اکڑ کر نہیں۔ بندے کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ گنہگار ہے اس کی دعا قبول نہ ہوگی۔ جس سرکار سے وہ رحم و کرم کا طالب ہے وہ تو ایسی سخی ہے کہ شیطان جس نے نافرمانی کی اس کی دعا بھی قبول فرمائی۔

حضور اکرم کی دعا

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ عباس نے مجھے حضور کی خدمت میں ایک کام کے واسطے بھیجا۔ سرور دو جہاں اس وقت میری خالہ میمونہ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ نماز فجر کی سنتوں سے فراغت پا کر رسالت مآب نے خداوند کریم سے یہ دعا کی۔

"الہ العالمین! ہم تجھ سے اُس رحمت کی التجا کرتے ہیں جس کا تو مالک ہے معبود حقیقی! اُسی رحمت سے ہمارے دل کو ہدایت فرما۔ خالق الموجودات! ہمارے بگڑے ہوئے کاموں کو بنا، ہماری پریشانیاں رفع فرما، دلوں کو محبت کی چاشنی دے اور برائیوں کی اصلاح کر، پردیسیوں کی حفاظت کر اور بچھڑے ہوؤں پر کرم فرما۔ جو ہم میں موجود ہیں ان کے درجے بلند کر اور عزتیں بڑھا۔ اعمال میں پاکیزگی دے اور سرخرو کر۔

چلا سیدھے رستے پر، ایمان دے ایسا جو پکا ہو۔ یقین ایسا جس کے بعد گمراہی نہ ہو۔ رحمت ایسی جو سبب ہو تیری رضامندی کا، دنیا میں بھی اور دین میں بھی۔

طلب کرتا ہوں کامیابی اُس وقت جب اس دنیا سے رخصت ہوں جلوہ دکھا مستعدوں کی موت کا، نیک بختوں کی قرابت کا۔ قدرت دکھا، اپنی اور دعا سُن میری غالب ہوں دشمنوں پر، اور عزت پاؤں اپنوں میں۔ میرا عمل کوتاہ، مگر اے مالک! تیری رحمت وسیع، تیرا کرم بڑا، تیرا انعام مشہور۔ محتاج ہوں اس واسطے سوال کرتا ہوں۔

دین و دنیا کے بادشاہ! بچا دوزخ کی آگ سے، دُور رکھ بربادی کے آثار سے، تباہی کے فتنہ سے، ڈبو دے ہم کو اس رحم و کرم میں جو تیرا شیوہ ہے۔ توفیق دے اپنی محبت کی اور اُن کی محبت کی جو تیرے تھے، اور تیرے ہیں۔

مولا! مانگنا ہمارا کام ہے اور دینا تیرا کوشش ہماری، اور بھروسہ تیرا ہم تیرے ہیں اور تیرے پاس پہنچیں گے۔

اے اللہ! ہم لاچار ہیں۔ ہم میں گناہ سے بچنے کی طاقت، نہ تیری عبادت کی قوت۔ ہمارا بیڑا تو ہی پار کر سکتا ہے۔ اے دنیا و دین کے آقا! اے روز انصاف کے مالک! بچا اپنے غضب سے۔ اے قرآن کے نازل کرنے والے! صحبت دے اُن کی جو تجھ کو سجدے کر رہے ہیں اور جن کی گردنیں عاجزی سے تیرے سامنے جھکی ہوئی ہیں، جو زبان کے سچے اور ہاتھ کے اچھے ہیں، جن کے دل پاک اور نیتیں صاف ہیں۔ نور بھر دے ایمان ڈال دے رحمت داخل کر دے اس جسم میں ان ہڈیوں میں اور اس دل میں۔ الٰہی نور دے ایسا کہ مجسم نور ہو جاؤں برحمتک یا ارحم الراحمین۔

لڑکیوں کی صحت

یوں تو آج کل امراض کی اس قدر کثرت ہے کہ شاید ہی کسی کی صحت بالکل درست رہتی ہو۔ لیکن لڑکیاں تو آئے دن بیماریوں میں مبتلا نظر آتی ہیں۔ بعض ایسی ہیں کہ بظاہر کوئی خاص مرض کا غلبہ نظر نہیں آتا۔ مگر ہمیشہ کمزور و زرد اور دبلی رہتی ہیں۔ بڑی بوڑھیاں یہ کہہ کر ٹال دیتی ہیں۔ کہ ہماری لڑکیاں اگر دہقانیوں جیسی ہٹی کٹی موٹی مشنڈی رہیں تو پھر شرافت کا نشانِ امتیاز کیونکر قائم رہ سکتا ہے۔ کبھی یہ کہتی ہیں۔ کہ امیر اگر آئے دن بیمار نہ پڑیں تو ڈاکٹر طبیبوں کی روٹی کیونکر چلے۔ چنانچہ ایسے مضحکہ خیز نظریئے بجائے اس کے کہ کوئی اصلاحی صورت پیدا کرنے کے ذمہ دار ہوتے الٹے بیماری میں اور صحت کی بربادی میں اضافہ کر دیتے ہیں۔

کسی عقلمند کا یہ مقولہ ہے کہ۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ پس اس کو حاصل کرنے اور اس کے قیام کے لئے حتے الامکان کوشش صرف کرنی چاہیئے۔

بڑی بوڑھیاں یہ بھی کہتی ہیں۔ کہ اگلے وقتوں میں جبکہ اس قدر نت نئی دوائیں ایجاد ہوئی تھیں امراض کی یہ بھرمار نہ تھی لہذا یہ عرض کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔ کہ اگلے وقتوں کی طرز رہائش۔ بود و ماند غذا اور تفریح بھی جداگانہ تھی۔ اور اب بھی جہاں کھلے مقاموں پر جن کی جائے رہائش ہے۔ صاف ہوا۔ تازہ اور خالص غذا میسر ہے۔ آبادی کی کثرت سے مکانوں پر مکان امنڈے نہیں آ رہے ہیں۔ سیر و تفریح یعنی کافی ٹہلنے اور چہل قدمی کے لئے کھلی جگہوں میں یعنی صحن باغ یا کمپاونڈ میں تفریح کرنے کا موقع ملتا ہے وہ بدرجہا بہتر تندرستی رکھتی ہیں۔ آخر اگلے زمانہ کے مردوں سے اب کے مردوں میں اس قدر فرق کیوں نہیں آگیا ہے۔ حالانکہ ان کی زندگیوں کے اصول پہلے کی نسبت اب تک بہت زیادہ متغیر ہوگئے ہیں۔ تعلیمی محنتوں اور رہائش کے مضر صحت طریقوں سے گو کہ ان کی صحت بھی خاطر خواہ نہیں رہی مگر وہ پھر بھی لڑکیوں سے زیادہ اچھے رہتے ہیں۔ لڑکیاں اول تو خلقتاً کچھ کمزور ہوتی ہیں۔ اس پر ۴-۵ سال کی ہوتے ہی ہر دم اٹھتے بیٹھتے یہ تربیت پاتی ہیں۔ کہ دیکھو دوڑ کر نہ چلو۔ میدان میں ننھے میاں کے ساتھ نہ کھیلو تم لڑکی ہو۔ لڑکیاں دوڑا نہیں کرتیں لڑکیاں باہر کھیلنے نہیں جاتیں۔ لڑکیاں گیند بلا نہیں چھوتیں۔ گڑیاں کھیلو۔ ہنڈکلیا پکاؤ۔ کتابیں پڑھو۔ سلائیاں سیکھو سنجیدگی سے نہایت آہستگی سے اٹھنے بیٹھنے کی عادت ڈالو۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی طبیعت میں جو بچپن کا چلبلا پن ہوتا ہے وہ مٹ جاتا ہے۔ بچپن کی آزادی میں رکاوٹ ڈالنے سے ان کا دل جو مسرتوں اور بے فکریوں سے پُر ہوتا ہے۔ مردہ ہو جاتا ہے۔ اور کم سنی کی مسرت خیز شگفتگی نابود ہو جاتی ہے۔ اور وہ ہوش آتے ہی خود کو لڑکوں کی نسبت ہر بات میں پابند۔ اور ہر دلچسپی سے محروم دیکھ کر آزردہ خاطر ہو جاتی ہیں۔ جس سے ان کی صحت اور بالیدگی پر نہایت برا اثر پڑتا ہے

اس پر کہیں اگر روشن خیالی حاوی رہی تو ان کو تعلیم دلانے کی تدبیریں ہوتی ہیں۔ کہیں اسکولوں میں داخل کرا یا جاتا ہے تو کہیں گھر پر ہی تعلیم کے اسباب مہیا کئے جاتے ہیں۔ اگر خوش قسمتی سے اسکول میں تعلیم دلائی گئی تو انہیں اور لڑکیوں سے ملنے ملانے کی وجہ سے۔ کچھ روزانہ ماحول میں تبدیلیوں کی وجہ سے۔ اور کچھ اسکول میں ورزش اور کھیلوں کے چرچے کے باعث ضرور دلبستگی کے سامان ہو جاتے ہیں۔ لیکن جن کی تعلیم گھر پر ہوتی ہے۔ مثلاً ۳۔ یا چار لڑکیاں پڑھنے والیاں ہیں تو گھر پر ہی ایک لائق ٹیچر رکھ کر تعلیم دلانے کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ تاکہ اخراجات میں کفایت ہو۔ یا اگر کسی ایسے مقام پر رہنے کا اتفاق ہوا جہاں لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم دلانے کا کوئی بہتر اسکول نہیں ایسے مواقع بھی گھر کی پڑھائی پر مجبور کرتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں لڑکیوں کی صحت پر ناگوار اثر پڑنا ضروری ہے۔ اول تو اسکولوں کے موجودہ نصاب لڑکیوں کے لئے کچھ کم پریشان کن نہیں اُس پر قید و بند میں رہ کر تعلیمی محنت اُن پر بارگراں سے کم نہیں ہوتی۔ کیونکہ انہیں لڑکوں کی طرح دل بہلانے۔ کھیلنے کودنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ جس سے پڑھنے لکھنے سے فرصت ہونے پر ان کی تفنن طبع اور ورزش کا ذریعہ ہو۔ لہٰذا ان کی صحت دن بدن خراب ہونے لگتی ہے۔ کھلی آنکھوں پر اس کا مضر اثر ہو جاتا ہے۔ اور چشمہ لگانے کی ضرورت ہو جاتی ہے۔

چنانچہ موجودہ طرز زندگی پیشتر کی نسبت زیادہ صبر آزما ہے۔ اگلے وقتوں میں عورتوں کی تعلیم کا چنداں خیال نہ تھا جس سے انکی دماغی کیفیت ہمیشہ استوار رہتی ہے کیونکہ دماغ تو سارے جسم کا بادشاہ ہے۔ اور دماغی تھکان کا اثر اعصاب پر پڑ کر زیادہ تر اعصابی امراض اور شکستہ حالی کا ذمہ دار بن جاتا ہے۔ چنانچہ آپ نے غور کیا ہوگا کہ اندنوں لڑکیاں زیادہ تر ہسٹیریا اور اختلاج قلب کی شکایتوں میں مبتلا نظر آتی ہیں جس کو پرانی بڑی بوڑھیاں ان کی نزاکت پر محمول کرتی ہیں۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ چونکہ ان کو دماغی کاوشوں سے دوچار ہونا نہیں پڑتا تھا۔ لہٰذا وہ ان کی مصیبت سے واقف ہی نہیں اس کے علاوہ طرز رہائش میں بھی مشرق مغرب کا فرق ہے۔ پھر جگہ کی تنگی اور آبادیوں کی کثرت سے لوگ گنجان بستیوں میں رہنے پر مجبور ہو گئے۔ اور صحت کی سب سے بڑی دولت تازی ہوا سے محروم ہو گئے۔ ملک کی اقتصادی تباہیوں نے گرانی بڑھا دی اور خالص خوردنی اشیاء ملنی دشوار ہو گئیں۔ حکومت کی حکمت عملیوں نے صنعت و حرفت پر جس سے دیہاتی زندگی بسر کرنے پر قادر ہوتے۔ کلرک ساز تعلیم کو ترجیح دی اور اسے ہمیشہ کے لئے خیرباد کہنا پڑا۔ شہروں کی کیفیت یہ ہے کہ بڑے بڑے مشہور شہروں کو دیکھ لیجئے خاص ایک مکان بھی علیحدہ رکھنا محال ہے۔ ۵۔ یا ۶۔ یا ۷ منزلہ۔ عالیشان مکانات میں کبوتر کے کھونپ کی طرح گویا سویٹ بنے ہوتے ہیں جو حسب حیثیت چھوٹے یا بڑے رکھ سکتے ہیں۔ ان میں نہ کافی دھوپ کا گزر ممکن ہے۔ اور نہ تازی ہوا میسر آسکتی ہے۔ یورپ کی طرز رہائش اختیار تو کر لی گئی ہے۔ مگر وہ وسعت نظری اور علو ہمتی کہاں ان کے ہاں جہاں کوئی بیمار پڑا جھٹ ہسپتال کا راستہ لیا۔ اور ہندوستانی گھروں میں پردہ کر اس گھر کے جتنے رہنے والے ہوں اس کی صحت اور تندرستی کے حق میں کانٹے بوتے ہیں ایسے فیشن میں رہنے والے ایک خاندان میں اگر کوئی وبائی مرض جیسے۔ کالرا۔ طاعون۔ یا ٹائی فائڈ ہوا تو کیا آپ یہ گمان کر سکتی ہیں۔ کہ اوروں میں اس کا اثر نہ پھیلے گا۔ ماسوا

اس سے اکثر لوگ امراض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جن کے لئے ایسی طرز رہائش نہ صرف اُنہی کے لئے نقصان دہ ہے۔ بلکہ اُن کے ساتھ رہنے والوں کی بھی صحت غارت ہو جاتی ہے۔ لہذا عورتوں اور لڑکیوں کی صحت کی خرابی اکثر رہائش کی خرابیوں کی وجہ سے بھی رونما ہوتی ہے۔ آپ کہیں گی کہ مردوں پر اس کا اثر کیوں نہیں ہوتا۔ تو یہ معمہ حل شدہ ہی سمجھ لیجئے۔ ان کا زیادہ وقت باہر گزرتا ہے اس پر کسی قسم کا کھیل یا تفریح طبع اور سیر ان کی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے کافی ہے۔ جو ہم لڑکیوں کو نصیب نہیں۔

پہلے جہالت کی نادانی میں مُقید رکھا جاتا تھا۔ اب تعلیمی جھنجٹوں میں مسحور رکھا جاتا ہے مگر کسی وقت بھی اس قابلِ رحم ہستی کی حقیقی خیرخواہی میں تن آسانیاں پیدا نہیں کی گئیں پہلے یہ رونا تھا اور اب بھی ہے۔ کہ بعض ناعاقبت اندیش والدین اپنی بچیوں کا کم عمری میں بیاہ کر کے ہمیشہ کے لئے بیمار اور مریض بنا دیتے ہیں۔ کم سنی میں شادیاں ہو جانے کی وجہ سے نہ صرف وہی بیمار اور کمزور ہو جاتی ہیں بلکہ اِن سے کمزور اور مریض اولاد پیدا ہو کر ساری قوم کی کمزوری اور بیکاری کی ذمہ دار ہوتی ہیں۔ اول تو شادی ہوتے ہی لڑکیوں کو اس قدر سنجیدہ اور بُردبار زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ اور وہ خواہ مخواہ بوڑھی اور بیمار معلوم ہوتی ہیں۔ دوسرے کم عمری میں اولاد کی نگہداشت بھی ان کے لئے ایک عذاب جان بن جاتی ہے۔ اور الفت مادری کے جوش میں آخر کار اُنہیں اپنی ہستی کو مٹا کر برباد کر کے بھی انہیں پروان چڑھانے میں لطف آتا ہے۔

پس وہ سابقہ اور یہ موجودہ طریقہ دونوں ہی افراط و تفریط میں عدیم المثال ہیں والدین کا فرض ہے کہ ابتدائے عمر سے لڑکے اور لڑکیوں کی صحت پر پہلے غور کریں۔ اور صغیر سنی میں دونوں کی پرورش ایک طریقہ پر کریں۔ بلکہ لڑکیوں کو جب تک وہ جوان نہ ہو جائیں ہر قسم کی کھیل تفریح اور اسپورٹس میں حصہ لینے دیں۔ کیونکہ انہیں کی صحت پر قوم کی آئندہ نسلوں کا انحصار ہے۔ پس اگر بنیاد ہی کھوکھلی رکھی گئی تو تنوں اور شاخوں کا اللہ حافظ ہے۔

جہاں لڑکیوں میں تعلیمی سرگرمیاں جاری ہیں وہاں تو سیر و تفریح کے لئے ایک خاص وقت مقرر کر دینا چاہئے تاکہ دماغی محنتیں اعصابی اضمحال اور تنگ دلی میں مبتلا نہ کر دیں۔ تازی ہوا اور تفریح طبع میں ہزاروں فوائد پنہاں ہیں تفریح اور بشاشت سے الگی آئے دن کی بیماریاں دُور ہو جاتی ہیں۔ بیماریوں کا علاج ہر وقت دواؤں میں تلاش کرنا بھی سراسر کم عقلی ہے۔ بعض گھرانوں میں لوگ دواؤں کے اس قدر عادی ہوتے ہیں کہ گویا ان کا پیٹ ہی دواخانہ ہے۔ حد سے زیادہ تیز اور محرک دواؤں کا استعمال بھی اعضائے رئیسہ کے تمام افعال کو غیر فطرتی بنانے کا ذمہ دار ہو جاتا ہے۔ اور آج کل امراض میں ترقیوں کی زیادہ تر وجہ ہماری بے اعتدالیاں اور زندگی گذارنے کی مصنوعی اسباب ہیں۔ اگر قدرتی غذاؤں کھلی ہوا۔ اور کافی جسمانی ورزشوں کو مدنظر رکھا جائے تو لڑکیاں نزار اور کمزور نظر نہ آئیں گی۔ اگر انہیں بچپن سے بھائیوں کے ساتھ دوڑنے بھاگنے کا موقع دیا جائے گا تو وہ بڑی ہو کر آہستہ خرام بلکہ مرزا ہادی کے نظریہ کو خیرباد کہہ کر دُور دُور تک چلنے سے نہ گھبرائیں گی۔ ان میں خود اعتمادی کی قوت پیدا ہو کر تندرستی کا موجب ہو گی۔ عصبی ڈرپوک طبیعت کی لڑکیاں قوت ارادی سے بھی محروم رہتی ہیں۔ وہ ذرا سی اُلجھن میں بے قابو ہو جاتی ہیں۔ اگر کسی فوری حادثہ سے دوچار ہو گئیں تو غش پہ غش آنے لگتے ہیں۔ یہ کوئی قابل تعریف اور حوصلہ افزا امر نہیں اور نہ یہ بزدلی کوئی عورتوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ ہماری بہنیں اگر یہ تہیہ کر لیں کہ لڑکیوں کو بچپن سے حصول صحت کے اصول سکھائیں تو یہ کمزوریاں جو نسلاً بہ نسلاً چلی آ رہی ہیں۔ ہمیشہ کے لئے دور ہو جائیں گی۔

جمیلہ بیگم کلکتہ۔

ناتجربہ کار مائیں

میری شادی کو ساڑھے چھ سال ہو چکے ہیں اور اس مدت میں خداوند کریم نے مجھے چار چھوٹے چھوٹے بچوں کی ماں بنا دیا ہے۔ جن میں سب سے بڑا مطہر صرف پانچ سال سے کچھ اوپر ہے دوسرا ساڑھے تین سال کا تیسرا پونے دو سال کا چوتھا چھ ماہ کی جان۔ میں اپنی سرگذشت بہنوں کو سناتی ہوں تاکہ ناتجربہ کار مائیں اس سے فائدہ اٹھا سکیں

اکثر نئی نویلی نوخیز مائیں میکہ میں ہوتی ہیں یا سسرال میں اور بالعموم ایک ہی شہر میں۔ مگر میں نہ میکہ میں ہوں نہ سسرال میں نہ ایک شہر میں جگہ جگہ کی تبدیلیاں۔ مختلف بول چال۔ قسم قسم کی آب و ہوا۔ غرض مجھے ساڑھے چھ سال کے قلیل عرصے میں وہ وہ تجربے ہوئے جن کا قلم پر لانا ناممکن ہے۔ نہ کوئی رفیق نہ یار و مددگار اس پر چھوٹے بچوں کا ساتھ میری ناتجربہ کاری اور پھر تنہائی یہاں تک کہ شریک زندگی بھی موقعہ پر موجود نہ ہوتے۔ سب سے بڑھ کر ظلم زبان کی ناواقفیت غرض میرا عجیب تماشا تھا اور ہے۔ سوائے خداوند کریم کے عزیزوں میں سے میرا کوئی ایسا نہیں جسے میری حالت کا صحیح اندازہ ہو سکے ایسی حالت میں زندگی کے اتنے سال گذر گئے اور باقی ماندہ بھی ایسے ہی گزر جائیں گے۔

چھ سال کی ان مصروفیات و بدحواسیوں نے مجھے میرے مرغوب مشغلے مضمون نگاری و دستکاری وغیرہ سے کہیں سے کہیں کر دیا۔ میں نہ پہلی جیسی فاطمہ رہی اور نہ وہ میرے مضامین۔ میں ہوں اور میرے ننھے ننھے بچے۔ یہی میری دلچسپی اور دل بہلاوے ہیں۔ اور انہیں میں اس قدر منہمک رہنا پڑتا ہے کہ اپنی ضرورتوں کے لئے بھی بمشکل وقت نکلتا ہے۔

چونکہ میں بزم عصمت میں بہت دنوں بعد آئی ہوں اس لئے اپنی سرگذشت پہلے سنا دینی ضروری سمجھی۔ نرس آیائیں وغیرہ دولتمندوں کے چوچلے ہیں۔ بھلا متوسط درجے والوں میں کہاں؟ بچے کا دودھ گرائپ واٹر بسکٹ۔ لباس وغیرہ کا بل اور معمولی ملازم کی تنخواہ کا ادا کرنا ہی حیثیت سے بڑھ کر ہوتا ہے۔

خداوند کریم نے شادی کے گیارہویں مہینے مجھے بڑا لڑکا مطہر عنایت فرمایا۔ ولادت کے دوسرے مہینے مجھے میکہ سے دور دراز صاحب کی جائے ملازمت پر جانا پڑا دوران سفر میں ہمارا ایک ملازم بھی ساتھ تھا۔ وہ خود بھی ہم دونوں جیسا ناتجربہ کار جب ہمیں جنکشنوں پر گاڑی بدلنی ہوتی تھی۔ تو ہم لوگوں کے لئے سب سے بڑی مشکل بچے کو اٹھانے کی تھی بچے کو اٹھانے کا صحیح طریقہ نہ تو انور صاحب جانتے تھے۔ اور نہ میں۔ عجیب مصیبت میں جان تھی۔ اب وہی ہم ہیں۔ چاروں بچوں کو باآسانی سنبھال لیتے ہیں۔ وہ کیسے؟ تجربہ سے۔

میں اکیلی معمولی نوکروں اردلیوں کی مدد سے باقاعدہ بچوں کی پرورش کر لیتی ہوں۔ مجھے اب ایسی ناتجربہ کاری و گھبراہٹ نہیں معلوم ہوتی جیسے پہلے بچے سے ہوئی۔ حالانکہ نگراں میں اکیلی ہوں مگر بچوں کا ہر کام وقت کی پابندی سے

کرا دیتی ہوں اس میں مجھے بھی آرام رہتا ہے اور بچوں کی بھی میری اس پابندئ وقت پر میرے اکثر عزیز اعتراض کرتے ہیں مگر مجھے اعتراضات کی پرواہ نہیں۔

فیڈنگ باٹل۔ میں دودھ کتنے اونس ہے۔ ناپا جائے تو منحوا اڑے بچہ کو پلایا جائے تو بدشگونی ہو۔ دودھ میں پانی ملانا دشمنی۔ شب میں نہلانا ظلم بلکہ انگریزوں کی دیکھا دیکھی ایک ہو تو کہوں ! جب میرا پہلا تجربہ تھا اور بچہ بھی کچھ نازک مزاج تو کبھی کبھی زکام ہو جاتا سب مجھ پر معترض ہوتے تو میرا دل بھی گھبرا جاتا۔ اور پریشان سی ہو جاتی مگر میری عادت مانع ہوتی۔ اور میں کام باقاعدہ کرتی رہتی اور اب تو میں عادی ہوگئی ہوں کوئی مشکل پیش آتی ہے تو ڈاکٹرنی سے متوجہ ہوتی ہوں۔ بڑی بوڑھیوں کے علاج پر مجھے اعتقاد نہیں نہ مجھے بڑی بوڑھیوں کے طریق پر پرورش کیا گیا۔ ڈاکٹری علاج پر میرا اعتقاد ہے اور خدا اسی سے فائدہ دیتا ہے۔

ڈاکٹروں سے ملتے رہنے میں بہت سے فوائد ہیں۔ وہ اکثر معمولی معمولی سہل الحصول علاج بتا دیتے ہیں۔ مثلاً بچوں والے گھر میں ایک ارنڈی کے تیل کی بوتل وجود رہنی ضروری ہے۔ یہاں تیل کے متعلق صرف اپنے تجربے حوالۂ قلم کرتی ہوں۔ ڈہائی سال گذرے عید رمضان تھی۔ ہم شہر بیتو۔ منگلور ڈسٹرکٹ میں تھے۔ عین نماز عید کے وقت انور صاحب کو کسی سرکاری ضرورت سے سپرنٹنڈنٹ نے بلانے کا تار بھیجا۔ وہ نماز سے فارغ ہوتے ہی کھانا کھا کر منگلور چلے گئے ٹھیک اسی لمحہ جبکہ وہ باہر جا رہے تھے بڑا بچہ مطہر پان کا چونا اچھی خاصی مقدار میں کھا گیا۔ لگا چلانے میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ میں نے جھٹ آدھ اونس ارنڈی کا تیل پلا دیا۔ ایک دو گھنٹے میں بچے کو آرام آگیا۔ دوسرا واقعہ سنئے۔ ہم مارکاپور کرنول ڈسٹرکٹ میں تھے انور صاحب بہت دورکسی جاترے کے بندوبست پر معمور تھے۔ شہر کا ڈاکٹر بھی اسی جگہ معمور تھا۔ بچے کو یکایک سخت ڈسنٹری ہوگئی میری کوئی تجویز کارگر نہ ہوئی۔ آخر مجھے ایک ڈاکٹر کی نصیحت یاد آئی۔ ڈسنٹری کا سب سے پہلا علاج ارنڈی کے تیل سے ہونا چاہئے۔ میں نے ایسا ہی کیا اور تجویز کارگر ہوئی۔ تیسرا واقعہ جسے صرف سات آٹھ ماہ ہوتے ہیں یہ ہے کہ نوکروں کے سوا کوئی دوسرا گھر میں موجود نہ تھا میں نماز مغرب سے فارغ ہو کر گنج العرش پڑھ رہی تھی۔ کہ بچہ پاس آیا۔ جب دعا دم کرنے لگی تو تارپین کے تیل کی بو معلوم ہوئی۔ منہ ہاتھ سونگھنے سے معلوم ہوا۔ کہ بچے کے منہ سے بو آرہی ہے جہاں شیشی رکھی تھی وہاں دیکھا تو معلوم ہوا کہ پی نہیں گیا بلکہ منہ میں لے کر ڈال دیا۔ اتنے ہی میں شاید ایک دو قطرے اندر گئے ہوں گے کہ بچہ لگا درد سے تڑپنے۔ میں نے جھٹ سب سے پہلے ارنڈی کا تیل پلا دیا۔ پھر انڈے کی سفیدی تھوڑی دیر بعد دی۔ دو دن کے بعد طبیعت ٹھیک ہوئی۔

بچوں کا نہلانا معمولی بات نہیں۔ ہر کس و ناکس بچوں کو اچھی طرح نہیں نہلا سکتا پہلے دو بچوں کے وقت مجھے اتنا تجربہ نہ تھا۔ تیسری دفعہ میں نے زچگی کی نگرانی کے لئے ایک نرس مقرر کی۔ کیا بتاؤں کم بخت کو نوزائیدہ

بچے کو نہلانے تک کا تجربہ نہ تھا۔ حالانکہ اسے اپنے ٹرینڈ ہونے کا فخر تھا۔ میں بچاری زچہ ہی اس سے سر کھپا تی تھی۔ اب میرے ہاں کی آیا تمام بچوں کو ہنسی خوشی نہلاتی ہے۔ تمام بچے اُس سے مانوس ہیں۔ بچوں کو نہلانے کی ترکیب بھی سُنئے۔ بچہ چھوٹا یا نوزائیدہ نہلانا خاصا مشکل کام ہے۔ سب سے پہلے نیم گرم پانی بالٹی میں سمو لو۔ پاس ہی ٹب نہلانے کا۔ تولیہ نرم اور صابن تیار رکھ لو۔ پھر بچے کو گود میں لے کر برہنہ کرلو۔ بچہ بالکل ننھا ہو تو پہلے ٹب میں ایک دو لوٹے پانی ڈال لو۔ پھر بچے کو کوئی ایک آدمی ہاتھوں میں تھامے رہے دوسرا آدمی آہستہ آہستہ بچے کا جسم صابن سے ملے۔ جب جسم صاف ہو جائے تو چہرہ دُھلاؤ سب سے آخر میں سر بھگو کر صابن مل لو۔ اور ایک آدمی دونوں طرف سے ایسے تھامے رہے کہ بچے کی آنکھوں ناک وغیرہ میں پانی نہ جانے پائے۔ دوسرا آدمی جلد جلد پانی ڈال کر اُٹھائے اور سر کے بالوں کا پانی نتھار کر تولیہ میں لپیٹ لو۔ جلدی جلدی جسم سکھا کر دودھ دے کر سلا دو۔ نہلاتے ہی سُلانے کی عادت رکھنے سے بہت سے فوائد ہیں۔ ایک تو سوا لگ کر زکام ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ دوسرے تکان رفع ہو کر بچہ تازہ پھول کے مانند رہتا ہے۔ سب سے اچھا نہلانے کا وقت آٹھ یا نو بجے صبح کا ہے۔

اب رہی نیند اور غذا۔ اس کے لئے سخت پابندی کی ضرورت ہے۔ اکثر مائیں ایسا کرتی ہیں کہ بچہ اگر کھانے کے وقت نہ کھائے۔ تو ٹھہر ٹھہر کر دیتی ہیں۔ اس سے بُری عادت ہو ہی نہیں سکتی۔ جس کی وجہ سے بچے ضدی بن جاتے ساتھ ہی بدہاضمہ وغیرہ امراض میں گرفتار رہا کرتے ہیں۔ اگر بچہ کھانے کے وقت کسی وجہ سے نہ کھائے تو اُسے دوسرے وقت تک بھوکا رکھا جائے پھر وہ دوسرے وقت بغیر تکلیف دینے کے کھا لیا کرے گا۔

چوتھی بات۔ پاخانہ پیشاب کی ہے۔ بچے کے تیسرے ماہ سے ہم اُس کی حاجات ضروری کی بھی پابندی کرا سکتے ہیں۔ بلا کسی وجہ یا نادرستگی طبیعت کے بغیر بچہ حاجات ضروری کا بھی پابند ہو سکتا ہے۔ میں ہمیشہ آٹھ نو ماہ تک بچھونے میں ربڑ میں کراتی ہوں۔ اس کے بعد جب بچہ بیٹھنے پر قادر ہوتا ہے تو کموڈ کی عادت کرا دیتی ہوں۔ میرے چاروں بچے اسی کے عادی ہیں اور گھر میں جگہ جگہ کبھی کسی نے غلاظت نہ دیکھی ہوگی۔ شام کی ہوا خوری کے وقت تبدیل لباس کی بھی روزانہ عادت رکھنی چاہیئے۔ اس سے بچے اپنے وقت پر بغیر کچھ تکلیف دینے کے تبدیل لباس کے لئے خود تیار رہتے ہیں۔

اسی طرح سونے کا وقت کھلانے پلانے تبدیل لباس کے بعد اُن کو بچھونوں پر سُلا دینا چاہیئے۔ یہ یاد رکھئے کہ بچے کو سلاتے وقت رُلا کر یا ڈرا کر بالکل نہ سُلایا جائے۔ اس سے بچے کی صحت پر بُرا اثر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اکثر رات کو بھی رو رو کر گھبراتا رہے گا۔ دو ڈھائی سال تک کے بچوں پر لوری کا اثر ہوگا۔ اور وہ خوشی خوشی سو جائیں گے مگر جب تین سال سے عمر بڑھ جائے۔ تو ماں کو چاہیئے کہ ایسے قیمتی موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ جب میں دونوں چھوٹے بچوں کو لوری دے کر سُلا چکتی ہوں تو بڑے بچوں کو ان کے چھوٹے چھوٹے پلنگوں پر سُلا کر جب تک وہ جاگتے رہتے ہیں

اُن کے چھوٹے چھوٹے سوالات کا تسلی بخش جواب دیتی رہتی ہوں اور اکثر مفید قصے کہانیاں سُناتی ہوں۔ اتنی چھوٹی سی عمر میں بچوں کے دلوں پر سبق آموز قصے کہانیوں کا بہت اچھا اثر ہوتا ہے۔ جب وہ آپس میں لڑتے ہیں تو کہانی سے اصلاح کرتی ہوں۔ کبھی نوکروں کو مارتے یا جھڑکتے یا غرور کی باتیں کرتے ہیں تو قصہ سُناتی ہوں جہاں کوئی ناپسندیدہ حرکت اُنھوں نے کی اور میں نے قصہ کے پیرایہ میں اصلاح کر دی۔ جس کا اُن کی ننھی ننھی طبیعتوں پر بڑا اچھا اثر ہوتا ہے اور وہ اُس بُرائی سے باز آجاتے ہیں۔

جب کبھی چھوٹے بچوں یا خانگی مصروفیات کی وجہ سے کہانیاں نہ سُنا سکوں تو اُن کے سوالات کی بوچھاڑ ہو جاتی ہے۔ میں ان کے سوالات سے بالکل نہیں گھبراتی۔ بلکہ خاطر خواہ جوابات دیتی ہوں۔ یا بالکل ہی مصروف رہوں اور جواب نہ دے سکوں تو دوسرے دن کا وعدہ کرتی ہوں۔ مگر کبھی نہیں جھڑکتی۔ جب سینما وغیرہ جانا ہوتا ہے یا سفر میں ہوتے ہیں تو بچے ہمیشہ انور صاحب کے پاس بیٹھنے کے بجائے میرے پاس بیٹھنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ تاکہ حسب خواہش سوالات کریں اور میں اُن کے ہر سوال کا جواب دے سکوں۔

فاطمہ بیگم انور علی (رامناڈ)

گھر

گھر کی برکت کا تاج عبادت الٰہی ہے

گھر کی خوبصورتی اس کی سجاوٹ ہے

گھر کی مسرّت تواضع سے ہے

گھر کی برکت قناعت سے ہے

جہاں ثروت ہے وہاں محبت ہے

جہاں محبت ہے وہاں امن ہے

جہاں امن ہے وہاں خدا ہے

جہاں خدا ہے وہاں کوئی خطرہ نہیں

(ترجمہ انگریزی)

ب۔ ن انسہ ابراہیم۔ مدراس

زچّہ خانہ

کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب میڈیکل افسر کی بے مثل کتاب جو تین حصوں میں منقسم ہے یعنی (۱) حاملہ (۲) زچہ (۳) بچہ۔ فی الحال پہلے دو حصے شائع کئے جا رہے ہیں۔ ہندوستان میں ہزارہا عورتیں زچہ خانہ سے قبل اور بعد میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے زیر علاج رہی ہیں۔ سینکڑوں روپیہ صرف کر کے نصاویر وغیرہ صرف انہیں کتابوں کے لئے فراہم کی گئی ہیں۔ ہندوستانی عورتوں کے لئے ہندوستان کی کسی زبان میں اس موضوع پر اتنی محنت اور قابلیت سے لکھی ہوئی اس قدر مفید اتنی کارآمد اور نہایت اہم معلومات سے لبریز کوئی کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی دونوں حصوں کی یکجا قیمت ساڑھے تین روپے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

دفتر عصمت دہلی سے شائع ہوئی ہے

ماں کی گود

اے سپہ سالارِ امت! اے رسولِ ہاشمی
تیرے لشکر میں نہیں ہے جاں نثاروں کی کمی

اے حبیبِ کبریا! ہم سب ترے دیوانے ہیں
اے چراغِ اصطفا! ہم سب ترے پروانے ہیں

جنبشِ ابرو پہ تیری سر کٹا دیتے ہیں ہم۔
نام پر تیرے خوشی سے گھر لٹا دیتے ہیں ہم۔

بادہ نوشی کا مزہ خونِ جگر پینے میں ہے
اک لہو کا آبگینہ جائے دل سینے میں ہے

سُن رہے ہیں دل کی دھڑکن سی صلائے نوش نوش
ہر زبانِ موئے تن پر ہے صدائے جوش جوش

جسم و جاں کی آبرو کچھ کام کر جانے میں ہے
زندگی کا لطف تجھ پر کٹ کے مر جانے میں ہے

تیرے متوالوں کے لب پر جب ترا آتا ہے نام
بزمِ قالب میں چھلک جاتا ہے خونِ دل کا جام

بادہ نوشانِ محبت مست ہیں سرشار ہیں
تیرے در پر جان دینے کے لئے تیار ہیں

گرچہ تیرے امتی ہیں محوِ خوابِ زندگی
جان دینا جانتے ہیں حاصل سد بند گی

خاک پا سے بھی اگر ہو کوئی سرکش بدگماں
تیرے وحشی اس کو کر دیں اُٹھ کے گردِ کارواں

دیکھنے میں یوں تو یہ مدہوش ہیں سرشار ہیں
در حقیقت تیرے دیوانے بڑے ہشیار ہیں

مفلسی میں فاقہ مستوں کی طرح جیتے ہیں یہ
وقت پڑ جائے تو دشمن کا لہو پیتے ہیں یہ

سر اٹھائے گر کوئی سرکش تو گردن کاٹ لیں
یہ زبانِ تیغ بن کر خون اس کا چاٹ لیں

تیرے لشکر کے سپاہی صورتا باغی سہی
یہ پرستارانِ ملت مادتاً لاغی سہی۔

پھر بھی ہے ان کی رگ و پے میں لہو وہ موجزن
پیرہن کو راہ میں تیری سمجھتے ہیں کفن۔

بھولنے والوں کو اب تک یاد ہے عہد الست
ہو گئی ہے ہاں مگر اس ساز کی آواز پست

گونجتی ہے کان میں اب تک صدا تکبیر کی
دل میں ہے مستی او سی وجد آفریں تقریر کی۔

گرچہ شیروں کو ترے اب وہ غذا ملتی نہیں
بزدلی ہو دور جس سے وہ دوا ملتی نہیں

گرچہ اب وہ جوشِ خالد شیرِ مادر میں نہیں
خوئے جانبازی وہ عشاقِ پیمبر میں نہیں

گرچہ ماؤں میں نہیں خو مادرِ عمار کی
گو نہیں باپوں میں قوت حیدرِ کرار کی

گود میں ماں کی مگر اب تک ہے اسلامی فضا
سانس میں موجود ہے اُس ماں کے آنچل کی ہوا

دودھ کی دھاریں لہو بن کر رگوں میں ہیں رواں
پتلیوں میں پھر رہی ہے آج تک اپنی وہ ماں

جس نے گھٹی میں دیا تھا دین کی الفت کا گھونٹ
ہاتھ میں جس نے دیا تھا چادرِ غیرت کا گھونٹ

بھر دیا تھا جس نے رگ رگ میں تصلب کا لہو
خالد و فاروق کے قصے تھے جس کی گفتگو

لوریاں جس کی فتوح الشام کے تھے واقعات
مشتعل جذبات کر دیتی تھی جس کی بات بات

بوئے تھے جس نے زمینِ دل میں بیج ایمان کے
جس نے بچپن میں پڑھائے تھے سبق قرآن کے

جس نے تعلیم نبیؐ سے کر دیا تھا باخبر
کر دیئے ام العقائد جس نے نقش کالحجر

جس نے رنگیں کر دیا تھا دامنِ جذبات کو
خون سے لکھا تھا "براءت" کی تمام آیات کو

دے گئی ہے زندگی کا درس وہ قدسی نہاد
روئیں روئیں میں بھرا ہے آج تک شوقِ جہاد

ہاں بھلا بیٹھے ہیں اپنی وضع و پوشش کے اصول
کر دیا پیشِ نظر دنیا نے اب قولِ رسولؐ

چھوڑ کر اپنا تمدن درسِ غیرت مل گیا
کھو کے نقد آبرو سامانِ عبرت مل گیا

دیدۂ غیرت کے آنسو بن کے پانی بہ گئے۔
دامنِ نصرانیت میں جذب ہو کر رہ گئے۔

فلسفہ اب "من تشبّہ" کا ہوا پیشِ نظر
رو دیئے بکھرا ہوا شیرازۂ دیں دیکھ کر

یاد آئی یک بیک آغوشِ مادر کی فضا
پتلیوں میں پھر گئی عہدِ پیمبر کی فضا

فاطمائیں مادرِ ملت سے پھر پیدا ہوئیں
کربلائیں خنجرِ ہمت سے پھر پیدا ہوئیں

عورتوں کا دل کسی "خولہ" نے پھر گرما دیا
پرچمِ یرموک ان ماؤں نے پھر لہرا دیا

شیر ایوبی انھیں گودوں میں پھر پلنے کو ہیں
پھر وہی خنجر کسی حلقوم پر چلنے کو ہیں۔

مادرِ ملت کے لالوں میں اخوت پھر ہوئی
کوئی دم میں دیکھ تثلیثی قیامت پھر ہوئی

میمنہ سے میسرہ اسلام کا ملنے لگا
کنگرہ اُس قصر کا وہ دیکھ پھر ہلنے لگا

دین کی خدمت پہ آمادہ ہیں یہ پردہ نشیں
برقعہ پوشانِ حیا "صوفی" ہلا دیں گی زمیں

عبد الرب صوفی

تلخ ورثہ

از محترمہ سکینہ چراغ الدین صاحبہ بی۔ اے

"تو کیا میرا چچا زاد بھائی۔ میرے بچپن کے کھیلوں کا ساتھی میری مدد کو نہ آئے گا؟ جائداد اور والد کی جان ان کے گناہوں کا بھی اگر واقعی گناہ تھے کفارہ نہیں؟ نہیں اناّ۔ تم مجھے جھٹلا رہی ہو۔ مجھے اور رنجیدہ کر رہی ہو۔ کیا یہ غم میرے لئے کافی نہیں؟"

"میری بھولی سلمیٰ۔ تار بھیجے کتنے دن ہو گئے ہیں۔ آنا ہوتا تو ناصر تار پہنچتے ہی آجاتا۔ وہ تمہارا چچا زاد بھائی ہی۔ کھیلوں کا ساتھی ہی۔ اور منگیتر بھی۔ لیکن دنیا کے لئے یہ رشتے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ خودکشی اور جائداد بدنامی کو دور نہ کریں گے بلکہ اور زیادہ بدنام کر دیں گے۔"

"دیکھو۔ دروازہ پر کون ہے۔ ناصر آگیا ہے۔"

اناّ سلمیٰ کی سادگی پر آنسو بہاتی ہوئی اٹھی۔ دروازہ کھولا چٹھی رساں ناصر کا رجسٹرڈ خط لئے کھڑا تھا سلمیٰ کے چہرے پر عارضی مسرت چھا گئی۔ اور کچھ دیر کے لئے وہ اپنی بے بسی بھول گئی۔ اس نے دستخط کئے اور ڈرتے ڈرتے خط کھولا۔

عزیز بہن سلمیٰ۔

تمہارے تار سے چچا کے انتقال کا حال معلوم ہوا۔ اور اخباروں سے مفصل کیفیت۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ چچا نے دنیا کی تکالیف سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ خودکشی انتخاب کیا۔ اور اس طرح میرے اور تمہاری درمیان اس خلیج کو جو دیوالہ نے حائل کی تھی۔ ناقابل عبور بنا دیا مجھ میں حوصلہ نہیں کہ میں اس خاندان سے کسی قسم کا تعلق رکھ سکوں اس خط کے ساتھ تین سو روپیہ کی رقم ہے۔ ممکن ہے کچھ مدد ہو جائے۔

تمہارا بھائی "ناصر"۔

خط کو انگلیاں غصے سے بھینچ رہی تھیں۔ نوٹ زمین پر پڑے تھے۔ جی چاہتا تھا کہ انہیں پاؤں سے روند ڈالے آگ میں جلا دے۔ اس وقت جب اس کی کل کائنات پانچ روپیہ کا ایک نوٹ تھی۔ ان نوٹوں کی حیثیت ردی کاغذ سے بھی کم تھی۔ کیونکہ وہ مرحوم باپ کی دکھی روح کو اور بھی دکھ دے رہے تھے۔

"اناّ" وہ کانپ رہی تھی "مجھ سے آزادی حاصل کرنے کے لئے" چچا کے منحوس نام سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے تین سو روپے بھیجے ہیں۔ میری مدد کو۔ کیونکہ میں قلاش ہوں۔ نادار ہوں۔ یہ واپس کئے جائیں گے۔ مجھ میں ابھی

کچھ خودداری باقی ہے۔"

"نہیں بیٹا۔ ابھی روپے رہنے دو۔ کچھ دن گذر ہو گا۔ پھر خدا مالک ہے۔"

"تو تم چاہتی ہو میں اس رنج کو جو اس خط نے پہنچایا ہے بھول جاؤں۔ ان کاغذوں کے لئے؟ میرا ان کا اب کوئی رشتہ نہیں رہا صرف اس لئے کہ میرے پاس کوڑی بھی نہیں۔ باپ دیوالیہ ہو گیا۔ خودکشی کر کے بدنام ہو گیا اور مجھے ہمیشہ کے لئے بدنام کر گیا۔ بتاؤ اس میں میرا کیا قصور؟ یہ تمام کاروبار شروع کس نے کیا؟ میرے نہیں بلکہ ناصر کے باپ نے۔ البتہ نام میرے والد کا تھا۔ اس لئے جائداد اُن کی گئی۔ جان اُن کی گئی۔ بدنامی ان کی ہوئی۔ اب لوگ انہیں جواری کہیں دھوکہ باز کہیں جو چاہے سو کہیں۔ ناصر اس بدنامی سے بچا رہا۔ محض اتفاق سے۔ نہیں۔ وہ تو کسی صورت میں بھی اس سزا کا مستحق نہ ہوتا کیونکہ وہ مرد ہے اور میں عورت۔ باپ کے نادانستہ گناہوں کا کفارہ مجھے ادا کرنا ہو گا۔ کیونکہ میری کوئی شخصیت نہیں۔"

اس نے سترہ برس دنیا میں گذارے تھے۔ لیکن دنیا کو اب تک وہ نہ سمجھی تھی۔ باپ کی خودکشی نے بھی آنکھیں نہ کھولیں۔ اسے دنیا اپنی طرح معصوم نظر آتی تھی اور باپ کی طرح انصاف و محبت کا مجسمہ۔ آنکھیں دنیا کے ظلم اور دھوکے سے ناآشنا تھیں۔ اسے معلوم نہ تھا دنیا اور دُنیا والے اس کی قدر اس لئے کرتے ہیں کہ وہ سلمیٰ نہیں بلکہ مشہور تاجر حمید کی اکلوتی بیٹی سلمیٰ ہے لیکن ناصر کے خط نے اسے سترہ برس کی بھولی لڑکی سے سمجھدار عورت بنا دیا۔ اسے عمر میں پہلی بار دنیا کا تلخ تجربہ ہوا۔ ناصر کے خط نے اسے سماج کا پیغام دیا اور بتایا کہ وہ خودکشی کرنے والے تاجر حمید کی مفلس بیٹی سلمیٰ ہے اور باپ کے گناہ کی سزا اسے بھگتنی پڑے گی۔ "میں قابلِ نفرت ہستی ہوں" وہ سر جھکائے سوچ رہی تھی "باپ کے ساتھ گئی اور تباہ ہوئے۔ ان کی بددعاؤں کا مرکز۔ نفرت بھری نگاہوں کا نشانہ میں ہوں۔ ناصر کیا۔ کوئی مرد میری وجہ سے سوسائٹی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔"

ناصر نے جواب دے دیا۔ سہیلیوں نے منہ پھیر لیا۔ لے دے کر ایک اتا اور پانچ کا نوٹ بس کُل کائنات یہ تھی۔ پہلے اس کے ہونٹوں پر قہقہے رہتے۔ اور سیاہ آنکھوں میں تبسم۔ لیکن اس خط کے بعد وہ قہقہے کبھی نہ سُنے گئے ان کی جگہ اداس مسکراہٹ نے اور دو آنسوؤں نے لے لی۔ جو گرتے بھی نہ تھے۔ ان آنکھوں میں کئی کہانیاں پوشیدہ تھیں۔ اور دو آنسو ان کہانیوں کو آنکھوں ہی میں رکھنے کی کوشش کرتے تھے

الٰہ آباد میں ڈاکٹر زہرا کے قابلیت کی بہت شہرت تھی۔ غریب و امیر اس کے اخلاق کے مدّاح تھے۔ لیکن سب کو اس کی تنہائی پسند خاموش اور اداس طبیعت پر تعجب ہوتا۔ اگر کوئی اس سے اس کی گذشتہ زندگی کے متعلق سوال کرتا تو وہ مسکرا دیتی۔ اور وہ ایسی مسکراہٹ ہوتی جس میں فتح و شکست دونوں شامل تھیں۔ دو سیاہ آنکھوں سے

دبی ہوئی کہانیاں نکلنے کی کوشش کرتیں۔ لیکن ایک سرد آہ اور دو کمزور آنسو۔ آہ ان کہانیوں کو دبائے رکھتے۔"

کئی لوگوں نے اس سے شادی کی درخواست کی۔ لیکن زہرا نے انکار کر دیا۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

اسی شہر میں ڈاکٹر ناصر سول سرجن ہو کر آئے۔ زہرا ان سے بچ کر رہتی۔ لیکن وہ اس کی طرف کھنچے آتے تھے اور ہر ممکن طریقہ سے اس کے تبسم کو جو فتح و شکست کا مرقع تھا اور کہانیوں بھری دو سیاہ آنکھوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔ لیکن بے سود۔

ایک رات آٹھ بجے ملازمہ ڈاکٹر ناصر کا کارڈ لائی۔ اور ڈاکٹر صاحب اندر آئے۔ انہوں نے مناسب الفاظ میں شادی کی درخواست کی۔

"ڈاکٹر صاحب۔ کیا آپ سوچ سمجھ کر یہ درخواست کر رہے ہیں؟"

"بے شک۔ میں نے بہت غور کرنے کے بعد آج یہ سوال کیا ہے۔"

"آپ جانتے ہیں میں کون ہوں؟"

"آپ ہیں لیڈی ڈاکٹر زہرا۔"

زہرا پھر مسکرا دی۔ وہی مخصوص مسکراہٹ۔ "اگر میں زہرا کی بجائے کچھ اور رہوں تو؟"

"تو آپ آپ ہیں۔"

"نہیں۔ میں میں نہیں ہوں۔ عورت کی اپنی کوئی شخصیت نہیں۔ اگر آپ سے شادی کر لوں تو صرف زہرا کی بجائے زہرا ناصر بن جاؤں گی۔ میری طرف دیکھئے اور سوچئے میں کون ہوں۔"

آپ بار بار یہ سوال کیوں کر رہی ہیں۔" ڈاکٹر ناصر زہرا کے سوالات سے حیران ہو رہا تھا۔

آج دو آنسو کہانیوں کو روک نہ سکے۔ وہ گر پڑے آج اس مخصوص مسکراہٹ کا مطلب ظاہر ہو گیا۔

"آپ حیران ہیں ڈاکٹر صاحب۔ کہ میں مسکرا رہی ہوں اور رو رہی ہوں۔

میں مسکرا رہی ہوں اپنی شکست پر اور سوسائٹی کی شکست پر۔ دیوالیہ خودکشی کرنے والے تاجر کی بیٹی سلمیٰ کو سماج نے باہر نکال دیا۔ ناصر نے دھتکار دیا۔ لیکن زہرا کی شکل میں مجھے سوسائٹی نے قبول کیا اور ناصر آج پھر خواستگار ہے۔ اگرچہ میں وہی ہوں جو آج سے سات سال پہلے تھی۔ تمہیں نے میری شکست کا پیغام مجھ تک پہنچایا۔ اور آج خود اپنی شکست کا اعتراف کر رہے ہو۔"

"تو آپ سلمیٰ ہیں؟"

"ہاں میں سلمیٰ ہوں۔ سوسائٹی نے کس قدر دھوکہ کھایا۔ زہرا کی شکل میں وہی سلمیٰ موجود ہے اور لوگ اس سے ملاقات کرنے میں فخر سمجھتے ہیں۔" وہ ہنس رہی تھی۔ پاگلوں کی طرح۔ لیکن اسے ناصر کے جذبات و خیالات کی باہمی

کشمکش کا احساس ہو رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ آج سوسائٹی کو پھر شکست دے گی۔ حقیقی شکست۔ سلمیٰ بن کر "یہ آپ کا خط ہے۔ اور ہمیشہ میرے پاس رہتا ہے۔ کیونکہ اس نے پہلی بار مجھ پر دنیا کی اصلیت ظاہر کی"۔

خاموشی کو سلمیٰ نے توڑا "سوچئے۔ آپ سماج کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ آج آپ کے پاس دولت ہے۔ میرے پاس بھی کافی روپیہ ہے۔ لیکن اگر ہم غریب ہو گئے تو سماج ہمارے پیٹھ پیچھے نہیں منہ در منہ سرگوشیوں میں نہیں بلکہ بلند آواز سے نکتہ چینی کرے گی۔ نشانہ میں ہی بنائی جاؤں گی۔ لیکن آپ کو اور آپ کے بچوں کو بھی میرے ساتھ ذلیل ہونا پڑیگا بولئے۔ اب کیوں چپ ہیں؟"

"میں چپ نہیں۔ میرا سوال وہی ہے۔ تمہارے اعتراض کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ تم نا ھرا رہو سلمیٰ کو بھول جاؤ؟"

"تو آپ سلمیٰ، حمیدہ کو نہیں بلکہ نا ھرا کو اپنا بنانا چاہتے ہیں۔ آپ مجھ سے نہیں بلکہ میرے نام سے بھاگتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ وہ ایک مفلس خودکشی کرنے والے کی بیٹی کا نام ہے"۔

ناصر سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا "سلمیٰ کو بھول جاؤں! اپنے آپ کو بھول جاؤں بے رحم دنیا کے لئے" ناصر اب بھی خاموش تھا۔

"تو جائیے۔ سلمیٰ آپ کی ہے۔ لیکن نا ھرا آپ کی نہیں ہو سکتی۔ اس تلخ ورثہ میں حصہ دار بننے کا حوصلہ پیدا کریں اور پھر آئیں" پھر وہی مسکراہٹ وہی آنسوؤں کے پیچھے چھپی ہوئی کہانیاں۔

رات اندھیری تھی۔ دھیمے تارے ٹمٹما ٹمٹما کر ناصر کو راستہ دکھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن تاریکی بہت زیادہ تھی۔

دورِ خزاں

خزاں کے تند جھونکے لے کے پیغامِ فنا اٹھے — گلوں کا رنگ اڑا کلیوں کے ننھے دل دھڑک اٹھے
چمن کے چپے چپے سے ہویدا رنگ بربادی — نہ باقی اب وہ رعنائی نہ رنگینی نہ شادابی
سموم بادِ صرصر سے گلستاں بن گیا صحرا — غضب کا چھا گیا گلشن کے بام و در پہ سناٹا
روانی تھم گئی موجوں کی چشمے خشک ساکن ہیں — جو گلشن رشکِ گلزارِ جناں تھے اب وہی بن ہیں
شمیمِ روح پرور شعلۂ آتش بنی یکسر — شجر ہائے گلستاں خاک کر ڈالے شرر بن کر۔
شعلۂ مہرِ تاباں نے لگا دی آگ سبزے میں — نسیمِ صبح گاہی خاک بر سر جس کے ماتم میں"
گلہ و یاس سے تکتے ہیں طائر اپنی ویرانی — کہیں کس سے ستم کش دورِ گردوں کی ستم رانی

انور جہاں سراج الدین۔ اورنگ آباد۔ دکن

جے پور کی سیر

سلسلہ کے لئے اپریل کا پرچہ دیکھئے

تقریب سے فراغت پاکر جے پور کی سیر کا شوق ہوا۔ مہمان یا تو اپنے اپنے گھر رخصت ہو چکے تھے یا علی گڈھ کی ایک شادی میں شرکت کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ اب صرف میں یا میری ایک عزیزہ جو کہ میری بڑی پھوپی کے بیٹے ڈاکٹر زبید احمد صاحب (مولوی فاضل، ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی۔ پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی) کی بیوی اور شیخ صاحب کی حقیقی بھانجی ہیں اپنے سب بچوں کے ساتھ اس تقریب میں الہ آباد سے آئی تھیں۔ ان کی وجہ سے ان کی دو بڑی لڑکیاں بھی اپنے دولہا (صفیر احمد جان ایم اے پروفیسر کمرشیل کالج دہلی اور مفتاح الدین ظفر بی ایس سی ایل۔ ٹی مضمون نگار عصمت) کے ساتھ گئی تھیں۔ ہم سب مل کر صبح کا ناشتہ کرکے سیر کو روانہ ہوئے اس روز شہر کے بازاروں، رام نواس باغ یعنی چڑیا گھر اور عجائب خانہ کی سیر کی۔

شہر جے پور کے بازار چاندنی چوک دہلی جیسے یا کچھ زیادہ خوبصورت اور چوڑے چکلے ہیں۔ دو طرفہ آدمیوں کے چلنے کی چوڑی چوڑی پٹریاں (فٹ پاتھ) ہیں دو طرفہ دکانیں اور عمارتیں ایک ہی وضع اور ایک ہی رنگ (گلابی) کی بہت وسیع اور بڑے بڑے چوپڑ (چوک) اور وسط میں فوارے بہت ہی بھلے اور نظر فریب معلوم ہوتے ہیں۔ اور پتھر کی اونچی اونچی عمارتیں بہت ہی تھوڑے آثار کی تازیہ کی طرح کھڑی ہوئی بہت خوشنما ہوتی ہیں۔ بالخصوص ہوا محل کا بیرونی رُخ بہت بلند بہت خوبصورت اور قابلِ تعریف بنایا گیا ہے۔

رام نواس باغ میں پہونچکر پہلے عجائب خانہ کی عالی شان دو منزلہ عمارت میں داخل ہوئے۔ وہاں کا عجیب و غریب سامان اور اس کی کثرت سے عقل دنگ ہوتی ہے۔ قدرتی چیزوں کے علاوہ انسانی کاریگری کے نمونے بھی دیکھنے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ ہندوستان کے ہر حصہ کی مختلف قوموں اور نسلوں کے مرد عورت ان کے رنگ ڈھنگ، لباس، وضع قطع، اور معاشرت، چھوٹی چھوٹی مورتوں سے ان کی کاروباری زندگی کا مطالعہ ایسا دلچسپ معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت دیکھنے سے سیر ہی نہیں ہوتی۔ ہم نے حتی الامکان ہر چیز کے لیبل کو پڑھ کر اس کے سمجھنے اور سمجھنے میں لڑکوں سے بہت مدد لی۔ حضرت عیسے علیہ السلام سے بہت پہلے زمانہ کی ممی بھی دیکھی۔ اس وقت میرے قلب کی حالت عجیب تھی۔ اُف! تو بھی کبھی ہماری طرح ایک چلتا پھرتا انسان ہوگا اور بڑی بڑی آرزوؤں کا مالک ہوگا کیسی شان کیسی حکومت کیسی قوت کس قدر دولت اور زر و جواہر کا مالک ہوگا۔ مگر آہ! ملک الموت کے زبردست ہاتھ نے ہمیشہ کے لئے تجھ کو سلا دیا۔ اور آج بے بس و لاچار مصالحوں میں لپٹا ہوا تو ہماری توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ تو صبح سے شام تک روزانہ

سینکڑوں انسانوں کو درسِ عبرت دیتا ہے اور تیری خاموشی ایک لمحہ میں ہزاروں سال کا افسانہ سنا دیتی ہے۔

اس کے بعد چڑیا خانہ دیکھا۔ سدہا قسم کے عجیب و غریب جانور اس میں موجود ہیں۔ سفید و سرخ مور۔ دسیوں رنگ کے چھوٹے بڑے طوطے طرح طرح کے بندر۔ شیر۔ چیتے بھیڑیے۔ ریچھ (بھالو) ان کے پنجرے کیا بلکہ مکان کہئے بڑے بڑے ہیں جن میں آرام کرنے اور چلنے پھرنے کی کافی گنجائش ہے۔ بعض کے لئے جھولے بھی پڑے ہوئے ہیں۔ شیر کے ایک مکان کے ایک حصہ میں درختوں کے جھنڈ (جنگل) بنا کر اس کے اندر پتھروں سے کھوہ بنائی ہے اور اس جنگل کو احاطہ کئے ہوئے ایک تالاب کافی گہرا اور چوڑا بنایا گیا ہے۔ یہاں آکر شیر ٹہلتا ہے اور تفریح کرتا ہے اور پانی پیتا ہے۔ ایک بہت بڑے میدان میں ہرن۔ بارہ سنگھا۔ نیل گائے وغیرہ چلتے پھرتے اور چوکڑیاں بھرتے نظر آئے۔ سیر کرنے والے دانہ۔ پھل وغیرہ ساتھ لے جاتے ہیں۔ جب جانور دیکھتے ہیں کہ کوئی سیر کرنے والا آیا ہے دوڑ کر جنگلے کے پاس آجاتے ہیں۔ اور کھانے کو مانگتے ہیں۔ اور بغیر کسی خوف کے خوب مزے اور اطمینان سے کھاتے ہیں۔ غرض دن بھر خوب سیر و تفریح کر کے شام کو گھر واپس آئے۔

اگلے روز پھر ناشتہ کرنے کے بعد ہماری کل والی پوری جماعت موٹروں میں سوار ہو کر قلعہ اُمیر کی سیر کو چل دی۔ یہ قلعہ ایک پہاڑی پر ہے اور شہر سے بہت قریب ہے۔ شہر سے دو میل اس کی چڑھائی شروع ہو جاتی ہے یہاں تک پُرانے زمانہ کی عمارتوں۔ تالابوں اور باولیوں کا سلسلہ قایم ہے قلعہ کا قدیم دروازہ تو تھوڑی سی ہی چڑھائی کے بعد آجاتا ہے لیکن اصل قلعہ یا محلات تک پہونچنے میں کافی فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے۔ آخر میں ایک بہت بڑا اور بہت گہرا تالاب ہے جس کے ایک طرف سڑک ہے اور دوسری طرف پہاڑی کے اوپر محلات نظر آتے ہیں۔ ہماری موٹر تالاب کے آخری سرے پر جا کر رُک گئی۔ یہاں سے ایک سڑک آبادی کے اندر چلی گئی ہے اور سیر کرنے والوں کی تفریح اور آرام کے لئے یہاں ایک چھوٹا سر سبز و شاداب باغ بنا ہوا ہے وسط میں ایک حوض ہے۔ اور اِدھر اُدھر بارہ دریاں بنی ہوئی ہیں جن میں بیٹھ کر آنے والے آرام کرتے ہیں۔ کھانا کھاتے ہیں۔ جن کے ساتھ گانے بجانے کا سامان ہوتا ہے وہ اس کا بھی لطف حاصل کرتے ہیں۔ چونکہ ہم کو صرف محلات کی سیر کرنا تھی اس لئے موٹروں سے اتر کر باغ میں سے ہوتے ہوئے سیدھے قلعہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ یہاں سے پھر چڑھائی شروع ہو جاتی ہے۔ پہاڑ کی یہ چڑھائی عجیب دلچسپ معلوم ہو رہی تھی سانس پھول رہے تھے۔ گھٹنے جواب دے رہے تھے۔ قدم لڑکھڑا رہے تھے مگر رک کر دم لینا جُرم تھا یعنی جو تھک کر بیٹھتا اس کا مذاق بنایا جاتا تھا۔ غرض بڑی دلچسپی کے ساتھ چڑھائی ختم ہو کر قلعہ کا دروازہ آیا۔ یہاں بغیر پاس کے اندر داخل ہونے نہیں دیا جاتا چونکہ وکیل صاحب نے اس کا پہلے ہی انتظام کر دیا تھا۔ اس لئے ہم بغیر سوال و جواب کے قلعہ میں داخل ہوگئے۔ اور سب سے پہلے کالی دیوی کے مندر میں پہونچے کالی دیوی بنگال کی ایک مشہور دیوی ہے۔ بہت زمانہ ہوا کلکتہ سے لا کر قلعہ اُمیر کے مندر میں رکھی گئی ہے دُور دُور سے ہندو

بالخصوص بنگالی درشن کرنے آتے ہیں۔ چونکہ یہ قہر کی دیوی مانی جاتی ہے اس لئے روزانہ صبح کو بکرے کی بھینٹ دی جاتی ہے۔ دیوی کے سامنے قربان گاہ پر بکرے کو کھڑا کرکے صرف ایک وار میں اُس کا سر کاٹ کر تشت میں لیا جاتا ہے زمین پر نہیں گرنے دیا جاتا اور دیوی کے پاس لے جاکر اس کے خون کا قشقہ لگایا جاتا ہے۔ اور اُس کا گوشت پنڈتوں اور بڑے بڑے ٹھاکروں کو تقسیم کردیا جاتا ہے۔ جس وقت ہم مندر میں پہونچے تو یہ رسم ادا ہو چکی تھی۔ لیکن زمین پر ابھی تک تازے خون کے چھینٹے موجود تھے۔ دیوی کے سامنے در پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد پردہ اُٹھاکر حاضرین کو درشن کرایا گیا اور پھر پردہ ڈال دیا گیا ہندوؤں نے حسب دستور نذر و نیاز چڑھائی۔

ہم نے بھی دیوی کو دیکھا۔ اور جیسا سُنا تھا کہ دیوی کا مُنہ ایک طرف کو پھرا ہوا ہے (گھوما) دیکھا۔ کہا جاتا ہے کہ کسی زمانہ میں بکرے کی جگہ انسان کی بھینٹ دی جاتی تھی۔ ایک روز کوئی بزرگ ہاتھ آ گئے جب اُن کو پکڑ کر لے چلے تو اُنہوں نے سوال کیا کہ تم مجھے کہاں لے جاتے ہو تو کہا گیا کہ ہماری دیوی روز ایک بھینٹ مانگتی ہے آج تمہارا نمبر ہے۔ بزرگ نے کہا تمہاری دیوی انسان کی بھینٹ نہیں چاہتی اگر تم کو یقین نہیں ہے تو مجھ کو اپنی دیوی کے سامنے لے چلو اگر وہ میری بھینٹ منظور کرلے تو خیر ورنہ مجھے چھوڑ دینا۔ بچارے یہ سمجھ کر کہ ہمارا اس میں کیا حرج ہے اس بزرگ کو دیوی کے سامنے لے چلے بزرگ نے خداوند تعالےٰ سے التجا کی اور دعا مانگی کہ اپنی مخلوق کو اس مصیبت سے نجات عطا فرما دعا قبول ہوگئی اور جب بزرگ دیوی کے سامنے پہونچے تو دیوی کا مُنہ ایک طرف کو پھر گیا۔ چنانچہ اس دن سے انسان کی قربانی موقوف ہو کر بکرے قربان کئے جاتے ہیں اور اس دن سے دیوی کا چہرہ ایک طرف کو پھرا ہوا ہے (واللہ اعلم) دیوی کو دیکھ کر محلات میں گئے۔ دربار اور محلات بالکل مغل خاندان کی طرز کے بنے ہوئے ہیں اور اسلامی شان ظاہر ہوتی ہے۔ شہر جے پور کی فصیل اور دروازے سے بھی یہی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ عمارتیں بہت پختہ اور عالی شان ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی بن کر تیار ہوئی ہیں ان کی بعض چھتیں منقش اور مطلا ہیں۔ محل کے اندر صحن میں ایک مختصر سا باغیچہ ہے۔ رانیوں اور پاتریوں کے کمرے اور مکانات۔ رسوئی خانہ راجہ کے کھانے کا کمرہ بھی دیکھا۔ کھانے کا کمرہ بہت مختصر ہے صرف راجہ اور مہارانی کے کھانے کی جگہ دو گول چبوتریاں بنی ہوئی ہیں۔ اس کی دیواروں پر متھرا اور بنارس کے مذہبی مقامات کے نقشے بنے ہوئے ہیں۔

شیش محل کے نام سے ایک کمرہ ہے۔ اس کے دروازہ بند کرکے موم بتی جلا کر جب ہم کو یہ کمرہ دکھایا گیا تو عجیب کیفیت معلوم ہوئی۔ ایک کمرہ سے دوسرے کمرہ یا مکان تک راجہ اور رانیوں کی آمد و رفت کے لئے رکشا استعمال ہوتا تھا وہ پرانے زمانہ کا رکشا بھی دیکھا۔ اس کے پہیوں پر ربڑ کی جگہ نواڑ کام دیتی تھی۔ رسوئی خانہ کے پاس ایک کمرہ میں ایک بھاری چکی رکھی ہوئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی پاتری وغیرہ کو سزا دینی ہوتی تھی تو اس بھاری چکی میں اس سے آٹا پسوایا جاتا تھا۔

دربار کی عمارت بہت مضبوط اور وسیع ہے جس کی چھت بہت اونچے اونچے ستونوں پر قایم ہے۔ دربار او محل کے جھروکوں سے آمیر پہاڑ کی سرسبزی و شادابی اور تالاب کے پانی کی لہریں اس بلندی سے عجیب وغریب دلچسپ منظر پیش کررہی تھیں۔ ان محلات کی حد سے باہر پرانے زمانہ کے محلات ہیں۔ جے پور کی راج گدی پہلے زمانہ میں قلعہ آمیر ہی تھا۔ چنانچہ گدی نشینی کی رسم اب تک ان ہی پرانے محلات میں ادا کی جاتی ہے۔ قلعہ آمیر کی آبادی میں ایک عالیشان حوض والی مسجد ہے۔ بادشاہ دہلی کے حکم سے صرف ڈھائی دن میں یہ مسجد تیار کی گئی تھی اس لئے اس کا نام ڈھائی دن کی مسجد ہے۔

اس سیر سے فارغ ہوکر تقریباً تین بجے واپس گھر پہونچ گئے۔ کھانا کھایا۔ عصر کی نماز پڑھ کر ایک عزیز کے یہاں دعوت میں چلے گئے۔ مغرب کی نماز کے بعد میرا چھوٹا بچہ گھبرایا ہوا پہنچا اور یہ خبر سنائی کہ بھائی صاحب (یہ میرا بڑا لڑکا ہے جس نے اسی سال بی اے کوم۔ کا امتحان پاس کیا ہے) اسیر سے اب تک واپس نہیں آئے اور تو سب چلے آئے اور بھائی صاحب کو پہاڑ پر چھوڑ آئے۔ اور وہاں شیر رہتے ہیں۔ اور گیس کے ہنڈے ساتھ لے کر آدمی بھائی صاحب کو تلاش کرنے جارہے ہیں۔

بہنیں سمجھ سکتی ہیں کہ اس وقت میرے دل پر کیا کیفیت طاری ہوئی ہوگی۔ وحشت ناک اور فاسد خیالات نے دماغ کو آنا فاناً بے کار کردیا۔ شیروں کے ہولناک واقعات۔ رات۔ تنہائی اور بے بسی غرض خیالات کا ایک تار بندھ گیا۔ میں نے اصل حالات معلوم کرنے کے لئے فوراً ایک آدمی دوڑایا۔ کہ اسی وقت میرا بھتیجا آگیا اس نے اطمینان دلایا کہ مذیر میاں مل گئے ہیں خیریت سے ہیں۔

میں اسی وقت گھر واپس آئی مذیر میاں کو دیکھ کر جان میں جان آئی۔ اس نے سب حال سنایا کہ آمیر سے واپس آکر ہم سب لڑکے غلطہ کی سیر کو چلے گئے واپسی پر ہمارے اور ساتھی سب آگے آگے تھے میں اور محبوب وابرار پیچھے آرہے تھے کہ ہم نے راستہ کی ایک سمت میں بندروں کی جماعت کو دیکھا۔ ان کی دو پارٹیوں میں شدید جنگ ہو رہی تھی اور ہر پارٹی مخالف پارٹی پر باقاعدہ حملہ کرتی تھی۔ حملوں کا سلسلہ بند ہوا تھا آخر ایک پارٹی ہار کر بھاگ گئی اور کامیاب پارٹی اس کے تعاقب میں چلی گئی۔ یہ تماشہ دیکھنے میں ہم کو دس پندرہ منٹ لگ گئے اس کے بعد ہم فوراً چلے آئے۔ میرے ساتھی اپنے گھر چلے گئے اور میں اپنے کمرہ میں آکر بستر پر لیٹ گیا چونکہ تھکا ہوا تھا اس لئے فوراً نیند آگئی میرے دونوں ساتھیوں کے مکان پر آدمی گیا تو ان کو موجود پایا مگر ان سے یہ دریافت نہ کیا کہ مذیر کہاں ہے اور نہ مجھ کو بستر میں تلاش کیا گیا۔ غرض لاعلمی کی وجہ سے اور اس وجہ سے بھی کہ چرچا ہو کر آپ کو خبر ہو جائے نہایت خاموشی اور پریشانی کے عالم میں اول مجھ کو گھروں میں تلاش کیا گیا۔ پھر غلطہ پر تلاش کے لئے گیس کے ہنڈوں اور آدمیوں کا انتظام کیا گیا عین اسی وقت تلاش کرتا ہوا کوئی شخص میرے بستر تک بھی پہونچ گیا تو میں موجود تھا۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور شکرانہ کی نفلیں ادا کیں۔ امت الوحی از دہلی

رنگوں کی پسندیدگی کا اثر انسانی اخلاق و عادت پر

زمانہ حاضرہ میں جہاں اسرار کائنات کا ایک ایک ورق الٹا جا رہا ہے۔ اور پوشیدہ امور برسر مشاہدہ آرہے ہیں۔ وہاں کہا جاتا ہے کہ یورپ نے اپنے عملی تجربات کے ذریعہ یہ بھی ایک نیا انکشاف کیا ہے کہ مختلف انسانی طبیعتوں کو مختلف رنگ پسند ہوتے ہیں۔ جیسے کسی کو سُرخ رنگ پسند ہوتا ہے تو کسی کو نیلا رنگ۔ کسی کو سبز رنگ مرغوب ہے تو کسی کو سنہرا۔ وغیرہ ان اختلافات پسندیدگی سے یورپ نے انسان کے اخلاق و عادات اور خصائل کا اندازہ لگایا ہے۔ جو ایک حد تک مزاج دانی کی کسوٹی سمجھنا چاہئے۔ ہمیں صرف چند حسب ذیل رنگوں کے متعلق معلومات حاصل ہوئی ہیں جو ناظرین عصمت کی دلچسپی کے لئے لکھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی امید کرتے ہیں کہ باخبر اصحاب اس موضوع پر مفصل روشنی ڈال کر طبع آزمایوں میں اضافہ فرمائیں گے۔ کہ معاشرتی تعلقات میں ایک دوسرے کی طبیعتوں کو پہچان لینے کا یہ بھی ایک ذریعہ ہے۔

سُرخ رنگ

اس رنگ کو پسند کرنے والی طبیعت میں غرور۔ خواہش۔ اقتدار اور تسلط عام کا پتہ چلتا ہے یہی وجہ ہے کہ بادشاہ اور جج سُرخ رنگ کی عبا پہنتے ہیں۔ فوج و پولیس کی وردیاں بھی اکثر سُرخ ہوتی ہیں۔ یورپ میں سوشیلسٹ گروہ کا جھنڈا اسی بنا پر سُرخ رنگ کا ہوتا ہے۔

جو عورتیں سُرخ رنگ کو پسند کرتی ہیں۔ وہ مغرور۔ فخر پسند اور اقتدار طلب ہوتی ہیں۔ اور اسی بنا پر وہ گھر کا انتظام نہایت سرگرمی کے ساتھ کرتی ہیں۔ اور نوکروں تو کیا بلکہ تمام خاندان پر قابو رکھتی ہیں۔ غرور اور بلند حوصلگی کی وجہ سے وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر رشک و حسد نہیں کرتیں۔

جو مرد اس رنگ کو پسند کرتے ہیں وہ کشادہ پیشانی مستعد اور سرگرم اور عملی آدمی ہوتے ہیں۔ ان کی رائے صائب اور ان کی طبیعت تیز ہوتی ہے۔ اور انہیں ہمیشہ اپنی ذات پر اعتماد رہتا ہے۔ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ معمولی باتوں پر فخر نہیں کرتے۔ ہمیشہ مہمات امور کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ ان کے عزم و ارادے میں کوئی شے خلل انداز نہیں ہو سکتی۔

اس تحقیق و دریافت کے بعد یہ نتیجہ بھی اخذ کیا گیا کہ سُرخ رنگ پسند کرنے والی طبیعت کے مقابلہ میں نیلا رنگ پسند کرنے والی طبیعت ہو۔ تو ان دونوں طبائع کے مابین بڑی حد تک اتحاد قائم رہ سکتا ہے۔ اس لئے اگر ایسے دو قسم کے طبیعت کے مرد و عورت کے درمیان ازدواجی تعلقات قائم ہو جائیں تو باوجود ہزارہا مشکلات کے بھی نبھ سکتی ہے۔ کہ تسلط پسند طبیعت کے ساتھ انفعالی طبیعت کا امتزاج ہو جائے تو خوشگوار کیفیت پیدا ہوگی۔

نیلا رنگ

جو لوگ نیلا رنگ پسند کرتے ہیں۔ ان میں لطف و محبت کا جذبہ شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ جو عورتیں اس رنگ سے دلچسپی رکھتی ہیں۔ وہ سریع الانفعال۔ خندہ پیشانی ہنس مکھ ہوتی ہیں اور بہ نسبت سرخ رنگ کی طرف میلان رکھنے والی عورتوں کے کہ ان میں سادگی پائی جاتی ہے۔

جن مردوں کو یہ رنگ پسند ہوتا ہے۔ وہ تیز طبع اور فنون لطیفہ کے شیدائی ہوتے ہیں۔

سنہرا زرد رنگ

جو عورتیں اس رنگ کو پسند کرتی ہیں وہ مستقل مزاج اور محنتی ہوتی ہیں۔ ان کے خیالات تنگ و ٹھوس ہوتے ہیں۔ اور شکوک کے قبول کرنے کی صلاحیت اور دوسروں سے بدگمانی ہوتی ہے مگر اس قسم کی عورتیں عموماً اعلیٰ طبقہ کی ہوا کرتی ہیں۔

جو مرد اس رنگ سے دلبستگی رکھتے ہیں۔ ان میں ایجاد و اختراع کی بہت زیادہ قابلیت ہوتی ہے۔ وہ خود معزز اور خوش نصیب ہوتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی معزز بناتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن قوت و اقتدار کی ان میں کمی ہوتی ہے۔

لیموئی رنگ

جن عورتوں کو یہ رنگ مرغوب ہوتا ہے۔ ان میں انتظام خانگی کی خاص طور پر قابلیت ہوتی ہے اور خفیف الحرکتی کا ان میں شائبہ تک نہیں ہوتا۔ بلکہ بھاری بھرکم اور صاحب وقار ہوتی ہیں وہ اپنی اولاد اور اپنے خاندان سے بے حد محبت رکھتی ہیں۔

جو مرد اس رنگ کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ وہ فکر اندیش و صاحب وقار ہوتے ہیں۔ ہر چیز پر غور سے نگاہ ڈالتے ہیں۔ اور لوگوں کو وعظ و پند کرتے ہیں۔ مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ وہ صرف سوچنے والا دماغ رکھتے ہیں لیکن ان میں عملی قوت نہیں ہوتی۔ وہ اختراعات و ایجادات سے دلاویزی ظاہر کرتے ہیں۔ مگر ان سے عملی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ وہ مستقل الرائے ہوتے ہیں کسی غیر کی اطاعت نہیں کرتے۔

سُرخ عقیقی رنگ

اس رنگ کو پسند کرنے والی عورتیں ظالم۔ سخت۔ محنتی۔ غصہ ور اور جھگڑالو ہوتی ہیں۔ وہ تربیت اولاد میں سختی کرتی ہیں۔ لیکن ان کا غصہ جلد اتر جاتا ہے اور ان کے دل میں کینہ نہیں رہتا۔ وہ فطرۃً صاحب وقار شوہر کا انتخاب کرتی ہیں۔

جو مرد اس رنگ کو پسند کرتے ہیں وہ دموی المزاج ہوتے ہیں۔ ان کے مزاج میں وحشت ہوتی ہے۔ انہیں جلد جلد غصہ آتا ہے۔ وہ بے سوچے سمجھے تمام کام کر بیٹھتے ہیں۔ اور ان کی آواز بلند و خوفناک ہوتی ہے۔ اور وہ مغرور طرز و ادا سے اکڑ کے چلتے ہیں۔

سبز رنگ

اس رنگ کی پسند کرنے والی عورتیں نہایت خفیف الحرکت ہوتی ہیں۔ ان کے خیالات صحیح نہیں ہوتے۔ وہ ہر کام میں پیچھے رہتی ہیں۔ کسی کام میں مشکل سے جی لگاتی ہیں۔ لیکن دوسروں پر

نکتہ چینی کرتی ہیں۔ وہ غیور اور حاسد ہوتی ہیں۔ دستکاری میں انہیں خاص ملکہ ہوتا ہے۔

جو مرد اس رنگ کو پسند کرتے ہیں۔ وہ حیلہ جو۔ حسد پیشہ اور مال و دولت سے بہت زیادہ محبت رکھنے والے ہوتے ہیں۔ انہیں دوسروں کے ساتھ خوش گپی کرنے میں بڑا مزا آتا ہے۔ وہ خیالات وافکارات میں نہایت غیر مستقل مزاج ہوتے ہیں۔ وہ سیماب صفت ایک دائمی حرکت میں رہتے ہیں۔ وہ نہایت سریع الغضب اور سریع الانفعال ہوتے ہیں۔ تجارتی مشاغل سے ان کو خاص طور پر دلچسپی ہوتی ہے۔

بنفشجی رنگ

جو عورتیں اس رنگ کی دل دادہ ہوتی ہیں۔ ان کے خیالات کی حقیقت خواب سے زیادہ نہیں ہوتی۔ وہ ہمیشہ خرافات و محالات پر یقین رکھتی ہیں۔ وہ نہایت کاہل وسست ہوتی ہیں وہ کام سے جی چراتی ہیں۔ اگرچہ بظاہر سادہ مزاج ہوتی ہیں۔ لیکن شیریں اور لذیذ غذا کی ان کو ہمیشہ جستجو رہتی ہے۔ وہ خوشامد پسند بھی ہوتی ہیں۔ ان کو فنون لطیفہ سے خاص طور پر دلاویزی ہوا کرتی ہے۔

جو مرد اس رنگ کو پسند کرتے ہیں۔ وہ کاہل۔ بزدل اور کام چور ہوتے ہیں۔ ان کا دل صرف اُن کاموں میں لگتا ہے جن میں جسم و دماغ پر زور نہیں پڑتا۔

یہ ایک قسم کا معیار ہے۔ اخلاق و عادات معلوم کرنے کا۔ جو اہل یورپ کے تجربوں سے حاصل ہوا ہے۔ جہاں کی طبیعتیں رنگینی پسند نہیں ہوتیں بلکہ سادگی پسند ہوتی ہیں۔

ایشیائی طبائع رنگین پسند واقع ہوئی ہیں۔ اس کسوٹی کے ذریعہ ہر مرد و عورت اپنے اخلاق و عادات اور ملک کا آسانی سے موازنہ کرکے تجربہ حاصل کرسکتا ہے۔

سردار بیگم ی بنت نواب آف وائی۔ لونسی۔ قلعہ

(بقیہ مضمون صفحہ ۴۲۱)

بعض جگہ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ شادی کے بعد لڑکے اور لڑکی میں کوئی باہمی نااتفاقی نہیں ہے لیکن لڑکی کے میکہ یا سسرال کے قریبی رشتہ داروں میں سے کسی کی تیز طبعی یا بدمزاجی یا دیگر اخلاقی خرابیوں نے وہ حشر برپا کیا کہ دو بے گناہوں میں تفریق کرا کے دم لیا۔ یہ حالت اگرچہ موضوع سے خارج ہے لیکن چونکہ یہ بھی گاہے ہمارے مقصد میں حارج ہوتی ہے اس لئے اسے بھی اس نیت سے شریک کرلیا کہ اگر ممکن ہو تو اس کی بھی اصلاح کی جائے۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں۔ جاورہ۔

شرک

قریشہ کیوں بہن رضویہ میں نے سُنا ہے تم جمعرات کے جمعرات کسی مزار پر جاتی ہو یہ کیا بات ہے؟

رضویہ۔ یہ آپ کو کس نے خبر دی اب تو میں کہیں نہیں جاتی ہاں پہلے البتہ جاتی تھی خدا کا شکر ہے وہ مراد تو حضرت مولانا کی توجہ سے پوری ہو گئی "

قریشہ "کون سی مراد؟ آفرین ہے بہن تم پر ایسے گھر کی لڑکی ہو کر خود پڑھ لکھ کر اس طرح کی مشرکانہ حرکتیں کرتی ہو کس صفائی سے کہہ دیا کہ حضرت مولانا کی توجہ سے وہ مراد پوری ہو گئی۔ توبہ توبہ میرا دل لرز گیا "

رضویہ۔ آپ کا دل یونہیں لرز جاتا ہے آخر میں بھی کوئی دیوانی نہیں ہوں کہ خدا کو چھوڑ کر اور کسی سے مراد مانگوں۔ میں نہ قبر کو سجدہ کرتی ہوں نہ بوسہ دیتی ہوں صرف فاتحہ پڑھ کر پھول چڑھا دیتی ہوں اور یہ دعا مانگتی ہوں کہ یا حضرت خدا سے دعا کیجئے کہ میرا کام بن جائے میں گنہ گار اس قابل کہاں کہ میری دعا قبول ہو آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ مقبول بارگاہ ہیں۔ خداوند کریم آپ کی دعا قبول کرکے ضرور میرے اوپر رحم فرمائے گا بس اتنی سی بات شرک ہو گئی۔

قریشہ۔ تو تم خدا ہی سے کیوں نہیں دعا مانگتیں کہ الٰہی اپنے پیغمبروں کا صدقہ اپنے سچے عبادت گذار بندوں کا واسطہ مجھ ناچیز گنہ گار کی دعا قبول فرما اور مجھ پر اپنا فضل کر۔

رضویہ۔ مانگتی کیوں نہیں مگر بہن ہم لوگوں کی دعائیں وہ بات کہاں جو اُن بزرگوں کی۔ آخر زندہ بزرگ سے اپنے لئے دعا کراتے ہیں تو وہ کیوں شرک نہیں کہا جاتا یہ بھی عجیب بات ہے۔ کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ وفات کے بعد ان بزرگوں کی روحانی طاقت اور کرامات میں کچھ کمی آ جاتی ہے۔ وہ تو جیسے یہاں تھے ویسے ہی وہاں بھی ہیں بلکہ اب خدا سے زیادہ قریب ہیں۔

قریشہ۔ بس اس لئے تم نے یہ سمجھ لیا کہ اب بجائے خدا کے انہیں کو پکارنا چاہئے میں ہرگز یہ نہیں کہتی کہ ان کی بزرگی میں وفات کے بعد کچھ کمی آ جاتی ہے لیکن بہن کوئی کتنا ہی بزرگ کیوں نہ ہو یہ مرتبہ تو کسی کو بھی حاصل نہیں ہوتا کہ خدا سے جو کچھ چاہے لے لے یا کسی کو دلوا دے نہ زندگی میں نہ بعد وفات۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود یہ فرمائیں کہ ؎

سب انسان ہیں واں جس طرح سر فگندہ
اسی طرح میں بھی ہوں ایک اس کا بندہ

تو اب تم خود سوچو کہ اور کس کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور جس طریقے سے اس وقت تم نے یہ کہا ہے کہ ان کی

توجہ سے مراد پوری ہوگئی یہ تو غضب ہے گویا کہ وہ جو چاہیں کرسکتے ہیں میں تو بھلا کس گنتی میں ہوں مگر جب میرے دل پر یہ الفاظ سن کر چوٹ لگی تو اگر وہ زندہ ہوتے اور اپنی بابت تمہارے یہ الفاظ سنتے تو کس قدر ناراض ہوتے ایک دفعہ آنحضرت صلعم کے سامنے کسی نے کہا تھا کہ "اگر خدا اور اس کا رسول چاہے" اسی بات کو آپ نے منع فرمایا کہ اس طرح اس کی پاک ذات کے ساتھ مجھے مت شامل کر۔ نہ کہ اس طرح سمجھنا اور کہنا گویا توبہ توبہ انہیں خدا کے سامنے کوئی دعوے ہے۔

رضیہ۔ "تو گویا آپ کا یہ مطلب ہوا کہ اچھے برے سب برابر ہیں اور ان کی دعا ہماری دعا پر کوئی فضیلت نہیں رکھتی میں تو اسے نہیں مان سکتی کہ ہماری گندی سندی زبان سے جو کچھ نکلے گا وہ بھی اسی طرح قبول ہوگا جس طرح انکا

قریشہ۔ بے شک ہماری ان کی کوئی برابری نہیں ہوسکتی جب ہم ان کی عبادت و پرہیزگاری کا شمہ بھی ادا نہیں کرسکتے تو کس منہ سے یہ امید کرسکتے ہیں کہ ہماری دعا ان کی دعا کی طرح قبول ہوسکتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضرور ہے کہ قبول کرنے والا بادشاہ مطلق ہے وہ سب کا حاکم اور خالق ہے اور اپنے سب بندوں پر مہربان ہے۔ جب اس دنیا کے بادشاہ یہ اختیار رکھتے ہیں کہ چاہیں تو اپنے ولی عہد اور وزیر کی بھی درخواست کو رد کردیں اور چاہیں تو ایک ادنیٰ سے ادنیٰ رعیت کی یا بڑے سے بڑے مجرم کی درخواست کو منظور کرلیں تو پھر اس کے لئے کیا بڑی بات کہ وہ ہم جیسے ناچیز بندوں کی سچے دل کی دعاؤں کو قبولیت کا درجہ عطا فرمائے۔ اور یہ تو ایک طرح کی ہیکڑی ہے کہ ہم خود نیک فرمانبردار بندہ بننے کی کوشش نہ کریں اور اس کے نیک بندوں کو پریشان کریں کہ آپ خدا سے کہہ کر ہمارے کام بنوا دیجئے۔"

رضیہ۔ توبہ توبہ آپ تو غضب کرتی ہیں خدا سے کس کی مجال ہے کہ ہیکڑی کرے یہ تو انکساری اور عاجزی ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس قابل ہی نہیں سمجھتے۔

قریشہ۔ مگر جب خدا نے دعا مانگنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم مجھے پکارو میں قبول کروں گا۔ تو پھر اس انکسار اور عاجزی کے کیا معنی یہ تو بالکل الٹی بات ہے۔ کہ اُدھر سے مہربانی اور اجازت اور ادھر سے گویا اکڑ اور رکاوٹ تم شاید اس اکڑ کو گناہوں کی شرم کہوگی مگر میں تو یہی کہوں گی کہ گنہگار ہیں یا جیسے بھی ہیں۔ بہرحال ہیں تو اسی کے بندے اس سے شرم کرکے اور کس کے در پر جائیں گے چاہئے تو یہ کہ جتنے زیادہ گنہگار ہوں اتنے ہی زیادہ اس کے سامنے گڑگڑائیں۔ التجائیں کرکرکے اس سے معافی مانگیں اور توفیق چاہیں کہ وہ ہمیں نافرمانی سے بچائے۔ لو میں ایک مثال تمہارے سامنے بیان کرتی ہوں پھر دیکھوں تمہارا کیا اعتراض باقی رہتا ہے۔ یوں سمجھو کہ ایک بادشاہ ہے جس کے قبضے میں ہزاروں ملک و شہر ہیں۔ اس کی رعیت میں کوئی ایک آدمی نہایت ہی مفلس و تباہ حال ہوکر زندگی سے بیزار ہورہا ہے بادشاہ کو اس کی حالت کی خبر ہوتی ہے اور وہ حکم دیتا ہے کہ فلاں شہر میں جائے وہاں کے حکام کو بادشاہ کا حکم پہونچتا ہے وہ اس کی آمد کا انتظار کرتے ہیں اس شہر کے ارکان اس کو اس طرح وہاں پہونچاتے ہیں کہ اسے

کوئی تکلیف نہیں اٹھانی پڑتی ملکہ اسے یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ میں کہاں سے کہاں آگیا اب اس شہر میں اس کی خاطریں شروع ہوتی ہیں کھانا کپڑا خدمت گار اور ہر ضرورت کی چیز بے مانگے اور بغیر ضرورت کا احساس ہوئے اس کے لئے حاضر ہو جاتی ہے اور اس کے اوپر کوئی کسی قسم کی ذمہ داری نہیں ہوتی وہ بے غل وغش کھاتا پیتا ہے سوتا اور چین کرتا ہے جب ذرا اس کی حالت سنبھلتی ہے تو اسے اپنے خبر گیروں کی معرفت بادشاہ کا یہ پیغام پہونچتا ہے کہ بادشاہ اس کے اوپر نہایت مہربان ہے اور اس کی بہتری اور آئندہ مرتبہ کی زیادتی کے لئے اس پر یہ ذمہ داری اور پابندی عائد کرتا ہے کہ اپنے خدمت کرنے والوں کے ساتھ ادب وہمدردی سے پیش آئے ان کا ہاتھ بٹائے اور کچھ مقررہ وقتوں پر بادشاہ کے سلام کو حاضر ہوا کرے ان تمام باتوں پر عمل کرکے جب وہ اس شہر میں رہنے کی مدت پوری کرکے مستقل طور پر دارالسلطنت میں حاضر ہوگا اس وقت اس کو وہ مرتبہ عنایت ہوگا جو کبھی اس کے خواب وخیال میں بھی نہ آیا ہوگا۔ لیکن اگر نافرمانی کی تو سخت سزا کا مستحق قرار پاکر ہمیشہ کے لئے جیل خانہ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی اسے ایک ایسا اسم اعظم یاد کرا دیا جاتا ہے کہ جہاں کہیں ہو وہ اسے پڑھتے ہی بغیر کسی سواری یا اور کسی ذریعے کے فوراً بادشاہ کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے جو کچھ چاہتا ہے عرض کرتا ہے ہر خواہش کو پورا کرنے کی درخواست کرسکتا ہے اور جب تک چاہے وہاں حاضر رہ سکتا ہے۔ اگر وقت مقررہ پورا ہوتے ہی چلا آئے تو بادشاہ ناراض نہیں ہوتا اور اگر گھنٹوں بیٹھ کر اپنے دل کا حال بیان کرتا رہے تو اسے کوئی اشارہ تک رخصت ہونے کو نہیں کیا جاتا۔ بلکہ بادشاہ کی عنایت و مہربانی میں زیادتی ہوتی ہے ہاں اگر کسی وقت کوئی سخت مجبوری ایسی آپڑے کہ ایک حاضری ناغہ ہو جائے تو اس کی تلافی دوسری حاضری کے وقت ضروری ہوتی ہے اور یہ قصور معاف ہو جاتا ہے۔ لیکن دو تین باتوں کی پابندی نہایت ضروری قرار دی گئی ہے اول اس کے تمام احکام کی پابندی دوسرے یہ کہ جو کچھ ضرورت پیش آئے اس میں سوائے بادشاہ کے اور کسی کی مدد نہ مانگے۔ اگر کبھی کسی حاجت کے پورے ہونے میں دیر لگے تو بے دل نہ ہو اور بار بار عرض کرے اگر کوئی نافرمانی ہو جائے تو اس کی معافی کی درخواست خود ہی عاجزی کے ساتھ کرے اور اس کے رحم وعنایت پر بھروسہ رکھے سعی سفارش کسی سے کچھ نہ چاہے اور یہ سمجھ لے کہ اس دربار میں کوئی ایسا مرتبہ نہیں رکھتا جس کی سفارش سے بادشاہ اپنے حکم اور ارادہ کو بدل دے اور اگر وہ سزا دے گا تو اس میں بھی میرا کوئی فائدہ ہوگا۔ اور اگر میری کوئی خواہش میرے لئے بری ہوگی تو وہ اسے منظور نہیں کرے گا" اسی طرح اس شخص پر روز افزوں عنایت بڑھتی جاتی ہے اسے اور نئے آنے والوں کی خبر گیری پر مقرر کیا جاتا ہے۔ اور اس کا شمار مقربان شاہی میں ہو جاتا ہے۔ اب رفتہ رفتہ یہ اپنے بادشاہ کی شکر گزاری میں کمی شروع کرتا ہے اور اپنی دلچسپیوں میں لگ کر وہاں کی حاضری بھی چھوڑتا جاتا ہے۔ جب جاتا ہے تو بہت ندامت کے ساتھ معافی مانگتا ہے اور پھر آخر اسے اس بات سے شرم آنے لگتی ہے اور حاضری ہی سے جھجکنے لگتا ہے۔ اور بھی طرح طرح کی نافرمانیاں کرتا ہے اور آخر شاہی دربار سے بالکل منہ چھپانے لگتا ہے۔ یہاں تک بھی خیر تھی کیونکہ بادشاہ

نہایت مہربان ہے اب بھی اگر وہ راہ پر آئے تو قصور کی معافی کی امید تھی مگر اب اس نے سعی سفارش کا جال پھیلانا شروع کیا جو لوگ بادشاہ کے مقرب تھے اُن میں سے ایک ایک کی خوشامد کرتا پھرتا ہے کہ خدا کے لئے تم میرا قصور معاف کرادو اور کہو کہ مجھے اس چیز کی ضرورت ہے وہ مل جائے لاکھ وہ اسے سمجھاتے ہیں کہ تم خود معافی کی درخواست کرو منظور ہو جائیگی مگر یہ سعی سفارش کا قصور تو ایسا سخت ہے کہ پہلے ہی جتا دیا گیا تھا کہ اور سب نافرمانیوں کی معافی ہے مگر اس ایک قصور کی معافی نہیں تا وقتیکہ اس سے بالکل باز نہ آئے مگر اس کو بھی لت پڑ گئی ہے کہ حاضری تو بالکل چھوڑ دی اور تیری میری خوشامد میں لگا رہتا ہے اب بتاؤ جس دن اس کی طلبی کا حکم آئے گا اور وہ بادشاہ کے پاس حاضر ہو گا تو اس کا کیا حال ہو گا۔

مرضویہ۔ سچ ہے اس کی تو پوری شامت ہے کہ بادشاہ کی کھلی کھلی نافرمانی کی ہے۔ مگر بہن آنحضرت تو سب کے شفیع ہوں گے۔

قریشہ۔ ہاں ضرور ہوں گے اور خداوند کریم ان کی شفاعت بھی قبول فرمائے گا مگر ہمیں بھی اس کے حکموں کی پابندی کرنی چاہئے اور اپنے آپ کو شفاعت کے قابل بنانا چاہئے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تک سے فرما چکے کہ اے فاطمہ اعمال کی فکر کر اور یہ نہ سمجھ کہ میں پیغمبر کی بیٹی ہوں بخشی ہی جاؤں گی۔ تو بہن یہ بڑا نازک معاملہ ہے۔ وہ کل کائنات کا خالق ہے اور نہایت غیور ہے وہ ہرگز اسے جائز نہیں رکھتا کہ اس کی صفتوں میں کسی کو شریک کیا جائے۔

مرضویہ۔ کیا کہوں اس وقت تو میں سخت پریشان ہوں کہ آخر یہ کیا آفت ہے کہ اتنے اتنے پڑھے لکھے ان باتوں کو نہیں سمجھتے میں نے یہ طریقہ کسی جاہل کی دیکھا دیکھی نہیں اختیار کیا ہے۔ مگر آپ کی اس وقت کی ایک ایک بات میرے دل میں اتر گئی خدا میرے گناہوں کو معاف کرے اب تو دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے میں کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گی۔

۹-۱-

(بقیہ مضمون صفحہ ۴۳۲)

طریقہ سے رکھا ہوا دودھ موسم گرما میں دو روز تک رکھا رہ سکتا ہے۔ اور خراب نہیں ہوتا۔

جو بہنیں بارہا دودھ کے خراب ہو جانے سے نقصان اٹھا چکی ہوں اور آئندہ موسم گرما میں دودھ بگڑ جانے کا احتمال رہتا ہو۔ وہ موسم گرما میں دودھ کی حفاظت کے لئے مندرجہ طریقہ پر عمل پیرا ہو کر ضرور مستفید ہوں یہ طریقہ بارہا تجربہ کیا ہوا ہے۔

گ۔ ن بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل۔ کپور تھلہ۔

طبیعت کی تحقیق

ہمارے محترم بزرگ جناب مولوی عبدالغفار الخیری صاحب نے جس دردمندی کے ساتھ اپنے مضمون بعنوان "طبیعت کی تحقیق" مندرجہ عصمت مارچ ۱۹۳۰ء میں دعوتِ فکر دی ہے میں اُس کا شکریہ و احترام کے ساتھ استقبال کرتی ہوں اور اپنے ناچیز خیالات پیش کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔

ہم اگر یہ خواہش کریں کہ شادی بیاہ کے معاملہ میں طبیعت کی ایسی دقیق تحقیق کر لیا کریں کہ زوجین کی آئندہ زندگی میں ناموافقت پیش ہی نہ آئے تو ہماری یہ خواہش فطرت کے خلاف ہونے کے باعث کبھی صحیح طور پر بار آور نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ہماری خواہش صرف یہ ہونی چاہئے کہ جہاں تک انسانی جد و جہد کا تعلق ہے ہم ناموافقت کے امکان کو کم از کم کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ہم نے کوشش کر کے طبیعتوں کی موافقت کے قریب ترین درجہ کی تحقیق کر لی تو گویا ہم کامیاب ہو گئے کیونکہ جس طرح صورت و شکل میں فرق ہے بالکل اسی طرح سیرت میں بھی ہر انسان کی فرق ہے لیکن اس تحقیق کے بعد موافقت کا بہت کافی امکانی ہے اور اگر کوئی امر ناگوار پیش آ بھی جائے تو اُس کو رواداری کے ساتھ برداشت کر لینے کی قوی امید ہو سکتی ہے۔

مولوی صاحب موصوف نے ایک مثال تو یورپ کی کورٹ شپ کی دی ہے اور دوسری مثال میں اپنا چشم دید واقعہ بیان فرمایا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ محض ایک امر واقعہ کی حد تک دونوں مثالیں کچھ اجنبی نہیں ہیں اور غور کیا جائے تو یہی دو مثالیں ہماری رہبری کے لیے بہت کچھ کافی ہیں کورٹ شپ کا موجد اس بات کو قطعی فراموش کر گیا کہ شادی جذبات کا کھیل نہیں ہے بلکہ یہ وہ رشتہ ہے جس کی خوبی اور پائداری پر ہی زندگی کی مسرتیں موقوف ہیں ایسا اہم رشتہ قایم کرنے کے لئے نہایت پختہ عقل و تجربہ کی ضرورت ہے جس کی امید نوجوانوں سے رکھنا۔ خیال ست و محال ست و جنوں۔

یورپ کی کورٹ شپ کیا ہے؟ بس یہی کہ نوجوان لڑکے لڑکیاں غیر مہذب سوسائٹی اور آزاد و بے باک معاشرت کا شکار ہو کر جوانی کی امنگوں میں محض جذبات کی پرستش کرنے لگتے ہیں اُن کے نوخیز جذبات نہ اس کی فرصت دیتے ہیں کہ وہ اس نازک رشتہ پر ایک فلسفیانہ نظر ڈالیں اور نہ اُن کو عاقبت اندیشی کے طریقہ پر اس رشتہ کو قایم کرنے کی پرواہ ہوتی ہے اصل یہ ہے کہ وہ غریب ایک حد تک مجبور بھی ہوتے ہیں کیونکہ حالات مذکور الصدر میں ان پر ایک ذہنی تعطل کا عالم طاری ہوتا ہے ظاہر ہے کہ جس تعمیر کی اساس نا عاقبت اندیشی ناتجربہ کاری دماغی تعطل اور محض ہنگامی تاثرات پر قایم ہو وہ کیونکر استوار ہو سکتی اور کیسے برقرار رہ سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ یورپ کے طرز کی کورٹ شپ جس بری طرح اپنے مقاصد میں فیل ہوتی ہے۔

اُس کی معدادو وہاں کی متعلقہ عدالتوں کی کارروائی کی صورت میں ہماری نظر کے سامنے موجود ہے اور یہ ثابت کرنے کے لئے کافی شہادت رکھتی ہے کہ کورٹ شپ کا مروجہ طریقہ قوم کی عام بہبودی کے حق میں اور خصوصاً معاشرت کے حق میں خطائے

عظیم اور روحانی برتری کے لحاظ سے سم قاتل ہے اس سے طبیعت کی تحقیق تو رہی ایک طرف اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے اور وہ وہ آفتیں برپا ہوتی ہیں کہ خدا کی پناہ!

رہا آنجناب کا چشم دید واقعہ جہاں شادی رشتہ داروں ہی میں ہوئی ہے۔ طبیعت سے بھی واقفیت تھی زوجین تعلیم یافتہ بھی ہیں اس پر بھی تعلقات خوش گوار نہیں ہیں یہی وہ معاملہ ہے جس کا تعلق ہماری معاشرت سے بہت زیادہ ہے اور جس کی تنقیح سے ہمارے اکثر جھگڑے مٹ سکتے ہیں۔ قاعدہ یہ کہتا ہے کہ ایسی حالت میں بہترین موافقت رونما ہونی چاہئے لیکن جب نتیجہ برعکس ہے تو یقیناً کوئی اہم فروگذاشت ہوئی ہے۔ آیئے ذرا غور کریں کہ آخر وہ کیا غلطی ہے جس نے بہترین فضا کو بدترین رنگ میں تبدیل کر دیا۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب ایک لڑکے سے رشتہ داری ہے وہ گھر میں آتا جاتا بھی ہے اور بچپن سے اُس کی عادت و خصلت اور اُس کا رجحان طبیعت بھی سب کو معلوم ہے تو پھر مزید تحقیق کی نہ ضرورت ہے اور نہ گنجائش ہے لیکن برا ہو ہماری غفلت اور فرض ناشناسی کا بلکہ ہماری بزرگانہ شان بے نیازی کا کہ ہم ایسی رشتہ داریوں کی مد میں اکثر لڑکے یا اُس کے والدین یا کسی دوسرے عزیز کی خاطر محض رشتہ کا پاس و لحاظ کرتے ہیں اور ایک بے زبان و معصوم بچی کو طبیعت کی ناموافقت سے واقف ہوتے ہوئے بھی نہایت بے دردی کے ساتھ دیدہ و دانستہ سپرد زنداں کر دیتے ہیں اگر ہم ترک فرض کے گنہگار نہ ہوں اور کسی لالچ میں نہ آئیں اور نہ کسی رشتہ وغیرہ کا پاس کریں تو یقیناً رشتہ داروں میں شادی کے معاملہ میں اس قسم کی شکایات شاذ و نادر ہی پیدا ہو سکتی ہیں۔

اب ایک تیسری صورت اور رہ گئی یعنے غیر لوگوں میں رشتہ قایم کرنا۔ اس میں البتہ بڑی دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ یہ معاملہ خاندان کے پختہ کار بزرگوں کے حوالہ کر دینا چاہئے اگر خاندان میں بدقسمتی سے سنجیدہ طبیعت کے تجربہ کار اور دانشمند بزرگ نہ ہوں تو محلہ یا شہر کی بعض ہمدرد ہستیوں سے مدد کی جا سکتی ہے مگر شرط یہی ہے کہ بالکل بے لوث ہو کر ایک مقدس فرض سمجھ کر اس کام کو انجام دیا جائے اور پہلے ہر ممکن طریقہ سے پوری تحقیق کر لی جائے۔ طریقہائے تحقیق مختلف النوع اور عام ہیں جو ہر سمجھ دار شخص جانتا ہے ضرورت صرف ہمدردی اور خلوص کی ہے ہم اگر نیک نیتی سے احتیاط کے ساتھ کوئی کام کریں گے تو خدا ہماری مدد فرمائے گا۔ کام میں برکت ہوگی اور انجام بخیر ہوگا۔ اور یوں تو پھر آخر انسانی کوشش ہے نادانستہ طور پر بھی کوئی بات رہ سکتی ہے۔ اس کی نہ کوئی شکایت ہو سکتی ہے اور نہ کوئی چارہ۔

بعض گھرانوں میں بعض خاص رسم و رواج تخریب کا باعث ہیں مثلاً کسی نے کوئی لڑکی اپنے لڑکے کے لیئے مانگ لی تو بس گویا وہ اُس کی ہو چکی اب کوئی تیسرا شخص پیغام نہیں بھیج سکتا ہے ورنہ جھگڑے کا خوف ہے اور اس قسم کی خاندانی روایتوں سے متاثر ہو کر بزرگ بھی چشم پوشی کر جاتے ہیں بلکہ جائز قرار دیتے ہیں یہ سب باتیں فساد کی جڑ ہیں اور خصوصاً تعلیم یافتہ مہذب اور روشن خیال طبقہ میں ان کی بیخ کنی اصلاح معاشرت کے لیئے ازبس ضروری ہے۔

باقی مضمون بر صفحہ ۴۴۵

گرمیوں میں دودھ کی حفاظت

عموماً گھروں میں اور بالخصوص بال بچے دار گھر میں شب و روز دودھ موجود رکھنے کی ضرورت درپیش رہتی ہے۔ موسم سرما میں تو چنداں دودھ کی حفاظت کے لئے کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی کیونکہ جاڑوں میں اگر دو روز تک دودھ پڑا رہے تو گرم کرنے کے بعد جہاں کر قابلِ استعمال رہتا ہے۔ مگر برعکس اس کے گرمیوں میں باوجود دسیوں احتیاطیں کرنے کے اکثر دودھ بگڑ جاتا ہے (یعنی پھٹ کر بُو کر جاتا ہے) ایسے وقت یا موقع پر جبکہ بچہ کی خوراک کا وقت ہو اور وہ بھوک سے بیتاب ہو رہا ہو۔ یا کسی مریض کے لئے بطور غذا کے دُودھ درکار ہو۔ تو دودھ کا بگڑا ہوا پایا جانا سخت پریشانی اور سراسیمگی میں مبتلا کرنے کا باعث ہوا کرتا ہے۔ اور خالص دودھ بروقت نہ مل سکنے سے پریشانی میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ دُودھ کی حفاظت کے لئے لوگ جو طریقے استعمال میں لاتے ہیں وہ یہیں تک ہیں کہ دودھ کے برتن کو جالی دار الماری میں رکھ کر برف یا ٹھنڈے پانی میں لگا کر رکھا جائے۔ یا دودھ کے برتن کو چھینکے پر لٹکا دیا جائے۔ یا برتن پر شیڈ دار ڈھکنا رکھا جائے کہ تازہ ہوا کا گذر ہوتا رہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مگر باوجود ان تمام کوششوں کے بھی اکثر ناکامی رہتی ہے۔ اور دودھ ضرور بگڑ جاتا ہے۔

دودھ بگڑ جانے کی وجہ

دودھ چونکہ نہایت لطیف اور نازک شے ہے اس میں کسی چیز کی خوشبو یا بُو بہت جلد سرایت کر جاتی ہے۔ اور یہ خراب بو یا خوشبو کے اثر سے جلد بگڑ جاتا ہے۔ لہٰذا مصالحہ دار اشیا لہسن پیاز یا بعض پھل مثلاً آم۔ خربوزہ۔ وغیرہ اقسام کی چیزوں سے علیحدہ رکھنا چاہیے۔ اگر خربوزہ والا ہاتھ تک بھی دودھ کے برتن کو لگ جائے تو بھی اس کے اثر سے دودھ خراب ہو جاتا ہے۔
ایسے ہی جس روز آندھی اور بگولہ چل رہا ہو۔ یا ہوا بالکل بند اور بلا کا حبس ہو۔ یا لُو چل رہی ہو تو ایسے موقع پر بھی دودھ ضرور بگڑ جاتا ہے۔ جس سے کہ سراسر نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔

مذکورہ بالا وجوہ اور گرمیوں کی مرطوب ہوا کے اثرات سے دودھ کی حفاظت کے لئے مندرجہ ذیل طریقہ نہایت مؤثر اور کارگر ثابت ہوا ہے۔

عام لوگ کچے دودھ کو ایک دفعہ جوش دلا کر یعنی اُبال کر تمام دن کے استعمال کے لئے رکھ چھوڑتے ہیں۔
لیکن گرمیوں میں ایک دفعہ کا اُبالا ہوا دودھ تمام دن کام نہیں دے سکتا۔ لہٰذا اول تو صبح کچے دودھ کو اُبال دلائیں بعدہٗ دوپہر کو پھر دوسری مرتبہ اُبالیں۔ اور تیسرے پہر پھر اُبال لیں۔ اسی طریقہ سے دُودھ کے خراب جراثیم جن کی وجہ سے دُودھ پھٹ جاتا ہے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اور دودھ بگڑنے نہیں پاتا۔ اور مذکورہ (باقی بر صفحہ ۴۲۹)

برار کا نظم و نسق

جدید قانونِ ہند کے ماتحت جو گیارہ صوبے بنائے گئے ہیں۔ اُن کے نظامِ حکومت کے متعلق ایک ہی اصول رکھا گیا ہے جو اُن مضامین کے ذریعہ آپ کے ذہن نشین کرایا گیا ہے جو جدید نظامِ حکومت کے متعلق عصمت میں شائع ہو چکے ہیں۔ یوں تو ہر صوبہ اپنی خصوصیات کے اعتبار سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن صوبۂ متوسط اور برار کی حیثیت سیاسی اعتبار سے دوسرے تمام صوبوں سے بنیادی طور پر الگ ہے۔ اس لئے کہ صوبۂ متوسط اور برار مشتمل ہے اُن دو علاقوں پر جن میں سے ایک برطانوی ہند کا جزو ہے اور دوسرا سلطنتِ نظام کا۔ صوبۂ متوسط پر براہِ راست برطانوی سیادت ہے۔ اور صوبۂ برار پر ہز اگزالٹیڈ ہائینس نظام دکن کی۔ ان دونوں علاقوں کو ملا کر ایک صوبہ بنایا گیا ہے جو ایک گورنر کے ماتحت ہوگا۔ اور جس کے لئے ایک مشترکہ مجلسِ قانون ساز قوانین بنائے گی۔

مختلف نوعیت کے دو علاقہ جات ایک انتظام کے ماتحت کس طرح کئے گئے۔ اس کے لئے برار کی تاریخ پر نظر ڈالنی چاہئے۔ لیکن اس مضمون میں نہ ممکن ہے نہ مناسب۔ مختصر یہ ہے کہ برار ہز اگزالٹیڈ ہائینس نظام حیدرآباد کی سلطنت کا ایک حصہ ہے۔ مگر سنہ ۱۸۵۳ء سے برطانیہ کے زیرِ انتظام ہے۔ سنہ ۱۹۰۲ء میں اس کا استمراری ٹھیکہ حضور نظام نے تاجِ برطانیہ کو دیدیا جنہوں نے صوبۂ متوسط کے ساتھ برار کو ملا کر اور یکجا کر کے اس کے نظم و نسق کا انتظام کیا۔ یہ واضح رہے کہ برار کا نظم و نسق قانونی اعتبار سے صوبۂ متوسط کے ایک جزو کی حیثیت سے نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ اُس کی صورت یہ تھی کہ علاقۂ برار کے باشندے اپنے نمائندے منتخب کر دیتے تھے جنہیں رسمی طور پر صوبۂ متوسط کی مجلس آئین ساز کا رکن نامزد کر دیا جاتا تھا۔ اور اسی طرح اس مجلس آئین ساز اور مرکزی آئین ساز کے قوانین کا نفاذ خاص اختیارات کے ماتحت برار پر ہوتا تھا۔ یہ صورت جدید قانونِ ہند کے نفاذ سے قبل تھی۔ جدید قانونِ ہند میں برار کے نظم و نسق کی اس نوعیت کو بدل دیا گیا ہے۔ اور ایک معاہدے کی رو سے جو ۲۴ اکتوبر سنہ ۱۹۳۶ء کو ملک معظم کشورِ ہند اور ہز اگزالٹیڈ ہائینس نظام حیدرآباد کے درمیان ہوا ہے۔ قرار دیا گیا ہے کہ

(۱) ہز مجسٹی شاہِ انگلستان برار پر ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے اقتدارِ اعلیٰ کی توثیق کرتے اور اسے تسلیم کرتے ہیں۔

(۲) نظام حیدرآباد برار کے متعلق وفاق میں اپنی شرکت پر آمادگی ظاہر کرتے ہیں۔ اور اسے قبول کرتے ہیں کہ برار کا انتظام صوبجات متوسط کے ساتھ ایک گورنر کے ماتحت عمل میں آئے۔

(۳) گورنر صوبجات متوسط و برار کا تقرر شاہِ انگلستان نظام حیدرآباد کے مشورے سے کریں گے۔

(۴) نظام حیدر آباد آیندہ سے ہز اگزالٹیڈ ہائینس نظام حیدر آباد اور برار کہلائیں گے اور اُن کے ولی عہد کا لقب ہز ہائینس پرنس (شاہزادہ) برار ہوگا۔

(۵) برار میں ہر جگہ برطانوی پرچم کے پہلو بہ پہلو اعلیٰ حضرت نظام کا پرچم بھی بلند کیا جائے گا۔

(۶) حضور نظام برار کے باشندوں کو وائسرائے اور گورنر جنرل ہند کے اتفاق رائے سے خطابات دے سکیں گے۔ نیز گورنر جنرل کی رائے کا اتفاق حاصل کرنے کے بعد برار میں دربار منعقد کرسکیں گے اور گورنر صوبجات متوسط اور برار کو تقریبات میں بھی شرکت کے لئے حیدر آباد بلاسکیں گے۔

(۷) برار کی مساجد میں حضور کے نام کا خطبہ پڑھے جانے پر کشور ہند کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

(۸) برار کے سلسلے میں کشور ہند پچیس لاکھ کی رقم جو اس وقت تک ادا ہوتی رہی ہے برابر ادا کرتے رہیں گے۔

(۹) حضور نظام صوبہ متوسط اور برار کے دارالسلطنت میں اپنا ایک ایجنٹ رکھ سکیں گے جو ان کی حکومت کے خیالات کی نمایندگی کرے گا۔ لیکن اُسے حکومت کے داخلی معاملات میں مداخلت کا حق نہ ہوگا۔

(۱۰) گورنر صوبجات متوسط اور برار ریاست حیدر آباد کے تجارتی اور معاشی اغراض کا لحاظ رکھیں گے۔

(۱۱) گورنر جنرل یا گورنر صوبجات متوسط اور برار کسی ایسے قانون کی منظوری دیتے ہوئے جس کا اطلاق برار پر ہوگا اس کی صراحت کریں گے کہ وہ حضور نظام کے اس معاہدے کو منظور فرمانے کی بنا پر نافذ کیا جاتا ہے۔

(۱۲) برار کے باشندوں کی مجالس ہائے قوانین کے لئے حق رائے دہندگی کے متعلق حیدر آباد کے کسی مساوی درجہ کی کامیابی کا وہی اثر ہوگا جو صوبجات متوسط کے کسی مساوی امتحان کی کامیابی کا ہوتا ہے۔ اسی طرح حیدر آباد فوج پولیس اور سول محکمہ جات کے پنشن یافتہ افراد اور اُن کے اہل خاندان کو رائے دہندگی کے وہی حقوق حاصل ہیں جو انہی طبقوں کے برطانوی ملازمین کو حاصل ہوں گے۔

(۱۳) اس معاہدے کا کوئی اثر حضور نظام کے اُن حقوق پر نہ پڑے گا جو برار کے علاوہ اُن کی سلطنت کے دوسرے حصوں سے متعلق ہیں۔

(۱۴) اگر قانون حکومت ہند میں کوئی ایسی ترمیم منظور کی جائے جو اس معاہدے کے منافی ہے۔ تو حضور نظام کو اختیار ہوگا کہ چھ ماہ کے اندر اطلاع دے کر اس معاہدے کو ختم کردیں۔

معاہدہ کا ضروری خلاصہ جو اُوپر درج کیا گیا ہے اُس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صوبہ متوسط اور برار کے جدید نظم ونسق کی کیا صورت ہے۔ اور کن شرائط کے ماتحت آیندہ دو مختلف نوع علاقے ایک ہی گورنر ایک ہی کونسل ایک اسمبلی اور ایک ہی قسم کے قوانین کے ماتحت ہوں گے۔

اب صورت یہ ہے کہ برار پر ہز اگزالٹیڈ ہائینس نظام حیدر آباد اور برار کی سیادت قائم رکھتے ہوئے

صوبۂ متوسط اور برار ایک واحد گورنری صوبہ متصور ہوگا۔ موجودہ قانونِ ہند یا برطانوی ہند کے لئے آئندہ جو قانون بنایا جائے۔ وہ برطانوی ہند اور برار پر حاوی ہوگا۔ برار کے جو نمائندے صوبجات متوسط اور برار کی مجلس قانون ساز میں منتخب ہو کر جائیں گے یا وفاق کے قائم ہو جانے کے بعد مرکزی مجالسِ آئین ساز میں جائیں گے انہیں ملک معظم کی وفاداری کا حلف لیتے وقت یہ بھی حلف لینا پڑے گا کہ وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہز اکزالٹیڈ ہائینس نظام حیدرآباد اور برار کے بھی وفادار رہیں گے۔

یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ صوبۂ متوسط اور برار کا نظم ونسق بالکل دوسرے برطانوی صوبوں کی طرح ہوگا۔ صوبۂ متوسط اور برار اور دوسرے برطانوی صوبجات کے نظام حکومت میں جو کچھ بھی فرق ہے وہ دراصل یہ ہے کہ برار کے نمایندے بھی صوبجات متوسط کی اسمبلی میں شامل ہوں گے۔ اُن میں اور برطانوی علاقوں کے باشندوں کے طریق انتخاب میں کوئی فرق ہوگا اور نہ طریق کار میں البتہ برار کے نمایندوں کا حلف وفاداری ایک گونہ الگ ہوگا۔ ضابطے کے اس خفیف فرق کے علاوہ برار انتظامی طور پر بالکل برطانوی علاقہ ہوگا۔ یہ صحیح ہے کہ برار میں برطانوی جھنڈے کے ساتھ آصفی جھنڈا بھی لہرائے گا۔ یہ بھی ہے کہ برار میں حضور نظام کا ایک نمایندہ بھی رہے گا۔ ولی عہد حیدرآباد ہز ہائینس بھی کہلائیں گے۔ اور برار کے شاہزادے بھی۔ لیکن۔ عملاً برار بالکل برطانوی علاقہ ہوگا۔ حضور نظام کی سیادت کا اُس پر تسلیم کیا جانا عملاً برار کے نظم ونسق پر کوئی فرق پیدا نہ کر سکے گا۔ قانونی موشگافیوں سے قطع نظر اور بعض رسمی حقوق کے دئے جانے کے ماسوا شاید اس جدید معاہدے میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جسے برار کے حضور نظام کو واپس کئے جانے کے مرادف کہا جائے یا حضور نظام کے اُس مشہور مطالبے کو پورا کرنے والا اقرار دیا جائے جو اُنہوں نے ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء میں لارڈ ریڈنگ کے ذریعہ کیا تھا۔

اس خط میں اعلیٰ حضرت نے مسئلہ برار کی دستوری نوعیت کو جو دستاویزی شہادتوں پر مبنی تھی واضح کر کے دورانِ جنگ میں حیدرآباد نے جو برطانیہ کی امداد کی تھی نیز خاندانِ آصف جاہی نے حکومت برطانیہ کے ساتھ جس دوستی اور اتحاد کا ثبوت دیا تھا۔ اس کی بنا پر استرداد برار کا جائز مطالبہ کیا تھا۔ عام طور پر یہ توقع کی جاتی تھی کہ حق وانصاف کے پیش نظر اور خود مغربی منصف مزاج مورخوں کے اس اقرار کی روشنی میں کہ اگر سلطنت آصفی انگریزوں کی مدد نہ کرتی تو ہندوستان میں انگریزی راج قائم نہ ہوتا" برار کے واپسی کے معاملے کو منظور کر لیا جائے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔

برار کے جدید نظم ونسق کی جو شکل آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے وہ برار کی آئینی حیثیت کو اُس سے کچھ زیادہ دُور نہیں لے جاتی جو ۱۹۰۲ء میں استمراری پٹے کی وجہ سے قائم ہوئی تھی۔ یہ استمراری پٹے ہی کی ایک دوسری مگر زیادہ خوبصورت شکل ہے۔

عباس حسین قادری (جرنلسٹ)

ہمارے افسانوں کی کمزور کردار نگاری

افسانے یا ناول کے دو ضروری جزو ہیں۔ پلاٹ اور کیرکٹر نگاری۔ ان دونوں کی عمدگی پر افسانے یا ناول کی کامیابی منحصر ہے۔ کردار نگاری پلاٹ سے بھی زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ پڑھنے والوں کے لئے ان ہی جیسے انسانوں کے خیالات و حرکات سب سے زیادہ دلچسپ ہیں۔ صرف پلاٹ یعنی قصہ کے واقعات کی ترتیب ناول یا افسانہ کو کامیاب نہیں بنا سکتی لیکن دنیا کے مشہور ترین ناولوں میں کئی ناول ایسے ہیں جو باوجود اس کے کہ ان کا پلاٹ نہایت کمزور ہے دنیا کے بہترین ناولوں میں شمار کئے جاتے ہیں صرف بے مثل کردار نگاری کی وجہ سے۔ ہمارے افسانوں اور ناولوں کے کیرکٹرز کی سب سے واضح غلطی یہ ہے کہ وہ کیرکٹرز کو دو حصوں میں تقسیم کردیتے ہیں نیک اور بد۔ نیک کیرکٹرز کو چند نمایاں نیکیوں کا حامل بنا دیتے ہیں جیسے خوش مزاجی، خاکساری، ذہانت حسن وغیرہ اور بد کیرکٹر کو چند عیبوں کا جیسے غرور، بدمزاجی جہالت وغیرہ۔ اب اگر ٹریجیڈی لکھنا ہے تو نیک کیرکٹر کو بُرے کیرکٹر کے فریب کا شکار بناؤ یا اور اگر انجام کامیڈی میں کرانا ہے تو باوجود بُرے کیرکٹر کی کوششوں کے نیک کیرکٹر اس کے دام میں نہیں آتا اور اگر آتا بھی ہے تو نکل جاتا ہے اور برا کیرکٹر اپنے کرتوت کی سزا بھگتتا ہے۔

ہمارے قریب قریب تمام ناول اور افسانے اسی لائن پر لکھے جاتے ہیں۔ مگر یہ اصلیت سے کتنی دور ہے۔ کاش دُنیا صرف نیکوں اور بُروں میں منقسم ہوتی۔ کاش دُنیا میں جو نیک ہیں وہ ہر طرح اور ہر بات میں نیک ہوتے اور جو بُرے ہیں وہ ہر بات میں بُرے۔

مگر افسوس دنیا اتنی سیدھی جگہ نہیں اور شاید اسی وجہ سے اتنی دلچسپ ہے ورنہ زندگی نہایت ہی پھیکی ہوتی۔ یہاں تو ہر انسان اتنی خوبیوں اور عیبوں کا مجموعہ ہے کہ۔ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ اسے نیکوں میں شمار کیا جائے یا بُروں میں۔ یہ ہر ایک کے تجربہ کی بات ہے کہ جہاں ہم ایسے عزیز دوستوں اور پیارے رشتے داروں کی چند باتیں بہت پسند کرتے ہیں وہاں ان کی بعض حرکتیں ہمیں ایک آنکھ نہیں بھاتیں اور باوجودیکہ ہم ان کے بعض افعال سے اتفاق نہیں کرتے پھر بھی ہماری محبت میں کمی نہیں آتی۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک شخص کے کیرکٹر میں اگر کوئی ایسی خامی ہے جسے دُنیا بُرا سمجھتی ہے تو بھی ضروری نہیں کہ وہ اس کی ہر دل عزیزی میں حارج ہو۔

ماؤں کا اپنے نکھٹو اور فضول خرچ بیٹوں سے بمقابلہ کماؤ اور کفایت شعار بیٹوں کے زیادہ محبت کرنا ایک معمولی مثال ہے۔ اسے عام طور سے جہالت یا حماقت پر محمول کیا جاتا ہے لیکن یہ ہماری نفسیات سے غیر واقفیت کا ثبوت ہے۔ ممکن ہے کہ فضول خرچ اور نکھٹو بیٹے میں ماں سے محبت کا وہ مادہ ہو جو کماؤ لڑکے میں نہیں یا فضول خرچ

لڑکے کی بے سروسامانی یا کم مایگی کماؤ لڑکے کے کامیاب مستقبل کی نسبت ماں کے دل کو زیادہ کھینچے۔ غرض
دنیا کے تعلقات نہایت پیچیدہ و دلچسپ ہیں۔ ان کو سرسری طور پر نہیں جانچا جا سکتا کوئی شخص بھی نیکی کا مجسمہ
یا سر سے پا تک بدی کی تصویر نہیں۔ اگر ایسا کوئی نہیں ہے تو وہ فرشتہ یا شیطان ہے معمولی انسانوں میں
اس کا شمار نہیں۔ جن اشخاص سے صریح غلطیاں اور برائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ماہر نفسیات کے نزدیک وہ ہر بدی
اس لئے نہیں کرتے کہ ان سے ان کو شیطانی خوشی حاصل ہوتی ہے، بلکہ اکثر اوقات ان کو اس حرکت کے کرنے سے
ایک روحانی صدمہ و کشمکش کا سامنا ہوتا ہے مگر ان کے کیرکٹر کے بناوٹ میں چند اجزا شامل ہیں۔ جن میں سے
کسی ایک سے مجبور ہو کر وہ ایسا کرتے ہیں۔ لیکن کرتے وقت اور بعد میں وہ بے حد پریشانی میں مبتلا رہتے ہیں۔ برائی
سے سرور حاصل ہونے کے نفسیات کے ماہر کردار نگار قائل ہی نہیں۔

اسی طرح نہ نیک لوگ اس سکون و یکسوئی کے ساتھ نیکیاں کرنے میں مشغول ہیں جیسے کہ ہمارے افسانہ
نگار انہیں دکھاتے ہیں۔ بات اصل یہ ہے شکوک خوف ہیجان سے ان کی روحیں بھی بے چین اور ان کے دل پریشان
رہتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ بہ ظاہر ایک نیک فعل کا متحرک کوئی قابل نفرین جذبہ ہو۔ یا اس کے کیرکٹر کی کسی کمزوری کا
نتیجہ ہو۔ مثلاً ناموری کی خواہش بعض اوقات خیرات کرنے کا سبب ہوتی ہے۔

صفات و عیوب کے انتخاب میں بھی فسانہ نگار نہایت سطحی پن سے کام لیتے ہیں اور کیرکٹرز ایسی ہی صفات سے
مزین یا عیوب سے لتھڑے دکھاتے ہیں جو مسلمہ طور پر بھلے یا برے مانے جا چکے ہیں۔ ایسی برائیاں جو صریح عیوب
نہیں بلکہ کمزوری میں شامل ہیں ہمارے افسانوں کے کیرکٹرز میں کبھی نہیں ملتیں۔ جیسے غیر ذمہ داری عجلت۔ اپنی
اپنی ذرا سی تکلیف یا مصیبت پر دنیا بھر سے ہمدردی کی توقع۔ تصنع۔ طعنہ زنی کی عادت۔ ذرا ذرا سی بات پر
برا مان جانا۔ ہر بات کا بتنگڑ بنا دینا اس طرح بعض صفات بگڑ کر عیب کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ خاکساری
اچھی چیز ہے پر جب یہ صورت اختیار کرے کہ خواہ مخواہ بھی آپ بچھی جا رہی ہیں تو یہ صفت خوبی نہیں رہتی۔
صفائی شک کے درجے پر پہنچ جائے تو وبال جان ہے۔ متانت بری صفت نہیں پر نہ اتنی کہ مجلس میں آپ نہ ہنسیں
کھیلیں نہ منہ سے بولیں۔ دلچسپ باتیں کرنے کی قدرت ایک عطیہ الٰہی ہے لیکن چاہے کوئی کتنا ہی خوش گو ہو اپنی ہی
کہے جائے اور دوسرے کی ایک نہ سنے یا دن رات کے چوبیس گھنٹے میں کبھی اس کی زبان خاموش نہ ہو تو یہ ایک
زبردست عیب ہے۔ غرض انسانی کردار کی اتنی اقسام ہیں اور وہ اتنی مختلف ہیں کہ ان کے مطالعے سے زیادہ دلچسپ
کوئی چیز نہیں۔ اور جنہیں خدا تعالٰے نے افسانہ نگاری کا مادہ دیا ہے وہ صفحۂ قرطاس پر ان کا چربہ اتار کر ہمیں محظوظ
کریں۔ لیکن جس طرح ہمارے مصنفوں نے اب جن اچھری کے قصے اور خلاف عقل واقعات لکھنے چھوڑ دیئے ہیں اسی طرح
کسی کو تمام برائیوں کا سراپا کردار نگاری میں بھی یا صفات کا مجسمہ دکھانا چھوڑ دیں کیونکہ یہ بھی عقل کے خلاف ہے۔

خانہ داری کے متعلق

میں یہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتی کہ خانہ داری کس قدر اہم اور ضروری فن ہے اور نسوانی زندگی کو اس سے کس درجہ قریبی تعلق ہے۔ کیونکہ اس کو تو تقریباً سب ہی جانتے ہیں۔ لیکن یہ کس قدر افسوسناک حقیقت ہے کہ باوجود اس کی اہمیت اور نسوانی زندگی کے ساتھ لازم و ملزوم ہونے کے بلا مبالغہ ۹۹ فی صدی خواتین اس سے گھبراتی اور بار عظیم سمجھ کر حتی الامکان بچنے کی کوشش کرتی ہیں۔

اس کا سبب بظاہر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ اس کے اصولوں تک سے واقف نہیں ہوتیں۔ ایک بچہ کو جو حساب کے ابتدائی اصول جمع تفریق تک سے ناواقف ہو اگر تقسیم مرکب کا سوال دیا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ اس سے سخت پریشان ہی ہوگا۔

اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تعلیم پانے سے دنیا کے سب کام آسان ہو جاتے ہیں۔ اور کھانا پکانا اور گھر کی دیکھ بھال تو ایسی معمولی چیز ہے کہ جاہل سے جاہل بھی انجام دے لیتے ہیں تو کیا تعلیم یافتہ لڑکیاں جو جہلا سے بدرجہا زیادہ روشن دماغ وسیع خیال اور وسیع النظر ہو جاتی ہیں اس کو نہ سنبھال سکیں گی؟ اس میں تو شک نہیں کہ تعلیم سے انسان کا ذہن و دماغ روشن ہو جاتا ہے۔ عام سمجھ نسبتاً اچھی ہو جاتی ہے۔ اور تعلیم یافتہ آدمی جاہل کی نسبت ہر کام زیادہ عمدگی سے انجام دے سکتا ہے لیکن فن تو بہر حال فن ہی ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ چند کتابیں پڑھ لینے کے بعد انسان ہر فن پر حاوی ہو جائے ایک ڈاکٹر سے کیسے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ انجینئرنگ بھی کر سکے گا۔ ایک ہیئت داں کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ علم نباتات کا بھی ماہر ہوگا اس دلیل کے ساتھ کہ جب وہ آسمانی علم رکھتا ہے تو زمین کے متعلق جاننا جو اس کے مقابلہ میں بہت حقیر اور معمولی چیز ہے کیا مشکل ہے کس قدر مضحکہ خیز ہوگا۔ اسی طرح ہماری تعلیم یافتہ لڑکیاں ہیں جنہیں تاریخ انگلستان خوب ازبر ہوتی ہے دنیا کے جغرافیہ سے مکمل واقفیت اقلیدس کی تمام شکلیں اور پورے مقالے نوک زبان ہوتے ہیں تجارت، سود مرکب، نفع نقصان، ترمیم و مساحت میں برق ہوتی ہیں۔ لیکن اگر ان سے یہ توقع رکھی جائے کہ وہ یہ بتاسکیں گی کہ چار آدمیوں کے لئے کتنے چاول یا آٹا درکار ہوگا یا سالن اور کباب کس اندازہ سے تیار کریں کہ دو آدمیوں کے لئے کافی ہو جائیں اور بے کار نہ بچ رہیں تو آپ کی یہ توقع بے کار ہے کیونکہ یہ علم ان کے لئے بالکل نیا ہے۔ اور میں تو یہ کہنے کی جسارت کروں گی کہ یہ نو عمر و ناتجربہ کار لڑکیاں ہی نہیں بلکہ تجربہ کار خواتین بھی جو کھانا پکانے اور اس کے متعلقہ تمام جزئیات اچھی طرح جانتی ہیں خانہ داری کی ماہر نہیں۔ کیونکہ خانہ داری صرف کھانا پکا لینے کا نام نہیں بلکہ اپنے اندر اس قدر

وسعت رکھتا ہے کہ نسوانی زندگی کے تقریباً ہر پہلو پر حاوی ہے۔ اور اگر خواتین اس سے واقف ہوتیں تو یقیناً اس سے نہ گھبراتیں۔ کیونکہ چاہے کوئی فن ہو اور دوسروں کو کتنا ہی خشک معلوم ہو لیکن اس کے ماہر کے لئے اس میں ایک خاص لذت ہوتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک فن کو انسان دلچسپی سے نہیں بلکہ ضروری سمجھ کر حاصل کرے۔ اس سے گو اسے کوئی خاص فرحت حاصل نہ ہوگی۔ لیکن کم از کم یہ گھبراہٹ اور وحشت تو نہیں ہو سکتی جس کو آج کل میں عام طور پر دیکھتی ہوں اور اس کے باعث آئے دن گھروں میں بدمزگی اور جھگڑے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جنھوں نے عورتوں اور مردوں دونوں کی زندگی تلخ کر رکھی ہے۔ کیا یہ صورت حال اس قابل نہیں کہ اس پر جلد از جلد توجہ کی جائے۔ دوسری تمام صورتوں سے زیادہ آسان اور جلد بارآور ہونے والی صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے زنانہ رسالے اس جانب توجہ کریں۔ اگرچہ زنانہ رسائل میں خانہ داری کے متعلق مضامین چھپتے رہتے ہیں۔ اور عصمت میں تو خانہ داری کا ایک مستقل عنوان قائم ہے۔ لیکن میں چاہتی ہوں کہ اس پر اور توجہ کی جائے۔

سب سے زیادہ جو مشکل خانہ دار خواتین کو پیش آتی ہے وہ مالی مسئلہ ہے۔ آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی سے پریشان ہو کر وہ خانہ داری تو کیا اپنی زندگی ہی سے بیزار ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ایسے مضامین شائع ہوں جن میں حفظان صحت کا خیال رکھتے ہوئے کم سے کم صرف سے بہترین نتائج حاصل کرنے کے طریقے بتائے جائیں اور اس عنوان پر وہ مضامین زیادہ پسند کئے جاتے ہیں جن میں عام مشوروں کی بجائے پوری جزوی تفصیلات درج ہوں۔ کچھ عرصہ گذرا۔ ایک قابل تقلید خانہ دار بہن" کے عنوان سے ایک اس قسم کا مضمون ایک پرچہ میں شائع ہوا تھا۔ اس میں جو حساب پیش کیا گیا تھا وہ پوری طرح صحیح نہ تھا۔ لیکن ان خواتین نے بھی جنھیں اخباری مضامین سے کوئی لگاؤ نہیں ہے بہت شوق سے اس مضمون کو سنا اور اس پر تنقید کی۔ اور جب محترمہ ظفر جہان بیگم نے اس پر اس کی جزوی تفصیل سے تنقیدی مضمون لکھا تو وہ بہت زیادہ پسند کیا گیا۔ اس لئے بہتر ہے کہ مختلف آمدنی والے گھروں کے مفصل اور مشرح خاکے پیش کئے جائیں۔ اس موضوع پر قابل اور دیرینہ تجربہ کار خواتین کو قلم اٹھانا چاہئے۔ میں سمجھتی ہوں کہ باوجود اس موضوع سے عام سرد مہری کے بھی عصمت کے پڑھنے والیوں میں چند خواتین ضرور ایسی نکل آئیں گی جنھوں نے ان مسائل پر بحیثیت ایک فن کے سمجھ کر غور کیا ہوگا۔ اور اگر محترمہ ظفر جہان بیگم صاحبہ اور ان کی ہمشیرہ محترمہ بلقیس بیگم (و۔۱) صاحبہ مجھے اجازت دیں تو میں ان کی توجہ خاص طور پر اس طرف مبذول کراؤں گی کہ وہ اپنی قابلیت اور تجربہ سے اپنی بہنوں کو مستفید کریں۔ اس کے علاوہ خانہ داری کے دوسرے موضوع بچوں کی پرورش اور تربیت حفظان صحت کمروں کی آرائش، پھولوں اور پودوں کی کاشت تقریباً سب ایسے ہیں کہ ان پر اگرچہ کہ مضامین نکلتے رہتے ہیں لیکن مزید توجہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مشرقی خواتین کے ایک بڑے حصہ کا نقطہ نظر نسوانی تعلیم بھی ہے کہ اس سے اپنے گھر کو بہتر

مردوں کا برتاؤ

مردوں کا برتاؤ افسوس ہے بیوں کے ساتھ روز بروز ناخوشگوار ہوتا جاتا ہے۔ حالانکہ اب شادیاں بغیر لڑکوں کی رضامندی کے بہت کم ہوتی ہیں۔ لڑکی اپنے والدین عزیز واقارب سب کو چھوڑ کر میاں کے پاس محبت کی امید پر آتی ہے۔ ساس نندوں کا برتاؤ اکثر تلخ ہوتا ہے۔ جٹھانی بھی خوش قسمتی ہی سے اچھی ملتی ہے اب بیوی کو سوائے شوہر کے اور کس سے انصاف کی توقع ہو سکتی ہے۔ میں ایک لڑکی کا واقعہ سچا واقعہ لکھتی ہوں جو بلا مبالغہ نہایت شریف طبع، خلیق اور ملنسار ہے۔ نہایت عمدہ دستکاری جانتی ہے امور خانہ داری سے بھی کما حقہٗ واقف ہے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اس کی شادی ہونے پر اس کا شوہر اس کا عاشق زار ہوگا۔ اور اس کی خوبیوں کی قدر کرے گا۔ اس کی سسرال میں جٹھانی گھر کی مالک ہیں۔ دُلہن کے جلنے سے جو تھوڑا بہت خرچ ہونے لگا وہ چاہتی تھیں کہ اسے دُلہن کی ماں سید اتہواری وغیرہ کی صورت میں ان کو ادا کرتی رہیں۔ حالانکہ دولہا معقول تنخواہ پاتا ہے۔ اِن ارادوں میں کامیابی نہ ہونے کے باعث انہوں نے دُلہن کے خلاف لڑکے کے کان بھرنے شروع کیے دس پانچ نہیں سینکڑوں عیب نکالنے لگیں۔ دن رات کی من گھڑت لگائی بجھائی سے بیوی کی طرف سے لڑکے کا دل بُرا کروا دیا۔ اس نے بیوی سے بات کرنی چھوڑ دی لڑکی ہر چند معافی مانگتی اور کہتی ہے کہ آپ بلا تحقیق کیے اپنے دِل میں میری طرف سے بدگمانی نہ پیدا کیجیے۔ مجھ کو بھی میری غلطی سے آگاہ کر دیجئے۔ لیکن میاں ایک نہیں سنتے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ بیوی روٹھ جائے تو اس کو منانا کچھ مشکل نہیں لیکن اگر شوہر ناراض ہو تو قیامت سے کسی طرح کم نہیں۔ مرد اگر عقلمندی کا دم بھرتے ہیں تو عقلمند بن کر رہیں معمولی معمولی بے بنیاد باتوں پر اپنے نمونہ جنت گھر کو دوزخ نہ بنائیں۔ بلکہ ان بے بنیاد باتوں سے جن سے کوئی خاص نقصان نہ ہو درگذر کریں۔

میرا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ ماں بہن عزیز واقارب کا حق غصب کر لیں اور صرف بیوی کے ہی ہو کر رہ جائیں۔ ماں بہنوں کو ان کا حق عزیز واقارب کو ان کا حق بیوی کو اس کا حق دیجئے۔ سب کے حقوق میں انصاف کا پاس ملحوظ رکھئے۔ میں یہ بھی نہیں کہتی کہ عورتوں کو اس قدر دلیر کر دیا جائے کہ اپنا پیسہ۔ اور اپنا گھر ہی خود اپنے پر تنگ ہو جائے [illegible]

خاوند کی لاش

(۱)

لائے جو گھر میں مردِ بزُدا آزما کی لاش
بیوی کے صبر و ہوش میں آیا نہ کچھ فتور
دیکھا سہیلیوں نے جو یہ ماجرا عجیب
کہنے لگیں:۔ نہ روئی تو مرجائے گی ضرور!

(۲)

مرحوم کی ثنا میں ہوئیں تر زباں تمام
بولیں کہ دلفریب بہت اُس کی ذات تھی
سچا تھا دوستی میں، عداوت میں تھا شریف
یہ سُن کے بھی وہ غمزدہ مُبت ہی بنی رہی

(۳)

چُپ چاپ اُٹھ کے حلقۂ ماتم سے دفعتًہ
تابوتِ نوجواں کے رُخ اک نازنیں چلی
گوشہ کفن کا لاش کے رُخ سے اُٹھا دیا
تدبیر اگرچہ خُوب تھی لیکن نہیں چلی!

(۴)

اِک دایہ، کہنہ سال، جہاندیدہ تھی وہاں
بیوی کو اُس نے دے دیا بچّہ بہانہ سے
ساون کے بادلوں کی طرح روئی اور کہا
"زندہ ہوں جانِ مادرِ محزوں! ترے لئے"

(ترجمہ از لارڈ ٹنی سن)

تلوک چند محروم



ڈس انجلز کی اس چھوٹی اندھی
لڑکی کو اسکی والدہ نے چار سال تک
اندھیرے کمرے میں بند رکھہ کر
اسکی بینائی بحال کر دی



جزما سگار بنانے کی کاریگری کے لئے بہت مشہور ہے
لیک دری‌کو سگار بنانے میں مصروف ہے



کنٹیسوریہ میں آکھوں کے ایک ڈانٹر نے
یہ لباس ایجاد کیا ہے جو عینک کے
شیشوں کا بنا ہوا ہے

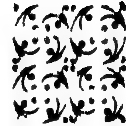




ایک ننھی بچی اپنی گڑیا کی مرہم پٹی کر رہی ہے



بچوں کا آرکسٹرا



خاتونِ ہندی سے

مولانا محوی صدیقی، لکھنوی، (از مدراس)

اُٹھ اے خاتونِ مشرق، دیکھ اے ہندوستاں والی
کہ اب دیکھی نہیں جاتی ہے ہم سے اپنی پامالی

تجھے کپڑے کی دُھن، زیور کی خواہش، شوقِ زینت ہے
مرے جاتے ہیں ہم، تو ہے مگر عشرت کی متوالی

خبر کیا تھی کہ یہ انعام اس تعلیم کا ہوگا
کہ ہم عیبوں سے پُر، اخلاق سے ہو جائیں گے خالی

خدا کے واسطے ہشیار! یہ دھوکے کی ٹٹی ہے
نہ کرنا بھول کر تو شیوۂ مغرب کی نقالی۔

نحوست ہر طرف منڈلا رہی ہے خاکِ یورپ پر
خبر بھی ہے کہ ہونے والی ہے کیا اس کی پامالی

یہ شوقِ جامہ زیبی اور یہ اظہارِ آرائش!
نہیں زیبا تجھے، یہ سب ہیں آثارِ بداقبالی

مگر ہاں علم و حکمت سیکھنا اک فرضِ فطرت ہے
اِسی علم و ہنر سے ہم نے دُنیا تھی بدل ڈالی

خیال اب چھوڑ آرائش کا، پوڈر اور فیشن کا
ترقی نام اِن سب کا نہیں اے گھر کی رکھ والی

تری تعلیم کا مقصد یہی تھا؟ سچ بتا سمجھ کر!
کہ تیرے ہاتھ سے تہذیبِ مشرق کی ہو پامالی

یہ تہذیب و تمدن دشمنِ انسانیت یکسر
سکھاتے ہیں زمانے کو بداخلاقی، بداعمالی

سینما اور تھیٹر، اور یہ گھوڑ دوڑ۔ یہ ناٹک
حقیقت میں ہیں انسان کے عدوئے جانی و مالی

دکھائے جاتے ہیں جو سبز باغ اس دور میں ہم کو
یہ ہے تہذیبِ نو کا سحر، اور یورپ کی دجالی

یہ شوقِ بے حجابی دشمنِ جانِ حمیت ہے
دلوں کو چپکے چپکے اس نے غیرت سے کیا خالی

یہ کیسا فطرتِ شرم و حیا میں انقلاب آیا
اُسی پر ناز ہے، جس کو سمجھتے تھے کبھی گالی

یہ تیری نیم عُریانی، نمائش حُسن و زینت کی!
الٰہی خیر! فیشن نے تو فطرت ہی بدل ڈالی

وطن سے کوئی دلچسپی، نہ اُلفت قوم و ملت کی
نہ کوئی اور پیدا دل میں ہوتا جذبۂ عالی

خبر بھی ہے کہ کس حالت میں ہے اُمتِ محمدؐ کی
خبر بھی ہے کہ چھائی ہے سروں پر کیا بداقبالی

خبر بھی ہے کہ کیا حالت ہوئی ہے مردِ مُسلم کی
خبر بھی ہے کہ پہنچی ہے کہاں تک یہ زبوں حالی

ہوئے برباد ہم افسوس اب کیا تیری باری ہے
دکھانا چاہتی ہے اور کچھ شاید بداعمالی

نتیجہ اور کیا اس سے سوا ہوگا بُرا آخر
سروں پر چھائی ہے افلاس و نکبت کی گھٹا کالی

اُٹھ اے خاتونِ مشرق! فرض پہچان اپنی ہستی کا
خدارا کھول آنکھیں اپنی اے ہندوستاں والی

خوش اعتقاد

چٹرجی مہاشئے نے کہا شیر کے متعلق اگر کہتے ہو تو گرمی کے زمانہ میں جھنڈ کے جھنڈ شیر سندر بن سے ہوا تبدیل کرنے کے لئے پر آگ جایا کرتے ہیں، لیکن وہ ایسی پاک جگہ ہے کہ شیر کسی کو کچھ نہیں کہتے بلکہ انگریزوں کو اکثر دیکھا گیا ہے کہ شکار کیا کرتے ہیں۔"

ہنو دوکیل بولے واہ بہت اچھے شیر ہیں کہ کچھ کہتے نہیں۔ کیا یہاں چند شیر نہیں لائے جا سکتے؟ چٹ پٹ سوراج ہو جاتا۔ نہ سودیشی چیزوں کی ضرورت نہ چرخے کی نہ کونسل میں شور کرنے کی۔ یہ گفتگو بھی شام کے وقت بنگشو لوچن بابو کی بیٹھک میں ہو رہی تھی، اس وقت وہ خاموشی سے ایک انگریزی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے جس کا نام تھا How to be happy through marriage استادی کے ذریعہ خوشی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے، ان کے سالے نوگن اور بھانجے اودے بھی تھے۔

چٹرجی نے حقہ کا ایک زوردار کش لگا کر کہا۔ تم کیا خیال کرتے ہو۔ کیا اس کی کوشش نہیں کی گئی؟ کیا واقعی کوشش کی گئی تھی۔ کیا اخبار نے کوئی خبر اس کے متعلق شائع نہیں کی۔ ہوں! بڑی خبر پڑھتے ہیں۔ حکومت کو کل خبر ہے مگر کہے کون؟" چٹرجی نے کہا۔ ہنو د بولے تو آخر بات کیا ہے۔ خلاصہ کیوں نہیں کہتے۔" چٹرجی کچھ دیر خاموش رہ کر بولے ہوں!"

نوگن نے کہا کہئے بھی چٹرجی مہاشئے۔" چٹرجی نے اٹھ کر کھڑکیوں اور دروازوں سے جھانک کر دیکھا اس کے بعد پھر اپنی جگہ واپس آکر بیٹھے اور آپ ہی آپ بولے۔ ہوں۔ ہنود نے پوچھا، کیا دیکھ رہے تھے؟"

چٹرجی نے جواب دیا یہ دیکھا تھا کہ کہیں ہوربن گھوشال پر نہ نازل ہو جائیں۔ کیونکہ وہ تو سی آئی ڈی میں نوکر ہیں، اس لئے پہلے سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ بنگشو لوچن نے کتاب رکھ کر کہا یہ سب باتیں کہنی ہی نہ چاہیں۔ کیونکہ حاکم کے گھر پر ایسی باتیں نامناسب ہیں۔ چٹرجی بولے ٹھیک ہے۔ اور قصہ ہی کچھ ایسا ہے کہ سُنکر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نہیں اس ذکر کو جانے ہی دو۔ اچھا اودے تمہاری بی بی میکے سے کب واپس آئی؟ ہنود نے اودے کو منع کر کے کہا آخر اس بات کے سننے میں نقصان ہی کیا ہے؟ چلئے میرے مکان پر چلئے۔ وہاں کوئی حاکم نہیں ہے۔ بنگشو لوچن نہیں نہیں کہو۔ مگر ہاں چٹرجی مہاشئے جو بات حکومت سے متعلق ہو اسے چھوڑ کر بیان کیجئے۔ ہاں ہاں صاحب خود ہی ایسی باتوں کو کانٹ چھانٹ کر بیان کروں گا۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا غالباً تم لوگوں نے بوکو دستور کا نام سُنا ہوگا؟ ہم لوگوں کے مجیں پور کے چرن گھوش کے خالو۔"

ہنود نے پوچھا کون بوکو لال دت؟ کیا پالی ٹولہ میں جن کا بہت بڑا مکان ہے جسے کہ اپر ومنٹ ٹرسٹ توڑ رہا ہے؟ تو شاید اس صدمہ سے کہ کونسل میں انہیں سیٹ نہ مل سکی پاگل ہو کر مر گئے؟

چٹرجی: "تم نے خاک سُنا ہے۔ بوکو بابو زندہ ضرور ہیں مگر اس وقت ان کو پہچاننا مشکل ہے کچھ وقت صرف کرو تو جا کر دیکھ سکتے ہو۔ اور اتوار کے دن شام کے وقت ایک روپیہ لگتا ہے۔ ہنود۔ کس طرح؟"

چٹرجی: "بیچارے نے دماغ کی خرابی سے سب کچھ بگاڑ ڈالا۔ ایسی عزت ایسی شہرت اور ناموری بابا کی مہربانی سے ہوئی تھی لیکن آخر کو بوکر کی غلطی سے سب کچھ گیا۔" ہنود "کون سے بابا جی۔"

چٹرجی: "بابا دکھنی رائے اور کون"؟ اودے میرے ایک پھوپھیا سسرے کا نام دکھنی موہن رائے ہے۔"

چٹرجی: "اودے تو تو ہنسانا ہی جانتا ہے۔ پھوپھیا سسرے نہیں۔ وہ تو دیوتا ہیں شہروں کے دیوتا۔

بنود - اچھا تو پھر کیا ہوا؟

چنہ جی - کوئی پندرہ سال پہلے کا واقعہ ہے بوکو لال کی حالت اس وقت اچھی نہ تھی بیوی بچاری وطن میں رہا کرتی وہ کلکتہ کے کسی میل میں رہا کرتے تھے رام جادوار نی کے دفتر میں اسّی روپے ماہوار پر محرر تھے بچپن میں رام جادو بابو کے ہم جماعت تھے اس قدر قلیل آمدنی کے سبب بوکو بہت تنگی سے بسر کرتے تھے۔ اور اسی تنگی کے باعث کسی مقدمہ کے سلسلہ میں رشوت لے کر سمن پکڑانے میں دیر کر دی۔ رام جادو سخت آدمی تھے بچپن کی دوستی کا بھی پاس نہ کیا اور حالات معلوم ہوتے ہی جو کچھ منہ میں آیا بوکو کو کہہ ڈالا۔ وہ مارے غصہ استعفاء دے کر قیام گاہ پر لوٹ آئے۔ چونکہ دل رنجیدہ تھا اس لئے میس کے باورچی سے کہا کہ آج کھانا نہ کھاوٴں گا اس کے بعد ذرا دریا کے کنارے چلے گئے کہ دماغ کو ٹھنڈی ہوا لگے غصہ کی حالت میں نوکری تو چھوڑ دی مگر اب گذارہ کیسے ہو؟ کچھ جمع پونجی بھی تو نہیں ہے۔ بوکو کو رام جادو پر سخت غصہ آیا اور دل میں کہا رسے وکیلوں کے یہاں لوگ اکثر ایک آدھ ایسی غلطی کیا کرتے ہیں تو کیا محض اس لئے انسان اپنے قدیم دوست کو اس طرح سے ذلیل کر ڈالتا ہے؟ اچھا اس کا عیوض ضرور کسی دن بوکو لال لے کر چھوڑے گا۔ شب کے نو بجے کے قریب میس میں واپس آئے بالکل سنسان پڑا تھا کیونکہ وہ سنیچر کا روز تھا سرِ شام ہی سب ممبر تھیٹر تماشے سیر تفریح کی غرض سے جا چکے تھے بوکو لال چپ چاپ چلے آئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ باورچی خانہ کے اندر میس کی خادمہ بوکو بابو کے قیمتی آسن (ہندو لوگ جس پر بیٹھ کر کھاتے ہیں) پر جسے کہ اُن کی بیوی نے خود اُن کے لئے بنایا تھا بیٹھ کر انہیں کی تھالی میں کھا رہی ہے۔ اور باورچی بیٹھا پنکھا جھل رہا ہے۔ خادمہ نے تو دیکھتے ہی بالشت بھر زبان نکال دانتوں سے دبائی اور ڈیڑھ ہاتھ کا گھونگھٹ کر کے علیحدہ ہو بیٹھی اگر یہ حالت وہ اور کسی روز دیکھتے تو نہ معلوم کیا آفت ڈھاتے مگر آج تو دیکھ کر بھی گویا کچھ نہ دیکھا خاموشی سے اُوپر جا کر بستر پر پڑ گئے اور آئندہ کے متعلق سوچنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ روپے کہاں سے لاوٴں کہ زندگی بسر ہو۔ ان کی ایک ضعیف اور بیوہ پھوپی ہگلی میں تھیں ان کے پاس دولت جائداد بہت تھی اور وارث صرف ایک لڑکا ہوتو تھا یہ چھوکرا کم بخت اتنی ہی سی عمر میں اس قدر دولت مند بن گیا اور پھوپی بھی اس کے لئے ایسی پاگل ہو رہی ہیں کہ اپنے غریب بھتیجے کی طرف کبھی پھر کر بھی نہیں دیکھتیں۔ اپنے سگے بھائی کا لڑکا وہ بھی ایک دو بھی نہیں اس کا کچھ بھی خیال اُنہیں نہیں آتا؟ اس بڑھیا کے نزدیک گویا اور کوئی ہے ہی نہیں۔ بوکو لال نے دل میں کہا یا خدا کیا تیرا یہی انصاف ہے؟ کہ منحوس ہوتو تو ہو دس لاکھ کا مالک اور اُس کا ماموں زاد بھائی بوکو معمولی زندگی بھی بسر کرنے کے لائق نہیں میرا (کلاس فرینڈ) وہی نامعقول رام جادو موکلوں سے ہزاروں روپے پیدا کر رہا ہے۔ اور میں ایک معقول ملازمت کے لئے ترستا ہوں۔ خدا تو بڑا بے انصاف ہے! پھر آپ ہی آپ نہیں نہیں میں نے اپنے ایک دیندار دوست سے سُنا ہے کہ اگر کوئی خدا کو صدقِ دل سے پکارے اور اس سے مانگے تو وہ اُسے ضرور دے گا اور دیتا ہے۔ آج میں بھی سچے دل سے اُس سے مانگ کر دیکھوں وہ مجھ کو بھی دیتا ہے یا نہیں۔ آخر بات ہی کونسی ہے اور کام کیا سخت ہے! یہ خیال آتے ہی جھٹ اُٹھ کھڑے ہوئے اسٹو جلا کر چاء بنائی اور تین پیالی چاء اس خیال سے پے درپے پی کہ ساری رات جاگنا ہے اور جاگ کر دعائیں مانگنا ہیں۔ چاء پی کر چراغ گُل کر دیا اور بستر پر تکیہ کے سہارے بیٹھ کر رجوعِ قلب سے دعا مانگنے میں مشغول ہوئے۔ اے ہوری اے برہما اے جہادیب رحم کیجئے گذشتہ زمانہ میں آپ لوگ مانگنے والوں کی مدد کیا کرتے فریاد سُن لیتے تھے آج یہ غریب کیوں آپ لوگوں کے دروازہ سے ناامید ہو؟ اے دُرگا کالی لکھی آپ لوگ اگر چاہیں تو میرا کوئی حیلہ ضرور لگا سکتی ہیں۔ دیدیجئے دیدیجئے بہت نہیں صرف ایک لاکھ۔ اُوں ہوں۔ ایک لاکھ میں تو کچھ بھی نہ ہو گا۔ بیوی زیور ہی بنا کر آدھا ختم کر ڈالیں گی۔ رام جادو کے پاس

اس وقت کم سے کم دس لاکھ ہے میں صرف پانچ لاکھ چاہتا ہوں نہیں نہیں دس لاکھ اے دیوتاؤں آپ کے نزدیک جیسا ایک لاکھ ویسا دس لاکھ سب برابر ہے۔ اور نہ اتنے سے روپے کے دنیا ہی کا کچھ نقصان ہو جائے گا۔ کتنوں کو آپ لوگوں نے سنکھاروپے دیدیا ہے مجھ کو تو صرف دس ہی لاکھ دیں گے۔ روپے میں ایک مکان اور پچاس ہزار جائے گا فرنیچر خریدنے میں اس کے علاوہ اور بھی پچاس ہزار اس میں آس بیس خرچ ہوگا۔ اب جیسے ایک عمدہ سا موٹر خرید لیا۔ اوں ہوں ایک میا کیا ہوگا؟ اس پر تو بیوی ہی ہر وقت اپنا قبضہ جمائے رکھیں گی۔ ہر روز تھیٹر اور گنگا اشنان۔ اچھا ان کے لئے نہ ہو گا تو ایک فورڈ کار مقرر کر دی جائے گی بس سکنڈ ہینڈ فورڈ ٹھیک رہے گی۔ عورت ذات کے لئے بہت عمدہ کی ضرورت نہیں۔ اور اس کمینے رام جادو کو کوئی باندھ کر میرے پاس لائے تو فوٹ پاتھ پر اس کا منحوس چہرہ رگڑوں، پھر رگڑوں اور دیکھوں پھر رگڑوں اور دیکھوں جب تک نہ ناک آنکھ منہ گھس کر بالکل برابر چکنے نہ ہو جائیں۔ یا بید حو دیب، جینشو اکرستو شری رام چندر جی، آج مجھ کو معاف کیجئے۔ آپ لوگ ان باتوں کو پسند نہیں کرتے یہ میں خوب جانتا ہوں۔ بابا آپ لوگوں کی دہائی ہے آج میری ان دعاؤں پر آپ سب ناراض نہ ہوں اور میری باتوں کو ٹھکرا نہ دیں۔ میں بھی اس کے بعد آپ لوگوں کو خوش کر دوں گا اے نارائن، اے ودر ہماری کرشن! اے پیغمبر ہمارے بدھیوں کے بودھ، اے یہودیوں کے موسیٰ، اے پارسیوں کے آہرمن، مسلمانوں کے پیر، دیوی دیوتا، زرتشت شیطان او منہ! تو بہ توبہ اچھا شیطان بھی صحیح اس میں ہرج کیا ہے! بہت ہوگا جہنم میں جاؤں گا، ہٹاؤ بھی اس قدر سوچنے سے کچھ بھی نہ ہوگا پیر مرشد جو کوئی بھی ہیں رحم فرمائے۔ میں اس عالم تنہائی میں صدق دل سے آپ لوگوں کو پکارتا ہوں رحم کیجئے، رحم کیجئے۔"

بنو د بابو نے کہا "اچھا چٹرجی مہاشئے آپ نے بوکو بابو کے دل کی باتیں کیسے جان لیں؟" چٹرجی "ارے یہ تم لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ گرچہ کلجگ ہے پھر بھی دو چار خدا کے ایسے بندے اس وقت بھی موجود ہیں جو سچے ہیں اور لوگوں کے دلوں کی حالت معلوم کر لیتے ہیں۔ غریب ضرور ہیں مگر ایمان دہرم کے پکے ہیں کدار چٹرجی اس قدر ضعیف العمری میں کیسے کیسے محنت اور مشقت لوگوں کی بھلائی کے لئے اٹھایا کرتے ہیں وہ ایسے بزرگ ہیں کہ دل کا حال تو معمولی بات ہے لوگوں کی ہانڈی کی چیز بھی بتا سکتے ہیں۔ خیر تو بوکو بابو اس طرح دعا میں مشغول تھے کہ انہیں تن من کسی کی بھی خبر نہ تھی انہیں دیکھ کر یہ سمجھنا مشکل تھا کہ یہ شخص ہوش میں ہے دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کے تار بہہ رہے تھے۔ ایک غفلت جیسی کیفیت طاری تھی۔ کہ اتنے میں نیچے سے آواز آئی ٹنگ ٹنگ۔ بوکو لال بستر سے کود پڑے اور میچس جلا کر برآمدہ میں کھڑے ہو کر انگنائی کی طرف روشنی کر کے دیکھا کہ۔" نوگنی خوف زدہ ہو کر پھر بول اٹھے کیا "دکھنی رائے؟" چٹرجی مہاشئے منہ بنا کر آنکھیں نکال کر بولے "دکھنی رائے نہیں تمہارا سر۔ اس قصے کو اب تم ہی بیان کرو میں کیوں خواہ مخواہ بکواس کئے جاؤں۔" اودے نے خوش ہو کر کہا "نوگنی ماموں کی یہی تو بہت بری عادت ہے آدمی کو بات نہیں کرنے دیتے۔ میری سالی کی جس روز منگنی تھی"۔ چٹرجی بے چین ہو کر بولے "ارے جا اب جہنم میں۔ ایک چپ ہوا تو دوسرا شروع ہوا جاؤ اب میں ہرگز نہ کہوں گا۔" بنو د بابو نے کہا "اہا کیوں تم لوگ بدمزگی کیا کرتے ہو؟ نہیں نہیں چٹرجی مہاشئے اب کوئی نہ بولے گا آپ کہئے۔"

چٹرجی "اچھا تو بوکو بابو نے انگنائی میں غور سے دیکھا تو نہ وہاں عیسیٰ کا گدھا ہے نہ موسیٰ کی بھیڑیں اور نہ شیث کا بیل ہے نہ بشنو کی گائے۔ غرضکہ کوئی بھی نہیں ہے صرف ایک کنارے ایک سرخ رنگ کی سائیکل رکھی ہے زور سے پوچھا کون ہے؟ چپراسی سیڑھی کا دروازہ کھٹکھٹانے گیا تھا اس وقت سامنے آکر کہا تار ہے! تار! کیسا تار، بوکو بابو کا دل دھڑکنے لگا۔ میں

میں نے کوئی لاٹری کا ٹکٹ بھی نہیں خریدا! تو پھر کیا بیوی یا بچے بیمار ہیں؟ آج ہی شام کے وقت تو خط آیا ہے سب لوگ خیریت سے ہیں۔ بوکو بابو جلدی جلدی اتر کر نیچے آئے تار میں لکھا تھا کہ بھوتو اچانک مرگیا ہے اور پھوپھی بھی کوئی گھڑی کی مہمان ہیں فوراً چلے آؤ۔ بوکو لال یا اللہ کہہ کر اُچھل پڑے اور منی بیگ جیب سے نکال کر اس میں سے کچھ نکالا اور پیون کے ہاتھ میں چپکے سے دیا۔ پیون بیچارا آنے سے پہلے ہی جان چکا تھا کہ بری خبر میں بخشش نہیں مانگ سکتے اس وقت خلاف امید تین روپے چھ آنہ پاکر وہ سمجھا کہ شاید رنج کے اثر سے ان کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ جلدی سے دستخط لیتے ہی بھاگا۔ اچھا کیا بھوتو واقعی مرگیا؟ سچ مچ مر ہی گیا؟ واہ رے بھوتو! واہ رے چھوکرے۔ یقیناً شراب پی پی کر لیور کو سڑا ڈالا تھا۔ جاتے ہی اس کی فاتحہ درود کرنی ہے۔ بوکو بابو اسی وقت ہگلی روانہ ہوگئے لیکن اب بوکو بابو کی قسمت پھر گئی مگر دس لاکھ نہیں صرف پانچ لاکھ۔ دس لاکھ سے کم ہونے کے سبب پہلے پہل ان کا دل بہت تاؤ پیچ کھاتا رہا اور ایک طرح کی خلش دل میں رہی۔ مگر پھر رفتہ رفتہ سہ گیا اب بوکو لال نے ہر طرح کا کاروبار شروع کیا اس عرصہ میں جنگ عظیم شروع ہوگئی۔ اسی میں کل شئے بھی سپلائی کرنے لگے۔ مٹی چھوتے تھے تو سونا ہوتا تھا اب دولت کی انتہا نہ تھی لیکن جیسے جیسے عمر گزرتی گئی ویسے ویسے ان کی عقل موٹی ہوگئی۔ اسی طرح چودہ سال گذر گئے۔ یہاں تک کہ چیٹرجی مہاشے حقہ کا کش لگا کر دم لینے لگے۔ بنود نے کہا "ہاں چیٹرجی مہاشے شیر کہاں"؟ چیٹرجی نے کہا آئے گا آئے گا گھبراتے کیوں ہو جب وقت ہوگا آپ ہی آئے گا۔ بوکو بابو جس دن پچاون برس کے ہوئے اس روز انھوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ بیٹا بوکو عمر تو کافی ہوئی اور دولت بھی بہت زیادہ جمع کرلی لیکن ملک و قوم کے لئے تم نے کیا کیا؟ بوکو لال نے جواب دیا حضرت میں واقعی بڑا پاپی گنہ گار ہوں مجبوری سے اپنے وطن کے لئے کچھ نہ کرسکا کیونکہ ملیریا کے خوف سے وطن جاتا نہیں کھدر پہن نہیں سکتا۔ کبھی جسم موٹی دھوتی پہنتا ہوں تو جسم چھلنے لگتا ہے اور خیال کرنے کی بات ہے کہ لوگ جو وطن کے لئے بم پھینکا کرتے ہیں وہ انہی کا کام ہے میں تو ایک معمولی پٹاخہ بھی مارے خوف کے نہیں چھوڑ سکتا۔ کوئی ایسی ترکیب آپ بتائیں کہ آسانی سے کچھ ملک و قوم کی خدمت کرسکوں اور محنت کا کام تو اس عمر میں ہو نہیں سکتا۔ کوئی آسان طریقہ بتائیے۔ انہوں نے کہا کونسل میں داخل ہوجاؤ۔ انہوں نے تو بتا دیا مگر اب داخل کیسے ہوا جائے گا۔ بوکو لال سخت مشکل میں پڑے۔ بہت سوچ بچار کرنے کے بعد ایک انگریز سے کہا کہ میں ہزار روپے ہوم میں (غریب خانہ میں) دینے کو راضی ہوں اگر گورنمنٹ مجھ کو کونسل میں نومی نٹ کرے انگریز نے کہا کہ وہ روپے تو خوشی سے لے لیں گے لیکن یہ وعدہ نہیں کرسکتے کیونکہ گورنمنٹ ہر ایک سے رشوت نہیں لیتی۔ بوکو بابو مایوس ہوکر واپس آئے اس کے بعد اور ایک بار سوچ کر دوسرے شخص سے کہا کہ میں الکشن میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔ ذرا آپ میری مدد کریں اور طریقہ بتائیں کہ کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے ایک لاکھ روپے نکالئے کہ اپنے گاؤں کے لوگوں کے منہ بھردوں۔ جب تو وہ لوگ ووٹ دیں گے۔ بل نہ بند کریں گے تو سانپ کیسے مرے گا۔ انہیں کچھ دیا نہ جائے گا تو وہ میری طرف داری کیوں کریں گے؟ بوکو لال نے کہا توبہ توبہ لاحول ولا قوۃ ملک کی خدمت کرنی چاہتا ہوں۔ اس کے لئے میں روپے رشوت نہیں دیتا واپس چلے آئے اور کہا کہ یہ سب بدمعاش چور ہیں اگر روپے خرچ کرنا ہے تو خود ہی سمجھ بوجھ کر خرچ کریں گے۔ کلکتہ میں مطلب برآری نہ دیکھ کر انہوں نے ارادہ کیا کہ ساؤتھ سندربن کنسٹی ٹیوشن سے کھڑے ہوں گے۔ کیونکہ وہاں انہوں نے کچھ زمینداری خریدی تھی۔ اسی وجہ سے ووٹ ملنے میں آسانی ہوگی۔ الکشن سے تین ماہ قبل ہی انہوں نے اپنا کام شروع کردیا۔ اس کے بعد ایک روز یکایک خبر آئی کہ بوکو لال کے پرانے دوست رام جادو بابو نے بھی

کھدر پہننا شروع کر دیا ہے الکشن میں وہ بھی اسندر بن ہی سے کھڑے ہوں گے بوبو بابو کو بے حد غصہ آیا۔ انہوں نے بھی ترہٹی بازارت ایک تین نمبر کی ٹیکی خرید کر سر پر لگائی۔ اور دروازے پر دو بڑے بڑے بیل باندھ دئے اور مکان کے برآمدے میں گائے کے گوبر کا گویٹھا تھوپنے کا انتظام کر دیا تاکہ لوگ انہیں پکا وطن پرست سمجھیں۔ اخباروں میں روز طرح طرح کی خبریں شائع ہونے لگیں۔ بوکولال دت کو کون پہچانتا ہے؟ چودہ سال قبل کس کے یہاں نوکر تھے؟ وہ نوکری ان کی کیوں گئی۔ ایک معمولی محترر کے پاس اس قدر دولت کہاں سے آئی؟ اے قومی بھائیوں بوکولال اس قدر سوڈے کی بوتلیں کیوں خریدتے ہیں؟ کس چیز میں ملا کر پیتے ہیں؟ بوکو کے باغیچہ میں رات کے وقت اس قدر روشنی کیوں جلا کرتی ہے؟ بوکولال خود تو کالے ہیں مگر ان کا چھوٹا لڑکا اس قدر گورا کیونکر ہوا؟ بوکولال ہوشیار رہو جاؤ تم، عالی جناب رام جادو بابو کے مقابلہ میں کھڑے ہونے کی ہمت نہ کرو ورنہ اور بھی بہت سی راز کی باتیں فاش کر دی جائیں گی۔ بوکو بابو اس کا جواب چھپوانے لگے۔ مگر ان کے جوابات ایسے سخت نہ تھے کیونکہ ان کی طرف ایسے زوردار اور گندے بولنے والے نہ تھے اب وہ سمجھ گئے کہ واقعی میں پیچھے ہٹ رہا ہوں۔ ووٹر لوگ ٹیڑھے ہو رہے ہیں۔ ایک روز وہ نہایت متفکر بیٹھے ہوئے تھے کہ انہیں یکایک خیال آگیا کہ چودہ برس قبل دیوتاؤں کی مہربانی سے ان کی حالت پھر گئی تھی۔ کیا اس دفعہ بھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ اب میں پھر سب دیوتاؤں اور پیر پیغمبروں سے مدد مانگوں گا۔ صرف جنہیں خواب میں دیکھا تھا ان پر بھروسہ کرنے سے کچھ نہ ہوگا کیونکہ وہ تو کوئی دیوتا نہیں ہیں۔ رات کے دس بجے بوکو بابو نے اپنے دفتر کے کمرے میں جا کر دربان سے کہا کہ دیکھو اس وقت میں بہت سے ضروری کام کر رہا ہوں۔ خیال رکھنا کوئی دق نہ کرے۔ اس مرتبہ پلنگ کے کمرے میں اس سبب سے نہ بیٹھے کہ بیوی کی موجودگی میں خشوع و خضوع سے دعا مانگنا دشوار ہے ممکن ہے کہ درمیان میں خیالات بٹ جائیں۔ آرام کرسی پر لیٹ کر اس طرح سے انہوں نے اپنے دل و دماغ کو دعا مانگنے میں رجوع کیا۔

اے برہمنوں کے بیشو ھیشوں کی درگا کالی وغیرہ پہلے آپ لوگوں نے ایک مرتبہ میرا مان رکھ لیا تھا میں نے بھی آپ لوگوں کے لئے پوجا کی تھی اس کے بعد میں کچھ ایسے بکھیڑوں میں پھنس گیا کہ پھر اس طرح آپ لوگوں کی کھوج خبر نہ لے سکا۔ مہربانی سے آپ لوگ کچھ خیال نہ کریں۔ گرچہ میں معذور رہا مگر میری بیوی تو ہمیشہ آپ لوگوں کے لئے۔ کیلے۔ پھل وغیرہ چڑھاتی رہی اور پوجا کرتی رہی۔ سونا چاندی بھی تھوڑا بہت دیا ہے۔ وہی جو پوجے کی پیالی پیالے تھالی گھنٹا چراغ وغیرہ چاندی ہی کا بنایا ہے۔ سنگھاسن بھی سونے کا تیار کیا ہے وہ سب بھی تو آخر میرے ہی روپے کے ہیں اور آپ ہی لوگوں کے لئے بنے ہیں اور مجھ کو بھی دیکھئے کہ ذرا سی فرصت ملتے ہی دھرم اور کرم کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں۔ ٹیکی رکھی ہے گائے کی خدمت کرتا ہوں۔ اس وقت میری صرف یہ التجا ہے کہ رام جادو کم بخت کو کسی طرح زک دیدیجئے۔ اس کے ووٹ میں ہارنے کی کوئی امید نہیں دیکھتا۔ دہائی ہے آپ دیوتاؤں کی اسے کسی طرح ضبط کیجئے لیکن ابھی نہیں۔ نومی نیشن پیپر دینے سے دو روز قبل ورنہ کوئی دوسرا زمین پھوڑ کر کھڑا ہو جائے گا۔ کولرا۔ چیچک بیری بیری۔ ہارٹ فیل یا گاڑی میں چپ جانا۔ جو بھی مناسب ہو کیجئے گا۔ اب زیادہ کیا کہوں آپ لوگ تو ہر طرح کی ترکیب جانتے ہیں۔ دیجئے بابا بد ذات کی گردن توڑ دیجئے۔ اب مجھ پر رحم کیجئے میری التجا سن لیجئے بچا لیجئے۔

بوکو بابو آنکھیں بند کئے اسی طرح دعائیں مانگ رہے تھے کہ اتنے میں اسی کمرے میں پٹ سے ایک آواز آئی۔ نوکی ہوشیار ہو کے ہوشیلے آہستہ آہستہ کہا کہ . . . . چترجی گرج کر بولے چپ رہو۔ بوکو بابو کے دفتر کے کمرے کی چھت کی کڑی میں ایک چھپکلی اٹکی ہوئی تھی۔ اس نے جیسے ہی جمائی لینی چاہی ویسے ہی ہاتھ پیر ڈھیلے ہو کر بوکو بابو کے ٹیبل پر پٹ سے گر پڑی

بوکو لال چونک پڑے۔ دیکھا کہ ٹیبل پر ایک چھپکلی اور اس کے نیچے پوسٹ کارڈ ہے پوسٹ کارڈ پہلے انہیں نظر نہ آیا تھا۔ اس وقت بوکو لال نے پڑھا اس میں لکھا تھا۔

جناب من میں نے سُنا ہے کہ آپ الکشن میں کھڑے ہونا چاہتے ہیں مگر کامیابی نظر نہیں آتی۔ اگر ہم لوگوں کی مدد لیں اور مشورہ پر عمل کریں تو سب کچھ ممکن ہے کل شام کے وقت آپ سے ملاقات کروں گا فقط سری رام گیدڑ ہر شرما بوکو نے کہا ماکالی شکر ہے بابا تارک ناتھ۔ برہمن بیشو پیر پیغمبر پوجا کروں گا اطمینان رکھو یہ پوسٹ کارڈ تمہاری ہی مہربانی سے ملا۔ جس کو میں ہی سمجھ سکتا ہوں۔ پھر دل ہی دل میں کہنے لگے (تاکہ دیوتاؤں کو خبر نہ ہونے پائے) اوں ہوں یقین نہیں آتا ابھی پوجا نہ کروں گا پہلے کام ہو جائے تب دیکھا جائے گا۔ ساری رات اور سارا دن بوکو بابو نے بہت بے چینی سے گزارا۔ شام کے وقت رام گیدڑ شرما دکھائی دیئے۔ پستہ قد۔ زرد رنگت۔ چھچھوندر کی طرح لانبا چہرہ کھڑے کھڑے کان۔ بھورے رنگ کی دھوتی اور مرزائی جو کہ جسم کی رنگت کے ساتھ بالکل مل گئی ہے۔ کبھی ہندی بولتے تھے کبھی بنگلہ۔ بوکو لال نے بہت خاطر سے کہا "بیٹھیے۔ آپ کیا آریہ سماج ہیں" رام گیدڑ بولے نہیں نہیں بوکو نے کہا کیا مہابیر کے گروہ کے ہیں یا پکٹنگ والے یا کونسل توڑ؟ یا چرخہ باز" رام گیدڑ نے کہا وہ صرف ایک پولیٹیکل شخص ہیں۔ بوکو بابو نے نہایت ادب کے ساتھ پیر چھو کر ہاتھ کو ماتھے پر ملا۔ رام گیدڑ نے کہا "سب ہوا ہوا"۔ اس کے بعد کام کی باتیں ہونے لگیں۔ رام گیدڑ نے معلوم کرنا چاہا کہ بوکو بابو اصل میں ہیں کیا؟ سوراجی اور راجی یا نیم راضی یا غیر راضی جو کچھ بھی ہو وہ معلوم ہو جائے۔ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ وہ چاہتے کیا ہیں اور انہیں پسند کیا ہے۔

انہوں نے سمجھایا کہ ہمیں کچھ ملک و قوم کی خدمت کرنی چاہتا ہوں مگر رام جادو کی موجودگی میں ایسا ہونا مشکل ہے۔ رام گیدڑ نے تسلی دی کہ کوئی فکر نہ کرو تم شیروں کی پارٹی میں جوائن کر لو داخل ہو جاؤ" بوکو بابو حیرت زدہ ہو گئے رام گیدڑ نے کہا "میں نہیں بہت پوشیدہ بات جو کہ راز میں ہے واضح کر کے بتاتا ہوں سُنو اس پارٹی میں گنے چُنے تین سو ترتیسٹھ ممبر ہیں اور میں ان کا سکرٹری ہوں۔ اب صرف ایک ہی ویکنسی خالی رہ گئی ہے۔ اگر تم چاہو تو آسکتے ہو۔ کونسل کی ساری سیٹوں پر ہم ہی لوگ قبضہ کر لیں گے"۔ بوکو کو یقین نہ آیا انہوں نے پوچھا ایسا کس طرح کر سکتے ہیں؟ ان لوگوں کی قوت مالی حیثیت سے بھی بہت زیادہ ہے۔ یہ سُن کر رام گیدڑ بہت ہنسے اور ہنس کر بولے "ہم لوگوں کے پاس دولت نہیں تو کیا ہوا دانت اور ناخون تو ہیں۔ بابا دکھنی رائے ہم لوگوں کے مددگار ہیں ان کی مدد سے سب کام بن جائیں گے۔ وہ کون ہیں؟ پہچانتے نہیں؟ تینتیس دیوتاؤں میں وہی ایک جاگ رہے ہیں باقی سب کے سب سوئے ہیں انہوں نے تمہاری پکار سُنی ہے لو اب کاغذ پر دستخط کرو بابا کی شرائط بالکل آسان ہیں صرف ان کے لئے خوراک مہیا کرنا پڑے گا اس کے عیوض میں پاؤ گے قوت اور مار ڈالنے کی طاقت جس کے بدولت تم کونسل میں بخوبی جا سکو گے بوکو مگر حکومت؟ ارے حکومت ہی کا گوشت تو بابا کھاتے ہیں" بنگشولوچن نے قطع کلام کر کے کہا "یہ کیا چٹرجی مہاشا ہے؟" چٹرجی نے کہا "ہاں ہاں یاد ہے اچھا اب بالکل اشارہ میں بولتا ہوں۔ رام گیدڑ نے اطمینان دلا دیا کہ بالکل رام راج ہو گا۔۔۔ سب لوگ آپس میں بھائی بھائی کی طرح حصہ بخرہ کر کے کھائیں گے سب کی ایک حالت ہو گی سب ہی غلام اور سب ہی آقا ہوں گے۔ مگر وہ رام جادو تو زیر ہو گا؟ زیر؟ ایسا زیر! وہ ایسا زیر ہو گا جس کو زیر کہتے ہیں اور اُسے تم اپنے ہاتھوں ہی سے درست کرو گے۔ بوکو کا دماغ پریشان ہو گیا مگر یہ سن کر تیسوں دانت نکال کر ہنسنے لگے۔ کاغذ پر دستخط کر کے کہا بار بار دکھنی رائے کی جے۔ رام گیدڑ نے کہا اچھا ہوا اب سب ٹھیک ہے اچھی صلاح ہوئی کہ کل پانچ بجے کی پسنجر سے بوکو بابو اپنی سسندربن کی زمینداری پر روانہ ہوں گے۔ وہاں پہنچنے کے بعد رام گیدڑ انہیں اپنے ساتھ لے جا کر بابا کی درشن کرا دیں گے آخر نتیجہ یہ ہوا کہ بوکو بابو کا دماغ خراب ہو گیا ساری رات وہ انہیں خیالات میں غرق رہے اور طرح طرح کے پریشان خواب

دیکھا گئے جیسے رام گیدڑ ہوا ہوا کر رہا ہے اور رام راج ہے (یعنے جیسے رام کے زمانہ سلطنت میں لوگ امن و آمان سے رہتے تھے) اور کونسل لاٹ و گورنر دنیا بھر کی باتیں جن کی جگہ اُن کے دماغ میں نہ رہی تھی۔ رام جادو مر جائے اور وہ کونسل میں جگہ پائیں ان کا اصل مقصد یہی تھا پھر چاہے رام راج ہو یا راکھشش راج ہو شہر والے بچیں یا مریں یا بابا کے پیٹ میں جائیں اس میں ان کا کچھ نفع و نقصان نہیں ہے اس کے بعد سندر بن میں رات کے اندھیرے میں بابا نے انہیں اپنا درشن دکھایا" بنود نے کہا چٹرجی مہشائے آپ بہت چھوڑ چھوڑ کر کہہ رہے ہیں۔ بابا کی شکل کیسی تھی یہ تو بتایا ہی نہیں" چٹرجی "وہ کہوں گا ڈر جاؤ گے اور رنبلو تو یہی اُودے کا خیال ہے" اُودے بولا "میں بالکل نہیں ڈرتا یہی ہزاری باغ میں جب رہا کرتا تھا تو کتنی بار شب کے وقت میں تنہا اُٹھا ہوں" پہلے پہل تو بابا نے برہمن کی شکل میں درشن کرائے اور بوکولال سے کہا کہ میں تم سے بہت خوش ہوا اب تمہیں اس کے بدلے میں کیا چاہیئے؟ بوکولال نے کہا بابا پہلے رام جادو کو مارئے وہ میرا ہمیشہ کا دشمن ہے۔ بابا نے کہا اور وطن کے متعلق؟ بوکولال وطن کے متعلق و تعلق رہی رہنے دیجئے بابا پہلے دشمن سے بدلہ لیجئے بابا نے کہا اچھا وہی ہو پہلے تمہیں تو ذات میں لے لوں یہ کہہ کر بابا شیر کی صورت بن گئے اور اپنی دُم چٹ سے بوکولال کے جسم پر پھرا دی دیکھتے دیکھتے بوکولال نے شیر کی شکل اختیار کر لی۔ بابا نے کہا جاؤ بیٹا اب چر پھر کر کھاؤ پیو۔ چٹرجی حقہ کی طرف متوجہ ہوئے بنود نے کہا اس کے بعد؟ اس کے بعد اور کیا؟ بوکولال رو رو کر جان دینے لگے۔ اے بابا یہ کیا کیا؟ میں کھانا کیسے کھاؤں گا؟ سوؤں گا کہاں؟ سلک کا کوٹ کیسے پہنوں گا؟ بیوی بھی تو اب پہچان نہ سکے گی۔

بابا کے خدمت گار رام گیدڑ نے کہا اب پھر کیا ہوا؟ شور مت مچاؤ اب بھاگو جاکر جانوروں کو پکڑ پکڑ کر کھاؤ بوکولال کسی طرح اپنی جگہ سے ہٹے ہی نہیں۔ اور ہیو ہیو رونا شروع کیا۔ تب رام گیدڑ نے آگے بڑھ کر ان کے پیروں میں کاٹ لیا بوکولال لنگڑاتے لنگڑاتے بھاگے۔ دوسرے دن صبح کے وقت چار کسانوں نے دیکھا کہ ایک بڈھا شیر کھیتوں میں گھس رہا ہے ان لوگوں نے پکڑ کر ہاتھ پیروں کو بانسوں میں باندھ کر لٹکایا۔ کئی آدمیوں نے کندھے پر لیا اور ڈنڈا ڈولی کرکے ڈپٹی بابو کے یہاں لے گئے انہوں نے کہا کہ ایسا شیر تو کبھی نہیں دیکھا اس کی رنگت تو بالکل گدھوں کی طرح ہے۔ آہا اسے لومڑی نے بھی کاٹ کھایا ہے۔ ٹھہرو اسے ہیومیو پیتھک دوا لگا دوں ذرا اچھا ہو جائے تو اسے علی پور کے چڑیا خانہ میں لے جانا تم لوگوں کو انعام ملے گا بوکو بابو اس وقت بھی علی پور ہی میں ہیں اب میں ملاقات نہیں کرتا کسی شریف آدمی کو شرمندہ کرنے کا کیا فائدہ"؟

بنود بابو نے کہا اچھا چٹرجی مہشائے بابا دکھنی رائے نے کبھی کوئی بھی کھاتی ہے"؟ گولی اُنہیں اثر ہی نہیں کر سکتی۔ اچھا وہ نہیں کھاتے تو ان کے ساتھیوں نے تو کھائی ہوگی"؟ دیکھو بنود ٹھاکر دیوتاؤں کے متعلق مذاق نہ کرو اس میں گناہ ہے اچھا تم لوگ بیٹھو میں جاتا ہوں" جب چٹرجی چلے گئے تو بنود نے کہا "یہ ہمارے چٹرجی مہشا کس قدر سادہ لوح ہیں اور ساتھ ہی اس کے مذہب کے پکے ان کے دل میں بابا دکھنی رائے کی ہیبت ایسی طاری ہے کہ کوئی لاکھ کہے کہ بوکو بابو کونسل کی ناکامی اور دماغ کی خرابی کی وجہ سے مرے انہیں یقین ہی نہ آئے گا۔

(ترجمہ از بنگلہ)

الیس۔ کے۔ صغرا سبزواری۔ کلکتہ۔

لڑکیوں کے خانہ داری کے اسکول

مئی کے عصمت میں ایک فاضل بہن کا مضمون مذکورہ بالا عنوان سے نظر سے گذرا۔ ہم ممنون ہیں۔ کہ بہن صاحبہ نے ایک اہم موضوع پر قلم اُٹھایا۔ لیکن چونکہ ہر ایک انسان کے خیالات جداگانہ ہیں۔ اور یہ بھی ضروری ہے۔ کہ ایک بات جو میں نہایت اہم خیال کروں۔ دوسرے کے نزدیک وہی فضول ہو۔ لہذا مجھے چند ایک باتوں سے اختلاف ہے مثلاً "آج کل کے لوگ ...... وہاں وہ سائنس اور کیمسٹری اور اسی قسم کے بے کار مضمون پڑھتی ہیں۔ جن کی ان کو آئندہ زندگی میں بالکل ضرورت نہیں ہوتی ....." سائنس کیمسٹری صرف وہی لڑکیاں پڑھتی ہیں۔ جن کو آئندہ میڈیکل لائن میں جانا ہوتا ہے۔ اور ان کی تعداد بھی صرف اس طرح معلوم ہو سکتی ہے۔ کہ پورے پنجاب میں صرف ایک "گورنمنٹ کالج فار وومن" لاہور میں ہے۔ جس میں ایف۔ ایس۔ سی کرنے کے بعد لڑکیاں ڈاکٹری کی تعلیم کے لئے چلی جاتی ہیں۔ بی۔ ایس۔ سی۔ میں پچھلے سال صرف دو ہندو لڑکیاں تھیں۔ اور اب کے بھی غالباً دو ہیں۔ اس کے علاوہ مردانہ کالجوں میں جو لڑکیاں سائینس پڑھتی ہیں۔ وہ عموماً عیسائی اور ہندو ہوتی ہیں۔ جو کہ ملازمت کے لئے پڑھتی ہیں۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد وہ فوراً شادی نہیں کرتیں۔ اور اگر کرتی بھی ہیں۔ تو ملازمت جاری رکھتی ہیں۔ پس عام طور پر لڑکیاں ڈاکٹری کے لئے سائینس پڑھتی ہیں۔ اور ڈاکٹری آپ کے نزدیک غالباً "فضول" نہیں ہوگی۔ کیونکہ آپ دیکھتی ہیں۔ کہ کس قدر ہندوستانی عورتیں اور لڑکیاں لیڈی ڈاکٹروں کے نہ ہونے کے باعث ناگفتہ بہ زندگی بسر کر رہی ہیں

"بی۔ اے۔ پاس۔۔ کالج میں ایسی چیزیں۔۔ جن سے ان کو خانہ داری کے متعلق ذرہ برابر بھی واقفیت حاصل نہیں ہوتی"۔ میرے خیال میں کوئی لڑکی جس نے کالج میں باقاعدہ تعلیم پائی ہے۔ کبھی ایسے اعتراض نہیں کر سکتی۔ صرف سنی سنائی بات پر یقین کر لینا بعض اوقات نہایت خطرناک ہوتا ہے۔ دیکھنے اور سننے میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہوسٹل میں تمام لڑکیوں کو باری باری اپنی ڈیوٹی پوری کرنی ہوتی ہے۔ ڈیوٹی والی لڑکی سب کچھ اپنی نگرانی میں کراتی ہے۔ ہفتہ کا ٹائم ٹیبل بنانا۔ کھانا تقسیم کرنا وغیرہ سب کچھ ہی کرتی ہے۔ اگر ضرورت ہو۔ تو ڈیوٹی والی لڑکی ملازمین کی کھانے پکانے میں بھی مدد کرتی ہے۔ بعض ہوسٹلوں میں تمام انتظام خود لڑکیوں کے سپرد ہوتا ہے۔ غرض کہ کالج میں اعلیٰ تعلیم کے علاوہ مہمانوں کی خاطر مدارات۔ مکان کی آرائش۔ اور ہر وہ بات جو کہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی، عقلمند بیوی۔ حفظان صحت سے واقف ماں اور ایک عمدہ شہری کے لئے ضروری ہے۔ سکھائی جاتی ہے۔ اور یہ ایک مسلمہ بات ہے۔ کہ جاہل عورت تعلیم یافتہ عورت کا مقابلہ کسی حال میں بھی نہیں کر سکتی۔ بشرطیکہ تعلیم اعلیٰ اور گھریلو تربیت صحیح معنوں میں تربیت ہو۔ جس طرح ایک پرائمری یا مڈل پاس اور میٹرکولیٹ کو جاہل نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح تعلیم یافتہ کو بھی تعلیم یافتہ میں ایک نقص ہو تو

دو خوبیاں ضرور ہوں گی۔ اور اگر اس کے برعکس آپ کو کسی تعلیم یافتہ خاتون سے واسطہ پڑا ہے۔ تو یہ تعلیم کا قصور ہے نہ کالج کا۔ سمجھ لیجئے۔ کہ تربیت نہیں ہوئی۔ اور تربیت کرنا کالج والوں کا کام نہیں۔ یہ ماں کا فرض ہے۔ کالج میں داخل ہوتے وقت تو کوئی لڑکی بھی موجودہ قانون کی رو سے پندرہ سولہ برس کی عمر سے کم نہیں ہو سکتی۔ اور ضرورت ہے۔ کہ تربیت اس وقت تک ختم ہو گئی ہو۔ بغیر کسی قسم کے شک کے ایک اعلیٰ تعلیم و تربیت یافتہ خاتون جن معنوں میں شریکِ حیات ثابت ہو سکتی ہے۔ ایک جاہل عورت تا قیامت نہیں ہو سکتی۔

تعلیم یافتہ عورت کا نقطۂ نگاہ چونکہ بہت وسیع ہوتا ہے۔ وہ نہیں چاہتی۔ کہ اپنے قیمتی وقت کا بہت زیادہ حصہ محض کھانا پکانے ہی میں ضائع کر دے۔ اس کے پیش نظر اور بھی بہت سی باتیں ہوتی ہیں۔

جرمنی میں اگر خاص خاص لڑکیاں خاص قسم کی تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ تو ہندوستان میں کونسی سب کی سب کالج میں داخل ہو رہی ہیں۔ ان کی تعداد آپ کو یونیورسٹی رپوٹوں سے مل سکتی ہے۔ سارے پنجاب میں چند کالج ہیں۔ اور ان میں چند لڑکیاں۔ باقی رہا کھانا پکانا، سلائی وغیرہ تو یہ سب کچھ مڈل میں سکھا دیا جاتا ہے۔ متعدد قسم کے اچار، مربے، بسکٹ، کیک مٹھائیاں اور قسم قسم کی سلائی مڈل میں سکھائی جاتی ہے۔ اور یہ کام تو یہیں ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے زیادہ سیکھنے کی نہ کسی اُستاد سے ضرورت ہے اور نہ کالج میں۔ کیوں کہ طرح طرح کی مرغن غذاؤں کو ڈاکٹر مضرت رساں قرار دے چکے ہیں اگر شوق بھی ہو۔ تو ہزاروں ترکیب رسائل میں چھپتی ہیں۔ اور اس موضوع پر ضخیم کتابیں ہیں۔ ہاں جن لڑکیوں کو گھر میں یہ کام کرنا پڑتا ہے وہ ماہر ہو جاتی ہیں۔ اور جن کے گھروں میں خانساماں اور بہرے موجود ہیں۔ ان کی مڈل تک کی تکلیف بھی رائیگاں جاتی ہے۔ کیوں کہ انہیں اس کی مشق کا موقع ہی نہیں ملتا۔ پس جرمنی میں تو خانہ داری کی تعلیم کے لئے خاص خاص مدارس میں داخل ہونا پڑتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں ہر وہ لڑکی جو کہ مڈل تک تعلیم حاصل کرتی ہے۔ اس کو ایک خانہ دار اور سلیقہ شعار بیوی بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ہر ایک لڑکی گھر پر خانہ داری سیکھ سکتی ہے۔ اس کے لئے خاص سکولوں کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر ہماری مائیں صحیح معنوں میں خانہ دار ہیں۔ تو ہمیں خانہ دار بننے کے لئے کسی خاص ٹریننگ کی مطلق ضرورت نہیں۔

سائنس اور کالج کی تعلیم کے جو فوائد ہیں۔ ان کو صرف وہی جانتے ہیں۔ جن کو ان سے مستفید ہونے کا موقع ملا ہو۔ میرا بھائی بشیر مجھ سے اکثر کہتا ہے "آپا آپ نے سائنس کیوں نہ لی۔ مجھے سبق تیار کرنے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ ابا کو وقت نہیں ملتا۔ میں کس کی مدد سے تیار کروں" مستقبل قریب میں جو ترقی اور اہمیت سائنس کو ہونے والی ہے۔ اس کی دھوم ابھی سے مچ گئی ہے۔ موجودہ دور کے بچے مستقبل کے نامی اور گرامی سائنس داں ہوں گے۔ لیکن تمام نہیں۔ صرف وہی جنہوں نے سائنس داں ماں کی گود میں پرورش پائی کیونکہ یہ بھی ایک مانی ہوئی بات ہے۔ کہ تعلیم یافتہ ماں کا بچہ جاہل نہیں ہو سکتا۔ پس بجائے اس کے کہ نئے خانہ داری کے سکول کھولنے پر زور دیا جائے پُرانے سکولوں سے مستفید ہونے کی

بیماری اور غذا

ایسے امراض میں جو آپ کو ہمیشہ گھیرے رہتے ہیں ضروری ہے کہ علاج کے ساتھ ساتھ خود بھی مرض کا سبب دریافت کریں۔ اگر معدہ کا مریض صرف دوا استعمال کرتا رہے اور غذا کے متعلق دو چار معمولی باتیں دریافت کر کے غیر پابندی کے ساتھ عمل کرے تو اس کو دوا سے کسی قسم کا فائدہ نہ ہوگا۔

مریض خود یہ جاننے کی کوشش کرے کہ کس قسم کی غذا اس کو فائدہ دیتی ہے اور کن چیزوں سے نقصان ہوتا ہے۔ ان تمام غذاؤں کے خواص معلوم کرے جو رات دن استعمال ہوتے ہیں اور ان میں سے وہ غذا استعمال کرے جو اس کو نقصان نہ پہنچائے۔ مدت دراز کا ذکر ہے ایک انگریز عورت نے اپنے مرض کی تفصیل یوں لکھی تھی کہ وہ معدہ کی بیماری میں مبتلا تھی اکثر ڈاکٹر صرف دوا لکھ دیتے اور بعض غذا وغیرہ کے متعلق بھی تھوڑی بہت ہدایت کر دیتے کہ فلاں چیز مت کھاؤ وغیرہ لیکن وہ دوا پر زیادہ اور غذا پر کم توجہ کرتی جس وجہ سے وہ کبھی بیمار ہوتی اور کبھی تندرست۔ لیکن رفتہ رفتہ اس نے خود ہی مرض کا سبب دریافت کر کے غذا کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں وہ تمام غذائیں یک لخت ترک کر دیں جن سے نقصان ہوتا تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ خود ہی اس نے ایک باقاعدہ اصول غذا کے متعلق بنا کر رفتہ رفتہ کھوئی ہوئی صحت حاصل کر لی۔ اگر کسی کا معدہ کمزور ہے اور اس کو بجائے آہستہ چلانے سے کر پن چکی کی طرح ہر وقت گھمایا جائے تو بہت ممکن ہے وہ کسی قابل ہی نہ رہے۔ اگر اچھی طرح احتیاط برتیں تو خود ہی ٹھیک ہو جاتا ہے۔ لیکن اکثر افراد ایسا نہیں کرتے مثلاً کسی کو سخت قبض کی شکایت رہتی ہے اور وہ ڈاکٹر سے اپنی شکایت بیان کرتا ہے ڈاکٹر کوئی دوا لکھ دیتا ہے۔ (ایسے مریضوں کے لئے ڈاکٹروں کا بھی فرض ہے کہ وہ مریض کی توجہ غذا کی طرف مبذول کرائیں۔ کیونکہ ڈاکٹر کی ہدایت کا زیادہ اثر ہوتا ہے) رفتہ رفتہ اس دوا کا اثر زائل ہو کر وہی تکلیف شروع ہو جاتی ہے۔ کسی اور معالج کی طرف رجوع ہوتے ہیں وہاں بھی یہی ہوتا ہے۔ کبھی اشتہاری ادویات استعمال ہوتی ہیں وہ بھی اپنا اثر کچھ دن بعد کم کر دیتی یا مریض کو اپنا عادی بنا دیتی ہیں کہ بغیر استعمال کے فائدہ ہی نہیں ہوتا۔ غرض ایسا مریض بمشکل سے کوئی قبض کشا دوا ترک کرتا ہے ایک مدت بعد دوا استعمال کرتے ہوئے بھی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

ایسے مریض قبض کشا ادویات کثرت سے استعمال کرتے ہیں لیکن ایسی غذائیں ترک نہیں کرتے جو قابض ہوتی ہیں یا ایسی غذائیں استعمال نہیں کرتے جس سے قبض کی شکایت دور ہو حالانکہ اجابت باقاعدہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ غذا کا خیال رکھا جائے یہ ایک معمولی بات ہے اور سب جانتے ہیں کہ بغیر چھنا آٹا ایسی حالت میں مفید اور بجائے سفید روٹی کے بھوسے کی روٹی فائدہ مند ہے۔ لیکن اس کا کیا علاج دوا کے شوقین بندے ان باتوں کو اہمیت ہی نہیں دیتے حالانکہ بعض اوقات مناسب غذا دوا سے بھی ضروری ہوتی ہے۔ ایسی نازک صورت حال میں یہ کہنا تو بالکل فضول ہوگا کہ ایسی

ورزش کریں جس سے قبض دور ہو۔

ذیل میں میں درد سر کے متعلق اپنی چند معلومات لکھتی ہوں جو وقتاً فوقتاً درد سر کے مختلف مریضوں کو دیکھ کر حاصل کی گئی ہیں اکثر ایسے امراض میں دوا بے حد استعمال ہوتی ہے لیکن غذا کا خیال نہیں رکھا جاتا مجھے خاص کر درد سر کے متعلق ہی کچھ لکھنے کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ اکثر افراد اس میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ درد سر بذات خود کوئی بیماری نہیں۔ شاید بعض امراض کی یہ علامت ہے۔ جس طرح کبھی درد سر آنکھوں کی خرابی سے بھی ہوتا ہے اس قسم کے درد سر کے لئے جب تک آنکھوں کا علاج نہ ہو کسی قسم کا فائدہ نہیں ہوتا دو ایک بار درد کا حملہ ہونے سے خود مریض بھی اس کو محسوس کر سکتا ہے کیونکہ اکثر آنکھوں پر زور پڑنے سے درد شروع ہو جاتا ہے کبھی درد دانتوں کی خرابی سے بھی ہوتا ہے۔ کسی کو زیادہ سردی یا زیادہ گرمی سے بھی درد سر ہوتا ہے۔ اگر سردی کی وجہ سے ہو تو سر کو سردی سے محفوظ رکھیں۔ اگر گرمی سے ہو تو ٹھنڈک کی ضرورت ہے۔ کسی کو ایسا بھی درد سر ہوتا ہے جس میں دماغی دوران خون سست ہو جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہیں۔ دماغی یا جسمانی کمزوری۔ فکر و غم۔ خون کی خرابی۔ خراب آب و ہوا۔ اکثر نازک مزاجوں کو اس قسم کا درد سر شدت سے ہوتا ہے۔ اور جب درد میں کمی ہوتی ہے تو دل دھڑکتا ہے۔ ایسے مریض کو چاہئے کہ غذا اچھی استعمال کرے اور ہمیشہ سیر و تفریح سے اپنی طبیعت خوش رکھے لیکن اس میں بھی ہاضمہ کا خیال رکھ کر قبض نہ ہونے دیں۔ کبھی درد سر جگر کی خرابی سے بھی ہوتا ہے اگر باقاعدہ علاج کیا بھی جائے تو چند خاص بد احتیاطیوں سے وہی حالت ہو جاتی ہے۔

جب تک خود مریض غذا وغیرہ کا خیال نہ رکھے اور مرض کی وجہ نہ معلوم کرلے بے حد تکلیف اٹھاتا ہے کیونکہ اکثر امراض صرف ذرا ذرا سی بد احتیاطیوں یا بیماری کو حقیر جاننے سے ہمیشہ تکلیف میں مبتلا رکھتے ہیں اس لئے مریض دوا سے زیادہ غذا کا خیال رکھیں تاکہ ہمیشہ کے لئے شکایت نہ جائے تو بہت بڑی حد تک مرض میں کمی تو ہو جائے۔ اور مریض بجائے ہر وقت پریشان رہنے کے سکون محسوس کرے صفراوی درد سر میں مریض بے حد پریشان رہتا ہے جس میں جگر کی خرابی سے صفرا غیر طبعی طور پر معدے میں گرتا ہے تو فوراً طبیعت بےچین ہو کر سر میں شدت کا درد ہوتا ہے اس قسم کے درد سر میں جی متلاتا ہے منہ کا ذائقہ کڑوا اور پیاس کا غلبہ بے حد ہوتا ہے کبھی تو یہ مرض متواتر ہوتا ہے اور کبھی کچھ عرصہ کے وقفہ سے اگر متواتر ہو تو معالج کہتے ہیں کہ معدہ کی کمزوری بھی اس کا سبب ہے اور کبھی کبھی ہو تو غذا کی خرابی بھی ہے۔ لیکن اکثر جگر کا خرابی سے ہی یہ درد ہوتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ صبح کسی قسم کا درد محسوس نہیں ہوتا لیکن ناشتہ کے فوراً بعد درد شروع ہو جاتا ہے ایسی شدت کا درد ہوتا ہے کہ کنپٹی کی رگیں تڑپتی ہیں دو چار منٹ تو مریض بے حد بےچین رہتا ہے۔ جب قے یا دست کے ذریعے صفرا خارج ہو جاتا ہے تو درد میں کمی ہوتی ہے۔ لیکن یہ دونوں باتیں بھی فوراً نہ ہونے سے مریض سخت بےچین رہتا ہے۔ میں نے اکثر اس قسم کے درد والوں کو دیکھا ہے کہ شروع شروع اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے جب تکلیف حد سے زیادہ ہو جاتی ہے یا مرض کی شدت سے جگر بالکل خراب ہو جاتا ہے تب ڈاکٹر کی طرف رجوع ہوتے ہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے

کوئی مرض جب پرانا ہوتا ہے تو جلد دور نہیں ہوتا بلکہ اکثر اوقات لگا ہی رہتا ہے کسی معمولی مرض کو حقیر جان کر پرواہ نہ کرنا صحت کا ہمیشہ کے لئے ناس کرنا ہے۔ ہاں تو اس درد سر کے لئے علاج کے ساتھ ساتھ مریض خود بھی ان باتوں کا خیال رکھے کہ کس قسم کی غذا سے مرض میں زیادتی ہوتی ہے۔ اور کس حالت میں غذا کھانے سے احتیاط برتنی چاہئے۔ یا ایسی غذائیں جن سے صفرا زیادہ پیدا ہوتا ہے ترک کر دی جائیں اور ایسی غذاؤں کا استعمال کرنا چاہئے جو جگر کے لئے مفید ہوں مثلاً سنگترہ لیموں۔ سیب وغیرہ۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حالت مرض میں کس قسم کی غذا فائدہ مند ہوتی ہے مثلاً پھلوں کا رس ایسی صورت میں بے حد مفید ثابت ہوتا ہے خصوصاً نارنگی وغیرہ۔ اور یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ مریض کو اکثر کس قسم کی غذا استعمال کرنے سے صحت میں خرابی واقع ہوتی ہے۔ کبھی کبھی علاوہ ڈاکٹر کے گھریلو ادویات بھی درد سر وغیرہ کے لئے استعمال ہوتی رہتی ہیں اور خصوصاً درد سر کے بے شمار نسخے لوگ بتاتے ہیں چونکہ درد سر کی کوئی ایک وجہ نہیں ہوتی اس لئے کبھی یہ چیزیں نقصان بھی کرتی ہیں۔ میری ایک عزیزہ کو درد سر کی شکایت تھی کچھ دن علاج کرنے سے فائدہ ہوتا اور بعد چند دن کے وہی تکلیف شروع ہو جاتی۔ موصوفہ نے کبھی یہ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہ کی تھی کہ کن کن چیزوں کا پرہیز کیا جائے۔ کسی نے کہا بادام کا تازہ شربت یا حریرہ روز صبح شام پی لیا کیجئے بادام دماغ کے لئے مفید ہوتا ہے ضرور فائدہ ہوگا۔ چھ سات یوم استعمال کرنے کے بعد مزاج میں اور بھی ایک طرح کی خرابی ہوگئی کیونکہ عزیزہ موصوفہ کی آنتیں کمزور تھیں۔ اور اکثر ایسے درد والوں کو گرم غذائیں فائدہ نہیں کرتیں اور جگر کی خرابی کی وجہ سے قبض کی شکایت رہتی ہے۔ ایسی غذائیں جن سے قبض رہتا ہے استعمال نہ کرنی چاہئیں۔ درد سر سے بچنے کے لئے قبض نہ ہونے دیں۔ اگر قبض ہلکا ہے تو بجائے دوا کے غذا سے دور کرنے کی کوشش کریں اگر سخت شکایت ہے دوا کے ساتھ غذا کا بھی بے حد خیال رکھیں۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ کوئی مریض صرف دوا پی کر بغیر غذا کا خیال رکھے تندرست ہو جائے۔

اور بھی ایک طرح کا درد سر ہوتا ہے جسے اکثر آدھے سر کا درد کہتے ہیں اور ہوتا بھی یہ نصف سر ہی میں ہے لیکن کبھی کبھی جب شدت ہو تو تمام سر بلکہ جسم کے بعض حصوں میں بھی خصوصاً پیٹھ میں زیادہ ہوتا ہے اکثر یہ مرض موروثی بھی ہوتا ہے۔ اور عموماً عورتوں کو کثرت سے ہوتا ہے جس کی مدت بارہ برس سے پچیس برس تک ہے بعض دفعہ بڑی عمر تک بھی رہتا ہے ایسے مریض کو چاہئے کہ وہ اپنی آپ دیکھ بھال کرے۔ جب شدت کا درد ہو تو تاریک لیکن ہوادار اور پرسکون کمرے میں لیٹے رہیں جہاں گھر والوں کا بھی فرض ہے کہ کسی قسم کا شور و غل نہ ہونے دیں کیونکہ اس قسم کے درد سر والوں کا مزاج درد کے وقت بے حد حساس یا نازک ہو جاتا ہے اور مریض خفیف سی آواز یا کوئی ناگوار بات سننے کے بالکل قابل نہیں ہوتا۔ کسی قسم کی خوشبو یا بدبو سے بھی مریض کی طبیعت پریشان ہو جاتی ہے۔ وہ ہجوم سے بھی گھبراتا ہے۔ ایسے مریض کے لئے ایسے سامان فراہم کرنا چاہئیں کہ شدت مرض کے وقت زیادہ حرکت نہ کرے کیونکہ ذرا سی جنبش یا حرکت کی اور درد میں فوراً زیادتی ہو جاتی ہے۔ اکثر رات کا کھانا اچھی طرح نہ ہضم ہو تو صبح ہی سے درد شروع ہو جاتا ہے ایسی صورت میں صبح ناشتہ کرنے

ہاکوئی اور چیز کھانے یا پینے کو خود بخود مریض کا دل نہیں چاہتا۔ اگر دردِ سر کا دورہ شدت سے ہو تو مریض غذا کی طرف
دیکھنے سے بھی اجتناب کرتا ہے۔ کبھی بڑی رات کو درد شروع ہو کر مریض کو بے چین کر دیتا ہے جس کا بہترین علاج یہ ہے کہ
اسی وقت ایک چائے کا چمچہ فروٹ سالٹ Fruit Salt کسی قدر پانی میں ملا کر جوش کم ہونے سے قبل
پی جائیں درد کم ہو جائے گا بڑھے گا نہیں اکثر اس درد کا دورہ چوبیس گھنٹے رہتا ہے اس قسم کے دردِ سر کے لئے کھجور۔
گوشت یا اس خاصیت کی چیزیں بے حد مضر ہوتی ہیں بعض حالتوں میں دور ہونے سے پیشتر طبیعت بے چین رہتی ہے
ایسی صورت میں ایک دو دن دو چار گرین کونین بھی مفید ہوتی ہے اور غذا کے لئے تو مریض خود اگر غور کرتا رہے تو رفتہ
رفتہ خود ہی جان لیتا ہے کہ کسی قسم کی غذا اس کو نقصان کرتی ہے کیونکہ اکثر اوقات صرف یہ یاد نہ رکھنے سے زیادہ تکلیف
اٹھانی پڑتی ہے۔ اگر درد موسم گرما میں ہو تو مریض حد درجہ بے چین اور بے قرار رہتا ہے۔ ڈاکٹر کی غیر موجودگی سے
مریض کے ساتھ ساتھ گھر والے بھی پریشان ہو جاتے ہیں اکثر ایسی صورت میں کوئی پیٹنٹ دوا بغیر ڈاکٹر سے دریافت کئے
استعمال کر لیتے ہیں جس سے بجائے فائدے کے اُلٹا نقصان ہوتا ہے۔ لیکن فروٹ سالٹ سے ایسا نہیں ہوتا۔ جب درد کچھ
کم ہونے لگتا ہے تو مریض کو نیند آ جاتی ہے اور بیدار ہونے پر درد بالکل نہیں ہوتا اگر اس وقت کوئی دماغی یا جسمانی کام
فوراً شروع کیا جائے تو اعصاب پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ جس مدت تک دردِ سر رہے کم ہونے کے بعد اتنی ہی
مدت تک کافی آرام لیا جائے۔ بعض وقت مرض کی شدت میں گھر والے مریض کو زبردستی غذا کھلانا چاہتے ہیں۔ چونکہ
مریض کی طبیعت غذا کی طرف راغب نہیں ہوتی دودھ وغیرہ زبردستی پلانے سے مریض کو بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔
بہتر تو یہ ہے کہ اگر معدہ غذا سے پُر ہے تو کسی قسم کی دوا یا نمکین پانی پلا دیں تاکہ قے ہو کر معدہ صاف ہو جائے اور اگر معدہ خالی ہو
اور اُبکائیاں آتی ہوں تو صرف برف چُسائیں یا مقام معدہ پر رائی لگائیں۔ یہ خیال غلط ہے کہ خالی پیٹ سے اُبکائیاں آ رہی ہیں
اس لئے غذا پہنچائی جائے۔ اگر قبض ہو تو مسہل دیں نمکین مسہل فائدہ کرتا ہے لیکن جب متلی رفع ہو کر درد میں کمی ہو جائے
تو جلد کوئی ترشی لی ہوئی لطیف غذا ٹھنڈی کر کے پلائی جائے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کھانے کے بعد فوراً کہیں جانا ہو گیا یا کہیں سے
دیر میں آ کر کھانا کھا لیا گیا تو تقریباً چار یا چھ گھنٹے بعد مریض کا سینہ جلنے لگتا ہے ایسی حالت میں کبھی ہاضمہ کی دوا استعمال کی جاتی
ہے یا یوں ہی طبیعت بے چین رہتی ہے۔ اگر اسی وقت پانی میں لیموں نچوڑ کر شکر یا کسی قدر نمک ملا کر فوراً پی لیا جائے اور
کھلی ہوا میں کامل نصف گھنٹہ تک چہل قدمی کرتے رہیں تو طبیعت میں فوراً نمایاں تغیر ہو جائے گا۔ اگر شب کو ایسا واقعہ پیش
آئے تو رات کی غذا ہلکی استعمال کر کے کھانے کے دو یا تین گھنٹے بعد بستر پر جانا چاہئے۔ لیکن اکثر مریض اس کا مطلق خیال نہیں
رکھتے اور تسکین ہوتے ہی ہر قسم کی غذا استعمال کر کے پہلے سے کچھ زیادہ ہی تکلیف اٹھاتے ہیں۔ ہر انسان کو یہ سمجھ لینا چاہئے
کہ دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب ہمارے کھانے کے لئے نہیں ہے۔ جس طرح خدا نے بعض بعض چیزیں پیدا کر کے ہمارے
لئے حرام قرار دی ہیں بالکل اسی طرح وہ کل چیزیں باوجود حلال ہونے کے ہمارے لئے بے کار ہیں جو ایک طرح سے ہم کو
نقصان پہنچاتی ہیں۔ مس سعیدہ۔ ضمیرالدین۔ حیدرآباد۔ دکن)

لچھمی پُوجا

یہ ایک سچا واقعہ ہے میں نے صرف نام تبدیل کر دیے ہیں۔ سیلہ

پارسال کا ذکر ہے بابو جوگندر ناتھ کے یہاں لچھمی پوجا بڑی دھوم دھام سے منائی گئی تھی۔ کیونکہ انہیں دنوں ان کی شاندار کوٹھی تعمیر ہوئی تھی۔

تقریباً چار بجے سے مہمان آنے شروع ہو گئے تھے۔ خوب رونق اور چہل پہل تھی ہر ایک ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔

بابو جوگندر ناتھ کی بیوی "کرشنا بائی" بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ آنے والے کو خوش آمدید کہہ رہی تھیں۔ اس وقت ان کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی وہ خوشی سے پھولی نہ سما رہی تھیں۔ لیکن آج خلاف معمول بابو جوگندر ناتھ کی سالی گنگا بائی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ کہتے ہیں کہ بنگالیوں کا عقیدہ ہے کہ لچھمی پوجا کے دن گھر والوں کو بیوہ کی صورت نہ دیکھنی چاہئے۔ وہ بیوہ کو بہت ہی منحوس خیال کرتے ہیں۔ اور تیوہار کے دن سہاگن کا بیوہ کی صورت دیکھنا بدشگونی کو نحوست اور تقریباً گناہ تصور کرتے ہیں۔ شاید ایسی رسم بدکی پابندی کے خیال سے گنگا بائی کہیں نظر نہ آتی تھی۔

دس گیارہ سال کا سال کا عرصہ گذرا کہ گنگا بائی کا شوہر اُسے داغِ مفارقت دے گیا تھا غریب گنگا بائی نہایت بے بسی اور بے کسی کے عالم میں بیوگی کا دکھ اٹھا رہی اور زندگی کے دن پورے کر رہی تھی۔ گو بابو جوگندر ناتھ کے گھر گنگا بائی کو کافی آرام آسائش اور ہر قسم کا اقتدار حاصل تھا۔ تمام گھر کام کاج لین دین۔ خانہ داری کا سارا انتظام گنگا بائی ہی کے سپرد تھا۔ لیکن دل کی لگی کو وہی جانے جس پر بیتی ہو۔ بیچاری کے لئے بیوگی کے دکھ کی روحانی اذیت کے مقابلہ میں تمام آرام و آسایش ہیچ تھا

شب کے دس بجے تک تمام مہمان رخصت ہو گئے۔ بابو جوگندر اور ان کی بیوی بھی کام کاج سے فارغ ہو کر تھک کر لیٹ گئے تھے رات زیادہ ہو گئی تھی۔

ساری کوٹھی خاموش اور اداس ہو گئی۔ صرف مُرجھائے ہوئے پھول اور سوکھے پتے گزرے ہوئے جشن اور پوجا کی یاد دلا رہے تھے۔!!! بس ایسے وقت جبکہ سارا محلہ نیند میں سرشار اور غافل تھا۔ یکایک بابو جوگندر ناتھ کی عالیشان کوٹھی سے عالیشان کوٹھی سے شور وغل کی آواز سنائی دی۔ سب حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ابھی ابھی مشکل سے دو تین گھنٹے گزرے ہوں گے ہم بابو جی کے یہاں سے لوٹے ہیں اس عرصہ میں کونسا ہنگامہ برپا ہوا۔ واقعہ کے معلوم کرنے کے لئے تمام افراد محلہ جمع ہو گئے کوٹھی کے آگے خاصہ مجمع ہو گیا معلوم ہوا کہ بابو جوگندر کی بیوہ سالی گنگا بائی نے اس سوگوار زندگی سے تنگ آ کر کپڑوں پر مٹی کا تیل ڈال آگ لگالی اور جان دے دی۔ گویا اپنے جسم کو زندگی کی اذیتوں سے نجات دلانے کو فنا کے گھاٹ اتار دیا اور رسم و رواج کی پابندی و توہمات پرستی کی بھینٹ ہو گئی۔

آنسہ سیلہ اشرف

مطالعہ

پڑھنا لکھنا اب عام ہو رہا ہے بالخصوص شہروں میں اس طرف بہت توجہ کی جا رہی ہے مگر حقیقت میں کون پڑھا لکھا کہے جانے کا مستحق ہے اس کا خیال نہیں کیا جاتا جہاں ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں خط لکھنا آیا اور دو چار کتابیں پڑھ لیں بس پڑھے لکھوں میں شمار ہونے لگا۔ مگر میرے خیال میں ہر شخص پڑھا لکھا کہلانے کا مستحق نہیں اس لئے کہ عالم بے عمل ہونا جاہلوں سے بدتر ہے میں نے اکثر لوگوں کو مطالعہ کرتے دیکھا ہے کہ کتابیں پڑھیں بھی تو بالکل لغو صرف دلچسپی کے لئے اگر اتفاق سے کوئی نصیحت آمیز کتاب ہاتھ آ گئی تو جبراً ورق گردانی کی اور میز پر ڈال دی گئی اخبار پڑھا تو ایک دو دلچسپ مضمون یا دو چار لطیفے پڑھ لئے اور اخبار پھینک دیا گیا رسالہ ڈھونڈا تو ایسا جس میں حسن و عشق کے افسانے ہوں اگر نہ ہوں تو رسالہ بے کار خیال کیا جاتا ہے۔ ایسے مطالعہ سے کیا فائدہ جس سے کچھ حاصل نہ ہو۔

اکثر لوگ بغیر سوچے سمجھے یہ اعتراض کر دیتے ہیں کہ فلاں پرچہ بہت خشک ہے معمولی روزمرہ کے کام شائع کرنے سے فائدہ کیا۔ تربیت اولاد اور خانہ داری کون نہیں جانتا۔ بے شک جانتا ہے اور ضرور ہر شخص جانتا ہے مگر کافی کمی باقی رہتی ہے خیال کیجئے تو قابل غور یہی معمولی باتیں ہیں۔ فی زمانہ فیشن اور چلنے کا یا ہی پلٹ دی ہماری بزرگ بیویاں جاہل سمجھی جاتی تھیں لیکن ان سب باتوں سے خوب آگاہ تھیں جو آج کل مضامین اور کتابوں اور مدرسوں سے حاصل کی جاتی ہیں وہ ان پڑھ تھیں مگر مذہبی عقائد میں پختہ تربیت اولاد میں ماہر، خانہ داری سے واقف، صفائی سے آشنا، غرض تعلیم یافتہ لوگوں سے وہ جاہل بہتر تھیں۔ آج کل جتنا علم پھیل گیا ہے اتنے ہی ہم لوگ اصل راستہ سے دور جا پڑے ہیں مثلاً تربیت اولاد ہی کو لیجئے بعض گھروں میں بچوں کی تعلیم اچھی ہے انتہائی با سلیقہ ہیں۔ تمیز دار ہیں مگر آرام طلبی و کاہلی اتنی ہو ہی ہوئی ہے کہ وہ اپنی تعلیم و تربیت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے بعض بچوں کی تربیت بہترین ہے سب باتوں میں وہ ماہر ہیں لیکن کہیں مذہب کا سوال آ گیا تو بس اللہ ہی اللہ ہے۔ شاید وہ اس کا بھی جواب نہ دے سکیں کہ ہمارے رسول کی کیا صفات تھیں۔ یا ان کے کیا اصول تھے بعض گھرانے ایسے ہیں کہ دینی و دنیوی سب باتیں بتائی جاتی ہیں تربیت بھی خوب ہوتی ہے مگر بچوں کی فطرت میں شروع سے اپنے پرائے کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے جس کو والدین صفت خیال کرتے ہیں مگر ایسے بچے اپنوں سے کبھی اتفاق نہیں رکھتے۔ بعض بچوں میں دل سے باتیں بنانے کی عادت ہوتی ہے جس سے بڑے ہو کر ان میں نفاق کی صورت ہو جاتی ہے اور یہ کمزوری نسلاً در نسلاً چلتی رہتی ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ نے تعلیم کے ساتھ مذہب کو بھی ایک معمولی بات سمجھ کر محض تلاوت قرآن مجید تک محدود کر دیا ہے۔ بہنیں کہیں گی یہ تو والدین کی طبیعت پر منحصر ہے پرچے اور ان کے مضامین اس کو نہیں بدل سکتے تو یہ خیال خام ہے ابھی آپ کسی پر کوئی اعتراض کر دیجئے پھر دیکھئے کہ وہ شرمندگی میں اپنی کمزوری کو چھوڑنے کی کس قدر کوشش کرتا ہے اسی طرح پرچوں میں جب اعتراض شائع ہوتے ہیں تو ہر پڑھنے والا بغیر کچھ اثر لئے نہیں رہتا۔ دل میں اپنی کمزوری پر نادم ہوتا۔ اپنی خامیوں کو تسلیم کرتا ہے اگر با عمل شخص ہے تو فوراً اسے چھوڑنے کی کوشش کرتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔ اگر بے عمل ہے تو کہاں تک ٹالے گا کبھی نہ کبھی تو اپنی کمزوری کا احساس ہوگا اسی طرح خانہ داری جیسی سب سے بڑی ضرورت سے بہت سی بیبیاں ناواقف ہیں اور بہت سی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ پھر وہ پرچے جو ہم کو لوازمات زندگی سے واقف کریں ہمارے لیے انتہائی مفید ہیں جو پرچے لغویات سے پاک ہوں وہ دلچسپ پرچوں سے کہیں بہتر ہیں لغو افسانہ بے معنی مضامین کچھ دیر کی دلچسپی ظاہر کرتے اور تھوڑا سا لطف دے کر بے کار ہو جاتے ہیں مگر مفید پرچے ہمیشہ کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ ایسے رسالوں کو پڑھنا گویا اپنے گھر کو جنت بنانا اپنی اولاد کو جواہرات سے آراستہ کرنا اپنی ازدواجی زندگی کو خوشیوں کا مخزن بنانا ہے۔ جو پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کی زندگی کبھی برباد نہیں ہو سکتی میرے خیال میں ہر با عمل شخص پڑھا لکھا کہلانے کا مستحق ہے۔ بہنیں اگر مطالعہ میں صحیح مذاق کام میں لائیں تو ان کو ایک نیا ہی لطف آئے گا کتابوں میں نصیحت آمیز نتیجہ خیز کتابیں اور پرچوں میں پیارے عصمت کو میں ترجیح دیتی ہوں اس لئے کہ ہم کو

ہمارا تحفہ کارآمد ہو

عام طور پر اپنے دوستوں عزیزوں اور بہنوں کی شادی خانہ آبادی اور دوسری تقریبوں پر محض بازاری عام چیزیں پریذنٹ کی جاتی یعنی بطور تحفہ دی جاتی ہیں جو کسی خاص قدردانی کی نگاہوں سے مدت تک نہیں دیکھی جاسکتیں۔ انہیں نہ دیکھنے والے پہچان سکتے ہیں کہ یہ تحفے کس نے دیئے نہ لینے والی بہن کے دل میں ایک غیر فانی مسرت پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ دینے والی بہن کے تحفہ کو کوئی امتیاز حاصل ہوتا ہے۔

تحائف کی کم و بیش ہو۔ مگر قسم و نام تو وہی ہے۔ مثلاً کسی عزیز دوست یا بہن نے پچیس۲۵ روپیہ کا ایک ٹی ست پریذنٹ کیا اور ایک ملاقاتی دوست نے پانچ روپیہ کا دیا دونوں کہلائے ٹی سٹ ہی فرق صرف یہی ہے کہ ایک پچیس۲۵ روپیہ کا ہے اور دوسرا پانچ کا۔ اس میں شک نہیں بعض کم قیمت کی چیزیں بھی خوشنمائی میں قیمتی چیزوں پر سبقت لے جاتی ہیں۔ مگر کیا انہیں ایک چہیتی بہن یا پیاری سہیلی کا پریذنٹ تصور کیا جا سکتا ہے؟

میرے خیال میں تحفہ ایسا ہو جس سے سچی دوستی کا دلی جذبہ ظاہر ہو شرکت تقریب کو بارگراں تصور کر کے عام دوستوں کی روش میں بازاری عام چیزوں کا پریذنٹ کرنا بعید از خلوص رفاقت ہے۔ تحائف میں کئی چیزیں ایک ہی قسم کی ہوتی ہیں اس وجہ سے وہ نگاہ وقعت سے نہیں دیکھی جاسکتیں۔ اور عام طور پر اپنے دوستوں سہیلیوں اور میاں کے دوستوں کی بیبیوں کو پریذنٹ کر دی جاتی ہیں۔ اس سے تو بہتر یہی ہے۔ کہ نقد روپیہ ہی دیدیا جائے تاکہ حسب دلخواہ کارآمد چیزیں خریدی جائیں۔ ہماری ایک بہن کے پہلوٹی کا بچہ پیدا ہوا جب وہ میکے آئیں تو تمام بڑی چھوٹی بہنوں اور سہیلیوں نے بچہ کو دیکھ کر بجائے کھلونوں یا بے کار چیزوں کے نقد روپیہ دیا۔ بہن موصوفہ نے اپنی دانائی و خوش سلیقگی سے ہر فرد کے روپیہ سے ایک ایک کارآمد چیز خرید لی اور سسرال لے گئیں۔ برتن۔ گلاس۔ کٹورا چمچہ۔ پوڈر دانی۔ صابن دانی۔ کاجل دانی۔ چٹنی وغیرہ یہ سب چیزیں چاندی کی تھیں۔ نقد روپیہ دینے والی بہنیں اگر ایسی چیزیں تین تین چار چار دوسروں کی تقلید میں رواج کے بموجب دیتیں تو ایک قسم کی کئی چیزیں آخر کس مصرف کی ہوتیں۔ یا تو کسی عزیز یا سہیلی کے بچہ کو دی جاتیں یا انہیں توڑ وا کر اپنی خواہش کی چیزیں بنوالی جاتیں۔ چاندی سونے کی چیزیں تو پھر غنیمت ہیں کہ ان کی صورت بدلی جاسکتی اور اس طرح کچھ نہ کچھ یادگار کا خیال باقی رہ سکتا ہے مگر شادی کے عام پریذنٹ میں یہ خصوصیت مطلق نہیں رہتی کیونکہ بوجہ بے کار ہونے کے دوسروں کو دے ڈالنا گویا پریزنٹ کی بدترین ناقدری و تذلیل کرنا ٹھیرا۔ لہذا ہماری روشن خیال ترقی یافتہ سمجھدار ذی شعور بہنوں کو تحفہ ایسا دینا چاہیئے جو کارآمد ہو اور وقعت اور محبت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور

دوسروں کو علم نہیں ہوتا کہ کس نے کیا دیا اس کی اس قدر تشہیر نہیں ہوتی جتنی کسی تحفہ کی۔ نقد روپیہ کسی حالت میں اور کسی طرح بے کار اور بے وقعت نہیں ہو سکتا۔ لیکن تحفہ دینے والی بہنیں جس مسرت کی متلاشی رہتی ہیں وہ بعض کوتاہ اندیش اور چھوٹے خیالات کی عورتوں کی وجہ سے سرد پڑ جاتی ہے۔ قیمتی سے قیمتی چیزوں کی بعض عورتیں ایسی بے وقعتی کرتی ہیں کہ معاذ اللہ۔ ایک نے دریافت کیا "اس کی قیمت کیا ہوگی؟" دوسری ہم خیال بول اٹھیں "کیا ہوگی زیادہ سے زیادہ چار۔ پانچ کی ہوگی اور کیا؟" پہلی نے ہاں میں ہاں ملائی "میرا بھی یہی خیال ہے۔ بچت کی بچت ہوئی اور کام کا کام" دوسری نے جواب دیا "اس میں کیا شک ہے چور بازار یا نیلام گھر سے لیا ہوگا اگر دس پندرہ کا ہوتا تو نقد ہی نہ دیتیں۔ بس یہی تو نام نمود و کفایت کا عام طریقہ نکلا ہے۔ پانچ کے مال کو دس کا بتانا کونسی بڑی بات ہے کوئی دوکان میں تھوڑی ہی دام لگانے جاتا ہے" غرض اس طرح گیا سا قیمت ٹھرائی جاتی ہے۔ پھر ایسی باتیں خصوصاً محفلوں میں چھپی نہیں رہ سکتیں۔ پریزنٹ کرنے والی بہن تک بھی پہنچ جاتی ہیں اور ان کے خلوص اور مسرت کا صرف خون ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنی اس سخت غلطی و ناعاقبت اندیشی پر مدت العمر ندامت و خجالت رہتی ہے۔

ایسی بہنوں کو مجبوراً یہ ہی کہنا پڑتا ہے کہ کاش میں نقد ہی دے دیتی تو میرے پندرہ روپیے کے تحفہ کو اس قدر گرا کر چار یا پانچ روپیہ قیمت نہ ٹھیرائی جاتی۔ اب بہنیں سوچیں کہ ایسے پریزنٹ سے کیا حاصل کہ نہ لینے والی کے لئے سود مند نہ دینے والی خورسند ایک بیوی نے تو پریزنٹ کو اسراف بیجا فرما دیا۔ کہنے لگیں کہ ایسی چیزوں کے دینے کی کیا ضرورت جو نہ ہمارے مصرف کی، نہ لڑکی کے کام کی۔ میں نے تو چیزیں ضروری اور کار آمد چیزیں دی ہیں۔ البتہ ایسی بے فائدہ چیزیں نہیں دیں۔

ایک بہن کی شادی میں تحائف کی ایسی بھرمار ہوئی کہ کیا کہوں۔ کار آمد چیزیں صرف دو چار ہی تھیں ورنہ محض فضول و بے مصرف چیزیں ایک دو ہی تک محدود نہیں۔ بلکہ چار چار پانچ پانچ تھیں۔

ٹوائیلٹ باسکٹ۔ ٹوائیلٹ سٹ۔ مینی کیور سٹ۔ کروئٹ سٹ۔ فروٹ اسٹینڈ۔ کیک اسٹینڈ۔ ٹی سٹ۔ سیونگ بکس۔ منی بیگ وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ہی قسم کی پانچ پانچ چھ چھ چیزوں کی یکساں قدر منزلت ہو سکتی ہے۔ ہر گز نہیں۔ ایک دو بے شک عمدہ چن کر اپنے لئے رکھ لی گئیں باقی بے کار تصور کر کے دوستوں بہنوں و نندوں کو پریزنٹ کر دی گئیں۔ اگر نہ کرتیں تو ایک ہی قسم کی اتنی چیزوں کا کرتیں کیا ہاں یہ اور بات ہے شادی کی یادگار تصور کر کے دو تین الماریاں کافی رقم خرچ کر کے خریدتیں اور ان چیزوں کے لئے مخصوص کر دیتیں اور مثل میوزیم نمائش گاہ بنا دیتیں۔

ایسی کونسی بہن ہوگی جو اس نیت سے تحفہ دیتی ہوں کہ بعد میں دوسروں کی نذر ہو یا اوروں کے کام آئے۔ تحفہ کا مقصد اصلی یہ ہوتا ہے لینے والی بہن یا سہیلی کے پاس اپنی یادگار قایم رہے۔ پھر وہ تحفہ کیوں نہ دیا جائے

جو کار آمد ہو اور کچھ خصوصیت رکھتا ہو اور یادگار رہے۔ میرے ناچیز خیال میں ایک مخلص دوست۔ ایک چہیتی بہن کو وہ چیز پریزنٹ کی جائے جو خود بنائی جائے وہی تحفہ حقیقی معنی میں سچی یادگار کہلانے کے لایق ہے۔ اور قدردانی کی نگاہوں میں لاثانی اور کار آمد ہونے کے لحاظ سے بہترین پریزنٹ ہو سکتا ہے۔

برادری اور عزیز دوستوں کی شادی وغیرہ کا علم مہینوں پہلے سے ہوتا ہے اس طویل عرصہ میں گلستان دستکاری کی گلریز بہنیں نہایت آسانی سے قابل وقعت لائق یادگار تحفے تیار کرسکتی ہیں۔

مثلاً۔ چادر۔ غلافوں کی جوڑی۔ پردے کی جوڑی۔ گلاس پوش کی جوڑی۔ کرسی کے گدے۔ ٹیبل کلاتھ۔ ٹرے کور۔ کشن۔ بلاؤز۔ شمیز۔ بیبی کوٹ۔ فریمین وغیرہ وغیرہ۔ اس میں سے ایک بھی بے کار و بے مصرف نہیں کہلائی جاسکتی بلکہ نذر وغیرہ سے محفوظ رہ کر بطور یادگار قایم رہے گی۔ اور آپ کے پریزنٹ کا مدعا اس قسم کی چیزوں سے نمایاں ہوسکتا ہے۔ گرچہ سامان جہیز میں قریب قریب یہ تمام چیزیں موجود ہوتی ہیں اس پر بھی آپ کے تحفہ جات کا وہی وقار قائم رہ سکتا ہے۔ جو جہیز کی چیزوں کا اس لئے کہ یکے بعد دیگر آپ کا وہ اشتیاق آمیز و مسرت خیز تحفہ آپ کی پیاری بہن یا سہیلی کے زیر استعمال رہے گا۔ کبھی انہیں ان بے کار تحفوں کی طرح تقسیم غیر نصیب نہ ہوگی۔ اور زمانہ شناس بہنوں کی کوششوں سے بے کار چیزیں معدوم ہوکر مفید چیزوں کا رواج ہو سکتا ہے۔

دل۔ دماغ۔ آنکھوں اور ہاتھوں۔ جسم کے چار حصوں کے اتحاد اور بڑی جانفشانی اور محبت سے سینچ سینچ کر اور کتنے قیمتی لمحات و بیش بہا اوقات صرف کرنے کے بعد کہیں یہ حقیقی مسرت پذیر۔ دیدہ زیب یادگار پریزنٹ تیار ہوتا ہے۔ اور قدردان نگاہوں میں بہت بڑی قیمت رکھتا ہے۔ اس طرح تحفہ دینے کی طرف بہنیں توجہ فرمائیں۔

تو ایک بہن اپنی بہن کی ایک دوست اپنی دوست کی نہایت محنت اور سچی محبت کے ساتھ خود تیار کئے ہوئے تحفوں سے اپنے مکان کی زینت بڑھائیں۔ سگھڑ بہنیں ہمیشہ اپنے مکان کو آراستہ رکھتی ہیں قرینہ سے ٹیبل کلاتھ کشن فریم وغیرہ سجاتی ہیں۔ اور آنے جانے والی شوقین طبع ہنرمند بہنوں کی نظریں انہیں چیزوں کی متلاشی رہتی ہیں بعض تو اپنی چلبلی طبیعت سے مجبور ہوکر کہہ ہی دیتی ہیں کہ یہ ٹیبل کلاتھ تو آپ نے بہت ہی خوبصورت تیار کیا ہے اس کے جواب میں آخر صاحب خانہ کو یہ فخریہ جملہ کہنا ہی پڑے گا کہ ہماری فلاں دوست کا یہ تحفہ ہے۔ اور اتنے عرصہ کی یادگار ہے۔ ہماری عزیز بہن عالم آرا بیگم کی شادی میں ان کی ایک دوست نے لاہور سے تحفہ بذریعہ پارسل بھیجا تھا۔ جو عام نظروں میں نہ کوئی خصوصیت رکھتا تھا نہ زیادہ قیمتی کہ سب کی نظریں اس پر پڑتیں۔

لیکن اس کی وقعت میری اور بہن موصوفہ کی نگاہ میں ایک بیش قیمت پریزنٹ سے کہیں زیادہ تھی۔ اسلئے نہیں کہ دوست کا تحفہ تھا بلکہ اس لئے کہ دوست کے دست خاص کا تھا کار آمد تھا۔ اور اس سے معلوم ہوتا تھا کہ بہت خلوص کے ساتھ بڑی محنت سے تیار کیا گیا تھا جس نے دیکھا یہی کہا کہ یہ بازاری چیز نہیں۔ (بقیہ مضمون دیکھئے صفحہ ۴۹۱)

عورت کی بادشاہت

منجملہ بیسویں صدی کی اور بہت سی وباؤں کے دنیا کے قریب قریب ہر گوشہ میں ایک وحشت انگیز وبا میاں بیوی کی نااتفاقی کی اس افراط سے پھیلی ہوئی ہے جو غالباً موجودہ سائنس کی جملہ زہر آلود زہر پاش یا زہر آمیز گیسوں سے بھی زیادہ زود اثر اور تکلیف دہ ہے۔ بیرونی ممالک میں وہاں کی تہذیب و رواج کے مطابق اس کا علاج عام طور پر انقطاعِ تعلق تجویز کیا گیا ہے جو اس کثرت سے وقوع پذیر ہوتا ہے کہ امریکہ کے ایک جج نے ایک روز میں اسّی طلاقوں کا فیصلہ دیا۔ لیکن ہندوستان جیسے ملک میں جہاں کہ اس علاج کو بجائے خود ایک مرض لاعلاج لکھنا ناموزوں نہ ہوگا اور جہاں کہ اب بھی بزرگوں کے نام کی عزت برقرار رکھنا ایک قابل قدر امر تصور کیا جاتا ہے یہ صورت کسی طرح اختیار نہیں کی جا سکتی۔ ان ناخوشگوار تعلقات کے نتائج اکثر اموات یا مہلک بیماریاں ہوتی ہیں۔ اِس مسئلہ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی کئی وجوہ ہیں جن کے ذمہ دار اکثر ہمارے سرپرست لیکن بیشتر زن و شوہر کی ناعاقبت اندیشانہ یا شادی کے بعد زن و شوہر کی اپنے متعلق غلط فہمی یا امتزاجی کیفیت کی اصلاح کی کوشش سے لاپرواہی ہے خیر جہاں تک بزرگوں کی ذمہ داری کا تعلق ہے میں یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ والدین یا بزرگ اپنی اولاد کی بہبودی نہیں چاہتے۔ لیکن دانا دشمن نادان دوست سے بہتر ہوتا ہے تو یوں سمجھئے کہ اس کی وجہ کچھ تو والدین کی جلد بازی کچھ اندھی محبت اور کچھ ناعاقبت اندیشی ہوتی ہے۔ لیکن ان کی نوازشوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی ان کمیوں کو بآسانی نظرانداز کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ یوں نوازشہائے بیجا کا شکار ان کی لخت جگر بچیاں ہوتی ہیں۔ زن و شوہر کی نئی زندگی جو ایک دائمی رشتہ کے ساتھ منسلک ہو جاتی ہے۔ خوشگوار بنانے کے لئے اپنی فطرت کی اصلاح کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ میں اپنی بہنوں کو اس امر کی ترغیب دلانا چاہتی ہوں کہ وہ اپنے برتاؤ اپنی محبت اپنے حرکات و سکنات سے اپنے شوہر کو اپنا مرید بنا سکتیں ہیں۔ ہندی کی ایک پرانی مثل ہے "یا کسی کا ہو رہے یا کسی کو اپنا کرے" کسی کا ہو رہنے کے واسطے ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنے تئیں اُس سانچے میں ڈھال لے کہ جس نمونہ کا عکس بنانا ہے اور کسی کو اپنا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کو اس قابل بنائیے کہ دوسرے کو اس پر اس درجہ اعتماد ہو جائے کہ وہ اپنے اشارہ پر چلے۔ یعنی بقول سقراط کامل انسان وہی ہے جس پر اس کا دشمن بھی اعتماد کرے۔ ہماری بہنیں جنہیں کہ دنیا کی تو بہت دور اپنے گھر کی بھی پورے طور پر ہوا نہیں لگنے پاتی تعلیم کے دروازہ جن کے واسطے بالکل مسدود اور وہ جملہ نشیب و فرازِ عالم سے نابلد اور بے بہرہ ہوتی ہیں یہ کیسے سمجھ سکتی ہیں کہ کس زہر کا کیا علاج یا کس کمی کو کس طرح پورا کیا جائے۔ وہ بیچاری جو کچھ اُلٹا سیدھا سمجھ میں آتا ہے وہی کرتی ہیں اور بعض جن کو کہ اللہ نے دولتِ علم بھی عطا کی لیکن وہ پرانی رسوم اور وضع داری کی پابند ہیں وہ بھی

اپنے تعلقات خوشگوار نہیں بنا سکتیں نتیجہ ظاہر ہے کہ آئے دن کی تُھکا فضیحتی ۔ کوفت ۔ شکر رنجی کا شکار رہتی ہیں ۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ نہایت معمولی معمولی باتوں میں ایک دوسرے کی ذراسی برداشت نہ ہونے سے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں ۔

ان تمام باتوں کی ذمہ داری کئی باتوں پر عائد ہوتی ہے مثلاً ۔ جہالت جس کا دوسرا نام ضد ہے ۔ کم عقلی ۔ غلط فہمی ۔ بے صبری وغیرہ وغیرہ ۔ زمانہ بدلتا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ رسم و رواج ۔ تمدن و معاشرت ہر چیز میں تبدیلی ہوتی جا رہی ہے لیکن ہم ہیں کہ لکیر کے فقیر ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ماحول کے مطابق ہم کو اپنی فطرت میں تبدیلی کرنی چاہئے ۔ لیکن ہم پرانی رسوم کے اس سختی سے پابند ہیں کہ زمانہ کی رفتار کا بالکل خیال نہیں کرتے ۔ زمانہ کا اقتضا یہ ہے کہ ہم اپنے شوہروں کے میلان طبع کا لحاظ رکھ کر ایسی صورتیں پیدا کریں کہ اپنے افعال اور اعمال سے یہ ثابت کر دیں کہ شوہر کی مرضی کے خلاف ایک قدم بھی نہیں چلنا چاہتے لیکن ساتھ ہی اپنے حسن اخلاق وفا جاں نثاری اور بے لوث محبت سے اُس کو اپنا ایسا گرویدہ بنا لیں کہ وہ بھی ہماری مرضی کے خلاف ایک قدم نہ چل سکیں یہی ایک ایسی صورت ہے کہ جس کے ذریعہ ان کو اپنا بنا سکتے ہیں ۔ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔ " اچھی عادتوں والی عورت اگر فقیر کے گھر میں ہو تو اُسے بھی بادشاہ بنا سکتی ہے " ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے عادات و اطوار اور اخلاق کو اس درجہ وسعت دیں کہ ہماری ذات سے ہمارے شوہروں کو ایک جھونپڑے میں بھی بادشاہت یا یوں کہئے کہ جنت کا لطف آ جائے ۔ ہنری ویسنٹ کا قول ہے کہ

" ایک عالی دماغ عورت کی صحبت ہر مرد کے لئے ایک اچھی چیز ہے " ! خدا ہم کو توفیق دے کہ ہم اپنے تئیں اتنا اچھا بنائیں کہ ہمارا وجود ہمارے مردوں کے واسطے باعث مسرت ہو ۔ اس واسطے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے ہر لمحۂ زندگی کو اپنی اصلاح میں صرف کریں ۔ اگر اس قول کے مطابق کہ " اپنے نفس کی اصلاح سے کبھی غافل نہ رہو " عمل پیرا رہیں تو ہم دنیا کو دکھا سکتے ہیں کہ مارٹن صاحب کا یہ قول صحیح ہے کہ ہر بڑی اور باعظمت چیز کی ابتدا میں ضرور عورت کا ہاتھ ہوتا ہے ۔

مسز جیلانی ۔ منصوری ۔

(بقیہ مضمون ص ۱۵۹)

گھر کا تیار کردہ معلوم ہوتا ہو ۔ وہ کوئی کمخواب ۔ زربفت ۔ اطلس کا نہ تھا محض ایک معمولی سوتی غلاف اور ایک معمولی کلابتو کشیدہ کاری کا تھا ۔ بلا شبہ یہ ایک معمولی چیز تھی اور اس سے زیادہ خوبصورت و قیمتی بازار سے دستیاب ہو تی ہے لیکن گویا ان کی بے لوث مسرت اور جذبہ خلوص کا بنا ہوا تھا ۔ آج عرصہ پانچ سال کا ہو گیا اور یہ خبر نہیں کہ وہ بہن کہاں ہیں اور کیسی ہیں ۔ مگر بہن عالم آرا بیگم نے آج تک اسے قدر دانی کے ساتھ بحفاظت رکھ چھوڑا ہے ۔ ورنہ ایسی کتنی ہی چیزیں ادھر اُدھر ہو جاتی ہیں اور پھر ان کا پتہ بھی نہیں چلتا آخر ایک سوتی کپڑے کی بساط ہی کیا ہو سکتی ہے ۔ بہن موصوفہ یوں تو ہمیشہ اپنے مکان کو آراستہ رکھتی ہیں ۔ لیکن جب کسی کو دعوت دیتی ہیں یا کسی معزز مہمان کی آمد کی خبر سنتی ہیں اور آراستگی میں اور بھی اضافہ کرتی ہیں تو اس یادگار قابل قدر تحفہ کو بھی ضرور شریک آرائش بناتی ہیں ۔ آنے والے مہمان مرد ہوں یا عورت فطرت انسانی کے بموجب مرغوب نظر چیزوں کے متعلق پوچھ ہی بیٹھتے ہیں جس میں وہ تحفہ یادگار بھی قابل ستائش ہوتا ہے ۔ آخر بہن موصوفہ کو وہی مندرجہ بالا جواب دینا پڑتا ہے پھر متحیر ہو کر وہ بہن بول اٹھتی ہیں کہ شاباش بہن آپ نے تو دوست کے پریزنٹ کی خوب ہی قدر دانی کی اور آج تک سینت کر رکھا ۔ ہاں کیوں نہ ہو ان کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے ۔ بے شک ایسی چیزیں تو بازار میں [illegible] مل جاتی ہیں [illegible] ۔ نشاط افزا ۔ ختم

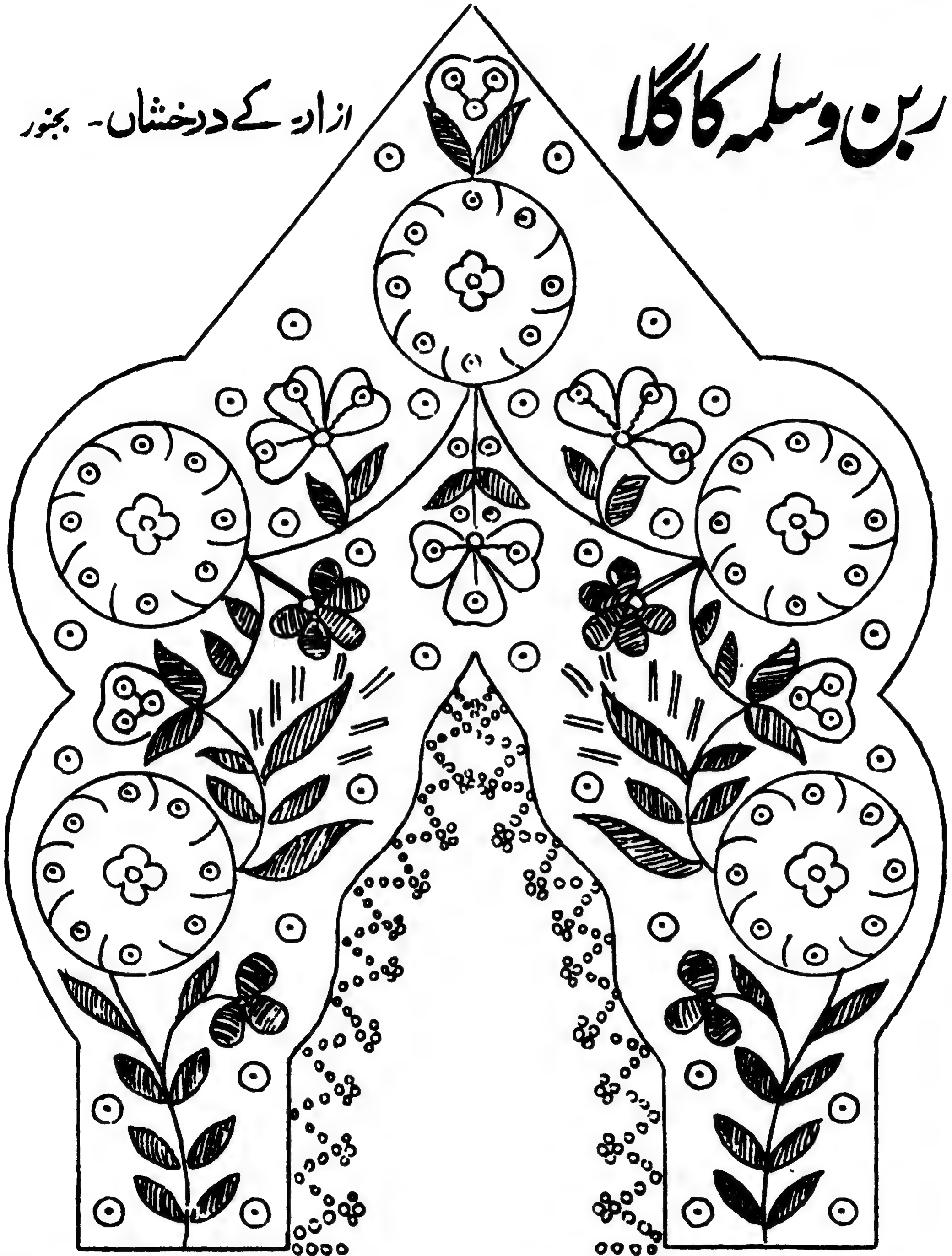
کٹاؤ کا میز پوش

یہ نقشہ بہت خوبصورت اور آسان ہے
تھوڑی سی توجہ سے اچھی طرح بنایا جاسکتا
ہے۔ کراس نما نشان قطع کردئے گئے ہیں۔
کنگورے خیال رکھ کر صفائی اور اطمینان
کے ساتھ بنائیے۔

سنجیدہ اشرف

ربن وسلمہ کا گلا

از اُدے درخشاں۔ بجنور

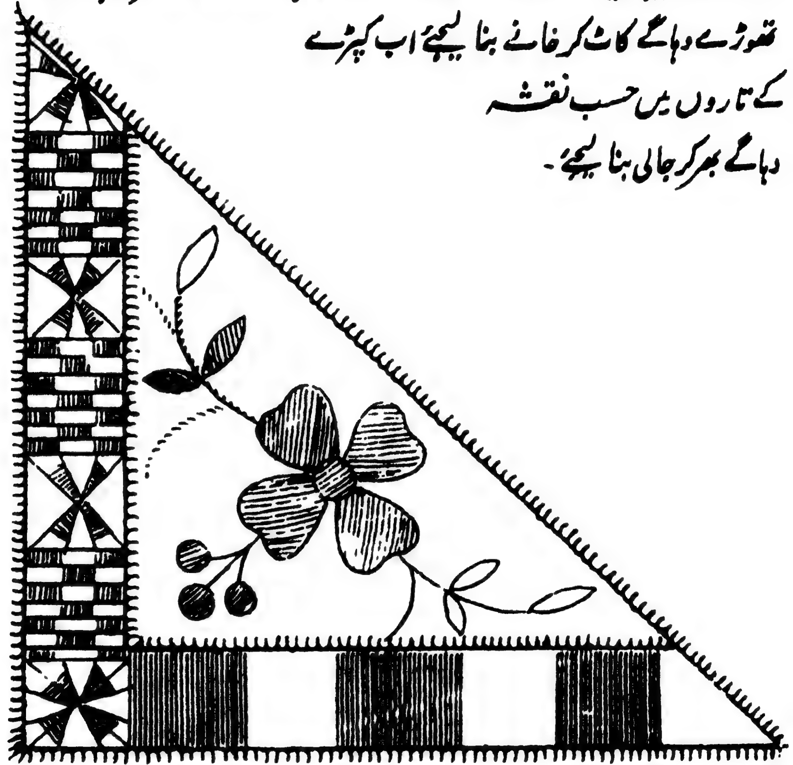


ھیپر میں گلا لگا کر نقشہ کے مطابق ربن کے پھول رکھئے اور ساتھ ہی ساتھ ستارے بہمراہ گھائی لگا دیجئے جس جگہ کا کرمی چلائی گئی ہے لگا کر پتیاں اور پھول سلمہ سے بنا لیجئے۔ ہاں ربن سے بنائے جائیں گے۔

تارکشی میں تکیہ کا غلاف

ایک نازک کونہ

تارکشی کے کام کا یہ نازک کونہ تکیہ کے غلاف کے لئے موزوں ہے۔ پہلے کپڑے سے دھاگے نکال کر دونوں طرف سے بٹن ہول اسٹیچ سے کنارے بنا لیجئے جیسا کہ نقشہ کے ایک حصہ سے دھاگے نکالنا ظاہر ہے اسی طرح تھوڑے تھوڑے دھاگے کاٹ کر خانے بنا لیجئے اب کپڑے کے تاروں میں حسب نقشہ دھاگے بھر کر جالی بنا لیجئے۔



اور ان خانوں میں چار چار دھاگے باندھ کر پھول بھر لیجئے کونہ کا درمیانی پھول کشیدہ کاری کے کسی خوش رنگ دھاگے سے کاڑھ لیجئے کناروں کے طرف سے پٹی موڑ کر ہیم کر لیجئے۔ دوسرے جانب سے ہیم کرتے وقت غلاف کا دوسرا حصہ جوڑ دیجئے۔

سیدہ اشرف

خانہ داری

جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے

بالوں کی درستی

بال درست رکھنے کے لئے تین امور درکار ہیں۔ برش کرنا، مالش کرنا اور تیل یا کوئی اور مرکب لگانا۔ ان تین کاموں کو باقاعدہ جاری رکھنے سے بالوں میں رونق پیدا ہو جائے گی۔ کنگھی کے دندانے صاف ہوں اور ان کے بیچ میں سے ایک ایک دو دو بال بیک وقت گزر سکیں اور بالوں میں سے ذرا مضبوطی سے گزرتی ہوئی آسانی سے نکل جائے۔ برش کے بال سخت نہ ہوں لیکن مضبوط ضرور ہوں۔

ہر صبح اور رات کے وقت تین منٹ تک برش یا کنگھی کریں۔ پھر پوروں سے نرم لیکن مضبوط گرفت سے مالش کریں۔ برش اور مالش سے خون سر میں گھومنے لگتا ہے۔

اگر بال بہت گرتے ہوں یا بہت روکھے ہوں۔ ارنڈی کا تیل دو اونس لے کے اس میں دس اونس بے رم Bay rum ملائیں۔ بہت عمدہ مرکب بن جائے گا اور اُس کے لگانے سے بڑا فائدہ ہوگا۔ دن میں دو مرتبہ چندیا میں خوب جذب کریں۔

چندیا بہت خشک ہو تو سفید موم ۳ ڈرام۔ سپرمیسٹی spirmaceti ۴ ڈرام کھوپے کا تیل دو ڈرام روغن ارنڈی دو اونس ملائیں۔ پہلے سفید موم اور سپرمیسٹی کو پگھلائیں۔ پھر کھوپے کا تیل اور آخر میں ارنڈی کا تیل ملائیں اور اس مرکب کو ٹھنڈا ہو جانے تک ہلاتے رہیں۔

اگر چندیا بہت چکنی ہو تو ایک اونس یوڈی کولون میں نصف اونس وینگر آف کنتھریڈس winegar of cantharides اور ۲½ اونس روز واٹر ملائیں۔ پہلے یوڈی کولون میں سرکہ (وینگر) ملائیں اور پھر روز واٹر۔ صبح اور رات کو لگایا کریں۔

بچہ کا منہ

جب تک بچہ کے دانت نہ نکل آئیں کوئی منجن پوڈر یا مائع استعمال نہ کی جائے۔ چھاتی سے دودھ پینے والے بچوں کا منہ خود بخود صاف ہو جاتا ہے اور کسی خاص توجہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن صاف کرنا ہو تو کوئی دوا جذب ہوا ہوا کپڑا یا جھرنا کپڑا ایسے پانی سے گیلا کر کے جو ابال کے ٹھنڈا کر دیا جائے منہ میں پھیر دینا چاہئے۔ دودھی سے جن جن بچوں کو دودھ پلایا جاتا ہے اُن کے منہ ضرور اچھی طرح روزانہ صاف کرنے چاہئیں۔ جب دانت نکل آئیں تو کسی صاف ستھرے کپڑے سے ہر دانت صاف کرنے کی دوا ڈال کے آہستہ آہستہ مل دینے چاہئیں۔ اس کی احتیاط رہے کہ مسوڑے چھل کے خون نہ دینے لگیں۔ دانتوں کا برش ہرگز استعمال نہ کریں کیونکہ مسوڑے بے حد نرم ہوتے ہیں۔ تیسرے چوتھے برس میں برش استعمال کیا جا سکتا ہے۔

دانتوں کی خوبی

ماہر دندان کے پاس ہر چوتھے مہینے جا کے دانتوں کا معاینہ کرانا ان کی عمر بڑھاتا ہے۔ دانتوں کی طرف سے غفلت حسن و خوبروئی کے لئے زہر ہلاہل ہے۔ ہفتہ میں صرف ایک دفعہ بائی کاربونیٹ آف سوڈا اور لیموں کا عرق مل سکے دیکھیں۔ اگر مسوڑے ڈھیلے ہو گئے ہیں تو پرمنگنیٹ آف پوٹاش کا ایک دانہ گلاس بھرے پانی میں گھول لیں۔ شروع میں دو ہفتہ میں ایک مرتبہ اس سے زور سے مسوڑے ملیں دو ہفتہ سے زیادہ میں ایسا کیا کریں۔

گرم پانی کے آدھے گلاس میں ٹنکچر آف مرہ myrrh کے چند قطرے ڈالیں اور اس سے غرغرہ کریں

اور اسے مسوڑوں پر بھی ہلکے ہلکے ملیں۔ مسوڑوں کو آرام آ جائے گا اور ان میں سختی بھی آ جائے گی۔ سانس کی بدبو بھی اس سے جاتی رہتی ہے۔

جلد کی احتیاط

پانی ہلکا کرنے کی بہت سی دوائیں بازار میں ملتی ہیں۔ نہانے سے پہلے اس کے ملانے سے پانی ہلکا ہو جاتا ہے۔ بائی کاربونیٹ آف سوڈا کی ایک چمچہ بھی پانی کو ہلکا کر دیتی ہے۔ سخت پانی میں چونے کے نمک ہوتے ہیں جو صابن سے مل جاتے ہیں اور بدن پر چپٹ جاتے ہیں۔ صابن بھی ضائع ہوتا ہے اور جلد میں بھی چپ چپاہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ پانی ہلکا کرنے سے یہ نقص جاتا رہتا ہے۔

پانی میں بار بار ہاتھ ڈالتے رہنے سے جلد پھٹ جایا کرتی ہے اور صابن و سوڈا جلد کی چکنائی کو دور کر کے جلد کو نرخا دیتے ہیں۔ پانی میں ہاتھ بار بار ڈبونے کے کام سے فارغ ہونے کے بعد کولڈ کریم یا گلیسرین جیلی مل لیا کریں۔

پہلے ہاتھوں کو سہتے سہتے گرم روغن زیتون میں دس منٹ ڈبوئیں۔ پھر نکال کے دس منٹ آہستہ آہستہ ملیں تاکہ جلد مساموں میں تیل جذب ہو جائے۔ چمڑے کے دستانے چڑھالیں اور ہتھیلیوں میں ہوا آنے کے لئے سوراخ کر لیں۔ رات بھر دستانے چڑھے رہنے دیں۔ تھوڑے ہی دنوں میں ہاتھ گدگدے ہو جائیں گے۔

ذرا سی ویسلین پگھلا کے جئی کے آٹے کے ایک چمچہ میں ملائیں اور صابن کی بجائے ہاتھوں پر مل لیں۔ اس سے ہاتھ ملایم اور سفید ہو جائیں گے۔

خشک جلد کے مقابلہ میں چکنی جلد کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ خشک جلد کے لئے کوئی لینولین کریم lanoline cream یا اسی کریم جس میں موم اور روغن زیتون ملا ہوا استعمال کرنا اچھا ہے۔ روز واٹر یا ایلڈر فلاور کے پانی میں گلیسرین ملا کے چکنی جلد کے لئے اچھا لوشن بن جاتا ہے۔

اصلی سنگھار

جو عورت مصنوعی سنگھار سے اپنے آپ کو خوبصورت ظاہر کرتی ہے ایک طرح وہ اوروں کو دھوکہ دیتی ہے خوبصورت نہیں مگر خوبصورت ظاہر کرتی ہے۔ جب وہ ایک اتنی سی بات میں اتنا بڑا دھوکہ دیتی ہے تو اور معاملوں میں اس کا کیا حال ہوگا! یہ ایک معقول خیال ہے۔ لیکن ایک طرح یہ بھی انتہا پسندی ہے اس کے یہ معنی ہوئے کہ جس حالت میں آدمی ہو اسی میں رہے اور ذرا دخل نہ دے۔ اگر بال بکھر گئے ہیں تو ان میں تیل لگا کے کنگھی نہ کرے۔ ناخن میلے اور دھندلے ہو گئے ہیں تو انہیں صاف کر کے جلا نہ دے۔ کپڑوں کے رنگوں اور وضع قطع کا ذرا لحاظ نہ کرے۔

بلاشبہ قدرت نے ہر چیز اپنی جگہ پر رکھی ہے لیکن قدرت کے ساتھ ساتھ چل کے ایک چیز زیادہ خوشنما بنائی جاسکتی ہے تازہ ہوا گہرا تنفس اچھی غذا اور ورزش صفائی آرام رہنے سہنے کا صحیح طریقہ سوچ بچار کا مناسب انداز پوری نیند وغیرہ اصلی سنگھار کی لوازمات میں ہر ایک بجائے خود خوبصورت بنانے میں معاون ہے۔ اگر عورت تندرست رہے اور حفظان صحت کے جملہ اصولوں پر کاربند رہے تو بہترین نمونہ حسن ہے۔ لیکن ہر عورت کے لئے ذرا سی آرائش کی ضرورت ہے جو اسے کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے گو قدرت کی صنعت میں خوبی پیدا کی جاسکتی ہے۔ اگر کسی عورت کے رخساروں اور لبوں میں قدرتی رنگ کافی ہو اور قدرتی روغن اتنا ہو کہ کولڈ کریم غیر ضروری ہو جائے تو بھی اسے ایسے پوڈر کی ضرورت ہوگی جس سے اس کی جلد کی چمک دمک جاتی رہے اور جلد نرم اور مخملی معلوم ہونے لگے۔ بہت ممکن ہے قدرت نے سرخی ایسی جگہ نہ رکھی ہو جہاں سے وہ بہت خوشنما معلوم ہو اس لئے بعض چہروں کے لئے ہر طرف یا آنکھوں کے نیچے روژ لگانے کی ضرورت ہو جاتی ہے۔

سوچنے کا مقام ہے کہ خوبصورت عورت نظروں کے سامنے ہے اور جب اُس کے خد و خال پر غور کیا جاتا ہے تو وہ مکمل نہیں معلوم ہوتے۔ ممکن ہے اس میں شخصیت کو دخل ہو اس کی سیرت و مزاج کا اثر ہم پر پڑتا ہو۔ ایک عورت حُسن کے باوجود محض بد مزاجی یا ایک بدنما تیوری سے خوبصورتی کے دائرہ سے خارج ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحت کو اس معاملہ میں بڑا دخل ہے۔ بلاشبہ سنگھاری چیزیں نقائص کو پوشیدہ کر سکتی ہیں مگر اُن میں پائداری نہیں۔ ہمیں جڑ کی فکر کرنی چاہئے۔ ہم قدرت کی اس معاملہ میں امداد کر کے حسن کو بڑھا چڑھا سکتے ہیں۔

صبح کے وقت ایک سنگترہ یا انجیر یا سندلی پانی کا ایک گلاس یا ناشتہ کے وقت انگور رنگ نکھارنے کا بہت عمدہ نسخہ ہے
ہمیں سب سے پہلے صحت کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

روژ کا انتخاب

روژ فرانسیسی لفظ ہے جس کے معنے سرخی کے ہیں۔ یہ مختلف شکلوں میں دستیاب ہوتا ہے اور اس طرح مختلف طریقوں سے چہرہ پر لگایا جاتا ہے۔ اس کے لگانے سے گالوں میں شباب کی سی سُرخی آجاتی ہے۔ عام طور سے یہ گول ٹکیہ کی صورت میں ملتا ہے جسے ملائم (شیمو) چمڑہ پر رگڑ کے گالوں پر لگا لیا جاتا ہے۔ پنگ پوڈر میں ذرا سا صمغ عربی ملا کے یہ ٹکیہ بنائی جاتی ہے۔ یہ مختلف رنگ کی ہوتی ہے تاکہ وہ گوری سانولی اور درمیانی رنگت کی جلدوں پر ٹھیک بیٹھ سکے۔ اس کا رنگ پائدار نہیں ہوتا۔ دوسری قسم ٹکوئی کی صورت میں ملتی ہے۔ ہے وہی چیز البتہ ذرا سا بادام روغن یا گلیسرین اس میں ملی ہوئی ہوتی ہے۔ تیسری قسم مائع صورت میں ہے۔ اس سے دھبہ لگایا جاتا ہے۔ مگر یہ نقص رہ جاتا ہے کہ وہ ہموار نہیں لگتا۔ روژ لیا جائے تو یہ دیکھ بھال کے لیا جائے کہ اس میں کوئی زہریلی چیز تو نہیں ہے۔ مثلاً شنگرف vermilion جو ایک قسم کا پارہ ہے چمک دار سرخی پیدا کرتا ہے۔ اس میں رال resin یا سفید سیسہ flake-white ملا کے گہرا یا ہلکا رنگ کا کیا جاتا ہے۔ شنگرف بھی زہر ہے اور مؤخر الذکر دونوں تو اس سے بھی زہریلی چیزیں ہیں اور جلد کو سخت نقصان دیتی ہیں۔ اچھے اچھے روژ میں قرمزی carmine ملایا جاتا ہے۔ جو روژ لیا جائے اُس میں تین باتیں ہوں۔ بے ضرر ہو۔ اصلی رنگ کی سی خوبی ہو اور پائدار رنگ آتا ہو۔

خانگی ٹوٹکے

چاندی کے برتن پر اگر دھبے پڑ جائیں تو تھوڑی سی ویسلین سارے پر چپڑ دیں اور ۲۴ گھنٹے لگی رہنے دیں۔ پھر صابن ملے ہوئے گرم پانی سے دھو کے خوب سکھا لیں اور چاندی کے کسی پالش سے جلا دے دیں۔

چھتریاں کس کے بند نہ کی جائیں۔ اُنہیں یوں ہی ڈھیلا ڈھکلا رکھ دینا چاہئے کیونکہ کسنے سے اس میں سوراخ پڑ جاتے ہیں اور کپڑا ترخ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں تہ کے مقامات بھی پھٹ جاتے ہیں۔

پسینہ کے دھبے صابن سے دُور نہیں ہوتے بلکہ کپڑے میں بیٹھ جاتے ہیں۔ کپڑا آدھ گھنٹے تک گرم پانی میں تھوڑا سا امونیہ ڈال کے بھگوئیں۔ نچوڑنے کے بعد دیکھیں کہ داغ دور ہوا یا نہیں۔ اگر بالکل دُور نہ ہوا ہو تو لیموں کا عرق ذرا سا اس پر نچوڑ دیں اور پھر صاف گرم پانی میں سے نکال لیں۔ آخر میں معمولی طریقہ سے دھو ڈالیں۔

سنگترہ گرم پانی میں چند منٹ بھگو دیں۔ باہر کے چھلکے کے ساتھ ساتھ پھانکوں کا چھلکا بھی اُترتا چلا جائے گا۔

گالوں میں اگر گڑھے پڑے ہوں تو ٹھنڈے پانی سے گیلا کر کے کسی نرم تولیہ سے ذرا دبا دبا کے گڑھے کی جگہ گولائی میں مالش کریں۔ اس سے اس سے خون اُبھر کے پٹھوں میں جان ڈال دے گا اور اُمید ہے کہ گڑھے بھر جائیں گے۔ یہ عمل تجربہ کے قابل ہے۔

سینے یا بُننے سے پہلے ہاتھوں میں تھوڑا سا ٹیلکم پوڈر مل لینا چاہئے۔ اس سے ہاتھ آرام سے اور تازہ رہیں گے اور کام صاف ستھرا ہو گا۔ [illegible]

بریانی

محترمہ بیگم نجم الحسن صاحب تھانہ کنٹر ایہ نے عمدہ بریانی پکانے کی ترکیب دریافت کی ہے۔ ہمارے یہاں حسب ذیل ترکیب سے بریانی پکتی ہے جو نہایت لذیذ ہوتی ہے۔

گوشت چکنا عمدہ۔ سوا سیر۔ چاول پرانے مہین۔ سوا سیر۔ گھی۔ ڈیڑھ پاؤ۔ پیاز۔ آدھ پاؤ۔ ادرک۔ تولہ بھر لہسن۔ تولہ بھر۔ الائچی خورد۔ ۶ ماشہ۔ زعفران۔ ایک ماشہ۔ عرق کیوڑہ۔ ۲ تولہ۔ عرق گلاب۔ ۲ تولہ۔ تیز پتے۔ ۲ یا عدد دارچینی ۲ ماشہ لونگ ۲ ماشہ۔ مرچ سیاہ۔ ۲ ماشہ۔ دہی۔ ایک چھٹانک۔ نمک۔ حسب ضرورت۔

اگر صبح بریانی پکانی ہو تو رات سے چاول بھگو دیجئے پرانے چاول بھیگ کر عمدہ پکتے ہیں۔

تین حصہ پیاز اور سب ادرک لہسن پیس لیں۔ باقی ایک حصہ پیاز کاٹ کر گھی میں سُرخ کریں۔ جب سرخ ہو جائے تو صرف پیاز کسی اور برتن میں نکال کر رکھ دیں گھی پتیلی میں رہنے دیں۔ اب پسا ہوا مصالحہ پیاز لہسن ادرک اسی گھی میں ڈال دیں اور نمک صرف اس قدر کہ گوشت نمکین کرنے کو کافی ہو۔ دارچینی لونگ مرچ سیاہ اور الائچی میں سے ہر ایک چیز آدھی آدھی ڈال کر تھوڑی دیر چلا کر دو چائے کی پیالی پانی ڈالیں یعنی تقریباً آدھ سیر۔ اور پھر چپنی ڈھانک کر دھیمی آنچ پر رکھ دیں جب خوب گل جائے تو سُرخ کی ہوئی پیاز دہی میں ملا کر پیس کر ڈال دیں اور بھونیں جب سُرخ ہو جائے تو آدھی پیالی پانی ڈال کر دھیمی آنچ پر رکھیں۔ جب پکنے لگے تو نیچے اُتار کر گھی کسی دوسرے برتن میں نتھار لیں۔ اب یہ بریانی کا قورمہ تیار ہو گیا۔

پھر ایک بڑی پتیلی میں چھ سیر (چوبیس پیالی) پانی اور تمام مصالحہ الائچی خورد، دارچینی، لونگ، سیاہ مرچ، تیز پتے، اور نمک ڈال کر خوب تیز آنچ پر رکھ کر کھولائیں۔ پھر نمک چکھ کر دیکھیں اگر ذائقہ سے کم ہو تو اور ڈال دیں اور زیادہ ہو تو تھوڑا پانی بڑھا دیں جب بالکل آپ کے ذائقہ کے مطابق ہو جائے تو چاولوں کا پسا کر سب اس گرم ادہن میں ڈال دیں اور چپنی ڈھانک کر پکنے دیجئے گل جائیں اور کوئی کنی وغیرہ باقی نہ رہے۔ تو اس وقت کسی صاف کپڑے کو سینی میں بچھا کر اس پر چاول اُلٹ دیں پھر چاروں کونے پکڑ کر ہلائیں جب سارا پانی ٹپک جائے تو آدھے چاول پھر پتیلی میں ڈال دیں اُوپر سے آدھا قورمہ بھی پھیلا دیں اور اُوپر سے آدھا قورمہ بھی پھیلا دیں۔ اب پھر باقی چاولوں میں سے آدھے ڈال کر باقی کا سب قورمہ ڈال دیں اب جتنے چاول باقی ہوں وہ سب اس طرح اوپر سے لگائیں کہ قورمہ کہیں سے بھی نظر نہ آئے پھر زعفران کیوڑہ گلاب میں حل کر کے اوپر اوپر ڈال دیں۔

اس کے بعد گھی آدھا ڈال دیں۔ پھر ایک کپڑا بھگو کر نچوڑ کر چار تہ کر کے پتیلی کے منہ پر ڈھانک دیں اس کے اوپر چپنی رکھ دیں اب پتیلی کو بھوبل پر رکھ دیں آدھ گھنٹہ بعد کھانے کے قابل ہو جائے گی۔ پلیٹوں میں نکالنے سے پہلے وہ بچا ہوا گھی بھی ڈال دیں۔

یہ بورانی کے ساتھ بہت لذیذ معلوم ہوتی ہے اس کی ترکیب یہ ہے کہ پاؤ بھر دہی میں تین چار جوئے لہسن ایک سُرخ مرچ ماشہ سفید زیرہ، نمک حسب ذائقہ پیس کر ملا کر آٹا چھاننے کی چھلنی میں چھان لیں پھر بریانی میں ملا کر نوش فرمائیں۔

خاکسار ظفر سلطان۔

سیربین

مختلف رنگوں کا اثر

جسم کے رنگ کا اثر سر کے بالوں تک پر ہوتا ہے۔ بہت گوری عورت کے بال سنہرے اور سانولی کے سیاہ ہوتے ہیں۔ بعض عورتوں کے بال لال ہوتے ہیں۔ گوری کے سر کے بالوں کی تعداد کا اندازہ ۱½ لاکھ ہے۔ سانولی کے اسّی ہزار اور ایک لاکھ ۳۰ ہزار کے درمیان۔ لال بالوں والی کے ۵۰ ہزار سے زیادہ نہیں ہوتے اور ۲۵ ہزار بھی ہوتے ہیں۔ بالوں کی اتنی کم تعداد کی وجہ سے وہ گنجی نہیں معلوم ہوتی بلکہ سر کے بال گھنے ہی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ وہ موٹے ہوتے ہیں۔

سنہرے لال بالوں والی عورتوں کو جلدی بیماریاں بمقابلہ سیاہ مُو کے زیادہ ہوتی ہیں۔ اور گلے ناک اور پھیپھڑوں پر جراثیم کے اثرات زیادہ قبول کر لیتی ہیں۔ سانولی کے مقابلہ میں انہیں زکام جلد جلد اور آسانی سے ہو جاتا ہے۔ سانولے بچوں کو ام الصبیان اور بھینگے پن کا زیادہ خطرہ رہتا ہے اور سانولی عورت پُر سوزش گٹھیا کا شکار ہو جایا کرتی ہے۔ گورے بچے ام الصبیان سے عموماً بچے رہتے ہیں۔

گوری عورت غصہ یا غم میں اپنی محبت کرنے والوں یا عزیز قریب کو مار ڈالنے کا میلان رکھتی ہے۔ اور سانولی اپنی مشکلات کا حل خودکسی کو سمجھتی ہے۔ گوری عورت کو سرد مہر بے جذبہ اور منصوبہ باز اور سانولی کو غصہ ور فیاض لیکن عموماً غمگین کہا جاتا ہے۔ لال بالوں والی عورتیں غضب ناک اور مائل بہ غصہ ہوتی ہیں۔

غصہ اور حسد کی حالت میں گوری کا رنگ کھنچ جانے کی وجہ سے اس کی جلد سبز معلوم ہونے لگتی ہے بالکل سبز رنگ کی کھال باریک ہوتی ہے ایسی ہی حبشی کی باریک ہوتی ہے چینی اور جاپانی کی جلد موٹی ہوتی ہے۔ ان کا رنگ زرد ہوتا ہے۔

روسی عورتیں

زار کے زمانہ میں روسی عورت غلام تھی۔ کنوارپنے میں باپ کی غلامی میں رہتی۔ بیاہ ہونے کے بعد وہ شوہر کی لونڈی ہوئی۔ جس طرح چاہتا رکھتا۔ وہ جو کماتی شوہر کا ہوتا۔ شوہر خراب ہوتا تو اُس سے کسی طرح پیچھا نہ چھڑا سکتی۔ وہ چلی جاتی تو شوہر پولیس کی مدد سے اس کی تلاش کرا سکتا تھا اُسے سیاسی اور مدنی حقوق حاصل نہ تھے۔ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر مزدوری پر کام نہ کر سکتی تھی۔ اب حالت یہ ہے کہ گھر کا کام کاج ہلکا کر دیا گیا ہے۔ شہروں میں ایک عام دھوبی خانہ اور ایک باورچی خانہ ہے جس میں سب کا کام ایک جگہ ہوتا ہے۔ انہی کاموں میں عورتوں کا وقت زیادہ صرف ہوتا تھا اب وہ سارا سارا وقت بچنے لگا ہے جسے وہ دیگر کاروبار، مطالعہ یا آرام فرصت کے لئے استعمال کر سکتی ہیں۔ مدرسوں میں لڑکوں کے ساتھ تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ اُن کے بچوں کی پرورش حکومت کے ذمہ ہے۔ عورت جانتی ہے کہ بچہ کی مستقبل کا اسے کچھ فکر نہیں۔ یہ حکومت کے ذمہ ہے۔ کارخانوں میں اُسے مردوں کے برابر مزدوری ملتی ہے پہلے زمانہ میں عورتوں کو بہت کم مزدوری ملتی تھی اس لئے کارخانوں میں عورتیں ہی کام کیا کرتی تھیں۔ اب ماں بننے والی ہر عورت کو ۱۶ ہفتہ کی چھٹی ملتی ہے۔ اور دودھ پلانے کے زمانہ میں کھانے پینے کے وقفہ کے علاوہ ہر ۳½ گھنٹہ کے بعد آدھ گھنٹہ کا وقفہ بچہ کو دودھ پلانے کے لئے ملتا ہے۔ اور یہ وقت مزدوری کے اوقات میں شمار کیا جاتا ہے اور اس کی بھی مزدوری ملتی ہے۔ صنعت و حرفت اور زراعت میں بھی عورتیں خوب کام کر رہی ہیں۔ روسی حکومت کا مقولہ یہ ہے کہ انسان کی حالت درست کرنے کی ایسی ہی ضرورت ہے جیسے مالی کسی پودے کی دیکھ بھال کرتا ہے اور اسے سینچتا رہتا ہے۔

مکڑیاں

جنوبی امریکہ کے ملک برازیل میں چوہے کے برابر مکڑیاں ہوتی ہیں اور بچے انہیں پکڑ کے ڈورے سے باندھ لیتے ہیں اور پیچھے پیچھے لئے پھرتے ہیں۔ وہیں ایک ایسی مکڑی بھی پائی جاتی ہے جو پرندوں کا شکار کرتی ہے۔ اس کا جالا اس قدر موٹا اور مضبوط ہوتا ہے کہ پرندے اُس میں پھنس جاتے ہیں۔

مکڑیوں کی آٹھ ٹانگیں ہوتی ہیں اور کسی کی دو کسی کی چھ اور کسی کی آٹھ آنکھیں ہوتی ہیں۔ کوئی آنکھ آگے دیکھتی ہے کوئی اِدھر اُدھر مگر حد نگاہ صرف چند انچ ہوتی ہے۔ بعض مکڑیاں انڈے دے کے یونہی چھوڑ دیتی ہیں اور بعض بیٹھ کے سے لیتی ہیں۔ بھیڑیا مکڑی ایک تھیلیہ میں انڈے دے کے اسے کمر پہ لئے پھرتی ہے اور مر جاتی ہے لیکن تھیلیہ لینے نہیں دیتی۔ بچے نکل کے کمر پر سوار رہتے ہیں اور جب تک اپنی حفاظت کرنے کے قابل نہیں ہو جاتے وہ انہیں کمر پہ ہی لئے لئے پھرتی ہے جب اُن میں طاقت آ جاتی ہے تو اس کی طبیعت میں فرق آ جاتا ہے۔ اگر وہ ذرا اور بھی رک جائیں تو وہ پھر اُنہیں ہڑپ کر جاتی ہے اس لئے بچے عموماً اس وقت سے پہلے ہی الگ ہو جاتے ہیں۔

مادہ مکڑی نر پر غالب ہوتی ہے۔ وہ قد میں بڑی اور طاقتور اور ذہین ہوتی ہے۔ دونوں اس بات کو جانتے ہیں۔ نر اس کے جالے کے پاس آ کے عجیب قسم کا ناچ ناچتا ہے۔ پھر جالے کے پاس آ کے ایک تار کو چھوتا ہے اور چپ چاپ کھڑا ہو جاتا ہے۔ تھرتھراہٹ سے مادہ کو خبر ہو جاتی ہے۔ وہ تندی سے باہر نکلتی ہے۔ اگر نر میں صبر و استقلال ہوتا ہے تو کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ اگر وہ بے ہمت ہوتا ہے تو وہ اُس پر جست کر کے اُسے چٹ کر جاتی ہے۔

آتش فشاں پہاڑ

اب زمین اس قدر ٹھنڈی ہو گئی ہے کہ مٹی کی تہیں مضبوطی سے قایم ہو گئی ہیں مگر اکثر مقامات پہ اندر جا کے دباؤ پڑنے سے اس قدر حرارت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہاں کی دھاتیں پگھل کے جھیلوں کی شکلوں میں نمودار ہو جاتی ہیں۔ اگر کہیں زمین میں سوراخ ہو جائے تو وہ باہر نکل آتی ہیں اور یہی پہاڑ کی آتش فشانی کہلاتی ہے بہت سے پہاڑ ایسے ہیں کہ اُن پر سبزیاں اُگی ہوئی ہیں۔ یا پانی کھڑا ہے آس پاس شہر آباد ہیں۔ کسی قسم کا خطرہ نہیں پایا جاتا۔ اچانک پہاڑ پھٹ پڑ جاتا ہے۔ آتش فشاں پہاڑ میں جو چوٹی پر آتشیں مادہ نکلنے کے سوراخ بن جاتے ہیں اُنہیں جوالا مکھی کہا جاتا ہے۔ ان سوراخوں سے پگھلی ہوئی سرخ دھاتیں گرم ریت دھواں پانی چٹانیں نکل پڑتی ہیں۔

دُنیا کے مختلف حصوں میں چھ سات سو آتش فشاں پہاڑ ہیں جن میں سے اب صرف ۲۷۰ سرگرم آتش فشانی رہتے ہیں۔ بعض پہاڑوں کے خاموش اور آگ برسانے کے وقت مقرر ہیں۔ کوہ وسووی اس دو ہزار برس خاموش رہا اس عرصہ میں اس میں جگہ جگہ اُوپر تلے سبز ہی سبزی اُگی ہوئی تھی۔ اچانک سیاہ دھوئیں کا ایک ستون اس میں سے بلند ہوا جو پھیل کے ایک دیوہیکل صنوبر کے درخت کی شکل بن گیا بعد میں دھماکے پر دھماکے ہوئے اور چاروں طرف جھلسا دینے والی راکھ برسنے لگی اور صرف ایک رات میں پمپیائی کا بڑا شہر تباہ و برباد ہو گیا۔

کراکوٹا کاٹرا اور جاوا کے بیچ میں دو تین جزیروں کا مجموعہ تھا جو درحقیقت ایک ۱۰ ہزار فٹ بلند پہاڑ کا حصہ تھا۔ ان کا محیط ۲۵ میل تھا۔ یہ پہاڑ کسی زمانہ میں پھٹ چکا تھا اور اس کی چوٹی غائب ہو چکی تھی اور پہاڑ کے بھی ٹکڑے ہو گئے تھے جو جزیروں کی شکل میں قائم ہو گئے تھے۔ سنہ ۱۶۸۰ء کے بعد کوئی آتش فشانی نہیں ہوئی۔ سارے جزیرہ میں سبزہ ہی سبزہ پھیلا ہوا تھا۔ البتہ گرم پانی کے چشموں سے اندازہ ہوتا تھا کہ جون میں حرارت موجود ہے۔ سنہ ۱۸۸۰ء میں زلزلے آنے لگے اور وقتاً فوقتاً تین سال تک آتے رہے۔ پرانا پہاڑ اب تک خاموش تھا۔ مئی سنہ ۱۸۸۳ء میں سو میل پرے کے دو شہر والوں نے توپ خانہ کی سی آوازیں سُنیں۔ اگلے روز ایک گزرتے ہوئے جہاز کے

کپتان نے دیکھا کہ کراکوٹہ سے بخارات چھ سات میل بلند اٹھ رہے ہیں یہ سلسلہ تین ماہ تک قایم رہا لیکن پھر بھی کوئی خدشہ بظاہر نظر نہ آتا تھا۔ ۲۰۔ اگست کو اچانک اس میں بہت تیزی آگئی۔ یہ ہمارا جزیرہ ۱۷ میل بلند بخارات کے بادل میں چھپ گیا۔ چند روز کے عرصہ میں جزیرہ کا زیادہ حصہ ایک ہزار فٹ کے عمق تک پھٹ گیا اور دھماکہ اس زور کا تھا کہ پہاڑ سے ۲۵ میل تک پتھر اور راکھ گری اور آسمان پر اس قدر راکھ چھائی ہوئی تھی کہ سو میل تک کے شہروں میں بالکل اندھیرا ہو گیا۔ سمندر پر بھی اثر پڑا۔ ایک بڑی مدوجزر کی لہر اٹھ کے سمندر میں پہنچی اور اس کا اثر رود بار انگلستان تک جا پہنچا۔ کراکوٹہ کے پاس کے ساحل پر سو فٹ سے زیادہ بلند لہر نے ٹکر لگائی۔ بہت سے گاؤں بہ گئے اور ۳۶ ہزار آدمی ڈوب گئے اور جہاز پہاڑوں کی وادیوں میں زمین پر چڑھ گئے۔ نہایت باریک ریت آسمان میں ۲۵ میل بلند ہوئی اور ہوا نے اس ریت کو دنیا کے ہر حصہ میں پہنچا دیا۔

جب آتش فشاں پہاڑ قیامت خیزی پر آتا ہے تو پہلے گڑگڑاہٹ کی آوازیں آیا کرتی ہیں اور زلزلے بھی آتے رہتے ہیں لیکن بعض پہاڑ ان علامات کے بغیر ہی پھٹ پڑتے ہیں اور یک لخت دھوئیں کا ایک ستون آسمان کی طرف اٹھنے لگتا ہے اور وہ دھواں ٹھنڈا ہو کے پانی کی صورت میں زمین پر گرنے لگتا ہے۔ بھاپ کے ساتھ ساتھ مختلف گیسیں ہوتی ہیں۔ بعد میں پتھر چٹانیں اور راکھ برسنے لگتی ہے عموماً بھاپ کو لوگ دھواں سمجھتے ہیں اور جب اس کے ساتھ ساتھ لال انگارہ پتھر نکلتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آگ اور دھواں باہر نکل رہے ہیں ۱۸۶۳ء میں کوہ اٹنا سے سو دن میں اس قدر بھاپ نکلی کہ ایک جھیل ۴ ہزار گز لمبی اور ۷ سو گز چوڑی اور دس گز گہری بن سکتی ہے

ہوائی میں ایک پہاڑ مونالوا ہے جو ایسے پہاڑوں کا بادشاہ کہلاتا ہے کیونکہ سب سے بڑا اور غضبناک ہے اس میں دو جوالا مکھیاں ہیں۔ ایک کا قطر چوٹی پر ایک میل سے زیادہ ہے اور دوسری کے دامن کا محیط سات میل ہے۔ دونوں اکثر لاوا یعنی پگھلی ہوئی دھات اگلتی رہتی ہیں۔ دوسرے پہاڑوں کے مقابلہ میں یہ صرف لاوا ہی اگلتا ہے۔ ایک سب سے بڑا ابال ۱۸۸۱ء میں آیا تھا۔ لاوا ابل کے بارہ سے دو فٹ کی گہرائی میں دو تین میل تک چشمہ کی شکل میں بہتا چلا گیا تھا۔ کہیں جھیل کہیں دریا کی شکل میں آگ کا چشمہ چار دن میں تیس میل چل کے پچاس فٹ اونچی چٹان سے سمندر میں خون کی سی سرخ لہر کی صورت میں گرا۔ تین ہفتہ تک یہ دھار سمندر میں گرتی رہی اور ساحل کے قریب بیس میل تک کا پانی اس قدر گرم ہو گیا تھا کہ کروڑوں مچھلیاں مر گئیں۔ لاوا کی سرخی اس قدر تیز تھی کہ جہازوں کو سو سو میل پرے سے اس کی دہکتی ہوئی روشنی نظر آتی تھی۔

فرانسیسی غرب الہند جزیرہ مارٹنیکیو کے پہاڑ پیلی نے ۱۹۰۲ء میں سخت نقصان کیا تھا۔ کسی قسم کی کوئی علامت ایسی ظاہر نہیں ہوئی کہ لوگ بھاگ جاتے۔ شروع میں یہ راکھ اور بھاپ نکالتا رہا لیکن صدیوں سے اس قسم کی برانگیختگی سے کوئی نقصان نہ ہوا تھا اس لئے اس دفعہ بھی اسے معمولی سمجھا گیا لیکن ایک روز انہیں خطرہ کا احساس ہوا کیونکہ گلیاں اور باغ راکھ سے سفید ہو گئے تھے اور زہریلی ہوا سے پرندے مر گئے تھے۔ پہاڑ کے پہلو میں ایک جھیل تھی ایک طرف سے وہ اچانک پھٹی اور کیچڑ کے سیلاب نے کھانڈ کے ایک کارخانہ کو دبا لیا اور ۳۰ مزدوروں کو دم گھونٹ کے مار ڈالا۔ بہت سے شہر والے یہ واقعہ سن کے بھاگے۔ تین دن بعد بھاپ اور جلتی ہوئی چیزوں کا ایک سیاہ بادل نکلا جس نے شہر میں آگ لگا دی اور سارے باشندوں کو جن کی تعداد ۳۰ ہزار تھی دم گھونٹ کے مار ڈالا۔ صرف ایک حبشی بچا جو ایک قید خانہ کی کوٹھڑی میں بند تھا۔ یہ ساری قیامت راکھ نے توڑی۔ نہ لاوا تھا نہ کیچڑ۔ بھاپ کا جو نکلا ۳۰۰ فی گھنٹہ کی رفتار سے درختوں کو اکھاڑتا چٹانوں کو توڑتا اور ٹھوس مکانوں کو پاش پاش کرتا نکل پڑا تھا۔

زلزلے

اطالیہ میں اپی نائن کے خطہ میں زلزلے دن میں ایک سے زیادہ کی اوسط سے آتے رہتے ہیں۔ گویا سالانہ میں ان کی اوسط ۳۶۴ ہوتی ہے۔

ایک مبصر نے تحقیقات کے بعد لکھا ہے کہ زلزلے سال کے بعض مہینوں اور دن کے بعض حصوں کو اپنے لئے منتخب کر لیتے ہیں۔ جولائی ان کا پسندیدہ مہینہ ہے۔ اس کے بعد اگست ستمبر اور جنوری کا نمبر ہے۔ ان کے مقابلہ میں رات کو زیادہ قیامت ڈھاتے ہیں۔ ان کا پسندیدہ تباہی کا وقت آدھی رات اور صبح کے چار بجے کے درمیان ہے۔ یاد ہوگا کوئٹہ کا تباہ کن زلزلہ بھی ایسے ہی وقت آیا تھا۔

پھلجھڑیاں

آنکھوں کے ایک ماہر نے بتایا ہے کہ ہوائی سفر بینائی کے لئے نہایت مفید ہے کیونکہ نظر دُور دراز اُفق رہنے کی وجہ سے بار سے محفوظ رہتی ہے۔ کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جس پر نظر جم کے تھک جائے۔ اسی طرح سمندر کے سفر بھی اکثر بینائی کے لئے مفید سمجھے گئے ہیں۔

محمد غازی ایک مصری نوجوان مستری سات سال ہوئے ایک مکان کی چھت پر سے کام کرتا ہوا گر پڑا اور سر میں چوٹ آئی۔ اس وقت سے برابر اُس کا قد بڑھنا شروع ہوا۔ شروع میں اس کا قد چھ فٹ تھا اور تین سال میں ۹ فٹ ہو گیا۔ اس وقت دنیا کا سب سے لمبا آدمی ہے۔

انگلستان میں دو سال ہوئے بڑے بڑے مصنفوں کی کتابوں کے چار چار آنے والے ایڈیشن چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ یہ اس قدر مقبول ہوا کہ اب تک ایک کروڑ سے زیادہ جلدیں بک چکی ہیں۔ اب شکسپیر کی کتابیں بھی اسی سستے نرخ سے بیچنے کا ارادہ کیا گیا ہے۔

دُنیا کی سب سے بڑی نہر لینن گراڈ سے چین کی سرحد تک ۵۴ ہزار میل کی لمبائی میں بہتی ہے۔

اُونٹ پانی میں تیر نہیں سکتا اور کوئی پرندہ اُلٹی طرف نہیں اُڑ سکتا۔

روشنی کی رفتار فی سکنڈ ۱۸۶۰۰۰ میل اور خشک ہوا میں آواز کی رفتار فی سکنڈ ۱۱۲۰ فٹ اور پانی میں ۴۸۶۰ فٹ اور فولادی تار میں ۱۷۱۳۰ فٹ ہے۔

جو سانپ انڈے دیتا ہے زہریلا نہیں ہوتا۔ اس کا خون سرد ہوتا ہے اور جو بچہ ہی دیتا ہے وہ زہریلا ہوتا ہے۔ اور اس کا خون گرم ہوتا ہے۔

مینڈک چمگادڑ اور سانپ اور جانوروں کے مقابلہ میں زیادہ عرصہ تک بے خوراک زندہ رہ سکتے ہیں۔

محمد ظفر

محترمہ خدیجہ بائی صاحبہ کا انتقال

سیٹھ محمد آبا صاحب کے خط سے جو درج ذیل کیا جاتا ہے

ہمیں یہ معلوم ہو کر دلی رنج وملال ہوا کہ ان کی ہمشیرہ، دستکار خواتین کی محسن اور عصمت و جوہر نسواں کی معاون خصوصی محترمہ خدیجہ بائی کا ۱۱ مئی کو انتقال ہوگیا۔ مرحومہ بہن خدیجہ بائی صاحبہ ملک کی مایہ ناز دستکار بیبیوں میں سے تھیں۔ مختلف قسم کی زنانہ دستکاریوں میں انھیں کمال حاصل تھا۔ انھوں نے کئی سال تک خاتون اکرم عصمتی انعام اور زنانہ نمائشوں سے طلائی تمغے حاصل کئے تھے۔ دستکار خواتین کے لئے انھوں نے گلہائے رومال اور سلمہ ستارہ کا کام جیسی مفید اور مقبول کتابیں مرتب کیں اور بمبئی میں انجمن اصلاح نسواں قائم کی۔ انھوں نے اپنی بہنوں کی جو خدمات انجام دیں وہ بہت گراں قدر اور شاندار ہیں۔ افسوس ایسی قابل بی بی کو موت نے ہم سے چھین لیا۔ ہمیں مرحومہ کے خاندان سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے اور خدا تعالےٰ سے یہ دعا ہے کہ وہ مرحومہ بہن کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ عصمتی بہنیں بھی دعائے مغفرت کریں۔

رازق الخیری

خواہری عزیزہ بائی خدیجہ بائی مولفہ سلمہ ستارہ کا کام و گلہائے رومال اہلیہ سیٹھ عبدالرزاق اندھیری بمبئی ایک عرصہ سے شکم میں ٹیومر ہونے کے باعث پریشان اور تکلیف میں تھیں ڈاکٹر کی آزمائش اور رائے سے طے پایا کہ اس کو عمل جراحی سے خارج کر دیا جائے۔ اس سے پہلے متعدد ڈاکٹروں کی بھی یہی رائے رہی۔ چند در چند اسباب ایسے آئے کہ علاج فوری نہ ہو سکا۔ عزیزہ کا جب میسور آنا ہوا تو یہاں کے مشہور ڈاکٹروں اور دربار سرجن سے مشورہ کرنے کے بعد یہ طے پایا کہ اس علاج کا یہی ٹھیک وقت ہے اگر جلدی نہ کی گئی تو آئندہ سخت تکالیف کا سامنا ہوگا۔ اندریں صورت تمام خاندان عزیز و اقربا اور خیر خواہوں کی رائے سے خدا پر توکل رکھ کر عمل جراحی کرایا گیا جو ہر حال میں کامیاب تھا۔ ٹیومر کا وزن تقریباً ۱۲ پونڈ کا تھا۔ آٹھ یوم بالکل آرام سے گذرے نویں دن ٹانکے کھلنے والے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ ٹانکے برسٹ ہوگئے۔ ڈاکٹر نے دوبارہ ٹانکے دئے اور کوشش میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ مگر نتیجہ اچھا ثابت نہ ہوا۔ اسی دن ۱۱ مئی بوقت عصر اس دارفانی سے عالم جاودانی کو کوچ کر گئیں۔ افسوس صد ہزار افسوس ایک گوہر بے بہا ہمارے خاندان سے تلف ہوگیا مگر مرضی الٰہی کے آگے کوئی چارہ نہیں۔ (پریشان دل بھائی محمد آبا غفرلہ)

ناقابل اشاعت مضامین

افسوس ہے مندرجہ ذیل مضامین عصمت میں شائع نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ۱۵ رجون تک اگر ٹکٹ آئے تو مضمون نگاروں کو واپس کئے جا سکتے ہیں۔ ۱۵ رجون کے بعد ضائع کر دئے جائیں گے

ڈنامن۔ دال مونگ بلا پانی۔ رقیہ۔ زمزمہ تہنیت سالگرہ ارمگور۔ میری شاندار رخصتی لطیفہ بی کی زبانی۔ درس عبرت (افسانہ) بیش بہا موتی۔ اقتباسات تجربات (از آگرہ) میرا بچپن۔ تمہاری نا سمجھی یا میری ہٹ دھرمی۔ راگ محبت۔ نفیس بھابی کا خط۔ زمانہ ماضی کی یاد۔ ایک گاؤں کے مکتب کی سیر۔ زنانہ تربیت۔ سہرا از مراد آباد۔ آخادر سائنس کے کرشمے۔ یہ دنیا بسیرا ہے دو دن کا۔ خدا شناسی بیت المال۔ رفیقہ حیات (نظم) سوگوار پھوپھی۔ شمع قبر رسالت پناہ تاریخ آصفیہ کا نیا دن۔ آہ جمیلہ۔ تخیلات حالات جنات۔ مسلم عورت اسلام کی نظر میں۔ مولوی صاحبان سے سوال۔ میرے جذبات۔ قرآن اور احادیث کے ترجمے۔ بچوں کو زیور پہنانے کا نتیجہ۔ خطاب با مسلماناں۔ تحفے۔ ہوشیار قاتل (افسانہ) دعا نسیم۔ بادشاہ اور فلسفی۔ مایا کا لوبی (افسانہ) داستان غم (نظم) غمگین مسافر۔ انتشار۔ ایزپ۔ عجیب تحفہ۔ دنیا میں جہنم (افسانہ) بیوہ کی فریاد۔ آفتاب رسالت کا طلوع۔ شہید غربت (افسانہ)

بزم عصمت

بزم عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں (۱) جن میں نمبر خریداری کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جس میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارہ میں کوئی بات نہ ہو (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے بنا بنا کر لکھا ہوا ہو۔

ایڈیٹر

بہن ایم کے نے مئی کے بزم عصمت میں بال خورہ کی دوا دریافت کی ہے۔ میں اپنی آزمودہ دوا لکھ رہی ہوں انشاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا۔ آٹھ عدد جونک کو پاؤ بھر تل کے تیل میں خوب پکا کر چھان لیں اور اس تیل کو روزانہ استعمال کریں شفا ہو گی

نیز یہ کہ میرا رنگ گندمی ہے مگر میرے چہرے کا رنگ سیاہ ہے ہمیشہ گرمی میں چہرے سے تیل جیسا نکلا کرتا ہے اور سردی میں اس قدر خشکی رہتی ہے کہ منہ کھولنے سے خون نکل آتا ہے میں نے کبھی بازاری صابون یا کریم نہیں استعمال کیا لہذا عصمتی بہنوں سے استدعا ہے کہ مجھے کسی آزمودہ دوا یا کریم سے بذریعہ بزم عصمت مطلع فرمائیں کہ جس سے میرا چہرہ جیسا کہ اور جسم ہے صاف ہو جائے اور میرے چہرے پر جھائیں سے بہت نکلتے ہیں کوئی بہن اس طرف توجہ فرمائیں تا زیست ممنون رہونگی۔

بنت منشی ظہیر احمد صاحب

میرے سر میں کچھ عرصہ سے خشکی بہت ہوگئی ہے اور کھجلی بھی بہت آتی ہے۔ بال بھی گر رہے ہیں بالوں کی نوکیں تمام چر کر دو دو ہو گئی ہیں۔ تیل آملہ بھائیوں کی دکان رجسٹرڈ کا لگاتی ہوں جو کسی قدر قابل بھروسہ اور سفید روغن سے محفوظ سمجھا جاتا ہے۔ بالوں کی رنگت قدرے سنہری ہے جنہیں میں سیاہ کرنا پسند نہیں کرتی کوئی خیر خواہ بہن یا بھائی کسی آزمودہ نسخہ یا تیل سے آگاہ فرمائیں جس سے یہ تمام شکایات جلد دور ہو جائیں اور بال مضبوط اور لمبے ہو جائیں خاص کر بھائی محمد ظفر صاحب توجہ فرمائیں۔ تا زیست ممنون ہونگی

خریدار نمبر ۱۸۴۹

چار پانچ سال سے میرے چہرے پر بھدے رنگ کے چھوٹے چھوٹے داغ ہو گئے ہیں اور کیل بھی کثرت سے نکلتے ہیں چہرہ از حد بد نما معلوم ہوتا ہے۔ جناب ایس جے بیگم صاحبہ کا عنبری لوشن بھی استعمال کر چکی ہوں اور کسی بہن نے دار چینی پیس کر لگانے کو کہا تھا وہ بھی کچھ عرصہ تک لگائی لیکن کچھ کارگر نہ ہوا۔ سوائے اس کے میرے چہرے کا رنگ سیاہ ہوتا جاتا ہے۔ براہ کرم کوئی بھائی یا بہن اس مرض کا آزمودہ نسخہ تحریر فرمائیں۔ جو تیر بہدف ثابت ہو میں ان کی تاعمر احسانمند رہوں گی۔

خریدار نمبر ۲۸۷۰ ثانی

میں نہایت رنج سے یہ خبر اپنی عزیز بہنوں کو سناتی ہوں کہ میری چھوٹی بہن شمیم صبا کا انتقال ۱۱ فروری بجمعرات کو ۶ بجے ہو گیا۔ میری بہن کو پتھری کا مرض تھا ہر چند علاج کیا گیا مگر مرضی خدا میں کس کو دخل ہے امید کہ کوئی بہن تاریخ وفات لکھ کر ممنون کریں گی میری بہن نے پانچ سال کی عمر میں ہم لوگوں کو تڑپتا چھوڑ کر اس دنیا سے رحلت کی خاص کر مرحومہ کی ماں کو بہت رنج ہے خدا تعالٰی ہم لوگوں کو صبر عطا فرمائے اور مرحومہ کی مغفرت کرے۔

صالحہ عزیز انصاریہ کلکتہ

میری عمر بیس سال کی ہے میرا گلا اکثر خشک رہتا ہے گرمی سردی میں یکساں حالت رہتی ہے۔ کتاب پڑھنے یا ہارمونیم بجانے سے دل دھڑکتا ہے اور گلا زیادہ خشک ہو جاتا ہے۔ زیادہ دواؤں سے اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ دماغ میں کوئی پیچ چل رہا ہے۔ ماہ ستمبر و اکتوبر میں صبح کے وقت ناک سے پانی بہتا ہے۔ گھنٹہ دو گھنٹہ اس طرح حالت رہتی ہے۔ جس

محترم بہنوں نے ناک سے پانی چھینکیں بہنے کا علاج تحریر فرمایا تھا ان کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کا تحریر کیا ہوا نسخہ تو مجھے ان دنوں میں استعمال کرنا پڑے گا لیکن گلے کی خشکی دل کی دھڑکن تو ہر وقت رہتی ہے براہ کرم کوئی اچھا علاج کوئی بہن تجویز کریں۔ تمام عمر احسان مند ہوں گی۔

خریدار نمبر ۲۳۷

مجھے کربلا کی پوری اور مکمل تاریخ کی ضرورت ہے جس میں حضرت امام حسینؑ کی روانگی مدینہ سے اہل حرم کی واپسی مدینہ تک کے کل حالات صحت کے ساتھ درج ہوں۔

مقتصدہ خاتون ا ع ز دہلوی

خریدار نمبر ۲۵۲۱ نے حسب ذیل اشعار طلب کئے ہیں

جو گذری ہے ہم پہ اگر ہم بتا دیں　　فرشتوں کی آنکھوں سے آنسو بہا دیں
برستے ہوئے بادلوں کو نہ دیکھو　　ادھر آؤ ہم تم کو رونا سکھا دیں
وہ نغمے ہیں جن سے برستے ہیں شعلے　　کبھی جا کے حوروں سے ہم کو سنا دیں

میری ہمشیرہ صاحبہ کو اس نظم کی ضرورت ہے جس کا عنوان ہے "کیوں دیکھئے" اور جو "نگار" کے کسی پرانے پرچے میں شائع ہوئی تھی و نیز محترمہ نذیر سجاد حیدر صاحبہ کی تصنیف "ثریا" کہاں سے اور کس قیمت پر ملے گی کسی بہن کو معلوم ہو تو مطلع کریں تازیست ممنون رہوں گی۔

دختر امین اللہ قریشی سرائے پور

میرے بھائی کی ناک سے خون آتا ہے بہت سی دوائیں کیں لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ دماغ کمزور ہے اور صحت بھی خراب ہے میٹرک تک پڑھا ہے۔ برائے مہربانی کوئی بہن یا بھائی مجرب و آزمودہ نسخہ لکھ کر مجھے ممنون فرمائیں۔

خریدار نمبر ۶۰۳۰

ریحانہ جبین ناز صاحبہ جھانسوی:۔ مزید دریافت حال کی ضرورت ہے۔ اگر ممکن ہو تو جو یونانی و ڈاکٹری علاج ہو چکا ہے اس کا بھی حوالہ دیجئے۔ علاج کے لئے یہ موسم ٹھیک ہے اس لئے بہتر ہو کہ آپ مجھے میرے پتہ شفا منزل حاجی درہ پر براہ راست لکھیں تاکہ غیر ضروری تاخیر نہ ہو۔

منور بیگم بنت محمد علی صاحب:۔ مغز بادام شیریں پانچ عدد مغز نبولہ چھ ماشہ۔ مغز تخم کدو شیریں تین ماشہ۔ سونف تین ماشہ سب کو پاؤ سیر گائے کے دودھ میں خوب باریک پیس کر کپڑے میں چھان کر ایک تولہ شکر ڈال کر قدرے گرم کر کے طلوع آفتاب کے وقت پی لیا کریں اور سہ پہر کو عرق منڈی چودہ تولہ میں شربت عناب دو تولہ ملا کر پیا کریں۔ رات کو سوتے وقت خمیرہ گاؤزباں عنبری پانچ ماشہ کھا لیا کریں۔ دماغ اور آنکھوں میں طاقت آ جائے گی۔

خریدار نمبر ۱۲۹۶۶ - بعض بخار اس قسم کے ہوتے ہیں کہ اگر ان کے علاج میں کچھ غلطیاں ہو جائیں تو وہ چلے تو جاتے ہیں مگر جسم کے کسی نہ کسی حصہ کو یا کسی ایک عضو کو مستقل تکلیف میں مبتلا کر جاتے ہیں۔ غالباً آپ کے بخار میں علاج کے وقت ایسا ہی ہوا ہے جس کی وجہ سے آپ کا دماغ اور کان ماؤف ہو گئے بہرحال آپ یہ نسخہ استعمال کریں فائدہ کی امید ہے۔ مغز بادام شیریں ۵ عدد۔ مغز تخم کدو ۳ ماشہ۔ مغز تخم تربوز ۳ ماشہ نشاستہ ۳ ماشہ۔ گوند ببول ۳ ماشہ۔ تخم خشخاش ۳ ماشہ مغز نبولہ ۳ ماشہ۔ شکر ۲ تولہ۔ گائے کے دودھ پاؤ سیر میں پیس کر ہلکی آنچ پر پکائیں جب حریرہ سا ہو جائے تو ایک تولہ گھی اور چار عدد الائچی سفید اور چار عدد لونگ سے داغ کر کے صبح پی لیں۔ قرص دار الشفاء دو عدد تازہ پانی کے ساتھ عصر کے وقت کھا لیں۔ جدوار خطائی ایک ماشہ۔ عود صلیب ایک ماشہ باریک پیس کر خمیرہ گاؤزباں عنبری پانچ ماشہ میں ملا کر رات کو سوتے وقت اطریفل زمانی نو ماشہ کے ساتھ کھا لیا کریں جس دن اطریفل کھائیں اس روز خمیرہ نہ کھائیں۔ اور یہ ہندوستانی دواخانہ دہلی سے مل سکتی ہیں۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں
(مستند طبیہ کالج دہلی) اجادرہ

دُوربین

سیاسی اُفق

اطالیہ نے حبش پر قبضہ کر کے خوب پر پرزے نکالے ہیں۔ برطانیہ کو چھیڑتا رہتا ہے۔ لیکن برطانیہ امن پسندی پر تلا ہوا ہے۔ مسولینی نے عربوں میں ہر دلعزیزی حاصل کرنی شروع کر دی ہے۔ اسنے اس دفعہ کے حج کے موقع پہ دو ہزار مسلمانوں کو اطالوی حکومت کے خرچ پر حج کرنے بھیجا۔ ان لوگوں نے جا کے اطالیہ اور مسولینی کی خوب تعریف کی اور بتایا کہ اطالیہ کے زیر حکومت مسلمانوں کو خاص حقوق حاصل ہیں۔ عربوں پر اس کا اچھا اثر ہوا ہے۔ طرابلس میں اسے عربوں نے ایک تلوار نذر کے طور پر پیش کی جسے لے کر اس نے کہا کہ یہ میری زندگی کی بہترین یادگار رہے گی۔ مسولینی اس تلوار سے اولین موقع پر برطانیہ کے خاص حصوں پر وار کرنے سے نہ چوکے گا۔

انگریزوں نے مصر اور فلسطین کی فوجوں کو ایک نظام کے ماتحت کر دیا ہے۔ قاہرہ اور اسکندریہ کی فوجیں بھی یروشلم اور حیفہ میں آجائیں گی۔ اس طرح بوقت ضرورت رات کی تاریکی میں فوجی نقل و حرکت یروشلم سے مصر اور وہاں سے یروشلم بآسانی عمل میں آسکیں گی اور برطانوی گرفت شرق ادنیٰ پر مضبوطی سے قائم رہ سکے گی۔

مصر میں جلد عام بھرتی کے اعلان کی امید کی جاتی ہے کیونکہ اسے طرابلس کی طرف سے اطالوی حملہ کا ثبوت ہو گیا ہے۔ اور یہ خطرہ مسولینی کے طرابلس کے دورہ سے بڑھ گیا ہے۔ سودان اور مشرق قریب میں برطانوی افسر بہت زیادہ معروف ہیں سرحدوں کی فوجوں میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔

عراق یمن حجاز اور شرق اردن کا ایک مشترک معاہدہ ہوا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ سب عرب ممالک بیرونی دشمنوں کے مقابلہ میں متحد ہو جائیں۔

ہسپانیہ میں خانہ جنگی برابر جاری ہے۔ طلیطلہ پر باغی افواج زبردست فتوحات کا دعویٰ کرتی ہے۔ مجریط پر حملے پھر شدت سے کئے جا رہے ہیں۔

وزیرستان میں فوجی نقل و حرکت بدستور جاری ہے۔ فقیر ایپی کا زور و شور اب کچھ کم بتایا جا رہا ہے۔

یمن کی معدنی دولت پر یمن حریصانہ نظریں ڈال رہا ہے یمن میں ۴۷ ہزار مربع میل رقبہ میں کانیں موجود ہیں۔ بحیرۂ قلزم میں ایک یمنی جزیرہ پر اپنی فوجیں اتار دی ہیں جو جزیرہ پرم انگریزی مقبوضہ سے صرف ۱۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ انگریزوں نے پرم کو میں فوجی استحکامات شروع کر دئے ہیں۔ اس کے جواب میں یمن کے اس جزیرہ پر اطالیہ نے قبضہ کر لیا یمنی انھیں روکنے گئے تو اطالویوں نے گولیاں چلا کے بھگا دیا۔ اس جزیرہ کا رقبہ ۲۰۰ میل ہے۔ اس پر قابض ہو جانے سے وہ بحیرۂ قلزم پر بالکل چھا جائے گا اور اس کے بعد یمن پر قابو پا جانا اس کے لئے آسان ہے۔

مداری شتر مرغ

ایک مداری راولپنڈی کا باشندہ ہے۔ وہ بڑے بڑے آدمیوں کے سامنے چاقو وغیرہ نگلنے کے کرتب دکھایا کرتا ہے۔ اس نے پچھلے ۱۵ سال میں خوب دولت سمیٹی۔ چاہے پینے ہوئے چاقو نگل کے وہ باہر نہ نکال سکا۔ اس امید میں کہ وہ انھیں باہر نکالنے میں کامیاب ہو جائے گا اس نے تین دفعہ اور کرتب دکھلائے جن کی وجہ سے اس کے معدہ میں ۱۸ چاقو رہ گئے۔ معدہ میں جب اس کے درد شروع ہوا تو ایک ڈاکٹر نے عکس ریز سے معدہ

کی حالت معلوم کرکے اسے بمبئی عمل جراحی کے لئے بھیجدیا۔ معدہ چیرا جانے پر اس میں سے اٹھارہ چاقو۔ چابیاں لوہے کے چھلّے اور فولاد کے ٹکڑے برآمد ہوئے۔ ۱۱ چاقو معمولی قسم کی لکڑی کے دستوں کے تھے۔ پانچ چاقوؤں کے دستے معدہ کی گرمی اور تیزاب سے حل ہوچکے تھے۔ اب مداری کی حالت اچھی ہے۔

ہندوستان کی زبان اُردو

ملک معظم کے جشن تاجپوشی میں ہندوستان کے مختلف حصوں سے جو فوجی افسر شرکت کرنے کے لئے گئے ان کی تعداد ۲۸۶ ہے۔ ان کی قومیت صوبے ریاستیں اور زبان مختلف ہیں۔ ان کے آرام کے انتظام کے لئے میجر بیکے ایک افسر مقرر ہوئے جو گورکھوں کی ایک پلٹن کے افسر ہیں۔ ریوٹر کی اطلاع کے بموجب ان فوجی افسروں کے قیام گاہ میں مشترک زبان اردو ہے۔ گویا یہی ایک زبان ہے جسے ہندوستان کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے فوجی یکساں بولتے اور سمجھتے ہیں۔ میجر بیکے بھی ان سے اردو میں ہی بات چیت کرتے ہیں۔ اپنی پلٹن میں وہ گورکھی زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔ اردو کے ہندوستان بھر کی مشترکہ زبان ہونے کا اس سے اچھا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے۔ سر ولیم برڈوڈ ہندوستان کے سابق سپہ سالار نے تاجپوشی کے موقع پر اردو میں تقریر کی جس کا ترجمہ دوسرے مہانوں کے لئے انگریزی میں کیا گیا۔ اس مجمع میں دو سو ہندوستانی تھے۔

جشن تاجپوشی

۱۲ مئی کو سارے ہندوستان میں چھٹی تھی۔ اسی طرح برطانوی مقبوضات میں بھی تعطیل رہی ۱۲ مئی کو صوبہ کی طرف سے تعطیل رہی گو خزانہ کھلا رہا۔ لندن میں اس روز بارش ہوئی لیکن لوگ راستہ میں دو روپیہ ٹوپیاں تانے ملک معظم کی سواری کے منتظر رہے اور بارش میں بھیگتے رہے۔ بادشاہ کو دیکھ دیکھ کر خوشی کے نعرے لگاتے اور قومی گیت گاتے تھے۔ پھر محل سرا میں رسم تاجپوشی ادا ہوئی اور توپوں نے سلامی دی۔ رات کو ملک معظم نے ریڈیو میں اپنی رعایا سے خطاب کیا اور بتایا کہ برطانوی شاہنشاہ کے لئے یہ پہلا موقعہ ہے کہ وہ اپنی رعایا سے ان کے گھروں میں کلام کرے۔ انھوں نے رعایا کی خوشی پر اظہار مسرت کیا اور وعدہ کیا کہ میرے دل پر ایسا اثر ہوا ہے کہ میں اسکے شکریہ میں اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کی خدمات انجام دونگا۔

ہندوستان میں ہر جگہ صبح سے رات تک خوشیاں منائی گئیں صبح کے وقت مدرسوں کے لڑکوں کے کھیل کود ہوئے۔ بچوں میں مٹھائیاں تقسیم ہوئیں۔ بلدیات نے غریبوں کو کھانے کھلائے۔ خود والسرائے بہادر نے شملہ میں اپنی جیب خاص سے ہندوؤں کو حلوا پوری ترکاری اور مسلمان غریبوں کو پلاؤ زردہ کھلایا۔ اس روز خطابات کی فہرست بھی شائع ہوئی۔ رات کو چراغاں ہوا اور آتشبازی چھوڑی گئی۔

مشرقی یورپ میں خوفناک اتحاد

پولینڈ۔ زیکوسلوویکیہ۔ یگوسلاویہ۔ یونان۔ رومانیہ۔ اور ترکی میں ایک سیاسی معاہدہ ہوگیا ہے جس کی رو سے یہ گروہ مشرقی یورپ کی سیاست ہائے متحدہ کہلائے گا۔ ریاستوں کی انفرادی سیاسی حیثیت قائم رہے گی۔ البتہ وہ سب شاہ رومانیہ کی زیر قیادت رہیں گی۔ آپس میں تجارت آزادی سے ہوگی۔ جنگی نظم و نسق ایک ہوگا۔ سکہ ایک ہوگا۔ اور ایک دوسرے کی مدد میں ان کے باشندے کسی پروانہ راہداری کے بغیر سفر کرسکیں گے۔ اس اتحاد کے زیر اثر ۱ کروڑ ۳۰ لاکھ آدمی ہوں گے اور ۷ لاکھ ستر ہزار مربع میل رقبہ ہوگا۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی مملکت ہوگی اور اس کا بادشاہ شاہ انگلستان کے بعد عظیم تر سمجھا جائے گا۔ بوقت جنگ ۱۳ لاکھ ۳۷ ہزار سپاہی ۵۷۳۱ ہوائی جہاز اور ۲۰۱۷۲۲ ٹن کے جہاز یک لخت میدان میں آجائیں گے۔ ترکی کو اس اتحاد سے

یہ فائدہ ہوگا کہ یوگوسلاویا ایک طرف سے بالکل محفوظ ہو جائے گا۔ اس اتحاد سے دیگر یورپی طاقتوں پر خوف و ہراس چھا گیا ہے ایک زمانہ تھا کہ پولینڈ کے سوا یہ سب ریاستیں ترکوں کے زیر قیادت تھیں اور سلطان روم کا رعب داب تمام شاہان یورپ پر چھایا ہوا تھا۔ یہ زمانہ کے رنگ ہیں۔ زمانہ رنگ بدلتا رہتا ہے۔

تاروں کا جھرمٹ

اس سال مسلم یونیورسٹی میں ۶۵ لڑکیوں نے انٹرنس اور ایف اے کا اور چھ مسلمان لڑکیوں نے پرائیویٹ طور پر بی اے کا امتحان دیا ہے۔

سیتاپور کے ایک ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر کی لڑکی مس مترا نے لکھنؤ یونیورسٹی سے بی ایس سی کا امتحان دیا۔ نتیجہ نکلنے پر اسے معلوم ہوا کہ اسے اگلے سال پھر کیمسٹری کا امتحان دینا ہوگا (جسے یونیورسٹی کی اصطلاح میں کمپارٹمنٹ میں آنا کہتے ہیں) اس غم میں اس نے زہر ہلاہل کھا لیا۔ شفاخانہ میں اس کا بہتیرا علاج کیا گیا مگر وہ جانبر نہ ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ اندور میں ایک شخص نے اپنی بیوی دوسرے شخص کے پاس گروی کر کے قرض لیا تھا۔ اب اس نے عدالت میں اپنے دیئے ہوئے روپے اور عورت کی خوراک کی قیمت کا دعویٰ کیا ہے۔

پنجاب سے اس دفعہ ۲۲۴۶۸ اُمیدواروں نے انٹرنس کا امتحان دیا ۱۷۱۶۳ پاس ہوئے گویا کامیاب لڑکوں کی اوسط فیصدی ۸۰ء ۸۱ رہی۔ لڑکیوں کے امیدواروں کی اوسط کامیابی ۸ء ۵۴ رہی۔

کراچی میں توپخانہ کے میدان میں ایک خوش پوش مسلمان نوجوان جانکنی کی حالت میں ملا۔ شفاخانہ بھیجدینے پر وہاں وہ مر گیا۔ جیب کے خط سے معلوم ہوا کہ وہ کچھ عرصہ سے بیکار تھا اور جان سے تنگ آکر اس نے زہر کھا لیا۔ اس کا نام واہب بخش تھا۔

جالندھر میں ایک تین سالہ بچہ کے ہاتھ میں دادی کی افیم کی ڈبیہ آگئی۔ اس نے افیم کھا لی۔ اسے شفاخانہ بھیجدیا گیا جہاں اس کا علاج کیا گیا اور وہ جانبر ہو گیا۔

البانیہ میں شاہ زوغو نے پردہ منسوخ کر کے پولس کے نام حکم نامے جاری کر دیئے ہیں کہ اس حکم کی جبراً تعمیل کرائی جائے ایک البانوی سردار اپنی بیوی کے ساتھ گاڑی سے سفر پر جا رہا تھا۔ بیوی نقاب پوش تھی۔ ایک پولس افسر آیا اور اس نے نقاب اتارنے کے لئے کہا۔ عورت نے تعمیل نہ کی۔ اس پر وہ زبردستی نقاب نوچنے کے لئے بڑھا۔ سردار نے پستول سے اس افسر کا خاتمہ کر دیا۔ وہ اور اس کی بیوی گرفتار کر لی گئی ہے۔ ایسے واقعات شمالی اور وسطی البانیہ میں جہاں جہاں اسلامی اثر زبردست ہے بکثرت پیش آرہے ہیں۔ بعضوں نے اپنی بیویاں یوگوسلاویہ بھیجدی ہیں تاکہ انھیں بے نقاب نکلنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

دہلی سے ایک برات دہرہ دون گئی۔ دولہا کی بیوی زندہ ہے۔ کھتری سبھا دہلی نے اس شادی پر اعتراض کا ریزولیوشن پاس کر کے دہرہ دون کی سبھا کے پاس بھیجدیا۔ وہاں والوں نے سیاہ جھنڈوں کا ایک جلوس تیار کیا اور برات کی آمد کیوقت مع سٹیشن پر پہونچے۔ "واپس جاؤ" کے نعرے لگائے جا رہے تھے۔ ایک عورت دولہا کے درجہ میں چڑھ گئی۔ رد و قدح میں اسے دھکا دیا گیا جس پر بلوہ کی سی صورت پیدا ہونے کا احتمال ہو گیا۔ پولس آگئی اور اس نے دولہا کو محفوظ مقام پر پہونچا دیا۔ جلوس والے برات کے مقام پر پہونچے۔ پولیس نے آکے کچھ گرفتاریاں کیں جن میں دس عورتیں اور ایک ممبر اسمبلی ہے۔ ان سب کو سو سو روپے کی ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔

ضرورت رشتہ

اودھ کے ایک قصباتی صاحب جائداد سید زادے کے لئے کہ جن کی عمر ۳۰ سال ہے اور جو ریاست حیدرآباد دکن میں خفیہ پولیس کے سب انسپکٹر ہیں ایک نیک مزاج خوبصورت و سیرت پڑھی لکھی امور خانہ داری سے واقف تندرست دوشیزہ کی ضرورت ہے کہ جسکی عمر ۱۸ سال سے کم اور ۲۲ سال سے زائد نہ ہو۔

خط و کتابت راز میں رہے گی۔

ح معرفت مینجر صاحب رسالہ عصمت دہلی

ضرورت ہے

شمالی ہند کی رہنے والی ایک تعلیم یافتہ دو لاکھ روپے کی ریاست کی سرمایہ دار مغل افغانی خاندان کی مسلم خاتون کی شادی کے لئے ایک عالی نسب شریف اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ نوجوان کی ضرورت ہے۔

شریف خاندان کی طرف سے سب سے پہلی درخواست مع فوٹو پتہ ذیل پر آنی چاہیے۔

خط و کتابت بالکل پوشیدہ رہے گی۔

پوسٹ بکس ۸۲ جنرل پوسٹ آفس سی مال لاہور

ضرورت شادی

مندرجہ ذیل رشتوں کی ضرورت ہے کسی قومیت یا ذات امیر یا غریب کی قید نہیں البتہ لڑکے لڑکیاں شریف مسلمان خاندان کی ہوں پنجاب و یو۔پی۔ والوں کو ترجیح دی جائے گی

نمبر شمار	لڑکا یا لڑکی	عمر	پیشہ	آمدنی	ضرورت	کیفیت
۱	لڑکا	۲۲ سال	تجارت	مشترکہ تجارت کی [illegible] آمدنی [illegible] پچاس روپے ماہوار کی آمدنی ہے۔	تین تعلیم یافتہ سلیقہ مند خوبصورت و خوب سیرت نوجوان لڑکیوں کی ضرورت ہے۔	تینوں حقیقی بھائی ہیں تمام ہندوستان و دیگر ممالک میں تجارت کرتے ہیں اور کاروبار بفضلہ تعالیٰ و کرم سے دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔
۲	〃	۲۰ 〃	〃			
۳	〃	۱۸ 〃	〃			
۴	لڑکی	۱۶ سال			دو تعلیم یافتہ نوجوان لڑکوں کی ضرورت ہے۔ جو تندرست ہوں اور کسی تجارت یا ملازمت سرکاری میں ہوں۔	یہ دونوں لڑکیاں نمبر ۱-۲-۳ کی حقیقی بہنیں ہیں اور تعلیم یافتہ تندرست۔ خوبصورت و سلیقہ مند ہیں۔
۵	〃	۱۴ 〃				
۶	مرد	۴۵ سال	تجارت	ایک سو پچاس روپے ماہوار	ایک سلیقہ مند تجربہ کار عورت کی جس کی عمر ۳۰ سے ۳۵ سال کی ہو۔	پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے تین لڑکیاں ۲ و ۴ و ۶ سال کی ہیں۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا سب ایک ہی خاندان سے ہیں اور شیخ قریشی ہیں۔

مفصل حالات کیلئے **ایچ۔ ڈی معرفت رسالہ عصمت کوچہ چیلان دہلی** سے خط و کتابت کریں

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]				[illegible]

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان حصہ اول

اس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ ملے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست۔ ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تیز ترین عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچی خانے کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات و مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمایئے۔

پڈنگ کی ترکیبیں		کبابوں کی ترکیبیں		
پلم پڈنگ	انجیر پڈنگ	ران کے کباب	کباب بیضہ مرغ	ناشش کباب
کھوئے کی پڈنگ	اسنڈ پڈنگ	آلو کے کباب	کچے قیمہ کی ٹکیاں	شامی کباب
نارنگی بھری پڈنگ	سیب پڈنگ	کچے آلو کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	آنتوں کے کباب
جنجر پڈنگ	جلیبیوں کی پڈنگ	ناریل کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب
[illegible] پڈنگ	میوہ دار پڈنگ	مچھلی کے بیسنی کباب	سیخ کے چپٹے کباب	[illegible] کے کباب
اناناس پڈنگ	کشمش پڈنگ	سیخ کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور کئی کئی قسم کے کباب
کمزور بیماروں کیلئے بالائی پڈنگ		پسندے کے کباب	دہی کے کباب	

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے

اسی سے کتاب کا اندازہ کر لیجئے۔ چاول، حلوے اور سویاں، کھیر، فیرنی، سالن، ترکاری کے سالن، مچھلی، مربے، جیلی، بسکٹ، کیک، دہیں، مٹھائیاں، حلوے، چٹنیاں، مربے، اچار، شربت، پوری، کچوریاں، پراٹھے، روٹی، غرض ہر قسم کے مشرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی درجن صحیح ترکیبیں! اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے۔ ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت [illegible] کھانا پکانے لگی ہیں۔ لڑکیوں کو یہ کتاب ضرور دی جاتی ہے۔ سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مؤلف و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھانے پکانے کی اس قدر صحیح اور مفید کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آج تک نہیں چھپی۔ اس کی تیاری پر ہزاروں روپیہ خرچ کیا گیا ہے۔ پچھلے سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے۔ اس کتاب پر جس قدر محنت کی گئی ہے اگر اس کے لحاظ سے قیمت بھی ہوتی تو کم تھی لیکن اس کتاب کو [illegible] فائدہ پہنچانے کے لئے صرف دو روپیہ قیمت رکھی گئی ہے۔ مجلد کی قیمت صرف دو روپیہ چار آنے ہے۔ [illegible] مجلد ہی [illegible] جاتی ہے۔

پتہ: منیجر رسالہ عصمت، کوچہ چیلان دہلی

عصمتی کتابیں

عصمتی دسترخوان کے علاوہ عصمتی کتابیں

یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں

اسی طرح ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

عصمتی ہنڈکلیا

یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری لڑکی کو جو کچھ جاننا چاہئے کل طور پر اس سے واقف ہو جائے۔ سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں کی مطلب کی درج کی گئی ہیں پھر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور سو دہ ہدایتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جاننی چاہئیں۔ باتصویر نائٹل قیمت صرف [illegible]

ناشتہ

دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چاء، کوکو، شربت، لسی، فالودہ، آئس کریم، بسکٹ، کیک، توس، کڑاہی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبے اور ریاستوں کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں میز ملک کا مہمان بلائے ان آئے۔ اسی کے مطلب کی چیز تیار پیش کر کے تو حیرت کر سکتے ہیں۔ قیمت [illegible]

بچوں کے کھانے

ننھے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہیئے۔ کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر بے نظیر کتاب جس میں بچوں کی صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں۔ باتصویر قیمت صرف [illegible]

بیماروں کے کھانے

بیماروں کے لئے جو کھانے مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں۔ اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور بعض کارآمد مضامین بھی ہیں۔ نہایت مفید و قابل قدر۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ باتصویر قیمت [illegible]

مذاقیہ کھانے

[illegible]

مشرقی مغربی کھانے

[illegible]

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

جو اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جا چکی ہیں

(۱) عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ

یہ کتاب فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ انور علی بیگم صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر مرتب کی ہے۔ عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ ر. ا صاحبہ کی رائے ہے "یہ خوبصورت اور نایاب کتاب بہت محنت سے مرتب کی گئی ہے" محترمہ لطیف بیگم صاحبہ جن کے سلائی کے کام کے مضامین رسالہ عصمت میں خوب مقبول ہو چکے ہیں لکھتی ہیں "عصمتی کروشیا کے نقشے اس قدر صاف واضح اور آسان ہیں کہ سمجھنے میں بالکل دقت نہیں ہوتی" محترمہ انیس بیگم صاحبہ مولانا کروشیا کی نسبت فرماتی ہیں "جو ہدایات دی گئی ہیں ان سے نمونے بنانے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے" دوسرا ایڈیشن نہایت آب و تاب کیساتھ نئے سائز پر شائع ہوا ڈاک خرچ کے علاوہ قیمت ڈیڑھ روپیہ

مختصر فہرست عصمتی کروشیا

بجلی نما کاری	فارم ہاؤس	گول ٹانکے
ڈاک بنگلہ	مسجد کا دروازہ	امام حسین
تو می نشان	مرغ	شیر ببر
کلمہ طیبہ	تاج محل آگرہ	جامع مسجد
۵ بیل بسر پوش	۱۱ دلاویز محرابیں	۹ خوبصورت کونے
خوش آمدید	عید مبارک	درخت نما ڈالی
چڑیا ڈالی پر	طرہ دار	پر دار گھونگٹ
گاؤ تکیہ	[illegible]	پچ کشت تیر و کمان
ایک خاتون مع پنکھا	آئی کاری والے	گلدستے اگلدان

(۲) عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں کشیدہ کاری کے نہایت اچھے نمونے دیے گئے ہیں ضروری اور کارآمد باتیں اس قدر آسان پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکیں ہر نمونہ کی ضروری تشریح کی گئی ہے یعنی نمونہ کس کس چیز کے لئے موزوں ہو سکتا ہے اور کس کس رنگ میں ہونا چاہیئے اور کیا کیا احتیاط ضروری ہے۔ پھر نمونے شروع ہوتے ہیں۔ میز پوش پلنگ پوش۔ رومال کرسیوں کے گدّوں تکیوں کے غلاف پلنگ کی چادروں۔ پردوں وغیرہ وغیرہ کے وسط اور کونوں کے لئے مختلف قسم کے پھولوں، بوٹوں، گلدستوں وغیرہ کے کئی درجن خوبصورت نمونے ہیں اس کے بعد کئی وضع کی دلآویز بیلیں پھر مختلف قسم کی کڑھت کے عمدہ عمدہ نمونے، ایک درجن سے زیادہ اس کے بعد پرندوں اور چند مشہور عمارات کے حاشیے غرض بچیوں کیلئے یہ کتاب بہت کارآمد ہے اور بہترین تحفہ بنا دی گئی۔ پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اب دوسرا ... قیمت

(۳) گلدستہ کشیدہ

عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ

کشیدہ کاری کی اس قدر خوبصورت اور اتنی کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی

اس کتاب کی تیاری میں ۲۰ دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے اور کشیدہ کاری کی مشہور ماہر محترمہ علی فاطمہ بیگم صاحبہ آگرہ نے نہایت محنت و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

باب	مضمون	نمونے
باب ۱	خوبصورت فریم شلاً یا مزہ تاج محل عید کا چاند وغیرہ	۹ فریم
باب ۲	مختلف قسم کے پھولوں کونوں وغیرہ کے	۶۲
باب ۳	مختلف وضع کے بنے پھول	۴۴
باب ۴	سر پوش چادروں وغیرہ کے کونے	۱۹
باب ۵	غلاف تکیہ وغیرہ کے خوشنما کونے	۱۸
باب ۶	مختلف وضع کے گول پھول	۱۱
باب ۷	بیل کلاتہ پلنگ کی چادریں ساڑی وغیرہ کی بیلیں	۱۶
باب ۸	سر پوش کی بوٹیاں وغیرہ	۸
باب ۹	قمیص کے گلے	۳
باب ۱۰	قمیص کرتہ بلاوز کے گریبان	۴
باب ۱۱	متفرق شلاً کاری پوں کے بٹوے پاؤں کا ملاپ ... پنسل کی گدی پزہ وغیرہ	۱۵

موتیوں کے کام کی طرح گلدستہ کشیدہ میں بھی ... کارآمد باتیں ... [illegible] ... اور نمونے نہایت صاف ہیں ... کشیدہ کاری ... چھوٹی بچیاں بھی کر سکتی ہیں۔ ... عصمتی کشیدہ ... اس کتاب ... عمدہ ... کی چھپائی ... مجلد صفحات ... قیمت

(۵) موتیوں کا کام

موتیوں کے کام کا شوق لڑکیوں میں روز بروز ترقی کر رہا ہے مگر یہ کام ایسا ہے کہ جب تک بتانیوالا نہ ہو سمجھ میں نہیں آتا اور جب اشارہ مل جائے تو باآسانی کیا جا سکتا ہے یہ کام جو بہی نہایت دلچسپ اور مفید غریبوں کے لئے روزی کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو امیروں کے لئے دل بہلانے کا۔ ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھکر یہ مفید کتاب دستکاری کی ماہر ۲۷ عصمتی بہنوں نے تیار کی ہے اور دعوی کیا جا سکتا ہے کہ موتیوں کے کام کی ایسی مفید کتاب ہندوستان بھر میں نہیں چھپی۔ اس میں مندرجہ ذیل ۲۰۶ نمونے ہیں۔

۴۸ وضع کے پھول گوٹے	۲۰ قسم کی لیس	۲۶ جھالریں
۱۳ عمدہ عمدہ فریم	۱۱ فرشی تورئی وغیرہ	۳ جالیاں
۲۹ وضع وضع کی بیلیں	۸ ہمیں ہار	۸ خوان پوش
۹ حاشیہ کاری	۲ پنکھے	۳ منی بیگ
۷ بینڈ بیگ کے نمونے	۲۶ بٹوے	گلاس پوش پیٹے
متفرق چیزیں پانی گڑوی	ہر لڑی سلیپر	لیمپ کے جھاڑ وغیرہ

مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست پیش کیجاتی ہے

بیلیں		لیسیں	
جوڑوں کی بیلیں ۲	گلاب کی بیل	جگنو نما لیس	برگ نما ڈوری
آسان بیل	مینک نا بیل	کوڑی بیں کی لیس	دائی نما لیس
سادی بیل	لٹ دار	کنگرے دار لیس	جال نما لیس
دوپٹہ کی بیل ۲	ڈوری	اگری وار لیس	دلاوزی کی لیس ۲
فراک کی	گلے کی تین کی	مو سعدی لیس	دوپٹہ کی لیس
ساتھوں کی ...	دامن کی بیل	دوپرزیاں	لوزنا لیس
اوڑھنی	حاشیہ کی	بورہ	سادہ لیس
قمیص کا گھیر	نفیس بیل	لاکٹ لڑیاں	شکوفہ کا پانچہ
		میر میرہ کی چتیل	دلکش لیس
		سے لڑی	چوڑی اور دوری لیس

پہلے موتیوں کے کام کی ماہر بہنوں کے نہایت کارآمد مضامین و ہدایات ملتے ہیں پھر مسلسل ترکیب اور ضروری ہدایات ہر نمونہ کی اس قدر آسان لکھی گئی ہیں کہ نوشق بھی پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں چنانچہ بعض ترکیبیں ۲۰۰ ۳۰۰ سطروں میں ہیں جو کہ باآسانی سمجھ میں آ جاتی ہیں تمام نمونے نہایت صاف اور خوبصورت ہیں کسی نمونے کے سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی موتیوں کے کام کا شوق رکھنے اور یہ کام سیکھنے والی لڑکیوں اور عورتوں کے لئے اس سے بہتر ساتھی نہیں ملے گی۔ کاغذ خوب دبیز لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ ٹائٹل دو رنگا باتصویر خوبصورت قیمت دو روپے مجلد

(۶) عصمتی دستکاری
(۷) سلمہ ستارے کا کام
(۸) نٹنگ یا بنائی کی کتاب

ان کتابوں کا اشتہار کسی دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے

(۴) خواتین کی دستکاریاں

جو عورتیں مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہے وہ اگر ایک جلد منگا لیں تو گھر پر خودداری و عزت کیساتھ زندگی گزار سکتی ہیں کیونکہ اس کتاب میں نادار اور بیوہ عورتوں کو نہایت کارآمد پیشے بتائے گئے ہیں اور بہت سے کاموں کی تفصیل بیان کر دی ہے کہ پردہ نشین عورتیں بغیر کسی کا احسان اٹھائے صرف اس کتاب کی مدد سے مالی پریشانیوں کو باآسانی دور کر سکتی ہیں۔ خواتین کی دستکاریاں غریب عورتوں کو بہترین مشورہ دیتی ہیں امیر عورتوں کو بھی ہنرمند و سلیقہ شعار بناتی ہیں قیمت ...

ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت دہلی

The ISMAT. Delhi.

عصمت

شریف ہندوستانی بیبیوں کے لیے

پاکیزہ خیالات

علمی۔ ادبی مضامین

اور

مفید معلومات کا ماہوار ذخیرہ



ایڈیٹر ۔ رازق الخیری

تصانیف فخرِ نسوانِ ہند محترمہ خاتون اکرم (جنت مکانی)

محترمہ خاتون اکرم ... ہندوستان ... [illegible]

... ان کی ادبی ... [illegible] ... علی گڑھ میگزین ... [illegible]

... انسانی جذبات کی تصویر ... [illegible]

گلستانِ خاتون (۱)

محترمہ خاتون اکرم ... [illegible] ... گلستانِ خاتون ... [illegible]

... تربیت اولاد ... [illegible]

... ہندوستانی خاتون کے ... [illegible] ... ریاست کی ... [illegible] ... ذوالقرنین ... [illegible]

تصانیف محترمہ صغریٰ ہمایوں مرزا

ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ لندن

مشیرِ نسواں (۱)

اخلاقی ... [illegible] ... علامہ شبلی ... [illegible]

سرگذشتِ ہاجرہ (۲)

[illegible]

موہنی (۳)

[illegible]

تحریر النسا (۴)

[illegible]

پیکرِ وفا (۲)

[illegible]

بچھڑی بیٹی (۳)

[illegible]

جمالِ ہمنشیں (۴)

جنت مکانی کے بیش بہا ادبی مضامین کا نہایت حسین شاندار مجموعہ

... اخبار وکیل ... جمالِ ہمنشیں ... [illegible]

معزز خواتین کی لکھی ہوئی نہایت دلچسپ اور مفید کتابیں

عقل کی باتیں		خانہ داری کے تجربے		تندرستی ہزار نعمت	شمیم نو ... [illegible]
بس کی باتیں					آئینہ جمال
تاریخی لطیفے					شبیہ وفا
... [illegible]					نکات صحت

دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

سے یہ سب کتابیں شائع ہوئی ہیں

[illegible]

یادگار مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ



شریف ہندوستانی بیبیوں کے لئے اردو کا بہترین ماہوار رسالہ

تیسویں سال کا پہلا پرچہ



مرتبہ
رازق الخیری

چندہ سالانہ پیشگی۔ چار روپے [illegible] ممالک غیر سے [illegible] شلنگ۔ قیمت سالگرہ نمبر ایک روپیہ

قسم خاص — آرٹ کاغذ کا ایڈیشن دس روپے [illegible] ممالک غیر سے ایک پونڈ

رسالہ عصمت ہندوستان کے [illegible]

[illegible] دہلی میں چھپا

رسالہ عصمت دہلی

سالگرہ نمبر (جولائی و اگست) ۱۹۳۷ء

تینتواں سال جلد ۵۹ نمبر ۱-۲

فہرست مضامین

فہرست تصاویر

رنگین تصاویر (۱) خدا کے حضور میں (۲) فکر و غم سے دور

تاریخی مقامات (۳) مسجد پیرس کا دروازہ (۴) مسجد پیرس کا شاندار منبر (۵) مسجد پیرس کا اندرونی حصہ (۶) مسجد پیرس کا حمام خانہ۔ (۷) ہوٹل نیپلز (۸) وینس (۹) چہل زینہ (۱۰) چہل زینہ سے نیچے کا منظر (۱۱) مقبرہ ہمایوں دہلی (۱۲) دیوان عام دہلی (۱۳) دیوان خاص دہلی (۱۴) مقبرہ ہمایوں دہلی (۱۵) مہابلیشور کا مشہور مندر۔

۱۶ تا ۲۱ **ابرق کی کان کے متعلق** متفرق فوٹو۔

دلچسپ مناظر۔ (۲۲) شملہ کے مکانوں کی چھتوں پر برف (۲۳) اگرجا پہاڑی شملہ میں برف کا نظارہ (۲۴) شملہ زمین برف سے ڈھکی ہوئی ہے (۲۵) مہابلیشور کا منظر (۲۶) سفید مور (۲۷) علی الصباح سمندر کا تماشہ (۲۸) بازی گر (۲۹) ماں کی مددگار (۳۰) سفید چوبیاں (۳۱) باری باری کی (۳۲) ملاقات۔

عصمتی بہنوں کے تندرست بچے (۳۳) زلیخا بیگم (۳۴) خورشید بیگم (۳۵) مہر افروز جہاں (۳۶) سیدہ آصف اختر۔ (۳۷) قمر الضیا ذوالفقار حسین (۳۸) ابراہیم فاروق جعفر (۳۹) مسیح کمال (۴۰) ہارون جعفر (۴۱) نجمہ خاتون **متفرق** (۴۲) بگلی (۴۳) نیچر کی حفاظت۔

چند باتیں

اُنتیس سال پورے کرنے کے بعد عصمت اس پرچے تیسویں برس میں قدم رکھتا ہے۔ بانیٔ عصمت حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کا مبارک اور بابرکت سایہ اُٹھنے کے بعد پرچہ کی سالگرہ منانا اور آب و تاب کے ساتھ سالگرہ نمبر شائع کرنا کچھ کم تکلیف دہ نہیں۔ لیکن عصمت کی خصوصیات کو قائم اور روایات کو زندہ رکھنا ہے۔ اس لئے حسب معمول عصمت کے نئے سال کا پہلا پرچہ سالگرہ نمبر غیر معمولی ضخامت کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

اس خاص نمبر کے کئی مضامین نہایت قابل قدر ہیں اور خواتین کے لئے خاص اہمیت رکھتے ہیں اور ان کی معلومات میں قیمتی اضافہ کریں گے۔ بعض مضامین موضوع کے اعتبار سے نئے ہیں اور دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں۔ بہت سے مضمونوں سے ہندوستانی بیبیاں روزانہ زندگی میں عملی طور پر بہت کچھ فائدہ اُٹھا سکتی ہیں بعض عنوانات بیشک اگرچہ کشش نہیں لیکن خیالات میں جدت اور طرز بیان میں دلآویزی ہے۔ بلند معیار علمی مضامین بھی کافی ہیں اور تفریحی مضامین بھی نظمیں اور افسانے محض دلچسپ ہی نہیں ہیں بلکہ ان سے مفید نتائج بھی نکل رہے ہیں۔ بالمختصر معنوی حیثیت سے یہ خاص نمبر کافی کامیاب کہا جا سکتا ہے۔ البتہ تصاویر اس دفعہ کچھ کم ہیں۔ کاغذ کی گرانی کے باوجود کہ ۲۰۔۳۰ فیصدی قیمت بڑھ گئی ہے بہترین کاغذ جو بازار میں مل سکا لگایا گیا ہے۔

اس پرچہ میں مضامین کے بہت سے صفحے باریک لکھوا کر قریباً ڈھائی سو صفحوں کے مضامین پیش کئے جا رہے ہیں۔ افسوس ہے اس کے باوجود بہت سے اچھے اچھے مضامین کے لئے گنجائش نہ [illegible]

عصمت کی لاج

دلی شکریہ کے ساتھ اُن خواتین و حضرات کے نام درج ذیل کئے جاتے ہیں جنھوں نے عصمت کی توسیع اشاعت میں حصہ لیا اور اپنے پرچہ کو خریدار عنایت فرمائیے۔

ا۔ ن صاحبہ رضوی۔ پرتاب گڑھ (دو خریدار)

مولوی فیروزالدین خاں صاحب سیالکوٹ۔ نجم الحسن صاحب مرزا پور۔ ایس۔ بی۔ قریشی صاحبہ آگرہ۔ مس شیرین صاحبہ برہان پور۔ عصمت آرا بیگم صاحبہ کانپور۔ سید احمد صاحب قادری۔ خورشید بیگم صاحبہ ضلع رہتک۔ مس ابراہیم صاحب بمبئی۔ مسز بشیر الدین صدیقی بمبئی۔ صفیہ بی صاحبہ دوناکونڈا گنٹور۔ صغیر فاطمہ صاحبہ کھرڑ۔ انبالہ۔ ہیشو محمد غوث شاہ صاحب قادر پوران ملتان۔ مسز ایم ایم رشید صاحب ناگپور۔ منور جہاں بیگم صاحبہ کانپور۔ بنت کرنل عبدالحکیم خاں صاحب اودھم پور۔ بنت محمود الحق گورکھپور۔ مس زبیدہ سلطان صاحبہ چکانہ۔ آرسے کے صاحبہ لکھمینہ۔ رانچی۔ بشیر احمد صاحب انصاری۔ میسرز حاجی مولوی محمد امین برادرس کانپور۔ لفٹننٹ اکبر خاں صاحب۔ رنگ۔ اہلیہ منشی محمد الدین صاحب۔ کوراؤلی۔ ناصر علی صاحب وجدی بھلولپور۔ امت الخلیق واحدہ صاحب کامٹی۔ میمونہ خاتون صاحبہ آرہ عزیز اللہ خاں صاحب۔ رام پور۔ مسز سید ابوالحسن صاحب بادنی کبعدرہ نور جہاں صاحبہ سلطان پور۔ فضل بھائی علیگڈھ۔ احسان الٰہی صاحب لائلپور۔ کنیز فاطمہ بیگم صاحبہ رام پور اسٹیٹ۔ ایس بی۔ قریشی صاحبہ آگرہ۔ ایس۔ عنایت اللہ صاحب قصور صادق الیقین اینڈ برادرز۔ حیدرآباد دکن۔ چوہدری محمد سعید صاحب مردان چھاؤنی۔

منیجر

سالگرہ عصمت

بہار آئی ہے لیکن سرد آہیں بھرتی آئی ہے گریباں چاک ہیں گل گو ہنسی ہونٹوں پہ رقصاں ہے
کلی چٹکی مگر دھیمی فغاں ہمراہ لائی ہے ہے اشک آلود۔ گرچہ چشمِ نرگس سحر ساماں ہے

سرورِ نغمۂ بلبل میں سوزِ غم تڑپتا ہے
عجب۔ کالی گھٹاؤں میں مہِ کامل چمکتا ہے

نظر حیراں ہے اس نظارۂ اضداد آگیں سے پریشاں دل ہے فطرت کی ستم پرور ظرافت سے
طبیعت ہے مکدر۔ اتصالِ حزن و تسکیں سے ہے قاصر عقل ادراکِ رموزِ رنج و راحت سے

کیا جذباتِ مضطر نے زباں کو وقفِ گویائی
ہوئیں حیرانیاں رازِ حقیقت کی تمنائی

بھٹکتا اتفاقاً اِس طرف بھنورا جو آ نکلا کہا میں نے کہ اے دنیائے رنگ و بُو کے شیدائی
بتا مجھ کو ہے کیوں غمگیں بہارِ لطف و عیش افزا یہ کیوں حسنِ سکون و جوشِ طوفاں کی ہے یکجائی

گلے مِل مِل کے روئی کیوں ہیں شاخیں موسمِ گل میں
خمار و کیف کا رنگ ہے جھلکتا ساغرِ مُل میں

فضائے مرتعش میں اُس نے کاٹے سینکڑوں چکر لگا آلاپنے نیچے سُروں میں دُکھ بھری چیزیں
قریب آ کر مرے پھر یوں کہا اے ششدر و مضطر نہ کیوں فصلِ بہاری میں جوانانِ چمن روئیں

نہیں کیا علم تجھکو باغبانِ گلشنِ عصمت
وہ جس نے خونِ دل سے اس کو سینچا تھا بصد محنت

وہ راشد وہ گلستانِ ادب کی نغز گو طوطی وہ دریائے علوم و فضل کا جو دُرِّ تاباں تھا
عمل کی شمع روشن جس کے قلبِ مستقل میں تھی فلاح و بہتریٔ صنفِ نازک کا جو خواہاں تھا

ہمیشہ ہاں ہمیشہ کے لئے وہ ہو گیا رخصت!
نہ چھائے کیوں فراقِ باغباں سے باغ پر حسرت

نہیں ہے باغباں لیکن عمل فطرت کا ہے جاری
پھر اِس گلزار میں وقت مُعلّن پر بہار آئی

خدا کے فضل سے ہے جشن تی سالہ کی تیاری
اسی باعث سرور و غم کی ہے خورشید یکجائی

دعا کر باغِ عصمت کو خدا پھولا پھلا رکھے
اور اس کا نوجواں مالی بہاریں اسکی سب دیکھے

خورشید آرا بیگم منشی فاضل و ادیب فاضل

غمناک سالگرہ

سال نو کی تہنیت کیا دے۔ کہ سینہ چاک ہے
پہلا پرچہ سالِ نو کا یہ تجلی بار ہے

راشد الخیری و رازق کے ہیں وہ مشہور اسم
صنفِ نازک قوم میں ایک اک سے بہتر ہو گئیں

غنچے جنکے گُل کھلے۔ سرسبز گلشن ہو گئے
مُنفرد ہر فن میں۔ یکتا ہو گئیں خاتونِ عصر

تھیں بہاروں پر بہاریں۔ بوئے گل تھی جوش زن
تیر ماراک ستمگر نے بجوشِ اضطراب

شمع پر ہے اب دھُواں سا جو بہت پُر جوش ہے
وہ مصوّرِ غم کا کب اس دُکھ بھری دنیا میں ہے

وقت آیا تھا کہ اپنے محسن و سرتاج کا
پر۔ تہید ستانِ قسمت ہیں۔ زبوں احوال ہیں

تیسواں ہے سال عصمت کو۔ گرہ غمناک ہے
وہ ہی کچھ واقف ہے بس جو محرمِ اسرار ہے

فتح کر ڈالے ہیں۔ نثر و نظم کے کیا کیا طلسم
درس و تدریس ان سے پاکر۔ سلک گوہر ہو گئیں

گوہرِ اخلاق بھی۔ دامن بدامن ہو گئے
سارے ہندوستان کا زیور بنیں خاتونِ عصر

ناگہاں۔ اپنی بدی پر آگیا۔ چرخ کہن
چھا گئی۔ سارے ادارے پر بلائے انقلاب

اس ادارے کا جو بانی تھا۔ وہی خاموش ہے
کارواں سالارِ عصمت جنت الماوائی میں ہے

شکریہ شاعر صمیم قلب سے کرتے ادا
حضرت راشد جہاں سے اُٹھ گئے اس سال ہیں

یادگار اُنکی۔ قلم کی جدتیں کاغذ پہ ہیں
وہ تو جنت میں ہیں اُن کی نکہتیں کاغذ پہ ہیں

آغا شاعر قزلباش دہلوی

عصمت

از حضرت عزیز مرحوم لکھنوی

پایندہ باد عصمت رخشندہ باد عصمت
تابندہ باد عصمت

ارکان دین کے دائم ہیں تیرے دم سے قائم
والا نژاد عصمت

ارمان میرے دل کے حاصل ہوئے ہیں تجھ سے
میری مراد عصمت

تیری ہر ایک آیت ہے مخبر نجابت
نیکو نہاد عصمت

تصویر رہنمائی ارکان پارسائی
ہے تیری یاد عصمت

نذرِ عقیدت

کیا سرسبز پھر گلزار عصمت ابر رحمت نے
دکھایا بعد مدت روئے روشن اپنا راحت نے

کھلائے باغ عصمت نے وہ گلہائے شمیم افزا
کیا سرمست بجز و اہل دل کو جن کی نکہت نے

مبارک ہو تجھے اے شمع بزم علم نسوانی!
یہ اوج و کامیابی جو تجھے بخشا ہے قدرت نے

ترے ایثار و شربانی نے آخر رنگ دکھلایا
کہ لا کر رکھ دیا قدموں پہ اپنا تاج شہرت نے

قدم چومے ترے عالم کی رفعت اور عظمت نے
بچھائیں راہ میں آنکھیں جہاں کی شان و شوکت نے

مخالف بن گئے بلبل ترے شاداب گلشن کے
اُنہیں حیراں بنایا ہے تیری بے لوث خدمت نے

ہماری گردنیں پھر خم ہیں تیرے بار احساں سے
بنایا ہمسفر مردوں کا اک تیری حمایت نے

ہمیں قعرِ جہالت سے نکالا خضرِ رہ بنکر
پہنایا جامۂ انسانیت تیری عنایت نے

انور جہاں (اورنگ آباد دکن)

مضامین کا شمار

عصمت کے اٹھائیسویں اور انتیسویں سال (جولائی ۳۵ء تا جون ۳۷ء) کم و بیش ڈیڑھ سو بیبیوں کے مضامین شائع ہوئے ہیں جن خواتین کے دونوں سال کم سے کم ۴ مضمون یا انتیسویں سال کم سے کم ۲ مضمون شائع ہوئے ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی اور ان کے مضامین کی تعداد حسب ذیل ہے:-

مضمون نگار	اٹھائیسواں سال جولائی ۳۵ء تا جون ۳۶ء تعداد مضامین	انتیسواں سال جولائی ۳۶ء تا جون ۳۷ء تعداد مضامین	دونوں سال جولائی ۳۵ء تا جون ۳۷ء تعداد مضامین
مسز برلاس	۱۰	۵	۱۵
شہر بانو	۷	۳	۱۰
شائستہ اختر سہروردیہ بی اے آنرس	۱۳	۷	۲۰
د۔ا	۳	۲	۵
صغرا ہمایوں مرزا	۳	۴	۷
سردار محمدی بیگم	۴	۱	۵
مریم خانم۔ بی اے	۳	۲	۵
معتصمۃ الرحمٰن	۵	۱	۶
ایس کے صغرا سبزواریہ	۶	۲	۸
ایس بی طاہرہ	۶	۵	۱۱
محمدی بیگم۔ بی اے	۴	۰	۴
جمیلہ بیگم	۸	۹	۱۷
بلقیس جمال	۵	۲	۷
امۃ الحفیظ	۱۰	۲	۱۲
گ۔ن	۹	۱۱	۲۰
تہذیب النسا بی اے	۴	۰	۴

مضمون نگار	اٹھائیسواں سال جولائی ۱۹۳۵ء تا جون ۱۹۳۶ء تعداد مضامین	انتیسواں سال جولائی ۱۹۳۶ء تا جون ۱۹۳۷ء تعداد مضامین	دونوں سال جولائی ۱۹۳۵ء تا جون ۱۹۳۷ء تعداد مضامین
امتہ الوحی	۴	۳	۷
ذردانہ	۱	۳	۴
سعیدہ ضمیرالدین	۲	۷	۹
اسماء سعید	۶	۲	۸
آمنہ نازلی	۳	۲	۵
صالحہ عابد حسین	۲	۲	۴
مسز حمید	۱	۳	۴
نوشابہ خاتون قریشی بی اے	۲	۲	۴
بیگم عبدالرحمٰن خاں	۱	۶	۷
زیب عثمانیہ	۲	۳	۵
نعیم النسا	۳	۳	۶
ب ن ابراہیم	۳	۳	۶
سنجیدہ اشرف	۱	۴	۵
سیدہ اشرف	۱	۴	۵
رضیہ سلطان (ر. س.)	۳	۱	۴
نشاط افزا	۳	۳	۶
جہاں بانو بیگم (ح نقوی) بی اے	۳	۱	۴
افسرالنسا حافظہ	۰	۳	۳
آر کے درخشاں	۰	۳	۳
زیب النسا خاتون	۰	۳	۳
مسز سید احمد مچھلی شہری	۰	۶	۶
بنی فاطمہ	۰	۳	۳

مضمون نگار	اٹھائیسواں سال جولائی ۱۹۳۵ء تا جون ۱۹۳۶ء تعدادِ مضامین	انتیسواں سال جولائی ۱۹۳۶ء تا جون ۱۹۳۷ء تعداد مضامین	دونوں سال جولائی ۱۹۳۵ء تا جون ۱۹۳۷ء تعداد مضامین
بیگم حکیم عزیز احمد	۰	۳	۳
ارجمند بانو جعفری	۰	۵	۵
لئیق سلطانہ	۰	۳	۳
انیس فاطمہ خانم	۰	۳	۳

اس طویل فہرست میں جہاں عصمت کی ان مخصوص و ممتاز قدیم مضمون نگار بہنوں کے نام ہیں جن کی قابلیت طبقہ نسواں کے لئے باعث فخر کہی جا سکتی ہے وہاں کئی نام ان خواتین کے ہیں جنہیں لکھتے ہوئے کچھ زیادہ مدت نہیں گذری جنہوں نے تین چار سال قبل عصمت سے مضمون نگاری شروع کی تھی اور آج ملک کی بہترین لکھنے والیوں میں جن کا شمار کیا جاتا ہے۔ اب سے چند سال پہلے اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین اور یونیورسٹی کی بڑی جماعتوں میں تعلیم پانے والی لڑکیاں انگریزی رسائل و کتب کے علاوہ اردو پرچوں کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھتی تھی۔ مگر عصمت نہ صرف ان کی مادری زبان کی طرف انھیں متوجہ کرنے میں کامیاب ہوا بلکہ انہیں اردو مضمون نگاری کی بھی ترغیب دی چنانچہ اس فہرست میں بھی کئی نام ان خواتین کے ہیں جو ایک طرف مغربی علوم کی ماہر ہیں تو دوسری طرف انہوں نے اپنی ملکی اور قومی زبان میں قابل قدر مضامین لکھے ہیں۔ نئی لکھنے والیوں کی تعداد بھی کم نہیں۔ کئی بہنیں بہت ہونہار ہیں اور انشاء اللہ مستقبل قریب میں کامیاب مضمون نگاروں میں ان کا شمار ہوگا۔ یہ سب بہنیں جنہوں نے خانہ داری کی سینکڑوں مصروفیات اور تعلیمی مشاغل سے وقت نکال کر یا ناسازی طبع کے باوجود بھی قدردانی اور حقیقی ہمدردی کے ساتھ عصمت کی بیش بہا قلمی اعانت فرمائی اور اپنے گراں قدر خیالات دلچسپ مشاہدات مفید معلومات اور قیمتی تجربات سے اپنی ہزاروں ہندوستانی بہنوں کو مستفید فرمایا میرا دلی شکریہ قبول فرمائیں ۱۹۳۵ء تک یعنی دس گیارہ سال تک میں وقتاً فوقتاً تمام ممتاز مضمون نگاروں کے مضامین کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتا رہا لیکن اس دفعہ اس فرض کی ادائگی سے مجبور اور محترم بہنوں سے معافی کا خواستگار ہوں عصمت کے قدیم قلمی معاونین میں جن حضرات نے دونوں سال بدستور پرچہ کو یاد رکھا اور گراں بہا مضامین لکھے ان میں مولوی محمد ظفر صاحب۔ کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب۔ پروفیسر ستار خیری۔ لالہ تلوک چند صاحب محروم۔ ڈاکٹر اعظم صاحب۔ آغا شاعر صاحب۔ ڈاکٹر ممتاز حسین صاحب۔ مولانا محوی صدیقی۔ مولوی عبدالغفار صاحب الخیری۔ ڈاکٹر سعید احمد صاحب۔ تقی علی صاحب ہاشمی اور سید رضا احمد صاحب جعفری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں مجھے امید ہے یہ محترم خواتین اور معتقد حضرات مستقبل میں بھی پرچہ کی خصوصیات قائم رکھنے میں میرا ہاتھ بٹاتے رہیں گے۔

رازق الخیری

خاتون اکرم عصمتی انعامات

اُردو کی نامور ادیبہ محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی کی یاد تازہ رکھنے پڑھی لکھی عورتوں کو مضمون نگاری کی ترغیب دینے اور لکھنے والی بیبیوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے لئے عصمت ہر سال مضمون نگار خواتین میں انعامات تقسیم کرتا ہے۔ ۱۹۳۶ء میں حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک سایہ اُٹھ جانے کی وجہ سے عصمت کا سالگرہ نمبر شائع ہوا نہ انعامات تقسیم کئے گئے۔ اس لئے اس دفعہ بجائے ایک سال کے دو سال (جولائی ۱۹۳۵ء تا جون ۱۹۳۶ء) کے مضامین پر انعامات دیے جاتے ہیں۔ خاتون اکرم عصمتی انعامات کی مستحق وہ خواتین ہوتی ہیں جن کے سال بھر میں کم سے کم چار مضمون شائع ہوں۔ چنانچہ اس دفعہ بھی انعامات اُن خواتین میں تقسیم کئے جاتے ہیں جن کے مضامین اٹھائیسویں سال یا انتیسویں سال کم سے کم ۴ یا دونوں سال کم سے کم ۵ شائع ہوئے ہیں۔

خانہ داری

کے مضامین کے لحاظ سے عصمت کا ہر سال نہایت کامیاب ہوتا ہے۔ اٹھائیسویں اور انتیسویں سال میں خانہ داری کے متعلق بہت سے مضامین نہایت مفید اور کارآمد شائع ہوئے ہیں محترمہ امۃ الوحی صاحبہ کا مضمون "خانہ داری کی اہم باتیں" (سالگرہ نمبر ۱۹۳۵ء) نہایت قابل قدر مضمون ہے اور بہت محنت اور سلیقہ سے لکھا گیا ہے جس پر ۱۰ روپیہ کا انعام دیا جاتا ہے۔ گ۔ ن صاحبہ بنت ڈاکٹر ابو الفضل صاحب کے چھوٹے چھوٹے مضامین سے بھی خواتین بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتی ہیں ان کی خدمت میں بھی ۵ روپیہ پیش کئے جاتے ہیں اور ۵ روپیہ شائستہ اختر صاحبہ سہروردی بی اے آنرس کو ان کے دونوں مضمونوں "باورچی خانہ اور گرمیوں کے کھانے" پر جو مفید معلومات سے پُر ہیں۔

صحت و تندرستی

کے مضامین کے اعتبار سے بھی دونوں سال کامیاب رہے اور بہت ایسے اچھے مضامین شائع ہوئے جن سے خواتین عملی فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ امۃ الحفیظ صاحبہ کے مضامین "خوراک و صحت" (سالگرہ نمبر ۱۹۳۵ء) اور "خوبصورتی کا تعلق غسل سے" (فروری ۱۹۳۶ء) محترمہ صالحہ عابد حسین کا مضمون "صفائی" (فروری ۱۹۳۶ء) اور سعیدہ ضیاء الدین صاحبہ کا مضمون "صحت اور غذا" (جون ۱۹۳۶ء) یہ سب مضامین محنت سے لکھے گئے ہیں اور ان میں مفید معلومات فراہم کی گئی ہیں ان مضامین پر تینوں محترم خواتین کی خدمت میں ۵-۵- روپیہ کا انعام دیا جاتا ہے۔

سنگھار و آرائش

کے موضوع پر کافی مضامین شائع ہوئے ہیں۔ امۃ الحفیظ صاحبہ کا مضمون "خوبصورتی اور لیموں" (اکتوبر ۱۹۳۵ء) اور اسماء سعید صاحبہ کا مضمون "ناخون پینٹ کرنا" (دسمبر ۱۹۳۵ء) دونوں مضمون کامیاب ہیں جن پر ۵-۵ روپیہ کا انعام دیا جاتا ہے۔

بچوں کی پرورش اور تربیت

پر مفید مضامین کی تعداد بہت معقول ہے اس موضوع کے اول درجہ کے انعام ۱۰ روپیہ کی مستحق سعیدہ ضیاء الدین صاحبہ ہیں۔ "تربیت اولاد کے اصول" (نومبر ۱۹۳۵ء) "بچوں کی صحت اور غذا" (اکتوبر ۱۹۳۵ء)۔

بچوں کا غسل" (مئی ۱۹۳۶ء) تینوں مضمون اس قابل ہیں کہ بچوں کی مائیں توجہ سے ان کا مطالعہ کریں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔ مسز سید احمد مچھلی شہری کے مضامین "ننھے بچے کی فطرت" (مارچ ۱۹۳۶ء) اور "بچے کے معدے کی خرابیاں"۔ شائستہ اختر بانو صاحبہ سہروردی کے مضامین "بچوں کا لباس" (فروری ۱۹۳۶ء) اور "بچوں کی تفریح" (اپریل ۱۹۳۶ء) اور مسز حمید صاحبہ کا مضمون "ماؤں کی ذمہ داری" (نومبر ۱۹۳۶ء) بھی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں اور یہ تینوں بہنیں بھی ۵-۵ روپیہ انعام کی مستحق ہیں۔

معاشرتی تمدنی مضامین

ہر سال کی طرح دونوں سال کافی تعداد میں بہت دلچسپ اور نتیجہ خیز شائع ہوئے۔ شائستہ اختر بانو سہروردی بی اے آنرس کے چاروں مضمون "شادی کا اشتہار" (جولائی ۱۹۳۶ء) "اپنا گھر" (اکتوبر ۱۹۳۶ء) "رسموں کی ضرورت" (فروری ۱۹۳۶ء) "آداب ملاقات" (فروری ۱۹۳۶ء) قابل تعریف ہیں۔ محترمہ موصوفہ نہایت موثر انداز میں بیش بہا خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ شہر بانو صاحبہ بھی چاروں مضمون "حقوق نسواں کی کشمکش" (جنوری ۱۹۳۶ء) "آج کل بیٹا ہماری سوسائٹی میں" (فروری ۱۹۳۶ء) "شادی شدہ زندگی کی کامیابی" (مئی ۱۹۳۶ء) "اوسط درجہ کے خاندانوں کی حالت" (جون ۱۹۳۶ء) اچھے ہیں۔ اور غور و فکر کے بعد سلیقہ سے لکھے گئے ہیں ان دونوں بہنوں کی خدمت میں ۱۰-۱۰ روپیہ پیش کئے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ ۵-۵ روپیہ اور چار بہنوں کو بھی دئے جاتے ہیں یعنی جہاں بانو بیگم صاحبہ بی-اے حیدرآباد دکن (ج۔ نقوی) کو "عیادت" (جنوری ۱۹۳۶ء) پر جمیلہ بیگم صاحبہ کو "لڑکیوں کی صحت" (جون ۱۹۳۶ء) پر۔ مریم خانم صاحبہ بی اے کو "افلاس کا سبب" (جون ۱۹۳۶ء) پر مسز جلال کو "ساس بہو" (دسمبر ۱۹۳۵ء) پر۔

اخلاقی مضامین

بھی برے نہیں رہے ۵-۵ روپیہ کے دو انعام دو مضمونوں پر دئے جاتے ہیں "ملن" (سالگرہ نمبر ۱۹۳۵ء) از شہر بانو صاحبہ اور "مانگنے کی عادت" (دسمبر ۱۹۳۶ء) از درِ دانہ۔

مذہبی مضامین

خاصی اچھی تعداد میں شائع ہوئے ہیں۔ اول درجہ کے انعام ۱۰ روپیہ کی مستحق ورا صاحبہ ہیں دو مضمونوں کی وجہ سے "احکام الٰہی کی تعمیل" (مئی ۱۹۳۶ء) اور "شرک" (جون ۱۹۳۶ء) مسز داؤد محمد بیگم صاحبہ کے دو مضمون "جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے" (جولائی ۱۹۳۶ء) اور "علما اور فقہا کی صورتیں" (اکتوبر ۱۹۳۶ء) مسز جمیلہ بیگم صاحبہ کا مضمون "خدمت خلق" (نومبر ۱۹۳۶ء) بھی نظر انداز نہیں کئے جا سکتے جو ۵-۵ روپیہ کے انعام کے مستحق ہیں۔

تاریخی اور سیاسی مضامین

بلند پایہ اور بہت محنت سے لکھے ہوئے کئی شائع ہوئے ہیں۔ مگر قابل انعام مضامین صرف محترمہ شائستہ اختر بانو صاحبہ سہروردی بی اے آنرس کے "سیاست ہند" پر ہیں۔ بہن موصوفہ کو ان مضامین پر ۱۰ روپیہ بطور انعام دئے جاتے ہیں۔

سیر و سیاحت کے مضامین

کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے محترمہ مسز ہوراکے نے جاپان کے جو حالات لکھے ہیں وہ نہایت دلچسپ ہی نہیں بلکہ ان مضامین سے بہت سے مفید نتائج نکل رہے ہیں ان مضامین پر محترمہ موصوفہ کی خدمت میں اس دفعہ بجائے ۱۰ روپیہ کے ۵ روپیہ کا انعام دیا جاتا ہے ان کے انداز بیان کی دلکشی کی وجہ سے! بیس کے صغرا بیگم صاحبہ سبزواریہ کو سفرنامۂ ایران پر، اور رحمی بیگم صاحبہ بی اے کو انگلستان سے خطوط پر پہلے ۱۰-۱۰ روپیہ کے انعامات مل چکے ہیں ۵-۵ روپیہ اس دفعہ بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

تعلیمی مضامین

کئی قابل مردوں کے نہایت بلند معیار شائع ہوئے ہیں۔ خواتین کے لکھے ہوئے مضامین میں دو مضمون اچھے ہیں۔ "موجودہ تعلیم اور معلمات" (اپریل ۱۹۳۶ء) از رضیہ سلطان صاحبہ اور "تعلیم کا مقصد" (ستمبر ۱۹۳۶ء) از جمیلہ بیگم صاحبہ ان دونوں مضمون پر ۵-۵ روپے دئے جاتے ہیں۔

تنقیدی مضامین

کی تعداد گو اس قدر نہیں ہے جتنے اور موضوعوں کے مضامین کی، تاہم کئی مضمون قابل ذکر ہیں۔ سردار محمدی بیگم صاحبہ کا مضمون "گلستان خاتون" (نومبر ۱۹۳۶ء) شہر بانو صاحبہ کا مضمون "پیغمبر ادب" دلشاد الخیری نمبر

اور شائستہ اختر بانو صاحبہ سہروردی کے دونوں مضمون "کامیاب زندگی" (نومبر ۱۹۳۵ء) اور "مشرقی تہذیب کے گہوارہ پر مولانا کے آنسو" (راشد الخیری نمبر) یہ سب مضامین کافی مطالعہ کے بعد بہت قابلیت اور محنت سے لکھے گئے ہیں جن پر ۵-۵ روپیہ دئے جاتے ہیں۔

تفریحی مضامین شمار میں تو اچھے خاصے ہیں مگر عورتوں کے لکھے ہوئے کم ہیں آمنہ نازلی کا مضمون "دادی اور پوتی" (دسمبر ۱۹۳۵ء) اور بیگم عبدالرحمن خان کا مضمون "نیکی برباد گناہ لازم" (مارچ ۱۹۳۶ء) ۵-۵ روپیہ کے انعام کے مستحق ہیں۔

مختصر ادبی مضامین جو انشاپردازی اور طرز تحریر کی خوبی کی وجہ سے کشش رکھتے ہیں۔ تعداد میں خاصی ہے۔ اس دفعہ بھی اس موضوع کے ۱۰ روپیہ کے انعام کی مستحق ایس بی طاہرہ صاحبہ ہیں۔

صنعت و حرفت پر کئی مردوں کے لکھے ہوئے مضامین زیادہ شائع ہوئے ہیں تاہم امۃ الحفیظ صاحبہ کو ۵ روپیہ اس دفعہ بھی ان کے مفید مضمونوں پر دئے جاتے ہیں اور ۵-۵ روپیہ زنانہ دستکاری کے عمدہ عمدہ نمونوں کی وجہ سے محترمات نعیم النسا نشاط افزا اور سیدہ اشوف کی خدمت میں بھی۔

افسانوں کے اعتبار سے دونوں سال نہایت کامیاب ہیں۔ اور عورتوں کے لکھے ہوئے افسانوں کی بھی بہت معقول تعداد ہے۔ بالخصوص جولائی ۱۹۳۵ء "بچہ کی تندرستی کا سبب" (مئی ۱۹۳۵ء) "عورت سے مکالمہ" (مئی ۱۹۳۵ء) اور "محروم الوراثت" (مارچ ۱۹۳۶ء) ان افسانوں پر جمیلہ بیگم صاحبہ ۱۰ روپیہ کے انعام کی مستحق ہیں ان کے طبع زاد افسانے بھی خاصے اچھے ہوتے ہیں اور ترجمے بھی کافی کامیاب۔ اسماء سعید صاحبہ کے دونوں افسانے "شبیہ سرنگ" (نومبر ۱۹۳۵ء) اور "گھر کا شعلہ" (جنوری ۱۹۳۶ء) بھی نہایت کامیاب ترجمے ہیں معصومۃ الرحمن صاحبہ کے افسانے "تمنیا" (ستمبر ۱۹۳۵ء) "ناتجربہ کاریاں" (دسمبر ۱۹۳۵ء) "علم کی خاطر" (فروری ۱۹۳۶ء) بھی خاصے دلچسپ اور نتیجہ خیز افسانے ہیں۔ ۵-۵ روپیہ ان دونوں بہنوں کی خدمت میں بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

ڈرامہ کی کمی چلی آرہی ہے۔ عورتوں کے لکھے ہوئے ڈراموں میں صرف ایک ہے جس پر ۵ روپیہ کا انعام دیا جاتا ہے اور وہ موقر صاحب کی "بیوی کی سالگرہ" (نومبر ۱۹۳۵ء) تہذیب النسا صاحبہ بی اے کا ہے۔

نظموں کے اعتبار سے دونوں سال بہت اچھے رہے محترمہ بلقیس جمال کی نظمیں گو تعداد میں زیادہ نہیں تاہم موقع کی مناسبت سے شائع ہوئی ہیں وہ اول درجہ کے انعام ۱۰ روپیہ کی مستحق ہیں ۵ روپیہ محترمہ نوشابہ خاتون صاحبہ قریشی بی اے کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

تقریریں بہت کم شائع ہوئی ہیں۔ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ کی خدمت میں ۵ روپیہ کا یہ انعام پیش کیا جاتا ہے۔

تصاویر۔ سے کسی بہن نے بھی قابل ذکر اعانت اپنے پرچہ کی نہیں کی

تعداد مضامین۔ سب سے زیادہ مضامین شائستہ اختر بانو صاحبہ سہروردی بی اے آنرس کے شائع ہوئے ہیں ان سے کم جمیلہ بیگم صاحبہ کے اور ان سے کم مسز ہلاس کے اس لئے یہ تینوں بہنیں علی الترتیب ۱۵-۱۰-اور ۵ روپیہ کے انعام کی مستحق ہیں گی۔ ن صاحبہ کے مضامین اگرچہ شمار میں شائستہ اختر صاحبہ سہروردی کے مضمونوں کے برابر ہیں۔ لیکن بہت چھوٹے چھوٹے اور حقیقت میں ایک ہی مضمون کی کئی قسطیں ہیں جو دو دو صفحوں کی بھی نہیں تاہم ۵ روپیہ ان بہن کو بھی دئے جاتے ہیں

غیر مسلم خواتین کے مضامین یوں تو ہر جلد کے کئی پرچوں میں شائع ہوئے اور اٹھائیسویں اور انتیسویں سال کی مضمون نگار خواتین میں تقریباً ایک درجن غیر مسلم بہنیں ہیں لیکن ایسی کوئی بھی نہیں جن کے مضمونوں کی تعداد کم سے کم ۳ ہو۔

اٹھائیسویں اور انتیسویں سال کے بعض مضامین اپنے اپنے موضوعوں پر اس قدر اچھے ہیں کہ اول درجہ کے انعام کے مستحق قرار دئے جا سکتے ہیں لیکن جن بہنوں نے وہ مضامین لکھے ہیں۔ ان کے سال بھر یا دونوں سال کے مضمونوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اس لئے بعض موضوعات کے بہترین مضامین پر انعامات نہ دئے جا سکے۔

یہ انعامات مضامین کی اجرت نہیں مضمون نگار بہنوں کی قابلیت کا اعتراف اور ان کی گراں بہا قلمی اعانت کا شکریہ ہے۔ مالیت کے لحاظ سے کچھ شک نہیں کہ یہ رقمیں اس قدر حقیر ہیں کہ انہیں انعام کہتے ہوئے بھی ہمیں شرم آتی ہے جن مضمونوں پر ۵-۵ روپیہ کے انعامات دئے گئے ہیں ان پر بیس پچیس روپیہ انعام بھی دیا جاتا تو کم تھا لیکن یہ انعامات کسی فنڈ سے نہیں غریب عصمت اپنی طرف سے جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی یادگار کے طور پر تقسیم کرتا ہے۔ اس لئے امید ہے کہ ہماری عزیز اور محترم بہنیں انہیں قبول فرمائیں گی اور وقعت کی نظر سے دیکھیں گی۔

رازق الخیری

خاتون اکرم عصمتی انعامات کی مستحق بیبیاں

نمبر	نام	مقام	نمبر	انعام
۱	شائستہ اختر صاحبہ سہروردی بی اے آنرس	(کلکتہ)	۵،۵،۱۰،۱۰،۵،۱۵-	۵۰ روپیہ
۲	جمیلہ بیگم صاحبہ	(کلکتہ)	۵،۵،۵،۱۰،۱۰-	۳۵ روپیہ
۳	مسز برلاس صاحبہ	(ٹوکیو۔ جاپان)	۱۵،۵،۵-	۲۵ روپیہ
۴	شہربانو صاحبہ	(مظفرپور)	۱۰،۵،۵-	۲۰ روپیہ
۵	امۃ الحفیظ صاحبہ	(جالندھر)	۵،۵،۵-	۱۵ روپیہ
۶	سعیدہ ضمیرالدین صاحبہ	(حیدرآباد دکن)	۵،۱۰	۱۵ روپیہ
۷	بلقیس جمال صاحبہ	(میرٹھ)	۱۰،	۱۰ روپیہ
۸	امۃ الوحی صاحبہ	(دھلی)	۱۰-	۱۰ روپیہ
۹	گ۔ ن۔ صاحبہ	(کپورتھلہ)	۵،۵-	۱۰ روپیہ
۱۰	سردار محمدی بیگم صاحبہ	(لونسی بمبئی)	۵،۵-	۱۰ روپیہ
۱۱	و۔ ا۔ صاحبہ	(آگرہ)	۱۰،	۱۰ روپیہ
۱۲	اسمار سعید صاحبہ	(دہلی)	۵،۵-	۱۰ روپیہ
۱۳	ایس بی طاہرہ صاحبہ	(پشاور)	۱۰-	۱۰ روپیہ

۵-۵ روپے کے انعام کی مستحق یہ بیبیاں ہیں

نمبر	نام	مقام	نمبر	نام	مقام
۱۴	نوشابہ خاتون صاحبہ قریشی بی اے	(حیدرآباد دکن)	۱۵	نشاط افزا صاحبہ	(کلکتہ)
۱۶	صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ	(حیدرآباد دکن)	۱۷	تہذیب النسا صاحبہ بی اے	(لندن)
۱۸	محمدی بیگم صاحبہ بی اے۔	(حیدرآباد دکن)	۱۹	معنقمۃ الرحمٰن صاحبہ	(حیدرآباد دکن)
۲۰	ایس کے صغرا سبزواریہ صاحبہ	(کلکتہ)	۲۱	سیدہ اشرف صاحبہ	(ہگن گھاٹ)
۲۲	صالحہ عابد حسین صاحبہ	(دھلی)	۲۳	مسز سید احمد صاحبہ	(دھلی شہر)
۲۴	مسز حمید صاحبہ	(لکھنؤ)	۲۵	دردانہ	(حیدرآباد دکن)
۲۶	جہاں بانو بیگم صاحبہ نقوی بی اے۔	(حیدرآباد دکن)	۲۷	رضیہ سلطان صاحبہ	(فیروزپور)
۲۸	مریم خانم صاحبہ بی اے	(میسور)	۲۹	بیگم عبدالرحمٰن خاں صاحب	(بمبئی)
۳۰	آمنہ نازلی صاحبہ	(دھلی)	۳۱	نعیم النسا صاحبہ	(اچھپڑی)

راشد الخیری

شاہجہاں آباد کے سدابہار پھول

از حضرت علامہ **راشد الخیری** علیہ الرحمۃ

آج بھی، کہ شاہجہان آباد اپنے مکین گہری گور میں سُلا چکا۔ میٹھی باتوں کے رسیا، اور اچھی صورتوں کے کھوجی مطالعہ کی دوربین سے ایوان تاریخ میں اس مقام پر پہونچ جاتے ہیں، جہاں سریلی تانیں اور واقعی انسان دُنیائے فانی سے مٹ کر، اپنی بقائے ابدی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ ماضی حال پر ہنس رہی ہے اور چشم حیرت ان لوگوں کا مُنہ تکتی ہے جو موجودہ زمانہ کو ترقی سے تعبیر کر رہے ہیں۔ دل مجروح چاروں طرف ڈانواں ڈول پھرتا ہے، مگر اس آن بان کے انسان نظر نہیں آتے، جو آج شاہجہان آباد کے کھنڈروں میں آرام کر رہے ہیں، بیسویں صدی عیسوی کا تمدن ان بھولی صورتوں اور سیدھے سادھے لوگوں کا مضحکہ اُڑائے، دیوانہ ٹھیرائے اور سودائی بنائے مگر انسانیت ان کی بے لوث زندگی کی قسم کھا رہی ہے اور خلوص کے فرشتے ان کی باتوں پر عرصہ دراز تک پھول برسائیں گے۔

عزیزو! انصاف کی آنکھ سے دیکھنا، اور ایمان سے کہنا، ستر برس پہلے کی دلی آنکھ کے سامنے ہے۔....... مومن غالب، ذوق و آزردہ جیسی شکلیں..... جن پر شاہجہان آباد ناز کر رہا ہے، دنیائے حیات میں موجود ہیں، مومن خان کے مکان پر مجلس احباب جمی ہوئی ہے گرمی کے دن ہیں۔ اور خان صاحب کے پختہ مکان کی چاردیواری پر جس کے آثار اب تک چیلوں کے کوچہ میں موجود ہیں، مٹی کے آبخورے، چکوریوں کے پانی سے بھرے دُور تک رکھے ہیں آنے جانے والوں کا تانتا لگا ہوا ہے، پردیسی دُور دُور کے تھکے ہارے بیتابانہ ٹوٹ رہے ہیں، رحیما نوکر موجود ہے، اِدھر آبخورہ خالی ہوا، اُدھر اُس نے بھرا، اور رکھا۔ ایک رات کہ، چاندنی نکھری ہوئی تھی، نواب نصیر الدین خان صاحب سے ملنے آئے۔ پٹھان تھا تو سچ مچ کا نواب زادہ مگر سخن کا شیدا، اور خیال کا دلدادہ۔ حُسن عقیدت کا سُرمہ آنکھ میں تھا اور نشتر مضامین کا زخمی دِل پہلو میں۔ جھکا، ہاتھ چومے، سر پر رکھے، آنکھوں سے لگائے، اشتیاق آنکھیں ابھی سیر نہ ہوئی تھیں مگر ایک نو برس کا لڑکا، جس کے مُنہ پر بچپن کے پھول کھل رہے تھے، اور عمر نادانی کی چنور ہلا رہی تھی، دُور سے آیا، آبخورہ ہاتھ میں لیا اور نواب کی باتوں میں محو ہو گیا۔ ناتجربہ کاری، بچے کو کھینچ کر میزبان اور مہمان، دونوں کے قریب لے آئی دامن داغ پر وہ سدابہار پھول جو خان صاحب کے مُنہ سے جھڑ رہے تھے رکھتا جاتا تھا، کہ آبخورہ ہاتھ سے چھُٹ گیا، اور پانی کی چھینٹیں سب تک پہونچیں، مولانا احسن کی تیوری پر بل آگیا، اور کہنے لگے۔

"خان صاحب یہ کیا مداری کا تماشہ بنا رکھا ہے، بچہ بوڑھا بڈھا جوان، جو ہے سو چل ڈبے ہیں!"

کپڑے خان صاحب کے بھی لت پت ہوئے تھے، مگر ذرا چشم حقیقت سے اس دُنیا کا ایک ایک ذرہ دیکھو اور کہو

وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

خان صاحب نے فرمایا، "مولانا الحمد پر خیال ہے ذوق نے کیا اچھی بات کہی ہے۔

فیض چاہتا ہے اگر فیض کے اسباب بنا پُل بنا، چاہ بنا، مسجد و تالاب بنا

میاں! اُس کے تو ہم لائق نہیں، تو کیا اس سے بھی گئے گذرے ہوئے ؟"

پڑھنے والے، ان سطروں پر ٹھٹے لگائیں، چاہے سمع خراشی سمجھیں، مگر میں اپنے دل کو کیا کروں۔ عالم خیال میں، جب واقعات ان صورتوں کو سامنے لا بٹھاتے ہیں تو پہروں زیارت کرتا ہوں۔ گرد و پیش نظر ڈالتا ہوں کہ شاید اب بھی کوئی نظیر نظر آجائے، مگر رفتار زمانہ دل کے کان میں جھک کر کہتی ہے!

"دیوانے! تمدن بدل گیا، ہوائیں پلٹ گئیں، اب وہ لوگ کہاں؟ وہ دن ختم ہوئے اور راتیں سحر ہوئیں۔"

زمانہ پانچ برس آگے نکل آیا، نواب نصیر الدین خان کی ہڈیاں گل کر خاک ہو گئیں، پنجابی کٹڑہ جس کی خاک ریلوے سٹیشن کو گود میں لئے موجود ہے۔ اور جو اپنے ساتھ اپنے دیکھنے والوں کو بھی برباد کر چکی آباد ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ سلیم شاہی جوتی کی قیمت دلی کے چاٹتے ہیں، کٹرہ کی مسجد اور مدرسہ میں علوم کے دریا بہہ رہے ہیں، اور ان طلبا کا جم غفیر سیراب ہو رہا ہے، جن کی ایک یادگار مولانا نذیر احمد مرحومؒ تھے۔

دُور دُور کے لوگ، مدرسہ اور بانیٔ مدرسہ کی زیارت کو آرہے ہیں، اور علوم کے شیدا، سینکڑوں ہزاروں کوس سے گھربار چھوڑ اپنی زندگی، تمیری روٹی اور چنے کی دال پر بسر کر رہے ہیں۔ جمعہ ان طلباء کے واسطے پسم عید المسلمین ہے۔ کہ رؤسا کھانا بھیجتے ہیں اور دُعائیں لیتے ہیں۔

مولوی عبد الخالق صاحب [1] مرحوم، جن کے مزار پاک پر آثار الصنا دید فاتحہ کے پھول چڑھا رہی ہے۔ آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں۔ مغرب کی نماز ہو چکی۔ شبو حلال خور "خدا رسول کی امان" کہتا ہوا سامنے آیا، بیٹی کے بیاہ کا بلاوا دیا اور شام کی دعوت کی۔

وہی دُنیا ہے، اور وہی دُنیا کے بسنے والے، مگر وہ لوگ کہاں؟ دل ان کی پاک روحوں پر خون کے آنسو گراتا ہے، اور سیر نہیں ہوتا، آنکھیں اُن کی مقدس صورتیں چاروں طرف ڈھونڈھتی ہیں، اور نہیں پاتیں۔ کیسی خوبی کے انسان تھے، اپنی آن ٹوٹ جائے مگر دوسرے کا دل توڑنا نہ جانتے تھے، زمانہ ان صورتوں کو برباد اور ان کی ہڈیاں خاک کر چکا، مگر مٹنے والے اپنے کارناموں کی، ایسی یاد چھوڑ گئے، کہ مجھ جیسے دیوانے، مدة العمر سر پٹکیں گے اور اُن کا نظیر نہ پائیں گے، کجا مولوی عبد الخالق جیسا عالم متبحر جس کے نام پر بڈھا بادشاہ [2] تادم حیات

---

[1] حضرت علامہ مغفور کے پھوپا [2] حضرت علامہ مغفور کے پردادا بہادر شاہ ظفر۔ ایڈیٹر

حسنِ عقیدت کے جواہر نثار کرتا رہا، گجا! شبو حلال خور!۔

عزیزو! چند لمحہ کے واسطے، چشم ظاہری بند کرلو۔ موجودہ دلی کو بھول جاؤ۔ حقیقت کی آنکھوں سے دیکھنا عالمِ خیال اُس بستی میں پہونچادے گا، جہاں ہر چہرہ وضع داری کے زیور سے مُزیّن ہوگا۔ ایسے نفوس بہت سے نظر آئیں گے۔ جن کی موت پر جان پہچان اور پڑوسی تک خون کے آنسو گرائیں۔

دیکھ دیکھ چشمِ بینا، غور سے دیکھ! مولوی عبد الخالق، شبو حلال خور کے ہاں دعوت کھا رہے ہیں! دیکھ! دل بھر کر دیکھ، اب یہ سماں نظر نہ آئے گا۔ اور یہ قلب انسانی پر حقیقی حکومت کرنے والے بزرگ ہمیشہ او جھل ہو جائیں گے!

کیسی اچھی محفل جمی ہوئی ہے۔ کچی دیواروں کا گھر، مٹی کے دیوے، میلے کچیلے لوگ، مگر یہ وہ ہیں جن کی آنکھ کا ہر اشارہ پرکھنے والوں کو دل کے خلوص کا پتہ دے رہا ہے۔ حقیقی مسرت کے پھول ان کے چہروں پر کھل رہے ہیں۔ ۱۸۵۷ء جس نے شاہجہان آباد کی اینٹ سے اینٹ بجادی گذر چکا، ایک پندرہ ہی برس میں دلی کچھ کی کچھ ہو گئی اقلیمِ سخن کو ایک اشارے سے مسخر کرنے والے تاجدار اور قلوب انسانی کو ایک تان سے موہ لینے والے خوش الحان چل بسے۔ شعرا نامدار نے قبریں بسائیں اوروں کے کام آنے والے ختم ہوئے، مگر کچھ بچے کھچے بڈھے ٹھڈے اگلے وقتوں کی یاد دلا رہے ہیں، لیکن آرہا ہے وہ وقت کہ خزاں کے ظالم جھونکے سے یہ چراغ سحری بھی ہمیشہ کو گل ہو جائیں۔

لو عزیزو آنکھ اُٹھاؤ، اور اس مجلس پر نظر ڈالو، کیسے کیسے باکمال جمع ہیں ان کی چو گوشی ٹوپیاں اور سفید ڈاڑھیاں، ان کی سادگی پر قربان ہو رہی ہیں، یہ کھڑی چار پائی پر بیٹھنے والے ظاہری خاک نشین اور حقیقی عرش نشین ہیں، ان کے پہلو میں وہ دل ہیں جو دوسروں کے درد پر لہو بن کر ٹپکیں اور بیمار بن کر تڑپیں، نواب تجمل رسول خان کا دیوان خانہ ہے، شام ہو چکی ہے۔ بنئے کی دوکان پر آٹھ آٹھ نو نو برس کے لڑکے لڑکیاں ٹوٹی ہوئی بوتلیں میلے کچیلے کپڑے مٹی کی پیالیاں لئے کھڑے ہیں مگر ہمدردی کی آنکھ ان بھولے بھالے چہروں میں افلاس کا پتہ لگاتی ہوئی اس مقام پر پہونچتی ہے۔ جہاں خدا کے سوا کوئی نظر نہیں آتا، پیاروں! یہ اُن ماؤں کے لال ہیں جن کے سروں سے وارث اُٹھ گئے اور ان باپوں کے بچے ہیں جو اپاہج و بیمار گھروں میں پڑے ہیں ان کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈر اور پھٹے پرانے کپڑے چشمِ بصیرت کو عجب عجب رنگ دکھا رہے ہیں۔ یہ بے کس بیبیاں، بچوں کو کلیجے سو لگائے۔ پسائی اور سلائی پر گذر کر رہی ہیں، غربت نے، ان کے چاند سے چہرے خاک میں ملا دئے، مگر عصمت کی بیش بہا چادریں، ان کے شانوں پر پڑی ہوئی ہیں۔ زمانے نے ان کو قلاش بنا دیا ہے لیکن ان کے صبر اور وضع داری پر انصاف کے فرشتے درود پڑھ رہے ہیں، انسانیت، ان کے مصائب پر خون روتی

ہمدردی کے ہاتھ ان بیبیوں کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں، رونا اس کا ہے کہ عفت کی ان تصویروں کے قدموں پر آنکھیں بچھانے والے لوگ، اب دکھائی نہیں دیتے۔ وہی نواب صاحب کا دیوان خانہ ہے، اور چوگوشی ٹوپیوں والے بزرگ۔ ذرا ان کی باتیں سُنئے، اور مزے لیجیے،

"میاں اُبقّن ظہر کی نماز پڑھ کر نکلا تو چار جگہ پیسہ پیسہ کا گوشت لیا حکیم جی کی بیوی نے دال کا پیسہ بھیج دیا تھا وہ لی۔ سلیم کے ہاں کا باجرہ۔ محمود کی اماں نے جوار کا آٹا کھو دیا تھا۔ خانم کے بازار سے وہ بلاؤ ہیں عصر پڑھی لونٹیوں کو دھیان آیا کہ شبّو کی اماں، کئی دن سے دیوٹ کو کہہ رہی ہیں۔ چوک چلا گیا۔ شام آن پہونچی تھی بھاگم بھاگ آیا اور مار مار ایک ایک کے سودے دیے، بیچاری حُسینی کا آبخورہ پھر بھی رہ گیا، اب مغرب پڑھ کر وہ لایا"

نواب تجمل رسول "میر صاحب کے ہاں کی بھی خبر لی کچھ پکا یا نہیں؟"

"میر ظریف" وہاں تو صبح کو بھی اللہ ہی کا نام تھا، بارہ بجے مجھے خبر ہوئی روٹی پکی نہ تھی۔ آٹا گندھوا اُسی وقت تندور سے پکوا کر لایا اور پہونچائی۔ اس وقت کی خبر نہیں چراغ تو میں نے دکھوایا تھا۔ جل رہا تھا"

نواب صاحب "بس تو بھائی کھانا تیار ہے لو جاؤ دے آؤ، اور حُسینی کے ہاں کی خبر لیتے آنا"

کہاں چلے گئے تم؟ اے انسان کی صورت میں فرشتوں! آج ہمدردی کی دُنیا تمہارے بغیر سُنسان پڑی ہے عصمت کی دیویاں اندھیروں میں راتیں، اور فاقوں میں دن کاٹ رہی ہیں، اور کوئی اتنا نہیں کہ ان کی حالت پر دو آنسو بہالے! خود غرضی کے ہوا چاروں طرف چل پڑی، اور عالمِ حیات کا ہر ذی ہوش انسان ترقی کی امیدوں میں مدہوش ہے۔

ہوا تمہارے قدموں کی خاک تک اُڑا لے گئی، اور اب تمہارے خیال کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں، جو مجھ جیسے دیوانے، سر آنکھوں پر رکھیں۔ بزرگو! تم فرشتۂ رحمت تھے، کہ اپنی بہار کا جلوہ دکھا کر ایک عالم کو دنگ کر دیا۔ تمہاری زندگی کے خوشبو دار پھول جو قیامت تک مہکیں گے۔ دُنیائے فانی کے چمنستان میں بے نظیر تھے اور رہیں گے۔۔۔ خیال، تمہاری یاد سے مفارقت نہیں کرتا۔ مگر سپیدۂ سحر قریب ہے، رات ختم ہوئی۔ رخصت ہے اور عالمِ ممات میں زندگی کے وہ مزے لُوٹو جو زندوں کو مر کر بھی نصیب نہ ہوں گے۔ (از تمدن ۱۹۱۳ء)

بقیہ مضمون صفحہ ۱۹

یا غیر منقولہ سوتیلے باپ کی دست برد سے محفوظ رہے، ماں کی ولایت دوسرے نکاح کے بعد برائے نام بھی باقی نہ رہے یعنی جو کچھ بچوں کے باپ نے چھوڑا ہے اس کا ماں سے واسطہ نہ رہے۔ بیوہ کا مہر بجائے فرضی دس بیس ہزار روپیہ کے اس کے بچوں کی پرورش تعلیم قرار دیا جائے یہ نہ ہو کہ یتیم بچے جب اپنا مال سمجھا اور دیکھ بھال کے قابل ہوں تو وہ سُنیں کہ ان کے

بیوہ کا دُوسرا نکاح

وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ (نور ع ۴۔ پ ۱۸) ترجمہ۔ اور اپنی رانڈوں کے نکاح کردو۔

نکاح کی ضرورت جس طرح مرد کو ہے اسی طرح عورت کو، ایک جوان مرد جس طرح بیوی کے انتقال کے بعد نکاح ثانی کا حق رکھتا ہے اسی طرح ایک جوان عورت کو بھی بیوہ ہونے کے چار ماہ بعد دوسرا نکاح کرنے کا حق حاصل ہے جن مذاہب نے بیوہ کو نکاح ثانی کی اجازت نہیں دی انھوں نے انسانی فطرت کا مطالعہ نہیں کیا۔ سولہ سولہ اٹھارہ اٹھارہ برس کی جوان لڑکیوں کی بیوہ ہونے کے بعد دوسری شادی نہ کرنا اور مذہب یا سوسائٹی کا ان کے لئے یہ فیصلہ صادر فرمانا کہ وہ اپنے فطرتی جذبات کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیں قدرت سے جنگ کرنا ہے جس کا نتیجہ انسان کی شکست اور ندامت کے سوا اور کیا نکل سکتا ہے رانڈوں کی شادی نہ کرنے کا سوسائٹی کی اخلاقی حالت پر جس قدر شرمناک اثر پڑا اور جو دردناک نتائج قدرتی طور پر پیدا ہوئے انھوں نے بالآخر غیر مسلموں کی آنکھیں کھول دیں اور وہ بھی اب نکاح بیوگان کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں اور اس طرح اسلام کے فیصلہ کے آگے سر جھکا رہے ہیں۔ ہمنے چمنستان اسلام کے جن خوشنما پھولوں کو اپنی جہالت سے روند ڈالا اغیار آج ان سے اپنا دامن بھر رہے ہیں۔ ہمسایہ قوموں کے رسم و رواج سے متاثر ہو کر آج بھی بہت سے مسلمان ہیں جو بیوہ بہن کے نکاح ثانی کو تو معیوب خیال کرتے ہیں مگر خود پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی "سنت" سے تعبیر فرماتے ہیں۔ کاش وہ اسلام کا ٹھنڈے دل سے مطالعہ کرتے اور اس پر غور فرماتے کہ سرور کائنات کی بیویوں میں سوائے بی بی عائشہ صدیقہ رضی کے ایک بھی کنواری نہ تھیں۔ سب رانڈیں تھیں۔ بانیٔ اسلام صلعم نے اسلام کے مفاد کے لئے ایک سے زیادہ نکاح کئے اور رانڈوں اور بڑھیوں سے۔ پس رسول برحق کا کلمہ پڑھنے والے بیوہ سے نکاح کرنا عیب سمجھیں یا باری تعالیٰ کا تو کھلے ہوئے الفاظ میں یہ ارشاد ہو کہ "رانڈوں کی شادیاں کردو" اور جوان بیوہ بہن یا بیٹی بیٹھی ہو اور وہ اس کا نکاح ثانی نہ کریں اور اس طرح اس مذہب مقدس کے احسانات کا معاوضہ ادا کریں جو دین و دنیا میں ان کی کامیابی کا سیدھا سادا آسان رستہ بتا اور دکھا رہا ہے تو یقیناً ان سے زیادہ محسن کُش اور سرکش، کوتاہ عقل اور ناعاقبت اندیش کوئی نہیں ہو سکتا رانڈوں کی شادی انسان کا نہیں خدا کا فیصلہ ہے اور قرآن مجید کو سچے دل سے کلام الٰہی یقین کرنے والے کس مسلمان کی مجال ہے کہ اس کے کسی حکم کے خلاف دم مار سکے۔ ہاں بحث ہو سکتی ہے بچوں والی بیوہ کے نکاح ثانی پر کہ اس کے بچوں پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ "نوحۂ زندگی" حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی بہت مشہور اور مقبول تصنیف ہے جس سے متاثر ہو کر سیکڑوں نہیں ہزاروں بیواؤں کی شادیاں کی گئیں۔ اس کتاب کے دیباچہ میں حضرت علامہ مغفور نے اس مسئلہ پر بحث کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ

"بیوہ اگر بچوں والی ہے تو بچوں کی پرورش تعلیم و تربیت کا قابل اطمینان انتظام ہو جائے۔ ان کی جائداد منقولہ

باقی مضمون صفحہ ۱۸ پر ملاحظہ ہو۔

ذہنیت جو ترقی کے راستے میں حائل ہے

ساری ترقی کی ابتداء یہ ہے کہ انسان عجائبات قدرت کے آگے حیران اور ہکا بکا کھڑا ہو اور جاننے کا شوق ہو اور اپنی کم علمی اور جہالت کا اُس کو اعتراف اور حس ہو۔ اگر یہ بات نہ ہوگی تو کسی قسم کی بھی ترقی نہیں ہوسکتی۔ یورپ میں دن رات نئی نئی ایجادیں ہوتی رہتی ہیں نئی نئی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ پرانی باتیں غلط ثابت ہوتی رہتی ہیں۔ شلاً شروع شروع میں وہاں بھی لوگ یہی سمجھتے تھے کہ بیماری براہ راست اللہ کی بھیجی ہوئی ہے اُس کا علاج بھی کرنا گویا نعوذ باللہ اللہ کا مقابلہ کرنا ہے۔ گو اصل مسبب الاسباب تو اللہ ہی ہے۔ مگر چیزوں میں اثر بھی تو اُسی نے رکھا ہو۔ سنکھیا میں یہ اثر رکھا کہ اگر کوئی کافی مقدار میں کھائے تو مرجائے۔ آگ میں یہ اثر رکھا کہ جلا دیتی ہے گندگی میں ہیضہ کے جراثیم پیدا کئے جو انسان کو مار ڈالتے ہیں۔ اللہ ہی نے ان آفتوں سے بچنے کے طریقے بتائے علم دیا عقل دی حکمت دی۔ علم کا جاننا مسلمان مرد اور عورت پر فرض کیا۔ عالم کو بڑا درجہ دیا۔ پھر جو نہ جانے وہ بھگتے۔

میں یہ دیکھتی ہوں کہ ہندوستان میں اکثر بیبیاں یہ سمجھتی ہیں کہ وہ سب کچھ جانتی ہیں ان کو کسی بات کی ضرورت نہیں۔ اگر ان کو کوئی بات بتائی جاوے تو کہتی ہیں کہ یہ ہمارا ملک ہے ہم جانتے ہیں کہ ہمارے لئے کیا مفید اور کیا مضر ہے۔ ہر ملک کا الگ الگ حال ہے۔ یہ بات بہت کہی جاتی ہے کہ جرمنی میں یورپ میں ایسا ہوگا یہ ہندوستان ہے جو بات جرمنی یا یورپ میں درست ہے ہندوستان میں ضروری نہیں کہ درست ہو۔ بعض باتوں میں یہ صحیح ہو ہر بات میں صحیح نہیں۔ بھوک وہاں بھی لگتی ہے اور کھانے سے پیٹ بھر جاتا ہے۔ وہاں بھی پیاس لگتی ہے اور پانی پیاس بجھا دیتا ہے۔ سنکھیا وہاں بھی زہر ہے اور ہندوستان میں بھی۔ گندگی وہاں بھی بیماری پیدا کرتی ہے اور یہاں بھی۔ سردی میں گرم کپڑا یہاں بھی بدن کی حفاظت کرتا ہے اور وہاں بھی۔ آگ وہاں بھی گرم ہے اور یہاں بھی۔ برف وہاں بھی ٹھنڈی اور یہاں بھی۔ جو درجہ حرارت یہاں تندرستی کا ہے وہاں بھی۔ ایک منٹ میں جتنی دفعہ سانس کا چلنا وہاں بیماری کی علامت ہے یہاں بھی۔ نمونیہ کا مرض جیسا یہاں ہوتا ہے وہاں بھی۔ جو علاج وہاں ہے وہی یہاں بھی۔ جو جہالت اور ذہنیت یہاں ہے ایسی ہی پہلے وہاں بھی تھی جس ذہنیت کے لوگ بہت سے یہاں ہیں وہاں بھی اب تک ملتے ہیں۔ جادو اور ٹوٹکے کے ماننے والے لوگ وہاں بھی اب تک ملتے ہیں۔ کرامات کا یقین کرنے والے وہاں بھی موجود ہیں۔ میرے شوہر کے بڑے بھائی کے پاس جرمنی سے ایک عورت کا خط آیا ہے جس میں اُس نے لکھا ہے کہ مجکو معلوم ہوا ہے کہ میرے مرے ہوئے باپ کو آپ زندہ کرسکتے ہیں مہربانی فرماکر توجہ کیجئے۔ یورپ اور ہندوستان میں فرق یہ ہے کہ جو حالت آج کل یہاں ہے وہ وہاں بھی تھی مگر اب عرصہ سے گذر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ "شاید تم کو ایک چیز ناپسند ہو۔ مگر وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ اور شاید تم کو ایک چیز اچھی معلوم ہوتی ہو اور وہ تمہارے لئے بُری ہو" اسی آیت میں تمام ترقی کا راز ہے۔ اگر کوئی آدمی کہے کہ کھانے کے بعد تربوز کھاؤ تو فوراً یہ کہہ دینا کہ یہ بہت مضر ہے بڑی حماقت ہے اور یہ کہنا کہ عرب و شام میں مضر نہ ہو ہندوستان میں تو مضر ہے اور بھی حماقت ہے۔ بلکہ چاہیئے یہ کہ آدمی سوچے سمجھے حکیم سے ڈاکٹر سے پوچھے کہ مضر ہے تو کیوں؟ اور مفید ہے تو کیوں؟ ایک دم سے یہ نہ کہو کہ ہمارے ملک میں تو مضر ہے وہاں نہ ہوگا۔ میں دیکھتی ہوں کہ کھانے پینے کے متعلق ہندوستان میں بہت ہی غلط خیالات ہیں۔ اس کی وجہ سے شاید ہی کوئی تندرست ہو۔ جہاں چار پانچ بچے ہیں وہاں بیماری دائمی رہتی ہے۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ اللہ بڑا بول نہ بلوائے۔ آج چھ سال ہندوستان میں آئے ہوئے ہو گئے اللہ کے فضل سے مجھ کو میرے شوہر کو اور میرے تینوں بچوں میں سے کسی کو معدہ کا مرض نہیں ہوا۔ گو ہمیشہ کھانے کے بعد تربوز کھایا۔ کھانسی میں نیبو اور نارنگی ہی کھلا کر اچھا کیا۔ تیل کا کھلایا بخار میں ٹھنڈے پانی کا کپڑا نچوڑ کر سینہ اور کمر اور پیٹ پر لپیٹا اور فوراً پسینہ آکر اللہ کے حکم سے بخار جاتا رہا۔ ہیضہ کے زمانے میں کھیرا۔ ککڑی خربوزہ اور جو لوگوں نے منع کیا کھایا اور بچوں کو کھلایا اللہ نے ہمیشہ فضل رکھا۔ ہاں بیماریوں کے اسباب معلوم کئے۔ صفائی کا خیال رکھا ہیضہ کے زمانے میں خاص کر صفائی کا خیال کیا۔ ہیضہ کا سبب صرف جراثیم (نہایت ہی ننھے ننھے کیڑے جو آنکھ سے دکھائی بھی نہیں دیتے) ہوتے ہیں جو نہایت کمزور اور ضعیف اور ناتوان ہوتے ہیں گندگی میں پیدا ہوتے ہیں اور وہیں نشو ونما پاتے ہیں۔ ایک جرمنی ڈاکٹر مسمی کوخ نے ہندوستان کے ایک تالاب میں سب سے پہلے پتا لگایا تھا۔ ہوا اور روشنی اور دھوپ میں یہ کیڑے دیر تک زندہ نہیں رہ سکتے اگر بمشکل منہ تک پہنچ جاتے ہیں تو اکثر منہ کے لعاب میں جو ترش رس ہوتا ہے اُس سے اکثر ہلاک ہو جاتے ہیں اگر وہاں سے بچ کر معدہ تک پہنچے تو پھر معدہ میں جو ترش رس ہوتے ہیں اور جو کھانے کے ہضم کرنے میں مدد دیتے ہیں وہ ان کیڑوں کو مار دیتے ہیں اگر یہاں سے بچ کر یہ کیڑے آنتوں میں سلامتی سے پہنچ جاتے ہیں تو پھر وہاں اُن کی تعداد بڑھتی ہے اور بہت جلدی چند کیڑوں سے کروڑہا بن جاتے ہیں اور آدمی کو ہیضہ ہو جاتا ہے۔ اگر آدمی ہیضہ کے زمانے میں پھلوں کو ترکاری کو پوٹاسیم پرمانگنیٹ (چار آنہ کا مہینوں کے لئے کافی ہوتا ہے) سے دھولے تو کیڑے ہیضہ کے مر جاتے ہیں۔ پھر اگر جیسے پہلے دستور تھا کھانے کے ساتھ سرکہ یا نیبو کھائے تو یہ بھی اُن کیڑوں کو مار دیتے ہیں۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو بھی معدہ کے رس اُن کیڑوں کو مار دیتے ہیں لیکن اگر کھانا کھانے میں بار بار پانی پی لیا تو وہ رس پتلے ہو جاتے ہیں اور ان میں قوت کم ہو جاتی ہے۔ ککڑی۔ کھیرے۔ خربوزے وغیرہ کا قصور نہیں۔ قصور یہ ہے کہ معدہ میں جو دشمنوں سے لڑنے کی طاقت ہوتی ہے اُس کو خراب غذائیں کھا کر کمزور کر دیا جاتا ہے۔ یہ میں نے ایک مثال دی ہے۔

دوسری ایک مثال اور ہے آج کل بھی سب سے گرمی کا زمانہ ہے بہت سے ہندوستانی گھروں میں شروع اپریل سے

برف کا استعمال ہو رہا ہے ہمارے ہاں برف اب تک نہیں آئی۔ احتیاط اور سلیقے سے پانی ٹھنڈا رکھا جا سکتا ہے بہت سے
سگھڑ گھرانوں میں ہمیشہ باسی ٹھنڈا پانی ہر وقت ملتا ہے۔ لوگوں کو یہ معلوم نہیں جس طرح گلے اور ناک میں زکام ہو جاتا
ہے تو معدہ پھر کھانا اچھی طرح ہضم نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ اکثر آج کل معدے خراب رہتے ہیں۔ پرسوں میں نے
ایک بی بی کو کہتے سنا کہ بوا میں تو جب تک برف کا پانی نہ پیوں کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ ان کی جہالت پر بڑا افسوس ہوا۔
ایسی ایسی ہزاروں مثالیں ہیں۔ اللہ کا علم بڑا ہے کسی کو علم کے سمندر میں سے ایک قطرے کے برابر بھی علم نہیں مگر
ہر روز علم بڑھ سکتا ہے لیکن اگر ایک شخص یہ سمجھے کہ مجھ کو سب کچھ آتا ہے مجھکو کسی بات کی ضرورت نہیں تو اللہ ہی اُس کا
نگہبان ہے۔ ابھی علیگڈھ میں یونیورسٹی کے ڈاکٹر صاحب نے ایک کورس کا اعلان کیا تھا جس میں وہ بچوں کی پرورش
کے متعلق تعلیم دیتے مجھ کو سُن کر بڑا تعجب ہوا جب مجھے معلوم ہوا کہ بعض بیبیوں نے یہ کہا کہ ہمیں سب کچھ آتا ہے گو میں
جانتی ہوں کہ ان کو الف کے نام بے بھی نہیں معلوم۔ مگر مجکو بڑی خوشی ہوئی میں نے اپنا نام فوراً دیدیا۔ لیکن یہ کورس شروع
نہیں ہوا۔ غالباً کافی نام نہیں پہنچے۔

اللہ نے بڑی بڑی نعمتیں دی ہیں۔ کیسے کیسے لذیذ اور مفید پھل پیدا کئے ہیں مگر بندہ ایسا ناشکرا اور جاہل ہے
کہ اپنی جہالت سے اپنا نقصان کئے چلا جاتا ہے۔ اللہ نے ہر بیماری کی دوا پیدا کی ہے ہر ملک اور ہر موسم کے لحاظ سے
پھل پیدا کئے ہیں۔ مگر ہندوں نے اپنی محرومیٔ قسمت سے یا شاید کسی گناہ کے عذاب اور سزا کی وجہ سے حلال کو اپنے
اوپر حرام کر لیا ہے۔ گرمی میں تربوز بنایا اور پھر گرم ملک میں پیدا کیا انگلستان اور جرمنی میں تربوز نہیں ہوتے۔ گرمی سے
حفاظت کے لئے اُس کا چھلکا خوب موٹا بنایا۔ مگر کسی کی محرومیٔ قسمت کو کوئی کیا کرے کہ اُس کی عقل نے یا کسی شیطان
نے کسی حکیم کی شکل میں یہ بتا دیا کہ تربوز بادی ہوتا ہے۔ اب آم آگئے ہیں مگر ابھی بارش شروع نہیں ہوئی جن کی قسمت میں
کم آم کھانے لکھے ہیں اُن کو یہ سمجھا دیا ہے کہ بارش سے پہلے یا تو آموں میں پورا مزا نہیں یا مضر ہیں۔ میں تو چھ سال
سے برابر آم کھا رہی ہوں بارش سے پہلے بھی مزیدار اور بعد کو بھی مزیدار اور اللہ کے فضل سے کبھی آم کھانے سے
کوئی بیماری نہیں ہوئی۔ پھنسیاں نہیں ہوئیں دست نہیں آئے گو بعض وقت بہت سارے آم بھی کھائے۔ ہاں بعض
پھل ایسے ہوتے ہیں جن میں لکڑیت (سیلولائڈ) کا مادہ ہوتا ہے جن پر اگر پانی پیا جاوے تو وہ مادہ پیٹ میں پھول
جاتا ہے اور مضر ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے قانون بنا دیئے ہیں جن کا جاننا ضروری ہے۔ جو ان قوانین
کو جانتا ہوا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ زمین اور آسمانوں کے بیچ میں ہے اُس کو اُس کے لئے تسخیر کر دیا ہے۔ میں اپنے شوہر کی
ممنون ہوں جنہوں نے میرے خیالات لکھ دیا ہے۔

فاطمہ خیری برلنی (جرمنی) حال مسلم یونیورسٹی (علیگڈھ)

متعدی اور وبائی امراض سے بچنے کی تدابیر

از کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب۔ اے۔ آئی آر او این آر پی ایس (گلاسگو) ایل ایم (ڈبلن) وغیرہ وغیرہ ڈویژنل میڈیکل افسر سٹیٹ ریلوے

موت وزیست، مرض وصحت اللہ کی طرف سے ہیں، بلاشبہ ایسا ہی ہے۔ ایک کالا زہریلا سانپ آپ کی طرف آتا ہو۔ آپ فوراً اچھلتے ہیں۔ کودتے ہیں۔ بھاگتے ہیں اور ہر ممکن تدبیر کرتے ہیں کہ آپ اس سے محفوظ رہیں۔ آپ یہ خوب سمجھتے ہیں کہ اگر سانپ نے ڈس لیا تو خیریت نہیں ہے۔ ایک جاہل اور بیوقوف بھی سانپ سے بچنے کی تدبیریں کرتا ہے موت وزیست اللہ کے ہاتھ ہے، پھر آپ سانپ سے کیوں بھاگتے ہیں۔ کاٹ لینے دیجئے، موت ہوگی تو مر جائے گا ورنہ خیر۔

جب ہم کہتے ہیں کہ چیچک کا ٹیکہ لگوا لیجئے، ہیضہ کا انجکشن لگوا لیجئے، دق کے مریض کے کھانے پینے کے برتن علیحدہ کر دیجئے اور اس کے سانس اور تھوک سے بچنے کی تدابیر کیجئے، مچھروں سے بچنے کے لئے جالی لگا کر سوئیے تو آپ ہنس کر فرماتے ہیں موت وزیست اللہ کے ہاتھ ہے، ان جھگڑوں سے کیا ہوتا ہے۔ یقین جانئے کہ صرف جہالت آپ سے ایسی غیر ذمہ دارانہ بات کہلواتی ہے، چونکہ سانپ کے زہر سے سب لوگ خوب واقف ہیں اس لئے اس سے بچنے کی خواہش زوردار ہوتی ہے۔ متعدی اور وبائی امراض کے خطرات اس قدر نمایاں نہیں ہوتے اور ان کے پیدا ہونے کے طریقوں سے آپ بخوبی واقف نہیں اس لئے ان سے محفوظ رہنے کے طریقوں کا آپ مذاق اڑاتے ہیں اور ان پر اعتبار نہیں کرتے۔ آیئے آپ کو چند مہلک امراض کے متعلق کچھ بتائیں۔

ملیریا (موسمی بخار) جاڑا بخار ہمارے ملک میں ایک عام مرض ہے اس کو کوئی اہمیت بھی نہیں دی جاتی لیکن ہندوستان میں جس قدر اموات اس بخار ملیریا سے ہوتی ہیں وہ ہیضہ اور طاعون اور دیگر تمام امراض سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں، ہندوستان میں ہر سال تقریباً دس بارہ لاکھ آدمی ملیریا سے مرتے ہیں، مالی نقصان صحت کا خراب ہو جانا اور دیگر مصیبتیں جو ملیریا کی وجہ سے ہوتی ہیں ان کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ یونان اور روم کی تہذیب وترقی کے زوال کا سب سے بڑا باعث ملیریا تھا۔ ہندوستان میں کمزوروں کی ہیئات کے اسباب میں ایک بڑا سبب ملیریا بھی ہے۔

ملیریا کیسے ہوتا ہے مچھر ملیریا کے مریض کے خون سے جراثیم حاصل کر کے جب کسی تندرست آدمی کو کاٹتا ہے تو اس کے جسم میں ان جراثیم کو ڈال دیتا ہے اور آٹھ دس روز بعد اس تندرست آدمی کو بھی بخار آنے لگتا ہے۔ اگر کسی دوا کے ذریعہ تمام ہندوستان کے مریضوں کے خون میں ملیریا کے جراثیم ہلاک کر دئیے جائیں۔ یا پھر تمام مچھر غارت ہو جائیں تو ملیریا سے نجات حاصل ہو سکتی ہے، لیکن یہ فی الحال ممکن نہیں، اس لئے یہ کوشش کرنا چاہئے کہ ہمیں مچھر نہ کاٹ سکیں اور گھر میں جہاں تک ہو سکے مچھر نہ آنے پائیں، ساتھ ہی اگر کسی کو ملیریا بخار گھر میں آ جائے تو اس کو ہر وقت مچھر دانی میں رکھیں تاکہ مچھر اس کے خون سے جراثیم حاصل کر کے دوسروں کو بھی ملیریا نہ لگا دیں۔ مریض کا علاج بھی اس قدر معقول کرائیں کہ تندرست ہو جائے پھر بھی وہ دوسروں کے لئے خطرناک نہ ثابت ہو سکے۔ مریض کے خون میں ملیریا کے جراثیم دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو بخار پیدا کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو بخار چلے جانے کے بعد بھی خون میں رہتے ہیں اور جن کو مچھر خون سے حاصل کر کے ملیریا کو دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ کونین بخار کے جراثیم کو مار دیتی ہے لیکن ملیریا پھیلانے والے جراثیم کونین سے ضائع نہیں ہوتے ان کو مارنے کے لئے ایک دوا پلازموکین ضروری ہوتی ہے۔

احتیاط

جب ملیریا پھیل رہا ہو تو رات کو بستر میں جالی لگا کر سوئیے اور سوتے وقت یہ بھی دیکھ لیجئے کہ مچھر جالی میں گھس تو نہیں آئے ہیں۔ دن میں بھی مچھروں سے بچئے۔ شام کو بچنے کے لئے سنگترہ کا تیل کھلے ہوئے جسم کے حصوں پر لگا لیجئے۔ لوبان وغیرہ کے دھوئیں سے بھی مچھر بھاگتے ہیں اس لئے شام کو لوبان سلگا کر کمرے سے مچھروں کو بھگا دیجئے۔

مچھروں سے جنگ

مچھر اندھیری اور نم جگہ میں رہنا پسند کرتے ہیں لٹکتے ہوئے کپڑوں اور پردوں کے پیچھے دن میں چھپ رہنا انہیں بہت مرغوب ہے۔ سفید اور زرد رنگ سے بڑے گھبراتے ہیں اس لئے پردے وغیرہ زرد رنگ کے ہوں تو بہتر ہے۔ کپڑوں کو ہرگز کمرے میں نہ لٹکائیے۔ صندوقوں، الماریوں اور ایسی ہی دیگر سامان کے پیچھے اتنی جگہ رکھئے کہ وہ صاف کی جا سکے۔ ان کے پیچھے مچھر دن بھر آرام کرنے کے عادی ہیں۔ کمروں میں مچھروں کو مارنے کی بہت سی ترکیبیں ایجاد ہوئی ہیں۔ سب سے آسان یہ ترکیب ہے کہ چند گھڑوں کو اندر سے کالا اور اوپر سے سفید کر لیجئے اور گھر کے مختلف کونوں میں رکھ دیجئے مچھر اس میں پناہ لینے کے لئے داخل ہو جائیں گے یہ آپ کے قیدی ہیں ان کو ضائع کر دیجئے باقی جو کمرے میں ہیں ان کے لئے کمرے کو بالکل بند کر کے فلٹ یا ایسی ہی کوئی اور دوا چھڑک دیجئے۔ پندرہ منٹ کے بعد تمام مچھر آپ کو فرش پر مردہ اور نیم مردہ پڑے ہوئے ملیں گے آپ اُن کو جھاڑ کر چولہے میں ڈال دیجئے۔

بجلی کی ایسی مشین بھی ایجاد ہوئی ہے کہ جس کی روشنی کی طرف لاکھوں کی تعداد میں مچھر آ جاتے ہیں نزدیک آتے ہی اس مشین کے پنکھے کی ہوا اُن کو کھینچ کر گرفتار کر لیتی ہے دوسری طرف بجلی ہی کے شعلے اُن کو ضائع کر دیتے ہیں۔

اٹیبرین اور پلازموکوئین دو ایسی دوائیں ایجاد ہوئی ہیں کہ ان کے صحیح استعمال کے بعد کسی کو ایک دو دن سے زیادہ ملیریا کے بخار میں مبتلا نہیں رہنا چاہیئے۔

چیچک

اس بیماری کے نتائج سے کون واقف نہیں۔ بچپن میں اندھا بنا دینے والی بیماریوں کی یہ سرتاج ہے۔ اگر کوئی اس مرض سے بچ جاتا ہے تو اندھا، بہرا، گونگا اگر نہیں ہو جاتا تو کم از کم ہمیشہ کے لئے داغدار تو ضرور ہو جاتا ہے۔ لڑکیوں کے لئے یہ بیماری ایک بلائے آسمانی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے جس قدر بھی کوشش کی جائے کم ہے۔ یہ بیماری بڑی خراب ہے لیکن اس سے بچنا بہت آسان ہے۔

چیچک کے ٹیکہ کی ابتدا

ایک زمانہ ہوا ولایت کے ایک گاؤں میں بڑے زور سے چیچک پھیلی۔ سب گاؤں والے اس مرض میں مبتلا ہوئے لیکن جو لوگ گایوں کا دودھ نکالتے تھے بچ گئے۔ ڈاکٹر جینر کو اس مشاہدے سے بڑی حیرت ہوئی انہوں نے اس کی وجہ معلوم کی تو یہ ظاہر ہوا ہے کہ گائے کی چیچک کا مواد اگر کسی کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے تو اُس کو چیچک سے نجات مل جاتی ہے۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے بہت تجربات کئے گئے اور آج چیچک کا ٹیکہ اس موذی مرض سے بچنے کا بڑا مفید ذریعہ ہے۔

یہ خیال کہ چھوٹے بچہ کو ٹیکہ نہیں لگانا چاہیئے غلط ہے۔ جب بچہ سات دن کا ہو جائے تو ٹیکہ لگوا دینا چاہیئے۔ ٹیکہ اگر اُبھر آئے تو کامیاب تسلیم کیا جاتا ہے اور اگر نہ اُبھرے تو پھر لگوانا چاہیئے اس کا اثر تین سے پانچ سال تک رہتا ہے اس لئے بہتر ہے کہ ہر تیسرے سال ٹیکہ لگوایا جائے اور یہ ٹیکہ اگر صحیح طریقہ سے لگوایا جائے اور نہ اُبھرے تو مضائقہ نہیں اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جسم میں چیچک سے بچنے کی قوت موجود ہے۔ ایک یہ خیال بھی عام ہے کہ جس زمانہ میں چیچک پھیلی ہوئی ہو ٹیکہ نہیں لگوانا چاہیئے یہ بہت خطرناک خیال ہے اگر چیچک کا ٹیکہ پہلے کبھی نہیں لگوایا گیا ہو تو چیچک کا زور ہوتے ہی ضرور لگوا دینا چاہیئے۔

چیچک کے لئے دوسری احتیاطیں

چیچک کے مریض کو فوراً سب سے علیحدہ ایک کمرہ میں رکھنا چاہئے اُس کے برتن کپڑے اور ہر استعمال کی چیز علیحدہ کر دینا چاہیئے، ضرورت سے زائد لوگوں کو اُس کے پاس نہیں جانے دینا چاہیئے۔ مکھی کسی طرح بھی مریض کے جسم پر نہ بیٹھنے پائے، کمرے میں اس کی بڑی احتیاط رکھنا چاہیئے۔ کہ ایک بھی مکھی نہ ہو۔ بازار میں چار آنہ کا مکھی مار آتا ہے، کمرے کی تمام مکھیوں کو اُس سے مار دینا چاہیئے۔ کمرے میں ہوا اور روشنی آنے دینا چاہئے روشنی کو پردے وغیرہ سے سُرخ کر دینا بہتر ہوتا ہے سُرخ روشنی میں مریض کو رکھنے سے داغ کم پڑتے ہیں، یہ خیال کہ چیچک کے مریض کو دوا نہیں دینا چاہیئے بالکل غلط ہے چیچک کے لئے کوئی خاص دوا نہیں ہے لیکن جو جو خطرناک علامات اِس بیماری کے دوران میں نمایاں ہوتی جائیں اُن کا علاج کرنا ازبس ضروری ہے، بدن پر کاربالک ملا ہوا تیل ضرور لگانا چاہیئے۔ اور خصوصاً جس وقت کھرنڈ گرنے لگیں۔ یہ خشک کھرنڈ جب تک تمام نہ گرجائیں مریض سے دوسرے لوگوں کو بیماری لگ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ تیل لگا دینے سے خشک کھرنڈ جو ہوا میں منتشر ہو کر بیماری کو پھیلا سکتے ہیں ایک جگہ جمع کئے جا سکتے ہیں تاکہ ان کو بے ضرر کر کے کہیں جلا دیا جائے۔

چیچک کی بیماری کی اطلاع گورنمنٹ کے محکمۂ حفظان صحت کو کر دینا قانوناً لازمی ہے

چھوٹی چیچک دمنیرل)

یہ متعدی بیماری عموماً سردی جا کر گرمی آنے لگتی ہے تو ظہور پذیر ہوتی ہے۔ بارہ برس سے کم عمر کے بچوں کو ستاتی ہے۔ گھر میں اگر ایک بچہ کو ہوجائے تو اچھی خاصی احتیاط کے بعد بھی تقریباً تمام بچوں کو ہوکر رہتی ہے۔ ابتدا میں بچہ کو چھینکیں آتی ہیں اور بخار ہو جاتا ہے اُس کے بعد ناک اور آنکھوں سے پانی نکلنے لگتا ہے اور سُرخی بھی آجاتی ہے۔ دو تین دن کے بعد تمام بدن پر سُرخ چھوٹے دانے ہو جاتے ہیں، جب خوب دانے نکل آتے ہیں تو بخار کم ہوجاتا ہے، اگر احتیاط کافی کی گئی ہو تو بچہ آٹھ دس دن میں تندرست ہو جاتا ہے ورنہ کھانسی باقی رہ جاتی ہے اور نمونیہ یا دیگر پھیپھڑے کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

جب یہ بیماری پھیل رہی ہو یا گھر میں کسی ایک بچہ کو ہوجائے تو باقی تمام بچوں کو کہیں ہٹا دینا چاہیئے یا کم از کم بیمار بچہ کے قریب تک نہیں آنے دینا چاہیئے، سب بچوں کو نمک کے پانی سے صبح وشام غرارہ کرانا چاہیئے اور ناک میں دو قطرے کڑوا تیل اور زیتون کا تیل ہموزن ملا کر صبح وشام ٹپکا دینا ضروری سمجھنا چاہیئے، اسپرین اور کنین کی عمر کے مطابق کسی ڈاکٹر سے پڑیاں بنوا کر بچوں کو احتیاطاً دیدینا چاہیئے۔ بیمار بچوں کو کسی ہوشیار ڈاکٹر کی احتیاط میں رکھنا چاہیئے تاکہ وہ پھیپھڑے کی بیماریوں سے بچا سکے۔ یہ مرض خسرہ سے جس کو ڈھائی دن کی چیچک کہتے ہیں مختلف ہے، خسرہ کچھ زیادہ خطرناک نہیں ہوتی ہے لیکن منیرل اگر بگڑ جائے تو بچہ کو مدت کے لئے مریض بنا دیتی ہے۔

ہیضہ دکالرا)

اس مہلک مرض سے کون واقف نہیں۔ یہ قے اور دست کی صورت میں نمایاں ہو کر مریض کو چوبیس سے اڑتالیس گھنٹے کے اندر مار دیتا ہے۔ قے و دست کے ذریعہ انسان کے جسم سے اس قدر پانی نکل جاتا ہے کہ دراصل مریض خشک ہو کر مر جاتا ہے کالرا کے جراثیم کھانے پینے کی چیزوں کے ذریعہ شکم اور آنتوں میں داخل ہو کر خرابیاں پیدا کرتے ہیں، مریض کے قے و دست میں لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں کالرا کے جراثیم ہوتے ہیں۔ مکھیاں مریض کے قے اور دست پر بیٹھ کر دوسروں کے کھانے پینے کی چیزوں میں یہ جراثیم پہنچا دیتی ہیں۔ یا گندے ہاتھ پانی یا دودھ یا برتنوں میں لگ جاتے ہیں ان کے ذریعہ بھی یہ جراثیم پھیل سکتے ہیں، اسی طرح کاریلا میں گندے پانی کے ذریعہ یہ جراثیم پہنچ سکتے ہیں اور ان کے کھانے سے کالرا ہو سکتا ہے۔

ہیضہ کا انجکشن

جب ہیضہ پھیل رہا ہو یا ہیضہ کا موسم ہو تو ہیضہ کا انجکشن لگوانے سے چار سے چھ ماہ کے لئے ہیضہ سے نجات مل جاتی ہے لیکن انجکشن لگوایا ہو یا نہیں دیگر احتیاطیں بھی بہت ضروری ہیں۔

دیگر احتیاطیں

جب ہیضہ پھیلا ہو تو جلاب لینے سے پرہیز کرنا چاہیئے، زیادہ دیر خالی پیٹ رہنا بھی مضر ہے علی الصباح اٹھ کر کچھ

لگا لینا چاہئے۔ پانی کو اُبال کر پینا چاہیئے۔ ترکاریوں اور گوشت کو کنوئیں میں ڈالنے کی لال دوا (پوٹاشیم پرمیگنیٹ) کے پانی سے دھو لینا چاہیئے۔ کچی ترکاریوں اور پھلوں کے کھانے سے احتراز کرنا چاہیئے۔ دودھ بغیر اُبالے ہوئے نہیں استعمال کرنا چاہیئے دہی اگر گھر میں نہ بنایا گیا ہو تو ہرگز نہیں کھانا چاہیئے۔ بازار کی اشیاء خوردنی سے پرہیز ضروری ہے۔ ملائی کا برف وغیرہ بچوں کو خرید کر نہیں کھانے دینا چاہئے۔ کھانے کی چیزوں اور برتنوں کو مکھیوں سے بچانا بیحد ضروری ہے۔ کھانے سے پہلے خوب صابن سے ہاتھ دھو لینے چاہئیں۔ ملازموں اور باورچی خانہ کی صفائی کا خاص طور پر لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اگر کسی کو گھر میں دست آجائے یا متلی ہونے لگے تو فوراً کافور کے عرق کے دس قطرے پلا دینے چاہئیں۔ کافور کے بعد آدھ گھنٹے تک پانی نہیں دینا چاہئے۔ اگر قے ہو جائے یا دو ایک دست آجائیں تو فوراً کسی ہوشیار ڈاکٹر سے مشورہ کر لینا چاہئے تاکہ اگر کالرا ہو تو ابتدا ہی سے تشخیص کی جا سکے۔ اگر کسی کو ہیضہ ہو جائے تو اس کی قے اور دست کو فنائل یا بلا بجھے ہوئے چونے میں ملا کر ڈھک کر رکھنا چاہیئے۔ تاکہ مکھیاں ان پر بیٹھ کر دوسرے لوگوں میں نہ پھیلا دیں فوراً کسی ہوشیار ڈاکٹر کو بلا لینا چاہیئے کیونکہ ایسے مریض کے لئے ہر ہر گھنٹے کی دیر خطرناک ہوتی ہے آج کل ہیضہ کے قریب المرگ مریض کو بھی نس (ورید) میں نمک کا پانی بھر کر صحتیاب کیا جا سکتا ہے اس لئے نا امید نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ کوشش یہ ہو کہ کسی ہسپتال کے بڑے ڈاکٹر کو فوراً بلا لیا جائے جس گھر میں کالرا کا ایک مریض بھی ہو اس گھر اور آس پاس والوں کو چاہیئے کہ فوراً ہیضہ سے بچنے کا انجکشن لگوالیں۔ موت و زندگی اللہ کے ہاتھ ہے لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ یہ احتیاط بیحد ضروری ہے۔

میعادی بخار (ٹائفوئڈ)

یہ متعدی بخار جس کی میعاد اکیس سے لے کر ۴۲ دن تک ہوتی ہے جب ایک دفعہ شروع ہو جائے تو دن رات میں کسی وقت بھی نہیں اُترتا جب تک اُس کی میعاد نہ پوری ہو جائے۔ یہ بہت خطرناک بخار ہے اس کا اثر انتڑیوں پر بہت بُرا پڑتا ہے۔ انتڑیوں میں زخم ہو جاتے ہیں جن میں سے خون نکل کر خطرناک ثابت ہوتا ہے یا انتڑی پھٹ جاتی ہے۔ سرسامی کیفیت بھی عام طور پر ہوتی ہے اور زیادہ روز بستر پر پڑے رہنے سے پھیپھڑوں میں سوزش اور بدن پر ریڑھ وغیرہ کے قریب زخم بھی ہو جاتے ہیں، متعدی بخار کے جراثیم مریض کے پاخانہ اور پیشاب میں کثرت سے ملتے ہیں، کھانے پینے کی چیزوں میں مکھی کے ذریعہ یا گندے ہاتھ لگ جانے سے یہ جراثیم پیٹ میں چلے جاتے ہیں۔ اور میعادی بخار دوسرے شخص کو اس طرح لگ جاتا ہے کسی کو میعادی بخار آجائے تو اس بات کا پورا یقین ہو جانا چاہیئے کہ کسی نہ کسی طرح کسی پُرانے مریض کی گندگی اس نئے مریض کے پیٹ میں پہنچ گئی ہے۔ اس قسم کے میعادی بخار کی تین قسمیں ہیں۔ پیراٹائفائڈ اے اور بی اور ٹائفائڈ، اول الذکر دو اقسام کم خطرناک ہوتی ہیں اور بخار بھی پانچ سے پندرہ روز تک رہتا ہے ٹائفائڈ کا بخار تین ہفتہ سے بارہ ہفتہ تک رہ سکتا ہے۔

میعادی بخار کا انجکشن

فوج کے سپاہیوں کے لئے یہ انجکشن میعادی بخار سے بچنے کے لئے جبراً دیا جاتا ہے اس کے کامیاب ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا ہے۔ اگر ٹی۔ اے۔ بی انجکشن کی ایک خوراک کا انجکشن لگا دیا جائے تو ایک سال تک میعادی بخار سے نجات مل جاتی ہے۔ اگر ایک خوراک کے دس روز بعد آدھی خوراک اور لگوالی جائے تو ڈیڑھ سال تک انسان اس مرض سے محفوظ رہتا ہے۔ اسکول میں جانے والے طلباء و طالبات اور ہر وقت سفر میں رہنے والے حضرات، حج کے جانے والے لوگوں اور جہاں میعادی بخار کا زور ہوا کرتا ہو تو یہ انجکشن بیحد مفید ہوتا ہے۔

دیگر احتیاطیں

ہیضہ کی طرح میعادی بخار سے بچنے کے لئے بھی مکھیوں سے کھانے پینے کی اشیاء اور برتن محفوظ رکھنے چاہئیں۔ جیسے ہی کسی کو میعادی بخار کا شبہ ہو جائے تو مریض کے پیشاب و پاخانے کو کاربالک کے لوشن یا فنائل میں رکھ کر حفاظت کے ساتھ جلوا دینا یا ضائع کرا دینا چاہیئے، اِدھر اُدھر پھینک دینے سے دوسروں کو یہ مرض لگ سکتا ہے، مریض کو علیحدہ ایک کمرے میں رکھنا چاہیئے نیز اس کے کھانے پینے کے برتن اور بستر اور کپڑے بالکل علیحدہ رکھنے چاہئیں جن کے ہاتھ میں گھر کا کھانا

پکانے اور کھلانے کا انتظام ہو اُنہیں ممکن ہو تو مریض یا اُس کی چیزوں سے ہاتھ نہیں لگانا چاہیے اور اگر مجبوری ہو تو مریض کے پاس سے آتے ہی خوب صابن سے ہاتھ دھوکر کاربالک لوشن میں چند منٹ تک ہاتھ ڈال لینے چاہئیں۔ کھانا پکانے اور کھانا کھلانے اور کھانے کے بعد بھی یہی احتیاط ہو اُس شخص کو کرنا چاہیے کہ جو مریض کے پاس جاتا آتا ہو۔ مشرقی معاشرت میں کھانے کے پیشتر ہاتھ دھونا بیحد ضروری تسلیم کیا گیا ہے لیکن میرا تجربہ ہے کہ یہ ہاتھ دھونا ایک مذاق کی شکل اختیار کر چکا ہے ذرا سا پانی لے کر چار انگلیوں پر ڈال لیا یا صرف چٹکی دھولی یا زیادہ سے زیادہ تمام ہاتھوں کو گیلا کرکے اور گندہ کر لیا اور بس۔ یہ ہرگز کافی نہیں ہے۔ کھانے سے پیشتر خوب اچھی طرح صابن سے ہاتھ دھونا چاہیے۔ اور اگر لائف بائی کاربالک سوپ جس کی ایک بڑی ٹکیہ ڈھائی آنہ میں آجاتی ہے استعمال کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے کہ مریض کے کسی حصہ جسم سے یا کپڑوں اور پلنگ یا دیگر اشیاء سے ہاتھ لگانے کے بعد بھی ہاتھوں کا دھولینا ضروری ہے۔ خود مریض کے لئے کسی ہوشیار ڈاکٹر کے مشورے میں رہنا بہت مشکلات سے نجات دلا دیتا ہے۔ اس مرض میں قبض کے لئے جلاب نہیں دیا جاتا ہے۔ ٹھنڈے پانی سے بدن کو صبح و شام بغیر مریض کو پریشان کئے ہوئے پونچھ دینا ضروری ہے۔ مریض کو بستر پر کروٹیں بدلواتے ہوئے رکھنا لازمی ہے۔ چلنے پھرنے، پیشاب و پاخانہ کے لئے اٹھنے بیٹھنے کی سخت ممانعت ہونا چاہیے ابتدائے مرض میں ہر ممکن طریقہ سے مریض کی قوت کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا چاہیے تاکہ آئندہ جب مریض کمزور ہونے لگے تو اس کی محفوظ قوت کام میں آسکے۔ سر پر برف رکھنے سے ہرگز نہیں گھبرانا چاہیے۔ اس مرض میں سر پر برف رکھنا بہت ہی مفید ہوتا ہے۔ اور شدید درد سر سے نجات دلا دیتا ہے اور سرسامی کیفیت بھی نہیں ہونے پاتی۔ میعادی بخار کے مریض کی تیمارداری ایک بہت ہی ہوشیار نرس یا ڈاکٹر کا کام ہے۔ گھر کے لوگوں کے لئے جب تک بہت ہی احتیاط و ذہانت سے کام نہ لیا جائے ایسے مریض کی تیمارداری آسان کام نہیں۔ اس لئے اس مرض سے بچنے کے لئے ہر ممکن احتیاط ہر سمجھدار کا کام ہونا چاہیے۔

پیچش یہ مرض بہت معمولی سمجھا جاتا ہے لیکن اس قدر تکلیف دہ اور پریشان ہوتا ہے کہ مریض ہر وقت بےچین و بیقرار رہتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک امی بک اور دوسری بیسیلری، امی بک خشک مقامات پر زیادہ ہوتا ہے اور مریض کو پاخانہ کے ساتھ مروڑ کے ساتھ خون اور آنوں دن میں آٹھ دس بار آتے ہیں اگر احتیاط نہ کی جائے تو متعدی ہو جاتی ہے اور مکمل علاج نہ کرنے پر جگر میں زخم ہو جاتا ہے۔ بیسیلری برسات کے موسم اور تر مقامات میں وبا کی طرح ہوتی ہے۔ مریض کو مروڑ کے ساتھ خون اور آنوں بیس پچیس بار سے پچاس ساٹھ بار تک ایک دن میں آجاتے ہیں، کمزوری بیحد ہو جاتی ہے۔ بخار ہو جاتا ہے اور مریض کو بڑی اینٹھن کے بعد صرف خون اور آنوں کے علاوہ اور کچھ نہیں آتا ہے۔ یہ مرض بہت مہلک ہوتا ہے اور گھر میں اگر ایک کو ہو جائے اور کافی احتیاط نہ کی جائے تو دوسروں کو بھی لگ جاتا ہے اور کبھی کبھی پورے محلہ یا شہر میں پھیل جاتا ہے ان دونوں اقسام کی پیچش کا بالکل مختلف علاج ہوتا ہے۔ امی بک میں "ایمٹین" اکسیر ہوتا ہے بیسیلری میں زہر۔

احتیاط پیچش کے جراثیم پاخانہ میں ہوتے ہیں۔ پانی یا کھانے میں یہ جراثیم لگ جانے سے پیچش ہوتی ہے اس لئے اگر پانی کو اُبال کر پیا جائے اور کھانے کی چیزوں اور برتنوں کو مکھیوں سے بچایا جائے اور کھانے سے پیشتر ہاتھوں کو اچھی طرح دھولیا جائے تو اس مرض سے نجات مل جاتی ہے۔ بازار کی چیزوں سے برسات میں احتیاط لازمی ہے۔ دودھ دہی کی صفائی کا بیحد خیال رکھا جائے سبز ترکاریوں وغیرہ کو بھی خوب دھولیا جائے اور کچے پھل وغیرہ نہ کھائے جائیں، ہیضہ اور پیچش کے لئے یکساں احتیاطیں ہیں صرف پیچش کے حفظ ماتقدم کا انجکشن ابھی تک ایجاد نہیں ہوا ہے۔ ایک دوا جس کو بیک ٹیریوفاج کہتے ہیں اور جو مریض کے پاخانہ ہی یا اتنی پیچش زدہ پاخانہ ملے ہوئے پانی سے بنائی جاتی ہے آج کل بہت زود اثر مانی گئی ہے اُس کو حسب ہدایت ڈاکٹر پیچش کے ہوتے ہی استعمال

کی جائے تو بڑا فائدہ ہوتا ہے اور مرض کی شدت فوراً کم ہو کر افاقہ ہو جاتا ہے۔ یہ دوا اب تک ہیضہ، پیچش اور چند ایسی ہی دیگر بیماریوں کے لئے طیار ہو چکی ہے۔

تپِ دق و سل۔ تھائسس دق سے کون واقف نہیں یہ موذی مرض ہندوستان کے نوجوان طبقہ کو ہلاک کرنے کے لئے خدائی قہر کی طرح ہم لوگوں میں گھس آیا ہے، اس سے نہ مرد بچتا ہے اور نہ عورت یہ دو قسم کا ہوتا ہے، حیوانی اور انسانی، حیوانی دق کے جراثیم مریض میں گائے کے دودھ کے ذریعہ جسم میں پہنچ کر کنٹھ مالا، جوڑوں اور ہڈیوں کی بیماریاں اور پیٹ کے غدودوں کے بڑھ جانے کی شکل میں نمایاں ہوتا ہے، انسانی دق کے جراثیم عموماً مریض کے تھوک میں ہوتے ہیں مریض ہر جگہ تھوکتا ہے، یہ تھوک خشک ہو کر خاک میں مل جاتا ہے اور یہ جراثیم سے بھری ہوئی خاک ہمارے ناک اور منہ میں گھس جاتی ہے۔ گلے کے اندر دونوں طرف دو غدود ہیں جن کو چڑیاں یا ٹونسل کہتے ہیں یہ ان جراثیم کو پھیپھڑوں میں جانے سے روک لیتے ہیں اور خود بڑھ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ کئی کئی بار بڑھتے اور گھٹتے رہتے ہیں۔ ان میں سوزش ہوتی رہتی ہے گلہ آجاتا ہے۔ کھانسی ہو جاتی ہے اور کچھ زمانہ کے بعد ان میں پیپ پڑ جاتی ہے۔ ان ٹونسل میں سے جراثیم گردن کے غدودوں میں جا کر کنٹھ مالا، پیٹ میں جا کر انتڑیوں کے غدودوں کی بیماری اور پھیپھڑوں میں جا کر تپ دق پیدا کر دیتے ہیں۔ اور جب یہی جراثیم پھیپھڑوں کی خون کی رگوں کو کھول دیتے ہیں اور منہ سے خون آجاتا ہے تو اس کو سل کہا جاتا ہے، دق کے جراثیم ہر شخص کے ناک منہ اور پھیپھڑوں میں چلے جاتے ہیں لیکن اگر اس شخص کو صاف ہوا ملتی ہو، اچھی خوراک اور کافی آرام میسر ہو، بدن قوی، سینہ چوڑا اور کشادہ ہو اور عام طور پر اچھی صحت ہو تو یہ جراثیم کچھ اثر نہیں کرتے اور دبے رہتے ہیں لیکن جہاں کوئی کمزور، تھکا ماندہ، تنگ سینہ والا شخص ملا کہ جو کمزور بھی ہو اور اس کو صاف ہوا بھی نہ ملتی ہو تو پھر یہ جراثیم اپنا کام شروع کر دیتے ہیں کبھی کبھی یہ کئی مہینے بلکہ کئی سال تک آہستہ آہستہ مریض کی صبح کی بھوک گھٹاتے، دل کی حرکت کو بڑھاتے وزن کم کرتے اور معمولی کام کرنے کے بعد تھکن محسوس کراتے رہتے ہیں اور جب موقع مل جائے فوراً سخت حملہ کر کے بخار کھانسی وغیرہ پیدا کر کے مہلک ثابت ہو جاتے ہیں۔ یہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ دق کا کوئی علاج نہیں یہ غلط ہے، دق جب اس قدر بڑھ جائے کہ بہت زیادہ بخار و کھانسی وغیرہ ہونے لگے تو عموماً علاج مشکل ہوتا ہے اور ہمارے معاشرتی حالات مریض کو جانبر نہیں ہونے دیتے لیکن اگر دق کی تشخیص جلد ہو جائے اور اچھے طریقے سے علاج کیا جائے تو کھانسی بخار کی نوبت ہی نہیں آتی اور مریض صحت یاب ہو کر بڑی عمر تک تندرست و توانا رہ سکتا ہے۔ میں ایسے لوگوں سے واقف ہوں جن کو جوانی میں دق ہوئی اور جن کی عمر اب ساٹھ اور پینسٹھ برس کی ہے اور تندرستی میں کوئی خاص فرق نہیں، میں ایک ایسے مریض سے بھی واقف ہوں کہ جن کو جوانی میں سل و دق ہوئی، اور پھر پچاس برس کی عمر میں ایک اور حملہ ہوا منہ سے خون آیا لیکن معقول علاج کے بعد آج اُن کی عمر پچپن سال کی ہے اور اپنا کام کاج کرتے ہیں اور تندرست ہیں

عام احتیاطیں دق سے قوم کے بچے اور نوجوانوں کو بچانے کا سوال ایک بڑی قومی و سوشیل اہمیت رکھتا ہے، ہماری معاشرت و خانگی زندگی، عادات و جراثیم کو اس بیماری کے ہونے اور پھیلنے اور ایک بار ہو جانے کے بعد مہلک ثابت ہونے میں بڑا دخل ہے: بچپن کی شادیاں، کم عمر میں ماں بن جانا۔ جلد جلد بچوں کا ہو جانا، سسرال کی زندگی، پردے کی بیجا سختی، خوراک کا غیر موزوں ہونا اور ہر جگہ تھوکنے کی عادت، اصل تیمارداری کے اصولوں سے ناواقفیت یہ سب ایسی باتیں ہیں کہ جو دق کی حمایت کرتی رہتی ہیں اور اس کو خاص طور پر نوجوان عورتوں کے طبقہ میں عام کرنے میں مدد دیتی ہیں جب تک ہم عام طبی اصولوں کو سمجھ کر اپنی خانگی اور سوشیل زندگی کو پر صحت نہ بنالیں گے ہمیں دق سے نجات نہیں مل سکتی۔ اگر کوئی تیرہ چودہ برس کی لڑکی بیوی بنا دی جائے، پندرہ سولہ برس کی عمر میں ماں بن جائے اور انیس برس کی عمر تک تین چار بچوں کی ماں ہو جائے تو بیس برس کی عمر میں اُس کو دق ہو جانا تعجب خیز نہیں تصور کیا جا سکتا، دق سے بچنے کے لئے تندرست و توانا ہونا ضروری ہے، موزوں خوراک، کافی آرام، ضرورت کے مطابق تازہ ہوا اور قدرتی

خانگی زندگی میں اطمینان، اٹھارہ برس کی عمر کے بعد ماں بننا اور اس کے بعد ہر بچہ کے ہونے میں کم از کم تین سال کا وقفہ ہونا اسی ہی قدر ضروری ہیں جیسا چیچک سے بچنے کے لئے ٹیکہ یا ہیضہ سے بچنے کے لئے کھانے پینے کی احتیاط اور میعادی بخار کے حفظ ماتقدم کے لئے انجکشن۔

ہمارے شہروں میں گھر چھوٹے تنگ و تاریک ہوتے ہیں ان میں ہم پردے ڈال لیتے ہیں، فضول سامان سے بھر دیتے ہیں، کھڑکیوں کی ہوا بند کر دیتے ہیں کہ کسی کی نظر اندر نہ گھس آئے، پھر خوب دھواں کرنے کا ہر ممکن سامان کرتے ہیں اور جھاڑو سے بیٹھی ہوئی خاک کو صفائی کا بہانہ کر کے خوب اُڑاتے ہیں اور تمام غلاظت و کوڑا کرکٹ اپنے گھر کے چاروں طرف پھینک کر سمجھتے ہیں کہ گھر صاف ہو گیا اور پھر اُمید کرتے ہیں کہ ہمیں دق نہ ہو۔ اگر فطرت نے انسان کو حیرت انگیز طور پر بلانوش و سخت جان نہ بنایا ہوتا تو آج ہمیں ہر شہر میں ایک متنفس بھی ایسا نظر نہ آتا کہ جو بیمار نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے شہروں میں جہاں پردہ سختی سے ہے اور اب غربت و فلاکت یا مذموم مراسم رائج ہیں۔ سو میں نوّے فی صدی کم از کم عورتیں تو ایسی ہیں کہ جو بیس یا تیس برس کی عمر کے بعد تندرست نہیں کہی جا سکتیں۔ وہ لوگ جن کے گھروں میں چند مضبوط سُرخ و سپید لڑکیاں ہوں اس کو شاید مبالغہ سمجھیں لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ میرا سالہا سال کا مشاہدہ ہے بہت ہی کچھ خرابی ہو چکی ہے اگر جلد ہی توجہ نہ کی گئی تو آئندہ نتیجہ بہت خراب ہونے والا ہے۔

خاص احتیاطیں دروازے اور کھڑکیوں کو کھول کر سونے کی عادت ڈالو، چادر سے سوتے وقت کبھی منہ نہ ڈھانکو ممکن ہو تو علیحدہ علیحدہ پلنگ پر سونے کا انتظام کرو، پلنگوں کو پانچ چھ فٹ کے فاصلہ پر لگاؤ، اگر جگہ نہ ہو اور پلنگ پاس ہوں تو اس طرح سونا چاہئے کہ ایک کا سر مشرق کی طرف ہو تو دوسرے پلنگ والے کا سر مغرب کی جانب ہو تاکہ ایک دوسرے کے سانس میں فاصلہ ہو جائے۔ ہر جگہ تھوک دینے کی عادت سے سب کو پرہیز کرنے کی ہدایت کرو اگر کسی کو کھانسی وغیرہ ہو تو اور زیادہ احتیاط کرنا چاہیئے۔ اگالدان کے تھوک وغیرہ کو کھڑکی یا دالان میں سے باہر پھینک دینا یا اپنی سامنے کی نالی میں ڈال دینا کافی نہیں ہو جاتا اگر بیمار کا تھوک ہے تو فنائل وغیرہ اُس میں ملا کر پھر ضائع کرو۔ دق کے مریض کے تھوک کی بہت زیادہ احتیاط کرنا چاہیئے، مریض منہ بند اگالدان میں تھوکے جس میں فنائل یا کاربالک لوشن ہو اور اس تھوک کو ممکن ہو تو جلا دیا جائے یا آبادی سے دور گڑوا دیا جائے، مریض کے برتن علیحدہ ہوں اُس کے کمرے میں دوسرے جوان اور بچوں کو نہ سلایا جائے اور اُسے چاہیئے کہ کسی بچہ کے منہ کو بوسہ نہ دے، شب بیداری، سنیما اور ایسے ہی دوسرے مقامات میں جہاں بہت سے لوگ کسی بند جگہ میں جمع ہوں جانے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ سینہ کو بڑھانے کی ورزشیں، تازہ ہوا اور عمدہ خوراک کا انتظام کرنا چاہیئے۔ دودھ، دہی، گھی، گوشت، تازی ترکاریاں اور پھل خواہ بہت سستے ہی ہوں بوسیدہ ٹین کی قیمتی چیزوں سے بہتر ہیں۔ اگر سیب، انار، انگور خریدنے کی حیثیت نہیں تو گاجر، مولی، بھٹے، ککڑی، کھیرا، ٹماٹر، پالک ساگ اور بھگوئے ہوئے چنے گڑ اور گنا وغیرہ تو ہندوستان میں سستے ہیں یہ سب مفید ہیں۔ ہمارے پڑھے لکھے لوگوں میں ایک غلط فہمی ہو گئی ہے کہ یہ چیزیں ثقیل اور دیر ہضم گنواروں کے کھانے کی ہیں رئیسوں اور شہریوں اور خصوصاً بچوں کو مضر ہوتی ہیں۔ تندرستی میں پرہیز بہت خراب اصول ہے، موسم کی ہر قسم کی اشیاء کو عورت اور بچوں کو خصوصاً خوب استعمال کرنا چاہیئے۔ مرد کو میں عمداً چھوڑے دیتا ہوں کیونکہ اس کا تو کسی نہ کسی طرح گھی دودھ مل ہی جاتا ہے گو خود مقوی چیزیں کھاتے وقت اُسے شاید کبھی اس کا خیال نہیں آتا کہ اُس کی بیوی کیا کھاتی ہے۔

طاعون یہ خوفناک مرض جب وبائی صورت میں نمودار ہوتا ہے تو شہر کے شہر خالی کر دیتا ہے، بخار ہو کر جنگاسے یا بغل میں گلٹی ہو جاتی ہے اور دو تین ہی روز میں موت واقع ہو جاتی ہے یہ مرض نمونیا کی بھی شکل اختیار کر سکتا ہے اور اس صورت میں بہت تیزی سے پھیلتا ہے اس مرض کے جراثیم پسو کے ذریعے پھیلتے ہیں، پسو عموماً چوہوں میں رہتے ہیں اور اس طرح چوہے کو طاعون جلد ہو جاتا ہے اور چوہے ہی کے ذریعہ وہ پھیلتا بھی ہے کسی طاعون کے مریض کو پسو کاٹ کر طاعون کے جراثیم حاصل کر لیتا ہے پھر وہ کسی چوہے کو کاٹ لیتا ہے اور اس چوہے کو

طاعون ہو جاتا ہے، اُس کے جسم پر سینکڑوں پسو ہوتے ہیں وہ سب اس چوہے سے جراثیم حاصل کرکے دوسرے چوہوں اور آدمیوں میں پھیلا دیتے ہیں ـــ لہٰذا اگر چوہے گھر میں نہ ہوں تو طاعون سے ایک حد تک نجات مل سکتی ہے۔

طاعون کا انجکشن جب کہیں طاعون شروع ہو جائے تو فوراً طاعون کا انجکشن لگا لینا چاہیئے اس انجکشن کے بعد عموماً بخار آجاتا ہے لیکن اس کی تکلیف برداشت کرنا طاعون میں مبتلا ہو جانے سے بہتر ہے۔

دیگر احتیاطیں کسی چیز کو کھلی ہوئی نہ رکھئے، چوہے اُس ہی جگہ رہتے ہیں جہاں اُن کو کھانے پینے کو ملے۔ اگر آپ اپنے نعمت خانہ اور باورچی خانہ کی صفائی کا پورا خیال رکھیں اور کھانے پینے کی اشیاء کو اس طرح حفاظت سے رکھیں کہ چوہے کو ایک دانہ یا بچا ہوا روٹی کا ٹکڑا تک کبھی نہ مل سکے تو یقین جانئے چوہے عقلمند ہوتے ہیں وہ آپ کے گھر میں رہنا اور آنا جانا پسند نہیں کریں گے۔ جب اُن سے نجات ملی تو پسو بھی اُن ہی کے ہمراہ روانہ ہو جاتے ہیں اور اس طرح طاعون آپ کے گھر میں نہیں گھس سکتا، لیکن یہ احتیاط آپ کے پڑوسیوں کو بھی کرنا چاہیئے ورنہ پسو آپ کے ہمسایوں کے گھر میں سے آپ کے گھر میں آسکتے ہیں اس لئے پسوؤں سے بچنے اور اُن کو ضائع کرنے کی بھی ترکیبیں کرنا چاہئیں۔ پسو آدمی کے گھٹنے سے اوپر نہیں اچھل سکتے اور عموماً پاؤں میں کاٹتے ہیں اس لئے اگر ٹانگیں اچھی طرح پائجامہ اور موزوں سے ڈھکی رہیں تو پسوؤں سے بچ سکتے ہیں۔ چونکہ پسو فرش پر یا دیواروں کے نیچے کے حصہ میں رہتے ہیں اس لئے فرش اور دیواروں کے نیچے کے ڈیڑھ دو فٹ کے حصہ کو اگر مٹی کے تیل اور صابن اور پانی کے مرکب سے صاف کر دیا جائے تو پسو عموماً مر جاتے ہیں۔ بستروں وغیرہ کو بھی دھوپ میں ڈال دینا بیحد ضروری ہے جو چوہے گھر میں باقی رہ جائیں ان کو زندہ پکڑ کر ضائع کرا دئے جائیں تو بہتر ہے اگر طاعون کے زمانہ میں کسی گھر میں چوہا مرا ہوا پایا جائے تو مندرجہ بالا احتیاطیں فوراً کرنا چاہئیں اور چوہے کو ہرگز نہ پھینکئے بلکہ کافی مقدار میں مٹی کا تیل اس پر چھڑک کر اُس کو جلا دیجئے، ہیلتھ آفیسر کو بلا کر مرا ہوا چوہا اُس کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ طاعون کے جراثیم وغیرہ کو اُس چوہے میں معائنہ کئے جانے کا انتظام کر سکے۔

خُناق (ڈپتھریا) Diptheria کتے اور بلیوں کے ذریعہ اس مرض کے جراثیم عموماً بچوں کے گلے میں لگ جاتے ہیں گلا آجاتا ہے۔ ہلکی سی کھانسی اور بخار بھی ہو جاتا ہے اور گلا اندر سے دیکھنے سے سُرخ معلوم ہوتا ہے اور کسی ایک طرف ایک سفید جھلی سی لگی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اس مرض کا شبہ ہوتے ہی تشخیص صحیح ہو سکے یا نہیں فوراً اس کا انجکشن لگانا شروع کر دینا چاہیئے اس کے انجکشن کو اینٹی ڈپتھرک سیرم کہتے ہیں، اگر یہ انجکشن پہلے ہی دن لگا دیا جائے تو عموماً صحت ہو جاتی ہے اگر دوسرے دن لگایا جائے تو چار میں سے تین مریض صحتیاب ہو سکتے ہیں اگر تیسرے دن لگایا جائے تو چار میں سے دو بچتے ہیں اگر اس کے بعد لگایا جائے تو بچنے کی کم اُمید ہوتی ہے۔ یہ مرض بھی ایک کے سانس سے دوسرے کو لگتا ہے اور بہت مہلک ہوتا ہے۔ جیسے ہی اس مرض کا شبہ ہو دوسرے بچوں کو فوراً علیحدہ کر دیا جائے۔ ان کو علی الصبح اور سوتے وقت غرارے کرائے جائیں، حفظ ماتقدم کے لئے انجکشن دیدیا جائے۔ اس مرض کی تشخیص خوردبین میں جراثیم دیکھنے سے ہو سکتی ہے۔

زکام اور انفلوئنزا یہ عام مرض بہت تکلیف دہ ہوتا ہے، سر میں درد ناک سے پانی آنا گلا بیٹھ جانا، حرارت ہو جانا اور کبھی کبھی کھانسی ہونا یہ تمام علامتیں زکام اور کبھی انفلوئنزا کی ہوتی ہیں۔ سانس کے ذریعہ دوسروں کو بھی تیزی سے لگ جاتا ہے، بعض لوگوں کو گھڑی گھڑی زکام ہوتا رہتا ہے دق کی علامات میں سے یہ بھی ایک بہت ہی ابتدائی علامت تسلیم کی گئی ہے۔ ناک میں ہڈی گوشت بڑھ جانے اور حلق میں ٹونسل (غدود) بڑھ جانے سے بھی زکام جلد جلد ہونے لگتا ہے۔ غرارے کرتے رہنا اور ناک کو صاف رکھنا زکام سے بچاتا ہے۔ سرسوں کا تیل اور زیتون کا تیل ہموزن ملا کر رکھ لیجئے اور صبح و شام یا صرف سوتے وقت ایک دو قطرے ہر ناک کے نتھنے میں ڈال لیجئے تو زکام نہیں ہوگا۔ اگر زکام کے آثار معلوم ہوں تو فوراً Rhinathol رائنا تھول یا Mistol مسٹول یا Endrine اینڈرین کے چند قطرے ناک میں دو ایک دفعہ ڈال لینے سے فوراً زکام اچھا ہو جاتا ہے۔ مچھلی کے تیل کا استعمال بھی زکام سے بچاتا ہے خصوصاً سردی کے زمانہ میں بہت مفید ہوتا ہے۔

کتا کھانسی یا کُوکر کھانسی Whooping Cough ۱۶

یہ بھی ایک بچہ کو اگر ہو جائے تو پھر سب کو لگ جاتی ہے اور بہت تکلیف دیتی ہے بچہ کا کھانستے کھانستے منہ سُرخ ہو جاتا ہے اور عموماً قے ہو جاتی ہے کھانسی کے ایسے دورے دن رات میں کئی بار ہوتے ہیں۔ جب کسی بچے کو یہ کھانسی ہو جائے تو اُس کو بالکل علیحدہ رکھنا چاہیئے۔ دوسرے بچوں کو کسی طرح بھی اُس کے پاس نہیں آنے دینا چاہیئے اُس کے برتن اور کپڑے بھی علیحدہ رکھنے چاہئیں۔ کتا کھانسی کا جلد سے جلد معقول علاج کرانا چاہیئے ورنہ بچہ کو آنت اترنے کی بیماری، بواسیر، اور آنکھ کی روشنی زائل ہو جانے تک کا خطرہ ہمیشہ رہتا ہے۔ جلاب دیکر پیٹ صاف رکھنا اس بیماری سے بہت کچھ بچاتا ہے۔

گردن توڑ بخار ۱۷

یہ دماغ کے پردوں کی سوزش دبائی طور پر آج کل پھیل رہی ہے۔ اس کے جراثیم ناک کے ذریعہ دماغ کی رطوبت میں پہنچ کر سوزش پیدا کر دیتے ہیں جس سے گردن اور کمر کے پٹھے تن جاتے ہیں، جبڑے مل جاتے ہیں اور مریض بڑی تکلیف کے ساتھ جلد مر جاتا ہے۔ جس وقت یہ بیماری ہو رہی ہو علی الصباح روزانہ تمام لوگوں کو نمک کے پانی سے غرارے کرنا چاہئیں اور ناک کو بھی اندر سے خوب صاف کر کے مس ٹول پارے نٹول کے چند قطرے ناک میں صبح وشام ٹپکا لینے چاہئیں۔ بیماری کی پہلی علامت ہوتے ہی ڈاکٹر اگر انجیکشن ریڑھ کی ہڈی میں لگانے کی رائے دے تو انکار نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اگر ڈاکٹر نہ بھی بتلائے تو اُس سے کہا جائے کہ ریڑھ کی ہڈی میں دوا بھرنے کی اگر ضرورت ہو تو فوراً انجیکشن لگا دے، غفلت مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔ مریض کی ہوا تک سے بچوں اور بڑوں کو بچانا چاہیئے۔

گلوے Mumps ۱۸

گردن کے دونوں طرف کان کے نیچے دو گلٹیاں نمودار ہو کر بخار آجاتا ہے یہ متعدی ہوتا ہے اور کبھی کبھی وبائی صورت بھی اختیار کر لیتا ہے۔ یہ بہت تکلیف دہ نہیں ہوتا لیکن یہ بعض جسم کے دوسرے حصوں میں اس قسم کی سوزش پیدا کر دیتا ہے کہ تکلیف اُٹھانا پڑتی ہے۔ اس مرض میں لڑکوں کی گولیوں میں اور لڑکیوں کے پستان میں خاص طور پر سوزش ہو جاتی ہے جس میں عموماً پیپ نہیں پڑتی ہے۔ اگر کوئی ڈاکٹر غلطی سے اوپریشن کی رائے دے تو بغیر کسی ہوشیار ڈاکٹر کے مشورے کے ہرگز نہیں ماننا چاہیئے دوسرے بچوں کو ایسے مریض سے علیحدہ رکھنا چاہیئے۔

آنکھ کے روہے Trachoma ۱۹

آنکھ کے پپوٹوں میں سُرخ دانے ہو جاتے ہیں جو ایک مدت تک تکلیف نہیں دیتے لیکن پھر آنکھ سُرخ رہنے لگتی ہے، آنکھ میں کھجلی ہوتی، پلکیں گرنے لگتی ہیں۔ اور اگر احتیاط اور علاج نہ کیا جائے تو آنکھ میں زخم ہو کر سفیدی آجاتی ہے اور مریض اندھا تک ہو جاتا ہے۔ ولایت میں ہر بچہ کا معائنہ ہوتا ہے اور اگر کسی بچہ کو یہ مرض ہو تو اُس کو اسکول میں داخل نہیں کیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں اس قسم کی احتیاط نہیں کی جاتی، اس مرض نے ہندوستان میں ایک مصیبت برپا کر رکھی ہے لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کی بینائی اس مرض کی وجہ سے کم اور زائل ہو رہی ہے۔ عام طور پر لوگ اس کی خرابیوں سے واقف نہیں ہیں۔ جس بچہ یا بچے کو یہ مرض ہو اُس کی تولیہ اور تکیہ وغیرہ بالکل علیحدہ رکھنا چاہیئے، اگر اس کی آنکھ سے لگی ہوئی کسی چیز یا ہاتھ کو دوسرے کی آنکھ سے لگا دیا جائے تو دوسرے کو بھی یہ مرض لگ جاتا ہے۔ اگر ایسے مریض کی آنکھ پر مکھی بیٹھ کر کسی دوسرے کی آنکھ پر بیٹھ جائے تو یہ مرض لگ جاتا ہے اس مرض سے لڑکیوں کو خاص طور پر بچانے کی کوشش کرنا چاہیئے ورنہ آنکھیں بہت بدنما ہو جاتی ہیں۔

کالا آزار ۲۰

یہ مرض بنگال، آسام، بہار، اُڑیسہ، میں خصوصاً اور ہندوستان کے دیگر صوبوں میں بھی ہوتا ہے مریض کو سہ روزہ لگ کر دن میں دو وقت بخار ہو جاتا ہے۔ جگر و طحال بہت بڑھ جاتے ہیں، بدن سوکھ جاتا ہے، اور مسوڑوں سے خون نکلتا ہے اور اگر معقول علاج نہ کرایا جائے تو مریض ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ مرض متعدی ہے اور کھٹمل کے ذریعہ مریض سے دوسروں کو لگ جاتا ہے جس گھر میں کالا آزار کا مریض ہو یا جہاں کالا آزار عام طور پر ہوتا ہو وہاں بستر کو کھٹملوں سے پاک رکھنا کالا آزار سے بچا سکتا ہے۔ چونکہ کالے آزار سے بچنا مشکل نہیں لیکن اس مرض کے ہو جانے کے بعد اس کا علاج مشکل ہے۔ اس لئے یہاں اس کا ذکر کر دینا ضروری سمجھا گیا کھٹمل رات کی نیند ہی خراب نہیں کرتا۔

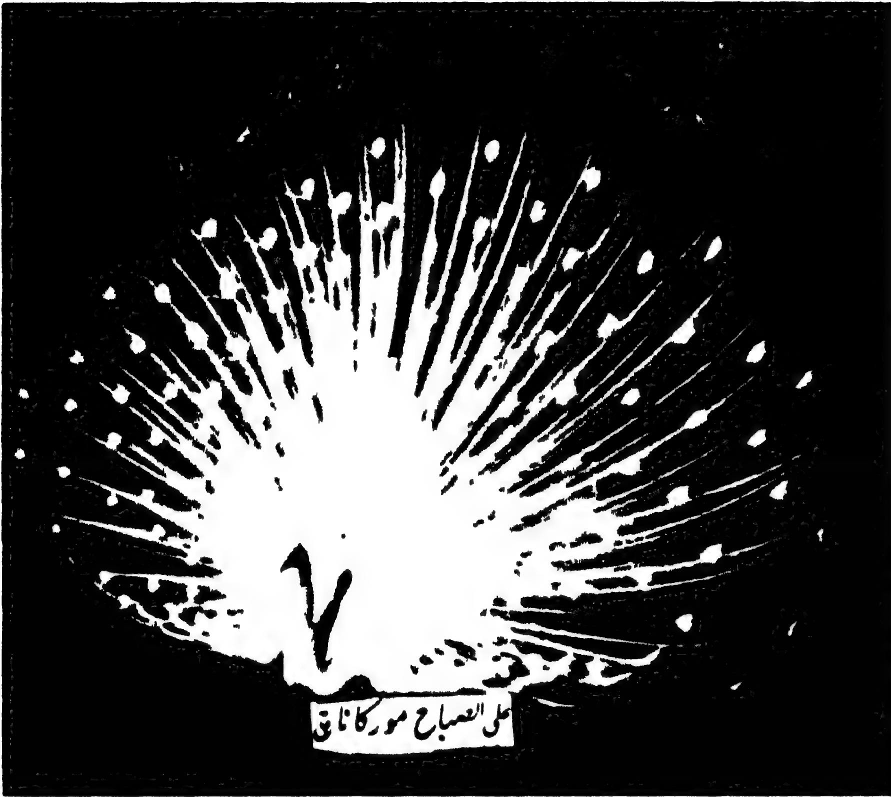
بلکہ کالا آزار بھی پیدا کرتا ہے۔ اس سے بچئے۔

سانجر یا فائلیریا Filaria بہار، اُڑیسہ، بنگال، مدراس وغیرہ میں یہ مرض بہت ہوتا ہے۔ یہ مرض کہیں فیل پا پیدا کرتا ہے، کہیں صرف جاڑا بخار لاتا ہے اور کہیں اور دیگر غیر معمولی علامات پیدا کرتا ہے۔ مثانہ میں ہوجائے تو پیشاب بالکل دودھ کی طرح آنے لگتا ہے۔ بہار کا ایک لڑکا جامعہ ملیہ دہلی میں پڑھتا ہے۔ اُس کا پیشاب بند ہوگیا، دہلی کے ڈاکٹروں نے مثانہ کی پتھری تجویز کی اور اپریشن کی صلاح دی، وہ بچہ اس ہی حالت میں میرے پاس لایا گیا، میں نے فائلیریا تجویز کیا۔ ایکسرے لیا گیا۔ پتھری نہیں تھی۔ سانجر کے انجکشن لگائے اور دیگر علاج سے بچہ کی یہ علامت غائب ہوگئی، یہ سانجر ڈاکٹروں کو بھی پریشان کرتا ہے اور مریضوں کو بھی ایک دفعہ ہوجائے تو اس کے لئے اب تک معقول علاج معلوم نہیں ہوا ہے۔ تبدیل مقام فائدہ کرتا ہے لیکن لوگ اپنا گھر عمر بھر کے لئے کیسے چھوڑ دیں۔ یہ مچھر کے ذریعہ پھیلتا ہے، یہ مچھر ملیریا کے مچھر سے مختلف ہوتا ہے، اتنا خراب مرض جس کا کوئی علاج بھی نہ ہو صرف مچھر سے بچنے سے ہرگز پیدا نہیں ہوسکتا، اس لئے آپ کا فرض ہے کہ جب آپ ایسے مقامات پر ہوں جہاں سانجر ہوتا ہو تو جو احتیاطیں ملیریا کے بیان میں درج ہیں ان پر عمل کیجئے۔ اور اس مرض سے بچنے کی کوشش کیجئے۔

ٹیٹنس Tetanus یہ مہلک اور تکلیف دہ مرض زخم میں ایک خاص قسم کے جراثیم لگ جانے سے ہوتا ہے۔ یہ جراثیم عموماً گھوڑے اور دوسرے چوپایوں کے گوبر وغیرہ میں زیادہ ہوتے ہیں، پرانے کپڑوں چاقو، قینچی، ڈوسے وغیرہ میں بھی یہ جراثیم پائے جاتے ہیں، نوزائیدہ بچہ کا نال کاٹا جاتا ہے اور اگر صفائی کا خیال نہ کیا جائے تو نال کے زخم سے یہ جراثیم جذب ہوکر تشنج پیدا کرکے بچہ کو مار ڈالتے ہیں، ہم نے ایک گھر میں ایک کے بعد ایک چار نوزائیدہ بچوں کو اس مرض میں مبتلا ہوکر مرتے دیکھا ہے، پانچویں بچہ کی پیدائش پر احتیاط کی گئی اور بچہ اچھا رہا۔ ایک چاقو تھا جو نال کاٹنے کے لئے استعمال ہوتا تھا، چاروں بچوں کا نال اُس چاقو سے کاٹا گیا اور سب کو ٹیٹنس ہوا۔ اسی طرح جب کسی وجہ سے کوئی حصہ جسم چھل جائے، یا بچہ گرے اور گھٹنے پھوٹ جائیں تو ہمیشہ فوراً ٹنکچر آئڈین لگا دینا چاہیئے۔ کوئی گھر ایسا نہیں ہونا چاہیئے جہاں ٹنکچر آئڈین نہ ہو، اور معمولی سے زخم اور چھلے ہوئے مقام پر بھی فوراً ہی آئڈین لگا دینا چاہیئے۔ اگر زیادہ چوٹ آئی ہو اور زخم میں مٹی وغیرہ بھر گئی ہو تو ٹیٹنس کے حفظ ماتقدم کا انجکشن بھی ضرور لگا دینا چاہیئے۔ اگر یہ بیماری ہوجائے تو بہت ہی تکلیف دہ ہوتی ہے علاج بھی بہت تکلیف دیتا ہے اور دو ایک دن میں ڈھائی تین سو روپیہ کے انجکشن لگ جانے کے بعد بھی یقین نہیں ہوتا کہ مریض بچے گا یا نہیں معمولی احتیاط کیجئے اور ہر تازہ زخم پر ضرور آئڈین لگا ہے اور اگر ڈاکٹر کہے تو فوراً انجکشن بھی ٹیٹنس سے بچنے کے لئے لگوا لیجئے۔

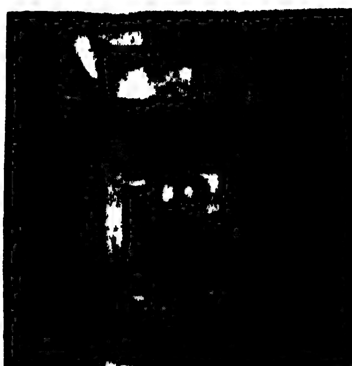
میں نے اشارہ عامہ بیماریوں کے متعلق مختصر ادہ معلومات بہم پہنچا دی ہیں جن کا معلوم کرنا، یاد رکھنا اور وقت پر ضروری ہدایات پر عمل کرنا آپ کا فرض ہے۔ امید کہ آپ معمولی احتیاط کرکے خطرناک بیماریوں سے محفوظ رہنے اور دوسروں کو محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کریں گی +

نصیر الدین احمد


علی الصباح مور کا ناچ











مکان کی محبت

نومبر ۱۹۲۹ء کے عصمت میں محترمہ بہن مسز صالحہ عابد حسین دہلی کا مضمون بعنوان "مشترکہ خاندان کی سکونت" نظر سے گذرا میں بہن صاحبہ کے ایک ایک لفظ سے اتفاق کرتی ہوں اور مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ اس طرف بھی کسی بہن نے توجہ فرمائی جو ہماری معاشرت کا سب سے تاریک پہلو ہے اور جس کی اصلاح کی ضرورت فوری اور سب کاموں سے پیشتر ہے۔ لیکن ہمشیرہ محترمہ کی نظر شاید اس پر نہیں گئی کہ خاندان سے زیادہ ہم ہندوستانیوں کو اپنے مکان سے محبت ہوتی ہے اور اس کے باعث ہم تمام عزیزوں کی خانہ جنگیاں برداشت کرتے اپنی صحت غارت کرتے اور قسم قسم کی تکلیفیں سہتے ہیں مگر الگ ہونے کا نام نہیں لیتے ورنہ ایک گھر میں رہ کر عزیزوں سے خانہ جنگیوں کی بدولت نفرت ہو جاتی ہے اور ان کے سائے سے دور بھاگنے کو دل چاہتا ہے پھر ساتھ رہنے کے کیا معنی؟ میری عقل ناقص میں تو اس کی وجہ یہی آتی ہے کہ عزیزوں سے زیادہ ہمیں اپنے موروثی مکان کی محبت ہوتی ہے جس کے پیچھے ہم دنیا بھر کی زحمتیں برداشت کرتے مگر اس کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتے۔ ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ مکان چونکہ سب مکینوں کی مشترکہ میراث ہوتا ہے اس لئے ہر شخص اپنے دعوے سے اس میں رہتا ہے اور کسی کو یہ گوارا نہیں ہوتا کہ اپنا حق دوسروں کے لئے چھوڑ دے۔ خواہ نہ چھوڑنے میں اس سے زیادہ ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے۔ علاوہ ہر وقت کی تو تو میں میں کے ایک نقصان کتنا بڑا یہ ہے کہ جوں جوں خاندان کے ممبر بڑھتے جاتے ہیں مکان کی وسعت ان کے لئے تنگ ہوتی جاتی ہے۔ پھر ہر شخص اپنے لئے علیحدہ اور محفوظ جگہ چاہتا ہے اس لئے خواہ مخواہ اسے اپنے حصہ میں حد بندی کرنی پڑتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دو پشتیں گزرنے کے بعد اچھا خاصا مکان کبوتروں کی کابک کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور تلے اوپر متعدد گھروندے بن جانے سے رفتہ رفتہ دھوپ اور ہوا کا گزر ایسے مکانوں میں قریب قریب بالکل نہیں ہوتا۔ مرد تو باہر نکل کر ہوا اور روشنی کا کافی فائدہ حاصل کر لیتے ہیں مگر ان بے زبان اور چہار دیواری کی قیدی عورتوں کی حالت بڑی قابل رحم ہے جو ہر وقت اور ہر موسم میں ان کابکوں میں بند رہنے پر مجبور ہیں۔ اور جن کی تفریح طبع کا کوئی سامان سوائے اس کے نہیں کہ صبح ایک گپ شپ ہو ہیں ہوئی تو دوپہر کو دیورانی جٹھانی نے تیسرے پہر کو نند کی کن سنیاں لیں تو معلوم ہوا کہ وہ بھائی سے بھاوج کی جھوٹی شکایتیں کر رہی ہیں۔ رات کو کھاوج کی باری آئی اور انہوں نے دن کے تمام خوش آئندہ اتفاقات اپنی طرف سے اور حاشئے چڑھا کر میاں کے گوش گزار کئے۔ اب انصاف فرمائیے کہ ان صورتوں میں کیونکر ہماری صحت درست رہ سکتی ہے اور کس طرح بلند حوصلگی عالی ظرفی روشن خیالی پیدا ہو سکتی ہے۔ مردوں کو عورتوں سے عام شکایت ہے اور بالکل بجا ہے کہ ان کے پاس سوائے گھریلو جھگڑوں کے گفتگو کا اور کوئی موضوع ہی نہیں۔ لیکن خدا انصاف کریں کہ جس ماحول میں انہیں رکھا گیا ہے اس میں اس سے زیادہ ان سے اور کیا

توقع کی جا سکتی ہے۔ عورت مرد کی کوئی تخصیص نہیں اگر کسی مرد بچے کو بھی شروع سے اسی طرح رکھا جائے تو وہ بھی ایسا ہی ہو گا۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ امراض سل و دق وبا کی طرح پھیلتے جاتے ہیں اور جتنی زیادہ ان کی روک تھام کی تدبیریں کی جاتی ہیں اُسی قدر زیادہ بڑھ رہے ہیں اور زیادہ تر بدنصیب عورتیں ہی اس کا شکار ہو رہی ہیں۔ کہنے والے فوراً کہتے ہیں کہ ذرا کسی سناٹوریم میں جا کر دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ عورتوں سے زیادہ مرد مریض ہوتے ہیں۔ مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی رسائی سناٹوریم تک مشکل ہی ہوتی ہے کیونکہ اول تو پردے کی سخت پابندی ان کو مشکل ہی سے اجازت دیتی ہے دوسرے ان کی جان بھی اتنی زیادہ قیمتی نہیں سمجھی جاتی کہ اس کو بچانے کے لئے سناٹوریم کے بھاری اخراجات برداشت کئے جائیں غالباً اسی وجہ سے سناٹوریموں میں مردوں کی تعداد زیادہ اور عورتوں کی کم نظر آتی ہے۔ لیکن اصلیت اس کے برعکس ہے۔ مرد بھی آخر بچ تو سکتے ہی نہیں کیونکہ زیادہ نہیں تو کم از کم چوبیس گھنٹوں میں سے چودہ پندرہ گھنٹے تو انہیں بھی ان ہی تنگ و تاریک اور غلیظ گھروں میں گزارنے پڑتے ہیں۔ جہاں ایک دق ہی کیا ہزار ہا قسم کے جراثیم پٹے پڑے ہوتے ہیں۔ کیونکہ مکانوں کی تنگی تاریکی آدمیوں اور اسباب کی زیادتی کے سبب ان کی صفائی ناممکن ہوتی ہے پھر حفظان صحت کے اصولوں کی ناواقفیت کے باعث کسی چھوت دار مریض کو علیحدہ نہیں رکھا جاتا اور نہ ان حالات میں علیحدہ رکھنا ممکن ہی ہے۔ تندرست اور مریض ایک ہی جگہ رہتے ہیں بلکہ اکثر تو یہ دیکھا گیا ہے کہ مریض ماں کے ساتھ ایک چارپائی ایک بستر میں دو دو تین تین بچے سوتے ہیں۔ مریض نے تھوک تھوک کر اپنے پلنگ کے آس پاس کی تمام زمین اور دیواریں رنگ رکھی ہیں جو خشک ہونے کے بعد ہوا سے اڑ کر تمام گھر بلکہ محلہ میں پہنچ رہا ہے مگر غریبوں کو بالکل خبر نہیں کہ ہم خود دوسروں کے لئے کس قدر زہر پاشی کر رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک مریض قبر کا کونا بساتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے اور اس طرح ہر گھر میں ایک نہ ایک مستقل مریض رہتا ہے۔ میں نے ایک نہیں بہت سے گھر ایسے دیکھے ہیں کہ نیچے اوپر دو چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں جو اسباب سے پٹے پڑے ہیں نیچے کے کمرے کے آگے ایک مختصر سا دالان ہے اسی میں ایک طرف چولہا ہے باقی جگہ میں تین چار پلنگ جن پر دو دو تین تین آدمی سوتے ہیں۔ ان ہی میں ایک پلنگ مریض کا ہے جس کے سرہانے مرغیوں کا کھانچا ہے۔ آگے چار پانچ چارپائیوں کا صحن ہے جس کے چاروں طرف اونچی اونچی دیواریں ہیں جن کی وجہ سے گرمیوں میں تو خیر مگر جاڑوں میں تو دھوپ کا زمین پر قطعی گزر نہیں دوپہر کو ذرا دیر کو دیوار پر آئی اور تین بجے رخصت ہوئی۔ سیل کی یہ حالت ہے کہ بغیر برسات کے دالان اور کمرے کی زمین میں پھسلن ہے۔ گرمیوں میں ہوا کی قلت سے دم گھٹتا ہے اور کبھی سخت آندھی آتی ہے تو ایسے گھروں میں معلوم ہوتا ہے کہ ہاں آج ہوا چلی اور ایک آدھ جھونکا آ جاتا ہے۔ کتنا ہی گھر والوں کو سمجھایا کہ خدا کے بندو اپنے اور اپنے معصوم بچوں کے حال پر رحم کرو اور اس اندھیری خندق کو چھوڑ کر چاہے ایک پھونس کا جھونپڑا ہی کیوں نہ ہو کھلا ہوا مکان بنا کر رہو مگر ان کا یہی عذر ہمیشہ سنا کہ باپ دادا کی ہڈیاں جیتے جی کیسے چھوڑ دیں۔ حالانکہ آس پاس کے مکاندار اپنے مکانوں کو بڑھانے کے لئے ان کا مکان دو گنی بلکہ چوگنی قیمت پر لینے کو تیار ہیں جس میں یہ کھلی ہوئی غیر آباد ستی زمین لے کر اس سے آٹھ گنا بڑا مکان بنا سکتے اور خدا کی

مفت بخشی ہوا اور روشنی جیسی نعمتوں کا فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔ مگر جب مکان کی محبت اس کی اجازت بھی دے! وہ دنیا بھر کی تکلیفیں اٹھائیں گے اپنی آمدنی میں سے آدھی حکیم ڈاکٹروں اور دوا فروشوں کی نذر کریں گے اور اس کے بعد بھی اپنی اور اپنے عزیز بچوں کی جانیں ان باپ دادا کی ہڈیوں پر قربان کریں گے اور واقعی اپنا وہ قول پورا کریں گے کہ جیتے جی تو باپ دادا کی ہڈیاں نہیں چھوڑ سکتے۔ گویا ہمارے مرحوم بزرگوں نے یہ ہمارے لئے مکان نہیں بلکہ قبریں بنائی تھیں جن سے ہم نکل ہی نہیں سکتے۔ اور ان پر اپنی جان قربان کردینا ہمارا فرض ہے۔ ضرورت ہے کہ اس رسم بد کے لئے زبردست احتجاج کیا جائے اور جلد سے جلد اس کا خاتمہ کرکے جسمانی اور روحانی تکالیف سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ خداوند کریم ہم ہندوستانیوں پر رحم کرکے عقل سلیم فرمائے تاکہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو تنگ و تاریک قید خانوں میں مقید نہ کریں بلکہ علیحدہ علیحدہ کھلے مکانوں میں رہ کر خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے مالا مال ہوں۔ آمین۔

ظفر جہاں بیگم

پھول

"ہائے ——!" مایوسانہ لہجے میں تقریباً نصف شب کو دولہا نے لمپ کی مدہم روشنی میں گھونگٹ اٹھا کر دیکھا اور ایک ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔

"ہم نے کچھ سمجھا وہ کچھ نکلے بڑا دھوکا ہوا"

"مجھے اس کی خبر نہ تھی میں نے اپنی بہنوں کی زبانی سُنا تھا کہ میری دُلہن بہت حسین ہے والدہ نے بھی مجھے یہی اُمید دلائی تھی کہ میری بہو صورت کے لحاظ سے بہت حسین ہے"

گھونگٹ نکالے ہوئی دلہن کا دل ان الفاظ کے ہتوڑے سے کانچ کی طرح چور چور ہوگیا ستاہلانہ زندگی کا آغاز ایک "ہائے" سے شروع ہوکر نہ معلوم کس بدنصیبی پر ختم ہوگا؟ وہ بیچاری اس بات پر غور بھی نہ کرسکی۔

اگر زمین شق ہوجاتی تو وہ اس میں سما جانے کو تیار تھی یا کہیں قریب کنواں باولی ہوتی تو وہ ضرور اس میں کود پڑتی۔ انتہائی غم کی گھڑیوں میں جان پر کھیل جانا کوئی مشکل نہیں۔ دولہا کمرۂ عروسی سے چپ چاپ نکل گیا۔ یہ شبِ عروسی تھی ——!

ماں باپ نے پیارے لڑکی کا نام پھول رکھا تھا لیکن بدنصیبی نے اُسے دھول کے لقب سے سرفراز کیا رنگ صرف کچھ نہ تھا لوگوں کی نظریں اپنے میں جذب کرنے کے انداز اس نے سیکھے نہ تھے دھوکا دہی سے اُسے نفرت تھی۔

وہ ایک شریف خاندان۔ نیک خصلت لڑکی تھی مزاج میں سادگی تھی اور دل میں شوہر پرستی کا جذبہ لیکن اُسے آنکھیں نہ دیکھ سکیں۔

پھول شوہر کا انتظار کرتے کرتے مرجھا گئی لیکن وہ سنگدل نہ آیا نئی روشنی کا پرستار ایک شوخ و شنگ دلہن چاہتا تھا ہماری زندگی میں ایسے خوشنما مرجھائے ہوئے بیشمار پھول نظر آتے ہیں لیکن حیف ہے ہمارے رسم و رواج پر ——!

(ترجمہ)

تقی علی ہاشمی

آفرینش اسلام میں پہلا ہاتھ عورت کا

جن کا اسم گرامی بی بی خدیجۃ الکبریٰ اور لقب طاہرہ ہے۔ خویلد جیسے ملک التجار رئیس عرب کی دختر۔ قریشی النسل۔ اور خاتم الانبیا۔ حبیب کبریا۔ حامل قرآن بانیٔ اسلام محمد مصطفیٰ صلعم کی سب سے پہلی حرم محترم ہیں۔

دنیا کی مذہبی تاریخ پر نظر ڈالی جائے۔ تو اس کے اوراق صنف نازک کے کارناموں سے بالکل خالی نظر آتے ہیں۔ مصر اس سلسلہ میں آسیہ رضہ بنت مزاحم کو پیش کرے گا۔ توراۃ مریم رضہ صدیقہ اخت ہارون کو آگے بڑھائے گی۔ ناصرہ مریم رضہ عذرا کو سامنے لائے گا۔ تو رامائن سیتاجی وغیرہ کو۔ لیکن کیا ان نیک صفات خواتین کے کوئی مذہبی واصلاحی کارنامے تاریخی اوراق پر محفوظ ہیں؟

اسلام سے پہلے دنیا نے جس قدر ترقی کی۔ وہ صرف ایک صنف یعنے مردوں کی کارگزاریوں کا نتیجہ مانی جاتی رہی مختلف اقوام و مذاہب کے عظیم الشان کارہائے نمایاں موجود ہیں۔ لیکن ان میں صنف نازک کا دخل مانا نہ گیا۔ گو وہ ہر وقت شریک رہی۔ اسلام آیا اور ایسے ساعت مسعود میں ایک مقدس ہستی کے ساتھ آیا۔ کہ اس نے کفر و ضلالت کے تاریک گھٹاؤں میں مرد و عورت دونوں صنفوں کو ایک دوسرے کا لباس ٹھیرا کر ایک صف میں کھڑا کر دیا بس اسی مساوات کا نتیجہ کہ اسلام نے جن ہستیوں کو اپنے کنار عاطفت میں جگہ دی۔ اس میں پرورش پا کر جو قابل تحسین کارہائے نمایاں اس جنس لطیف نے انجام دیئے۔ اسے اسلامی تاریخ کے اوراق سنہری الفاظ میں ہمیشہ چمکانے کے لئے موجود ہیں۔

چنانچہ ان ہی اوراق سے ہم سالگرہ نمبر کے لئے ایک ایسا تاریخی واقعہ پیش کرتے ہیں۔ جو صنف نازک کی عزت و وقار اور دونوں جہان کی کامیابی و سرفرازی کو لئے ہوا ہے۔ گو کسی عورت پر پیغمبری نازل نہ ہوئی مگر پیغمبری و نبوت کی تائید و تقدیم میں سب سے پہلے ایک عورت کا ہی قدم بڑھا اور اس کی مدد و معاونت اور اقدام نے اسلام کا بول بالا کر دیا کہ ایام جاہلیت کے کفر و الحاد اور انسانیت سوز مخرب اخلاق حالات میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی ایک عورت کے نازک دل و دماغ نے ہی اسلام کی دعوت کو سب سے پہلے قبول فرما کر افضل المتقدمین مسلمانوں کی فہرست میں سب سے اول اپنا اسم گرامی لکھوا لیا۔ اور دنیا میں عورتوں کو ناقص العقل و کمزور رکھنے والوں پر ثابت کر دیا۔ کہ عورت کا دل و دماغ فطرتاً نازک ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے ذہن میں جتنی تدبیریں و تجویزیں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ پاکیزہ و لطیف ہوتی ہیں۔ اور ہر اچھی و نیک بات کو وہ فوراً قبول کرنے کا مادہ رکھتی ہیں چنانچہ دنیا اس بات کو مانتی ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آغاز اسلام میں تائید نبوت و رسالت کے لئے کیا کیا اور کیسی کیسی کوششیں فرمائیں۔ کہاں کہاں پھریں اور کس قدر تن۔ من۔ دھن سے اپنے کو نثار کیا۔ تمام مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا طاہرہ رسالت مآب کی کامیابی کا ایک قوی ذریعہ اور مضبوط بازو تھیں۔ آپ کا پیغمبر آخرالزماں سے مناکحت کا فخر حاصل کرنے کا اصل مفہوم بھی یہی تھا کہ انوار نبوت کی تجلی سے آپ فیض یاب ہوسکیں کیونکہ جن باتوں کے نشانات آپ نے کاہنہ عورتوں و مردوں سے سنے تھے وہ سب حضور انور کی ذات میں پائے جاتے تھے۔ اب جو اس قسم کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ تو بڑی مسرت و پیش قدمی سے آپ اپنے سرتاج دارین کے اطمینان و کامیابی میں امداد کے لئے کوشاں رہیں آپ ایسی مستقل مزاج اور راسخ الاعتقاد۔ زمانہ کی نشیب و فراز سے کماحقہٗ واقف۔ نیک و بد۔ حق و باطل میں تمیز کرنے والی صاحب تدبر و معاملہ فہم خاتون تھیں۔ کہ جن مشکلات میں ایسے اولوالعزم رسول کے پائے ثبات ڈگمگا جاتے۔ آپ ہی ان کی ہمت افزائی فرماتیں۔ کیونکہ آپ کو عرب کے اعتقادات و رسوم سے کافی تجربہ تھا اور ان کی کتابوں سے آپ بہت کچھ معلومات حاصل کرچکی تھیں۔ بس خدائے قدیر نے اپنے انتظامی کڑیوں کے ذریعہ آغاز نبوت یا اسلام کے امور کی انجام دہی کے لئے مخصوص حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پیدا کرکے حضور انور کے رشتہ مناکحت میں منسلک کردیا۔ جب دعوت اسلام کا وقت آیا تو سرور کائنات صلعم کا زیادہ وقت خوف خدا اور احتساب نفس میں گزرنے لگا۔ جب وحی نازل ہوتی تو آپ کمبل اوڑھ کر لیٹ جاتے اور دیر تک اس کے اثر میں مغلوب رہتے جب کبھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو گھبراہٹ و پریشانی ہوتی تو خاتون حجاز بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی تشفی بخش طریق سے آپ کو اطمینان دلاتیں۔ اسی طرح آپ ایک روز ملکۂ عرب بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے محل میں آرام فرمارہے تھے۔ کہ یکایک جبرئیل امین وحی کے ساتھ نمودار ہوئے اور فرمایا "یا ایہا المدثر قم فانذر"۔ یعنی اے کمبل اوڑھنے والے اٹھ اور اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرا۔ اپنے پروردگار کی بڑائیاں بیان کرالخ۔ جب یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ تو آپ گھبرا کر اٹھ بیٹھے۔ کمبل کو ایک طرف پھینک دیا۔ اور اپنی معاون بی بی کو آپ کی نگاہیں بہ نظر تجسس دیکھنے لگیں۔ کہ اس وقت بی بی خدیجہؓ مکان کے دوسرے حصہ میں کسی کام کو گئی ہوئی تھیں۔ یکایک جو آئیں تو دیکھا کہ حضور نہایت بے صبری سے کچھ تلاش کررہے ہیں۔ پوچھا کہ حضور کس فکر میں ہیں۔ کیا کسی شے کی ضرورت ہے؟

آپ نے فرمایا نہیں خدیجہ! مجھ پر ابھی یہ وحی نازل ہوئی ہے۔ اس لئے میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ سب سے پہلے میری دعوت اسلام کو کون قبول کرتا ہے۔ اور کون سلسلۂ اسلام میں داخل ہوکر سب سے اول تقدیم اسلام کا ثبوت دیتا ہے۔ آپ نے وحی کے تمام الفاظ یعنے سورۂ مدثر پڑھ کر سنادی۔

ام المومنین حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی تعظیم سے اپنے واجب الاحترام شوہر کی نورانی صورت پر نظر اٹھائے حقیقت کے کانوں سے داعیٔ اسلام کا بر لقاءِ دعوت سن رہی تھیں۔ کہ انہیں ایک پرکیف پھریری سی جسم میں محسوس ہوئی۔ آنکھوں میں خوف خداوندی سے آنسو ڈبڈبا آئے۔ اور قلب طاہر میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوئی۔ آپ دوڑ کر شہنشاہِ کون و مکاں کے

قدموں میں گر پڑیں۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں سب سے پہلے آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی دیتی ہوں ۔

"اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمد الرسول اللہ"

جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس اقدام پہ بے حد خوش ہوئے۔ اور بڑی مسرت سے اپنی محبوب بی بی کا سر مبارک اپنے قدموں سے اُٹھایا۔ اور گلے سے لگا کر دعائے خیر و برکت دی اور اپنی کامیابی پر شاداں و فرحاں دعوت اسلام کے لئے باہر تشریف لے گئے۔

مثل مشہور ہے کہ اصلاح پہلے اپنے گھر سے۔ اسی اصول کے مطابق دعوت اسلام و قبول اسلام کی ابتدا بھی گھر سے ہی شروع ہوئی۔ اور ام المومنین کے مسلمان ہونے پر سرور کائنات صلعم کے متعلقین میں بھی قبول اسلام کا جوش پیدا ہوا۔ پھر کیا تمام مردوں میں سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پھر زید بن حارث اور حضرت ابو بکر صدیق مسلمان ہوئے۔ ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان۔ زبیر بن العوام۔ طلحہ بن عبد اللہ۔ سعد بن ابی وقاص اور عبد الرحمٰن بن عوف نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔

اب مکہ میں ہر طرف ایک عجیب قسم کی اضطراری ہل چل مچ گئی۔ کفار عرب کے سوا ام المومنین کے خویش و اقارب بھی بے طرح آپ کو طعن و تشنیع دینے لگے۔ کوئی کہتا محمدؐ (نعوذ باللہ) پاگل ہے۔ مجنون ہے۔ کوئی کہتا جادوگر ہے کہ جو اس سے نظر ملاتا ہے اُسی کا ہو جاتا ہے مگر یہ خویلد کی بیٹی کو کیا ہو گیا کہ ایسے اُمی۔ یتیم مسکین شخص پہ جان مال برباد کر کے اس کی حمایت کر رہی ہے۔ کوئی کہتا کہ آنحضرت کی محبت میں مغلوب ہو کر حضرت خدیجہ آنکھیں بند کر کے سب کچھ کر رہی ہے ورنہ عبد اللہ کے یتیم میں دھرا کیا ہے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ ام المومنین ان باتوں کو اپنے کانوں سنتیں۔ لیکن کسی کی پرواہ نہ کرتیں۔ بلکہ آپ کو بے انتہا مسرت اور فخر تھا کہ وہ پہلے پہل ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئیں۔ جس وحدہٗ لاشریک کے مذہب کی طرف آپ نے قدم پہلے بڑھایا وہ سچا اور برحق ہے۔ اور اس میں وہ صداقت بھری ہوئی ہے کہ آخر کار تمام عرب ایک دن اسی کے آگے سر نیاز جھکا دے گا۔

اتنا ہی نہیں بلکہ جب کبھی حضور ان باتوں سے کبیدہ خاطر ہو جاتے۔ تو آپ تسکین بخش الفاظ میں فرماتیں کہ یا رسول اللہ آپ کبیدہ کیوں ہیں؟ ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون یعنی کیا کوئی ایسا رسول آج تک آیا بھی ہے جس کا لوگوں نے تمسخر نہ اُڑایا ہو پس آپ کی ان حوصلہ افزا جملوں سے حضور انور کی ہمت پھر مضبوط ہو جاتی اور تبلیغ کا جوش دوبالا ہو جاتا۔ بس آپ کا قبول اسلام معترضین کے اعتراض کے مطابق محض غلبۂ محبت کا نتیجہ ہرگز نہ تھا۔ کیونکہ جسے جس سے محبت ہوتی ہے۔ وہ بلا چون و چرا آنکھیں بند کر کے اپنے محبوب کی ہر اچھی بُری بات کو مان کر پیروی کرتے ہیں۔ بی بی حضرت خدیجہ کی محبت نے اندھی تقلید نہیں کی۔ بلکہ بڑی تحقیق و تلاش اور غور و فکر کامل کے بعد آپ نے اس سعادت دارین کو حاصل کیا جس کے شوق و انتظار میں آپ بے چین تھیں۔ وقت کے آتے ہی آپ فوراً پیش قدمی کے لئے آمادہ ہو گئیں۔ کہ آپ ہر معاملہ کی تہہ کو پہنچنے والی خاتون تھیں۔ دولت و ثروت کی فراوانی نے آپ کو خوشامد سے بھی بے نیاز کر رکھا تھا۔ کیونکہ خاندان قریش میں آپ سے زیادہ کوئی دولت مند نہ تھا۔ نیک خصال و شریف النفس تھیں اور اس پایہ کی کہ آپ طاہرہ جیسے ممتاز و مقدس لقب سے عرب میں قابل تعظیم تھی

جاتی تھیں۔ بس ان سب صفات کے ساتھ آپ خاندان کی فرمانبردار اور جان نثار بھی ضرور تھیں۔ مگر ہر امر میں تحقیق و تنقید کے بعد۔ ورنہ اگر محبت کی گرویدگی میں بے سوچے سمجھے آپ کو ایمان لانا مقصود ہوتا۔ تو نصرانیوں۔ راہبوں کاہنوں کے پاس جا جاکر کیوں تسلی کرلیتیں۔ ورقہ اور عداس کے تردد کے کیوں آپ اور اپنے ساتھ رسول کریم کو لے جاکر اطمینان حاصل کیا جاتا۔ یہ تو رشک و حسد میں بہت کچھ جلے کٹے الزامات تھے جس کی آپ مطلق پروا نہ کرتے اپنے تقدیم اسلام و خوش نصیبی پر نازاں تھیں۔ کہ کہ دنیوی جاہ و دولت کے ساتھ لازوال دولت اسلام سے بھی آپ کو خدا نے بہرہ اندوز فرمادیا۔

ادھر نبی برحق صلعم بے شمار پریشانیوں کے ہوتے ہوئے اس بات سے بے حد مسرور تھے کہ جس شریعت کی تبلیغ کے لئے آپ دنیا میں مبعوث ہوئے ہیں۔ اس کی سب سے پہلے سب سے بڑی معاون آپ کی ہی اہلیہ محترمہ ثابت ہوئیں جنہوں نے اپنی رفاقت کا حق عمر بھر تا بہ نبوت و رسالت کے ساتھ ادا کیا۔ آغاز تبلیغ میں جو جو مشکلات حائل تھیں۔ انہیں آسان کرنے میں اسی ایک عورت کا ہاتھ بڑے استقلال و تدبر سے کام کر رہا تھا جس کے معترف اور قدردان حضور انور صلعم عمر بھر رہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ سرور کائنات صلعم نے فرمایا کہ "جب میں کفار سے کوئی بات سنتا جو میرے دل پر ناگوار اثر کرتی۔ تو میں خدیجہ سے کہتا تھا۔ اور وہ اس طرح سمجھاتی تھیں کہ میرے دل کو ان کی باتوں سے تسکین حاصل ہو جاتی۔ اور میرے لئے کوئی صدمہ ایسا نہ ہوتا کہ خدیجہ کی تسلی سے ہلکا و آسان نہ ہو گیا ہو۔

آنحضرت صلعم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد مفاد اسلام کے لئے دس نکاح کئے۔ لیکن آپ کی یاد بڑی تعظیم و قدردانی کے ساتھ ہمیشہ کیا کرتے۔ اتنا ہی نہیں۔ بلکہ آپ کی محبت ایسے اولوالعزم پیغمبر کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا دیتی۔ ثبوت کے لئے ذیل میں چند احادیث شریف کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جو اس ذات مقدس کی محبت۔ قدردانی اور فضیلت کے لئے بہت بڑا امتیازی درجہ رکھتی ہیں۔ کہ خدائے بزرگ و برتر اور اس کے محبوب رسول اللہ صلعم کے نزدیک کس قدر ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ممتاز درجہ ہے۔

بخاری شریف میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب جناب رسول خدا گھر میں تشریف لاتے۔ تو بی بی خدیجہ رض کا ذکر کرکے بہت کچھ تعریف فرماتے۔ ایک دن حضور نے ان کی تعریف شروع کر دی۔ مجھے رشک ہوا اور میں نے کہا یا رسول اللہ وہ تھیں کیا۔ ایک بڑھیا بیوہ عورت تھیں۔ خدا نے آپ کو ان کے بعد ان سے بہتر عورت عنایت کی۔ آپ کو بار بار ان کا ذکر نہ کرنا چاہیئے۔ یہ سنکر نبی اسلام کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمانے لگے کہ خدا کی قسم مجھے خدیجہ سے اچھی بیوی نہیں ملی۔ وہ ایمان لائیں جبکہ سب لوگ کافر تھے۔ انہوں نے ہی میری تائید و تصدیق کی جبکہ سب لوگ مجھے جھٹلاتے تھے انہوں نے اپنا زر و مال مجھ پر قربان کر دیا جبکہ تمام لوگوں نے مجھے محروم کر رکھا تھا۔ اور خدا نے ان ہی سے مجھے اولاد بھی دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ڈر گئی۔ اور اس روز سے عہد کر لیا کہ اب نبی کریم صلعم کے سامنے کبھی انہیں ایسا ویسا نہ کہوں گی۔

بخاری شریف سے یہ بھی ایک حدیث ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی بہن ہالہ حضور صلعم

ملنے آئیں۔ اور اذن کے اصول کے مطابق اندر آنے کی اجازت مانگی۔ ان کی آواز حضرت خدیجہ رضؓ سے ملتی جلتی تھی۔ جب رسول کریمؐ کے کانوں میں ہالہ کی آواز آئی تو حضرت خدیجہ رضؓ یاد آ گئیں۔ اور آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔ یہ کہتے ہوئے آپ جلد اُٹھے کہ ہالہ ہوں گی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ اس وقت موجود تھیں۔ انہیں رشک ہوا لیکن آپ نے فرمایا کہ "خدا نے مجھے ان کی محبت ایسی ہی دی ہے"۔ اسی محبت کا یہ ثبوت تھا کہ حضور انورؐ نے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں کسی دوسری شادی کا خیال تک نہ کیا اگرچہ آپ عمر میں حضورؐ سے زیادہ تھیں اور بیوہ بھی تھیں۔ وفات کے بعد بھی جب حضورؐ قربانی یا کوئی جانور ذبح فرماتے۔ تو آپ ام المومنینؓ کی سہیلیوں اور رشتہ داروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر گوشت پہنچاتے۔

بخاری شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "فرمایا نبی صلعم نے کہ سب سے بہتر اس امت کی عورتوں میں خدیجہ رضؓ ہیں۔ اور گذشتہ امت میں مریم علیہا السلام ہیں"۔

سب پر طرۂ امتیاز آپ کے حق میں یہ فرمان الٰہی ہے۔ دیکھئے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین رسول اللہ صلعم کے پاس آئے اور فرمایا کہ "خدیجہ رضؓ برتن میں کچھ لا رہی ہیں۔ انہیں خدائے بزرگ کا اور میرا سلام پہنچا دیجئے"۔ (بخاری شریف)

اسی طرح ایک بار حضرت جبرئیل مہ رسالت مآب صلعم کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے کہ خدیجہ رضؓ تشریف لائیں۔ تو فرمایا ان کو جنت میں ایسا گھر ملنے کی بشارت سنا دیجئے جو موتی کا ہوگا۔ اور جس میں شور و غل اور محنت و مشقت نہ ہوگی"۔

بہنو! یہ تقدیم و تائید اسلام کا سنہری واقعہ صنف نازک کی عزت و وقار کے لئے کیا حکم رکھتا ہے؟ کہ ہماری ہی صنف سے ایک محترم و مقدس خاتون نے اس فضیلت کا درجہ حاصل کر کے مقبول خداوند رسول اور خلائق ہوگئیں۔ اور اگرچہ نبی رسول نہ ہوئیں۔ مگر تائید و تصدیق اور تقدیم نبوت و رسالت میں مردوں سے بڑھ کر ایک عورت ہی کی ذات معاون ثابت ہوئی جس نے آفرینش اسلام کے مشکل مراحل طے کر کے تمام دنیا کو آفتاب رسالت کی ضیا گستر شعاعوں سے منور کر دیا۔ اور دنیا کو بتا دیا کہ عورت کو خدائے قدیر نے بے بہا جوہر اور طاقت و دانائی عطا فرمائی ہے۔ بشرطیکہ ان کے رسوخ۔ اقتدار۔ مراتب و حقوق کو برقرار رکھ کر اس سے کام لیا جائے۔

پس ہمارے لئے ام المومنین حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسوۂ حسنہ شمع ہدایت ہے۔ اور ہمارے مردوں کے لئے ہمارے شہنشاہِ کون و مکان پیغمبر آخرالزماں کا طرز عمل سبق آموز ہے کہ ایسے نیک و دانا صفت بیبیوں کی قدر و توقیر زندگی میں تو کیا دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد بھی کی جاتی ہے۔

سردار محمدی بنت نواب آف وائی

خاتونِ ہندی سے

از مولانا محوی، صدیقی، لکھنوی (مدراس)

اُٹھ اے خاتونِ مشرق، آہ اے ہندوستاں والی
کہ اب دیکھی نہیں جاتی ہے ہم سے اپنی پامالی

خدا کی شان، یہ افلاس، اس زرخیز خطے میں
نہ تیری ناک میں نتھ ہے، نہ تیرے کان میں بالی

سپاہی تھا مسلمان، عالم و صنّاع و تاجر تھا
کبھی اس نے بھی پایا تھا جہاں میں رتبۂ عالی

قدم رکھا ہے لیکن جب سے اس تہذیبِ مغرب نے
وطن کو ناز تھا جس پر، ہوئی رخصت وہ خوش حالی

پریشاں ہیں، مصیبت میں ہیں، ننگے اور بھوکے ہیں
وہ ہندی ہوں کہ سندھی ہوں، وہ برمی ہوں کہ بنگالی

یہ حالت قوم کے مردوں کی اب دیکھی نہیں جاتی
کوئی بیڑی بناتا ہے، کوئی کرتا ہے حمّالی

کوئی ہوٹل میں نوکر، کوئی چپراسی ہے دفتر میں
کوئی گاڑی چلاتا، صاف کرتا ہے کوئی نالی

کوئی جاروب کش، کوئی مؤذن، کوئی ملّا ہے
مجاور کوئی قبروں کا، کوئی کرتا ہے غسّالی

کوئی پھیری لگا کر بیچتا ہے چائے اور شربت
کوئی بیچارہ بازاروں میں کرلیتا ہے دلّالی

غرض ذلت کے پیشے جس قدر ہیں، ہم میں وہ سب ہیں
حسب پر ناز ہے پھر بھی کہ ہیں سادات ٹکسالی

حصولِ علم و حکمت ہو گیا دل سے فنا یکسر
حقیقت تو یہ ہے اپنی جہالت کی سزا پالی

یہ کیسا انقلاب آیا ہے آئینِ حمیت میں
اُسی پر فخر کرتے ہیں، سمجھتے تھے جسے گالی

یتامیٰ اور بیوائیں گدائی کرتی پھرتی ہیں
نہیں کوئی، کرے اِن ننھے پودوں کی جو رکھوالی

غرض میں کیا کہوں حالت ہے کتنی دردناک ان کی
نہ گالوں پر رہی سرخی، نہ ہونٹوں پر رہی لالی

پیامِ زندگی دیتی ہیں موجیں موسمِ گل کی
نمو کا جوش ہے گلشن میں، پر کوئی نہیں مالی

ہمارے رہنما سب بندۂ اغراضِ ذاتی ہیں
نہ سیّد سا کوئی مخلص نہ آگے ہے نہ اب حالی

ہزاروں میں نظر آئیں گے بس دو چار ہی ایسے
فضا اچھی نظر آتی ہے جن کی حالتِ مالی

دیا ہے جن کو حسن و دولت خدا نے اور عزت بھی
نمایاں موٹر و بنگلے سے کچھ ہوتی ہے خوش حالی

سو وہ اسراف اور فیشن پرستی سے پریشاں ہیں
سروں پر اُن کے بھی چھائی ہے نکبت کی گھٹا کالی

فضا جو خوش ہیں، وہ ہیں مست دولت اور امارت میں
بلا سے اِن کی، گر ہو ملک اور ملت کی پامالی

انہیں احساس ہو جائے جو سب کی خستہ حالی کا
ابھی ہو دور ملت سے یہ نکبت، یہ بد اقبالی

نہ اِن کو ہوش آتا ہے، نہ تم کو جوش آتا ہے — ہوئے ذوقِ عمل سے آہ کیا دونوں کے دل خالی

یہ حالت دیکھ کر روتی ہیں آنکھیں خون کے آنسو — لگی ہے آگ گھر میں، خوش کھڑی ہو دور گھر والی

کرے بیدار کون اِن نیند کے ماتوں کو غفلت سے — بتائے کون اِن کو۔ اِن کی بد حالی، بداعمالی

نہیں اُٹھتے یہ ظالم آہ اپنے خوابِ شیریں سے — بجائے جارہا ہے گو جرس، فطرت کا گھڑیالی

پلٹ دے ان کی کایا، پھیر دے رُخ اِن کی فطرت کا — اُلٹ دے تختۂ ذلت مٹا دے یہ زبوں حالی

مجھے معلوم ہے جو تجھ میں غیرت اور حمیّت ہے — کہ جب چاہا ہے تو نے مرد کی دنیا بدل ڈالی

مجھے مردوں سے کچھ کہنا نہیں، کہنا تجھی سے ہے — تری جرأت مُسلّم، گو کہ تو نازوں کی ہے پالی

خدارا جلد تر تو انقلاب ذوق پیدا کر

اُٹھ اے خاتونِ مشرق اپنی فطرت کو ہویدا کر

آدمی بات سے پہچانا جاتا ہے

غالباً بہت سی بہنوں نے یہ فقرہ بارہا سنا ہوگا۔ بچوں کی کتابوں میں جو قصے عموماً درج کئے جاتے ہیں ان میں اس اندھے فقیر کا قصہ بھی ہوتا ہے جس نے بادشاہ، وزیر، اور غلام کا فرق ان کے طرز تخاطب سے معلوم کرلیا تھا کہنے کو تو یہ قصہ بچوں کا ہے مگر اس میں بڑوں کے لئے بھی ایک دفتر نصیحت پنہاں ہے۔ سچ ہے آدمی بات سے پہچانا جاتا ہے۔ جو لوگ واقعی بلند مرتبہ و اعلیٰ نسب ہیں ان کا لہجہ نرم اور ان کی گفتگو شیریں ہوتی ہے۔ ان کے کلام میں نخوت نہیں ہوتی یا کم سے کم نہیں ہونی چاہئے۔

ہندوستان اخلاق کا گہوارہ اور تہذیب کا مسکن ہے۔ یہاں ہمیشہ سے یہ دستور ہے کہ جو لوگ جتنے کم حیثیت ہیں اُنھیں اتنے ہی زیادہ ادب و تعظیم سے مخاطب کیا جائے۔ فقیر کو داتا۔ اندھے کو حافظ۔ بھٹے کو بڑے میاں کہا جاتا ہے۔ نوکر سے شریف مرد "بھئی" اور ماماؤں سے بیویاں "بوا" کہہ کر بات کرتی تھیں۔ بچے گھر کی بڑھیا پرانی ماماؤں کو نام لے کر نہیں بلاتے تھے۔ چھوکرے چھوکریاں گھر والیوں کو اماں۔ خالہ جان۔ آپا۔ وغیرہ کہا کرتی تھیں۔ اور وہ اس میں اپنی کسر شان نہیں سمجھتی تھیں۔ نوکر کے ہاتھ سے بھی پانی لے کر سلام کرنے کا دستور تھا اور چوڑیاں پہن کر یا سر گوندھوا کر تو سلام کرنا فرائض میں سے شمار ہوتا تھا مگر کب؟ یہ کس زمانہ کا ذکر ہے؟ یہ کس دور کی باتیں ہیں؟ وہ لوگ نہ رہے۔ وہ سماں اور وہ رسوم نہ رہیں۔ ان کے دیکھنے والے بھی اٹھتے جا رہے ہیں۔ مگر مشرقی تہذیب کے یہ جواہر ریزے۔ آہ کیا ہمیشہ کے لئے کھو جائیں گے؟ کیا کوئی ان انمول موتیوں کو جمع کرنے کی کوشش نہ کرے گا؟ یہ زمانہ قومی بیداری کا ہے۔ ینگ انڈیا کو اپنے ملک کے روپیہ کا باہر جانا نامنظور ہے۔ وہ اپنی صنعتوں کے مٹ جانے کا ماتم کر رہی ہے مگر کیا وہ اپنی تہذیب کو جانے دے گی؟ کیا وہ اپنی قومی خصوصیات کو فنا ہونے سے نہ بچائے گی؟ اسے کب یہ احساس ہوگا کہ اخلاق کا جو معیار ہندوستان میں رائج ہے وہ بہترین ہے اس کو ترک کر کے ہم ترقی نہیں کر رہے بلکہ تنزل کی طرف قدم اٹھا رہے ہیں۔ اس ایک طرز گفتگو ہی کو لیجئے "آیا جلد پانی لاؤ" زیادہ بھلا معلوم ہوتا ہے یا "مٹھی بی ذرا پانی کا گلاس تو لا دو؟"

ہم نے آج کل کیا بھونڈا طریقہ بات کرنے کا نکالا ہے بقول شخصے بات کیا کی گویا پتھر کھینچ مارا۔ برابر یا اپنے سے بڑے درجہ کے لوگ سے تو ہم بہت گھل گھل کر ملتے ہیں: "آیئے" "اور تشریف لایئے" "بہت دنوں سے آپ کا انتظار تھا" اور کیا اور کیا مگر نوکروں سے بات کہنے کا کیا طریقہ ہے: "ارے فلاں جلدی آؤ" "سالا کمبخت کدھر مر گیا" فقیروں، غریبوں کا تو پوچھنے ہی کیا۔ خود ان سے بات کرنے میں عار ہے انہیں نوکروں سے صلواتیں سنائی جاتی ہیں۔ اس کا احساس بھی نہیں کہ اصلی تہذیب وہی ہے جو اپنے سے کم درجہ کے لوگوں سے برتی جائے اور شرافت کی یہی پہچان ہے کہ غریبوں سے

جھک کر ملیں اور مسکینوں سے ادب سے بولیں۔

ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ وہی کورانہ مغربی تقلید اس عجیب طرز گفتگو کی بھی ذمہ دار ہے۔ انگریز جو ہندوستانیوں سے اکھڑی اکھڑی باتیں کرتے ہیں تو ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہماری زبان نہیں آتی وہ صرف الگ الگ الفاظ یہ لاؤ وہ دے دو ہی بول سکتے ہیں۔ زبان کی یہ باریکیاں جیسے "ذرا" "مہربانی" "دیناتو" وغیرہ سے وہ واقف نہیں۔ دوسرے محکوم قوم سے جو حقارت ان کے دل میں ہے اس کا اظہار اس قسم کے الفاظ سے کرتے ہیں۔ اپنی زبان میں اور اپنی قوم سے وہ کبھی اس طرح نہیں بولتے۔ ان کے یہاں بھی یہ بات ضرب المثل ہے کہ پشتوں کے امیر اور اصلی شریف نوکروں، ماتحتوں، دوکانداروں سے ہمیشہ نرمی سے بولتے ہیں اور دو دن کے امیر اکڑ کر۔

نرم لہجہ کی گفتگو سننے میں اچھی معلوم ہوتی ہے۔ بولنے والے کی عزت دل میں پیدا کراتی ہے اور اس کی طبیعت وفطرت کے جانچنے کے لئے بہترین چیز ہے۔ بات کرنے کا سلیقہ بچپن میں سکھایا جاتا ہے۔ بڑوں سے اس بارے میں کچھ کہنا اچھا نہیں معلوم ہوتا مگر اس زمانے میں چونکہ بڑے خود اس عیب میں مبتلا ہیں اس لئے یہ مضمون بجائے "بنات" کے "عصمت" کے لئے لکھ رہی ہوں۔

شاید یہ خیال کر کے اس طرح کی گفتگو کی جاتی ہے۔ کہ ان کی بات کے طریقے سے لوگ یہ سمجھ لیں کہ یہ دقیانوسی خیالات کے نہیں بلکہ نئے فیشن کے ہیں۔ اگر یہ واقعی یہی وجہ ہے کہ لوگ یہ نتیجہ اخذ کریں تو وہ اپنے مقصد میں بدرجہ اتم کامیاب ہیں کیونکہ مہذب گفتگو "جاہلوں" کی خصوصیات میں سے سمجھی جانے لگی۔ اور اگر اتفاقاً کوئی نئے فیشن کے مرد یا عورت پُرانے طرز پر باتیں کریں تو بہ نظر استعجاب دیکھے جاتے ہیں اور میں نے خود اپنے کانوں سے ان کے متعلق لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ "ارے فلاں نے تو کچھ اس طرح سے باتیں کیں گویا انگریزی پڑھے ہوئے ہی نہیں ہیں۔ افسوس! گویا انگریزی پڑھنے کے لوازمات میں سے یہ ہے کہ اپنی زبان اور اپنی تہذیب کو بھول جاؤ۔

کاش ہم کو گفتگو کرتے وقت اس کا اندازہ ہو کہ ہماری کرخت کلامی سننے والوں پہ کتنا بڑا اثر ڈالتی ہے اور کیسے حقارت اور نفرت کے جذبات ہماری طرف سے پیدا کراتی ہے۔ اور نرم لہجہ، ذرا سا با ادب طرز تخاطب کس طرح سننے والوں کے دل موہ لیتا اور ہمارا مداح بنا دیتا ہے۔ تو ہم کبھی اس قدر آسان ہر دل عزیزی کے ذریعے کو نہ چھوڑیں۔

شائستہ سہروردی۔ بی۔ اے

پریذروڈ اشیا

جاپان سرد ملک ہے اس لئے گرم ممالک کی طرح ہر قسم کی پیداوار خاطر خواہ ناممکن ہے۔ چاول کی سال میں صرف ایک فصل ہوتی ہے۔ پکانے کی ترکاریاں اور پھل بھی موسم سرما میں نہیں اُگ سکتے۔ سوائے چند ساگ وغیرہ کے تمام کھیت اور میدان برف سے پٹے ہوتے ہیں۔ پھل اتنے کم ہیں کہ ان کی قسمیں جھاجھپ انگلیوں پر گن لیجئے۔ گائے بھینس۔ بھیڑ بکری بھی کافی تعداد میں موجود نہیں۔ البتہ مچھلی کا ذخیرہ لاتعداد ہے۔ ملک کے اطراف میں سمندر پڑا لہریں مار رہا ہے جس میں سینکڑوں قسم کی اور کثرت سے مچھلی پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی ان لوگوں کی محبوب خوراک ہے۔

اس قلیل پیداوار سے جاپانی قوم جیسا کچھ فائدہ اٹھا رہی ہے کون نہیں جانتا۔ دور اندیش اور عقل کے پتلے ہیں۔ ایک فلاسفر نے اپنا تجربہ لکھا ہے کہ جاپانیوں کے دماغ میں عقل کے خط بہ نسبت دوسری اقوام کے زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اب خدا ہی جانے کہ قدرت نے عقل کا خط زیادہ عطا کیا ہے یا عقل کو استعمال میں لانے کی قوت۔ بہر حال یہ تو ماننا پڑے گا کہ یہ قوم نہایت سمجھداری سے کام کر رہی ہے۔

ذرا غور تو کرئے کیا جاپان کیا جاپان کی پیداوار۔ مگر جو کچھ پیدا ہوتا ہے اس سے قوم پل رہی ہے اور دوسرے ممالک سے چاندی رول رہی ہے۔ ملک میں پھلوں۔ ترکاریوں۔ مچھلی۔ گوشت۔ سب کو پریذروڈ یعنی محفوظ چیزوں کے تیار کرنے کے کارخانے موجود ہیں۔ ان میں مرد عورتیں کام کرتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ کارخانے سینما کی نیوز میں دکھائے جاتے ہیں۔ پھلوں کو اس خوبی سے پریذروڈ کرتے ہیں کہ ان کی تازگی اور مٹھاس خراب نہ ہو۔ ڈبوں کی ہوا خارج کرکے پھلوں کو نیم نمکین پانی میں ڈال کر منہ خام کر دیتے ہیں۔ ترکاریاں مچھلی۔ گوشت نیم نمکین پانی میں ڈال کر منہ خام کرتے ہیں۔

پھلوں میں زیادہ تر آڑو۔ آلوچا۔ ناشپاتی۔ سیب۔ اناناس۔ نارنگی۔ لوکاٹ۔ سکورام بو دچہ ی دپھل، چیسٹ نٹ وغیرہ۔ پکانے کی ترکاریوں میں مٹر کی پھلی۔ سویابین۔ بانس کا پھول۔ وغیرہ۔ مچھلی ہر قسم کی لیکن سامن زیادہ پریذروڈ کی جاتی ہے۔ اس کی ہڈی اور کانٹا نک رائی سے کالی ہو جاتا ہے۔ خوش ذائقہ ہوتی ہے۔ بشرطیکہ بہت پرانی نہ ہو۔ پریذروڈ گوشت گلا ہوا ہوتا ہے۔ ڈبہ کھولئے اور نوش کریئے۔ تمام پریذروڈ ڈبوں پر علیحدہ علیحدہ ہر اشیا کے لیبل مع تصویر و نام کے لگا کر چلتا کرتے ہیں۔ پریذروڈ اشیاء باہر کثرت سے جاتی ہیں اور خود جاپان میں استعمال ہوتی ہیں۔ ہر محلہ میں چھوٹی سی چھوٹی دکان پر پریذروڈ چیزیں موجود ہوتی ہیں۔ جب لوگ پکنک کو جاتے ہیں پریذروڈ ڈبہ ساتھ لے جاتے ہیں۔ جہازوں پر بھی ڈبے استعمال ہوتے ہیں

جاپانی قوم خدا کی نعمتوں کی انتہائی قدر کرتی ہے کسی چیز کو ضائع نہیں کرتی۔ چیزوں کو پھینکنے سڑنے کی بجائے

آیندہ استعمال کے قابل بنایا جاتا ہے۔ موسم میں تازی چیزیں کھاتے ہیں اور بقیہ موسم کے پرزیدروڈ۔ اس کے علاوہ بانکپن کر تجارتی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان کارخانوں سے کتنے بیکار روزی کماتے ہیں اور ملک میں روپے کی بڑھوتری الگ ہوتی ہے۔

ہندوستان کس قدر وسیع اور زرخیز ملک ہے اس کی زمین سونا اگلتی ہے۔ مگر افسوس کہ ہم میں سمجھ نہیں جو فائدہ اٹھائیں۔ ہماری کاشت آج بھی اس پرانے ڈھچر پر چل رہی ہے جیسی سو برس پہلے تھی۔ غریب زمیندار حد سے زیادہ محنت شاقہ کے باوجود قلاش ہیں۔ بے چاروں کو نہ جدید کاشت کاری کے طریقے معلوم اور نہ جدید اوزار ہی ملک میں جیتا وہی سر سے کنواں کھودنا اور اوندھا سیدھا پیٹ بھرنا۔

ہندوستان میں بیسیوں قسم کے کثرت سے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ آم جیسی نعمت کا عطیہ قدرت نے ہندوستان ہی کو عطا کیا ہے۔ کتنی قسم کا اور کس کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ کتنا نفیس اور کیسا خوش ذائقہ پھل ہے۔ بڑی بوڑھیاں تو اسے جنت کا میوہ کہتی ہیں۔ اور سچ کہتی ہیں۔ غیر ممالک کے لوگ اس کی صورت سے بھی آشنا نہیں۔ خوش قسمتی سے جن اصحاب نے ہندوستان میں اسے کھالیا ہے وہ آج تک ہونٹ چاٹتے ہیں اور انتہائی تعریف کرتے ہیں۔ اگر صرف اس کو پرزیدروڈ کیا جائے تو ہندوستانیوں کو کس قدر تجارتی فائدہ ہو۔ علاوہ اس کے بہت سے پھل پرزیدروڈ کئے جا سکتے ہیں۔ مجھے خوب یاد ہے برسات میں بیماری پھیلنے کے خوف سے میونسپلٹی بہت سے پھلوں کو مثلاً امرود۔ انار۔ ناشپاتی۔ آم۔ کو کھتوں میں گڑوا دیتی ہے۔ کیونکہ کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اور خوف ہوتا ہے کہ سڑنے سے بیماری پھیلے گی اور لوگ کھائیں گے بھی کثرت سے۔

کاش ملک کے مدبرین اور غور و فکر کرنے والے قدرت کے ان بیش بہا عطیوں کی قدر کریں اور ان کو بجائے زمین میں دفن کرنے کے پرزیدروڈ کرنے کا انتظام کریں۔ پرزیدروڈ کے کارخانوں میں بیکار لوگ بھرتی ہو جائیں اور وہ کچھ پیدا کر سکیں۔ ادھر ملک میں تجارت ترقی کرے۔ میں جب کبھی سینما کی نیوز میں پرزیدروڈ کارخانوں کو دیکھتی ہوں تو انتہائی روحی تکلیف ہوتی ہے اور بجائے تفریح کے میرا بہت سا وقت کوفت میں گزرتا ہے۔ فوراً ہندوستان میں پھلوں سے گڑے ہوئے کھتے آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ اور سوائے اپنے ملک کے لوگوں کی عقل پر ماتم کرنے کے کچھ بن نہیں پڑتی۔

مسز برلاس از جاپان

ہمارا روحانی لباس

عربی کی ایک مثل ہے کہ الناسُ باللِّباس یعنی آدمی لباس سے ہے اور یہ بھی ٹھیک کہ انسان اور حیوان میں ایک نمایاں فرق ہے اور جس کے پاس یہ نہیں وہ درحقیقت جامۂ انسانیت سے عاری ہے جس زمانے میں کپڑا نہیں بنا تھا لوگ درختوں کی چھال اور جانوروں کی کھال سے اپنا تن ڈہانکتے تھے اور جب سے کپڑا بنا ہے ہر وقت اس کی خوشنمائی اور خوبصورتی کی فکر میں رہتے ہیں ہزاروں قسم کے کپڑے بنے طرح طرح کے لباس ایجاد ہوئے اور سچ پوچھئے تو لباس کی تراش خراش اور اس کی آرائش کا فن ہر زمانے میں اور تمام فنون سے بڑھ چڑھکر رہا ہے لیکن ابھی تک کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اب وہ تکمیل کو پہونچ گیا اور اس میں آیندہ اور محنت کی ضرورت نہ ہوگی۔ لباس ہی قومیت کی پہچان ہے یہی تہذیب و تمدن کی نشانی ہے اسی سے امیری غریبی کا اظہار ہوتا ہے اور اسی سے انسان کے سلیقے اور مزاج کی نفاست کا اندازہ لگایا جاتا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ کسی شخص کو دیکھ کر جن جن چیزوں سے اس کی حیثیت عادات و مزاج کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ان میں سب سے پہلی چیز لباس ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ اور یہی وجہ ہے کہ عام طور پر لوگ کھانے پینے پر اتنی توجہ نہیں کرتے جتنی لباس پر۔ اور کہتے ہیں کہ پیٹ کا کھایا کوئی نہیں دیکھتا مگر تن کا پہنا سب دیکھتے ہیں۔ کوئی غریب سے غریب بھی ہوتا ہے تو وہ بھی ایک آدھ جوڑا ضرور ایسا رکھتا ہے جو چار آدمیوں کے سامنے پہن سکے اور جہاں تک ہوسکتا ہے اس کی خوشنمائی اور آرائش کی فکر کرتا ہے محنت اور کوشش کا تو ذکر ہی کیا اسے اپنی حیثیت سے زیادہ دام بھی خرچ کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا اور پھر تیاری کے بعد اس کی حفاظت و احتیاط میں وہی سرگرمی ہوتی ہے کہ اپنی تکلیف و پریشانی گوارا مگر کپڑے جان کے برابر رکھے جاتے ہیں کہیں ان میں شکنیں نہ پڑ جائیں کہیں کوئی داغ دھبا نہ لگ جائے اور اگر کہیں کوئی بے احتیاطی ہوگئی یا بہ مجبوری کہیں ایسے استعمال کرنے پڑے کہ میلے ہوگئے تو فوراً ان کی درستی اور صفائی کی فکر پڑتی ہے اور جب تک وہ ٹھیک ٹھاک ہوکر رکھ نہ دئے جائے چین نہیں آتا اگر دھوبی اچھی طرح صاف کرکے نہ لائے یا ٹھیک استری نہ کرے تو اس پر اعتراض ہوتا ہے اور دوبارہ بھیجے جاتے ہیں اور اگر کہیں اس کی غفلت سے کوئی کپڑا پھٹ جائے یا اور کسی طرح خراب ہوجائے تو ایک آفت آجاتی ہے اور بعض لوگ تو تاوان تک بھروا لیتے ہیں۔ ان سب باتوں پر غور کیجئے اور پھر اس پر نظر ڈالئے کہ اس جسم فانی کے لئے جسے ابھی چند روز میں خاک میں ملنا ہے اور جس کے تمام اثرات اسی فانی دنیا تک محدود ہیں ہم کیا کیا محنتیں اٹھاتے ہیں اور روح سے جو خود ہمیشہ رہنے والی ہے اور جس کی زینت و آرائش سے ہم دونوں جہان میں مقبول ہوسکتے ہیں کس قدر غافل ہیں حالانکہ ہمیں اس لباس کی تیاری میں کچھ بھی خرچ نہیں کرنا پڑتا جس کا تانا بانا خدا کا خوف ہے مذہب کا خوشنما

رنگ جس کی زیب و زینت ہے سچائی خلوص جس کی صفائی اور ہمدردی و خدمت خلق خوشنمائی ہے گویا ہم مکان کو آراستہ کرتے ہیں اور مکین کی پروا نہیں کرتے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ طریقہ بالکل خلاف عقل ہے بھلا اگر کوئی شخص اپنے گھر کو قیمتی شیشہ و آلات سے سجائے نفیس ریشم کے زرتار پردوں اور اعلیٰ درجے کے ایرانی قالینوں سے اُسے آراستہ کرے اور پھر اس میں خود کھدر کے موٹے جھوٹے میلے کچیلے کپڑے پہن کر بیٹھ جائے تو دیکھنے والے اُسے کیا کہیں گے؟ ضرور نہیں گے اور کہیں گے کہ اس کی عقل ماری گئی ہے لیکن اگر سچ پوچھئے تو یہ ہنسنے والے اپنے اوپر آپ ہنستے ہیں اور چشم بصیرت سے کام نہیں لیتے جس سے ان کی اصلی صورت نظر آسکتی ہے۔ اور پھر کوشش و محنت سے ٹھیک ہو سکتی ہے۔ دنیا میں ایسے ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جنھوں نے اپنی ریاضت سے قیافہ کے علم کو غلط ثابت کر دکھایا ہے علم ادب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ارسطو ایک ایسے پہاڑ پر رہتا تھا جس پر چڑھنے کا صرف ایک ہی رستہ تھا اس راستے پر اس نے ایک مصور کو مقرر کر دیا تھا کہ جو شخص اس سے ملنا چاہے اس کی تصویر بنا کر پیش کرے جب وہ تصویر اس کے سامنے آتی تو اس قیافے پر غور کرتا کہ آیا یہ شخص مجھ سے مل کر کچھ فیض حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر اس قابل ہوتا تو وہ ملاقات کے لئے بلوا لیتا ورنہ انکار کر دیتا ایک مرتبہ اس نے کسی کی تصویر دیکھ کر اس کو رخصت کرنے کا حکم دیا تو اس شخص نے ملاقات پر اصرار کیا اور کہا کہ میری سیرت و حالات میرے قیافے کے مطابق نہیں ہیں بلکہ اس سے بہت بہتر ہو گئے ہیں اور میں نے یہ بات بڑی کوشش سے حاصل کی ہے کہ اپنے آپ کو اس برگزیدہ ہستی کی صحبت میں رہنے کے قابل بنا لیا ہے ارسطو نے یہ سن کر کہا کہ بے شک ایسا ہو سکتا ہے اور اسے بلا کر اپنا شاگرد کر لیا۔ اسی طرح اگر ہم بھی اپنی روح کی آرائش کی طرف متوجہ ہوں تو اس سے بہت کم محنت میں اسے اچھی حالت میں لا سکتے ہیں جتنی جسمانی آرائش کے لئے اٹھایا کرتے ہیں اور اس وقت اس ظاہری بناؤ سنگھار کی اتنی زیادہ ضرورت بھی باقی نہیں رہے گی۔ کیونکہ ایک خوبصورت و خوش لباس آدمی جہاں بیٹھے گا اچھا ہی معلوم ہوگا اور مکان کو خود اس کی ذات سے رونق حاصل ہوگی خداوند کریم ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کے اس پاک اور مقدس عطیہ کو اس کی عبادت اور رضامندی کے کاموں سے اور زیادہ مقدس اور پاکیزہ بنا کر اس کی درگاہ میں مقبولیت کا شرف حاصل کریں۔ آمین۔

۱۰۹

تاج پوشی

تاج پوشی سے پہلے یہ رات تھی —— یعنی آنے والی صبح کو نوعمر بادشاہ تاج شاہی سے سرفراز ہونے والا تھا نوجوان بادشاہ آراستہ خوابگاہ میں تنہا جلوہ آرا تھا۔ اراکین سلطنت اور معزز درباری آداب شاہانہ بجالاکر رخصت ہوچکے تھے۔

کم سن بادشاہ نے عہد طفلی سے گزر کر ابھی گلشن شباب میں قدم رکھا ہی تھا۔ عمر کا سولھواں سال تھا مجلس برخاست ہوجانے سے اُسے اطمینان سا محسوس ہونے لگا۔ رات کا گہرا سکوت اور سکون مطلق کی ہیبت ناک تاریکی کائنات کا ذرہ ذرہ ایک سکتہ میں تبدیل ہورہا تھا۔ وہ نرم زرکار مخملی گدیلے پر دراز ہوگیا۔ اس کی آنکھیں تو گرفتار آہوئے صحرا کی طرح خوف زدہ اور کسی گہری حقیقت کی جستجو میں بے قرار معلوم ہوتی تھیں۔

درحقیقت یہ نوجوان صحرائی تھا۔ ایک گڈرئے نے اُسے پالا تھا۔ وہ ہمیشہ ان دونوں میاں بیوی کو اپنے والدین سمجھتا رہا۔ مگر وہ ایک بادشاہ کی اکلوتی لڑکی کا فرزند تھا۔ شہزادی نے خاندانی روایات کے خلاف ایک حسین مطرب سے جو کامل مصور بھی تھا شادی کرلی تھی شاہی گھرانے میں یہ داماد ہرگز قابل پذیرائی نہ تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کی ساحرانہ بربط نوازی نے شہزادی کے دل کو مسخر کرلیا تھا۔ اور بعض کا بیان تھا کہ وہ مطرب نہیں بلکہ مصور تھا جو کسی دلکش مرقع کی تیاری میں مصروف تھا۔ شہزادی کا حسن اس کے لئے جان گسل ثابت ہوا۔ اور وہ ناتمام تصویر خانقاہ میں چھوڑ کر یکایک نگاہ عالم سے مستور ہوگیا!

(۲)

بچہ جب سات دن کا ہوا تو ایک روز جبکہ شہزادی سو رہی تھی شاہی فرمان اور حکومت کی ظلم آفرینی سے ننھے معصوم کو گڈرئے کے سپرد کردیا گیا۔

غریب گڈریا جس کا کوئی بچہ نہ تھا اس نعمت گراں بہا کو پاکر بہت خوش ہوا .... اس کی دنیا اولاد کی مسرتوں سے خالی تھی۔

بدنصیب شہزادی بچے کے غائب ہوجانے کا علم ہوتے ہی شدت غم سے فوت ہوگئی۔ کسی نے کہا کہ مہلک عارضہ نے اس کا کام تمام کیا۔ لیکن عام طور پر یہ خیال تھا۔ کہ اُسے کوئی ایسا زود اثر سم قاتل پلادیا گیا تھا جس نے چشم زدن میں اس کا رشتہ حیات منقطع کردیا۔

کرشمۂ تقدیر دیکھئے کہ سنگدل درباری جو بچے کو شاہی حکم کے بموجب گڈرئے کے جھونپڑے پھینک آیا تھا۔ لوٹتے ہوئے اسی جھونپڑی سے ٹکرا کر گھوڑے سے گرا! وہ گرتے ہی فی النار ہوگیا۔

کہتے ہیں شہر سے دُور کسی معمولی قبرستان میں شہزادی کی لاش دفن کر دی گئی۔ اور اُس کے ساتھ ایک خوبصورت پردیسی نوجوان کو بھی جو پا بہ زنجیر لایا گیا تھا۔ دراصل یہی بدنصیب شہزادی کا غریب شوہر تھا...... جس کا فقط یہی ناقابل معافی جرم تھا کہ وہ شاہی خاندان کا رُکن نہ تھا۔

مگر جب بادشاہ! ظالم اور حریص بادشاہ کی آخری گھڑی سر پر آ پہونچی، تو اُسے اپنا ظلم یاد آیا۔ اس لئے نہیں کہ حق بہ حقدار رسید کے مسئلہ پر عملدرآمد کرے۔ بلکہ اس خیال سے کہ سلطنت اس کی نسل سے نکل نہ جائے اُس نے اس نوعمر ستم رسیدہ بچے کو گڈریئے کے جھونپڑے سے طلب کیا۔ اور ارکین سلطنت کے روبرو اپنا جانشین مقرر کر گیا۔

(۳)

قسام ازل نے خوبصورتی کا ذوق اور نرم دلی کا مادّہ نوجوان بادشاہ میں خصوصیت سے ودیعت کیا تھا۔ وہ ہر خوبصورت چیز کا پرستار تھا جس وقت گڈریئے کی گدڑی اتار کر اُسے لباس شاہانہ پہنایا گیا وہ فرطِ مسرت سے اُچھل پڑا۔ البتہ کبھی کبھی اُسے اپنی صحرائی آزادی شاہانہ پابندیوں کے مقابلہ میں یاد آتی۔ اور اُس کی شاعرانہ محسوسات کو مضمحل کر دیتی۔ جس وقت مجلس حکومت برخاست ہو جاتی وہ سارے محل میں آہوئے صحرا کی طرح گشت لگاتا۔ اور گلشن کی رنگ آمیزیوں سے محظوظ ہوتا۔ پیش خدمت آگے پیچھے زرق برق وردیوں میں دست بستہ حکم کے منتظر کھڑے ہوتے۔ مگر وہ کسی اور چیز کا متلاشی تھا۔ وہ کائنات کی دلفریب سحر طرازیوں سے تنہا لُطف اندوز ہونے کے لئے بے چین رہتا۔

اس کے متعلق عجیب روایات مشہور تھیں کہتے ہیں کہ شہریوں کی جانب سے صدر مجلس (میئر) جب سپاسنامہ پیش کرنے کے لئے حاضر ہوا تو وہ اس وقت بھی ایک دلکش تصویر کے مطالعہ میں محو تھا۔ اسی طرح ایک مرتبہ مسلسل کئی گھنٹے تک وہ غائب رہا۔ قلعہ میں کھلبلی مچ گئی، آخر کار بڑی جستجو کے بعد محل کے ایک گوشے میں ایڈونیس کے ایک جواہر پوش مجسمے کے سامنے تصویرِ حیرت بنا پایا گیا۔

غرضکہ ہر وہ شے جس میں حُسن اور شان دلربائی نمایاں ہوتی اس کی مطمح نگاہ بن جاتی تھی۔ اس نے بے شمار سوداگر دوسری جانب کے ملکوں اور غیر شہروں میں نادر و قدیم اشیاء بیش قیمت جواہرات اور عجائبات کی فراہمی کے لئے روانہ کر دئے۔

(۴)

اس کو سب سے زیادہ اس شاہانہ لباس کی فکر تھی۔ جو وہ جشن تاجپوشی کی تقریب میں زیب تن کرنے والا تھا۔ اس دلفریب سنہری قبا پر جس میں زرکار حاشئے جگمگا رہے تھے۔ بیش قیمت تابناک جواہرات سے جابجا گُل افشانیاں ہو رہی تھیں۔ لعل بدخشاں سے مزیّن تاج اور بے بہا موتیوں سے جڑا ہوا عصا اس کی پُر امنگ طبیعت میں ہلچل ڈال رہا تھا۔ عید سے بڑھ کر خوشیاں اُس کے دل میں گُدگُدا رہی تھیں۔ اور تبسم اس کے ہونٹوں پر کھیل رہا تھا۔ وہ نہایت آرام سے کوچ پر نیم دراز دلفریب رنگین خیالات میں محو تھا۔ سامنے آتش دان روشن تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ کیسی کیسی جانفشانیوں سے کیسے کیسے کاریگر

اور آرائش اس کے ملبوس کی تیاری میں مصروف ہیں ہزاروں درخشاں جواہرات سینکڑوں گوہر آب دار جن کا ثانی ملنا ممکن نہیں بے شمار زر و جواہر لٹا کر مہیا کئے گئے ہیں ـــــ صرف اس مبارک گھڑی کے لئے. جبکہ تاج شاہی اس کے سر پر رکھا جائے گا۔

اس وقت وہ اپنے شاعرانہ تخیل میں شاہانہ لباس سے آراستہ معبد میں مقدس قربان گاہ کے آگے سر تسلیم خم کئے مؤدب کھڑا تھا۔ لیکن کچھ دیر استغراق کے بعد وہ یکایک چونک پڑا حسین منقش در و دیوار پر نگاہ ڈالی۔ دیبا اور حریر کے خوبصورت پردے اور ارغوانی ریشم کے نرم و گداز بستر۔ پھولوں کی شامہ نواز دلفریب خوشبو اُسے ایک طرف محوخواب کرنے پر مُصر تھی تو دوسری طرف نوعمری کی پُر لطف اُمنگیں جشن و مسرت کی ولولہ انگیزیاں اس اہم وقت کو زندہ دلی سے گزارنے کی متمنی۔

ہلکی سیماب وار چاندنی میں معبد کا گنبد دریا کے کنارے ایک مرمریں بلبلے کا منظر پیش کر رہا تھا۔ البتہ کبھی کبھی بُلبُل کے دل خراش نالے اس پُر کیف خاموشی میں دخل اندازی کرتے بُرے معلوم ہوتے۔ کوئل بھی دُور کسی گلستاں میں زمزمہ سنج تھی چنبیلی کی خوشبو شام جاں کو معطر کر رہی تھی۔ اس نے خدام طلب کئے۔ شب خوابی کا لباس زیب تن کیا۔ اور بستر استراحت پر دراز ہو گیا۔ مگر آہ! وہ آرام کی پیاری نیند اب کہاں نصیب! خواب کی سرزمین میں وہ بے کنارہ تیرتا جا رہا تھا!!

(۵)

عالم رویا میں وہ کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک ایسی جگہ کھڑا ہے۔ جہاں بے شمار چرخوں اور کرگھوں کی آواز سامعہ خراشی کر رہی تھی۔ زرد اور لاغر کاریگروں اور مزدوروں کی ان تھک محنت افسوس ناک منظر پیش کر رہی تھی۔ کہیں مصیبت زدہ غریب عورتیں سوزن کاری میں مصروف تھیں۔ فضا میں اس قدر عفونت تھی کہ یہاں ٹھیر کر سانس لینا دشوار تھا۔

بادشاہ ایک نوباف کے قریب پہنچ کر ٹھیر گیا۔

"کیا دیکھتے ہو؟" نوباف نے چیں بجبیں ہو کر کہا۔

"کیا مالک نے ہماری ٹوہ لینے کے لئے بھیجا ہے؟" دوسرا بولا۔

"کون مالک؟" بادشاہ نے تعجب سے پوچھا۔

"ہمارا مالک اور کون؟" نوباف نے حقارت اور تلخی سے جواب دیا۔ "گو کہ ہم ہی جیسا وہ بھی آدمی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہ قیمتی کپڑے پہنتا ہے۔ اور ہم چیتھڑے لگائے ہوئے ہیں۔ ہم فاقہ کشی سے نیم جاں ہیں۔ وہ پلاؤ قورمے سے بھی سیر نہیں ہوتا"

"خدا کی تمام سرزمین آزاد ہے کوئی کسی کا غلام نہیں"۔ بادشاہ نے کہا۔

نوباف نے جواب دیا۔ "ہرگز نہیں۔ ہم ہرگز آزاد کہلانے کے مستحق نہیں"۔

"جنگ آزمائی کے موقع ہمیشہ زور کمزور پر فتحمند ہوتا ہے۔ اور امن کے دور میں امیر غریبوں پر غالب آتا ہے۔ ہمیں پیٹ کی خاطر کام کرنا ہی پڑتا ہے۔ خواہ کتنی ہی حوصلہ شکن مزدوری ملے۔ وہ ہماری محنت کا پھل کھاتے ہیں۔ اور ہمارے پھول سے بچے کملا جاتے ہیں۔ ہماری جانیں قبل از وقت بے انتہا تکالیف جھیل کر ختم ہو جاتی ہیں۔ ہم فصل بوتے اور کاٹتے ہیں۔ مگر پھر ہم ہی دانے کو ترستے ہیں لوگ ہمیں اس لئے آزاد خیال کرتے ہیں کہ ہماری قید بے زنجیر ہے۔"

"کیا یہی حالت سب کی ہے؟" بادشاہ نے افسردہ ہو کر پوچھا۔

"ہاں سب کی یہی حالت ہے۔ بچے ہوں یا بوڑھے۔ سوداگر ہمیں پیسے ڈالتے ہیں۔ خدا ترس عابد و زاہد اپنی تسبیح ہلاتے ہماری طرف سے بے دیکھے گزر جاتے ہیں۔ ہماری تنگ و تاریک گلیوں میں عسرت منڈلاتی ہے۔ ہم فاقہ سے سوتے ہیں اور فاقہ سے جاگتے ہیں۔ مگر تمہیں اس سے سروکار؟

تمہاری حالت اور ہے۔ شاید تم سرمایہ دار ہو گے اس لئے خوش اور مطمئن معلوم ہوتے ہو" یہ کہہ کر وہ کام میں مصروف ہو گیا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ سنہرے تاروں سے کپڑا بنا جا رہا ہے وہ خوف زدہ ہو گیا اور پوچھا "یہ تم کیا بن رہے ہو؟"

"یہ نو عمر بادشاہ کی تاج پوشی کا لباس ہے"۔ نور باف نے جواب دیا۔ بادشاہ چیخ اٹھا۔ اور آنکھ کھل گئی۔ چاند کی روشنی دریچے سے اندر آ رہی تھی وہ بدستور اپنے بستر پر تھا وہ پھر خواب کے جزیرے میں جا پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ بڑی سی کشتی پر سوار ہے۔ تقریباً سو غلام اسے چپوؤں سے چلا رہے تھے۔ قریب ہی کشتی کا مالک قالین پر متمکن تھا۔ اس کا خوفناک آبنوسی رنگ سرخ ریشمی دستار اور کانوں میں بڑے بڑے نقرئی مُندے ایک ہیبت شان پیدا کر رہے تھے۔ وہ ہاتھ میں ایک ترازو لئے ہوئے تھا۔ غلام بالکل برہنہ تھے۔ صرف ایک ایک لنگوٹی بندھی تھی۔ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے دھوپ کی تمازت سے ان کی حالت دگرگوں ہو رہی تھی۔ حبشی سپاہی ہاتھوں میں کوڑے لئے زدوکوب کرنے کو تیار تھے۔ وہ اپنے کمزور شانوں سے حتی المقدور تیزی سے چلانے میں مصروف تھے۔

کشتی سمندر میں پہنچی۔ ہلکی ہلکی ہوائیں چل رہی تھیں۔ سرخ بادبان ہوا میں لہرانے لگا۔ دفعتہً ۳ فوجی سوار ساحل پر نمودار ہوئے اور اپنے نیزوں سے حملہ آور ہو گئے کشتی کا مالک فوراً سنبھل گیا۔ اور تیر و کمان درست کر کے ایسا تاک کر نشانہ لگایا کہ ایک سوار اسی وقت گر پڑا۔ باقی دونوں الٹے پاؤں بھاگے۔ پھر ایک عورت زرد نقاب ڈالے اونٹ پر سوار آہستہ آہستہ گزرتی دکھائی۔۔۔۔ وہ حسرت بھری نگاہوں سے پلٹ کر اس بے جان سوار کو دیکھتی جاتی تھی۔ آنکھیں جوش غم سے سرخ ہو رہی تھیں۔

(۷)

جب کشتی لنگر انداز ہوئی۔ حبشی غلام ایک مضبوط رسی کی کمند اٹھا لائے۔ اور کشتی کنارے باندھ دی۔ پھر ایک نوجوان غلام کو زبردستی پچھاڑ۔ اس کے ناک اور کان کے سوراخوں میں موم لگا دیا کمر سے وزنی پتھر باندھا اور اسی رسی سے جکڑ کر

آہستہ آہستہ سمندر میں اُتار دیا گیا۔ چند بُلبلے اُٹھتے دکھائی دئے۔ اور غلام سمندر کی گہرائیوں میں غائب ہو گیا۔ لیکن کچھ دیر بعد رسّی کو اوپر کھینچ لیا۔ جس کے ساتھ ہانپتا کانپتا غلام بھی اوپر نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک موتی تھا! سردار نے جھپٹ کر موتی چھین لیا۔ غریب غلام کو پھر پانی میں غوطہ دیا گیا۔ اُس وقت دوسرے غلام چپوّوں پر ٹیک لگائے اونگھ رہے تھے۔ بار بار وہ مظلوم موتی لاتا۔ اور غوطے کھاتا رہا۔ آخر کار سردار نے اِن تمام موتیوں کو جمع کر کے ایک سبز تھیلے میں بند کر دیا۔

بادشاہ یہ تمام ماجرا دیکھتا رہا۔ وہ کچھ بولنا چاہتا تھا۔ مگر منہ سے آواز نہ نکلتی تھی۔ حبشی آپس میں کچھ بڑبڑا رہے تھے۔

غوطہ خور آخری مرتبہ جب باہر آیا تو اُس کے ہاتھ میں ایسا نایاب موتی تھا جس کی نظیر دنیا میں نہ مل سکتی تھی۔ اب اس کا چہرہ پیلا تھا۔ وہ آتے ہی عرشے پر گر پڑا۔ ناک اور کانوں سے خون جاری تھا۔ اعضا میں تشنجی کیفیت پیدا ہو گئی وہ دیکھتے دیکھتے تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ حبشیوں نے بے دردی سے اس کی لاش اُٹھا کر سمندر میں پھینک دی۔ کشتی کا سنگدل مالک ہنسنے لگا۔ پھر موتی کو للچائی ہوئی نگاہ سے دیکھا۔ آنکھوں سے لگایا۔ اور فرطِ مسرت سے اُچھل اُچھل کر بار بار چلّاتا تھا۔ آہا ہا! یہ بادشاہ کی صولجان میں جڑا جائے گا! عصائے شاہی کی زینت بڑھائے گا! بادشاہ یہ سُن کر خوف زدہ ہو گیا اُس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ آنکھیں کھُلیں تو بدستور محل میں تھا۔ جھروکے سے دکھائی دے رہا تھا کہ افق پر شاہ خاور اپنے خفیف تبسم سے عالم بیداری پیدا کرنے کی کوشش میں معروف ہے!

بادشاہ کی آنکھ پھر لگ گئی۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک دہشتناک جنگل میں سراسیمہ دوڑ رہا ہے سانپ اُسے دیکھ کر پھنکارنے لگے۔ شوخ طوطے سرسبز ڈالیوں پر پھدک رہے تھے درختوں پر بندروں کا ہجوم دیکھا۔ ایک مقام پر خشک ندی دکھائی دی وہاں بڑی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ لوگ زمین کھود رہے تھے۔ دُور ایک مہیب غار تھا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ اس میں سے موت اور لالچ منہ نکالے اس جم غفیر کو تک رہے ہیں۔ اور آپس میں اس طرح ہمکلام ہیں۔

موت: "میں بہت تھک گئی ہوں۔ اپنے چوتھائی آدمی دیدے میں چلی جاؤں گی!"

لالچ: "واہ! یہ میرے فرماں بردار نوکر ہیں۔ تجھے کیوں دیدوں؟"

"تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟" موت نے مسکرا کر سوال کیا۔

"مکئی کے ۵ دانے مگر تجھے اس سے غرض" لالچ نے جھنجھلا کر جواب دیا۔

"ایک دانہ مجھے دیدے میں اپنے باغ میں لگاؤں گی" موت نے کہا۔

"تجھے کچھ نہیں دوں گا" یہ کہہ کر لالچ نے اپنا ہاتھ دامن میں چھپا لیا۔

موت نے مُسکرا کر ایک پیالہ نکالا اور چشمے میں ڈبو دیا۔ یکا یک لرزہ پیدا ہوا اور تہائی مزدور چشم زدن میں مر گئے! حرص نے سر پیٹ لیا اور رو کر کہا: "ہائے تو نے یہ کیا ستم کیا؟ میرے مزدور کیوں مار ڈالے۔ کمبخت دُور ہو۔ کیا تجھے کہیں اور کام نہیں ملتا!؟"

"جب تک تو ایک دانہ میرے حوالے نہیں کرے گا میں نہیں جاؤں گی:" یہ کہہ کر زہر خندے کے ساتھ ایک پتھر موت نے جنگل کی طرف پھینکا۔ جھاڑیوں سے آتشی لباس پہنے بخار نمودار ہوا فوراً تمام باقی ماندہ مزدور مر کر ڈھیر ہو گئے!

لالچ نے سر پہ خاک ڈالنا اور رونا شروع کیا۔ موت اکڑ کر بولی جب تک تو ایک دانہ نہ دے گا میں تیرا پیچھا نہ چھوڑوں گی۔

"میں کچھ نہیں دوں گا:" لالچ نے کڑک کر جواب دیا۔ موت نے قہقہہ مار کر سیٹی بجائی فوراً ایک عورت ہوا پر اڑتی ہوئی حاضر ہوئی اس کی پیشانی پر "بلائے آسمانی" تحریر تھا دیکھتے دیکھتے گدھ ٹڈی دل کی طرح آسمان پر منڈلانے لگے۔ پہاڑی کے نشیب میں طوفان برپا ہو گیا اب ایک انسان بھی زندہ باقی نہ رہا۔ لالچ چیخ مار کر جنگل سے کہیں بھاگ گیا۔ اور موت اپنے صبا رفتار سرخ گھوڑے پر اُس کے عقب میں روانہ ہوئی۔

(۸)

اب اپنے اپنے بھٹوں سے خونخوار درندے خونچکاں زمین کو سونگھتے نکلے۔ نو عمر بادشاہ نے رو کر پوچھا "یہ کون ہیں اور کیا ڈھونڈھ رہے ہیں ؟"

"بادشاہ کے تاج کے لئے یاقوت!" ایک طرف سے آواز آئی۔ بادشاہ نے مڑ کر دیکھا کہ ایک درویش ہاتھ میں آئینہ لئے کھڑا ہے۔

"کس بادشاہ کے لئے:" بادشاہ نے خوف سے کانپتے ہوئے پوچھا۔

"آئینہ میں دیکھ لے" درویش نے جواب دیا۔

بادشاہ نے آئینے پر نگاہ ڈالی تو خود اپنی ہی تصویر دکھائی دی وہ بے اختیار چیخ اٹھا اور آنکھ کھل گئی۔ اُس وقت آفتاب کی شعاعیں شبنم میں نہائے درختوں کو درخشاں لباس پہنا رہی تھیں۔

(۹)

ارکینِ سلطنت حاضر ہوئے۔ پیش خدمتوں نے شاہانہ لباس۔ تاج اور عصا پیش کیا بادشاہ نے دیکھا کہ زرنگار لباس واقعی بیحد دلکش ہے۔ اور تاج و عصا انمول جواہرات سے مرصع مگر اُسے اپنا خواب یاد آیا۔ اُس نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔

"یہ سب لے جاؤ" اس نے حکم دیا "میں کچھ نہیں پہنوں گا۔ تاج پوشی ہو یا نہ ہو۔ یہ کپڑا مصیبت اور مشقت کے ہاتھوں سے تیار کرایا گیا ہے۔ یاقوت خون آشام ہیں موتیوں میں موت چھپی ہوئی ہے!"

پھر اس نے درباریوں سے اپنے تینوں خواب بیان کئے۔ وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ کہنے لگے غم سے بادشاہ کا دماغ خراب ہو گیا ہے ورنہ خواب کو اتنی اہمیت نہ دیتا۔

"جہاں پناہ!" وزیر نے عرض کیا یہ وسوسے دل سے نکال دیجئے۔ خلعت زیب تن کر کے تاج شاہی فرق مبارک پر رکھئے۔ اور صولجان کی حکومت سنبھالئے۔ جب تک اعلیٰ حضرت شاہانہ پوشاک سے آراستہ نہ ہوں گے۔ تاج پوشی کی رسوم کیونکر ادا ہوں گی؟ رعایا کس طرح جانے گی یہ ہمارا بلند اقبال شہنشاہ ہے۔"

"رعایا نہیں پہچانے گی"؟ بادشاہ نے تعجب سے پوچھا "میرا تو خیال تھا کہ بادشاہ کی صورت ہی میں کچھ شناخت ہوگی خیر جو ہو میں اس لباس تاج اور عصا کو دُور سے سلام کرتا ہوں۔ مجھے ایسی بادشاہی اور ظلم و ستم کی حکومت نہیں چاہیئے۔ اگر بغیر اس خلعت کے تاج پوشی نہیں ہو سکتی تو نہ ہو۔ گدڑی پہن کر میں اس محل میں آیا تھا وہی لے کر گڈریئے کے جھونپڑے میں واپس جاؤں گا۔

یہ کہہ کر وہ اپنے ایک ہم عمر خادم کو لے کر اٹھا صندوق سے اپنی گدڑی نکالی۔ چراگاہ کا پُرانا سونٹا ہاتھ میں لیا جس سے گلہ بانی کیا کرتا تھا۔ پھر روش پر سے موتیا کی ایک بیل توڑ کر سر کے گرد لپیٹ لی اور خادم سے کہا "یہ ہے میرا خلعت تاج اور عصا!"

(۱۰)

وہ اسی شان سے ایوان شاہی میں داخل ہوا جہاں ارکین سلطنت اور اعیان مملکت رسوم تاج پوشی سرانجام دینے کے منتظر تھے۔ امراء و وزراء اس ہیئت کذائی پر انگشت بدنداں رہ گئے۔

"جہاں پناہ!" سب نے بیک زبان کہا "لوگ اپنے شہنشاہ کے پُرشوکت جلوے کے منتظر ہیں یہ لباس فقیرانہ ہرگز مناسب نہیں"۔

مگر اس نے ایک بڑسنی گھوڑے پر سوار ہو کر معبد کو روانہ ہو گیا جہاں تاج پوشی کی رسم ادا ہونے والی تھی۔ صرف نوجوان خادم ہمرکاب تھا۔ راستے پر رعایا شاہی سواری کی منتظر تھی۔ اس وضع میں اپنے فرمانروا کو کسی نے نہ پہچانا۔ بادشاہ نے خود اُن سے کہا "میں ہی تمہارا بادشاہ ہوں" پھر اپنا خواب سنایا سب مبہوت رہ گئے۔

"حضور!" ایک بوڑھے آدمی نے آگے بڑھ کر عرض کیا "امیروں کی امانت ہی سے دنیا قائم ہے۔ غرباء پر داری مشکل ضرور ہے مگر اسی سے ہمارا پیٹ پلتا ہے اعلیٰ حضرت شان و شوکت سے تخت نشین ہوں ہم پر کیا گذرتی ہے اس کی کچھ فکر نہ کریں"۔

"نہیں!" بادشاہ نے جوش سے جواب دیا "امیر اور غریب سب برابر کے انسان ہیں کسی کو حق نہیں کہ خدا کے بیشمار بندوں کو لوٹ کر عیش کرے!"

بادشاہ جب معبد میں پہونچا دربان اُسے روکنے لگے کیونکہ وہ شاہی سواری کے منتظر تھے نہ کہ گڈریئے کی آمد کے جب مقدس پیشوائے دین نے بادشاہ کو اس لباس میں دیکھا تو حیرت سے کہنے لگا!

"محترم فرزند! یہ کیا ہے۔ تاج کہاں ہے تخت نشینی کیونکر ہوگی۔ عصا کیا ہوا اب میں کیا تیرے ہاتھ میں دوں گا۔ آج خوشی کا دن ہے اور تو اس طرح سوگوار نظر آرہا ہے"۔

"خوشی میں غم کو نہ بھولنا چاہئے!" بادشاہ نے جواب دیا اور اپنا پورا خواب بیان کیا۔

"میرے بچے!" مقدس پوپ نے طویل خاموشی کے بعد کہنا شروع کیا "میں بوڑھا ہوں اور دنیا کے نشیب و فراز سے واقف تمام آدمی گناہوں سے آلودہ ہیں۔ دنیا ہمیشہ سے ایسی ہی ہے انسان، حیوان حتیٰ کہ کیڑے مکوڑے تک اس قانون قطرت سے مستثنیٰ نہیں۔ شیر جھاڑیوں میں بے خبروں کی گھات میں چھپا رہتا ہے۔ جنگلی سؤر ہرے بھرے کھیت برباد کر ڈالتے ہیں۔ بحری قزاق سمندروں میں بے گناہ مسافروں اور جہازرانوں کا خون کرتے ہیں۔ جذامی شہر سے دُور کس مپرسی کے عالم میں پڑے ایڑیاں رگڑ رہے ہیں۔ کیا تم دنیا کی ذہنیت کو بدل سکتے ہو؟ جذامی کو اپنے ساتھ سُلانا پسند کرو گے۔ غلیظ بھکاری کو اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھاؤ گے؟ کیا خونخوار شیر اور جنگلی سؤر تمہاری نگہداری قبول کریں گے۔ اگر یہ سب ممکن نہیں تو پھر یہ درد و غم فضول ہے جاؤ شاہانہ لباس پہن کر آؤ تاکہ تخت نشینی کی رسم ادا کی جائے۔"

"مقدس باپ! کیا آپ اس پرعظمت عبادت خانے میں سچ کہہ رہے ہیں؟ اچھا میں دیکھتا ہوں" یہ کہہ کر نوجوان بادشاہ قربان گاہ پر چڑھ گیا حریم مقدس کے آگے سرنگوں کھڑا ہوگیا ایک سکتے کا عالم حاضرین پر طاری ہوگیا۔ خدائے غریب پرور شہنشاہ مناجات میں مصروف تھا یکایک شور مچا اور لوگ تلوار چمکاتے معبد میں شور مچاتے گھس آئے۔

"کہاں ہے وہ دیوانہ گدڑی پوش بادشاہ؟ کدھر ہے سلطنت کو بے حرمت کرنے والا ہم اس خائن کی جان لیں گے...... ہاں اس کو تکا بوٹی کر ڈالیں گے"

بادشاہ نے جس کے باطنی کمالات اب انتہا کو پہنچ چکے تھے شور سُنکر سر اُٹھایا۔ اس وقت آفتاب عالمتاب کی سنہری ضیا تاب کرنیں رنگین شیشوں سے چھن چھن کر ایک عجیب سماں پیش کر رہی تھیں۔ بادشاہ فرشتہ نور معلوم ہو رہا تھا اُس کے سر پر حسین موتیا کی سفید بیل تاج سے زیادہ تابناک دکھائی دیتی تھی وہ گدڑی میں بھی شاہانہ خلعت سے آراستہ نظر آ رہا تھا۔ اچانک ایک دلکش پرکیف موسیقی شروع ہوگئی سب پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری تھی ---... فرشتے ہاں آسمانی معصوم فرشتے مسرتوں کے ترانے آلاپ رہے تھے۔ سرکش باغی بھی حیران اور ششدر رہ گئے۔ مذہبی پیشوا پر بھی ایک مردنی سی چھا گئی اور اُس کی مرتعش آواز یہ کہتی سنائی دی۔

"تو ہمارے وہم و گمان سے برتر تاجدار ہے"

بادشاہ قربان گاہ سے اُترا اور مجمع کو چیرتا شاہی محل میں چلا گیا کسی کو آنکھ اُٹھانے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔

"وہ نور مجسم معلوم ہو رہا تھا!"

(آسکر وائلڈ) جمیلہ بیگم کلکتہ

دُھوپ

بارش کے بعد نکلی ہے کیا زر نگار دُھوپ
برسا رہی ہے دشت و چمن پر نکھار دُھوپ

ذرّے زمیں کے صورتِ گوہر چمک اُٹھے
دامانِ کوہسار میں پتھر چمک اُٹھے!

پاکیزہ مثلِ دامنِ پاکاں یہ دُھوپ ہے
حُسنِ عمل کی طرح درخشاں یہ دُھوپ ہے

تصویرِ حُسن، آبِ گہر سے دُھلی ہوئی
یا ہے کوئی حسین حقیقت کھُلی ہوئی!

افسوں گری کرشمۂ خوباں کی اس میں ہے
جاں پروری تبسّمِ جاناں کی اس میں ہے

سرمایۂ نشاط ہے یہ دل پذیر دُھوپ
قوّت فزائے دل ہے کہ ہے جوئے شیر دھوپ

پیہم تھرک تھرک کے ہے سُورج چمک رہا
یا چشمہ نُور کا ہے فلک پر چھلک رہا

دُھل کر ہوئی فضائے چمن خوشگوار اور
اس دُھوپ میں ہے سبزہ وگُل کی بہار اور

دشت وجبل ہیں دعوتِ نظارہ دے رہے
پردہ اُٹھا ہے شاہدِ فطرت کے حسن سے

اُجلا ہر ایک منظرِ زیبا ہے دہر کا
بدلا ہوا سماں نظر آتا ہے دہر کا!

ہر چیز پر ہے سحر فشاں اس طرح یہ دُھوپ
یکسر بدل گیا ہے زمانے کا رنگ رُوپ

شہروں میں تابناک در و بام و کاخ ہیں
جنگل میں پاک و صاف بُن و برگ وشاخ ہیں

گرمی سی آگئی ہے نوائے حیات میں
ہنگامہ ہے بپا چمنِ شش جہات میں

پیدا اور اصل دھوپ نے کر دی ہے بات اَور
ورنہ نظر ہے اَور نہ ہے کائنات اور

گرمی ہو یا کہ سردی ہو، سایہ ہو یا دُھوپ!
سب ہیں اُسی کے پر تو لطف وکرم کے رُوپ!

تلوک چند محروم

ابرک[1] کی کان

صوبہ بہار میں چھوٹے ناگپور کا علاقہ پہاڑوں کے مناظر آبشاروں اور گھاٹی والی سڑکوں کے لئے سارے صوبہ میں مشہور ہے۔ بس یوں سمجھئے کہ یہ خطہ یہاں کا کشمیر ہے۔ مگر اپنے معدنی کانوں کے لئے اس کی شہرت دُور دُور پھیلی ہوئی ہے۔ لوہے کی متعدد بڑی بڑی کانیں یہاں ہیں۔ دنیا کا مشہور ٹاٹا کا کارخانہ اسی چھوٹے ناگپور میں واقع ہے۔ کوئلہ کی خدا جانے کتنی کانیں یہاں ہیں۔ اس کے علاوہ اور بیسیوں معدنیات کم و بیش مقدار میں یہاں سے نکلتی ہیں حتی کہ سونا بھی پایا جاتا ہے اگرچہ بہت کم مقدار میں۔ اسی علاقہ کے ہزاری باغ ضلع میں دہزاری باغ نہیں بلکہ باگھ کیونکہ یہ جگہ جنگل اور شیروں کے لئے مشہور ہے نہ کہ باغوں کے لئے ایک جگہ ہے کوڈرما جو کہ اپنے ابرک کی کانوں کے لئے صرف ہندوستان میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں مشہور ہے۔ ابرک اتنی مقدار میں اور ایسی اچھی کسی اور جگہ سے نہیں نکلتی۔ کوڈرما اگر ایک معمولی سی جگہ ہے مگر صرف ان ابرک کی کانوں کی وجہ سے ای۔ آئی۔ آر۔ کی گرینڈ کارڈ لائن پر ایک بڑا اسٹیشن ہے۔

سنتے ہیں تھوڑی بہت ابرک مدراس سے بھی نکلتی ہے۔ شاید کسی قدر گدھ صور راجپوتانہ) میں بھی پائی جاتی ہے۔ ایک انگریز سے معلوم ہوا کہ برازیل (امریکہ) میں اس کا پتہ چلا ہے اور وہاں سے بھی اب بازار میں ابرک کافی مقدار میں آنے کی اُسے بہت اُمید ہے۔ ہماری دانست میں اب تک تو صرف کوڈرما ہی وہ جگہ ہے جہاں سے دنیا بھر کی ابرک کی بیشتر ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ اس سال اپنے صاحب کے ساتھ میں دورہ پر آئی ہوئی ہوں اور یہاں کا تذکرہ امید ہے کہ عصمتی بہنوں کے لئے خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

شاید آپ یہ دریافت کریں کہ ابرک ہے ہی کون سی ایسی کار آمد شئے جس کے لئے ساری دُنیا کوڈرما کا زیر احسان ہے۔ صرف چمک پیدا کرنے کے لئے تھوڑے بہت سفوف کی البتہ ضرورت ہوتی ہے۔ مکانوں میں چونہ یا رنگ کے ساتھ اس کا سفوف ملا لیا جاتا ہے تاکہ ذرا چمک آ جائے۔ رنگریز کپڑے ساڑھیاں رنگ کر ابرک کا سفوف چمک کے لئے چھڑک دیتے ہیں۔ کمہار بھی دیوالی کے کھلونوں پر اور مٹی کے دیگر برتنوں پر اسی غرض سے اس کا استعمال کرتے ہیں۔ اور بس۔

ہم بھی ابرک کو کوئی ایسی کار آمد شئے نہ جانتے تھے مگر یہاں آ کر معلوم ہوا کہ بیسویں صدی کی ایجادات میں اس کی بڑی ضرورت ہے۔ سائنس دانوں نے اس کی درجنوں خصوصیات دریافت کی ہیں اور اس کی ہر خاصیت سے کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھایا ہے۔ مثلاً اس آسانی سے اس کا اتنا باریک ورق ہو جاتا ہے کہ جب تک آپ نے دیکھا نہ ہو اس کی باریکی کا اندازہ نہیں کر سکتیں ایک انچ کا دو ہزارواں حصہ یعنی پتلا ورق تو ہمیں یہاں بنا کر دکھایا گیا ہے۔ ولایت میں اس کا اس سے باریک ورق بنتا ہے۔ روشنی کی لہریں اس سے گذر سکتی ہیں۔ مگر گرمی کی لہروں کو جذب کر لیتا ہے۔ بجلی کی لہریں اس سے نہیں گزر سکتیں۔ اتنا پتلا تو یہ ورق

[1] ہندی میں ابرک اور عربی میں ابرق کہتے ہیں۔ ایڈیٹر

ہو جاتا ہے اور پھر یہ پتلا سا ورق آسانی سے موڑ لیا جاتا ہے۔ یک بیک گرمی پہنچنے یا کسی اچانک صدمہ سے شیشہ کی طرح ٹوٹتا نہیں اور نہ تڑاق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پھیل جاتا ہے۔ یہ جلتا یا پگھلتا نہیں ہے۔ لالٹینوں اور گیس بتیوں میں شیشوں کی جگہ ابرک کا استعمال تو آپ نے بھی دیکھا ہوگا۔ موٹروں میں جو سیفٹی گلاس ہوتے ہیں مختلف اشیاء سے تیار کئے جاتے ہیں جس میں ابرک بھی ایک جزو ہے۔ کارخانوں میں جو بڑے بڑے چولھے ہوتے ہیں جنھیں فرنیس کہتے ہیں۔ اُن میں بھی ابرک کی سطح رکھی جاتی ہے۔ آئینہ سازی میں بھی اس کا استعمال ہے اور بعض قسم کے پالش میں بھی۔ گراموفون کے ساونڈ بکس میں ایک پتلا سا ورق ابرک کا لگایا جاتا ہے۔ بجلی بنانے والی مشینوں میں اس کا استعمال کثرت سے ہے یعنی ڈائنمو میں اور خدا جانے کہاں کہاں جس کا مجھے تو علم نہیں۔

آپ یہ نہ سمجھیں کہ ابرک یوں ہی زمین پر پڑی پائی جاتی ہے جسے اُٹھا کر اور بوروں میں کس کر ولایت روانہ کر دیا جاتا ہے یہاں آکر تو ہم نے ایسا ہی سمجھا تھا کیونکہ جہاں دیکھو منوں ٹنوں ابرک کا ڈھیر پڑا ہوا ہے جو دھوپ میں چمک چمک کر اطراف و جوانب میں ایک خاص شان پیدا کرتا ہے۔ فوٹو ملاحظہ ہو۔ یہ جو ڈھیر نظر آتا ہے محض ردی ابرک کا ہے۔ سائنس کی ضرورتوں کے لئے جو ابرک نکلتی ہے وہ بڑی مشکل سے اور بڑے خرچ سے پہاڑ پر سُرنگ کھود کر چٹان کاٹ کر نکالی جاتی ہے۔ ہم ایک کان دیکھنے گئے تھے مگر وہاں جا کر جو حالت معلوم ہوئی تو صاحب نے مجھے اندر جانے سے روک دیا اور خود گئے۔ اس لئے کان کی حالت چشم دید نہیں بلکہ صاحب کے بیان پر مبنی ہے۔ یہ کانیں عموماً بلکہ یوں کہئے کہ ہر ایک کان گھنے جنگل کے اندر پہاڑوں پر واقع ہے۔ گھنے جنگل کا سماں یوں ہی کیا کم وحشتناک ہوتا ہے کہ ان پہاڑوں پر ایک تنگ سُرنگ میں تین چار سو فٹ نیچے اتر کر آدمی تفتیش کرے کہ ابرک کیونکر نکلتی ہے۔ بہرحال صاحب اس سُرنگ میں اُترے اور کان کے منیجر وغیرہ درجنوں موم بتیاں لے کر ساتھ ہوئے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ باوجود جا بجا اوپر کھلی ہوئی ہونے کے سُرنگ کے اندر اس قدر اندھیرا ہے کہ روشنی بغیر ایک قدم چلنا مشکل۔ یہ سرنگ کچھ مغل وقتوں کی سی سرنگ نہیں کہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے چلے گئے۔ ایک تنگ کنواں نما سُرنگ ہے جس میں لکڑیوں کی سیڑھیاں نیچی اُترتی چلی گئی ہیں۔ ایک ایک سیڑھی بیس پچیس فٹ لمبی ہوتی ہے ایک سے اتر کر دوسری پھر تیسری۔ یہ سیڑھیاں کچھ ایسی گھومتی ہوئی نیچے اُترتی ہیں کہ انجان آدمی باوجود روشنی کے جلدی نہیں اتر سکتا۔ صاحب کی سہولت کے لئے دو آدمی آگے موم بتی لئے ہوئے چلتے تھے اور دو پیچھے۔ کسی جگہ آگے کے آدمی جو ذرا تیزی سے آگے بڑھ گئے اور پیچھے والے خدا جانے کیوں پیچھے رہ گئے تو صاحب بیچارے اندھیرے میں دیوار کا سہارا لئے یعنی کسی چٹان کو پکڑے سیڑھی پر کھڑے ہیں کیونکہ ذرا پاؤں غلط پڑے تو پندرہ بیس فٹ نیچے جا کر پڑیں مگر اسی اندھیرے میں مزدوروں کو انہوں نے بہ آسانی چڑھتے اُترتے دیکھا۔ صاحب کو جنگل میں شکار کے پیچھے پھرنے کی عادت سے یہ فائدہ ضرور ہو گیا ہے کہ اندھیرے میں عام لوگوں کی طرح ان کو دقت نہیں ہوتی مگر وہاں یہ بھی تنگ آ گئے تھے۔ کچھ آگے چل کر صاحب کو معلوم ہوا کہ شاید با تھوے سب ہیں کیونکہ نیچے پانی بکثرت نکلتا ہے جس کے باہر یعنی اوپر کھینچنے کے لئے انجن لگا ہوا ہے۔ تھوڑی دیر

ٹھیر جانے سے پانی سب اوپر کھنچ گیا پھر بھی آدمی بھیگ ہی جاتا ہے۔ ٹھنڈک اس قدر کہ کچھ دیر کھڑے رہیے تو ٹھٹھر جائیے۔ کام اس طور سے ہوتا ہے کہ بارود سے اندر ہی اندر پہاڑ اڑایا جاتا ہے جب چٹان پھٹ جاتی ہے تو اُس میں سے مزدور ابرک کے ٹکڑے علیحدہ کرتے ہیں۔ اگر ابرک کا کوئی بڑا ٹکڑا ہو تو مختلف اوزاروں سے چٹان کاٹ کر بڑی حفاظت سے اُسے مزدور نکالتے ہیں۔

کان کے ماہروں اور اس علم کے سائنس دانوں کا کام ہے کہ یہ پتہ لگائیں کہ ابرک کہاں نکلے گی اور کس قسم کی اور کس مقدار میں۔ اس کے بعد امتحاناً ایک چھوٹا سا غار کھود کر یہ پتہ لگاتے ہیں کہ ابرک کی سلیں اوپر سے نیچے کس طرف کو گئی ہیں۔ اُسی کے مطابق سُرنگ کھودنا شروع کرتے ہیں جب تک مٹی رہی یا نرم پتھر رہا تو کدال وغیرہ سے کام کرتے رہتے ہیں۔ سہارے کے لئے لکڑیوں کے ستون ڈالتے جاتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ مزدوروں کی آمد و رفت کے لئے بیس پچیس فٹ لمبی لکڑی کی سیڑھیاں سرنگ میں اُتارتے جاتے ہیں۔ جب سخت پتھروں سے واسطہ پڑتا ہے تو چھینی سے آہستہ آہستہ چٹان کاٹتے ہیں یا بارود سے اُڑاتے ہیں۔ مشین سے بھی کاٹتے ہیں۔ مشین سے کاٹنے میں چونکہ خرچ زیادہ ہوتا ہے اس لئے عموماً بارود ہی سے اُڑاتے ہیں اور معمولی کدال، چھینی وغیرہ سے کام لیتے ہیں اگرچہ اس صورت میں وقت کچھ زیادہ لگتا ہو غرضکہ جیسے جیسے ابرک کی سلیں جاتی دکھائی دیتی ہیں سُرنگ اُسی طرح ٹیڑھی بانکی اوپر نیچے کٹتی جاتی ہیں۔ ساتھ ہی جا بجا ہوا کی آمد و رفت کے لئے اور مال (یعنی ابرک مٹی پتھر وغیرہ) نکالنے کے لئے سرنگ تک غار بھی کھودتے جاتے ہیں غرضکہ کچھ اس طرح یہ سُرنگ کٹی ہوتی ہے اور اتنے غار جا بجا ہوتے ہیں کہ سُرنگ کے اندر جا کر بس بھول بھلیاں سی معلوم ہونے لگتی ہے۔ سرنگ جیسے کٹتی جاتی ہے ابرک بھی نکلتی جاتی ہے اگرچہ عمدہ قسم کی ابرک سطح پر کم ہوتی ہے۔ چونکہ کسی مشین کا لگانا اور چلانا بہت خرچ طلب ہے اس لئے بجلی کی روشنی وغیرہ کا انتظام یہاں کسی کان میں بھی نہیں۔ موم بتیوں سے کام لیتے ہیں اور باوجود اس کثرت سے موم بتیاں جلانے کے کفایت رہتی ہے۔

اب آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ کس محنت اور خرچ سے ابرک نکلتی ہے خرچ کا اندازہ آپ شاید نہ لگا سکیں مگر محنت ایسی ہی ہے کہ اب تک فرہاد کا نام زندہ ہے۔ خرچ اتنا ہی ہے کہ باوجود ہر قسم کی کفایت شعاری کے ابرک کے کان والوں کو کچھ زیادہ فائدہ نہیں۔ کم سے کم صاحب کو تو ان سب نے یہی بتایا۔ مگر ابرک بکتی ہے بہت مہنگی یعنی ہزار ڈیڑھ ہزار روپیہ من اور ہوتی ہے کافی بھاری۔ یہ اتنی قیمتی ہوتی ہے کہ کان کی حفاظت اس طرح کرتے ہیں جیسے سونے کی کان ہو۔ ایک آدمی محض اس لئے تعینات ہوتا ہے کہ کان سے جو مزدور نکلیں ان کی جیبوں کپڑوں کو ٹٹول کر دیکھے کہ کچھ ابرک تو نہیں چرا کے لئے جا رہا ہے صاحب جب کان دیکھ کر واپس آئے تو منیجر نے مقفل کوٹھری کھول کر ابرک کے ایسے بڑے بڑے ٹکڑے دکھائے کہ ہم دیکھ کر حیران رہ گئے۔ صاحب نے ایک چھوٹا سا ٹکڑا کوئی دس گیارہ انچ لمبا اور کوئی دو انچ دبیز بطور نمونہ اُٹھا کر چپراسی کے حوالہ کیا کہ موٹر میں ساتھ رکھ لے۔ منیجر نے نہایت پھرتی سے اس ٹکڑے کو چپراسی کے ہاتھ سے لے کر ڈھیر میں ملا دیا اور کہنے لگا کہ اس کی قیمت تقریباً سو روپیہ ہوگی۔

نمونہ کی غرض سے اُس نے ہمیں چار پانچ انچ کے چند ٹکڑے لاکر دئے۔ تاکہ چوری نہ ہو اور ٹوٹ کر خراب نہ ہوجائے موٹر لاریوں پر لاد کر کان کے نکلے ہوئے ابرک کے ٹکڑے کارخانہ کے گودام میں جمع کئے جاتے ہیں۔ اس کارخانہ میں ان ٹکڑوں کو احتیاط سے تراش کر مختلف ناپوں اور مختلف قسموں میں چھانٹ کر ولایت روانہ کیا جاتا ہے

کام صبح نو بجے سے لے کر چھ بجے شام تک اور پھر نو بجے رات سے لے کر چھ بجے صبح تک ہوتا ہے دن کے مزدور الگ اور رات کے مزدور الگ۔ پندرہ بیس کمپنیاں یہاں پر کام کر رہی ہیں اور اس کثرت سے کانیں اور کارخانے ہیں کہ آدمی اگر ان سب کو دیکھنا چاہے تو دو چار مہینے میں فرصت ہو۔ پہلے تو یہ سب کارخانے انگریزوں کے ہاتھوں میں تھے مگر اب ہندوستانی بھی کافی تعداد میں کارخانوں کے مالک ہیں۔

کان سے ابرک نکلنے کے حالات معلوم ہونے کے بعد اب سنئے کہ وہاں سے نکل کر کارخانے میں پھر یہ ابرک کے ٹکڑے کس طرح تراشے چھانٹے اور تقسیم کئے جاتے ہیں۔ کان سے نکالتے وقت کوشش تو یہ ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑے ٹکڑے نکالے جائیں۔ پھر بھی کسی خاص قسم یا ناپ کے ٹکڑوں کا نکلنا قطعی ناممکن ہے۔ کان سے نکلے ہوئے ابرک کے ٹکڑے عموماً ایک یا ڈیڑھ انچ دبیز ہوتے ہیں اور بہت مختلف ناپ اور قسموں کے بھی ہوتے ہیں۔ فروخت کے پہلے کارخانے میں چاقو یا کسی نوک دار چیز سے ان دبیز ٹکڑوں کو چیر کر پتلا پتلا (تقریباً ½ انچ موٹا) بنا کر ان کے کنارے چھیل چھال کر ان کی مختلف قسموں میں تقسیم ضروری ہے۔

ان قسموں کی تفصیل یوں ہے کہ رنگ کے لحاظ سے ابرق کی تین قسمیں ہیں سبز (یہ سب سے گھٹیا قسم ہے) سفید (یہ دوسرے نمبر پر ہے) زردی مائل سُرخ (یہ بہت ہی عمدہ قسم ہے) اور اسی رنگ یعنی زردی مائل سُرخ رنگ کی ابرک ہی یہاں (کوڈرما میں) زیادہ تر پائی جاتی ہے اور پہلی دونوں قسموں کی بہت کم۔ زردی مائل سُرخ رنگ کی ابرک کی صفائی اور عمدگی کے لحاظ سے بالفعل آٹھ تجارتی قسمیں ہیں۔ وہ یہ ہیں باکل صاف۔ صاف۔ ذرا سی داغدار۔ داغدار پھر بھی اچھی۔ داغدار۔ بالکل داغدار۔ سیاہ۔ سیاہ اور داغدار۔ اس تعداد میں وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہتا ہے یعنی سفید۔ سبز۔ اور زردی مائل سرخ رنگ کی آٹھ قسموں کو پھر ناپ کے لحاظ سے گیارہ قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔ قسمیں یہ ہیں۔ نمبر ۶ و نمبر ۵½ نمبر ۵ نمبر ۴ و نمبر ۳ و نمبر ۲ و نمبر ۱ خاص درجہ سویم۔ خاص درجہ دویم۔ خاص درجہ اول۔ نمبر ۶ سب سے چھوٹا ہوتا ہے سوا انچ مربع اور خاص درجہ اول سب سے بڑا ستر انچ مربع سے زیادہ اور بقیہ نمبر سب درمیانی سائز ہیں۔ چنانچہ ابرک کے ٹکڑے فروخت کرنے سے قبل ایک سو دس قسموں میں علحدہ علحدہ تقسیم کر دئے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کام بہت اُلجھاؤ کا ہے مگر ایک ترتیب سے کیا جاتا ہے اور کام ایسی سہولت سے ہوتا رہتا ہے کہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہیں پر اُلجھن نہیں ہوتی نہ یہ دقت پیش آتی ہے کہ کسی خاص ٹکڑے کو کسی قسم میں رکھا جائے۔ اس کی بڑی وجہ تو یہ ہے کہ کل تقسیم ایک جگہ پر نہیں ہوتی بلکہ کئی مقاموں پر درجہ بدرجہ ہوتی رہتی ہے۔ سب سے پہلے تو کان سے نکلے ہوئے ٹکڑوں کو وہیں کے گودام میں ناپ کے لحاظ سے تین قسموں میں سرسری طور پر تقسیم کر ڈالتے ہیں کارخانے میں بھی چھوٹے سائز کے ٹکڑوں کو یعنی نمبر ۶ و نمبر ۵½ و نمبر ۵ کے ٹکڑوں کو تراشنے چھانٹنے اور تقسیم کرنے کے لئے الگ مکان ہوتا ہے اور درمیانی سائزوں یعنی نمبر ۴ و نمبر ۳ و نمبر ۲ کے لئے الگ مکان

ہوتا ہے اور بڑے سائزوں یعنی تینوں خاص نمبروں کے ٹکڑوں کے لئے الگ مکان ہوتا ہے اور پھر ان مکانوں میں بھی کام درجہ بدرجہ ہوتا رہتا ہے۔

کان کے اندر ابرک ٹکڑے بارود سے چٹان اُڑا کر نکالے جاتے ہیں۔ ویسے ہی چھوٹے بڑے ٹکڑے بلکہ گرد مٹی پتھر سب ساتھ ہی ملے جُلے کان کے اوپر پہنچا دئے جاتے ہیں جہاں ایک مکان میں ان کو جمع کر کے مٹی پتھر وغیرہ سے الگ کرتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ مزدور جو کہ عموماً عورتیں ہوتی ہیں اس مٹی پتھر کے ڈھیر سے ابرک کے ٹکڑوں کو چُن چُن کر اور ساتھ ہی ناپ کے لحاظ سے تین قسموں میں سرسری طور پر تقسیم کر کے الگ الگ رکھتے چلے جاتے ہیں۔ مٹی پتھر کا ڈھیر ویسا ہی پڑا رہتا ہے جسے بعد کو باہر پھکوا دیا جاتا ہے دن بھر کے کام سے جو ابرک نکلتا ہے۔ اُسے یوں سرسری تقسیم کر کے وزن کر کے الگ الگ تھیلوں میں بند کر کے لاکھ سے مہر جما دی جاتی ہے جیسے ڈاک کی ہوتی ہے۔ ہر تھیلے پر نمبر لگا کر ایک لیبل بھی لگا دیا جاتا ہے کہ اس میں چھوٹے سائز کے ٹکڑے ہیں یا درمیانی سائز کے یا بڑے سائز کے اور کتنے وزن کے ہیں اس کے علاوہ لیبل پر کان کا نام اور جس تاریخ میں یہ ابرک نکالی گئی ہے وغیرہ وغیرہ بھی لکھ دیا جاتا ہے تاکہ منیجر ہر روز کے کام کا حساب کر سکیں۔ یہ سربمہر تھیلے عموماً موٹر لاریوں پر کارخانے کے گودام میں پہنچا دئے جاتے ہیں۔ یہاں ایک آدمی ان تھیلوں کو لیبل پڑھ پڑھ کر چھوٹے ٹکڑوں والے تھیلے الگ۔ درمیانی ٹکڑوں والے تھیلے الگ۔ اور بڑے ٹکڑوں والے تھیلے الگ رکھوا دیتا ہے۔ چونکہ کان ہی پر سے علٰحدہ علٰحدہ ان تھیلوں کو رکھ کر لاتے ہیں۔ اس لئے گودام پر یہ کام بہت سہولت اور جلدی سے ہوتا ہے۔

کارخانے کے تین الگ الگ حصّے ہوتے ہیں۔ بلکہ اکثر کارخانوں میں تین جدا جدا مکان ہی ہوتے ہیں، ایک جگہ صرف چھوٹے سائز کے ٹکڑے (یعنی م۵ و م۶ و م۵۱ و م۸۔ دوسری جگہ صرف درمیانی سائز کے ٹکڑے (یعنی م۴ و م۳ و م۲ و م۱ اور تیسری جگہ صرف بڑے سائز کے یعنی تینوں خاص نمبر والے ٹکڑے تراشے چھانٹے اور تقسیم کئے جاتے ہیں۔ گودام سے چھوٹے ٹکڑوں والے تھیلے حسب ضرورت کارخانہ کے اُس حصہ میں بھیج دئے جاتے ہیں جہاں صرف چھوٹے ٹکڑے تراشے چھانٹے اور تقسیم کئے جاتے ہیں اور درمیانی ٹکڑوں والے تھیلے اُس حصہ میں جہاں صرف درمیانی ٹکڑے اور بڑے ٹکڑوں والے جہاں صرف بڑے ٹکڑوں کا کام ہوتا ہے۔ ہر سہ حصہ میں کام کرنے والوں کی پانچ مختلف جماعتیں ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک جماعت کا کام مختلف ہے۔ ہر ابرک کے ٹکڑے کو اپنی منزل پر پہنچنے کے لئے ان پانچوں جماعتوں سے باری باری گزرنا پڑتا ہے۔ پہلی اور دوسری جماعت میں مرد عورت بچے سب ہی کام کرتے ہیں جو سیدھا سادا آسان ہوتا ہے تیسری اور چوتھی جماعت کے لئے کام سیکھے ہوئے مزدور ہوتے ہیں اور پانچویں جماعت میں تو صرف ماہر ہی کام کرتے ہیں۔ چوتھی جماعت تک تو کارخانہ کے ہر سہ حصّے میں کام ایک ہی سا ہے اور کسی ایک حصہ کے کام کا تذکرہ کافی ہے۔ لیکن پانچویں جماعت کا کام ابرک کے سائز کے مطابقت سے ہوتا ہے۔ چنانچہ اس جماعت کا کام ہر سہ حصہ کے لئے مختلف ہے۔

پہلی جماعت کا کام یہ ہے کہ کان سے آئے ہوئے ٹکڑوں کو جو عموماً ایک یا ڈیڑھ انچ دبیز ہوتے ہیں چاقو کی نوک سے

چیر چیر کر پانچ چھ پتلے پتلے ٹکڑے بنا ڈالے کیونکہ ایک انچ دبیز ٹکڑے آسانی سے تراشے چھانٹے نہیں جا سکتے ہیں۔ ساتھ ہی اس کا لحاظ بھی رکھا جاتا ہے کہ کوئی داغدار یا ٹوٹا ہوا ورق کسی ٹکڑے کے اندر خواہ مخواہ نہ رہ جائے۔ اس طرح سے دبیز ٹکڑوں کو چیرتے ہیں کہ حتی الوسع ایسے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے الگ ہو جائیں۔ یہاں سے جو ٹکڑے آگے والی جماعت یعنی دوسری جماعت کو بھیجے جاتے ہیں وہ تقریباً چوتھائی انچ دبیز ہوتے ہیں۔ اور کسی قدر صاف بھی مگر کنارے کھردرے رہتے ہیں جیسے کان سے کُھد کر نکلتے تھے۔

دوسری جماعت کا کام یہ ہے کہ ان کھردرے کناروں کو کسی استرے جیسے تیز اوزار سے چھیل کر خوشنما اور سڈول بنا ڈالے اس کام کے لئے ہر مزدور کے سامنے لکڑی کی آٹھ یا نو انچ لمبی میخ گڑی رہتی ہے جس سے اڑا کر ابرک کے ٹکڑوں کو تراشا جاتا ہے۔ اس کام کو کرتے وقت ہر ردی داغدار ورق قطعی الگ کر ڈالتے ہیں یا کوئی بال پڑا ہوا یا ٹوٹا ہوا ورق ہوا تو اُسے بھی الگ کر ڈالتے ہیں۔ ایسا کرنے میں ٹکڑے خود ہی بہت پتلے پتلے بن جاتے ہیں۔ گنجفوں کے پتے جیسے ان کی موٹائی تقریباً انچ کا سولھواں حصہ ہوتی ہے۔ اس جماعت میں ان ابرک کے ٹکڑوں کو رنگوں کے لحاظ سے بھی تقسیم کر ڈالتے ہیں جس غرض سے ہر مزدور کے پاس تین ٹوکریاں ہوتی ہیں۔ ایک میں وہ زردی مائل سُرخ رنگ کے ٹکڑوں کو رکھتا جاتا ہے۔ دوسری میں سفید۔ تیسری میں سبز۔ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ ساری سل سفید یا سبز رنگ کی ابرک کی نکل آئے بلکہ عموماً گھٹیا قسم کی ابرک میں بھی کسی قدر زردی مائل سُرخ رنگ کی ابرک ملی رہتی ہے۔ رنگوں کی تقسیم اسی لئے اس جماعت کے ذمہ ہے کیونکہ ٹکڑے چیرتے وقت ہر سہ رنگ کی ابرک بہ آسانی یہاں الگ کر لی جا سکتی ہے۔ یہاں سے جو ٹکڑے آگے یعنی تیسری جماعت کو بھیجے جاتے ہیں وہ بہت پتلے پتلے ٹکیوں جیسے۔ کنارے بکل ترشے ہوئے مگر ہر ناپ کے ملے جلے ہوتے ہیں البتہ ہر سہ رنگ کے ٹکڑے الگ الگ تین ٹوکروں میں رکھے ہوتے ہیں۔ اور یہ ٹوکریاں تیسری جماعت کو بھیج دی جاتی ہیں۔

تیسری جماعت والوں کا کام یہ ہے کہ ناپ کے لحاظ سے ان کی تقسیم کر ڈالیں۔ اس جماعت کو فرسٹ سارٹنگ ڈیپارٹمنٹ کہتے ہیں۔ یعنی ابتدائی تقسیم الگ کرنے والی جماعت۔ چونکہ ہر حصے میں صرف چار سائزوں یا نمبروں کو الگ کرنا ہے اس لئے ہر ٹوکری کے گرد چار آدمی بیٹھ جاتے ہیں ہر ایک کے پاس ایک چھوٹی ٹوکری ہوتی ہے۔ ہر شخص ایک خاص نمبر یا سائز کے ٹکڑے بیچ والی ٹوکری سے چن کر اپنی ٹوکری میں رکھتا جاتا ہے مثلاً اس حصہ میں جہاں کہ صرف درمیانی سائزوں کا کام ہوتا ہے ایک آدمی صرف ۱۲ دوسرا صرف ۱۳ تیسرا صرف ۱۴ اور چوتھا صرف ۱۵ چن چن کر اپنی ٹوکری میں رکھتا جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گنجفہ کے پتے پھینکے جا رہے ہوں۔ کام بہت تیز نہیں ہوتا ہے کیونکہ ساتھ ہی ہر ٹکڑے کا معائنہ کرتے جاتے ہیں۔ اگر کوئی ورق بال پڑا ہوا یا کنارے سے بھٹا ہوا ہوتا ہے تو چاقو سے تراش کر یا چیر کر الگ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی تراش چھانٹ ہوتی ہی رہتی ہے اور کترن نکلتی ہی رہتی ہے۔ ہر ٹوکری پر نمبر لگا دیا جاتا ہے کہ اس میں کس سائز کے ٹکڑے ہیں۔ یہاں سے سفید اور سبز رنگ کے ابرک کی ٹوکریاں نمبر لگی ہوئی سیدھی پانچویں جماعت کو بھیج دی جاتی ہیں ایسے ٹکڑوں کو چوتھی جماعت میں

جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ چوتھی جماعت کو صرف زردی مائل سرخ رنگ یعنی اعلیٰ قسم کے ابرک سے سروکار ہے۔ چنانچہ اس جماعت کو صرف اسی قسم (یا رنگ) کے ابرک والی ٹوکریاں نمبر لگی ہوئی بھیج دی جاتی ہیں۔

چوتھی جماعت کو سکنڈ سارٹنگ ڈیپارٹمنٹ کہتے ہیں یعنی تقسیم ثانیہ کرنے والی جماعت۔ اس جماعت کے کام کرنے والے ہر نمبر کی ٹوکریوں کی ابرک کے ہر ٹکڑے کو بغور دیکھ بھال کر اُس کی عمدگی کے لحاظ سے اُن آٹھ قسموں میں تقسیم کر ڈالتے ہیں جن کا میں اوپر تذکرہ کر چکی ہوں۔ یہ قسمیں یوں ہیں۔ بالکل صاف۔ صاف۔ ذرا سی داغدار۔ داغدار بھی اچھی۔ داغدار۔ بالکل داغدار سیاہ۔ سیاہ اور داغدار۔ بالکل صاف سب سے عمدہ قسم ہے اور سیاہ اور داغدار سب سے کمتر باقی درجہ بدرجہ ہیں۔ اگر کسی ٹکڑے کا عیب کسی قدر تراش چھانٹ سے نکالا جا سکتا ہے اور تب وہ ٹکڑا اعلیٰ قسم میں شامل کیا جا سکتا ہو تو ایسے ٹکڑوں کو تراش کر چھوٹے نمبر والی ٹوکری میں ڈال دیتے ہیں جہاں سے بعد کو وہ اعلیٰ قسم میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ اس جماعت کی عموماً دو ٹولیاں ہوتی ہیں۔ چار قسمیں ایک ٹولی علٰحدہ کرتی ہے اور چار قسمیں دوسری ٹولی۔ کام بڑے سائز کے ٹکڑوں سے شروع کرتے ہیں اور اس کے بعد اُس کے نیچے نمبر والی ٹوکریوں کی ابرک علٰحدہ کرتے ہیں اور اس کے بعد اس سے بھی نیچے نمبر والی ٹوکری اسی طرح کام کرنے میں ان کو سہولت ہے یہاں سے یہ تقسیم شدہ ٹکڑے پانچویں جماعت کو بھیج دئے جاتے ہیں اس جماعت کو سیلس ڈیپارٹمنٹ یعنی محکمہ فروخت کہتے ہیں۔

جیسا میں اوپر لکھ چکی ہوں یہاں صرف ماہر ہی کام کرتے ہیں۔ ان کا کام یہ ہے کہ سمندر پار (یورپ۔ جاپان۔ امریکہ وغیرہ) کا جو آرڈر لیا ہو اُسے پورا کریں اور ان ابرک کے ٹکڑوں سے ایسی چیزیں بنائیں جن کی فروخت بآسانی ہو سکے۔ چھوٹے اور درمیانی سائزوں کی پانچویں جماعت یعنی محکمہ فروخت میں تقسیم ہوتے ہوتے چالیس مختلف قسموں کی ابرک کی ٹوکریاں پہنچتی ہیں۔ بڑے سائز کی پانچویں جماعت میں تیس ہی اقسام ہوتے ہیں۔ اس جماعت میں آٹھ دس آدمی عموماً کام کرتے ہیں اور ہر شخص کو چار یا پانچ قسموں سے سروکار رہتا ہے یہاں کا کام ہر سہ حصہ کے لئے جداگانہ ہے اور ان کی تفصیل بھی جدا جدا ہے۔

اس جماعت کے کام کے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس قدر جو تراش چھانٹ ہوتی ہے اُس ردی کترن کا کیا حشر ہوتا ہے۔ یہ ردی ٹکڑے سب جگہوں سے اکٹھے کر کے ایک علٰحدہ مکان میں جمع کئے جاتے ہیں۔ جسے Splitting Department یعنی ورقوں کو الگ الگ کرنے والی جماعت کہتے ہیں۔ یہاں کام کرتے وقت سفید اور سبز رنگ کے ٹکڑے الگ کر دیتے ہیں اُن کا ورق نہیں بناتے وہ اس کام کا نہیں ہوتا۔ زردی مائل سرخ رنگ کے ٹکڑوں میں بھی سیاہ اور بہت داغدار ٹکڑے ردی ہیں یہ بھی اس مصرف کے نہیں ورق بنانے کے لئے زردی مائل سرخ رنگ کی ابرک کی صرف عمدہ قسمیں ہونی چاہئیں بقیہ کو ورق بناتے وقت چھانٹ دیتے ہیں۔ ایسے ردی ٹکڑے یہاں سے چُن کر چورا کرنے کے لئے بھیج دئے جاتے ہیں اور یہی ابرک کا چورا یہاں کے بازاروں میں بکتا ہے۔ ورق بنانے کا کام چونکہ بہت باریک اور صبر آزما ہے۔ مردوں کے بس کا نہیں عورتیں ہی اس کام کو کرتی ہیں۔ نہایت نوکیلے تیز دھار کے پتلے سے اوزار سے ہر ابرق کے ٹکڑے کا جتنا پتلے سے پتلا



ابرق کی کان



ابرق کی کان



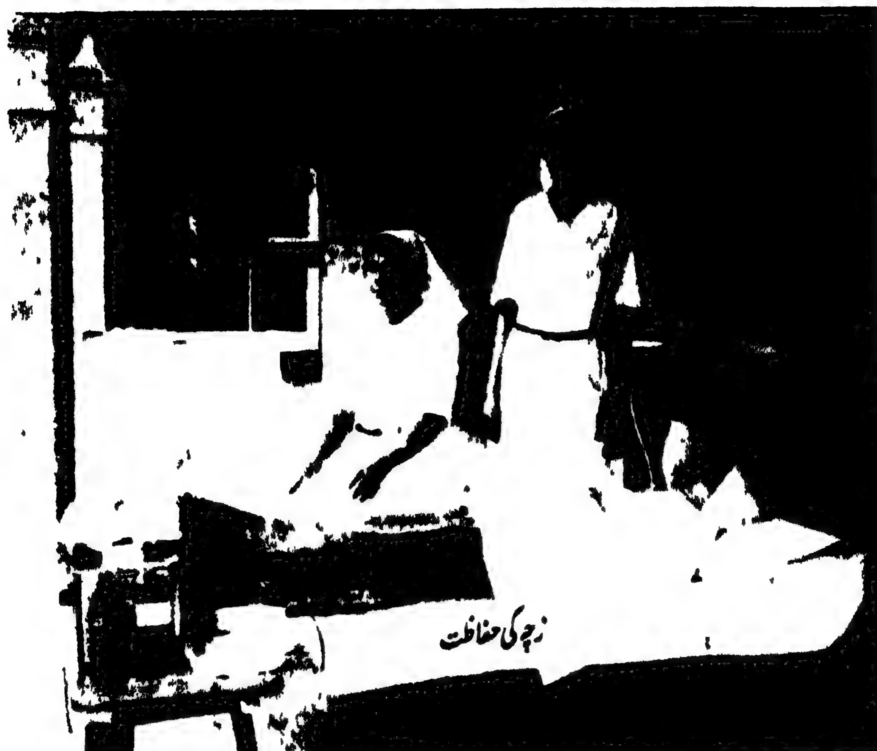






(۱) ان ٹوکریوں میں ابرق کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تراش چھانٹ کر کے ہیں اور یہ ٹوکریاں ابتدائی تقسیم الگ کرنے والی جماعت کو بھیجی جاتی ہیں
(۲) ابتدائی تقسیم الگ کی جا رہی اور تراشں چھانٹ بھی ہو رہی ہے (۳) ابرق کے ٹکڑوں کی درجہ بندی اور تقسیم ایک ساتھ ہو رہی ہے
(۴) چھیلنی کے ذریعہ چھوٹے پترے ورق علیحدہ کئے جا رہے ہیں

مسز احسن۔ رانچی



زچہ کی حفاظت





ورق ممکن ہو الگ کیا جاتا ہے یہ ورق نہایت اُجلے سفید شفاف ہوتے ہیں اور چھوٹے بڑے ہر سائز کے ملے ہوئے ایک ہی جگہ نکالے جاتے ہیں اور چونکہ بہت باریک ہوتے ہیں ہاتھ سے چُن کر الگ الگ کرنا مشکل ہے مختلف ناپ کی چھلنیوں کے ذریعہ مختلف سائز کے ورقوں کو الگ کیا جاتا ہے۔ اس کام کے لئے چار سائز کی چھلنیاں ہوتی ہیں۔ ۵ و ۵½ و ۶ و ۷۔ یہ ناپ کے نمبر وہی ہیں جو ٹکڑیوں کے ضمن میں اوپر لکھے جا چکے ہیں۔ نمبر ۵ چھلنی سے ۵ سائز کے ورق اوپر رہ جاتے ہیں اور چھوٹے سائزوں کے نیچے گر جاتے ہیں۔ جنہیں پھر نمبر ۵½ کی چھلنی سے چھانتے ہیں جس پر ۵½ سائز کے ورق اوپر رہ جاتے ہیں اور چھوٹے سائز کے نیچے گر جاتے ہیں۔ اسی طرح نمبر ۶ کی چھلنی سے اور اس کے بعد نمبر ۷ کی چھلنی سے چھانتے ہیں۔ نمبر ۷ کی چھلنی سے جو ورق نیچے گر جاتے ہیں ان کا سفوف بنتا ہے۔ سفوف بنانے کی ایک مشین ہے۔ اس سفوف کو ابرک والے اصطلاحاً میدہ کہتے ہیں۔ یہاں بھی موٹا پسا ہوا اور باریک پسا ہوا سفوف چھلنیوں سے چھان کر الگ الگ کر لیا جاتا ہے۔ بالکل یہ سفوف کارخانے ہی میں خرچ ہوتا ہے۔ کہیں سمندر پار بھیجا نہیں جاتا کیونکہ امریکہ میں بہت ہی عمدہ سفوف بنتا ہے وہیں سے اور جگہوں کی ضرورت پوری کی جاتی ہے۔ کارخانے میں اس سفوف کا مصرف یہ ہے کہ ورق بناتے وقت ہر ورق پر اس سفوف کو چھڑک دیا جاتا ہے تاکہ ورق آپس میں مل نہ جائیں۔ اگر ابرک کا سفوف نہ چھڑکا جائے تو ابرک کے ورق خود بخود مل کر پھر ایک سے ہو جائیں اسی غرض سے ورق بنانے والی جماعت کے ہر مزدور کے پاس ابرک کے سفوف سے بھری ہوئی ایک چھوٹی سی تھیلی یا پوٹلی ہوتی ہے۔

ان ورقوں کے بنانے کا قصہ بھی خالی از دلچسپی نہیں۔ ہندوستان میں یہ ورق پہلے نہیں بنتے تھے وہ محض اس لئے کہ یہاں یہ گمان بلکہ یقین تھا کہ سمندر پار عمدہ مشینوں کے ذریعہ بہت ہی باریک اور عمدہ ورق بنتے ہوں گے مگر جب چند ہندوستانی سمندر پار کے کارخانوں کو دیکھنے گئے تو پتہ چلا کہ ہندوستان کے مانند باریک ورق وہاں نہیں بنتا۔ وہاں مشین سے ورق بناتے ہیں۔ اس لئے کہیں پر موٹا کہیں پر پتلا رہ جاتا ہے اور ٹوٹ ٹوٹ کر کثرت سے خراب بھی ہوتا ہے۔ یہاں غریب ہندوستانی عورتیں دیدہ ریزی سے ایک ایک ورق نہایت آہستہ آہستہ احتیاط سے نکالتی ہیں۔ یہ جاننے کے بعد کارخانے والے ابرک کے اُن ٹکڑوں کا جو بیکار پڑے ہوئے تھے اب مصرف میں لینے لگے ہیں۔ ان ورقوں کو اصطلاح میں پھٹکنی کہتے ہیں۔ کثیر مقدار میں سمندر پار یہ ورق بھیجے جاتے ہیں۔ وہاں ان کا یہ مصرف ہے کہ ان کو مشین سے دبا دبا کر اور شاید کچھ مصالحہ بھی لگا کر ابرک کی چادریں بنتی ہیں۔ اور یہ ورق اس طرح آپس میں مل جاتے ہیں کہ کہیں پر نشان نہیں رہتا ہے۔ ابرک کی چادریں یہاں بھی بنتی ہیں مگر عمدہ قسم کی نہیں۔ اسی سے گیس بتیوں کے شیشے بنائے جاتے ہیں اور ہندوستانی بنے ہوئے ایسے شیشے آپ نے دیکھے ہی ہوں گے کہ کس قدر کمزور ہوتے ہیں۔

پانچویں جماعت یعنی محکمہ فروخت کے کام کی تفصیل۔ جیسا کہ اوپر بتایا گیا۔ ہر سہ حصے کے لئے چھوٹے بڑے سائز یعنی خاص نمبروں کے ٹکڑے جب تیس قسموں میں تقسیم ہو کر یہاں آ جاتے ہیں تو ان کو بند کر کے رکھنے کے پہلے ایک بار پھر ہر ٹکڑے کو احتیاط دیکھ لیتے ہیں کہ کہیں کوئی غلطی تو نہیں ہوئی۔ معائنہ کرتے وقت اس کا خیال رکھتے ہیں کہ کسی ٹکڑے کا عیب نکال کر اگر وہ چھوٹے

چھوٹے سائز کے ٹکڑے بنا دینے سے دام زیادہ ملنے کا امکان ہے تو یہاں ایسے ٹکڑے تراش کر چھوٹے کر لئے جاتے ہیں مگر ایسا نہیں کرتے کہ خاص نمبر کے کسی ٹکڑے کو چھوٹا کر کے درمیانی سائز والوں میں ملا دیں کیونکہ خاص نمبروں کے اور درمیانی سائزوں کے دام میں بہت تفاوت ہے۔ درمیانی سائز یعنی ۱۲ تا ۱۸ کے ٹکڑے جب چالیس قسموں میں تقسیم ہو کر وہاں کی پانچویں جماعت میں آتے ہیں تو ان میں سے تختیاں اور پتیاں بنانے کے قابل ٹکڑے علیحدہ کر لیتے ہیں۔ ابرک کے جو گول ٹکڑوں کو جو کہ عموماً تین یا چار انچ لمبے اور دو یا ڈیڑھ انچ چوڑے ہوتے ہیں اصطلاحاً ڈسک Disc یعنی تختی کہتے ہیں۔ ان تختیوں کے آرڈر میں ناپ موٹائی کی خصوصیت بھی ہوتی ہے۔ اس لئے ہوشیاری سے ایسے ٹکڑوں کا انتخاب کرتے ہیں کہ آرڈر کے مطابق تختیاں کاٹتے ہیں۔ جہاں تک کم ابرک ضائع ہو۔ یہ تختیاں مشین سے کٹتی ہیں اور ہر تختی کی دبازت ایک آلہ سے ناپی جاتی ہے بڑے ناپ کی تختیاں خاص نمبر کے ٹکڑوں سے تراشی جاتی ہیں۔ مگر بہت کم۔ شاید سمندر پار والے اس کام کو خود ہی کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ ابرک کے تین یا چار انچ لمبے بیضاوی شکل کے ورقوں کو پتیاں یا تجارتی اصطلاح میں بک لیف Book-Leaf کہتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان پتیوں کو کتابوں کے ورقوں کی طرح الٹا پلٹا اور موڑا جا سکتا ہے۔ ان پتیوں کے آرڈر میں محض لمبائی اور تعداد یا وزن کی خصوصیت ہوتی ہے۔ آرڈر کے مطابق پتیاں بنانے کے قابل ابرک کے لانبے لانبے ٹکڑے علیحدہ کر کے اور اگر ضروری ہو تو بعض ٹکڑوں کو تراش کر بھی کارخانہ کے اس حصہ میں بھیج دئے جاتے ہیں۔ جہاں ورق بنتے ہیں جس کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے۔ باقی ٹکڑوں کو خاص نمبروں کے ٹکڑوں کی طرح دیکھ بھال کر اور بعض کو تراش کر بھی لکڑی کے بکسوں میں رکھ کر بھیجنے کے لئے بند کر دیا جاتا ہے۔ چھوٹے سائز یعنی ۵ تا ۸ کے ٹکڑے جب تقسیم ہو کر وہاں کی پانچویں جماعت میں آتے ہیں تو اس جگہ بہترین اور بدترین ٹکڑے والی ٹوکریاں تو الگ رکھ دی جاتی ہیں۔ بہترین ٹکڑے تو اس لئے علیحدہ کر لیتے ہیں کہ ان کو اسی صورت میں بیچنے میں فائدہ اور بدترین اس لئے کہ ان کی کوئی چیز نہیں بنائی جاتی۔ اور بقیہ سے واشر Washer یعنی پینوں کے نیچے دبانے کے لئے چھوٹے چھوٹے گول ٹکڑے بنتے ہیں۔ یا ورق بنانے کے لئے کارخانے کے اس حصہ میں بھیج دئے جاتے ہیں جہاں ورق بنتا ہے۔

اس کارخانہ میں جو بات ہمیں بہت پسند آئی وہ یہ ہے کہ سارا کارخانہ ہم عورتیں بھی بڑے اطمینان سے دیکھ سکتی ہیں۔ کوئی ایسی مشین نہیں ہے جسے دیکھتے ہی ڈر معلوم ہو اور کپڑوں کے پھنسنے اور پھٹنے کا اندیشہ الگ رہے۔ یہاں سے مزدور جب کام کر کے نکلتے ہیں تو وہ بہت صاف ستھرے رہتے ہیں۔ بھوت کی شکل ان کی نہیں ہو جاتی جیسا کہ لوہے یا کوئلہ کے کارخانوں میں ہم نے دیکھا ہے کہ کارخانے سے نکلتے ہی نہا لینا نہایت ضروری ہے۔ کارخانہ کے منیجر کی میں از حد شکرگذار ہوں کہ اپنا وقت ضائع کر کے اس تفصیل سے کارخانہ دکھایا۔ بلکہ تجارتی ناموں کے ترجمہ میں بھی ہمیں بہت مدد ملی۔

مسز احسن۔ رانچی

عصمت بلی

آخری کلی

میں اپنی بے شمار معصوم وچنچل سہیلیوں کے جھرمٹ میں محبت کا ننھا سا نرم و نازک پودا بازوؤں شوق میں سنبھالے ہوئے کسی حسین و بہترین خطۂ زمین کی تلاش میں سرگرداں تھی...... جا رہی تھی... چلی جا رہی تھی..... اس طرح کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ تھی۔ میری سہیلیوں نے بہت سے ہرے بھرے باغ پسند کئے نرم اور خوشبودار وادیاں انتخاب کیں لیکن آہ مجھے ان میں کوئی حصۂ ارضی پسند نہ آیا......

سہیلیاں میری کج فہمی پر بے اختیار ہنستی تھیں اور پیاری پیاری کیاریاں تلاش کرکے اپنے اپنے پودے اور شاخیں لگاتی چلی جا رہی تھیں۔ لیکن میرا پودا ہنوز میری گود میں تھا۔ دن ڈھل رہا تھا کہ آخر میں منزلِ مقصود تک پہونچ ہی گئی۔ میری زمین ان سب سے زیادہ شاداب تھی۔ سرسبز تھی اور دل فریب! اس کے چاروں طرف خوشبودار سُرخ و سفید پھولوں کے بے شمار درخت تھے۔ آہ۔ میں نے پورے ذوق وشوق سے اپنا پودا لگا دیا۔ روزانہ میں اپنی ننی سی گگری میں پانی لے کر جانے لگی اور اپنے بیچارے، نخل، آرزو کو سینچ کر گھنٹوں اُس سے باتیں کرتی اور اُس کی نئی نئی پتیاں روز گنگراتی۔

مجھے اپنے پودے میں محبت کی کلیاں لگنے کا سخت انتظار تھا۔ میری سہیلیوں کے پودوں میں کلیاں بھی آگئیں اور پھول بھی کھلنے لگے۔ لیکن میرا درخت ہنوز سُونا پڑا تھا میری سہیلیوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارے کنج میں گلاب کا ایک نیا سُرخ پھول کھلا ہے۔ میں جھنجلائی کہ گلاب اور یاسمن سب کھل رہے ہیں لیکن آہ میرا ہی پھول نہیں کھلتا۔ آخر میں اپنی خالی گگری لے کر چلی۔ آج میں اُس پانی سے بدظن ہوگئی تھی۔ اب میرا کچھ اور ہی ارادہ تھا..

اب میں روزانہ تمام دن مئی کی سخت ترین دھوپ میں کھڑی تھی۔ ٹھنڈے ٹھنڈے پسینہ کی رو تمام دن میرے جسم سے گذرتی اور میری جبین حسرت سے قطراتِ عرقِ شبنم کی خاموش بوندوں کی طرح بہتے رہتے۔ بلکہ اس طرح جیسے زخمِ جگر سے خونِ دل کے قطرے رِستے رہتے ہیں۔

میں اس تقاطرِ سوز سے شام تک اپنی گگری بھر ہی لیتی! اور پھر دوسرے دن۔ بال علی الصباح اس پانی سے اپنا پودا سینچنے جاتی...

میرے درخت میں کلیاں آنا شروع ہوگئیں... میری مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ میں مطمئن تھی اور اپنی محبت کے پھول کا بے تابانہ انتظار کر رہی تھی۔

* *

مگر آہ کیسے کہوں۔ جو کلی کھلنے کو ہوتی وہ کھلنے سے پہلے ہی مرجھا کر نیچے گر جاتی...... آخر میں نے مایوس ہو کر اپنی محبت کی نامراد کلیوں کو اپنے رقیق آنسوؤں کی شبنم سے آبگوں کرنا شروع کیا۔ اب صبح وشام میرا یہی کام تھا اور محبت کے پھول کا سخت ترین انتظار۔ رفتہ رفتہ تمام کلیاں مرجھاتی چلی گئیں۔ اور پودا ایک نوجوان بیوہ کی طرح سوگوار نظر آنے لگا مگر اب بھی ایک ننھی کلی مجھے برابر تسکین دے رہی تھی۔ میں اس کی نشوونما میں نہایت مضطربانہ ساعی رہی۔ یہاں تک کہ وہ پرارمان شام آگئی جس کی صبح آہ۔ آرزوں سے لبریز تھی۔ اور تمناؤں کا مرجع۔ صبح کا نور پاش ستارہ میری صبح آرزو کی طرح مسکرا رہا تھا۔ چمک رہا تھا۔ کہ میں دیوانہ وار اپنے کنج میں پہونچی۔ مگر وہاں۔ آہ وہاں۔ اگر میری نظر صحیح کام کر رہی تھی تو میرا پیارا شگوفہ میری کھلنے والی کلی۔ کھلنے سے قبل ہی مرجھا کر سرنگوں تھی جھکی ہوئی تھی۔ اور مُردہ۔ میں نے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے اس کو پیار کر لیا۔ اور ڈوبتے ہوئے دل سے اُسے شاخ سے علیحدہ کر دیا۔ اب جب کبھی میں اپنی محبت کے مزار پر جاتی ہوں تو میری سہیلیوں کے گنج ہائے گل سے صدہا مسکراتے ہوئے پھول مجھے آوازیں دے کر عہدِ ماضی کی یاد دلاتے ہیں۔ لیکن میں مڑ کر نہیں دیکھتی کیونکہ مجھے اُن سے کیا واسطہ! مجھے تو اپنی محبت کی آخری کلی کے مزار پر آنسو کا ایک قطرہ نثار کرنا ہے۔ یہی میری حیاتِ بے کار کا مقصد ہے اور یہی میری سعیِ بے شمار کا ثمر......!!

آمنہ عفت

متعلمہ کی دعا

الٰہی سیم و زر کے زیوروں سے مجھکو نفرت ہو
مرا گہنا حیا داری مری پوشاک عصمت ہو

دمک جو زیوروں میں ہے جھلک ہے بے وقاری کی
چمک آئینۂ دل میں ہو میرے دلفگاری کی

مرے دل کو رہے مرغوب زیور دردمندی کا
مجھے لاحق نہ ہو یارب مرض زیور پسندی کا

نہ ہو جائے نظر یارب مری محدود آرائش
مرے آنچل کے سایہ کو بنا دے ظلِ آسائش

نہیں درکار مجھکو یا الٰہی جھومکے بالی
حیا کے موتیوں سے کاش بھر دے دامنِ خالی

مجھے توفیق دے ماں باپ کی خدمت گزاری کی
مجھے ہمت عطا کر بھائیوں پر جان نثاری کی

ملے ہاتھوں کو زیور یا الٰہی دستکاری کا
مرے ذہنِ رسا کو دے سلیقہ خانہ داری کا

رگوں میں ہو مری سب کی محبت کا لہو جاری
بڑوں کی مجھ سے خدمت ہو سکے چھوٹوں کی غمخواری

الٰہی غمگساری کا اثر دے شیر مادر میں
فضا امن و امان کی کاش پیدا ہو مرے گھر میں

مرے ماتھے پہ ٹیکا باعثِ طغیان ہے یکسر
مگر میں مانگتی ہوں تجھ سے یارب عقل کا جھومر

مجھے علم و عمل کے قیمتی گہنے عنایت کر
میسر مجھ کو اے ستار پوشاکِ شرافت کر

الٰہی شمعِ دانش خانۂ دل میں فروزاں کر
چراغ عقل کو ظلمت کدوں میں نور افشاں کر

تری رحمت کی چوکھٹ پر جھکاتے ہیں جبینوں کو
الٰہی ڈھانپ لے دامن میں ہم پردہ نشینوں کو

عبدالوہاب صوفی

کھانے پینے کی تفریحی اشیاء

از جناب ڈاکٹر سید ممتاز حسین صاحب ام ۔ بی ۔ بی ایس

اس خوراک کے علاوہ جس پر ہماری زندگی کا انحصار ہے اور جو اِن اجزا پر مشتمل ہے جن کا ذکر کسی گذشتہ اشاعت میں ہو چکا ہے۔ اور بھی ایسی اشیاء ہمارے خورونوش میں داخل ہیں۔ جو محض شوقیہ اور رسماً استعمال میں آتی ہیں۔ ہر ملک بلکہ ہر قوم کے ہاں ایسی اشیاء ہیں جو وہ تفریحاً کھاتے پیتے ہیں۔ اگرچہ براہ راست یہ اشیاء خوراک کے اہم اجزا نہیں ہوتیں تاہم ان کے ہمراہ ہونے کی وجہ سے باقی کھانا بھی خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اِن میں سے اکثر بھوک تیز کرکے قوت ہاضمہ کی امداد کرتی ہیں۔ ان میں جو اشیاء بہت زیادہ مستعمل ہیں ان پر مختصر تبصرہ کیا جائے گا۔

ہوادار پانی یعنی سوڈا واٹر وغیرہ سوڈا واٹر۔ پانی میں کاربن ڈائی آکسائڈ گیس حل کرنے سے بنتا ہے۔ اس میں سیکرین اور پھلوں کا رس یا محض اِن کی خوشبو ملا کر مختلف قسم کے میٹھے پانی تیار کئے جاتے ہیں۔ یہ گیس معدے میں جا کر پانی سے علیحدہ ہوتی ہے۔ اس وقت اِس کا معدے پر قدرے مفید اثر پڑتا ہے جس کی وجہ سے ہاضمہ کو ایک خفیف سی مدد پہنچتی ہے۔ دودھ کے ساتھ ملانے سے دودھ قدرے لطیف اور زود ہضم ہو جاتا ہے ان فائدوں کے علاوہ میٹھے پانی مفرح ہوتے ہیں۔ اور پیاس کو رفع کرتے ہیں۔ ان کے استعمال میں خطرات یہ ہیں کہ اکثر اوقات ان کے تیار کرنے والے صفائی کا خیال نہیں رکھتے ہیں۔ بوتلوں کی صفائی بہت ناقص ہوتی ہے۔ پانی کے متعلق کوئی احتیاط نہیں کی جاتی۔ چنانچہ عموماً اس قسم کے پانی میں جراثیم موجود ہوتے ہیں۔ ہیضہ اور دوسرے وبائی امراض جو کھانے پینے کی اشیاء کے ذریعے پھیلتی ہیں۔ اکثر ان بوتلوں کی وجہ سے بڑھتی اور پھیلتی ہیں۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ان کے کارخانہ والوں کی بڑی سختی سے نگرانی کی جائے کہ پانی عمدہ اور صاف استعمال کریں۔ مشینوں کو اچھی طرح سے صاف کیا جائے۔ علی ہذا القیاس بوتلیں اُبلتے ہوئے پانی میں صاف ہوا کریں۔

اس پانی میں غذائیت بالکل نہیں ہوتی۔ مٹھاس سیکرین کے سبب سے ہوتی ہے نہ کہ شکر کے سبب سے۔ شکر میں غذائیت ہے۔ سیکرین میں نہیں۔ پس اپنی قیمت کے مقابلہ میں ان کا فائدہ کم ہے۔ شربت کسی قسم کا ہو۔ اس سے کہیں بہتر اور فائدہ مند ہے۔ کیونکہ مفرح ہونے کے علاوہ شربتوں میں غذائیت بھی ہوتی ہے۔ اس لئے ہم ہمیشہ ہوادار پانی پر شربت کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ ایک عام خیال ہے کہ کاربالک ایسڈ گیس سے جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ یہ امر مشاہدہ میں آچکا ہے کہ تپ محرقہ کے جراثیم سوڈے کی بوتل میں گیارہ دن تک زندہ رہ چکے ہیں۔

چائے چائے دنیا کے اکثر حصوں میں استعمال ہوتی ہے۔ چائے کی کاشت زیادہ تر چین۔ جاپان۔ دارجیلنگ

آسام ہندوستان میں ہوتی ہے۔ چائے کے پودے کی چوٹی کے پتوں میں زیادہ رس ہوتا ہے۔ اور یہ ہی زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔ سیاہ چائے اور سبز چائے کا فرق پتوں کے اکٹھا کرنے کے وقت اور ان پر بعد کے عمل پر ہوتا ہے۔ سیاہ چائے کے پتوں کو خمیر کیا جاتا ہے جس سے اس کا ٹینک ایسڈ (قابض مادہ) ناقابلِ حل ہو جاتا ہے۔ سبز چائے چھوٹے پتوں سے حاصل کی جاتی ہے۔ اور ان کو بھون لیا جاتا ہے۔ بس ان دونوں میں فرق یہ ہوا کہ سبز چائے میں ٹینک ایسڈ زیادہ ہوتا ہے اور کیفین (چائے کا اصل یا روح) کم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا محرک اثر کم اور قابض اثر زیادہ ہوتا ہے۔

چائے کے اجزا اوسطاً یہ ہیں۔

کیفین	ا سے ۴ فی صدی	خوشبودار روح	۶ فی صدی
تھیوفلین	بہت خفیف	ٹینک ایسڈ	۴ تا ۱۲ ″

چائے پکانے سے پتوں کے وزن کا چوتھا حصہ پانی میں حل ہو جاتا ہے۔ کیفین بہت جلدی اور ٹینک ایسڈ بہت دیر میں حل ہوتا ہے پس جتنی دیر تک چائے پکتی رہے ٹینک ایسڈ اتنا ہی زیادہ حل ہو گا۔

پکانے کا طریق

چینی لوگ چائے کو بہت تھوڑے عرصہ کے لئے گرم پانی میں رکھتے ہیں۔ اس سے کیفین کی بہت کافی مقدار حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اس کے برعکس ٹینک ایسڈ بہت خفیف مقدار میں آتا ہے۔ چائے پکانے کا بہترین طریقہ یہی ہے۔ چائے کو پانچ منٹ تک گرم پانی میں رکھنا چاہئیے اس سے زیادہ عرصہ نہیں لگنا چاہئیے اگر اس سے زیادہ عرصہ لگے تو نہ صرف غیر ضروری اور نسبتاً مضر اجزا اس میں حل ہو جاتے ہیں بلکہ یوں بھی چائے کی خوشبو کم ہو جاتی ہے اور ذائقہ بگڑ جاتا ہے۔ چائے کو ابال کر بھی نہیں تیار کرنی چاہئیے کیونکہ اس سے بھی یہی نقائص پیدا ہوتے ہیں۔

قہوہ

پنجاب کے عام گھروں میں بغیر دودھ کے چائے کو قہوہ کہا جاتا ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ قہوہ چائے سے بالکل مختلف چیز ہے۔ یہ ایک پودے کے بیج ہوتے ہیں جن سکھا کر بھون لیا جاتا ہے اور پھر پیسا جاتا ہے۔ قہوہ کے اہم اجزا بھی وہی ہوتے ہیں جو چائے کے۔ یعنی کیفین۔ ٹینک ایسڈ۔ اور خوشبودار عرق۔ تیار کرنے کے عمل میں قہوہ کا ۲۰ فی صدی حصہ حل ہو جاتا ہے۔ اس کے تیار کرنے کا طریق بھی وہی ہے جو چائے کا۔

کوکو

کوکو ایک پھل کے بیج سے حاصل کیا جاتا ہے اس کو تیار کرنے کا طریق چائے اور قہوہ سے مختلف ہے۔ اس کو پانی یا دودھ میں پانچ منٹ کے قریب ابالا جاتا ہے دودھ اور شکر ملا کر ایک مقوی غذا کی حیثیت حاصل کر لیتا ہے۔ اس کا اہم جزو تھیوبرومین ہے۔ جو اپنے طبی خواص کے لحاظ سے کیفین سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ کوکو کا ایک اور مرکب چاکلیٹ ہے۔ یہ بیجوں کو خشک کرنے اور بھوننے سے تیار کیا جاتا ہے۔ اس میں علاوہ تھیوبرومین کے نشاستہ۔ پروٹین اور چکنائی بھی ہوتی ہیں۔ اس میں شکر اور خوشبو ملا کر بطور مٹھائی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ ایک نہایت مقوی غذا ہے۔ اور تمام کی تمام ہضم ہو جاتی ہے

چائے، قہوہ اور کوکو کے طبّی خواص

چائے اور قہوہ بجائے خود کوئی غذائیت نہیں رکھتے۔ لیکن شکر اور دودھ کی آمیزش سے ان میں غذائیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کا اہم جزو کیفین ہے۔ یہ جوہر خون میں جذب ہو کر ایک محرک اثر رکھتا ہے چنانچہ چائے پینے سے تکان رفع ہو جاتی ہے۔ دماغ کو تحریک ہوتی ہے اور دماغی کام زیادہ کیا جا سکتا ہے۔ تیز چائے اپنے ٹینک ایسڈ کی وجہ سے قابض اثر رکھتی ہے۔ ہاضمہ کی خرابی قبض۔ بے خوابی۔ اختلاج قلب ان امراض میں چائے مضر ہوتی ہے اس لئے اس سے پرہیز لازم ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ چائے اور قہوہ کے استعمال سے جسمانی اور دماغی کوفت رفع ہو جاتی ہے اور طبیعت میں چستی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ تکان ایک قدرتی عمل ہے۔ جو کام کرنے کے بعد واقع ہوتی ہے اور جس سے قدرت کا منشا یہ ہوتا ہے۔ کہ آرام کیا جائے تاکہ جو اعضا کام کرکے تھک گئے ہوں ان کو آرام ملے اور ان کی طاقت بحال رہے۔ بس تکان کو رفع کرنے کا قدرتی علاج آرام ہے۔ چائے کے استعمال سے اگرچہ تکان رفع ہو جاتی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ انجام کار اس کا اثر نقصان سے خالی نہیں کیونکہ اس سے جسم کی مشین کو آرام نہیں ملتا یا یہ کہ اس کے استعمال سے چونکہ تکان رفع ہو جاتی ہے۔ اس لئے آرام کرنے کی خواہش نہیں رہتی۔ علی ہذا القیاس چائے نیند کو اڑاتی ہے۔ نیند ایک قدرتی عمل ہے۔ جس سے دن کی تکان اور کوفت رفع ہوتی ہے لیکن چائے سے نیند کو کم کرنا کوئی عقلمندی نہیں۔ اکثر طالب علم امتحان کے دنوں میں ایسی ادویات کے متلاشی رہتے ہیں جس سے نیند کم ہو جائے۔ اور ان میں اکثر اس غرض سے چائے کا استعمال شروع کر دیتے ہیں۔ واضح ہو کہ دماغ ایک غیر محدود خزانۂ طاقت نہیں۔ کام کرنے سے تھک جاتا ہے اور اس تکان کو رفع کرنے کا قدرتی علاج آرام اور نیند ہے نہ کہ چائے۔ نیند کو کم کرنے کی کوشش کرنا ہرگز دانشمندانہ خیال نہیں اور اس سے قطعی احتراز کرنا چاہیئے۔

کیفین دل کی حرکت تیز کرتی ہے۔ چنانچہ اس خاصیت کے لحاظ سے کیفین بعض امراضِ قلب کے لئے بہت مفید دوائی ہے۔ لیکن روزانہ استعمال سے دل کی حرکت ہر وقت یا زیادہ وقت تیز رہتی ہے۔ اس لئے زیادہ چائے پینے والوں کو اختلاجِ قلب کی عام شکایت رہتی ہے۔

ٹینک ایسڈ قابض اثر رکھتا ہے۔ اس قابض اثر کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پروٹین منجمد ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس سے ہاضمہ کا فعل خراب ہو جاتا ہے۔ عام خیال ہے کہ چائے ہاضمہ کو تقویت دیتی ہے۔ یہ خیال قطعاً بے بنیاد ہے۔

پس چائے کے متواتر اور روزانہ استعمال کی سفارش نہیں کی جا سکتی وقتاً فوقتاً استعمال سے چنداں نقصان نہیں پہنچتا۔

موسم گرما میں ہمارے جسم کی حرارت کو اپنی طبعی حدود کے اندر رکھنے کے لئے ہمیں پانی کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ اس موسم میں پسینہ آنے کی وجہ بھی یہی ہوتی ہے کہ اس سے جسم کی حرارت کم ہوتی ہے۔ پسینہ آنے سے جسم کے پانی کی مقدار بھی کم ہوتی رہتی ہے۔ اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہمیں زیادہ پیاس لگتی ہے۔ پیاس بجھانے کے لئے علاوہ سادہ پانی کے اور کئی قسم کے پانی بھی استعمال میں آتے ہیں۔

شربت۔ شربت دو قسم کے ہوتے ہیں۔ خام اور پختہ۔ خام وہ جو وقت ضرورت پانی میں شکر کو حل کرکے اس میں کوئی رنگ یا خوشبو ڈال کر تیار کر لئے جاتے ہیں۔ اور پختہ وہ جو بہت زیادہ شکر کو پانی میں پکا کر گاڑھے کر کے رکھ لئے جاتے ہیں اور ضرورت کے وقت پانی ملا کر پئے جاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خوشبو اور رنگ کی آمیزش سے وہ زیادہ تفریح کا باعث ہو جاتے ہیں لیکن اس کے متعلق یہ غلط فہمی نہیں رہنی چاہئے کہ ان کی تاثیر میں کوئی خاص فرق واقع ہو جاتا ہو شربت اس لحاظ سے غذا کا کام بھی دیتے ہیں کہ ان میں شکر کی خاص مقدار ہوتی ہے۔ جو ایک زود ہضم اور مقوی غذا ہے۔ غریب لوگ بجائے سفید شکر کے گڑ اور سرخ شکر کے شربت پیتے ہیں۔ ان شربتوں کے خواص اور فوائد بھی یقیناً وہی ہیں جو سفید شکر کے شربتوں کے۔ بعض لوگ شربت میں ستو ملا کر پیتے ہیں۔ اس سے شربت کی غذائیت بڑھ جاتی ہے کیوں کہ اس میں علاوہ شکر کے نشاستہ اور پروٹین بھی ہوتا ہے۔

چونکہ شربت میں کافی غذائیت ہوتی ہے اور ہماری غذا کی مقدار مقررہ حدود سے تجاوز نہ ہونی چاہیئے اس لئے ہر وقت شربت پیتے رہنا ضرورت سے زیادہ کھانے کے مترادف ہے۔ یہ اصول صحت کے منافی ہے لہٰذا شربت کو بطور پانی نہیں بلکہ بطور غذا پینا چاہئے **ناریل کا پانی** مدراس اور بنگال میں جہاں ناریل کی بکثرت پیداوار ہوتی ہے۔ اس کا پانی گرمیوں کے موسم میں بڑی رغبت سے پیا جاتا ہے۔ یہ پانی پیاس کو رفع کرتا ہے اور تفریح و تسکین بخشتا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد اس کو پینے سے بدہضمی رفع ہوتی ہے۔ اس میں شکر اور پروٹین کے علاوہ نمک بھی ہوتے ہیں۔

آئس کریم یعنی دودھ کی برف موسم گرما میں ہندوستان بھر میں بڑی کثرت سے استعمال کی جاتی ہے۔ آئس کریم بنانے والے صفائی سے قطعی بے پروا ہوتے ہیں۔ جراثیم اس میں بڑی کثرت سے پرورش پا سکتے ہیں اس لئے بازار کی بنائی ہوئی آئس کریم سے پرہیز لازم ہے۔ کچھ عرصہ ہوا کلکتہ میں بازاری آئس کریم کا طبی معائنہ ہوا دس لاکھ جراثیم فی مکعب سینٹی میٹر نکلے لہٰذا جہاں تک ہو سکے گھر پر تیار کریں۔

سکنجبین لیموں کے رس یا سرکہ کو شربت میں ملانے سے سکنجبین بنتی ہے سرکہ میں ایسٹک ایسڈ اور لیموں میں سٹرک ایسڈ ہوتا ہے یہ دونوں نباتاتی تیزاب جسم کے اندر داخل ہو کر پیشاب زیادہ لاتے ہیں۔ حرارت کو کم کرتے ہیں۔ پسینہ کے اخراج میں مدد کرتے ہیں۔ زہریلے مواد جسم سے خارج کرتے ہیں اور پیاس کو بجھا کر تسکین و فرحت بخشتے ہیں۔ لیموں کا رس چونکہ تازہ پھل سے حاصل کیا جاتا ہے اس لئے اس میں وٹامن سی، بڑی کثرت سے موجود ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم لیموں کی سکنجبین کو سرکہ کی سکنجبین پر بہت زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔

ایک خریدار نے بزم عصمت میں لکھا ہے کہ انہوں نے میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے کولڈ کریم کا استعمال ترک کر دیا ہے اس کا فائدہ انہیں یہ ہوگا کہ منہ پر کیل نکلنے بند ہو جائیں گے بشرطیکہ وہ غذا میں بھی پرہیز رکھیں یعنی مرغن اور مصالحہ دار غذائیں یکقلم ترک کر دیں۔ بالخصوص اس موسم گرما میں کیونکہ گرمی میں یوں بھی غذا کی ضرورت کم ہوتی ہے اور مرغن غذا خاص طور پر نقصان پہنچاتی ہے۔ انہوں نے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ منہ پر بدنما بال (روئیں) نکل آنے کا کیا علاج ہے۔ جو دوائیں اس مقصد کے لئے استعمال ہوتی ہیں وہ جلد کو خراب کرتی ہیں۔ اس کا تشفی بخش علاج فقط ایک ہے۔ اور وہ یہ کہ بجلی کے ایک خاص اوزار سے جس کے آگے ایک سوئی لگی ہوئی ہوتی ہے، ان بالوں کی جڑوں میں داخل کر کے بالوں کی گلٹیاں ضائع کر دی جاتی ہیں۔ یہ ایک یقینی بھی اور مستقل علاج ہے۔ اس عمل کا نام ہے Electrolysis اور اس کا انتظام بڑے بڑے شہروں کے بعض ڈاکٹروں کے پاس ہوتا ہے۔

رائے بہادر کا بکرا

رائے بنگشولوچن بنرجی بہادر بلیا گھاٹ کورٹ کے آنریری مجسٹریٹ بھی تھے اور خاندانی زمیندار بھی۔ ہوا خوری کی غرض سے ہر روز شام کو ندی کے کنارے چلے جایا کرتے تھے۔ جب سے عمر چالیس سے اوپر ہوئی جسم رفتہ رفتہ بھاری ہونے لگا تھا۔ ڈاکٹروں کی رائے ہوئی کہ روزانہ دُور تک پیدل چلنے کی ورزش کی جائے تو جسم کچھ درست ہو سکے گا ورنہ موٹاپا بھی عمر کے ساتھ ساتھ زیادہ ہوتا رہے گا اسی سبب سے خشکہ اور پوری ترک کر کے دونوں وقت صرف کھچڑی ہی پر بسر فرماتے تھے۔

ایک روز کچھ دیر حسب معمول چہل قدمی کرنے کے بعد تھکاوٹ جو محسوس ہوئی تو ندی کے کنارے ایک ٹیلہ پر رومال بچھا کر بیٹھ گئے۔ رسٹ واچ پر نظر کی تو ساڑھے چھ بج چکے تھے جیٹھ کے مہینہ کی آخری تاریخ برسات کی آمد آمد ہے خدا معلوم کس وقت بارش ہونے لگے اس لئے بنگشولوچن نے اٹھنے کا ارادہ کیا ہاتھ میں جو برما چرٹ لئے ہوئے تھے اس کا کش لگایا اور کھڑے ہونا ہی چاہتے تھے کہ یہ معلوم ہوا کہ پشت کی طرف سے کوئی کپڑا پکڑ کر کھینچ رہا ہے اور آہستہ آہستہ ہوں ہوں ہوں ہوں کر رہا ہے پلٹ کر دیکھا تو ایک نہایت موٹا تازہ بکرا کھڑا ہے۔ سیاہ رنگ بڑے بڑے کان پر دل کی طرح چھوٹے چھوٹے سینگ جنہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ عمر ابھی زیادہ نہیں ہے۔ بنگشولوچن نے متعجب ہو کر کہا ارے یہ بکرا کدھر سے آیا! یہاں تو دوسرا کوئی ہے بھی نہیں یہ ہے کس کا؟ بکرا تو کوئی جواب نہ دے سکا لیکن اپنے تئیں ان کے جسم سے رگڑنے لگا۔ رائے بہادر نے اُس کے سر کو پکڑ کر دھکیل دیا کہ جا یہاں سے۔ بکرا پیچھے کے پیروں پر کھڑا ہو گیا اور اگلے دونوں پیروں کو سمیٹ کر سر سے رائے بہادر کے ہلکی سی ٹکر دی۔ رائے بہادر کو بھی دل لگی سوجھی انہوں نے اُسے دھکیل دیا بکرا پھر کھڑا ہو گیا اور جست کر کے اُن کے ہاتھ سے چرٹ کھینچ کر کھا گیا اس کے بعد اور ارادہ کرنا شروع کیا یعنے اور ہے تو دو بنگشولوچن کے سگریٹ کیس میں ایک چرٹ اور تھا وہ بھی نکال کر دیا اُسے بھی کھا گیا نہ تو اُسے چکر آیا نہ قے۔ کوئی تبدیلی نہ ہوئی بلکہ پھر اس نے اردر کرنا شروع کیا بنگشولوچن نے کہا اب نہیں ہے اب تم چلے جاؤ میں بھی جاتا ہوں۔ بکرا نہ مانا ان کی جیب میں منہ ڈال کر تلاشی لینے لگا۔ تنگ آ کر رائے بہادر نے چمڑے کا سگریٹ کیس جیب سے نکال کر بکرے کو دکھایا دیکھ کہتا ہوں کہ اب نہیں ہے تجھے یقین ہی نہیں آتا بابا میں جھوٹ نہیں کہتا۔ بکرے نے منہ بڑھا کر کیس چھین لیا اور دو ہی تین دفعہ منہ ہلا کر پیٹ میں اتار لیا۔ اس کی اس حرکت پر ہنسیں یا خفا ہوں یہ فیصلہ رائے بہادر نہ کر سکے صرف بدمعاش کہہ کر خاموش ہو گئے۔ اندھیرا ہو گیا تھا دیر کرنا مناسب نہ جان کر رائے صاحب گھر کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ تو بکرا بھی پیچھے چلا بنگشولوچن بہادر پریشان ہوئے کہ نہ معلوم کس کا بکرا ہے میں کسی کو جانتا بھی نہیں جو پوچھوں کہ بھئی یہ بکرا کس کا ہے؟ نہ آس پاس کوئی ہے جس سے دریافت کیا جا سکے اور بکرا اس طرح پیچھے پڑا ہے کہ کسی طرح جاتا ہی نہیں سوائے اس کے چارہ نہیں کہ گھر لے جاؤں رستے میں اگر اس کا

مالک مل جائے تو بہتر ہی ہے ورنہ صبح جو ہو گا بندوبست کروں گا۔ مکان تک پہنچتے پہنچتے بنگشو لوچن نے کوشش بہت کی کہ اس کا مالک مل جائے یا کوئی ایسا شخص ملے جو اس کے متعلق کچھ واقفیت رکھتا ہو لیکن کوئی نہ ملا تو مجبور ہو کر انہوں نے قصد کیا کہ خود ہی اُسے پرورش کریں گے مگر دفعتاً انہیں ایک بات یاد آ گئی جسے اُنہوں نے کانٹے کی طرح محسوس کیا۔ آج کل اُن کی بیوی سے تو جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ آج پانچواں روز ہے کہ بیوی نے بات تک نہیں کی۔ لڑائی تو اکثر ان لوگوں میں رہا کرتی ہے پہلے معمولی سی بات پر بحث ہوتی ہے اس کے بعد کچھ میاں نے کہا کچھ بیوی نے لیجئے بات بڑھی۔ اب ایک دوسرے کی صورت سے بیزار بول چال بند۔ جب کچھ روز گزرے تو پھر کسی روز یکایک صلح ہو گئی۔ اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے۔ پھر لطف یہ کہ لڑائی کی کوئی خاص وجہ بھی نہیں ہوتی۔ ذرا سی بات اور معمولی سی لڑائی سنگین صورت اختیار کر لیتی تھی۔ بیوی کو کوئی جانور پالنا پسند نہیں۔ انہیں ایک دفعہ کتے کا شوق ہوا لیکن بیوی کے ظلم سے وہ نہ رہ سکا جس کی آج تک شکایت ہوتی رہتی ہے۔ اس پر اگر بکرا لے گیا تو آج خیریت نہیں ایک تو کڑوا نیم اس پر چڑھا کریلا۔ راستہ چلتے چلتے رائے بہادر نے دل ہی دل میں بیوی سے لڑائی کرنی شروع کر دی۔ ہوں ایک بکرا پالوں گا تو اس میں کسی کا کیا اجارہ؟ مجھے اس قدر بھی اختیار نہیں کہ اپنے شوق کی کوئی چیز پالوں وہ ایک معزز دولت مند شخص خاندانی زمین دار اس کے علاوہ گورنمنٹ کے خطاب یافتہ انریری مجسٹریٹ پچاس روپے تک جرمانہ اور ایک ماہ تک کی سزا دے سکتے ہیں انہیں کس بات کی تکلیف اور کس کا ڈر و خوف؟ بنگشو لوچن نے بار بار اپنے دل کو سمجھایا کہ میں کسی کے کہنے سننے کی پرواہ نہ کروں گا۔ رائے بہادر کے کمرہ میں جب دوستوں کا مجمع ہوتا ہے تو دنیا بھر کی باتیں ہوا کرتی ہیں۔ بادشاہ وزیر۔ وائسرائے۔ گورنر۔ سورن بنرجی۔ موہن بگان۔ علی پور کا چڑیا خانہ اور اس کے جانور غرضکہ کوئی بات ایسی نہ تھی جو وہاں نہ ہوتی ہو۔ اس طرف ایک ہفتہ سے ہر روز شیر کا قصہ ہوتا ہے۔ اور دوران گفتگو میں رائے بہادر کے سالے نوگین بابو اور ان کی رشتہ کی بہن کے لڑکے اودے بابو بات بات میں ایک دوسرے سے بگڑ بیٹھتے تھے بڑی مشکل سے انہیں خاموش کیا جاتا تھا۔ رائے بہادر کی بیٹھک کا کمرہ نہایت وسیع اور آراستہ تھا بہت سی تصاویر آئینہ کی الماری میز کرسی وغیرہ سامان بھرے ہوئے تھے۔ کمرہ میں جاتے ہی جس شے پر پہلے نظر پڑتی تھی وہ ایک کارپٹ کی بنی ہوئی بلی تھی سیاہ زمین پر آسمانی رنگ کی بلی۔ جنگ عظیم کے زمانہ میں سفید اون نہ ملنے کے سبب سے بلی کی یہ گت بنی تصویر کے نیچے بڑے بڑے حرفوں میں کیٹ Cat لکھ دیا تھا کہ لوگ پہچان سکیں۔ اس کے نیچے بنانے والی کا نام مانینی دیوی لکھا تھا یہی اس گھر کی مالکہ ہیں۔ کمرہ کے دوسری جانب آئل پینٹنگ رادھا کرشن کی تصویر لگی ہوئی تھی اس کے علاوہ بہت سی میموں کی تصویریں تھیں جنہیں سلک کی برھمو ساری پہنائی گئی تھی۔ اور سر میں سیاہ ریشم کے بال میدے کے نشاستہ سے لگائے گئے تھے گرچہ تصویر کی ہیئت لباس اور سیاہ بالوں سے بدل دی گئی تھی پھر بھی چہرے سے عیسائیت ٹپکتی تھی اس وجہ سے زبردستی ہندوستانیت پیدا کرنے کے لئے ناک چھید کر نتھ پہنائی گئی تھی۔ کمرہ کی دیوار میں دو الماریاں تھیں جن میں چینی اور بلور کے کھلونے بھرے ہوئے تھے۔ اوپر کے کمرہ کی چار الماریاں

بجنے کے بعد جس قدر چیزیں بچ رہیں انہیں بیٹھک میں جگہ ملی اس کے علاوہ اور بھی طرح طرح کی چیزیں تصویریں کسی جگہ بادشاہ ملکہ کی تصویر کہیں رائے بہادر کے ملاقاتی وغیر ملاقاتی انگریزوں کی تصویریں چاندی کے چوکٹوں میں آویزاں تھیں کسی جگہ آفیسروں کے مخصوص خطوط اور سندیں۔

آج بھی حسب قاعدہ لوگ جمع ہیں مگر بنگشو لوچن اب تک واپس نہ لوٹے تھے اُن کے بچپن کے دوست تبو وکیل فرش پر تکیہ کے سہارے لیٹے اخبار پڑھ رہے تھے۔ بڈھے کدار ناتھ چیٹرجی حقہ ہاتھ میں لئے اونگھ رہے تھے اودے اور نوگنی لڑ جھگڑ کر ابھی خاموش بیٹھے ہی تھے اور فکر تھا کہ ذرا بھی کوئی بات نکلے اور یہ ایک دوسرے پر پل پڑیں آخر کار اودے خاموش نہ رہ سکا اور کہا جو کچھ بھی کہو شیر کی لمبان کبھی دم سمیت نہیں ناپتے۔ اگر ایسا ہوتا تو عورتوں کا قد بھی سر کے بال سمیت ناپا جاتا میری بیوی کی چوٹی تین فٹ لمبی ہے تو کیا تم کہنا چاہتے ہو کہ دلہن آٹھ فٹ لمبی ہے؟ نوگنی چیں بچیں ہو کر بولے۔ اودے تمہاری بیوی کی بابت میں کچھ بھی سننا نہیں چاہتا۔ اگر شیر کا ذکر کرنا ہو تو کرو۔ چیٹرجی مہاشہ پینک سے چونک کر بولے آہا تم لوگوں کے ہاں کیا شیر کے علاوہ کوئی دوسرا جانور ہی نہیں؟ اتنے میں رائے بہادر بنگشو لوچن بکرا ساتھ لئے آ پہونچے۔ تبو بابو بولے واہ واہ یہ بکرا تو بہت عمدہ ہے کتنے کا خریدا؟ بنگشو لوچن نے سارا واقعہ اول سے آخر تک سنایا۔ تبو نے کہا بھئی لاوارث مال زیادہ دن تک گھر میں نہ رکھنا چاہئے اس کو جلد ہی ختم کر ڈالو کل اتوار بھی ہے بس صاف ہی کر دو چیٹرجی مہاشہ نے بکرے کے پیٹ کو دبا کر کہا واہ خوب موٹا تازہ بکرا ہے



اس کا قلیہ بہت عمدہ ہوگا۔ نوگنی نے ران دبا کر کہا اوں ہوں ہانڈی کباب مگر بہت زیادہ مصالحہ اور پیاز ڈالنے کی ضرورت ہے اودے بولے میری بیوی ایسا گولی کباب بنانا جانتی ہے نوگن بگڑ کر بولے پھر وہی بیوی کا ذکر؟ بنگشو لوچن نے رنجیدہ ہو کر کہا کسی جانور کو دیکھتے ہی تم لوگوں کی طبیعت کیا جانے کو چاہتی ہے۔ ایک بیچارے غریب پناہ جانور نے سہارا لیا تو کیا اس کا قلیہ اور کباب ہی بنانا چاہئے؟ بکرے کی خبر پا کر بنگشو لوچن کی سات سالہ بچی ٹیپی اور چھوٹا لڑکا گھنٹو دوڑے ہوئے آئے۔ گھنٹو نے کہا "ابا جان میں بکرا کھاؤں گا بکرے کا گوگو" بنگشو لوچن جل کر بولے چل چل تو بھی ان لوگوں کی باتیں سن کر کباؤں کباؤں سیکھ گیا؟ گھنٹو نے جواب دیا ہاں میں تو مہ مہ مٹن کھاؤں گا۔ ٹیپی "ابا میں اس بکرے کو پالوں گی ایک لال رنگ کی ڈوری دیجئے" بنگشو لوچن ہاں بیٹی اچھا تو ہے ذرا غریب کھا پی لے تب اسے لے کر کھیلنا ٹیپی اچھا اس بکرے کا نام کیا ہے؟ کونسا نام لے کر پکاروں؟ تبو بولے نام کے لئے کیا فکر ہے؟ سیاہ فام، ڈراؤنی شکل، چھوٹی دم، لانبے کان جو بھی پسند آئے رکھ لو چیٹرجی نے کہا لانبے کان ہی ٹھیک ہیں۔ بنگشو لوچن نے لڑکی کو ذرا علٰحدہ لے جا کر پوچھا "ٹیپو تمہاری اماں کیا کر رہی ہیں؟ ٹیپی نے جواب دیا وہ تو غسل خانہ میں گئی ہیں" بنگشو لوچن "کیا تم ٹھیک جانتی ہو؟ اگر

ایسا ہے تو ابھی ایک گھنٹہ اطمینان ہے۔ اچھا دیکھو ماما سے کہدو کہ جلدی سے تھوڑا سا گھوڑے کا بھیگا چنا لاکر باہر کے برآمدہ میں بکرے کو کھانے کے لئے دے جائے اور ٹیپی خبردار اسے اندر نہ لے جانا" ٹیپی بکرے کو دیکھ کر ایسی خوش ہوئی کہ باپ کی ہدایت بھول گئی۔ بکرے کے گلے میں لال ڈوری باندھ کر کھینچتے کھینچتے زنان خانہ میں لے جاکر بولی "اے امی دیکھو جلد آؤ لمبے کان والا آیا ہے۔" آنینی منہ پونچھتے پونچھتے غسل خانہ سے نکل کر بولی۔

"ایا نخرہ دکھاتی ہے اسے لایا کون؟ دور ہو دور اری ماما او بتاشی ابھی اس بکرے کو جھاڑو مار کر باہر نکال" ٹیپی۔ "واہ جی واہ اسے تو بابا لائے ہیں ہم پالوں گی" "گھنٹو اور ہم گھوڑا بنائیں گے" مانینی "تمہیں سارا کھیل نکالتی ہوں بھلا شریف لوگ بھی کہیں بکرا پالتے ہیں؟ دربان دربان او چقندر سنگھ" چقندر سنگھ حضور کہتا ہوا دوڑ کر حاضر ہوا۔ اس کی عمر کافی سے زیادہ تھی گو ہاتھ پیر سوکھ کر لکڑی ہو گئے تھے لیکن چہرے پر لمبی ڈاڑھی اور سفید بڑی بڑی مونچھوں کے سبب



چہرہ رعب دار تھا اور سب سے زیادہ جس چیز کی بدولت وہ دربانی کی خدمت انجام دیتا اور چور ڈاکوؤں کو بھگاتا تھا وہ اس کی گرجدار آواز اور چقندر سنگھ نام تھا۔ اندر یہ شور وغل سن کر رائے بہادر سمجھ گئے کہ اب ضرور لڑائی ہوگی۔ دل ہی دل میں کچھ سوچتے رہے اور ہمت کر کے اندر گئے، بیوی ان کی طرف متوجہ نہ ہو کر دربان سے بولیں۔ بکرے کو ابھی پھاٹک کے باہر نکال دو نہیں تو ابھی سارا گھر غلیظ کر دے گا چقندر بولا "بہت اچھا" بنگشو لوچن نے پلٹ کر حکم دیا دیکھو چقندر سنگھ اگر یہ بکرا گیٹ کے باہر جائے گا تو تمہاری نوکری بھی جائے گی۔ چقندر نے کہا "بہت اچھا" آنینی نے شوہر کی طرف تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے بیٹی سے کہا "اری کم بخت ٹیپی رات ہو گئی کھانا زہر مار کرے گی یا نہیں؟ تو بکری کو لے کر رہ۔ میں کل ہاٹ کھولا جاتی ہوں"

دہاٹ کھولا اس جگہ کا نام ہے جہاں مانینی کا میکا تھا) بنگشو لوچن نے کہا ٹیپی ماما سے کہنا کہ میرا بستر بیٹھک ہی میں بچھا دے میں اتنی سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتا اور دیکھو باورچن سے کہدو کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا صرف کچوریاں اور دال اور تھوڑی پرول کی بھجیا بھیجدے۔ پرانے زمانہ کا یہ قاعدہ تھا کہ امیروں کے یہاں ایک غصہ گھر بھی رہا کرتا تھا عورتیں جب غصہ ہوتی تھیں تو اس میں جاکر رہا کرتی تھیں لیکن مردوں کے لئے اس طرح کا کوئی انتظام یا بندوبست پختگی کے ساتھ نہ تھا لہذا وہ اگر ایک بیوی سے خفا ہوتے تو دوسری کے یہاں چلے جایا کرتے تھے آج کل مہنگائی اور خرچ کی زیادتی کے سبب یہ عمدہ اور قدیم قاعدہ مفقود ہو گیا۔ موجودہ زمانہ میں عورتیں غصہ کی حالت میں یا تو بستر چھوڑ کر زمین پر چٹائی بچھا کر سوتی ہیں یا نہیں تو میکے سدھارتی ہیں اور شریف مردوں کے لئے بیٹھک ہی کا کمرہ ایسے موقعہ کے لئے مناسب و موزوں ہے۔ کھانے کے بعد

بنگشو لوچن بیٹھک میں اکیلے سوئے اندھیرے میں نیند نہیں آتی اس وجہ سے ایک کونہ میں چراغدان پر ارنڈی کے تیل کا دھیما چراغ جل رہا تھا کچھ دیر ادھر اُدھر کروٹ بدلنے کے بعد اُٹھ کر بیٹھے اور بجلی روشن کرکے گیتا نکال کر پڑھنے لگے۔ یہ مذہبی کتاب دو موقعوں پر انہیں یاد آتی تھی ایک تو جب بیوی سے لڑائی ہوتی تھی اور دوسرے ایسے موقعہ پر جب کوئی امر مشکل درپیش ہوتا تھا چنانچہ کچھ دیر تک پڑھتے رہے اس کے بعد سوچنے لگے کہ آخر میں نے کونسا ایسا برا کام کر لیا جس کی وجہ سے مانینی نے اس قدر طومار باندھا۔ باپ کے ہاں جائیں گی اوہ گویا بہت بڑی دھمکی! میں بھی کبھی واپس بلانے کا نام نہ لوں گا جس وقت غرض ہوگی خود ہی آئیں گی۔ وہ خود جو اپنے شوق سے دنیا بھر کے جنجال گھر میں بھر لیا کرتی ہیں اور میں خاموشی سے برداشت کرتا ہوں ابھی چند ہی روز ہوئے پیتل کے پندرہ گھڑے تپیلیں پیالے کٹورے ڈھائی سو روپے کے برتن خریدے گئے وہ کچھ نہیں! اور خطا ہوئی تو صرف بکرا لانے میں؟ ہاں درست ہے! بنگشو لوچن نے گیتا رکھ کو بجلی کا سوئچ بند کر دیا اور لیٹ گئے۔ چند منٹ کے بعد خراٹے لینے لگے۔ لمبے کان والا بکرا برآمدہ میں پڑا جاگ رہا تھا کیونکہ دوبرا چرٹ کھا کر اس کی نیند اچاٹ ہوگئی تھی تقریبا رات کے ایک بجے بہت زور کی ہوا میں سردی لگتے ہی وہ گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا بیٹھک سے دھیمی روشنی باہر آرہی تھی اس نے گلے کی رسی چبا کر کاٹ ڈالی اور دروازہ کھلا پا کر آہستہ سے بیٹھک میں گھس پڑا۔ اب اُسے دوبارہ بھوک لگ رہی تھی پہلے کمرہ میں چاروں طرف پھر کر تدارک کر لیا مگر کوئی شے کھانے کی نہ ملی فرش کے ایک کنارے بہت سے اخبار رکھے ہوئے تھے اُسے بھی چبا کر دیکھا مگر رس نہ کس اس کے بعد گیتا بھی تین چوتھائی کھا کر مزہ چکھا۔ مگر گیتا کھانے کے بعد گلے کی خشکی بڑھ گئی پانی کی صراحی ایک اونچی تپائی پر رکھی تھی لیکن اس تک پہنچ دشوار تھی آخر کار چراغ کی طرف متوجہ ہوا اور نزدیک جا کر ارنڈی کے تیل کو ذرا چاٹ کر دیکھا تو بہت خوش مزہ معلوم ہوا جب سب پی گیا تو چراغ بھی گُل ہوگیا۔ اتفاق سے رائے بہادر اس وقت خواب میں دیکھ رہے تھے کہ بیوی سے صلح ہوگئی ہے کروٹ جو لینے لگے کسی نرم و گرم سی شئے پر ہاتھ پڑا کچھ جاگتے اور کچھ سوتے کھنکار کر بولے کس وقت آئیں؟ جواب ملا اوں ہوں۔ ہوں غضب ہوگیا۔ چور چور شیر ارے ہائے مار ڈالا۔ چقندر سنگھ جلد آؤ۔ نوگنی۔ ارے اودے دوڑو مرا چقندر نے سنتے ہی بندوق میں کارتوس بھرنا شروع کیا اودے اور نوگنی لاٹھی۔ چھڑی ٹینس بیٹ جو بھی ملا دوڑ پڑے۔ دوڑے مانینی پریشان ہانپتے کانپتے کوٹھے سے اتر کر آئیں۔ رائے بہادر کچھ ہوشیار ہو چکے تھے۔ بکرا دو ایک چوٹیں کھا کر بہاں بہاں کرنے لگا۔ رائے بہادر نے خیال کیا اگر شیر ہی ہوتا تو اس سے اچھا ہوتا۔ مانینی نے دل میں خوش ہو کر کہا خوب ہوا۔

صبح کے وقت رائے بہادر نے چقندر سنگھ کو محلے میں کوئی ایسا آدمی تلاش کرنے کو کہا جو اس بکرے کو پالنے پر راضی ہو جائے۔ ایسے ویسے شخص کو وہ بکرا نہیں دیں گے جو رکھ نہ سکے انہیں ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو اچھی طرح اس کی پرورش کرے۔ اور روپے کے لالچ میں بیچے نہیں اور گوشت کے لالچ میں کاٹ نہ ڈالے۔ آٹھ بجے تھے۔ رائے بہادر بنگشو لوچن باہر کے برآمدہ میں بیٹھے ڈاڑھی بنوا رہے تھے۔ نوگن و نیود۔ ڈلہوزی ورسنر موہن بگان امرت بازار پتریکا پڑھ رہے تھے۔ اودے

لنگڑے آم کی قیمت ٹھیرا رہے تھے۔ اتنے میں چقندر نے آکر سلام کیا اور کہا حضور لاٹو بابو آئے ہیں۔ اپنے تینوں ہمراہی سمیت لاٹو بابو بلا لئے گئے آکر سلام کیا چاروں کی وضع قطع ملتی جلتی تھی سر کے بال پیچھے سے تو بالکل ترشے ہوئے تھے اور آگے کے بڑے بڑے ٹیڑھی مانگ نکلی ہوئی ہاتھوں میں رسٹ واچ گھٹنوں تک لمبا پنجابی کرتا اس کے نیچے گلابی گنجی پیروں میں سلیم شاہی جوتا کانوں میں آدھی پی ہوئی بیڑیاں اڑسی ہوئی غرضکہ ایک عجیب ہیئت کے لوگ تھے۔

بنگشو لوچن بولے آپ کا کہاں سے آنا ہوا؟ لاٹو بابو نے جواب دیا حضور ہم بلیا گھنٹا کے کراس بینڈ ہیں۔ میرا نام بینڈ ماسٹر نیٹر ننندی ہے لوگ لاٹو بابو کہا کرتے ہیں۔ سنا ہے کہ آپ ایک بکرا دینا چاہتے ہیں؟ اس لئے خبر لینے آیا ہوں کہ سچ ہے یا جھوٹ۔ ننبود۔ غالباً آپ لوگ کنسرٹ بجاتے ہیں؟ کولسترا کیا حضور اُس کا نام کولسرت (کنسرٹ) یہ لوبن لیا گی (نوبن نیاگی) کلارنٹ بجاتے ہیں اور ان کا نام لورہوری لال ہے دیمنے نرہری ناگ، فلوٹ بجانے والے ہیں اور یہ لوبو کمار لوندوں (نوبو کمار نندن) بیلا بجاتے ہیں اس کے علاوہ پی کول (بگل)، ہارمونیا (ہارمونیم)، ڈھول وغیرہ سب ملا کر اولیش (انیس) آدمی ہیں برما آئل کمپنی ڈیپارٹ میں ہم کام کرتے ہیں۔ تھوڑا دن ہوا چھوٹا صاحب کا سادی ہوا ہم لوگ کو دعوت دیکر کھانا کھلایا۔ ہم لوگ نے باجہ بجایا صاحب بہت خوشی ہو کر کراس بینڈ ٹائٹل دیا۔ رائے بہادر بولے میرا ایک بکرا ہے وہ آپ لوگوں کو دے سکتا ہوں۔ لاٹو بات کاٹ کر کہا حضور ہم لوگ اولیس برانی ہیں (انیس آدمی)، ایک بکرے میں کیا ہوگا؟ کہو بھائی لورہوری کیا کہتے ہو؟ زہری بہائی ناس ہوگا ناس۔

رائے بہادر نے کہا میں ایک شرط پر دوں گا کہ آپ بکرے کو اچھی طرح پرورش کریں نہ تو اُس کو بیچ سکتے ہیں نہ مار سکتے لاٹو بابو بولے حضور یہ تو آپ کیا بات کہتے ہیں (نئی بات کہتے ہیں)، بھلے آدمی بھی بکرا پالتے ہیں؟ نرہری پھر بکری بھی نہیں کہ دودھ دے گی۔ نوبن چڑیا نہیں کہ پڑھے گی۔ نوبو کمار بھیڑا نہیں کہ کمبل بھی بن سکے۔ رائے بہادر نے جواب دیا کہ جو کچھ بھی ہو فضول باتوں کے لئے میرے پاس وقت نہیں لینا چاہتے ہیں یا نہیں یہ کہئے۔ لاٹو بابو سر کھجانے لگے۔ نرہری بھئی لے لو لاٹو بابو ایک شریف آدمی کہہ رہے ہیں کیا کروگے۔ رائے بہادر نے پھر کہا لیکن یاد رہے آپ نہ بیچ سکتے ہیں نہ ذبح کر سکتے ہیں۔ لاٹو بابو آپ فکر نہ کیجئے لاٹو لوندوں (لاٹو نندن) کا بات اِدھر اُدھر نہیں ہوسکتا ہے۔ بکرے لوے کر بلیا گھنٹہ کراس بینڈ چلے گئے۔ بنگشو لوچن نے آزردگی سے کہا ان کم بختوں کو دے کر اطمینان نہیں ہوتا۔ ننبو دو پارس دے کر بھائی گھبراؤ نہیں بکرا جنت کی سیر کرے گا صرف ہم ہی سب گھاٹے میں رہے۔ دوسرے دن شام کے وقت حسب معمول لوگ بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ خبر آئی کہ لاٹو بابو آتے ہیں۔ اس مرتبہ بھی لاٹو بابو مصاحبین سمیت آئے ان کے ہمراہ بکرا بھی تھا۔ ننبود بینڈ ماسٹر کیا خبر پھر کیسے آئے اس دفعہ لاٹو بابو کی پیشتر کی طرح ٹھاٹھ نہ تھی سر کے بال پریشان آنکھیں دھنسی ہوئی کپڑے پھٹے ہوئے آنکھوں سے آنسو جاری آتے ہی بیتاب ہو کر رو رو کر کہنے لگے حضور تباہ ہوگیا۔ دھن دولت مال اسباب سب کچھ مٹ گیا ہائے ہائے آہ آہ۔ زہری آہ لاٹو بابو کیا کرتے ہو ذرا صبر کرو جب حضور ہیں تو ضرور کچھ نہ کچھ بندوبست کر ہی دیں گے۔

رائے بہادر خوفزدہ ہو کر بولے ارے بھئی کیا ہوا آخر بات کیا ہے"؟ لاٹو نے جواب دیا۔ وہی بکرا "چھٹر جی" ہاں ہاں میں نے تو کہا کہ غیر بہتر بکرا بہتر نہیں۔ لاٹو حضور ڈھول کا چمڑا کاٹا بیلہ کا تانت کاٹ ڈالا۔ ہارمونیم کی دھونکنی چبا گیا اور میرے کرتے کی جیب کو کاٹ کر بتے (نوٹ) روپے کا لوٹ (نوٹ)، او ہو ہو ہو۔ زہری۔ حضور نگل گیا بکرا نہیں شیطان ہے۔ لُٹ گیا تباہ ہو گیا لٹو کی زندگی کا چراغ آپ ہی کے رحم کے بھروسے ٹمٹما رہا ہے۔ دوہائی حضور کی ذرا لٹو کی بیگناہی پر بھی نظر کیجئے کوئی بند و بست کر دیجئے ورنہ غریب مفت میں مارا جائے گا"۔

رائے بہادر بنگشو لوچن نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد کہا۔ کیا جلاب نہیں دیا جا سکتا ہے؟" لٹو بابو نے جھلا کر عرض کیا حضور کیا آپ کا یہی انصاف ہے؟ میں تو خود ہی روپے کے صدمے میں مر رہا ہوں آپ فرماتے ہیں کہ جلاب لے لو" رائے بہادر نے فرمایا ارے تم کیوں لینے لگے۔ میں تو بکرے کو جلاب پلانے کو کہتا ہوں"۔ زہری نے عرض کیا ہائے ہائے حضور اب بھی آپ نے بکرے کو نہ پہچانا؟ عرصہ ہوا کہ وہ ہضم کر چکا نوٹ تو نوٹ بیلے کے تانت۔ ڈھول کا چمڑا۔ ہارمونیم کی دھونکنی اسٹیل کا جھانجھ تنبورہ با بو" نہ معلوم لٹو بابو کے سر کو کیسے ثابت چھوڑا؟" رائے بہادر نے تسلی دی جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ نبود اب تم ہی کوئی تاوان مقرر کر دو۔ خیال رہے کہ بچاروں کا نقصان بھی نہ ہونے پائے اور مجھ پر بھی زیادتی نہ ہو۔ اس وقت تو بکرا گھر ہی پر رہے جو کچھ ہو گا کل دیکھا جائے گا"۔

بہت حیل و حجت کے بعد سو روپے پر چھٹکارا ہوا۔ بنگشو لوچن نے خود ہی زیادہ سختی نہ کرنے دی۔ لٹو بابو اور ان کے ساتھیوں نے روپے ملتے ہی راستہ پکڑا۔ بکرے کی واپسی کا سن کر ٹیپی دوڑی آئی۔ نبود نے کہا آؤ ٹیپی رانی اپنی اماں سے جا کر کہو کہ کل ہم لوگ یہاں گوشت و پوری اور پلاؤ کھائیں گے"۔ ٹیپی بولی"۔ نہیں نہیں بابا اب گوشت نہیں کھائیں گے۔ نبود نے متعجب ہو کر کہا، کیا کہتی ہے۔ کیوں بھئی بنگشو سچ ہے؟ ایک بکرے کی محبت کی وجہ سے سارے بکروں سے محبت کرنے لگے؟ اچھا تم نہ کھاؤ ہم لوگ تو موجود ہیں۔ جاؤ تو بیٹی اماں سے کہو کہ سامان کریں۔ ٹیپی نے جواب دیا۔ یہ نہیں ہو سکتا ابا اماں کی لڑائی ہے۔ بول چال نہیں۔ بنگشو لوچن نے ڈانٹا ہاں بول چال نہیں ہے تو سب کچھ جانتی ہے۔ جا جا بڑی بوڑھی عقلمند ہو گئی ہے"۔ ٹیپی نے جواب دیا واہ واہ جیسے میں کچھ سمجھتی ہی نہیں؟ اچھا تو پھر اماں صرف مجھ کو ہی ہر کام کے لئے کیوں کہا کرتی ہیں؟ ٹیپی پنکھا مرمت کرانا ہے۔ ٹیپی اس ماہ میں اور دو سو روپے کی ضرورت ہے اگر ان سے لڑائی نہیں تو آپ سے پھر آپ سے کیوں نہیں کہتیں؟ بنگشو لوچن جھلا گئے بس بس زیادہ نہ بک"۔ نبود ابھی رائے بہادر لڑکی کو زیادہ نہ چھیڑو ورنہ بہت سی باتیں فاش ہو جائیں گی۔ کیوں نہیں کہتے کہ معاملہ سنگین ہے"۔ بنگشو لوچن۔ ارے بھئی اب تک تو سب کچھ ٹھٹ مٹا گیا ہوتا مگر اس بکرے ہی نے آفت کر دی۔ نبود ہاں ہاں گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ آخر بکرے سے تمہیں اتنی ہمدردی کیوں ہے؟ نہیں کھا سکتے تو نکال باہر کرو دریا میں رہ کر مگر سے بیر نہیں کیا جاتا۔ بنگشو لوچن نے ایک ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔ جو ہو گا کل دیکھا جائے گا۔ آج بھی بنگشو لوچن بیٹھک ہی میں علیحدہ سوئے۔ بکرے کو اصطبل میں بند کرا دیا اس سبب سے

آج اُسے تنگ کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ دوسرے روز سہ پہر کے وقت ساڑھے چار بجے بنگشو بابو ہوا خوری کو جانے کے لئے تیار ہوئے ایک مرتبہ ادھر اُدھر دیکھا کہ کوئی انہیں دیکھ رہا ہے یا نہیں۔ بیوی بچے تو اوپر تھے نوکر جاکر اندر کام کاج میں متوجہ تھے چقندر سنگھ اپنی کوٹھری میں بیٹھا آٹا گوندھ رہا تھا۔ بکرا اصطبل کے قریب بندھا ہوا تھا اور دوڑی جس قدر پہونچ سکتی تھی اُچھل کود کر رہا تھا۔ بنگشو لوچن نے بکرے کی رسی کھولی اور بکرا لئے ہوئے آہستہ آہستہ باہر نکل گئے۔ مبادا راستے میں کوئی ملاقاتی مل جائے اس خوف سے سیدھا راستہ چھوڑ کر گلی کوچوں سے چلے راہ میں کچھ جلیبیاں خرید کر جیب میں رکھ لیں۔ شہر سے دور پہونچ کر ندی کے کنارے لوگوں کی بستی سے الگ تنہائی میں جا کر بیٹھے۔ آج وہ بکرے کو اپنے ہاتھوں سے چھوڑ جائیں گے چونکہ یہیں سے لے کر گئے تھے اس وجہ سے اسی جگہ چھوڑ بھی جائیں گے۔ جو اس کی قسمت میں لکھا ہے وہ ہوگا۔ تنہائی کی جگہ دیکھ کر بنگشو بابو نے جلیبیاں نکال کر بکرے کے آگے رکھدیں اور جیب سے ایک سادے کاغذ کا پرزہ نکال کر حسب ذیل عبارت تحریر کی۔

میں نے اس بکرے کو بلیا گھنہ کے ندی کنارے پایا تھا۔ اس کی پرورش نہ کرسکنے کی وجہ سے اسے پھر اسی جگہ چھوڑے جاتا ہوں۔ خدا اور کالی اور ایشور کی قسم دیتا ہوں کہ کوئی اسے ذبح نہ کرے۔

اس کے بعد کاغذ کو لپیٹ کر ٹین کی ڈبیہ میں بند کیا اور بکرے کی گردن میں اچھی طرح باندھ دیا اس کے بعد آخری بار اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور آہستہ آہستہ کھسک گئے۔ بکرا اس وقت تک کھانے میں مصروف تھا۔ دور پہونچ کر انہوں نے پلٹ کر دیکھا کہ جلیبیاں ختم کرکے چاروں طرف دیکھ رہا تھا تاکہ انہیں دیکھ پائے تو دوبارہ ان کا پیچھا کرے۔ اس طرف آسمان ابر آلود دیکھ کر بنگشو بابو جلد جلد قدم اُٹھا کر چلنے لگے تیزی سے چلنے کے باعث تھک گئے سانس پھولنے لگا۔ راستے کے کنارے املی کے سائے تلے بیٹھ گئے۔ بکرا اب وہاں سے نظر نہ آتا تھا اب ان کی جان میں جان آئی اگر اور کچھ دنوں وہ رہ جاتا تو سخت وقت کا سامنا ہوتا۔ اس بدنصیب کو خدا کی بنائی ہوئی جان سمجھ کر پناہ دینا چاہا تو کتنی شکلوں میں پھنسنا پڑا۔ بیوی تو صورت سے بیزار ہوگئی اور دوستوں کو کھانے کی فکر۔ میں اکیلا کہاں تک سنبھالتا۔

اب تک تو صرف آسمان پر ابر ہی تھا یکایک بادل اس زور سے گرجا کہ رائے بہادر بنگشو بابو چونک پڑے آسمان پر نظر کی تو بالکل سیاہ ہو رہا تھا۔ بڑی دور سفید بگلوں کی قطار تیزی سے اڑتی نظر آئی۔ ساری کائنات گویا بارش کے خوف سے خاموش تھی۔ ایک پتی بھی نہ ہلتی تھی۔ یہ دیکھ کر بنگشو بابو اٹھنے لگے لیکن چلا نہ گیا پھر بیٹھ گئے تیزی سے چلنے کے سبب سے دھڑکن شروع ہوگئی تھی۔ دفعتہً بجلی چمکی اور ساتھ ہی اس کے ایسی کڑکی معلوم ہوا کہ جیسے آسمان پھٹ گیا۔ مغرب کے کونے سے ایک دھندلا سا پردہ تیزی سے اس طرف آتا دکھائی دیا اس کے پیچھے جو کچھ بھی تھا وہ چھپ چکا تھا۔ اب بارش کے پورے آثار تھے۔ آندھی زور شور سے چلنے لگی درخت جڑ سے اکھڑنے لگے بڑے بڑے تاڑ اور کھجور کے درخت زمین پر سجدہ کر رہے تھے۔ کوّے پریشان ہو ہو کر اڑنے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن ہوا کے زور نے ان کے بازو بیکار کردئے تھے۔ مجبور ہو کر دوبارہ

درختوں کی شاخوں کو مضبوطی سے تھام لیتے تھے۔ بارش شروع ہوئی تو موسلا دھار۔ بانی کہتا تھا کہ مجھکو آج ہی برسنا ہے آج چھوڑ کر کل نہ برسوں گا۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا کہ کلکتہ ڈوبے بغیر نہ رہے گا بوندیں کیا تھیں جیسے پرنالہ۔ راہ باٹ جل تھل تھے بڑی سڑکوں پر گھٹنوں پانی جمع ہوگیا تھا۔ عزت آبرو کپڑے لتے سب ہی گئے اب جان باقی ہے یہی بچ جائے تو غنیمت ہے۔ ہائے کم بخت بکرے کیسی منحوس گھڑی مجھ کو دے کر گیا تھا یکا یک انہیں ایک بیگنی روشنی معلوم ہوئی اور ساتھ ہی اس کے کچھ دور ناریل کے درخت پر بجلی گری جو کہ درخت کو جلاتی ہوئی زمین میں گھس گئی معلوم ہوا کہ آنکھوں کے آگے سرسوں کے پھول کھل گئے دنیا تاریک ہوگئی کہیں کچھ نہ تھا بے ہوش ہوگئے۔ بارش تھم گئی ہے لیکن ابھی تک ہوا سائیں سائیں چل رہی تھی بادل کے پردے کو ہٹا کر دو چار تارے اپنی دھیمی روشنی کے چراغ سے دنیا کی حالت دیکھ رہے تھے بنگشو بابو کیچڑ کے بستر پر پڑے ہوئے تھے کچھ کچھ ہوش آچکا تھا مگر اُٹھنے کی طاقت نہ تھی پڑے ہی پڑے اپنی حالت پر غور کر رہے ہیں۔ میں کون ہوں ؟ رائے بہادر کس جگہ ہوں ندی کے کنارے۔ ہیں یہ آواز کیسی ہے ؟ یہ تو آدمیوں کی آواز سنائی دے رہی ہے انہیں کا نام لے کر کوئی پکار رہا ہے۔ ماموں۔ دولھا میاں۔ بنگشو۔ حضور کہاں پر ہیں۔ دو ایک گاڑی کھڑی ہے کچھ لوگ لالٹین لئے ہوئے چاروں طرف تلاش کر رہے ہیں اور پکارتے جاتے ہیں۔ کسی عورت کے بھی رونے کی آواز سنائی دی جس سے ان کے کان آشنا تھے۔ رائے بہادر نے حواس درست کر کے کہا میں یہاں ہوں کوئی پریشانی کی بات نہیں۔

مانینی نے کہا آج اوپر جانے کی ضرورت نہیں۔ اری ماما بیٹھک میں بڑا بستر بچھا دے او۔ دیکھ میرا تکیہ بھی دے جا اور ہر چیز جی تو اپنی جگہ سے کھسکنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ اوں ہوں یہ نہ ہوگا یہ چند گرم پوریاں کھانی ہی پڑیں گی میرے سر کی قسم۔ ہوں ہوں ہوں"۔

بنگشو بابو بستر سے کود کر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے آہ وہ پھر آگیا ؟ لاؤ تو لاٹھی" مانینی آہا کیا کرتے ہو مت مارو اسی بچارے نے بارش تھمتے ہی آکر تمہاری خیریت پوچھی۔ اسی کے سبب تمہیں دوبارہ پایا۔ خدا کا شکر ہے۔

بکرا گھر ہی میں رکھ لیا گیا اور دن بدن چاند کی طرح بڑھنے لگا رفتہ رفتہ اُس کی ڈاڑھی ایک بالشت سے زیادہ بڑھ گئی اب رائے بہادر اس کا کچھ خیال نہیں کرتے وہ الکشن کے بکھیڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ مانینی نے بکرے کے سینگوں پر ولایتی سونا منڈھوا دیا ہے اور اُس کے لئے فینائل وصابن کا انتظام بھی کیا گیا لیکن لوگ دور ہی سے دیکھ کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں بکرا نہایت بردباری اور حوصلے سے سب کچھ سنتا ہے اور کچھ نہیں کہتا۔ جب بہت زیادہ لوگ اس کی شان میں گستاخی کرتے اور ہنستے ہیں تو مجبوراً کہہ اُٹھتا ہے بو بو یعنی جو کچھ دل چاہے بکا کرو میں ان باتوں کی پروا نہیں کرتا۔

(ترجمہ از بنگالی)

ایس۔ کے صغرا سبزواری

انسانی تخلیق کا مقصد

از محترمہ ایس آر کرمانیہ مصنفہ نیرنگ

انسانی زندگی کی تخلیق کا منشا زندگی کی ایک پرمعنی پابندی ہے۔ انسان جس وقت سے دنیائے عدم سے عالم وجود میں قدم رکھتا ہے اس پر زندگی کی ہر وہ پابندی نامعلوم طور سے عاید ہوجاتی ہے جو انسانیت اور تہذیب کا پیش خیمہ ہے۔ بچہ کو پیدا ہونے کے بعد سمجھداری کے زمانہ تک اپنے والدین اور بزرگوں کی مرضی کا پابند رہنا پڑتا ہے زندگی کی سب ضرورتیں اسے پابندیٔ وقت کا سبق سکھاتی ہیں۔ پھر جب وہ ہوش سنبھالتا ہے اس کے نازک کندھوں پر تربیت کے ساتھ ساتھ تعلیم کا بار آکر پڑتا ہے جسے وہ بحسن خوبی محض نظام حیات اور ضرورت سمجھتا ہوا بلاحجت سرانجام دیتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی زندگی کا وہ زمانہ آجاتا ہے جب وہ اپنی زندگی اپنی قوت بازوسے آپ بسر کرسکنے کا اہل بن جائے۔ اس وقت جبکہ علم اور تربیت کے سارے منازل ختم ہوچکے ہیں اور وہ بچپن کی سرحد سے گزر کر دنیائے شباب میں قدم رکھتا ہے اس پر زندگی کی اس سے زیادہ اہم اور گراں ترذمہ داریاں آکر پڑجاتی ہیں اس پر ازدواجی زندگی کے فرائض ہوتے ہیں خویش واقارب سے حسن سلوک ہوتا ہے بچوں کی پرورش وپرداخت کا بار ہوتا ہے غرضکہ زندگی کے مختلف اور اہم مراحل سے اسے دوچار ہونا پڑتا ہے اور اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ہر امکانی طور پر انہیں بحسن خوبی سرانجام دینے کی کوشش کرے۔ یہ ایک نظام قدرت ہے مرد وعورت دونوں کے لئے۔ دونوں کی زندگی شروع سے کر آخر تک لاانتہائی ذمہ داریوں اور لاانتہا پابندیوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ اور انسان اسے ایک مشین کی طرح گھماتا چلا جاتا ہے۔ ہماری زندگی میں ایک دوسرے کا خیال، انسانی تہذیب، ہمدردی، خلق اور مروت یہ سب اسی تہذیب اور اخلاق کے زیر اثر ہیں۔ اسی جذبہ کے تحت ہم میں انسانیت مروت ایثار اور محبت کی صفتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہم اگر چاہیں کہ یہ نظام قدرت توڑ کر پھینک دیں تو یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ قضا وقدر کی طرف سے یہ ایک ایسا اٹل قانون نافذ کردیا گیا ہے جسے بندے بلا کسی حجت اور مصیبت ہمیشہ برداشت کرتے چلے جائیں گے تاہم زندگی میں جو کچھ کشمکش اور بے ربطی آکر پڑی ہے وہ ان پابندیوں سے گونہ غفلت اور لاپروائی کی وجہ سے ہے۔ خدا کی طرف سے جو انسانیت ہر انسان کو دی گئی ہے اگر وہ پورے اور مکمل طور سے ان کی پابندی کرتا ہے تو دنیا سے انسانی حیوانیت کا سرے سے خاتمہ ہوجائے۔ ہماری زندگی اصلیت میں محض آزاد ہے۔ خدا کے آگے سرنیاز جھکانے کے بعد ہم دنیا میں کسی کے سرنگوں نہیں ہیں لیکن یہ صرف انسانیت کے فرائض ہیں جن کی پابندی سے ہمارا ایک ایک رواں دبا پڑا ہے۔ ایک لولا لنگڑا فقیر جو ہمارے دست سخاوت کا محتاج ایک رحم کی نظر کا طالب ہے ہم اس کے لئے مجبور نہیں ہیں کہ اس کی مدد

کریں لیکن ہماری انسانیت کا برتر معیار ہمیں مجبور کر رہا ہے کہ اگر ممکن ہو تو اپنی ذات سے اس کی کوئی خدمت کر دیں۔ایک عزیز دوسرے عزیز کے سلوک، محبت، اور ہمدردی سے شکم سیر کیوں ہو جاتا ہے؟ کیا اسی لئے نہیں کہ انسانیت کے جذبے سے مغلوب ہو کر اس نے اس کی ضرورتوں کا خیال کیا۔ انسانیت کی ان پابندیوں سے جو شخص آزاد ہونا چاہتا ہے وہ نظام قدرت کو توڑ کر ایسے بہیانہ راستہ پر جا کر بھٹکنا چاہتا ہے جہاں عقل اور زندگی کی حلاوت کا کوئی دخل نہیں ہے جس نے اپنی زندگی کے اہم فرائض کو سمجھتے ہوئے اور انہیں بحسن خوبی سرانجام دیتے ہوئے زندگی گذاری اس نے اپنا منشائے حیات پورا کیا۔ اس سے لاپرواہی کرنا ان اغراض اور مقاصد کو صدمہ پہنچاتا ہے جس کے لئے ہم تخلیق کئے گئے۔ لیکن میں افسوس سے کہوں گی کہ زمانہ جتنا ترقی کر رہا ہے ہر صدی دوسری صدی سے زیادہ ہمارے اخلاقی اور انسانی معیار کو گھٹاتی چلی جاتی ہے بظاہر ہمارے لئے ترقیوں کے کتنے ہی راستے کیوں نہ کھل گئے ہوں مگر اخلاقی تنزل بتدریج بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اس کی ذمہ داری کسی ایک فرد پر نہیں ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی جگہ خواب غفلت میں پڑا ہے ہر آنکھ پر سیاہی و تاریکی کا پردہ چھایا ہے۔ کوئی دوسرا اس پردہ کو اٹھا کر نہیں پھینک سکتا۔ تاوقتیکہ ہم میں خود یہ حس نہ پیدا ہو کہ ہماری زندگی کی یہ راہیں سراسر غلط ہیں اور ہم اصلی بلند معیاروں کو چھوڑ کر ایک سلپلنگ میں ڈوبتے چلے جا رہے ہیں۔ ہمارا حال اب یہ ہے کہ ہم اندرونی اور بیرونی دونوں زندگیوں میں اب صرف ظاہرا ٹیپ ٹاپ اور مصنوعی روغن پر فریفتہ ہیں، ورنہ زندگی کی بنیاد محض کھوکھلی ہے۔ اوائل عمر سے لیجئے، جب سے بچہ نے ماں باپ کی آغوش تربیت میں آکر دم لیا۔ اسی وقت سے غفلت اور لاپرواہی کی ابتدا ہے، فی زمانہ وہ صحیح تعلیم و تربیت مفقود ہے جو اسے اخلاق کے بلند اور برتر معیار پر پہنچائے اسی لئے اس کے انجام اعلیٰ نہیں جس چیز کی ابتدا امید بخش نہ ہو اس کی انتہا کامیاب افزا کیسے ہو سکتی ہے اخلاقی تنزل رفتہ رفتہ جو شکل اختیار کرتا گیا اس کے نتیجے آج سب ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں آج صحیح معنوں میں کس سینہ میں ایسا دل ہے جو کسی دوسرے کی بے چینی پر وہی بے چینی اور تکلیف محسوس کرے جیسی خود اپنی ذات پر کرتا ہے۔ ہم میں کیا انسانیت، مروت، ایثار، اور ہمدردی کے وہی جوہر اب بھی موجود ہیں جو کبھی ہمارا سرمایۂ فخر تھے؟ ہم کیا ایمان، اور مروت اور شرافت کے ویسے ہی خزینہ دار ابھی تک باقی ہیں؟ یہ وہ زمانہ ہے جس میں نہ کوئی کسی کا ہمدرد ہے نہ پرسان حال۔ انسانیت اور ہمدردی کی روشن شمع ہمیشہ کے لئے بجھ چکی، علم ہے تہذیب ہے۔ دولت ہے مگر ان جواہر پاروں کا خاتمہ ہو چکا جو کبھی ہمارے اخلاق کو اپنی پاکیزہ تابش سے جگمگایا کرتے تھے۔ ایک غریب بھی جس کے پاس ظاہری دولت نہ تھی دولت اخلاق سے مالا مال تھا۔ انسانیت کے وہ سب خزانے بھرے تھے جن پر شرافت ناز کرتی تھی آج وہ خزینۂ اخلاق لٹ چکے ہیں۔ ہماری یہ تہی دستی کیسی قابل افسوس ہے جس کا نتیجہ محض ہماری بےحسی اور غفلت ہے۔ ہم اگر چاہیں آج پھر اپنی زندگیوں کو اسی سرچشمۂ اخلاق سے سیراب کر سکتے ہیں۔ دنیا کی چپٹی پستی زندگی کے صحیح راستوں سے بھٹکاتی چلی جاتی ہے۔ ہمیں راہ مستقیم کی تلاش اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم کو دلوں میں پھر وہ سب خفتہ جذبات پیدا کرنا چاہئیں جو زندگی کی اس پستی سے نکال کر ہمیں بلند اور اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیں۔ اور ہم اپنی تخلیق کا صحیح حق پیش کر کے دنیا کے آگے بھی زندگی کا اعلیٰ اور روشن معیار پیش کر سکیں اور اپنے لئے بھی عاقبت کا بھی زاد راہ مہیا کریں۔

آدم و حوّا

عہد حاضر پر

از مولوی محمد ابوالحسن تبصیر صدیقی ایم۔اے۔ ایل ایل بی (علیگ) ایم۔آر۔اے۔ایس (لندن) ایڈوکیٹ

کہا آدم نے یوں حوّا سے "بیگم!
وہ دنیا جس میں رہتے تھے کبھی ہم

ہے اب حالت ہی کچھ اس کی دِگرگوں
نہ وہ پچھلی سی باتیں ہیں نہ دَم خَم

تمہاری بیٹیوں کے طور ہیں اور
ہیں آزادی ہی کے پینگوں میں ہر دم

وہ سب وضعِ قدیم اب چھوڑ بیٹھیں
نرالے طور طرزِ نو ہیں پیہم

نہ وہ زیور نہ وہ پہلے سے ملبوس
نہ زلفوں میں رہے وہ پیچ اور خَم

وہ گیسو جو کبھی لہراتے تھے یوں
کہ جیسے کالی ناگن کے ہوں دُم خَم

ہے فرقِ ناز اب اُس زینت سے محروم
ہیں کنگھی چوٹی کی فکروں سے بے غم

نہیں اگلا خلوص و سادگی اب
ہیں زُور و مکر کی چالوں میں مُدغَم

نہ اب پہلی سی ان میں مامتا ہے
نہ شوہر کے لئے ایثار پیہم

عوض ایثار کے ضابطہ ہے
نہیں "بی بی" سے گویا اب وہ "میڈم"!

ہے بدلے مامتا کے خود پرستی
ہیں اپنے نفس سے مجبور ہر دم

نسائیت کو کھوے دے رہی ہیں
اُمورِ خانہ داری سے ہیں بے غم

وہ مذہبیت جو تھی طینت میں ان کی
ہوئی ہے رفتہ رفتہ وہ بھی اب کم

نہیں مردوں کی اب مدِ مقابل
سمجھتی ہیں کہ "ہیں کس بات میں کم

ہیں مردوں کو فضیلت عورتوں پر
یہ فطرت کا ہے قانون مُسلَّم

مگر پہ سبقت اُن پہ چاہتی ہیں
فضیلت کے لئے کوشاں ہیں ہر دم

وفا جو تھی کبھی گھٹی میں اُن کی
اُسے بھی بھول بیٹھی ہیں وہ یکدم

حیا و شرم جو زیور تھا اُن کا
اُنہیں آتی ہے اُس سے عار پیہم

بہیمیت کی جانب جا رہی ہیں
ستم ہے، ظلم ہے، اے وائے ماتم!

مجھے ڈر ہے کہ دنیا یوں نہ کہہ دے

ہے تنگِ آدمیت بنتِ آدم

یہ باتیں جب سنیں حوا نے کڑوی — کہا "بس"! آپ نے تو انتہا کی
بلاشبہ مرے سرتاج ہیں آپ — کہوں گی میں مگر اللہ لگتی
ذرا اتنا مجھے پہلے بتائیں — کہ میری آفرینش کس لئے تھی
بھلا کچھ آپ کو وہ وقت ہے یاد — کہ جنت میں فقط ذات آپ کی تھی؟
وہاں پژمردہ خاطر رہتے تھے آپ — گذرتی تھی گھڑی ایک ایک بھاری
خدا نے تب کی میری آفرینش — کہ منظور آپ کی دلبستگی تھی
مری تخلیق کی اتنی تھی غایت — کہ حاجت آپ کو ہم جنس کی تھی
اب اس سے زیادہ کیا ہم جنسیت ہو — کہ میری ہستی مشتق آپ سے تھی
رہے جنت میں جب ہم دونوں باہم — تو اُس وقت آپ کی کیا کیفیت تھی!
تھا ہر وقت آپ کو بس شغل میرا — مجھے منظور خاطر آپ کی تھی
اُسی میں پینگ اُلفت کے بڑھائے — جو دنیا تھی خلوص باہمی کی
یہاں تک آپ کو مجھ سے شغف تھا — کہ جنت میرے ہی باعث سے چھوٹی
وہ شیطان آپ کا دشمن قدیمی — کھری کو جو بتا دیتا ہے کھوٹی
اگر میں اُس کے اغوا میں نہ آتی — نہ ہوتی آپ تک اُس کی رسائی
نہ تھی گو اس میں کچھ میری شرارت — مگر آخر تو کمزوری مری تھی
مگر کی درگذر میری خطا سے — ہمیشہ آپ نے کی چشم پوشی
مساوات آپ نے ہر لحظہ برتی — کہ تنہا میں ہی منظور نظر تھی
اگر حورانِ جنت بھی لبھاتیں — توجہ آپ کی ہرگز نہ ہٹتی
مگر اب دیکھئے بیٹوں کو اپنے — کہ کیا اودھم ہے دنیا میں مچائی!
جواں اِک اِک کنہیا [?] وقت کا ہے — گذرتی ہے جو زن پر ہے گذرتی
بہائم سے بھی بدتر ہیں چلن میں — ہر اک شب ہے نئی صورت سے کٹتی
جو عورت آپ کو تھی دل کا پارہ — سمجھتے ہیں اُسے پیروں کی جوتی
یہ حالت ہے تو پھر اخلاص کیسا — وہ اُن کی ہے تو ہے یہ راہ اِن کی
وہ عورت جس کی پیدائش کا مقصد — معیت اور رفاقت مرد کی تھی

اُسے سمجھا گیا بیجان مخلوق
بہا یم سے بھی بد تر اُس کی گت کی

اُسے ہیں جانتے اپنے سے کمتر
غلامی کے لئے گویا بنی تھی

حقوق اُس کے کئے پامال سارے
نہ سمجھی اُس کی کچھ دنیا میں ہستی

ہوا آخر اُسے ذلت کا احساس
نہ ہوتا کیوں؟ پھر آخر آدمی تھی!

تو آئی وہ بھی میدانِ عمل میں
اسے آزادی سمجھو یا خودی تھی

"لسان العصر" کا ہے قول واثق
کہ "ڈبے کا ہے دودھ اور علم غربی

تو پھر کیا پوچھ کچھ ماں باپ کی ہو
پسر میں کس لئے خو ہو پدر کی"

پسر جب ماں کو مادر ہی نہ جانے
اُسے بھی ماتا کی کیا پڑی تھی

صفائی ڈاڑھی موچھوں کی کرا کر
زنانی وضع جب مردوں نے پکڑی

تو پھر عورت سوا اس کے کرے کیا
کہ اپنی وضع مردوں کی سی کر لی

کوئی صورت تو ہوتی درمیاں میں
بالآخر امتیاز باہمی کی

کریں اب آپ ہی خود دل میں انصاف
خطا ہے مرد کی اس میں کہ زن کی

ہے "ننگِ آدمیت" دونوں میں کون؟
پسر ہے آپ کا یا میری بیٹی

وگرنہ یوں تو دعوے بے دلائل
نہیں کرتا مجھے ہرگز بھی قائل

مُرجھائی ہوئی کلی

میرے باغ زندگی کی مُرجھائی ہوئی کلی! کیا تم پھر شاداب نہ ہوگی۔ پیاری بچی! تمہاری بدنصیب ماں اس کوہ الم کے ٹوٹنے سے بے خبر تھی۔ جب کہ موت کا بھیانک فرشتہ اپنے مہیب ہاتھوں سے تمہاری معصوم زندگی کے سنہری تاروں کو توڑ رہا تھا۔ اُس وقت ہاں ـــــ اُس وقت بھی تمہاری بے ہوش ماں تمہیں تھپک تھپک کر سلانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی، لیکن بے رحم فرشتہ موت نے ماں کی نادانی پر کلیجہ ہلا دینے والا ایک دل خراش قہقہہ لگا کر تمہاری زندگی کے معصوم بربط کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا ـــــ بھولی بھالی اچھی اچھی پیاری پیاری بچی! کیا تم پھر واپس آکر اپنی بدنصیب اور غمزدہ ماں کا کلیجہ ٹھنڈا نہ کرو گی ـــــ بولو ـــــ میرے باغ زندگی کی مرجھائی ہوئی کلی! کیا تم پھر شاداب نہ ہوگی!

آمنہ نازلی

روپیہ پس انداز کرنے کے ذرائع

از محمد احمد سبزواری (عثمانیہ)

موجودہ زمانہ میں احتیاجات اور ضروریات زندگی میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے معیار زندگی بڑھ رہا ہے۔ نئی نئی قسم کی چیزیں بازاروں میں نظر آتی ہیں۔ ترغیب، شوق اور محض دکھاوے کی خاطر بے ضرورت چیزیں خریدی جاتی ہیں۔ مگر دوسری طرف آمدنیوں میں کوئی قابل قدر اضافہ نہیں ہو رہا ہے پھر جو آمدنیاں حاصل ہو رہی ہیں وہ بہت زیادہ غیر تعینی ہیں۔ کوئی ملازم سرکار، تاجر، کاشتکار، زمیندار، دوکان دار، یا کارخانہ دار اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ جو آمدنی اس کو آج حاصل ہو رہی ہے وہ آئندہ بھی برقرار رہے گی یا نہیں۔ ممکن ہے کہ اس میں اضافہ ہو جائے مگر اس کے بھی تو امکانات موجود ہیں کہ اس میں کمی ہو جائے یا ذرائع آمدنی بالکل ہی مسدود ہو جائیں۔ تو کیا یہ لازمی نہیں ہے کہ اچھے دنوں میں کچھ اپنی بعض غیر ضروری احتیاجات کو ملتوی کر دیا جائے اور ان پر جو رقم صرف کرنے کا ارادہ ہو اس کو آئندہ کے لئے بچا کر رکھا جائے اسی کو پس اندازی کہا جاتا ہے۔ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ بہت قدیم اصول ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پرانے زمانے میں اس کی اہمیت نسبتاً کم تھی۔ مگر موجودہ زمانہ میں حالات واقعات نے دنیا کو بدل دیا ہے۔ اور ضرورت ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے اپنی آمدنی کے ایک حصہ کو پس انداز کیا جائے۔

ہندوستان میں پرانے زمانہ میں جو بہت کم پس انداز ہوتا تھا اس کی مختلف وجوہ تھیں مثلاً اول تو ملک میں امن و امان نہ تھا۔ بات یہ ہے کہ ہر شخص اس وقت کچھ بچانے کی کوشش کرتا ہے جب اس کو یہ امید ہو کہ وہ آئندہ اس سے فائدہ حاصل کر سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ملاح اور سپاہی جن کے پیشے بڑے خطرناک ہوتے ہیں اور جن کو اپنی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا فضول خرچی میں مشہور ہوتے ہیں۔ ملک کے لڑائی جھگڑے، آپس کی خانہ جنگیاں، لوٹ مار اور فسادات ایسی چیزیں ہیں جو پس انداز نہیں ہونے دیتیں۔ انگلستان میں جو آج پس اندازی کی اس قدر کثرت ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ براعظم یورپ سے الگ ہے اور وہاں برسوں سے کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور جن لڑائیوں میں انگلستان شریک بھی ہوا ان میں بھی اس کو فائدہ ہی ہوا۔ پس اندازی کے لئے دوسری ضروری چیز تعلیم ہے۔ بات یہ ہے کہ تعلیم سے انسان کو واقفیت حاصل ہوتی ہے اس کو اپنے انجام کی بھی فکر رہتی ہے۔ وہ یہ بھی سوچتا ہے کہ بڑھاپے میں اس کی زندگی کیسے بسر ہو گی۔ اس کی اولاد کا کیا حال ہو گا۔ غرض کہ تعلیم ہی کی بدولت پیش بینی کی صفت پیدا ہوتی ہے اور حال سے مستقبل کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ چنانچہ ان ممالک میں جہاں تعلیم عام ہے زیادہ پس انداز ہوتا ہے۔ تیسری چیز ترغیب بھی ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص جو پس انداز کرتا ہے وہ اپنی موجودہ ضروریات سے دست بردار ہوتا ہے اور

اس کو کچھ مدت کے لئے انتظار کرنا پڑتا ہے آپ ایک مہاجن کو ہی لیجئے وہ ایک کاشتکار کو ۱۰۰ روپیہ قرض دیتا ہے اور کاشتکار یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ سال بھر کے بعد یہ رقم ادا کر دے گا۔ ظاہر ہے کہ اب اگر مہاجن کو سال بھر کے درمیان میں رقم کی ضرورت ہو تو وہ اس کو نہ ملے گی۔ پھر یہ بھی یقین نہیں کہ سال بھر کے بعد یہ رقم مل جائے گی یا نہیں۔ ممکن ہے کہ کاشتکار مر جائے۔ یا اس کا دیوالیہ ہو جائے۔ یا فصلیں تباہ ہو جائیں اور وہ رقم ادا نہ کر سکے چنانچہ مہاجن ان سب باتوں کا معاوضہ لیتا ہے اور یہی سود کہلاتا ہے۔ اب جہاں یہ خطرات کم ہوتے ہیں وہاں شرح سود زیادہ ہوتی ہے اور جہاں خطرات کی تعداد نسبتاً زیادہ ہوتی ہے وہاں شرح سود بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ایک اور چیز یہ ہے محض بچا لینا یا رقم کو اندوختہ بنا کر ڈال دینا مناسب نہیں بلکہ اس سے کام لیا جائے۔ اگرچہ نہ بچانے سے اس طرح بچانا مفید ہے مثلاً پرانے زمانہ میں ہندوستان میں جو رقمیں پس انداز ہوتی تھیں وہ یا تو دفینوں کی شکل میں رکھی جاتی تھیں یا پھر زیورات کی شکل میں۔ مگر ان میں بھی طرح طرح کے خطرات تھے۔ چوری، ڈاکہ وغیرہ کا ڈر ہمیشہ لگا رہتا تھا۔ پھر ان رقموں میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ زیورات بنوانے میں تو ہمیشہ نقصان ہی ہوتا ہے۔ اس کا تجربہ تو اب بھی ہو سکتا ہے آج ایک زیور بنوائیے کل جب اس کو بازار میں بیچنے جایا جائے تو وہ قیمت نہیں ملتی۔ جو در اصل اس پر صرف ہوئی ہے اس لئے ایسے ذرائع کی ضرورت ہے جن سے روپیہ محفوظ کیا جا سکے جہاں اس پر کچھ منافع بھی حاصل ہو اور خطرات بھی کم ہوں۔ ان ذرائع کو بینک، کارخانے کے حصے۔ بانڈس اور ڈبنچر کہا جاتا ہے۔

اب ہم اداروں کا ذکر کریں گے جو ہندوستان میں موجود ہیں اور جن میں اپنا روپیہ محفوظ کر کے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

بنک بنک اصل میں ایک دوکان ہے جہاں سرمایہ کا کاروبار ہوتا ہے جس طرح ایک معمولی دوکاندار ایک شخص سے ارزاں چیزیں خریدتا ہے اور دوسروں کے ہاتھ اس سے زائد قیمت پر فروخت کرتا ہے اس طرح بنک کچھ لوگوں سے سرمایہ حاصل کرتا ہے اور جن کو ضرورت ہوتی ہے ان کو قرض دیتا ہے۔ اور مختلف رقومات کی شرح سود کا یہی فرق بنک کا منافع ہے۔ کیونکہ وہ کم سود پر رقمیں قرض لیتا ہے اور زیادہ سود پر رقمیں قرض دیتا ہے

اب بنک میں سرمایہ لگانے کے مختلف طریقے ہیں۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ بینک میں اپنا چالو کھاتہ کھول دیا۔ جب جتنی رقم کی ضرورت ہوئی وہاں سے لے لی۔ اور جب اپنے پاس ضرورت سے زائد رقم ہو گئی بنک میں داخل کر دی۔ مگر معتبر اور سرکاری بنک چالو کھاتے پر سود ادا نہیں کرتے۔ دوسرا طریقہ اطلاعی امانت کا ہے یعنی ایک تو وہ رقم بنک میں محفوظ ہے مگر اس کو بغیر اطلاع کے واپس نہیں لیا جا سکتا۔ یعنی رقم کی جس دن ضرورت ہو اس سے پہلے بنک کو اطلاع دینا ضروری ہے۔ تیسرا طریقہ میعادی امانت کا ہے یعنی رقم محفوظ کروانے والا شخص ایک مقررہ مدت کے اندر رقم واپس نہیں لے سکتا البتہ مدت گزر جانے کے بعد وہ رقم واپس لی جا سکتی ہے۔ بنک ان دونوں امانتوں پر سود ادا کرتا ہے۔ البتہ ریزرو بنک جو حکومت ہند کا سرکاری بینک ہے کسی قسم کی امانتوں پر سود ادا نہیں کرتا۔

سرمایہ مشترک کے کارخانے موجودہ زمانہ میں کاروبار بہت بڑے پیمانہ پر ہوتا ہے اور اس کے لئے لاکھوں روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ہر ملک میں لکھ پتیوں کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہوتی۔ پھر اگر ان کی تعداد زیادہ بھی ہو تو وہ اپنا سب کا سب روپیہ ایک ہی کاروبار میں نہیں لگاتے۔ کیونکہ اگر کاروبار ختم ہوجائے تو ان کا بھی دیوالیہ نکل جائے۔ اس لئے اب تو یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ جتنی رقم درکار ہوتی ہے اُس کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں بانٹ دیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک کارخانہ کو ۵ لاکھ روپیہ کی ضرورت ہے تو وہ اس رقم کو ۱۰۰ یا ۵۰ یا ۱۰ روپوں کے حصوں میں تقسیم کردیتا ہے۔ اور اس طرح سینکڑوں آدمی یہ حصے خرید کر سرمایہ مہیا کردیتے ہیں۔ اس طریقہ میں بڑے فائدے ہیں اول تو وہ لوگ جن کو کاروبار سے دلچسپی نہیں یا کاروبار چلانے کی صلاحیت نہیں اس طرح کاروبار میں شریک ہوسکتے ہیں۔ دوسرے بعض لوگوں کے پاس اتنی رقم نہیں ہوتی کہ وہ خود کوئی کاروبار کریں مگر اس طرح ان کو ایک ذریعہ مل جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ بعض پیشے ایسے ہیں کہ ان میں مزید روپیہ لگانے کی گنجائش ہی نہیں ہوتی مثلاً ملازمت، ڈاکٹری، وکالت، یا پروفیسری وغیرہ۔ مگر اس طریقہ سے یہ لوگ بھی اپنے پس انداز کاروبار میں لگا سکتے ہیں۔ پھر سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اگر کاروبار میں نقصان ہو تو کوئی ایک شخص تباہ نہیں ہوتا۔ بلکہ نقصان سب حصہ داروں پر ان کے حصوں کی حیثیت سے تقسیم کردیا جاتا ہے۔ اس قسم کے جو حصے خریدے جاتے ہیں ان کا روپیہ واپس نہیں ہوتا البتہ ان کے حصے خریدے اور بیچے جاسکتے ہیں۔ اور آج کل تو حصوں کا کاروبار بذات خود تجارت کا ایک شعبہ بن گیا ہے۔ سالانہ یا ششماہی حساب لگا کر کل منافع حصہ داروں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

اس قسم کے کارخانے بھی دو قسم کے ہوتے ہیں اول محدود ذمہ داری والے کارخانے اور دوسرے غیر محدود ذمہ داری والے کارخانے محدود ذمہ داری والے کارخانے جن کو انگریزی میں "لمیٹڈ" کہا جاتا ہے اچھے ہوتے ہیں کیونکہ اگر ان کارخانوں کو نقصان ہوجائے تو نقصان صرف حصہ کی حد تک محدود رہتا ہے اور حصہ دار کی ذاتی جائداد یا دوسرے مال واسباب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ان کارخانوں میں حکومت کی جانب سے اس کا خاص طور پر انتظام کیا جاتا ہے کہ کسی قسم کا دھوکہ یا غبن نہ ہونے پائے۔ سالانہ یا چھ ماہی جلسے ہوتے ہیں۔ کمپنی کے ناظم جو حصہ داروں کی رائے سے منتخب ہوتے ہیں ان میں شریک ہوتے ہیں۔ آمد وخرچ کے حسابات جلسے میں پیش ہوتے ہیں۔ سرکاری محاسب حسابات کی تنقیح کرتے ہیں۔ غرضیکہ ان سب باتوں کی وجہ سے دھوکہ اور جعل کے امکانات بہت کم ہوجاتے ہیں۔ آج کل ہندوستان میں ایسے کارخانے بہت ترقی کررہے ہیں۔ اور تقریباً ۳ ارب روپیہ ان میں لگا ہوا ہے۔

ڈبیچرس اور بانڈس یہ ایک قسم کے اقرارنامے ہوتے ہیں جب بڑے بڑے کارخانے، حکومتیں، یا بلدیات وغیرہ

قرضہ لینا چاہتی ہیں تو وہ اس قسم کے کاغذات کے ذریعہ قرضہ حاصل کرتی ہیں۔ جو شخص انہیں خریدتا ہے وہ قرض خواہ بن جاتا ہے۔ اور ایک مقررہ شرح سے اس کو سود ملتا رہتا ہے۔ اس طرح گویا ایک مستقل آمدنی ہو جاتی ہے۔ بانڈس مختلف قسم کے ہوتے ہیں ان میں خطرہ کا اندیشہ بھی کم ہوتا ہے اس وجہ سے شرح سود بھی زیادہ نہیں ہوتی۔ اس پر ایک شرح سود صحیح ہوتی ہے فرض کیجئے ایک بانڈ پر ۴ فی صدی شرح کمل ہوئی ہے۔ لیکن اگر بازار میں شرح سود ۵ فیصدی ہو جائے تو اس حساب سے ۱۰۰ روپیہ بانڈ کی قیمت ۸۰ روپیہ ہو جائے لیکن اگر بازار میں شرح سود ۳ فی صد ہو تو اس بانڈ کی قیمت ۱۳۳ روپیہ ہو جائے گی۔ بانڈس مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض میعادی ہوتے ہیں یعنی ایک مدت معینہ تک ان پر سود سود ملتا رہے گا، اور اس کے بعد ان کی رقم ادا کر دی جائے گی۔ عموماً حکومتیں جنگ کے زمانہ میں یا جب کوئی بڑا کام مثلاً زمین بنانے، بند بنانے، یا تالاب یا نہریں بنانا چاہتی ہیں تو اس قسم کے قرضے لیتی ہیں۔ ڈاک خانہ میں پوسٹ آفس کیش سرٹیفکٹ بھی اس قسم کے بانڈس ہیں آج کل ان کی قیمت ۷½ روپیہ ہے اور دس سال کے بعد ۱۰ روپیہ مل جاتے ہیں۔ بانڈس کے مالکوں کو اپنے بانڈس بیچنے کا ہر وقت اختیار رہتا ہے۔

بانڈس و ڈبنیچر اور حصص میں یہ فرق ہے کہ اول الذکر کی صورت قرضہ کی ہے مگر حصہ دار کارخانہ کا شریک سمجھا جاتا ہے۔ اگر کسی کارخانہ کو نقصان ہو جائے تو پہلے بانڈس والوں کو ان کا روپیہ ادا کیا جاتا ہے۔ اور بعد میں حصہ داران کو رقم ملتی ہے۔

ڈاکخانہ سب سے کم خرچ اور سہل طریقہ ڈاک خانہ میں رقم جمع کرنے کا ہے۔ بانڈس، شیرس۔ اور بنک کے کاروبار کے لئے تھوڑی بہت واقفیت، تعلیم، اور ایک مقررہ رقم کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر ڈاک خانوں میں یہ بات نہیں ہے۔ پہلے یہ شاخیں پریسیڈنسی بینکوں میں تھیں مگر ۱۸۸۲ء میں حکومت نے عوام کی سہولت کی خاطر سیونگ بنکس کا کام ڈاک خانوں کے سپرد کر دیا۔ یہاں کم سے کم چار آنہ کی رقم جمع کی جا سکتی ہے۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ رقم کی واپسی کی بھی اجازت ہے۔ امانت پر مقررہ شرح سود بھی ملتا ہے۔ پہلے اس کی شرح ۳½ فی صد تھی مگر آج کل شرح ۲½ فی صد ہو گئی ہے بنک، بانڈس، اور حصص میں رقم ڈوبنے کا اندیشہ ہے مگر ڈاک خانہ میں یہ خطرات سب سے کم ہیں۔ جنگ کے زمانہ میں لوگوں میں بے اعتباری پھیل گئی تھی اور وہ اپنی رقمیں واپس لینے کے لئے ڈاک خانوں پر یورش کرنے لگے مگر ڈاک خانہ نے بڑی خوش اسلوبی سے سب کے مطالبات پورے کئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد پھر یہ رقمیں ڈاک خانوں میں واپس آ گئیں۔ آج کل ہندوستان کے ڈاک خانوں میں اوسطاً ۳ کروڑ روپیہ سالانہ جمع رہتا ہے۔

انجمن ہائے امداد باہمی اب تک ہم نے جن طریقوں کا ذکر کیا ان سے زیادہ شہری باشندے ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں مگر ہندوستان میں شہروں کی تعداد بہت کم ہے اور شہری آبادی کی تعداد بھی زیادہ نہیں ہمارا ملک تو دیہاتوں کا ایک براعظم ہے۔ اور ہماری آبادی کا کثیر حصہ دیہاتوں میں رہتا ہے۔ اگر ہم دیہاتی آبادی کی

حالت پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کی آمدنی اس قدر محدود ہے کہ اس کی ضروریات کے لئے کافی نہیں۔ یعنی وہاں پس اندازی کی گنجائش ہی نہیں۔ اور دیہات میں جو اشخاص ایسے بھی ہیں جو پس انداز کر سکتے ہیں تو وہاں ایسے ادارے نہیں جو ان کی رقمیں محفوظ رکھیں۔ اس لئے دیہات میں انجمن ہائے امداد باہمی کی شاخیں کھولنے کا انتظام کیا گیا۔ ان سے دو فائدے حاصل ہونے کی امید تھی۔ اول تو دیہاتیوں کو اپنی پس انداز رقم محفوظ کرنے کا موقع ملے گا دوسرے دیہاتیوں کو کم تر شرح سود پر قرضہ مل سکے گا۔ مگر اس میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ بہرحال جہاں پس انداز کو محفوظ کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہ ہو وہاں ایک یہ ذریعہ بھی نعمت ہے۔ اور لوگوں کو اس میں اپنا روپیہ لگانا چاہیئے۔ یہ انجمنیں بھی مختلف قسم کی ہوتی ہیں بعض زرعی ہوتی ہیں اور بعض غیر زرعی۔ بعض قرضہ دیتی ہیں اور بعض قرضہ نہیں دیتیں۔ پھر ان ہی سے ملحقہ صدر اور مرکزی انجمنیں اور بنک بھی ہوتے ہیں۔

اس مضمون میں جا بجا سود کا ذکر آیا ہے اور ہمارے مذہب میں سود حرام ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس مسئلہ پر بھی تھوڑی سی روشنی ڈالی جائے۔

سب سے پہلے تو ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ دراصل سود ہے کیا بلا۔ سود درحقیقت سرمایہ کے استعمال کا معاوضہ ہے۔ میں ایک شخص سے سو روپیہ ایک سال کے لئے قرض لیتا ہوں اور یہ وعدہ کرتا ہوں کہ مدت معینہ کے بعد میں اس کو اس کی اصل رقم اور کچھ معاوضہ ادا کروں گا۔ یہی معاوضہ سود کہلاتا ہے۔ چونکہ میں قرض روپیہ کی شکل میں لیتا ہوں اس لئے اس کا معاوضہ بھی زر کی شکل میں ادا کیا جاتا ہے۔ اگر میں ایک شخص سے ۵ سیر گیہوں سال بھر کے لئے ادھار لوں اور وعدہ کروں کہ سال بھر کے بعد میں اس کو ۵ ۱/۴ سیر گیہوں واپس کروں گا تو یہ بھی سود ہے۔ اس سود کی صورت بالکل ایسی ہے کہ میں ایک مکان بنواؤں جس پر ایک ہزار روپیہ صرف ہوا اور میں اس کو کرایہ پر دے دوں اور ۵ روپیہ ماہوار کرایہ وصول کروں۔ یہاں صرف نام بدل گیا ہے ورنہ درحقیقت میں اپنی رقم پر ۶ فی صد سود وصول کر رہا ہوں۔

سوال یہ ہے کہ اگر کرایہ اور سود کی نوعیت ایک ہی ہے تو پھر مذاہب میں کیوں اول الذکر چیز کو حلال اور آخرالذکر شئے کو حرام قرار دیا گیا۔ اس مسئلہ میں ایک بات کا ذکر ضروری ہے وہ یہ کہ سود نہ صرف مذہب اسلام میں حرام ہے بلکہ دوسرے مذاہب میں بھی اس کی مذمت کی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کے علاوہ انجیل، توریت، وید میں سود کا ذکر ہے۔ افلاطون اور ارسطو جیسے فلاسفروں نے بھی اس کا ذکر برائی سے کیا ہے۔ روما کے قانون ساز بھی سود کی انتہائی شکل میں ربا کو قانوناً ناجائز قرار دیتے تھے۔ انہوں نے صرف اتنی رعایت رکھی تھی کہ اگر کوئی چیز قرض فروخت کی جائے تو فروخت کنندہ کسی قدر زیادہ قیمت طلب کر سکتا ہے۔ ہندوؤں کے یہاں بھی اجنبیوں اور مشتبہ رویہ کے آدمیوں سے سود لینا جائز تھا اور بعض کے لوگوں سے سود نہیں لیا جا سکتا تھا لیکن یہاں بھی چند شرائط کی پابندی لازمی تھی یعنی بادشاہ کی سالگرہ کے موقعہ پر یا نئے بادشاہ کی تخت نشینی کے وقت۔ یا اصل کی رقم دوگنی ہو جانے پر سود لینا روک دیا جاتا تھا۔

اس کے علاوہ عہد قدیم اور قرون وسطیٰ میں عموماً دو باتوں کے لئے قرضہ لیا جایا کرتا تھا۔ اول عیش وعشرت کے لئے، دوسرے ناگزیر ضروریات پوری کرنے کے لئے۔ دونوں صورتیں اچھی نہیں ایک صورت میں ہم ایک شخص کو تباہی کی طرف لے جانے میں مدد دیتے ہیں دوسری صورت میں ہم اُس کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج تک ہر جگہ سوسائٹی ان طبقوں کو بُری نظر سے دیکھتی ہے۔ جو اس قسم کا کاروبار کرتے ہیں مثلاً یورپ میں یہودی، انگلستان میں "پان بروکرس"، ہندوستان میں مہاجن، بنئے، مارواڑی، صراف، ساہوکار وغیرہ۔ گویا اس طرح چالاک لوگ قرض دے کر غریبوں اور ضرورت مندوں کو اپنے قابو میں کر لیا کرتے تھے۔ اور سود ان کی آمدنیوں پر ایک طرح کا بار ہوتا تھا۔ اس وجہ سے سود کو مذہبًا ناجائز اور قانوناً ممنوع قرار دیا گیا۔ ایک دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ اس زمانہ میں قرض لینے والے اور دینے والے بالعموم ایک ہی خاندان، قبیلہ اور مذہب کے لوگ ہوا کرتے تھے۔ لوگ آپس میں مشترک خاندانوں کے تحت زندگی بسر کیا کرتے تھے اور سود سے آپس کی محبت کم ہوتی تھی، قبیلوں کے باہمی اتحاد واتفاق میں فرق آتا تھا اور اس سے مختلف قسم کی سیاسی کمزوریاں پیدا ہونے کا اندیشہ لگا رہتا تھا۔ اس لئے فساد کی جڑ یعنی سود کو ہی اڑا دینا اس زمانے میں بہتر تھا۔

مگر آج حالات بالکل بدل گئے ہیں۔ اب قرض اس لئے طلب کیا جاتا ہے کہ لوگ اس سے مزید دولت پیدا کرنے کا کام لیں۔ جیسے ایک شخص ۲۰۰ روپیہ قرض لیتا ہے اور اس سے وہ ایک کپڑا سینے کی مشین خریدتا ہے۔ اس مشین سے اس کو ماہوار ایک مقررہ آمدنی ہوتی ہے اس مقررہ آمدنی میں سے وہ مجھے بھی ایک مقررہ رقم ادا کرتا ہے۔ اور اس کو سود کہا جاتا ہے۔ لیکن اس سود میں اور قدیم زمانہ کے سود میں بڑا فرق ہے اور میرے سود لینے سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا بلکہ اس کا فائدہ ہی ہوتا ہے کیونکہ اس کی آمدنی میں اضافہ ہوجاتا ہے بہرحال اس مضمون میں میں نے جو اصل پس انداز رقم محفوظ کرنے والے ذرائع بتائے ہیں اور وہ جو سود دیتے ہیں وہ سب اس قسم کے سود ہیں اور معاشی نقطہ نظر سے ان کو سود کی بجائے منافع کہنا زیادہ مناسب ہو اور میں نہیں سمجھتا کہ مذہبی نقطہ نظر سے بھی کسی کو اس قسم کے سود پر اعتراض ہوسکتا ہے البتہ جس قسم کا سود مذہب نے حرام قرار دیا ہو وہ آج بھی موجود ہے اور وہ واقعی حرام ہے اور کوئی مہذب سے مہذب سوسائٹی بھی اس کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتی۔

ہمارے اکثر مسلمان بھائی اور بہنیں ڈاکخانہ میں روپیہ جمع کرتی ہیں مگر سود نہیں لیتیں۔ میں وثوق سے تو نہیں کہہ سکتا مگر میں نے سنا ہوکہ ڈاکخانہ اس قسم کی رقموں کو ان مشنریوں کو دے دیتا ہے جو ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں تو گویا اس طرح آپ اپنی رقم سے عیسائیت کی تبلیغ میں مدد دیتے ہیں۔ اس سے تو لاکھ درجہ یہ بہتر ہے کہ آپ ڈاکخانہ سے سود کی رقم وصول کرلیں اور اس سے اپنے محلے کے نادار بچوں کی تعلیم کا انتظام کردیں۔ بیواؤں کی امداد کریں یا دوسرے کسی کار خیر میں صرف کریں۔ ہندوستان میں کونسا ایسا خوش قسمت شہر، قصبہ، ضلع، یا گاؤں ہے جہاں یتیموں، بیواؤں، معذوروں کی تعداد کچھ کم ہو۔ غالبًا یہ روپیہ ان کی امداد میں صرف کیا جاتا تو بدرجہا بہتر اور افضل ہے۔



تلک کی وبا

ہم مسلمان زندگی کے ہر شعبہ میں خلاف عقل مسرفانہ رسوم برادران وطن سے سیکھ چکے ہیں جو مدت سے ہماری زندگی کا ایک اہم جزو بنی ہوئی ہیں. جب تک دولت کا ساتھ رہا ہمیں ان کے نقصانات کی پروا بھی نہ ہوئی. اب دولت کی کنارہ کشی سے ان رسوم کی تباہ کاریاں نظر آنے لگی ہیں. اور تقریبًا ہر صاحب عقل اپنی غربت وتباہ حالی کے اسباب میں سے ایک بڑی وجہ مروجہ رسوم کو بھی سمجھنے لگا ہے ہمارے سوشل ریفارمر الگ ان تباہ کن رسوم کے انسداد کے لئے کوششیں کررہے ہیں، مگر افسوس ہے کہ باوجود ان کی مضرتوں کے احساس کے ہم ان کو چھوڑ دینے پر آمادہ نہیں ہوتے اور مفلس سے مفلس گھر میں بھی ان لغو رسموں کا کچھ نہ کچھ حصہ مثل اک فریضہ مذہبی کے ضرور ادا کیا جاتا ہے. نتیجہ یہ ہے کہ ہماری رہی سہی زمینداریاں اور بچی کھچی پونجیاں ان کی پابندی کی بھینٹ چڑھ رہی ہیں. اور ہم افلاس وغربت کے تاریک گڑھے میں روز بروز زیادہ دھنستے جاتے ہیں. برادران وطن کے اس فیضان کا رونا ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ ہماری قوم کے تعلیم یافتہ نوجوانوں نے اپنی قومی حمیت اور اسلامی غیرت کو بالائے طاق رکھ کر اک نئی رسم اور سیکھ لی ہے. یہ تلک کی رسم ہے. تلک کی رسم ہمارے نوجوانوں میں وبا کی طرح پھیل رہی ہے، اور قومی افلاس کو خوفناک انجام تک پہونچانے کی باعث بنی ہوئی ہے، یہ رسم جس کی نوعیت یہ ہے کہ لڑکی کے والدین اپنی لخت جگر اور اُس کے ساتھ جہیز دینے کے علاوہ ایک کافی رقم داماد کو بھی ادا کریں. مختلف خرابیوں کی حامل ہے جن میں سب سے بڑی اور تباہ کن خرابی یہ ہے کہ داماد کے اس مطالبے سے بیچارے لڑکی کے والدین جو اپنی ہی قوم کے افراد ہوتے ہیں، بالکل تباہ ہوجاتے ہیں. یہ افراد اگر عہدے دار طبقہ میں سے ہیں، تو ان کا عمر بھر کا پس انداز کیا ہوا اندوختہ اور اگر زمیندار طبقہ میں سے ہیں تو ان کی رہی سہی زمینداری اس مطالبہ کی نذر ہو جاتی ہے اور یوں قوم کا نصف سے زائد حصہ اس رسم کی بدولت غیر معمولی تیزی کے ساتھ افلاس وغربت کی طرف دوڑا جارہا ہے. بیچارے لڑکی والے تو مجبور ہیں کیونکہ بغیر کافی رقم خرچ کئے ہوئے ان کو موزوں داماد میسر نہیں آسکتے اس صورت میں قوم کے بیشتر افراد کی تباہی کی ذمہ داری ہمارے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے سر عائد ہوتی ہے جس کو اگر وہ محسوس کریں تو اپنی پیشانی پر بہت بڑا داغ پائیں گے. ان ہی خرابیوں کو محسوس کرکے ہماری ہمسایہ قوم بنگالیوں نے جن کے ہاں یہ رسم شدت سے جاری تھی. آہستہ آہستہ اس کو ترک کرنا شروع کیا ہے. اب اس قوم کے بڑے بڑے تعلیم یافتہ افراد بغیر تلک کے شادیاں کرکے اپنی قوم کے لئے قابل تقلید نمونہ قائم کررہے ہیں کیسے شرم کا مقام اور عبرت کی جگہ ہے کہ ہمسایہ قوم جس رسم سے خود عاجز آکر اس کے انسداد کی طرف متوجہ ہوئی ہے

اس کو ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان ہاتھوں ہاتھ لے کر اپنی قوم کی اقتصادی موت کا سامان مہیا کر رہے ہیں۔ یہ وبا اگر قوم کے صرف غریب و متوسط نوجوانوں تک محدود رہتی تو ہم اس کو موجودہ بے روزگاری کا اضطراری نتیجہ قرار دے سکتے تھے، رونا تو یہ ہے کہ امیر و غریب اس وبا میں سب مبتلا ہیں۔ غریب نوجوان طبقہ کا یہ عذر ہے کہ یہ دور سخت افلاس و بے روزگاری کا ہے اور گھر کی حیثیت کچھ تو پہلے ہی رسوم باطلہ کی پابندی کی وجہ سے اور اب خود ان کی اعلیٰ تعلیم کے اخراجات کے باعث تباہ ہو چکی ہے، اب وہ لوگ یونیورسٹی سے بی۔ اے و ایم۔ اے کی ڈگریاں ہاتھ میں لے کر قسمت آزمائی کے لئے نکلتے ہیں تو ملازمت کا ہر دروازہ اپنے اوپر بند پاتے ہیں جیب میں پیسہ ہوتا نہیں کہ دوسرے روزگاروں مثلاً تجارت و صنعت وغیرہ کو اختیار کر سکیں، اس لئے مجبوراً ان لوگوں کو لڑکی والوں سے تاوان لینے کا حق حاصل ہے۔ امیر لڑکوں کی دلیل یہ ہے کہ ہم امیر ہیں اور بازار میں ہماری قیمت حسب پوزیشن ملنی چاہیئے۔ غرض دونوں طبقے اپنے اپنے ذاتی اغراض کے ماتحت قوم کے گلے پر چھری پھیرنے کو آمادہ ہیں۔ اگر ان کے دلائل صحیح ہوتے اور درحقیقت قوم کی یہ دولت اک فرد کی جیب سے نکل کر دوسرے فرد کی خوش حالی کا ذریعہ بنتی تو ہم قوم کی اقتصادی موت کا ماتم نہ کرتے، لیکن افسوس کہ میرے مشاہدہ میں آج تک کوئی ایسی مثال نہیں آئی جس میں تلک کی رقم کو ہمارے کسی نوجوان نے منافع کے کاروبار میں لگا کر اپنی مالی حالت سدھارنے کی کوشش کی ہو۔ ہاں یہ برابر دیکھا جاتا ہے کہ "مال مفت دل بیرحم"، کے اصول پر عمل کرتے ہوئے یہ رقم یا تو شادیوں میں صرف کر کے اماں باوا کا ارمان پورا کرتے ہیں، یا پھر تعلیم یورپ کے خبط میں گرفتار ہو کر انگلینڈ کا رستہ لیتے ہیں اور بڑی بے دردی سے پانچ چھ ہزار روپیہ جو لڑکی والوں سے بہ جبر وصول کیا گیا تھا کسی بے نتیجہ ولایتی ڈگری کے خریدنے میں اڑا دیتے ہیں۔ میں اڑانا اس لئے کہتی ہوں کہ ہندوستان کی ڈگریوں کی طرح ولایتی ڈگریاں بھی مسئلہ روزگار حل کرنے میں بے کار ثابت ہو رہی ہیں۔ میری نظروں میں کئی ایسی مثالیں موجود ہیں۔ کہ نوجوانوں نے تلک کے روپیہ سے ڈگریاں حاصل کیں۔ مگر ہندوستان آکر ان ڈگریوں کا مول سو روپیہ سے بھی کم ٹھیرا۔ یہ حشر ان کامیاب نوجوانوں کا ہے جو کوئی نہ کوئی سروس حاصل کر سکے، ورنہ بیشتر تعداد ان حرماں نصیبوں کی ہے، جن کی قیمت بازار میں ایک پیسہ بھی نہیں۔ میں تعلیم یافتہ نوجوانوں سے یہ دریافت کرتی ہوں کہ جب ولایتی، اور ہندوستانی دونوں ڈگریوں کا انجام اک ہے تو ہزاروں روپیہ پھینکنے میں ان کو کیا فائدہ نظر آتا ہے صرف انگلینڈ کی سیر کر کے صاحب بہادر بن جانا تو قوم کے افلاس کا علاج نہیں۔ بلکہ الٹے اس میں الجھنیں پیدا کرنے کا موجب ہے۔ اس وقت سیکڑوں بیکار صاحب بہادر نوجوانان قوم کے لئے ایک ناقابل برداشت بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ اس سے تو بہتر تھا کہ بجائے لڑکی والوں سے تاوان وصول کرنے کے ان تعلیم یافتہ نوجوانوں نے مسئلہ بے روزگاری کا کوئی دوسرا شریفانہ حل سوچا ہوتا اور اک مرض کا علاج دوسرے مرض سے نہ کیا ہوتا۔ مذہبی نقطۂ نظر سے یہ رسم جیسی کچھ مکروہ اور ناجائز ہے اس کا

اندازہ ان احکامات شرعیہ سے ہو سکتا ہے جو شوہر کو کسی قیمت واجرت کا مستحق قرار نہیں دیتے بلکہ امیر سے امیر زوجہ بھی نان ونفقہ کے علاوہ اک خاص رقم مہر کی حقدار ہے۔ یہ شریعت کا متفقہ فیصلہ ہے اور اس فیصلہ کی گواہ خود رسول اکرم اور صحابہ کرام کی روشن اور قابل تقلید زندگیاں ہیں۔ ہمارے نوجوان ذرا تاریخ اسلام اُٹھا کر دیکھیں ان کو کہیں پر بھی اپنے اس فعل کے جواز کی ہلکی سند کیا معنے اشارہ تک نہ مل سکے گا۔ مذہبی قانون (فقہ) اس باب میں اتنا سخت اور صنف نازک کا اتنا حامی ہے کہ وہ عورت یا اُس کے والدین کے مال میں سے بغیر کسی شرعی وجہ کے ایک پیسہ لینے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور اس طرح کے استحصال مال کو ظلم قرار دیتا ہے۔ مذہب کے اس صاف مسئلہ کی موجودگی میں خدا ہمارے نوجوان اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں اور اگر غیرت ہو تو چُلو بھر پانی میں ڈوب مریں کہ اُن کی یہ رسم تلک (جس کو جہیز معکوس کہنا زیبا ہے) ظلم کی مرادف اور اس ذریعہ سے حاصل کیا ہوا روپیہ مال حرام کے برابر ہے کہ نہیں ؟ میں جانتی ہوں کہ ہمارے نوجوان ان معاشرتی مسائل میں مذہب کا نام سننا گوارا نہیں کرتے اور تعلیم کے علاوہ ان مسائل میں بھی اپنے استاد یورپ ہی کا وعظ سننا اور اس کی مثالوں پر عمل کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ نوجوانان اسلام یاد رکھیں کہ وہ ہزار بگڑ جائیں مگر ان کا شمار قوم اسلام ہی میں کیا جائے گا۔ اور ان کے افعال کی پرکھ سوائے مذہبی کسوٹی کے کسی اور کسوٹی سے ہرگز نہیں کی جا سکتی۔ رہ گئی یورپ کی مثال اور اس کا لکچر، یہاں پر ہمارے نوجوانوں کو مایوس ہو جانا چاہیئے، کیونکہ یورپ کی مثالیں اس موضوع خاص میں ان کی حوصلہ افزائی مطلق نہیں کرتیں۔ درحقیقت ان کے اس فعل کے جواز کے لئے زندہ مثالیں یورپ تو کیا کسی غیر مہذب سے غیر مہذب ملک میں بھی نہیں ملیں گی۔ بھلا یورپ کی غیرت مند اور خوددار قومیں جن کے ہر ہر فرد کو (خواہ وہ کسی طبقہ کا ہو) بچپن ہی سے اپنی مدد آپ کرنا سکھایا جاتا ہے۔ ان غیرت کش رسوم پر کیوں عمل کرنے لگیں "بہ کمالے رازوالے" گو آج یہ مہذب اقوام مختلف قسم کی اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہیں۔ مگر غیرت کا شریف جوہر اور اپنی مدد آپ کرنے کا زرین اصول ہاتھ سے نہیں چھوڑتیں۔ درحقیقت ان قوموں کی ترقی اور موجودہ عروج کا راز ان ہی شریفانہ اوصاف میں چھپا ہوا ہے ہمارے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ اگر غیرت و خود مددی کے لکچر اپنے ہادیوں کی زبان سے سننا نہیں چاہتے۔ تو خدا کے لئے اپنے مغربی استادوں ہی سے ان زرین اصولوں کا سبق لیں اور ان پر عمل کرکے نہ صرف اپنی پیشانیوں سے بے غیرتی کا داغ مٹائیں بلکہ قوم کی حقیقی ترقی کا ذریعہ بنیں۔ غیرت کش رسوم کی موجودگی میں آج تک کوئی قوم فلاح نہ پا سکی اور جب تک یہ رسوم خارج نہ کردی جائیں گی ہم مہذب و ترقی یافتہ نہیں بن سکتے ۔

بلقیس بانو از مظفر پور

وائرلیس

ایک انگریزی افسانہ کا ترجمہ جس میں ہندوستانی نام رکھے گئے ہیں

از محترمہ سکینہ چراغ الدین صاحبہ بی اے

"تشویش، فکر اور جوش سے دور رہنا چاہئے"۔ ڈاکٹر مینیل کے ان بے معنی الفاظ نے بیگم جمشید جی کو اور رنجیدہ کر دیا۔ "دل کی تھوڑی سی کمزوری ہے۔ لیکن خطرہ کسی قسم کا نہیں" ڈاکٹر صاحب کہہ رہے تھے "اگر لفٹ لگوا لی جائے تو بیگم صاحبہ سیڑھیاں اترنے چڑھنے کی غیر ضروری محنت سے بچ جائیں گی۔ کیوں؟ کیا خیال ہے آپ کا مسٹر ہرمزجی؟" بیگم جمشید جی تو لفٹ کے خیال سے گھبرا گئیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب خوش تھے۔ امیر مریضوں کے لئے نسخہ لکھتے وقت وہ اپنے طاقتور تخیل کا بخوبی استعمال کر سکتے تھے۔

معمر خاتون کے نوعمر بھانجے ہرمزجی کو ڈاکٹر مینیل نے دوسرے کمرہ میں لے جا کر کہا "آپ کی خالہ کئی سال تک زندہ رہ سکتی ہیں اور یقیناً رہیں گی۔ لیکن کسی قسم کا اچانک واقعہ زیادہ رنج یا خوشی ان کو اتنی دیر میں رجو چٹکی بجاتے ہوئے، ختم کر سکتی ہے۔ انہیں خاموش اور پرآرام زندگی بسر کرنی چاہئے۔ دل کو جوش اور دماغ کو فکر سے آزاد رکھیں"۔

"فکر سے آزاد" ہرمزجی نے ڈاکٹر کے آخری الفاظ دوہرائے۔ وہ ایسے نوجوان تھے جو اپنی خواہشات کو ہر ممکن طریقہ سے پورا کرنا اپنا مذہب سمجھتے تھے۔

اسی شام کو انہوں نے بیگم جمشید جی سے وائرلیس سٹ خریدنے کی اجازت مانگی۔ بوڑھی خالہ جو لفٹ کے خیال سے گھبرا رہی تھیں۔ اور بھی متفکر ہو گئیں "میں ان نئی ایجادوں کو پسند نہیں کرتی۔ ممکن ہے بجلی کا اثر مجھ پر برا ہو"۔

"لیکن مجھے بجلی اور وائرلیس کا حال تو بتانے دیں"۔ ہرمزجی کو اس معاملہ میں پورا علم حاصل تھا۔ جوش میں ایک پورا لکچر دے ڈالا۔ خالہ ایسے الفاظ کے سمندر میں غوطے کھا رہی تھیں جو ان کی سمجھ سے باہر تھے آخر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور کہا "اگر تم خیال کرتے ہو کہ...... ہرمز نے جملہ ختم بھی نہ ہونے دیا اور کہا "یہی چیز تو آپ کے دل کو خوش رکھ سکتی ہے اور دماغ کو فکر سے آزاد"۔

اگلے دن لفٹ لگ گئی۔ وائرلیس سٹ بھی آ گیا۔ ہرمزجی نے خالہ کی نفرت کو دلچسپی میں تبدیل کرنے کی بہت کوشش کی۔

"سنو خالہ ہم برلن سے گانا سن رہے ہیں"۔

"میں تو سوائے شور کے کچھ نہیں سن سکتی"۔

"اب کلکتہ ہے"۔

"واقعی! بیگم نے کچھ دلچسپی سے کہا۔
پھر کچھ عجیب سی چیخ سنائی دی۔
"اب شاید ہم کتوں کے ملک میں ہیں" بیگم نے قہقہہ لگا کر کہا۔
"ہاہ! ہاہ!! خوب ہنسیں۔ یہ آپ کے لئے بہت مفید ہے" یہ سُن کر خالہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکیں۔ انہیں بھانجے سے بہت محبت تھی۔

چند سال پہلے انہوں نے اپنی بھتیجی شیریں کو پاس بلایا تھا۔ وہ اسے اپنی جائداد کا وارث بنانا چاہتی تھیں۔ لیکن لڑکی کچھ تیز مزاج تھی وہ خالہ کی پرانی باتوں اور پرانی شکل سے تنگ آجاتی تھی۔ بیگم جمشید جی نے لڑکی کو واپس ماں کے پاس بھیج دیا۔ جیسے دکان سے کوئی چیز منگوائی جائے اور ناپسند ہونے پر واپس کردی جائے۔ کبھی کبھی نوروز پر بیگم جمشید شیریں کو رومال وغیرہ بھیج دیا کرتی تھیں۔

بھتیجیوں بھانجیوں کے بعد بھانجوں کی باری آئی۔ ہرمز شروع سے ہی کامیاب رہا۔ وہ بڑی دلچسپی سے خالہ کی کہانیاں سنا کرتا۔ شیریں ان سے تنگ آجاتی تھی۔ اور نفرت کو چھپاتی بھی نہ تھی۔ ہرمز اس کی پرانی باتوں اور پرانی شکل کی تعریف کرتا۔

قانونی مشیروں نے نیا وصیت نامہ لکھا اور بیگم نے اپنے دستخط کر دئے۔ وائرلیس کے معاملہ میں بھی ہرمز جی کو فتح ہوئی۔ خالہ شام کے پروگرام سے بہت لطف اٹھاتیں خصوصاً ہرمز کی غیر حاضری میں۔ کیونکہ ہرمز ہر وقت غیر ملکوں سے تعلق حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا اور نتیجہ شور کے سوا کچھ نہ ہوتا۔

تین مہینے بعد پہلا عجیب واقعہ پیش آیا۔ ہرمز باہر تھا۔ گانا بند ہوگیا۔ پھر شور شروع ہوا۔ شور بھی بند ہوگیا۔ اور ایک دھیمی آواز آئی نہ معلوم کیوں بیگم جمشید جی نے محسوس کیا کہ مشین کہیں بہت دور سے پیغام لا رہی ہے: "فیروزہ! سن رہی ہو فیروزہ! میں ہوں جمشید جی مرحوم۔ بہت جلد تمہیں لینے آؤں گا۔ تیار رہنا" پھر وہی گانا۔

مسز جمشید جی خاموش سوچ رہی تھیں "یہ خواب تھا یا خیال؟ جمشید مرحوم کی آواز اسی کمرہ میں مجھ سے مخاطب تھی۔ کیا الفاظ تھے! میں آرہا ہوں۔ تیار رہنا۔ کیا یہ پیشینگوئی تھی یا محض دل کی کمزوری بڑھاپا بھی تو ہو رہی ہوں۔ اور لفٹ لگانے میں کتنا روپیہ ضائع ہوا۔ اس واقعہ کا انہوں نے کسی سے ذکر نہ کیا۔

پھر دوسری دفعہ وہ اکیلی تھیں۔ گانے کی آواز بند ہوگئی۔ خاموشی۔ پھر جمشید کی آواز آئی۔ "یہی آواز جیسی زندگی میں نہ تھی۔ جو بہت دور سے آرہی تھی۔ دوسری دنیا سے" جمشید بول رہا ہے۔ فیروزہ میں جلد آؤں گا" پھر شور اور وہی گانا۔
اس نے گھڑی کی طرف دیکھا "نہیں اس دفعہ میں سو نہیں رہی تھی۔ جمشید کی آواز تھی۔ ہرمز نے بتایا بھی تو تھا کہ چند رویں ابھی تک دریافت نہیں ہو سکیں شاید یہ رویں اس معاملہ پر کچھ روشنی ڈال سکیں جمشید نے موجودہ سائنس سے

فائدہ اُٹھاکر مجھے آنے والے واقعہ سے آگاہ کیا ہے"۔ گھنٹی سُن کر مسن رسپی۔ ملازمہ نرگس کمرہ میں داخل ہوئی نرگس ساٹھ برس کی بڑھیا تھی۔ بٹے سے سینہ میں بڑا سا دل اپنی مالکہ کی محبت سے لبریز حرکت کر رہا تھا۔

"نرگس تمہیں معلوم ہے بائیں ہاتھ والی دراز جس میں تالا لگا ہوا ہے سفید لیبل والی چابی ہر چیز تیار ہے"۔

"تیار ہے؟ کیا؟"

"میرے کفن کا سامان۔ تمہیں نے تو رکھا تھا۔ روؤ مت۔ مرنا تو سب ہی کو ہے۔ اور میں تو ستر سے کچھ اوپر ہی ہوں" ہے تو بے وقوف لیکن وفادار۔ بیگم نے نرگس کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا۔ دیکھوں تو میں نے اس کے لئے کتنے روپے چھوڑے ہیں۔ سو نہیں دو سو تو ہوں۔ یہ سوچ کر انہوں نے اپنے قانونی مشیر کو وصیت نامہ بھیجنے کے لئے لکھا۔ تاکہ وہ اس پر نظر ثانی کر سکیں۔

اس دن لنچ پر ہرمز جی نے خالہ کو حیران کر دیا۔

"خالہ! میرے ساتھ والے کمرہ میں کون ہے بوڑھا سا شخص۔ وہ تصویر جو آتشدان کے اوپر لگی ہوئی ہے۔ لمبی لمبی سرخ مونچھوں والا۔"

"وہ تمہارے خالو جمشید جی مرحوم ہیں"۔

"میں معافی چاہتا ہوں۔ مجھے معلوم نہ تھا۔ ورنہ میں ایسے الفاظ نہ نکالتا"۔

"تم کچھ کہنا چاہتے تھے"۔

"کچھ نہیں۔ معاف کیجئے۔ جو میں کہنا چاہتا تھا۔ وہ بے معنی ہے"۔ اس وقت تو خالہ نے یہ عذر قبول کر لیا لیکن بعد میں جب وہ اکیلے تھے تو انہوں نے پھر وہی ذکر چھیڑا۔ "ہرمز! تم نے اپنے خالو کی تصویر کے متعلق کیوں دریافت کیا؟"

ہرمز جی گھبرا گئے۔ "بتا تو دیا ہے خالہ۔ یوں ہی میرا یہ ایک مہمل سا خیال تھا"۔

"نہیں۔ میں معلوم کر کے رہوں گی"۔

"بہت بہتر۔ کل رات جب میں واپس آیا تو میں نے اسے دیکھا۔ اس تصویر والے شخص کو۔ سرے کی کھڑکی میں سے دیکھتے ہوئے۔ ملازمہ سے معلوم ہوا کہ کوئی اجنبی بھی نہیں آیا۔ پھر اتفاق سے ساتھ والے کمرہ میں تصویر پر نظر پڑی۔ ہو بہو وہی شخص۔ وہی سُرخ مونچھیں۔ ممکن ہے پہلے وہ تصویر دیکھی ہو۔ اور دماغ سے اتر گئی ہو اور اب خیال کیا ہو کہ وہی چہرہ کھڑکی .....

"سرے کی کھڑکی؟" بیگم جمشید جی نے جلدی سے دریافت کیا۔

"جی ہاں۔ کیوں؟"

"کچھ نہیں۔ یونہی"۔ لیکن وہ گھبرا گئی تھیں۔ وہ کمرہ ان کے مرحوم شوہر کا ڈریسنگ روم تھا۔

اسی شام وہ گانا سُن رہی تھیں اور سوچ رہی تھیں کہ اب اگر تیسری بار وہی آواز سُنی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ کوئی روح مجھ سے مخاطب ہے پہلے کی طرح موت کی خاموشی کے بعد وہی آواز بہت دُور سے آئی "فیروزہ! تم تیار رہو؟ جمعہ کی رات کو آؤں گا ساڑھے نو بجے۔ خوف کی کوئی بات نہیں"۔ اور پھر وہی ناچ گانا۔

وہ اٹھی۔ چہرہ زرد تھا۔ اور ہونٹ نیلے۔ کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لکھنا شروع کیا:۔

آج رات کو نو بج کر پندرہ منٹ پر میں نے اپنے مرحوم شوہر کی آواز وائرلیس پر سنی۔ اس نے مجھے بتایا کہ جمعہ کی رات کو ساڑھے نو بجے مجھے لینے آرہا ہے۔ اگر میں مقررہ دن اور مقررہ وقت پر مرجاؤں تو میری خواہش ہے کہ یہ باتیں پبلک کو بتادی جائیں۔ تاکہ انہیں یقین ہو جائے کہ روحیں آنے والے واقعات کی اطلاع ہمیں دے سکتی ہیں۔"

بیگم جمشید نے ایڈریس لکھا اور نرگس کو یہ کہہ کر دے دیا کہ "اگر میں جمعہ کی رات کو مرجاؤں تو یہ لفافہ ڈاک میں ڈال کو دے دینا۔ اب بحث مت کرو۔ تمہارا اعتقاد ہے کہ ہمیں مستقبل سے آگاہ کرنے کی روحوں میں طاقت ہے مجھے بھی کسی روح نے بتایا ہے۔ ٹھیرو۔ وصیت کے مطابق تمہیں ایک سو روپے ملیں گے۔ لیکن میں چاہتی ہوں کہ وہ سو لیں۔ اگر میں مرنے سے پہلے بنک نہ جاسکی تو ہرمز جی انتظام کریں گے"۔ نرگس روتی ہوئی واپس چلی گئی۔ اگلے دن بیگم جمشید جی نے ہرمز جی کو کہا "اگر میں مرگئی تو نرگس کو ایک سو روپے اور دے دینا"۔

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ چند سال بعد ہم آپ کی ڈائمنڈ جوبلی منائیں گے"۔

بیگم جمشید جی ان کی طرف دیکھ کر مسکرائیں۔ ہرمز کو معمر خواتین میں قبولیت حاصل کرنے میں خاص ملکہ حاصل تھا

"جمعہ کی رات کو تم کیا کر رہے ہو ہرمز؟"

"ایک دوست نے کھانے کے بعد برج کے لئے بلایا ہے۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو نہیں جاؤں گا"۔

"نہیں۔ تم ضرور جاؤ۔ اس رات تو میں تنہائی پسند کروں گی"۔

جمعہ کی شام کو بیگم جمشید اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھی تھیں۔ صبح سو روپے نرگس کو دے دئے گئے جس کی آنکھیں اشک آلود تھیں۔ چند زیورات خاص دوستوں کے لئے علٰحدہ کئے۔ اور ہرمز جی کے لئے ضروری ہدایات۔ اس کے ہاتھ میں لمبا سا لفافہ تھا جس میں نیا وصیت نامہ تھا۔ لفافہ کی طرف دیکھا اور دل میں کہا "سو روپیہ نرگس کو۔ پانچ سو ایک رشتہ کی بہن کو۔ اور باقی سب ہرمز جی کو۔ ہرمز میرے بعد کتنا امیر ہو جائے گا۔ لیکن ہے بھی تو بہت نیک"۔

گھڑی کی طرف دیکھا۔ ساڑھے نو بجنے میں تین منٹ باقی تھے۔ "میں تیار ہوں اور مطمئن"۔ لیکن ان الفاظ کے باوجود دل عجب تیزی سے دھڑک رہا تھا ساڑھے نو بجے! اُس نے کیا سنا؟ وہی پرانی آواز موسم کی پیشین گوئی۔ مارکیٹ کے نرخ۔ یا اس شخص کی آواز جو آج سے پچیس برس قبل اس دنیا سے رخصت ہوا تھا؟ دونوں میں ایک آواز

بھی نہ آئی۔ وائرلیس کی بجائے سامنے کے دروازے سے ایک آواز آئی جسے وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ اور پھر سرد ہوا کا جھونکا۔ "پچیس برس! جمشید میرے لئے اب اجنبی ہے" یہ خیال بار بار بیگم جمشید کو ستا رہا تھا۔

پاؤں کی دھیمی سی آہٹ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا۔ دروازہ آہستہ سے کھلا مسز جمشید کھڑی ہوئی کانپ رہی تھی۔ لیکن آنکھیں دروازہ پر لگی ہوئی تھیں۔ کوئی چیز اس کے ہاتھ سے نکل کر آگ میں گر پڑی۔ چیخ گلے میں اٹک کر رہ گئی۔ دروازہ کی دھیمی روشنی میں سُرخ داڑھی اور لمبی مونچھوں والی پرانے فیشن کے کوٹ میں ایک جانی پہچانی شکل کھڑی تھی۔ جمشید جی آ گئے تھے۔

دل نے زور سے ایک دفعہ حرکت کی۔ پھر ہمیشہ کے لئے ٹھیر گیا۔ وہ زمین پر گٹھڑی کی صورت میں گر پڑی۔ ایک گھنٹہ بعد نرگس نے اپنی مالکہ کو اسی جگہ اسی حالت میں پایا۔ ڈاکٹر منیل آئے لیکن بڑھیا خالہ موت کی بھیانک انگلیوں کے قبضہ میں تھی۔

دو دن بعد نرگس نے خط ڈاکٹر صاحب کو دیا۔ انہوں نے دلچسپی سے پڑھا اور کہا "ہرمز جی! معلوم ہوتا ہے آپ کی خالہ کو وہم تھا کہ وہ اپنے مرحوم شوہر کی آواز وائرلیس پر سن رہی ہیں اس کا اثر اس قدر ہوا کہ وہ مقررہ وقت پر مر گئیں۔ غالباً تحقیق کرنے والی کمیٹی کا فیصلہ بھی یہی ہوگا"

اس سے پہلی رات سب سو رہے تھے۔ ہرمز جی نے ایک تار جوان کے کمرے سے وائرلیس سٹ والے کمرہ میں جاتا تھا۔ اتارا۔ رات سرد تھی۔ اس لئے کمرہ میں آگ جلائی۔ اس میں ایک سُرخ ڈاڑھی اور مونچھیں جلائیں۔ پرانے فیشن کے کپڑے مرحوم خالو کے سوٹ کیس میں واپس رکھ دیئے۔ اب وہ اپنے آپ کو قانون اور دنیا کی گرفت سے محفوظ سمجھ رہا تھا۔ وہ خیال جو ڈاکٹر منیل کے الفاظ فکر سے آزاد دماغ نے ہرمز کے دماغ میں پیدا کیا تھا۔ توقع سے زیادہ کامیاب رہا۔

وہ بہت مقروض ہو چکا تھا۔ یہ کارنامے بڑھیا خالہ سے پوشیدہ رکھے گئے۔ بدنامی۔ تباہی اور جیل سے بچنے کے لئے روپیہ کی بہت بڑی رقم بہت جلد درکار تھی۔ اور اب اس عملی مذاق نے اسے امیر بنایا اور فکروں سے رہائی دلائی۔

نرگس نے بیگم جمشید جی کے قانونی مشیر کے آنے کی اطلاع دی۔ ہرمز جی کا دل سیٹی بجانے کو چاہتا تھا لیکن موقعہ کے لحاظ سے چہرہ سنجیدہ بنایا اور لائبریری کی طرف گیا۔

وکیل: "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ آپ خیال کرتے ہیں کہ بیگم مرحومہ کا وصیت نامہ ہمارے پاس ہے"

ہرمز جی نے گھور کر وکیل کی طرف دیکھا "لیکن میں نے اپنی خالہ کو ایسا کہتے سنا ہے"

وکیل: "بے شک وصیت نامہ ہمارے پاس تھا"

ہرمز جی۔ "تھا؟"

وکیل: "تھا تو سہی. لیکن بیگم جمشید جی نے گذشتہ منگل کو وصیت نامہ منگوالیا تھا تاکہ وہ اس پر نظر ثانی کر سکیں"

ہرمزجی کو مصیبت کا بھیانک چہرہ اپنی طرف بڑھتا ہوا نظر آرہا تھا.

"غالباً ان کے کاغذات میں ہوگا" وکیل نے تسلی دیتے ہوئے کہا لیکن ہرمزجی تمام کاغذات دیکھ چکا تھا.

وکیل: "ان کی ذاتی اشیاء دیکھی ہیں"

ہرمزجی: "ہاں. نرگس نے"

نرگس نے بتایا کہ میں نے اپنی مرحومہ بیگم کی اشیاء درست کی تھیں لیکن ان میں کوئی قانونی کاغذ نہیں تھا. لیکن وفات کے دن صبح کو وصیت کا کاغذ ان کے ہاتھ میں تھا.

"کیا تمہیں یقین ہے؟" وکیل نے تیزی سے دریافت کیا.

"ہاں جناب. اور انہوں نے سو روپے مجھے نقد دیئے. وصیت نامہ ایک لمبے نیلے لفافہ میں تھا"

"صحیح ہے. ہم نے نیلا لفافہ میں بھیجا تھا"

"اور دوسرے دن صبح کو وہی لفافہ میز پر پڑا تھا لیکن خالی. وہ میں نے ڈیسک پر رکھ دیا تھا"

"میں نے بھی دیکھا تھا" اور ہرمزجی نے نیلا لفافہ اٹھا کر وکیل کو دیا. وکیل نے سر ہلایا "یہی لفافہ ہے. کیا شام کو آگ بھی جل رہی تھی؟"

"آگ تو ان کے کمرہ میں ہمیشہ رہتی تھی"

"بس یہ کافی ہے." یہ سُن کر نرگس چلی گئی.

ہرمزجی اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ کو میز کا سہارا دے رہے تھے "کیا سوچ رہے ہیں آپ؟"

وکیل: "ہمیں امید رکھنی چاہیئے کہ وصیت نامہ مل جائے گا. اگر نہ ملا تو......"

ہرمزجی: "اگر نہ ملا تو؟"

وکیل: "صرف ایک ہی حل ہو سکتا ہے. آپ کی خالہ نے وصیت نامہ ضائع کرنے کے لئے منگوایا. لیکن وہ نہیں چاہتی تھیں کہ نرگس کو نقصان ہو. اس لئے انہوں نے اسے اتنی ہی رقم دے دی"

"لیکن کیوں؟" ہرمزجی چلا رہے تھے.

"ہرمزجی! کبھی آپ کی اپنی خالہ سے ان بن ہوئی تھی؟"

ہرمزجی نے لمبا سانس لیا "کبھی نہیں. ہم آخر تک بہت محبت سے رہے ہیں"

"ہاں"! وکیل نے بغیر ان کی طرف دیکھ کر کہا اور پھر کھانسا. خشک کھانسی، ہرمزجی نے محسوس کیا کہ وکیل ان پر یقین نہیں کر رہا. نہ معلوم اس بڈھے نے کیا کچھ نہ سنا ہوگا. قرض کا حال بھی سنا ہوگا. اور سمجھتا ہوگا کہ قرض کی وجہ سے خالہ سے

جھگڑا ہوا ہوگا۔

ہرمز جی کا جھوٹ سچ مانا جا رہا تھا۔ اور اب جب وہ سچ بول رہا تھا تو وکیل جھوٹ سمجھ رہا تھا!!

میری خالہ نے وصیت نامہ ہرگز نہیں جلایا۔۔۔ یک لخت اس کے خیالات رُک گئے۔ سامنے ایک تصویر کھڑی تھی۔ ایک بڑھیا عورت۔ ایک ہاتھ دل پر رکھے ہوئے۔ دوسرے میں کوئی چیز۔ ایک کاغذ پکڑے ہوئے۔ کاغذ ہاتھ میں سے نکل کر سرخ کوئلوں میں گر رہا تھا۔

ہرمز جی دم بخود رہ گیا۔ پھر اس نے اپنی مردہ سی آواز سنی "اگر وصیت نامہ نہ ملا تو؟"

"تو ایک پہلا وصیت نامہ جو دسمبر ۱۹۳۰ء میں تیار کیا تھا موجود ہے۔ اس کی رو سے تمام جائداد شیریں کو ملے گی۔"

"بوڑھا کیا کہہ رہا ہے؟" ہرمز جی کا سر چکرا رہا تھا۔ شیریں کے لئے میں نے یہ چالاکی کی۔ اس کے سُست شوہر کے لئے۔ اس کے بھدے بچوں کے لئے۔۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی تھی۔

"آپ ہیں ہرمز جی؟" ڈاکٹر منیبل کی آواز تھی "موت کا سبب وہی ہے جو میں نے بتایا تھا۔ لیکن دل کے متعلق میرا اندازہ غلط نکلا۔ باوجود احتیاط کے وہ دو مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہ سکتی تھیں۔ اس سے آپ کو تسلی ملنی چاہیئے۔"

"کیا کہا۔ پھر آخری الفاظ دوہرائیے۔"

"وہ دو مہینے سے زیادہ زندہ نہیں۔۔۔" ہرمز جی نے ریسیور پھینک دیا۔ وکیل کہہ رہا تھا "ہرمز جی! آپ بیمار تو نہیں ہیں؟"

اُس پھندے سے کون بچ سکتا ہے۔ جیل کی دیواریں۔ بدنامی۔ تباہی۔ ہرمز جی کے سامنے تھیں۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ قسمت اس کے ساتھ کھیل رہی ہے جس طرح بلی چوہے کے ساتھ۔

(ترجمہ از انگریزی)

سکینہ چراغ الدین بی۔اے

بیمار کے احساسات

جب ہم کسی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں تو فطرتاً دل چاہتا ہے کہ کوئی اپنا عزیز یا دوست آجائے تاکہ اُس کی پُرخلوص ہمدردی اور محبت میں ڈوبی ہوئی نظریں ہمارے دل کو کسی قدر آرام پہنچائیں۔ حضور اکرم نے اسی لئے عیادت کو نہ صرف اچھا فرمایا ہے بلکہ تاکید کی ہے کیونکہ یہ انسانی ہمدردی کا بہترین ذریعہ ہے اس سے نہ صرف مریض کے دل کو تسکین اور تشفی حاصل ہوتی اور تیماردار کو مدد ملتی ہے بلکہ عیادت کرنے والے کے دل کو بھی روحانی مسرت حاصل ہوتی ہو دنیا میں دکھے ہوئے دل کو تسکین ملنے سے زیادہ کوئی شیریں لمحہ نہیں چاہے بچہ ہو یا بڑا بیمار کی آنکھوں کی اداسی خصوصاً عجیب پرالم ہوتی ہے سوائے محبت اور تسکین بھرے الفاظ کے وہ اس وقت ہر چیز سے نفرت کرتا ہے لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ جب ہم کسی عزیز یا دوست کی علالت کی خبر سُن پائیں تو فوراً خود جائیں اور اگر نہ جا سکیں تو نہایت اچھے طریقے سے خیریت دریافت کرائیں کیونکہ جہاں ہم خوشی میں شریک ہوتے رہے ہیں وہاں ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ تکلیف اور مصیبت میں شریک ہوں دوست تو خیر چیز ہی کچھ اور ہے علالت میں تو دشمن سے بھی ہمدردی کرنی چاہیئے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خود تو یہ چاہتے ہیں کہ جب وہ بیمار ہوں تو ان کا ہر جاننے والا ان کی عیادت کو آئے اور ان سے ہمدردی کرے لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو رسماً عیادت کو جانا ضروری خیال کرتے ہیں مگر دلی ہمدردی سے کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً کوئی دوست بیمار ہوتا ہے تو جھوٹے منہ اسے نہیں پوچھتے ہاں اپنی کوئی ضرورت ہوتی ہے تو بڑی ہمدردی سے خیریت دریافت کراتے ہیں یا خود جاتے ہیں اس سے مریض کے دل کو سخت رنج پہنچتا ہے اور بعض عیادت کو کیا آتے ہیں کہ گھر کا گھر دھاوا بول دیتا ہے گویا چھوٹے اور بڑے سب گھر سے نکلنے کا کوئی موقع ہی تاک رہے تھے اور جاتے اس طرح ہیں جیسے سمدھیانے کے لوگ۔ بیچارا تیماردار ان کی آؤ بھگت کرے یا بیمار کی دیکھ بھال پھر لطف یہ کہ ان کی آؤ بھگت میں کوئی کمی ہو جائے یا اور کوئی بات طبیعت کے خلاف ہو تو دوسری جگہ شکایت کرنے سے بھی نہ چوکیں! اور ہر طرح سے مریض اور تیماردار کے حق میں بجائے رحمت کے زحمت بن جاتے ہیں رفتہ رفتہ دوا پرہیز وغیرہ تک میں دخل دے کر مریض کو تکلیف پہنچاتے ہیں اسی وجہ سے بعض لوگ جو اس طرح کی زحمت بارہا برداشت کر چکے ہیں عیادت کے لئے کسی کا آنا پسند نہیں کرتے کہ بعض لوگوں کی جانب سے بجائے راحت کے تکلیف کا زیادہ احتمال لگا رہتا ہے اور غریب بیمار کی جان عذاب میں ہو جاتی ہے لہٰذا عیادت کرنے والے کا فرض ہے کہ بیمار کے احساسات کو بھی بیمار خیال کرے جو باتیں معمولی سمجھ کر دھیان نہیں دیتے ضروری سمجھ کر احتیاط برتیں اسی ایک بات کو لیجئے عموماً مرض کی حالت میں مریضوں کی سماعت بیحد تیز اور حساس ہو جاتی ہے

اور معمولی آوازسے بھی مریض کی سماعت کو تکلیف پہنچتی ہے جس کا اکثر اگر شدید مرض ہو تو اعصاب پر بہت برا اثر پڑتا ہے لیکن عیادت کو جانے والے یا خود تیمار دار بھی اس کا مطلق خیال نہیں کرتے کبھی ایسی چال سے چلتے ہوئے مریض کے کمرے میں داخل ہوتے ہیں کہ ماشاءاللہ دوم مزاج پرسی جو ہوتی ہے تو بیان سے باہر اور لطف یہ کہ ہر آنے والا یہی چاہتا ہے کہ جب میں عیادت کو آیا ہوں تو کیوں اِدھر اُدھر بیٹھوں کیوں نہ سارا وقت مریض کے کمرے میں گذار دوں دچاہے مریض کو ایک حد تک تکلیف ہی کیوں نہ پہنچتی ہو، جس کمرے کی ہر چیز پہلے ہی اصول صحت کے خلاف ہے وہاں صبح سے شام تک جمگھٹا لگا رہتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دنیا بھر کی گفتگو وہاں ختم ہوتی ہے اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ بجائے مریض کا حال دریافت کرنے یا کسی قسم کی ہمدردی کرنے کے صرف اپنا ہی درد دکھ بیان کیا جاتا ہے کبھی کبھی مریض کسی دوسرے مریض کے متعلق سوال کر بیٹھتا ہے جس کا جواب بغیر سوچے سمجھے من وعن یہی دیا جاتا ہے کہ جی ہاں ان کی تو حالت بہت خراب ہے یا ڈاکٹر کو خطرہ ہے یا وہ بیچارے چند دن کے مہمان ہیں اور کبھی کبھی خود مریض پر اس قدر رحم کھایا جاتا ہے کہ بس مریض کے سامنے ہی اس کے حال کا بیحال ہوجانا بیان کیا جاتا ہے ایک کہتا ہے ہائے یہ حال ہوگیا اور مجھے خبر دہ کی گئی دوسرا کہتا ہے یا اللہ دن بدن حالت غیر ہی ہوتی جا رہی ہے جب میں آئی تھی تب تھوڑی بہت غذا کھاتے تھے اب تو وہ بھی چھوٹ گئی آپ کا کیا حال ہوگیا ہے کیسی صحت ہوگئی. کبھی مریض کے کمرے میں مرض کے متعلق کا ناپوسی کی جاتی ہے یا مریض کو انتہائی پر غور نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور بار بار مریض ہی سے کرید کرید کر مرض کے متعلق سوالات کرتے رہنے سے خود بیچارا مریض بھی مرض کے متعلق غور وفکر کرنے لگتا ہے مرض کی شدت کے باعث مریض کے احساسات غیر معمولی ہو جاتے ہیں اور وہ فسا فدا سی باتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا لیکن عیادت کو آنے والے اکثر اوقات ان باتوں کا خیال ہی نہیں رکھتے کبھی اپنے ننھے ننھے بچوں کو بیمار کے کمرے میں ہمراہ لاتے ہیں جن باتوں کا خود مائیں خیال نہیں رکھتیں بچے کیا رکھیں گے وہ آتے ہی کبھی چارپائی کو حرکت دیتے ہیں یا کبھی کوئی چیز چھوتے رہتے ہیں یا بار بار مریض کے بستر پر چڑھتے اترتے ہیں ان ساری باتوں سے مریض کو ایک تندرست آدمی کی نسبت یقیناً تکلیف محسوس ہوتی ہے غرض عیادت کو جانے والے کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ مریض اور تیماردار کے آرام کا ہر طرح خیال رکھ کر اس ہمدردی کو انجام دیں گو یہ ساری باتیں معمولی دکھائی دیتی ہیں لیکن رونا تو یہی ہے کہ بہت سی بہنیں ان باتوں کا مطلق خیال نہیں رکھتیں۔

اس سلسلہ میں میں ایک اور بات عرض کرنا چاہتی ہوں اور وہ یہ کہ بعض خاندانوں میں رواج ہے کہ جب کسی کی عیادت کو کوئی جائے تو چپکے سے کچھ نقدی بیمار کے سرہانے یا بازو کی طرف رکھ دے جس کو ہاتھ لگانا یا نہ معلوم کیا کہتے ہیں۔ اس قاعدہ کو اس حد تک مستحکم کر لیا گیا ہے کہ بغیر کچھ نہ کچھ نقدی ہاتھ لگائے عیادت کو جانا برا سمجھا جاتا ہے یہی قاعدہ کسی نومولود کو دیکھنے جاتے وقت بھی برتا جاتا ہے۔ اول تو اپنی مجبوریاں اس قسم کی رسوم کی اجازت نہ دیں تو

یقیناً انہیں ترک کردینا چاہیئے اس میں جگ ہنسائی کی کوئی بات نہیں کیونکہ یہ جگ ہنسائی اکثر اوقات بہت بہتر ہوتی ہے بمقابلہ ان تکالیف کے جو بعد میں اٹھانی پڑتی ہیں۔ اگر ایسا ہی آپ کا دل بچہ کے لئے کچھ نہ کچھ لے جانے کو چاہتا ہے تو کوئی چھوٹی موٹی سی چیز وہ بھی نمائشی نہ ہو بلکہ ایسی ہو جس سے بچہ کو فائدہ پہنچ لے جائیے۔ اسی طرح عیادت کے لئے بھی جاتے وقت اگر خدا نے آپ کو سہولت دی ہے اور کچھ لے جانا بار نہیں گذرتا تو کوئی ایسا تحفہ مریض کے لئے لے جائے جس سے اس کا دل بہلے۔ میرے ایک دوست نے جو مجھ سے بیحد دور رہتے ہیں ۱۹۳۴ء میں جب میری صحت کچھ خراب رہا کرتی تھی میرے لئے دو ایک مرغوب طبع خوشبوئیں روانہ کر کے میری طبیعت میں ایک حد تک خوشگوار اثر پیدا کر دیا تھا۔ عام طور پر میووں کے سوا بعض لوگ مریض کے لئے کوئی چیز لے جانا مفید نہیں خیال کرتے کیوں نہ ہم مختلف قسم کی چیزیں مریض کی طبیعت کا خیال رکھ کر لے جائیں اگرچہ کہ وہ چند خوشنما پھول ہی کیوں نہ ہوں اسی طرح کسی کو خوشبو پسند ہے تو کیوں نہ ان کی مرغوب طبع خوشبو رومال پر چھڑک کر مریض کے قریب رکھ دی جائے تاکہ مریض کو فرحت حاصل ہو۔ بعض معمولی معمولی باتوں سے مریض کی طبیعت میں فرحت کا احساس پیدا ہو کر کسی نہ کسی حد تک صحت سے قریب تر کر دیتا ہے ورنہ بعض صورتیں ان ہی ناگوار باتوں کا جن کو ہم کوئی اہمیت نہیں دیتے حالت مرض پر بہت برا اثر ڈالتی ہیں۔

مس سعیدہ ضمیر الدین حیدرآباد

دنیا کے پھول

اے دُنیا میں نے تیرا پھول توڑ لیا اور اپنے سینے سے لگایا۔ لیکن کانٹا چُبھ گیا۔

دن رخصت ہوا اور رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ پھول مُرجھا چکا تھا مگر کانٹے کی چُبھن ابھی تک باقی تھی

اے دنیا بہت سے نکہت بداماں پھول تیرے پاس آئیں گے مگر میری گُل چینی کا زمانہ ختم ہو چکا۔ اندھیری رات میں میں اپنے گلاب کے پھول سے جُدا ہوں۔ صرف چبھن باقی ہے۔

(ٹیگور)

ارجمند بانو جعفری آگرہ

کفایت شعاری

از حضرت دعا ڈبائوی

ہر اک قوم دل خوش ہے خوش حال ہے
زمانے میں وہ فارغ البال ہے

بسر کرتے ہیں عیش سے زندگی
جسے دیکھئے بس مگن ہے وہی

سکوں ہے طبیعت میں دل کو قرار
نہ دنیا کی فکر ہیں نہ غم سے دوچار

فقط قومِ مُسلم پریشان ہے
زمانے کی گردش سے حیران ہے

خدا جانے کیا پھیر قسمت میں ہے
جسے دیکھئے وہ مصیبت میں ہے

بچھا ہے ہر اک سمت آفت کا جال
کبھی تھا عروج اور اب ہے زوال

یہاں تک ہوا بخت بد کا اثر
نہ کھانے کو روٹی نہ رہنے کو گھر

شکایت کسی کی مگر کیا ضرور
یہ خود اپنے کرتوتوں کا ہے قصور

ہر اک قوم نے اپنا بدلا چلن
ترقی کے رستے پہ ہے گامزن

جو ملتا ہے کرتے ہیں اُس میں گذر
بُرے وقت پر رکھتے ہیں سب نظر

کفایت شعاری سے ہر دم ہے کام
نہ عشرت کے بندے نہ دل کے غلام

کفایت شعاری بڑی چیز ہے
ترقی کا باعث یہی چیز ہے

فقیروں کو اس نے تو انگر کیا
غریبوں کے کیسہ کو پُر زر کیا

مگر ایک ہم ہیں یہاں تک ہوا
نہیں خوابِ غفلت سے چونکے ذرا

اگر پاس ہے زر تو پروا نہیں
نہیں ہے اگر قرض لیں گے کہیں

بہر حال کچھ بھی ہو حالِ خراب
مگر جلسۂ عیش ہوگا شتاب

بڑھاپے میں صدمے اٹھانا روا
مزے تو جوانی میں کرلیں ذرا

سمجھتے ہو کیا جھوٹ یہ واقعات
یہ ہیں روز مرہ کے کل سانحات

یہ جس قوم کا حال ہو اے دعا
اسے جتنی ذلت ملے وہ بجا

مگر اب بھی سب کام بگڑا نہیں
یہ پانی ابھی سر سے اترا نہیں

خدا کے لئے اب بھی ہوشیار ہو
بہت سوچکے اب تو بیدار ہو

زمانہ کی رفتار دیکھو ذرا — غموں کی یہ بھرمار دیکھو ذرا

نہ پیسے کو بیکار غارت کرو — کچھ آیندہ کے واسطے ڈال لو

خدا جانے کل کیا ہو رنگ جہاں — دکھائے نیا دور کیا آسماں

اگر ہوگا پیسہ تو پروا نہیں — مصیبت کا آفت کا کھٹکا نہیں

کفایت شعاری کے خوگر بنو — خود اپنی طبیعت کے رہبر بنو

طبیعت میں جوشِ عمل چاہیئے — مصیبت کا اب تو بدل چاہیئے

اگر کچھ زمانے یہ شیوہ رہا — نہیں دور وہ وقت بھی پھر ذرا

وہ پہلا سا پھر دور دورہ رہے — وہ شانِ شہانہ وہ نقشہ رہے

نہیں کہتے بھولا اُسے خاص و عام — اگر صبح کا بھولا آجائے شام

مرسلہ بیگم دعاؤ بانوی

دُنیا کدھر جا رہی ہے

یہ بات نہیں کہ یورپ کے باشندے جنگ کی ہولناکیوں سے واقف نہیں اور محض نادانستگی سے یورپ پھر خون کے سمندر میں ڈوبا جا رہا ہے۔ گذشتہ جنگِ عظیم نے جو وحشت اور بربریت کی خوفناک مثالیں پیش کی ہیں اُن کو دیکھنے والے ابھی زندہ ہیں اور کثیر تعداد میں زندہ ہیں۔ اُن گھن گرج توپوں کی گونج سے ابھی تک یورپ کی سرزمین کانپ رہی ہے جن کے دہانوں سے جنگ عالمگیر میں زہر اُگلا تھا۔ جانی نقصان کے علاوہ جو مالی۔ تمدنی اور معاشی بربادی اس خوفناک پیکار سے ہوئی تھی اُس سے بھی مغرب کی دنیا خوب آگاہ ہے لیکن جنگ اُن کے دہشت خیز عواقب کے باوجود ایک ناگزیر شے ہے۔ یورپ امن و عافیت کا دشمن نہیں ہے لیکن کیا کیا جائے قیام امن کی جنگ کے سوا اور کوئی سبیل ہی نہیں نظر آتی بڑے بڑے دماغوں نے کوشش کر کے غور کر لیا لیکن بے سود دنیا کی اقتصادی بدحالی اور بے روزگاری کے مسئلہ کا واحد حل جنگ کے سوا اور کوئی دکھائی نہیں دیتا۔

اٹلی نے جب حبشہ جیسے کمزور ملک پر حملہ کیا ہے تو دنیا جانتی تھی کہ لڑائی یک طرفہ ہے اور چند دنوں میں ختم ہو جائے گی لیکن واقعات نے اس کی تردید کر دی۔ کئی ماہ کے مسلسل قتل و بم بازی کے بعد بھی پوری طرح قبضہ نہ کیا جا سکا۔ مالی اخراجات کا اندازہ اس امر سے لگا لیجئے کہ اٹلی کا چھ لاکھ اشرفی روزانہ صرفہ جنگ تھا اور اس جنگ کی بدولت جو دنیا کی تجارت پر ناخوشگوار اثر پڑا اُس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ صرف فرانس اور برطانیہ ہی کو دو کروڑ اشرفی کا خسارہ ہوا۔ بلقان اور یوگوسلاویا کی ۱۲ فی صدی تجارت گھٹ گئی۔

ساری دنیا کو اس چھوٹی سی لڑائی سے کیا نقصان پہونچا۔ اٹلی کا ساری لڑائی میں کیا خرچ ہوا۔ اور خاص حبشہ کا مالی نقصان کتنا عظیم ہوا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ جانی حیثیت سے کتنے انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی اور کتنے بچے اور کتنی عورتیں لاوارث ہوئیں کون حساب لگا کر بتلائے۔ اندازہ کرنے والوں کا خیال ہے کہ اسپین کی جنگ میں اب تک کم و بیش چار لاکھ آدمی لقمۂ اجل ہو چکے ہیں اور کرڑوں روپیہ کا مالی نقصان طرفین نے ایک دوسرے کا کر دیا ہے۔

یورپ یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ اب کی جنگ انسانیت کا نقصان ہی ثابت نہ ہوگی بلکہ بہت اغلب ہے کہ انسانیت کی خودکشی ہی ثابت ہو۔ لیکن یہ سب جان لینے کے باوجود جنگ کے بغیر گذارہ کی کوئی صورت نہیں۔ موجودہ دنیا کی معاشرت کے بنیادی مسائل نے جو پیچیدگی اختیار کر لی ہے وہ بغیر اس خوفناک زلزلہ کے دور نہیں ہو سکتی جو اس کرہ کو اس سرے سے اُس سرے تک ہلا نہ دے۔ لوگوں کا خیال ہے یہ اشتراکیت اور فسطائیت کی جنگ ہے۔ یہ خیال غلط ہے ان دونوں عقائد کی بنا ایسے مسائل پر واقع ہے جن کا

تعلق زیست کی اشد ضروریات سے ہے محض جذبات کی شدت اور فراوانی اب مہذب انسان کو ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پر مجبور نہیں کرسکتی۔ سوال یہ نہیں کہ ہم کیونکہ روادار بنیں بلکہ سوال یہ ہے کہ کیونکر زندہ رہیں۔ یہ سوال ایسا ہے جس کا جواب بجز اس صورت کے کہ بیس پچیس کروڑ آدمی کم کئے جائیں اور کوئی نہیں۔ یا وہ مریخ کی طرف ہجرت کر جائیں یا جنگ میں ہلاک ہوجائیں طاقت والوں کی بقا و حیات کے لئے جگہ دیں۔ پست اور نیم شائستہ اقوام کو طاقتور قومیں روند ڈالیں کیونکہ اس کے بغیر خود اُن کی زندگی خطرے میں ہے۔ بہرحال اسباب خواہ کچھ بھی ہوں دنیا بڑھتی ہوئی کس طرف جارہی ہے ہر شخص جانتا ہے ہر ملک اور ہر قوم محض اپنے تحفظ و بقا کی خاطر دوسروں کو ہلاک کرنے کے لئے آلات جنگ بنانے میں مصروف ہے وہ لوہا جو ہل بنانے کے لئے کام آتا تھا سینہ میں پیوست ہوجانے والی دھاردار شمشیروں کی ساخت کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ ہر قوم پر یہ جنون اور خبط سوار ہے کہ آنے والی جنگ کی تیاری کے لئے اسلحہ سازی کرلی جائے۔ اس جنون نے موجودہ اقتصادی مسائل کو اور بھی پیچیدہ کردیا ہے شاید یہ پیچیدگی اُس خوفناک لمحہ کو قریب سے قریب تر کردے۔ ہر ملک کے جنون نہیں بلکہ فرض تحفظ کی تصویر علیحدہ علیحدہ آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہے تاکہ آپ کو معلوم ہوجائے کہ خودکشی کی ریل کس رفتار سے دوڑائی جارہی ہے۔

۱۔ **برطانیہ عظمیٰ** ۱۹۳۵ء میں برطانیہ کا فوجی بجٹ ۱۳۹,۶۰۵,۰۰۰ پونڈ تھا یعنی گویا ۱۹۳۴ء کے بجٹ سے بقدر ۵۶ ملین پاؤنڈ سے زائد تھا لیکن امسال جو عظیم الشان خرچہ جنگ کا اعلان کیا گیا ہے اُس نے ساری قوموں کے کان کھڑے کردیئے ہیں۔ سر سیموئیل ہور نے ۱۲۰ ملین پونڈ صرف جنگی اسلحہ جات۔ سمندری اور ہوائی جہاز اور دیگر فوجی ضروریات پر خرچ کرنا تجویز کیا ہے۔ تین ایسے فولادی بحری جہاز تعمیر کئے جائیں گے جن کو متحرک قلعہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا اور ہوائی طاقت میں اسی مناسبت سے اضافہ کیا جائے گا۔ اس وقت بھی برطانیہ کی قوت معقول ہے۔ ۵۴۰,۰۰۰ سپاہ تازہ دم تیار رہتی ہے جو ہندوستان برطانیہ مالٹا اور جزائر میں پھیلی پڑی ہے۔ ہوائی سروس میں ایک لاکھ سے زائد سپاہ موجود ہے۔ پندرہ بڑے بحری جہاز۔ چھ بم بان قلعے۔ ۵۴ کروزر ۱۶۳ تباہ کار اور ۵۵ آبدوز کل وزن ۱,۲۶۱,۰۰۰ ٹن کے قریب سمجھ لیجئے ۱,۰۵,۰۰۰ ٹن عنقریب ختم ہونے کے ہیں۔

برطانیہ کی موجودہ ہوائی طاقت ۳,۵۰۰ جہازوں پر مشتمل ہے جن میں ۱۵۰ بڑے ڈبل انجن والے اور ۱۰۰۰ اُن سے چھوٹے بم برسانے والے ہیں۔ تخمینہ ہے کہ ۱۹۳۸ء میں ہوائی طاقت ۴,۵۰۰ جہاز ہوجائے گی علاوہ ازیں برطانیہ کے پاس کوئلے کے وافر ذخائر ہیں اور وہ دنیا بھر کو بیس فی صدی کوئلہ سپلائی کرتا ہے۔

۱۹۳۵ء کے پورے سال برطانیہ کی یہی کوشش رہی کہ ایران اور عراق کے تیل کے چشموں کی حفاظت کی جائے جس سے وہ پیٹرول حاصل کرتا ہے مصر کو آزادی دے کر اس لئے منائے رکھا کہ وہ روئی کا گھر ہے جس کی ضرورت فوجی لباس اور تمبو کے لئے اشد لازمی ہے۔ ملایا سے ربڑ کی بہت پوری ہوتی ہے۔ ہندوستان سے کھانے پہننے کا سامان جاتا ہے اس لئے

نے دستور کا کھلونا دے کر اس کو بہلا دیا گیا۔

غور سے دیکھا جائے تو دنیا بھر میں کوئی ایسی اور سلطنت نہیں جو اپنی ضروریات کی خود ہی کفیل، اور جسے کسی دوسرے کے آگے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے بلا مبالغہ جس جانب برطانیہ جھک جائے گا وہ پلڑا بھاری ہو کر رہے گا۔

۲۔ فرانس کے سال گذشتہ کا فوجی بجٹ ۱۰۰۰۰ ملین فرینک تھا۔ جب سے جرمن نے رائن لینڈ پر قبضہ کیا فرانس کو اپنی فوجی تنظیم نئے سرے سے کرنی پڑ گئی ہے۔ چنانچہ فرانس کے وزیر جنگ مسٹر ڈالڈیر نے ایک چہار سالہ فوجی پروگرام پیش کیا ہے جس کا تخمینہ ۱۴۰۰۰ ملین فرینک ہے۔ گذشتہ اکتوبر میں کابینہ نے ۵۰۰۰ ملین ہوائی قوت کی توسیع پر خرچ کرنا منظور کئے ہیں۔ خاص اپنی سرحدوں کے استحکام کے علاوہ فرانس نے ۲ ملین فرینک کی گرانقدر رقم بطور قرض پولینڈ کو دینی منظور کی ہے تاکہ وہ اپنی قوت بڑھا سکے۔ واضح ہو کہ پولینڈ وہ ملک ہے جو اپنے میزانیہ کا ایک تہائی پہلے ہی اپنی فوجی ضروریات پر صرف کرتا ہے۔ فرانس کی موجودہ فوجی طاقت کچھ کم مضبوط نہیں ہے۔ ساڑھے چار لاکھ سٹینڈنگ افواج کے علاوہ نوآبادیات اور مقبوضات میں ڈہائی لاکھ سپاہ موجود ہے۔ اور بغیر ان مقبوضات کے واقعی فرانس کی فوجی ضروریات ہرگز پوری نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ نوآبادیوں سے تعلقات اور ذرائع آمد و رفت محفوظ رکھنے کے لئے فرانس نے اپنی بحری قوت بڑھا لی ہے۔ ۹ بڑے بحری جہاز۔ چودہ کروزر ساٹھ تباہ کار، ۱۰۲ آبدوز وغیرہ کا وزن ۵۰۲۰۰۰ ٹن سے زائد ہے۔ اور جو ۲۰۲۰۰۰ ٹن کے نئے جہازات زیر تعمیر ہیں وہ الگ رہے ان میں ۲۰ تباہ کار اور ۱۱ آبدوز شامل ہیں۔ ہوائی قوت فرانس کی دنیا میں تیسرے درجہ کی ہے۔ اس کے پاس ۳۱۰۰ جہاز ہیں جن میں ۱۸۰۰ بڑے بم باز ہیں جن میں ۴۵۰۰۰ آدمی ملازم ہیں۔ چھ سو سیکنڈ ہینڈ جہاز ہیں اور سات سو کے قریب ہوائی تعلیم دینے کے لئے درسگاہیں موجود ہیں۔ امید کی جاتی ہے مستقبل قریب میں ہوائی قوت کو اور ترقی دی جائے گی۔

۳۔ جرمنی جرمنی جو ہٹلر کے خونین پنجہ میں گرفتار ہے جنگ کے لئے تمام ممالک سے زیادہ تیار ہے اور اپنی نجات اور فلاح کا ذریعہ محض جنگ تصور کرتا ہے چنانچہ اس وقت جرمنی سپاہ آٹھ لاکھ کے قریب تیار ہے۔ ہر اٹھارہ سالہ نوجوان فوجی خدمت پر مجبور ہے۔ اس لازمی فوجی سروس کا نتیجہ بہت ہی مفید نکلا ہے۔ اور اگست ۱۹۳۶ء سے عارضی سروس سے جس کی رو سے ہر بالغ دو سال کی خدمت پر فوراً مجبور کر دیا جاتا ہے۔ تین لاکھ تعلیم یافتہ سپاہ کا گروہ پیدا ہو گیا ہے ان کے علاوہ نازیوں کی خاص ملٹری ایجنسی کی کارگذاریاں تیرہ لاکھ سپاہ علیحدہ تیار کر چکی ہیں دو لاکھ سپاہ پولیس والنٹیر ایک لاکھ موٹر کور اور تیس ہزار بھوری قمیص والے۔ ڈہائی لاکھ مزدور ایسے ہیں جو فوجی تعلیم پائے ہوئے ہیں ان سب کی مجموعی تعداد ساڑھے چھ لاکھ بیٹھتی ہے۔

بحری بیڑہ بھی جرمنی کا کافی طاقتور ہے۔ سات بحری قلعے نما جہاز چھ کروزر ۱۹ تباہ کار تیس آبدوز ملا کر ۱۰۸۰۰۰ ٹن وزن ہوتا ہے اور نئی اسکیم کی رو سے ان سب کو دگنا کیا جا رہا ہے اور ایک لاکھ ٹن کا وزن بڑھایا جا رہا ہے۔

جرمنی کی ہوائی طاقت پر راز کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ کوئی یقین کے ساتھ اعداد و شمار کا تعین نہیں کر سکتا جرمنوں کا اعتراف ہے کہ تین ہزار جہازوں سے کم کسی طرح نہیں ہیں بعض چار ہزار بھی بتاتے ہیں اس کے علاوہ یہ رپورٹ جس پر اعتماد کر لینے کے ذرائع ہیں بہت خطرناک ہے کہ جرمنی ہوائی طاقت بہت سرعت کے ساتھ بڑھا رہا ہے اور ہر ماہ تین سو ہوائی جہاز کا اضافہ کر لیتا ہے۔

۴. روس

یہی وہ ملک ہے جس کے نام سے ساری دنیا ڈرتی ہے۔ یہ انقلاب کا گھر اور اشتراکیت کا سرچشمہ ہے۔ جنگ کے لئے روس نے بھی بڑی بڑی تیاریاں کر لی ہیں۔ اور حال ہی میں جب سے جرمنی اور جاپان دو ملکوں کی طرف سے حملہ کا خطرہ لاحق ہوا ہے اس کی فوجی سرگرمیاں سہ چند ہو گئی ہیں۔ بلاشبہ کہا جا سکتا ہے کہ روس ساری دنیا کے ملکوں سے زیادہ افواج رکھتا ہے اس کی سٹینڈنگ آرمی تیرہ لاکھ ہے جس کا ہر شعبہ سامان حرب اور مشین گنوں سے لیس ہے۔ تین لاکھ سُرخ فوج الگ ہے۔ روس کی بحری طاقت برّی طاقت کے مقابلہ میں بہت زیادہ عظیم الشان نہیں تاہم روس کے پاس ستر اسّی کے قریب ایسے آبدوز ہیں جن کو سخت خطرناک قسم کا کہا جا سکتا ہے۔ ۷ کروزر اور چار جنگی قلعہ نما جہاز۔ ۴۵ تباہ کار الغرض دو لاکھ ٹن وزن کا سامان ہے۔ روس ہوائی طاقت میں ساری دنیا سے سبقت لے گیا ہے۔ اس کے پاس چار ہزار اعلیٰ درجہ کے ہوائی جہاز موجود ہیں جن میں سے دو ہزار فرسٹ لائن بمبار ہیں اور ایک ہزار فرسٹ لائن ریزرو۔

اس تمام سامان حرب کے ہوتے ہوئے بھی جس سے ساری دنیا پر ایک ایک پراسرار ہیبت چھائی ہوئی ہے روس اپنی فوجی تنظیم نئے سرے سے کر رہا ہے جس میں عورتوں کی بھی بٹالینیں قائم کی گئی ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے ۱۹۴۲ء تک روس ساری دنیا میں جنگی حیثیت سے بڑھ جائے گا۔

۵. اٹلی

مسولینی کا تو بیان ہے کہ ہمارے پاس اس وقت اسّی لاکھ جوان تیار ہیں۔ لیکن یہ گپ معلوم ہوتی ہے۔ البتہ اٹھارہ ماہ کی لازمی فوجی تعلیم کا نتیجہ کوئی معمولی نتیجہ بھی نہیں ہے۔ جب اکیس سے پچپن سال کی عمر کا ہر مرد شہری فوجی تعلیم پائے گا تو آخر ملک کے باشندوں پر فوجیت کیونکر مسلط نہ ہوگی۔ ساڑھے بارہ لاکھ فاشی افواج ہے جو ڈبل ہوئی ہمہ وقت تیار رہتی ہے کہ ایک اشارے پر لوہے اور خون کا کھیل کھیلنے لگے۔ اٹلی کی بحری قوت بحرِ روم کے لئے ایک دائمی خطرہ بن گئی ہے جس سے برطانیہ عظمیٰ تک خائف ہے۔ چار قلعہ نما جہاز ۲۳ کروزر ۱۰۳ تباہ کار اور تار پیڈو ۶۲ آبدوز الغرض ساڑھے چار لاکھ ٹن کا طومار عظیم ہے جس میں ڈیڑھ لاکھ ٹن کی مزید توسیع متوقع ہے۔ اٹلی کی ہوائی طاقت نے جو جنگ حبشہ میں مظاہرہ کیا ہے اس نے سارے عالم کو لرزہ براندام کر دیا۔ دو ہزار فرسٹ لائن ہوائی جہاز ایک ہزار فرسٹ لائن ریزرو اور چھ سو کے قریب ٹریننگ جہاز موجود ہیں۔ حال ہی میں مسولینی نے اعلان کیا ہے کہ جب تک میری تعلیم یافتہ فوج کی تعداد ایک کروڑ اور ہوائی جہازوں کی تعداد اتنی کہ سورج کو چھپا سکے نہ ہو جائے گی مجھے چین اور آرام نہ آئے گا۔ یہ تو خیر دھمکی ہے جسے فاشیوں کی فاش غلطی سمجھنا چاہیئے لیکن اس امر میں بھی شبہ کی گنجائش نہیں کہ اٹلی کا سیاسی نصب العین جنگ ہے

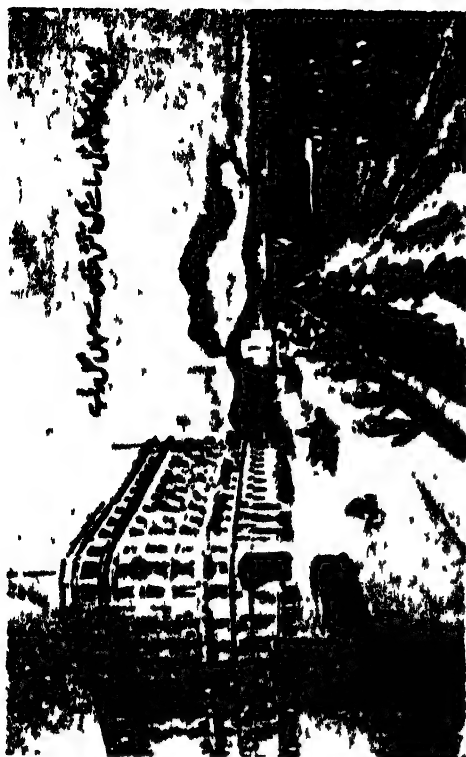
جس کے لئے وہ آمادہ اور تیار ہے۔

۶۔ جاپان چند چھوٹے چھوٹے جزیروں والا ملک اس وقت ساری دنیا کو دعوت مبارزت دے رہا ہے اور کم از کم چین کو کامل طور پر تسخیر کرلینا اس کا اولین نصب العین ہے۔ اس کی فوجی طاقت اس قدر بڑھ گئی ہے اور بڑھتی جارہی ہے کہ ملک جاپان کو ایک فوجی کیمپ کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ حکومت اور سول حکام بھی اب اس کی خود سر فوج کو قابو میں نہیں رکھ سکتے۔ لہٰذا بجز اس کے کہ اس عظیم الشان عسکریت کو کسی محاربہ عظیم میں مصروف کر دیا جائے۔ نجات کی صورت اور کوئی جاپانیوں کو نظر نہیں آتی۔ جاپان نے ساری دنیا کی تجارتی منڈیوں پر قبضہ کرلیا ہے لیکن اس سب زرومال کو فوجی مصارف پر خرچ کرنے کا بھی اس نے تہیہ کرلیا ہے۔ اس ننھے منے جزیرے میں چار لاکھ سپاہ تو ہر وقت تیار رہتی ہے اور ضرورت پڑے پہ نکٹی ناکوں اور چپٹے گالوں والا ملک پچیس لاکھ سپاہی۔ ۵۰،۰۰۰ آفیسر ایک اشارے پر میدان جنگ میں لاسکتا ہے۔ اور یہ سب سپاہ جو جرمنی موڈل پر تیار کی گئی ہے کل سامان حرب سے آراستہ اور پیراستہ ہے۔ ایک بات جاپان کی بہت قابل تحسین ہے وہ یہ کہ جاپان کا فوجی اخلاق (سپاہ کا کیرکٹر) بہت اعلیٰ ہے اور انسانیت کی اچھی مثال پیش کرتا ہے۔

جاپان کا بحری بیڑہ دنیا بھر میں تیسرے درجہ کا ہے۔ اس کے پاس دس بڑے قلعہ نما جہاز ۱۴ کروزر ۱۰۰ تباہ کار تارپیڈو اور ۷۰ آبدوز گویا ساڑھے آٹھ لاکھ ٹن کا وزن ہے جس میں نوے ہزار بحری سپاہ ملازم ہے۔ اسی ہزار ٹن کے جہاز زیر تعمیر ہیں۔ ہوائی طاقت جاپان کی کافی مستحکم ہے۔ ایک ہزار فرسٹ لائن جنگی جہاز اور تین سو ریزرو جہاز ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ جاپان کی سپاہ میں ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ روس سے دست و گریبان ہوجانے کے لئے بیتاب ہے۔ اور اسی لئے جنگ کے کل لوازمات ہر وقت تیار رکھے جاتے ہیں کہ نہ معلوم کس وقت اعلان جنگ ہوجائے۔

۷۔ امریکہ یہی وہ ملک ہے جو ساری دنیا میں ساہوکار کے نام سے مشہور ہے۔ دولت و ثروت اس کے قدموں میں کھیلتی ہے اس کی تین لاکھ سپاہ ہر وقت تیار رہتی ہے جو بہترین آلات جنگ سے آراستہ ہے اس کے علاوہ ۱۱۵۰۰۰ نیشنل گارڈ اور ۱۸۵۰۰۰ ریزرو اور ۴۵۵۰۰۰ ٹرینڈ ریکٹو ہر دم جنگ کے واسطے آمادہ رہتی ہے۔ اس کے سوا امریکہ کا بحری بیڑہ مہیب اور پرجلال ہے سارے عالم میں دوسرے نمبر پر۔ پندرہ بڑے قلعے نما جہاز۔ ۴۲ کروزر دو سو تباہ کار تارپیڈو ۹۰ آبدوز کل ۱،۳۴۰،۰۰۰ ٹن وزن ہے جس میں پونے تین لاکھ ٹن کا اضافہ ہونے والا ہے۔ اس کی ہوائی طاقت ڈیڑھ ہزار اعلیٰ درجہ کے ہوائی جہازوں پر مشتمل ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود یہ ملک اگر چاہے تو ساری دنیا کی فوج سے زیادہ فوج مہیا کرسکتا ہے۔ اس کے پاس روپیہ ہے جسے فوج اور جنگ کے لئے ہر وقت استعمال کیا جاسکتا ہے جسے قاضی الحاجات کہتے ہیں۔

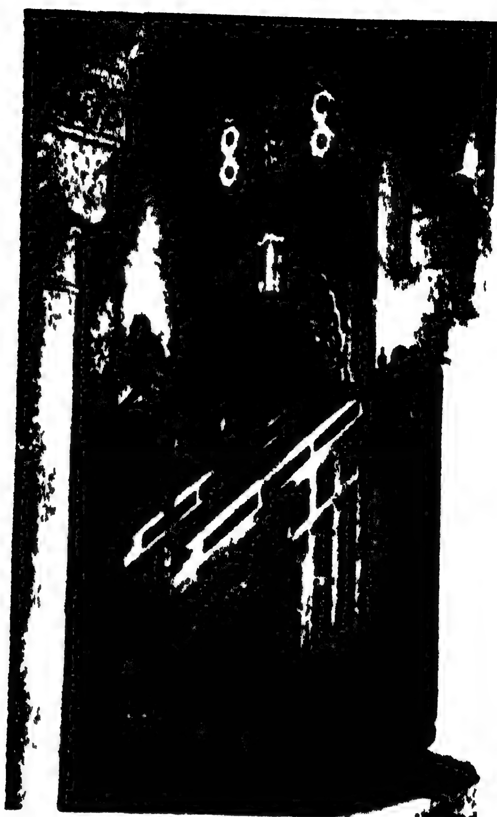
چھوٹی طاقتیں چھوٹے ممالک بھی آنے والے خطرے سے متوحش ہیں اور جلد جلد اپنی فوجی تنظیم کر رہے ہیں۔ چیکوسلوکیا نے حال ہی میں چار ہزار ملین کراؤن فوجی استحکامات پر خرچ کیا ہے۔ یوگوسلویا نے ۹۳۳۲ ملین دینا



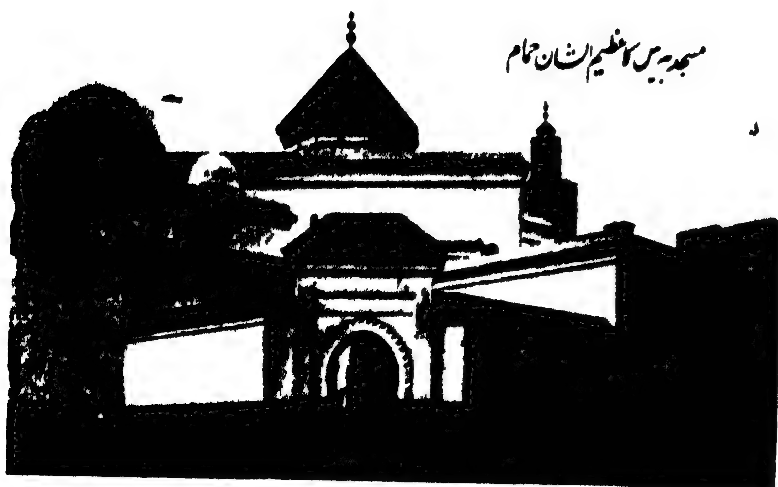








مسجد میں کا عظیم الشان حمام



فوج پر خرچ کرنا منظور کیا ہے۔ رومانیہ نے ۷۰۵۲ ملین دینار خرچ کئے ہیں بلجیئم نے ۱۳۵۵ ملین فرینک اور ہالینڈ نے ۵۳ ملین فلورن صرف جنگ منظور کیا ہے۔ یہ سب فوجی بجٹ سابقہ سالوں سے کئی کئی گنا زیادہ ہیں۔ معمولی سا ملک رومانیہ جو ریاست پٹیالہ سے بھی چھوٹا ہے ڈیڑھ لاکھ ٹرینڈ سپاہ رکھنے پر مجبور ہے۔ ورجیکوسلویکیا جس کی وسعت جودھپور سے کم ہے دو لاکھ سپاہ کا مالک ہے یوگوسلویا پانچ لاکھ سپاہ میدان جنگ میں لاسکتا ہے۔ علاوہ ان کے اس ملک کے پاس آٹھ سو ہوائی جہاز بھی موجود ہیں

لغرض یورپ کے ہر ملک پر جو فوجی ذہنیت طاری ہے ور جنگ کی تیاری جس تیزی سے ہو رہی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب کوئی خوفناک دھماکہ ہونے والا ہے۔ فرانس۔ برطانیہ۔ اور امریکہ جنگ کرنا نہیں چاہتے۔ ان ممالک کو وہ سب کچھ میسر ہے جس کی ہوس کی جا سکتی ہے اس کے برعکس اٹلی۔ جرمنی اور جاپان جنگ کے لئے بے قرار ہیں وہ بغیر لڑے اور خون خرابہ کرے رہ نہیں سکتے۔ روس ور فرانس ایک طرف۔ جرمنی۔ جاپان اور اٹلی دوسری طرف ہیں چھوٹی طاقتوں کو خواہ کوئی فریق گانٹھ لے۔ لیکن جس جانب برطانیہ جھکے گا اسی طرف پلڑہ بھاری ہو جائے گا۔ نیچے جدول میں ہم مختلف ممالک کی فوجی قوت اعداد و شمار میں دے دیتے ہیں۔

	نام ملک	فوجی سپاہ تیار		نام ملک	فوجی سپاہ تیار
(۱)	فرانس	ساڑھے چھ لاکھ	(۲)	چھوٹی طاقتیں	ساڑھے چار لاکھ
(۳)	جرمنی	نو لاکھ	(۴)	آسٹریا ہنگری	ایک لاکھ
(۵)	برطانیہ	ساڑھے پانچ لاکھ	(۶)	بلجئیم	ایک لاکھ
(۷)	اٹلی	ساڑھے سات لاکھ	(۸)	روس	ساڑھے تیرہ لاکھ
(۹)	چین	پانچ لاکھ	(۱۰)	جاپان	پانچ لاکھ
(۱۱)	امریکہ	تین لاکھ			

ہوائی طاقت

تعداد ہوائی جہاز	ملک
۴۰۰۰	روس
۳۵۰۰	برطانیہ
۳۱۰۰	فرانس
۳۰۰۰	جرمنی
۳۰۰۰	اٹلی

ہوائی طاقت

۱۵۰۰	امریکہ
۱۰۰۰	جاپان
۹۰۰	رومانیہ
۸۰۰	یوگوسلویا
۳۰۰	چیکوسلویکیا
۳۵۰	چین

ہوائی طاقت

٢٠٠	بلجیم

بحری طاقت

وزن ٹنوں میں	نام ملک
١،١٦١،٠٠٠	برطانیہ
١،٠٠٧٣،٠٠٠	امریکہ
٨٥٠،٠٠٠	جاپان
٥٠٢،٠٠٠	فرانس
٤١٦١٥٠٠	اٹلی

ہوائی طاقت

١٢٠	یونان

بحری طاقت

وزن ٹنوں میں	نام ملک
٢٠٠،٠٠٠	روس
١٨٠،٠٠٠	جرمنی
٤٠،٥٠٠	یونان
٩٠،٥٠٠	یوگوسلاویا

ان سب تیاریوں کا کیا نتیجہ ہونے والا ہے اور یہ سب انتظامات کس دن کے لئے کئے جا رہے ہیں۔ آپ خود اندازہ کریں۔

ہندوستان کا فیڈرل نظامِ حکومت

جدید قانون ہند کے مطابق ہندوستان کا آئندہ نظامِ حکومت ایک خاص قسم کا فیڈرل نظامِ حکومت ہوگا۔ اس کی تفصیلات میں جانے سے قبل یہ ضروری ہے کہ ناظراتِ عصمت کو یہ بتایا جائے کہ فیڈرل نظامِ حکومت کے عام طور پر معنے کیا ہیں۔ بے محل نہ ہوگا اگر اس موقعہ پر درجۂ نوآبادیات کا بھی ذکر کر دیا جائے۔ اس لئے ایک عرصہ تک ہندوستان کے قوم پرست درجۂ نوآبادیات کے حصول کا مطالبہ کرتے رہے اور آج بھی ہندوستانیوں کے اعتدال پسند طبقے کی خواہش درجہ نوآبادیات کا حصول ہی ہے۔ نیز سلطنت برطانیہ جن علاقوں میں مشتمل ہے ان میں سے اکثر کو درجۂ نوآبادیات ہی حاصل ہے۔ درجہ نوآبادیات کے معنے مختصراً یہ ہیں کہ ہر نوآبادی کو اندرونی طور پر پوری حکومت خود اختیاری حاصل ہے اگرچہ سلطنتِ برطانیہ کی نوآبادیات اختیارات اور اقتدار کے اعتبار سے ایک گونہ مختلف ہیں لیکن ہر نوآبادی میں جسے درجۂ نوآبادی حاصل ہے ایک نمائندہ مجلس آئین ساز موجود ہے وہاں عام طور پر پارلیمنٹری حکومت قائم ہے یعنے جس پارٹی کی جماعت آئین ساز میں اکثریت ہوتی ہے وہ حکومت کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ لیتی ہے۔ اور مجلس آئین ساز کے روبرو جواب دہ ہوتی ہے۔ اگرچہ آئینی طور پر ہر نوآبادی برطانی پارلیمنٹ کے زیرِ حکومت ہے اور ملک معظم وہاں کے لئے گورنر جنرل کا تقرر کرتے ہیں لیکن نہ گورنر جنرل اور نہ پارلیمنٹ مقامی حکومت یا مجلس آئین ساز کی کارروائیوں میں مداخلت کر سکتی ہے۔ جہاں تک لکھے ہوئے قانون کا تعلق ہے گورنر جنرل کے اختیارات کافی وسیع ہیں اور برطانوی پارلیمنٹ کو تو پورے ہی اختیارات حاصل ہیں۔ لیکن زیادہ دُور کے زمانے کو نظر انداز کر دیا جائے۔ تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ نوآبادیاں اپنے اندرونی معاملات میں بالکل آزاد ہیں پچھلی جنگ کے بعد سے آج تک ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ برطانی پارلیمنٹ یا گورنر جنرل نے کسی نوآبادی کے کسی قانون کو مسترد کیا ہو۔ یہ نہیں ہے کہ اس قسم کی ضرورت محسوس نہ کی ہو۔ اب بھی جنوبی افریقہ کے بعض قوانین کا قضیہ درپیش ہے۔ اس سلسلے میں برطانوی حکومت کی خواہش یہ ہے کہ اُن میں ترمیم کر دی جائے لیکن وہ اپنے حقوق کو استعمال نہیں کرتی اور حکماً اُن میں ترمیم نہیں کراتی بلکہ صلاح مشورے گفت وشنید کے ذریعہ قوانین میں ترمیم کی خواہش کر رہی ہے۔ زیادہ صحیح تو یہ ہے کہ حق و انصاف کا مطالبہ کر کے نہیں بلکہ ہندوستان میں اپنی پوزیشن کے خراب ہونے کا واسطہ دے کر التجائیں کی جا رہی ہیں اس سب کے معنے یہ ہوئے کہ سوائے اس قید کے کہ کوئی آبادی حکومت برطانیہ سے بالا بالا کسی غیر سلطنت سے صلح اور جنگ نہیں کر سکتی ورنہ ہر نوآبادی اپنے اندرونی معاملات میں بالکل سیاہ اور سفید کی مالک ہے۔ اور اُسے مکمل سوراج حاصل ہے۔

ہندوستان کے باشندے ایک عرصہ تک اسی قسم کی حکومت کے طالب رہے اور آج بھی سوائے اُن لوگوں کے جو درجہ نوآبادیات کے حاصل ہونے کے مطالبہ کے بیدار ہونے سے بددل اور مایوس ہو کر مکمل آزادی کو نصب العین قرار دے

رہے ہیں باقی سب لوگ درجۂ نوآبادیات کے طالب ہیں لیکن ہندوستان کو جو یہ قانونِ ہند میں درجۂ آبادیات نہیں دیا گیا بلکہ انہیں فیڈرل نظام حکومت دیا گیا ہے اور وہ بھی ایک خاص قسم کا عام طور پر فیڈرل نظام حکومت اُس ملک کے لوگ یا اُس ملک کی وہ ریاستیں جو فیڈریشن میں شریک ہونے کو آمادہ ہوں خود بناتی ہیں۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے۔ بچوں کو چھوڑ کر ہر ہوشیار شخص سے رائے لی جاتی ہے اور اس عام رائے کے ماتحت ایک نظامِ حکومت مرتب کرکے نمائندہ جلسے بھی پیش کیا جاتا ہے۔ یا یہ ہوتا ہے کہ ملک کی مختلف ریاستیں اپنی نمائندہ جماعتوں میں نظام حکومت کو منظور کرتی ہیں جس میں کچھ اختیارات اُس نمائندہ جماعت کے سپرد کردئے جاتے ہیں جو تمام ریاستوں کے منتخب شدہ نمائندوں پر مشتمل ہوگی۔ اور جو تمام ملک کے عام مسائل کے انصرام کی ذمہ دار ہوگی اور بیشتر حقوق یا اختیارات ہر ریاست جو فیڈریشن میں شریک ہونے کو آمادہ ہو اپنے لئے مخصوص کرلیتی ہے۔ فیڈرل نظامِ حکومت کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ ایک ملک کی مختلف ریاستوں کی مجالس آئین ساز یا پارلیمنٹیں ملک کے عام مفاد کی نگرانی اور ریاستوں کے آپس کے تعلقات کو درست رکھنے کے لئے ایک مرکزی جماعت کے واسطے اپنے اپنے نمائندوں کا انتخاب کرتی ہیں اور تمام ریاستوں کے منتخب شدہ نمائندوں کے اجتماع سے ایک مرکزی جماعت کی تشکیل ہوتی ہے جہاں جہاں فیڈرل نظامِ حکومت قائم ہے وہاں اس کی تشکیل مختلف طریقہ سے ہوتی ہے مثال کے طور پر امریکہ کا نظام حکومت وہاں کے لوگوں نے خود بنایا۔ یہ لوگ ایک جلسے میں جمع ہوئے جس میں بہت بڑی تعداد مختلف ریاستوں کے نمائندوں کی تھی۔ اب جب تک اتنی ہی تعداد مختلف اداروں کے نمائندوں کی جمع نہ ہو نظام حکومت تبدیل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ جو جماعت فیڈرل نظام حکومت کو قائم کرتی ہے وہ اُس کو تبدیل بھی کرسکتی ہے۔ سوئٹزرلینڈ کا نظامِ حکومت ملک کے ہر شخص کی رائے سے بنا ہے۔ اور اس کے تبدیل کرنے کے لئے بھی ہر شخص کی رائے لینے کی ضرورت ہے۔ فیڈرل حکومت کے اختیارات اُس کے مختلف اجزا میں بانٹ دئے جاتے ہیں چند اختیارات مرکزی حکومت کو حاصل ہوتے ہیں اور بیشتر ریاستوں کو مرکزی حکومت کے اختیارات کی نوعیت عموماً یہ ہوتی ہے کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ ملک کو جنگ میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں۔ صلح کرنی چاہئے یا نہیں۔ غیر ممالک کے ساتھ تجارتی معاہدے یا دیگر امور کا تصفیہ وغیرہ وغیرہ۔

فیڈرل نظامِ حکومت کے سلسلے میں زیادہ تر ایسے جھگڑے پڑ جاتے ہیں کہ تفصیلات کے اعتبار سے کون کون سے اختیارات مرکزی حکومت کو حاصل ہیں اور کون کون سے ریاستوں کو۔ ان کا تصفیہ فیڈرل عدالت کرتی ہے۔ امریکہ میں یہ کام عدالت عالیہ کے سپرد ہے جو نظامِ حکومت کے متعلق ہر طرح کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتی ہے سوئٹزرلینڈ اور فرانس میں بھی اسی طرح کی عدالتیں قائم ہیں۔ امریکہ میں اس غرض کے لئے دراصل تین ادارے ہیں۔ صدر جمہوریت امریکن۔ کانگرس۔ اور عدالت عالیہ اس تینوں اداروں کو مختلف امور کے فیصلوں کے اختیارات حاصل ہیں لیکن اختیارات کی قانونی بحث کا محکمہ فیصلہ عدالتِ عالیہ کو ہی حاصل ہے فیڈرل نظامِ حکومت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے قیام سے ملک کے مختلف

حصص کے لوگ آہستہ آہستہ ایک دوسرے کے قریب ہوتے جاتے ہیں ریاستیں آہستہ آہستہ برائے نام رہ جاتی ہیں اور فیڈرل سلطنت ایک متحدہ قوم کی عظیم الشان سلطنت کی شکل اختیار کر لیتی ہے جہاں یہ فائدہ ہے وہاں اُس کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ ایک عرصہ تک فیڈرل حکومت بہت کمزور رہتی ہے کیونکہ حاکمانہ اختیارات منقسم رہتے ہیں۔ اس کا دوسرا نقص یہ ہے کہ چونکہ فیڈرل نظام حکومت میں قانونی موشگافیوں کا بہت زیادہ خیال رکھنا پڑتا ہے اور نظام کی حد درجہ پابندی کرنی پڑتی ہے اور اس میں وقت ضروریات کے مطابق تبدیلی بہت دشوار ہوتی ہے اس لئے لوگ قانونی اُلجھنوں میں زیادہ وقت صرف کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور ان میں قدامت پسندانہ خیالات ترقی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کبھی کبھی ایک عام شہری کے لئے یہ مسئلہ بھی بہت پیچیدہ ہو جاتا ہے کہ وہ مرکزی حکومت کا زیادہ وفادار رہے یا اُس ریاست کا جس میں وہ رہتا ہے۔ بہرحال ان خرابیوں کے باوجود دنیا کے مختلف حصوں میں فیڈرل نظامِ حکومت کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔

فیڈرل نظامِ حکومت کے اس عمومی تذکرے کے بعد ہندوستان کے جدید فیڈرل نظامِ حکومت کی نوعیت بتانی ضروری ہے۔ ہندوستان میں جو فیڈرل نظامِ حکومت قائم کیا جا رہا ہے۔ اُس کی تشکیل کی صورت بالکل مختلف ہے۔ حکومت برطانیہ نے لندن میں گول میز کانفرنس کے تین اجلاس کئے جن میں برطانوی ہند کے باشندے والیان ریاست یا ان کے نمائندے ہندوستان کی جدید نظامِ حکومت کی تشکیل کے لئے برطانوی پارلیمنٹ کے نمائندوں کے ساتھ مل کر بحث مباحثہ میں شریک ہوئے۔ برطانوی ہند کے جو باشندے گول میز کانفرنسوں میں شریک ہوئے وہ منتخب شدہ نمائندے نہ تھے بلکہ حکومت کے نامزد کئے ہوئے نمائندے تھے۔ حکومت نے مختلف افراد کو نامزد کرتے وقت اُس کا ضرور خیال رکھا کہ مختلف اقوام اور مختلف مفاد کی نمائندگی ہو۔ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے بعد ہندوستان کے لئے جو نظامِ حکومت مرتب ہوا اُسے شائع کر دیا گیا۔ اور پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کی کمیٹیوں کے متعلق اپنی سفارشات مرتب کرنے کے لئے مقرر کرائی گئی پارلیمنٹ کی مشترکہ کمیٹی میں ۱۶ اراکین دارالامراء کے اور ۱۶ اراکین دارالعلوم کے شامل تھے اس کمیٹی کا تقرر ۲۰ نومبر ۱۹۳۳ء کو ہوا اور اس نے اپنی کارروائی ۱۹ نومبر ۱۹۳۳ء سے شروع کر دی اور اس کی کارروائی کا اختتام ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو ہوا کمیٹی کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ بغرض شہادت ہندوستانی ریاستوں اور برطانی ہند کے نمائندوں کو بھی طلب کر سکتی ہے چنانچہ اس نے ہندوستانی ریاستوں کے ، نمائندے برطانی ہند کے ۱۰ نمائندے اور برہما کے بارہ نمائندے طلب کئے اس کمیٹی کی ۱۵۹ نشستیں اور ۱۲۰ گواہوں کے بیان لئے گئے۔ کمیٹی کی سفارشات شائع ہونے کے بعد مسودہ قانون اصلاحات ہند مرتب کیا گیا اور پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے بعد ترمیم و تنسیخ منظور ہو گیا اور ۲ اگست ۱۹۳۵ء میں اس پر شہنشاہ ہند کے دستخط ثبت ہو گئے۔ اور یکم اپریل ۱۹۳۷ء سے اس کے نفاذ کا اعلان ہو گیا۔

قانون کی بنیاد ہندوستان میں فیڈریشن کے قیام پر ہے جس میں ہندوستان کے مختلف صوبجات شامل ہوں گے اور یہ بھی فرض کر لیا گیا ہے کہ اس میں ہندوستان کی بہت سی دیسی ریاستیں بھی شامل ہو جائیں گی۔

ہندوستان کا فیڈرل نظامِ حکومت تفصیلات کے اعتبار سے بھی ایک خاص قسم کا ہے اور تشکیل اور نفاذ کے اعتبار سے بھی اس کی نوعیت دیگر فیڈرل نظم حکومت سے جدا ہے۔ تفصیلات کا ذکر آئندہ اشاعتوں میں کیا جائے گا۔ اس کی تشکیل اور جداگانہ نوعیت یہ ہے کہ نہ اسے ملک کے مختلف نمائندوں نے مرتب کیا ہے اور نہ ملک کے صوبوں کی مجلس آئین ساز نے مرتب کیا ہے اور نہ ہندوستان کی دیسی ریاستوں کے نمائندوں نے بلکہ برطانوی پارلیمنٹ نے ہندوستانیوں کے بیان سننے اور مشوروں سے مدد لینے کے بعد مرتب و منظور کیا ہے اور شاہ انگلستان نے بحیثیت شہنشاہِ ہند اس کے نفاذ کا فرمان جاری فرمایا ہے۔

قاری عباس حسین (دہلی)

ڈی۔ایم۔سی

اہلِ ہندوستان کی صنعت و حرفت کی پستی سے زمانۂ موجودہ میں غیر اقوام نے جس قدر فائدہ اٹھایا ہے اس کا اندازہ لگانا دشوار ہے، چہ جائیکہ اپنے ملک کو ترقی دے کر ممالک غیر کی مصنوعات سے مقابلہ کرنا۔

صدہا اشیا میں سے جو ممالک غیر سے ہندوستان میں آ کر فروخت ہوتی ہیں ایک ڈی۔ ایم۔ سی۔ کاٹن بھی ہے میں نے اس چیز کو اس لئے انتخاب کیا ہے کہ یہ آج کل ہر قسم کی دستکاری میں بکثرت استعمال ہوتی ہے اور نہایت گراں ہے علاوہ ڈی۔ایم۔سی کے اٹلی و جاپان سے کثیر مقدار میں اس قسم کا چمکدار سوت ہندوستان میں آتا ہے ہندوستان کی ملوں میں بھی ایسا تاگہ تیار ہونے لگا ہے لیکن صرف اتنی مقدار میں تیار ہوتا ہے کہ اس مل کی کپڑا بننے کی ضروریات میں کام آئے۔

دہلی میں بہت سے کارخانے سوتی پیچک اور گوٹے بنانے کے ایک عرصے سے قائم ہیں اور ان کا تیار کردہ مال ملک کے بہت بڑے حصہ کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ کارخانے بہت قلیل منافع حاصل کرتے ہیں کیونکہ یہ ولایتی تاگہ نہایت گراں قیمت پر خرید کر اس کو رنگ کر گوٹے بناتے ہیں۔ چند سال ہوئے دہلی کے ایک کارخانے نے ڈی ایم سی کے مقابلہ پر ڈی۔ آر۔ جی کے نام سے گوٹے تیار کر کے بازار میں بھیجے۔ اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں کا تاگہ نہایت اچھا تھا اور رنگ بھی پختہ تھے لیکن اس کارخانہ کو صرف تاگہ رنگ کر گوٹے بنانے کا شرف حاصل تھا۔ تاگہ ولایتی ہوتا تھا۔

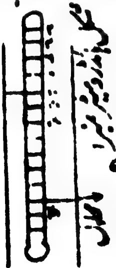
عصمتی بہنوں کو غالباً اس کا علم نہ ہوگا کہ کاڑھنے کے رنگین گولوں کا تاگہ اس قدر چمکدار اور مضبوط کیوں ہوتا ہے ممکن ہے کہ بہت سی بہنیں اس کو ریشم ہی خیال کرتی ہوں۔ میں نے اس کو ٹسر کے نام سے بھی موسوم ہوتے سنا ہے۔ حالانکہ اس کو ٹسر سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا۔ ٹسر ایک قسم کا ریشم ہوتا ہے جو بعض ممالک کے جنگلی ریشم کے کیڑوں سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ خاکی رنگ کا ہوتا ہے اور اس کا بنا ہوا کپڑا بکثرت ٹسر سلک کے نام سے فروخت ہوتا ہے۔ ڈی ایم سی دراصل مرسرائز تاگہ ہوتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرسرائز کیا ہوتا ہے؟ مرسرائز اور سوت ایک ہی چیز ہے۔ سوتی تاگہ کو ایک خاص طریقے سے ادویہ میں چلا کر مرسرائز کیا جاتا ہے جس سے تاگہ چمکدار اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ تھوڑی سی محنت سے معمولی بنا ہوا سوتی تاگہ مثل ڈی۔ ایم۔ سی۔ تاگے کے چمکدار، مضبوط اور پختہ رنگ کا تیار ہو سکتا ہے جس کے لئے پہلے تاگہ کو مرسرائز کرنا ہوگا اور پھر رنگنا۔

قبل اس کے کہ مرسرائز کرنے اور رنگنے کا آسان اور عملی طریقہ تحریر کروں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مرسرائز کرنے کے متعلق مفصل طور پر تحریر کروں تاکہ اچھی طرح ذہن نشین ہو سکے۔

۱۸۴۴ء میں انگلستان کے ایک کیمسٹ جان مرسر نے یہ دریافت کی کہ اگر سوتی کپڑے یا تاگے کو کاسٹک سوڈے کے گاڑھے محلول میں ڈالا جائے تو اس میں چمک پیدا ہو جاتی ہے اور وہ بہ نسبت پہلے کے زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی خرابی بھی ہو جاتی ہے کہ وہ سکڑ جاتا ہے۔ اس عمل کا نام اس کے موجد کے نام پر مرسرائز کرنا رکھا گیا۔ عام طور پر یہ یقین کیا جاتا ہے کہ کاسٹک سوڈا سوت کو گلا دیتا ہے۔ لیکن قدرت کے کرشمے عجیب ہیں۔ کاسٹک سوڈے کا ہلکا پانی سوت کو گلا دیتا ہے اور گاڑھے پانی میں ڈالنے سے سوت مرسرائز ہو کر مضبوط ہو جاتا ہے۔

کچھ عرصہ تک تو یہ دریافت اس لئے سودمند نہ ہوئی کہ کپڑا بہت سکڑ جاتا تھا، لیکن ۱۸۹۵ء میں ٹامس اور پریوسٹ نے دریافت کیا کہ اگر کپڑے یا سوت کو خوب کھینچی ہوئی حالت میں کاسٹک میں چلایا جائے تو وہ سکڑتا نہیں اور چمک بھی زیادہ آتی ہے۔ مزید تجربات سے یہ بات تحقیق ہوئی کہ کاسٹک سوڈا کسی معقول مقدار میں استعمال کیا جائے سوت مرسرائز ہو جاتا ہے لیکن بہترین مرسرائز ۵۰ درجہ ٹواڈل سے ۷۰ درجہ ٹواڈل کے محلول میں ہوتا ہے۔ Hydrometer

ٹواڈل ادویہ کے محلول کے گاڑھے پن کا اندازہ کرنے کا معیار ہوتا ہے۔ اس کے لئے ہائڈرومیٹر استعمال ہوتا ہے جو تھرمامیٹر سے مشابہ ہوتا ہے۔ اس میں نشان بنے ہوئے ہوتے ہیں اور ان پر نمبر ہوتے ہیں۔ کسی پتلے اونچے برتن میں وہ محلول جس کے گاڑھے پن کا اندازہ کرنا ہو بھر دیا جاتا ہے اور اس میں ہائڈرومیٹر ڈالا جاتا ہے۔ ہائڈرومیٹر کا جو نمبر محلول کی سطح کے برابر آکر قائم ہو جاتا ہے وہی اس کا درجہ ٹواڈل ہوتا ہے۔ جتنا زیادہ گاڑھا محلول ہوگا اسی قدر ہائڈرومیٹر زیادہ نمبر بتلائے گا۔ ٹواڈل ہائڈرومیٹر میں ۱۷۰ درجے ہوتے ہیں جو ۶ نمبر کے مختلف ہائڈرومیٹروں پر تقسیم کئے جاتے ہیں نمبر ۱ کا ہائڈرومیٹر درجہ ایک سے ۲۰ درجہ تک ظاہر کرتا ہے۔ ۲۰ درجہ سے آگے نمبر ۲ کا ہائڈرومیٹر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس شکل سے کسی محلول کے اندازہ کرنے کا طریقہ اچھی طرح واضح ہو جائے گا۔ مرسرائز کرنے کے لئے کاسٹک سوڈا کے محلول ناپنے کے لئے نمبر ۲ کا ہائڈرومیٹر موزوں ہوتا ہے۔



سوت یا کپڑے کو اس محلول میں ڈالتے ہی کھینچا جاتا ہے اور ایک منٹ تک اس میں رکھ کر کھنچی ہوئی حالت میں سادہ پانی سے دھویا جاتا ہے اور پھر ہلکے تیزاب کے پانی میں چلا کر دھویا جاتا ہے تاکہ کاسٹک سوڈے کا اثر بالکل زائل ہو جائے۔ اور کپڑا اور سوت مرسرائز کرنے کی علیحدہ علیحدہ مشینیں ہوتی ہیں جن کی مدد سے کثیر مقدار میں کپڑا یا سوت بہت جلد مرسرائز ہو جاتا ہے۔

سوت کی لچھیاں مرسرائز کرنے کے لئے مختلف ساخت کی مشینیں استعمال ہوتی ہیں لیکن اصول سب کا ایک ہی ہے۔ ہر مشین میں کم از کم ایک جوڑ لوہے کے مضبوط بیلن ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک بیلن دوسرے سے دور ہٹ سکتا ہے۔ لچھیاں ان بیلنوں پر چڑھا دی جاتی ہیں اور کاسٹک سوڈے کا محلول ۵۶ درجہ ٹواڈل کا، بیلنوں کے اوپر لگی ہوئی سوراخ دار نلکیوں میں سے گرایا جاتا ہے۔ جب لچھیاں بھیگ جاتی ہیں تو ایک بیلن دوسرے بیلن سے ہٹتا ہے اور لچھیاں خوب

کھنچ جاتی ہیں۔ اس کے بعد مشین میں ہی لگے ہوئے پانی کے نل سے وہ خوب دھوئی جاتی ہیں۔ دھونے کے بعد ان کو اتار کر گندگ کے تیزاب یا نمک کے تیزاب کے ہلکے پانی میں چلا کر پھر دھوئی جاتی ہیں۔ جدید تجربات سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ تیزاب کے پانی میں چلانا ضروری نہیں بلکہ پہلے گرم اور پھر ٹھنڈے پانی سے خوب دھو دینا ہی کافی ہوتا ہے۔

مرسرائز کرنے کا سہل طریقہ

سب سے پہلے ایک لوہے کی چادر کی چوکور کشتی تیار کرائیں جو ۳۔ انچ گہری ۳۔ فٹ لمبی اور دو فٹ چوڑی ہو۔ اس کشتی سے کچھ چھوٹا لکڑی کا ایک فریم کمربند بننے کے فریم کی طرح تیار کرائیں۔ یہ فریم اتنا بڑا ہو کہ کشتی میں آجائے۔ فریم کے دونوں لمبے ڈنڈوں میں اوپر کی طرف سوراخ ہونے چاہئیں تاکہ اوپر کا ڈنڈا دور ہٹایا جا سکے۔ اب بٹے ہوئے سوت کی دُھلی ہوئی سفید لچھیاں لے کر اس فریم پر چڑھائیں اور بائیں طرف ڈنڈے کو خوب کھینچ کر نیچے کیلیں لگا کر ڈنڈے کو وہیں قائم کر دیں۔ جیسے کمربند کا تانا چڑھایا جاتا ہے کشتی میں کاسٹک سوڈے کا محلول جو ایک حصہ کاسٹک سوڈ اور ۲ حصہ پانی ملا کر تیار کیا ہوا ہو ڈالیں۔ کاسٹک سوڈا پانی میں ڈالنے سے وہ خوب گرم ہو جائے گا۔ اس کو خوب ٹھنڈا ہونے دیں جب کشتی میں ڈالیں۔ یا کشتی ہی میں ٹھنڈا کریں۔



اس کے بعد کشتی میں فریم کو معہ لچھیوں کے لٹا دیں۔ جب لچھیاں خوب تر ہو جائیں ایک منٹ کے بعد فریم کو نکال کر اس پر ہلکا گرم پانی خوب بہائیں۔ پھر ٹھنڈے پانی سے خوب دھوئیں جب کاسٹک سوڈے کا اثر بالکل نکل جائے تو لچھیاں اتار لیں۔ خشک ہونے پر یہ تاگہ نہایت چمکدار اور مضبوط ہو جائے گا۔ یہ احتیاط رکھیں کہ کاسٹک کے پانی میں ہاتھ بالکل نہ لگے اور سوت دھونے کے وقت بھی اس کا لحاظ رکھیں کہ ہاتھوں یا چہرہ پر اس کی چھینٹ نہ پڑے کیونکہ اس کے اثرات نہایت مضر ہوتے ہیں۔ لچھیوں کو فریم پر جتنا زیادہ تانا جائے گا اتنی ہی چمک آئے گی۔ کاسٹک سوڈے کا محلول خوب ٹھنڈا ہونا چاہیئے۔ اگر موسم گرما میں مرسرائز کریں تو محلول میں تھوڑا سی برف ڈال دیں۔ کشتی میں جو محلول بچ جائے اس میں دوبارہ سہ بارہ یا جتنی بار چاہیں اور لچھیاں مرسرائز کر سکتے ہیں۔ جب محلول کم رہ جائے تو محلول اور بڑھا دیں۔ اگر دھونے کا انتظام خاطر خواہ نہ ہو سکے تو بہتر یہ ہے کہ مرسرائز کرنے کے بعد گرم پانی سے دھو کر، اسیر پانی میں ۵ تولہ گندگ کا تیزاب ملا کر اس پانی میں لچھیوں کو ایک منٹ تک بھگوئیں۔ پھر ٹھنڈے پانی سے خوب دھو ڈالیں۔

سوت کی چھوٹی سی لچھی اس طرح بھی مرسرائز ہو سکتی ہے کہ اس کو فریم پر چڑھا کر ایک لوٹے میں کاسٹک سوڈے کا محلول لیں اور اس کی ٹونٹی سے لچھی کو تر کریں۔ نیچے ایک برتن رکھ لیں تاکہ محلول ضائع نہ ہو اور دوبارہ کام آسکے۔ جب لچھی اچھی طرح تر ہو جائے تو اس کو گرم اور پھر ٹھنڈے پانی سے دھو ڈالیں۔ فریم پر دھونے کے بعد لچھیوں کو اتار کر پھر سات آٹھ پانیوں سے خوب دھونا چاہیئے۔ مرسرائز کرنے کے بعد جتنا تاگہ سفید رکھنا ہو علحدہ کر لیں۔ اور بقیہ کو حسب ضرورت مختلف رنگ کی رنگ لیں۔

رنگنے کے طریقے

رنگنے کے لئے بہترین رنگ ماٹھ کے Vat colours ہوتے ہیں جو انڈینتھرین رنگ

Indanthren colours کے نام سے فروخت ہوتے ہیں۔ یہ رنگ اتنے پختہ ہوتے ہیں کہ بھٹی پر بھی نہیں چھوٹتے اور نہ دھوپ سے اڑتے ہیں ان کا رنگنا سہل ہے۔ اگر پوری احتیاط سے میرے تحریر کردہ طریقوں پر عمل کر کے رنگے جائیں گے تو امید ہے کہ کامیابی ہوگی۔

رنگنے کا طریقہ تحریر کرنے سے پہلے چند رنگوں کے نام تحریر کئے جاتے ہیں تاکہ یہ رنگ منگا کر تجربات کئے جائیں۔

(۱) گلابی اور سرخ کے لئے انڈنتھرین بریلینٹ پنک آر (Indanthren Brilliant pink R)
(۲) سبز اور انگوری کے لئے انڈنتھرین بریلینٹ گرین جی جی (" " Green GG)
(۳) کتھئی اور شتری کے لئے " براؤن آر (" Brown R)
(۴) کاسنی اور اودے کے لئے " وائلٹ فور آر (" Violet 4R

ان رنگوں کے نمونے ہیویرو ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ۔ پوسٹ باکس نمبر ۳ بیلرڈ اسٹیٹ بمبئی Havero Trading co. Ld. Ballard Estate Bombay سے مفت مل سکتے ہیں۔

ان رنگوں سے رنگنے کے لئے نہایت صاف پانی استعمال کرنا چاہئے۔ طریقہ حسب ذیل ہے۔

اگر ہلکا رنگ مثلاً گلابی۔ کاسنی یا انگوری رنگنا ہے تو ۲۰ تولہ سوت کے لئے ایک ماشہ رنگ لیں اور ایک ماشہ صابن تھوڑے سے پانی میں پکا کر حل کر لیں۔ پھر رنگ اور صابن کے پانی کو پیالہ میں ڈال کر ایک گول لکڑی سے خوب ملائیں تاکہ یک جان ہو کر لئی کی طرح ہو جائے۔ اس کے بعد دیگچی میں ۵ پونڈ پانی لے کر گرم کریں جب ہلکا گرم ہو جائے تو ایک تولہ کاسٹک سوڈ اس پانی میں حل کریں اس کے بعد ایک تولہ ہائیڈروسلفایٹ کانس Hydrosulphite Conc ملا دیں۔ اب صابن میں ملا ہوا رنگ اس پانی میں ملا دیں۔ اور پانی کو آہستہ آہستہ کسی لکڑی سے چلاتے رہیں۔ آدھ گھنٹہ کے قریب گذرنے پہ پانی کے اوپر جھاگ آجائیں گے۔ جب جھاگ آجائیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ رنگ تیار ہو گیا۔ اگر آدھ گھنٹہ کے قریب گذرنے پر جھاگ نہ آئیں تو کاسٹک سوڈا اور ہائیڈروسلفائٹ تھوڑا سا اور ملا دینا چاہئے۔ اس کے بعد سوت کی لچھی کو تر کر کے رنگ میں ڈال دینا چاہئے تاکہ رنگ سب جگہ یکساں چڑھے۔ آدھ گھنٹے کے بعد لکڑی سے نکال کر تھوڑی سی ہوا دینی چاہئے۔ جس وقت سوت رنگ میں سے نکالا جائے گا اس کا رنگ بہت میلا اور بدنما معلوم ہوگا لیکن ہوا لگتے ہی نہایت خوشنما ہو جائے گا۔ جب رنگ حسب دلخواہ آجائے تو لچھی کو چھ سات پانیوں سے خوب دھو ڈالنا چاہئے۔ اگر رنگ کافی چمکدار نہیں ہوا ہے تو لچھی کو صابن کے پانی میں چلانا چاہئے۔ پھر دھو کر خشک کر لینا چاہئے۔ ان رنگوں سے رنگنے میں کافی تجربہ کی ضرورت ہے۔ اگر کاسٹک سوڈے یا ہائیڈروسلفایٹ کی مقدار کم رہ جاتی ہے تو رنگ درست نہیں آتا اسی طرح مقدار بہت زیادہ ہو جانے سے بھی رنگ خراب ہو جاتا ہے۔ یہ رنگ سادہ پانی میں حل نہیں ہوتے کاسٹک سوڈا اور ہائیڈروسلفائٹ ہی میں حل ہوتے ہیں۔ رنگ کی سطح پر جھاگ آنا نہایت ضروری ہیں۔ ان جھاگوں کو پھینکنا نہیں چاہئے۔ رنگ کا محلول عموماً اس رنگ کا نہیں آتا

جو رنگ کہ حل کیا گیا ہے۔ یعنی اگر نیلا رنگ اس طرح حل کیا گیا ہے تو محلول کا رنگ عنابی ہوگا اور سطح پر جھاگ نیلے رنگ کے آئیں گے۔ اسی طرح اور رنگوں کے محلول بالکل متضاد رنگوں کے بنتے ہیں لیکن جھاگ ہمیشہ اسی رنگ کے آتے ہیں جو رنگ کہ رنگنا مقصود ہے۔ ہلکے رنگ رنگنے میں مرسرائز سوت میں یہ دِقت پیش آتی ہے کہ رنگ نہایت تیزی سے سوت پر چڑھ جاتا ہے اور دھبے آجاتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ہلکے گرم پانی میں صابن میں ملے ہوئے رنگ کا صرف چوتھائی حصّہ ڈال کر لچھی ڈالیں۔ جب یہ چڑھ جائیں تو اتنا ہی حصّہ اور بڑھا دیں۔ اسی طرح ۴ مرتبہ کرکے رنگ دیں۔ جب کل رنگ دے چکیں تو تھوڑی سی آنچ اور دیں۔ اور سوت کو تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد لکڑی سے گھماتے رہیں۔ گھمانے کی لکڑی چکنی ہونی چاہیئے تاکہ سوت الجھنے نہ پائے۔ انڈونیتھرین رنگ ہر قسم کے آتے ہیں جو رنگ مطلوب ہو کمپنی کو لکھ کر منگا لیں۔ گہرے رنگ کی صورت میں لچھیاں ڈالنے کے بعد اتنا گرم کریں کہ انگلی بمشکل پانی میں ڈالی جائے اور اسی حرارت پر آدھ گھنٹہ رہنے دیں۔ ہلکے رنگ ۱۵ منٹ میں بھی کافی پختہ ہوجاتے ہیں۔

اگر ان رنگوں سے رنگنے میں دقت محسوس ہو تو حسب ذیل رنگوں کے نمونے منگا کر ان سے رنگیں۔ یہ بھی کافی پختہ رنگ ہوتے ہیں گو بھٹی پر چھوٹ جاتے ہیں لیکن ان کا رنگنا بہت آسان ہے۔

(۱) کاسنی اور اودے کے لئے Sirius Violet (۲) سبز کے لئے Sirius Green BL
(۳) کتھئی اور شتری کے لئے „ Brown T (۴) فاختئی کے لئے „ Grey
(۵) گلابی کے لئے „ Pink BB

اگر ہلکا رنگ مثلاً شتری وغیرہ رنگنا ہے تو ۲۰ تولہ سوت کے لئے ایک ماشہ رنگ لے کر گرم پانی میں حل کریں اور ایک دیگچی میں ۵ پونڈ پانی لے کر اس میں حل شدہ رنگ ملا دیں۔ اس کے بعد ۲ تولہ نمک حل کر دیں۔ پھر سوت کی لچھیاں رنگ میں ڈال دیں اور رنگ کو گرم کرنا شروع کریں اور لچھیوں کو کبھی کبھی چلاتے رہیں۔ رفتہ رفتہ پانی کو اتنا گرم کریں کہ وہ سنسنانے لگے۔ اس حرارت پر آدھ گھنٹہ رنگیں۔ اس کے بعد نکال کر دو پانیوں سے دھو کر خشک کر لیں۔ گہرے رنگ کے لئے دو یا تین ماشہ رنگ لے کر اسی طرح رنگیں۔

شیڈ دار سوت اس طرح رنگا جاسکتا ہے کہ گرم پانی میں تھوڑا سا رنگ حل کرکے تھوڑا سا نمک ملا دیں اور لچھی کو سادہ پانی میں بھگو کر نچوڑ لیں اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے آہستہ سے ایسے پکڑیں جیسے دوپٹہ کو لہریہ رنگتے وقت پکڑا جاتا ہے۔ پھر رنگ میں لچھی کا تھوڑا سا حصّہ ڈبو کر نکال کر نچوڑ دیں اور تھوڑے فاصلہ پر پھر اسی طرح ڈبوئیں۔ اس طرح سوت گہرا اور ہلکا شیڈ دار ہوجائے گا۔

انڈنیتھرین رنگوں سے شیڈ دار رنگنا اس لئے دشوار ہے کہ ان میں کاسٹک سوڈا پڑتا ہے اور اس رنگ میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیئے اگر ربڑ کے دستانے پہن کر رنگا جائے تو ممکن ہے۔

یہ سب طریقے بہت تھوڑے سوت کو مرسرائز کرنے اور رنگنے کے لئے ہیں۔ اسی طرح چھوٹے پیمانہ پر تجربات کرنے چاہئیں جب کافی مشق ہوجائے اور اچھا مرسرائز ہونے لگے تو جو بہنیں اس بات کی خواہش مند ہوں کہ تجارتی اصول پر تاگہ تیار کرکے فروخت کریں ذرا بڑا فریم اور کشتی بنوالیں اور ایک مرتبہ میں ۴۰-۳۰ لچھیاں مرسرائز کریں۔ بٹا ہوا سوت بنڈل کے حساب سے جو ۱۰ پونڈ کا ہوتا ہے خریدیں اور تیار کرکے چھوٹی چھوٹی لچھیاں بناکر فروخت کریں۔ انشاء اللہ خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔ گولے بنانے کی مشین بنوانی پڑے گی جس میں کافی صرفہ ہوگا اس لئے لچھیاں ہی بنانا مناسب ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تجارت فائدہ مند ثابت ہوگی۔ کیونکہ مرسرائز کیا ہوا سوت بہ نسبت سادے سوت کے تقریباً دوگنی قیمت پر فروخت ہوتا ہے رنگ جو بطور نمونہ آئیں گے تجربات کے لئے بہت کافی ہوتے ہیں۔ ۵۰-۶۰ رنگوں کے نمونے تقریباً ۱ پونڈ سوت رنگ سکتے ہیں۔ تجارتی اصول پر کام کرنے پر ایک ایک پونڈ رنگ منگانے ہوں گے جو فی پونڈ ۵-۶ روپیہ کے حساب سے آئیں گے۔

مجھے نہیں معلوم کہ عصمتی بہنیں اس مضمون پر کس حد تک توجہ دیں گی۔ گو کام میں ابتدائً مشکلات پیش آئیں گی لیکن اگر استقلال سے کیا جائے تو پھر آسان ہوجائے گا۔ جہاں کوئی دشواری پیش آئے تو خط کے ذریعہ مجھے اطلاع دیں۔ میں ہر وقت اس امداد کے لئے تیار ہوں۔ علاوہ ازیں اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ میری یہ محنت رائگاں نہیں گئی تو انشاء اللہ آیندہ بھی رنگائی کے مختلف طریقے عصمت میں شائع کرتا رہوں تاکہ ہمارے ملک میں صنعت و حرفت کا شوق ترقی کرے۔ اور ضرورت مند خواتین کچھ فائدہ حاصل کرسکیں۔

اقبال احمد۔ دی۔ بھوپال ڈائنگ فیکٹری

تارے

یاس کے سائے میں ہیں امید کے روشن چراغ
زرفشاں از طلعت انجم نہیں دامانِ شب

ہیں پڑے داغ محبت سینۂ پُر سوز میں!
یا کہ شمع آرزو در پردۂ ایوان شب

کچھ محبت کی نگاہیں، نور باطن یا کہ پھر
روح کے نغمے ہیں اوج چرخ پر بکھرے ہوئے

یا شہیدان صداقت کو ہے نذرانہ۔ یہ
کچھ فرشتوں کے چکیدہ اشک ہیں بکھرے ہوئے

پرچم شب پر ہیں کچھ نقش نگاریں سحر کار
یا کہ تارے کلک قدرت کی حسیں تحریر ہیں

کر رہا ہے کوئی چھپ کر وہ ہیں تفسیر زیست
یہ اسی کے خامہ گلرنگ کی تصویر ہیں

خواب ظلمت میں محو ہوتے ہیں خورشید و قمر
روشنی بنتی ہے لیکن ان کی جلوہ گاہ سے

آج تسکین نظر ہیں رہبرو شب کے لئے
کب ضو کرتے رہے ہیں جو کہ مہر و ماہ سے

مرگ کی آغوش میں چمکی ہے تنویر حیات!
اختر شب تاب میں ہے زندگانی کا جمال

صبحدم نظر خمار آلود سے کیا کہہ گئے؟
اپنے اندر ہے فشاط غیر فانی کا جمال

نوشابہ مسولی

زندگی کے تین باغ

میں ایک رات کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک باغ ہے ہرا بھرا۔ درخت کا نام و نشان نہیں چاروں طرف چھوٹے چھوٹے پودے ہی پودے نظر آتے ہیں جن میں ہری ہری کونپلیں نکل رہی ہیں جن کے ساتھ کلیاں بھی تھیں جدھر نظر اٹھاؤ کلیاں ہی کلیاں دکھائی دیتی تھیں یہ نہ ظاہر ہوتا تھا کہ ان کلیوں کے اندر کس قسم کا رنگ اور کیسی خوشبو ہے اور کس وضع کی پنکھڑیاں ہیں۔ گھانس پر ننھی ننھی اوس کے قطرے جگمگا رہے تھے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ نہ یہاں بلبل کا نشان تھا نہ قمری کا گمان نہ بھونرے کی بھنبھناہٹ کانوں کو سنائی دیتی تھی۔ نہ تتلیاں پھولوں پر نظر آتی تھیں نہ کیڑے مکوڑے۔

میں نے دیکھا کہ دور گھانس پر ایک خوبصورت بچہ جس کے چہرے سے بھولپن اور معصومیت ٹپک رہی ہے بیٹھا ہوا بے فکری کے ساتھ کھیل رہا ہے نورانی شعاعیں اس کے نازک جسم سے نکل رہی تھیں۔ بہت سارے فرشتے جن کے پروں پر معصوم، پاک باطن، بیگناہ کل فرد وغیرہ طلائی حروف سے تحریر تھا ان شعاعوں کی گیند بنا بنا کر آپس میں کھیل رہے تھے۔ اس بچہ نے جب سر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ اس کی پیشانی کے درمیان نورانی حروف میں لفظ "بچپن" لکھا ہوا ہے۔ یہ نظارہ بڑا دلچسپ تھا میں اس کو بڑی دیر تک دیکھتی رہی اس باغ سے جو قدم میں نے باہر نکالا تو سامنے ایک اور باغ کا شاندار دروازہ کھلا ہوا پایا۔ میں اندر چلی گئی یہ باغ بھی تازہ ہرا بھرا تھا یہاں بجائے ننھے پودوں کے شاداب درخت تھے اور کلیوں کے بجائے تروتازہ رنگ برنگ پھول کھلے ہوئے تھے۔ چند خوبصورت پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی نظر آ رہے تھے۔ پھول کو سونگھو تو ہر پھول کی خوشبو الگ الگ تھی اور رنگ بھی ہر ایک پھول کا جدا تھا پھولوں میں کئی طرح کے کیڑے مکوڑے اور چیونٹیاں بھری پڑی تھیں۔ قمری کی سریلی آواز بلبل کے شیریں نغموں اور بھونرے کی بھنبھناہٹ سے ایک عجیب کیفیت طاری تھی رنگ برنگ تتلیاں پھولوں پر رقص کرتی عجب بہار پیدا کر رہی تھیں۔ ہر پھول میں خوشبو ایسی تھی کہ مشام جاں معطر ہو جائے۔ دل و دماغ میں تازگی پیدا ہو جائے۔ ایک سے ایک اعلیٰ۔ رنگت ایسی کہ آنکھیں ہٹانے کو جی نہ چاہے گھانس پر شبنم کے قطرے موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ بادِ نسیم کے جھونکے دل و دماغ کو وہ فرحت بخشتے تھے کہ کیا بتاؤں۔ میں ہر ایک پھول کو دیکھتی ان کی خوشبو کے مزے لیتی چلی جا رہی تھی کہ یکایک میری نظر نے عجب دلکش منظر دیکھا۔ باغ کے بیچوں بیچ رنگ برنگی پھولوں کے تخت پر ایک گل رو گل اندام پھولوں کا تاج پہنے ہوئے ہے۔ تخت کے آس پاس کئی پریاں مودبانہ کھڑی ہوئی ہیں۔ بے صبر، ناتجربہ کار، نفس پرور، ناعاقبت اندیش وغیرہ ان کے نام تھے۔ یہ شاید اس کی سہیلیاں تھیں۔ میں نے دیکھا کہ اس شہزادی کے سیدھے ہاتھ میں ایک خوبصورت پھول ہے اور

بائیں ہاتھ پر اس نے بلبل کو بٹھا رکھا تھا۔ یہ کبھی پھول کو سونگھتی تھی اور کبھی بلبل کے شیریں نغمے سُن کر مست ہو جاتی تھی اور اس کی سہیلیاں اس پر پھول جن پر "شباب" لکھا ہوا تھا برسا رہی تھیں۔ اس کی مرمریں پیشانی پر لفظ "جوانی" تحریر تھا۔ یہ نظارہ کچھ ایسا دل فریب تھا کہ آنکھوں کو سیری ہی حاصل نہ ہوتی تھی۔ خدا جانے کتنی دیر میں کھڑی ہوئی دیکھتی رہی اب مجھے خوف پیدا ہوا کہ مبادا یہ مجھے دیکھ نہ پائیں چنانچہ بادل ناخواستہ میں یہاں سے آگے بڑھی لیکن دو دو چار چار قدم پر پیچھے مڑ کر پھر اس نظارے کو دیکھتی جاتی تھی جب اس باغ کے پھاٹک سے باہر ہو گئی تو نظروں کے آگے ایک اور باغ تھا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے اس باغ میں قدم رکھا۔ چوطرف سناٹا ہی سناٹا چھایا ہوا تھا۔ نہ کہیں پھول کا نام تھا نہ کلی کا نشان۔ سب پھول مرجھا کر گرے ہوئے تھے۔ بادِ سموم کے جھونکوں نے سب پھول و پتوں کو گرا کر فنا کر دیا تھا۔ پھولوں کی خوشبو مدت ہوئی کہ اُڑ چکی تھی رنگت ایسی تبدیل ہو گئی تھی کہ پھول شناخت میں نہ آتے تھے نہ قمری کے سریلے راگ تھے نہ بلبل کے شیریں نغمے سنائی دیتے تھے۔ البتہ ان کے بال و پر ہوا میں ادھر اُدھر اُڑتے تھے بھونرے کا پتہ نہ تھا لیکن اس کی نعش کو کئی چیونٹیاں گھسیٹتی لئے جا رہی تھیں۔ جابجا تتلیوں کے ٹوٹے ہوئے پر جن کے خوشنما رنگ اب پھیکے پڑ گئے تھے زمین پر گرے ہوئے تھے۔ تناور ننگے درختوں پر فاختہ کی کو کو سنائی دیتی تھی۔ باغ کے ایک ویران کونے میں ایک خزاں رسیدہ درخت کے نیچے میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ صورت پیر مرد سفید بگلا سی ڈاڑھی سر پر عمامہ گلے میں تسبیح ہاتھ میں عصا لئے یادِ خدا میں ٹہل رہے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ساتھ ان کے خدمتگار۔ دور اندیشی عقل۔ تجربہ۔ صبر وغیرہ جن کے نام تھے۔ چل رہے تھے۔ میرے پاؤں کی آہٹ سُن کر اس پیر مرد نے میری طرف گھور کر دیکھا میں خوف کے مارے چلا اٹھی اور یکایک میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے یاد ہے اس بزرگ کی پیشانی پر بڑے موٹے بھدے حروف میں لفظ "ضعیفی" تحریر تھا۔

بیگم عبدالرحمٰن خان از بمبئی

پیغامِ عمل

(۱)

ہشیار ہو اے محوِ خواب
آنے کو ہے اک انقلاب
اُٹھ! اور اُٹھا اپنا رباب
ہاں چھیڑ دے وہ راگنی مسحور جس سے قوم ہو
وہ بادۂ سرجوش دے، مخمور جس سے قوم ہو

(۲)

نغمے ترے ہوں حشر ساز
لَے ان کی ہو حسرت نواز
دل میں بھریں سوز و گداز
اے دخترِ اسلام اُٹھ! بیدار کر دے قوم کو
سوتی نہ رہ جائے کہیں، ہشیار کر دے قوم کو

(۳)

ذوقِ خطر پھر تازہ کر
لطفِ اثر پھر تازہ کر
دردِ جگر پھر تازہ کر
پھر آتشِ حُبِّ وطن سے سوز در آغوش ہو
اُس زندگی کا درس ہو جس میں کہ ذوق اور جوش ہو

(۴)

ایسا سرود بے قرار
نغمے ہوں جس کے شعلہ بار
جس سے برس جائیں شرار
اُٹھ اور سنا دے پھر انہیں افسانۂ دردِ وطن
محوِ سکون خواب ہیں بیگانۂ دردِ وطن

(۵)

سارا چمن خاموش ہے
ہر پھول غفلت کوش ہے
ہر اک کلی بے ہوش ہے
خاک اُڑ رہی ہے ہر طرف ویران ہے اپنا چمن
ہیں ملتِ اسلام پر، اقوامِ عالم خندہ زن

(۶)

تجھ کو ہے اس کی کچھ خبر
ڈالی کبھی اس پر نظر
کرکے ترقی کس قدر
دنیا کی قومیں کس طرح مہتاب رخشاں ہوگئیں
علم و عمل کی کس قدر شمعیں فروزاں ہوگئیں

(۷)

دنیا تجلی زار ہے
ہر ہر نفس بیدار ہے
صرف ایک تو سرشار ہے
تو اب بھی محوِ خواب ہے، او بے خبر! انجام سے
کیوں بے نیاز ہوش ہے، لے درس اس پیغام سے

(۸)

اے کاش تو ہو منفعل
غفلت سے اپنی ہو خجل
پیدا ہو سوزِ مستقل
بیدار سورج کی طرح ہو غفلتِ عامِ وطن
صبحِ بہارِ عیش ہو، اے کاش یہ شامِ وطن

خورشید اقبال حیا میرٹھی

معمولی سرمایہ کی تجارتیں

از محترمہ امت الحفیظ صاحبہ مولفہ کتاب صنعت و حرفت

(۱) مشین وغیرہ کے لئے تیل ارنڈی یعنی کسٹر آئیل صاف شدہ اور مٹی کا تیل دونوں ہموزن لے کر چھان کر شیشیوں میں بھر لو۔ کپڑے سینے کی مشین۔ بندوق۔ اور دوسری مشینوں کے لئے بہت کارآمد تیل ہے۔ اس کی تجارت میں بڑا فائدہ دوگنے دام بن سکتے ہیں۔

(۲) خوبصورت بنانے والا تیل گری بادام دو تولہ۔ عرق گلاب تین چھٹانک۔ رسکپور تین رتی۔ صندل سفید ایک تولہ گری بادام کو پانی میں بھگو کر چھلکا علیحدہ کردو۔ اور پھر ان گریوں کو عرق گلاب میں پیس لیں اور فلالین کے کپڑے میں سے چھان لیں۔ بعد ازاں رسکپور کو پیس کر ملالیں۔ پھر صندل سفید پیس کر شیشیوں میں بھر لیں۔ اب اس میں چند قطرے اچھی خوشبو کے ملاؤ۔ اس کو چہرہ پر بطور مالش کے لگائیں۔ خوبصورتی بڑھے گی۔ چہرہ ملائم اور صاف رہے گا۔

(۳) لوہے کے اوزاروں یا اشیا پر نام لکھنا جہاں نام لکھنا ہو اس جگہ کو خوب صاف کرلو۔ اور موم پگھلا کر اس پر پھیر دو۔ جو نام لکھنا ہو قلم سے موم پر کھود کر موم علیحدہ کردو اور نیلا تھوتھا اور عرق لیموں میں پیس کر اس جگہ بھر دو۔ تھوڑی دیر بعد دھو ڈالو اور موم کو کھرچ ڈالو۔ سب حروف صاف دکھائی دیں گے۔

(۴) ٹماٹر کی چٹنی ٹماٹر کی غذائیت کے متعلق میں پہلے ایک دو دفعہ لکھ چکی ہوں۔ آج کل چونکہ یہ ختم ہونے والے ہیں اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ ان کی چٹنی بنانے کا طریقہ لکھ دوں۔ غریب بہنیں اس کو بنا کر بڑے گھرانوں میں بھیج کے یا خود پھر کر فروخت کر کے اپنی روزی کا وسیلہ بنا سکتی ہیں۔

دو سیر اچھے پکے ہوئے ٹماٹر لے کر ان کو ٹھنڈے پانی میں خوب دھو ڈالو۔ اور ان کو ایک بڑی قلعی شدہ یا تام چینی کی تشتری میں ڈال کر کاٹ ڈالو۔ اور تھوڑا نمک باریک پیس کر ان پر چھڑک دو۔ اب تین اونس ادرک کو صاف کر کے باریک کاٹ لو۔ ایک چمچہ پسی ہوئی سرخ مرچ۔ ایک چمچہ سیاہ مرچ۔ تھوڑی تھوڑی آگ پر اتنا پکاؤ کہ سب ٹماٹر پک جائیں۔ اور نرم ہو جائیں۔ ان کو ٹھنڈا ہونے دیں۔ اور پھر گاڑھی ململ کی صافی میں چھان لیں۔ پھر ایک بوتل سرکہ کی ملالیں۔ اور خوب پکائیں۔ جب تھوڑا گاڑھا ہو جاوے تو بوتلوں میں بھر لیں۔

(مجربشدہ)

قیمتی آنسو

"ناہیدہ میں نے تم سے بار بار کہا کہ تم اپنی لاپرواہیاں چھوڑ دو اور سنبھل جاؤ مگر تم نے پروا نہ کی" سلیم نے ٹائی لگاتے ہوئے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا سنبھل جاؤں؟" ناہیدہ نے غصہ سے جواب دیا۔

"جب میں گھر میں آتا ہوں تم کو نہیں پاتا۔ اگر تم موجود بھی ہوتی ہو تو سوائے اپنے کاموں کے مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کرتیں۔ کیا میرے لئے یہ کچھ کم تکلیف دہ بات ہے" سلیم نے رنج آمیز لہجہ میں کہا اس پر بیوی بولیں۔ "تو کیا میں گھر کے لئے وقف ہو جاؤں یا اپنے ملنے والوں کو بالکل چھوڑ دوں"

"نہ میں کہتا ہوں تم کسی کو چھوڑ دو نہ گھر کے لئے وقف ہو جاؤ۔ مگر چند گھنٹے تو میرے ساتھ گذارا کرو جب تمہاری سمجھ میں نہیں آتا تو میرا کہنا بیکار ہے لیکن یاد رکھنا تم پچھتاؤ گی" یہ کہتا ہوا سلیم باہر چلا گیا۔ ناہیدہ بڑبڑائی "کیا میں ہر وقت لونڈی گیری کرتی رہا کروں یا سب کو چھوڑ کر ان ہی کی مصاحبت کیا کروں۔ میں نہیں سمجھ سکتی کہ کیا کروں جو یہ خوش رہیں" پھر سوچنے لگی "پچھتاؤں گی ہاں ..... پچھتاؤں گی ہرگز نہیں کیا میں تنہا ہوں کوئی میرا پوچھنے والا نہیں میرے باپ بھائی میرا ساتھ دینے کے لئے کچھ کم نہیں۔ اسی قسم کی دل میں باتیں کرتی رہی اور ساڑی بدل رضیہ کے یہاں روانہ ہو گئی۔

سلیم گھر واپس آیا اس کو امید تھی کہ ناہیدہ اتنی سخت گفتگو ہونے کے بعد کہیں نہ جائے گی اس کو اپنی سخت گفتگو سے بہت شرمندگی تھی۔ وہ شریف طبیعت تھا اور نہ چاہتا تھا کہ ناہیدہ کو کسی قسم کی تکلیف ہو اس لئے وہ جلد آگیا کہ اس کو سینما وغیرہ لے جائے اور اس طرح بدمزگی کا انسداد ہو۔ لیکن اس کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب اس کو معلوم ہوا کہ ناہیدہ بغیر کچھ کہے سنے کہیں گئی ہے۔ سلیم انتظار کرتے کرتے تھک کر چلا گیا مگر ناہیدہ واپس نہ آئی۔ دس بجے شب کو ناہیدہ واپس آئی اس نے سلیم کا انتظار نہ کیا اور کھانا کھا کر پلنگ پر پہونچ گئی۔

سلیم تنہا کھانے کا عادی نہ تھا۔ مگر اس وقت جبراً قہراً تنہا کھانا کھایا۔ اس وقت اس سوچ میں پڑ گیا کہ میں ناہیدہ کو کس طرح سمجھاؤں میں کہتا کچھ ہوں وہ سمجھتی کچھ ہیں اب حالت انتہائی تکلیف دہ ہوتی جاتی ہے گھر میں کوئی دوسرا بات کرنے والا بھی نہیں اگر میں اس خاموش زندگی سے عاجز آکر تھک گیا تو آخر میں انسان ہوں فرشتہ تو نہیں اور کچھ کر گزرا تو کیا ناہیدہ کی زندگی برباد نہ ہو گی مگر افسوس وہ اس قدر بھولی ہے کہ کبھی بھولے سے بھی اس کا خیال نہیں آتا" یہ ہی خیال تھا جو سلیم کو پریشان کئے ہوئے تھا۔

سلیم ایک اچھے اور خوش حال خاندان کا لڑکا تھا اس کے والد ڈپٹی کلکٹر رہ چکے تھے اس کی والدہ کا اس کے بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ یہ دو بھائی بہن تھے والد نے بڑی جانفشانی سے دونوں بچوں کو پرورش کیا۔ لڑکی کی

شادی ایک پروفیسر نصیرالدین کے ساتھ کر دی تھی۔ لڑکے کو بغرض تعلیم ولایت بھیجا کہ یکایک ان کا انتقال ہو گیا۔ اب سلیم کافی جائداد اور دو گاؤں کا مالک تھا اور خود بیرسٹر اس کی آمدنی کم از کم دو ہزار روپیہ ماہوار تھی۔ سلیم کے والد کے ایک دوست تھے جو ڈپٹی کمشنر بھی تھے اور کافی مال و متاع رکھتے تھے انہوں نے سلیم کو نیک دیکھ کر اپنی لڑکی سے شادی کر دی تھی

ناہیدہ ناز پروردہ اور چار بھائیوں میں اکیلی لڑکی تھی وہ انٹرنس بھی کر چکی تھی۔ وہ اتنی خود سر تھی کسی کو خطرے میں نہ لاتی تھی ہر شخص پر اپنے کو فوقیت دیتی تھی سلیم نیک بھی تھا اور پیسہ والا بھی جتنا نہ ناز کرتی کم تھا مگر وہ شوہر کی بھی حقیقت نہ سمجھتی تھی یہ ہی سبب تھا کہ وہ ایک ہی سال میں شوہر و گھر دونوں سے لاپرواہ ہو گئی تھی۔

(۲)

صبح چار کی میز پر ناہیدہ اور سلیم دونوں تھے مگر خاموش۔ ناہیدہ غصہ میں تھی اور سلیم ساکت "شب کو تمہارا انتظار کرتا رہا کہ تم آؤ تو سینما چلیں لیکن تم وقت گذر جانے تک نہ آئیں" سلیم نے خاموشی کو توڑنے کے لئے کہا۔

"مجھ کو اور تم سینما کے جاتے پہلے اپنے دوستوں سے تو فرصت ہو جائے" ناہیدہ نے گرج دار آواز میں جواب دیا۔

"نہیں یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ میں روز چاہتا ہوں کہ ہم دونوں ساتھ رہیں دوستوں سے ملیں سینما جائیں اور خوش و خرم زندگی گزاریں لیکن تم اس کا موقع ہی نہیں دیتیں اور مجھ کو شکایت کیا ہے" سلیم نے کہا۔

"ہوں۔۔۔۔ تو گویا ہر طرح میں ہی خطاوار ہوں" ناہیدہ نے طنزاً جواب دیا۔

"دیکھو ناہیدہ میں صاف دل ہوں اور صاف گو بھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اب تک میرے دل میں کوئی لغو خیال نہیں ہے مگر میں کوئی فرشتہ نہیں ہوں ایسا نہ ہو کہ تمہاری بد دماغی اور اس تنہائی سے عاجز آکر کہیں بدل نہ جاؤں اور اپنا کوئی ہمدرد تلاش کروں پھر تم روؤ گی پچھتاؤ گی مگر کچھ نہ کر سکو گی کیا فائدہ کہ تم مجھ کو بری طرف راغب کرو" سلیم نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"کیا کہا میں برا بناؤں گی یہ نہیں کہتے کہ تم بدل چکے۔ تمہارے خیالات بدل چکے اب چاہتے ہو کہ مجھ پر الزام رکھ کر خود منہ کرو مجھ کو ہی خطاوار گردان کر میری زندگی برباد کر دو۔ اگر تم چاہتے ہو تو شوق سے کرو بسم اللہ مگر یاد رکھنا ناہیدہ کی زندگی برباد نہیں ہو سکتی۔ تم میری کوئی گرفت نہیں کر سکتے" ناہیدہ نے غصہ سے لرزتے ہوئے کہا۔ "خیر نہ سمجھو تمہاری خوشی" یہ کہتے ہوئے سلیم اُٹھ گیا۔

(۳)

کئی دن گذر گئے اور سلیم اور ناہیدہ میں کوئی گفتگو نہ ہوئی۔ سلیم اپنے اوقات پر گھر آتا جو کچھ برا بھلا ملتا کھا پی کر چلا جاتا ناہیدہ صبح اٹھتی اپنے کاموں اور سنگھار سے فراغت کر کے سہیلیوں سے دل بہلانے نکل جاتی ملازموں کا جو دل چاہتا کرتے۔ جب ضرورت ہوتی سلیم سے کہتے اور روپیہ وصول کر لیتے۔ مگر کوئی دیکھنے والا نہ تھا کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے۔

ایک دن ناہیدہ رشیدہ کے ہاں سے واپس آئی تو خانساماں نے کہا کہ بیگم صاحب سرکار کہیں باہر تشریف لے گئے ہیں

چھٹیوں کے بعد آئیں گے۔ جو آپ فرمائیے وہ تیار کیا جائے۔ ناہید و چونکی پریشان ہوئی ایک چیخ مارنا چاہتی تھی کہ سنبھلی کھانے کا آڈر دے کر خانساماں کو رخصت کیا خود کرسی پکڑ کر بیٹھ گئی۔

آخر تھی تو عورت ہی دل تو عورت ہی کا رکھتی تھی اب اس کو اپنی بے چینی کا احساس ہوا وہ بے ساختہ بڑبڑانے لگی جو شخص بغیر ملے گھر سے باہر نہ جائے وہ اس طرح بغیر کہے سنے چلدے آخر اپنا کہا پورا کیا اور مجھ سے بدل گئے میں نے تو کوئی ایسی زیادتی نہیں کی بلکہ شروعات ان ہی کی طرف سے ہوتی رہی خدا معلوم کہاں گئے کب آئیں گے۔ اونھ ہو گا جو اپنا خیال نہ کرے اس کا خیال کیسا۔ ناموش ہو جاتی ہے..... پھر خود ہی کہتی ہے نہیں میری بھی غلطی ہے میں نے ان کی ڈھیلی رسی چھوڑ دی اگر آج میں اس طرح الگ الگ نہ رہتی تو سلیم تنہا کبھی نہ جاتے آخر اگلے سال بھی تو سفر کیا تھا کیسا پرلطف سفر تھا چھٹیوں بھر خوب سیر و تفریح کی وہ کیسا اچھا وقت ہوتا تھا جب چاندنی رات میں ہم دونوں تاج محل ٹہلنے جاتے تھے ہر وقت ساتھ رہتے تھے ہنسی مذاق ہی میں دن گذر جاتا تھا۔ اسی قسم کے خیالات آرہے اور اسے بے چین کر رہے تھے آخر وہ سوچتے سوچتے رونے لگی۔ یہ خیال اس کا یقین کو پہونچ گیا کہ اب سلیم میرا نہیں رہ سکتا اس کے بغیر میری زندگی کا ایک ایک لمحہ بے کار ہے۔

جوں توں کر کے ناہیدہ نے دن گذارنا شروع کئے اب وہ اس قدر بددل تھی کہ آنا جانا سب ترک کر دیا اس کو کسی بات سے دلچسپی نہ رہی بس ایک خیال تھا جو اس کے دماغ میں موجزن تھا سلیم اب ہاتھ سے نکل گیا۔ اب وہ اپنا کہنا پورا کرے گا۔

(۴)

ایک روز صبح کو ناہیدہ چاء کی پیالی ہاتھ میں لئے کچھ سوچ رہی تھی کہ اس نے سلیم کی آواز سنی گویا مردہ جسم میں جان آگئی اُس کی دیرینہ آرزو پوری ہوئی کہ سلیم آگیا۔ آئی کمرے کے دروازے پر کھڑی ہوئی ہمہ تن انتظار کر رہی تھی۔ مگر اُس نے وہ دیکھا جس کی اُسے امید نہ تھی اور جو خواب و خیال میں بھی نہ آسکتا تھا۔ یعنی سلیم کے ساتھ ایک خوبصورت عورت ہی وہ اس کو ساتھ لئے ہنستا چلا آرہا ہے ناہیدہ بہت پریشان ہوئی فوراً اپلٹی چکرائی اور چاء کی میز پر گر پڑی۔ اس کی جب آنکھ کھلی تو اپنے کو تنہا بستر پر پڑے پایا کوئی آگے تھا نہ پیچھے۔ کھانے کے کمرے سے ہنس ہنس کر باتیں کرنے کی آواز آرہی تھی۔ سلیم کہہ رہا تھا دیکھا عذرا ناہیدہ کتنی بدطینت ہے۔ ہاں سلیم اس کو یکایک صدمہ پہونچا اس لئے ایسا ہوا عذرا نے کہا۔

"ابھی کیا ابھی تو بہت کچھ سہنا ہے" سلیم نے کہا۔

یہ الفاظ ناہیدہ کے لئے تیر و نشتر سے کم نہ تھے۔ اب اس کو بالکل یقین ہو گیا کہ عذرا اس کی شریک زندگی ہے اگر نہیں ہے تو ہونے والی ہے اس خیال کا پختہ ہونا تھا کہ وہ بے آگ جلنے لگی۔

سلیم آیا مگر ناہیدہ سے نہ ملا اس کی گذری ہوئی داستان نہ سُنی یہ اور ظلم تھا سلیم کا یہ معمول تھا کہ صبح عذرا کے ساتھ ناشتہ کرتا باتیں ہنسی مذاق کرتا رہتا کھانا کھاتا کچہری روانہ ہو جاتا واپس آکر چاء پیتا عذرا کو ساتھ لیتا سیر و تفریح کے لئے

نکل جاتا شب کو دس گیارہ بجے آتا کھا پی کر سو رہتا۔

عذرا ہر وقت خوش رہتی ہنستی اور سلیم کو ہنساتی۔ جب اس کو خالی وقت ہوتا تو وہ سلیم کے لئے کچھ نہ کچھ بناتی رہتی نہ کبھی وہ ناہیدہ کی طرف آتی نہ ناہیدہ اُدھر جاتی غرض ناہیدہ اور عذرا کی کبھی بات چیت نہ ہوتی۔ کیسا ظلم تھا ایسی لاڈلی لڑکی جو کبھی ہاتھوں چھاؤں رہتی تھی بغیر جس کی مرضی کے کوئی کام نہ ہوتا تھا آج اُس کا کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔

(۵)

"سلیم تمہاری کوٹھی بڑی گندی ہو رہی ہے اس کا تمام سامان قابل غور ہے پردے وغیرہ بہت خراب ہو رہے ہیں انہیں بدلوا دو"۔ عذرا نے کہا۔ سلیم بولا۔ "ہاں دیکھو میں ہی اس کا انتظام کروں گا تو ہوگا"۔

"تمہاری الماری کا شیشہ ٹوٹا ہوا ہے اس کو کیوں نہیں لگواتے گرد سے تمام کپڑے خراب ہوتے ہیں"۔ "ہاں سب ٹھیک ہو جائے گا جبکہ تم یہاں موجود ہو"۔ سلیم نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"ابھی تو یہ آٹھ دس روز چھٹیوں کے گذر جانے دو واپسی پر میں خود انتظام کروں گی"۔ چنانچہ دن بھر انتظام ہوا شام کو سلیم و عذرا کہیں باہر چلے گئے ناہیدہ دن بھر تاؤ پیچ کھاتی رہی اور یہ سوچتی رہی کہ یہ عورت اس قدر حاوی ہونا چاہتی ہے تمام گھر کا انتظام خود کرے گی کبھی ایسا نہ ہوگا۔ ناہیدہ ایسی بچہ نہیں جو اپنے گھر میں دوسرے کا دخل دیکھ سکے میں ان کو بتا دوں گی کہ میں کیا کچھ کر سکتی ہوں۔

صبح ہوئی ناہیدہ نے اپنے پاس سے روپیہ نکال کر ٹھیکدار کو بلا کر حکم دیا کہ جلد سے جلد تمام کوٹھی کا رنگ تبدیل ہو جائے جو کچھ مرمت کی ضرورت ہو کر دی جائے خود ہی بہترین فرنیچر خرید کر لائی اور چار روز کے اندر اندر کوٹھی کو سجا کر دلہن بنا دیا۔ پانچ روز کے بعد جب سلیم آیا تو اس کے تعجب کی کوئی حد نہ رہی اس نے دیکھا کوٹھی کا کونا کونا صاف اور بدلا ہوا ہے۔ ہر چیز قیمتی سلیقہ سے رکھی ہے اس کی شکستہ الماری کی بجائے ایک قد آدم آئینہ کی الماری سلیقہ سے کھڑی ہے اس کا تمام سامان قاعدے سے مناسب جگہ رکھا ہے یہ دیکھ کر وہ خوشی سے اُچھل پڑا کہ اس کی چھوٹی میز پر ہاتھ کا بنا ہوا ایک بہترین میز پوش پڑا ہے اس پر جلی حرفوں میں خوش آمدید کڑھا ہوا ہے ایک طرف ناہیدہ کا نام ہے کوٹھی کو دیکھ کر خوش تو بہت ہوا لیکن جس کی اُمید ناہیدہ کو تھی وہ نہ پوری ہوئی۔ سلیم نے ناہیدہ کی طرف کوئی التفات نہ کی اس کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔

(۶)

ایک دن سلیم اور عذرا چاء پی رہے تھے عذرا نے کہا کہ "کل میں ٹہلتے ٹہلتے کوٹھی کے پچھلے حصہ میں گئی دیکھا تو تمہارے گودام میں سوائے ٹوٹے پھوٹے برتنوں اور کرسیوں وغیرہ کے کچھ نہ تھا۔ ملازموں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ایک ایک پیسہ کی جب چیز آتی ہے تو کھانا پکتا ہے بڑے شرم کی بات ہے اتنے ملازم اور کوئی معقول انتظام نہ ہو۔

سلیم نے جواب دیا کہ

"یہ تو میرا کام نہیں اس کا کہنا ہی کیا تم خود یہ انتظام کرو روپیہ موجود ہے"

"ہاں آج مجھ کو ایک جگہ جانا ہے کل میں ضرور ٹھیک کروں گی یہ کیا واہیات طریقہ ہے عذرا نے کہا

سلیم کھانا کھا کر کچہری چلا گیا اس کے جاتے ہی عذرا بھی روانہ ہو گئی۔

ناہیدہ کو ان لوگوں کی باتیں سنکر انتہائی غصہ آیا اور سوچنے لگی کہ اس عورت کی چالاکی دیکھو چاہتی ہے کہ کسی طرح گھر پر قابض ہو جاؤں تو جب تک ناہیدہ کے دم میں دم ہے یہ نہ ہونے دے گی فوراً اٹھی گودام خالی کرایا اس کو صاف کرایا کچھ پتیلے و دیگ اور چھوٹے بڑے برتن منگائے کچھ ٹین خریدوائے ایک ماہ کا تمام سامان مع جنس وغیرہ کے منگایا وزن کرا کر برتنوں میں رکھوایا سب سامان گودام میں رکھوا کر مقفل کیا کنجی اپنی خاص خادمہ کو دی تاکید کی کہ وہ روزانہ ہر چیز وزن کر کے اپنے ہاتھ سے دیا کرے دن بھر یہ انتظام میں گذرا شام کو سلیم آیا اس کو معلوم ہوا کہ ناہیدہ کیا کرتی رہی مگر اس نے کچھ پروا نہ کی۔ اس طرح ایک روز کھانے پر عذرا نے کہا کہ تمہارا کھانے وغیرہ کا حساب بڑا لمبا چوڑا ہے تم اس پر غور نہیں کرتے جب سب ملازموں پر چھوڑ دیا جائے گا تو جو اس کا دل چاہے گا کریں گے ایک ایک پیسہ کے چار چار صرف ہوتے ہیں اس طرح تم کو کبھی اطمینان نہ نصیب ہوگا حساب کا کوئی انتظام کرو "میں نہ دن بھر گھر میں رہتا رہتا ہوں نہ یہ میرا کام ہے کہ خانہ داری کروں میں کیا جانوں کیا ہوتا ہے کوئی دیکھنے والا ہے نہیں اس کا انتظام بھی تمہیں کرو"

"اچھا کل میں خود انتظام کروں گی اور دیکھوں گی کہ کیا کیا فضول اخراجات ہیں" عذرا نے کہا۔

اپنے کمرے سے سُن کر ناہیدہ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا کوئی دیکھنے والا نہیں..... ہوں... کوئی دیکھنے والا نہیں، جب تم دیکھنے والے کو خطرے میں بھی ڈال دو اچھا یہ بھی کروں گی پھر دیکھوں تم کون سا نقص نکالتے ہو۔ یہ کہتے ہوئے وہ دفتر کے کمرہ میں چلی گئی حساب کا بجٹ منگا یا دیکھا تو واقعی بہت زیادہ اخراجات تھے اس پر بھی بقایا تھا دوکانداروں کو بلایا ان کے بل بے باق کئے چیزوں کا بھاؤ دریافت کر کے ٹھیک کیا اور ملازموں کو تاکید کی کہ جس وقت کسی چیز کی ضرورت ہو قیمت دے کر لائی جائے۔ قرض کا حساب بالکل نہ چلے اپنی خادمہ کو تاکید کی کہ دن بھر کے خرچ کا حساب لکھ کر شام کو ناہیدہ کے سامنے پیش کرے۔ یہ انتظام ملازموں کو ناگوار ہوا۔ اور وہ بدتمیزی کرنے لگے ان کو علیحدہ کیا۔ دوسروں کو ان کی جگہ دی غرض اب وہ ناہیدہ۔ ناہیدہ نہ رہی بلکہ ایک منتظم ملکہ تھی جو کام ہوتا بغیر اس کے حکم کے نہ ہوتا جانا آنا اس نے سب کم کر دیا دن بھر وہ تھی اور خانہ داری۔ یہاں تک سلیم کے کھانے کی کوئی میز ایسی نہ ہوتی جس پر ناہیدہ کے ہاتھ کا پکا ہوا کچھ سامان نہ ہوتا سلیم کا کوئی کمرہ ایسا نہ تھا جس میں ناہیدہ کی تیار کی ہوئی چیزیں نہ دکھائی دیں جو دیکھتا وہ تعریف کرتا تھا مگر کیسا ظلم تھا کہ جس کی تعریف کریں اور جس کے لئے ناہیدہ نے چار ماہ سے پاپڑ بیل رہی تھی وہ تعریف تو در کنار بات

تنگ کرنا پسند نہ کرتا گھر میں آتا عذرا سے ہنستا بولتا مگر ناہیدہ کی طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھتا ناہیدہ اسی امید پر سب کچھ کرنے کو تیار تھی۔

ایک روز ۲ بجے دن کو ناہیدہ منہ لپیٹے بستر پر پڑی کروٹیں بدل رہی تھی کہ اس کے کان میں آواز آئی ناہیدہ.... ناہیدہ اپنے نام سے اس کے کان ناآشنا سے ہو گئے تھے اپنا نام سُن کر چونکی وہ حیرت زدہ ہو گئی جب اُس نے دیکھا کہ سلیم اُس کی پٹی کے پاس کھڑا پکار رہا ہے دل اُچھلا آنکھوں میں اشک بھر آئے گھبرا کر اُٹھ بیٹھی۔

"گھبراؤ نہیں ذرا کپڑے وغیرہ بدل کر تیار ہو جاؤ"۔

"ہاں شاید اب تم کسی اور سے ملانا چاہتے ہو"۔

"نہیں میں تم کو ایک جگہ لے جاؤں گا" سلیم نے کہا

"ہاں بیشک اب میں تمہارے لئے ایک کانٹا ہوں تم مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہو مجھ کو میرے میکے لے جاؤ گے تو وہاں میں خود جا سکتی ہوں صرف تمہاری مرضی کی منتظر ہوں" ناہیدہ نے رنج آمیز لہجہ میں کہا۔

"نہیں نہیں میں تم کو ایک دوست سے ملانا چاہتا ہوں"۔

"نہیں میں دوست سے ملنے کے قابل نہیں ہوں عذرا کو لے جاؤ" ناہیدہ نے جواب دیا۔

"ہاں عذرا بھی جائیں گی مگر تم کو بھی چلنا ہو گا" سلیم نے مسکراتے ہوئے کہا اور چلا گیا۔

ناہیدہ کبھی سوچتی جاؤں کبھی خیال کرتی نہ جاؤں پھر کہتی اگر نہ جاؤں گی تو یہ ہی ایک بہانہ مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کو بہت ہے میری ہی ضد کا بہانہ ہو جائے گا مجبوراً غسل کیا۔ کپڑے تبدیل کئے۔ سنگھار کیا گو کہ صدمہ اٹھاتے اٹھاتے ناہیدہ وہ نہ رہی تھی پھر بھی چاند بدلی میں بھی چمکتا ہے عرصہ کے بعد سنگھار کیا تھا اس وقت وہ دلہنوں سے کم نہ تھی اس کے رنجیدہ مگر بھولے بھولے چہرہ کو عذرا دیکھتی اور نگاہیں نیچی کر لیتی خدا خدا کر کے چار بجے تو عذرا روانہ ہو گئی ساڑھے چار بجے پونے پانچ ہوئے مگر سلیم کا پتہ نہ تھا۔ ناہیدہ سوچتی کہیں یہ مضحکہ اڑانے کے لئے تو یہ نہیں کیا گیا۔ یہ خیال کر ہی رہی تھی کہ سلیم آ گیا اور ناہیدہ کو لے کر روانہ ہو گیا ایک ہوٹل کے سامنے موٹر رکا۔ خود اترا ناہیدہ کو اُتارا۔ اور ہوٹل کے ایک کمرہ میں ناہیدہ کو لے کر داخل ہو گیا۔ ناہیدہ کی پہلی نظر عذرا پر پڑی۔ پھر ایک جنٹلمین پر۔ عذرا اس کے پاس کھڑی مسکرا رہی تھی۔

سلیم نے ناہیدہ سے کہا "یہ میرے بہنوئی پروفیسر نصیر الدین صاحب ہیں اور یہ میری حقیقی بہن سعیدہ ہیں جن کا میں نے تم سے بارہا ذکر کیا تھا۔ رخصت نہ ملنے کے سبب یہ لوگ اب تک تم سے نہ مل سکے اور جاپان سے آنا مذاق بھی نہیں"۔

ناہیدہ حیرت سے ایک ایک کا منہ تک رہی تھی کہ یا خدا یہ کیا راز ہے سعیدہ و عذرا ایک ہی ہیں یا میں خواب دیکھ رہی ہوں جب سعیدہ نے ناہیدہ کو حیرت زدہ دیکھا تو کہا کہ میں خود اس راز کو کھول دیتی ہوں جس پر آپ اس قدر حیرت میں ہیں۔ سنئے میں نے بھائی صاحب کو لکھا کہ آپ کو اور بھابی صاحبہ کو دیکھنے کو میرا دل چاہتا ہے آ کر لے جائیے۔ بھائی صاحب مجھ کو

لینے گئے تو انہوں نے انتہائی افسوس ظاہر کیا اور بتایا کہ آپ شروع میں کتنی اچھی بیوی تھیں لیکن چند مہینوں کے بعد گھر وغیرہ سے بالکل لاپرواہ ہو گئیں ایک سال کے اندر یہاں تک نوبت پہونچی کہ ہفتوں بات چیت کا بھی موقع نہ آتا پھر یہ بھی بتایا کہ بغیر آپ سے کہے بھائی صاحب میرے یہاں چلے آئے تھے مجھ کو بڑا افسوس ہوا مجھے سوچتے سوچتے یہ ترکیب سوجھی کہ میں جاؤں تو آپ سے نہ ملوں نہ آپ کو معلوم ہو کہ میں کون ہوں اور بھائی صاحب آپ کی طرف سے ایسی لاپرواہی برتیں ناہیدہ کی طرف اس قدر رجوع ہو جائیں کہ آپ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں پھر میں اصلاح کر لوں گی بھائی صاحب نے اس کو پسند کیا چونکہ وہ میرا نام آپ کو بتا چکے تھے۔ لہذا میرا نام بدل دیا گیا اس طرح آپ کو غلط فہمی میں میں نے مبتلا کیا اس کے بعد وقتاً فوقتاً آپ کی ہر ہر بات پر میں نے نکتہ چینی کی۔ پھر خود ہی اس کو کرنے کا آپ کو موقع دیا چونکہ آپ بھائی صاحب کی خوشنودی چاہتی ہیں اس لئے آپ نے بڑی خوبی سے ہر کام کو انجام دیا خدا کا شکر ہے کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوئی اب میں اپنی بھاوج کو دنیا کی بیویوں اور بھاوجوں سے بالاتر خیال کرتی ہوں اور اپنے بھائی کو مبارک باد دیتی ہوں کہ انہوں نے ایسی خوبصورت بیوی پائی"۔ یہ کہہ کر سعیدہ نے ناہیدہ کے ہاتھوں میں جڑاؤ قیمتی دست بند پہنا دئے کہ یہ منہ دکھائی ہے۔ اسی طرح چند تحائف پروفیسر نصیر الدین نے پیش کئے۔

اس کے بعد سلیم اٹھا اس نے جیب سے ایک بیش قیمت ہار نکالا اور ناہیدہ کے گلے میں یہ کہتے ہوئے ڈال دیا کہ یہ تمہاری اصلاح اور میری نئی زندگی کے دور کی یادگار ہے"۔ دونوں بہن بہنوئی مبارک باد دیتے ہوئے باہر چلے آئے سلیم نے نے ناہیدہ کا ہاتھ ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا کہ ناہیدہ سلیم ہمیشہ کے لئے تمہارا تھا اور صرف تمہارا رہے گا۔

ناہیدہ کے دل میں خیالات کا ہجوم تھا اور آنکھوں میں قیمتی آنسو۔

مسز حمید لکھنوی

(بقیہ صفحہ ۱۳۵) ان کو اپنے اوپر اعتماد نہیں ہوتا۔ اور وہ بہت جلد معمولی سے کاموں میں بھی ہمت ہار جاتے ہیں۔

اس لئے بہتر یہی ہے کہ بچوں کو اپنے گھر کے اندرونی حالات اور ماحول سے کچھ نہ کچھ ضرور باخبر رکھنا چاہئے اور ان سے وقتاً فوقتاً معمولی کاموں کی امداد بھی لینا چاہئے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ والدین ان پر ہر وقت اپنی مالی مشکلات و ذہنی تکالیف کا اظہار کرکے بچوں کو متفکر اور پریشان بنائے رکھیں۔ لیکن انہیں اس بات کا کچھ تو ضرور علم ہونا چاہئے کہ جو روپیہ ان کے عیش و آرام اور تعلیم و تربیت میں بے دریغ صرف کیا جاتا ہے وہ آسانی سے نہیں حاصل ہوتا بلکہ والدین کو اس کے لئے سخت جسمانی اور روحانی تکالیف برداشت کرنی ہوتی ہیں۔ اگر ان میں کچھ نہ کچھ ان باتوں سے واقفیت رہے گی تو وہ اپنے روپے کو بے ضرورت برباد نہ کریں گے۔ دوسروں کے آرام و تکلیف کو سمجھنے کی کوشش کریں گے اور ضرورت کے وقت محتاج اور ضرورت مند کی امداد کریں گے۔ کوتاہ بینی اور تنگ نظری سے نہ کام لیں گے۔ صرف ذاتی مفاد سے نہ غرض رکھیں گے۔ بلکہ غیروں کے لئے کچھ ایثار و قربانی کرنا سیکھیں گے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ لڑکے لڑکیاں دن بھر اسکولوں میں پڑھنے لکھنے میں مصروف رہتے ہیں انہیں اتنی فرصت کہاں کہ اپنے والدین کو کسی قسم کی امداد دے سکیں۔ تاہم ایسے موقعے مل سکتے ہیں۔ کہ وہ چھوٹے چھوٹے کاموں میں کبھی کبھی اپنے ماں باپ کی امداد کرکے ان کو ہلکا کر سکتے ہیں۔ مثلاً کسی کے پاس کوئی ضروری پیغام پہنچا دینا۔ امور خانہ داری میں ماں کا کچھ ہاتھ بٹا دینا۔ اپنے کمرے کی صفائی کا خیال کرنا اپنے کپڑوں کو خود احتیاط سے تہ کرکے رکھنا اور ضرورت کے وقت پہننا۔ اپنی چیزوں کی حفاظت کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ جن بچوں سے ماں باپ کبھی کسی کوئی کام نہیں لیتے وہ بالکل اپاہج اور نکمے ہو جاتے ہیں۔ ان میں خود غرضی بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ دوسروں کا مطلق کچھ خیال نہیں کرتے۔ اگر والدین اپنے بچوں کو کچھ کچھ اپنے دکھ درد میں شریک ہونے کا عادی بنا لیں تو ان کو اندازہ ہوگا کہ بعد کو ان بچے اور بچیوں کی زندگی کیسی خوشگوار پر لطف اور مسرت سے لبریز ہوتی ہے اور وہ بنی نوع انسان کے لئے کیسے مفید ثابت ہوتے ہیں۔

مسز سید احمد مچھلی شہری

تربیت اولاد میں ایک غلط فہمی

عموماً ماں باپ کو اپنے بچوں سے بیحد محبت ہوتی ہے اور وہ ان کو حتی الامکان ہر طرح آرام پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انھیں ہرگز نہیں گوارا ہوتا کہ ہمارے بچے کو ذرا بھی کسی قسم کی روحانی یا جسمانی تکلیف ہو۔ اوسط درجہ کے خاندانوں میں دیکھا گیا ہے کہ والدین اپنے بچوں کے لئے طرح طرح کے مصائب وافکار میں خود مبتلا رہنا پسند کرتے ہیں لیکن اُن کو ذرا بھی پریشان ومتفکر نہیں ہونے دیتے۔ کیونکہ ان کا یہ خیال ہے کہ بچپن بے فکری اور آزادی کا زمانہ ہوتا ہے۔ ہم کیوں معمولی پریشانیوں سے اپنے بچوں اور بچیوں کے لطف ومسرت کو مکدر کریں۔

ایک خاتون کے شوہر دو سو روپے تنخواہ پاتے ہیں۔ خدا کے فضل سے وہ کثیر الاولاد بھی ہیں۔ ماں باپ دونوں ان بچوں کو بہت پیار کرتے ہیں۔ ان کی معمولی سی تکلیف سے ان کو بے انتہا صدمہ پہنچتا ہے۔ ان کے آرام وآسائش کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے بعض اوقات کافی تکلیف برداشت کرکے بچوں کے لئے زیادہ سے زیادہ رقم پس انداز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خود معمولی اور سستے داموں کے کپڑے پہنتے ہیں۔ نمود ونمائش کا مطلق خیال نہیں کرتے۔ ان کی غذا بھی بہت سادی ہے۔ صرف وہی اشیاء استعمال کرتے ہیں جو صحت کے لئے ضروری ہیں اور بغیر ان کے تندرستی کا قائم رہنا ناممکن ہو۔ ایسی مزیدار غذاؤں سے احتراز کرتے ہیں جن کا صحت پر کچھ اچھا اثر نہ پڑے۔ بلکہ ایسی چیزوں پر روپے خرچ کرنا اسراف بیجا سمجھتے ہیں۔

برخلاف اس کے ان کے بچے اور بچیاں نہایت زرق برق قیمتی کپڑے زیب تن کرتے ہیں جن کو دو چند آمدنی والا شخص بھی اپنے بچوں کو بہت مشکل سے پہنا سکتا ہے۔ وہ اس عیش وآرام کی زندگی بسر کرتے ہیں کہ دیکھنے والے یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ان کے والدین کی آمدنی اس قدر قلیل ہوگی۔ ان کی ایک لڑکی یونیورسٹی میں تعلیم پا رہی ہے۔ وہ بھی بہت شان وشوکت سے رہتی ہے۔ والدین کی معمولی ضروریات زندگی نہیں پوری ہوتیں لیکن بچوں کے لئے کھانے پینے کے بہترین سامان مہیا رہتے ہیں۔ طرح طرح کی نعمتیں گھر میں بھری ہوئی ہیں جن کو ان کے بچے نہایت بے قدری سے کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ والدین ان کی جا اور بیجا فرمائشات کو پورا کرنے کے لئے ہر وقت حیران وسرگرداں نظر آتے ہیں۔ اور بچوں کو یہ ہرگز محسوس نہیں ہونے دیتے کہ ان کی آمدنی کس قدر محدود ہے۔ اور ان کو اپنے پیارے بچے اور بچیوں کی خاطر کیسی کیسی تکالیف برداشت کرنی ہوتی ہیں گھر کے ایسے معمولی کاموں میں بھی ان سے کوئی امداد نہیں لیتے جن کو وہ بآسانی انجام دے سکتے ہیں۔ غرضکہ وہ خود ہر طرح کی مصیبتیں اور دکھ درد سہتے ہیں اور ان کا سارا دن غم واندوہ میں صرف ہوتا ہے لیکن عزیز بچوں کو وہ پانی بھی نہیں پینے دیتے۔

کیا آپ خیال کرتی ہیں کہ اس قسم کی تربیت سے کبھی کوئی عمدہ نتیجہ نکل سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بچوں کو اپنے گھر کے معاملات اور ماحول سے اس قدر بے خبر رکھنا مناسب نہیں ہے بلکہ بچوں کو کچھ نہ کچھ اس امر سے واقف کرنا چاہیئے کہ ان کے والدین کو محض ان کی آرام وآسائش کے لئے کیسی کیسی مصیبتیں برداشت کرنی ہوتی ہیں۔ کن کن دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کی ایک معمولی سی فرمائش کے لئے کس قدر قربانیاں کرنی ہوتی ہیں اور کس حد تک اپنے نفس پر جبر کرنا ہوتا ہے۔ ان کی خوشی اور راحت کے سامان مہیا کرنے کے لئے کس طرح والدین کو دوسروں کا دست نگر بننا پڑتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جن بچوں اور بچیوں کو کسی بات کا تردد اور انتشار نہیں ہوتا ان کی زندگی نہایت بے فکری اور آزادی سے گذرتی ہے۔ اس کا اثر ان کی صحت پر بھی بہت اچھا پڑتا ہے لیکن اس قسم کی تربیت میں نقص یہ ہے کہ ایسے بچوں اور بچیوں میں ہمدردی اور وفاداری جو انسانیت کے بہترین جوہر ہیں یکسر مفقود ہوتی ہیں۔ ان کو ہمیشہ اپنے عیش وآرام کی فکر ہوتی ہے۔ دوسروں کے دکھ اور صدمے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا اور نہ وہ غیروں کی تکالیف ومصائب سے متاثر ہوتے ہیں چونکہ بچپن میں ان کی پرورش بہت ناز ونعمت سے ہوتی ہے اور ماں باپ ان کی مشکلات کو خود ہی حل کر دیا کرتے ہیں اس لئے جب وہ بڑے ہو کر عملی زندگی میں داخل ہوتے ہیں تو انھیں سخت دشواریاں ہوتی ہیں محنت اور جفاکشی کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے

پردۂ تصویر اور تعلیمی اصلاح

فہم انسانی کی ندرت اور سائنس وحکمت کے کرشموں نے عہد حاضرہ میں جو انقلابات پیدا کئے ہیں سینما ان کا ایک اہم جزو ہے۔ سائنس کی برکت سے جو چیزیں کل بعید از قیاس تھیں وہ ہماری آنکھوں کے سامنے آج زیر عمل نظر آتی ہیں۔ دنیا کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ شر و خیر کا پہلو انسانی زندگی کے تمام عناصر میں چھپا ہوا ہے۔ ہماری اپنی طبیعتیں ہماری افعال کو جس طرف متوجہ کر دیں ویسا ہی اثر پیدا ہوتا ہے۔ سنیما میں شر و خیر کے دونوں پہلو مضمر ہیں اور اس کا استعمال ہر دو خصوصیات کے ماتحت ہو رہا ہے۔ میرا مقصد اس مضمون سے صرف سینما کے تعلیمی پہلو سے بحث کرنا ہے۔ اسی ذیل میں چند اور باتیں بھی زیر غور آجائیں گی۔

ہندوستان میں تعلیم کی جو کمی ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور یہ ایسا مسلمہ امر ہے کہ اس پر بحث غیر ضروری ہے۔ بایں وجہ سینما کی برکات بھی تعلیمی نقطہ نظر سے ہندوستان کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ عام تعلیم کے لئے سینما سے بہتر اگر کوئی ذریعہ ہے تو وہ ریڈیو ہے لیکن سینما کو ریڈیو پر ایک فوقیت حاصل ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے عام تعلیم کی اشاعت تفریحی انداز سے ہوتی ہے اور دماغ بغیر کوئی بار محسوس کئے تعلیم قبول کرتا جاتا ہے۔ دوسری خوبی اس میں یہ ہے کہ ملک کی صنعتی اور تجارتی ترقی بھی اس کی ترقی کا ایک اہم پہلو ہے۔ ہندوستان کی بڑی آبادی تعلیم سے محروم ہے اور سیدھے سادے ہندوستانیوں کا دماغ بچوں کی طرح برا بھلا ہر اثر قبول کرنے کے لئے کوشش برآواز رہتا ہے۔ فلم کے مضر اثرات پر اگر حکومت مناسب اور با اثر سنسر کے ذریعہ نگاہ رکھے تو فلم کی برکات ہندوستان کے لئے ایک نعمت ہوں گی۔ فلم سنسر کی موجودہ کیفیات اور اس کا حاضر سلسلہ اس نقطہ نظر سے بہت کم اصلاح کا متمنی ہے اور حکومت اس پر جتنی توجہ بھی صرف کرے کم ہے۔ دیہاتوں اور قصبوں میں حفظان صحت۔ فلاحت، صنعت و حرفت۔ عام دیہاتی اصلاح وغیرہ وغیرہ کی نشر و اشاعت کا ذریعہ فلم سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا ہے۔ مفید و دلچسپ قصہ کہانیوں کے ذیل میں ضروری اصول دماغ پر بہت جلد اثر کر سکتے ہیں۔ ہماری حکومت یہ تو نہیں کہا سکتا ہے سینما کی مندرجہ بالا خصوصیات سے لاعلم ہے مگر اس سلسلہ میں فعل وعمل کے فقدان نے ہمیں یہ موقع ضرور دے رکھا ہے کہ حکومت کی توجہ اس طرف بار بار متوجہ کرائی جائے۔

اس امر پر عام اتفاق ہے کہ ہندوستان اس وقت ایک اہم سیاسی دور سے گذر رہا ہے اور مستقبل کا انحصار ملک کی موجودہ حالات سے مفید طور پر متاثر ہونے کی صلاحیت پر ہے۔ ایسی صورت میں ایک کثیر آبادی کا سیاست سے غیر متاثر رہنا کوئی خوش امید صورت حال نہیں ہے۔ عوام کی سیاسی تعلیم کے لئے سینما سے بہتر کونسا ذریعہ ہے؟ ملک میں مذہبی اور فرقہ دارانہ کشمکش جاری ہے اور ہم آئے دن اپنی ذلت و فلاکت کا تماشا کرشمہ دیکھ رہے ہیں۔ کل تک تو صرف ہندو مسلم نزاع محسوس تھی لیکن اب شیعہ سنی فسادات بھی منظر عام پر آ چکے۔ اگر فلم کے ذریعہ عوام رواداری اور صلح ومحبت کے اصولوں کی اشاعت کی جائے تو یہ بنات بڑی حد تک کم ہو سکتی ہیں۔ تعلیم کی کمی اور ایک دوسرے کے خیالات و حالات سے ناواقفیت ان نا اتفاقیوں کا گھر ہے۔

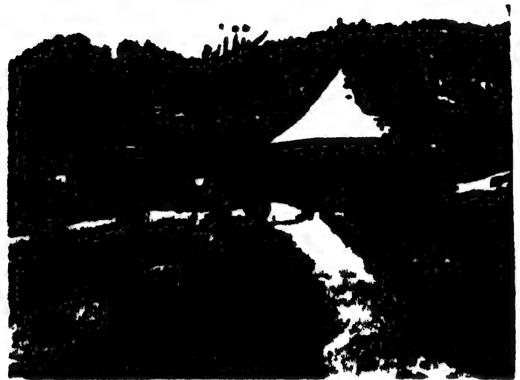
قومی شیرازہ بندی کا ایک اہم ذریعہ زبان و معاشرت کی ہم آہنگی ہے۔ اردو ہندی کے قضیوں میں بڑے چھوٹے سب پھنسے ہوئے ہیں۔ بات بہت آسان ہے لیکن سمجھنے کے لئے کوئی تیار نظر نہیں آتا۔ فلم کی موجودہ نئی اصلاح شدہ حالت میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو مسلمان شانہ بشانہ ملتے پردۂ تصویر پر ہمہ تن متوجہ رہتے ہیں اور فلم خواہ اسلامی ماحول کا ہو یا ہندو معاشرت سے رنگا ہوا سمجھنے میں کسی کو دقت نہیں ہوتی۔ زبان ہندوستانی ہے اور اس کو ہر ہندوستانی سمجھ سکتا ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ آخر ہندی اردو کا یہ قضیہ کیوں زندہ ہے۔ زبان کی ایک مختصر اصلاح میں فیصلہ ہو جاتا ہے سنسکرت و عربی کے غیر معروف الفاظ کم کر دیئے جائیں اور وہی ہندوستانی زبان ہندو مسلمان سب کی ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ اس قدر واضح ہے کہ اس سلسلہ میں سینما کی برکات پر کسی طویل بحث کی حاجت ہی نہیں ہے۔

شہر بانو

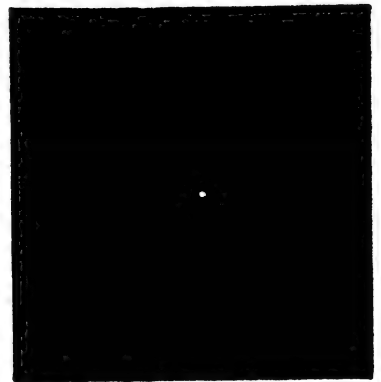
عصمت دهلی

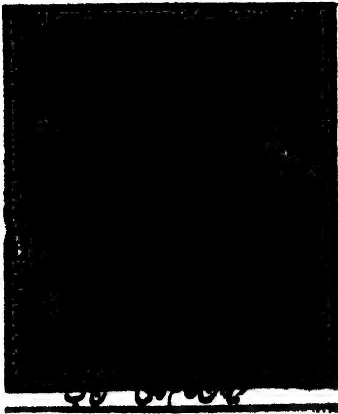




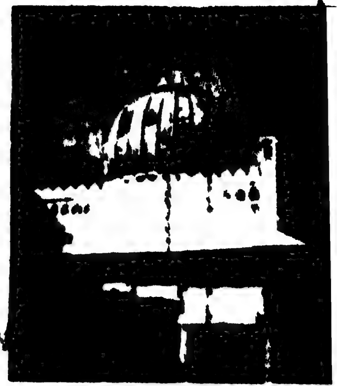


















سیّاروں کی سیر

نوشتہ خاں صاحب مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی (علیگ)

زہرہ میں آبادی۔ انسان بڑی بے چین مخلوق ہے اور ترقی کے لئے یہ اضطراب و اضطراب ضروری بھی ہے۔ ہمیشہ اس کی نظر آسمان کے تاروں کی طرف اُٹھتی رہی ہے۔ اسی سے علم نجوم کی بنیاد پڑی۔ اس کی یہ خواہش بھی رہی کہ آسمان میں اُڑ کر ممکن ہو تو ان ستاروں میں جا پہنچے۔

یہ پایۂ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ ہمارے نظام شمسی کے نو سیاروں میں سے صرف تین ایسے سیارے ہیں جن کے حالات کچھ ایسے ہیں کہ اُن پر زندگی جیسی کچھ ہمارے محدود دماغوں میں آسکتی ہے پائی جاسکتی ہے۔ فاصلہ کے لحاظ سے ترتیب وار یہ سیارے زہرہ زمین اور مریخ ہیں۔ زمین پر تو ہم موجود ہیں ہی۔ زہرہ اور مریخ ایسے سیارے رہ جاتے ہیں جن کے متعلق بڑی مزیدار تحقیقاتیں ہوتی رہی ہیں۔

سب سے پہلے زہرہ کو لیجئے۔ یہ ستارہ زمین کے مقابلہ میں تین چوتھائی فاصلہ دُور ہے اور وہ تقریباً زمین کے برابر ہی ہے زمین کی پچاس سیر وزنی چیز وہاں ۴۲ ½ سیر وزنی ہوگی۔ اس کا کرۂ ہوا زمین کے برابر ہی ہے لیکن زمین کی ہوا کے مقابلہ میں کم گاڑھا ہے اور یہ متواتر بادلوں کی موٹی تہ سے بھرا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے دُوربینوں کی مدد سے اس کی سطح نظر نہیں آتی۔ سچ یہ ہے کہ زہرہ کو اپنا منہ چھپائے بھی رکھنا چاہیئے۔ اس کی خوبصورتی اور خوشنمائی اسی کی متقاضی ہے۔ مطربۂ فلک کو زیبا ہی ہے کہ اپنے رُخِ زیبا کی جھلک بھی دنیا والوں کو نہ دکھلائے۔

یہ ستارہ ننگی آنکھ سے عموماً غروب کے بعد مغرب کی طرف دیر تک بہت چمکتا ہوا نظر آیا کرتا ہے۔ یہ زمین کی توام بہن کہلاتا ہے کیونکہ یہ اور ستاروں کے مقابلہ میں زمین سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے۔ یہ چاند اور سورج کے بعد سب سے زیادہ چمکتا ہوا ستارہ ہے گو زمین کے برابر معلوم ہوتا ہے لیکن زمین سے کچھ ہی چھوٹا ہے۔ یہ سورج کے گرد ۲۲۴ ایام میں ۲۲ میل فی سکنڈ کی رفتار سے گھوم جاتا ہے۔ اس کا فاصلہ زمین سے ۲ کروڑ ۶ میل سے ۱۶ کروڑ میل تک گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ جب زمین سے قریب تر ہوتا ہو تو غروب کے بعد دیر تک نظر آیا کرتا ہے۔ چونکہ طرح طرح کے آلوں سے اس کے بادلوں کے نیچے کی سطح دیکھنے کی کوشش ناکام رہی اس لئے اس کی سطح کا حال بالکل معلوم نہیں ہوسکا اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا دن کتنا بڑا ہوتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اس کا ہمیشہ ایک ہی رُخ سورج کی طرف رہتا ہے لیکن دوسرے یہ کہہ کے اس کی تردید کردیتے ہیں کہ زہرہ کے تاریک حصہ کا درجۂ حرارت روشن حصہ کے درجہ کے برابر ہے۔ اگر ایک رُخ ہی سورج کی طرف رہتا تو یہ تاریک حصہ سرد ہوتا۔ اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ گردش کا زمانہ بہت تھوڑا ہے۔ یہ اغلب ہے کہ اس کا دن ہمارے دو تین ہفتوں کے برابر ہے۔ وہاں کا سال ہمارے ۳۲ ہفتوں کے برابر ہے گویا وہاں کے سال میں وہاں کے دنوں کے مطابق صرف دس یا پندرہ دن ہوتے ہیں۔ اگر وہاں آدمی ہیں تو وہ کیسے کام کرتے ہوں گے کارناموں میں مزدوری کا کیا دستور العمل ہوگا۔ اس کے علاوہ ایک بات اور آبادی کے خلاف جاتی ہے۔ وہاں کی ہوا کی جو جانچ کی گئی ہے اس سے یہ اندازہ کیا جانا مقصود تھا کہ اگر وہاں آکسیجن اور پانی موجود ہے تو زندگی بھی موجود ہوگی لیکن ہر جانچ کا نتیجہ نفی ہی نکلا ہے مگر ہوا میں آکسیجن اور بخارات ٹکے ہونے ممکن ہیں لیکن یہ نتیجہ نکلا ہے کہ بادلوں کی تہ کے اوپر آکسیجن کی مقدار ہمارے کرۂ ہوائی کے مقابلہ میں ایک ہزارواں حصہ ہے۔ زہرہ پر جو بادل نظر آتے ہیں وہ جمے ہوئے بخارات آبی معلوم ہوتے ہیں۔ بادلوں سے اوپر کاربن کی تہ دو میل موٹی ہے

اور اغلب ہے کہ اس سے بھی زیادہ بادلوں کے پیچھے ہے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ زہرہ میں زندگی کا ہونا ناممکن ہے کیونکہ کاربن میں جاندار زندہ نہیں رہ سکتا۔

ہماری زمین کا کرۂ ہوا ہر جگہ پانچ میل موٹا ہے۔ اس میں کاربن کی موٹائی صرف ۳ فٹ ہے۔ اس میں نباتات بکثرت ہے جس کا عمل یہ ہے کہ کاربن نگلتی ہے اور آکسیجن اگلتی ہے جو جانداروں کے کام آتی ہے۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور دنیا قائم ہے۔ زہرہ میں نباتات معلوم نہیں ہوتی ورنہ اس قدر کاربن وہاں نہ معلوم ہوتی لیکن یقینی طور سے یہ بات نہیں کہی جا سکتی۔ کیونکہ کرۂ ہوائی کی نچلی تہ بالائی تہ سے بہت کچھ مختلف ہونی ممکن ہے چنانچہ زمین کے کرۂ ہوا کا بالائی حصہ زیادہ تر نائٹروجن ہے اور زہرہ کا کوئی آدمی آلات کے ذریعہ زمین کو دیکھ کے یہ نتیجہ قائم کر سکتا ہے کہ چونکہ زمین کے کرۂ ہوا کے بالائی حصہ میں نائٹروجن زیادہ ہے اس لئے زمین میں زندگی کے آثار نہیں پائے جا سکتے۔

چونکہ زہرہ سورج سے زمین کے مقابلہ میں زیادہ نزدیک ہے اس لئے زیادہ گرم ہے۔ اس کے گرد بادلوں کا حلقہ کمل کا کام دیتا ہے یعنی اس کی حرارت کو محفوظ رکھتا ہے۔ زہرہ پر غالباً سمندروں کی کثرت ہے۔ اس طرح وہاں کی آب و ہوا سخت گرم اور مرطوب ہوگی یعنی ہمارے منطقہ حارہ سے زیادہ گرم۔ سمندروں کی کثرت کا قیاس بادلوں کی دائمی موٹی تہ، نباتات کی غیر موجودگی، آکسیجن کی کمی اور کاربن کی کثرت سے تقویت پاتا ہے۔ زہرہ کی یہ کیفیت زمین کی اُس کیفیت سے مشابہ ہے جو یہاں کروڑوں برس پہلے گزر رہی تھی۔ اُس وقت یہاں زندگی کا پتہ بھی نہ تھا اور اس وقت سے زیادہ یہاں گرمی تھی۔ ہاں! مریخ میں اس وقت وہ کیفیت ہے جو کسی زمانۂ بعید میں زمین کی ہو جائے گی۔ تو گویا ایک سیارہ زہرہ ایسا ہے جس پر وہ کیفیت گزر رہی ہے جو زمین پر زمانۂ بعید میں گزر چکی ہے اور ایک سیارہ مریخ ایسا ہے جس پر وہ کیفیت گزر رہی ہے جو کسی زمانۂ بعید میں زمین پر گزرنے والی ہے۔ ان حالات میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ زہرہ پر ابھی آثار زندگی نمودار ہونے شروع نہیں ہوئے۔ ممکن ہے وہ نمودار ہونے کی کسی منزل پر ہوں۔ نباتات کے نمودار ہو جانے کے بعد بڑھنے کی صورت میں آکسیجن کی مقدار بھی بڑھنے لگے گی۔ اُس وقت اعلیٰ زندگی کے لئے حالات موافق ہوتے جائیں گے۔ اُس وقت زمین پر وہ زمانہ آ جائے گا جس کی طرف ہم نے ابھی اشارہ کیا ہے کہ وہ کیفیت مریخ کی سی کیفیت ہوگی۔ اس وقت یہاں انسان اپنی بقائے حیات کی آخری کوششوں میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہوگا۔ گویا زمین پر قیامت کا دور دورہ ہوگا۔ اور زہرہ اس کا جانشین بن کے ایک نئی دنیا بن جائے گا۔ اُس وقت نظام شمسی میں وہ ایسا سیارہ ہوگا جسے ذی ہوش حیات اپنی اقامت گاہ بنائے گی۔

مریخ میں آثار زندگی

زمین مریخ کے مقابلہ میں سورج سے زیادہ دُور ہے اور اس کا مطالعہ دوسرے سیاروں کے مقابلہ میں کافی سے زیادہ ہو چکا ہے۔ صرف اس کی سطح ایسی ہے جس کا مطالعہ اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ مریخ میں نہروں کا مشاہدہ کیا گیا ہے اور ان ہی کی وجہ سے خیال ہے کہ مریخ کے لوگ آب پاشی کے اعلیٰ اصولوں سے واقف ہیں اور وہ تہذیب میں زمین والوں سے بڑھے ہوئے ہیں لیکن ان نہروں کو دیگر ہیئت داں تسلیم نہیں کرتے۔

مریخ بلاشبہ بہت سی باتوں میں زمین سے ملتا جلتا ہے۔ زمین کی طرح وہ بھی ۲۴ گھنٹہ میں گھوم جاتا ہے اور اس میں زمین کا سا شب و روز کا سلسلہ ہے سردیوں میں قطبین پر برف جمی رہتی ہے اور سفید سفید قطعے چمکتے نظر آتے ہیں۔ بہار میں یہ برف پگھل جاتی ہے اور یہ قطعات غائب ہو جاتے ہیں۔ گرمیوں میں استوائی خطوں میں سبز یا بھورے رنگ کے قطعے نمایاں طور سے پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ یہ نباتات ہوگی۔ مریخ میں کرۂ ہوا بھی ہے جو رقیق ہے۔ کبھی کبھی بادل بھی نظر آتے ہیں۔

اس کے برخلاف طاقتور آلات سے پتہ چلتا ہے کہ مریخ کے کسی علاقہ کے اُوپر کی چلتی پھرتی آکسیجن زمین کے استثنائی علاقہ

کے اُوپر کی آکسیجن کی مقدار کا ایک فی صدی کے دسویں حصے سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ زمین کے مقابلہ میں وہاں بخارات آبی بہت ہی کم ہیں۔ درجۂ حرارت انتہا کے درجہ پر ہے۔ جب مریخ اپنے محور میں سورج کے نزدیک تر ہوتا ہے تو موسم ٹھنڈا یعنی قطبوں میں ۹۰ ڈگری فارن ہائٹ ہوتا ہے اور رات کو یہ صفر سے بھی ۴۰ درجے نیچے چلا جاتا ہے کیونکہ ہوا کا کمبل اس قدر باریک ہے کہ وہ حرارت کو روک نہیں سکتی۔ ان باتوں سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ وہاں زندگی مطلق نہیں ہے۔ بے حد طاقت ور بجلی کی رو سے مریخ سے سلسلہ گفتگو بھی اس وقت قائم کیا گیا جب وہ زمین سے قریب تر تھا لیکن موت کی سی خاموشی طاری رہی اور کوئی جواب نہ ملا۔

عطارد کی کیفیت

اس کے متعلق بھی بعض ہیئت والوں کا یہی خیال ہے کہ اس کا ایک ہی رُخ سورج کی طرف رہتا ہے یہ سورج کے قریب ہے اس لئے ننگی آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس میں آتش فشاں پہاڑ جوش میں ہیں اور ریت وغبار کے تیز طوفان برپا ہیں۔ وقتاً فوقتاً مغرب میں شام کے بعد گھنٹے دو گھنٹے چمکتا ہوا نظر آیا کرتا ہے۔ یہ سب سیاروں میں نہایت تیز رو ہے۔ ایک سکنڈ میں ۳۰ میل چلتا ہے اور سورج کے گرد اپنے پھیرے میں ۸۸ روز میں اپنی گردش پوری کر دیتا ہے۔ ہماری زمین میں رات دن اس کی ۲۴ گھنٹے کی سورج کے گرد گردش کی بدولت نمودار ہوتے ہیں اور یہ اپنے محور میں ۳۶۵ ایام میں گھوم جاتی ہے لیکن عطارد میں حالات بالکل مختلف ہیں۔ وہاں کا سال ۸۸ دن کا ہے۔ دن بجائے خود کوئی چیز نہیں رکھتا کیونکہ وہ اپنے محور پر صرف ایک گردش کے لئے ۸۸ دن لیتا ہے گویا اس کا دن اس کے سال کے برابر ہے اور اس کے یہ معنے بھی ہو جاتے ہیں کہ اس کا ایک ہی رُخ سورج کی طرف رہتا ہے۔ گویا نصف عطارد پر دائمی دن رہتا ہے اور نصف پر دائمی رات۔ عطارد سب سیاروں سے چھوٹا ہے اور زمین کی جسامت حاصل کرنے کے لئے عطارد جیسے سولہ اجرام فلکی درکار ہیں۔ پلوٹو ایک نیا سیارہ کچھ عرصہ ہوا دریافت ہوا ہے وہ البتہ اس سے بھی چھوٹا ہے۔ اس کا وزن زمین کے وزن کے مقابلہ میں ۴ فی صدی ہے۔ چاند کی طرح اس کی کشش ثقل کرۂ ہوا قائم رکھنے کے لئے ناکافی ہے۔ چنانچہ جو کرۂ ہوا اس میں کبھی موجود تھا وہ رفتہ رفتہ خلا میں سما گیا ہے۔ وہاں پانی بھی نہ ہوگا کیونکہ جو ہوگا بھی رفتہ رفتہ بخارات بن کے کرۂ ہوا کی طرح خلا میں پھیل گیا ہوگا۔ بس عطارد خشک مردہ دنیا ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی جاندار شے نہیں۔

اس کی سطح کا بھی کچھ زیادہ حال معلوم نہیں ہو سکا۔ بہت غور سے دیکھنے پر دھندلے سے نشان معلوم ہوتے ہیں۔ وہ بھی بعض حصص میں وقتاً فوقتاً بالکل مبہم ہو جاتے ہیں جیسے ریت کے بادل چھا گئے ہوں۔ ممکن ہے اس میں آتش فشاں پہاڑ جوش میں آتے ہوں اور آتش فشاں کی تیزی میں باریک ریت کے بادل بھی باہر پھینک رہے ہوں جو اس کے اوپر چھا کے آخر سطح پر گر جاتے ہیں۔ چونکہ وہاں کرۂ ہوا نہیں اس لئے ہوا نہیں چلتی اور ریت اُڑتا نہیں رہتا۔

عطارد زمین سے زیادہ گرم ہے کیونکہ سورج سے نزدیک تر ہے۔ سورج کی طرف کے رُخ کا درجۂ حرارت بہت زیادہ ہے اور اس قدر گرم ہے جیسے پگھلا ہوا جست۔ دوسری طرف کا رُخ جہاں دائمی تاریکی چھائی رہتی ہے۔ بے حد سرد ہوگا۔

سورج و دیگر سیارے

مشتری و زحل بڑے سیارے ہیں۔ مشتری تو اس قدر بڑا ہے کہ بعض ہیئت والوں کو شبہ ہے کہ یہ پگھلا ہوا انبار ہے۔ سورج سے بہت دور ہے لیکن اس کے باوجود اس میں اس قدر حرارت موجود ہے کہ اس کی سطح کی جاندار اشیاء کے لئے کافی ہے لیکن لاول رصد گاہ کے مہتمم نے اعلان کیا ہے کہ آلات سے پتہ چلتا ہے کہ ان سیاروں کے کرۂ ہائے ہوائی کے بالائی حصہ میں میتھین اور امونیہ کثرت سے ملا ہوا ہے میتھین وہ زہریلی ہوا ہے جو سبزی کے پانی کے اندر سڑ جانے سے پیدا ہو جاتی ہے۔ کوئلے کی کانوں میں بھی موجود ہے جو ہوا سے مل کے آگ پیدا کر دیتی ہے۔ ان سیاروں کے کروں میں آکسیجن کا پتہ نہیں چلا۔ اگر آکسیجن ہوتی تو بہت خوفناک دھماکا ہوتا کیونکہ آکسیجن میتھین آپس میں دھماکے کے ساتھ ملتی ہیں۔

مشتری زمین سے اس قدر بڑا ہے کہ اس میں ۱۳۰۰ زمینیں سما جائیں لیکن مشتری سورج سے بہت چھوٹا ہے اور خود سورج دوسرے ستاروں کے مقابلہ میں بہت چھوٹا ہے۔ سورج مشتری سے اسی قدر بڑا ہے جس قدر مشتری زمین سے بڑا ہے سورج میں ایک ہزار مشتری سے زیادہ سما سکتے ہیں۔ نیلے تاروں میں ایک ہزار سے زیادہ سورج آسکتے ہیں اور ہر سرخ ستارہ میں ہزار ہزار سے زیادہ نیلے تارے سما سکتے ہیں اور ہر قسم کی کہکشاں میں کروڑوں اربوں تارے شامل ہوتے ہیں۔

سورج خواہ مائع ہو یا ٹھوس بہر حال یہ ہر طرف سے روشن نظر آئے گا۔ کناروں پر بظاہر تاریکی یہ بتاتی ہے کہ سورج کی سطح سے گیس نکلتی رہتی ہے۔ سورج میں دھبے بھی ہیں جن میں سے بعض اتنے بڑے ہیں کہ ان میں زمین بآسانی سما سکتی ہے اور بعض بیچ اس قدر بڑے ہیں کہ اس نظام شمسی کے سب سیارے ان میں یک لخت سما جائیں۔ مختلف موقعوں پر ان دھبوں میں فرق ہوتا رہتا ہے۔ کبھی بہت زیادہ ہو جاتے ہیں اور کبھی تھوڑے لیکن موجود ہر وقت رہتے ہیں۔ وہ دھار کی صورت میں نہیں آتے بلکہ جھونکوں یا لہروں میں آگے پیچھے ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی تعداد ہر گیارہ سال میں گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ یہ دھبے ۱۹۱۷ء ۱۹۲۸ء ۱۹۳۷ء میں خاص طور پر بہت زیادہ رہے اور اب ۱۹۵۸ء میں زیادہ ہوں گے یعنی ہر گیارہ سال بعد زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ان دھبوں کو دیکھنے کے لئے شیشہ دھوئیں سے سیاہ کر لینا چاہئے ورنہ بینائی اتنی خراب ہو جائے گی کہ تدارک نہ ہو سکے گا۔ گلیلیو نے سب سے پہلے ان دھبوں کا مطالعہ کیا۔ بڑھاپے میں اندھا ہو گیا۔ اس کا سبب اس نے یہی بتایا کہ وہ آنکھوں کو محفوظ کئے بغیر سورج کی چمک پر نظر ڈالا کرتا تھا۔

ان دھبوں کا موسموں پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ دھبے زیادہ ہوتے جاتے ہیں زمین پر گرمیوں کی شدت کم ہوتی جاتی ہے۔ ہر گیارہ سال میں ان موسموں کا یکساں سلسلہ بندھا رہتا ہے اور اس کا اندازہ درخت کے تنے کو چیر کے دیکھنے سے ہو سکتا ہے۔ ایک گرمی کے موسم کا ایک حلقہ ہوتا ہے اور جیسی گرمی ہوتی ہے ویسا ہی حلقہ ہوتا ہے اور یہ حلقے گیارہ برس کے بعد ویسے ہی نمودار ہوتے رہتے ہیں۔ اس سے درختوں کی عمریں بتائی جا سکتی ہیں جس سال برسات اچھی ہوتی ہے اور گرمی کم پڑتی ہے اس سال درخت خوب پھولتا پھلتا ہے۔ حلقہ بھی ایسا ہی موٹا اور وسیع ہوتا ہے اور سخت گرم و خشک موسم میں کمی نمو کے ساتھ ساتھ حلقہ بھی بالکل ہلکا ہوتا ہے۔ ان حلقوں کو دیکھ کے بتایا جا سکتا ہے کہ فلاں سال سخت گرم تھا اور اتنے سال بعد وہ سال بہت بارش کا تھا۔ حلقوں کا یہ رد و بدل سورج کے دھبوں کی کمی بیشی سے مطابق ہوتا ہے۔ بعض دھبے چند روز سے زیادہ نہیں رہتے اور بعض بڑے بڑے دھبے غائب ہو کے دو ہفتے بعد سورج کے دوسرے کنارے پر آ نمودار ہوتے ہیں۔ اس سے گیلیلیو نے نتیجہ قائم کیا کہ سورج بھی گھومتا ہے اور یہ گردش ۲۶ دن میں پوری ہو جاتی ہے۔ ان دھبوں میں گرم ہوائیں بڑی تیزی سے ابلتے پانی کی طرح جوش میں آتی رہتی ہیں اور خوفناک تیزی سے باہر کو ابھرتی رہتی ہیں۔ سورج کی سخت ترین اندرونی حرارت اس کی بیرونی تہوں کو مسلسل ابال میں مبتلا رکھتی ہے جیسے پانی کے نیچے بہت تیز آنچ کر کے اسے کھولا دیا جائے۔ پانی میں سے بھاپ نکلتی ہے اور پانی میں ہوا کے بلبلے پیدا ہوتے ہیں جو ابلتے ہوئے پانی میں سے اوپر کو ابھرتے ہیں۔ سطح پر پہنچ کے ان کا دباؤ کم ہو جاتا ہے اور وہ پھیل کے باہر کی ہوا میں مل جاتے ہیں۔ سورج کے دھبوں کا یہی حال ہے۔ جو مادہ وہ جوش میں آ کے باہر پھینکتے ہیں سطح پر آ کے دباؤ کم ہو جانے سے وہ پھیل جاتا ہے اور ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ اس ٹھنڈک کی وجہ سے یہ دھبے سیاہ معلوم ہوتے ہیں۔ یہ ٹھنڈ سورج کی اصل گرمی کے مقابلہ میں کہی گئی ہے ورنہ وہ خود سخت گرمی ہوتی ہے اور یہ دھبے بھی سیاہ نہیں ہوتے۔ سورج کی باقی تیز شعاع کے مقابلہ میں ان کی چمک کم ہوتی ہے اور وہ مقابلتاً سیاہ کہے جاتے ہیں۔ اس خارج شدہ مادہ میں مکمل ذرات ہوتے ہیں اور ذرات کے ٹکڑے بھی ہوتے ہیں جن میں مختلف قسم کے بجلی حاصل کئے ذرے

ہمتے ہیں۔ وہ ہر طرف مصروف تگ و دو ہو جاتے ہیں اور بعض زمین تک پہنچ کے اس کے کرۂ ہوا میں جگمگاہٹ پیدا کر دیتے ہیں۔ بعد میں وہ ہوا پر ایسی تہ قائم کر دیتے ہیں کہ بے تار کی لہروں کو اُوپر جانے سے روک کے زمین کی طرف دھکیل دیتے ہیں جس سے وہ مختلف سٹیشنوں پر سنائی دئے جاتے ہیں۔

ان دھبوں سے گیس لاکھوں میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اوپر ستون کی طرح نکل جاتی ہے جس طرح کوہ آتش فشاں پہاڑ سے مادہ آسمان کی طرف نہایت تیز رفتاری سے اُڑتا ہے۔ سارے ستارے ایک ہی مصالحہ سے بنے ہوئے ہیں۔ ہیڈروجن آکسیجن نائٹروجن لوہا تانبا سونا وغیرہ۔ سورج میں بھی اسی قسم کے مصالحے پائے جاتے ہیں۔ سورج کا جوف سخت گرم ہے۔ گرم ترین نہیں سورج کے زیادہ عمق میں ہیں۔ ٹھوس برف آنچ سے پانی بن جاتا ہے کیونکہ اجزائے بستہ ڈھیلے ہو کے کھل جاتے ہیں اور جب آزادی سے نقل و حرکت کرنے لگتے ہیں اُسے پگھل جانا کہا جاتا ہے اور زیادہ گرمی پہنچائی جائے تو وہ پانی کے اجزا کے علیحدہ ہو کے بھاپ بن جاتے ہیں۔ بھاپ کو گرم کیا جائے تو ذرات اور بھی ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور آکسیجن اور ہیڈروجن علیحدہ علیحدہ ہو جاتی ہے۔ اگر ان اجزا کو اور بھی زیادہ گرمی پہنچائی جا سکے اور وہ آفتاب کے درجہ کو پہنچ جائے تو سورج کی بیرونی تہوں کی طرح ذرات ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں آفتاب کے کرۂ ہوا کے ذرے علیحدہ ہونے کی حالت میں ہوتے ہیں اور سورج کے اندر کی طرف یہ ذرے زیادہ زیادہ ٹوٹتے چلے جاتے ہیں حتی کہ مرکز میں بالکل ٹوٹے ہوئے ذروں کے سوا اور کچھ نہیں ملتا۔ اس کیفیت کا ہمیں تجربہ نہیں ہو سکتا۔ اسے ٹھوس مائع یا گاس کہا جائے یا کیا ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اس کیفیت کا تجربہ معمل گاہوں میں کر ہی نہیں سکتے کیونکہ اگر ہم کوشش بھی کریں تو آن واحد میں ہلاک ہو کے رہ جائیں کیونکہ مرکزی حرارت چار یا پانچ کروڑ درجہ ہوگی۔ پن کے سر کے برابر مادہ اس درجۂ حرارت پر خلا میں اس قدر زیادہ قوت پیدا کر دے گا کہ ہمیں تین ارب گھوڑوں کی طاقت کا انجن اس کمی کی تلافی کے لئے درکار ہوگا تاکہ سوئی کے سر کا درجۂ حرارت قائم رہ سکے۔ اس میں سے روشنی نہایت تیز وتند ہوا کے جھونکے کی صورت میں نکلے گی جس کے مقابلہ میں کوئی چیز نہ ہٹ سکے گی۔ اور سر کے قریب ہی انعکاس شعاع کے دباؤ ایک مربع انچ کے مقابلہ میں لاکھوں ٹن ہوگا۔ اسی دباؤ کی بدولت سورج پاش پاش ہونے سے بچ رہا ہے۔ اس انعکاس سے سو گز کے فاصلہ پر بھی اس جھونکے کا اس قدر زور ہوگا کہ دنیا کا مستحکم سے مستحکم قلعہ اُڑ جائے اور ہزار گز کے فاصلہ پر کوئی آدمی ہمت کر کے آ جائے آن واحد میں ٹھیری بن کے رہ جائے۔

چاند کی دنیا

۱۶۱۰ء میں گیلیلو نے اعلان کیا کہ چاند ہماری زمین کی سی دنیا ہے جس میں سمندر اور پہاڑ بھی ہیں لیکن تحقیقات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سمندر پانی کے نہیں ہو سکتے کیونکہ سورج کی روشنی کی چمک کا عکس ان پر نظر نہیں آتا جس طرح زمین پر ہمیں دور سے جھیل کے پانی پر نظر آیا کرتا ہے۔ یقین یہ ہے کہ یہ سمندر نہیں۔ بلکہ خشک صحرا ہیں۔ وہاں نہ پانی ہے نہ ہوا اور نہ کسی قسم کا کرۂ ہوا وہاں موجود ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب سورج گرہن ہوتا ہے اور مکمل ہو جانے پر ایک لحظہ ایسا آتا ہے جب سورج تاریک چاند کے پیچھے سے اُبھرتا ہے گویا سورج چاند کے پہاڑوں سے اُٹھتا ہے۔ اگر چاند میں کرۂ ہوا ہوتا تو طلوع آفتاب کی سُرخی نمودار ہوتی جیسا زمین پر پہاڑوں کے پیچھے نظر آیا کرتی ہے لیکن گرہن کے بعد سورج اچانک چمکتا ہوا نمودار ہو جاتا ہے۔

چاند اور زمین کی پیدائش کے متعلق مختلف خیالات ہیں۔ ایک خیال تو یہ ہے کہ دونوں توام بہنیں ہیں۔ اور ایک ساتھ وجود میں آئیں۔ دوسرا قیاس یہ ہے کہ زمین چاند کی ماں ہے اور یہی خیال قابل تسلیم ہے زمین کے بننے کے زمانہ میں کچھ مادہ اُڑ کے الگ ہو گیا جو سرد ہو کے چاند بن گیا۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ خام مادہ سے دو ٹیلے بنے۔ وہ ہو کے زمین و چاند یک وقت بن گئے۔ کوئی سی صورت ہو کسی وقت میں دونوں آج کل کے مقابلہ میں ایک دوسرے سے قریب تھے۔ اس وقت چاند کا مرکز زمین کے مرکز سے

صرف نو ہزار میل دور تھا اور اس کا دن صرف پانچ گھنٹہ کا اور مہینہ پانچ ہی دن کا ہوتا تھا۔ آج کل کی طرح چاند کا ایک ہی رُخ زمین کی طرف رہتا تھا۔ رفتہ رفتہ دونوں کا فاصلہ ۲ لاکھ ۴۰ ہزار میل ہو گیا اور مہینہ ہمارے موجودہ دنیا کے دن کے مقابلہ میں ۳۰ گنا زیادہ ہو گیا ہے۔ اس میں لاکھوں برس لگے ہیں۔ انتہا پر پہنچ کے اس کے مہینے ہمارے موجودہ دنوں سے ۴۷ گنا لمبے ہو جائیں گے۔ جب اس کے مہینے ہمارے ۴۷ دنوں کے برابر ہو جائیں گے تو وہ پھر زمین کی طرف واپس ہوگا حتی کہ وہ اس پر گر پڑے گا۔

اتنے بعید فاصلہ پر چاند اپنی حیرت آمیز کشش سے زمین کے سمندروں میں مد و جزر پیدا کرتا ہے۔ اس قدر دباؤ کسی سیارہ کا اور کسی سیارہ پر نہیں ہے۔ اس کشش کی سختی کا اثر زمین کی گردش پر ایک قسم کی رکاوٹ پیدا کر رہا ہے۔ چاند کا قطر سورج کے قطر سے چار سو گنا کم ہے۔ شمالی و جنوبی امریکہ میں چاند کی سطح کے مقابلہ میں زیادہ رقبہ ہے اور ۴۹ چاند جسامت میں زمین کے برابر ہو سکیں۔ چونکہ چاند کی چٹانیں زمین کی چٹانوں کی طرح ٹھوس نہیں اس لئے زمین کا مادہ چاند سے ۸۱ گنا زیادہ ہے۔

چاند زمین کے گرد ۲۹½ دن میں ایک ہی رُخ اس کی طرف کئے گھوم جاتا ہے۔ اس کے اس رُخ سے سورج کی روشنی زمین پر منعکس ہوتی ہے اور اسی سے سات دن کی مختلف شکلیں پیدا ہوتی ہیں۔ چاند بجائے خود بھی گھومتا ہے۔ اس کی سطح ۵۹ فیصدی مطالعہ کر لی گئی ہے اور ۴۱ فی صدی آج تک نہیں دیکھی جا سکی۔

چاند زمین سے اس کی بیرونی تہوں کا مصالحہ لے کے علیحدہ ہوا تھا اس لئے وہ ہلکا ہے اور اس کے وسط میں اس قدر لوہا نہیں جس قدر زمین کے جوف میں ہے یہی وجہ ہے کہ چاند کی رفتار بے قاعدہ ہے۔ زمین کے پیٹ میں زیادہ بھاری لوہے کے ہونے کی وجہ سے اس کا توازن درست رہتا ہے۔ قرآن شریف میں دنیا کی پیدائش کے ذکر میں یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے زمین میں پہاڑ ڈالے تاکہ وہ تمہیں جنبش نہ دے (س ۱۴ رکوع ۲۔ آیت ۱۵۔ س ۱۷ ع ۳۔ آیت ۳۱۔ س ۲۱ ع ۱۔ آیت ۱۰) اسی صورت کو مدنظر رکھتے ہوئے پہاڑوں کو زمین کے لئے بمنزلہ میخ بتایا گیا۔ (س ۳۰ ع ۱۔ آیت ۷)۔

چاند میں چٹانیں ہی چٹانیں ہیں اور بڑی گہری دراڑیں ہیں۔ اگر وہاں کے آتش فشاں پہاڑوں نے بھاپ کے بادل کسی زمانے میں چھوڑے ہوں تو ہماری زمین کے سے سمندر اس میں اسی وجہ سے نہ ٹھیر سکے کہ وہ اپنی بھاپ کو گرفت میں رکھ کے پانی کی صورت میں اپنی سطح پر واپس نہ لا سکا۔ ممکن ہے پانی کا کچھ حصہ ان دراڑوں میں اندر چلا ہو۔ زمین پر اس وقت دراڑیں نہیں پائی جاتیں لیکن جب یہ بہت پرانی ہو جائے گی تو اس وقت اس میں چاند سے بھی زیادہ گہری دراڑیں نمودار ہو جائیں گی۔ چاند کے اس منظر کا ذکر ایک قصہ میں آچکا ہے جو ہم نے عصمت سالگرہ نمبر ۱۹۳۱ء میں شائع کیا تھا۔

زمانۂ حال کی دوربینیں اس قدر طاقتور ہیں کہ چاند اس قدر نزدیک آ جاتا ہے گویا کوئی شخص اسے ننگی آنکھ سے ۶۰ میل کے فاصلہ پر دیکھ رہا ہے۔ چھ سو فٹ مربع رقبہ پر ہر چیز صاف صاف نظر آتی ہے۔ اس کی جوالا مکھیاں پیالے کی شکل کی ہیں۔ پہاڑ سفید ہیں۔ میدان وسیع ہیں۔ اور سطح میں گہری چوڑی دراڑیں ہیں ان گہرے پیالوں میں سے بعض سے چمکدار شعاعیں نکلتی نظر آتی ہیں۔ اب تک یہ راز حل نہیں ہو سکا کہ یہ روشنی کی کرنیں کیا ہیں اور کیسے نکلتی ہیں۔ سورج کی طرف کے رُخ کا درجۂ حرارت اس قدر جلد گر جاتا ہے کہ اس کا درجہ پانی جمانے کے درجہ سے کبھی نہ ابھرتا ہوگا اور جب سورج کی روشنی کا عکس اس پر نہیں پڑتا تو وہ بے حد سرد ہو جاتا ہے۔

چاند تک پرواز کے قصے

شروع زمانے سے آدمی کو ہوا میں اُڑنے کا شوق رہا ہے۔ قصہ کہانیوں میں اُڑن کھٹولوں میں بیٹھ کے اُڑنے یا خود اپنے بازوؤں سے اُڑتے پھرنے کا ذکر آیا ہے۔ آخر اس زمانے میں ہوائی جہاز ایجاد ہو گئے اور اب انسان کا ذہن پوری طاقت سے اس طرف متوجہ ہوا کہ دیگر سیاروں کی سیر کس طرح کی جائے۔ اور کیا یہ ممکن ہو گی؟

بابل کے کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ ایک آدمی ایک عقاب پر بیٹھ کے تاروں کی طرف اڑا مگر یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ اُن تک پہنچا یا نہیں۔

بشپ فرینسس گوڈون نے [illegible]ء میں ایک ناول "چاند میں ایک آدمی" لکھا جو خوب بکا اور کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا۔ اس میں اس نے ایک پرتگالی ملاح کا قصہ قائم کیا ہے کہ اُس کا جہاز ٹوٹ گیا اور وہ ایک غیر آباد جزیرہ میں آپڑا۔ وہاں اُس نے شہتیروں کا ایک ہلکا سا بیڑا بنایا اور اُس میں دس امریکی بط جوڑ دئے۔ اس زمانہ میں بطوں کو بہت طاقتور سمجھا جاتا تھا وہ اُسے سمندر پر سے اُڑا لے جا کے ایک خشک زمین میں پہنچے۔ راستہ میں چاند آیا۔ اس کی سیر کرائی۔

فرانس میں اینڈمنڈ وسٹینڈ نے ایک ناٹک میں ایک سپاہی کو ہیرو بنایا ہے۔ اس کی ناک ساری سلطنت فرانس میں سب سے لمبی تھی۔ یہ ناٹک ہر مہذب زبان میں ہزاروں بار کھیلا جا چکا ہے۔ اس سپاہی نے ایک چوبی کمرہ بنا کے اس کی چھت میں ایک بڑا شیشہ کا کرہ رکھا جس میں لینز لگائے جو سورج کی کرنوں کو جمع کرتے تھے۔ ان کرنوں سے شیشہ کے کرہ کی ہوا رقیق ہو کے اس کمرہ کو ہوا میں اُٹھاتی تھی۔ کمرہ میں قصہ کا ممدوح بیٹھ جاتا تھا۔ اس قصہ کے برسوں بعد منگول فائر نے پہلا غبارہ بنا کے اسی اُصول پر ہوا میں بلند کیا۔ یہ مصنف غضب کا لکھنے والا۔ شمشیر زن اور لاف زن تھا۔ اُس نے سات طریقے ہوا میں سفر کرنے کے بیان کئے ہیں۔ ایک اپنی پیٹی میں قمقمے لگانا اور اُس میں شبنم بھرنا تھا۔ سورج کی کرنیں ان قطروں کو چاٹ کے اسے ہوا میں اُٹھا دیتی تھیں۔ ایک طریقہ پورے چاند کے روز مد و جزر کے ذریعہ چاند تک پہنچنے کا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ چاند اور مد و جزر کے تعلق کا حال اُس زمانہ میں معلوم تھا اور اُس نے مذاق کے طور پر اُس کا ذکر قصہ میں کیا تھا۔

ایک ناول [illegible]ء میں نورن برگ میں لکھا گیا۔ اس میں تصویریں ہیں۔ ایک میں دلیر مسافر ایک چوبی بیڑہ میں چاند کی طرف جا رہا ہے۔ بیڑہ میں بیس بط لگے ہوئے ہیں۔ [illegible]ء میں وائنا کے ایک اخبار نویس نے ایک قصہ چھاپا جس میں ہوائی جہاز کی تصویر دی۔ اُس نے لکھا کہ راستہ میں چند ہوائی حیوانوں نے اُس پر حملہ کیا لیکن جہاز کی تیز رفتاری کی بدولت وہ اُن سے بچ نکلا۔ وہ چاند پر نہ اُتر سکا لیکن اُس پر نظر ڈالتا ہوا اس کے پاس سے نکلا چلا گیا۔ اس میں اُسے فضائی نظارے۔ دریا جنگل۔ پہاڑ۔ وادیاں اور آبشار نظر آئیں۔ لوگ عجیب قسم کے تھے جو بے ٹانگوں پاؤں کے چلتے پھرتے تھے۔ وہ رینگتے تھے اور ان کی کمر پر کچھوے کی سی ایک قسم کی ڈھال تھی۔ خطرہ کے وقت وہ اس ڈھال میں گھس جاتے نظر آتے تھے۔ اس پناہ کے اوزار کی بدولت اُنہیں مکانوں کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اُس کی رائے میں چالیس پچاس ایسے جہازوں کی مدد سے چاند پر حملہ کر کے اُسے فتح کیا جا سکتا ہے۔ اس کا خیال ہوگا کہ کوئی حکومت ایسے جہازوں کی اُسے فرمائش بھیج دے گی اور وہ کافی رقوم جیب میں ڈال کے چلتا بنے گا۔ لیکن کسی نے اس کی اس تجویز کی طرف توجہ نہ کی لیکن اس قصہ پر لوگوں کو سچ سچ یقین آگیا اور بہت آدمیوں میں اس پر بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ [illegible]ء میں کیکلوگیل نیہ ایک اور چاند کے سفر کی داستان سیموئیل برنٹ نے شائع کی غلطی سے اسے جوناتھن سوفٹ سے منسوب کیا جاتا رہا۔ یہ گلیور کے سفرنامہ کی طرز پر لکھا ہوا ہے۔ سیاح اپنے آپ کو مختلف مہموں کے بعد ناطق فرعون کی صورت کے لوگوں میں پاتا ہے۔ مرغ اور مرغیاں دونوں زراعت پیشہ ہیں اور وہ انسان کی طرح بالکل مہذب ہیں۔ وہاں نقدی کمیاب ہے۔ چالاک مرغ مرغیاں دنیا میں آ کے اپنے انسانی دوستوں کو چاند میں لے جاتے ہیں جہاں سونا بکثرت ہے اور وہ ان آدمیوں کے ساتھ کافی سونا زمین پر لا کے چھوڑ جاتے ہیں۔

[illegible]ء میں برطانیہ میں ایک شخص چارلس کولائٹ لی کے نام ایک ہوائی کا پیٹنٹ درج ہے مگر اس کی تفصیل کا پتہ نہیں چلتا کہ وہ کیا ہوئی۔ اُس زمانہ کے اخبارات میں اُس کے اور اس کے سفر کے کارٹون ضرور چھپے ہیں۔ غالباً اُسی کے زیر اثر بعد میں فرانسیسی ناول نویس جولیس ورن نے قصے لکھے جو ساری روئے زمین پر پسند کئے جاتے ہیں۔ ایچ جی ویلس نے بھی اسی قسم کی ہوائی میں چاند کے سفر کا ذکر کیا ہے۔

زمانۂ قریب میں پروفیسر رکھ ڈالٹی پوٹ نے ہوائی میں ایتھر کی فضا سے آگے اُڑنے کی کوشش کی ہے اور ان کے نتائج پر بڑا غور و خوض ہو رہا ہے۔

چاند تک ہوائی

چاند تک پہنچنے میں ہمیں چند شکلوں کا سامنا ہوتا ہے۔ پہلے تو ایک اعلیٰ اور مکمل ہوائی بنائی جائے جو چاند تک سفر پورا کر سکے۔ دوسرے اس بات کا یقین ہونا چاہیئے کہ غضبناک ہوائی رفتار میں آدمی اس تیزی کی تاب لاکے زندہ رہ سکے گا اور خیریت سے چاند کی سطح پر اُتر سکے گا۔ تیسرے اُس جگہ کے طبعی حالات کیا ہیں؟ کیا وہ ایسے ہیں کہ وہاں انسان زندہ رہ سکے؟ کیا وہاں کے حالات ایسے ہیں کہ ان کے لئے آدمی اتنا دماغ اور روپیہ خرچ کرے اور جان جوکھوں میں ڈالے۔

محقق اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سیاروں تک صرف ہوائی جا سکتی ہے اور اس میں بارود استعمال کرنی پڑے گی جس میں طاقت زیادہ ہوتی ہے مگر اس پر خرچ بہت آتا ہے۔ ہوائی کے پچھلے حصہ میں گول سوراخوں میں بارود کے ٹونٹے لگے ہوں اور ان کا تعلق ایک بٹن سے ہوگا جسے جہاز راں پاؤں سے ایک پنسہ دبانے سے حرکت میں لا سکے گا۔ ایک ٹونٹا چھٹ جائے گا اور جہاز نہایت تیز رفتار سے آگے نکل جائے گا ایک خاص فاصلہ پر جاکے اسی طرح دوسرا ٹونٹا چھوٹا جائے گا اور جہاز اسی تیزی سے آگے بڑھا چلا جائے گا۔ ان ٹونٹوں میں بارود بھری ہوگی کرۂ ہوا کے بعد جو سما آئے گا جہاں ہوا پہلے تو بہت رقیق ملے گی اور پھر بالکل خلا ہوگا۔ اس میں جہاز بہت تیز چلے گا کیونکہ جہاز کے مقابلہ میں ہوا نہ ہوگی اور وہ بلا روک ٹوک چلنے کی وجہ سے زیادہ تیز رفتار ہو جائے گا۔ اس بلندی پر آدمی سانس نہیں لے سکتا اس لئے ساتھ دنیا کی ہوا کے تالاب رکھنے پڑیں گے۔ جہاز ایسی دھات سے بنایا جائے گا جو آسمانی طبقوں میں سلامت رہ سکے۔ بعض خطے بے حد سرد ہیں کہ ہر چیز جم کے رہ جاتی ہے۔ جہاز وہاں کیا حرکت کر سکتا ہے۔ اس کی رفتار بھی رُک جائے گی۔ ایسے خطے بھی ہیں گویا نہایت تیز آنچ کی آگ ہو۔ وہاں مضبوط سے مضبوط کمائی ہوئی اور بجلی وغیرہ کے اثرات سے محفوظ کی ہوئی دھات بھی آن واحد میں پگھل جائے۔ ان امور کا انتظام ضروری ہے۔ ان لوگوں کا خیال ان مشکلات کی ادھیڑبن میں ضرور ہے لیکن اُن کا دھیان قرآن پاک کی اس تفصیل کی طرف نہیں جاتا۔ جہاں آسمان کی ساخت کا ذکر ہے کہ اس کی حفاظت سخت کی گئی ہے۔ جگہ جگہ پاسبانی ہے۔ کوئی ملاء اعلیٰ کی بات سننا چاہے تو شہاب ثاقب اس کا پیچھا کرتا ہے یہ آتشیں گرز تو پیدا ہو گا ہی جب اس فضا میں کوئی چیز نیچے سے جانا چاہے گی اور وہاں کے مادے سے رگڑ کھائے گی تو ایک شعلہ نکلے گا اور اس چیز کو ایک لمحہ میں خاک سیاہ کر دے گا۔ یہ بھی ایک قسم کا پہرہ ہے۔ مادّی اسباب سے وہاں دخل نہیں حاصل ہو سکتا۔ وہاں کی مد و شد کے لئے روحانیت درکار ہے اور روحانی کاملوں نے وہاں درک پاکے زبان پر مہر لگا لی ہے۔ خود جاؤ اور دیکھ لو مادہ پرست ایسا کر ہی نہیں سکتے۔ اگر وہ وہاں کی ایک جھلک دیکھ لیں تو ڈھنڈورہ پیٹے بغیر رہ نہیں سکتے۔ کیونکہ اس جد و جہد کا یہی منشا ہے اور تحقیقات بھی یہی ہے۔ اسی وجہ سے ان کو وہاں جانے اور پھٹنے کی ممانعت ہے۔

سائنس داں بھی ان مشکلات کو سمجھتے ہیں۔ پہلے تو رفتار نے ہی اُنہیں پریشان کر رکھا ہے۔ اُن کے نزدیک ہوائی کی رفتار کم ازکم ۶ء۹۳ میل فی سکنڈ ہونی چاہیئے۔ اس سے کم رفتار سے وہ زمین پر پلٹ کے آگرے گا جیسے کسی توپ کا گولہ آپڑتا ہے۔ اگر اسے ۶ء۹۳ میل فی سکنڈ کی رفتار ہی حاصل ہو جائے تو یہ زمین کی کشش کے حلقے سے باہر تو ہو جائے گا لیکن اس کے بعد رفتار اس قدر ہلکی ہو جائے گی کہ آدمی چاند تک پہنچ نہ سکے گا۔ اگر سات میل فی سکنڈ سے چلیں تو کشش سے باہر ہو کے ایک میل فی سیکنڈ کی رفتار باقی رہ جائے گی اور دو دن سے کچھ زیادہ میں آدمی چاند میں پہنچ جائے گا۔ کرۂ ہوا میں سے گزرنے میں چند سکنڈ لگیں گے۔ یہ ہوا یہ رہا ہی کے باریک چھلکے سے زیادہ موٹی نہیں ہے۔

رفتار کی آزمائش کے لئے پہلے زمین پر بارود سے موٹر چلائی گئی جو خاص طور پر اسی مطلب کے لئے بنائی گئی۔ آزمائش ہوئی اور گرے

چل چل کے موٹر ۱۳۰ میل فی گھنٹہ چلی۔ ایسی موٹر کی ساخت پر دس ہزار سے بیس ہزار طلائی مارک لاگت آتی ہے اور صرف دو آدمی بٹھانے کے لئے دس لاکھ طلائی مارکس کی ضرورت ہے۔ جب موٹر چلائی جا رہی تھی تو راستہ پہلے سے صاف کر دیا گیا تھا۔ لوگ بیچ بیچ کے دُور کھڑے ہو گئے تھے مگر پھر بھی دیکھنے والے اس قدر وحشت زدہ ہوئے کہ مرد جھاڑیوں میں دبک گئے اور عورتیں چلّا اُٹھیں کہ یہ تو دوزخ کا ایک شرارہ معلوم ہوتا ہے۔ اب اسی اصول پر ہوائی جہاز بنانے کی تیاری ہے۔

اگر کوئی ایسا طاقتور جہاز بن گیا تو کرۂ ہوا سے گزر کے عجیب عجیب منظر آنکھوں کے سامنے ہوں گے۔ کرۂ ہوا میں سے گزرتے ہوئے ہوا گرد و غبار بخارات آبی وغیرہ سب ہم پیچھے چھوڑتے چلے جائیں گے۔ یہ چیزیں سورج کی روشنی کو پھیلاتی ہیں اور آسمان کو نیلا دکھاتی ہیں۔ کرۂ ہوا سے نکلتے ہی آسمان بالکل سیاہ نظر آئے گا۔ اس میں صرف سورج چاند اور ستارے چمکتے نظر آئیں گے۔ زمین کے مقابلہ میں ستاروں کی چمک زیادہ تیز ہو گی۔ اور رنگ زیادہ نیلا ہو گا۔ کیونکہ ان کی نیلی روشنی کو بکھیر کے آسمان کو نیلا دکھانے والی کوئی چیز نہ ہو گی۔ ستارے ٹمٹماتے ہوئے بھی نہ نظر آئیں گے کیونکہ وہاں ہوا تھوڑا ہی ہو گی جو روشنی کے ہم تک آنے میں خلل انداز ہو۔ ان کی روشنی تیز باریک سوئی کی نوک کی طرح ہماری آنکھوں میں چبھتی معلوم ہو گی۔ اگر ہم اس وقت زمین پر نظر ڈالیں تو اس کی تقریباً نصف سطح کہر بادل اور بارش میں لپٹی نظر آئے گی۔ آگے کی طرف تمام چاند بالکل صاف چمکتا دکھائی دے گا۔ اس میں کرۂ ہوا نہیں جو سورج کی روشنی کو بکھیرے اور نہ کہر او بارش اس کی منور سطح کو دھندلا کرنے کے لئے موجود ہو گی۔ چاند پر اُترتے وقت روشنی کی یہ صفائی برابر قائم رہے گی اور کچھ ایسا ڈر ہو گا کہ جس کا تجربہ ہمیں پہلے کبھی زمین پر نہ ہوا تھا۔ زمین پر ہمیں کرۂ ہوا کی بدولت غروب آفتاب کی شفق۔ طلوع میں پو پھٹنے کا نظارہ۔ دوپہر کا نیلا آسمان۔ بُعد فاصلہ کا دھندلکا نظر آیا کرتا ہے۔ یہاں چاند میں کرۂ ہوا نہ ہونے کی وجہ سے سورج کی کرنوں کو مختلف رنگوں میں تقسیم ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ یہاں صرف دو رنگ ہوں گے۔ دھوپ یا سایہ۔ سفیدی یا سیاہی۔ دھوپ کی ہر چیز سفید اور باقی ہر چیز سیاہ۔ گویا ہم کسی سینما میں بیٹھے ہیں کہ چاروں طرف اندھیرا ہے اور ایک نہایت ہی سخت تیز روشنی یعنی سورج کی شعاع ایک جگہ پڑ رہی ہے ایک وادی اُس وقت تک اندھیرے میں رہتی ہے جب تک سورج اُس کے آس پاس کے پہاڑوں سے بلند ہو۔ اس وقت پورا دن ہو جاتا ہے گویا کسی نے بجلی کا بٹن دبا کے ایک دم روشنی کر دی ہے۔

چاند کی سطح پر چلنے پھرنے کے لئے ہمارے پاس زمین کی ہوا کا بکس کندھے پر ہونا چاہئے جیسا کہ کوہ ایورسٹ پر چڑھنے والے ساتھ رکھا کرتے ہیں۔ شائد کسی کو خیال آئے کہ اس کا وزن ہی آدمی کو چلنے پھرنے میں سخت رُکاوٹ ڈالے گا۔ لیکن چاند کی سطح پر پاؤں رکھتے ہی ہمیں معلوم ہو گا کہ معاملہ بالکل برعکس ہے۔ چاند میں زمین کے مادہ کے ۸۰ ویں حصہ سے بھی کم شامل ہے اس لئے اس میں جو کچھ کشش ہے وہ زمین کی کشش کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔

چونکہ چاند میں ہوا ہے نہ پانی۔ وہاں ہمیں آدمی جانور درخت یا پھول نظر نہ آئیں گے۔ چاند کا درحقیقت عرصہ دراز سے روزانہ دوربین سے مشاہدہ کیا جاتا رہا ہے کسی کو بھی جنگلوں سبزیوں یا کسی قسم کی زندگی کے آثار کبھی نظر نہیں آئے۔ وہاں تبدیلیاں نہیں۔ ہیں تو یہ کہ روشنی ہے یا تاریکی۔ گرمی ہے یا سردی اور وہ چاند کی چٹیل سطح پر سورج کے طلوع و غروب پر منحصر ہے۔ چاند ایک مردہ دنیا ہے ایک قسم کا آئینہ ہے جسے وہاں لٹکا دیا ہے تاکہ وہ سورج کی روشنی کے شہتیروں کو زمین کی طرف منعکس کر دے۔

چاند کا نظارہ بالکل مختلف ہے۔ وہاں کے پہاڑ گھسے ہوئے یا پُرانے بنے ہوئے نہیں ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کاٹ چھانٹ کے کھڑے کر دئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں نہ گیسیں ہیں نہ بخارات آبی جو وہاں سے نکل کے چاند کو کرۂ ہوا اور سمندروں کی صورت میں لپیٹے رہیں۔ وہ تو ذرّات کی شکل میں نکل کے فوراً خلا میں جذب ہو گئیں۔ اس طرح چاند کی ساخت کے وقت یہ چیزیں نکل نکل کے فوراً

خلا میں جا ملیں اور اس کے پہاڑوں اور سطح پہان کو اپنا عمل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ البتہ یہ حیرت ہے کہ یہ پہاڑ ٹوٹ کیسے گئے کچھ تو وہاں واقع ہو رہا ہے جس سے وہ ٹوٹے مشاہدہ کرنے والوں نے وہاں کبھی کبھی گرد کے بادل اُٹھتے دیکھے ہیں۔ غالباً وہ گرد چٹانوں کے ٹوٹ کے گرنے کی وجہ سے اُٹھتی ہوگی۔

وہاں نہ بارش ہے اور نہ برف۔ پھر وہ کونسی چیز ہے جس سے چٹانیں ٹوٹ کے گر جاتی ہیں۔ چاند پر فضا دیکھنے سے ہمیں اس کا سبب معلوم ہو جاتا ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہی ہے کہ زمین پر بیرونی فضا سے چٹانی یا دھاتی سخت ٹکڑے برابر برستے رہتے ہیں چھوٹے ٹکڑے فضا دیر تک قائم رہتے ہیں لیکن اُن میں صاف روشنی ہوتی ہے۔ اُنہیں ہم ٹوٹے تارے کہتے ہیں۔ وہ زمین تک پہنچتے پہنچتے عمل تبخیر سے راکھ ہو کے ہوا میں مل جاتے ہیں لیکن بڑے ٹکڑے زور و شور کے ساتھ زمین پر آ پڑتے ہیں اور سخت نقصان کا باعث ہوتے ہیں۔ بس اسی قسم کے ٹکڑے چاند پر برستے رہتے ہوں گے۔ وہاں کوئی کرہ ہوا نہیں جو ان کی مزاحمت کرے اور ان کی کثیر تعداد کو راکھ بنا کے ہوا میں بکھیر دے اور سطح کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچنے دے۔ وہاں چھوٹے اور بڑے شہاب ثاقب اُسی رفتار سے جس میں وہ خلائے بسیط میں چلتے رہتے تھے سطح قمر پر آ سکتے ہیں گویا گولیوں اور بڑے بڑے توپ کے گولوں کی بارش ہو رہی ہے۔

چاند کے پہاڑ بہت بلند ہیں۔ چاند کا قطر زمین کے قطر کا چوتھائی ہے مگر اس کے پہاڑوں کی بلندی زمین کے پہاڑوں کی بلندی سے اوسطاً زیادہ ہے۔ ان میں کی بڑی تعداد پندرہ ہزار فٹ سے بھی زیادہ بلند ہیں۔ اور بہت سے بہت زیادہ ڈھلاؤ والے ہیں۔ وہاں سورج کی روشنی کی وجہ سے ہماری زمین کی طرح چیزوں کا سایہ پڑتا ہے۔ طلوع و غروب کے وقت چیزوں کے سائے لمبے ہوتے ہیں۔ اور سورج کے عین سر پر ہونے کے وقت چھوٹے ہوتے ہیں۔ اسی طرح چاند میں سایوں کا سلسلہ ہے۔ چنانچہ ان سایوں کی پیمائش سے ان پہاڑوں کی بلندی معلوم ہو سکتی ہے۔

سورج کے نکلنے ڈوبنے سے وہاں حرارت و سردی کا اچانک تبادلہ ہوتا ہے۔ چاند میں جا بجا آتش فشاں پہاڑوں کی راکھ پھیلی ہوئی ہے۔ اور وہ راکھ ان پہاڑوں کے آس پاس ہی بکھری پڑی ہے مگر یہ راکھ حرارت روکنے یا نکالنے کا کام انجام نہیں دے سکتی۔

ان مایوس کن کیفیات کے اندازہ کے باوجود آدمی اسی اُدھیڑ بن میں مصروف ہے کہ قدرت کی قوتوں سے کام لے کر وہ جو سما میں اُڑے اور ستاروں کی سیر کرتا پھرے۔ جہاز بنتے ہیں ٹوٹتے ہیں لیکن ابھی کرۂ ہوا سے باہر ہونے کا تجربہ نہیں ہوا۔ منزل بہت دُور ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ کرۂ ہوا سے آگے اُڑنے کی مشکلات پر غالب آنا ٹیڑھی کھیر ہے۔ اور ان ہی خیالات کی اُلجھن میں آدمی مبتلا رہتا رہتا قیامت کے کنارے پہنچ جائے گا۔

عرب کی عورتیں

الحمدللہ کہ کامل ایک سال مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں قیام کرنے کے بعد میں معہ اپنے شوہر کے ۱۰ ار اپریل ۳۰ء کو بخیریت بمبئی پہونچ گئی۔ عموماً جو حاجی بغرض حج مکہ شریف جاتے ہیں۔ وہ حج کے فریضہ سے فارغ ہوتے ہی مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوکر وطن واپس لوٹتے ہیں۔ اس قدر قلیل عرصہ میں مسافر کو وہاں کے حالات سے کچھ بھی واقفیت حاصل نہیں ہوتی

ہم بفضل خدا اطمینان سے وہاں رہے جو مکان ہم نے کرایہ پر لیا تھا اس کے ایک قطعہ میں ہم نے قیام کیا دوسرے حصہ میں مکان کی مالک رہتی تھیں اس وجہ سے بھی ہمکو وہاں کے رسم و رواج طور طریق سے واقف ہونے کا اچھا موقع ملا۔ جب تک میں وہاں رہی یہ بی بی میرے ساتھ نہایت خلق و مروت سے پیش آتی رہیں، ایک مرتبہ میں وہاں بیمار ہوگئی تو انہوں نے میری تیمارداری نہایت ہمدردی سے کی اور پردیس میں بہن کا حق ادا کیا۔ خدا انہیں خوش رکھے اب بھی جب کبھی ان کی یاد آتی ہے دعائے خیر کیا کرتی ہوں۔ عرب کی عورتیں بہت محنتی اور باہمت ہوتی ہیں بڑے بڑے امیر گھرانوں کا تو ذکر جانے دیجیے کہ عموماً ان کے یہاں لونڈی غلاموں سے خدمت لیجاتی ہے لیکن متوسط گھروں میں سارے کام گھر والی انجام دیتی ہے۔ یہاں کی عورتیں گھروں کو نہایت صاف ستھرا رکھتی ہیں روزانہ جھاڑنا پونچھنا ضروری ہے گھر کے فرش کو گرمیوں میں روزانہ اور سردیوں میں ہفتہ میں دو تین مرتبہ پانی سے دھویا جاتا ہے۔ پانی جس زمانہ میں گراں تھا تو ان بیچاریوں کو کنوئیں میں سے پانی نکالنا پڑتا تھا۔ مگر اب نہر زبیدہ کا پانی مکہ میں اور نہر زرقا کا پانی مدینہ طیبہ میں با فراط مل سکتا ہے۔ اب بھی ہر گھر میں کنوئیں موجود ہیں کپڑے گھروں میں دھوئے جاتے ہیں۔ دھوبیوں کی یہاں کمی ہے، چند جو ہیں تو وہ پیسے بہت لیتے ہیں اور کپڑے عمدہ نہیں دھوتے۔ اس لئے یہاں کی عورتیں خود ہی کپڑے دھوتی ہیں یا مردان پر استری بھی خود ہی کرتی ہیں۔ میں نے سنا کہ شادی سے قبل ہر لڑکی کو یہ فن سکھایا جاتا ہے، یوں تو یورپ میں بھی متوسط گھروں میں کپڑے عموماً گھر والی دھوتی ہے لیکن ان متمدن ممالک میں اور بہت سے کاموں کی سہولت ہے اور یہاں تو غربت اور افلاس کی وجہ ہر کام میں دشواری ہے۔ یہ تو اہل عرب ہی کا حوصلہ ہے کہ باوجود اس قدر مفلسی کے سفید پوش ہشاش بشاش نظر آتے ہیں۔

زنانہ اور مردانہ کپڑے گھر میں سلتے ہیں۔ عرب کی عورتیں لباس میں زیادہ روپیہ صرف کرتی ہیں زیور کی چنداں پروا نہیں اور نہ کھانے میں اقسام اقسام کی چیزیں پکتی ہیں کھانا صرف ایک بار یعنی دوپہر کو پکایا جاتا ہے رات کو اسی کو گرم کرکے کھاتے ہیں۔ گھر میں فاقہ سے گذرتی ہے تو ہو مگر جب عرب عورتیں باہر نکلتی ہیں تو دیکھنے والے خیال کرسکتے ہیں کہ ابھی خوشحال ہونگی یہاں کی عورتیں بچوں کی تربیت بہت اچھی کرتی ہیں شادی بیاہ کی محفلوں میں چھوٹے بچوں کو ہمراہ لیجانا معیوب خیال کیا جاتا ہے، بچوں کو بچپن سے کام کا عادی بناتے ہیں، عورتیں عموماً خوش مزاج اور بناؤ سنگھار کی شائق ہیں۔ مہندی اور سرمہ لگانے کا یہاں بہت رواج ہے۔ باوجود ان سب خوبیوں کے ایک بات جو حیرت انگیز نظر آئی وہ میاں بیوی کی علیحدگی یعنی طلاق ہے۔ شرع نے طلاق کو جائز تو قرار دیا۔ مگر کراہت اور ایسی ہی مجبوریوں کی حالت میں اس سے استفادہ حاصل کرنے کی اجازت دی گئی۔ مگر حیرت ہے کہ یہاں اس کا رواج عام ہے ذرا ذرا سی بات پر آپس میں علیحدگی ہوجاتی ہے۔ مہر چونکہ قبل از یں یعنی نکاح کے وقت دیدیا جاتا ہے اسلئے علیحدگی کے وقت کچھ دشواری پیش نہیں آتی۔ علیحدگی کے بہت سے اسباب ہیں ایک یہ کہ کسی عورت کا شوہر غریب ہے اور اس میں اتنی سکت نہیں کہ وہ بیوی کی ملاقاتی عورتوں کو چائے پلانے کا بار برداشت کرسکے بس اسی بات پر جھگڑا ہوگیا اور عورت طلاق لے لی یہاں چائے پینے پلانے کا کثرت سے رواج ہے خواہ کوئی بھی اور کسی وقت جائے بغیر چائے پلائے مہمان کو رخصت نہیں کرتیں دن بھر سماوار دہکتا

بُوا فرعونی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے لشکر کو ڈبو دیا "کاش فرعونیت" کو بھی ڈبو دیتے۔ لیکن فرعون کے ڈوبتے وقت فرعونیت اس کے سر سے نکل بھاگی۔ اور ساری دنیا میں پھیل گئی۔ قاعدہ تو چاہتا ہے حصہ بقدر جثہ لیکن بعض حصے جثے پر نہیں ظرف پر ملتے ہیں جیسا کہ غالب نے کہا ہے ع دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر۔

بوا فرعونی تھیں تو بہت چھوٹے قد وقامت کی لیکن آدھی فرعونیت ان اکیلی کے حصہ میں آگئی تھی۔ باقی آدھی ساری خدائی میں بٹ گئی ہوگی۔ مثل مشہور ہے "کُلُّ قَصِیْرٍ فِتْنَۃٌ" (یعنی سب پستہ قد فتنہ ہوتے ہیں) اس مثل کے بنانے والے نے حضرت آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے سب انسانوں کو تو دیکھا نہ تھا۔ دس بیس سو پچاس کو دیکھکر عام حکم لگا دیا ہے لیکن ایسی پکی بات کہی ہے کہ مشکل ہے کہیں اس کے خلاف نکلے تو نکلے۔ آپ بھی جب اور قصیر القامت آدمیوں کے فتنے دیکھتے دیکھتے بوا فرعونی پر پہونچیں گے تو معلوم ہوگا کہ اب آگے تجربہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک صاحب کہتے تھے یہ مثل یوں بھی ہے۔ "قَصِیْرٌ کُلُّہٗ فِتْنَۃٌ" (یعنی پست قامت آدمی سب کا سب فتنہ ہوتا ہے) یہ خلعت تو بوا فرعونی پر ایسا سجتا تھا کہ دیکھا ہی کیجئے۔ حقیقت میں بوا فرعونی کی چال ڈھال۔ طور طریق۔ بات برتاؤ۔ ہر چیز فتنہ ہی فتنہ تھی۔ بوا فرعونی خوش مزاج بھی تھیں، جب انکی کوئی سہیلی یہ کہاوت ان پر چست کرتی تھی تو جواب میں یہ ذوق کا مصرعہ پڑھ دیا کرتی تھیں "پست ہمت یہ نہ ہووے پست قامت ہو تو ہو"۔

بوا فرعونی کا نام تو کچھ اور ہی تھا۔ لیکن اسی نام سے عام طور پر مشہور ہو گئی تھیں۔ شروع شروع میں تو کسی مسخرے یا دل جلے نے بوا فرعونی کہہ دیا ہوگا۔ لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ وہ صرف عادت مزاج ہی میں فرعونی نہ تھیں بلکہ ان کا سلسلہ نسب بھی مصر کے کسی فرعون سے ملتا ہے۔ اور یہ بات بھی خود بوا فرعونی ہی نے لوگوں کو بتائی۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ کا فرعون تو ڈوب گیا تھا اور اس کے کوئی اولاد بھی نہ تھی۔ لیکن اس کی نسل اور اس کی حکومت اس کے کنبے سے چلی اور چلتی رہی پھر جب ملک اور حکومت ہاتھ سے نکل گئی تو نسل پھر بھی باقی رہی اور آخر وہ لوگ مسلمان ہو گئے، انہیں کی اولاد میں بوا فرعونی بھی تھیں۔ اور کبھی فرعونیت کے جوش میں اس پر فخر بھی کیا کرتی تھیں کہ ہم وہ ہیں جنہوں نے خدا کے سامنے بھی سر نہیں جھکایا

بوا فرعونی اونچے گھرانے اور بڑے کنبے والی تھیں۔ شاہی وقتوں میں ان کا شہر صوبہ کہلاتا تھا، ان کے بزرگوں میں کوئی صوبہ دار تھا کوئی قاضی۔ کوئی مفتی۔ ان کے باپ نے لاکھوں کی جائداد چھوڑی تھی جس کی اکیلی بوا فرعونی مالک تھی۔ پڑھی لکھی بھی تھیں، ظریف مزاج بھی اور فرعونی بھی۔ ان تینوں صفتوں کے اثر سے ایک دن اپنی دولت وجائداد کے ذکر پر کہنے لگیں۔ "مجھے یوں کہا کرو۔ "وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَھَا"[1] بوا فرعونی کا روپیہ ان کے نام سے الگ بینک میں جمع ہوتا تھا۔ خود بینک سے لین دین کرتی تھیں

بوا فرعونی کی شادی ان کے کنبے ہی میں ہوئی تھی۔ میاں پردیس میں نوکر تھے۔ یہ بھی ان کے ساتھ رہتی تھیں، اللہ نے اولاد حسب مراد دی تھی۔ کئی بیٹے بیٹیاں تھیں، اور سب اپنے اپنے گھر خوش۔ ایک داماد جج تھا، ایک بیرسٹر۔ ایک پروفیسر، ایک البتہ محکمہ بیکاری کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔ سو بوا فرعونی کے گھر کیا کمی تھی۔ خانہ داماد بنکر رہتا تھا۔ بیٹے ٹکر کے امیر تھے۔ بوا فرعونی کے گھر کا خرچ ان کے میاں کی تنخواہ سے چلتا تھا، اور ماشاء اللہ خوب چلتا تھا۔ وہ اپنا پیسہ مشکل سے گھر میں خرچ ہونے دیتی تھیں۔

---

[1] بوا فرعونی نے اپنے لئے ضمیر مونث لھا لگائی ہے۔

ضرورت بھی نہ تھی اور وہ احتیاط بھی کرتی تھیں۔ ان کا قول تھا کہ گھر چلتا ہے گھر والے کے نام سے۔ گھر والے کے دام سے، گھر والے کے کام سے۔ اس پر بھی بوا فرعونی کی ساری دولت ان کے گھر اور ان کی آل اولاد ہی پر صرف ہوتی تھی لیکن ایک عجیب طریقے سے' وہ خود کہا کرتی تھیں کہ ظاہر میں تو گھر میاں کے روپے سے بنا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن اصل میں گھر کی خیریت اور سلامتی کے لئے' میری دولت کام آتی ہے۔ کبھی فرعونی جوش میں ہوتیں تو کہتیں "تن میاں کے مال سے۔ جان بندی کی چال سے" کبھی فرماتیں میاں تدبیر سے لڑتے ہیں۔ بندی تقدیر سے لڑتی ہے"۔ یعنی بوا فرعونی اگرچہ دل کی قوی اور ہمت کی مضبوط تھیں، دماغ روشن اور ذہن رسا تھا، معاملہ فہم اور صائب رائے تھیں لیکن اس کے ساتھ عجیب بات یہ تھی کہ اعتقاد کی بہت کچی اور بڑی بودی تھیں۔ تعویذ۔ گنڈے، ٹوٹنے ٹوٹکے، جادو منتر۔ عمل عملیات پر نہایت پختہ اعتقاد اور پکا ایمان تھا، اس کے سینکڑوں ہزاروں روپے ان ہی کاموں میں صرف ہوتے تھے۔ پھر اس کام کے لئے سادھو سنیاسی، پیر۔ فقیر۔ سالک مجذوب۔ جھوٹے سچے، کسی کی قید نہ تھی، جہاں سنا کہ شہر میں کوئی نیا کرتبی آیا ہے۔ اور انہوں نے اپنی ماما کو اس کے پاس بھیجا۔ یا کسی منشی کارندے کو روانہ کیا۔ لوگ کہتے تھے جھوٹ یا سچ کہ ایک ماما اور ایک ملازم نے اپنی اپنی حویلیاں بنالی تھیں۔ بوا فرعونی سے سینکڑوں روپے لے گئے اور خاک کی چٹکی لاکر دیدی۔ یا کاغذ کا ٹکڑا مروڑ کر لا دیا۔ لیکن بوا فرعونی دور کے پیام وسلام پر ہی بس نہ کرتی تھیں۔ خود بھی سادھوؤں، جوگیوں عاملوں کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں اور وہ جو عمل بتاتے تھے کرتی تھیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ شہر کی کوئی ملنے والی بی بی بوا فرعونی کے گھر بے اطلاع آتیں اور معلوم ہوتا کہ وہ تو آج کوٹھری میں بند یا تہ خانے میں چھپی ہوئی کوئی وظیفہ پڑھ رہی ہیں یا عمل کر رہی ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ جَو کی تین ٹکیاں اور مٹی کے لوٹے میں پانی لیکر جاڑے ہوئے تو کمرے میں، گرمیاں ہوتیں تو چھت پر چلی جاتیں۔ اور تین دن تک گھر والوں کو ان کی صورت نظر نہ آتی۔

یہ تو اللہ ہی جانے کہ وہ ان تدبیروں سے خود بھی عامل ہو گئی تھیں یا نہیں۔ بہرحال ہم جیسے ظاہر بینوں کو بھی بعض لطیفے بہت دلچسپ نظر آئے ہیں۔ ایک دن بوا فرعونی کہیں سواری میں جاتی تھیں۔ خدا جانے شاہی مقبرہ و باغ کی سیر کا ارادہ تھا یا اس کے راستے میں جو سادھو رہتا تھا اس کے چرنوں کی سیوا مقصود تھی۔ بیٹی، سمدھن اور ماما ساتھ جانے والی تھیں۔ ان کے انتظار میں گھر کے صحن میں کھڑی تھیں پوتا آکر لپٹ گیا کہ میں بھی جاؤں گا۔ منع کیا۔ بہلایا۔ ٹالا۔ نہ مانا۔ آخر جھڑک کر ہٹا دیا۔ بچہ غصے میں بھرایا ہوا باہر دوڑ گیا۔ ہاتھ میں بڑی سی رسی لئے ہوئے تھے اس کو گاڑی کے گھوڑے پر پھینکنے لگا۔ کوچبان اور سائیس جتنا روکتے تھے وہ ان سے ہٹ ہٹ کر اور زور زور سے رسی گھوڑے کے مارتا تھا۔ اس حرکت سے شور ہو رہا تھا۔ اتنے میں یکایک بوا فرعونی مع ساتھی عورتوں کے دروازے میں آگئیں، ماما کے آواز دینے پر لڑکا تو گاڑی گھوڑے کے پاس سے ہٹ گئے۔ بوا فرعونی نے لپک کر بچے کے ہاتھ سے رسی چھین لی۔ اور دو ہی دسی زور سے بچے کے رسید کی۔ اس کے بعد اول تو ارادہ کیا کہ رسی کو پھینک دیں۔ پھر یکایک کچھ سوچکر رسی لپیٹ کر ہاتھ میں لے لی اور سوار ہو گئیں۔ اتفاق کی بات شہر سے دور نکل کر دفعتہ گھوڑے کا بند ٹوٹ گیا۔ کوچبان بڑا سٹ پٹایا۔ لیکن بوا فرعونی نے براہ راست دو چار صلواتیں سنا کر رسی اس کی طرف پھینک دی کہ "لے میں یہ اسی کام کے لئے لائی تھی" تینوں عورتیں اور کوچبان چاروں اس کرامت سے حیران رہ گئے۔

اب اس واقعہ کے متعلق بوا فرعونی کی عقلمندی دیکھئے کہ گھر واپس آنے کے بعد اس کرامت کا [illegible] چرچا ہونا ہی تھا، جس وقت اس کا ذکر ہونے لگا۔ بوا فرعونی فخریہ انداز کے ساتھ وہاں سے اٹھ گئیں۔ یعنی ایسی ایسی کرامتیں تو ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، ان کی سمدھن اپنے گھر اتر گئیں تھیں۔ وہ پھر کسی وقت ملیں تو پوچھا "بوا سچ کہنا۔ تم نے رسی کو کیا سمجھ کر ساتھ لیا تھا،

بوا فرعونی سمدھن سے پکی تھیں۔ جانتی تھیں کہ ان پر کرامات کا جادو نہ چلے گا کہنے لگیں "اری بوا لوگوں نے ناحق کرامت بنالی ہے۔ وہ دنیاداری کی ایک بات تھی۔ بزرگوں کا مقولہ ہے۔ سفر میں برتن اور بندھن ساتھ رکھو۔ لوٹا پیالہ کوئی چیز ساتھ ہو تو وقت پر دس کام نکلتے ہیں۔ ایسے ہی رسی ضرورت پر کام آتی ہے۔ رسی مضبوط اور لمبی تھی۔ میں نے سوچا پھینک دوں گی تو ضائع ہو جائے گی ساتھ ہی رکھ لوں محفوظ تو رہے گی"

بوا فرعونی کی ایک شان فرعونیت بڑی دلچسپ تھی، اور مشہور ہو گئی تھی بیٹیوں کا نکاح کرنے کے بعد سب سے پہلے، سب سے زیادہ اور سب سے زوردار نصیحت یہ فرماتی تھیں کہ "شوہروں کو اپنا مطیع بنائیں، ان کے جان مال، گھر جائداد سب پر قبضہ کر لیں" یوں تو اس فہمایش کی کچھ ضرورت بھی نہ تھی۔ ہر عورت کی فطرت یہی ہے کہ سو میں ننانوے لڑکیاں یہی چاہتی اور اسی کی کوشش کرتی ہیں۔ بلکہ سو میں سو اور ہزار میں ہزار۔ کہیں لاکھوں میں کوئی اللہ کی بندی ایسی ہو گی جو ساس نندوں کے ساتھ مل جل کر ہنسی خوشی گذار سکے۔ پھر یہ لڑکیاں تو بوا فرعونی ہی کی اولاد تھیں "مچھلی کے جاے کو کون تیرائے" لیکن بوا فرعونی اپنی لڑکیوں کو اسی طرز و روش پر چلنے کی سخت تاکید کرتی تھیں۔ تدبیریں بتاتی تھیں۔ مدد دیتی تھیں، مجبور کرتی تھیں اور یہ بات مشہور تھی کہ بیٹیوں کے ساتھ بوا فرعونی کی محبت کا معیار ایک یہی معاملہ تھا۔ پھر بھی سچ یہ ہے کہ "نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد" بعضوں کو ایسے پوچ مرد ملے کہ زن مرید بن گئے۔ موم کی ناک بن گئے[1] بعضوں کو ایسے مردانہ مرد ملے یا وہ خود ایسی اللہ کی نیک بندیاں تھیں کہ شوہر کی اطاعت کو ماں کی فرمانبرداری پر مقدم رکھا۔ یہ اس لئے کہا کہ جہاں تک سنا اس قسم کے جوڑے کو بھی اپنے حال میں خوش اور مطمئن ہی سنا لیکن بوا فرعونی ایسی بیٹی اور ایسے داماد سے ہمیشہ ناخوش رہیں۔ ان میں ایک تیسری قسم یہ بھی تھی جس میں میاں کی قوامیت اور بیوی کی نسائیت میں کشاکش (ٹگ آف وار یا رسا کشی) رہتی تھی۔ یہ معاملہ بوا فرعونی کے لئے بڑا سوہان روح تھا۔ برسوں ماں بیٹی دونوں نے کوشش کی کہ ساس نندوں۔ جیٹھ دیوروں سے چھٹکارا پا کر گھر بار اور گھر والے پر قبضہ کر کے لمن الملک[2] الیوم کا ڈنکا بجاویں لیکن جب جب معرکہ جنگ قائم ہوا پسپا ہونا پڑا یا وقتی صلح کرنی پڑی۔ کامل فتح حاصل نہ ہو سکی۔

آخر بوا فرعونی نے ایک نئی چال چلی اور ایسی تدبیر سوچی، وہ مار ماری کہ ہار بھی جیت سے بڑھ گئی۔ ایک دن بیٹی سسرال سے آئی تو اس کو پٹی پڑھائی کہ "بیٹی یوں کام نہ چلے گا۔ کسی حکمت سے کام لینا چاہیئے۔ یہ تو تم خوب جانتی ہو کہ میاں کو چھوڑ کر میرے پاس آ جاؤ تو تمہارے لئے کس چیز کی کمی ہے لیکن یہ تو سراسر شکست ہوئی۔ ہار ماننے کو میرا دل نہیں چاہتا اور تمہارے لئے بھی اس میں کچھ بڑائی نہیں۔ نہیں، وہاں سے آؤ تو اس طرح آؤ کہ نہ صرف اپنا لاؤ بلکہ سب کچھ لے آؤ۔ سمجھیں؟ نہیں۔ لو سنو۔ گھر کا اختیار تو تمہیں حاصل ہے میاں کی تنخواہ تمہارے ہاتھ میں آتی ہے۔ اس میں سے پوری آدھی الگ بچاؤ۔ آدھی میں سے آدھی گھر خرچ کرو۔ سارا گھر اسی میں چلاؤ، نصف کا باقی نصف میاں کو بخشدو۔ وہ چاہے اپنی ماں بہنوں۔ بھائی بھاوجوں۔ بھتیجیوں کو دے، چاہے لٹا کے اڑائے، اب تم پوچھو گی اتنی بڑی رقم کس طرح اڑ سکتی ہے کہ معلوم نہ ہو۔ یہ کچھ مشکل نہیں۔ حساب نہ لکھا جاتا ہے۔ نہ کوئی دیکھتا پوچھتا ہے اور جو کوئی دیکھے سمجھے اس کی پروا نہ کرو۔ صرف میاں سے کام رکھو، اس کے دل پر ایسا قبضہ رکھو کہ اسکی آنکھوں اور عقل پر پردہ پڑا رہے۔ نہ تم سے پوچھے نہ اوروں کی سنے۔ خرچ بڑھا کر دکھانے کی بہت سی صورتیں ہیں۔ مہمان زیادہ آئے دو دوا دارو میں روپے اٹھے بہن کا قرض تھا۔ پڑوس کا تقاضا تھا۔ اس کپڑے کی ضرورت تھی، وہ گوٹہ مسالہ منگانا تھا۔ پارسال بڑے لڑکے کے ختنہ کے موقع پر بہنوئی سے

[1] قرآن مجید میں ہے اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (مرد عورتوں پر غالب ہیں)۔ [2] قرآن مجید میں قیامت کا ذکر ہے کہ اس روز اللہ تعالیٰ جل شانہ فرمائے گا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (آج کس کی حکومت ہے) اور پھر خود ہی جواب دیگا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (خدائے واحد و قہار کی)

سو روپے منگائے تھے وہ ادا ہو رہے ہیں۔ بھانجے کو کرتہ ٹوپی بنا کر بھیجنے کی جگہ پچیس روپے نقد بھیجدیئے وہ آپ بنالیں گی۔ شریفن بہن نے نئی وضع کے بازوبند بنوائے ہیں میں نے بھی فرمائش کردی ہے۔ تم سے پوچھ کر ہی تو ان سے کہا ہے۔ تم جانے اس وقت کیا کہہ رہے تھے۔ نہ سنا ہوگا۔ ہاں تو کردی تھی۔ ان کو پچاس روپے دیدیئے ہیں۔ اسی طرح اور دیدیئے جائیں گے۔ غرض سو حیلے ہیں میری بیٹی کے پاس حکمتوں کی کیا کمی۔ اسی طرح چند سال میں کم سے کم اپنے مہر کے برابر یعنی پندرہ ہزار روپے جمع کرلو۔ بھیجے دیتی جاؤ، تمہارے نام سے الگ بینک میں حساب کھلوا دوں گی اس کے بعد بھی اگر دیکھو کہ نباہ نہیں ہو سکتا اور پانی گلے تک آگیا تو اچھل کر الگ کھڑی ہوجاؤ اور مہر کا دعویٰ ٹھوک دو۔"

حامد حسین قادری
پروفیسر سینٹ جانس کالج

(باقی آئندہ)

آفتِ زبان

(از حضرت ابوالاعجاز ازلی)

سب آفتوں سے بڑھ کے ہے آفت زبان کی ۔۔۔ لازم ہے آدمی کو حفاظت زبان کی

بہتر ہے اُس کے ذکر میں شام و سحر رہے ۔۔۔ یہ جس نے بولنے کو عنایت زبان کی

ہر صبح۔ تا نہ اُن کو ہلاکت میں ڈال دے ۔۔۔ انسان کے عضو کرتے ہیں منت زبان کی

غیبت کرے کسی کی کسی کو بُرا کہے ۔۔۔ اچھی نہیں ہے یہ بُری عادت زبان کی

بے فائدہ کلام سے پرہیز چاہیئے ۔۔۔ کھولو وہاں جہاں ہو ضرورت زبان کی

اس کا نہ اعتبار نہ عزت نہ کچھ وقار ۔۔۔ کھودی جہاں میں جس نے صداقت زبان کی

فکر امور باطلہ سے روک لو اسے ۔۔۔ منظور گر نہیں ہے ہلاکت زبان کی

جھگڑا کرو کسی سے نہ کاٹو کسی کی بات ۔۔۔ بڑھ جائے تو بُری ہے خصومت زبان کی

گالی گلوچ مسخرے پن سے نہ گر بچے ۔۔۔ زنداں میں ڈال دے گی شرارت زبان کی

ظاہر کرو کسی پہ کسی کا نہ راز تم ۔۔۔ یہ بھی ہے اک طرح کی خیانت زبان کی

وعدہ کرو کسی سے تو پورا کرو اُسے ۔۔۔ جھوٹا بنا نہ دے تمہیں جرأت زبان کی

یہ ہے نفاق۔ دو رخی باتوں کو چھوڑ دو ۔۔۔ خِفّت سہو گے ورنہ بدولت زبان کی

سچ پوچھئے تو ہم تو کہیں گے یہی ازلی
چُپ رہنے میں ہی کچھ ہے فضیلت زبان کی

مرسلہ بیگم ازلی

لندن سے خط

از محترمہ تہذیب النسأ صاحبہ بی اے

لندن کو جتنا میں دیکھتی جاتی ہوں اتنا ہی مجھے اس قوم کی تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ میں بہت زیادہ "مغرب زدہ" ہوں۔ کاش کہ ہمارے وہ بھائی جو مغربیت کے سخت دشمن ہیں۔ یہاں آئیں اور آنکھیں کھول کر دیکھیں۔ لندن کو ہندوستانیوں نے ایک عجوبہ سمجھ لیا ہے۔ میں یقین دلاتی ہوں کہ لندن میں کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ جو اس وقت ہندوستان میں نہ ہو۔ لندن میں صرف ایک چیز عجیب ہے اور وہ یہاں کی تنظیم (Organization) ہے انگریز بجنسہ خود۔ اُس کا مکان۔ اُس کا شہر، اُس کی پولیس، دکان، سڑک پر ہجوم۔ غرض کہ ہر چیز ایک نظام کے ماتحت ہے۔ اس وقت لندن میں لاکھوں آدمی دنیا بھر سے کھنچ کر جشن تاجپوشی کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ سڑکوں پر آدمیوں کا ایک دریا ہے کہ بہتا جارہا ہے۔ مگر یہ سب ایک نظام کے تحت میں ہے۔ اور لندن والا اس سے پریشان نہیں ہے لندن میں یہ مشہور ہے کہ جتنے آج کل لوگ یہاں موجود ہیں۔ اگر اس سے دگنے لوگ اور آجائیں تب بھی لندن میں جگہ باقی رہے گی۔

میں لندن سے "عصمت" کی ناظرات سے سالانہ نمبر کے موقع پر صرف یہی کہہ سکتی ہوں کہ لندن کے لوگوں کی طرح عصمتی بہنیں بھی اس تنظیم یعنی خود اپنا کام کرنے اور دوسروں کی مدد کرنے کی عادت ڈالیں۔ دوسروں کی مدد کرنے کے لئے بھی لندن والے مشہور ہیں۔ سڑک پر آپ ذرا پریشان نظر آئے اور لوگوں نے آپ سے پوچھنا شروع کیا کہ وہ آپ کے لئے کیا کر سکتے ہیں، اس کے علاوہ لندن والا ہمیشہ اپنے کام سے کام رکھے گا، آپ کی طرف پھر کے بھی نہ دیکھے گا کہ آپ کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔

میں وقتاً فوقتاً لندن کے حالات سے آپ کو مطلع کرتی رہوں گی۔ فی الحال سالانہ نمبر کے موقعہ پر آپ میرے ان خیالات کو جگہ دیں۔ ان چیزوں کے علاوہ جن کا میں اوپر ذکر کر چکی ہوں لندن میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ کھانا ہمارا ان کے کھانے سے کہیں بہتر ہے۔ جسم کی صفائی میں ہم ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ (اگرچہ ہمارا اردگرد اس قدر گندہ ہے کہ خدا کی پناہ)

تہذیب النساء

لندن - ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء

خواتین ایران کی پردہ کشائی

از جناب پروفیسر سید محمد طاہر صاحب رضوی ایم اے سیاح ایران

ہندوستان کے قدامت پرست طبقہ کا خیال ہے کہ ایران میں عورتوں کی آزادی اور پردہ کشائی سراسر حکومت ایران کی سخت گیری اور رضا شاہی دور کی جدت پسندی کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل خلاف ہے جس طرح اور دوسرے اسلامی ممالک میں حجاب اور پردہ کا مفہوم بالکل غلط سمجھا گیا ہے اور مذہب کی آڑ میں مردوں نے عورتوں کی آزادی قطعی طور پر سلب کر کے انہیں محض عضو معطل بنا ڈالنے کی کوشش کی اسی طرح ایران جیسے مہذب اور متمدن ملک میں بھی عورتوں کی حیثیت مردوں کے مقابلہ میں بالکل ہی بے مایہ و بیکار سمجھی جاتی تھی۔ بلکہ علمائے مذہب نے تو یہاں تک زیادتیاں کیں کہ اپنے پند و نصائح اور تالیفات و تصنیفات کے ذریعہ عامۃ الناس کے درمیان طرح طرح پر مردوں کا صاحب اختیار اور عورتوں کا زیردست ہونا ثابت کر کے ان کے خیالات کو تقویت بخشی۔ چنانچہ ملاؤں کے دور کی برکت سے اگر ایک طرف ایران میں سیاسی تنزل رونما ہوا تو دوسری جانب ایرانی عورت کا درجہ وہاں کی سوسائٹی میں بالکل ہی پست ہو کر رہ گیا۔ ایران میں مردوں کا طبقہ عورتوں کے مقابلہ میں ہر طرح مختار۔ حاکم۔ فرمانروا، حقدار اور بعد از خدا ہر قسم کی بزرگی و شرف اور سب طرح کے اوصاف ولیاقت کا حامل سمجھا جاتا تھا لیکن عورت کا جرم صرف اس کے اس طرح پیدا ہونے کے سبب ایسا عظیم تھا کہ اسے حقوق طلبی کی اجازت نہ تو اس کے مذہب نے دی تھی نہ قوم نے جس طرح اس کا ملک اُسے حیوان بے زبان سے زیادہ وقعت نہ دیتا تھا اسی طرح اس ملک کی حکومت اس کی دادرسی سے قاصر تھی اور وہاں کا قانون اس کے مخصوص طبقہ کے متعلق ساکت وخاموش تھا مرد کو پورا حق تھا کہ مذہب کی آڑ لیکر کثرت ازدواج کے رشتہ میں عورت کو منسلک کرے اور اپنے حرم خانہ کو مثل دیگر اسباب آرائش کے زینت بخشے اور اگر ذرا بھی خدمت میں اس کی طرف سے کوتاہی ملاحظہ کرے تو فوراً ہی طلاق کے ذریعہ ہمیشہ کے لئے اسے بے خانماں کر ڈالے۔

وہ ایران جہاں کا قدیم تمدن مشرقی و مغربی اقوام کے لئے مدتوں مشعل راہ بنا اور جہاں کی تہذیب قبل از اسلام بھی عورتوں اور مردوں کو ایک نظر سے برابر دیکھتی رہی تھی۔ اسی ایران میں ملاؤں نے استبدادیت کو راہ دیکر بعد از اسلام عورتوں کو مردوں کی ملک اور کنیز قرار دیدیا تھا۔ عورتوں پر علوم و فنون کے دروازے بند اور ان کے سارے حقوق پامال کر ڈالے تھے، وہ ایران جہاں (قبل از اسلام) دین زرتشت نے عورتوں کے ساتھ نیک سلوک اور رواداری لازمی و مستحسن سمجھا تھا اور جہاں کے مرد دختران پُوخت و بوران دخت کی شاہی و حکومت کے سامنے خوشی خوشی سر تسلیم خم کرتے تھے جہاں بعد از اسلام بھی لالہ خاتون۔ مہری۔ مہستی۔ قرۃ العین وغیرہ جیسی فاضلہ اور شاعرہ عورتیں پیدا ہوئیں اور موقع پاکر اپنے جوہر قابلیت سے مردوں کو روشناس کیا۔ اسی ایران کے ملاؤں نے اسلامی تعلیمات کو فراموش کر کے اور صحیح روایات پس پشت ڈالکر عورتوں پر ظلم وستم روا جانا تھا اور ان کے ساتھ رواداری کفر سمجھا تھا۔

ظاہر ہے کہ ایسی زیادتیوں کا نتیجہ کیا ہو سکتا تھا۔ جب تک تعلیم کا فقدان رہا، ایران کی عورتیں خاموشی کے ساتھ ظلم

سہتی رہیں، اور اپنی بے بسی پر آنسو بہاتی رہیں۔ پھر عہد پہلوی شروع ہوا اُدھر ساری مملکت میں برکتوں کا دروازہ کھلا۔ ایک طرف اگر امن وامان قائم ہوئے۔ ملک کی سیاسی حالت درست ہوئی اور ترقی کی راہیں بنیں تو دوسری طرف اسکول و مدارس کی کثرت کے ساتھ بنیادیں پڑیں اور لڑکوں ولڑکیوں دونوں کی بہترین اور مکمل تعلیم وتربیت کا انتظام عمل میں لایا گیا۔ چنانچہ اب ایرانی عورتیں بھی بیدار ہونے لگیں، ان کی ترکی بہنیں مدتوں پہلے میدان عمل میں گامزن ہو چکیں تھیں، اور مصر میں ملکی آزادی کے شور کے ساتھ مصری خواتین کی بھی آزادہ روی کا غلغلہ بلند ہو چکا تھا۔ ایران کی عورتیں اپنی ہندی بہنوں کی طرح چہار دیواری کے اندر بہت ہی کم قید رہیں۔ سوائے شاہی خاندان یا امراء ورؤسا کی بیگمات کے جو بغیر پردے کی شدت کے باہر کم نکل سکتی تھیں، بقیہ متوسط حال طبقہ کی عورتوں کے متعلق اس طرح کی سختی مطلق نہ تھی۔ اور دیہاتی وقصباتی عورتیں تو کبھی بھی پردہ پوش نہیں رہیں۔ اس طرح کا مشاہدہ خود ہمارے ہندوستان میں بھی ہوتا ہے۔ ایک قوم ایک مذہب ایک زبان اور ایک ہی قسم کی تہذیب ومعاشرت میں پرورش پانے کے سبب مقنع یا چادر میں ملبوس ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے اور باہر گھومنے پھرنے میں خواتین ایران کو وہ مشکلات اور دقتیں بہت کم پیش آئیں جیسی کہ یہاں ہندوستان میں اختلاف قومیت ومذہبیت اور افتراق زبان ومعاشرت کے باعث ہندوستانی عورتوں کے لئے آزادی کے ساتھ نقل وحرکت کے راستہ میں حائل ہیں۔ چہرہ کا پردہ مدتوں پہلے ایران میں اٹھ چکا تھا۔ نام نہادی طور پر سیاہ چادر جسم پر ڈال کر وہ باہر نکلتی تھیں۔ گھر کے اندر اُن کا لباس تقریباً سارے کا سارا مغربی طرز کا تھا۔ اس لحاظ سے پردے کا رواج جیسا کہ ہندوستان میں ہے ایران میں اس کی شدت برابر کم رہی۔ رضا شاہی دور میں پردے کے خصوصیت میں صرف اس قدر ضرور ہوا کہ سیاہ چادر کی ٹٹی ہٹا دی گئی۔ مگر یہ بھی جو ہوا تو خود ایرانی مردوں کی خواہش پر۔ چونکہ وہ مغربی تعلیم کے زیر اثر کسی طرح کے پردے کے قائل نہ تھے۔ اس کی مثال خود ہندوستان میں ہمیں کثرت سے ملتی ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ پردے کی ساری بندشوں کا مخالف ہے۔ چنانچہ جیسے جیسے تعلیم بڑھتی جاتی ہے۔ پردہ اٹھتا جاتا ہے۔ صوبجات بنگالہ وپنجاب میں ہم دیکھتے ہیں کہ پردہ تقریباً ختم ہو چکا۔

ایران ایک آزاد ملک ہے اور ایک مستقل تہذیب وتمدن کا حامل۔ عہد پہلوی میں جہاں ایران کی مسلم وغیر مسلم ساری رعایا کے لئے بلا تفریق مذہب وملت یکساں برتاؤ سمجھا گیا اور ہر فرد کی آزادی وطن کی آزادی کے ساتھ اس کا پیدائشی حق تسلیم کیا گیا۔ اسی طرح حکومت نے عورتوں کی بھی بے زبانی وبے اختیاری پر رحم کر کے انہیں مردوں کے بنائے ہوئے قانونی شکنجوں سے نجات بخشی۔ اور ان کے سارے حقوق محفوظ کر دیئے۔ عورتوں کی تعلیم وتربیت کے لئے کثرت کے ساتھ اسکول قائم کئے۔ اور ان کی ترقی کے راستہ سے ساری رکاوٹیں دور کر دیں۔ مردوں کو بلا وجہ اور بلا ضرورت ایک سے زیادہ نکاح کرنا ممنوع قرار دیا۔ کمسنی کی شادی کا ہمیشہ کے لئے سدباب کیا۔ اور جس طرح مرد کو طلاق کے سلسلہ میں اختیار حاصل تھا اسی طرح عورت کے لئے بھی خلع کے متعلق سہولتیں بہم پہنچائیں۔

اب رہی یہ بات کہ حجاب کشائی کے سلسلہ میں ملک کے اُن افراد پر سختی وتشدد کہ جو خود ہی پردہ پوش رہنا پسند کریں اور ضروری جانیں نیز یہ کہ مغربی طرز کے لباس اختیار کرنے کے متعلق حکومت کا جبر۔ یہ کونسی عقلمندی کی بات تھی۔ اور کس طرح کا نیک اقدام تھا تو اس خصوص میں پہلے تو یہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ رموز مملکت خویش خسرواں دانند۔ دوسرے یہ کہ یہ بھی بات ہے کہ جو ملک یا قوم آزاد اور ترقی کرنے کے جوہر سے آراستہ ہے۔ وہاں عقل کا مقتضا یہی ہے اور سمجھدار

لوگوں کا ہمیشہ یہی دستور رہا ہے کہ سارے ملک کا لباس یکساں ہو۔ سارے لوگوں کی غذا میں یک رنگی ہو۔ کل افراد کے خیال میں ہم آہنگی ہو، اور اس طور پر ساری کی ساری مملکت میں ایک ہی طرح کے پروگرام پر رعایا کی عملی زندگی کا انحصار ہو جائے زبان و معاشرت کی یگانگت کے ساتھ لباس ظاہری کی یکسانیت ظاہر ہے کہ ایک قوم کو کس درجہ متحد و متفق کر سکتی ہے۔ تعلیم کی وسعت کے ساتھ ایران میں ایک کافی تعداد لوگوں کی ایسی موجود ہیں اُنکی جنہوں نے مغربی لباس اختیار کرنا مناسب سمجھا۔ پھر یہی لوگ حکومت کے روح رواں ہوئے۔ جیسے جیسے انکی تعداد بڑھی ان کا اثر بقیہ افراد پر بھی پڑنا شروع ہوا۔ رفتہ رفتہ اس خیال کے لوگوں کی اکثریت ہو گئی، اکثریت نے اقلیت کو بھی اپنے ہی رنگ میں لے آنا عین مصلحت جانا۔ اب اگر حکومت نے اکثریت کا ساتھ دیکر اقلیت پر جبر و تشدد کیا تو یہ کسی بری نیت سے نہیں بلکہ خود انکی بہتری کے لئے۔ اور ایسا رویہ کسی حکومت کا بھی قابل ملامت کبھی نہیں ہو سکتا۔

بے جا نہ ہوگا اگر یہاں پر آقائے وثوق الدولہ ایک فاضل ایران کے اس بلیغ و بصیرت افروز خطبہ کا کچھ حصہ جو مخصوصاً اسی موضوع سے متعلق ہے اور چند ماہ قبل مجلہ ماہانہ "ارمغان (طہران)" میں شائع ہوا تھا۔ اقتباس و ترجمہ کرکے ہدیۂ ناظرین کیا جائے آقائے موصوف فرماتے ہیں:۔

ہم چونکہ زیادہ تر تاریخی معلومات کے جزدی حقایق سے ناواقف رہتے ہیں اور ان کے اسباب و علل پر بھی غور و فکر نہیں کرتے اس لئے عام طور پر ہماری عادت ہو گئی ہے کہ اپنے ناروا افعال اور کسی خاص امر کے متعلق سوء استعمال کو مذہب اسلام کے احکام سے تعبیر دیتے ہیں چونکہ میں خود کُلَّمَا حُکِمَ بِہِ الشَّرعُ حُکِمَ بِہِ العَقلُ کا پوری طرح قایل ہوں اس لئے یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ شریعت اسلام جس کا سارا مدار ربانی قوانین اور عقلی دلائل پر ہے اور جس کا مقصد تکمیل انسانیت رہا ہے۔ وہی شریعت بنی نوع انسان کے ایک مخصوص طبقہ (زنان) کو سعادت بخشنے میں کوتاہی پسند اور اسے پست بنانے پر مصر ہو گی۔ عورتوں کے ستر و حجاب سے اگر حفظ عفت اور پاکدامنی مقصود ہے تو بلا شبہ ایک عفیفہ و عصمت مآب عورت کے لئے پردہ و حجاب کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ اور یہ بھی بدیہی بات ہے کہ جو بدکار اور بے عصمت ہے اسے یہ باریک پردے یا ریشمی مقنع و چادر عفت پسند او عصمت کیش بنانے سے قاصر رہیں گے۔ ہمارا ملک و وطن باعتبار زمین اگرچہ نہایت وسیع ہے۔ تاہم اب تک اس کا بیشتر بالکل غیر آباد اور بحال پستی ہے۔ نیز یہ کہ جو خطہ آباد بھی ہے۔ وہ دورہائے گذشتہ کی خرابیوں کے سبب ملک کی وسعت کے ساتھ کچھ بھی لگاؤ یا مناسبت نہیں رکھتا۔ عہد حاضرہ میں جبکہ ہم اپنے فرمانروائے بزرگ و راہنمائے دوربین کے ظل عاطفت میں مثل دیگر اقوام ترقی یافتہ کے بہتری و بہبودی کے راستہ پر گامزن ہونا چاہتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ فی زمانہ ترقی کی کوشش میں زن و مرد کی کوئی تخصیص یا امتیاز قطعی نہیں تو پھر ایسے وقت میں اگر کچھ لوگوں کا یہ خیال ہو کہ موجودہ افراد مملکت کی نصف تعداد میں لوگ اپنے گھروں کے اندر بیٹھکر تضیع اوقات کریں یا اگر کوئی کام بھی کریں تو گھریلو زندگی کے سوائے باہر کے کسی کارخانہ یا ادارے سے کوئی تعلق نہ ہو تو ظاہر ہے کہ یہ بات کس درجہ ناقابل عفو جرم و خیانت کی دلیل ہو گی۔ ..... یا پھر فرض کیجے کہ ایسے ملک میں جہاں نصف سے زائد افراد اپنے تئیں سیاہ چادروں میں لپیٹ کر اور چہرہ پر بھی سیاہ ٹکڑا باندھ کر اسی صورت و لباس میں گھر سے باہر نکل کر کارخانوں وغیرہ میں جائیں اور بقیہ نصف سے کم افراد کا ہاتھ بٹانے کے لئے کام بھی کرنا شروع کریں تو کیا اس کا بھی یقین کیا جا سکتا ہے کہ اس ملک کا کوئی کام تکمیل پا سکے گا۔ نہیں ہرگز نہیں بجائے اسکے کہ وہ چادر پوش اور نقاب بند ہستیاں بقیہ افراد کی مدد کریں خود ان کا ہی بوجھ دوسروں

کندھوں پر پڑجائیگا۔ ایسے حال میں یہ کس قدر خوش بختی کی دلیل ہوگی کہ ناگہاں ایسی مملکت میں ان بدقسمتوں کے درمیان ایک ایسا فرشتۂ رحمت وجود میں آجائے جو صحیح معنوں میں فرزند وطن۔ نگہبان قوم اور محافظ الملک ہو اور وہ آتے ہی ان چادر پوشوں کو قید مذلت سے آزادی بخشنے اور حکم صریح نافذ کردے کہ لے بدبختو۔ اب تم اپنے حصول ترقی و کمال کے راستہ سے ان ساری رکاوٹوں کو بیک دم دور کر ڈالو۔ سب لوگ مل جل کر کام کرو۔ ایک دوسرے کے معاون و مددگار بنجاؤ۔ خدا کی اس وسیع زمین کو آباد کرو۔ اور ساتھ ہی ساتھ عفت کیش و پاک دامن بھی بنو۔ ورنہ ہم خود تمہیں عفت و پاک دامنی پر مجبور کریں گے۔

خواتین ایران کا فرض منصبی ہے کہ وہ اپنے پدر تاجدار و مہربان کی بخشی ہوئی آزادی کی قدر کریں اور ایسا کام کریں جو درحقیقت اس اصلاح مہم کی روح ہے۔ انہیں لازم ہے کہ اپنے ذہن رسا کے توسط سے جملہ امور و کارخانہ ہائے ملکی و وطنی کے لئے اپنے وجود کو مفید و کارآمد بنائیں اور نہ محض یہ کہ اپنے مردوں کی معاونت ان کے کاموں میں کریں بلکہ خود بھی اپنی جگہ پر اس بات کی سعی کریں کہ اپنا کام بغیر کسی دوسرے جنس کی امداد کے تکمیل پائے اور اس طور پر رفتہ رفتہ وہ ترقی حاصل کریں جس سے انہیں مردوں کے طبقہ پر بھی سبقت حاصل ہوجائے۔ ایرانی خواتین نے اگر اس اصلاح و آزادی سے مستفید ہونا محض اپنے تئیں قیمتی و زینت بخش لباس سے آراستہ ہونا اور سیر و تفریح میں تضیع اوقات و صرف مال کرنا سمجھا ہے تو حقیقتاً غلطی کی اور اپنے شہنشاہ عظیم الشان کی عطا فرمودہ نعمت کی سخت توہین و ناشکری کی۔ بلکہ اپنے تئیں مستحق ملامت و غضب بنایا۔

کھانے پر ایک دفعہ

افراد

میاں ——— بیوی

(کسی گھر میں کسی روز میاں کے لئے کھانا چنا ہوا ہے۔ بیوی پاس بیٹھی ہوئی ہے)

میاں: "اللہ رحم کرے!"

بیوی: "کیا ہوا"؟

میاں: "یہ روٹی ہے؟"

بیوی: "اور کیا ہے!"

میاں: "کئی بار کہہ چکا ہوں کہ مجھ پتلی اور سینکی ہوئی روٹی پسند ہے۔ مگر ماما ہمیشہ موٹی اور کچی روٹی پکاتی ہے"۔

بیوی۔ "تو کیا یہ پتلی نہیں ہے۔؟"

میاں: "نہیں اور سینکی ہوئی بھی نہیں ہے۔ کیا وہ اس کو سینک نہیں سکتی۔"

بیوی۔ "وہ کہتی ہے۔ میں سینک لیتی ہوں"

میاں: "وہ تو یہی کہے گی۔"

بیوی۔ تو کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں خود باورچی خانہ میں اسکے سر پر کھڑے ہو کر روٹی سکوایا کروں۔ مجھ سے تو آگ اور دھوئیں میں کھڑا نہیں ہوا جاتا۔"

میاں۔ مجھے نہیں معلوم تمہیں کیا کرنا چاہئے، بہرحال باورچی خانے کا سارا کام تمہارے ذمہ ہے۔

بیوی: "ہوں!!"

میاں: "کہو تو میں خود جا کر تمہاری ماما کو سمجھا دوں"،

بیوی (لاپروائی سے) "میری رائے میں یہ مناسب نہیں میں خود سمجھا دوں گی۔"

میاں: "تم تو اس طرح کہہ رہی ہو کہ گویا تمہارا بڑا احسان ہوگا کیا مرنے کی بات ہے کہ اسکی تنخواہ تو میرے ذمہ ہو اور کھانا بھی میری مرضی کا نہ پکے؟"

بیوی (اخبار اٹھا لیتی ہے) "کیوں نہیں، ضرور"

میاں (بڑبڑاتے ہوئے) "یہ یوں نہ مانے گی۔ اس سے کہدینا کہ آئندہ اگر روٹی ٹھیک نہ پکی تو ملازمت سے الگ کر دی جائے گی۔"

بیوی۔ (اخبار رکھتے ہوئے) واہ! اسلئے کہ آج ذرا روٹی کچی رہ گئی تم اسے الگ کر رہے ہو؟

میاں: "صرف آج! یہ تو روز روز کا رونا ہے۔ جب دیکھو کچی اور موٹی روٹی!"

بیوی۔ "میں بھی تو آخر یہی کھاتی ہوں۔"

میاں: "تمہارا کیا ہے تم تو کچا آٹا تک کھا لو!"

بیوی۔ "میں خواہ مخواہ شور نہیں مچایا کرتی۔"

میاں۔ "اچھا تو میں شور ہی مچاتا ہوں گا (کچھ دیر خاموش رہ کر) اور یہ کچھ مشکل کام تو ہے نہیں۔ ہر عورت پتلی اور سکی ہوئی روٹی پکا سکتی ہے"

بیوی: "کیوں نہیں۔ لیکن عورت اس کی طرح عمدہ قورمہ تو نہیں پکا سکتی۔ بھنی مچھلی تو نہیں تل سکتی۔ مزیدار کباب تو نہیں بنا سکتی۔ لہٰذا فرق تو......"

میاں: "لیکن۔"

بیوی۔ (بغیر متوجہ ہوئے) "اس روز تمہارے دوست اسکے ہاتھ کے کوفتے کھا کر کس قدر خوش ہوئے تھے؟ اور تم خود بھی جانتے ہو کہ وہ کتنا اچھا سالن پکاتی ہے۔"

میاں: "میں یہ تو نہیں کہہ رہا کہ اسے کھانا پکانا نہیں آتا آخر روٹی پتلی کیوں نہیں ہوتی۔؟"

بیوی۔ "یہ بہت بری بات ہے کہ ایک معمولی سی بات پر اس کو الگ کر دینے کی دھمکی دی جائے"۔

میاں۔ (زچ ہوکر) "ہاں جس چیز کو میں کہتا ہوں وہ معمولی! اور جو چیز تم پسند کرو، وہ عمدہ!"

بیوی۔ "تم سمجھے نہیں"

میاں۔ "میں سمجھ گیا...... اصل میں تم اپنے رشتہ داروں کا خیال پہلے کرتی ہو اور میرا بعد میں"۔

بیوی۔ "کیا مطلب؟"

میاں۔ "یہی کہ تم ان چیزوں کو عمدہ سمجھتی ہو جنہیں تمہارے میکے والے پسند کریں اور تمہاری تعریف ہو۔ میرا تمہیں کوئی خیال نہیں، روٹی کچی ہو تو ہوا کرے"!

بیوی۔ "مگر یہ روٹی کچی نہیں ہے اور ہے بھی تو دوسری لے لو"

میاں۔ لیکن پتلی ایک بھی نہیں"۔

بیوی (عاجز آکر) "کہہ تو چکی ہوں۔ میں اسے سمجھا دوں گی"۔

(بیوی اخبار پڑھنے لگتی ہے۔ میاں اب بھی مطمئن نہیں ہے۔ اس لئے دو نوالے کھا کر پھر شکایت شروع کرتا ہے)

میاں۔ "مضمون نگار کو سکون اور آرام کی اشد ضرورت ہے ہونا یہ چاہیئے تھا کہ جب گھر میں آؤں کچھ راحت ملے نہ کہ یہ روز روز کی مصیبت!"

بیوی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ "مضمون نگار کیلئے ذرا موٹی روٹی کھا لینا ایسا کونسا مضر ہے"۔

میاں۔ "ایک نوالہ لیتے ہوئے۔ دیکھو بیگم تم مجھے خواہ مخواہ غصہ دلا رہی ہو۔ ارے بھئی، مضمون نگار کے مزاج میں اگر کسی قسم کی الجھن پیدا ہو جائے تو وہ مضمون لکھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر وہ گھاس کھودنے لگتا ہے اور اگر میں یہ توقع کروں کہ گھر کا کام کاج میری مرضی کے موافق ہو تو کیا یہ کوئی انوکھی بات ہے۔!"

بیوی۔ "تم کیا ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ گھر کا کام کاج اسکی مرضی کے مطابق ہو"

میاں۔ لیکن اس گھر میں تو بات ہی نرالی ہے۔ تم چاہتی ہو کہ ہر کام تمہاری مرضی کے مطابق ہو، کیونکہ اس کو تم اہم سمجھتی ہو اور اگر میں کچھ چاہوں تو اس کو نہایت معمولی جان کر اسے کرنے کی تم کچھ ضرورت نہیں سمجھتیں"۔

بیوی۔ (زچ ہوکر) "تم سے کئی مرتبہ کہہ چکی ہوں؟ میں اسے جا کر سمجھا دوں گی"۔

میاں۔ "خاک سمجھا دوں گی! ـــــ (وقفہ) بہت سی بیویاں اپنے شوہروں کی خدمت کیا کرتی ہیں

بیوی۔ "بہت سی بیویوں کی شادی مضمون نگاروں سے نہیں ہوتی"۔

میاں۔ "شادی کے وقت تو تم کہتی تھیں کہ تمہاری سب سے بڑی خواہش مجھے میرے کام میں مدد دینا ہے"

بیوی۔ "اور میں نے کہا کب ہے کہ میں تمہیں مدد دینا نہیں چاہتی"

میاں۔ "لیکن تم مجھے میری مرضی کے مطابق مدد نہیں دیتیں"۔

بیوی۔ (روٹھی سی ہوکر) "ہاں مجھ سے تو تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہے"!

میاں۔ یہ میں نے کب کہا؟ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ ـــــ

بیوی۔ "ایک ہی بات ہے۔ میری رائے میں مضمون نگاری کا روٹی پر مزاج بگاڑنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہت سے لوگ مضمون نگار ہیں۔ اور بہت اچھے مضمون نگار لیکن وہ روٹی کے ذرا پتلے نہ ہونے پر آسمان سر پر نہیں اٹھا لیا کرتے"۔

میاں۔ "بس تو میں ذلیل مضمون نگار ہوں...... (وقفہ) اچھا یہ اتنا شاندار مکان کس کی وجہ سے لیا گیا ہے؟"

بیوی۔ تم نے اپنی وجہ سے لیا ہے کیونکہ تم کہتے تھے کہ پتہ ہمیشہ شاندار ہونا چاہیئے"۔

میاں۔ (ایک نوالہ لیکر) دیکھو تم مجھے غصہ دلا رہی ہو، بیشک میں نے کہا تو تھا۔ مگر جب سے ہم یہاں آئے ہیں تم نے مجھے چین سے نہیں بیٹھنے دیا (بیوی کی نقل اتارتے ہوئے) "مجھ سے روز روز کام نہیں ہوتا کھانا پکانے

کے لئے ایک ماما ہونی چاہیے۔ باہر کے کام کے لئے ایک لڑکا
ہونا ضروری ہے۔ مہمانوں کے سامنے کھانا خود چنتے ہوئے
مجھے شرم آتی ہے۔" (اپنی آواز میں) تم نے جو کچھ کہا وہ
میں نے کیا لیکن تم کبھی مطمئن نہیں ہوتیں۔ ہر وقت فضول
خرچی کرتی رہتی ہو۔ یہ صوفے! یہ کرسیاں! یہ میزیں!
یہ تصویریں۔ یہ اتنے سارے قیمتی قیمتی برتن! آخر کہاں تک
سامان خریدو گی؟"

بیوی۔ "مگر میں نے یہ سب کچھ تمہاری عزت کے لئے کیا ہے۔ یا
اس سے میرا کوئی ذاتی فائدہ ہے؟"

میاں (بغیر کچھ سنے) "کبھی خیال بھی آتا ہے تمہارا۔ روپیہ کہاں تک
کماؤں گا صبح سے شام تک۔ کام کرتا رہتا ہوں کہ کسی طرح
زیادہ سے زیادہ روپیہ آئے۔ سر میں درد رہنے لگا۔ مگر تمہیں
بالکل پروا نہیں۔"

بیوی "پھر جھگڑا کیوں کر رہے ہو!۔۔۔ میں جاتی ہوں۔

میاں "یہ تو تمہاری عادت ہے۔ جب کوئی سنجیدہ بات ہوگی
تم اسے سننا نہیں چاہتیں۔ اور فوراً اٹھ کر چلی جاتی ہو
... خرچ سے پہلے آمدنی پر بھی تو نظر رکھا کرو۔"

بیوی: حسرت سے "کاش میرے پاس کچھ اپنی دولت ہوتی

میاں۔ واقعی بہت اچھا ہوتا!!

بیوی (نیچی گردن کئے ہوئے) "افسوس! میں تمہارے لئے
مصیبت ہوں۔ میری وجہ سے تمہیں پریشان رہنا
پڑتا ہے۔"

میاں "اور کیا!! بگڑ جاؤ۔ رونے لگو۔ گویا میں نے بہت بری
بات کہدی۔"

(بیوی رومال سے آنکھیں پونچھتی ہے۔ میاں سمجھ جاتا ہے
کہ وہ رو رہی ہے۔ چند سیکنڈ خاموش رہ کر وہ اس کی طرف
محبت سے دیکھتا ہے۔)

میاں۔ "ارے تم سچ مچ رونے لگیں! (اس کے قریب
آجاتا ہے وہ اور بھی رونے لگتی ہے) سنو میرا یہ
مطلب نہیں تھا۔"

بیوی۔ (سسکیاں لیتے ہوئے) "میرا ہی قصور ہے۔ میں ہی
ذمہ دار ہوں۔۔۔۔۔۔"

میاں (پریشان ہوکر) "کیا مجھے تمہیں ایک لفظ بھی کہنے کا حق
نہیں۔۔۔۔۔۔ یہ"

بیوی۔۔۔۔۔۔ میں کوشش کرتی ہوں کہ زیادہ خرچ نہ ہو
اور صرف ضرورت پر۔۔۔۔۔۔۔

میاں "ہاں۔ ہاں۔ تم جو کرتی ہو ٹھیک کرتی ہو۔ (بیوی کے
سر پر ہاتھ پھیر کر) تم رونے کیوں لگی تھیں! تمہارا جو
دل چاہے کرو۔ اب کاروبار خوب چلنے لگا ہے۔ اگلے
مہینے سے بہت معقول آمدنی ہوا کرے گی۔"

بیوی "نہیں نہیں۔ اب سب کام تمہاری مرضی کے مطابق ہوا
کریں گے۔ اس مکان کو جلد چھوڑ دینا چاہیئے۔ بہتر ہے کسی
گاؤں میں چل کر رہیں۔ تاکہ اخراجات زیادہ نہ ہوں"

میاں۔ (متاثر ہوکر) "ہیں، بیگم! اس کی ضرورت نہیں، اب
آمدنی ضرورت سے زیادہ ہونے لگی ہے۔"

بیوی "میں اب تمہارے لئے روٹیاں اپنے سامنے پکوایا کروں گی"

میاں۔ "او میں تو یونہی کہہ رہا تھا۔ اس کی کیا ضرورت ہے؟"

بیوی۔ کیوں نہیں۔ میں اسے اچھی طرح سمجھانے جا رہی ہوں۔"

(بیوی ماما کو سمجھانے چلی جاتی ہے)

میاں (پکار کر) اس سے سختی سے نہ کہنا۔ تمہارا آہستہ سے
سمجھا دینا کافی ہوگا۔

(فوری پردہ)

(انگریزی سے)

صادق الخیری

نرم کھلونوں کی دستکاری

فی زمانہ جس طرح ہماری ماں خالہ اور بہنیں خیال کرتی ہیں کہ آجکل کے بچے وہ بچے نہیں ہیں جو آج سے ایک صدی قبل تھے۔ اسی طرح دور ارتقائے انسان کی تعلیمی اور دلبستگی کی چیزوں یعنی کھلونوں میں بھی ایک نمایاں انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ یہ انقلاب کچھ تو ہمارے بڑھتے ہوئے تمدن اور کچھ بیشتر بچوں کے فہم و ذکا اور فطری افتاد طبع کی ترقی سے رونما ہوا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ پہلے زمانہ کے بچے بہت سنجیدہ اور بھولے بھالے ہوتے تھے اور وہ کسی معمولی بھدے سے کھلونے سے خوش اور راضی ہو جاتے تھے۔ مگر آجکل کے بچے بجد ذہین واقع ہوئے ہیں جب ان کو کوئی کھلونا دیا جاتا ہے تو پہلے آپ اس کا اس طرح معائنہ فرماتے ہیں جیسے کوئی باریک بین نقاد فن تصویر کو بغرض تنقید دیکھتا ہے۔ اور جب کوئی اس میں نقص دیکھتا ہے تو فوراً اس کو رد کر دیتا ہے اسی طرح آپ بھی کھلونے میں کوئی خلاف مرضی بات خصوصاً غیر قدرتی پن پاتے ہیں تو فوراً اس کی بے جان لاش کو پارسی دستور کے موافق گھورے پر پھینک دیتے ہیں۔ اس لئے اب دنیا کے کھلونے سازوں کو بچوں کی سائیکالوجی کا سائنٹفک مطالعہ کرنا پڑتا ہے اور ایسے کھلونے بنانے ہیں جن میں اصلی زندگی کے قریب قریب تمام آثار نمایاں ہوں۔ چنانچہ ہر مزاج اور ہر عمر کے بچوں کے لئے بیشمار نمونے اور اقسام کے کھلونے وضع کئے گئے ہیں۔ تاکہ بچے کی زندگی کے ابتدائی ایام نہ صرف خوش و خرمی سے بسر کرا سکیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تعلیم میں بھی ممد و معاون ہو سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل کے بچوں کے کھلونے تفریح کا پہلو لئے ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاق پر بھی عمدہ اثر ڈالتے ہیں۔ بچے مرصع و ملبوس گڈے گڑیوں کو سچ مچ کے ہمجولی تصور کرتے ہیں۔ اور ان سے اس طرح محبت و ہمدردی سے پیش آتے ہیں جس طرح بڑی عمر کے بچے اپنے حقیقی بھائیوں اور دوستوں سے۔ اسی طرح اپنی ننھی دنیا کے دیگر ننھے ننھے افراد سے بھی رشتہ یگانگت پیدا کرتے ہیں۔ بچے فطرتاً نازک اور گدگدے کھلونے پسند کرتے ہیں۔ اور وہ طبعاً چاہتے ہیں کہ ان کو ایسی ملائم اور خوبصورت چیزیں کھیلنے کو ملیں جیسے وہ خود ہیں۔ اس لئے ان کے نرسری روم میں تمام چیزیں ہاتھ کی بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ جو بیشتر کپڑے کی ہوتی ہیں۔ چنانچہ کپڑے کے بھرے ہوئے کھلونوں کی قدیم دستکاری نے آج کل کافی ترقی کر لی ہے۔ اور ان کے بازیچستان میں نرم کھلونے گڈے گڑیوں کے علاوہ خرگوش۔ کتے بھیڑیں۔ بلیاں اور مرغیوں کے بچے اور دیگر ان کی ننھی دنیا کی مخلوق کے نمونے خاص طور سے رکھے جاتے ہیں۔

بازیچہ سازی بہت قدیم گھریلو دستکاریوں میں سے ہے۔ ہر زمانے کے بچوں کو کسی نہ کسی شکل کے کھلونوں کی خواہش رہی ہے۔ اور بچوں کی اس خواہش کو جو ایک فطری خواہش ہے پورا کرنے کے لئے ہر زمانے کے لوگوں نے پرندوں اور جانوروں کے نمونے وضع کئے ہیں جوں جوں زمانہ گذرتا گیا ان کی ساخت میں ترقی ہوتی گئی اور ان کی مانگ بڑھتی رہی۔ قومیں گریں اور ابھریں۔ تہذیب نے مشرق و مغرب کو کچھ سے کچھ کر دیا لیکن بچے اور بچوں کی ضرورتیں باقی رہیں۔ کھلونے ہر زمانے میں پتھر۔ دھات۔ لکڑی۔ مٹی اور پلپ کے بنتے رہے۔ جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اور تہذیب ترقی کرتی رہی کھلونوں کے حسن و تزئین میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور نئے نئے ناموں سے موسوم ہونے لگے چنانچہ آج کل کے بچے "مسٹر گولی ووگ" "ٹیڈی بیئر" "بلی پوسم" "بون زو" اور "پیٹر پان" وغیرہ سے اچھی طرح واقف ہوں گے۔

اس مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ ہندوستانی خواتین کو نرم کھلونوں کی دستکاری میں ان سائنٹفک طریقوں اور اصولوں سے آگاہ کیا جائے جن سے وہ ابھی تک ناواقف ہیں اور جن سے بغیر واقف ہوئے وہ اس دستکاری میں نیچرل خصوصیات پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی ہیں جو اس دستکاری کا معراج کمال ہے۔

نرم کھلونے

نرم کھلونے جنہیں سوفٹ یا اسٹف ٹائے بھی کہتے ہیں درحقیقت بہت دلکش ہوتے ہیں اور بچوں کو خوش کرنے کے لئے گھر پر بہت آسانی سے بنائے جا سکتے ہیں۔ لڑکیاں ایسے کھلونے بنانے میں خاص طور سے دلچسپی رکھتی ہیں۔ مگر وہ پرانے طریقوں سے بناتی ہیں۔ جو انہوں نے اپنے بزرگوں سے سیکھ لئے ہیں اس لئے ان کے بنائے ہوئے کھلونے بازار کے ساختہ کھلونوں سے مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں۔ اگرچہ یہ دستکاری بہت پیچیدہ نہیں۔





شبیہ عمر ۶ ماہ محترمہ : حمیدہ فاطمہ کی بچی

سنبریں
عمر ۶ ماہ














سياحت اختر
عمر ۳ سال

اور دیگر اسی قسم کی دستکاریوں کی طرح اس میں زیادہ صبر و استقلال کی ضرورت ہے۔ تاہم ان کو طریقے نہیں معلوم جو بازار کے بنے ہوئے کھلونوں میں برتے کار لائے جاتے ہیں۔

نرم کھلونوں کی دستکاری میں بہ نسبت تخیل کے قوت مشاہدہ کی زیادہ ضرورت ہے۔ فرض کیجیے ہم کسی خاص پرند یا جنگلی جانور کی شکل بنانا چاہتے ہیں لیکن اس کا پورا حلیہ ہمارے ذہن میں اچھی طرح محفوظ نہیں ہے اس لئے ہم اسکی ہو بہو شکل پیدا نہیں کر سکتے۔ اگر ہم نے اس جانور کی تمام ظاہری حالت اور بناوٹ کا اچھی طرح اس جانور کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر مطالعہ کر لیا ہے تو بلا شبہ خفیف ترین اصلیت بھی نمونہ کو قدرتی بنا سکتی ہے۔ مگر یہ اصول مذاقیہ یا مضحکہ خیز جانوروں کے لیے برتنے کی ضرورت نہیں۔ بہرحال اصولاً یہ ضروری ہے کہ جن جانوروں کے نمونے بنائے جائیں ان کے حلیہ کا خاکہ پہلے سے ذہن میں محفوظ ہو۔

بہت سے دلچسپ کھلونے بیکار چیزوں کے ٹکڑوں میں سے بنائے جا سکتے ہیں جو ہر گھر میں پائے جاتے ہیں۔ سلیقہ شعار لڑکیوں کا قاعدہ ہے کہ وہ کپڑوں کی کترنیں اور بیکار ٹکڑے ایک الگ تھیلے یا بکس میں رکھتی جاتی ہیں کہ نہ معلوم کب کسی موزوں ٹکڑے کی ضرورت پڑ جائے۔ پھر فرصت کے اوقات میں ان کے اپنے بھائی بہن اور اسپتال و یتیم خانے کے بچوں کو کھلونے بنا کر دیتی ہیں جو بیحد ثواب کا کام ہے، چنانچہ گھر کے بیکار سامان میں سے کھلونوں کے لئے مخمل فلالین۔ ریشم فیلٹ اور فر کلاتھ کے ٹکڑے آسانی سے مل سکتے ہیں یا اس مقصد کے لئے حسب ضرورت موزوں کپڑے کے ٹکڑے درزیوں اور لباس بنا کر بیچنے والوں کی دکانوں سے حاصل کئے جا سکتے ہیں جو بڑی خوشی سے بیچنے کو ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

جانوروں اور پرندوں کے خاکے اور گڑیوں کے سر ہاتھ پاؤں وغیرہ تیار شدہ البتہ یہاں ملنے مشکل ہیں۔ یہ سب چیزیں انگلینڈ سے بڑی آسانی سے منگوائی جا سکتی ہیں۔ وہاں ملنے کا پتہ یہ ہے "ہینڈی کرافٹ ہاؤس نمبر ۲۵ - نور ہیگر یا سٹریٹ لنڈن۔ ایس ڈبلیو آئی۔ انگلینڈ۔ نرم کھلونے بنانے کا دیگر سامان بھی جو ہندوستان میں نہ مل سکے اسی دکان سے منگوایا جا سکتا ہے۔ فرمائش بھیجنے کا معمولی طریقہ یہ ہے کہ جن کھلونوں کے خاکے درکار ہوں یا جو کچھ سامان درکار ہو سب کی قیمتیں خط بھیجکر دریافت کر لیجائیں پھر جس قدر اشیاء منگانی ہوں، ان سب کی کل قیمت کا پوسٹل آرڈر اپنے شہر کے صدر ڈاک خانہ سے خرید کر اور اس کو لفافہ میں اشیاء مطلوبہ کی فہرست کے ہمراہ بند کر کے دوکان کے نام رجسٹرڈ کرا کر بھیجدیں (دو تین شلنگ کے پوسٹل آرڈر رجسٹرڈ لفافہ میں بھیجنے کی ضرورت نہیں۔) چھ سات ہفتہ میں آپ کے پاس گھر بیٹھے مطلوبہ اشیاء کا پارسل آجائیگا پوسٹل آرڈر ایک قسم کا چک ہوتا ہے اور اس چک کی رقم اس ملک کے ڈاک خانہ میں جہاں وہ بھیجا جائے مکتوب الیہ وصول کر لیتا ہے۔

تھوڑی سی مشق سے دیگر خاکے خود بھی بنائے جا سکتے ہیں جن کے لئے اوپری خاکے ان کی تصویروں کی کتابوں اور رسالوں میں سے لئے جا سکتے ہیں۔ یہ کچھ مشکل کام نہیں ہے۔

اوزار

سب سے مقدم وہ اوزار ہے جسے "اسٹفنگ ٹول" کہتے ہیں اس سے سلے ہوئے خاکوں کے اندر روئی بھرا جاتا ہے۔ یہ اوزار ایک بیت کے ٹکڑے کو (جو ۱۵ ملی میٹر موٹا ہو) موڑ کر بنایا جا سکتا ہے۔ اسکی شکل ایسی ہونی چاہیئے جیسی آگے دی گئی ہے۔ اس کی ایک طرف کی نوک نکیلی ہونی چاہیئے اور ریگمال سے گھس کر ہموار کر لی جائے۔ لمبائی کھلونوں کی جو بنائے جائیں پیمانہ پر منحصر ہے۔ اس کی عدم دستیابی کی صورت میں لکڑی کی موٹی چھڑ کام دے سکتی ہے۔ ایک چھوٹا سا پلاس بھی (جڑے ہوئے کھلونے) کے لئے ضروری ہے اور ایک واٹر برش بھی کارآمد ثابت ہوگا۔

کھلونوں کی قسمیں

نرم کھلونے (سوفٹ ٹائز) دو درجوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں اول وہ جو کپوک ایک قسم کی ریشہ دار نرم گھاس ہوتی ہے اور یہاں ہندوستان میں خصوصاً پنجاب اور بنگال کی طرف کثرت سے پیدا ہوتی ہے اور نہایت سستی بکتی ہے۔ اس کے بھرے ہوئے کھلونے بہت نرم اور ہلکے ہونے کی وجہ سے چھوٹے بچوں کے کھیلنے کے لئے بہت موزوں ہوتے ہیں ان کو "کڈلے ٹائز" کہتے ہیں۔ دوسری طرف وڈ ڈول کھلونے ذرا دبیز اور نسبتاً زیادہ ٹھوس ہوتے ہیں جو بڑی عمر کے بچوں کے کھیلنے کے لئے مناسب ہوتے ہیں، کیونکہ نسبتاً زیادہ مضبوط ہوتے ہیں اور زیادہ دنوں تک چلتے ہیں۔

کٹائی وسلائی

فرض کرو تمہیں ایک ہموار بالوں کا شکاری کتا بنانا ہے (دیکھو شکل ۲ و ۳) تو اس کام کے لئے سفید فلالین فیلٹ یا مخمل استعمال کیا جا سکتی ہے اور انہی کپڑوں میں سے کسی ایک کپڑے کا ایک سیاہ رنگ کا ٹکڑا کانوں کے باہر کے حصہ کیلئے درکار ہوگا۔ ہر ایک خاکے کے ٹکڑے پر نمبر ڈال لینے چاہئیں تاکہ آسانی سے شناخت ہو سکیں۔ اگر ایک جانور کے کئی نمونے بنانے ہیں تو سب کے ایک ساتھ خاکے کاٹنے میں سہولت ہوگی اور کافی وقت بچے گا۔ پہلے ایک نمونہ کے خاکے کے تمام حصے میٹریل (کپڑا جو استعمال کیا جائے) پر رکھو۔ میٹریل کی سیدھی سطح نیچے رہنی چاہئے۔ پھر ان کے کنارے چاروں طرف پنسل سے نشان کر لو، دیکھو شکل کہ کس طرح کپڑے پر مختلف خاکے کے حصے رکھے گئے ہیں۔ اگر فیلٹ یا فلالین استعمال کیا جائے تو اس پر پنسل نہیں چلے گی۔ چنانچہ فیلٹ یا فلالین (روئیں دار کپڑا) پر نشان کرنے کے لئے روشنائی استعمال کرنی چاہئے۔ اس صورت میں احتیاط اس امر کی کرنی چاہئے کہ روشنائی کپڑے میں جذب ہو کر اس کی سیدھی طرف نہ آجائے۔ جو دھبہ ڈال دے گی

اس خاکہ کے ٹکڑوں میں دو پہلو اور دو نیچے کے جسم کے حصے چار کان (دو سیاہ اور دو سفید) ہوں گے اور ایک ٹکڑا سر کے سامنے کے واسطے درکار ہوگا۔ اگر کپڑا اسٹریچ دار ہے یعنی اس کا الٹا سیدھا ہے تو جب اس کو آدھا کاٹ چکو تو پلٹ لو۔

اب جانور کے خاکہ کو چاروں طرف سے نصف انچ زائد کنارا چھوڑ کر کاٹ لو اور الٹی طرف سے مشین سے سی لو۔ سلائی نشان شدہ لکیروں پر کرنی چاہئے جو پہلے سے کر لی گئی ہوں جسم کے نیچے کے بائیں طرف تھوڑا سا حصہ یا منہ بغیر سلائی کے چھوڑ دینا چاہئے جس کے راستہ سے اس کے اندر روئی بھرا جائیگا۔ جب اس میں روئی (جو بھی ہو) بھر دیا جائے تو اس منہ کو سی دینا چاہئے۔



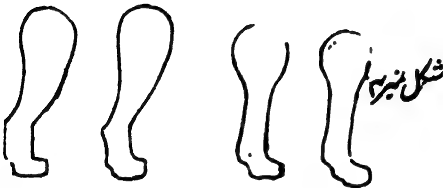
شکل ۲ کپڑے پر خاکے کے مختلف حصے

ناک

جسم کے ہر ایک پہلو کے لئے ایسے دو ٹکڑے کاٹنے پڑیں گے

نیچے کے جسم کے لئے ایسے دو ٹکڑے کاٹنے پڑینگے

کان ایسے چار ٹکڑے کاٹنے پڑینگے



اندر کے آگے کے پاؤں۔ دو ٹکڑے کاٹے جائیں گے

باہر کے آگے کے پاؤں دو ٹکڑے کاٹے جائیں گے

پیچھے کے اندر کے پاؤں دو ٹکڑے کاٹے جائیں گے

پیچھے کے باہر کے پاؤں۔ دو ٹکڑے کاٹے جائیں گے

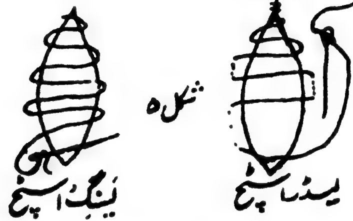
کپوک سے بھرنا

بہرحال کتے کا خاکہ جو سی کر تیار کر لیا گیا ہے۔ لوٹ کر سیدھا کر لو اور اس میں کپوک بھرنا شروع کرو۔ اس قسم کے کھلونوں کے لئے کپوک بہت اچھا میٹریل ہے۔ اگر ضرورت ہو تو اس میں کاٹن وول ملا کر اس کو اور ہلکا کیا جا سکتا ہے۔

بھرنے سے پہلے یہ دیکھو کہ کپوک میں گانٹھ یا بندھا ہوا ریشہ تو نہیں ہے اگر ہو تو اس کو الگ کر دو اور خالص روئی رہنے دو۔ پہلے سر میں بھرو پھر گردن میں۔ بھرائی بالکل ہموار اور ٹھوس کیجائے اس کام کے لئے اسٹفنگ اسٹک استعمال کرو جس کی شکل اوپر

دکھائی جا چکی ہے۔ اس کے پاؤں دُم غرض کل جسم بھر کر ختم کردو۔ پاؤں کے گھٹنوں یا جوڑوں پر جسم سے زیادہ رُواں بھرا جائے۔ بھرائی کے دوران میں ہی کھلونوں کو حسب ضرورت دبا دبا کر شکل پیدا کی جا سکتی ہے۔ کھلونا اول سے آخر تک نرمی لئے ہوئے ہونا چاہئے۔ مگر ساتھ ہی سختی بھی ہو تاکہ وہ اپنی شکل قائم رکھ سکے۔ تھوڑی سی مشق کھلونے ساز کو جلد اس قابل کر دے گی کہ وہ کھلونے کو ہموار بھرنے لگے کہ جس میں نہ تو گانٹھیں پڑیں اور نہ کہیں بے موقع خلا یا گڑھا پیدا ہو۔

سِلا کھلا ہوا حصہ جس کے راستے سے رواں بھرا گیا ہے حسب موقع دو قسم کے ٹانکوں سے سیا یعنی بند کیا جاتا ہے جن میں ایک کو "لیڈر اسٹیچ" کہتے ہیں اور دوسرے کو "لیسنگ اسٹیچ"۔ دونوں کے نمونے شکل ۵ میں دکھائے گئے ہیں چنانچہ جو ٹانکا موزوں معلوم ہو استعمال کیا جائے۔



کان اور دُم

کان اس کے خاکہ کے دو دو ٹکڑوں کو باہم ملا کر اور ان کو الٹی طرف سے سی کر شش پہلے کے بنائے جاتے ہیں اور اس مقام پر ان کو بغیر سلا ہوا چھوڑ دیا جاتا ہے جہاں سے وہ سر پر جوڑے یعنی لگائے جائیں گے۔ ایک پتلا تار کان کے کناروں پر اندر کی جانب لگا دیا جائے تاکہ کان اپنی شکل قائم رکھ سکیں۔ اور دو یکرم یار بڑے ٹکڑے انہیں کے شکل کے کاٹ کر کان کے دونوں پرتوں کے اندر بچھا دئے جائیں۔ تاکہ وہ لچکدار ہو جائیں اور قدرتی حالت میں لٹکتے رہیں۔ اس کے بعد کانوں کو کتے کے سر کے دونوں جانب کنارے موڑ کر صفائی سے سی دئے جائیں۔ کانوں کا سیاہ رنگ کا پہلو باہر کی جانب ہونا چاہئے۔ ہاں ہم پیچھے یہ لکھنا بھول گئے کہ ہر ایک کان کے دو پرت ہونگے ایک سیاہ اور ایک سفید تاکہ کان قدرتی طور سے ایک طرف سے (باہر کی جانب سے) سیاہ اور دوسری طرف سے سفید معلوم ہوں جیسے کہ عموماً شکاری کتے کے ہوتے ہیں۔

کان اور دم حتی الوسع لچکدار ہونے چاہئیں اور مضبوطی سے

جائیں۔ احتیاطاً اس امر کی کرنی چاہئے کہ وہ اپنی قدرتی جگہ پر ٹھیک زاویہ میں بیٹھ جائیں۔ اصل مدعا یہ دکھانا ہونا چاہئیے کہ گویا ان کا قدرتی طور سے یہیں نشو ونما پائی ہے۔ جب کھلونا بن کر ختم ہو جائے تو اس پر خصوصاً ٹانکے لگنے کے مقامات پر سخت یا تاروں کا برش پھیرنا چاہئیے اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ جوڑوں کے سلائی کے ٹانکے بھی کچھ چھپ جائیں گے۔

جانوروں کے کان سر سے اندر کی جانب تک مختلف رنگ کے ہوتے ہیں یا سرے کا یا کان کا بیرونی حصہ اسی رنگ کا ہوتا ہے جس رنگ کا جانور کا باقی جسم ہوتا ہے۔ اندرون گلابی رنگ نمایاں ہوتا ہے جہاں تھوڑے سے بال بھی ہوتے ہیں۔

کان کے دونوں پرت ایک ہی قسم کے کپڑے کے ہو سکتے ہیں یا اندر کی طرف کے لئے کسی دوسرے کپڑے کا استر لگایا جا سکتا ہے۔ اگر دونوں پرت ایک ہی قسم کے کپڑے کے استعمال کئے جائیں تو کان کے اندر کی طرف کا کپڑا اوپر سے ذرا چھیل دیا جائے یعنی کپڑے کا رُواں یا بال صاف کر دئے جائیں پھر اس مقام کو سیاہی یا رنگ سے رنگ دو تاکہ اس مقام پر قدرتی اثرات نمایاں ہو جائیں۔ اگر جانور ایسا تشکیل کیا گیا ہے جس کے جسم کے بال ہموار ہوں — مثلاً شکاری کتا وغیرہ اور مخمل جسم کے لئے استعمال کی گئی ہے تو ملکانوں کے استر کے لئے کوئی پتلا کپڑا مثلاً ساٹن استعمال کرنی بہتر ہے۔

جب کان کی تھیلیاں سی جائیں تو بیرونی پرت کے کپڑے یا استر سے خفیف زیادہ رکھو اور دونوں کو کنارہ دل پر سے سی لو۔ پھر جب تھیلیاں سیدھی طرف لوٹی جائیں گی اور ان پر استری کھائیگی تو استر کان کے کنارے پر ظاہر نہ ہوگا۔

کان سر پر جیسے کہ پہلے بتایا جا چکا ہے اس طرح سی دئے جائیں کہ وہ لچکتے ہوئے لٹکتے رہیں۔ مثلاً شکاری کتے کا کان سر کے اوپر سے اٹھا ہوا اور نیچے کے جانب لٹکتا رہتا ہے۔ یہ خصوصیت پیدا کرنے کے لئے کان کی تھیلیاں کے اندر ربڑ کا ٹکڑا کاٹ کر جیسے کہ پہلے بتایا جا چکا ہے رکھ دیا جائے۔ یہ ربڑ کا ٹکڑا سائیکل کے پرانے ٹیوب میں سے کاٹ کر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ پھر کان کو سر پر مستقل طور پر اس طریقہ سے سی دو کہ کان کا اوپر کا سرا ربڑ کی وجہ سے اونچا اٹھا رہے۔ اور اس کی نوک نیچے کی طرف ذرا مڑ کر گری رہے۔ تم کسی شکاری

کے بکا پورا فوٹو دیکھکر یہ سب امور اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔

کان وہیل کی ہڈی سے بھی سخت کئے جاسکتے ہیں۔ بلی کے کان کی قدرتی حالت اس امر کی مقتضی ہے کہ وہ اپنی جگہ سختی سے سیدھے قائم رہیں۔ اس لئے ان کے لئے بجائے تار کے ربڑیا بکرم کا ٹکڑا بہتر کام دے سکتا ہے۔ بلی کا کان اس طرح بینا چاہیئے کہ گویا وہ اس کے سر پر قدرتی طور سے بیٹھ رہا ہے۔ یعنی اس کی بنیاد مکمل نصف حلقہ کی شکل میں ہونی چاہیئے۔

تمام جانوروں کے سر پر کان مختلف شکلوں کے ہوتے اور لٹکتے ہیں۔ اگر ان سب کی الگ الگ تشریح کی جائے تو صرف اسی سے ایک پوری کتاب بھر سکتی ہے۔ غالباً سب جانوروں کے کانوں کے متعلق پوری پوری معلومات حاصل کرنے کے لئے یہ بہتر ہوگا کہ زندہ جانوروں یا ان کی مکمل تصویروں کا مطالعہ کیا جائے۔ تمام صورتوں میں کان کپڑے کے خام کناروں پر سے سینے چاہئیں۔ پھر ان کو لوٹ دیا جائے اور ان کے اندر ربڑ۔ بکرم یا تار جیسی ضرورت ہو لگانے سے پیشتر ان پر استری کر دیجائے۔ تاکہ کنارے اچھی طرح دبکر ہموار بیٹھ جائیں۔ جب ان کی مناسب جگہ لگا یا لٹکا دئے جائیں تو واٹر برش (تاروں کا برش) آہستہ آہستہ پھیر دینا چاہیئے۔ تاکہ ٹانکے غائب ہو جائیں۔

دم اسی کپڑے کی ہونی چاہیئے جس کا اصل جسم یعنی پیٹ اور پٹھے ہیں۔ دم پہلے سے ذرا ضرورت سے زیادہ لمبی بنانی چاہیئے۔ کیونکہ دم کی نلکی کانوں کی طرح الٹی طرف سے سی جاتی ہے اور پھر سیدھی طرف لوٹ لی جاتی ہے۔ اس لئے تیار ہونے پر اس کا کچھ چھوٹا ہو جانا لازمی ہے۔ یاد رکھو کہ بعض جانوروں کی دُم میں اول سے آخر تک ایک ہی موٹائی کی ہوتی ہیں۔ اور بعض جانوروں کی گاؤدم ہوتی ہیں یعنی اوپر سے موٹی اور نیچے کی طرف بتدریج پتلی۔ چنانچہ انہیں کے مطابق دموں کی نلکیاں بنانی چاہئیں اور جسم کے بھرنے کے بعد دم اس پر ٹانک دینی چاہیئے۔ دم اس طرح لگانی یعنی ٹانکنی چاہیئے۔ کہ وہ ٹھیک زاویہ میں اسی طرح لٹکتی یا کھڑی رہے جیسے کان کھڑے یا لٹکتے رہتے ہیں۔

آنکھیں

ہر جانور کے لئے موزوں آنکھیں تیار شدہ بازار میں بکنے کے لئے آنے لگی ہیں۔ ان کی عدم دستیابی کی صورت میں بٹن یا موتی بھی استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ یہ ان کی ٹھیک جگہ مضبوط تاگے سے ٹانک دینے چاہئیں کہ آنکھ چہرہ پر بالکل سیدھی دکھائی دیتی ہے۔ اس لئے آنکھیں ٹانکتے وقت سوئی آر پار سر کے پیچھے لیجائی جائے۔

دوسرا طریقہ آنکھیں لگانے کا یہ ہے کہ یہ جانور کے سر میں اس طرح گھسا کر لگائی جائیں کہ صرف آنکھ کا حصہ ہی دکھائی دے۔ یہ طریقہ اگرچہ زیادہ پیچیدہ ہے لیکن اس سے قدرتی خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس مقصد کے لئے زرد یا ہلکے براؤن رنگ کے بٹے موتی استعمال کرنے بہتر ہیں۔ پتلی بنانے کے لئے موتی کے ایک طرف رنگ لگا دیا جائے پھر ایک پتلے تار کا ٹکڑا ہر ایک موتی میں پرو کر پیچھے کی طرف اس طرح موڑ دو کہ یہ بھرے ہوئے سر میں اچھی طرح گھسایا جاسکے۔ سر میں جہاں آنکھیں لگائی جائیں وہاں دو متوازی سطح کے کاج (slits) کاٹے جائیں اور ہر ایک میں موتی جو پہلے سے اس مقصد کے لئے تیار رکھے ہیں گھسا دئے جائیں۔ تھوڑا سا رقیق سریش یا سیکوٹین موتیوں کی پشت پر لگا دیا جائے۔ تاکہ وہ اپنی جگہ مستقل طور سے جمے رہیں اور ادھر ادھر گھومنے یا سرکنے سے باز رہیں۔ جس طرح قمیص کے کاج کے کنارے سئے جاتے ہیں اسی طرح ان کاجوں کے کنارے بھی صفائی سے باریک سوئی سے سی دئے جائیں۔ پھر کناروں کے نیچے خفیف گوند یا سریش احتیاط سے لگا دیں تاکہ آنکھیں اپنی جگہ جمی رہیں۔ آنکھیں لگانے کے لئے قدرے مشاہدہ کی ضرورت ہے کیونکہ تمام آنکھیں ایک ہی طریقہ سے نہیں لگائی جاتی ہیں۔ کچھ پرندوں اور جانوروں کی آنکھیں سر پر ایک دوسرے سے برعکس لگائی جاتی ہیں۔ اگر تم کام میں ہوشیار ہو اور اس فن میں کامل دستگاہ حاصل کرنی چاہتی ہو تو تمہیں اس مقصد کے لئے جانور یا پرند کا عمل جراحی کر کے اس کی آنکھوں کی بناوٹ دیکھنی چاہیئے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ کام ہر ایک کے لئے آسان نہیں ہے لہٰذا اس سے آسان تدبیر یہ ہے کہ ہر قسم کے جانوروں کی صاف اور کھلی کھلی تصویریں جمع کی جائیں، اور ان کو حوالہ کے لئے ترتیب سے رکھو۔ پھر وقت پر ضروری تصویر کو غور سے دیکھو۔ جن پرندوں اور خرگوشوں کی شبیہوں میں سر کے ہر ایک پہلو پر آنکھیں ہوتی ہیں۔ ان آنکھوں کے لگانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک آنکھ ڈگنی لمبائی کے تاگے میں نتھی کر دو اور سر میں سوئی

کو سیدھی آر پار گذار کردائیں سے بائیں طرف نکال لو۔ اب اسی تاگے کے دوسرے سرے پر دوسری آنکھ نتھی کر دو۔ پھر اسی طرح سوئی کو سر میں گھسا ؤ اور پہلی آنکھ کی طرف نکال لو۔ اور تاگہ کو اچھی طرح کھینچ کر وہیں اس آنکھ کے نیچے ریف گانٹھ (Reaf Knot) لگاؤ یہ ایسی خفیف ہو کہ بہت زیادہ معلوم نہ ہو پھر جب اس مقام پر دا اٹر برش پھرا جائیگا تو یہ گانٹھ کپڑے کے روئیں میں چھپ جائیگی۔ گانٹھ ذرا مضبوطی سے لگائی جائے، کیونکہ بچے کھلونے نہایت سنگدلی سے استعمال کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔

جن جانوروں کے ملتھ کے نیچے ہی دونوں آنکھیں پاس پاس ہوتی ہیں جیسے بلیوں کتوں اور ریچھوں وغیرہ کی تو ان کے لگاؤ میں احتیاطاً اس امر کی کرنی چاہیئے کہ ان کے تاگے کا پھندا یا گانٹھ سر کے پیچھے لگائیں نہ کہ آگے اور وہ گانٹھ کپڑے کے روئیں میں اچھی طرح پوشیدہ ہو جائے۔

بہت چھوٹے پرندوں اور جانوروں کی آنکھیں لگانے کے لئے میر کرائزڈ کاٹن یا سلک (Mercerinned Cotton or Silk) استعمال کیا جا سکتا ہے۔ براؤن یا سیاہ تاگے جو موزوں ہوں سے چند بتدریج عمودی یا گہرے ٹانکے لگائیں۔ اگر خواہش یا ضرورت ہو تو چند داغ کسی دوسرے رنگ کے آنکھ کے پاس لگاؤ تاکہ اس مقام پر گہرائی (High-height) پیدا ہو جائے

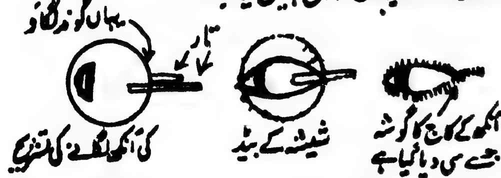
ناک منہ اور ٹھوری

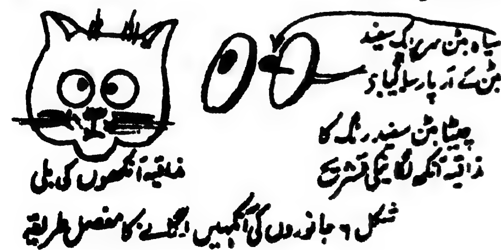
جانوروں اور پرندوں کے چہروں پر ناک منہ اور ٹھوڑیاں سیاہ ریشم یا اون سے کاڑھ کر بنائی جاتی ہیں اس مرحلہ کو کامیابی سے طے کرنے کے لئے بہتر ہے کہ پہلے کسی زندہ کتے (جو بنایا جا رہا ہے) کے چہرہ کو بغور دیکھا جائے۔ کتے کی تصویر بھی اس مقصد کے لئے کام دیتی ہے تمام جانوروں کے چہروں کی بناوٹ یکساں نہیں ہوتی ہے۔ کتے کی ناک مربع بنانی چاہیئے اور بلی کی ناک تکونیہ ہونی چاہیئے اور علی ہذا القیاس سفید جانوروں کے نتے بجائے سیاہ کے گلابی ریشم یا اون کی ضرورت ہوگی جب ٹھوڑی بنائی جائے تو سوئی اندر سیدھی گھسانی چاہیئے اور تاگہ قدرے مضبوطی سے کھینچا جائے، اسب سے بڑی اور قابل تعریف بات یہ ہے کہ کھلونا جہاں تک ممکن ہو خوبصورت اور نیچرل خصوصیات لئے ہوئے بنایا جائے۔ کتے اور بلیاں خاص طور سے مذاقیہ خصوصیات لئے ہوئے ہوتی ہیں۔ اگر یہ جانور مذاقیہ پہلو لئے ہوئے بنائے جائیں تو سرخ فلالین یا فیلٹ کا ٹکڑا منہ پر صفائی سے ٹانک دینے سے ان کی نکلی ہوئی زبان کی صحیح قائم مقامی کرے گا۔

گل مچھیں

بلیاں اور خرگوش بغیر گل مچھوں کے مکمل نہیں کہلائے جا سکتے۔ یہ گھوڑے کے بالوں سے بنائی جا سکتی ہیں ایک ایک باریک سوئی میں پرو کر ان کی مناسب جگہ پر ٹانک دئے جاتے ہیں۔ سوئی چہرے کے ایک رخ پر ٹانکا لگا کر دوسرے رخ پر نکال لی جائے اور وہاں بھی ٹانکا لگا دیا جائے اور ادھر ادھر کافی لمبے بال چھوڑ دیئے جائیں۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے کئی بال ذرا ذرا فاصلے پر لگا کر گل مچھوں کی شکل پیدا کر دیں۔ گل مچھیں مضبوطی سے قائم رکھنے کے لئے یہ صورت عمل میں لائی جائے۔ ایک لمبا بال سوئی میں پرو دیا جائے اور اس کو جانور کی ناک کے ایک رخ سے نکال لیں۔ وہاں خفیف سا پھندا بنا کر پھر سوئی کو دوسری طرف واپس لیجائیں۔ یہاں ایک ٹانکا لگا کر سوئی کو نکال لیں۔ پھر دوسرا بال سوئی میں پروئیں اور مثل پہلے بال کے دوسری طرف پھندا لگا کر وہاں بال کو ٹانک دیں۔ اسی طرح کئی بال لگا دیں یہاں تک کہ منہ پر کافی گل مچھیں بن جائیں۔ ٹانکے جہاں تک ممکن ہو نا معلوم ہوں۔ اور مضبوطی سے کھینچیں۔ بلی کی آنکھوں کی پلکیں بھی اسی طرح بنائی جا سکتی ہیں (دیکھو شکل ۶)

بلی یا خرگوش بغیر گل مچھوں کے ہرگز قدرتی نہ معلوم ہوں گے اور کسی حساس طبیعت کے بچہ کی نظر میں بالکل نہیں جچیں گے۔ اور نہ نمائشوں میں ایسے جانوروں کے نمونوں کی پذیرائی ہو سکتی ہے۔ اس لئے جانوروں کی اس قدرتی خصوصیت پیدا کرنے میں معاون ہوں گے ان کو طوالت کے خوف سے یہاں درج نہیں کیا جا سکتا۔





شکل ۶ جانوروں کی آنکھیں لگانے کا مفصل طریقہ



بلی کے چہرہ پر پلکیں اور گل مچھیں


شکاری کتے کی ٹھوڑی کے نیچے داڑھی

شکل نمبر ۷

مثلاً ایک اچھی نسل کے سخت بالوں کے شکاری کتے کی لمبی ڈاڑھی ہوتی ہے جو جبڑے کے نیچے ہوتی ہے۔ اس کا بنانا بھی آسان ہے۔ اسی طرح اسکی دُم کے سرے پر بالوں کا ایک لمبا پری گچھا بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں جو لازمی طور سے اس قسم کے کتے کے نمونے پر ہونا چاہیئے۔

باریک ریشم یا سوت کے کئی تار سُوئی میں پرو ئے جائیں، ان کا رنگ ایسا ہونا چاہیے جیسا اصلی کھلونے کے جسم کا ہے اور ان کو کھلونے کے جبڑے کے نیچے سی دو۔ باری باری سے مضبوط ٹانکے لگانے چاہئیں اور تاگے کے ہر ایک تار کا پھندا دیکر اس کو لٹکنے کے لئے چھوڑ دو پھر ڈاڑھی کو چھوڑ کر پھندے کے سرے کو کاٹ ڈالنا چاہئے۔ چنانچہ داڑھی اسی طرح سوئی میں تاگے کی متعدد لڑیاں پر و کر اور کئی ٹانکے دیکر زیادہ یا کم گھنی بنائی جاسکتی ہے جس سے کم سے کم وقت خرچ ہوگا ضرورت ہو تو جسم کے کسی حصہ پر بال بھی اسی طرح گھنے کئے جاسکتے ہیں اور حسب ضرورت پاؤں وغیرہ پر گھنے بالوں کی خصوصیت کامیابی سے پیدا کیجا سکتی ہے۔ بعض جانوروں کے کانوں کے کناروں اور پھلیوں پر لمبے بال ہوتے ہیں۔ یہ بھی اسی طرح موقع پر لگائے جاسکتے ہیں۔

بالوں کے گچھے اور گل مچھے مذاقیہ کھلونوں کے لئے بہت ضروری ہیں ان سے ان کی مزید خوبیاں تبدیل یا بحال کیجا سکتی ہیں بال گھوڑوں وغیرہ جیسے جانوروں کے ہر جگہ آسانی سے دستیاب ہو سکتے ہیں

کھلونوں کی بہت سی خوبیاں رنگ سے بھی پیدا کیجا سکتی ہیں۔ اس مقصد کے لئے معمولی پانی کے رنگوں سے واٹر پروف سیاہی اچھی ہوتی ہے۔ کیونکہ بچے جب کھلونے باہر لیجاتے ہیں تو وہاں احتیاط سے گیلے یا نم ہو کر رنگ پھیل جانے کی وجہ سے جو پانی کا ہوتا ہے۔ کھلونے کو بدنما کر دیتا ہے۔

بہت سی ایسی خصوصیات ہیں جن کو خود کھلونے ساز سوچکر ایجاد کر سکتا اور کھلونوں میں اضافہ کر کے ان کو قابل تعریف اور قدرتی جیسا بنا سکتا ہے۔ جانوروں کے انتخاب کے لئے کافی گنجائش ہے۔ گھریلو کتے بلیوں سے لیکر چڑیا خانہ کے عجیب سے عجیب جانور تک کے نمونے بنائے جاسکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ کھلونے بنانے کی شوقین لڑکیاں جانوروں کی تصویروں کا ایک مجموعہ مرتب کر کے اپنے پاس رکھیں اور بوقت ضرورت اس سے مدد لیں۔ بہت کچھ سامان کی دستیابی پر منحصر ہے کیونکہ تمام جانوروں کی خصوصیات کے مطابق ہر جگہ موزوں سامان ملنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ تاہم کوشش سے ہر بات میں کامیابی ہو سکتی ہے۔

جب روئیں دار میٹریل (کپڑا وغیرہ) استعمال کیا جائے تو کھلونے کی تکمیل پر اس پر برش نہایت احتیاط اور سیدھے طریقہ سے کیا جائے ورنہ رواں بے احتیاطی سے جھڑ جائیگا۔ وائر برش روئیں دار کپڑے کی تمام چیزوں کی صفائی کے لئے اچھا ہے۔ جانوروں کے نمونوں کا پیمانہ اس سامان کی مقدار پر منحصر ہے جو موجود ہو، دستکاری کی چیزیں بیچنے والوں کی دوکانوں پر جنہم کھلونوں کے خاکے ملتے ہیں وہ اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ بچے ان کو اچھی طرح سنبھال سکیں اگر ضرورت ہو تو ان خاکوں سے چھوٹے یا بڑے خاکے ان کے مطابق کاٹ کر کھلونے بنائے جاسکتے ہیں۔ نیز خفیف سی تبدیلی سے ان کو مختلف وضع قطع میں کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً کھڑے پیروں کی حالت میں تبدیل کر کے "دوڑتے ہوئے" جانور کا نمونہ بنایا جاسکتا ہے اگر اصلی (زندہ) جانور کے حلیہ کا اچھی طرح مطالعہ کر لیا گیا ہے تو انکی اصلی یعنی نیچرل خصوصیات ان کے نمونوں میں پیدا کرنے میں دقت نہ ہوگی اور ان کے دوران میں ان کی قدرتی حالت کے مطابق تشکیل کیجا سکتی ہے۔ آنکھوں کا معاملہ خاص طور سے توجہ کا محتاج ہے کھلونے بنانیوالا اگر مختلف جانوروں کی آنکھیں دیکھیگا تو اسے معلوم ہوگا کہ ہر ایک جانور کی آنکھ ایک دوسرے سے مختلف ہے تقریب قریب ہر قسم کے جانوروں کی آنکھیں تیار شدہ ملتی ہیں موتیوں بیڈز (   ) وغیرہ سے بھی بنائی جاسکتی ہیں اور کاڑھ کر بھی ان کی تشکیل کیجا سکتی ہے۔ مذاقیہ جانوروں کی آنکھوں کے نمونوں کی ضرورت ہو تو ان کے مذاقیہ کارٹون دیکھنے چاہئیں جو بچوں کے مذاقیہ رسالوں اور سالناموں میں مل سکتے ہیں۔ گلابی یا سرخ فلالین کی لمبی زبان لگائی جاسکتی ہے اور داغ دھبے وغیرہ جو چکبرے جانوروں کے جسم پر پائے جاتے ہیں جب کھلونا مکمل ہو جائے تو واٹر پروف سیاہی یا پینٹ سے لگائے جاسکتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

سید رضا احمد جعفری

فرقہ بندی

سب مسلمان خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اسلام زمانہ رسالت ہی میں مکمل ہو گیا تھا جسکی تکمیل کی دو صورتیں تھیں ۱ شریعت جو قرآن کریم کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ اور موجود ہے ۲ طریقت جو رسول اللہ صلعم کی احادیث صحیح کی صورت میں محفوظ اور موجود ہے۔

زمانہ رسالت میں یہی دو چیزیں تھیں یعنی آیات قرآنی اور ان پر عمل کر کے اور کرا کے رسول اللہ صلعم نے ہمارے لئے رائے زنی کی گنجائش نہ چھوڑی اور فرمایا کہ "میں تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑ کر (اپنی پروردگار کے پاس) جاتا ہوں اگر ان دونوں کو تم مضبوط پکڑے رہے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور وہ دونوں چیزیں اللہ کی کتاب (قرآن) اور اس کے رسول (کا اس پر طریق عمل) کی سنت ہیں"۔

امام اعظم ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی، جو کچھ حدیث نبوی سے صحت کے ساتھ ثابت ہو وہی میرا مذہب ہے۔ امام شافعی رح نے فرمایا کہ "اگر میرا قول حدیث رسول اللہ کے خلاف ہو تو میرے قول کو دیوار سے دے مارو" امام حنبل رح نے ارشاد کیا کہ کسی کی تقلید نہ کرو اور جہاں سے انہوں نے اپنا دین لیا ہے وہیں سے تم بھی لو۔

احکام تعمیل کے لئے ہوتے ہیں نہ کہ انکی مصلحتیں اور نکات و معارف کی چھان بین کے لئے۔ کیونکہ جن مصلحتوں کی بنا پر حاکم نے حکم جاری کیا اس کو ہم معلوم ہی نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ عمل کرنے کے بعد اس کا نتیجہ برآمد نہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو خوبی اس حکم کی تعمیل کے بعد ہم کو نظر آئے وہ بھی نتیجہ نہ ہو اور وہ اور آگے چل کر برآمد ہو۔ مثلاً ایک شخص نے ایک کالے سانپ کو مار ڈالا۔ دیکھنے اور سننے والوں کے سامنے نتیجہ یہ نکل آیا کہ سانپ مار ڈالا گیا۔ لیکن وہ مارنیوالا سانپ کو لیجاتا ہے اس کا زہر نکالتا ہے۔ تجربے کرتا ہے اور سانپ کے زہر کا ایک تریاق تیار کر لیتا ہے، اب جاننے والے اور سننے والے اس نتیجہ پہنچے ہیں کہ سانپ کے مارنے سے مقصد تریاق بنانا تھا۔ لیکن مارنیوالا آگے چلتا ہے اور تریاق کو شیشیوں میں بھر کر بازار میں فروخت کرتا اور تھوڑے دنوں میں کروڑپتی بنجاتا ہے۔ لیڈر ہو جاتا ہے۔ اسمبلی کی ممبری پر فائز ہو کر وزیراعظم کی کرسی پر متمکن ہوتا ہے ان سب امور کے عالم شہود میں آنے پر بھی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنے ارادے کی انتہا کو پہنچ گیا۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر رب العالمین کے ارادے کو بغیر اس کے بتائے ہم محدود علم و عقل والے معلوم کر سکیں۔

قرآن کریم میں دو قسم کی آیتیں ہیں۔ ایک بین۔ صاف اور واضح جن میں ذرہ برابر بھی پیچیدگی یا اینچ پینچ نہیں۔ یہ عام فہم ہیں کیونکہ قرآن کریم عالم و جاہل عقلمند اور کم عقل سب کے لئے ہدایت ہے۔ دوسری قسم آیات متشابہات ہیں جن کی تاویل انسانی دست قدرت سے باہر ہے اور ہم ان کا اپنی کسی قوت سے ادراک حاصل نہیں کر سکتے اور جب ہم اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر ایمان لے آتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکا رسول اور نبی مان لیتے ہیں تو وہ ایمانی کیفیات خود ان آیات متشابہات کو ان کے کہنے کے بموجب ہم سے منوا لیتے ہیں۔ اب سنو قرآن مبین کا کیا اعلان ہے۔

"..... مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ ۔ اس میں سے آیات محکمات ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں (احکام۔ ممانعت، حلال و حرام انہی میں ہیں) وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ" اور دوسری متشابہات ہیں وما یعلم تاویلہ الا اللہ جن کو اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔

آیات محکمات دنیا میں ہماری زندگی کا دستور العمل ہے۔ ان آیتوں کی حکم تعمیل کرنی ہے۔ اور متشابہات کا تعلق عقائد سے ہے۔ اس تفصیل سے مقصد یہ تھا کہ قرآن کریم یا احادیث تفاسیر علماء اور شارحین کی شرحوں، رایوں، قیاسات اور مصلحتوں کا محتاج نہیں ہے۔ مسلم کو اس کے ہر حکم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر عمل کرنا ہے اس کے خلاف جو کچھ ہے وہ اسلام نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے ان امور پر غور نہ کیا اور اپنی رائے اور قیاس کو دخل دیکر نت نئے فرقے بنا کھڑے کئے اور بناتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم فرقہ بندی کی سخت مخالفت کرتا ہے۔ چند آیات ہدیہ ہیں۔

(۱) وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا " سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور فرقہ بندی نہ کرو،

(۲) وَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَیِّنٰتُ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ جن لوگوں نے واضح اور کھلی آیتیں آنے کے بعد فرقہ بندی اور اختلاف کیا وہی نقصان اٹھانے والوں میں ہیں (آنکھوں سے دیکھو)

(۳) ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیء (جن لوگوں نے اپنے دین (اسلام) میں فرق نکال کر گروہ بندی کی (ملے) رسول! تم کو ان سے کسی بات میں تعلق نہیں۔ (فرقے والوں سے اللہ کے رسول کو کوئی واسطہ نہیں)

(۴) وَمَا اخْتَلَفَ فِیْهِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًا بَیْنَهُمْ اور جن کو کتاب الٰہی دی گئی تو کھلی اور واضح احکام آئے پیچھے انہوں نے جو اختلاف کیا ہے اس کی وجہ (یہ نہیں کہ آیتوں میں باہمی اختلاف ہے یا معنی میں اختلاف ہو سکتا ہے بلکہ) ان کی آپس کی سرکشی (ضد) ہے۔

(۵) ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم باس بعض" وہ اس بات پر پوری قدرت رکھتا ہے کہ آسمان سے تمہارے اوپر عذاب نازل کردے یا زمین میں سے عذاب نازل کردے یا تم کو فرقوں میں منقسم کرکے ایک دوسرے کی مخالفت اور لڑائی کا مزہ چکھائے (اس آیت میں فرقہ بندیوں کو عذاب قرار دیا گیا اور آجکل کے مسلمان اس کو رحمت قرار دیتے ہیں۔)

ان آیات قرآنی سے معلوم ہوا کہ فرقہ بندیوں کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ فرق ہوا تو اصل سے کیا تعلق رہا ہماری تاویلوں اور نکات و معارف کے شوق نے فرقوں کی بنیاد ڈالی جس کو جس کی تاویل پسند ہوئی اس نے اس کو اپنا مسلک بنایا۔ اور فرقہ بنا۔ صحابہ کرام کا مسلک اطاعت الٰہی اور اتباع رسول تھا۔ وہ عمل کرتے تھے اور ہم نے عمل چھوڑ دیا اور لفظی بحثوں کے سمندر میں غوطے کھانے لگے۔

تو پھر ان رحمتوں، برکتوں اور نعمتوں سے ہم کیوں کر مستفید ہوں۔ جو صحابہ کرامؓ پر رات دن برسا کرتی تھیں۔

موج ہے دریا میں اور بیروں دریا کچھ نہیں

محمد عبد الغفار الخیاری

شریف بیگمات اور تعلیم یافتہ مردوں کے لئے

اردو کی بہترین کتابیں

رسالہ عصمت دہلی نے جو شریف ہندوستانی بیبیوں کے لئے ۲۸ سال سے شائع ہو رہا ہے اور ہندوستان کے تمام زنانہ پرچوں میں بلحاظ عمر پاید اشاعت رکھتا ہے۔ ہندوستانی گھرانوں کی معاشرت سدھارنے اور زندگی کو کامیابی کے ساتھ بسر کرنے کے لئے دلچسپ پیرایہ میں نہایت مفید اور اعلیٰ کتابیں شائع کی ہیں۔ جو خدا کے فضل و کرم سے تعلیم یافتہ طبقہ میں نہایت پسندیدگی اور وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ مشاہیر قوم اور ملک کے مشہور اخبارات اور رسائل نے ان کتابوں پر نہایت شاندار اور پرزور الفاظ میں ریویو کئے ہیں۔ اور یہ مبالغہ نہیں واقعہ ہے کہ اردو زبان میں اور کسی جگہ سے لڑکیوں اور عورتوں کے لئے اس قدر بلند پایہ کتابیں اس تعداد میں شائع نہیں ہوئیں۔ اس میں شک نہیں کہ عوام الناس میں علمی ذوق کی افسوسناک کمی ہے۔ ردی کاغذ پر خراب چھپی ہوئی ضخیم کتابیں معقول قیمت سے تہائی اور چوتھائی قیمت پر بازاری تاجر فروخت کر رہے ہیں۔ اور عام انہیں کی فضولیات سے پر اور خرافات سے بھری ذلیل کتابوں کے لمبے چوڑے غلط سلط اشتہارات سے لوگوں کو اب کتابوں کا اعتماد نہیں۔ لیکن الحمد للہ مطبوعات عصمت کے متعلق ملک کے اعلیٰ طبقہ کی رائے ہے کہ ان کتابوں سے نہ صرف زنانہ لٹریچر میں جان پڑ گئی بلکہ ادب اردو میں بھی گرانبہا اضافہ ہوا۔ یہ فہرست عوام الناس کے لئے غالباً باعث دلچسپی نہ ہوگی۔ کیونکہ نہ اس میں چٹ پٹے راتوں کی نیند حرام کر دینے والے عاشقانہ مخرب اخلاق بازاری ناولوں کا اشتہار ہے نہ عشقی ورد انگیز لٹریچر کا اور نہ ان نام نہاد مذہبی اخلاقی تفریحی کتابوں کا جن کا مطالعہ وقت کی قربانی، پیسہ کی بربادی، ایمان کی کمزوری اور اخلاق کی تباہی ہے۔ سوائے اُن چند تاریخی افسانوں کے جن کے اشتہار میں لکھ دیا گیا تمام مطبوعات عصمت شریف بہو بیٹیوں ہی کے لئے لکھی اور شائع کی گئی ہیں اور آنکھ بند کر کے انہیں دی جا سکتی ہیں۔ اور دی جاتی ہیں۔ لیکن ان کا مطالعہ جس طرح عورتوں کے لئے ضروری ہے اسی طرح مردوں کے لئے بھی نہ صرف باعث دلچسپی بلکہ مفید اور کارآمد ہے۔

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی تصنیفات

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ مشرق کے ان چند بے مثل مصنفوں میں تھے جن پر اردو ہمیشہ فخر کرے گی آپ جب بھی قلم اٹھاتے تھے تو سدا بہار پھولوں کا سینہ برسا دیتے تھے وہ پھول جن کی عطر بیزی مشام جان کو معطر کرتی ہے یوں تو اردو لٹریچر کی ہر صنف میں علامہ مغفور کی تحریریں سلک مروارید اور جواہر پارے کہلانے کی مستحق ہیں جن کی آب و تاب ہمیشہ ایسے ہی رہے گی لیکن مرحوم کا اسلوب خصوصی زیر بحث تھی۔ وہ جس داستان غم کو لکھتے تھے ہماری زبان میں ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی بلکہ ایشیا کی کسی زبان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈکنز جیسے لکھنے والے علامہ راشد الخیری بادشاہ ہی نہیں شہنشاہ تھے جنہوں نے شکسپیئر جیسے مصنفوں کو بھلا دیا تھا آپ کی تحریر کا ایک ایک لفظ درد و اثر اور سوز و گداز میں ڈوبا ہوا ہے ناممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان پڑھے اور متاثر نہ ہو۔ چھوٹے چھوٹے فقرے شیریں و پرشکوہ اور بندشیں جگر بیقراری اور تڑپ لئے ہوتے ہیں۔ جو دل میں تیر و نشتر کی طرح اتر جاتے ہیں اور یہ وہ خصوصیات ہیں جو ہندوستان کے اور کسی مصنف کی تحریر میں نہیں۔

ذیل میں علامہ مغفور کی تمام کتابوں کا اشتہار دیا جاتا ہے لیکن اشتہار میں مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا ہے کیونکہ حضرت علامہ راشد الخیری کی ہر تصنیف ہماری تعریف سے بہت بالاتر ہیں۔

کتابوں کی قیمت اصل چیز تو علامہ مرحوم کی تحریر ہے لیکن حسن ظاہری کے اعتبار سے بھی یہ کتابیں شریف بیگمات اور معزز حضرات کے کتب خانوں کی زینت ہیں۔ کاغذ اعلیٰ درجہ کا سفید خوب دبیز اور چکنا ہے لکھائی چھپائی بہت عمدہ۔ سرورق خوبصورت رنگین سادے سب کتابوں کا مجموعہ قیمت ۔۔ (محصول ڈاک خریدار کے ذمہ) (بقیمت ۲۱ جلد)

علنے کا پتہ:- مینیجر عصمت کوچہ چیلاں دھلی

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی تصنیفات

مردوں اور عورتوں کے لیے اصلاحی و معاشرتی کتابیں

صالحہ یا صالحات

علامہ مغفور کی سب سے پہلی تصنیف جس نے جادو نگار مصنف کے کمال افسانہ نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا۔ اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی مؤثر پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ بری ماں باپ اور لاڈ کا ماتم زار ہے کس طرح بچوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ صالحات بتائے گی کہ جاہل سہیلیاں کس طرح سرکش کے بچوں کی [illegible] پیدا کرتی ہے۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک گھر کی لڑکیاں مصائب کا کیسے کیسے ایثار اور قربانیوں سے مقابلہ کرکے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ قصے کے ضمن میں آج سے چالیس پچاس برس پہلے کے گھرانوں کی معاشرت رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقے سے بیان کیے گئے ہیں۔ زبان قلعہ معلیٰ کی بیگماتی ٹکسال سے ڈھلی ہوئی۔ واقعات اس قدر مؤثر کہ کلیجہ کے پار ہو جاتے ہیں۔ پونے دو سو صفحات۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ۔

صبح زندگی، شام زندگی، شب زندگی

اردو زبان میں کوئی کتاب ان کتابوں سے زیادہ گزشتہ بیس سال میں مقبول نہیں ہوئی اب تک ایک لاکھ کے قریب فروخت ہو چکی ہیں اور آج بھی یہی حال ہے جو شروع میں تھا۔ یہ وہ کتابیں ہیں جنہوں نے ہزاروں خاندانوں کو تباہی اور بربادی سے بچا دیا اور ہزاروں بگڑے ہوئے گھرانے سنوار دیے۔

(۱) صبح زندگی

لڑکیوں کی تربیت پر اس قدر مؤثر پیرایہ میں اس سے بہتر کتاب اس سے زیادہ مؤثر اور دلچسپ ناول آج تک شائع نہیں ہوا۔ اس میں نسیمہ کی پیدائش سے شادی تک کے تمام واقعات ہیں۔ اکیس مرتبہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ۔

(۲) شام زندگی

نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے تمام واقعات بیوی اور شوہر دونوں کے لیے بیش بہا چیز ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس نے مصنف کو قوم سے مصور غم کا خطاب دلوایا تھا۔ گیارہ دفعہ چھپی ہے۔ قیمت عہ

(۳) شب زندگی

یہ علامہ مرحوم کا اسٹریا یعنی سب سے بہتر کتاب سمجھی جاتی ہے اور اس میں رحلت نسیمہ کے بعد کا بیان ہے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ نسیمہ نے دنیا میں وہ کون سے کام کیے تھے کہ حوریں اس کا استقبال کرتی ہیں۔ عالم ارواح کی سیر اس قدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھیے۔ نسیمہ جیسی پیاری ساس کی بہو رحیم دلہن اسی [illegible]

اس کے مقابلہ میں نسترن کی سلیقہ شعاری اور اس کی فرائض آپ کی ہمدردی حاصل کرے گی۔ نہایت ہی دلچسپ اور بہت مؤثر ناول ہے اس کا بارھواں اڈیشن چھپا ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

شب زندگی حصہ دوم

بتائے گی کہ دنیا کی بدترین مخلوق رحیم دلہن کس طرح ایک خدا ترس اور نیک بی بی بن جاتی اور اس کے بچے کس طرح اچھے نکلتے ہیں۔ کتاب کی ہیروئن ظالمہ ساس اور شوہر کے تمام مظالم سہتی اور ایسی ایسی قربانیاں کرتی ہے کہ آپ دنگ رہ جائیں گے۔ گیارہ دفعہ چھپی ہے۔ قیمت دو شب زندگی مکمل [illegible]

نوحہ زندگی

وہ سنگ دل باپ جس نے لڑکی کو اس جرم پر کہ نکاح ثانی کیا عدالت تک گھسیٹ کر جیل خانہ پہنچا دیا بلغ ہے۔ وہ پتھر ماں جس نے نو مہینے پیٹ میں رکھا اور سترہ برس تک پرورش کی بیگناہ بچی کو یہ دیکھ کر کہ نکاح ثانی کے جرم میں قید کی مصیبتیں جھیل رہی ہے نہال نہال ہے۔ نوحہ زندگی میں آپ کو ایک قبرستان ملے گا جس میں ایک عصمت کی طرح رکھنے والی بیوی اور غیرت پر قربان ہونے والی ماں اپنے دو معصوم بچوں کو دائیں بائیں لیے گہری نیند سو رہی ہے۔ بیوہ کے نکاح ثانی پر بہت مشہور و مقبول کتاب ہے۔ آٹھواں اڈیشن قیمت ۱۲

طوفان حیات

اس کتاب کی ہیروئن مشرکی کی زندگی اس قدر دلچسپ ہے کہ پڑھنے کے بعد گھر میں نمود رسموں کا نشان تک باقی نہیں رہتا۔ شرک جو دنیائے نسواں پر عام طور سے قابض ہے طوفان حیات کے مطالعہ سے کوسوں دور بھاگ جاتا ہے اور رسوم مروجہ خوفناک اژدہے کی صورت میں نظر آنے لگتی ہیں اور انسان خدائے واحد کی عظمت کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ مصنف کی دلچسپی زبان کی سلاست کے متعلق کچھ کہنا فضول ہے۔ واقعات اس قدر دردانگیز کہ ہچکی بندھ جاتی ہے۔ قیمت صرف عہ

جوہر قدامت

دو بہنوں کی پر لطف کہانی۔ دو لڑکیوں کی مختلف زندگی۔ دو عورتوں کی جگر خراش داستان جس میں ایک مشرقیت کی درخشندہ تصویر اور دوسری طرز جدید کی دلدادہ ہے۔ عالم نسواں آج سے پچاس سال پہلے کیا جوہر رکھتا تھا۔ مسلمان گھرانوں میں اس وقت کیسے کیسے لعل گودڑیوں میں چھپے تھے اور مغربی [illegible] کس سمت انہیں لے جا رہی ہے۔ جوہر قدامت کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ (ڈیڑھ)

منازل السائرہ

صالحات کی طرح اس میں بھی ایک لڑکی کی پیدائش سے موت تک کے تمام [illegible]

اس قدر دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جو بڑی بوڑھی مستورات کی بڑی جماعت سے گزر کر رہی ہے داخل ہے۔

قیمت حصہ اول ایک روپیہ۔ حصہ دوم ایک روپیہ۔ چھ دفعہ شائع ہو چکی ہے۔

(ب) اصلاحی و معاشرتی افسانے

تمغۂ شیطانی — صد درجہ دلآویز اور سبق آموز افسانہ جس میں ذاتِ شیطانی کے آٹھ کیریکٹر دکھائے گئے ہیں ان لوگوں کے جو نیک انسان سمجھے جاتے تھے مگر ان کے صرف ایک فعل سے جو بظاہر بہت معمولی بات تھی حلقۂ شیطانی میں داخل ہو گئے جہاں ہیں۔ خانصاحب کے حالات پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں وہاں شمس تبریز شیرازی کے واقعات اس قدر درد انگیز ہیں کہ آنکھوں سے نکل پڑتے ہیں۔ قیمت بارہ آنے (۱۲/)

سات روحوں کے اعمالنامے — دیکھا سات عجیب و غریب روحیں ایک شیطان کی مغفرت کے لئے پیش کی جاتی ہیں جن کے مطالعہ سے کہیں ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑتے ہیں کہیں آنسو نکل آتے ہیں آخری روح کے کارنامے اس قدر درد انگیز ہیں کہ ہچکی بندھ جائے۔ قیمت ۸/

غدر کی ماری شہزادیاں — یا تیلہ میں پہلا اشاعت ۱۸۵۷ء کے غدر کی لٹی ہوئی دلی کی شہزادیوں اور بیگموں کی دل ہلا دینے والی کہانیاں کہ جن کے درد سے جگر کے ٹکڑے ہو جائیں۔ کئی کئی رنگ کی بلاک کی تصویریں بھی ہیں۔ قیمت ۱۲/

ستونتی — نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لئے بیوی سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی اور شریف عورت شوہر کے لئے سب کچھ قربان کر کے اور ایثار کے جوہر دکھا کر دنیا کو حیرت کر دیتی ہے پانچ مرتبہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۸/

موؤدہ — لڑکیوں کے ترک پردہ کے متعلق علاوہ منفور کا نہایت مؤثر درد و غم بھرا افسانہ جس میں اس قدر درد و سوز و گداز ہے کہ پتھر دل بھی اس کو پڑھکر پسیجتے ہی نہیں بلکہ موم ہو جاتے ہیں۔ قیمت ۸/

تفسیر عصمت — جبلی نمبر عصمت کا مقبول و دلآویز افسانہ عبدل کا کیریکٹر اس قدر پُر لطف ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں اور واقعات اس قدر درد انگیز کہ بیساختہ آنسو نکل آتے ہیں۔ طبع اول انتہا پر اس سے بڑھکر مؤثر افسانہ آج تک کسی زبان میں شائع نہیں ہوا۔ قیمت پانچ آنہ (۵/)

انگوٹھی کا راز — جدید ایڈیشن حضرت مصنف سے نظر ثانی اور بہت کچھ اضافہ کرا کے شائع کیا گیا ہے یعنی مختلف چال چلن کی بیبیوں کا سبق آموز افسانہ ہے رابعہ کا عبرت انگیز انجام اسلامی بیگم کی دلکش داستان اور جمیلہ کی مشکلات انگوٹھی کا راز اس خوبی سے حل کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا حیرت میں رہ جاتا ہے۔ قیمت ۶/

ولایتی نمی — ناول حشر کے جوڑ کا نہایت پُر لطف (باتصویر) افسانہ جس کے ہر ہر سطر پر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں بی نمی نے بڑھاپے میں وہ وہ سوانگ بھرے جن کو بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت ۶/

منازلِ ترقی — اس عبرت انگیز افسانے میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دھن، لیڈری کی شوق اور دولت کے نشے میں اخلاق انسانیت اور مذہب کو تج کر غریب مسلمانوں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے ملکی اور لٹیریاں دونوں میاں بیوی کے کیریکٹر نہایت دلچسپ ہیں۔ قیمت ۴/

بچہ کا کرتہ — ایک عاشق زار بدنصیب ماں اپنے جوان بچہ کی بدولت وہ وہ مصیبتیں اٹھاتی ہے کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے دنیا اس کی محبت اور ایثار کا وہ عبرت انگیز جواب دیتی ہے کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں بہت مؤثر افسانہ ہے اور کئی بار چھپ چکا ہے۔ قیمت ۸/

ڈیڈیا کی سرگذشت — مگر وہ مرتی دہاں بھی یہ مقابلتاً دبدت کی دلدادہ ایک انگریز عورت کی کہانی اسی کی زبانی مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب مرقع جہاں بیوی کے تعلقات کا ہو بہو فوٹو بار سوم۔ قیمت ۴/

چہار عالم — ایک درد انگیز افسانے میں تین چار سبق آموز واقعات حیات انسانی پر منطبق کی ہے ہندوستانی معاشرت کا یہ افسانہ گویا آئینہ ہے جند عنوانی گزند یوں کو روایت پیرایہ میں بیان کیا ہے قصہ کا پلاٹ بیحد دلکش ہے پہلے یہ افسانہ گلدستہ عید کے ساتھ شائع ہوا تھا اب علیحدہ شائع کیا گیا ہے اور کئی رنگین تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ قیمت صرف ۴/

بنت الوقت — ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا مقبول مرقع وقت کا آئینہ دکھانے والی ایک نا عاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام چھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ ۸/

سراب مغرب — غیر مسلم مدارس میں لڑکیوں کو تعلیم دلا کہاں تک جائز ہے۔ اس بحث پر شہکار تقلید مغربی کے دردناک نتائج کا رنگین مرقع، باپ کی ناعاقبت اندیشی اور لڑکی کی تباہی۔ آٹھ مرتبہ چھپی ہے۔ قیمت ۸/ کنواری لڑکیاں ضرور دیکھیں۔

فسانۂ سعید — بیوہ کا نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے مگر جس جاہلیت سے حضرت سعید کا نکاح ہوا ہے وہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے سعید کی جگر خراش داستان دل ہلا دے گی۔ سوتیلے رشتوں پر مؤثر کتاب ہے۔ قیمت

(ج) مختصر افسانوں کے مجموعے

علامہ مصور غم کے مختصر افسانوں کا تیس سال سے ہندوستان بھر میں شائع رہا ہے علامہ راشد الخیری ہی وہ پہلے بزرگ تھے جنہوں نے اردو زبان میں مختصر افسانہ نویسی کو معراج کمال پر پہنچایا ہے۔ جذبات نسوانی کی دردناک ذہنی عملی صحیح ترجمانی جس جادو نگاری سے مصور غم مصنف نے کی ہے زبان قدرو ہمیشہ اس پر ناز کرے گی ناممکن ہے کہ سنگ دل سے سنگ دل انسان بھی ان افسانوں کو پڑھ کر آنسو بہائے بغیر رہ سکے۔ شہنشاہ زبیدی کے معرکۃ الآرا افسانے جو لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اور جن پر بڑے ضخیم ناول قربان ہیں۔ مختلف مجموعوں کی صورت میں شائع کیے گئے

جوہر عصمت

۱۳ سبق آموز افسانے (۱) مظلوم بیوی کا پاک جذبہ۔ وفان ایک شریف اور معزز خاندان کا شخص بُری صحبتوں کی وجہ سے لاکھ کا گھر خاک کر کے جیل خانہ پہنچنے والا ہوتا ہے کہ مظلوم بیوی کی کوششوں سے اس طرح رہائی حاصل کرتا ہے کہ پڑھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں (۲) بھنور کی دولھن بڑھے نو عمر کے مرد و عورت کے عین کیپر کٹر از دواج ثانی پر نہایت مؤثر بحث محبت کا جواب اور انتقام ہے انتہا دلآویز افسانہ (۳) اگلی بھتنیں ہزاروں برس پہلے کے تمدن کا ایک دلچسپ مرقع شجاعت رجان نثاری دوستی وفاداری اور سچی محبت کے حیرت انگیز مناظر (۴) فسانہ تنویر ملکہ تنویر کی دردو غم بھری کہانی (۵) بیگناہ کا قتل سفیر کی شرارت اور انتقام امیر کی بدگمانی اور سنگدلی اور محبت کی چوکھٹ پر کسان لڑکی کی قربانی (۶) بھاوج کا کینہ۔ دولت اور عصمت کا مقابلہ (۷) مامون رشید کا دربار اور ایک بیچی عورت (۸) عدل جہانگیری شہنشاہ جہانگیر کے انصاف کا دل ہلا دینے والا واقعہ (۹) بلبل کی شہادت (۱۰) ملکہ شہرزاد ملکہ طرابلس اور بادشاہ کا افتراق ملکہ کا عصمت کی کسوٹی پر پورا اترنا (۱۱) اجر قدم کی مستحق خدا کی لاٹھی بے آواز ہے (۱۲) غلط فہمی نہایت مؤثر قصہ خاتمہ بالخیر۔ ان تیرہ افسانوں کا مجموعہ جوہر عصمت ہر شریف مرد اور ہر شریف عورت کی نظر سے گذرنا چاہئے بہت مشہور و مقبول ہے اب چھٹی مرتبہ شائع ہوا ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

سیلاب اشک باتصویر

۷ دردانگیز افسانے (۱) پرستار محبت عورت کا دل وفا و محبت کے خزانے سے مالا مال ہے۔ یہ سبق آموز افسانہ پڑھ کر سنگدل انسان کی آنکھیں نمناک کر دے گا اس کا ثبوت بے حد سہانا مقبول ہوا ہے (۲) بلوچن کے تین رنگ ایک غریب لڑکی وفاداری اور انتقام اور احسان کے جوہر دکھا کر حیرت کر دیتی ہے (۳) طلاق کا سفید بال۔ میاں بیوی کے تعلقات کیا چیز ہیں خود داری اور ایثار کے بلند جذبوں اور ایمان کیا کام کرتا ہے اس دردانگیز افسانے سے معلوم ہوگا۔ جس نے کتنے ہی گھر تباہی سے بچا دئے (۴) ج اکبر جس سے معلوم ہوگا کہ ماں کا دل کیسی محبت سے لبریز ہوتا ہے اور سچی خوشی کسے کہتے ہیں (۵) عدل گلبدن شہنشاہ بابر کی لخت جگر شہزادی گلبدن بیگم کی شجاعت عدل و کرم احسان و عفو کے حیرت انگیز کارنامے (۷) بے تصویر بھی

بے انتہا مؤثر افسانہ (۷) ثریا کا تخیل ہر افسانے کے ساتھ دو رنگہ صرف کر کے زنو بلاک کی تصاویر لگائی گئی ہیں۔ قیمت عمر

طوفان اشک

بیتی رواج کی چوکھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں وہ مؤثر اور سبق آموز کتاب جس میں یہ ۱۲ دل ہلا دینے والے افسانے ہیں۔

رواج کی بھینٹ	محروم وراثت	اس ہاتھ دے	میں نے کیا دیکھا
کوکنگ کا بیگ	سوتیلی ماں کا آخر وقت	اس ہاتھ لے	شہید معاشرت
بیوی کی سہاگ	ترصیت کا خواب	تغیر حالات	طوفان اشک

بار سوم قیمت ایک روپیہ

شہید مغرب

طرابلس اور مراکش میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے اسلام اور نصرانیت کے معرکے مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب شدھی اور تبلیغ کا اثر مندرجہ ذیل دردانگیز افسانے یعنی

دو آسمانی شاعر	شہید مغرب	طرابلس سے صدا
عرب سیدانی	سیاہ داغ	افراط و تفریط
صدائے دلگداز	کافرنیاں	سیوہ

ان کے مطالعہ سے حب وطنی، جوش ایمانی، بہادری، شجاعت، خود داری، غیرت و حمیت کے شریفانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ قیمت عمر

نسوانی زندگی

یوں تو حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم نے ہر تصنیف میں عورت کی مختلف حیثیتیں دکھائی ہیں مگر اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ ماں، بیوی، بیٹی، بہن کی ہر حیثیت علیحدہ علیحدہ دکھائی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ ہر حیثیت میں ایسا ایسا ایثار اور قربانیاں کر دکھائی ہے کہ مرد حیرت میں رہ جاتا ہے۔ قیمت صرف عہ

نانی عشو

آپ کتنے ہی غمگین کیوں نہ ہوں ناممکن ہے "نانی عشو" پڑھتا شروع کرتے وقت آپ کے پیٹ میں بل نہ پڑ جائیں۔ علامہ مصور غم نے ہنسی کے مضامین بھی لکھے تو اس کمال کے کہ تمام ہندوستان میں ان کا ڈنکا بج گیا۔ نانی عشو کے ساتھ ایسے ہی ظرافت آمیز مگر نتیجہ خیز افسانے، عرب اور گلشن، رقاص، مشہور ظرافت پھر کر بھی ایک مرتبہ آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑیں گے تو دوسرے مرتبے پر ہنسی ضبط نہ ہو سکے گی۔

روداد قفس

حضرت علامہ مغفور کی درد انگیز حالی نظموں کا مجموعہ مظلوم جنس نازک کی دلدوز داستان ہے۔ اسلام کا خاتمہ عہد کے ستم رسیدہ کا پیام، صبر قلب کا دم واپسیں، اپنے شوہر بے شریک کی فریاد۔ بچپن کی یاد۔ عید کا کرتہ۔ سہیلی کا خط وغیرہ وغیرہ معمولی نظمیں نہیں بلکہ یہ مظلوم عورتوں کے جگر خراش نالے اور مسلمان گھرانوں کے عبرت انگیز معاشرتی مناظر ہیں۔ علامہ مرحوم کی جذبات نگاری میں جو کمال حاصل تھا وہ پورے طور پر ان نظموں میں نمایاں ہے یہی وہ نظمیں ہیں جنہیں پڑھکر دل دردمند تڑپ اٹھتے ہیں چھٹی مرتبہ چھپی ہے۔ قیمت ۱۰

گرفتار قفس

روداد قفس کا دوسرا حصہ یہ نظمیں اس قدر درد اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ سنگدل سے سنگ دل انسان کی آنکھ سے بھی آنسو نکل پڑیں۔ قیمت ۱۲

گلدستۂ عید

عید کی دعا۔ عید کی خوشی۔ ام جعفر کی عید۔ ترکن ماما کی عید۔ ایسے ایسے سبق آموز افسانے اور مضامین عید کے متعلق ہیں یعنی خوشی کس طرح میسر ہوتی ہے رمضان شریف میں کیا کرنا چاہئے۔ اس کا جواب گلدستہ عید سے ملے گا جو ایک طرف بہترین علمی عیدیہ ہے تو دوسری طرف ہر وقت پڑھنے اور روزانہ زندگی میں بہت سے مفید نتائج اخذ کرنے کی چیز ہے با تصویر ہے قیمت آٹھ آنے۔

(د) تاریخ و سیر۔ ادب و انشاء

آمنہ کا لال

اردو زبان کا سب سے بہتر مولود شریف بڑی بڑی تعلیم یافتہ عورتوں کی مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جاتی ہے اور وہ اپنی غیر مسلم سہیلیوں کو بڑے فخر کے ساتھ دکھاتی ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد بڑے ذوق و شوق سے آمنہ کے لال کا مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جو خلاف عقل کہا جا سکے نثر کے ساتھ ساتھ جہاں نظم ہے وہ بھی اس قدر پُرتاثیر ہے کہ اہل دل تڑپ اٹھتے ہیں کیونکہ تمام اشعار خود علامہ مغفور ہی کے ہیں۔ آمنہ کے لال میں علامہ راشد الخیری کا بہترین لٹریچر ہے۔

سیدہ کا لال

شہادت کی مکمل مفصل تاریخ یعنی صحیح اور مکمل تاریخ شہادت ہے۔ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ اور جناب سیدہ کے فضائل سرور کائنات صلعم کی رحلت حضرت عثمان اور حضرت علیؓ کی خلافت۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علی رضی اللہ عنہم کی شہادتیں اور دردناک مرثیے۔ جنگ جمل، جنگ صفین کا مکمل بیان، شیعہ سنی اختلاف کی ابتدا۔ بنی امیہ کی کوششیں امیر معاویہ کی سیاست امام حسنؓ کی شہادت یزید کی حکومت کی پوری کیفیت۔ جس سے واقعہ کربلا کے صحیح اسباب ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ دوسرا حصہ مرا کربلا ہے حضرت مسلم بن عقیل کے بچوں اور حضرت حرؓ کی شہادت بی بی زینبؓ کا میدان کربلا میں سب سے پہلا ایثار۔ شہادت حضرت عباسؓ حضرت قاسمؓ حضرت علی اکبر کربلا کا ننھا شہید۔ بیمار صغرا کا قاصد۔ سیدہ کے لال کی شہادت۔ قافلہ اہل بیت کا دربار ابن زیاد اور یزید کے دربار میں شیعہ سنی اختلاف پر تبصرہ۔ قاتلان حسین کا انجام اور خدائی فیصلہ یہ تمام کتاب اس قدر درد انگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جا سکتی گو نثر میں جو مرثیے علامہ مغفور نے لکھے ہیں ان کی ایک ایک سطر پڑھ کر دل بے چین ہو جاتا ہے اہل بیت کے علاوہ کتاب کی جان ہے شہادت کا مستند مفصل اور مکمل حصہ ... [illegible]

الزہرا

اردو زبان میں جگر گوشۂ رسول سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہؓ کی بہترین سوانح عمری جو بتاتی ہے کہ میاں بیوی کو کس طرح رہنا چاہئے بچوں کی پرورش کس طرح کرنی چاہئے۔ دنیا کے ساتھ دین کس طرح میسر آتا ہے واقعات اس قدر درد انگیز کہ ہچکی بندھ جائے آخر میں واقعہ کربلا کا مختصر بیان اور مسلم کا ... آٹھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

نوبت پنج روزہ

شاہجہاں آباد اُجڑ چکا مگر اس کے کھنڈر ابتک مٹنے والوں کے کارنامے سنا رہے ہیں اور شہر کے در و دیوار اس وقت بھی اپنے مالکوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں آج سے ستر سال پہلے دلی کیا تھی بادشاہ کا جلوس قلعہ معلیٰ کی بہاریں، شاہی جھمگٹے۔ میلے تماشوں کے رنگ۔ دربار کی کیفیت، قطب صاحب کے مقبرے، پیر غیب، شاہ چشمے اور کوٹلہ کے جشن شہر آبادی کی چہل پہل۔ ہندو مسلمانوں کی معاشرت رمضان، عید سلونو سالگرہ کے تزک و احتشام شادی بیاہ کے رسوم غرض دور گذشتہ کی بہار اگر دیکھنی ہو تو نوبت پنج روزہ یعنی دو اعظم کا ملاحظہ فرمائیے جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اور اس قدر درد انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلا دیں گی پانچویں نوبت وہ ہے جب دلی نے بادشاہ کو وداع کیا غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات مخبروں کا ظلم مظلوموں کی حالت زار، رعیت کی بربادی عورتوں کی تباہی اور بادشاہ کے بیم مصائب ناممکن ہے کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں بادشاہ کی تصویر اور تین عکسی تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ قیمت ۱۴

قلب حزیں

چھوٹے چھوٹے نہایت لطیف ادبی مضامین کا دلآویز مجموعہ جذبات نسوانی کی درد انگیز ترجمانی ان مضامین میں علامہ مغفور نے شاعری کی ہے اور نظم نما نثر کی یہ کتاب بہترین نمونہ ہے طرز تحریر اتنا پیارا کہ بار بار پڑھئے مگر جی نہ بھرے ایک ایک فقرہ خدا کرے کہ جی چاہتا ہے قیمت صرف ۸

وداعِ خاتون

جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم اگر ایک طرف تمام ملک کی مایہ ناز انشاء پرداز تھیں جن کی ادبی قابلیت پر بڑے بڑے مرد رشک کرتے تھے تو دوسری طرف بہ حیثیت عورت کے اس قدر اعلیٰ کیریکٹر کی مالک تھیں کہ ان کے اخلاق آج بھی ان کی بہنوں کے آنسو گرا رہے ہیں یہ وہ مضامین ہیں جو مرحومہ نے بحر مختلف ...کی جوانمرگی پر لکھے گئے تھے جو بتاتے ہیں کہ کس طرح بہو کے ہاتھوں اور لڑکی کی شادی کے بعد کس طرح سسرال والوں کے دل کو فتح کر سکتی ہے ناممکن ہے کہ ان کے پھر آنسوؤں کی جھڑیاں نہ شروع ہو جائیں سو کتابوں کے پڑھنے کا اثر دل پر نہیں ہو سکتا جو صرف اس کتاب کے پڑھنے کا کیونکہ یہ آپ بیتی ہے

قیمت ۸ /

امین کا دمِ واپسیں

شہنشاہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل اسلامی تاریخ کا یوں ہی ایک درد انگیز واقعہ ہے اس پر مصنف نے قصہ کے دلکش پیرایہ میں عبرت انگیز واقعات اپنے خاص رنگ میں لکھے ہیں حال میں تیسرا ایڈیشن چھپا ہے۔ قیمت ۴ /

اسلامی تاریخ افسانہ کی طرز پر

اب تک حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی ان تصانیف کا انتخاب تھا جو عورتوں اور مردوں کے لئے یکساں مفید ہے کیونکہ اصلاحی کتابیں جن میں ہندوستانی گھروں کی معاشرت دکھائی گئی ہے اور عورت کو پیدائش سے موت تک جو جو واقعات پیش آتے ہیں ان سب کو بیان کیا گیا اور بحث کی گئی ہے اور یہ سب کتابیں عورتوں کی ترقی اور اصلاح کی غرض سے لکھی گئی ہیں اب ان کتابوں کا اشتہار دیا جاتا ہے جو مردوں کے لئے لکھی گئی ہیں کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ البتہ بڑی عمر کی شادی شدہ عورتیں پڑھ سکتی ہیں۔

عروسِ کربلا

علامہ محترم کے تمام تاریخی ناولوں میں بلحاظ درد و اثر کے ممتاز ہے کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی کچھ کم درد انگیز نہیں اس پر مولانا کے قلم گوہر ریز نے قیامت ڈھا دی ہے کئی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلآویز افسانہ ہے بہت مشہور کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے اور آج بھی اسی طرح دھڑا دھڑ نکل رہی ہے عروس کربلا کی طرز پر کئی مصنفوں نے ناول لکھے مگر عروس کربلا عروس کربلا ہی ہے۔ حال میں چھٹی دفعہ شائع ہوئی ہے۔ قیمت ۱۲ /

محبوبۂ خداوند

قرون اولیٰ کے پر جوش و پاکباز مسلمانوں کی درد انگیز حالت یاد دلا کر پڑھنے والوں کو مبہوت بنا دیتی ہیں طرابلس کا مقدس خداوند کا۔ قسمت شمالی افریقہ کی حسینہ سمیرہ کو قلادہ میں کرنے کے لئے اپنے فرضی وحشی میں کیا کیا کرتب دکھاتا ہے اور محبوبۂ خداوند کس طرح اپنی عزت بچا کر اسلام قبول کرتی ہے یہ ایک راز ہے جو صرف کتاب محبوبۂ خداوند کے مطالعہ سے

...ہو گا۔ حضرت عثمان خلیفۂ ثالث کے زمانہ میں اسلام اور عیسائیت کے معرکے لڑائیوں کے حالات! ...کا مجرّب نسخہ ہے کہ بار بار چھپ چکی ہے قیمت ۱۲ /

شہنشاہ کا فیصلہ

عہد عباسیہ کے بغداد کا دلچسپ افسانہ ایک شخص اپنی بیوی کی شکل کن اسباب سے تحت میں ایک دوسرے شخص سے کرتا ہے ایک مصیبت زدہ ماں کا بیگناہ بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھیرایا جاتا ہے اور ماں کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ مکار اپنے حصول مقصد کے لئے کیا کیا کوششیں کرتی ہے اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر دیتا ہے ایسے ایسے باب ہیں کہ صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں جدید ایڈیشن حال میں شائع ہوا ہے قیمت ۲ /

ماہِ طرابلس

تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیر بن عوام کی بے مثل بہادری ایثار و شجاعت، محبت کے آتشکدہ میں بھسنا، رابعہ کی قربانی، حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل، مذہبی پیشوا کی سیاہ کاریاں جلیقہ اور شہزادی کی بیوہ کی کہانی اور فتح طرابلس کا آخری منظر قیمت ۱ /

دُرِّ شہوار

ایران، افغانستان، سیستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع بہرام کے شجاعانہ کارنامے اور ملکہ پر احسانات۔ شہزادی سبطرہ کی فراست اور بہادری اور وزیر کی مکاری اور فریب۔ قیمت صرف ۱ /

سودائے نقد

جس سے معلوم ہو گا کہ مرد کا نکاح ثانی اور اسلام میں عورت کی حیثیت کیا ہے۔ یا نہ جانے کر جان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی کا کیا زبردست گناہ ہے دو سگی بہنوں کی کوششیں حقیقی ماں کے ہاتھوں جوان بیٹے کا قتل محبت کا پہاڑ غرض نہایت دلچسپ پلاٹ ہے۔ قیمت ۱ /

یاسمینِ شام

امیر المومنین فاروق اعظم حضرت عمرؓ کے زمانہ کی اسلامی لڑائیاں بلال، صلیب، اسلام و عیسائیت کے معرکے، تسخیر یمن، بیان، حمص، بعلبک، ارسنا، حلب، انطاکیہ۔ بیت المقدس اور یرموک کے لئے مجاہدین اسلام کی سرفروشانہ قربانیاں۔ جنگ یرموک وہ اسلامی جنگ تھی جس میں ۳۶ ہزار مسلمانوں نے عیسائیوں کی متفقہ طاقت یعنی ۳ لاکھ کے لشکر عظیم پر فتح پائی جس میں عورتیں اس طرح لڑیں کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے حضرت ابو عبیدہؓ خالد بن ولید اور شرجیل کی تقریریں۔ مسلمانوں کے جوش ایمانی، جرأت، جانبازی اور ایثار کے دل ہلا دینے والے مناظر یاسمین شام ہی میں نظر آئیں گے۔ اگر محبت کا دلآویز افسانہ دیکھنا ہے تو یاسمین شام کا مطالعہ کرو۔ جو سفاک سنگدل باپ، حاتم، ...اور مظلوم ... کی دل خراش داستان بھی ہے۔ حال میں جدید ایڈیشن خاص اہتمام سے شائع ہوا ہے قیمت صرف سوا روپیہ۔

تیغِ کمال

اگر آپ کو غازی اعظم مصطفےٰ کمال کے مفصل حالات ... کے مطالعہ ... کی کوشش ... تیغ کمال ...

دیکھنے ہوں تو اس کتاب کو دیکھئے جس میں یورپ کی سازشوں کے راز افشا کئے گئے ہیں۔ شہزادی کی سرگزشت کا افسانہ بھی [illegible] کمال کا سب کے مانے گئے ہیں۔ زبان کے درد انگیز مناظر اور علامہ راشد الخیری کا قلم قیمت ایک روپیہ۔

مضامین کے جدید مجموعے

قرآنی قصے

اُن نبیوں اور رسولوں کے مقدس حالات جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے حضرت علامہ راشد الخیری نے یہ قصے مسلمان لڑکیوں کے لیے ان کی سمجھ کے مطابق اُنھیں کی زبان میں مگر اپنے خاص رنگ میں لکھے تھے۔ عورتوں کے پیارے نبیوں کے حالات میں بہترین کتاب ہے جس کا درجہ باعتبار ادب بھی نہایت بلند ہے۔ قیمت ۸ر

عروسِ مشرق

یورپ کی اندھا دھند نقالی اور مغربی تہذیب کے زہر آلود اثر سے محفوظ رکھنے کے لیے گزشتہ چوتھائی صدی میں حضرت مصورِ غمؒ نے اپنے مخصوص طرز میں جو مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا مجموعہ۔ ان مضامین میں ان مشرقی خوبیوں کو جو روز بروز مٹ رہی ہیں اور جن پر ہندوستان کے بسنے والے ناز کرتے تھے مؤثر پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ قیمت ۱۰ر

گردابِ حیات

حضرت مصورِ غم نے عورتوں کی اصلاح و ہدایت میں چھوٹے چھوٹے نتیجہ خیز اور مؤثر افسانے عام فہم پیرایہ میں عصمت میں لکھے تھے۔ ان میں سے پچیس افسانوں کا یہ مجموعہ مرتب کیا گیا ہے۔ ان افسانوں نے بیسیوں عورتوں کو افسانہ نگار بنایا اور سینکڑوں عورتوں کی زندگی سنور گئی۔ قیمت ۱۲ر

بزمِ رفتگاں

اُردو ادب کے غیر فانی نثر کے مرثیے جو ملک کی مایۂ ناز خواتین اور باکمال شعراء و ادباء کی یاد میں لکھے گئے تھے اور جو صحنِ ادب کے گراں بہا جواہر ریزے ہیں۔ حضرت مصورِ غم کا قلم تو یوں بھی تاثیر سے لبریز ہوتا ہے مگر بزمِ رفتگاں کا ایک ایک نقطہ اور ایک ایک جملہ درد و اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔ قیمت ۱ر

گدڑی میں لعل

لڑکیوں اور عورتوں کو سگھڑ، ہنرمند، کفایت شعار بننے اور کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے خانہ داری کے متعلق نہایت ہی مفید [illegible] پیرایہ میں یہ کتاب [illegible] پیش کیا [illegible] مضامین جنھوں نے [illegible] زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا [illegible] قیمت ۱۲ر

ستارۂ ہند

ہندوستان کے [illegible] مشہور [illegible] کا [illegible] مضامین [illegible]

مرحوم کی طبیعت عادات و خصائل کا بھی پتہ چلتا ہے۔ قیمت عہ

دادا لال بجھکڑ

پانچ نہایت ہی پُر لطف مزاحیہ قصے جنھیں پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں۔ وہ یہی تھی اور [illegible] کے سلسلہ کی تفریح لیکن نتیجہ خیز کتاب جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصورِ غم علیہ الرحمۃ ظرافت نگاری میں بھی کس درجہ کمال رکھتے تھے۔ قیمت آٹھ آنے۔ (۸ر)

بے فکری کا آخری دن

اور دوسرے مضامین کنواری بچیوں کے لئے جن کا مقصد یہ ہے کہ اُن میں اچھی عادات و خصائل پیدا ہوں۔ وہ اپنے فرائض کو سمجھیں خوشگوار زندگی گزارنے کی تیاری کر سکیں اپنے والدین کو غنیمت جانیں اور کنوارپنے کی قدر کریں۔ قیمت ۴ر

نالۂ زار

خواتینِ ہند کے محسنِ اعظم کے درد انگیز مضامین جن میں عورت کی مختلف حیثیت پر بحث کی گئی ہے یہ وہ معرکۃ الآرا مضامین ہیں جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں۔ نالۂ زار میں عورتوں کی مظلومیت کا مرقع اور ان کے مصائب و آلام کی درد انگیز داستانیں ہیں جنھیں پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے اور سنگدل سے سنگدل انسان کی آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں۔ قیمت ۱۲ر

تمام کتابوں کا محصول ڈاک خریدار کے ذمہ ہوگا۔

عصمت کا راشد الخیری نمبر

بلامبالغہ ہر سال کے راشد الخیری نمبر ہاتھوں ہاتھ نکل گئے اور اب کسی قیمت پر نہیں مل سکتے البتہ عصمت کے اسی خاص نمبر کے کچھ پرچے باقی ہیں۔ اس نمبر میں ہندوستان اور بیرونِ ہند کے مسلم اور غیر مسلم مشہور لکھنے والوں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین نے ہندوستان کے محسنِ اعظم کی یاد میں مؤثر مضامین لکھے اور مصورِ غم کی تصانیف پر تبصرے کیے اور حضرت علامہ مغفور کی بیش بہا خدمات اور ادبی کمالات کا اعتراف کیا ہے اور کئی مضمون حضرت مصورِ غم طاب ثراہ کے ذاتی حالات اور خانگی زندگی کے متعلق ہیں جو علاوہ دلچسپ ہونے کے سبق آموز اور نتیجہ خیز ہیں۔ حضرت علامہ مرحوم کی مختلف عمروں کی تصاویر دی گئی ہیں۔ مضامین کے صفحے پورے تین سو ہیں مگر نصف سے زیادہ باریک لکھوا کر تصانیفِ مصورِ غم کے سائز کے ۶۰۰ صفحوں کے مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ کاغذ ولایتی چکنا۔ لکھائی چھپائی بہترین۔

ہندوستان کے کسی سیاسی رہنما کسی ادیب اور کسی شاعر کی یاد میں اتنا شاندار اور اس قدر کامیاب ضخیم خاص نمبر کسی پرچہ کا شائع نہیں ہوا۔

عصمت کا راشد الخیری نمبر ایک تاریخی پرچہ ہے

جس کا مطالعہ صرف تعلیم یافتہ خواتین کے لئے ضروری ہے جنھیں مصورِ غم کی [illegible] بلکہ ان مردوں کو بھی ضرور پڑھنا چاہیے جنھیں [illegible] ذوقِ مطالعہ [illegible] ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے۔

کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب میڈیکل افسر کی بے مثل کتاب

زچہ خانہ

ہندوستان میں ہر سال لاکھوں عورتوں کی جانیں زچگی کے سلسلہ میں ضائع ہو رہی ہیں۔ نہ ہر جگہ ایسا معقول انتظام ہے کہ لیڈی ڈاکٹر سے سب فایدہ اٹھا سکیں نہ ہندوستانی زبانوں میں کوئی ایسی کتاب شائع ہوئی جو انہیں پورا پورا فایدہ پہنچا سکے اور حقیقی معنوں میں ان کے لئے کارآمد اور مفید بھی ہو سکے۔ اڈیٹر عصمت نے کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب میڈیکل افسر ایسٹ انڈیا ریلوے کو اس طرف متوجہ کیا جو ڈبلن گلاسگو لنڈن کی یونیورسٹیوں اور بہار، بنگال، راجپوتانہ وغیرہ میں اپنی بے مثل خداداد قابلیت کا سکہ بٹھا چکے ہیں جن کی طبی ہدایتوں سے ہندوستان میں ہزاروں عورتوں نے زچگی کے زمانہ سے پہلے اور بعد میں فایدہ اٹھایا اور آج بھی اٹھا رہی ہیں کپتان صاحب مشکل سے مشکل پیچیدہ سے پیچیدہ اور خشک سے خشک عنوانوں پر اس قدر عام فہم اور دلآویز پیرایہ میں اظہار خیالات فرماتے ہیں کہ معمولی قابلیت کی خواتین بھی ان سے پوری طرح فایدہ اٹھاتی ہیں۔ کپتان صاحب کے طرز بیان کی دلکشی قبولیت عام حاصل کر چکی ہے انہوں نے یہ کتاب نہایت دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ تحریر فرمائی اور علاوہ بیش بہا وقت کے اس کے لئے تصاویر کی فراہمی پر بھی سینکڑوں روپیہ صرف فرمایا اور بڑی بڑی دقتیں اٹھائیں کتاب کے تین حصے ہیں

(۱) حاملہ (۲) زچہ (۳) بچہ۔ فی الحال پہلے دو حصے تیار ہیں۔

زچہ دوسرا حصہ ہے جس کی مختصر فہرست یہ ہے۔ پہلا باب طبی پاکیزگی۔ دوسرا باب ولادت۔ تیسرا باب زچہ خانہ کی تیاری۔ چوتھا باب وقت ولادت کی احتیاط اور انتظام۔ پانچواں باب۔ پرسوت۔ چھٹا باب۔ زچہ کی خوراک۔ رہائش و طرز زندگی۔ ساتواں باب۔ زچہ بچہ کا تعلق۔ آٹھواں باب۔ زچگی کے خطرات اور ان کا تدارک۔ نواں باب۔ چند خطرناک امراض کا ولادت سے تعلق۔ دسواں باب۔ ایک جاہل دائی کی زچہ کا ایک ہوشیار دائی کی زچہ سے مقابلہ۔ گیارھواں باب۔ آخری باتیں۔

تیسرے باب کی فہرست۔ زچہ خانہ کی طیاری نہ کرنے کی وجوہ۔ غربت۔ جہالت۔ رسومات قبیحہ۔ زچہ خانہ کی اصلاح کے ذرائع اور پیش بندیاں۔ زچہ خانہ اور اس کا سامان۔ دائی کے لئے۔ زچہ کے لئے۔ بستر کپڑے۔ بچہ کے لئے آنکھ دہن کی صفائی کا سامان نال کا سامان غسل کا سامان کپڑے۔ بستر زچہ خانہ کی ضروری چیزوں کی فہرست اسی طرح ہر باب کے تحت میں زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کی گئیں۔ کوئی بات چھوڑی نہیں گئی ہر جگہ مشورے دیئے گئے ہیں وہ سب عام ہندوستانی معاشرت ملحوظ رکھ کر جن سے ہندوستان کی عورتیں حقیقت میں بہت فائدہ اٹھا سکیں گی

حاملہ و زچہ دونوں حصوں میں ۲۱ زنڈ بلاک کی تصاویر ہیں جو صرف کثیر کے بعد خاص طور پر اس کتاب کے لئے لی گئی ہیں اور شکلیں بہت صاف اور واضح ہیں دونوں حصوں کی قیمت ساڑھے تین روپیہ علاوہ محصول ہے

یہ کتاب کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب کا غیر فانی کارنامہ ہے ہندوستان کی کسی زبان میں اس موضوع پر اتنی محنت اور قابلیت سے لکھی ہوئی اتنی مفید اور مکمل کتاب ہندوستانی عورتوں کے لئے آج تک شائع نہیں ہوئی ہر گھر میں اس کتاب کی موجودگی ضروریات میں سے ہے۔

ملنے کا پتہ۔ دفتر عصمت کوچہ چیلاں دہلی

خوبصورتی جوانی اور تندرستی کی خواہش ہو تو

[illegible]

سنگھار خانہ ملاحظہ کیجئے

سنگھار خانہ

[illegible] تندرستی [illegible] عصمت [illegible] جسم [illegible] قایم رکھنے کے متعلق [illegible]

پہلے باب کی مختصر فہرست

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

ایک اور باب کی مختصر فہرست ملاحظہ ہو

[illegible]

اسی طرح [illegible]

سنگھار خانہ [illegible]

سنگھار خانہ [illegible]

[illegible]

عصمت دسترخوان کا دوسرا حصہ

مشرقی مغربی کھانے

[illegible] عصمتی دسترخوان [illegible] ترکیبیں [illegible] ہندوستان بھر کی [illegible] مشرقی مغربی کھانے [illegible] اعتبار سے [illegible] دسترخوان [illegible] ہی وقعت رکھتا ہے

عصمتی دسترخوان کی طرح [illegible] ترکیبیں [illegible] عصمتی دسترخوان [illegible] ترکیبوں کے [illegible] ترکیبیں ہیں

[illegible] خصوصیت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] قیمت [illegible]

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

(باقی کتابوں کا اشتہار ٹائٹل کے صفحہ پر دیکھئے)

سوئی کا کام

"فن خیالی" یعنی کپڑوں کی کشائی سلائی سے واقفیت ہونا ہر لڑکی اور ہر عورت کی روزانہ ضروریات میں سے ہے اس فن پر محترمہ فاطمہ جعفر انشی ناظل نے ڈیڑھ درجن مشہور دستکار بہنوں کی مدد سے سوئی کا کام یا چمنستان خیالی وہ کتاب تیار فرمائی ہے جس سے بچے اور بڑے بھی بہت فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

بچوں کے کپڑے۔ سوٹ۔ جانگھئے۔ اڈی۔ پہاسہ سینہ بند فیڈر۔ فراک قمیص کرتے مختلف قسم کے دیدہ زیب جمپر۔ نئی نئی طرز کی قمیص۔ پارسی۔ مدراسی اور دیگر قسم کے بلاؤز۔ وضع وضع کے خوبصورت کالر اور کف۔ لباس شب خوابی۔ باڈی لیڈیز۔ انڈر ویر۔ پاجامہ۔ شلوار۔ مختلف چیزیں مثلاً دیوار گیری کی جھالر۔ الماری پوش۔ آئینہ پوش۔ پلنگ پوش۔ تکئے کے غلاف دسترخوان وغیرہ کے ۱۸۱ نمونے ہیں اور ہر نمونے سے متعلق کٹائی اور سلائی کی مفصل اور کامل ترکیبیں ہر لڑکی کے لئے بہت کارآمد کتاب ہے نمونے واضح اور خوب صاف کاغذ اعلیٰ درجہ کا۔ قیمت ہے

سلمہ ستارہ کا کام

ملک کی مشہور دستکار محترمہ حمیدہ بی بی صاحبہ نے لکھی ہے یہ کتاب اکثر اعتبار سے ہندوستان کی دستکاری کی بہترین کتاب سمجھی جاتی ہے شروع میں کارآمد ہدایتیں نہایت قابلیت کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔ چند عنوانات یہ ہیں۔ فن نقاشی۔ سامان نقاشی۔ نقاشی جالی پر۔ ریشم جالی پر۔ موٹے ریشم پر نقاشی۔ سیاہ رنگ پر نقاشی۔ سلائی کی مشین سے نقاشی۔ فریم یا کارچوب۔ دستی رنگ یا حلقہ بر گیں۔ ترانسفر پیپر۔ قبل از سلائی احتیاطیں۔ سلمہ ستارہ ٹانکنے کے ۵ حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصہ کے متعلق ضروری ہدایات دی گئی ہیں بطور مثال حصہ اول کی ہدایات کے عنوانات درج کئے جاتے ہیں۔

سلمہ کی آسان کرامت	سلمہ کی گنجان کرامت	بھری ہوئی کرامت
سلمہ زری کلابتون شاہوا	سلمہ گھائی کی کرامت	سلمہ رشتا کی کرامت
رنگین زری کلابتون شاہوا	سلمہ ریشم کی کرامت	

(۱) خالص سلمہ (۲) سلمہ اور ستارے (۳) سلمہ اور موتی (۴) سلمہ کلابتون سے نکیں تیار ہیں اور ۵ متفرق قسم کے بیل۔ بیلیں۔ عبارتیں۔ قطعات وغیرہ کے ۶۶ نمونے واضح اور نہایت خوبصورت نمونے لکھے ہیں کاغذ اعلیٰ درجہ کا خوب موٹا چکنا سفید قیمت ۶ ر

تارکشی کا کام

جس کی مدد سے لڑکیاں کپڑے سے دھاگے نکالنے کا کام بہت آسانی کے ساتھ سیکھ جائیں گی اور جو پہلے سے جانتی ہیں وہ اس کام کی ماہر ہو جائیں گی تارکشی کی عمدہ بیلیں جھالر اور کنارے۔ گوشے بوٹے انسرشن۔ کرسی۔ میز پوش کے مرکز۔ گریبان۔ متفرق چیزیں مثلاً پنکھا۔ بٹوہ۔ دسترخوان۔ پیٹی کوٹ۔ دستی بیگ۔ چڑیوں کی جوڑی۔ تاج محل وغیرہ وغیرہ ۶۵ اعلیٰ درجہ کے خوبصورت نہایت نفیس نمونے ہیں اور ہر نمونے کے متعلق مفصل ترکیب۔ ایک درجن کے قریب سادہ و رنگین بلاکوں کے نمونے ہیں۔ اس کتاب کی دستکاری کا بہترین نمونہ ہے اس کی تعریف ... جو خود ... سے سیکھیں۔

گلدستہ تارکشی

تارکشی کا فن سے بھی بڑھ گئی۔ اگر کوئی ... محترمات سیدہ ... اشرف و حمیدہ ... اشرف نے ہر پسند دستکاری کا ... دستکار خواتین میں ... اس کتاب میں نمونے بھی بہترین دیتے ہیں۔ اردو زبان میں اس دستکاری پر کوئی کتاب اس قدر مفید شائع نہیں ہوئی۔

باب ۱۔ تارکشی کا کام۔ ضروری اشیاء۔ دھاگے نکالنے کے طریقے۔ یہ مضامین نہایت عام فہم پیرایہ میں مفصل اور مکمل طور پر لکھے گئے۔

باب ۲۔ تکیے کے غلاف۔ تپائی پوش۔ میز پوش۔ وغیرہ وغیرہ کے لئے ۱۲ مختلف قسم کے دیدہ زیب کرنے۔

باب ۳۔ میز پوش کے لئے ۴ نئی قسم کے نمونے

باب ۴۔ نیپ کن کشتی پوش میز پوش کرسی پوش وغیرہ کے ۷ نمونے۔

باب ۵۔ ۴ نہایت نفیس دیدہ زیب جھالریں۔

باب ۶۔ سہل انسرشن۔ نئی وضع کی بیل۔ خوشنما بیل۔ ڈالی۔ لیڈیز ہینڈ بیگ پیٹی کوٹ، ۶ نمونے۔

باب ۷۔ میز پوش کے کنارے کی جالی۔ میز پوش کا مرکز۔ کشتی پوش۔ خوبصورت خوان پوش۔ آئینہ پوش وغیرہ کے کھلے دانوں میں ۷ نہایت خوبصورت نمونے

باب ۸۔ ۶ وضع وضع کے دلفریب نمونے کروشیا

باب ۹۔ ایمبرائیڈری۔ میز پوش کے لئے نفیس خاکہ۔ نظر فریب کونے۔ پلنگ پوش کا ایک دلفریب خاکہ۔ کرسی کی پشت کا کپڑا۔ لیمپ شیڈ کی جھالر۔ کرسی کے کپڑے کے لئے۔ کرسی پوش۔ خوبصورت صوفہ کشن۔ کشن کا خاکہ تکیے کے غلاف کا کونہ ۱۰ نمونے کل ۵۷ نہایت خوبصورت نہایت صاف وضع وضع کے نمونے قیمت صرف ۱۲؍

اونی کام سلائیوں سے

"فن ملنگ پر" قابل قدر کتاب جس میں بنائی کے متعلق مضامین اور ہدایتیں بے انتہا عام فہم پیرایہ میں ہیں۔

مختصر فہرست نمونوں کی۔ بچوں کی اونی ٹوپیوں کے ۵ اور بچوں کے اور مردانہ موزوں کے نہایت صاف و خوبصورت ۸ نمونے اور بچوں کے لئے اونی بنیان۔ فراک۔ نیکر۔ پیٹی کوٹ کے ۱۰۔ سویٹر۔ سویٹر کوٹ۔ سلیپ اور جرسی وغیرہ کے ۶ عمدہ نمونے۔ مختلف قسم کی بناوٹ اور بیلیں ۱۶۔ ترکیبیں ان کے علاوہ ہیں۔

متفرق چیزیں مثلاً زنانہ جمپر واسکٹ۔ زنانہ بنیان۔ اونی مفلر گلوبند وغیرہ کل تعداد ۲۰ ۵ بلاک کے نقشے اور تصویریں ۳۶ ہیں۔ بیشمو کے نقشے اور تصویریں ان کے علاوہ ہیں اپنے موضوع پر نہایت مفید کتاب ہے۔ قیمت ۱۲؍

کراس اسٹچ ورک

یعنی دو سوتی کام یا ترچھے ٹانکوں کا کام اردو میں اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے جو نہ صرف اس دستکاری سے ناواقف لڑکیوں کے لئے بہترین استانی ہے۔ بلکہ ان خواتین کے لئے بھی نہایت

مفید ہے جو یہ کام جانتی ہیں۔ محترمہ سیدہ فاطمہ نبیدہ اشرف کے نہایت کارآمد مضامین اور عام فہم ہدایتیں ہیں۔

باب ۱۔ وضع وضع کی ۱۵ دلآویز بیلوں کے نہایت صاف اور واضح نمونے چند عنوانات یہ ہیں۔ پتلی بیل۔ آستینوں کی بیل۔ ساری کی بیل۔ تولیہ کے کنارے کی بیل۔ چوڑی بیل۔ انگوری بیل وغیرہ وغیرہ۔

باب ۲۔ طرح طرح کی ۸ خوبصورت گوٹہ موڑی بیلوں کے دلفریب نمونے۔

باب ۳۔ مختلف چیزوں کے ۱۵۔ دیدہ زیب اور خوشنما کونوں کے بہترین نمونے۔

باب ۴۔ گلدستے۔ کونوں کے لئے۔ رومال کے لئے میز پوش اور تکیہ کے غلاف کے لئے ۱۶ خوبصورت گلدستے۔

باب ۵۔ میز پوش کا مرکز۔ شہار کباد عید۔ خوبصورت مرکز نفیس دلآویز وسطی۔

باب ۶۔ ۵ نفیس نمونے پھولوں کی ٹوکریوں کے۔

باب ۷۔ دوڑتا ہوا چندہ۔ تیتری ووڑتی ہوئی۔ بطخ۔ بلبلوں کی جوڑی۔ چڑیا کی ڈالی۔ اڑتی ہوئی تیتری۔ چڑیا۔ تلی۔ سارس۔ مور۔ شاخ انگور پہ چڑیا۔ ٹامہ بر۔ چڑیا کا گھونسلہ۔ طوطو شاخ پر وغیرہ وغیرہ ۲۴ نمونے۔

باب ۸۔ بلی۔ چوہا۔ گلہری۔ ہرن۔ اونٹ۔ ہاتھی۔ گھوڑا۔

باب ۹۔ میز پوش کے لئے ۶ بہترین نمونے۔

باب ۱۰۔ عید مبارک۔ دستکاری کا شمر۔ گاڈبلیس۔ ہارا گھر۔ گڈ لک۔ نقشبند دستان۔ ویل کم۔ ہند سے۔ مونوگرام کے ۱۶ نقشے۔ حروف تہجی وغیرہ وغیرہ۔

باب ۱۱۔ دستی رومال دستی بیگ۔ ۲ مختلف نمونے) پردہ۔ تپائی۔ خانہ۔ پلنگ پوش۔ چائے دانی۔ چائے پوش۔ جمپر فراک میں کشتی وغیرہ ۱۴ نمونے۔

کل ۱۲۲ بہترین نمونے خوب واضح اور دیدہ زیب مصوری اور چھپائی صاف نفیس کتابت اچھی کاغذ سفید دبیز

قیمت عمر

تصانیف محترمہ ملقیس بیگم (و۔ا) صاحبہ

عورت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ امور خانہ داری میں ماہر ہو عورت کتنی ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ کتنی ہی خوبصورت اور کتنی ہی دولتمند کیوں نہ ہو اگر گھرداری کے کام کاج اچھی طرح نہیں کر سکتی تو اس کی زندگی ہرگز کامیاب نہیں عصمت کی نامور مضمون نگار محترمہ ملقیس بیگم (و۔ا) صاحبہ کی کتاب **خانہ داری کے تجربات** ہر بڑے ڈھنگی لڑکیاں بھی اگر مطالعہ کریں تو سلیقہ شعار اور گھر بنا سکیں گی کیونکہ اس بیش بہا کتاب میں وہ مضامین ہیں جو ذاتی تجربوں کی بنا پر نہایت محنت اور بڑی قابلیت سے لکھے گئے ہیں فصل اول میں ان ۴۴ کھانوں کے تیار کرنے کی نہایت مکمل اور بالکل صحیح ترکیبیں ہیں جو طاقت بخش یا کسی تکلف کے رفع کرنے میں مفید ہیں یا بیماری سے افاقہ کمزوری کی حالت میں کھانا نہایت مفید ہے فصل دوم میں مفید صحت تواناتندرست رہنے کے بیش بہا مفید مضامین ہیں مثلاً

پانی کی احتیاط	دودھ کی احتیاط	باسی روٹی	مرچ
دونسل کا تجربہ	رات کو سوتے وقت	اصول تربیت	اچھی غذا
آرام کی ضرورت	جسم کی صفائی	ہمارا مکان	

فصل سوم میں وہ کارآمد باتیں ہیں جن کا جاننا ہر گھردار عورت کے لئے ضروری ہے

نوکروں سے برتاؤ	بچوں کی تربیت	شادی بیاہ میں مہمان جانا
صنعت و حرفت	کام کی باتیں	جاڑوں کی باتیں

غرض **خانہ داری کے تجربات** کا ہر مضمون جو ذاتی تجربوں کی بنا پر نہایت سلیقہ اور خوبی سے لکھا گیا ہے ہر شریف عورت اور لڑکی کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے عورتوں کی زندگی میں اس کتاب سے ایک انقلاب پیدا ہو سکتا ہے قیمت ۸؍

مفید نسواں خانہ داری کے تجربوں کا دوسرا حصہ جس میں تندرستی اور بیماری کے متعلق نہایت کارآمد مضامین ہیں مثلاً آنکھوں کی قدر قیمت نظر کی کمزوری کے اسباب اختلاج قلب چیچک۔ مختلف قسم کے درد قبض نزلہ۔ کھانسی زکام وغیرہ کے اسباب علاج ہدایات احتیاطیں تفصیل کے ساتھ لکھی گئی ہیں اس کتاب میں ایک مضمون بھی ایسا نہیں جس میں سنی سنائی باتیں لکھی ہوں یا غیر معتبر کتاب سے کچھ نقل کیا گیا ہو بلکہ ہر ایک چیز ذاتی تجربہ کی بنا پر لکھی ہے۔ قیمت ۸؍

جالی کا کام ہندوستان کی پرانی صنعت ہے قابل قدر کتاب ہے دفتر عصمت کی دستکاری کی کتابوں کی طرح نہایت کامیاب ہے تعداد نمونے بھی ہیں قیمت ۸؍

محترمہ حجاب امتیاز علی کی تصانیف

نغمات موت ان دلآویز مضامین کا مجموعہ مصنفہ نے اپنی والدہ مرحومہ کی یاد میں لکھے تھے اور جو اردو کے مشہور رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔ یہ مضامین مصنفہ کے دلی جذبات کا آئینہ اور نظم نثر کا بہترین نمونہ ہیں محترمہ حجاب کے انداز بیان کی دلکشی اور ان کے شاعرانہ خیالات کی نزاکت و رفعت پڑھنے والے سے نغمات موت میں نمایاں ہے۔ قیمت ۶؍

ادب زریں محترمہ حجاب امتیاز علی نثر میں خوب شاعری کرتی ہیں ان کے چھوٹے چھوٹے لطیف مضامین ان کی بلند تخیل عبارت کی رنگینی اور جذبات کی ترجمانی کا بہترین آئینہ ہیں اس مجموعہ میں وہ مضامین ہیں جن میں سے اکثر مختلف رسائل میں چھپ کر خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ قیمت ۸؍

ملنے کا پتہ:- دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

ہندوستان کی نامور افسانہ نگار خواتین کے اصلاحی اخلاقی ناول و افسانے

شہیدِ وفا

سلسلہ نے دنیا کے سامنے محبت اور وفا کا جو بے نظیر نمونہ پیش کیا ہے شہیدِ وفا میں پڑھئے دل لرز جائے گا آنکھیں پرنم ہو جائیں گی اور ایک بہادر لڑکی کی تصویر آپ کی نگاہوں کے سامنے آجائے گی۔ ہندوستان کی مشہور افسانہ نگار محترمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ کا یہ مشہور افسانہ ہے جس کے ساتھ دوسرے ۸ دلچسپ افسانے اور بھی آپ کی دلچسپی کے لئے حاضر کئے گئے ہیں یہ آٹھ افسانے بھی محترمہ موصوفہ کے نہایت موثر نتیجہ خیز بہترین افسانے ہیں ہر افسانہ واردات اور جذبات کی سچی تصویر مرد اور عورتوں کے لئے یکساں دلچسپی کا سامان "شہیدِ وفا" اور ان آٹھ افسانوں میں موجود ہے۔ عصمت، تہذیب، تخئیل، انقلاب وغیرہ نے شاندار ریویو اس کتاب پر کئے ہیں۔ ضخامت دو سو صفحہ کے قریب ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ (عہ) مجلد عہ

انوری بیگم

اردو کی نامور افسانہ نگار محترمہ طیبہ بیگم مرحومہ مسز بیگم نواب خدیو جنگ بہادر کا مشہور و مقبول افسانہ بیماری تیمارداری کے عنوان سے عصمت میں جس کی چند قسطیں شائع ہو کر بک گئی تھی اس دلآویز اصلاحی ناول میں حیدرآباد کے ایک شریف معزز اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کی بلند معاشرت دکھائی گئی ہے۔ انوری بیگم کی جو قصہ کی ہیروئن ہے بیماری اور تیمارداری اور تندرستی منگنی اور شادی کے حالات نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں تمدنی خرابیوں اور بعض پرانے رسم و رواج کی پابندیوں کے نقصانات خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ پلاٹ میں نہایت دلکشی اور طرزِ بیان میں بے تکلفی اور سادگی ہے حیدرآبادی ماؤں کی زبان بھی خوب لکھی گئی ہے کہیں کہیں ظرافت کی بھی چاشنی ہے۔ اردو میں خواتین کے لکھے ہوئے ایسے بلند معاشرتی ناول بہت کم نکلے ہیں۔ عمدہ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت صرف ایک روپیہ چھ آنہ مجلد عہ

دولت پر قربانیاں

تعلیم یافتہ اور روشن خیال لڑکی کی اس بے بسی سے کہ غیر کفو میں شادی کرنے سے ترجیح دینا ہوگا برادری کے لڑکے سے جو لڑکی کے لئے عمر و قابلیت وغیرہ کے لحاظ سے موزوں نہیں اور مذاق و خیالات جداگانہ رکھتا ہے شادی کرنے کے دردناک نتائج۔ اور دولت کے لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے کا عبرتناک انجام۔ ہندوستان میں لاکھوں بے زبان لڑکیاں رواج اور دولت کی چوکھٹ پر قربان کی جاتی ہیں۔ انعامی سلسلہ کے ۵ بہترین درد انگیز افسانے ہیں۔ قیمت ۸/

غیرت کی پتلی

محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل سابق اڈیٹر شریف بی بی کا لکھا ہوا ایک سبق آموز دلچسپ قصہ جس میں تین مختلف الخیال عورتوں کے حالات ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ اولوالعزمی اور ہمت سے عورت کس طرح بگڑا ہوا گھر بنا سکتی ہے۔ دولت کے لالچ میں اور چھوٹی حیثیت کے لوگوں میں شادی کرنے کے کیا کیا نتائج ہوتے ہیں۔ قیمت ۶/

چار رخ

عصمت کی مشہور انشاپرداز محترمہ نفیس دلہن طلعت بنت بسوق کا لکھا ہوا ایک نتیجہ خیز افسانہ ہے جس میں چار عورتوں کی عبرت انگیز اور سبق آموز آپ بیتی ہے چاروں کہانیاں ایسی ہیں اس میں مغربی تمدن کی اندھا دھند تقلید میاں بیوی کی پاک محبت اور سماج کی پابندیوں کے نہایت دردناک نتائج دکھائے گئے ہیں کتاب مختصر ہے لیکن جو نتیجے اس سے نکلتے ہیں وہ نہایت اہم ہیں قیمت ۴/

جال باز

ہندوستان کی نامور افسانہ نگار محترمہ نذر سجاد حیدر کے افسانے پلاٹ کی دلآویزی کے اعتبار سے اہل علم میں نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اور اس میں شک نہیں محترمہ موصوفہ ہندوستان کے بہترین افسانہ نگاروں میں نہایت ممتاز درجہ رکھتی ہیں "جال باز" محترمہ نذر سجاد حیدر کا اصلاحی معاشرتی ناول ہے جس میں ایک معزز اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کے حالات نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ زبیدہ اپنے منگیتر کے لئے کیا کیا قربانیاں کرتی ہے۔ مسز قمر ایک کم حیثیت مغربی لڑکی کے ہاتھوں کس طرح اپنی پُر مسرت زندگی کو تباہ کرکے موت کے منہ میں پہنچ جاتے ہیں خاندان محسن کا ایک ہمدرد دوست تمام مشکلات کو کس طرح حل کرتا اور اپنے دوستوں کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں کرکے محوِ حیرت کر دیتا ہے یہ ایسے باب ہیں کہ آپ عش عش کریں گے۔ قیمت ۱۲/

فیروزہ

ایک دولتمند گھر یتیم و اسیر لڑکی کا افسانہ۔ غم شرافت اور انسانیت کی دل ہلا دینے والی قربانیاں جن سے معلوم ہوگا کہ کس وجہ سے ایک شریف عورت اپنے شوہر کو ایک دوسری عورت کے حوالہ کر دیتی ہے۔ لالچ بے ایمانی ہنگامی جذبات کے کامل نمونے مرقعے احسان فراموشی محسن کشی کے کیف عقلمندی استقلال اور ایمانداری کی فتح ایک سبق آموز افسانہ جو بتائے گا کہ بڑی بڑی مشکلات کا مقابلہ کرنے پر بھی عورت اعلیٰ تعلیم سلیقہ شعاری اور معاملہ فہمی کی بدولت زندگی خوشگوار بنا سکتی اور قومی خدمات انجام دے سکتی ہے۔ عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ جمیلہ بیگم صاحبہ کلکتہ کی تصنیف ہے۔ قیمت ۸/ (علاوہ محصول)

دوسرے کتب خانوں کی منتخب زنانہ کتابیں

گلدستہ اول ۸/	شوہر کی نصیحتیں ۴/	عروسی نامہ ۲/	مشورہ صحبت ۸/
قوس قزح ۸/	زنانہ خطوط ۶/	راہ نجات ۴/	خواتین انگلستان
امہات الامہ ۵/	رفیق مرزا ۴/	صنعت خانہ ۴/	بیگمات بنگال ۷/
لیڈی ڈاکٹر	ہاشمی جوہر ۸/	جمیلہ خاتون ۴/	بیگمات کے آنسو
حلیمہ خانم ۱۲/	صبر کی دیوی ۲/	گھر سگھڑاپا ۴/	بیوی کی تعلیم
آداب نسواں ۵/	پہیلی نامہ ۶/	کفایت شعاری ۴/	بیوی کی تربیت

دلچسپ اور مفید زنانہ کتابیں

تاریخی لطیفے

دنیا کے مشہور مصنفوں شاعروں بادشاہوں شہزادیوں وغیرہ کے لطیفے جو بہت سی کتابوں سے جمع کرکے لڑکیوں اور عورتوں کے لئے مشہور اہل قلم خواتین نے منتخب کئے ہیں۔ مولانا راشد الخیری ایڈیٹر عصمت مرحوم اس کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں جہاں تک ہم کو علم ہے ایسا لطیفہ نہیں جو دائرہ تہذیب سے باہر ہو اور فحشیات خرافات و ضعریات سے ستھرا ہوا وہاں کوئی لطیفہ فرضی یا گھڑا ہوا نہیں ہر لطیفہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے جو بذلہ سنجی اور حاضر جوابی کا بہترین نمونہ ہے۔ ان لطیفوں سے جہاں دل بہلے گا ہنسی آئے گی۔ دل میں امنگ و جوش پیدا ہوگا اور طبیعت میں جولانی وہاں معلومات میں بھی اضافہ ہوگا۔ قیمت ۸/

ہنسی کی باتیں

سوقیانہ اور بازاری لطیفے نہیں جو پھکڑپن سے بھرے ہوتے ہیں۔ یہ کتاب ہندوستان کے معزز گھرانوں کی محترم خواتین کے نئے نئے شستہ اور مہذب لطیفے ہیں جنہیں پڑھ کر سنجیدہ انسان بھی بغیر مسکرائے نہ رہ سکے لطف یہ ہے کہ رکاکت تہذیب سے گرا ہوا کوئی لطیفہ نہیں۔ مہذب ظرافت کی یہ بہترین کتاب ہے جو عورتوں اور مردوں، بڈھوں اور بچوں سب کو پسند ہے۔ قیمت ۸/

عقل کی باتیں

بڑے بڑے پیغمبروں بادشاہوں مصنفوں شاعروں ادیبوں اور فلاسفروں کے وہ ۰۰۰ اقوال جو برسوں کے تجربوں پر مبنی ہیں جن میں ہنسی خوشی کامیابی سے زندگی گزارنے کا راز ہے جن میں حیات انسانی کی پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیاں سلجھانے کا حل ہے جو دل بہلانے غم غلط کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ ان قیمتی مشوروں کو سمجھنے اور ان پر غور کرنے سے عقل بڑھتی ہے اور انسان زندگی میں انقلاب پیدا کر سکتا ہے۔ بہت محنت سے تیار کی گئی۔ قیمت ۸/

خواتین اندلس

اندلس یعنی اسپین میں مسلمانوں نے ۸۰۰ سال تک جس شان سے حکومت کی ہے تاریخ سنہری الفاظ میں ہمیشہ اس کا ذکر کرے گی مسلمانوں کے زمانہ میں سرزمین اندلس نے ایسی ایسی باکمال خواتین پیدا کی تھیں جنہوں نے علوم و فنون کے دریا بہا دیئے تھے۔

محترمہ [illegible] صاحبہ نے بہت سی کتابوں سے بڑی تلاش و جستجو اور بڑی محنت و جانفشانی سے ان خواتین کے حالات اکٹھا کرکے نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھے ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مسلمان عورتیں کیسی کیسی اعلیٰ پایہ کی شاعرہ، ادیب، مصور، بذلہ سنج، لطیفہ گو، حاضر جواب رکھتا تھا طرز بیان بہت دلچسپ ہے تاریخ میں افسانہ کا لطف ہے۔ قیمت ۶/

پردہ و تعلیم

اس نوعیت کی کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی۔ اس کتاب سے معلوم ہوگا کہ تعلیم نسواں کی طرف سے غفلت کرنے سے مسلمانوں کو کیا شدید قومی نقصان پہنچ چکا ہے اور اب ان کی ترقی و بہتری کی کیا صورت ہے اس کتاب میں ہر مذہب کی عورتوں کا مقابلہ کرکے پردہ پر قرآن و حدیث کی رو سے اسلامی ملکی سیاسی و معاشرتی نقطہ نظر سے بھی بحث کی گئی ہے مشہور افسانہ نگار محترمہ ایس آر کرانیہ مصنفہ نیرنگ لکھتی ہیں اس موضوع پر اس سے بہتر کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔ قیمت ۱۲/

بچوں کی تربیت

اگر آپ کے گھر میں ننھے بچے ہوں تو ضرور یہ کتاب منگا لیجئے کیونکہ بچوں کی پرورش اور تربیت پر اس قدر آسان پیرایہ میں ایسی مفید کتاب اردو میں آج تک شائع نہیں ہوئی دہلی کے شریف گھرانوں میں بچوں کی پرورش میں جن جن باتوں کا خیال رکھا جاتا تھا آج جن بیماریوں پر اشرفیاں خرچ کی جاتی ہیں اور اس وقت پیسوں میں کام ہو جاتا تھا وہ سب اس میں جمع کی گئی ہیں۔ ماہر سائنس اور حفظان صحت کے اصولوں پر لکھی گئی ہے اور ذاتی تجربے بیان کئے گئے ہیں از مولوی عبد الستار الخیری سابق پروفیسر ڈرکس یونیورسٹی بیروت قیمت ۱۰/

تندرستی ہزار نعمت

عصمت کی مایہ ناز مضمون نگار محترمہ زہرہ بیگم صاحبہ فیضی بمبئی کے نہایت مفید مضامین جن میں صحت قائم رکھنے کے چند اصول بڑی خوبی سے بیان فرمائے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی سیاحت امریکہ اور یورپ کے تجربے بھی تحریر فرمائے ہیں آنکھیں، آنکھوں کا تعلق معدہ سے، دانت، الٹی کرنے سے، پینے کا پانی، غذا، نیند، کتاب کے اہم عنوانات ہیں قیمت ۴/

دوسرے کتب خانوں کی منتخب زنانہ کتابیں

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
ثروت ذہن	[illegible]	سہ گھڑی	[illegible]	بیگمات علم	[illegible]	نصیحت [illegible]	[illegible]
انجام زندگی	۸/	معلومات	[illegible]	مضامین	[illegible]	بچوں کے [illegible]	[illegible]
آداب نسواں	[illegible]	فطرت نسوانی	[illegible]	زلالی تحصیل	۸/	اسلام و عصمت	۸/
تعلیم خانہ داری	[illegible]	گہوارہ تمدن	[illegible]	ہم نسواں	[illegible]	مرآۃ العروس	[illegible]
بچوں کی تندرستی	۸/	مشاہیر نسواں	[illegible]	آہ آرزو	[illegible]	بنات النعش	[illegible]
گھر والوں کی تربیت	[illegible]	علیمہ	[illegible]	خصلت خلق	[illegible]	توبۃ النصوح	[illegible]
گلبدن بیگم تقیہ	[illegible]	عالم خیال	[illegible]	نقوش اشرف	[illegible]	فسانۂ مبتلا	[illegible]
کامل [illegible]	[illegible]	خزانۂ فقیر	[illegible]	جہاں آرا بیگم	[illegible]	سیدہ صادقہ	[illegible]
شمیم	[illegible]	زندگی نے [illegible]	[illegible]	نیرنگ	[illegible]	اقبال دلہن	[illegible]
سیرۃ فاطمۃ الزہرا	[illegible]	پردہ	[illegible]	امریکہ کی [illegible]	[illegible]	حسن معاشرت	[illegible]

محصول ڈاک بذمہ خریدار — ملنے کا پتہ۔ دفتر عصمت دہلی

سینکڑوں روپیہ کی بچت اور ہزاروں روپیہ کا منافع

اب ہر عورت خوش حال رہ سکتی ہے

تمام ملک کو شکر گذار رہنا چاہئے کہ مولوی عبدالرحیم صاحب چیف کیسٹ ودار کا کی اہلیہ محترمہ جناب امتہ الحفیظ صاحبہ کا جنہوں نے اپنی ہندوستانی بہنوں کی مفلسی اور ناداری دور کرنے کے لئے اپنے شوہر کی مدد سے بار بار تجربہ کرنے میں ہزاروں روپیہ خرچ کرکے تین سال کی شبانہ روز محنت کے بعد مختلف قسم کی چیزیں بنانے کے صحیح نسخے تحریر فرماکر کتاب تیار کردی۔ یہ وہی بیش بہا کتاب ہے جس کے بعض مضامین ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۳ء کے عصمت میں شائع ہونے سے سارے ملک میں دھوم مچ گئی اور ملک کے ہر حصہ سے ان مضامین کی اشاعت پر شکریہ کے خطوط موصول

صنعت و حرفت

ہوئے سینکڑوں خواتین نے ان مضامین کے نسخوں کو آزمایا۔ اور بالکل صحیح پایا۔ اور مصنفہ کی محنت اور ایثار کی داد دی۔ آخر اڈیٹر عصمت کی فرمائش پر مصنفہ نے ایک ایک چیز کا تجربہ کرکے ایک ضخیم کتاب تیار فرمادی۔ جس میں خواتین ہند کو بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے پیمانے پر تجارت کرنے اور روزمرہ کی ضروریات سے ہر ماہ ایک معقول رقم پس انداز کرنے کے بے بہا مشورے دئے ہیں جس میں ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے نہایت صحیح اور آزمودہ نسخے نہایت احتیاط سے درج کئے گئے ہیں مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست دی جاتی ہے۔

صابن		مختلف قسم کی سیاہیاں بنانے کے لئے		
صابن	ملی صابن	مختلف سیاہیاں	بلیو بلیک سیاہی	سرخ روشنائی نمبر ۲
سب سے آسان نسخہ	کاربالک ایسڈ سوپ	سیاہ روشنائی	دیگر	سرخ روشنائی کی ٹکیہ
دیسی صابن بنانا	نیم کا صابن	کاجل	نقل پذیر سیاہی	ان مٹ سیاہی
نہانے کا صابن	ڈاڑھی مونڈنے کا صابن	سیاہی کا عمدہ نسخہ	نیلی سیاہی کی ٹکیہ	کپڑے پر نشان کرنے والی سیاہی
شفاف ہاتھ سوپ	،، سفوف	دیسی سیاہی	سرخ روشنائی	نظر نہ آنے والی سیاہی

اسی طرح کرسی کے سامان کے لئے رنگ۔ مدد منجن دانتوں کے لئے منجن کریم اور چہرہ کے پاؤڈر۔ ویسلین۔ غازہ حسن پامیڈ۔ تیل اور روغن خضاب مختلف اشیاء کو جوڑنے کے مصالحے سمنٹ وغیرہ بوٹ فروز کریم۔ اور پالش۔ شربت سازی۔ سریش۔ لاکھ کی تجارت۔ ربڑ اور مکھن کی تجارت۔ اچار۔ چٹنیاں۔ مربے وغیرہ۔ خوشبودار۔ تمباکو خوردنی۔ تیزاب۔ عطریات۔ ارواح۔ ایسنس۔ نیل اور کتھہ۔ چاک اور بتیاں۔ کافور۔ ارنڈی کا تیل۔ نشاستہ آئس کریم شیشے بنانا۔ آتش بازی بنانا وغیرہ وغیرہ ۳۴ باب ہیں اور ہر باب میں ایک ایک چیز کے مختلف قسم کے آٹھ آٹھ دس دس بلکہ پندرہ پندرہ نسخے ہیں اور آزمودہ۔ بازاری کتابوں کی طرح کوئی نسخہ شنا شنایا درج ہے۔ نہ محض اندازہ سے لکھا گیا ہے نہ کسی کتاب سے نقل یا ترجمہ کیا گیا ہے بلکہ خاص طور پر اس کتاب کے لئے زر کثیر خرچ کرکے ایک ایک نسخہ تجربہ کرنے کے بعد بہت بہت احتیاط سے قلمبند کیا گیا ہے۔ ہندوستان کی کسی زبان میں اس موضوع پر اس قدر صحیح اور مستند اور اتنی مفید اور کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی کتاب صنعت وحرفت نادار وکم استطاعت عورتوں کی مالی پریشانیاں ختم کردے گی اور وہ گھر بیٹھے عزت وخودداری کے ساتھ زر کثیر کما سکیں گی۔ خوش حال بیبیاں کتاب صنعت وحرفت کی موجودگی میں ہر ماہ ایک معقول رقم جمع کرسکیں گی۔ دولتمند خواتین بیواؤں اور محتاجوں میں یہ کتاب تقسیم کرکے نقد روپیہ کے مقابلہ میں انہیں بہت زیادہ فائدہ پہنچا سکتی ہیں کتاب اس پایہ کی ہے کہ اس کی قیمت دس روپیہ بھی رکھی جاتی تو کم تھی۔ مگر اس لئے کہ ہر شخص فائدہ اٹھاسکے صرف **دو روپیہ** قیمت رکھی گئی ہے علاوہ محصول ڈاک۔ مجلد ۲/۸ سوا دو روپیہ

۱ بنت حاجی عبداللہ صاحب سوداگر اعظم پورہ چادر گھاٹ لکھتی ہیں:۔ میں نے صنعت وحرفت کے متعلق بہت سے رسالے اور کتابیں دیکھیں مگر کتاب صنعت وحرفت جیسی مکمل اور آسان کتاب اور آزمودہ نسخے کسی کتاب میں نہیں اس کتاب کی جتنی تعریف کروں کم ہے ہر بہن کو اپنے پاس رکھنی چاہئے مجھے قوی امید ہے بہت سی بہنیں اس سے فائدہ اٹھا رہی ہوں گی۔

اہلیہ مولوی محمد عزیز الدین صاحب دواخانہ معین الصحت۔ جدید قطبی گوڑہ حیدرآباد لکھتی ہیں:۔ "رسالہ عصمت میں آپ کے صابن بنانے کے نسخے پڑھ کر میں نے آزمائے اور اچھے ثابت ہوئے۔ اس بنا پر میں نے آپ کی کتاب صنعت وحرفت منگائی بہت سے نسخے تیار کرکے دیکھے۔ بفضل خدا تمام کے تمام ٹھیک اترے۔ اس عظیم احسان کا میری جانب سے پُر خلوص دل سے ہدیۂ تشکر قبول فرمائیے۔ میری تو رائے یہ ہے کہ ہر مسلمان کے گھر میں ایک جلد صنعت وحرفت کی ضرور ہونی چاہئے اس سے ایک کثیر رقم پس انداز ہوسکتی ہے۔"

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے قابل مردوں کے لکھے ہوئے دلچسپ افسانے وغیرہ

بچیوں اور لڑکیوں کے لئے

زنانہ بستہ

دس کتابوں کا مجموعہ

(۱) بسم اللہ کی کتاب۔ ننھی ننھی بچیوں کو بطور قاعدہ پڑھائی جاتی ہے۔ (۲) کہانیوں کی کتاب۔ سات نہایت دلچسپ کہانیاں ننھی بچیوں کے ہی مطلب کی جنہیں بچیاں مزے مزے لے کر پڑھتی ہیں (۳) کھیل کی کتاب۔ چھوٹی بچیوں کی عمر کے لحاظ سے دلچسپ کھیل کھیلنے کے طریقے بیان کئے گئے ہیں (۴) لکھنے کی کتاب جس میں بچیوں کو لکھنے کے طریقے سکھائے ہیں قلم دوات کا صحیح استعمال لکھنے کی ہدایتیں بچیوں کے مطلب کے خطوط کے نمونے نہایت آسان زبان اور عام فہم پیرایہ میں (۵) نماز کی کتاب۔ خدا اور رسول کے متعلق جو باتیں جاننی ضروری ہیں پہلے وہ بتلائی ہیں نماز کے فائدے۔ وضو کا بیان اس کے بعد نماز کا بیان اس قدر آسان کہ بچیاں خود بخود سمجھ کر اپنے شوق سے نماز پڑھنے لگیں اس کے بعد روزہ کا بیان ہے (۶) کھانے پکانے کی کتاب۔ مضامین کے عنوانات یہ ہیں۔ ضروری ہدایتیں۔ روٹی، دال، باورچی خانہ کیسا ہو، مسالہ کیا ہوتا ہے اور کس طرح پیسا جاتا ہے گوشت سادہ اور ترکاری کا کیسا پکایا جاتا ہے۔ ان کے بعد چاول، کھچڑی، کوفتے، پلاؤ، شامی کباب، پراٹھے، کھٹا گوشت، دہی کے کوفتے، اور چٹنیاں تیار کرنے کی نہایت آسان ترکیبیں بچیوں کے مطلب کی درج کی گئی ہیں (۷) تندرستی کی کتاب۔ مضامین کے عنوانات یہ ہیں۔ صفائی غسل۔ کھانا۔ سونا۔ دانتوں کی صفائی۔ آنکھوں کی حفاظت۔ مکان کی صفائی۔ معدہ کی صفائی۔ سیر و تفریح تندرستی کے اصول (۸) تہذیب، ادب، اور اخلاق کی کتاب جس میں کھانے پینے کے ملنے جلنے کے اور گفتگو کرنے کے اور لکھنے پڑھنے کے آداب بہت خوبی سے لکھے گئے ہیں ماں باپ اور شوہر کے حقوق پر بھی دل نشین بحث ہے پھر تواضع۔ حیا۔ صبر و استقلال۔ معافی۔ کفایت شعاری محنت پر نہایت مفید باتیں لکھی گئی ہیں (۹) پردہ کی کتاب جس میں پردہ اور حیا کے متعلق بعض باتیں نہایت کام کی بتلائی گئی ہیں (۱۰) خانہ داری کی کتاب یا دلہن کا جہیز جس میں شوہر اور بیوی کے تعلقات پر موثر بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ شوہر کے دل کو کس طرح فتح کیا جا سکتا ہے۔ ساس نندوں کیسے برتاؤ سے محبت کرنے لگتی ہیں جو کتاب ہے جس مضمون پر ہے مکمل ہے بچیوں اور لڑکیوں کے لئے زنانہ بستہ نہایت ہی مفید اور غضب کام کی کتاب ہے اور دلچسپ بھی اتنی ہے کہ وہ خوشی خوشی اور اپنے شوق سے اسے پڑھتی ہیں ضخامت پانسو دو سو صفحے سے کچھ کم کاغذ سفید قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ۔ دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

روحانی شادی

یہ اصلاحی ڈرامہ ملک کے مشہور افسانہ نگار منشی پریم چند بی اے نے عصمت کے لئے لکھا تھا عصمت میں شائع ہو کر خوب مقبول ہوا۔ اب کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ پلاٹ، مکالمہ، کیرکٹر ہر اعتبار سے نہایت کامیاب ہے۔ نتیجہ خیز اور سبق آموز ہے دلچسپ اور دلآویز ہے عبرتناک بھی ہے۔ اور کافی تفریحی مزاحیہ بھی ہے اصلاح معاشرت پر اتنے موثر اور بلند پایہ مختصر ڈرامے بہت کم نکلیں گے۔ قیمت ۶/

دامن باغباں

ہندوستان کے مشہور افسانہ نگاروں میں یہ خصوصیت ڈاکٹر سید احمد بریلوی ہی کی تحریر میں ہے کہ وہ خشک سے خشک مضمون کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں جذبات نگاری میں ڈاکٹر صاحب کو کمال حاصل ہے اور زبان روزمرہ نہایت عام فہم لکھتے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا۔ دامن باغباں ڈاکٹر صاحب کے ۹ افسانوں کا مجموعہ ہے نمبر ۱ نصیبن کا بیاہ نمبر ۲ خدا کا باغی نمبر ۳ بنگار کا تعویذ نمبر ۴ بڑا آدمی نمبر ۵ سکون نا آشنا دل نمبر ۶ حسرت نصیب نمبر ۷ ... نمبر ۸ خالقت کی ... اس مجموعہ کے وہ دلآویز نتیجہ خیز سبق آموز افسانے ہیں جو مجموعہ کے بہترین افسانوں میں شمار کئے جاتے ہیں اور صرف ایک ہی افسانے کے پڑھنے سے ساری کتاب کی قیمت وصول ہو جاتی ہے افسانے جس قدر دلچسپ ہیں اتنا ہی ظاہری ترقی کا خیال رکھا گیا ہے لکھائی چھپائی بھی اعلیٰ درجہ کی قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

افسانہ حرم

لڑکیوں کے لئے ایک فاضل جرنلسٹ نے دس کہانیاں لکھی ہیں اور ہر کہانی سے کوئی نہ کوئی مفید نتیجہ نکلتا ہے۔ لڑکیاں کتاب کو نہایت دلچسپی سے پڑھیں گی۔ طرز بیان میں دلآویزی ہے عبارت بہت ہی آسان عام ہندوستانی تمدن کی کیفیت نہایت خوبی سے دکھائی گئی ہے۔ قیمت ۸/

دودھ کی قیمت

اور دوسرے افسانے منشی پریم چند صاحب کے سات مختصر افسانے اور ایک ڈرامہ جو منشی جی مرحوم نے خاص طور پر عصمت کے لئے لکھے تھے اور جو ان کے شاہکار افسانے ہیں۔ قیمت ۶/

آفتاب زندگی

مرزا سیلب اکبر آبادی جن کی کامل قدر کتاب زنانہ بستہ کی تحریر میں اس قدر مقبول ہوئی کہ اب چوتھی دفعہ چھپی ہے یہ قصہ انہیں کی تصنیف ہے جس میں ایک لڑکی کی شادی تک کے حالات دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں لڑکیوں اور عورتوں کے لئے اس کا مطالعہ سبق آموز اور مفید ہے زبان سلیس عام فہم کاغذ معمولی قیمت صرف ۶/

شباب زندگی

آفتاب زندگی کا دوسرا حصہ جس میں شمس النساء کی شادی کے بعد سے عشرت بیگم کے حالات درج ہیں جب بیگم کو ماں بننے والی ہوگی، اس ضمن میں جو مصائب اور تکلیفیں، جو آرام اور جو راحتیں اس کو اٹھانی پڑیں، اور جو تجربے اس نے حاصل کئے وہ لکھنے اور پڑھنے اور گرہ میں باندھ لینے کے قابل ہیں۔ قیمت ۶/

بچوں اور بچیوں کے لئے کتابیں

مزیدار کہانیاں

چھوٹے بچوں کے مطلب کی انہیں کی زبان میں لکھی ہوئی نہایت دلچسپ کہانیاں ہیں اور جناب سید ابوتمیم صاحب نے لکھی ہیں دلی کی زبان اور پھر سید صاحب کا طرز بیان ایک بھی کہانی ایسی نہیں کہ بغیر ختم کئے بچے چھوڑ سکیں اول تو کہانیوں کی دلچسپی پھر عمدہ عمدہ تصویریں بچے خوش ہو جائیں گے۔ قیمت ۸ر

جاپانی کہانیاں

بیگم مسز قتیل صاحبہ اپنے شوہر کے ساتھ جاپان میں کئی سال رہیں انہوں نے بچوں کے مطلب کی نہایت عمدہ عمدہ سبق آموز کہانیاں جمع کیں اور بڑی قابلیت سے اردو میں لکھیں چند کہانیوں کے عنوان یہ ہیں۔ چڑے چڑیا کی کہانی، پھول کھلانے والا بڈھا، اژدھے کے پاس بچہ، عجیب ششتا، کیکڑا اور بندر، پھولوں کا باغ، شفتو کر اور وغیرہ جاپانی بچوں کی یہ بہترین ۱۲ کہانیاں ہیں جن سے بچے بہادر و بلند ہمت، محنتی، جفاکش ہوتے ہیں ہر کہانی کے ساتھ کئی کئی عمدہ تصویریں ہیں۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

بچوں کی دنیا

ملک روس کے مشہور مصنف ٹالسٹائی کی کتابیں مرد، عورت، بچے سب پسند کرتے ہیں، ٹالسٹائی نے بچوں کے لئے جو کہانیاں لکھی تھیں ان میں سے ۵ بہترین کہانیوں کا ترجمہ بچوں ہی کی زبان میں کیا گیا ہے دلچسپ ہونے کے علاوہ بچوں میں ان کہانیوں سے نیکی، محبت، بہادری، حب الوطنی، ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں قیمت ۸

بالشتیوں کی دنیا

یعنی مختصر دنیا، ایک انگریز سیاح بالشتیوں کی دنیا میں چلا گیا، بالشتیے اسے دیو سمجھنے لگے سیاح کبھی درجنوں بالشتیوں کو جیب میں ڈال لیتا کبھی سینکڑوں بالشتیوں کا کھانا ایک لقمہ میں ختم کر دیتا، بہت آسان زبان میں اس دلچسپ کہانی کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ بچے اور بچیاں مزے لے لیکر پڑھتی ہیں ۸ر

زنانہ نظموں کے دو مجموعے

آئینۂ جمال

یعنی دور حاضرہ کی نامور شاعرہ محترمہ بلقیس جمال صاحبہ کی ۹۰ نظمیں نہایت دلآویز اور اخلاق آموز، اسلام کے دور اولین کے سبق آموز منظوم واقعات، درد قومی کی ترکیب، مناظر قدرت کی مصوری، جذبات نسوانی کی صحیح ترجمانی، موسیقی کی لطافت، کیا خوبی ہے جو آئینۂ جمال میں نہیں، خوف خدا، پاس مذہب، حب وطن، ایثار، ہمت، بہادری کے جذبات اس کے مطالعہ سے پیدا ہوتے ہیں، قومی، ملی، اخلاقی، تاریخی، نیچرل نظموں کا یہ دلآویز مجموعہ ہے اور عورتوں میں خوب مقبول ہوا ہے یہ نظمیں چار حصوں میں منقسم ہیں۔ (۱) عشقیات پریشان (۲) جبروت اسلام (۳) ترانہ ہائے عید (۴) اکلیل نسائیہ نظریت ہر حصہ میں ۸، ۸ نظمیں ہیں اخبارات نے شاندار ریویو لکھے ہیں۔ قیمت ۱۲ر

شمع خاموش

اردو کی مشہور شاعرہ نجمہ بیگم لکھنؤ کی معرکہ انگیز اور پُر اثر نظموں کا مجموعہ مع مقدمہ ... عصمت ...

لکھنے والی ہستی نے دیباچہ لکھ کر مرتب کیا ہے۔ یہ نظمیں ہندوستانی مسلمان عورتوں کی مظلومیت کا صحیح ترین نقشہ ہیں۔ اس میں سال ہیں شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکی ہیں ہر ہر شعر درد سے لبریز ہے پڑھ کر آنسو نکل آتے ہیں کسی خاتون کے کلام کا ایسا درد انگیز مجموعہ اب تک نہیں چھپا۔ زبان آسان اور عام فہم ۴ر-۶ر

آئینۂ موٹر

موٹر کے متعلق اردو میں کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں مگر وہ سب مل کر آئینۂ موٹر کا پاسنگ بھی نہیں ہیں اس کتاب میں سب سے پہلے موٹر انجن کے ہر حصہ کے اصول سلیس اور عام فہم عبارت میں سمجھائے گئے ہیں اور ہر مضمون کے علیحدہ باب مقرر کیے گئے ہیں اس کتاب میں موٹر کے ہر پرزے کے متعلق تمام ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں جن سے ہر پرزے کو کھول کر آسانی سے ہر شخص فٹ کر سکتا ہے۔ ڈرائیور علی العموم صرف گاڑی چلانی جانتے ہیں چلتے چلتے موٹر بگڑ جائے تو صحیح اصولوں پر درست نہیں کرتے اور پھر بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے لیکن اس کتاب کی مدد سے ہر پرزہ کے متعلق مالک موٹر کو کافی واقفیت ہو جاتی ہے وہ انجن کی آواز سے معلوم کر لیتا ہے کہ اس کی موٹر کس حالت میں ہے فرائیور اور مالک دونوں پریشانیوں کی نوبت نہیں آتی اور بہت سا روپیہ ضائع ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے ہر باب کے بعد اس کتاب میں سوال جواب کی صورت میں نفس مضمون ذہن نشین کر دیا گیا ہے اس کے اسباب بھی بیان کیے گئے ہیں جن سے ہر نقص بآسانی دور کیا جا سکتا ہے پھر موٹر چلانے کے اصول بھی درج کیے گئے ہیں آخر میں تمام مروجہ اصطلاحیں اور ان کی مفصل تشریح موٹر کے پرزوں کی بیشمار تصاویر دی گئی ہیں یہ کتاب مدھنلی جرمنی، انگریزی کتابوں کا نچوڑ ہے ایک ماہر فن کی جس نے عمر بھی اس کام کے سیکھنے میں کی محنت ہے۔ قیمت ۱۲ر

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی چند تصانیف

آمنہ کا لال ؏	جوہرِ عصمت ؁	شامِ زندگی ؏	انگریزی کی اولاد ۶ر
الزہرا ۱۲ر	مسلمانوں کی آنکھ ؁	صبحِ زندگی ؁	منظر طرابلس ۸ر
وداعِ خاتون ۵ر	ولایتی نخرے ۶ر	نوحۂ زندگی ۱۲ر	سیلاب اشک [illegible]
چمنستانِ مغرب ؏	منازل السائرہ	محبوبۂ خداوند ۱۲ر	نانی عشو ۸ر
شبِ زندگی [illegible]	دیس پردیس [illegible]	مسلمانی حیات ؏	سودائے نقد ۸ر
نسوانی زندگی ۸ر	امیر کا محل اور پرانے ۸ر	تمغۂ شیطانی ۱۲ر	بنت الوقت ۸ر
حیاتِ صالحہ ؁	دنیا کی سرگزشت ۲ر	یاسمین شام ؁	سمرنا کا چاند ۲ر
جوہرِ قدامت ؁	چار عالم ۲ر	غدر کی ماری	[illegible]
موذنہ ۸ر	سرابِ مغرب ۸ر	شہزادیاں ۱۲ر	فسانۂ سعید ۸ر
ستوتی ۸ر	ساتھ عورتوں کے	کعبِ حزیں ۸ر	[illegible]
وداعِ ظفر ؁	[illegible] ۸ر	تیغِ کمال [illegible]	[illegible] ۸ر
گلدستۂ عید ۸ر	سیدہ کا لال ؁	گرفتار قفس [illegible]	[illegible]
سمادِ قفس ۱۰ر	آمنہ کا لال ؏	قرآنی قصے ؏	[illegible] ۸ر
تفسیرِ حسرت ۸ر	[illegible] ۱۲ر	[illegible] ۱۰ر	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

خانہ داری

جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے

حسن کے دشمن احتیاط اور غور و پرداخت شرط ہے بعض ادنیٰ ادنیٰ باتیں عورتوں کی خوبصورتی کی جانی دشمن پائی جائیں گی۔ جن سے ہر عورت بچ سکتی ہے (۱) خوراک میں بے احتیاطی کسی غذا میں نشاستہ یا چربی زیادہ ہو یا میدہ کم کھایا جائے اس سے نہ صرف صحت بگڑے گی بلکہ رعنائی میں فرق آجائے گا۔

(۲) کم نیند۔ گرمیوں میں ۷، ۸ گھنٹوں میں سے ۹ گھنٹے ضرور سونا چاہیئے۔ اگر کم خوابی کی شکایت ہو تو سنگترہ کے پھولوں کے پانی کے دو چمچے ذرا سے گرم پانی میں ملائیں اور اس میں بورا یا مصری ڈال کے میٹھا کریں اور سوتے وقت پی لیں۔ شکایت جاتی رہے گی۔

(۳) ورزش سے غفلت۔ روزانہ باقاعدہ ورزش کرنا چاہیئے یا کم از کم دن کے ٹھنڈے حصہ میں باقاعدہ سیر کر لیا کریں۔

(۴) منہ بگاڑنا۔ ہنستے وقت آنکھوں کو سکیڑنا یا بھینچنا بری عادت ہے۔ اس سے آنکھوں کے آس پاس اور ابروؤں کے بیچ میں شکنیں پڑ جاتی ہیں۔ حیرانی میں پیشانی چڑھا لینے سے بھی ماتھے میں لکیریں پڑ جاتی ہیں۔ آنکھیں خوبصورت رکھنا منظور ہوں تو آنکھیں کبھی نہ ملیں۔

(۵) آنکھوں پر بوجھ۔ آنکھیں تھک جانے سے چہرہ زیادہ عمر ظاہر کرنے لگتا ہے۔ کم روشنی میں پڑھنے یا کام کرنے سے بچنا چاہیئے۔ اور روشنی کی چمک سے بھی بچے رہنا چاہیئے۔

(۶) سوتے وقت چہرہ صاف نہ کرنا۔ جن کو پوڈروں اور کریموں کا شوق ہے بے منہ صاف کئے ہرگز نہ لیٹیں اس سے جلد خراب ہو جاتی ہے اور چہرہ کی دلکشی جاتی رہتی ہے چہرہ سرسری طور سے صاف نہ کریں۔ خوب صاف کرنا چاہیئے۔ اچھا صابن اور نرم پانی ہو یا صاف کرنے کی کریم لگا کے جلدی تھوڑی دوا skin tonic لگالیں۔

(۷) بے پروائی سے منہ پونچھنا۔ اکثر عورتیں سخت تولیہ سے رگڑ کے منہ پونچھتی ہیں۔ اس سے جلد کھنچ کے بڑھ جاتی ہے۔ اور شکنیں نمودار ہو جاتی ہیں چہرہ اور ہاتھ ملائم طور سے تھپک تھپک کے تولیہ سے خشک کرنے چاہئیں۔

(۸) سنگھاری اشیا سے غفلت۔ کنگھی خراب ہے۔ برش بے دھلا یا خراب دھلنے سے سخت ہو گیا ہے۔ یہ ذرا سی غفلت سخت مضر ثابت ہوتی ہے۔ صابن خراب قسم کا نہ ہو۔ چہرہ کا پوڈر [illegible] نہیں ہونا چاہیئے۔

(۹) دوائیں یا تیز اشیا کا استعمال۔ چائے بھی ایسی چیز ہے۔ اسپرین یا کونین کا زیادہ استعمال بھی مضر ہے۔ خواہ مخواہ دواؤں کا استعمال نقصان دہ ہے۔ معدہ وغیرہ کی شکایات ذرا سی ورزش اور غذا کی احتیاط سے دور ہو سکتی ہے۔

خوشبو لگانا خوشبو کے لئے دو باتیں دیکھنا ہیں۔ ایک انتخاب دوسرے لگانے کا طریقہ۔ عام طور سے صبح کے وقت لگانے کے لئے وادی کی گل لالہ Lilly of the Valley خوشبو بہت مناسب ہے۔ اس کے علاوہ بیلہ یا جنگلی پھولوں Wild flowers کے نئے نئے قسم کے لیونڈر بازاروں میں آگئے ہیں۔ استعمال کریں۔ تیسرے پہر کے لئے گارڈینیہ۔ کارنیشن یا آرکیڈ Gardenia, orchaed, Carnation خوشبوئیں موزوں ہوں گی۔ شام کے لئے کوئی سی Synthetic Parfumes لگائیں۔ شام کے لئے گارڈینیہ میٹھی دلپسند ہوگی۔ عنفوان شباب سے گذر چکی ہوں تو دیسی پھولوں کی خوشبو exotic scents لگائیں۔

بڑی دعوتوں میں گہری خوشبو لگائیں جس کی بنیاد خشک صندل یا عنبر ہو۔ چھوٹی دعوتوں کے موقع پر ہلکی خوشبو اچھی رہے گی۔ خوشبو ہرگز کپڑے پر نہ لگائیں۔ کوئی پوستین ہو تو اس پر چھڑک دیں۔ وہاں دیر تک رہتی ہے۔ یا بالوں یا جلد پر چھڑک لیں۔ کانوں کے پیچھے تھوڑی کے نیچے کلائیوں اور پوروں پر خوشبو یوں ہی چھوا دیں۔

ملائم روئی کے چھوٹے سے پھوئے پر دو تین قطرے ڈال کے جلد سے چھوتے ہوئے کپڑے جیسے انگیہ یا نیفہ میں رکھ لینے سے ہلکی ہلکی خوشبو دیر تک آتی رہے گی۔

بعض بیبیاں اپنے کپڑے یو ڈی کلون کے خوشبودار صابن سے جو خاص اسی مطلب کے لئے بنا ہوا ہوتا ہے دھوتی ہیں اور بعض جاذب کے پھندوں پر اپنی دلپسند خوشبو کے چند قطرے ڈال کے اُسے نیفہ یا جیب وغیرہ میں رکھ لیتی ہیں اس سے خوشبو دیر تک قائم رہتی ہے۔ کپڑے اُجلے ہوں اور خوشبو بھینی بھینی آتی ہو تو ایک خاص تازگی برسا کرتی ہے۔ کپڑے اُتارنے کے پہلے یہ دیکھ لیا کریں کہ دھبہ تو کہیں نہیں آگیا ہے جب اس طرف سے اطمینان ہو جائے تو اُسے ہوا میں گھنٹہ دو گھنٹہ لٹکا دیں بعد میں تہہ کرکے صندوقچہ میں رکھیں۔ ایک ہفتہ میں ایک دن ان باتوں کے لئے مخصوص کرنے سے بڑا آرام ملتا ہے۔ اُسی روز کپڑے برش کنگھے زیور وغیرہ صاف کر لینے چاہئیں۔

انگوٹھا چوسنا

بہت سی مائیں بچوں کو انگوٹھا چوستے دیکھ کے بڑی خوش ہوا کرتی ہیں لیکن طبیب اسے اچھی عادت نہیں بتاتے انگوٹھا چوسنا خوراک کی کمی اور خرابی کا نتیجہ ہے یا معدہ کی خرابی اس کا باعث ہے۔ ایک معمولی صحت کا بچہ کبھی اس عادت کا شکار نہیں ہوتا۔ اس میں تو شک نہیں کہ انگوٹھا چوسنے سے گھر میں امن پڑ جاتا ہے۔ لیکن ماں کو چاہیئے کہ اس کا سبب دریافت کرے۔ اتنے بچہ کو انگوٹھا چوسنے دو۔

جب یہ عادت گھنٹوں جاری رہے تو اس سے تالو جبڑوں اور دانتوں کو نقصان پہنچ جاتا ہے کیونکہ یہ مقامات اس عمر میں نہایت ملائم ہوتے ہیں اور دیر دیر تک چوسنے سے ان کی شکل صورت پر نمایاں اثر پڑنے کا احتمال ہے۔ بعض ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ چوسنے سے منہ کا لعاب ضائع ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ لعاب پیدا کرنے والے غدود کمزور پڑ جاتے ہیں۔

اگر بچہ کو خوراک مناسب طریقہ سے نہیں مل رہی۔ اگر ملنے لگے تو وہ یہ عادت خود ہی چھوڑ دے گا۔ ماں کی خوراک وصحت کو بھی اس عادت میں بڑا دخل ہے۔ جو مائیں گوشت نفیس پور اسر کہ اچار مصالحہ دار غذائیں کھاتی رہتی ہیں ان کے بچوں کو ایسی تکلیفیں پیدا ہو جاتی ہیں جن سے سکون حاصل کرنے کے لئے وہ انگوٹھا چوسنے لگتے ہیں۔ اگر ماں غذا میں ایسی چیزیں استعمال نہیں کرتی جن سے بچہ کی بالیدگی اور پرورش میں مدد ملے تو یہ عادت نمودار ہو جاتی ہے۔

بچہ کے دودھ میں میٹھا ملا کے پلانا یا دودھ کا زمانہ گزر جانے کے بعد اور غذاؤں میں میٹھا ملانا اور کافی پینے کا پانی نہ دینا بچہ میں پیاس سے بچنے کے لئے یہ عادت پیدا کر دیتا ہے گو تسکین اس طرح بھی کم ہی میسر آتی ہے۔

وجہ دُور کرنے کی بجائے بچہ کو انگوٹھا چوسنے کی عادت چھوڑنے پر مجبور کرنا اس کے نظام عصبی پر بُرا اثر ڈالتا ہے۔ عادت تو جائے گی نہیں البتہ اُس میں ضد اور چڑچڑاپن پیدا ہو جائے گا۔ اس عادت کو دور کرنے کے لئے چسنیوں پر یا انگلیوں پر بدمزہ اشیا مثلاً ایلوہ پھٹکری مرچ ہینگ لگانا بے رحمی ہے اور اس سے بچہ بیکل رہنے کی وجہ سے روُنا ہو جاتا ہے۔ بچہ انگوٹھا چوستا ہے چوسنے دو وہ تو چوسے گا ہی۔ ضرورت یہ ہے اصل وجہ معلوم کرکے اُسے دور کر دو۔

سنگھار کے طریقے

ایشیا میں تو اب تک یہی حال ہے کہ سنگھار پر گفتگو علیحدگی میں کی جاتی ہے اور سنگھار بھی علیحدگی میں ہوتا ہے۔ لیکن یورپ میں نہ صرف اس پر گفت و شنید کھلم کھلا کی جاتی ہے بلکہ عورتیں چلتے چلتے

باتیں کرتے کرتے سنگھار کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ جیب میں سے ذرا سا آئینہ نکالا اور پوڈر کا گھا نکال کے جلد جلد گالوں پر پوڈر لگا لیا یا لاکھے کی قلم نکال کے ہونٹوں پر پھیر لی۔ یہ کس قدر بھدی بات ہے۔ ایسی عورت کی عزت دل میں کم ہو جاتی ہے۔ سنگھار تو ایک یکسوئی اور علیحدگی کی چیز ہے۔

سنگھار تو ایک نازک چیز ہے لیکن عورتیں اس قدر مبالغہ کر جاتی ہیں کہ ہولی کا پلیارہ معلوم ہونے لگتی ہیں۔ سنگھار تو ایسا ہونا چاہئے کہ اس سے قدرتی رنگ میں جلا آ جائے۔ سنگھار سبک ہونا چاہئے۔ بھاری پن اس میں نہ پایا جائے۔ مصنوعی پن نہ ٹپکے۔ کامل صحت کا نمونہ پیش نظر ہونا چاہئے۔

ہر سنگھار کی چیز احتیاط سے منتخب کریں۔ پوڈر لیتے وقت اپنی جلد کی بناوٹ اور رنگ کو دیکھیں۔ اسی طرح پوڈر کی بناوٹ اور رنگ کو دیکھیں۔ رُوژ چکدار ہو اور لینے سے پہلے ذرا لگا کے دیکھ لیں۔ lip-stick ایسی چیز سے بنی ہو جس میں نرم کر دینے کی قابلیت ہو ورنہ ہونٹ نازک چیز ہونے کی وجہ سے خراب لاکھے کی قلم سے پھٹ جاتے ہیں۔

جب سنگھار شروع کریں تو پہلے کوئی اچھی سی بنیادی کریم یا لوشن لگائیں۔ لیکن اس سے قبل جلد کو بالکل صاف کریں۔ ہلکے ہلکے پوڈر عین بالوں کے کنارہ تک لگائیں لیکن برش ضرور کر دیں تاکہ اس میں سے فتے جھڑ جائیں اور پھر ابروؤں اور پلکوں پر برش کر دیں۔

روز رخسار کی ہڈی سے اونچا لگانے سے بالکل گول چہرہ میں لمبائی آ جاتی ہے اور بہت بلند لگانے سے آنکھوں کے بشرہ میں روشنی آتی ہے۔ لمبے پتلے چہرہ پر ذرا نیچے کی طرف لگائیں اور زیادہ پھیلائیں۔ البتہ ہر حالت میں اس کا خیال رکھیں کہ اس کے کنارے نظر نہ آئیں بلکہ جلد کی زردی میں اصل کیفیت کے طور پر گھل مل جانا چاہیئے۔

لپ سٹک لگانے سے پہلے ہونٹوں کو نمدار کر لیں۔ پھر دونوں پر ساتھ ساتھ ہموار رنگ جمائیں۔ اس کے بعد دہن کے عین بیچ میں رنگ ذرا ابھرا کر دیں اور باچھوں تک ہلکا کرتے جائیں۔ آنکھوں پلکوں اور ابروؤں کا سنگھار انفرادی مذاق کی چیز ہے دن کے مقابلہ میں شام کے وقت یہ سنگھار اچھا معلوم ہوتا ہے۔

خانگی ٹوٹکے

چاندی کے برتنوں پر دھبے پڑ جائیں تو کپڑے پر بائی کاربونیٹ آف سوڈا چھڑک کر ملیں جاتے رہیں گے۔ چاندی پر سے انڈے کے دھبے محض معمولی کھانے کا نمک گیلا کر کے مل دینے سے جاتے رہتے ہیں۔

جن رومالوں کا رنگ خراب ہو جائے ایسے گرم پانی میں بھگوئیں جس میں پائپ کلے pipe clay ملی ہو۔ دھوکر دوسرے دن پانی میں اُبالیں اور دھو ڈالیں۔

چرمی اور فولادی اسباب پر ویسلین تھوڑی سی لگائیں اور خشک ہونے دیں۔ حالت اچھی رہے گی۔

عمدہ شیشے کے برتن سوڈا ملے پانی سے ہرگز نہ دھوئیں۔ ورنہ مصفا پن جاتا رہے گا۔ اگر شیشے کے برتن ٹھنڈے پانی میں دھوئے جائیں تو ان میں چمک و صفائی خوب آ جاتی ہے۔ اگر گرم پانی سے دھوئیں تو آخر میں ٹھنڈے پانی سے دھو لیں۔

السی۔ یا میٹھا تیل ساگونی کے سامان کے لئے اچھا ہے۔ سامان کپڑے سے پونچھ کے اس پر فلالین سے ان میں سے کوئی سا تیل لگائیں۔

اگر وارنش خراب ہو جائے تو السی کا تیل اور میتھی لیٹڈ سپرٹ مساوی مقدار میں ملا کے لگائیں اور جب تک میل دور نہ ہو ملتے جائیں۔

ہاتھوں پر دوا کے دھبے پڑ جائیں۔ لیموں کے عرق سے دور کئے جا سکتے ہیں۔

محمد ظفر

سیر بین

عورتوں کی بہادری

انگلستان میں ایک پہاڑ ایڈورڈ پیک ہے۔ اس پر دو عورتیں پہلی مرتبہ پہنچی ہیں۔ اس سے پہلے صرف تین مرتبہ مرد ہی وہاں تک گئے ہیں۔ دونوں سوئٹزرلینڈ کی رہنے والی ماں بیٹی ہیں۔ بیٹی کی عمر اس وقت ۱۶ سال کی تھی۔ یہ کارنامہ ۱۹۵۳ء میں انجام پایا۔ دونوں نے کھلی پاجامے اور خاکی قمیص پہن رکھی تھیں اور تین گھنٹے میں وہ اوپر پہنچ گئیں۔ چونکہ برف جگہ جگہ ڈھیلی تھی اور چٹانوں پر برف ہی برف تھی اس لئے چڑھائی نہایت خطرناک تھی اور ایک بے ڈھب قدم موت کا پیام ثابت ہوسکتا تھا۔ اُترتے وقت تو بیٹی ہاتھ سے گئی ہی تھی۔ اُس کا پاؤں برف سے پھسلا اور وہ لڑھکنے لگی۔ اُس کے حواس قائم رہے وہ چت ہوگئی اور ٹانگیں اکڑا لیں۔ اس طرح وہ ایک جگہ رُک جانے میں کامیاب ہوگئی۔ غار منہ پھاڑے ہوئے پاس ہی رہ گیا تھا۔ ساتھ والے گھبرا کر بھاگے۔ لیکن لڑکی کھڑی ہوئی اُنہیں ہنستی ہوئی ملی کہ یہ طریقہ بھی تو پہاڑ سے اترنے کا ہے۔

۶۵ سال کی دلھن

لندن کے پاس ایک مقام پر ایک ۶۵ سال کی عورت نے ایک ۲۲ سال کے نوجوان سے شادی رچائی ہے۔ یہ خبر سُن کے لوگوں میں کچھ ایسی گڑبڑ مچی کہ وہ ان کے گھر کے ارد گرد منڈلاتے رہتے ہیں اور جب موقع ملتا ہے باتیں کرکے انہیں تنگ کرتے ہیں۔ اس نوجوان کے بڑے بھائی نے کسی ملاقاتی سے کہا کہ لوگوں نے خواہ مخواہ میرے بھائی کو دق کر رکھا ہے۔ شادی کا معاملہ ہر شخص کا ذاتی ہے۔ میرے کنبہ کے اور آدمی اس شادی میں موجود تھے۔ اگر اس نے اپنی دادی کی عمر کی عورت سے شادی کی ہے تو یہ اُس کی خوشی ہے کسی کو اس سے کیا۔

اس بڑھیا کا ۷۴ سالہ خاوند ایک سال سے کم ہوا مر گیا۔ نوجوان دولھا اس بڑھیا کے پاس ایک دکان میں کام کرتا تھا۔ ایک روز یہ عورت اُس کی دکان پر آٹا دال وغیرہ خریدنے آئی۔ ان دونوں میں دوستی ہوگئی۔ جب اُس کا شوہر مرا تو اُس نے اُس سے ہمدردی کی اور اُس کے ساتھ سیر کو جانے لگا۔ اور یگانگت بڑھتی گئی۔

اس عورت کے چھ بچے اور آٹھ پوتی پوتے ہیں۔

امریکہ میں نابالغ شادیاں

پچھلے مہینہ میں فلوریڈا میں ایک عدالت میں ایک مقدمہ کے دوران میں معلوم ہوا کہ ایک بارہ سالہ لڑکی کی شادی ایک ۷۵ سالہ بڈھے سے ہوچکی ہے۔ لڑکی رو رو کے درخواست کر رہی تھی کہ مجھے اس بڈھے کے گھر نہ بھیجو۔ مقدمہ والدین نے دائر کیا اس لئے نہیں کہ شادی منسوخ کی جائے بلکہ اس لئے کہ شادی جائز قرار دی جائے اب نے شادی اس لئے کی کہ وہ اس کارخانہ میں نوکر ہے جہاں وہ بڈھا منتظم ہے۔ اگر شادی نہ ہوتی تو وہ علیحدہ کردیا جاتا۔ لڑکی سے اس نے یہی کہا تھا۔ ہفتہ بھر یہ عجیب جوڑا ساتھ رہا لیکن لڑکی کی بڑی بہن اس قدر بگڑی کہ اُس نے عدالت میں شادی کی منسوخی کا مقدمہ دائر کرنے کی دھمکی دی چنانچہ لڑکی کے والدین نے پیش بندی کے طور پر اپنی بڑی لڑکی کے خلاف اغوا کا دعویٰ کردیا۔ مقدمہ چل رہا ہے

ایک اور بارہ سالہ لڑکی ایک ۱۹ سالہ لڑکے سے بیاہی ہے گو دونوں ساتھ رہنا چاہتے ہیں لیکن عدالت نے اُسے ایک لڑکیوں کے مدرسے میں خانگی تربیت حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا اور کہا کہ ابھی دونوں کو گھریلو زندگی بسر کرنے کے لئے کچھ انتظار کرنا چاہیئے۔ لڑکی کے پیٹ میں بچہ ہے جو تھوڑے دنوں میں ہونے والا ہے۔

گر کے چوٹ۔ عام طور سے لوگ معمولی گرنے کو معمولی سی بات سمجھتے ہیں لیکن عموماً دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے مضبوط اور پہلوان

آدمی اونچائی سے گرنے کا شکار ہو کے بڑی بڑی ضربوں کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ ایک بڑا نامی گرامی باز پہلوان ایک چمڑہ کے ٹکڑے پر پھسل کے سر کے بل گرا اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ایک مداری جو اونچے اونچے بانسوں پر قلابازیوں کے کرتب دکھلایا کرتا تھا۔ سڑک کے کنارہ کے ایک کنکر سے ٹھوکر کھا کے ایسا گرا کہ ساری عمر کے لئے لنگڑا ہو گیا۔ ایسے واقعات کثیر الوقوع ہیں۔ ایک بیمہ کمپنی نے اس قسم کے حادثوں کے اعداد و شمار جمع کرکے دکھایا ہے کہ ایک اوسط آدمی کے گر کے چوٹ کھانے کے امکانات اتنے ہی زیادہ ہیں جتنے ایک موٹر سے ٹکرا کے زخمی ہو جانے کے ہیں۔ کارخانوں سے باہر ۲۲ ہزار حادثوں میں سے ۶۶، ۴ موٹروں سے اور ۴۲ ۵ ۴ گرنے سے پیش آئے ۵۲ ۴ ۴ کھیلوں کی چوٹیں تھیں۔ ۳،۷ آدمیوں نے پلنگ پر لیٹتے یا اُٹھتے ہوئے اور ۴۹ نہانے نے ٹب میں سے اُٹھتے اور اس میں بیٹھتے ہوئے چوٹ کھائی۔

پودوں کی دلچسپیاں یہ تو معلوم ہو ہی گیا ہے کہ پودوں میں بھی جان ہے اور وہ تکلیف اور خوشی کو محسوس کرتے ہیں یہ پودے زمین کو کھودنے میں بھی بڑے مشاق ہیں۔ مولی شلغم وغیرہ جتنے اوپر ہیں اُس سے کہیں زیادہ جگہ زمین کے اندر لیتے ہیں۔ مولی دو فٹ گہری زمین سے رس چوس کے تیار ہوتی ہے۔ ایک پودا گیس کا رخ کرتا ہے۔ دیاسلائی وہاں جلاؤ وہ ہوا سے بھڑک اٹھے گی۔ یہ پودا جنوبی یورپ اور وسط ایشیا میں ملتا ہے۔ اس کے نمو والے حصہ میں ایسے غدود پائے جاتے ہیں جن میں اُڑ جانے والا تیل ہوتا ہے۔ گرمیوں میں تیل اُڑ جاتا ہے اور پودے کے گرد کی ہوا کو آتشگیر بنا کے چھوڑ جاتا ہے۔

خواب کی اصلیت ہر زمانہ میں خوابوں پر لوگوں کو اعتقاد رہا ہے۔ ان کی تعبیریں کرنے والے بھی دنیا میں موجود ہیں۔ خواب اس قدر مختلف ہیں کہ ان کی تعبیر وغیرہ کے سلسلہ میں کوئی خاص اصول بیان نہیں کیا جا سکتا۔ چھوٹے سے کے بڑے سے بڑے خواب نظر آتے ہیں۔ بعض خواب اس قدر صاف ہوتے ہیں گویا جاگتے ہیں کوئی واقعہ پیش ہو رہا ہے۔ بعض دھندلے یا در رہ جاتے ہیں۔ اور بعض مفصل ہوتے ہیں اور قصہ کہانیوں کی طرح دلچسپ ہوتے ہیں۔ بعض مسلسل ہوتے ہیں بعض بالکل بے جوڑ فضول اور مجنونانہ۔ بعض کا اثر بھی نہیں ہوتا۔ اور بعض سے ہم پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔ اس قدر دکھ ہوتا ہے کہ آنسو آ جاتے ہیں بعض اس قدر پریشان ہوتے ہیں کہ آدمی کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ بعض بار بار نظر آتے ہیں اور بعض کچھ عرصہ بعد پھر نظر آ جاتے ہیں۔ بعض خواب کسی ہنگامی اثر کا نتیجہ ہوتے ہیں مثلاً خواب میں دیکھا کہ کسی آتش فشاں پہاڑ پر جل رہے ہیں آنکھ کھلی تو پاؤں انگیٹھی پر نظر آئے۔ خواب دیکھا کہ کسی مکڑی نے بازو میں کاٹ لیا۔ آنکھ کھلی دیکھا تو بازو سویا ہوا پایا۔ خواب میں ریڈیو کی دلفریب تانیں سنائی دیں۔ آنکھ کھلی الارم بج رہا تھا۔

آدمی بغیر خوراک کے زندہ رہ سکتا ہے لیکن نیند کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا ہے۔ ہر شخص کے لئے نیند لازمی چیز ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ سوتے میں آدمی کا تعلق زندگی کے واقعات سے رہتا ہے؟ بات یہ ہے کہ دن میں جو آرزو نامکمل رہ جاتی ہے دل اُس کے لئے بے چین رہتا ہے۔ نیند میں آرزو پوری ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے غریب کو خواب میں نظر آتا ہے کہ وہ اشرفیاں اُٹھا رہا ہے بھوکے کو غذائیں نظر آتی ہیں۔ کوئی کرکٹ کا کھلاڑی کوئی رن کئے بغیر آؤٹ ہو جائے تو وہ خواب میں دو دو سو رنیں کرتا نظر آتا ہے۔ معلوم ہوا کہ خواب دن کی نامکمل آرزو کی تکمیل ہوتی ہے۔

غور کیا جائے تو خوابوں سے کسی شخص کی دماغی اور دلی کیفیت بآسانی معلوم ہو سکتی ہے، اور اس کا آسانی سے علاج کیا جا سکتا ہے۔

عورتوں کے علمی کارنامے شروع زمانہ سے عورتوں نے دنیا کے مختلف شعبوں میں نام پیدا کئے ہیں۔ یورپ [illegible]

پہلے ایشیا ان کے کارناموں سے گونج چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں عورتوں کو اب مساوات حاصل ہوئی ہے لیکن مختلف زمانوں میں عورتوں نے اس حالت میں بھی بڑے بڑے کام انجام دیئے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ ٹریٹ شنک برلن کے ایک مشہور پروفیسر نے اپنے درس کے کمرہ میں لڑکوں کے ساتھ ایک لڑکی کو جگہ پر بیٹھے دیکھا۔ وہ حیران ہوا لیکن دلیرانہ قدم اٹھاتا ہوا اس کے قریب جا کے اس نے اپنا ہاتھ گویا اخلاق کے طور پر بڑھایا۔ لڑکی نے اسی اخلاق کے جواب اس سے سہارا لیا۔ پروفیسر اُسے دروازہ کے باہر چھوڑ آیا۔

سکندریہ میں ہائی پیشیہ نجوم الجبرا علم مساحت کی معلمہ رہی ہے۔ مائع کے کشید کرنے کا آلہ بھی اُسی نے ایجاد کیا۔ اس سے تین سو سال قبل ایک عالمہ کلیوپیٹرا گذری ہے۔ اس نے ایک کتاب سنگھار پر اور دوسری اوزان اور پیمانوں پر لکھی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے علم الکیمیا پر بہت کچھ لکھا ہے۔

بارہویں صدی میں ولیہ ہلدگارڈ مشہور ہو گذری ہے۔ اُس نے ایک خانقاہ قائم کی وہ علم طبیعات کی بڑی شائق تھی۔ اس کے مشاہدات چار جلدوں میں محفوظ ہیں۔ ان میں دواتوں پودوں وحیوانوں کی خصوصیات کا تذکرہ ہے۔ ان میں بعض ایسی باتیں اس نے درج کی ہیں جو کہیں بعد کے زمانہ میں دریافت ہوئیں۔ مثلاً انسان کے جسم میں خون گردش کرنے کا ایک نظام ہے۔ سمندروں میں جوار بھاٹے کیوں آتے ہیں۔

بوسونا میں کیتھرائن بتی ایک پورے کنبہ والی تھی لیکن علم طبیعات کی پروفیسری کرتی رہی اور اُس کے مردہم عصر اس کے کام سے بالکل مطمئن تھے۔ شمالی فرانس میں میڈم ڈی بوسویل کی تحقیقات کے سلسلہ سے صنعت و حرفت کو بڑی ترقی حاصل ہوئی اور معدنی کاروبار محققانہ بنیاد پر جاری ہوئے۔ علم نجوم میں منجم ہرشل کی بیوی نے بڑا کام سرانجام دیا ہے۔ اُس نے ۱۷۸۶ء سے ۱۷۹۷ء تک سات نئے سیارے دریافت کئے۔

تیرہویں صدی میں میریا مرین علم حشرات الارض کے مطالعہ کے لئے امریکہ گئی۔ اور وہ اس سلسلہ میں بڑی مشہور ہے کلیمنو روائر نے علم طبیعات کیمیا علم الاقتصاد پر مستند کتابیں لکھی ہیں۔ ملن کے فلاسفرہ میری انگینسی نے ریاضی میں وہ پیچیدہ قسم کی مساوات ایجاد کی جو انگینسی کے سحر کے نام سے مشہور ہے۔

بڑے بڑے سائنسدانوں کی بیویوں نے خانہ داری کے ساتھ ساتھ اپنے شوہروں کے علوم میں ان کا ہاتھ بٹا کے بام شہرت پر پہنچایا ہے۔ میڈم کری اور مسز انگولڈ موجودہ پروفیسر علم کیمیا لیڈس کی بیوی زندہ مثالیں ہیں۔ ان سے پہلے جرمن فشر کی علم طبیعات کے رسالہ کا فرانسیسی میں ترجمہ دراصل بیوٹ کی بیوی نے کیا اور یہ بات کہیں بعد کی طباعتوں میں تسلیم کی گئی۔ فلےمیرین منجم کی بیوی نے ایک فرانسیسی رسالہ میں زمین کے دھچکوں پر ایک طبعزاد مضمون لکھا۔ میڈم لیمائے سائر اپنے شوہر کی رصد گاہ میں اس کی نائب اور پرائیویٹ سکرٹری تھی۔

روس میں صرف کسی عالم کی بیوی کو ہی یونیورسٹی کی تعلیم میں حصہ لینے کی اجازت تھی۔ صوفیہ ایک روسی لڑکی نے ۱۴ سال کی عمر میں ہی بہت سا علم حاصل کر لیا تھا۔ اس کی تعلیم بند ہو جاتی لیکن اُس نے ایک ڈاکٹر کوولی سکائی سے شادی کر لینے کی تدبیر سوچی چنانچہ شادی کے بعد ہی دونوں نے عہد کیا کہ وہ بھائی بہن کی طرح رہ کے سائنس کی خدمت کریں گے۔ چنانچہ وہ اپنے زمانہ کی زبردست ریاضی داں گزری ہے۔ اور پیرس کی ایک اعلیٰ انجمن نے اس کی بڑی تعریف کی ہے۔

پھلجھڑیاں۔ شتر مرغ کا انڈا ایک اوسط درجہ کی ہندوستانی مرغی کے انڈے سے ۲۴ گنا بڑا ہوتا ہے۔

شمالی سرد ملکوں میں بمقابلہ گرم ملکوں کے توام بچے زیادہ ہوتے ہیں۔ سویڈن میں توام بچوں کی فی صدی اوسط اطالیہ اور برازیل کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔

اس وقت انگلستان میں ۲ کروڑ ۹ ۵ لاکھ عورتیں اور دو کروڑ ۴۰ لاکھ مرد ہیں۔ اگر بالغوں کا ہی حساب لگایا جائے تو ایک کروڑ عورتیں مردوں سے زیادہ ہیں۔ حکومت اسٹریلیا اور کناڈا سے خط و کتابت کرکے زائد لڑکیاں وہاں بھیجنا چاہتی ہے۔ کیونکہ وہاں عورتیں کم ہیں اور بہت سے کنوارے بیٹھے ہیں۔

لیڈی سکندرسٹین غزہ کے ایک فرعونی مقبرہ سے ایک ہڈی لے آئی۔ گھر میں اچانک کئی دفعہ سخت بیماریاں نمودار ہوئیں اور دو دفعہ آگ لگی۔ وہ ایسی گھبرا گئی ہے کہ خود مصر جاکے اس ہڈی کو اس مقبرہ میں رکھ آئے گی۔ لیڈی کے گھر رات کے وقت عجیب لباس کی ایک صورت گھوما کرتی ہے۔

آج سے تین ہزار برس پہلے چینی تیل نکالنے کے کنوئیں برماتے تھے۔ آج کل تیل نکالنے کے لئے بعض کنوئیں دو دو میل گہرے برمائے گئے ہیں۔ لاگت مختلف ہے۔ ایک کی قیمت ایک لاکھ ۴۰ ہزار سوا تین سو روپیہ تک ہوسکتی ہے۔

اگر آدمی کو نظر نہ آئے تو وہ چھوٹے چھوٹے حلقوں میں گھومنے لگتا ہے۔ جیسے گھڑی کی سوئیاں گھومتی ہیں جنگل میں کوئی بھٹک جاتا ہے تو اُس کی رفتار بھی ایسی ہی رہتی ہے۔ آنکھوں پر پٹی باندھ کے آدمی کو چھوڑ دیا جائے تو آدمی داہیں بائیں جیسا اُس کا رجحان ہو مڑنے لگتا ہے۔ مچھلی بھی اسی طرح تیرتی ہے۔

ہسپانیہ میں مے نوشی کم ہے۔ شارع عام میں کسی کا نشہ میں لڑکھڑاتے نظر آنا شاذ و نادر ہی ہے۔ حالانکہ وہاں شراب بے حد سستی ہے۔

محمد ظفر

حیدر آبادی بریانی

آج کل حیدر آباد کی یہ دو چیزیں بہت مشہور ہیں، لباس میں شیروانی اور طعام میں بریانی۔ اگرچہ نام کے لحاظ سے یہ دونوں چیزیں نئی نہیں ہیں مگر میرا خیال ہے کہ حیدر آباد ہی کی فضا میں اپنے ارتقائی مدارج طے کر کے یہ دونوں چیزیں اب اس درجہ پہنچی ہیں کہ اس سے زیادہ ترقی کی گنجائش اب ان میں نہیں معلوم ہوتی۔

شیروانی کی خوبی تو یہیں کے کسی درزی سے سلوا کر زیب تن کرنے پر ظاہر ہوگی مگر بریانی کی لذت سے ہر وہ شخص اپنے کام و دہن کو لذت بخش سکتا ہے جو یہاں کی مروجہ ترکیب کے موافق اس کے پکانے کا اہتمام کرے۔ چونکہ ۱۰ اپریل کے عصمت میں ایک عصمتی بہن نے اس کی ترکیب دریافت فرمائی ہے اس لئے حیدر آبادی بریانی کی اعلیٰ قسم کی ترکیب درج کی جاتی ہے مگر اس سے پہلے اتنا جان لینا ضروری ہے کہ بریانی، ایرانی زبان کا لفظ ہے یعنی بھونے ہوئے گوشت پر، پسا کر دم دئے ہوئے چاول کو بریانی کہتے ہیں چنانچہ حضرت شہنشاہ عالمگیر نے بھی اپنے ایک رقعہ میں "کھچڑی بریانی" کا لفظ استعمال فرمایا ہے یعنی بھونی کھچڑی جو خاص ترکیب سے پکائی جاتی ہے۔ اگر کسی کو خواہش ہو تو آئندہ کسی موقع پر اس کی ترکیب بھی لکھی جائے گی۔ اگر گوشت بھنا ہوا نہ ہو۔ کچا ہی۔ ملا جائے تو اس کو پلاؤ کہتے ہیں پس حیدر آباد کی اصطلاح میں بریانی بھی دو قسم کی ہوتی ہے ایک کچی دوسری پکی پھر ہر ایک کی دو قسمیں ہیں یعنی گوشتہ و دوگوشتہ۔

حیدر آبادی دوگوشتہ بریانی

وزن۔ گوشت دو سیر۔ چاول باریک عمدہ ایک سیر۔ ادرک ڈیڑھ چھٹانک۔ لہسن چار تولہ۔ پیاز پاؤ سیر۔ زعفران عمدہ ایک ماشہ۔ نمک حسب ذائقہ۔ زیرہ سیاہ ۶ ماشہ۔ الائچی ۶ ماشہ۔ لونگ ۶ ماشہ۔ جوزدیا۔ پپتی رکھا انند خربوزہ، ۳ ماشہ۔ دودھ پاؤ سیر۔ دہی پاؤ سیر۔ گھی ڈیڑھ پاؤ۔ لیموں ۴ عدد۔ پودینہ، کوتمیر، ہری مرچیں چھ چھ ماشہ۔

ترکیب۔ گوشت کو چھچھڑوں سے پاک کر کے چھٹانک چھٹانک کی بوٹیاں کاٹ لی جائیں اور ان کو پانی سے دھو کر کسی ٹوکری میں رکھ دیا جائے جب پانی پوری طرح نتھر جائے تو دیگچہ میں ڈال کر پسی ہوئی چٹنی اور حسب ذائقہ نمک اس کو لگائیں اور ڈھک کر گھنٹہ بھر اس کو رکھ چھوڑیں اتنی دیر میں گوشت نرم ہو جائے گا۔ اب ڈیڑھ پاؤ گھی میں پیاز کے لچھے بادامی رنگ کے تل کر نکال لیں اور اس تلی ہوئی پیاز کے تین حصہ کر کے دو حصے الگ رکھیں اور ایک حصہ الگ اور گھی بھی تیار کر ایک کٹورے میں الگ رکھیں اب تھوڑے سے گھی میں یعنی تقریباً نصف گھی میں ادرک دہی لگا کر قورمہ بن جاتا تو اس گوشت کو بگھار دیں، گوشت کا پانی سوکھنے کے بعد اس کو خوب بھون لیں اور گوشت گلنے کے اندازے پانی ڈال دیں جب گوشت گل جائے اور پانی خشک ہو جائے تو قورمہ تیار ہے۔ گرم مسالے اور زعفران ہر ایک کے تین تین حصے کریں ایک ایک حصہ پیس کر اس قورمہ پر چھڑک کر اس کو دم پر چھوڑ دیں بقیہ دو دو حصے ویسے ہی اٹھا کر رکھیں پودینہ کوتمیر اور ہری مرچیں بھی باریک کتر کر ایک حصہ چھڑک دیں اور دو حصے اٹھا رکھیں۔ جوز بھی باریک پیس کر گوشت پر چھڑک دیں اور ایک لیموں کی ترشی بھی، وہ ایک حصہ پیاز بھی باریک چورہ کر کے چھڑک دیں۔

اب چاولوں کے پکانے کے لئے تین سیر پانی چولہے پر چڑھا دیں اور اس میں ثابت گرم مسالہ جو دو حصہ رکھا ہوا ہے یعنی الائچی زیرہ سیاہ۔ لونگ دارچینی، یہ چاروں چیزیں پانی میں ڈال دیں اور نمک بھی جب پانی کو جوش آ جائے تو چاول ڈال کے اس میں ذرا سا گھی کا ڈال دیں ادھ کچے چاول دو کنی پر آ جائے تو ایک ٹوکری میں الٹ دیں تاکہ پیچ نتھر جائے، دیگچہ میں مزید پانی ڈال کر وہ بھی چاولوں پر سے بہا دیں اور چاولوں کے ٹوکرے کو ہلا کر اوپر نیچے کر دیں تاکہ پیچ پوری طرح نتھر جائے۔

قورمہ جو تیار رکھا ہے اس پر ان چاولوں کو پھیلا دیں اور ان پر بقیہ زعفران پسی ہوئی، پیاز تلی ہوئی، گھی اور دودھ، لیموں کی ترشی،

پودینہ کوتھمیر وغیرہ سب ڈال دیں اگر خوشبو دینا منظور ہے تو عرق گلاب و کیوڑہ ایک چھینٹا نمک ڈال دیں کونڈا ڈھک کر کناروں کو آٹے سے بند کرکے چولھے پر رکھ کر زور کی ایک آنچ دیں جب گھی کی آواز آنے لگے تو آنچ نکال کر آگ پر چھوڑ دیں۔ جب خوشبو آنے لگے تو آگ کو کم کرکے کونڈے پر کچھ وزن رکھدیں تاکہ بھاپ نہ نکلے اور نیچے اوپر کچھ آگ رکھ کر دم پر چھوڑ دیں۔

کچی بریانی اگر بریانی ہو تو گوشت کا قورمہ نہ پکائیں بلکہ کچے گوشت کو نمک اور دہی لگا کر رکھدیں، گھنٹہ دو گھنٹے بعد جتنا بھی پانی گوشت کا چھوٹتا ہے دیگچے کو ٹیڑھا کرکے نکال دیں اور ایک صاف کپڑے سے پونچھ پونچھ کر نچوڑ دیں۔ پھر پسے ہوئے ادرک لہسن کا شیرہ نکال کر گوشت میں اچھی طرح ملا دیں۔ وہ تمام مسالے جو قورمہ میں دئے گئے تھے اور جتنے گئے تھے وہ سب اسی مقدار میں اس گوشت میں ڈال کر کفگیر سے خوب ملائیں اور رکھ چھوڑیں پھر چاولوں کو پکا کر اس گوشت پر بچھا دیں اور مذکورۂ بالا ترکیب کے موافق دم دے دیں۔ دم دینے میں مہارت، تجربہ، اور احتیاط کی ضرورت ہے۔ اور اسی میں باورچی کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ آج کل اسی کچی بریانی کا عام رواج ہے۔

کوفتے انڈے والے حیدرآبادی وزن۔ گوشت آدھ سیر۔ گھی پاؤ سیر۔ بادام ۲ تولہ۔ چرونجی ایک تولہ۔ خشخاش ایک تولہ۔ کھوپرہ سوکھا ۱½ تولہ۔ چنے بھونی دال ۲ تولہ۔ دہی پکا آدھ پاؤ۔ پیاز ایک گٹھی۔ لہسن ایک گٹھی چھوٹی۔ دانہ الائچی ایک ماشہ۔ لونگ ۴ عدد۔ دارچینی ایک ماشہ۔ سیاہ زیرہ ایک ماشہ۔ زعفران نیم ماشہ۔ مرچ نمک انڈے پودینہ کوتھمیر حسب ضرورت۔

ترکیب ران کے گوشت کے پسندے بنوالیں۔ ایک چھٹانک گھی میں پیاز کے لچھے اور لہسن کو تل کر نکال لیں اور باریک پیس کر رکھ لیں۔ اور اسی گھی میں گوشت بگھار دیں۔ کوفتوں میں ادرک مطلق نہیں ڈالی جاتی۔ کیونکہ اس سے کوفتے بکھر جاتے ہیں۔ بادام چرونجی خشخاش کھوپرہ ان چاروں چیزوں کو توے پر بھونیں۔ اور دہی کے پانی کا چھینٹا دے دے کر خوب باریک پیس لیں۔ چنے کی دال گرم مسالے اور زعفران کو بھی الگ الگ باریک پیس لیں۔ دہی کو کپڑے میں باندھ کر اس کا پانی ٹپکا لیں جب گوشت خوب گل جائے اور پانی بالکل سوکھ جائے تو اس کو کوٹ لیں پھر دہی اور مسالے ملا کر خوب باریک کوٹ لیں مگر یہ پسا ہوا گوشت سخت رہے پتلا نہ ہونے پائے۔ اس میں گڑھا کرکے گھی ڈال کر ایک انگارہ رکھ کر ڈھک دیں تاکہ خوشبودار ہو جائے۔ پھر ایک یا دو انڈے کی سپیدی پھینٹ کر اس میں ملا دیں تاکہ بناتے وقت کوفتے ٹوٹنے نہ پائیں۔ اب حسب ضرورت انڈوں کو ابال لیں ان کا چھلکا دور کر دیں اور ان پر اس پسے ہوئے قیمہ کی باریک تہ چڑھا دیں اور گھی میں تل لیں بس انڈے والے کوفتے تیار ہو گئے۔ اب اگر ان کوفتوں کو بیچ میں سے تراش کر دو دو کر دیں تو یہی نرگسی کباب ہو گئے۔

ام عاصمہ گلبرگہ

معاشرت کی قربان گاہ پر ایک ماں اور دو بچوں کی قربانی

غیرت دار خاتون اپنے ننھے بچوں کو ایک بیوہ ننھی ہو گئی مگر دنیا آج تک اس بدنصیب ہستی کا ماتم کر رہی ہے [illegible] [illegible] بن کر بیچا [illegible] [illegible] [illegible] کو بھی [illegible] [illegible] کا حال [illegible] پہنچا [illegible] جو حضرت علامہ راشد الخیری کی [illegible] تصنیف نوحہ زندگی ہے [illegible] عصمت کی [illegible] قربان ہونے والی ماں [illegible] ہے۔ نوحہ زندگی [illegible] نوحہ زندگی [illegible] [illegible] قیمت [illegible]

منیجر عصمت دہلی

ہندوانی پکوان

۱۵ اپریل کے نمبر عصمت میں محترمہ مسز حامد اللہ صاحب نے کسی ہندو بہن سے ہندوانی پکوان خصوصاً آلو کی چیزیں دریافت کی ہیں لہٰذا میں چند ترکیبیں درج کرتی ہوں جو ہند. و بہن کی بتائی ہوئی اور ان کی اور میری آزمودہ ہیں

بگھارے آلو۔ ترکیب۔ آلو ۲ سیر سرخ مرچ کا سفوف حسب پسند ہلدی کا سفوف ۲ ماشہ۔ پیاز دو گٹھی لہسن ایک گرہ چھوٹی کوتمیر تھوڑی سی ہری مرچ حسب مقدار دش کی لال ہلدی گرم مسالہ کا سفوف دو چٹکی تیزاب جو استعمال کرتے ہوں۔ ادرک آدھی گرہ۔ پہلے آلو ابال کر چھیل لیں اور چار چار قتلے کرلیں پھر جب قتلے کر رکھیں تو حسب پسند نمک ایک چھڑک کر رکھ لیں۔ اور کسی برتن میں دو چھٹانک گھی ڈال کر کڑکڑا لیں۔ اس میں ماش کی دال اور کریپاک کے چند پتے ڈال کر بھونیں۔ جب دال سرخ ہونے لگے تو پیاز باریک تراش کر ڈالیں پیاز زیادہ سرخ نہ ہونے پائے صرف کملا جائے تو ابلے ہوئے آلو اس میں ڈال دیں۔ اور اچھی طرح کفگیر سے ہلا کر سرخ مرچ کا سفوف حسب پسند تیزاب اور ہلدی کا سفوف اور ہری مرچ تراش کر ڈالیں۔ اور خوب بھونیں مگر یہ خیال رہے کہ آلو ٹوٹنے نہ پائیں۔ بعد ازاں جب مسالہ اچھی طرح مل جائے تو لہسن اور ادرک کوتمیر پیس کر ڈال دیں اور اچھا سب یکجان کر کے بھون کر اوتار لیں یہ خیال رہے کہ زیادہ سوختہ نہ ہونے پائے ورنہ خستہ ہونے پر پوری سے کھانے کے قابل نہ ہوگا۔

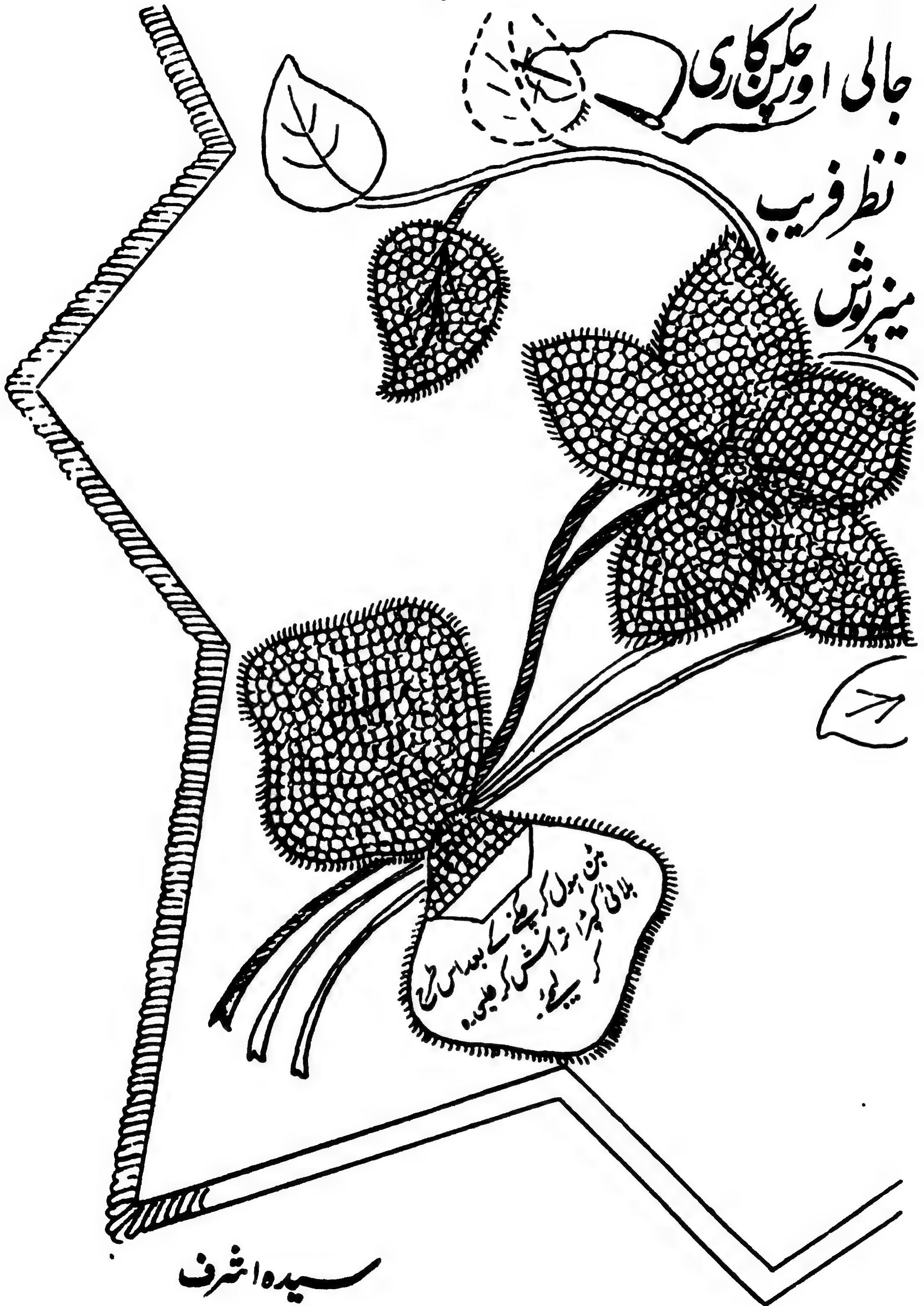
دیگر اس کی ترکیب بھی بعینہ یہ ہی ہے جو اوپر درج ہے اور تمام مصالحہ اور بگھارنے کی ترکیب بھی بالکل یہ ہی ہے اس میں فرق صرف یہ ہے کہ پہلے کی ترکیب میں آلو ابال کر قتلے کرلئے تھے اس میں آلو ابال کر ہاتھ سے مسل کر ڈھیلے تاکہ بھرتا ہو جائے تو نمک چھڑک کر رکھ دیں۔ اور بقیہ ماندہ مندرجہ بالا ترکیب سے بگھار کرتے ہوئے آلو ڈال دیں۔ اور بھون کر اتار لیں۔ یہ آلو کا بگھار اپھوٹ کہلاتا ہے۔

دیگر بگھارے ہوئے کھٹے آلو سامان آلو۔ املی۔ ہلدی کا سفوف۔ سرخ مرچ کا سفوف۔ ہلدی۔ نمک۔ ترکیب۔ آلو ابال کر پھانکیں کاٹ لیں۔ املی جتنا کھٹا پسند ہو حسب مرضی لے کر اچھی طرح مٹھی باندھ کر متھ لیں مگر متھتے وقت پانی ذرا سا ڈالیں تاکہ کھٹا عرق اچھا گاڑھا نکلے جب خوب متھ چکیں تو مٹھی باندھ کر نتھار لیں اور اس عرق میں نمک گھول لیں بعد ازاں مرچ اور ہلدی کا سفوف ملا لیں۔ اور آلو کی پھانکیں بھی اس میں ڈال کر اچھا ملا دیں۔ اور چولھے پر چڑھا دیں جب پکنے لگے اور املی کا کھٹا اور مصالحہ سوکھنے پر آئے تو اتار کر کسی طشت میں ڈال کر پھیلا دیں تاکہ سوکھ جائے۔ دھوپ میں نہ سکھائیں۔ بلکہ ہوا میں سوکھنا چاہیئے۔ جیسا بار اکھا جائے تو اس کو آدھا پاؤ گھی ڈال کر تل لیں جب ایک طرف سرخ ہو جائیں تو دوسری طرف تل لیں اور سرخ کر کے اتار لیں۔ یہ سوختہ آلو ہیں انھیں کھانے کے ساتھ چکھا جاتا ہے امید ہے کہ عصمتی بہنوں کو پسند آئیں گے۔

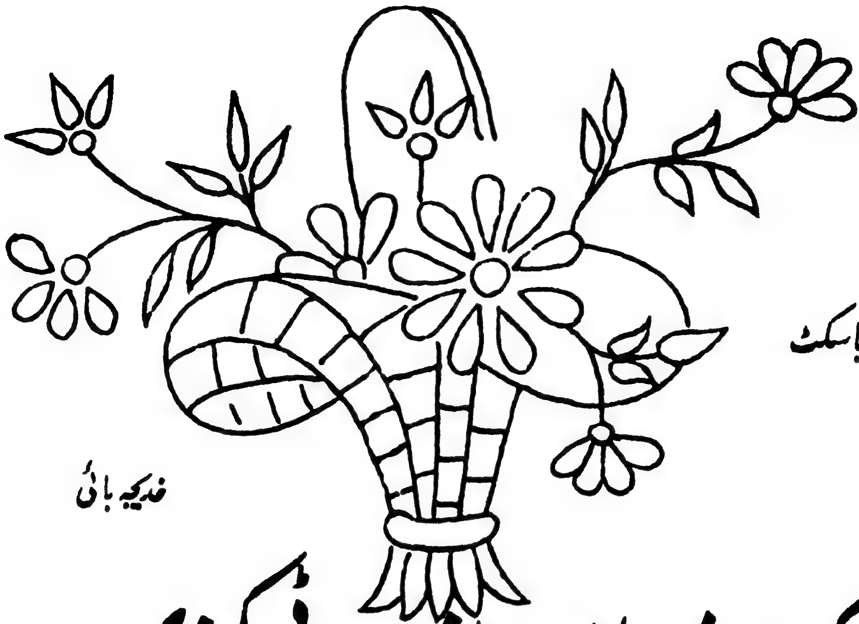
نوٹ مندرجہ بالا دو ترکیبوں میں دار چینی کے سفوف کا جو لکھا گیا ہے وہ آلو بھون کر اتارتے وقت ایک ایک چٹکی اس میں برائے خوشبو ڈال کر کفگیر سے اچھا ہلا کر اتار لیں۔ اور آلو ان چیزوں کی تیاری کے لئے ہمیشہ پرانا لیں۔ نیا آلو ابلتے ابلتے ٹوٹ جاتا ہے۔

ب۔ ن۔ مسز ابراہیم۔ مدراس

جالی اور چکن کاری نظر فریب میز پوش



سیدہ اشرف



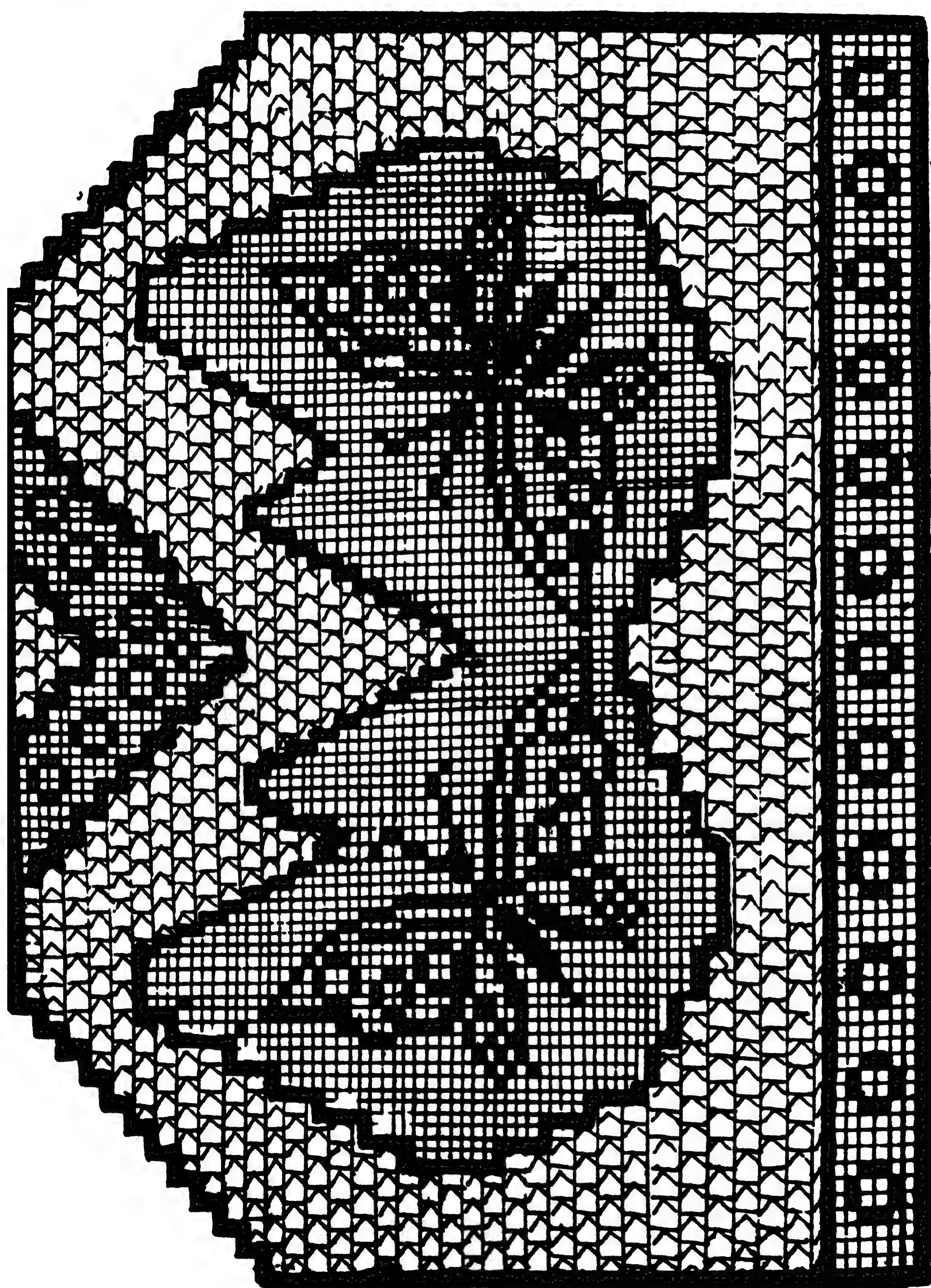
کروشیا میں دلفریب ٹی کوزی

اس ٹی کوزی کا نقشہ بالکل واضح ہے۔ دیکھ کر آسانی سے بنائی جا سکتی ہے۔ سنہری تلے سے اگر نہیں تو نیچے کا غلاف قرمزی ساٹن کا ہونا چاہیئے۔ اور اگر روپہلی تلے سے بنیں تو غلاف فیروزی، سرخ یا جامن رنگ کی ساٹن کا ہونا چاہیئے۔ رنگا رنگ کے چمکنے والے ورق (جو کہ بازار میں بکتے ہیں)، لے کر تیتریوں کے سائز کے کاٹ کر ٹی کوزی کے سائز کے غلاف پر صفائی سے چپاں کریں تاکہ اس میں کوئی شکن نہ رہے۔ اس کے بعد باریک سوئی سے ورق کے ہمرنگ دھاگے سے احتیاط سے سی لیں۔ لیکن یہ خیال رہے کہ پہلے یہ دیکھ لیں کہ یعنی کروشیا کی بنی ہوئی ٹی کوزی کے غلاف کو ٹی کوزی پر چڑھا کر دیکھ لیں، کروشیا کی تیتریاں ان ورق کی کی ہوئی تیتریوں پر ٹھیک آ جاتی ہیں

جب ٹی کوزی بنائی جا چکی ہو کوئی چھوٹی سی نفیس لیس بن کر اردگرد ٹانک دیں۔ ورنہ تلے کے ہمرنگ موتی اور ستارے کر لیس بنا لیں۔ اور جہاں اس قسم ◘ کا پھول بنا ہوا ہے وہاں سفید یا سنہری ستارہ لے کر ساٹن کے ہمرنگ سوتی سے ٹانک لیں۔

تیتریوں پر بھی جا بجا موتی لگائیں۔ ان موتیوں کا رنگ ورق کے رنگ کا سا ہو۔ اس ٹی کوزی کی خوشنمائی کا اظہار میں لفظوں سے ادا نہیں کر سکتی۔ اس کی دلفریبی کا اندازہ کچھ اس کے تیار ہونے پر ہی ہو سکتا ہے۔

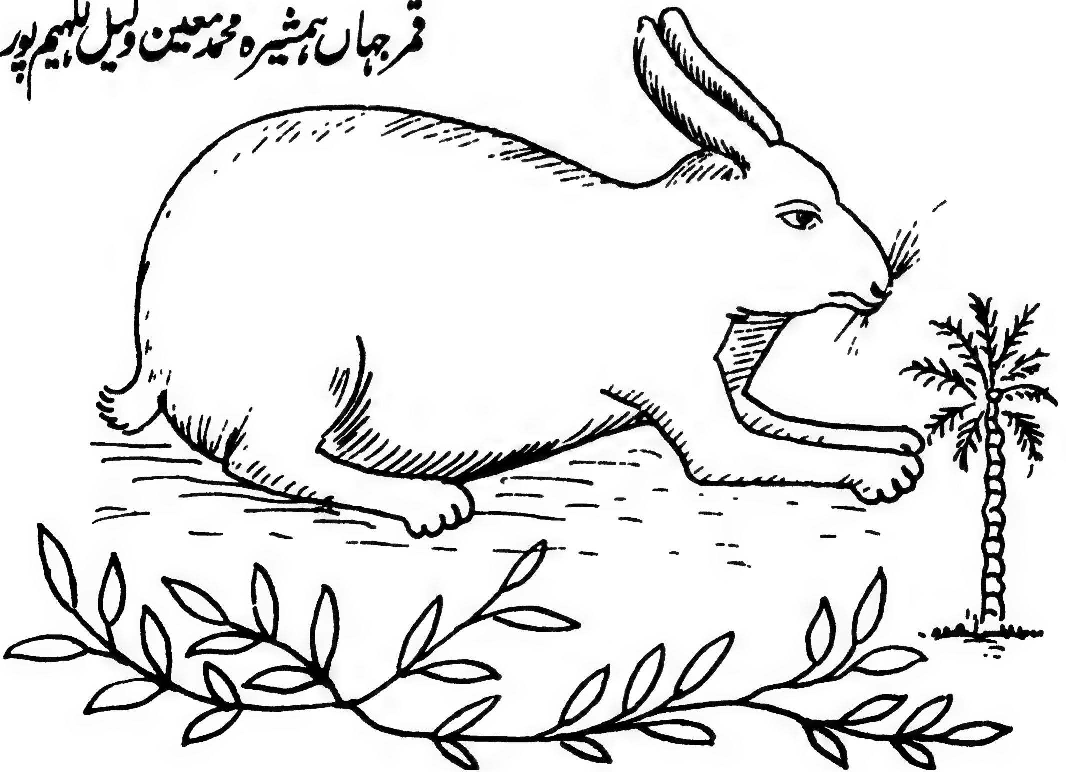
مسز ایوب خاں بمبئی



روئی کا خرگوش

یہ دستکاری عصمت میں کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے اور بہنوں نے پسند بھی کی ہے اس لئے آج میں روئی کا خرگوش پیش کرتی ہوں یہ دستکاری بہت ہی آسان وکم خرچ بالا نشین ہے ایک بنڈل روئی میں کتنی چیزیں بن جاتی ہیں اس سے پہلے بہن نشاط افزا صاحبہ کی طرف سے مرغی وغیرہ شائع ہو چکی ہے اس لئے زیادہ مفصل لکھنے کی ضرورت نہیں۔ خرگوش کو کاغذ پر اتار کر کاٹیں اور اس کاغذ کو روئی پر رکھ کر کاٹ لیں۔ نیلی مخمل پر سبز ریشم سے جھاڑی و کھجور بنائیں۔ اور خرگوش کو سفید کیلے کے ریشم سے بھر دیں اس سے بیحد خوشنما ہو جائے گا۔ آنکھ پر پہلے ایک لمبا شکویں ستارہ ٹانکیں ان کے اوپر سرخ نگ اگر نگ نہ ملے تو بیچ کا موتی ٹانک دیں اور منہ ہلکے گلابی ریشم سے بنائیں۔ مونچھیں سفید ریشم سے بنا کر ٹانکیں اور مخمل کو وفتی پر گوندے چپکا کر خرگوش کو جھاڑیوں کے اوپر آہستہ سے بیچ میں چپکا دیں اور فریم لگوا کر اپنے کمرے میں آویزاں کر دیں بہت خوشنما معلوم ہوگا اور بہت مشکل سے کوئی بتا سکے گا کہ یہ خرگوش روئی کا یا ایمبرائڈری مشین کا ہے۔

قمر جہاں ہمشیرہ محمد معین وکیل لکھیم پور



دل کش منظر

اس منظر کو نہایت صفائی سے سُرخ ساٹن پر راجہ رانی کی شیڈ دار پھیوں سے نیچے لکھے ہوئے رنگوں سے کاڑھیں نہایت خوبصورت معلوم ہوگا +

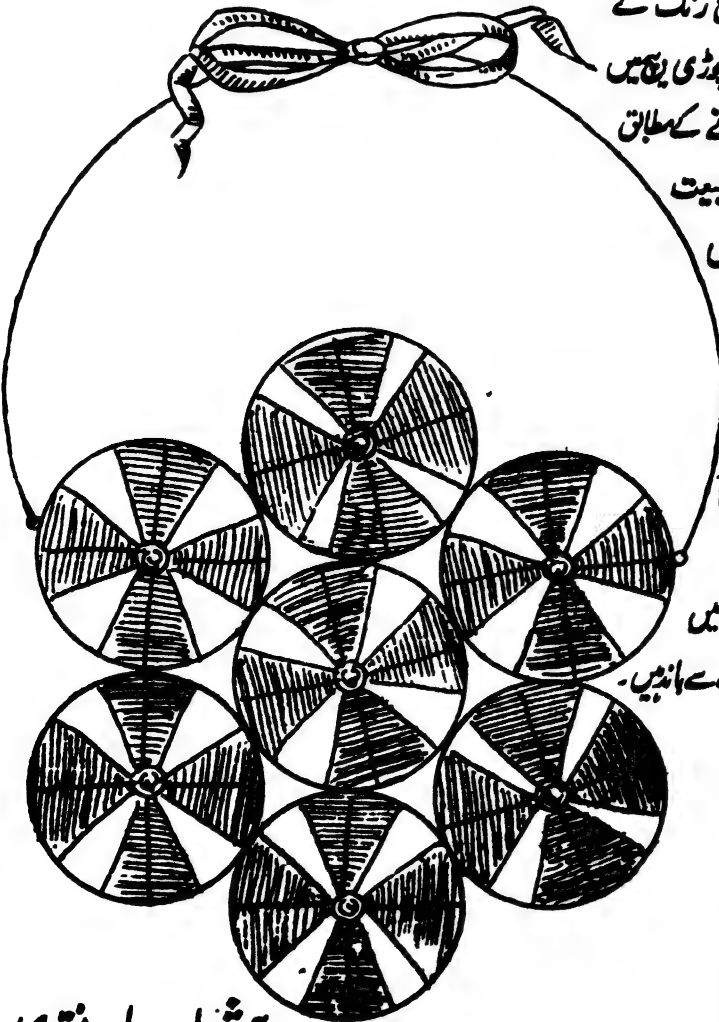


درخت گہرے ہرے رنگ کا شیڈ دار۔ ہر پاکلٹ شیڈ دار۔ گھاس سبز رنگ ہے ۔

مس انیس سلمہ لکھنؤ

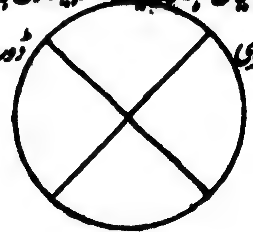
خوبصورت باسکٹ

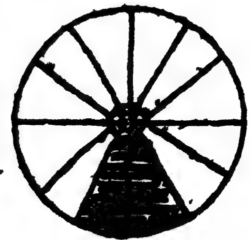
ترکیب ذیل میں ایک باسکٹ کا نمونہ بہنوں کے سامنے پیش کرتی ہوں امید ہے بہنیں بھی پسند فرمائیں گی۔ جو نہایت آسان خوبصورت اور پائدار ہے چھوٹی بچیاں بھی تیار کرسکتی ہیں۔ سات چوڑیاں لوہے کی جو عام طور پر آج کل پہنی جاتی ہیں۔ چھ برابر ایک کچھ بڑی تار لوہے کا حسب ضرورت چوڑیوں اور ہینڈل کے لئے تار پر پیشتر سبز کپڑا اور پھر سنہری ڈورا لپیٹ لینا چاہئے۔ بعدہ مرغوب طبع رنگ کے ڈورے سے پھول بنالیں۔ بڑی چوڑی بیچ میں لگائیں۔ پھول تیار ہونے پر نمونے کے مطابق باندھ لیں اور ہینڈل لگالیں اگر طبیعت چاہے پھول میں چھ پتیاں بنائیں ورنہ چار۔



گول نشان پر اندر باہر سنہری ستارے لگائیں نمونہ اور ترکیب بہت صاف ہے امید ہے بہنیں نمونہ دیکھ کر باآسانی تیار کرسکتی ہیں۔

یہ خیال رہے چوڑیاں اور ہینڈل آپس میں سنہری ڈورے سے باندھیں۔





ہمشیرہ اے ام نقوی

اس پرچہ کی
چند تاریخی تصاویر

مسجد پیرس کے جو فوٹو اس پرچہ میں شائع کئے جا رہے ہیں ان میں سے ایک مسجد کے دروازہ کا ہے جس میں نہایت عمدہ کام لکڑی کے کسراد کا بنا ہوا ہے جو انتہائی خوشنما ہے۔ دوسری تصویر اس جگہ کی ہے جہاں منبر رکھا ہے۔ یہ اندر کا حصہ ہے۔ منبر بہت کافی بلند ہے اور خوبصورت ہے۔ تیسری تصویر بالکل اندر کی ہے جہاں ایک بہت بڑا جھاڑ لگا ہوا ہے اس کی سات منزلیں ہیں جس وقت اس میں روشنی ہوتی ہے تو آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ بہت دیدہ زیب ہے اندر تمام ایرانی قالینوں اور مخملی پردوں اور بہترین سامان سے جھاڑ مزین ہیں۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ چوتھی تصویر مسجد کے حمام خانہ کی ہے یہاں ہر قسم کے غسل کا سامان موجود ہے اور صفائی کا باقاعدہ انتظام ہے۔ ہر غسل کرنے والے کو انتہائی آرام پہونچایا جاتا ہے۔ حمام میں متعدد کمرے ہیں ایک دوسرے سے زیادہ گرم۔ آخری کمرہ بہت زیادہ گرم ہے۔ علاوہ جمعہ کے ہر روز یہاں نہلانے والوں کا جمگھٹا رہتا ہے۔ سب سے زیادہ تعریف کی بات یہ ہے کہ ہر جمعہ کو مسجد میں قریب ساڑھے پانچ سو افراد کے نماز میں شرکت کرتے ہیں۔ یہ ایسی جگہ ہے جہاں مسلمان بالکل نظر نہیں آتے۔ پیرس جیسے مقام پر اتنا بڑا مجمع تعجب انگیز بات ہے۔

ہوٹل نیپلز نیپلز اٹلی کا ایک مشہور شہر ہے۔ ہوٹل کے سامنے جو دھواں نظر آتا ہے وہ مشہور کوہ آتش فشاں ہے۔ جب اس میں حدت زیادہ ہوتی ہے تو اکثر راتوں کو آگ کے شعلے عجیب آوازوں کے ساتھ نکلتے ہیں۔ دھواں تو ہر وقت نکلتا رہتا ہے۔

وینس یورپ کا مشہور شہر ہے وہاں زمین کم پانی زیادہ ہے لہذا سڑکوں پر بھی الکٹر بوٹ کام کرتے نظر آتے ہیں۔ وہاں کے لوگ اپنی ضروریات کو بوٹوں سے راستے طے کر کے پورا کرتے ہیں۔ یہ عمارتیں بہت قدیم ہیں اور ساتھ ہی خوبصورت بھی۔

مسز حمید لکھنوی

چہل زینہ شہر قندھار سے کوئی پانچ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے جسے چہل زینہ کہتے ہیں۔ یہ ایک پہاڑ پر واقع ہے۔

پہاڑ پر موٹر کی سڑک ہے۔ دو تین موڑ چڑھنے کے بعد ایک کھلا میدان پہاڑ کو صاف کر کے موٹر کے لئے بنایا گیا ہے۔ چہل زینہ پہاڑ کی چوٹی پر ایک محراب کو جو پہاڑ کو کاٹ کر بنائی گئی ہے کہتے ہیں۔ اوپر چڑھنے کے لئے چالیس سیڑھیاں ہیں جو بہت اونچی اونچی ہیں۔ بعض تو ایک گز کے قریب ہیں۔ اس لئے چڑھنا مشکل ہے۔

یہ محراب اور زینہ شہنشاہ بابر کے وقت کا ہے۔ جو بابر نے اپنی فتح کی یادگار کے طور پر بنایا تھا۔ محراب میں پتھر کے ابھرے ہوئے حروف سے بابر کے تمام مفتوح علاقوں کے نام لکھے ہیں۔ جو اب کہیں کہیں سے ٹوٹ کر پڑھنے کے قابل نہیں رہے۔ محراب کے دروازہ پر دو شیر پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ افغانوں نے بت سمجھ کر ان کی گردنیں اڑا دیں۔ اس جگہ ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔

گو چہل زینہ پر لوگوں کا چڑھنا مشکل ہے۔ مگر اوپر سے نیچے کا منظر تو دیکھنے ہی کے قابل ہے۔ یہ دو تصویریں بھیجتی ہوں۔ ایک نیچے سے چہل زینہ کی ہے۔ اور دوسری اوپر سے لی گئی ہے۔

(سیدہ صدیق حسن از قندھار)

مہابلیشور پونہ سے تقریباً پچھتر میل دور ایک صحت افزا مقام ہے۔ گرمی کے موسم میں بہت سے

لوگ تبدیل آب و ہوا کے لئے وہاں جاتے ہیں شہر کے دو حصّے مانے گئے ہیں۔ ایک حصّہ جہاں پرانے زمانہ کی چند عمارتیں اور مندر وغیرہ ہیں۔ وہ پرانا مہابلیشور کہلاتا ہے۔ اور دوسرا حصّہ جہاں زمانہ اور ضرورت کے لحاظ سے نئی نئی عمارتیں بازار راستہ وغیرہ بنائے گئے ہیں وہ نیا مہابلیشور کہلاتا ہے۔ یوں تو مہابلیشور میں بہت سی اونچی اونچی چوٹیاں ہیں جن میں سے کناٹ پیک Connaught Peak اور Arthur Seat قابل ذکر ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اوّل الذکر بمبئی پریسیڈنسی میں سب سے زیادہ اونچی چوٹی ہے۔ جہاں سیزن کے زمانہ میں سینکڑوں لوگ بطور سیر جایا کرتے ہیں گو راستہ خطرناک و کٹھن ہے۔ مگر منزل مقصود پر پہونچنے کے بعد ساری تکان صرف سے بدل جاتی ہے۔ چوٹی پر سے دور دور کے نچلے مکانات نیز پہاڑوں کا منظر نہایت دلکش معلوم ہوتا ہے۔ پرانے مہابلیشور کا مندر خاص طور پر قابل ذکر ہے جس کی عمارت پرانے زمانے کے طور پر تعمیر کی گئی ہے علاوہ جہاں سوائے ہندوؤں کے کسی غیر قوم کے فرد کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ مندر کی پچھلی طرف پانچ دریاؤں کا اتصال ہے سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے۔ کہ مندر میں گائے کے منہ کی ایک مورت ہے جہاں سے ان پانچ دریاؤں کا پانی نکل کر نیچے گرتا ہے۔ پانی جمع ہونے کے لئے معمولی طرز پر ایک تالاب بنایا گیا ہے (جیسا کہ تصویر سے ظاہر ہے) جہاں سے سینکڑوں لوگ پانی لے جاتے ہیں۔ اس حصّہ سے علیٰحدہ دوسری طرف ایک اور عمارت ہے جہاں دیوتا مہادیو کی مورت ہے ایک جانب پیتل کا پلنگ ہے کہتے ہیں کہ مہادیو دیوتا اس پر سویا کرتے تھے۔ اور چند چیزیں بھی رکھی ہوئی ہیں جن کے متعلق بھی ایسی ہی بہت سی باتیں مشہور ہیں۔ مندر میں ایک بڑی شمع جلا کرتی ہے۔ مگر پھر بھی اس قدر تاریکی ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔

(مریم بیگم ابراہیم ہارون جعفر پونا)

پگلی

یہ پاگل عورت جس کی عمر تقریباً ۴۰ سال ہے بھوپال کے ایک قصبہ کی رہنے والی اور ایک پٹیل کی لڑکی ہے دماغ کی خرابی سے اپنے گاؤں سے نکل بھاگی بھوپال میں مسلمان کی گئی اور نام سکینہ رکھا گیا۔ مگر اب نہ وہ ہندوؤں میں ہے نہ مسلمانوں میں ہر قوم کا کھاتی ہے کپڑا اور کانچ زیور پہننے کی بہت شوقین ہے اور صرف پہننے کی پاگل ہے۔ تمام سڑکوں پر ماری ماری پھرتی ہے۔ لڑکوں اور آدمیوں کا ہجوم اس کے ساتھ رہتا ہے۔

بزمِ عصمت

بزمِ عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں (۱) جن میں نمبر خریداری کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو۔ (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جس میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارہ میں کوئی بات نہ ہو (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے بنا بنا کر لکھا ہوا ہو۔ ایڈیٹر

نہایت مسرت و انبساط سے ایڈیٹر صاحب اور عصمتی بہنوں کو اطلاع دیتی ہوں کہ عصمت کی مشہور شاعرہ میری بڑی ہمشیرہ خورشید آرا بیگم منشی فاضل ادیب فاضل (امراؤتی) پرشین پروفیسر سنٹرل کالج فار ومین (ناگپور) کی شادی خانصاحب نواب صدیق علی خانصاحب ایم۔ ال۔ اے (دہلی) اسپیشل مجسٹریٹ فرسٹ کلاس (ناگپور) کے ساتھ بتاریخ ۱۶ مئی ۱۹۳۰ء بطریق شرعی بحسن و خوبی انجام پذیر ہوئی۔ دعا ہے خدائے قدوس یہ سنجوگ فریقین کو مسعود و مبارک کرے۔ آمین۔ اس خوشی میں رسالہ کا ایک نیا خریدار پیش کرتی ہوں۔

نہایت فخر و خوشی سے یہ اطلاع بھی دیتی ہوں کہ میری چھوٹی بہن بلقیس جمال بنت قاضی محمد قیام الدین صاحب۔ امراؤتی نے امسال ناگپور یونیورسٹی کے۔ ایف۔ اے۔ کے امتحان میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ عزیزہ سلمہا یونیورسٹی کی تمام طالبات میں اول رہیں اور ازراہ دعا بانی پانسکر میڈل حاصل کیا۔ اس خوشی میں دو روپے ارسال ہیں۔

عابدہ بیگم مسز ڈاکٹر ظریف حسین مقیم امراؤتی

بہنوں کی آگاہی کے لئے یہ خوشخبری لکھتی ہوں کہ میری منجھلی ہمشیرہ سیدہ زمرد خاتون کی شادی خانہ آبادی شیخ محمد رفیق صاحب سکرٹری ڈسٹرکٹ بورڈ آف ایبٹ آباد ہزارہ کے ساتھ مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۳۰ء کو نہایت تزک و احتشام سے سرانجام پائی بہنیں دعا کریں کہ دولہا بھائی اسم بامسمیٰ صحیح معنوں میں میری ہمشیرہ کے رفیق حیات ثابت ہوں اور یہ جوڑا ہمیشہ شاد و خرم امن و چین کی زندگی بسر کرے۔ آمین!

گ۔ ن۔ بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل۔ کپورتھلہ

ناظرین و ناظرات عصمت کو یہ خبر سنکر خوشی ہوگی کہ میرے بڑے بھائی جان سید محمد احمد صاحب سبزواری خدا کے فضل و کرم سے اور ہماری سب کی دعا سے امتحان بی۔ اے۔ میں عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے درجہ دوم میں پاس ہو گئے۔ دو روپے کی ناچیز رقم خیرات فنڈ میں ارسال ہے۔

حامدہ سلطان سبزواریہ۔ بھوپال۔

کیا کوئی بہن بتا سکتی ہیں کہ دیوان سعدیؒ فارسی مع ترجمہ کہاں اور کس قیمت پر مل سکتا ہے۔ نئے اور پرانے دونوں کی قیمت مطلوب ہے۔ نیز دیوان جلیل اردو کی بھی ضرورت ہے کوئی واقف کار بہن ملنے کا پتہ اور قیمت سے آگاہ فرمائیں۔ ممنون ہوں گی۔

ب۔ ن۔ آنسہ ابراہیم مدراس

ازراہ کرم کوئی بہن انڈے بھرا مرغ پکانے کی ترکیب لکھ کر ممنون فرمائیں۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ میرے سر کے بال کثرت سے گر رہے ہیں۔ بدرنگ ہوتے جاتے ہیں اور قبل از وقت بے حد سفید ہو رہے ہیں درد سر بہت رہتا ہے۔ میں تمام عمر شکر گزار رہوں گی۔ خدا کے لئے اپنے مشورہ سے مستفید فرمائیں۔

خریدار ۱۵۴۱

خریدار نمبر ۹۴۱۸۔ آپ لام جوس آئل پانچویں چھٹے روز سر میں ڈالا کریں۔ اور عرق شاہترہ ۵ تولہ عرق ماء الجبین ۷ تولہ میں شربت عناب ۲ تولہ ملا کر روزانہ صبح پی لیا کریں۔

خریدار نمبر ۲۰۸۷ ثانی۔ آپ کلونجی چھوٹی ہڑ تقدر چار ماشہ کوٹ چھان کر عرق شاہترہ دس تولہ شربت عناب ۲ تولہ کے ہمراہ

روزانہ صبح کھالیا کریں۔

خریدار نمبر ۹۰۲۲۳۔ آپ بوقت صبح خمیرہ گاؤزبان عنبری پانچ ماشہ کھا کر اوپر سے عرق گاؤزبان دس تولہ پی لیا کریں۔

خریدار نمبر ۲۰۳۰۶۔ تخم خرفہ سیاہ ۶ ماشہ حب الآس ۱۰ ماشہ۔ بیخ انجبار ۶ ماشہ۔ پانی میں پیس چھان کر شربت نیلوفر ۲ تولہ ملا کر پلائیں اور گرم غذاؤں سے پرہیز رکھیں مثلاً انڈا مچھلی۔ گوشت۔ گڑ۔ تیل وغیرہ بالکل نہ کھائیں ٹھنڈی سبز ترکاریاں زیادہ کھائیں خصوصاً خرفہ کا ساگ زیادہ مفید ہوگا۔ کچے گولر بھی اگر ترکاری کے طور پر پکا کر کھائے جائیں تو فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد ایک چنے برابر کا نوغل لینے سے بھی کچھ فائدہ پہونچتا ہے۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں دستند طبیہ کالج دہلی۔ اجادرہ

خریدار نمبر ۲۰۳۲۰ کو معلوم ہو کہ رات کو سوتے ہوئے ایک چھٹانک بالائی اور گیارہ دانے بادام دو جو کہ بھگو کر چھیل لئے ہوں کھا لیا کریں۔ اس کے بعد پانی نہ پئیں جب تک آرام نہ ہوجائے۔ آپ اسی کا استعمال کریں۔ انشاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا۔

بلقیس سلطانہ۔ لاہور

خریدار نمبر ۲۰۰۳۰ کو معلوم ہو کہ آپ کے بھائی کو نکسیر آتی ہے۔ اس کی نہایت مجرب دوا میں آپ کو تحریر کرتی ہوں۔ یہ آزمودہ ہے۔ تالاب کے پانی پر جو کائی جم جاتی ہے وہ اتار لیں اور اپنے بھائی کے سر بیچ تالو پر اور گدی پر رکھیں۔ انشاء اللہ نکسیر فوراً رک جائے گی۔ اگر اس سے بالکل فائدہ نہ ہو۔ تو اپنے پتے سے اطلاع دیں۔ میں آپ کو ایک اور دوا تحریر کروں گی۔

بلقیس سلطانہ۔ سعدی منزل لاہور

بہن زہرہ خاتون صاحبہ خریدار نمبر ۴۲۸۰ کو معلوم ہو کہ بفا کے لئے سب سے اچھی چیز دہی ہے۔ ہر تیسرے روز غسل کرنے سے ایک گھنٹہ قبل دو پیسہ کا خوکشا دہی اپنے سر میں اچھی طرح بالوں میں لگائیں اور پھر ایک گھنٹہ بعد سر کو خوب اچھی طرح جس صابن سے چاہیں مل کر دھو دیں۔ لیکن پیرسوپ زیادہ اچھا ہے بالوں کے لئے اور اگر ماش کی دال پیس کر سر دھویا جائے تو بہت ہی بہتر ہے اس سے بال گرنا بالکل بند ہوجاتے ہیں۔ اکثر بفا سے بھی بال گرجایا کرتے ہیں۔ لیکن تین روز دہی سر میں لگانے سے خودبخود بہن صاحبہ کو معلوم ہوجائے گا کہ دہی کس قدر فائدہ مند ہے۔ بفا کو دور کرنے اور بالوں کو گرنے سے روکنے کیلئے۔

ان۔ آر بیگم۔ خریدار نمبر ۱۱۳۰۹

۱۰ مئی کے عصمت میں بہن صغرا بیگم سبزواری صاحبہ نے اپنی بھتیجی کا تاریخی نام نکالنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ تاریخی نام صغرا جبیں (۱۳۵۴) اگر پسند ہو تو رکھ لیں۔

خریدار نمبر ۴۵۶ کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ آپ اپنی عزیزہ کو افغان اسنو استعمال کرائیں۔ اس طرح پر کہ روزانہ بعد غسل بغلوں میں افغان اسنو آہستہ آہستہ جذب کردیا کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ شکایت رفع ہوجائے گی۔

ارجمند بانو

محترمہ دختر امین اللہ صاحب قریشی کی خدمت میں عرض ہے کہ محترمہ نذر سجاد حیدر صاحبہ کی تصنیف ثریا کی قیمت ۳۳ سکہ ٹکٹ ۱۲ ار تھی۔ اس پتہ سے مل سکتی ہے۔ دفتر اخبار دور جدید لاہور۔

ارجمند بانو آگرہ

مہربانی فرماکر کوئی بھائی یا بہن بذریعہ عصمت مطلع کریں کہ پکے رنگ کہاں ملتے ہیں۔ اور سیاہ رنگ پکا کرنے کی کیا ترکیب ہے۔

ایک ضرورت مند

از حیدرآباد دکن

دوربین

سیاسی افق

ہسپانیہ کی خانہ جنگی بدستور زوروں پر ہے۔ جرمنی کے ایک جہاز پر ہوائی جہازوں نے گولے برسائے جس سے بہت سامالی و جانی نقصان ہوا۔ جرمنی نے بدلہ میں ہسپانوی مستحکم مقام المیریا پر آدھ گھنٹہ تک دوسو گولے برسائے جب مقامی توپ خانہ خاموش ہوگیا اور استحکامات منہدم ہوگئے تو جرمنی جہاز واپس چلے گئے۔

فقیر ایپی محسود کے علاقہ میں فرار ہوگیا۔ اس کے غار میں کاغذات کا تھیلا برآمد ہوا ہے۔ لیکن کاغذات پڑھے نہیں جاتے مسعران پر جان لڑا رہے ہیں۔ وزیریوں نے صلح کی درخواست کی ہے۔ انگریز فقیر ایپی کے حوالہ کئے جانے پر زور دے رہے ہیں۔

اطالیہ کو حبش کے انتظام میں مشکلات کا سامنا ہو رہا ہے۔ وہ کوشش میں ہے کہ نجاشی شاہنشاہ حبش کے بیٹے کو اپنے ماتحت بادشاہ بن جانے پر آمادہ کرلیں مگر شہزادہ کٹھ پتلی بن کر سلطنت کرنے کا خواہشمند نہیں۔ جو سفیر اطالیہ کی جانب سے اسے اس بات پر آمادہ کرنے کے لئے آئے وہ ان سے نہ ملا اور کہلوا دیا کہ وہ اپنے اس خیال خام کو چھوڑ دیں۔

اس وقت دنیا جنگ کے لئے بری طرح تیار ہے۔ اگر جنگ شروع ہوجائے تو ایک رات بھر میں ۴۸ قوموں میں ۵½ کروڑ مسلح آدمی میدان میں آکودیں گے۔ اس میں چین کے دس لاکھ لڑاکا شمار نہیں کئے گئے۔ تمام دنیا کی محفوظ و غیر محفوظ سپاہی ۵۴۴۱۲۶۲۸ ہیں۔ سب سے بڑی فوج روس کے پاس ہے۔ ۱۵۴۵۰۰۰ باقاعدہ اور ۱۹۴۹۰۰۰۰ جنگی تربیت یافتہ سپاہی ہیں۔ اطالیہ دوسرے درجہ پر ہے۔ اس کے لشکر میں ۶۲۹۴۹۵ سپاہی ہیں۔ برطانیہ پانچویں درجہ پر ہے۔ اس کے پاس ۳۸۴،۸۰ سپاہی ہیں۔ سوئٹزرلینڈ اور کوسٹاریکا کے پاس سب سے چھوٹا لشکر ہے۔ پہلے کے پاس ۳۰۹ سپاہی اور دوسرے کے پاس ۳۰۷ سپاہی ہیں۔ سوئٹزرلینڈ کے پاس ۶ لاکھ جنگی تربیت یافتہ محفوظ سپاہی بھی ہیں۔ امریکہ کے پاس یکم جولائی تک ۱۶۵۰۰۰ سپاہی ہوجائیں گے۔

مفلسی کی بھینٹ

گوجرانوالہ ڈسٹرکٹ بورڈ نے تین سال ہوئے اپنے ڈسٹرکٹ انجینئر اور ایک اوورسیر کو برطرف کردیا۔ بورڈ نے کچھ عرصہ بعد انجینئر کو بحال کردیا۔ اوورسیر کا اپیل کمشنر نے نامنظور کردیا۔ اس غریب اوورسیر کا دل ٹوٹ گیا اور چاروں طرف سے مایوسی گھٹا اس پر چھا گئی۔ اس کے ایک بچے نے جس سے وہ بہت محبت کرتا تھا ایک روز اس سے ایک پیسہ مانگا۔ مگر اس کے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ مفلسی کی اس انتہائی کیفیت نے اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا دیا۔ اس نے اپنی بیوی کے نام ایک خط لکھ کے کوٹ کی جیب میں ڈال دیا۔ اور خود گھر واپس نہ آنے کا ارادہ کرکے باہر نکل گیا۔ اگلے دن اس کی لاش نہر سے برآمد ہوئی۔ اس نے ایک بیوہ اور سات بچے اس سانحہ پر آٹھ آٹھ آنسو رونے کے لئے چھوڑے ہیں۔ متوفی ہندو تھا۔

میاں کھانا پکائے

ہر کارل لیٹز ایک ویانہ (آسٹریا) کے آدمی نے اپنی ۲۶ سالہ بیوی پر طلاق کا دعویٰ اس بنا پر کیا تھا کہ وہ جب کھیلتی ہے تو مجھے ہی کھانا پکانا گھر درست رکھنا اور دس سالہ لڑکے کی نگرانی کرنا پڑتی ہے۔ بیوی نے عذر کیا تھا کہ میں بھی کھیل کود میں مردوں کے برابر حق رکھتی ہوں اس نے ایک

ملاقاتی سے کہا تھا کہ خطا تو خود میاں کی ہے کہ پہلے مجھے فٹ بال کا شوق دلایا۔ کیونکہ وہ فٹ بال کا کھلاڑی ہے۔ جب یہ کھیل میری روح رواں بن گیا تو اب میاں روکتے ہیں۔ اب یہ میرے بس کا روگ نہیں! ۔ عدالت نے شوہر کا مقدمہ خارج کر دیا کہ بیوی کو بھی فٹ بال کھیلنے کا حق حاصل ہے۔

بیوی سے بیرحمی

پٹنہ کی ایک عدالت سے ایک ۱۸ سالہ مسلمان کو تین ماہ قید سخت اور ۵۰ روپے جرمانہ کی سزا ہوئی اس کی بیوی اور میاں میں جھگڑا رہتا تھا۔ اس پر اس نے اسے طلاق دیدی۔ بیوی نے مہر مانگا شوہر نے انکار کیا اور ایک کورے کاغذ پر رسید کے طور پر اس کا انگوٹھا لگوانا چاہا۔ اس کے انکار پر اس نے اسے باندھ کر کفگیر گرم کر کے اس کے بدن پر آٹھ جگہ داغ لگائے۔ جب اس کا باپ آیا تو اپنے داماد کی اس بدسلوکی کی خبر ہوئی۔ اس نے دعویٰ کر دیا۔ شوہر نے جواب میں کہا کہ مقدمہ جھوٹا ہے اور طلاق حاصل کرنے کے لئے ناجائز دباؤ ڈالا گیا ہے۔

ممبران اسمبلی کی تنخواہیں

پنجاب میں یہ تجویز اسمبلی کے سامنے پیش ہونے والی ہے جو یقیناً منظور ہو جائے گی۔ کہ آئندہ ہر ممبر کو ڈیڑھ ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ ملا کرے اور آنے جانے کا سفر خرچ اوّل درجہ کا ۱½ کرایہ ہوگا۔ سب کمیٹیوں کے اجلاس میں بدستور سابق بارہ روپے روزانہ ملا کریں گے وہ اس تنخواہ سے جداگانہ ہوں گے۔ اس طریقہ سے پہلے کے مقابلہ میں ۲½ لاکھ روپے سالانہ زیادہ خرچ ہوا کرے گا۔ اگر کوئی ممبر جلسہ میں حاضر نہ ہوگا تو دس روپے روزانہ کے حساب سے تنخواہ کٹ جایا کرے گی۔ سال بھر میں صرف ستر اجلاس ہونگے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ تنخواہ سے ممبروں کو کتنا زیادہ فائدہ ہے۔ اگر کوئی ممبر سال بھر غیر حاضر رہے تو آٹھ سو روپے کے قریب تو بھی اسے مل جایا کریں گے۔

اسمبلی کی سرکاری زبان انگریزی ہوگی۔ مگر ہندوستانی زبانوں میں صرف اردو اور پنجابی شامل ہوگی۔ ممبران ان تینوں میں سے جس زبان میں چاہیں تقریر کر سکیں گے۔

نئے مجوزہ قانون

پنجاب اسمبلی کے سامنے میاں عبدالعزیز نے دو مسودات قانون پیش کئے ہیں۔ ایک میں اس کا انتظام کیا گیا ہے کہ عورت کو شوہر سے پیچھا چھڑانے کے لئے مذہب تبدیل کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اب تک یہ ہوتا تھا کہ مسلمان عورت مرتد ہوئی اور نکاح ٹوٹا۔ اب وہ باقاعدہ طلاق لے سکے گی۔ دوسرے مسودہ کی رو سے شادی بیاہ طلاق تبنیت ولایت نابالغی وصیت ہبہ تقسیم وغیرہ کے معاملات میں ہندو دھرم شاستر کے اور مسلمان شریعت کے پابند ہونگے۔ جہاں شاستر یا شرع خاموش ہوگی وہاں مقبول و منصفانہ رواج کی پابندی جائز سمجھی جائے گی۔

مرکزی اسمبلی میں سر محمد یعقوب نے ایک مسودہ پیش کیا ہے کہ بے آل و اولاد اور بے وصیت مر جانے والے مسلمان کی جائداد بحق سرکار ضبط نہ ہوا کرے بلکہ مسلمان قوم کو مل جانی چاہئے۔ کیونکہ شرع کی رو سے ایسے مال کا مصرف بیت المال ہے۔ جس سے اسلامی کام جاری رہتے ہیں۔ جہاں بیت المال نہ ہو وہاں ایسی جائداد دینی اسلامی انجمنوں کو مل جایا کریں۔

تاروں کا جھرمٹ

لکھنؤ میں عید غدیر کے موقع پر شیعہ سنیوں میں بلوہ ہوگیا۔ شیعہ ۹ ربیع الاوّل کو اس بات کی خوشی مناتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ تبرہ بہ فریقین میں

مختلف مقامات پر لاٹھیاں چل گئیں۔ ۹۰ آدمی زخمی ہوئے جن میں بیس کے شدید ضربات آئیں۔ دو مر گئے۔ ۱۷۰ آدمیوں پر مقدمات چلے ہیں جن میں سے ۱۲۵ شیعہ اور ۴۵ سنی ہیں۔

صوبہ بہار میں سنتھال گنہ کے سوا پٹنہ ترہٹ اور بھاگلپور کے ڈویژنوں میں حکومت نے اردو کے استعمال کی اجازت دے دی ہے۔ عرضی دعوے اور جوابدعوے اور سمن وغیرہ اردو اور کیتھی مقامی رسم الخط دونوں میں تحریر کئے جایا کریں گے دوسری کمشنریوں میں ہندی اور کیتھی جاری رہے گی۔

میمن سنگھ میں ایک استاد بچوں کو سبق پڑھا رہا تھا کہ بجلی گری مدرس اور آٹھ بچے ہلاک ہوگئے۔ نو اور بچے سخت مجروح ہوئے۔ اس روز باد و باراں کا سخت طوفان آرہا تھا۔

امریکہ کا نہایت مالدار شخص مسٹر راک فیلر، ۹ سال کی عمر میں مر گیا۔ وہ چھوٹی حیثیت سے بڑھ کے مٹی کے تیل کا بادشاہ بن گیا تھا اور اس کی دولت کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ساری عمر خیراتی کاموں میں بڑی بڑی رقمیں خرچ کرتا رہا۔ شکاگو یونیورسٹی اور تحقیق امراض کا انسٹیٹیوٹ اس نے قائم کئے۔ موسمی اور زرد بخاروں کے علاج وغیرہ کے سلسلہ میں اس نے بڑے بڑے وظیفے دئے۔

حکومت برطانیہ کے شاہی خاندان نے ڈیوک آف ونڈسر سابق شاہ ایڈورڈ کو ایک لاکھ پونڈ کی رقم دیدی ہے۔ اگر وہ اپنی بیوی سے پہلے فوت ہو جائیں تو ان کی آمدنی ان کی بیوی کو ملتی رہے گی۔ ڈیوک کی کل آمدنی ۲۸ ہزار پونڈ سالانہ ہوگی اس میں ان جائدادوں کی آمدنی بھی شامل ہے جو ملکہ وکٹوریہ سے انہیں ملی ہیں۔ ان کی آمدنی ۱۵ ہزار پونڈ سالانہ ہے۔ اپنے مرنے کی حالت میں وہ اس آمدنی کو بھی اپنی بیوی کے لئے مخصوص کر سکتے ہیں۔ سرکاری طور پر یہ بھی اعلان ہوا ہے کہ ہز رائل ہائنس اور ڈیوک کا خطاب ذاتی ہے۔ یہ خطابات ان کی بیوی پر حاوی نہ ہوں گے۔

امریکہ میں ایک ۱۲ سالہ لڑکی نے ایک ۷۲ سالہ مرد سے جو پانچ بچوں کا باپ ہے اور جس کی پہلی بیوی نے طلاق لے لی ہے شادی کی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ مجھے اس سے کیا غرض کہ اس نے پہلے کیا کیا۔ میں تو اسی سے شادی کرنا چاہتی تھی

ضلع مراد آباد کے ایک گاؤں میں ایک سات سالہ برہمن لڑکا مدرسہ سے آیا۔ ماں نے ابھی روٹی پکائی نہ تھی۔ وہ بھوک سے بے قرار ہو رہا تھا۔ ماں نے کہا کہ اندر ہنڈیا میں سے لڈو نکال کر کھالے۔ اس نے لڈو نکال کے جھٹ منہ میں رکھ لیا اور منہ چلانا شروع کر دیا۔ یکایک وہ منہ پیٹنے اور چلانے لگا۔ ماں نے دیکھا تو منہ اور تالو میں چیونٹیاں ہیں۔ پانی وغیرہ سے بہتیرا حلق صاف کرنا چاہا لیکن بے سود بچہ تھوڑی دیر بعد مر گیا چیونٹیاں لال ہوں گی۔

دہلی یونیورسٹی سے اس سال ۱۰ لڑکیاں بی۔ اے اور ایک لڑکی بی ایس سی ہوئی ہے۔ بی اے میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی برابر کے نمبر حاصل کرکے اول آئے ہیں اور ایک لڑکی تیسرے نمبر پر آئی ہے۔ بی اے میں ۲۰۵ میں سے ۱۳۸ پاس ہوئے کوئی اول درجہ میں نہیں آیا۔ بی۔ ایس۔ سی میں ایک مسلمان اول آیا ہے اور اول درجہ میں کامیاب ہوا ہے۔

جہلم میں ایک مسلمان نے ایک سکھ بزاز کو مار ڈالا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے چند روز پہلے حضور رسول اکرم کی شان میں گستاخی کی تھی۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا اتاترک صدر جمہوریہ ترکیہ نے اپنی جائداد باغ مال اسباب سب کچھ قوم کی نذر کر دیا۔

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible] کھانے	قیمہ [illegible] کھانے	ترکاری سے	[illegible] کھانے	[illegible] کھانے
[illegible]				[illegible] کھانے

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان حصہ اول

عـہ

[illegible] ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ ملے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کر کے لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست۔ ہندوستان کے ہر حصہ کی [illegible] بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ [illegible] بی صاحبہ [illegible] سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ اور [illegible] کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات [illegible] گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کی دس دس قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب [illegible]

[illegible] مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے

پڈنگ کی ترکیبیں		کبابوں کی ترکیبیں		
[illegible] پڈنگ	انجیر پڈنگ	[illegible] کے کباب	کباب [illegible] مرغ	[illegible] کباب
[illegible] پڈنگ	[illegible] پڈنگ	آلو کے کباب	کچے قیمہ کی ٹکیاں	شامی کباب
[illegible] پڈنگ	[illegible] پڈنگ	کچے [illegible] کے کباب	گوشت کے سیخ کباب	[illegible] کے کباب
[illegible]	جلیبیوں کی پڈنگ	دال کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب
[illegible] پڈنگ	میوہ [illegible] پڈنگ	مچھلی کے سیخ کباب	[illegible] کے چپ کباب	[illegible] کے کباب
[illegible]	[illegible] پڈنگ	[illegible] کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور نہ کسی قسم کے
[illegible] کیک	[illegible] پڈنگ	پسندے کے کباب	[illegible] کے کباب	کباب

اس سے کتاب کا اندازہ کیجیے چاول، حلوے اور

[illegible] صرف دو چیزوں کی فہرست سے

نیچے سویاں، کھیر فرنی، ساگ اور ترکاری کے [illegible] جیلی، بسکٹ، کیک، دہی، مٹھائیاں، حلوے، چٹنیاں، مربے، اچار، شربت [illegible] غرض یہ نہ صرف مشرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں [illegible] صحیح ترکیبیں۔ اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے [illegible] بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت [illegible] کھانا پکانے [illegible] سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خط بھیجے [illegible] اس کتاب کی اشاعت پر مؤلف و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھانے [illegible] ایسی کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں [illegible] نہیں چھپی۔ اس کی تیاری پر [illegible] روپیہ صرف کیا گیا ہے۔ پہلے ہی سال میں [illegible] ایڈیشن نکل گئے۔ اس کتاب پر جس قدر محنت کی گئی ہے [illegible] صرف دو روپیہ قیمت [illegible] قیمت صرف دو روپیہ چار آنے ہے۔ [illegible]

پتہ: منیجر رسالہ عصمت، کوچہ چیلان دہلی

عصمتی دسترخوان کے علاوہ

عصمتی کی [illegible] کتاب عـہ

یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

جو نئے [illegible] ہاتھوں ہاتھ بک رہی ہیں

عصمتی ہنڈکلیا

یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ [illegible] سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں [illegible] سے واقف ہو جائے [illegible] کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں ہی کے [illegible] کھانے پکانے کے متعلق [illegible] باتصویر [illegible] قیمت صرف [illegible]

ناشتہ

[illegible] کھانے سے قبل [illegible] ناشتہ کیا جاتا ہے [illegible] انگریزی [illegible] ہندوستان کے ہر صوبے [illegible] ناشتوں کی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی [illegible] قیمت [illegible]

بچوں کے کھانے

ننھے بچوں کے لئے [illegible] کھانے [illegible] کس طرح تیار ہونے [illegible] بچوں کی صحت [illegible] تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ [illegible] باتصویر قیمت صرف [illegible]

بیماروں کے کھانے

بیماروں کے لئے جو کھانے [illegible] اور کسی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں سے اس کی تیاری [illegible] تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں [illegible] ضروری ہے۔ باتصویر قیمت [illegible]

مذاقیہ کھانے

[illegible]

مشرقی و مغربی کھانے

[illegible]

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

جو اپنے اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جا چکی ہیں

(۱) عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ

[illegible]

(۵) موتیوں کا کام

[illegible]

(۲) عصمتی کشیدہ

[illegible]

(۳) گلدستہ کشیدہ

عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ

اس کتاب کی تیاری میں ۔۔۔ دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے ۔۔۔ نہایت محنت و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

[illegible]

(۴) خواتین کی دستکاریاں

[illegible]

ملنے کا پتہ ۔ منیجر عصمت دہلی